حیات الحیوان (اردو)



تالیف

علامہ محمد بن موسیٰ بن عیسیٰ کمال الدین الدمیری رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

مولانا ناظم الدین مدظلہ

نظر ثانی

مولانا عبد الرشید ارشد رحمۃ اللہ علیہ



حیات الحیوان کبریٰ (اُردو)

جلد اوّل

تألیف

علامہ محمد بن موسیٰ بن عیسیٰ کمال الدین الدمیری رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

مولانا ناظم الدین مدظلہ

نظر ثانی

مولانا عبدالرشید ارشد مدظلہ

اِسلامی کُتب خانہ

فضل الٰہی مارکیٹ چوک اُردو بازار لاہور فون: ۷۲۲۳۵۰۶

نام کتاب: ———— حیات الحیوان (اردو)

مؤلفہ: ———— علامہ محمد بن موسیٰ بن عیسیٰ کمال الدین الدمیری رحمۃ اللہ علیہ

مترجم: ———— مولانا ناظم الدین مدظلہ

نظر ثانی: ———— مولانا عبد الرشید ارشد مدظلہ

ناشر: ———— اسلامی کتب خانہ

طابع: ———— ممتاز احمد

مطبع ———— لعل ستار پرنٹرز

نوٹ

ہماری قارئین سے درخواست ہے کہ ہماری تمام تر کوشش (اچھی پروف ریڈنگ، معیاری پرنٹنگ) کے باوجود اس بات کا امکان ہے کہ کہیں کوئی لفظی غلطی یا کوئی اور خامی رہ گئی ہو تو ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اس غلطی یا خامی کو دور کیا جائے۔

شکریہ!
(ادارہ)

فہرست



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

حامدًا و مصلیًا و مسلمًا

علامہ کمال الدین محمد الدمیریؒ جو آٹھویں صدی ہجری کی ایک مایہ ناز شخصیت ہیں۔ انہوں نے ۷۷۳ھ میں حیوانات کے حالات پر ایک کتاب "حیاۃ الحیوان الکبریٰ" کے نام سے تصنیف فرمائی جو اپنی طرز کی لاجواب اور معلومات وحقائق سے بھرپور تصنیف ہے۔ جس میں سات سو سے زیادہ جانوروں کے اسماء و کنیتیں' ان کی لغوی تشریحات' جانوروں کے خصائل وعادات' قرآن وحدیث میں ان کے تذکرے' از روئے شرع ان کی حلت وحرمت' نیز بہت سے نادر اور دلچسپ واقعات ومعلومات اس میں جمع کر دی گئی ہیں۔

موصوف کی یہ تصنیف چونکہ ایک اچھوتے موضوع پر بڑی قابل قدر کاوش تھی اس لئے ہر دور کے لوگوں نے اسے بہت سراہا اور اس پر مختلف انداز سے کام بھی کرتے رہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ اب تک اس کی متعدد تلخیصات اور کئی ایک تراجم مختلف بڑی بڑی زبانوں میں ہو چکے ہیں۔

اس کی انہی گوناگوں خصوصیات کی بناء پر ارباب **اسلامی کتب خانہ** کا خیال ہوا کہ اس کا اردو زبان میں ترجمہ کرا لیا جائے تاکہ اس سے خواص کے ساتھ ساتھ عوام بھی بھرپور طریقے سے بہرہ اندوز ہو سکیں۔ چنانچہ ہم نے اپنے اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کے لئے حضرت مولانا ناظم الدین صاحب کی خدمت میں اس کے ترجمہ کے لئے درخواست کی۔ مولانا ناظم الدین صاحب نے ہماری درخواست کو خلعت قبولیت سے نوازا اور اسے ہماری خواہش کے مطابق نہایت سلیس وشگفتہ اردو زبان کے قالب میں ڈھال دیا۔ ہم اسے کمپیوٹر پر کمپوزنگ کروا کر قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ جل شانہ ہماری اس کاوش کو قبول ومنظور فرمائے۔ (آمین)

دعاؤں کے طالب

ممتاز احمد
وشکیل ممتاز

عرضِ مترجم

بِسْمِ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللهِ۔

علامہ دمیریؒ المولود ۷۴۲ھ المتوفی ۸۰۸ھ کی کتاب ''حیوٰۃ الحیوان'' جس کی وجہ سے علامہ دمیریؒ کو مشرق و مغرب میں شہرت حاصل ہوئی ایک مفید کتاب ہے۔ ہر دور کے اہل علم نے اس کتاب کی افادیت کو تسلیم کیا ہے اور اس کتاب کے فارسی' انگریزی' اردو اور دیگر زبانوں میں تراجم موجود ہیں۔ اس کتاب کی اہمیت کے پیش نظر اسلامی کتب خانہ کے مدیر جناب ممتاز صاحب نے ''حیوٰۃ الحیوان'' کا جدید طرز پر ترجمہ کرانے کا ارادہ کیا اور اس اہم کام کے لئے انہوں نے مولانا عبدالرشید ارشد صاحب دامت برکاتہم مدیر مکتبہ رشیدیہ لاہور کو توجہ دلائی تو مولانا عبدالرشید ارشد صاحب دامت برکاتہم نے راقم کو اس کام کی طرف متوجہ کیا لیکن میرے جیسے ہیچمدان اور علم و عمل کے کورے آدمی کیلئے یہ کام خاصا مشکل تھا لیکن مولانا عبدالرشید ارشد صاحب کے پیہم اصرار پر راقم آثم نے علامہ دمیریؒ کی تصنیف ''حیوٰۃ الحیوان'' کا ترجمہ کرنے کی ٹھان لی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے کرم و فضل اور مولانا عبدالرشید ارشد صاحب کی رہنمائی اور والد محترم مولانا محمد دین پوڑ کی دعاؤں سے ''حیوٰۃ الحیوان'' کے ترجمہ کا کام مکمل ہوا۔ احقر نے جن اساتذہ سے علوم اسلامیہ کا فیض حاصل کیا ہے ان میں شیخ الحدیث مولانا عبدالمالک فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور' مولانا عبدالرحمٰن ہزاروی فاضل دیوبند' مولانا منہاج الدین فاضل دیوبند' مولانا فتح محمد' مولانا حافظ محبوب الٰہی' مولانا قاری نور محمد فاضل جامعہ امدادیہ فیصل آباد' مولانا عبدالستار افغانی فاضل دارالعلوم کراچی' مولانا قاری عبدالجبار عابد' مولانا حافظ محمد ارشد' مولانا سیف الرحمٰن' مولانا سید شبیر احمد' مولانا محمد رفیق' مولانا عبدالقیوم فاضل جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی' پروفیسر محمد علی غوری اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد' مولانا قاری شبیر احمد فاضل جامعہ امدادیہ فیصل آباد' سید عبدالعزیز شگری اور دیگر اساتذہ شامل ہیں۔ نیز ابتدائی رہنمائی میں استاذِ مکرم غلام فرید صابر صاحب (چک ۴۴۶ ج-ب ضلع جھنگ)' چودھری سید محمد بن راج محمد بن فقیر محمد پوڑ' والدِ محترم مولانا محمد دین پوڑ' علامہ طالب حسین مجددی' چودھری نور حسین بن راج محمد بن دارا' چودھری حافظ محمد بشیر' چودھری محمد شریف' حافظ محمد حنیف اسد' والدۂ محترمہ اور اقرباء کا اہم کردار ہے۔ نیز حافظ محمد احمد نورانی کا حوالہ جات کے سلسلہ میں تعاون حاصل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی کوششوں کو قبول فرمائے۔ اس کتاب میں جہاں ظاہری خوبیوں کا تعلق ہے وہ اسلامی کتب خانہ کے مدیر ممتاز احمد صاحب کے خلوص اور دریا دلی کی مرہون منت ہے اور ترجمہ کی معنوی خوبیوں کا نہ مجھے دعویٰ ہے اور نہ میں اس میدان کا آدمی تھا لیکن مولانا عبدالرشید ارشد اور ممتاز احمد صاحب نے خلوص سے یہاں لا کھڑا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق و دستگیری سے بات بن گئی اس لئے اس عنوان سے جو خوبی ہو وہ اللہ تعالیٰ کی عنایت اور میرے اساتذہ و والدین کی دعاؤں کا فیضان ہوگا جنہوں نے اپنی محبتوں سے سرفراز فرمایا اور جو خامیاں اور نقائص

ہوں گے ان کا میں خود ذمہ دار ہوں گا اور اہل کرم سے عفو و درگزر کی امید رکھتا ہوں۔ ''حیواۃ الحیوان'' کے جدید حوالہ جات کے لئے مختلف کتب سے استفادہ کیا گیا ہے اور ترجمہ میں غیر معمولی احتیاط سے کام لیا گیا ہے لیکن پھر بھی کچھ نہ کچھ غلطی کا ہو جانا خارج از امکان نہیں۔ اس لئے قارئین کرام سے گزارش ہے کہ جہاں کوئی غلطی نظر آئے تو اس سے راقم الحروف یا کتاب کے پبلشر ممتاز احمد صاحب مدیر اسلامی کتب خانہ اردو بازار لاہور کو مطلع فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اس حقیر علمی خدمت کو قبول فرما کر اپنی مرضیات کی پابندی کی توفیق عطا فرمائے اور نافع خلائق بنائے۔ آمین۔

دعاؤں کا طالب
ناظم الدین
متوطن: موضع لسانہ ضلع پونچھ مقبوضہ جموں وکشمیر
حال: کشمیر کالونی گجرآباد چک ۴۴۴ ج-ب تحصیل وضلع جھنگ
خطیب جامع مسجد کریسنٹ ہوسٹل گورنمنٹ اسلامیہ کالج
سول لائنز لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ حیوٰۃ الحیوان

از: علامہ دمیریؒ

ہر طرح کی تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے انسان کو دل اور زبان (کی نعمت) کے ذریعے تمام مخلوقات پر شرف عطا فرمایا اور گفتگو و بیان کی نعمت کے ذریعے اس کو (یعنی انسان کو) تمام حیوانات پر فضیلت عطا فرمائی اور اس کو (یعنی انسان کو) عقل کے ذریعے (تمام حیوانات پر) ترجیح دی۔ انسان اس عقل کے بہترین ترازو میں فیصلوں کو جانچتا اور تولتا ہے اور اسی عقل کے ذریعے انسان نے اللہ تعالیٰ کی توحید پر مضبوط دلائل قائم کئے ہیں۔ میں (یعنی دمیریؒ) اس ذات کی بہترین تعریف کرتا ہوں جس نے ہم پر پے در پے احسانات کئے اور میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) ''وحدہٗ لاشریک'' ہے اور صاحب عقل حدود و رسوم کے ذریعے اس کی (یعنی اللہ تعالیٰ کی) ذات کی حقیقت کا ادراک نہیں کر سکتے۔ میں (یعنی دمیریؒ) اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں جنہیں واضح دلائل عطا کئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کی آل اور ان کے صحابہ کرامؓ پر ہمیشہ ہمیشہ صلوٰۃ و سلام (رحمتیں و برکتیں) نازل فرماتا رہے۔ جب تک کہ زمین و آسمان کی بقا ہے اور لیل و نہار کی گردش جاری ہے۔ امابعد! یہ کتاب تصنیف کرنے کے لئے نہ کسی شخص نے مجھ سے سوال کیا اور نہ ہی میری طبیعت نے اس کی تالیف کی طرف مجھے مجبور کیا بلکہ اس کتاب کی تالیف کا سبب یہ ہوا کہ میرے بعض دروس میں (جس میں بات کا خفیہ رکھنا اسی طرح محال تھا جس طرح نئی نویلی دلہن سے خوشبو کا چھپانا) ''مالک الحزین'' (ایک قسم کا پرندہ) اور منحوس بجو کا ذکر آیا۔ پس ان جانوروں کی بحث سے ایسی طویل کیفیت پیدا ہوگئی جیسے جنگ بسوس (ایک بسوس نامی کی اونٹنی کی وجہ سے قبیلہ بکر اور قبیلہ تغلب میں ہونے والی جنگ) کی تندرست رائے بیمار کے ساتھ جمع ہونے لگی۔ گدھ اور شتر مرغ میں کوئی فرق نہ رہا۔ بچھو زہریلے سانپ سے الجھنے لگا۔ دودھ چھوڑنے والے بچوں نے جانوروں کی برابری شروع کردی۔ دوست احباب نے بکریوں کو اونٹوں کے ساتھ چرانا شروع کردیا۔ مچھلی اور گوہ کو ایک جیسا خیال کرنے لگے۔ ہر ایک نے بالطبع بجو کے اخلاق اختیار کر لئے۔ اہل دستار نے چیتے کی کھال پہن لی۔ عوام الناس نے کبوتر کے طوق کی مانند اپنی گردنوں میں برائیوں کا قلادہ ڈال لیا۔

والقوم اخوان وشتی فی الشیم — قیل فی شانھم اشتدی فی الزیم

''قوم کے لوگ آپس میں بھائی بھائی ہیں اور ان کے مزاج مختلف ہیں، ان کی شان میں کہا گیا ہے کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہونے کے باوجود قوی ہیں''
بڑوں نے گمان کرلیا کہ وہ ''قطاۃ'' پرندے سے زیادہ صادق ہیں اور چھوٹے ''فاختہ'' کی طرح غلط ہیں۔ ماہر بوڑھا دو مشکیزوں

والی عورت ثابت ہوا۔ دانا طبیب بدو نکلا جو حنین کے دو موزے لے کر لوٹا تھا۔ دانا آدمی ''اشقر'' پرندے کی طرح متحیر نظر آیا۔ طالب علم ''حباریٰ'' پرندہ کی طرح متحرک دکھائی دیا۔ سننے والا کہہ رہا تھا کہ تمام شکار جنگلی گدھے کے پیٹ میں ہے۔ حق کا طالب سیٹی بجانے والے پرندے کی طرح کہہ رہا تھا۔ اے نادان پرندے خاموشی اختیار کر لے۔ پس اس صورتحال کو دیکھنے کے بعد میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ فیصلہ کرنے والے کے گھر جانا چاہئے۔ کمان اگر کمان بنانے والے کو دی جائے تو حقائق واضح ہوتے ہیں گھوڑ دوڑ میں آگے بڑھنے والے گھوڑے کو ہی دیکھا جاتا ہے اور رات بھر چلنے والے کی تعریف صبح کے وقت ہی ہوتی ہے۔ اس کے بعد میں نے ذات باری تعالیٰ سے (جو کرم اور احسان کرنے والے ہیں سے) اس قسم کی کتاب کی تالیف کے متعلق استخارہ کیا جو اس شان کی ہو (یعنی حیوانات کے متعلق جامع مانع ہو) میں نے اس (کتاب) کا نام "حیوٰۃ الحیوان" رکھا۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو میرے لئے جنت کی فلاح کا ذریعہ بنائے اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اسے لوگوں کیلئے نفع بخش بنائے۔ بے شک وہ رحمٰن اور رحیم ہے۔ میں نے (یعنی دمیریؒ نے) اس کتاب کو حروفِ معجم (یعنی حروف تہجی) کی ترتیب سے مرتب کیا ہے تا کہ حروف تہجی کے ذریعے سے اسماء کو (یعنی جانوروں کے اسماء کو) جاننے میں سہولت ہو۔



علامہ دمیریؒ کے حالات

نام: محمد بن موسیٰ بن عیسیٰ کمال الدین الدمیریؒ

تاریخ پیدائش: علامہ دمیریؒ 742ھ بمطابق 1344ء کو قاہرہ میں پیدا ہوئے۔

سیرت و کردار: علامہ دمیریؒ اپنے مذہبی اعتقادات کے باعث تصوف کے اس مسلک سے وابستہ ہوئے جس کی تاسیس خانقاہ صالحیہ میں ہوئی تھی۔ علامہ موصوفؒ ایک زاہد، عابد اور صاحب کرامت بزرگ کے طور پر مشہور تھے۔ نوجوانی میں اگرچہ وہ کھانے پینے کے بے حد شوقین تھے لیکن بعد میں وہ اکثر روزے کی حالت میں رہتے، اپنا زیادہ وقت نمازوں میں گزارتے اور شب بیداری کرتے۔

ذریعہ معاش: علامہ دمیریؒ نے اپنی گزربسر کے لئے کپڑے سینے کا (یعنی درزی کا) کا پیشہ اختیار کیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ علم حاصل کرنے کی سعی بھی جاری رہی۔ بالآخر علامہ دمیریؒ نے درزی کا پیشہ ترک کر کے طلب علم میں منہمک ہو گئے۔

اساتذہ: علامہ دمیریؒ نے جن اہل علم سے اکتساب فیض کیا ان میں مشہور شافعی عالم بہاؤ الدین السبکی، جمال الدین السنوی، ابن عقیل اور برہان الدین القیر اطی جیسی عظیم شخصیات شامل ہیں۔ ان اساتذہ کی علم پرور صحبتوں کا اثر تھا کہ علامہ دمیریؒ نے تھوڑی ہی مدت میں فقہ، علوم حدیث، تفسیر، عربی زبان اور معانی و بیان میں بڑی مہارت حاصل کر لی۔

درس و تدریس: علامہ دمیریؒ نے الازہر، جامعہ الظاہر، مدرسہ ابن البقری اور قبہ جیسے عظیم علمی مراکز میں درس و تدریس کی خدمات سرانجام دیں۔

حج کی سعادت: علامہ موصوفؒ نے 1361ء سے 1397ء کے درمیان چھ مرتبہ حج کی سعادت حاصل کی اور اس دوران انہوں نے ایک طرف تو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے علماء وشیوخ سے اپنے علم کی پیاس بجھائی اور دوسری طرف اپنے درس و وعظ اور فتاویٰ سے عوام الناس کو فیضیاب کیا۔

تصانیف: علامہ موصوفؒ نے کئی کتابیں تحریر کی ہیں جن میں حیوۃ الحیوان اور ان کی آخری تصنیف ''سنن ابن ماجد'' کی تفسیر بھی شامل ہے جو پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کا عنوان ''الدیباچہ'' ہے۔

وجہ شہرت: علامہ دمیریؒ کو ان کی تصنیف ''حیوۃ الحیوان'' کی وجہ سے مشرق و مغرب میں شہرت حاصل ہوئی۔ اس کتاب میں انہوں نے جانوروں سے متعلق عوام الناس میں پائے جانے والے غلط خیالات و تصورات کی اصلاح کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کتاب کا مسودہ انہوں نے 1371ء میں تیار کیا تھا اور اس میں ان تمام حیوانات کے متعلق ممکنہ حد تک مکمل معلومات فراہم کی گئی ہیں جن کا ذکر قرآن اور اس کے علاوہ عربی ادب میں جا بجا ملتا ہے۔ اس کتاب کے مقالات حروف تہجی کی ترتیب کے لحاظ سے مرتب کئے گئے ہیں اور ترتیب میں حیوانات کے ناموں کے پہلے حروف کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ ہر مقالے میں مندرجہ ذیل اور

زیر بحث کی گئی ہے۔ (۱) حیوانی نام کے لسانی پہلو (۲) حیوان اور اس کی عادات کی تفصیل (۳) حدیث کی کتابوں میں حیوانات کا ذکر (۴) بحیثیت غذا مختلف حیوانات کے حلال یا حرام ہونے کے متعلق مختلف مذاہب کی رائے (۵) حیوانات کے نام سے تعلق رکھنے والی ضرب الامثال (۶) ہر حیوان کے اعضاء اور اجزاء کے طبی اور دیگر خواص (۷) مختلف حیوانات کے خواب میں دکھائی دینے کی تعبیر۔ کتاب میں ۱۰۶۹ مقالات ہیں جن کی بنیاد سیکڑوں ماخذ پر رکھی گئی ہے۔ (۸) الدمیری نے اگرچہ اپنی معلومات کے لئے مکمل طور پر عربی ماخذ پر انحصار کیا ہے' تاہم ان میں دوسری زبانوں (خصوصاً لاطینی) سے عربی میں کیے گئے تراجم بھی شامل ہیں۔ انہوں نے مختلف حیوانات کے کوائف درج کرتے ہوئے 805 مصنفین کا حوالہ دیا ہے اور یہ مسلمانوں کے علاوہ دیگر قوموں سے بھی تعلق رکھتے ہیں۔ ''حیوۃ الحیوان'' کا اسلوب واضح اور سلجھا ہوا ہے۔ ادبی لحاظ سے یہ کتاب اس لئے اہمیت کی حامل ہے کہ اس میں حیوانات سے متعلق مشاہدات کو یکجا کرنے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی مروجہ روایات اور عقائد کے بارے میں اکثر مقامات پر خاصی معلومات درج ہیں۔ علاوہ ازیں اس کتاب میں مصنف اکثر اوقات اپنے اصل موضوع سے گریز کرتے ہوئے دوسرے مضامین پر توجہ دینا شروع کردیتے ہیں۔ مثال کے طور پر ''اوز'' (بمعنی بطخ) کے عنوان کے تحت خلفاء کی تاریخ کا جائزہ لیا گیا ہے جو پوری کتاب کا تقریباً تیرہواں حصہ بنتا ہے۔ (۹) ''حیوۃ الحیوان'' متعدد مرتبہ شائع ہو چکی ہے اس کے تین منقش نسخے ہیں: الکبریٰ' الوسطیٰ اور الصغریٰ۔ اس کے متعدد خلاصے اور اقتباسات بھی تیار کیے گئے ہیں۔ سترہویں صدی میں اس کا فارسی میں ترجمہ کیا گیا جبکہ ترکی زبان میں اس کا ایک ترجمہ بعد میں ہوا۔ اس کے علاوہ JAYAKAR کا انگریزی زبان میں ایک نامکمل (کتاب کا تقریباً تین چوتھائی) ترجمہ بھی ملتا ہے لیکن یہ زبان و بیان کے اعتبار سے کمزور ہے۔ (معروف مسلم سائنسدان اور شاہکار انسائیکلوپیڈیا سے اقتباس)

انتقال: علامہ دمیریؒ کا انتقال 808ھ بمطابق 1405ء کو قاہرہ میں ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ حیوۃ الحیوان

مولانا عبدالرشید ارشد دامت برکاتہم

۳۵-۴۰ سال کی بات ہوگی کہ میرے محترم مغفور و مرحوم استاد حضرت مولانا غلام محمدؒ نے مجھے فرمایا کہ عبدالرشید جی! ایک کام کرو کتاب ''حیوۃ الحیوان'' علامہ دمیریؒ کا ترجمہ کراؤ بہت عمدہ اور نادر معلومات پر کتاب ہے گو نام اس کا ''حیوۃ الحیوان'' لیکن اس میں بے شمار عمدہ معلومات ہیں سیرۃ الرسول ﷺ 'اسوۂ صحابہ ؓ' ائمہ اربعہ بلکہ غیر معروف ائمہ جن کی فقہیں رواج نہ پاسکیں' صوفیاء' اولیاء کرام اور کئی ایک مفید اور دلچسپ عنوانات پر مباحث ہیں۔ گو مجھے کتب سے خاصی دلچسپی اور شغف تھا لیکن نہ اتنا کہ اتنی بڑی کتاب کا ترجمہ کرانے لگوں اور وسائل بھی برائے نام تھے لیکن اس کتاب کا نام دل پر نقش کالحجر ہوگیا۔ کچھ دیر پہلے اسلامی کتب خانہ کے ممتاز احمد صاحب نے اس کا مجھے ترجمہ کرنے کو کہا لیکن نہ مجھ میں اتنی صلاحیت اور نہ فرصت۔ بیماریوں کی پوٹ بن چکا ہوں۔ عزیز محترم مولانا ناظم الدین صاحب خطیب و امام کریسنٹ ہوسٹل سے عرض کیا اور وہ گاہے بگاہے مجھ سے مشورہ کرکے اس کا ترجمہ کرنے لگے اور بالآخر کامیاب ہوئے۔

۸۵۵ھ (۱۳۹۹ء) کا تصور کیجئے جب یورپ اندھیرے میں تھا اور وہاں غسل کا تصور تک نہ تھا۔ علامہ دمیریؒ نے ایسی شرح و بسط کے ساتھ کتاب لکھی کہ پڑھ کر دانتوں کو پسینہ آتا ہے اپنی نوعیت کی واحد اور منفرد کتاب ہے اور علوم اسلامیہ کا شاہکار کہ جس میں جیسا کہ ذکر ہوا مختلف نوعیت کی عجیب و غریب معلومات ہیں۔

یہ راقم ۱۹۷۱ء میں برطانیہ گیا وہاں ایک گھر میں رنگین ٹیلیویژن دیکھ کر بہت حیرت ہوئی۔ عام گھروں میں بلیک اینڈ وائٹ بھی نہ تھے اور اب یورپ نے اتنی ترقی کرلی ہے کہ ٹیلیویژن پر غالباً ہفتہ میں ایک بار یا شاید روزانہ (مغرب میں) جانوروں کے متعلق فلمیں دکھائی جاتی ہیں اور سمندروں کی تہوں' صحراؤں اور ریگستانوں' جنگلوں میں پرندوں' درندوں' مچھلیوں اور ان کی مختلف اقسام بلکہ اتنا کچھ دکھایا جاتا ہے کہ انسان حیرت میں ڈوب جاتا ہے لیکن اس کے ساتھ جب علامہ دمیریؒ کی کتاب کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو یہ حیرت دور ہوجاتی ہے۔ علامہ دمیریؒ کی وسعت معلومات پر حیرت ہوتی ہے کہ اتنے سو سال قبل علامہ نے یہ معلومات تیار اور کیسی جمع کیں اس میں کتنا وقت کھپایا اور اس پر کتنی محنت و ریاضت کی ہوگی۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا' کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے پڑھئے اور داد دیجئے۔

جانوروں کو کتنا علم دیا گیا ہے۔ اس کی قرآن مجید سے گواہی ملتی ہے۔ ہدہد ایک لمبی چونچ والا پرندہ ہے اس کی حس اتنی تیز ہے کہ وہ معلوم کرلیتا ہے کہ یہاں پانی کتنی تہ پر ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اسے اپنے لشکر کے ساتھ رکھا کرتے تھے اسی طرح

ننھی سی چیونٹی جس کے نام پر قرآن مجید میں ایک سورۃ ہے جو حضرت سلیمان کا لشکر آتا دیکھ کر چیونٹیوں کو خبردار کرتی ہے کہ اپنے بلوں میں گھس جاؤ ورنہ حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کا لشکر تمہیں مسل ڈالے گا اور اس کی انہیں خبر بھی نہ ہوگی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اس کی یہ بات سن کر مسکرا پڑتے ہیں۔

یہ تو ہمارے مشاہدے کی بات ہے کہ ایک خاص وقت میں چیونٹیاں قطار اندر قطار چلتی نظر آتی ہیں اور اس کو بارش کی علامت سمجھا جاتا ہے اور پھر اکثر اس کے بعد بارش آجاتی ہے اور ایک عام چیونٹی اپنے سے کئی گنا وزن لے کر دیوار پر چڑھ جاتی ہے۔ کتابوں میں آتا ہے کہ امیر تیمور نے ہندوستان پر کئی دفعہ حملے کئے لیکن ناکام رہا ایک دن اسی غور وفکر میں غلطاں و پیچاں بیٹھا سوچ رہا تھا کہ ایک چیونٹی کو دیوار پر چڑھتے دیکھا جو اپنے سے خاصا زیادہ وزن لیکر دیوار پر چڑھ رہی تھی کئی دفعہ گری لیکن بالآخر چڑھنے میں کامیاب ہوگئی یہ دیکھ کر تیمور کو حوصلہ ہوا اور دل میں خیال کیا کہ کیا میں اس چیونٹی سے بھی گیا گزرا ہوں اور عزم لیکر اٹھا اور اپنی مہم میں کامیاب ہوا لیکن پھر ایک وقت ایسا آیا کہ اس کی اولاد عیاشی میں پڑ گئی۔ علامہ اقبال مرحوم نے غلام قادر روہیلہ کے عنوان سے ایک نظم لکھی ہے جس کا مطلع یہ ہے ؎

روہیلہ کس قدر ظالم' جفا جو' کینہ پرور تھا
نکالیں شاہ تیموری کی آنکھیں نوک خنجر سے

اس کے بعد اہل حرم کی ''نازنینان سمن بر'' کو یہ حکم دیا اور وہ تعمیل حکم بجالائیں' کچھ دیر یہ تماشا دیکھا' کچھ دیر بعد مغفر لوہے کی ٹوپی سر سے اتاری اور کمر سے تیغ کھول کر رکھی اور کچھ سوچ کر آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا اور مصنوعی نیند میں چلا گیا اور کچھ دیر بعد اٹھا اور تیموری زنان سے کہنے لگا کہ میرا خیال تھا کہ میری بناوٹ کی نیند سے کوئی تم میں سے اٹھ کر میری تلوار یا خنجر سے میرا سینہ چاک کردے گی ورنہ سپاہی اور فوجی کو نیند سے کیا کام یہ میرا بہانہ تھا۔ مقصد یہ تھا کہ کوئی تیمور کی بیٹی خنجر سے میرا کام تمام کردے مگر پتہ لگا کہ ع

حمیت نام ہے جس کا گئی تیمور کے گھر سے

یہ بھی حیوۃ الحیوان کا ایک حصہ ہے جو درمیان میں یاد آیا کہ قومیں جب زیر ہوتی ہیں تو ان کو زبان کی زبریں زیریں یاد رہ جاتی ہیں۔ غِفَارِی کو غَفّارِی پڑھنے لگتی ہیں۔

رہنما گم کردہ راہ ہیں ورنہ راہرو آج بھی
پھاند جائیں جبرالٹر ایسی ہزاروں کھائیاں

گزشتہ دنوں خبر آئی کہ سانپ دو بکریاں سالم کھا گیا۔ عقاب نے سانپ کو پکڑا، بڑا تلملایا لیکن اسے چٹان پر لے گیا آدھا خود کھایا اور آدھا بچوں کو کھلایا۔ عقاب ہرن کے سر پر بیٹھ جاتا ہے اور بالآخر قابو کر لیتا ہے۔ ایک کوا مرجائے بجلی کے کرنٹ سے تو بیسیوں آناً فاناً اکٹھے ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے عجیب وغریب جانور پیدا کئے ہیں۔ خشک سالی ہوتی ہے اچانک ساون کی گھٹائیں امنڈ کر آتی ہیں تو جوہڑ پانی سے بھر جاتے ہیں اور مینڈکوں کے ٹرانے کی آوازیں آنے لگتی ہیں۔ پتہ نہیں یہ اچانک کہاں سے آجاتے ہیں یا پیدا ہو جاتے ہیں۔ ایک

جانور کیچوا (پنجابی گڈویہ) بارش پڑنے پر نجانے کہاں سے نکل آتا ہے۔ جامعہ مدنیہ کریم پارک میں اب تو بڑی مسجد بن گئی ہے پہلے وہاں پر پارک ہوتا تھا ایک دفعہ بارش بہت زیادہ ہوئی سارا صحن ان جانوروں سے بھر گیا۔ قدم رکھنے کو جگہ نہیں ملتی تھی۔ ہمارے گھر کے آگے پارک ہے وہاں سے یا دروازے کے باہر سے نکل آتے ہیں۔ بعض بچوں کو علم ہوتا ہے وہ ان پر نمک کی چٹکی ڈال دیتے ہیں وہ فوراً تحلیل ہو جاتے ہیں۔ ویسے کبھی قد چھوٹا کر کے موٹے ہو جاتے ہیں کبھی جب چلتے ہیں تو لمبے ہو جاتے ہیں۔ گہرے سرخ رنگ کے چوہے کی دم کی طرح پتلے بلکہ دم کے آخری حصے جیسے ہوتے ہیں۔ سر اور منہ کا پتہ نہیں لگتا کہ کدھر ہے نرم نازک ہوتے ہیں ویسے دیکھتے ہوئے گھن آتی ہے .... اسی طرح بارش پڑنے پر ریگستانی علاقے میں ''بیر بہوٹی'' کثیر تعداد میں نکل آتی ہیں ہلکا سرخ رنگ بہت نرم و نازک مونگ پھلی کے چھوٹے دانے جتنی ہوتی ہیں بہت خوبصورت دکھائی دیتی ہیں۔ یہ دونوں چیزیں اعصابی طاقت کے لئے لوگ جمع کرتے ہیں جیسا کہ گزرا ہے کہ پہلے جانور کو دیکھ کر گھن آتی اور بیر بہوٹی کو دیکھ کر فرحت سی محسوس ہوتی ہے۔ دونوں جانوروں کو ہاتھ لگاؤ تو چھوئی موئی ہو جاتے ہیں۔

''حیوۃ الحیوان'' میں اسد شیر کا مختصر سا ذکر ہے۔ گو یہ ذکر کیا ہے کہ ابن خالویہ کے قول کے مطابق شیر کے پانچ صد اسماء ہیں اور بعض ائمہ لغت نے مزید ایک سو تیس نام شمار کئے ہیں لیکن ہمارے ایک عالم دین حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی مرحوم سابق استاد حدیث جامعہ اشرفیہ لاہور نے حضرت مولانا عبدالحق حقانی بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے سانحہ ارتحال پر ایک قصیدہ بنام فتح الصمد بنظم اسماء الاسد لکھا جس میں حضرت مولاناؒ کے متعلق اس مرثیہ میں چھ صد شیر کے نام استعمال کئے ہیں۔ صحابہؓ میں حضرت حمزہؓ کو رسول اللہ ﷺ نے اسد اللہ یا اسد اللہ الغالب کہا تھا۔ عام خطیب حضرات خطبہ جمعہ وعیدین میں حضرت علیؓ کو اسد اللہ الغالب علیؓ بن ابی طالب پڑھتے ہیں اور خود حضرت علیؓ کا ایک نام حیدر یا حیدرہ تھا۔ ہمارے ہاں پہلوان جب اکھاڑے میں کشتی کیلئے داخل ہوتے ہیں تو ''علی حیدر'' کا نعرہ لگاتے ہیں۔ حضرت علیؓ جنگ خیبر میں پہلوان مرحب کے مقابلہ میں آئے تو یہ رجز پڑھا ؎

انا الذی سمتنی امی حیدرہ كليث غابات كريه المنظرہ

اكليهم بالسيف كيل السندرہ

جب علیؓ کی خواجہ ابوطالب کے گھر پیدائش ہوئی تو والدہ محترمہ (فاطمہ بنت اسد) نے اپنے والد کے نام کی رعایت سے (فاطمہ بنت اسد) اسد یا حیدرہ سے موسوم کیا لیکن جب خواجہ ابوطالب آئے تو انہوں نے آپ کا نام علیؓ رکھا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ خواجہ ابوطالب کے دو بھائیوں کا اسم گرامی عباسؓ اور حمزہؓ بھی شیر کے نام ہیں۔ تفصیل اور مرثیہ دیکھنے کے لئے حضرت مولانا عبدالحق ؒ کے متعلق نمبر جو بڑی تقطیع کے ۱۴۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ ملاحظہ کیا جائے۔ یہ مرثیہ ۱۰۹۱ سے ۱۱۴۹ تک ۱۷۹ اشعار تک چلا گیا ہے۔ ایک ایک شعر میں شیر کے کئی کئی نام ہیں .... عربی میں مصنفین نے عجیب عجیب عنوانات پر کتب لکھی ہیں۔ صاحب قاموس نے ایک ''**كتاب الروض السلوف فيماله اسمان الى الوف**''۔ یعنی ایسی کتاب جس میں ایسے اسماء ہیں جن کی تعداد ہزار تک ہے۔ جانوروں میں سے کوے کا ذکر قرآن پاک میں آتا ہے جس کا ذکر حیوۃ الحیوان میں ہے کہ آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں میں جنگ ہوگئی اور قابیل نے ہابیل کو مار دیا لیکن سمجھ نہ آئی کہ لاش کو کیا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک کوے کو بھیجا کہ جس کا ساتھی فوت ہو گیا تھا اس

نے اپنی چونچ اور پنجوں سے چھوٹا سا گڑھا کھودا اور اس میں مردہ کوے کو رکھ کر مٹی ڈال دی۔ ہابیل کا قتل پہلا انسانی قتل تھا اور کوے کا کھودا ہوا گڑھا پہلی قبر۔ قابیل یہ دیکھ کر افسوس سے ہاتھ ملنے لگا کہ کوا مجھ سے عقلمند نکلا۔ یہیں ذکر کرتا چلوں کہ بجلی کے کھمبے کے ساتھ تاروں سے چمٹ کر اگر کوئی کوا مر جائے تو آناً فاناً ادھر ادھر سے اور نجانے کہاں کہاں سے پچاسوں کوے جمع ہو جاتے ہیں اور اس قدر شور مچاتے ہیں کہ کانوں پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''غبار خاطر'' میں تین جانوروں بلبل' چڑیا اور کوے کا ذکر کیا ہے۔ ابوالکلام کا قلم ''ابوالکلام'' کا قلم ہے دیکھئے کس شگفتہ اور دلچسپ انداز میں ذکر کیا ہے۔ مولانا کے متعلق مصری عالم علامہ حسن الباقوری نے اپنی کتاب ''مذکرات الباقوری'' میں لکھا ہے کہ ''انه بحر'' لاساحل له'' وہ ایسا سمندر ہیں کہ جس کا ساحل نہیں۔

حکایتِ زاغ وبلبل

قلعہ احمد نگر

۲-مارچ ۱۹۴۳ء

صدیق مکرم

کل عالم تصور میں حکایت زاغ وبلبل ترتیب دے رہا تھا۔

مجموعۂ خیال ابھی فرد فرد تھا

اس وقت خیال ہوا' ایک فصل آپ کو بھی سنادوں۔

تا فصلے از حقیقتِ اشیاء نوشتہ ایم		آفاق را مردف عنقا نوشتہ ایم

''ہم نے پوری دنیا کو عنقا کے مترادف لکھا ہے تب کہیں جا کر حقیت اشیاء کی ایک فصل تحریک میں آئی ہے۔''

ایک دن صبح چائے پیتے ہوئے نہیں معلوم سید محمود صاحب کو کیا سوجھی' ایک طشتری میں تھوڑی سی شکر لے کر نکلے اور صحن میں جابجا کچھ ڈھونڈنے سے لگے۔

گوئی ایں طائفہ ایں جا گہرے یافتہ اند

تو بتا دے کہ اس گروہ کو اس جگہ ایک گہر ملا ہے۔

جب ان کا تعاقب کیا گیا تو معلوم ہوا چیونٹیوں کے بل ڈھونڈ رہے ہیں جہاں کوئی سوراخ دکھائی دیا۔ شکر کی ایک چٹکی ڈال دی۔ میں نے جو یہ حال دیکھا تو یہ کہ کران کے سمندِ سعی پر ایک اور تازیانہ لگا دیا کہ:

وللارض من كاس الكرام نصيب

اہل سخاوت کے برتنوں سے زمین کا بھی کچھ حصہ ہوتا ہے۔

کہنے لگے اس کا ترجمہ کیجئے۔ میں نے کہا خواجہ شیراز مع اضافہ کر چکے ہیں:

ازاں گناہ کہ نفعے رسد بغیر' چہ باک　　　اگر شراب خوری جُرعہ فشاں برخاک

''جب تو شراب پئے تو اس کا ایک گھونٹ زمین پر بھی ڈال دے وہ گناہ جس سے کسی کو نفع پہنچے اس کے کرنے سے نہیں ڈرنا چاہئے۔''

یہاں کمروں کی چھتوں میں گوریاؤں کے جوڑوں نے جا بجا گھونسلے بنا رکھے ہیں دن بھر ان کا شور و ہنگامہ رہتا ہے۔ چند دنوں کے بعد محمود صاحب کو خیال ہوا۔ ان کی بھی کچھ تواضع کرنی چاہئے۔ ممکن ہے۔ گوریاؤں کی زبانِ حال نے انہیں توجہ دلائی ہو کہ:

نگاہِ لطف کے امیدوار ہم بھی ہیں

چھپرہ میں ایک مرتبہ انہوں نے کچھ مرغیاں پالی تھیں۔ دانہ ہاتھ میں لے کر آ' آ کرتے تو ہر طرف سے دوڑتی ہوئی چلی آتیں۔ یہی نسخہ چڑیوں پر بھی آزمانہ چاہا لیکن چند دنوں کے بعد تھک کر بیٹھ رہے۔ کہنے لگے' عجیب معاملہ ہے دانہ دکھا دکھا کر جتنا پاس جاتا ہوں' اتنی ہی تیزی سے بھاگنے لگتی ہیں۔ گویا دانہ کی پیشکش بھی ایک جرم ہوا۔

خدایا جذبہ دل کی مگر تاثیر الٹی ہے　　　کہ جتنا کھینچتا ہوں اور کھنچتا جائے ہے مجھ سے

میں نے کہا طلب و نیاز کی راہ میں قدم اٹھایا ہے تو عشوۂ ناز کی تغافل کیشیوں کے لئے صبر و شکیب پیدا کیجئے۔ نیازِ عشق کے دعوؤں کے ساتھ نازِ حسن کی گلہ مندیاں زیب نہیں دیتیں۔

بہ ناز کی نہ بری پے بہ منزل مقصود　　　مگر طریق رہش از سر نیاز کنی

''تو ناز و ادا دکھا کر منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا البتہ اس راہ کا طریقہ یہ ہے کہ تو سر کو جھکا دے۔''

اگر بہ ناز براند مرو کہ آخرکار　　　بہ صد نیاز بخواند تراؤ ناز کنی

''اگر وہ ناز و نخرے سے تجھے دھتکار دیں تو تو مت جا کیونکہ بالآخر وہ تجھے ہزار نیازمندیوں سے بلائیں گے اور تو ناز دکھائے گا''

یہاں کبھی کبھی صبح کو جنگلی میناؤں کے بھی دو تین جوڑے آ نکلتے ہیں اور اپنی غرر غرر اور چیو چیو کے شور سے کان بہرا کر دیتے ہیں۔ اب محمود صاحب نے گوریاؤں کے عشق پر تو واسوخت پڑھا۔ مگر ان آہوان ہوائی کے لئے دام ضیافت بچھا دیا۔

من و آہو صحرائے کہ دائم می رامید از من

''میرا اس صحرائی ہرن کے ساتھ عجیب معاملہ ہے کہ وہ ہر لمحے مجھ سے گریزاں رہتا ہے۔''

روز صبح روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہاتھ میں لے کر نکل جاتے اور صحن میں جا کھڑے ہوتے۔ پھر جہاں تک حلق کام دیتا' آ' آ' آ کرتے جاتے اور ٹکڑے فضا کو دکھا دکھا کر پھینکتے رہتے۔ یہ صلائے عام میناؤں کو تو ملتفت نہ کر سکی البتہ شہرستان ہوا کے دریوزہ گران ہرجائی یعنی کوؤں نے ہر طرف سے ہجوم شروع کر دیا۔ میں نے کوؤں کو شہرستان ہوا کا دریوزہ گر اس لئے کہ کبھی انہیں مہمانوں کی طرح کہیں جاتے دیکھا نہیں۔ طفیلیوں کے غول میں بھی بہت کم دکھائی پڑے۔ ہمیشہ اسی عالم میں پایا کہ فقیروں کی طرح ہر دروازے پر پہنچے صدائیں لگائیں اور چل دیئے۔

فقیرانہ آئے' صدا کر چلے!

بہر حال محمود صاحب آ' آ کے تسلسل سے تھک کر جونہی مڑتے' یہ دریوزہ گرانِ کوتہ آستین فوراً بڑھتے اور اپنی دراز دستیوں سے دستر خوان صاف کر کے رکھ دیتے۔

اے کوتہ آستیناں ! تا کے دراز دستی

''اے کوتاہ آستینو! یہ دراز دستی کب تک کرتے رہو گے۔''

صحن کے شمالی کنارے میں نیم کا ایک تناور درخت ہے' اس پر گلہریوں کے جھنڈ کودتے پھرتے ہیں۔ انہوں نے جو دیکھا کہ

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے

تو فوراً لبیک لبیک اور ''مرحمت عالی زیادؔ'' کہتے ہوئے اس دستر خوان کرم پر ٹوٹ پڑیں:

یاران! صلائے عام ست گرے کنید کارے

''دوستو! اگر آپ کو کوئی کارنامہ سرانجام دینا ہے تو آؤ یہاں سب کے لئے دعوت کار ہے۔''

کوؤں کی دراز دستیوں سے جو کچھ بچتا' ان کوتاہ دستوں کی کاموبیوں کا کھاجا بن جاتا پہلے روٹی کے ٹکڑوں پر منہ مارتیں' پھر فوراً گردن اٹھالیتیں' ٹکڑا چباتی جاتیں اور سر ہلا ہلا کر کچھ اشارے بھی کرتی جاتیں۔ گویا محمود صاحب کو داد ضیافت دیتے ہوئے بہ طریق حسن طلب یہ بھی کہتی جاتی ہیں کہ:

گرچہ خوب است ولیکن قدرے بہتر ازیں

''اگرچہ یہ بھی اچھا ہے لیکن اس سے بھی بہتر ہونا چاہئے۔''

خیر بیچاری گلہریوں کا شمار تو اس سفرۂ کرم کے ریزہ چینوں میں ہوا لیکن کوے جنہیں طفیلی سمجھ کر میزبان عالی ہمت نے چنداں تعرض نہیں کیا تھا۔ اچانک اس قدر بڑھ گئے کہ معلوم ہونے لگا' پورے احمد نگر کو اس بخشش عام کی خبر مل گئی ہے اور علاقہ کے سارے کوؤں نے اپنے اپنے گھروں کو خیر باد کہ کر یہیں دھونی مارنے کی ٹھان لی ہے۔ بیچاری میناؤں کو جو اس اہتمام ضیافت کی اصلی مہمان تھیں ابھی تک خبر بھی نہیں پہنچی تھی اور اب اگر پہنچ بھی جاتی تو بھلا طفیلیوں کے اس ہجوم میں ان کے لئے جگہ کہاں نکلنے والی تھی۔

طفیلی جمع شد چنداں کہ جائے میہماں گم شد

''ضیافت میں بن بلائے مہمان اتنے جمع ہو گئے کہ اصل مہمانوں کی جگہ گم ہو گئی''

محمود صاحب کے صلائے عام سے پہلے ہی یہاں کوؤں کی کائیں کائیں کی روشن چوکی برابر بجتی رہتی تھی۔ اب جو ان کا دستر خوان کرم بچھا تو نقاروں پر بھی چوب پڑ گئی۔ ایک دو دن تک لوگوں نے صبر کیا۔ آخر ان سے کہنا پڑا کہ اگر آپ کے دست کرم کی بخششیں رک نہیں سکتیں تو کم از کم چند دنوں کے لئے ملتوی ہی کر دیجئے ورنہ ان ترکان یغما دوست کی ترکتازیاں' کمروں کے اندر کے گوشہ نشینوں کو بھی امن چین سے بیٹھنے نہ دیں گی اور ابھی تو صرف احمد نگر کے کوؤں کو خبر ملی ہے اگر فیض عام کا یہ لنگر خانہ اسی طرح جاری رہا تو عجب نہیں تمام دکن کے کوے قلعہ احمد نگر پر حملہ بول دیں اور آپ کو صائب کا شعر یاد دلائیں کہ:

دور دستاں را بہ احسان یاد کردن ہمت ست ورنہ ہر نخلے بہ پائے خود ثمری افگند

''دور رہنے والوں کو اچھائی کے ساتھ یاد کرنا بہادری ہے ورنہ تو ہر درخت پھل اپنے قدموں میں ڈال دیتا ہے۔''

ابھی محمود صاحب اس درخواست پر غور کر ہی رہے تھے کہ ایک دوسرا واقعہ ظہور میں آ گیا۔ ایک دن صبح کیا دیکھتے ہیں کہ چھت کی منڈیر پر دو معمر و مشین گدھ بھی تشریف لے آئے ہیں:

پیری سے کمر میں اک ذرا خم توقیر کی صورت مجسم

اور گردن اٹھائے صلائے سفرہ کے منتظر ہیں:

اے خانہ برانداز چمن ! کچھ تو ادھر بھی !

معلوم ہوتا ہے' ان ناخواندہ مہمانوں کی آمد محمود صاحب پر بھی باایں ہمہ جود وسخائے عام گراں گزری کہنے لگے' بزرگوں نے کہا ہے' گدوں کا آنا منحوس ہوتا ہے۔ بہرحال ان حضرات کے بارے میں بزرگان سلف کا کچھ ہی خیال رہا ہو لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان کی تشریف آوری ہمارے لئے تو بڑی ہی بابرکت ثابت ہوئی کیونکہ ادھر ان کا مبارک قدم آیا' ادھر محمود صاحب نے ہمیشہ کے لئے اپنا سفرہ کرم لپیٹنا شروع کر دیا۔ ایک لحاظ سے معاملہ پر یوں بھی نظر ڈالی جا سکتی ہے کہ ان کی آمد کی آبادی میں اس ہنگامہ ضیافت کی ویرانی پوشیدہ تھی۔ دیکھئے' کیا موقع سے مومن خاں کا قصیدہ یاد آ گیا:

شیخ جی آپ کے آتے ہی ہوا دیر خراب قصد کعبہ کا نہ کیجئے گا بہ ایں یمن قدوم

خیر' چند دنوں کے بعد بات آئی گزری ہوئی لیکن کوؤں کے غولوں سے اب نجات کہاں ملنی والی تھی؟ دریوزہ گروں نے کریم کی چوکھٹ پہچان لی' وہ روز معین وقت پر آتے اور اپنے فراموش کار میزبان کو پکار پکار کے دعائیں دیتے:

میاں ' خوش رہو ہم دعا کر چلے !

نفس باد صبا مشک فشاں خواہد شد عالم پیر دگربار جواں خواہد شد

''باد صبا کا جھونکا ہر طرف خوشبو پھیلا دے گا۔ یہ بوڑھا زمانہ ایک دفعہ پھر جوان ہو جائے گا۔''

اُسی زمانہ کا واقعہ ہے کہ ایک دن دوپہر کے وقت کمرہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک کیا سنتا ہوں بلبل کی نواؤں کی صدائیں آ رہی ہیں:

باز نوائے بلبلاں عشق تو یادی دہد ہر کہ زعشق نیست خوش ' عمر بباد می دہد

''بلبلوں کی صدائیں پھر تجھے تیرے عشق کی یاد دلاتی ہیں جو شخص عشق سے خوش نہیں وہ اپنی عمر برباد کر رہا ہے۔''

باہر نکل کر دیکھا تو خطمی کے شگفتہ پھولوں کے ہجوم میں ایک جوڑا بیٹھا ہے اور گردن اٹھائے نغمہ سنجی کر رہا ہے۔ بے اختیار خواجہ شیراز کی غزل یاد آ گئی:

صفیر مرغ برآمد ' بط شراب کجا ست فغاں فتاد زبلبل ''نقاب گل کہ درید''

''پرندے کی آواز آنا شروع ہو گئی بتاؤ شراب کی بطخ کہاں ہے بلبل نے چیخ مار کر پوچھا کہ ''پھول کا نقاب کس نے پھاڑ ڈالا''

یہ علاقہ اگرچہ سردسیر نہیں ہے لیکن چونکہ بلند سطح پر واقع ہوا ہے اس لئے پہاڑی بلبلوں سے خالی نہیں ہے۔ یہ بلبلیں اگرچہ سردسیر ایران کی بلبلوں کی طرح ہزار داستان نہیں ہوتیں لیکن رسیلے گلے کی ایک تان بھی کیا کم ہے۔ دوپہر کی چائے کا جو قیلولہ کے بعد پیتا ہوں' آخری فنجان باقی تھا' میں نے اٹھایا اور اس نغمہ عندلیب پر خالی کر دیا۔

تو نیز بادہ بہ چنگ آر وارہ صحرا گیر　　　　که مرغ نغمه سرا ساز خوش آوا آورد

''تو بھی شراب اور سارنگی لا اور جنگل کی طرف نکل جا کیونکہ ایک چہکنے والا پرندہ ایک خوش نوا ساز لایا ہے۔''

دوسرے دن صبح برآمدہ میں بیٹھا تھا کہ بلبل کے ترانے کی آواز پھر اٹھی۔ میں نے ایک صاحب کو توجہ دلائی کہ سنا بلبل کی آواز آرہی ہے۔ ایک دوسرے صاحب جو صحن میں ٹہل رہے تھے کچھ دیر کے لئے رک گئے اور کان لگا کر سنتے رہے۔ پھر بولے کہ ہاں قلعہ میں کوئی چھکڑا جا رہا ہے۔ اس کے پہیوں کی آواز آرہی ہے۔ سبحان اللہ ذوقِ سامع کی دقت امتیاز دیکھئے۔ بلبل کی نواؤں اور چھکڑے کے پہیوں کی ریں ریں میں یہاں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا۔

ہمائے گو مفکن سایۂ شرف ہرگز　　　　دراں دیار کہ طوطی کم از زغن باشد

''ہما سے کہہ دو کہ اپنی بزرگی کا سایہ ایسے علاقے پر نہ ڈالے جہاں طوطی کا مقام گدھ سے کم ہے۔''

خدارا انصاف کیجئے۔ اگر دو ایسے کان ایک قفس میں بند کر دیئے جائیں کہ ایک میں تو بلبل کی نوائیں بسی ہوں' دوسرے میں چھکڑے کے پہیوں کی ریں ریں تو آپ اسے کیا کہیں گے؟

نوائے بلبلت اے گل کجا پسند افتد　　　　کہ گوشِ ہوش بہ مرغانِ ہرزہ گوداری

''اے پھول تجھے بلبل کی آواز کیسے پسند آئے گی کہ تیری عقل کے کان بے سرے پرندوں کی آواز پر لگے ہوئے ہیں۔''

اصل یہ ہے کہ ہر ملک کی فضا طبیعتوں میں ایک خاص طرح کا طبعی ذوق پیدا کر دیا کرتی ہے۔ ہندوستان کا عام طبعی ذوق بلبل کی نواؤں سے آشنا نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ ملک کی فضا دوسری طرح کی صداؤں سے بھری ہوئی تھی۔ یہاں کے پرندوں کی شہرت طوطا اور مینا کے پروں سے اڑی اور دنیا کے عجائب میں شمار کی گئی۔

شکر شکن شوند ہمہ طوطیانِ ہند　　　　زین قند پارسی کہ بہ بنگالہ می رود

''ہندوستان کی تمام طوطیاں شکر خور ہو جائیں گی اس پارسی قند سے جو بنگال کو جا رہی ہے۔''

بلبل کی جگہ یہاں کوئل کی صدائیں شاعری کے کام آئیں اور اس میں شک نہیں کہ اس کی کوک درد آشنا دلوں کو غم والم کی چیخوں سے کم محسوس نہیں ہوتی۔

بلبل کی نواؤں کا ذوق تو ایران کے حصے میں آیا ہے۔ موسم بہار میں باغ و صحرا ہی نہیں بلکہ ہر گھر کا پائیں باغ ان کی نواؤں سے گونج اٹھتا ہے۔ بچے جھولے میں ان کی لوریاں سنتے سنتے سو جائیں گے اور مائیں اشارہ کر کے بتلائیں گی کہ دیکھ یہ بلبل ہے جو تجھے اپنی کہانی سنا رہی ہے۔ جنوب میں شمال کی طرف جس قدر بڑھتے جائیں' یہ افسون فطرت بھی زیادہ عام اور گہرا ہوتا جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب تک ایک شخص نے شیراز یا قزوین کے گل گشتوں کی سیر نہ کی ہو وہ سمجھ نہیں سکتا کہ حافظ کی زبان سے یہ شعر کس عالم میں ٹپکے تھے:

بلبل بہ شاخِ سرو بہ گل بانگِ پہلوی — می خواند دوش درسِ مقامات معنوی
یعنے بیا' کہ آتش موسےٰ نمود گل — تا از درخت نکتہ تحقیق بشنوی
مرغانِ باغ قافیہ سنجند و بذلہ گو — تاخواجہ خورد بہ غزل ہائے پہلوی

''کل ایک بلبل سرو کی شاخ پر بیٹھا فارسی میں مقامات معنوی پڑھ رہا تھا۔ یعنی آ کیونکہ پھول نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آگ دکھا دی ہے تا کہ تو درخت سے تحقیق کا کوئی نقطہ سنے۔ باغ کے پرندے ہم قافیہ چہک رہے ہیں اور بذلہ گوئی کررہے ہیں تا کہ خواجہ فارسی غزلوں کے ساتھ شراب پئے۔''

یہ جو کہا کہ مرغانِ باغ ''قافیہ سنجی'' کرتے ہیں تو یہ مبالغہ نہیں ہے واقعہ ہے۔ میں نے ایران کے چمن زاروں میں ہزار کو قافیہ سنجی کرتے ہوئے خود سنا ہے۔ ٹھہر ٹھہر کے لئے بدلتی جائے گی اور ہر لئے ایک طرح کے اتار پر ختم ہوگی جو سننے میں ٹھیک ٹھیک شعروں کے قوانی کی طرح متوازن اور متجانس محسوس ہوں گے۔ گھنٹوں سنتے رہئے۔ ان قافیوں کا تسلسل ٹوٹنے والا نہیں۔ آواز جب ٹوٹے گی' ایک ہی قافیہ پر ٹوٹے گی۔

حقیقت یہ ہے کہ نوائے بلبل بہشت بہار کا ملکوتی ترانہ ہے جو ملک اس بہشت سے محروم ہے' وہ اس ترانے کے ذوق سے بھی محروم ہے۔ گرم ملکوں کو اس عالم کی کیا خبر زمستان کی برف باری اور پت جھڑ کے بعد جب موسم کا رخ پلٹنے لگتا ہے اور بہار اپنی ساری رعنائیوں اور جلوہ فروشیوں کے ساتھ باغ وصحرا پر چھا جاتی ہے تو اس وقت برف کی بے رحمیوں سے ٹھٹھری ہوئی دنیا یکا یک محسوس کرنے لگتی ہے کہ اب موت کی افسردگیوں کی جگہ زندگی کی سرگرمیوں کی ایک نئی دنیا نمودار ہوگئی ہے؟ انسان اپنے جسم کے اندر دیکھتا ہے تو زندگی کا تازہ خون ایک ایک رگ کے اندر ابلتا دکھائی دیتا ہے۔ اپنے سے باہر دیکھتا ہے فضا کا ایک ایک ذرہ عیش ونشاطِ ہستی کی سرمستیوں میں رقص کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ آسمان وزمین کی ہر چیز جو کل تک محرومیوں کی سوگواری اور افسردگیوں کی جانکاہی تھی۔ آج آنکھیں کھولئے تو حسن کی عشوہ طرازی ہے۔ کان لگایئے تو نغمہ کی جاں نوازی ہے' سونگھئے تو سرتا سر بو کی عطر بیزی ہے۔

صبا بہ تہنیت پیر مے فروش آمد — کہ موسم طرب وعیش و نائے ونوش آمد
ہوا مسیح نفس گشت دباد نافہ کشا — درخت سبز شد و مرغ در خروش آمد
تنورِ لالہ چناں بر فروخت بادِ بہار — کہ غنچہ غرق عرق گشت وگل بہ جوش آمد

''اے بادِ صبا مبارک ہو شراب بیچنے والا بابا آگیا ہے اور عیش وعشرت اور پینے پلانے کا موسم آگیا ہے۔ ہوا میں انفاسِ مسیحائی پیدا ہوگئی ہے اور ہوا خوشبوئیں پھیلا رہی ہے جو درخت سرسبز ہوگئے ہیں اور پرندوں نے بلند آواز سے چہکنا شروع کردیا ہے۔ موسم بہار کی ہوا نے لالہ کے تنور کو اس قدر بھڑکا دیا ہے کہ کلی پسینے میں ڈوب گئی ہے اور پھول جوبن پر آگیا ہے۔''

عین جوش و سرمستی کی ان عالمگیریوں میں بلبل کے مستانہ ترانوں کی گت شروع ہو جاتی ہے اور یہ نغمہ سرائے بہشتی اس محویت اور خود رفتگی کے ساتھ گانے لگتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے' خود ساز فطرت کے تاروں سے نغمے نکلنے لگے۔ اس وقت انسانی احساسات میں جو تہلکہ مچنے لگتا ہے' ممکن نہیں کہ حرف وصوت سے ان کی تعبیر آشنا ہو سکے۔ شاعر پہلے مضطرب ہوگا کہ اس عالم کی تصویر کھینچ دے جب نہیں کھینچ سکے گا تو پھر خود اس کی تصویر بن جائے گا۔ وہ رنگ' بو اور نغمے کے اس سمندر کو پہلے کنارہ پر کھڑے ہو کر دیکھے گا۔ پھر کود پڑے گا اور خود اپنی ہستی کو بھی اسی کی ایک موج بنا دے گا۔

بیا تا گل برافشانیم و مے در ساغر اندازیم فلک را سقف بشگافیم و طرح نو در اندازیم

''آؤ پھول برسائیں اور ساغر میں شراب ڈالیں آسمان کی چھت کو پھاڑ ڈالیں اور نئی بنیادیں اٹھائیں۔''

چو در دست رودے ست خوش' بزن مطرب سرودے خوش کہ دست افشاں غزل خوانیم و پا کو باں سر اندازیم

''اے مطرب تیرے ہاتھ میں ایک اچھا ساز ہے تو خوبصورت راگ چھیڑ تا کہ ہم ناچتے ہوئے غزل پڑھیں اور رقص کرتے ہوئے سر دھنیں۔''

ہندوستان میں صرف کشمیر ایک ایسی جگہ ہے جہاں اس عالم کی ایک جھلک دیکھی جا سکتی ہے۔ اسی لئے فیضیؔ کو کہنا پڑا تھا:

ہزار قافلۂ شوق می کشد شبگیر کہ بار عیش کشاید بخطۂ کشمیر

''شوق کے ہزاروں قافلے خطہ کشمیر میں راتیں بسر کرنے کے لئے کشاں کشاں جاتے اور عیش وعشرت کا سامان کھولتے ہیں۔''

لیکن افسوس ہے۔ لوگوں کو پھل کھانے کا شوق ہوا عالم بہار کی جنت نگاہیوں کا شوق نہ ہوا۔ کشمیر جائیں گے بھی تو بہار کے موسم میں نہیں۔ بارش کے بعد پھلوں کے موسم میں معلوم نہیں دنیا اپنی ہر بات میں اتنی شکم پرست کیوں ہوگئی ہے؟ حالانکہ انسان کو معدہ کے ساتھ دل و دماغ بھی دیا گیا تھا۔

ہندوستان کے پہاڑوں میں پہاڑی بلبل کا ترنم نینی تال اور کانگڑہ میں زیادہ سنا جا سکتا ہے۔ مسوری اور شملہ کی چٹانی فضا اس کے لئے کافی کشش پیدا نہیں کر سکتی تھی۔

ہندوستان میں عام طور پر چار قسم کی بلبلیں پائی جاتی ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ خوش نوا قسم وہ ہے' جس کے چہرے کے دونوں طرف سفید بوٹے ہوتے ہیں اور اس لئے آج کل نیچرل ہسٹری کی تقسیم میں اسے وہائٹ چیکڈ (White Cheeked) کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ شاما کو اگرچہ عام طور پر بلبل نہیں سمجھا جاتا لیکن اسے بھی میدانی سرزمینوں کا بلبل ہی تصور کرنا چاہئے۔ مغربی یو۔ پی اور پنجاب میں اس کی متعدد قسمیں پائی جاتی ہیں۔

اس وقت تک بلبل کے تین جوڑے یہاں دکھائی دیتے ہیں۔ تینوں معمولی پہاڑی قسم کے ہیں جنہیں انگریزی میں (White Whiskered) کے نام سے پکارتے ہیں۔ ایک نے تو پھول کی ایک بیل میں آشیانہ بھی بنا لیا ہے۔ دوپہر کو پہلے بالکل خاموشی رہے گی۔ پھر جونہی میں کچھ دیر لیٹنے کے بعد اٹھوں گا اور لکھنے کے لئے بیٹھوں گا۔ معاً ان کی نوائیں شروع ہو جائیں گی۔ گویا انہیں معلوم ہو گیا ہے کہ یہی وقت ہے جب ایک ہم صفیر اپنے دل و جگر کے زخموں کی پٹیاں کھولتا ہے۔ اس لئے نالہ و فریاد کے پیہم چرچے کے

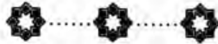
لگانا شروع کردیں۔ میرا وہی حال ہوا جو عربی کے ایک شاعر کا ہوا تھا۔

ا۔ و مما شجانی انی کنت نائماً	تفرّد هیکاها بحسن الترنم
اعلک من بردٍ بطیب التنسم	فلو قبل مبکاها بکیت صبابة
الٰی ان دعت ورقاء من غصن ایکته	بسعدیٰ' شفیت النفس قبل التندم

ولا کن بکت قبلی' فهیج لی البکاء

بکاها' فقلت الفضل للمتقدم

''اور جس بات نے مجھے غمگین کیا وہ یہ ہے کہ جب میں سو رہا تھا اور میٹھی نیند کے مزے لے رہا تھا تو اچانک ایک خوش آواز پرند نے درختوں کے جھنڈ میں ترانہ سنجی شروع کردی۔ اس کی رونے کی آواز اپنے ترنم کی خوبی میں آپ ہی اپنی مثال تھی۔ اگر اس کے رونے سے پہلے میں نے سعدیٰ کے عشق میں چند آنسو بہا دیئے ہوتے تو میرے حصے میں شرمندگی نہ آتی۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ میں ایسا نہ کرسکا اور یہ اس پرند کا رونا تھا جس سے میرے اندر بھی گریہ زاری کا جوش امنڈ آیا۔ پس مجھے شرمندگی کے ساتھ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ بلاشبہ یہاں فضیلت اسی کے لئے ہوئی جس نے پہلے قدم اٹھایا۔''



چڑیا چڑے کی کہانی

قلعہ احمد نگر

۱۷- مارچ ۱۹۴۳ء

صدیقِ مکرم

زندگی میں بہت سی کہانیاں بنائیں۔ خود زندگی ایسی گزری، جیسے ایک کہانی ہو:

ہے آج جو سرگزشت اپنی
کل اس کی کہانیاں بنیں گی

آیئے آج آپ کو چڑیا چڑے کی کہانی سناؤں:

دگرہا شنید ستی، ایں ہم شنو
"تو نے دوسری کہانیاں سنی ہیں یہ بھی سن لے۔"

یہاں کمرے جو ہمیں رہنے کو ملے ہیں۔ پچھلی صدی کی تعمیرات کا نمونہ ہیں۔ چھت لکڑی کے شہتیروں کی ہے اور شہتیروں کے سہارے کے لئے محرابیں ڈال دی ہیں نتیجہ یہ ہے کہ جابجا گھونسلہ بنانے کے قدرتی گوشے نکل آئے اور گوریاؤں کی بستیاں آباد ہوگئیں۔ دن بھر ان کا ہنگامہ تگ و دو گرم رہتا ہے۔ کلکتہ میں بالی گنج کا علاقہ چونکہ کھلا اور درختوں سے بھرا ہے اس لئے وہاں بھی مکانوں کے برآمدوں اور کارنسوں پر چڑیوں کے غول ہمیشہ حملہ کرتے رہتے ہیں۔ یہاں کی ویرانی دیکھ کر گھر کی ویرانی یاد آ گئی۔

اُگ رہا ہے در و دیوار سے سبزہ غالبؔ
ہم بیاباں میں ہیں اور گھر میں بہار آئی ہے!

گزشتہ سال جب اگست میں ہم یہاں آئے تھے تو ان چڑیوں کی آشیاں سازیوں نے بہت پریشاں کر دیا تھا۔ کمرہ کے مشرقی گوشہ میں منہ دھونے کی ٹیبل لگی ہے۔ ٹھیک اس کے اوپر نہیں معلوم کب سے ایک پرانا گھونسلہ تعمیر پا چکا تھا۔ دن بھر میدان سے تنکے چن چن کر لاتیں اور گھونسلے میں بچھانا چاہتیں۔ وہ ٹیبل پر گر کے اسے کوڑے کرکٹ سے اٹ دیتے۔ ادھر پانی کا جگ بھروا کے رکھا' ادھر تنکوں کی بارش شروع ہوگئی' پچھم کی طرف چارپائی دیوار سے لگی تھی۔ اس کے اوپر نئی تعمیروں کی سرگرمیاں جاری تھیں۔ ان نئی تعمیروں کا ہنگامہ اور زیادہ عاجز کر دینے والا تھا۔ ان چڑیوں کو ذرا سی تو چونچ ملی ہے اور مٹھی بھر کا بھی بدن نہیں لیکن طلب و سعی کا جوش اس بلا کا پایا ہے کہ چند منٹوں کے اندر بالشت بھر گلفات کھود کے صاف کر دیں گی۔ حکیم ارشمیدس (Archimedes) کا مقولہ مشہور ہے۔

Dos Mol Pau Sto Kai Ten Gen Kineso

"مجھے فضا میں کھڑے ہونے کی جگہ دے دو۔ میں کرۂ ارضی کو اس کی جگہ سے ہٹا دوں گا۔" اس دعوے کی تصدیق ان چڑیوں کی

سرگرمیاں دیکھ کر ہو جاتی ہے۔ پہلے دیوار پر چونچ مار مار کے اتنی جگہ بنالیں گی کہ نیچے نکلنے کا سہارا نکل آئے۔ پھر اس پر پنجے جما کر چونچ کا پھاوڑا چلانا شروع کر دیں گی اور اس زور سے چلائیں گی کہ سارا جسم سکڑ سکڑ کر کانپنے لگے گا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد دیکھئے تو کئی انچ کلفات اڑ چکی ہوگی۔ مکان چونکہ پرانا ہے اس لئے نہیں معلوم کتنی مرتبہ چونے اور ریت کی تہیں دیوار پر چڑھتی رہی ہیں۔ اب مل ملا کر تعمیر مسالہ کا ایک موٹا سا دل بن گیا ہے۔ ٹوٹتا ہے تو سارے کمرے میں گرد کا دھواں پھیل جاتا ہے اور کپڑوں کو دیکھئے تو غبار کی تہیں جم گئی ہیں۔

اس مصیبت کا علاج بہت سہل تھا۔ یعنی مکان کی از سر نو مرمت کر دی جائے اور تمام گھونسلے بند کر دیئے جائیں لیکن مرمت بغیر اس کے ممکن نہ تھی کہ معمار بلائے جائیں اور یہاں باہر کا کوئی آدمی اندر قدم رکھ نہیں سکتا۔ یہاں ہمارے آتے ہی پانی کے نل بگڑ گئے تھے۔ ایک معمولی مستری کا کام تھا لیکن جب تک ایک انگریز فوجی انجینئر کمانڈنگ آفیسر کا پروانہ راہداری لے کر نہیں آیا' ان کی مرمت نہ ہو سکی۔

چند دنوں تک تو میں نے صبر کیا لیکن پھر برداشت نے صاف جواب دے دیا اور فیصلہ کرنا پڑا کہ اب لڑائی کے بغیر چارہ نہیں۔

من و گرز و میدان و افراسیاب

''اب اس کے بغیر کوئی اور چارہ کار نہیں رہا کہ میں گرز لے کر میدان جنگ میں نکلوں اور افراسیاب کا مقابلہ کروں۔''

یہاں میرے سامان میں ایک چھتری بھی آ گئی ہے۔ میں نے اٹھائی اور اعلان جنگ کر دیا لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد معلوم ہو گیا کہ اس کوتاہ دستی کے ساتھ ان حریفانِ شقف ومحراب کا مقابلہ ممکن نہیں۔ حیران ہو کر کبھی چھتری کی نارسائی دیکھتا' کبھی حریفوں کی بلند آشیائی۔ بے اختیار حافظ کا شعر یاد آ گیا:

خیال قدّ بلند تومی کند دل من — تو دست کو تہ من بین و آستین دراز

''میرا دل تیری بلند قامتی کو اپنے خیال میں لا رہا ہے ذرا میرے چھوٹے ہاتھ اور پھیلی ہوئی جھولی کو دیکھ۔''

اب کسی دوسرے ہتھیار کی تلاش ہوئی' برآمدہ میں جالا صاف کرنے کا بانس پڑا تھا۔ دوڑتا ہوا گیا اور اسے اٹھا لایا۔ اب کچھ نہ پوچھئے کہ میدانِ کارزار میں کس زور کا رن پڑا۔ کمرہ میں چاروں طرف حریف طواف کر رہا تھا اور میں بانس اٹھائے دیوانہ وار اس کے پیچھے دوڑ رہا تھا۔ فردوسی اور نظامی کے رجز بے اختیار زبان سے نکل رہے تھے۔

بہ خنجر زمین را میستان کنم — بہ نیزہ ہوا را نیستان کنم

''میں تلوار سے زمین کو شراب خانہ بنا رہا ہوں اور نیزے کے ساتھ فضا کو سرکنڈوں کا جنگل بنا رہا ہوں۔''

آخر میدان اپنے ہی ہاتھ رہا اور تھوڑی دیر کے بعد کمرہ ان حریفان سقف ومحراب سے بالکل صاف تھا:

بہ یک تاختن تا کجا تا ختم — چہ گردن کشاں را سراندا ختم

''ایک جست سے میں کہاں تک پہنچ گیا تاکہ اکڑی ہوئی گردن کو زمین پر ڈال دوں۔''

اب میں نے چھت کے تمام گوشوں پر فتحمندانہ نظر ڈالی اور مطمئن ہو کر لکھنے میں مشغول ہو گیا لیکن ابھی پندرہ منٹ بھی پورے نہیں

گزرے ہوں گے کہ کیا سنتا ہوں۔ حریفوں کی رجز خوانیوں اور ہوا پیمائیوں کی آوازیں پھر اٹھ رہی ہیں۔ سر اٹھا کے جو دیکھا تو چھت کا ہر گوشہ ان کے قبضہ میں تھا میں فوراً اٹھا اور بانس لاکر معرکۂ کارزار گرم کردیا۔

بر آرم دیا راز ہمہ لشکرش   بہ آتش بسوزم ہمہ کشورش

''میں ان علاقوں کو اس کے لشکر سے خالی کروالوں اور اس کی تمام سلطنت کو آگ سے جلا دوں۔''

اس مرتبہ حریفوں نے بڑی پامردی دکھائی۔ ایک گوشہ چھوڑنے پر مجبور ہوتے تو دوسرے میں ڈٹ جاتے لیکن بالآخر میدان کو پیٹھ دکھانی ہی پڑی۔ کمرے سے بھاگ کر برآمدہ میں آئے اور وہاں اپنا لاؤلشکر نئے سرے سے جمانے لگے۔ میں نے وہاں بھی تعاقب کیا اور اس وقت تک ہتھیار ہاتھ سے نہیں رکھا کہ سرحد سے بہت دور تک میدان صاف نہیں ہوگیا تھا۔

اب دشمن کی فوج تتر بتر ہوگئی تھی مگر یہ اندیشہ باقی تھا کہ کہیں پھر اکٹھی ہوکر میدان کا رخ نہ کرے۔ تجربے سے معلوم ہوا تھا کہ بانس کے نیزہ کی ہیبت دشمنوں پر خوب چھا گئی ہے جس طرف رخ کرتا تھا۔ اسے دیکھتے ہی کلمۂ فرار پڑھتے تھے۔ اس لئے فیصلہ کیا کہ ابھی کچھ عرصہ تک اسے کمرہ ہی میں رہنے دیا جائے۔ اگر کسی اکادکا حریف نے رخ کرنے کی جرأت بھی کی تو یہ سربفلک نیزہ دیکھ کر الٹے پاؤں بھاگنے پر مجبور ہوجائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا سب سے پرانا گھونسلہ منہ دھونے کی ٹیبل کے اوپر تھا۔ بانس اس طرح وہاں کھڑا کردیا گیا کہ اس کا سرا ٹھیک گھونسلے کے دروازے کے پاس پہنچ گیا تھا۔ اب گو مستقبل اندیشوں سے خالی نہ تھا تاہم طبیعت مطمئن تھی کہ اپنی طرف سے سروسامان جنگ میں کوئی کمی نہیں کی گئی۔ میر کا یہ شعر زبانوں پر چڑھ کر بہت پامال ہوچکا ہے تاہم موقع کا تقاضا ٹالا بھی نہیں جاسکتا۔

شکست و فتح نصیبوں سے ہے ولے اے میر   مقابلہ تو دل ناتواں نے خوب کیا

اب گیارہ بج رہے تھے میں کھانے کے لئے چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد واپس آیا تو کمرہ میں قدم رکھتے ہی ٹھٹک کے رہ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ سارا کمرہ پھر حریف کے قبضہ میں ہے اور اس اطمینان و فراغت سے اپنے کاموں میں مشغول ہیں جیسے کوئی حادثہ پیش آیا ہی نہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ جس ہتھیار کی ہیبت پر اس درجہ بھروسہ کیا گیا تھا۔ وہی حریفوں کی کامجوئیوں کا ایک نیا آلہ ثابت ہوا۔ بانس کا سرا جو گھونسلے سے بالکل لگا ہوا تھا۔ گھونسلے میں جانے کے لئے اب دہلیز کا کام دینے لگا ہے۔ تنکے چن چن کرلاتے ہیں اور اس نوتعمیر دہلیز پر بیٹھ کر بہ اطمینان تمام گھونسلے میں بچھاتے جاتے ہیں۔ ساتھ ہی چوں چوں بھی کرتے جاتے ہیں۔ عجب نہیں یہ مصرعہ گنگنا رہے ہوں کہ

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

''اگر خدا چاہے تو دشمن سے بھی بھلائی کرواسکتا ہے۔''

اپنی وہمی فتحمندیوں کا یہ حسرت انگیز انجام دیکھ کر بے اختیار ہمت نے جواب دیدیا۔ صاف نظر آگیا کہ چند لمحوں کے لئے حریف کو عاجز کردینا تو آسان ہے مگر انکے جوش استقامت کا مقابلہ کرنا آسان نہیں اور اب اس میدان میں ہار مان لینے کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں رہا۔

بیا کہ ما سپر انداختیم اگر جنگ است

''اگر معاملہ لڑائی تک آ پہنچا ہے تو پھر ہم ہتھیار ڈال دیتے ہیں۔''

اب یہ فکر ہوئی کہ ایسی رسم و راہ اختیار کرنی چاہئے کہ ان ناخواندہ مہمانوں کے ساتھ ایک گھر میں گزارہ ہو سکے۔ سب سے پہلے چارپائی کا معاملہ سامنے آیا۔ یہ بالکل نئی تعمیرات کی زد میں تھی۔ پرانی عمارت کے گرنے اور نئی تعمیروں کے سروسامان سے جس قدر گرد وغبار اور کوڑا کرکٹ نکلتا۔ سب کا سب اسی پر گرتا۔ اس لئے اسے دیوار سے اتنا ہٹا دیا گیا کہ براہ راست زد میں نہ رہے۔ اس تبدیلی سے کمرہ کی شکل ضرور بگڑ گئی لیکن اب اس کا علاج ہی کیا تھا؟ جب خود اپنا گھر ہی اپنے قبضے میں نہ رہا تو پھر شکل و ترتیب کی آرائشوں کی کسے فکر ہو سکتی تھی؟ البتہ منہ دھونے کے ٹیبل کا معاملہ اتنا آسان نہ تھا وہ جس گوشے میں رکھا گیا تھا۔ صرف وہی جگہ اس کے لئے نکل سکتی تھی' ذرا بھی ادھر ادھر کرنے کی گنجائش نہ تھی۔ مجبوراً یہ انتظام کرنا پڑا کہ بازار سے بہت سے جھاڑن منگوا کر رکھ لئے اور ٹیبل کی ہر چیز پر ایک ایک جھاڑن ڈال دیا۔ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد انہیں اٹھا کر جھاڑ دیتا اور پھر ڈال دیتا۔ ایک جھاڑن اس غرض سے رکھنا پڑا کہ ٹیبل کی سطح کی صفائی برابر ہوتی رہے۔ سب سے زیادہ مشکل مسئلہ فرش کی صفائی کا تھا لیکن اسے بھی کسی نہ کسی طرح حل کیا گیا۔ یہ بات طے کر لی گئی کہ صبح کی معمولی صفائی کے علاوہ بھی کمرے میں بار بار جھاڑو پھر جانا چاہئے۔ ایک نیا جھاڑو منگوا کر الماری کی آڑ میں چھپا دیا۔ کبھی دن میں دو مرتبہ' کبھی تین مرتبہ کبھی اس سے بھی زیادہ' اس سے کام لینے کی ضرورت پیش آتی۔ یہاں ہر دو کمرے کے پیچھے ایک قیدی صفائی کے لئے دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ ہر وقت جھاڑو لئے کھڑا نہیں رہ سکتا اور اگر رہ بھی سکتا تو اس پر اتنا بوجھ ڈالنا انصاف کے خلاف تھا۔ اس لئے یہ طریقہ اختیار کرنا پڑا کہ خود ہی جھاڑو اٹھا لیا اور ہم سایوں کی نظریں بچا کے جلد جلد دو چار ہاتھ مار دیئے۔ دیکھئے ان ناخواندہ مہمانوں کی طرح خاطر تواضع میں کناسی تک کرنی پڑی۔

عشق ازیں بسیار کر دست و کند

''عشق اس سے پہلے بہت کچھ کر چکا اور مزید کرے گا۔''

ایک دن خیال ہوا کہ جب صلح ہو گئی تو چاہئے کہ پوری طرح صلح ہو۔ یہ ٹھیک نہیں کہ رہیں ایک ہی گھر میں اور رہیں بیگانوں کی طرح۔ میں نے باورچی خانے سے تھوڑا سا کچا چاول منگوایا اور جس صوفے پر بیٹھا کرتا ہوں اس کے سامنے کی دری پر چند دانے چھٹک دیئے۔ پھر اس طرح سنبھل کے بیٹھ گیا جیسے شکاری دام بچھا کے بیٹھ جاتا ہے۔ دیکھئے عرفی کا شعر صورتحال پر کسا چسپاں ہوا ہے۔

فتادم دام بر کنجشک وشادم' یادِ آں ہمت   کہ گر سیمرغ می آمد بدام' آزادی کردم!

''میں نے چڑیا پر جال پھینکا ہے اور اسی پر خوش ہوں جرأت کا وہ زمانہ بھی یاد آتا ہے کہ اگر سیمرغ بھی جال میں پھنس جاتا تھا تو میں اسے آزاد کر دیتا تھا۔''

کچھ دیر تو مہمانوں کو توجہ نہیں ہوئی اور اگر ہوئی بھی تو ایک غلط انداز نظر سے معاملہ آگے نہیں بڑھا لیکن پھر صاف نظر آ گیا کہ معشوقان ستم پیشہ کے تغافل کی طرح یہ تغافل بھی نظر بازی کا ایک پردہ ہے۔ ورنہ نیلے رنگ کی دری پر سفید سفید ابھرے ہوئے دانوں کی کشش ایسی نہیں کہ کام نہ کر جائے۔

حور و جنت جلوہ برزاہد دہد درراہ دوست　　　اندک اندک عشق درکار آورد بیگانہ را

''راہ دوست میں حوریں اور جنت زاہد پر اپنا جلوہ ڈال رہی ہیں عشق نے آہستہ آہستہ ناواقف کو کام پر لگا دیا۔''

پہلے ایک چڑیا آئی اور ادھر ادھر کودنے لگی۔ بظاہر چہچہانے میں مشغول تھی مگر نظر دانوں پر تھی۔ وحشی یزدی کیا خوب کہ گیا ہے۔

چہ لطف ہا کہ دریں شیوۂ نہانی نیست　　　عنایتے کہ تو داری بمن بیانی نیست

''تیرے اس طرز عمل میں اتنی نوازشیں ہیں جو چھپائی نہیں جاسکتیں تو مجھ پر اتنی مہربانی کر رہا ہے جو بیان نہیں کی جاسکتی۔''

پھر دوسری آئی اور پہلی کے ساتھ مل کر دری کا طواف کرنے لگی۔ پھر تیسری اور چوتھی بھی پہنچ گئی۔ کبھی دانوں پر نظر پڑتی' کبھی دانہ ڈالنے والے پر۔ کبھی ایسا معلوم ہوتا جیسے آپس میں کچھ مشورہ ہو رہا ہے۔ کبھی معلوم ہوتا ہر فرد غور و فکر میں ڈوبا ہوا ہے۔ آپ نے غور کیا ہوگا کہ گوریا جب تفتیش اور تفحص کی نگاہوں سے دیکھتی ہے تو اس کے چہرے کا کچھ عجیب سنجیدہ انداز ہو جاتا ہے۔ پہلے گردن اٹھا اٹھا کے سامنے کی طرف دیکھے گی۔ پھر گردن موڑ کے داہنے بائیں دیکھنے لگے گی پھر کبھی گردن کو مروڑ دے کر اوپر کی طرف نظر اٹھائے گی اور چہرے پر تفحص اور استفہام کا کچھ ایسا انداز چھا جائے گا' جیسے ایک آدمی ہر طرف متعجبانہ نگاہ ڈال ڈال کر اپنے آپ سے کہ رہا ہو کہ آخر یہ معاملہ ہے کیا؟ اور ہو کیا رہا ہے؟ ایسی متفحص نگاہیں اس وقت بھی ہر چہرہ پر ابھر رہی تھیں۔

پایم بہ پیش از سر ایں کو نمی رود　　　یاراں خبر دہید کہ ایں جلوہ گاہ کیست؟

''اس گلی کے سرے سے آگے میرا قدم نہیں نکلتا۔ دوستو! بتلاؤ کہ یہ کس کی جلوہ گاہ ہے۔''

پھر کچھ دیر کے بعد آہستہ آہستہ قدم بڑھنے لگے لیکن براہ راست دانوں کی طرف نہیں۔ آڑھے ترچھے ہو کر بڑھتے اور کترا کر نکل جاتے۔ گویا یہ بات دکھائی جا رہی تھی کہ خدانخواستہ ہم دانوں کی طرف نہیں بڑھ رہے ہیں۔ دروغ راست مانند کی یہ نمائش دیکھ کر بے اختیار ظہوری کا شعر یاد آگیا:

بگو حدیث وفا' از تو باورست' بگو　　　شوم فدائے دروغے کہ راست مانندست

''اپنی وفاؤں کی باتیں کر! لوگ تیرا یقین کرلیں گے میں تیرے اس جھوٹ پر قربان جاؤں جو سچ کی طرح ہے۔''

آپ جانتے ہیں کہ صید سے کہیں زیادہ صیاد کو اپنی نگرانیاں کرنی پڑتی ہیں جونہی ان کے قدموں کا رخ دانوں کی طرف پھرا۔ میں نے دم سادھ لیا۔ نگاہیں دوسری طرف کرلیں اور سارا جسم پتھر کی طرح بے حس و حرکت بنا لیا۔ گویا آدمی کی جگہ پتھر کی ایک مورتی دھری ہے کیونکہ جانتا تھا اگر نگاہ شوق نے مضطرب ہو کر ذرا بھی جلد بازی کی تو شکار دام کے پاس آتے آتے نکل جائے گا۔ یہ گویا ناز حسن اور نیاز عشق کے معاملات کا پہلا مرحلہ تھا۔

نہاں از وبہ رخش داشتم تماشائے　　　نظر بہ جانب ما کرد و شرمسار شدم

''میں اس سے چھپ کر اسے کے چہرے کی طرف تک رہا تھا۔ اس نے ہماری طرف دیکھا اور میں شرمندہ ہو گیا۔''

خیر خدا خدا کر کے اس عشوۂ تغافل نما کے ابتدائی مرحلے طے ہوئے اور ایک بت طناز نے صاف صاف دانوں کی طرف رخ کیا مگر یہ رخ بھی کیا قیامت کا رخ تھا۔ ہزار تغافل اس کے جلو میں چل رہے تھے۔ میں بے حس و حرکت بیٹھا دل ہی دل میں کہ رہا تھا:

بہ ہر کجا ناز سر بر آرد نیاز ہم پائے کم نہ دارد　　تو و خرامے و صد تغافل من و نگاہے و صد تمنا

''تو کتنے ہی ناز و ادا دکھا ہماری نیازمندی بھی کس طرح اس سے کم نہ ہوگی تو لاکھ ناز و ادا سے چل اور مجھ سے تغافل کا انداز اختیار کر میں لاکھوں تمناؤں کے ساتھ تجھے دیکھتا رہوں گا۔''

ایک قدم آگے بڑھتا تھا تو دو قدم پیچھے ہٹتے تھے۔ میں جی ہی جی میں کہ رہا تھا کہ التفات و تغافل کا یہ ملا جلا انداز بھی کیا خوب انداز ہے۔ کاش تھوڑی سی تبدیلی اس میں کی جا سکتی۔ دو قدم آگے بڑھتے۔ ایک قدم پیچھے ہٹتا۔ غالب کیا خوب کہہ گیا ہے:

وداع و وصل جداگانہ لذتے دارد　　ہزار بار بروُ صد ہزار بار بیا

''جدائی اور وصل دونوں کا اپنا اپنا ایک علیحدہ مزہ ہے تو ہزار بار جا اور لاکھ بار آ۔''

التفات و تغافل کی ان عشوہ گریوں کی ابھی جلوہ فروشی ہو رہی تھی کہ ناگہاں ایک تنومند چڑے نے جو اپنی قلندرانہ بے دماغی اور رندانہ جراتوں کے لحاظ سے پورے حلقہ میں ممتاز تھا' سلسلۂ کار کی درازی سے اکتا کر بے باکانہ قدم اٹھا دیا اور زبان حال سے یہ نعرۂ مستانہ لگاتا ہوا' بہ یک دفعہ دانوں پر ٹوٹ پڑا کہ:

زدیم بر صف رنداں و ہرچہ بادا باد

''ہم شرابیوں کی محفل میں آ گھسے ہیں اب جو کچھ ہوتا ہے ہوتا رہے۔''

اس ایک قدم کا اٹھنا تھا کہ معلوم ہوا' جیسے اچانک تمام رکے ہوئے قدموں کے بندھن کھل پڑے۔ اب نہ کسی قدم میں جھجک تھی' نہ کسی نگاہ میں تذبذب' مجمع کا مجمع بہ یک دفعہ دانوں پر ٹوٹ پڑا اور اگر انگریزی محاورہ کی تعبیر مستعار لی جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ حجاب وتامل کی ساری برف اچانک ٹوٹ گئی۔ یا یوں کہئے کہ پگھل گئی۔ غور کیجئے تو اس کارگاہِ عمل کے ہر گوشہ کی قدم رانیاں ہمیشہ اسی ایک قدم کے انتظار میں رہا کرتی ہیں جب تک یہ نہیں اٹھتا۔ سارے قدم زمین میں گڑے رہتے ہیں۔ یہ اٹھا اور گویا ساری دنیا اچانک اٹھ گئی۔

نامردی و مردی قدمے فاصلہ دارد

''بزدلی اور بہادری کے درمیان صرف ایک قدم کا فاصلہ ہے۔''

اس بزم سود و زیاں میں کامرانی کا جام کبھی کوتاہ دستوں کے لئے نہیں بھرا گیا وہ ہمیشہ انہیں کے حصے میں آیا جو خود بڑھ کر اٹھا لینے کی جرأت رکھتے تھے۔ شاد عظیم آبادی مرحوم نے ایک شعر کیا خوب کہا تھا:

یہ بزم مے ہے' یاں کوتاہ دستی میں ہے محرومی　　جو بڑھ کر خود اٹھا لے ہاتھ میں' مینا اسی کا ہے

اس چڑے کا یہ بے باکانہ اقدام کچھ ایسا دل پسند ہوا کہ اسی وقت دل نے ٹھان لی اس مردکار سے رسم و راہ بڑھانی چاہئے۔ میں نے اس کا نام قلندر رکھ دیا کیونکہ بے دماغی اور وارستگی کی سرگرانیوں کے ساتھ ایک خاص طرح کا بانکپن بھی ملا ہوا تھا اور اس کی وضع قلندرانہ کو آب و تاب دے رہا تھا:

رہے اک بانکپن بھی بے دماغی میں تو زیبا ہے　　بڑھا دو چین ابرو پر ادائے کج کلاہی کو

دو تین دن تک اسی طرح ان کی خاطر تواضع ہوتی رہی۔ دن میں دو تین مرتبہ دانے دری پر ڈال دیتا۔ ایک ایک کر کے آتے اور

ایک ایک دانہ چن لیتے کبھی دانہ ڈالنے میں دیر ہو جاتی تو قلندر آ کر چوں چوں کرنا شروع کر دیتا کہ وقت معہود گزر رہا ہے۔ اس صورتحال نے اب اطمینان دلا دیا تھا کہ پردۂ حجاب اٹھ چکا۔ وہ وقت دور نہیں کہ رہی سہی جھجک بھی نکل جائے گی۔

اور کھل جائیں گے دو چار ملاقاتوں میں !

چند دنوں کے بعد میں نے اس معاملہ کا دوسرا قدم اٹھایا۔ سگرٹ کے خالی ٹین کا ایک ڈھکنا لیا۔ اس میں چاول کے دانے ڈالے اور ڈھکنا دری کے کنارے رکھ دیا۔ فوراً مہمانوں کی نظر پڑی۔ کوئی ڈھکنے کے پاس آ کر منہ مارنے لگا۔ کوئی ڈھکنے کے کنارے پر چڑھ کر زیادہ جمعیت خاطر کے ساتھ چگنے میں مشغول ہو گیا۔ آپس میں رقیبانہ ردوکد بھی ہوتی رہی۔ جب دیکھا کہ اس طریق ضیافت سے طبیعتیں آشنا ہو گئی ہیں تو دوسرے دن ڈھکنا دری کے کنارے سے کچھ ہٹا کر رکھا۔ تیسرے دن اور زیادہ ہٹا دیا اور بالکل اپنے سامنے رکھ دیا۔ گویا اس طرح بتدریج بُعد سے قرب کی طرف معاملہ بڑھ رہا تھا۔ دیکھئے بُعد و قرب کے معاملہ نے عالیہ بنت المہدی کا مطلع یاد دلا دیا:

وَحَبِّبْ ، فَاِنَّ الحبّ دَاعِیَۃُ الحبِّ وَ کَمْ مِنْ بَعِید الدار مستوجب القربُ

''اور محبت کا دم بھرتے رہو بلاشبہ محبت (محبوب کی) محبت کو کھینچ لانے والی ہے۔ کتنے ہی لوگ جغرافیائی بُعد کے باوجود دلوں کے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔''

اتنا قریب دیکھ کر پہلے تو مہمانوں کو کچھ تامّل ہوا۔ دری کے پاس آ گئے مگر قدموں میں جھجک تھی اور نگاہوں میں تذبذب بول رہا تھا لیکن اتنے میں قلندر اپنے قلندرانہ نعرے لگاتا ہوا آ پہنچا اور اس کی رندانہ جرأتیں دیکھ کر سب کی جھجک دور ہو گئی۔ گویا اس راہ میں سب قلندر ہی کے پیرو ہوئے۔ جہاں اس کا قدم اٹھا۔ سب کے اٹھ گئے۔ وہ دانوں پر چونچ مارتا' پھر سر اٹھا کے اور سینہ تان کے زبان حال سے مترنم ہوتا:

وما الدھر' الا من رواۃ قصائد ی اذا قلت شعرا' اصبح الدھر منشدا

''زمانہ میرے قصیدوں کا چرچا کرنے کے لئے مجبور ہے جیسے ہی میں شعر کہتا ہوں ایک زمانہ کی زبانیں (اس سے) نغمہ سرا ہو جاتی ہیں''

جب معاملہ یہاں تک پہنچ گیا تو پھر ایک قدم اور اٹھایا گیا اور دانوں کا برتن دری سے اٹھا کے تپائی پر رکھ دیا۔ یہ تپائی میرے بائیں جانب صوفے سے لگی رہتی ہے اور پوری طرح میرے ہاتھ کی زد میں ہے۔ اس تبدیلی سے خوگر ہونے میں کچھ دیر لگی بار بار آتے اور تپائی کا چکر لگا کر واپس چلے جاتے۔ بالآخر یہاں بھی قلندر ہی کو پہلا قدم بڑھانا پڑا اور اس کا بڑھنا تھا کہ یہ منزل بھی پچھلی منزلوں کی طرح سب پر کھل گئی' اب تپائی کبھی تو ان کی مجلس آرائیوں کا ایوان طرب بنتی اور کبھی باہمی معرکہ آرائیوں کا اکھاڑا۔

جب اس قدر نزدیک آ جانے کے خوگر ہو گئے تو میں نے خیال کیا' اب معاملہ کچھ اور آگے بڑھایا جا سکتا ہے۔ ایک دن صبح یہ کیا کہ چاول کا برتن صوفے پر ٹھیک اپنی بغل میں رکھ دیا اور پھر لکھنے میں اس طرح مشغول ہو گیا گویا اس معاملہ سے کوئی سروکار نہیں۔

دل و جانم بہ تو مشغول و نظر در چپ و راست تانہ دانند رقیباں کہ تو منظور منی !

''میرا دل اور میری جان دونوں تجھ میں مشغول ہیں اور نظر دائیں بائیں ہے تاکہ رقیبوں کو یہ معلوم نہ ہو سکے کہ تو میرا محبوب ہے۔''

تھوڑی دیر کے بعد کیا سنتا ہوں کہ زور زور سے چونچ مارنے کی آواز آ رہی ہے کنکھیوں سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ہمارا پرانا دوست قلندر پہنچ گیا ہے اور بے تکان چونچ مار رہا ہے۔ ڈھکنا چونکہ بالکل پاس ہی دھرا تھا اس لئے اس کی دُم میرے گھٹنے کو چھو رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد دوسرے یاران تیز گام بھی پہنچ گئے اور پھر تو یہ حال ہو گیا کہ ہر وقت دو تین دوستوں کا حلقۂ بے تکلف میرے بغل میں اچھل کود کرتا رہتا۔ کبھی کوئی صوفے کی پشت پر چڑھ جاتا، کبھی کوئی جست لگا کر کتابوں پر کھڑا ہو جاتا، کبھی نیچے اتر آتا اور چوں چوں کر کے پھر واپس آ جاتا۔ بے تکلفی کی اس اچھل کود میں کئی مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ میرے کاندھے کو درخت کی ایک جھکی ہوئی شاخ سمجھ کر اپنی جست و خیز کا نشانہ بنانا چاہا لیکن پھر چونک کر پلٹ گئے۔ یا پنجوں سے اسے چھوا اور اوپر ہی اوپر نکل گئے۔ گویا ابھی معاملہ اس منزل سے آگے نہیں بڑھا تھا جس کا نقشہ وحشی یزدی نے کھینچا ہے:

ہنوز عاشقی و دلربائیے نہ شدہ است	ہنوز زوری و مرد آزمائیے نہ شدہ است
ہمیں تواضع عام است حسن را با عشق	میان ناز و نیاز آشنائیے نہ شدہ است

"ابھی معاملہ مکمل عشق اور مکمل دلربائی تک نہیں پہنچا اور نہ زور دکھانے اور زور آزمانے کا مرحلہ آیا ہے۔ ابھی تک حسن کی عشق کے ساتھ عام بات چیت ہے ابھی ناز حسن اور نیاز عشق میں مکمل آشنائی پیدا نہیں ہوئی۔"

بہر حال رفتہ رفتہ ان آہوانِ ہوائی کو یقین ہو گیا کہ یہ صورت جو ہمیشہ اپنے صوفے پر دکھائی دیتی ہے آدمی ہونے پر بھی آدمیوں کی طرح خطرناک نہیں ہے۔ دیکھئے محبت کا افسوں جو انسانوں کو رام نہیں کر سکتا وحشی پرندوں کو رام کر لیتا ہے:

درس وفا اگر بُود زمزمۂ محبتے	جمعہ بہ مکتب آورد طفل گریز پائے را

"وفا کا سبق اگر محبت کا گیت بن جائے تو وہ اسکول سے بھاگے ہوئے طالب علم کو بھی جمعہ کے روز سکول میں لے آئے۔"

بارہا ایسا ہوا کہ میں اپنے خیالات میں محو، لکھنے میں مشغول ہوں۔ اتنے میں کوئی دلنشیں بات نوک قلم پر آ گئی یا عبارت کی مناسبت نے اچانک کوئی پُر کیف شعر یاد دلا دیا اور بے اختیار اس کی کیفیت کی خود رفتگی میں میرا سر و شانہ ہلنے لگا یا منہ سے "ہا" نکل گیا اور یکایک زور سے پروں کی اڑنے کی ایک پھر سی آواز سنائی دی۔ اب جو دیکھتا ہوں تو معلوم ہوا کہ ان یارانِ بے تکلف کا ایک طائفہ میری بغل میں بیٹھا بے تامّل اپنی اچھل کود میں مشغول تھا۔ اچانک انہوں نے دیکھا کہ یہ پتھر اب ہلنے لگا ہے تو گھبرا کر اڑ گئے، عجب نہیں اپنے جی میں کہتے ہوں، یہاں صوفے پر ایک پتھر پڑا رہتا ہے لیکن کبھی کبھی آدمی بن جاتا ہے۔

(غبارِ خاطر سے اقتباس)

گزشتہ دنوں ایک خبر آئی تھی کہ ایک پچیس تیس فٹ لمبے سانپ نے بکریوں کے ایک گلے سے دو سالم بکریاں نگل لیں اور اسی طرح ایک خبر تھی کہ ایک عقاب (باز) آسمان پر اڑ رہا تھا کہ اس نے زمین پر ایک سانپ دیکھا ایک دم زمین پر آیا اور سانپ میں پنجے گاڑ کر اسے لے اڑا۔ سانپ نے بہت زور لگایا کہ کسی طرح جان چھڑاؤں لیکن عقاب کے پنجے اس طرح سانپ میں گڑے ہوئے تھے کہ سانپ بل بھی نہ کھا سکا۔ عقاب اسے پہاڑ کی چوٹی پر لے گیا وہاں اس کے دو ٹکڑے کیے۔ ایک حصہ اپنے بچوں کو کھلایا اور ایک خود کھایا۔ یہ اور اس طرح کی معلومات اب ٹیلیویژن پر آتی ہیں تو حیرانی ہوتی ہے کہ یورپین اقوام مہم جوئی اور جانوروں کے متعلق کس

قدر معلومات مہیا کرتے ہیں لیکن چھ صد سال قبل کا تصور کیجئے اور سوچئے کہ علامہ کمال الدین الدمیریؒ (۸۰۸ھ) نے یہ معلومات کہاں سے حاصل کیں کہ سیکڑوں جانوروں کے حالات و نام اور ان کی کنیتیں' لغات اور طبی فوائد وغیرہ مع ضرب الامثال اور محاورات' نیز خوابوں کی تعبیر' جانوروں کی حلت و حرمت قرآن مجید اور حدیث شریف میں ان کے تذکار' وظائف و اوراد اور دیگر بیسیوں عنوانات کے تحت معلومات جمع کیں اور اس کتاب کا کئی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔

کتے آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہوتے ہیں لیکن اگر ان کو شکار کیلئے سدھا لیا جائے یا گھر کی رکھوالی کے لئے رکھ لیا جائے تو مالک کے ایسے وفادار ہوتے ہیں کہ اس کی مثال مشکل ہے۔ قیام پاکستان سے قبل میرے چچا جان مرحوم کے پاس ایک کتا رکھا ہوا تھا۔ جب ہم اپنے گھروں سے اٹھے اور گھر بار چھوڑا تو چچا جان نے کتے کو مکان کے اندر چھوڑ کر دروازہ بند کر دیا۔ ہمارے گاؤں میں آدھے سکھ تھے۔ انہوں نے لوٹ مار کیلئے جب مکانات کے دروازے توڑے تو کتا دروازے کے باہر آ کر بیٹھ گیا اور وہیں بیٹھا رہا۔ کچھ کھانے پینے کے لئے ادھر ادھر نہ گیا اور وہیں کئی دن کے بعد بھوک پیاس سے جان دیدی۔ اسی طرح بلی کے متعلق شنید ہے۔ تجربہ یا مشاہدہ نہیں کہ اگر کسی گاؤں یا مکان سے گٹھڑی میں بند کر کے میلوں باہر چھوڑ دو تو اس کی حس اتنی تیز ہے کہ سونگھتی سونگھتی گاؤں یا مکان میں آ جاتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب لیکن ایسا بھی ہوتا ہے کہ بہت سے جانور' پرندے دھوکا کھا جاتے ہیں۔ چھوٹے ہوتے دیکھا کہ خربوزوں کے باڑے یا کسی ایسے ہی کھیت میں جہاں پرندے آ کر فصل خراب کرتے ہیں وہاں دو کانے یا لکڑیاں لیکر ان کو زمین میں گاڑ کر اور کرتہ سا پہنا کر ہنڈیا اوپر رکھ دیتے ہیں اور پرندے سمجھتے ہیں کہ یہ نقلی چوکیدار اصلی انسان کھڑا ہے اور کھیت میں نہیں آتے۔

راقم چھوٹا تھا دیکھا کہ شمال سے زبردست سرخ آندھی آ رہی ہے لیکن جب وہ قریب آئی تو پتہ چلا کہ ٹڈی دل ہے سارا گاؤں ایک دم کھیتوں کی طرف دوڑا ہاتھ میں ٹین اور پیپے تھے اور کھیتوں میں دوڑتے پھرتے۔ ان کو بجاتے تھے کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ مطلب یہ تھا کہ ٹڈی دل کا لشکر آناً فاناً فصل کو چٹ کر جاتا ہے اور اگر خدانخواستہ رات ٹھہر جائے تو انڈوں سے کھیت بھر جاتے اور دو تین دن میں ان سے بچے نکل کر جوان ہو جاتے اور فصل کی تباہی کا باعث بن جاتے ہیں۔ اللہ کا فضل ہوا کہ ہزاراں ہزار کے ٹڈی دل کے لشکر سے چند ایک بچے ہوں گے باقی سب اڑ گئے اور اگلی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔ اکثر لوگوں نے آک کے ٹڈے دیکھے ہوں گے جو ہرے رنگ کے ہوتے ہیں۔ ٹڈی دل اور ان ٹڈوں کی جسامت ایک جیسی ہوتی ہے رنگ کا فرق ہوتا ہے اور ٹڈی دل کا کھانا جائز ہے میں نے بعض لوگوں کو ان کو بھون کر کھاتے دیکھا ہے لیکن میاں چنوں بھی رہے اور اب لاہور میں برسہا برس سے ہوں اب کبھی ٹڈی دل کا نہیں سنا یا تو اس کی نسل ختم ہو گئی ہے یا پھر یہ بھی سنا ہے کہ شمال مغرب کی جانب سے آتی تھی راستے ہی میں اسے گیس وغیرہ چھوڑ کر ختم کر دیا جاتا ہے۔ افغانستان وغیرہ میں تو بمباری اتنی ہوئی ہے کہ انسان چھپتے پھرتے ہیں یہ چھوٹا سا جانور کہاں بچا ہوگا۔

علامہ اقبال مرحوم کا شعر ہے

میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیر امم کیا ہے　　　شمشیر و سناں اول طاؤس و رباب آخر

یہاں علامہ کی مراد طاؤس ساز سے ہے اور طاؤس آسمان کو بھی کہتے ہیں لیکن طاؤس نام کا ایک جانور ہے جس کی دم بڑی لمبی ہوتی ہے اور آخر میں بہت خوبصورت نکیاں ہوتی ہیں۔ مور خود بہت خوبصورت جانور ہے اور طاؤس ایک ناچ کا بھی نام ہے جو غالباً مور کے ''پیل'' ڈالنے سے متعلق ہے۔ اس میں ہاتھوں کے بل کھڑے ہو کر ٹانگیں اوپر کر کے رقص کیا جاتا یا چلا جاتا ہے۔ مور کے بولنے کو چنگھاڑنا کہا جاتا ہے اور اس آواز کو جھنکار کہتے ہیں۔ شتر مرغ کے بعد یہ سب سے بڑا پرندہ ہے اس کی آواز سب پرندوں سے زیادہ اور خوبصورت ہے کئی شوقین لوگ اس کو پالتے ہیں اور یہ انسان سے ہل جاتا ہے۔ لاہور میں شاید دو چار گھروں میں اس کی آواز سے پتہ چلتا ہے۔ تقریباً فرلانگ ڈیڑھ فرلانگ تک اس کی آواز جاتی ہے۔ چھوٹے بچے چڑیا گھروں میں شیر' ہاتھی اور بندر کے بعد اس کو شوق سے دیکھتے ہیں۔

مشرقی پنجاب میں ہم جس گاؤں میں رہتے تھے۔ اس میں مور سکھوں کے ایک تین منزلہ مکان پر آخری منزل میں آ کر بیٹھ جاتا تھا۔ ہم اسے اکثر دیکھتے تھے۔ ہمارا ایک کنواں ''ٹبے والا کھوہ'' کہلاتا تھا ایک لمبا چکر کاٹ کر سکھوں کی جانب سے مور ہمارے اس کنویں کے ساتھ کھیت میں آ جاتے اور ''چوگا چگنے''۔ ایک کھیت جانب شمال تھا۔ اس کے تین طرف اونچی باڑ کر کے اس پر ''سلواڑ'' لگایا گیا تھا ایک مور اس کے آخری کونے میں رقص کیا کرتا تھا۔ اپنے لمبے پروں کو بالکل آسمان کی طرف کر کے بڑی خوشی سے رقص کرتا ہے۔ مجھے اس کا علم تھا ایک دن میں نے کونے سے آگے بڑھ کر رقص کرتے ہوئے مور کی ٹانگیں پکڑ لیں اس نے ایک دم اپنے پر نیچے کر لئے جس سے میرا چہرہ چھپ گیا۔ میری عمر سات آٹھ سال کی ہوگی لہٰذا ڈر گیا اور ٹانگیں چھوڑ دیں۔ مور تھوڑا سا آگے کو دوڑا اور پھر کاں کاں کرتا ہوا اڑ گیا۔ میرا خیال ہے کہ اس کی پرواز تین ''اڈاریاں'' ہوتی ہیں شاید اس سے زیادہ نہیں اڑ سکتا اور پھر زمین پر آ جاتا ہے اور تھوڑی دور دوڑ کر پھر اپنی چال پر آ جاتا ہے۔ میں اپنے دوستوں کو جب یہ بتاتا ہوں کہ ہمارے ہاں مور تھے اور ایک دفعہ میں نے مور کو پکڑا تو اچھے بھلے آدمی حیران ہوتے ہیں۔ ہمارے ایک ٹبے پر جھاڑی کے ساتھ مورنی نے انڈے دیئے۔ میں نے اٹھائے اور گھر آ کر پکا کر کھائے۔ ایک دفعہ افریقہ سے آئے ہوئے چچا نے بندوق سے مور کا نشانہ لیا۔ اس کے چھرے لگ تو گئے لیکن تھوڑا اڑ کر گر گیا۔ ساتھیوں نے ذبح کیا اور یوں مور کا گوشت اور انڈے دونوں کھائے۔ ۱۹۸۰ء میں پاکستان سے سیکڑوں افراد دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ جشن پر گئے۔ ایک صاحب نے مور کی نکیاں خریدیں جن کو گول دائرے میں پھیلا کر بہت عمدہ ترتیب دیا گیا تھا۔ ایک دوست نے دو خریدیں میں نے اس سے ایک لے لی اور گھر لا کر رکھ دی جو بڑی بڑی بوسیدہ ہو کر ہاتھ لگانے سے بکھرنے لگی۔ اب لوگوں نے ایسی مصنوعی بنالی ہیں جو سالہا سال تک خراب نہیں ہوتیں۔ ''حیوۃ الحیوان'' میں ''مور کی کہانی'' چونکہ آپ بیتی تھی لہٰذا کچھ زیادہ پھیل گئی۔

گندم جب پکنے پر آتی ہے تو گندم کے کھیتوں میں بٹیرے آ جاتے ہیں اور بعض دفعہ بہت آتے ہیں نجانے کہاں سے آتے ہیں ایک طرف جال لگا کر دوسرے کونے سے لمبی رسی گندم کے اوپر سے کھسکاتے ہوئے دوسرے کونے پر لے جاتے ہیں۔ بٹیرے آگے آگے چلتے ہوئے دوسرے کونے پر لگے ہوئے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ گاؤں ہی کا قصہ ہے ایک دفعہ ۳۵-۴۰ بٹیرے آ گئے ہم تین چار آدمیوں سے پکڑنا مشکل ہو گئے۔ بیس کے قریب پکڑے ان کا گوشت بڑا لذیذ ہوتا ہے۔ اب تو لوگ گھروں میں چھت پر بجلی

کے بلب لگا کر پالتے ہیں ہمارے ایک عزیز نے پنڈی میں پالے ہیں پچیس روز کی زیادتی تھی پڑوسیوں کو دے دیتے۔ میں تو نہیں' چند دوست گئے اور انہوں نے کھائے پھر انہوں نے یہ کام چھوڑ دیا۔

بٹیر کی طرح تلیر اور ابابیل کی بھی بات ہے کہ یہ بھی ایک خاص موسم میں نجانے کہاں سے آتے ہیں۔ تلیر شہتوت اور توت پر پھل آنے کے وقت آتے ہیں ایک تلیر اتنا شور مچاتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ کئی تلیر ہیں۔ اس کو بھی توت کا پھل گرا کر اور جال بچھا کر پکڑا۔ اصل حیرانی کی یہ بات ہے کہ ایک خاص موسم میں یہ جانور کتنا فاصلہ طے کر کے آتے ہیں۔ اکثر دیہاتی لوگوں کو اس کا علم ہے کہ یہ فلاں فلاں موسم میں آتے ہیں۔ حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ نے ایک تقریر میں فرمایا کہ انڈیا کے ایک علاقے میں شہد کے چھتے کی رانی (کہ وہ جہاں جاتی ہے باقی سب پہنچ جاتی ہیں) مختلف تعداد میں جہیز میں لڑکی کو دیتے ہیں جو جتنا زیادہ امیر ہوتا ہے وہ اتنی زیادہ دیتا ہے۔ نیز روزنامہ نوائے وقت کی عجیب وغریب خبر ملاحظہ فرمائیں۔ گھوڑے اور گدھی کے جنسی ملاپ سے جو نسل پیدا ہوتی ہے وہ خچر یا ٹٹو کہلاتی ہے اور اس میں خود افزائش نسل کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ خچر کا بچے کو جنم دینا ایک معجزے سے کم نہیں ہے۔ بیسویں صدی کی آخری چوتھائی میں صرف دو ایسے واقعات پیش آئے ہیں جب کسی خچر نے بچے کو جنم دیا۔ اس طرح کا پہلا واقعہ بھی مراکش ہی میں ۱۹۸۴ء میں پیش آیا تھا جب سن اٹھاسی میں چین میں ایک خچر نے بچہ جنا تھا اور اب مراکش کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں اٹھائیس اگست کو چودہ سالہ خچر نے ایک نرینہ بچے کو جنم دیا۔ سن پندرہ سو ستائیس کے بعد سے ان واقعات کا باقاعدہ ریکارڈ رکھا جانے لگا اور اس کے مطابق اب تک اس طرح کے ساٹھ واقعات پیش آئے ہیں۔ ڈاکٹر جیجی جو حیوانات کے معالج ہیں' کہتے ہیں کہ ایسا شاذونادر ہی ہوتا ہے۔ جس گاؤں میں یہ واقعہ پیش آیا وہ قدیم شہر فیز سے اسی کلومیٹر جنوب میں واقع ہے۔ اب تک سیکڑوں لوگ قطار در قطار گھنٹوں سفر کر کے ماں اور بچے کو دیکھنے جا چکے ہیں۔ یہ لوگ خچر کی مالکہ اور خود جانور کیلئے طرح طرح کے تحفے بھی لے کر گئے ہیں۔ خچر کی سن رسیدہ مالکہ کو آخر تک پتہ نہیں چلا کہ خچر حاملہ ہے اور بچہ جننے سے صرف ایک دن پہلے وہ اسے فروخت کرنے کی غرض سے بیس کلومیٹر دور منڈی لے گئی تھی۔ ڈاکٹر ماں اور بچے کے خون کی جانچ کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ سائنس نے عام خیال کو غلط ثابت کر دیا ہے۔ سائنسی لحاظ سے گھوڑوں میں چونسٹھ کروموسومز ہوتے ہیں جبکہ گدھے میں باسٹھ۔ اس طرح دونوں کے جنسی ملاپ سے پیدا ہونے والے بچے میں کروموسومز کی تعداد تریسٹھ ہوتی ہے۔ یہ ایک طاق عدد ہے جو مکمل طور پر تقسیم نہیں ہو سکتا اور یہی وجہ ہے کہ خچر یا ٹٹو اپنی نسل آگے نہیں چلا سکتے۔ مراکش میں پیدا ہونے والے خچر کا یہ بچہ کسی حد تک تو گدھے پر گیا ہے اور کچھ خچر جیسا ہے۔ (روزنامہ نوائے وقت ۱۶ اکتوبر ۲۰۰۲ء) راقم نے خیال کیا کہ "حیٰوۃ الحیوان" کا مقدمہ لکھ کر حصہ ڈال دیا جائے۔ جیسا کہ گزرا۔ ترجمے کا سارا کام مولانا ناظم الدین نے کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ مختلف اوقات میں ہم مشورہ کرتے رہتے تھے کہ کتاب کو کیسے مؤثر بنایا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی کوششوں کو قبول فرمائے۔ آمین۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْاَسَدُ (شیر)[1]

شیر شیر درندوں میں سے سب سے معروف جانور ہے۔ عربی زبان میں شیر کو "اسدٌ" کہتے ہیں۔ اسدٌ (شیر) کی جمع اُسُودٌ، اُسُدٌ اور آسادٌ آتی ہے۔ شیرنی کے لئے (عربی زبان میں) "اسدۃٌ" کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔

حضرت ام زرع[2] کی حدیث میں ہے (کہ پانچویں عورت نے یہ کہا کہ) میرے خاوند کا تو یہ حال ہے کہ جب وہ گھر میں داخل ہوتا ہے تو اس طرح ہوتا ہے گویا کہ وہ چیتا ہے اور جب وہ گھر سے باہر جاتا ہے تو اس کی کیفیت اس طرح ہوتی ہے گویا کہ وہ شیر ہے (اور وہ گھر کی چیزوں کے متعلق پوچھ گچھ نہیں کرتا۔)

شیر کے نام (امام دمیریؒ فرماتے ہیں کہ) شیر کے بہت سے نام ہیں۔ کسی چیز کے زیادہ نام اس کی عظمت کی دلیل ہوتے ہیں۔ امام ابن خالویہ فرماتے ہیں کہ شیر کے "پانچ سو" نام ہیں اور اس کی اتنی ہی (یعنی پانچ سو) صفات ہیں۔ علی بن قاسم بن جعفر اللغوی نے (پانچ سو ناموں میں) ایک سو تیس کا مزید اضافہ کیا ہے۔

اسامۃ، البھیس، التاج، الجخدب، الحرث، حیدرۃ، الدواس، الرئبال، زفر، السبع، الصعب، الضرغام، الضیغم، الطیثار، العنبس، الغضنفر، الفراصفۃ، القسورۃ، کھمس، اللیث، المتأنس، المتھیب، الھرماس، الورود، شیر کے مشہور نام ہیں اور علمائے لغت کے نزدیک شیر کی کنیتیں مندرجہ ذیل ہیں۔

ابو الابطال، ابو حفص، ابو الاخیاف، ابو الزعفران، ابو شبل، ابو العباس، ابو الحرث۔

---

[1] اَلْاَسَدُ۔ شیر، نر ہو یا مادہ ہر دو کیلئے مستعمل ہے۔ کہا جاتا ہے ھُوَ الْاَسَدُ ھِیَ الْاَسَدُ (المنجد ص 55) اردو۔ شیر۔ بنگالی۔ شیر۔ بلوچی۔ شیر۔ پشتو۔ زمرے۔ پنجابی۔ شیر۔ سندھی شیر۔ کشمیری۔ شھ (ہفت زبانی لغت صفحہ 473) انگریزی LION (کتابستان اردو انگلش ڈکشنری صفحہ)

[2] حدیث ام زرع: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ گیارہ عورتیں ایک ساتھ بیٹھیں اور خوب پختہ عہد و پیمان کیے کہ اپنے شوہروں کی کوئی بات نہیں چھپائیں گی۔ سب سے پہلی عورت نے کہا کہ میرا شوہر ایک لاغر اونٹ کا گوشت ہے وہ بھی پہاڑ کی چوٹی پر رکھا ہوا۔ نہ راستہ ہی آسان ہے کہ اس پر چڑھا جائے اور نہ گوشت ہی فربہ اور عمدہ ہے کہ اسے وہاں سے لانے کی زحمت گوارا کی جائے۔ دوسری نے کہا کہ میں اپنے شوہر کی باتیں نہ پھیلاؤں گی مجھے ڈر ہے کہ کہیں میں اسے چھوڑ نہ بیٹھوں۔ البتہ اگر اس کا تذکرہ کروں گی تو اس کے چھپے ہوئے عیوب سے بھی پردہ اٹھاؤں گی۔ تیسری نے کہا کہ میرا شوہر لمبا تڑنگا ہے۔ اگر بات کروں تو طلاق ملتی ہے اور اگر خاموش رہوں تو معلق رہتی ہوں۔ چوتھی نے کہا کہ میرا شوہر تہامہ کی رات کی طرح معتدل ہے نہ زیادہ گرم نہ بہت ٹھنڈا' نہ اس سے خوف ہے' نہ اکتاہٹ۔ پانچویں نے کہا کہ میرا شوہر ایسا ہے کہ جب گھر میں آتا ہے تو چیتا ہے اور جب باہر نکلتا ہے تو شیر ہے اور جو کچھ گھر میں ہوتا ہے اس کی کوئی بازپرس نہیں کرتا۔ چھٹی نے کہا کہ میرا شوہر جب کھانے پر آتا ہے تو سب کچھ چٹ کر جاتا ہے اور جب پینے پر آتا ہے تو ایک بوند بھی نہیں چھوڑتا اور لیٹتا ہے تو تنہا ہی کپڑا اپنے اوپر لپیٹ لیتا ہے۔ ادھر ہاتھ بھی نہیں بڑھاتا کہ دکھ درد معلوم کرلے۔ ساتویں نے کہا کہ میرا شوہر گمراہ ہے' یا عاجز' سینہ سے دبانے والا' تمام دنیا کے عیوب اس میں موجود ہیں۔ سر پھوڑ دے' یا زخمی کردے' یا دونوں ہی کر گزرے۔ آٹھویں نے کہا کہ میرا شوہر

شیر سے ابتداء کی وجہ علامہ کمال الدین الدمیریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کتاب (حیات الحیوان) کی ابتداء "شیر" سے اس لئے کی کہ شیر جنگلی جانوروں میں اشرف و افضل ہے۔ اس لئے کہ شیر کی حیثیت اس کے طاقتور، بہادر، سنگ دل، چالاک، سوء مزاج اور بدخلق ہونے کی بناء پر ایک بارعب بادشاہ کی ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے قوت، دلیری، بہادری، جرأت، اقدام اور حملہ آوری میں "شیر" کی مثال دی جانے لگی ہے۔

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسی وجہ سے "اسد اللہ" (اللہ کا شیر) کہا جاتا ہے۔ بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ یہ بات شیر کے لیے قابل فخر ہے کہ اس کے نام سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو "شیر خدا" کا لقب دیا گیا۔ اسی طرح حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو "فارس النبی" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شہسوار کہا جاتا ہے۔ صحیح مسلم "باب اعطاء القاتل سلب المقتول"[1] میں روایت

ہے کہ اس کا چھونا خرگوش کے چھونے کی طرح (نرم) ہے اور اس کی خوشبو "زرنب" (ایک گھاس) کی خوشبو کی طرح ہے۔ نویں نے کہا کہ میرا شوہر اونچے ستونوں والا' لمبی نیام والا' بہت زیادہ دینے والا (سخی) ہے۔ اس کا گھر دارالمشورہ کے قریب ہے۔ دسویں نے کہا کہ میرے شوہر کا نام مالک ہے اور تمہیں معلوم ہے مالک کون ہے' وہ ان تمام تعریفوں سے بلند و بالا ہے جو ذہن میں آسکیں اس کے اونٹ اپنے تھان پر بہت ہوتے ہیں لیکن صبح کو چراگاہ میں جانے والے کم ہیں اور جب وہ باجے کی آواز سن لیتے تو یقین کر لیتے ہیں کہ اب انہیں (مہمانوں کیلئے) ذبح کیا جائے گا۔ گیارہویں نے کہا کہ میرا شوہر ابوزرع ہے۔ اس نے میرے کانوں کو زیور سے بوجھل کر دیا ہے' میرے بازوؤں کو چربی سے بھر دیا ہے' میرا اس قدر لاڈ کیا کہ میں خوش ہی خوش ہوں۔ مجھے اس نے چند بکریوں کے مالک گھرانہ میں ایک کونے میں پڑا پایا پھر وہ مجھے ایک ایسے گھرانہ میں لایا جو گھوڑوں اور کجاوہ کی آواز والا تھا۔ جہاں کٹی ہوئی کھیتی کو گاہنے والے اور اناج کو صاف کرنے والے (سب ہی موجود تھے) اس کے یہاں میں بولتی تو اس میں کوئی نکاوت والا نہیں تھا اور سوتی تو صبح کر دیتی۔ پانی پیتی تو نہایت اطمینان سے پیتی اور ابوزرع کی ماں تو میں اس کی کیا خوبیاں بیان کروں۔ اس کا توشہ دان بھرا رہتا ہے اور اس کا گھر خوب کشادہ تھا۔ ابوزرع کا بیٹا میں آپ کے اوصاف کیا بیان کروں' اس کے سونے کی جگہ کھجور کی ہری شاخ سے دو شاخہ نکلنے کی جگہ جیسی تھی (یعنی چھریرے جسم کا تھا) اور بکری کے چار ماہ کے بچہ کا دودھ اس کا پیٹ بھر دیتا تھا (یعنی اس کی خوراک بہت کم تھی) ابوزرع کی بیٹی تو اس کی خوبیاں کیا گناؤں' اپنے باپ کی بڑی فرمانبردار (اتنی فربہ موٹی کہ) چادر اس کے جسم سے بھر جاتی' اپنی سوکن کیلئے حسد و غصہ کا باعث۔ ابوزرع کی کنیز تو وہ بھی خوبیوں کی مالک تھی۔ ہماری باتوں کو پھیلاتی نہیں تھی۔ رکھی ہوئی چیزوں میں سے کچھ نہیں نکالتی تھی اور نہ ہمارا گھر گھاس پھوس سے بھرتی تھی۔ اس نے بیان کیا کہ ابوزرع ایک دن ایسے وقت باہر نکلا جب دودھ کے برتن بلوئے جا رہے تھے۔ باہر اس نے ایک عورت کو دیکھا' اس کے ساتھ دو بچے تھے جو اس کی کوکھ کے نیچے دو اناروں سے کھیل رہے تھے۔ چنانچہ اس نے مجھے طلاق دیدی اور اس سے نکاح کر لیا۔ پھر میں نے اس کے بعد ایک شریف سے نکاح کیا جو تیز گھوڑوں پر سوار ہوتا تھا اور ہاتھ میں خطی نیزہ رکھتا تھا۔ وہ میرے لئے بہت سے مویشی لایا اور ہر ایک میں سے ایک ایک جوڑا لیا اور کہا کہ ام زرع خود بھی اس میں سے کھاؤ اور اپنے عزیز و اقارب کو بھی دو۔ اس نے کہا کہ جو کچھ اس نے مجھے دیا تھا اگر میں سب جمع کروں تو بھی ابوزرع کے سب سے چھوٹے برتن کے برابر کا نہیں ہو سکتا۔ حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہارے لیے ایسا ہوں جیسے ام زرع کیلئے ابوزرع تھا۔ (رواہ البخاری' فی باب حُسنِ الْمُعَاشَرَةِ مَعَ الْاَهْلِ)

[1] حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ جس سال حنین کی لڑائی ہوئی۔ پس جب ہمارا مقابلہ دشمن سے ہوا تو مسلمانوں کو شکست ہوئی (یعنی کچھ مسلمان بھاگے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور کچھ لوگ آپ کے ساتھ جمے رہے) پھر میں نے ایک کافر کو دیکھا وہ ایک مسلمان پر چڑھا تھا (اس کے مارنے کو) میں گھوم کر اس کی طرف آیا اور ایک مار لگائی مونڈھے اور گردن کے بیچ میں۔ اس نے مجھے ایسا دبایا کہ موت کی تصویر میری آنکھوں میں پھر گئی بعد اس کے وہ خود مر گیا اور اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ چنانچہ میں حضرت عمرؓ سے ملا انہوں نے کہا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا (جو ایسا بھاگ نکلے) میں نے کہا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ پھر لوگ لوٹے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی کو قتل کیا ہو اور وہ گواہ رکھتا ہو تو مقتول کا سامان اسی کے لئے ہے۔ حضرت ابوقتادہؓ کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں کھڑا ہوا پھر میں نے کہا میرا گواہ کون ہے' پھر اس کے بعد میں بیٹھ گیا۔ پھر آپؐ نے دوبارہ ایسا ہی فرمایا۔ پس میں کھڑا ہوا۔ پھر میں نے کہا میرے لئے کون گواہی دے گا۔ پھر میں بیٹھ گیا۔ پھر تیسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی فرمایا۔ پس میں کھڑا ہوا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوقتادہؓ تجھے کیا ہوا؟ پس میں نے سارا قصہ بیان کیا۔ پس ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ابوقتادہؓ سچ کہتے ہیں اس آدمی کا سامان میرے پاس

ہے۔"حضرت ابوبکرصدیق ؓ" نے (یہ سن کر اس شخص سے) کہا کہ اللہ کی قسم یہ ہرگز نہیں ہوسکتا (کہ ہم مقتول کا سامان) قریش کی ایک لومڑی کو دے دیں اور ابوقتادہ اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر ہے جو اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی رضا کے لئے (دشمن سے) لڑتا ہے انہیں محروم کردیں۔"

شیر کی قسمیں شیر کی بہت سی اقسام ہیں۔ ارسطو[1] نے کہا کہ میں نے شیر کی ایک عجیب قسم دیکھی جس کا رنگ سرخ تھا، اس کا چہرہ انسانی چہرے کے مشابہ اور اس کی دم بچھو کی دم کی طرح تھی۔ شاید عربی میں اسی قسم کے شیر کو "الورد" (بمعنی گلاب) کہا گیا ہے۔ اسی قسم کا ایک دوسرا شیر بھی ہے جس کی شکل گائے کی شکل سے ملتی جلتی ہے اور اس کے کالے سینگ ہوتے ہیں جن کی لمبائی ایک بالشت کے برابر ہوتی ہے۔ ماہرین حیوانات کہتے ہیں کہ شیرنی کے بچہ دینے کا طریقہ عجیب وغریب ہے کہ شیرنی گوشت کا ایک بے حس و حرکت لوتھڑا پیٹ سے نکال کر زمین پر پھینک کر اس کی تین دن حفاظت کرتی ہے پھر شیر اس پر پھونکیں مارتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس لوتھڑے میں روح پیدا ہوجاتی ہے۔ اس کے بعد اعضاء وغیرہ بننا شروع ہوجاتے ہیں اور وہ لوتھڑا شکل وصورت اختیار کرلیتا ہے اور شیرنی دودھ پلاکر پرورش کرتی ہے۔ پھر بچہ سات دن کے بعد آنکھیں کھول کر اس عالم (دنیا) کا مشاہدہ کرتا ہے اور چھ ماہ بعد اسے اپنی ذمہ داری کا احساس ہوجاتا ہے۔

ہے۔ پس انہیں راضی کردیجئے کہ اپنا حق مجھے دے دیں۔ پس حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے یہ سن کر فرمایا نہیں خدا کی قسم! ایسا کبھی نہیں ہوگا اور نبی اکرم ﷺ کبھی قصد نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کے شیروں میں سے ایک شیر کا جو لڑتا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے اسباب تجھے دلانے کیلئے۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکرؓ سچ کہتے ہیں۔ پس یہ سامان ابوقتادہؓ کو دے دو۔ ابوقتادہؓ کہتے ہیں کہ وہ سامان مجھے دے دیا میں نے اس سامان میں سے زرہ کو فروخت کیا اور اس کے عوض بنوسلمہ کے محلہ میں ایک باغ خریدا اور یہ پہلا مال ہے جو میں نے کمایا اسلام کی حالت میں۔ نیز لیث کی حدیث میں یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا ہرگز نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ اسباب کبھی نہ دیں گے قریش کی ایک لومڑی کو اور اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر کو کبھی نہیں چھوڑیں گے۔ (رواہ مسلم باب اعطاء القاتل سلب المقتول)

[1] ارسطو (ARISTOTLE) ارسطو کی ولادت 322ھ قبل مسیح اور وفات 384ھ قبل مسیح ہوئی۔ ارسطو افلاطون کا شاگرد تھا۔ اس نے تقریباً بیس سال تک افلاطون کی قائم کردہ اکیڈمی میں تعلیم حاصل کی۔ ارسطو نے ریاضی، منطق، فلکیات، طبیعات، کیمیا، حیاتیات اور میکانیات میں کمال حاصل کیا اور ان علوم میں ایسے نظریے اور اصول مرتب کئے جو کئی صدیوں تک اقوام عالم میں رہنما اصولوں کی حیثیت سے جاری رہے۔ افلاطون کی موت کے بعد 342ھ قبل مسیح میں مقدونیہ کے بادشاہ فلپ نے ارسطو کو نوجوان سکندر کی تدریس کیلئے بلایا۔ ارسطو کے شاگرد سکندر نے ارسطو کو خطیر رقم اور اپنی پوری سلطنت میں ایسے کارکنوں کی خدمات عطا کیں جو ہر قسم کے حیاتیاتی نمونے جمع کرکے ارسطو کو اپنے مشاہدوں اور تحقیق سے مطلع رکھتے تھے۔ ارسطو نے اس عملی مشاہدے کی بناء پر جانداروں کو ان کی ساخت کی پیچیدگی، نسل افزائی کے طریقوں اور بعض دوسری خصوصیات کی بناء پر مختلف اقسام میں تقسیم کیا۔ اس طرح مختلف انواع کا مطالعہ اور ان کا ایک دوسرے سے تقابل آسان ہوگیا اور ارسطو علم الحیات کا بانی ہوا۔ ارسطو نے مختلف قسم کے سینکڑوں حیاتیاتی نمونوں کے طور طریقوں کی تفصیل بیان کی اور جانداروں کی جسمانی ساخت کو بہتر طور پر سمجھنے کیلئے چیر پھاڑ تک کی۔

علم الحیات میں ارسطو کی دو تصانیف ہیں "حیوانات کے اجزائے جسمانی"

(On The Parts Of The Animals) اور تاریخ حیوانات (History Of The Animals)

ارسطو نے ہر موضوع پر لکھا اور اس دعوے کے ساتھ لکھا کہ اس کا لکھا ہوا ہر حرف، حرف آخر ہے۔ فلسفہ، منطق، مابعد الطبیعات، اخلاقیات اور سیاسیات اس کے خاص موضوع تھے۔ ارسطو استادِ کل تھا اور اس کے اقوال ونظریات کے خلاف سوچنا بھی بے دانشی کی دلیل تھا۔ (دنیا کے عظیم سائنسدان ص 15، ہماری کائنات ص 19)

شیر کی خصوصیات ماہرین حیوانات کہتے ہیں کہ شیر بھوک کی حالت میں صبر کرتا ہے۔ پانی کی حاجت بہت کم محسوس کرتا ہے۔ شیر کی خوبیوں میں سے یہ بھی خوبی ہے کہ وہ دوسرے جانوروں کا شکار کیا ہوا (جوٹھا) نہیں کھاتا۔ اگر شکار کھاتے ہوئے شیر کا پیٹ بھر جائے تو بقیہ اسی جگہ چھوڑ دیتا ہے اور پھر دوبارہ اس پر (یعنی شکار پر) نہیں آتا۔ جب شیر کو شدید بھوک لگتی ہے تو بدمزاج ہو جاتا ہے لیکن جب شیر کا پیٹ بھرا ہوتا ہے تو بے سدھ ہو کر سست ہو جاتا ہے۔ شیر کتے کا جوٹھا پانی بالکل نہیں پیتا۔ شاعر نے اپنے اشعار میں اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

وَ اُ تْرُکُ حُبَّها مِنْ غَیْرِ بُغْضٍ — وَذَاکَ لِکَثْرَۃِ الشُّرَکَاءِ فِیْہِ

اور میں نے اس سے بغیر کسی بغض وعداوت کے تعلقات توڑ لئے ہیں کیونکہ اس نے بہت سے دوست بنا لئے ہیں۔

اِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ عَلٰی طَعَامٍ — رَفَعْتُ یَدِیْ وَنَفْسِیْ تَشْتَہِیْہِ

جب کسی کھانے میں مکھی گر جاتی ہے تو میں اپنے ہاتھ کو بھوک اور خواہش کے باوجود روک لیتا ہوں۔

وَ تَجْتَنِبُ الْاُسُوْدُ وُرُوْدَ مَاءٍ — اِذَا کَانَ الْکِلَابُ وَلَغْنَ فِیْہِ

اور شیر کسی ایسے گھاٹ کا پانی پینے سے پرہیز کرتے ہیں جس سے کتوں نے پیا ہو۔

قلم کے متعلق بعض شعراء نے بڑی عجیب بات کہی ہے ۔

و اُ رقش مرھوف الشباۃ مھفھف — یشتت شمل الخطب وھو جمیع

قلم نازک ہم شکلوں میں رنگ برنگ کیفیت رکھتا ہے جو حادثات کی بناء پر منتشر ہو جاتے ہیں لیکن خود مستقل مزاج رہتا ہے۔

تدین لہ الافاق شرقًا و مغربًا — وتعنوا لہ ملا کھا و تطیع

مشرق ومغرب کی تمام چیزیں قلم کیلئے مطیع ہوتی ہیں اور اس کیلئے دنیا کی طاقتیں اطاعت گزار بن جاتی ہیں۔

حمی الملک مَقْطُوطًا کَمَا کَانَ تَحْتَمِیْ — بِہِ الاسد فی الآ جام وھو رضیع

قلم وہ ہے جو دودھ چھوڑنے کے بعد ملک کی اس طرح حفاظت کرتا جس طرح وہ دودھ پینے کے دوران میں کچھار میں رہنے والے شیروں کی حفاظت کرتا ہے۔

شیر کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ وہ شکار کو چبائے بغیر اپنے اگلے دانتوں سے نوچ نوچ کر کھاتا ہے۔ اس کے (یعنی شیر کے) منہ میں لعاب کم آتا ہے۔ اسی لئے اکثر شیر کا منہ گندا رہتا ہے۔

شیر کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ بہادر اور دلیر ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس میں بزدلی اور کم ہمتی بھی پائی جاتی ہے۔ شیر مرغ کی آواز سے گھبرا اٹھتا ہے۔ سلفچی (ہاتھ دھونے کا برتن) کی آواز سے شیر خوف زدہ ہو جاتا ہے۔ بلی کی خوفناک آواز سے بھی ڈرتا ہے۔ آگ کے دیکھنے سے متحیر ہو جاتا ہے۔ شیر کی گرفت بہت مضبوط ہوتی ہے۔ وہ کسی درندے سے الفت نہیں رکھتا۔ اس لئے کہ وہ ان کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ وہ درندے اس کے کسی حملے کا جواب دے سکیں گے۔ اگر شیر کی کھال کسی چیز پر رکھ دی جائے تو اس سے بال

آہستہ آہستہ جھڑنے لگتے ہیں۔ شیر کوشش کے باوجود اگر کسی حائضہ عورت کے قریب جانا بھی چاہے تو نہیں جا سکتا۔ شیر پر ہمیشہ بخار کا غلبہ رہتا ہے۔ شیر کی عمر لمبی ہوتی ہے۔ شیر کے بوڑھا ہونے کی نشانی یہ ہے کہ اس کے دانت گرنے لگتے ہیں۔

شیر کا تذکرہ احادیث نبویؐ میں شفاء الصدور میں ابن سبع السبتی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ایک واقعہ نقل فرمایا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک مرتبہ کسی سفر میں تشریف لے جا رہے تھے تو ان کا گزر ایک ایسی جماعت پر ہوا جو آرام کر رہی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ان لوگوں سے ان کی خیریت دریافت کی۔ آپؓ نے فرمایا کیا تمہارے ساتھ کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہاں راستے میں ایک شیر ہے جس نے لوگوں کو خوف و دہشت میں مبتلا کر رکھا ہے۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ بن عمرؓ سواری سے اترے اور شیر کے قریب جا کر اس کا کان پکڑ کر اسے راستے سے ہٹا دیا۔ پھر آپؓ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیرے بارے میں بالکل سچ فرمایا ہے کہ واقعی تجھے ابن آدم پر ان کے غیر اللہ سے ڈرنے کی وجہ سے ان پر مسلط کر دیا گیا ہے۔ اگر انسان اللہ کے علاوہ کسی سے نہ ڈرے تو پھر تو مسلط نہیں۔ اگر ابن آدم (یعنی انسان) اللہ کے علاوہ کسی سے بھی نہ ڈرتا تو وہ اپنے معاملات میں کسی پر بھروسہ نہ کرتا۔

سنن ابی داؤد میں عبدالرحمٰن بن آدم سے مروی ہے کہ اگر ابن آدم اللہ کی قوت اور قدرت پر کامل یقین رکھتا ہوتا تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی پر بھروسہ نہ کرتا اور نہ اپنے معاملات ومشکلات میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور پر بھروسہ رکھتا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام روئے زمین پر اس حال میں اتریں گے کہ انہیں دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ ان کے سر مبارک سے پانی ٹپک رہا ہے حالانکہ ان کے سر مبارک میں کسی قسم کی کوئی نمی یا تری نہ ہوگی۔ وہ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، (ان کی آمد سے) مال کی کثرت ہو جائے گی۔ زمین میں امن و انصاف کا بول بالا ہوگا۔ (عدل وانصاف کی یہ کیفیت ہوگی کہ) شیر اونٹ کے ساتھ اور چیتا، گائے کے ساتھ (یعنی اکٹھے) پانی پئیں گے۔ بکری اور بھیڑیا اکٹھے پانی پینے میں کوئی خوف محسوس نہیں کریں گے۔ یہاں تک کہ بچے سانپوں کے ساتھ کھیلتے ہوں گے۔ ایک دوسرے کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ اس حالت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام چالیس سال تک زندہ رہیں گے۔ پھر ان کا انتقال ہو جائے گا اور مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ و تدفین کا اہتمام کریں گے۔

حضرت سفینہؓ کا واقعہ[1] ثور بن یزید کے حالات میں امام ابونعیم کی کتاب الحلیہ میں ہے کہ

[1] حضرت سفینہؓ کی کنیت ابوعبدالرحمٰن اور بقول بعض ابوالبختری تھی۔ نسب کے لئے یہی شرف کافی ہے کہ رحمت عالمؐ کے غلام تھے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ وہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے غلام تھے۔ انہوں نے اس شرط پر آزاد کر دیا کہ رسول اللہ کی خدمت کیا کریں گے۔
علامہ ابن اثیرؒ کا بیان ہے کہ حضرت سفینہؓ عربی النسل تھے اور بطن نخلہ میں رہتے تھے لیکن بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ پارسی تھے اور ان کا نام ستبہ بن مارقینہ تھا۔ ایک دفعہ سرور عالمؐ اپنے بہت سے جاں نثاروں کی معیت میں سفر فرما رہے تھے۔ ان جاں نثاروں میں ایک صاحب ایسے تھے کہ جب ان کا کوئی ساتھی تھک جاتا تھا تو اپنے ہتھیار ڈھال، نیزہ، تلوار وغیرہ اتار کر ان پر لاد دیتا تھا۔ اس طرح ان پر بہت بھاری بوجھ لد گیا۔ سرور عالمؐ نے انہیں اس حال میں دیکھا تو ان سے مخاطب ہو کر فرمایا "تم سفینہ (کشتی ہو)" اس دن سے ان کا نام سفینہ ہی مشہور ہو گیا حالانکہ اصل نام کچھ اور تھا۔ بعض مہران، بعض رومان اور بعض عبس بتاتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت سفینہؓ سے ایک دفعہ ان کے نام کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں تم کو اپنے اس نام (سفینہ) کے بارے

آپ نے (یعنی امام ابونعیم[1]) نے فرمایا کہ مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ شیر صرف حرام کار کو کھاتا ہے۔ نیز حضرت سفینہؓ جو نبی اکرمؐ کے غلام تھے خود ان کا واقعہ جو شیر کے ساتھ پیش آیا وہ تو بہت مشہور ہے۔ (رواہ البزار والطبرانی وعبدالرزاق والحاکم وغیرھم)

امام بخاریؒ نے تاریخ میں یہ لکھا ہے کہ حضرت سفینہؓ حجاج بن یوسف الثقفی کے زمانے تک زندہ رہے۔

محمد بن منکدر کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت سفینہؓ نے بیان فرمایا کہ میں ایک مرتبہ کشتی پر دریا کا سفر کررہا تھا کہ وہ کشتی ٹوٹ گئی تو میں ایک تختہ پر بیٹھ گیا۔ وہ تختہ بہتا ہوا ایک شیر کی جھاڑی کے قریب لگ گیا۔ اچانک میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شیر میری طرف لپکا تو میں نے شیر سے کہا کہ میں سفینہ، نبی اکرم ﷺ کا غلام ہوں۔ اس وقت میں راستہ بھول گیا ہوں۔ یہ سنتا تھا کہ شیر اپنے کندھے سے اشارہ کرنے لگا یہاں تک کہ اس نے مجھے سیدھے راستہ پر لا کھڑا کیا۔ اس کے بعد شیر دھاڑنے لگا تو میں سمجھ گیا کہ اب شیر مجھے پہنچا کر جانا چاہتا ہے اور میں محفوظ ہوگیا۔

دلائل النبوۃ میں امام بیہقیؒ[2] نے محمد بن منکدر سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ حضرت سفینہؓ روم کی سرزمین کے قریب لشکر سے پیچھے رہ

میں بتاتا ہوں کہ میرا نام رسول اللہؐ نے رکھا ہے۔ وہ اس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دفعہ سفر کررہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہؓ بھی تھے۔ ان پر اپنا سامانِ سفر بھاری پڑ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تم اپنا کمبل بچھاؤ۔ میں نے اپنا کمبل بچھا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کمبل پر ان سب کا سامان رکھ دیا۔ پھر اس کو میرے اوپر لاد دیا اور فرمایا تم سفینہ (کشتی) ہو۔ اس روز اگر مجھ پر ایک یا دو یا پانچ یا چھ اونٹوں کا بوجھ بھی لاد دیا جاتا تو مجھ پر گراں نہ گزرتا۔ حضرت سفینہؓ کو اپنا یہ نام یا لقب اس قدر محبوب تھا کہ اپنا اصل نام ترک کر دیا تھا۔ اگر کوئی پوچھتا تو کہتے نہ بتاؤں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا نام سفینہ رکھا ہے اور میں اس کے سوا کوئی نام نہیں چاہتا۔ حضرت سفینہؓ نے طویل عمر پائی اور حجاج بن یوسف ثقفی کے زمانے میں فوت ہوئے۔ ان سے چودہ حدیثیں مروی ہیں۔ ان میں سے کچھ انہوں نے براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہیں اور کچھ ام المومنین حضرت سلمہؓ اور حضرت علیؓ سے۔ ایک روایت صحیح مسلم میں بھی موجود ہے۔ (ستر ستارے صفحہ ۱۳۰ تا ۱۳۳)

[1] ابونعیم اصفہانی۔ (المولود رجب ۳۳۶ھ / فروری ۹۴۸ء، التوفی ۲۱ محرم ۴۳۰ھ / ۱۲۳ اکتوبر ۱۰۳۸ء)
احمد بن عبداللہ بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران، صوفی اور فقیہ، اصفہان میں پیدا ہوئے۔ چھ سال کی عمر سے جعفر خلدی اور الاصم سے تعلیم کا آغاز کیا۔ ۳۵۶ھ بمطابق ۹۷۶ء میں عراق اور خراسان کا سفر کیا اور چودہ برس ہی میں ان کا شمار حدیث کے اساتذہ میں ہونے لگا۔ ان کی وفات اصفہان میں ہوئی۔ ابونعیم کی کتاب "حلیۃ الاولیاء طبقات الاصفیاء" بے حد مشہور ہے جو انہوں نے ۴۲۲ھ بمطابق ۱۲۳ء میں لکھی اور قاہرہ سے ۱۳۵۱ھ بمطابق ۱۹۳۲ء میں شائع ہوئی ہے۔ اس میں ۶۴۹ صوفیا کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ دوسری تصنیف "اخبار اصفہان" ہے جو اصفہان کی ایک مختصری تاریخ ہے۔ اس میں زیادہ تر علماء کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ (شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا صفحہ ۱۲۸-۱۲۹)

[2] امام بیہقی۔ (المولود ۳۸۴ھ بمطابق ۹۹۴ء، التوفی ۴۵۸ھ بمطابق ۱۰۶۶ء) ایک مشہور محدث اور شافعی فقیہ۔ آپ بیہق میں پیدا ہوئے۔ آپ نے تحصیل علم کی خاطر بہت سے ملکوں کا سفر کیا اور ایک سو کے قریب شیوخ سے استفادہ کیا۔ حدیث ابوالحسن محمد بن الحسین، الحاکم ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ اور دیگر اساتذہ سے پڑھی۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد غزنی کے دارالعلوم میں ایک اونچے عہدے پر فائز رہے۔ عمر کے آخری حصہ میں نیشاپور میں سکونت اختیار کرلی۔ تدریس حدیث اور اپنی کتابوں کی نقل کرانے میں مصروف ہوگئے۔ آپ نے نیشاپور میں وفات پائی۔ بعد میں آپ کی میت کو بیہق لایا گیا اور خسرو جرد میں دفن کیا گیا۔ آپ ایک زاہد کامل اور قانع بزرگ تھے۔ حدیث کے مختلف فنون اور علم رجال سے خوب واقف ہونے کی وجہ سے آپ حدیث پر بحث کرنے میں خوب مہارت رکھتے تھے۔ آپ کی قابل قدر کتاب "المبسوط" ہے جس میں آپ نے امام شافعیؒ کے اصول فقہ جمع کئے ہیں۔ آپ کی تصانیف کی تعداد بہت زیادہ بتائی جاتی ہے جن میں کتاب السنن الکبریٰ دس جلدوں میں سب سے زیادہ مشہور و مقبول ہے۔ دوسری تصانیف میں مناقب الشافعی کتاب الاسماء والصفات، کتاب معرفۃ السنن والآثار اور کتاب المدخل خاص طور پر مشہور ہیں۔
(شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا صفحہ ۲۶۳)

گئے تو آپؓ کو قید کرلیا گیا۔ پھر آپؓ فرار ہو کر لشکر کو تلاش کرتے ہوئے واپس آ رہے تھے کہ راستے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شیر کھڑا ہے۔ حضرت سفینہؓ نے شیر کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ''اے ابوالحرث'' میں سفینہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام ہوں۔ میرے ساتھ یہ معاملہ ہوگیا ہے۔ اتنے میں شیر دم ہلاتے ہوئے حضرت سفینہؓ کی بغل میں کھڑا ہوگیا اور سفینہؓ جب کسی قسم کی آواز سنتے تو شیر کو پکڑ لیتے۔ چنانچہ حضرت سفینہؓ شیر کے ساتھ چلتے رہے۔ یہاں تک کہ آپؓ نے لشکر کو پالیا۔ اس کے بعد شیر لوٹ گیا۔

حضرت سفینہؓ کے نام کے متعلق اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض آپ کا نام رومان، بعض مہران، بعض طہمان اور بعض عمیر نقل کرتے ہیں۔ امام مسلمؒ نے حضرت سفینہؓ سے صرف ایک حدیث روایت کی ہے۔ حضرت سفینہؓ سے امام ترمذیؒ، نسائیؒ، ابن ماجہؒ وغیرہ نے بھی روایت لی ہے۔

عتبہ بن ابی لہب کے لئے نبی اکرم ﷺ کی بددعا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ بن ابی لہب کے لئے بددعا فرمائی کہ اے اللہ! اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس (عتبہ بن ابی لہب) پر مسلط فرما۔ پس عتبہ کو مقام زرقاء شام میں ایک شیر نے حملہ کر کے کھالیا تھا۔ (رواہ الحاکم من حدیث ابی نوفل بن ابی عقرب عن ابیہ وقال صحیح الاسناد)

حافظ ابونعیم نے اسود بن ہبار سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ ابولہب اور اس کا بیٹا عتبہ شام کی جانب سفر کیلئے تیار ہوئے۔ اسود بن ہبار کہتے ہیں کہ میں بھی ان کے ساتھ ہوگیا۔ جب ہم شراہ (یا "الشراع") کے مقام پر ایک راہب کی عبادت گاہ کے قریب ٹھہرے تو راہب نے کہا کہ آپ لوگ یہاں کیوں مقیم ہوگئے یہاں تو بہت زیادہ درندے رہتے ہیں۔ ابولہب نے کہا کہ تم لوگ مجھے اچھی طرح جانتے ہو تو ہم سب نے جواب میں کہا جی ہاں۔ ابولہب نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بیٹے عتبہ کے لئے بددعا فرمائی ہے اس لئے آپ کا یہ اخلاقی فرض ہے کہ اپنا سامان وغیرہ اس عبادت خانے کے اوپر جمع کر کے میرے بیٹے کیلئے اس کے اوپر بستر لگا دیں اور اسی کے ساتھ اس کے اردگرد سو جائیں۔ اسود بن ہبار کہتے ہیں کہ ہم سب نے ایسا ہی کیا۔ سامان کو جمع کیا یہاں تک کہ وہ خوب اونچا ہوگیا۔ پھر ہم نے اس کے اردگرد کا جائزہ لیا اور عتبہ سامان کے اوپر جا کر سوگیا۔ رات کو ایک شیر آیا اس نے ہم سب کے منہ سونگھنا شروع کئے پھر وہ چھلانگ لگا کر سامان کے اوپر پہنچ گیا اور اس نے عتبہ کے سر کو اس کے جسم سے جدا کر دیا۔ اس وقت عتبہ اپنی زبان سے یہ کہہ رہا تھا ''سَیْفِی یَا کَلْب'' میری تلوار اے کتے' پھر اس کے بعد عتبہ کچھ بھی نہ کہہ سکا۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ شیر نے عتبہ کو جھنجھوڑ کر نوچ ڈالا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ عتبہ یہ کہتے ہوئے مرگیا کہ شیر نے مجھے قتل کر دیا۔ اس کے بعد ہم شیر کو تلاش کرتے رہے لیکن وہ ہمیں نہیں مل سکا۔ نبی اکرم ﷺ نے شیر کی ایک ٹانگ اٹھا کر پیشاب کرنے کی وجہ سے شیر کو کتا کہا (کیونکہ کتا بھی ایک ٹانگ اٹھا کر پیشاب کرتا ہے)

فائدہ امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں یہ روایت نقل کی ہے کہ "اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فِرَّمِنَ الْمَجْذُوْمِ فِرَارَکَ مِنَ الْاَسَدِ" نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم مجذوم (کوڑھی) سے اس طرح بھاگو جس طرح تم شیر سے بھاگتے ہو۔

دوسری حدیث میں ہے کہ "اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخَذَ بِیَدِ مَجْذُوْمٍ وَقَالَ بِسْمِ اللّٰہِ ثِقَۃً بِاللّٰہِ وَتَوَکُّلاً

عَلَيْهِ وَادْخَلَهَا مَعَهُ الصُّحْفَةَ " نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کوڑھی کا ہاتھ پکڑ کو "بِسْمِ اللهِ ثِقَةً بِاللهِ وَتَوَكُّلاً عَلَيْهِ" (دعا) پڑھتے ہوئے اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرلیا۔ (ابن ماجہ)

"عیوب الزوجین" میں امام شافعیؒ نے فرمایا کہ کوڑھ اور برص متعدی ہوتے ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ کوڑھی کی اولاد بھی کوڑھ سے بہت کم محفوظ رہتی ہے۔ یہ مرض باپ میں ہونے کی وجہ سے اولاد میں بھی منتقل ہو جاتا ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ کے اس قول (کہ کوڑھ اور برص متعدی ہوتے ہیں) کا مطلب یہ ہے کہ کوڑھ اور برص بذات خود متعدی نہیں ہوتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے اثر ڈالنے کی وجہ سے متعدی ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ اللہ رب العالمین کی یہ سنت (طریقہ) ہے کہ اگر کوئی تندرست آدمی کسی مریض کے ساتھ غیر معمولی طور پر قرب رکھتا ہو یا دونوں اکٹھے رہتے ہوں تو وہ دوسرا (یعنی تندرست) بھی اس مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح وہ ہم نشین اپنی تقدیر کی وجہ سے اس مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے لیکن اس کے مرض میں مبتلا ہونے کی بنا پر لوگ کہنے لگتے ہیں کہ یہ امراض (کوڑھ اور برص) ہی متعدی ہیں حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام میں نہ تو (امراض میں) تعدیہ (چھوت چھات) ہے اور نہ نحوست و بدشگونی۔ اس کا ذکر انشاء اللہ عنقریب آگے آئے گا۔

امام صیدلانیؒ فرماتے ہیں کہ "ناممکن ہے کہ مجذوم کا لڑکا اس مرض سے محفوظ رہے" اس جملے کا مطلب امام شافعیؒ کے قول کے مطابق سمجھنے کیلئے اس پر غور کیجئے "کہ بچے نے باپ کی کسی رگ کو کھینچ لیا ہے جس کی وجہ سے وہ مجذوم ہو گیا"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے آدمی سے فرمایا جب کہ اس نے یہ شکایت کی کہ میری عورت نے ایک ایسے بچے کو جنم دیا ہے جس کا رنگ کالا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بچہ کسی ایسی رگ کے سبب کالا ہوا ہے جس نے اس کو کھینچ لیا ہے (یعنی اس بچے کی اصل میں کوئی شخص کالے رنگ کا ہوگا جس کے مشابہ یہ بچہ ہے)

اس حدیث کی اس طرح تشریح کرنے سے دو مختلف احادیث کا تعارض اٹھ جاتا ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی مہلک مرض میں مبتلا شخص کسی تندرست آدمی کے ہاں نہ اترے (یعنی نہ ٹھہرے)

دوسری حدیث میں ہے کہ "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مجذوم (کوڑھی) شخص بیعت کرنے کیلئے حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے ہاتھ کو نہ بڑھاؤ بس میں نے تمہیں بیعت کرلیا"

ایک اور حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص کسی مجذوم کو لگاتار نہ دیکھا کرے اور جب تم اس قسم کے لوگوں سے گفتگو کرنا چاہو تو اس کے (یعنی مجذوم کے) اور تمہارے درمیان ایک نیزہ کا فرق ہونا چاہئے"

جذام کے فقہی مسائل

کتاب القواعد میں شیخ صلاح الدین عراقیؒ نے ذکر کیا ہے کہ "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی مہلک امراض میں مبتلا شخص کسی تندرست آدمی کے ہاں نہ جائے" اس حدیث سے یہ بات (اشارۃ النص کے ذریعے) معلوم ہوئی۔ اگر کسی بچے کی ماں برص یا جذام کے مرض میں مبتلا ہو تو اس (ماں) کے ذمہ سے پرورش کا حق ساقط ہو جاتا ہے اس لئے کہ ماں کے ساتھ رہنے اور اس کا دودھ پینے کی وجہ سے بچے کو برص یا جذام کا مرض ہو جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ جو شیخ صلاح الدین عراقیؒ نے لکھا ہے وہ بالکل واضح ہے کیونکہ ابن تیمیہؒ[1] نے بھی اس کی تائید کی ہے اور مالکیہ سے بھی یہی منقول ہے کہ اگر کوئی (برص یا جذام کا) مریض تندرست وصحت مند لوگوں کے ساتھ مسافر خانے یا ہوٹل وغیرہ میں رہنا چاہتا ہو تو اس پر پابندی لگا دی جائے گی یہاں تک کہ مسافر خانے یا سرائے میں رہنے والے مریض کو ٹھہرنے کی اجازت دے دیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اگر کوئی مجذوم پہلے ہی سے سرائے میں رہتا ہو بعد میں اس سرائے میں تندرست لوگ قیام کرنے کیلئے آ جائیں تو اس مجذومی کو خوفزدہ کر کے سرائے سے باہر نکال دیا جائے گا بشرطیکہ تندرست وصحت مند آدمیوں کی یہی خواہش ہو۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اہل علم نے اس کی تصریح کی ہے کہ اگر کوئی ایسی لونڈی ہو جس کا مالک جذام کے مرض میں مبتلا ہو تو باندی کے لئے مناسب ہے کہ وہ اپنے آقا کو جو کہ جذام کے مرض میں مبتلا ہے ہم بستری (صحبت) کا موقع دے۔

ایک صورت یہ بھی ہے کہ اگر کسی ایسے آدمی نے جو جذام کے مرض میں مبتلا ہو اپنی بیوی کو ہم بستری کے معاملہ میں پابند نہ کیا ہو تو ان دونوں (میاں بیوی) میں تفریق کرائی جا سکتی ہے۔ بیوی خودمختار ہے اور اس کی خودمختاری کو اس معاملہ میں شریعت اسلامیہ نے تسلیم کیا ہے۔

دورِ نبوت کا ایک واقعہ نبی اکرم ﷺ نے ایک عورت سے فرمایا کہ تجھے شیر کھا جائے گا چنانچہ شیر نے (اس عورت) کو کھا لیا۔

طبرانی، ابو منصور دیلمی، حافظ منذری نے حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ شیر چنگھاڑتے ہوئے کیا کہتا ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ (یعنی شیر) کہتا ہے خدایا مجھے کسی نیک اور اچھے آدمی پر مسلط نہ کیجئے''

شیر کے خوف سے محفوظ رہنے کی دعا امام ابن سنیؒ نے حدیث داؤد بن حصین جو حضرت عکرمہ، ابن عباسؓ، علیؓ سے مروی ہے، کو نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے فرمایا جب تم کسی ایسی وادی میں ہو جہاں تمہیں شیر کے حملے کا خطرہ ہو تو تم یہ دعا پڑھا کرو۔

---

(۱) امام ابن تیمیہؒ (المولود ۱۰ ربیع الاوّل ۶۶۱ھ المتوفی ۲ ذی قعدہ ۷۲۸ھ)

تقی الدین بن ابو العباس احمد بن شہاب الدین عبدالحلیم بن مجد الدین عبدالسلام بن عبداللہ بن الخضر بن محمد بن الخضر بن علی بن علی بن عبداللہ بن تیمیہ الحرانی الحنبلی۔ امام ابن تیمیہؒ فقیہ اور مجدد، علماء وفضلاء کے خاندان میں حران میں پیدا ہوئے۔ بیس ہی برس کی عمر میں قرآن، فقہ اور مناظرہ و استدلال میں مہارت پیدا کر لی اور اکابر علماء میں شمار ہونے لگے۔ ۶۹۱ھ میں حج کیا، ابن تیمیہؒ نے باطل عقائد کے خلاف زبان وقلم سے جہاد کیا۔ مخالفین نے آپ کو بہت اذیتیں دیں، کفر و الحاد کے فتوے لگائے اور حکمران کے کان بھر کر قید و بند کی صعوبتوں میں مبتلا کر دیا۔ ابن تیمیہ نے تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، لغت، فلکیات، الجبرا، ریاضی، علوم عقل ونقل اور تقابل ادیان کے موضوعات پر پانچ سو سے زیادہ کتابیں لکھیں۔ غلام جیلانی برق اور صدیق حسن خان نے چار سو ای کتب کے نام حروف تہجی کی ترتیب سے دیئے ہیں۔ براکلمان نے ایک سو ترپن محفوظ کتابوں کی فہرست دی ہے۔ ابن تیمیہؒ کے شاگرد ابن قیم الجوزیہ نے ان کی تعلیمات کو دنیا میں پھیلایا۔ ابن قدامہ، محمود آلوسی، محمد بن عبدالوہاب نجدی، شاہ ولی اللہؒ، مولانا ابوالکلام آزاد اور باقر آگاہ امام ابن تیمیہؒ کی تعلیمات اور تصانیف کے زیر اثر ملت اسلامیہ کی اصلاح اور احیاء کیلئے کوشاں رہے۔ (شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا صفحہ ۷۷-۷۸)

"اَعُوْذُ بِالدَّانِیَالِ وَبِالْجُبِّ مِنْ شَرِّ الْاَسَدِ"

حضرت دانیال علیہ السلام کا واقعہ اس اثر (دعا) سے اشارہ ملتا ہے کہ حضرت دانیال علیہ السلام ایک گہرے کنویں میں ڈال دیئے گئے تھے تو جنگل کے درندے حضرت دانیال علیہ السلام کے پاس آ کر دم ہلاتے ہوئے پیار و محبت سے بدن کو چاٹتے۔ اسی حالت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ[1] آتا ہے اور یہ آواز دیتا ہے۔ اے دانیال! (علیہ السلام) دانیال علیہ السلام یہ سن کر فرماتے آپ کون ہیں؟ فرشتہ جواب دیتا کہ میں تمہارے پروردگار کی طرف سے بھیجا گیا ہوں۔ اس نے مجھے آپ کی خدمت میں کھانا دے کر بھیجا ہے۔ اس وقت حضرت دانیال علیہ السلام یہ دعا پڑھتے ہیں۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَا یَنْسٰی مَنْ ذَکَرَهٗ" (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

ابن ابی الدنیا نے ایک دوسری روایت نقل کی ہے کہ بخت نصر بادشاہ نے دو شیروں کو مغلوب الغضب کر کے ایک کنویں میں چھوڑ دیا' پھر حضرت دانیال علیہ السلام کو کنویں میں ڈالنے کا حکم دیا۔ اس طرح حضرت دانیال علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ایک لمبی مدت تک کنویں میں رہے۔ چنانچہ آپ کو (بشری تقاضے کے مطابق) کھانے پینے کی ضرورت محسوس ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ارمیاء علیہ السلام کو ملک شام میں وحی بھیجی کہ تم دانیال علیہ السلام کیلئے عراق میں کھانے پینے کا انتظام کرو۔ چنانچہ حضرت ارمیاءؑ اللہ کے حکم کے مطابق تشریف لائے اور کنویں کی منڈیر پر کھڑے ہو کر حضرت دانیال علیہ السلام کا نام لے کر آواز دینے لگے۔ حضرت دانیال علیہ السلام نے کنویں کے اندر سے جواب دیا کہ آپ کون ہیں اور کس لئے یہاں تشریف لائے ہیں۔ حضرت ارمیاء علیہ السلام فرمانے لگے کہ میں ارمیاء ہوں' مجھے آپ کے رب نے بھیجا ہے۔ اس وقت حضرت دانیال علیہ السلام نے یہ دعا پڑھی۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَا یَنْسٰی مَنْ ذَکَرَهٗ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَا یَخِیْبُ مَنْ رَجَاهُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ مَنْ وَثَقَ بِهٖ لَا یَکِلُهٗ اِلٰی سِوَاهُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ یَجْزِیْ بِالْاِحْسَانِ اِحْسَانًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ یَجْزِیْ بِالصَّبْرِ نَجَاةً وَغُفْرَانًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ یَکْشِفُ ضُرَّنَا بَعْدَ کَرْبِنَا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هُوَ ثِقَتُنَا حِیْنَ یَسُوْءُ ظَنُّنَا بِاَعْمَالِنَا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هُوَ رَجَاءُ نَا حِیْنَ تَنْقَطِعُ الْحِیَلُ مِنَّا"

پھر ابن ابی دنیا نے یہی واقعہ دوسرے طریقے سے بھی نقل کیا کہ حضرت دانیال علیہ السلام جس بادشاہ کے زیر حکومت تھے۔ اس (بادشاہ) کے دربار میں ایک دن نجومیوں اور اہل علم کی ایک جماعت حاضر ہوئی اور یہ پیشین گوئی کی کہ فلاں رات ایک ایسا لڑکا پیدا

---

[1] اللہ تعالیٰ کی مستقل مخلوق ہیں۔ قرآن عزیز اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ ہم کو بتایا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ہم "فرشتہ" کی نہ حقیقت تخلیقی سے واقف کئے گئے ہیں اور نہ ہم کو نظر آتے ہیں۔ البتہ ہمارے لئے یہ یقین واعتقاد ضروری قرار دیا گیا ہے کہ ہم ان کے وجود کو تسلیم کریں اور ان کو مستقل مخلوق تسلیم کریں۔ اس لئے کہ قرآن عزیز اور احادیث صحیح نے ان میں سے بعض کے ناموں کی تصریح تک کی ہے اور جنس ملائکہ کی جن صفات کا تذکرہ فرمایا وہ ان کے ایک مستقل مخلوق ہونے کی صراحت کرتی ہیں۔ قرآن عزیز میں ملائکہ کا ذکر چھیاسی آیات میں اٹھاسی مرتبہ آیا ہے نیز احادیث صحیحہ اور قدیم آسمانی کتابوں تورات' زبور' انجیل وغیرہ میں بھی فرشتوں کا تذکرہ موجود ہے اور ان کو مستقل مخلوق ہی بتایا گیا ہے۔ خصوصاً بخاری اور مسلم کی روایات میں بکثرت اس کی شہادتیں موجود ہیں۔ (قصص القرآن صفحہ ۳۹۔۴۰۔۴۱)

ہونے والا ہے جو آپ (یعنی بادشاہ) کے نظام سلطنت کو ختم کر دے گا۔ یہ بات سنتے ہی بادشاہ نے حکم دیا کہ اس رات جو بھی لڑکا پیدا ہو اسے قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ جب حضرت دانیال علیہ السلام پیدا ہوئے تو آپ کی ماں نے آپ کو شیر کی ایک جھاڑی میں ڈال دیا۔ اتنے میں شیر اور شیرنی دونوں آ گئے اور دونوں حضرت دانیال علیہ السلام کو زبان سے چاٹنے لگے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت دانیال علیہ السلام کو ظالم بادشاہ سے نجات دی' پھر بعد میں اللہ تعالیٰ نے جو مقدر فرمایا تھا حضرت دانیال علیہ السلام ان مراحل سے بھی گزرے۔

ابوعبدالرحمٰن کی سند سے یہ بھی مروی ہے کہ ابوعبدالرحمٰن بن ابی الزناد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو بردہ بن ابی موسیٰ اشعریؒ کے دست مبارک میں ایسی انگوٹھی دیکھی جس کے نگینہ میں آدمی کی تصویر بنی تھی جسے دو شیر چاٹ رہے ہیں۔ ابو بردہؓ نے کہا کہ یہ انگوٹھی حضرت دانیال علیہ السلام کی ہے جس کو میرے والد ابوموسیٰ اشعریؓ نے کسی ایسی جگہ سے حاصل کیا ہے جہاں حضرت دانیال علیہ السلام مدفون ہیں۔ چنانچہ میرے والد حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے شہر کے اہل علم سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے یہی جواب دیا کہ اس انگوٹھی میں حضرت دانیال علیہ السلام کی ہی تصویر ہے جسے دو شیر چاٹ رہے ہیں اور یہ اس لئے موجود ہے تاکہ آپ اللہ تعالیٰ کے احسانات کو بھول نہ پائیں۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ جب حضرت دانیال علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پیدائش اور آخر عمر دونوں مرتبہ آزمائش میں مبتلا کیا پھر حضرت دانیال علیہ السلام دونوں مرتبہ آزمائش میں کامیاب ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس نعمت سے نوازا کہ آپ کا نام لے کر پناہ مانگنے والوں کی اللہ تعالیٰ موذی درندوں سے حفاظت فرماتے ہیں۔

المجالسۃ للدنیوری میں حضرت معاذ بن رفاعہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام[1] حضرت دانیال علیہ السلام کی قبر سے گزرے تو انہوں نے آپ کی قبر سے دعا کی آواز سنی۔ وہ دعا یہ تھی۔

"سُبْحَانَ مَنْ تَعَزَّزَ بِالْقُدْرَةِ وَقَهَرَ الْعِبَادَ بِالْمَوْتِ"

پاک ہے وہ ذات جو اپنی قدرت سے بندوں پر غالب ہے اور جس نے موت کے ذریعے (اپنے) بندوں کو مجبور کر رکھا ہے"

اتنے میں اس دعا کے جواب میں غیب سے ایک آواز آئی۔

"میں ہی وہ ہوں جو اپنی قدرت سے غالب ہوا اور جس نے موت سے بندوں کو مغلوب کیا ہے۔ جو شخص یہ کلمات پڑھے گا اس کے لئے ساتوں آسمانوں اور زمین کی چیزیں بخشش کی دعا کریں گی۔

---

[1] حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام: حضرت زکریا علیہ السلام کے بیٹے ہیں' والدہ کا نام ایشاع جو حضرت مریم کی بہن تھیں۔ قرآن مجید میں ان کا ذکر اپنے والد محترم کے ساتھ آیا ہے۔ آل عمران' انعام' مریم اور انبیاء ان چار سورہ قرآن مجید میں ان کا ذکر ہے۔ سورۂ مریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کو ایک بیٹے کی پیدائش کی بشارت دیتے ہوئے کہا ہے کہ اس کا نام یحییٰ ہوگا جو اس سے قبل کسی کا نام نہیں رکھا گیا۔ اس طرح کا نام بھی اللہ تعالیٰ کا تجویز کردہ ہے (سورہ مریم) یہ حضرت عیسیٰ سے چھ ماہ بڑے تھے اور ان کے بارہ ساتھیوں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کو یوحنا بھی کہا جاتا ہے جو عبرانی زبان میں یحییٰ کا تلفظ ہے۔ امام بخاریؒ نے ان کے متعلق ایک حدیث کے ٹکڑے کو بیان کیا ہے یعنی روایت میں ہے "پس جب میں پہنچا تو دیکھا کہ یحییٰ اور عیسیٰ موجود ہیں اور یہ دونوں خالہ زاد بھائی ہیں۔ جبرائیل نے کہا یہ عیسیٰ اور یحییٰ ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر دونوں نے کہا آپ کا آنا مبارک ہو' اے ہمارے نیک بھائی اور نیک پیغمبر۔ مزید تفصیل کے لئے قصص الانبیاء ملاحظہ فرمائیں۔

(شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا ۱۵۵۶۔۱۵۵۷)

حضرت دانیال علیہ السلام کا زمانہ حضرت دانیال علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوت اور حکمت سے سرفراز فرمایا تھا۔ آپ بخت نصر مشہور ظالم و جابر بادشاہ کے زمانے میں پیدا ہوئے۔

مورخین نے لکھا ہے کہ بادشاہ نے حضرت دانیال علیہ السلام کو اسرائیلی قیدیوں کے ساتھ بند کر دیا تھا لیکن پھر بادشاہ نے خوفناک خواب دیکھا تو وہ گھبرا گیا۔ بادشاہ نے اس خواب کی لوگوں سے تعبیر پوچھی' سب نے عاجزی کا اظہار کیا۔ جب خواب کی تعبیر حضرت دانیال علیہ السلام سے پوچھی تو آپ نے صحیح تعبیر بتلائی۔ بادشاہ کو یہ تعبیر بہت پسند آئی اسی وقت سے بادشاہ نے حضرت دانیال علیہ السلام کی تعظیم وتکریم کرنا شروع کر دی۔

مورخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ ''نہر سویز'' میں حضرت دانیال علیہ السلام کی قبر دیکھی گئی ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے حضرت دانیال علیہ السلام کی قبر کو تلاش کر لیا اور اس کے ساتھ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے یہ کام بھی کیا کہ حضرت دانیال علیہ السلام کے جسد اطہر کو قبر سے نکال کر دوبارہ کفن دیا اور نماز جنازہ پڑھ کر ''نہر سویز'' میں ہی دفن کر دیا اور پھر قبر مبارک پر پانی بہا دیا۔

(المجالسۃ للد نیوی)

المجالسۃ للد نیوی میں ہے عبدالجبار بن کلیب کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ سفر میں حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کے ساتھ تھا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ سامنے سے ایک شیر آرہا ہے تو حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے یہ دعا پڑھنے کی تلقین کی۔

''اَللّٰھُمَّ احْرِسْنَا بِعَیْنِکَ الَّتِیْ لَا تَنَامُ وَاحْفِظْنَا بِرُکْنِکَ الَّذِیْ لَا یُرَامُ وَارْحَمْنَا بِقُدْرَتِکَ عَلَیْنَا لَا نَھْلِکُ وَاَنْتَ رَجَاءُ نَا یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ''

شیخ عبدالجبار کہتے ہیں کہ یہ دعا پڑھتے ہی شیر چلا گیا اور اب میں نے یہ معمول بنا لیا ہے کہ ہر خوفناک معاملے میں اس دعا کو پڑھتا ہوں تو اس دعا کی برکت سے مجھے خیر ہی خیر نظر آتی ہے۔

فائدہ بعض علماء محققین نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کو خوف یا رنج وغم کی بیماری ہو تو درج ذیل آیات کو لکھ کر پہن لے انشاء اللہ خوف ورنج ختم ہو جائے گا۔ اسی طرح دشمن پر غلبہ اور کاموں میں خیر و برکت نیز باطنی امراض سے حفاظت بلکہ ہر جسمانی تکلیف کیلئے فائدہ مند ہے۔ ان آیات کی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں تمام حروف تہجی جمع ہو گئے ہیں۔ ان آیات میں سے کوئی آیت کسی طشتری میں لکھ کر عرق گلاب' یا زیتون' یا تل کے تیل سے دھو کر کسی بھی جسمانی ایذا مثلاً پھوڑے' پھنسی' مسے' زخم' ابھار اور دوسرے امراض میں فائدہ مند ہے۔

آیات درج ذیل ہیں۔

(۱) ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَیْکُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَۃً نُّعَاسًا یَّغْشٰی طَائِفَۃً مِّنْکُمْ وَطَائِفَۃٌ قَدْ اَھَمَّتْھُمْ اَنْفُسُھُمْ یَظُنُّوْنَ بِاللّٰہِ غَیْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاھِلِیَّۃِ ○ یَقُوْلُوْنَ ھَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ کُلَّہٗ لِلّٰہِ یُخْفُوْنَ فِیْ اَنْفُسِھِمْ مَّا لَا یُبْدُوْنَ لَکَ یَقُوْلُوْنَ لَوْ کَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ مَّا قُتِلْنَا ھٰھُنَا قُلْ لَّوْ کُنْتُمْ فِیْ بُیُوْتِکُمْ لَبَرَزَ الَّذِیْنَ کُتِبَ عَلَیْھِمُ الْقَتْلُ اِلٰی مَضَاجِعِھِمْ وَلِیَبْتَلِیَ اللّٰہُ مَا فِیْ صُدُوْرِکُمْ وَلِیُمَحِّصَ مَا فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (پ۴۔ آل عمران۔ آیت ۱۵۴)

(۲) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا۔ (پ۲۶-سورۃ الفتح-آیت ۲۹)

ایک بادشاہ کا واقعہ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ایک بادشاہ اپنی مملکت میں دورہ کرتے ہوئے ایک گاؤں میں پہنچا تو بادشاہ کو تشنگی کا احساس ہوا۔ بادشاہ نے ایک دروازے پر پہنچ کر پانی مانگا' اچانک بادشاہ دیکھتا ہے کہ ایک خوبصورت عورت کوزے میں پانی لا رہی ہے۔ بادشاہ اس عورت کو دیکھتے ہی اس پر عاشق ہو گیا اور اسے پھسلانے کی کوشش شروع کر دی۔ اتفاق سے عورت بادشاہ کو جانتی تھی' جب اس عورت کو یقین ہو گیا کہ وہ اپنے آپ کو بادشاہ سے نہیں بچا سکتی تو وہ عورت گھر میں گئی اور ایک کتاب لا کر بادشاہ کو دی اور یہ کہہ کر چلی گئی کہ بادشاہ سلامت آپ اس کتاب کو غور سے پڑھئے تاکہ آپ کی نیت کی اصلاح ہو سکے۔ بادشاہ نے کتاب کا مطالعہ کیا اچانک اس کی نظر ''آیت زنا'' پر پڑی جس میں زانی (مرد) اور زانیہ (عورت) کے بارے میں سزا کا ذکر تھا اور زنا کرنے والوں کو آخرت میں عبرت ناک عذاب سے ڈرایا گیا تھا۔ یہ دیکھتے ہی بادشاہ سنبھل گیا۔ چنانچہ اس نے توبہ کی اور گناہ سے باز رہنے کا ارادہ کر لیا۔ بادشاہ نے عورت کو بلایا اور کتاب اس کے حوالے کر کے وہاں سے رخصت ہو گیا۔

عورت کا شوہر اس واقعہ کے دوران گھر میں موجود نہیں تھا۔ کچھ دیر بعد شوہر واپس آیا تو عورت نے اس کو سارا واقعہ سنا دیا۔ چنانچہ عورت کا شوہر یہ واقعہ سن کر حیران ہوا اور اسے یہ خطرہ ہوا کہ کہیں بادشاہ کی واقعی یہ خواہش نہ رہی ہو لیکن وہ عورت پر (کچھ کہنے کی) جرأت نہ کر سکا۔ چنانچہ عورت کا شوہر کچھ دن تک سوچتا رہا۔ عورت نے شوہر کی موجودگی میں رشتہ داروں کے سامنے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ تمام رشتہ داروں نے فیصلہ کیا کہ اس معاملہ کو بادشاہ کی خدمت میں لے چلیں' چنانچہ وہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سب سے پہلے انہوں نے آداب شاہی بجا لاتے ہوئے عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے بادشاہ کی حفاظت فرمائے۔ رشتہ داروں نے کہا ''اے بادشاہ معظم'' اس (شوہر) نے ہم سے کھیتی کیلئے کرایہ پر زمین لی ہے' اس نے معاہدے کے مطابق کھیتی کی' پھر ہماری زمین کو معطل کر رکھا ہے اور حال یہ ہے کہ نہ وہ اس میں خود کھیتی کرتا ہے اور نہ ہی ہماری زمین ہمیں واپس کرتا ہے حالانکہ زمین خالی رہنے کی وجہ سے بیکار ہو جاتی ہے۔ بادشاہ نے یہ سن کر (شوہر سے) کہا تم کو زمین میں کھیتی کرنے سے کس چیز نے روکا ہے؟ شوہر نے جواب دیا مجھے معلوم ہوا ہے کہ میری زمین میں ایک شیر رہنے لگا ہے' مجھے اس سے خطرہ ہے چونکہ میں جانتا ہوں کہ مجھ میں شیر سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے اس لئے اس سے قریب ہونے کی ہمت نہیں پڑتی۔ یہ سنتے ہی بادشاہ کو واقعہ کی سمجھ آ گئی۔ بادشاہ نے شوہر سے کہا دیکھو تمہاری زمین بہت اچھی ہے' کھیتی کے قابل ہے تم جاؤ اور کھیتی کرو' اب تمہاری زمین میں ''شیر'' کبھی نہیں آئے گا۔ پھر بادشاہ نے شوہر اور اس کی بیوی کو انعام دینے کا حکم دیا۔

تاریخ ابن خلکان میں یہ واقعہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ جس وقت مازیار، بادشاہ معتصم باللہ کے دربار میں حاضر ہوا تو بادشاہ نے اس پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ لوگوں نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ آپ ان کے متعلق جلدی نہ کریں اس لئے کہ مازیار بڑا مالدار آدمی ہے۔ یہ سن

کہ بادشاہ نے ابوتمام کا یہ شعر پڑھا۔

ان الاسود اسود الغاب همتها — یوم الكريهة فی المسلوب لاالسلب

جنگ کے دن شیروں (بہادروں) کا مقصد مال و اسباب کی وجہ سے حملہ کرنا نہیں ہوتا بلکہ مال والا ان کا نشانہ ہوتا ہے۔

خالد الکاتب نے بھی بہت اچھے اشعار کہے ہیں؟

علم الغيث الندى حتى اذا — ماوعاه علم الباس الاسد

(ممدوح نے) ''سخاوت کا سبق بارش کو سکھایا' جب یہ سبق بارش نے یاد کرلیا تو (اسی ممدوح نے) شیروں کو بہادری کا سبق سکھایا''

فاذاالغيث مقر بالندى — واذا الليث مقر بالجلد

یہی وجہ ہے کہ بارش اس کی تعریف کرتی ہے اور شیر اس کی بہادری کا اقرار کرتے ہیں۔

ظفر الحب بقلب دنف — بک والسقم بجسم ناحل

اس دل کو حاصل کرنے میں محبت کامیاب ہوگئی جو تیری محبت میں بیمار تھا اور ایک کمزور جسم کو حاصل کرنے میں بیماریاں کامیاب رہیں۔

وبكى العاذل لی من رحمتی — فبكائی لبكاء العاذل

تو (اے) ملامت کنندہ مجھ پر رحم کھاتے ہوئے رویا اور میں رویا ان ملامت کرنے والوں کے رونے پر۔

خالد الکاتب کا شمار مشائخ میں ہوتا ہے۔ بینگن کے موسم میں خالد پر سودائیت کا غلبہ ہوتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچے خالد الکاتب کا پیچھا کرتے اور ان کا نام لے کر پریشان کرتے تو خالد الکاتب، معتصم باللہ کے محل میں پہنچ کر بچوں سے کہتے کہ بھائی میں سرد مزاج کیسے ہوسکتا ہوں' میرا تو یہ حال ہے۔

بكى عاذلی من رحمتی فرحمته — وكم مسعد من مثله و معين

میری نرمی کی وجہ سے مجھ پر ملامت کرنے والے رو پڑے تو میں نے ان پر رحم کھایا اور ان جیسے میرے حمایتی و مددگار کتنے ہی ہیں۔

ورقت دموع العين حتّٰی كانها — دموع دموعی لادموع جفونی

''اور جب آنکھ سے آنسو بہنے لگے تو میں نے محسوس کیا کہ یہ میرے آنسو نہیں بلکہ یہ آنسوؤں کے آنسو ہیں''

(وفیات الاعیان)

حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے انگور کی بیل لگا کر اگائی۔ ایک دن شیطان آیا اور اس نے بیل میں پھونک ماری تو وہ سوکھ گئی۔ حضرت نوح علیہ السلام یہ کیفیت دیکھ کر پریشان ہوگئے' پھر شیطان آپ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا اے اللہ کے نبی! آپ پریشان کیوں ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے واقعہ سنایا۔ شیطان نے واقعہ سن کر نوح علیہ السلام کو یہ مشورہ دیا کہ اگر آپ اس بیل کو سرسبز دیکھنا چاہتے ہیں تو میرے مشورہ پر عمل کیجئے اور مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس بیل پر شیر' چیتا' ریچھ' گیدڑ' کتا' لومڑی' مرغ ت جانوروں کا خون بطور نذر چڑھا دوں۔ اس عمل سے مجھے یقین ہے کہ یہ بیل سرسبز ہوجائے گی۔ نوح علیہ السلام نے اسے اجازت دے دی اور یہ اجازت بے خبری کی وجہ سے تھی' چونکہ

حضرت نوحؑ کو اس وقت نذر چڑھانے کی حرمت معلوم نہیں تھی۔ چنانچہ شیطان نے ان ساتوں جانوروں کا خون انگور کی بیلوں میں چڑھایا تو اچانک وہ سرسبز ہونے لگی بلکہ خون ڈالنے سے اتنا فائدہ ہوا کہ ہمیشہ بیل میں ایک ہی قسم کے انگور لگتے تھے لیکن اس مرتبہ سات قسم کے انگور آ گئے۔ اسی وجہ سے ''شرابی'' (شراب پینے والا) شیر کی طرح بہادر' ریچھ کی طرح طاقتور' چیتے جیسا غصہ' گیدڑ کی طرح بھونکنے والا' کتے کی طرح جھگڑالو' لومڑی کی طرح چاپلوس اور مرغ کی طرح چیختا رہتا ہے۔ اسی زمانے میں نوح علیہ السلام کی قوم پر شراب حرام کردی گئی۔ (روضۃ العلماء)

حضرت نوح علیہ السلام[1] کا نام عبدالجبار ہے۔ نوح علیہ السلام اپنی امت پر طویل دعوت کے بعد ان کے گناہوں کی وجہ سے نوحہ کرتے تھے اس لئے آپ کا نام نوح پڑ گیا۔ آپ کے بھائی کا نام صابی بن لامک ہے۔ صائبین کا دین ومذہب انہی کی طرف منسوب ہے۔

ابومسلم خراسانی کے واقعات ابومسلم خراسانی کا نام عبدالرحمٰن بن مسلم ہے۔ ابومسلم خراسانی بنوامیہ سے جنگ کے بعد ہر وقت اشعار پڑھا کرتے تھے جو درج ذیل ہیں۔

ادرکت بالحزم والکتمان ماعجزت ۔۔۔ عنہ ملوک بنی مروان اذ حشدوا

میں نے احتیاط اور رازداری کا وہ مقام حاصل کرلیا ہے جسے بنومروان کے بادشاہ یکجا ہوکر بھی (حاصل) نہیں کر سکتے تھے۔

---

[1] حضرت نوح علیہ السلام: آپ کو ابوالبشر ثانی بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے والد کا نام لمک تھا اور والدہ کا نام سخابنت انوش تھا۔ آپ کا شجرہ نسب آٹھ پشتوں کے بعد حضرت آدم علیہ السلام سے جاملتا ہے۔ آپ چالیس برس کی عمر میں نبی ہوئے۔ حضرت نوح علیہ السلام پہلے رسول بھی کہلائے۔ جب حضرت نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرمایا تو اس وقت آپ کی قوم بت پرست تھی اور ان مشہور بتوں کی پوجا کیا کرتی تھی۔ (ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کی) جن بتوں کی یہ قوم پوجا کیا کرتی تھی۔ ان کا رب العالمین کے ہاں کوئی دخل اور وقعت نہ تھی اور نہ ہی وہ کوئی سفارش کرسکتے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید کی طرف بلایا اور فرمایا کہ تم بتوں کی پوجا کیوں کرتے ہو؟ جبکہ ان کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور تم خدا کے ساتھ بلاوجہ مٹی کی مورتیوں کو شریک ٹھہراتے ہو جبکہ وہ اکیلا ہے اور زمین وآسمان کا پیدا کرنے والا ہے۔ ان کے درمیان جو کچھ بھی زمین پر یا آسمان پر ہے ان کا اکیلا وہی کلی طور پر خالق ہے اور موت وحیات اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ کے تین پہلو زیادہ اہم ہیں۔ (۱) جلال خداوندی (۲) جمال الٰہی (۳) براہین ودلائل قدرت الٰہیہ۔ حضرت نوح علیہ السلام نے نوسو پچاس برس جو کہ ایک طویل عرصہ ہے۔ بڑی سنجیدگی سے لوگوں کو توحید کی طرف بلانے میں صرف کئے اور ہر لحاظ سے راہ راست پر لانے کی کوشش کی مگر اللہ تعالیٰ کی ہدایت تو ان لوگوں کے لئے ہے جن کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اور وہ طلب کریں مگر یہ بدبخت اور گمراہ لوگ راہ راست پر نہ آئے۔ البتہ حضرت نوح علیہ السلام پر طنز کرتے اور مختلف طریقوں سے ان کو پریشان کرتے تھے۔ آپ نے ان پر واضح کردیا کہ مجھے نہ تمہارے مال کی خواہش ہے، نہ جاہ ومنصب کی اور نہ میں تم سے اجرت کا طلبگار ہوں اور اس خدمت کا حقیقی اجروثواب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہی ہے اور وہی بہتر قدردان ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے بہت کوشش کی کہ یہ گمراہ قوم سمجھ جائے اور رحمت الٰہی کی آغوش میں آجائے مگر قوم نے نہ مانا اور جس قدر اس طرف سے تبلیغ حق میں جدوجہد اور ریاضت ہوئی اسی قدر قوم کی جانب سے بغض وعناد میں سرگرمی کا اظہار ہوا اور ایذارسانی اور تکلیف دہی کے تمام وسائل کا استعمال کیا گیا اور آخر میں حضرت نوح علیہ السلام سے تنگ ہوکر وہ کہنے لگے ''اے نوح علیہ السلام اب ہم سے جنگ وجدل نہ کر اور ہمارے اس انکار پر خدا کا عذاب لاسکتا ہے تو لے آ''۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا اور قوم نوح تباہ وبرباد ہوگئی۔ حضرت نوح علیہ السلام کی عمر مبارکہ ایک ہزار سال سے زائد تھی تب انہوں نے وفات پائی اور بیت المقدس میں دفن ہوئے۔ (تذکرۃ الانبیاء صفحہ ۹۶ تا ۱۱۳)

مازلت اسعی بجهدی فی دمارهم — والقوم فی غفلة بالشام قد رقدوا

میں کوشش کرتا رہا انہیں تباہ و برباد کرنے کی لیکن دشمن ملک شام میں بے خبر سو رہے تھے۔

حتی ضربتهموا بالسیف فانتبهوا — من نومة لم ینمها قبلهم احد

بالآخر میں ان پر تلوار سے حملہ آور ہوا تو وہ نیند سے جاگے کہ اس سے پہلے کوئی بھی اس طرح خواب خرگوش کی طرح نہیں سو رہا تھا۔

ومن رعی غنما فی ارض مسبعة — ونام عنها تولی رعیها الاسد

اور جو چرواہا بے خبری سے بکریوں کو درندوں والی زمین میں چراتا ہے اور غافل رہنے لگتا ہے تو اس کے جانوروں پر شیر مسلط ہو جاتے ہیں۔

ابن خلکان[1] کہتے ہیں کہ ابوالعباس السفاح[2] ابو مسلم خراسانی کا بے حد احترام کرتا لیکن جب سفاح کا انتقال ہو گیا تو اس کے بعد اس کے بھائی منصور[3] کو خلیفہ بنایا گیا تو اس کی خلافت کے دوران ابو مسلم خراسانی سے کچھ ایسے کام ظاہر ہوئے جس کی وجہ سے خلیفہ منصور طیش میں آ گیا اور ایسا ناراض ہوا کہ مسلم خراسانی کو قتل کرنے کیلئے تیار ہو گیا۔ خلیفہ منصور پریشان تھا' خلیفہ منصور نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا لیکن اس کے باوجود کسی فیصلہ پر نہ پہنچ سکا۔

ایک دن خلیفہ منصور نے مسلم بن قتیبہ سے مشورہ لیتے ہوئے کہا کہ آپ مجھے ابو مسلم کے متعلق کیا مشورہ دیتے ہیں؟ مسلم بن قتیبہ نے کہا کہ امیر المومنین **"لَوْ كَانَ فِيهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا"** یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اگر سلطنت میں کئی بادشاہ ہوئے تو نظام حکومت درہم برہم ہو جائے گا۔

---

[1] ابن خلکان: (المولود ۱۱ ربیع الثانی ۶۰۸ھ المتوفی ۱۶ رجب ۶۸۱ھ) شمس الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن ابراہیم بن خلکان البرکی الشافعی' مورخ اور مصنف' موصل کے قریب پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم باپ سے حاصل کی' بعد ازاں دمشق میں تعلیم پائی۔ ۶۳۸ھ میں قاہرہ تشریف لے گئے اور قاضی القضاۃ یوسف بن حسن بخاری کا نائب بن گئے۔ ۶۵۹ھ میں دمشق میں قاضی بنے' بعد ازاں قاضی کا عہدہ چھوڑ کر قاہرہ کے مدرسہ الفخریہ میں سات سال تک مدرس رہنے کے بعد پھر دوبارہ قاضی کا عہدہ سنبھالا۔ ۶۸۰ھ میں دوبارہ چھن گیا' کچھ عرصہ مدرسہ امینیہ میں مدرس کے فرائض انجام دیئے اور یہیں وفات پائی۔ ابن خلکان کی اہم تصنیف ''وفیات الاعیان و انباء ابنا'' ہے۔ یہ کتاب ۶۵۴ھ میں قاہرہ میں لکھنا شروع کی تھی اور اٹھارہ برس میں مکمل ہوئی۔ ''وفیات الاعیان'' ادب' تاریخ و سیر کے متعلق اہم دستاویز ہے۔ (شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا مطبوعہ الفیصل لاہور صفحہ ۸۲)

[2] ابوالعباس السفاح: پہلا عباسی خلیفہ۔ لقب سفاح تھا۔ اصل نام عبداللہ بن محمد بن علی ابن عبداللہ بن العباس تھا۔ کوفے پر حسن بن قحطبہ کے قبضہ کے کچھ ہی عرصہ بعد صفر ۱۳۲ھ بمطابق ستمبر ۷۴۹ء کوفے میں آ کر پناہ لی۔ بعد میں ۱۲ ربیع الثانی ۲۸ نومبر کو شہر کی جامع مسجد میں پہلی مرتبہ اس کی خلافت کا اعلان کیا گیا۔ اس موقع پر اس نے خطبہ بھی دیا تھا جو کافی مشہور ہوا۔ سفاح نے خلافت کا اعلان کرنے کے بعد امویوں کو مکمل طور پر شکست دینے کا ارادہ کیا اور اپنے اس ارادے میں بے انتہا خونریزی کرنے کے بعد کامیاب بھی ہوا اور آہستہ آہستہ تمام علاقے عباسی خلافت میں شمار کئے جانے لگے۔ ابوالعباس سفاح کا ذوالحجہ ۱۳۶ھ بمطابق جون ۷۵۴ء کو الانبار میں انتقال ہو گیا جہاں اس نے رہائش اختیار کی ہوئی تھی۔ اس کے انتقال کے بعد المنصور مسند خلافت پر متمکن ہوا۔ (شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا صفحہ ۱۰۱۲)

[3] خلیفہ منصور عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم ابو جعفر المنصور اور یہ اپنے بھائی ابوالعباس سفاح سے بڑا تھا اور اس کی ماں ام ولد تھی جس کا نام سلامہ تھا۔ اس نے اپنے دادا حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ ابن عساکر نے اسے محمد بن ابراہیم سلمی کے طریق سے عن المامون عن الرشید عن المہدی عن ابیہ المنصور بیان کیا ہے۔ اس کے بھائی کے بعد ذوالحجہ ۱۳۶ھ میں اس کی بیعت ہوئی۔ اس وقت اس کی عمر ۴۱ سال تھی۔ اس لئے کہ مشہور قول کے مطابق اس کی پیدائش صفر ۹۵ھ میں بلقاء کے شہر حمیمہ میں ہوئی ہے اور اس کی خلافت چند دن کم بائیس سال رہی ہے۔ (البدایہ والنہایہ جلد دہم صفحہ ۵۶۶)

خلیفہ منصور یہ سن کر کہنے لگا' اے ابن قتیبہ تو نے مجھے بہت اچھا مشورہ دیا ہے۔ اب میں عقل و دانش سے کام لوں گا۔ چنانچہ منصور اس کے بعد سے ابو مسلم کی گھات میں لگا رہا اور اسے لگا تار فریب دیتا رہا' آخر کار ایک دن منصور نے مدائن پہنچ کر ابو مسلم کے قتل کا مربوط اہتمام کیا اور اسے بلالیا۔ خلیفہ نے اپنے آدمیوں کو یہ سکھلا دیا تھا کہ جس وقت میں اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرنے لگوں تو تم ابو مسلم پر حملہ کر دینا۔

ابو مسلم خراسانی کو جب خلیفہ منصور کے دربار میں حاضر کیا گیا تو خلیفہ ان کے نقائص بیان کر کے ان کی ملامت کرنے لگا۔ اتنے میں خلیفہ منصور نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا تو لوگ ابو مسلم پر ٹوٹ پڑے۔ ابو مسلم خراسانی نے چیختے ہوئے کہا اے امیر المومنین! آپ مجھے دشمنوں کے ہاتھوں میں دے رہے ہیں؟ خلیفہ منصور نے کہا اللہ کے دشمن تم سے بھی بڑا کوئی دشمن ہے۔ جب ابو مسلم خراسانی کو قتل کر دیا گیا تو اس کے تمام حامی مشتعل ہو گئے۔ خلیفہ منصور نے ابو مسلم خراسانی کے حامیوں کو خوش کرنے کیلئے ہزار ہا دراہم و دنانیر ابو مسلم کے حامیوں کو دینے کا حکم دیا' اس پر وہ سب خاموش ہو گئے۔ پھر خلیفہ منصور نے ابو مسلم کے سر کو جدا کر کے اس کے ساتھیوں کے سامنے ڈال دیا۔ اس کے بعد اس کے سر کو ایک کپڑے میں لپیٹ دیا۔ اس ہنگامے کے بعد جعفر بن حنظلہ تشریف لائے۔ جعفر بن حنظلہ دیکھتے ہیں کہ ابو مسلم کا سر ایک کپڑے میں لپٹا ہوا پڑا ہے تو بولے کہ امیر المومنین آج سے آپ کی خلافت کا پہلا دن شروع ہوتا ہے۔ منصور نے اس پر یہ شعر پڑھا۔

فالقت عصاها و استقربها النوی کماقر عینًا بالا یاب المسافر

(محبوبہ نے) تھک کر اپنی لاٹھی رکھ دی ہے اور اس کی طبیعت میں فراق پیوست ہو گیا جس طرح کہ مسافر گھر پہنچ کر سکون کا سانس لیتا ہے۔

ابو مسلم کا سر کپڑے میں لپٹا ہوا تھا۔ اس حالت میں منصور حاضرین سے مخاطب ہوا۔

زعمت ان الدین لایقتضی فاستوف با لکیل ابامجرم

تم قرضہ نہ اترنے کا خیال کرتے تھے تو جناب ابو مجرم (جاؤ دیکھو) اور وزن کر کے اپنا پورا حق وصول کر لو۔

اشرب بکاس کنت تسقی بها امرفی الْحَلْقِ من العلقم

تم پی کر دیکھو اس پیالے میں جس میں دوسروں کو پلایا کرتے تھے تو وہ حلق میں ایلوے سے زیادہ کڑوا معلوم ہوگا۔

ابو مسلم خراسانی کو لوگ ابو مجرم بھی کہتے تھے چنانچہ ابو دلامہ شاعر کہتا ہے۔

ابا مجرم ماغیر اللہ نعمة علی عبده حتی یغیرها العبد

اے ابو مجرم اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے اس وقت تک نعمت کو نہیں چھینتا جب تک کہ بندہ خود ناشکری نہ کرنے لگے۔

افی دولة المنصور حاولت غدره الاان اهل الغدر آباء ک الکرد

(اے ابو مجرم) کیا تم غداری کرنا چاہتے ہو منصور کی سلطنت میں۔ یاد رکھو تمہارے آباؤ اجداد کرد ہی غداری کر سکتے ہیں۔

ابامجرم خوفتنی القتل فانتحی علیک بما خوفتنی الاسد الورد

اے ابو مجرم تو نے مجھے قتل کی دھمکی دی تھی تو جس (بہادر) شیر سے مجھے ڈراتا تھا اس نے تیرا ہی رخ کر لیا۔

خلیفہ منصور نے ابو مسلم کو قتل کرنے کے بعد لوگوں سے خطاب کیا۔ اس نے کہا کہ واقعی ابتداء میں ابو مسلم خراسانی نیک آدمی تھا لیکن آخری عمر میں برا ہو گیا۔ پھر خلیفہ نے نابغہ ذبیانی کے ان اشعار کی تحسین کرتے ہوئے جو اس نے نعمان بن منذر کے بارے کہے ہیں، پڑھ کر اپنی تقریر ختم کی۔

فمن اطاعک فانفعه لطاعته　　　کما اطاعک وادلله علی الرشد

اگر کوئی تمہاری اطاعت کرتا ہو تو تم اسے فرمانبردار ہونے کی بناء پر نفع پہنچاؤ اور اسے سیدھے راستے پر لگا دو۔

ومن عصاک فعاقبهُ معاقبة　　　تنهی الظلوم ولا تقعد علی ضمد

اور جو تمہاری نافرمانی کرے تو اسے ایسی سزا دو جس سے وہ ظلم سے باز آ جائے۔ بغض لئے ہوئے بیٹھنا صحیح بات نہیں۔

ابو مسلم خراسانی کے حالات ابو مسلم خراسانی کو ماہ شعبان ۱۳۶ھ یا ۱۳۷ھ میں قتل کیا گیا۔ مورخ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ ابو مسلم سے حدیث کا سماع ثابت ہے۔ علماء و محدثین نے ابو مسلم سے روایت بھی کی ہے۔ ابو مسلم خراسانی کے متعلق مشہور ہے کہ ایک دن وہ خطبہ دے رہے تھے کہ اسی دوران ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا کہ یہ آپ کے سر پر کالا کپڑا کیا ہے؟ ابو مسلم نے جواب دیا۔ مجھ سے ابوالزبیر نے اور ان سے جابر بن عبداللہ نے یہ بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر کالے رنگ کا عمامہ تھا۔ یہ لباس شاہی اور بارعب ہوا کرتے ہیں۔ یہ جواب دے کر اپنے غلام سے کہا کہ اس کی گردن اڑا دو۔ (رواہ الامام مسلم)

ابن رفعہ کہتے ہیں کہ ایک دوسری صحیح حدیث میں ہے کہ:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر سیاہ رنگ کا عمامہ تھا اور اس کا شملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان لٹک رہا تھا۔ (مسلم)

ابن رفعہ کہتے ہیں کہ بنو عباس نے یہ طریقہ اپنایا ہے کہ خطبہ دیتے وقت کالا عمامہ باندھتے ہیں۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ مسلم خراسانی نے جن لوگوں کو میدان جنگ میں یا قید کر کے یا بیگناہ قتل کیا ہے ان کی تعداد چھ لاکھ کے قریب پہنچ جاتی ہے۔ (وفیات الاعیان)

اہل علم نے ابو مسلم کے نسب میں اختلاف کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ عربی النسل تھا۔ بعض نے عجمی اور بعض نے کرد قبیلہ کا ایک فرد بتایا ہے۔ اہل علم نے عبداللہ بن مبارکؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن مبارکؒ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے خیال میں ابو مسلم خراسانی اچھا تھا یا حجاج' ابو مسلم سے زیادہ شرانگیز تھا۔ (وفیات الاعیان)

ابو مسلم خراسانی فاضل عالم تھے اور وہ حسن تدبیر کی نعمت سے بھی مالا مال تھے۔ ابو مسلم خراسانی کو کسی کے ساتھ مذاق کرتے ہوئے نہیں دیکھا گیا' نہ ہی ان کے چہرے پر خوشی کے آثار نمایاں تھے اور نہ ہی وہ جلدی غصہ کرنے والے تھے۔ ابو مسلم کا یہ معمول تھا کہ وہ سال میں صرف ایک مرتبہ اپنی بیوی کے پاس جاتے۔ ابو مسلم کی یہ رائے تھی کہ جماع ایک قسم کا جنون ہے اور انسان کیلئے یہ سال میں ایک مرتبہ ہی کافی ہے۔ ابو مسلم کے بارے میں یہ بھی مشہور ہے کہ کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ نے بنو امیہ سے کیوں بغاوت کی؟

انہوں نے جواب دیا کہ بنوامیہ نے اپنے دوست واقارب پر اعتماد کرتے ہوئے اپنے آپ کو بہت دور کرلیا تھا۔ بنوامیہ نے دشمنوں کو مانوس کر کے قریب کرنا چاہا لیکن ہوا یہ کہ نہ دشمن دوست بن سکے بلکہ دوست اور رشتے دار دشمن بن گئے۔ یہ بھی مشہور ہے کہ ابومسلم بنوامیہ کی حکومت ختم کرنے کی کوشش کرتا رہا اور بنوعباس کی حکومت کو قائم کرنے اور اسی خاندان سے خلیفہ بنانے کیلئے کوششیں کرتا رہا۔ ابومسلم نے ہی بنوعباس کی خلافت کی داغ بیل ڈالی۔

خلیفہ منصور کا ایک دلچسپ واقعہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ جب خلیفہ منصور نے ابن ہبیرہ کا محاصرہ کیا تو منصور نے کہا ابوہبیرہ اپنی عورتوں کیلئے خود ہی خندق کھود رہا ہے۔ جب یہ بات ابوہبیرہ کو معلوم ہوئی تو اس نے منصور کو پیغام بھیجا کہ میرے بارے میں تم نے جو بات کہی ہے اس بات پر تمہارا اور میرا مقابلہ ہو جائے۔ منصور نے ابوہبیرہ کو جواب بھیجا کہ میری اور تمہاری مثال ایسے ہے جیسے کہ ایک شیر کی ایک خنزیر سے مڈبھیڑ (لڑائی) ہوگئی۔ خنزیر نے کہا آؤ مجھ سے مقابلہ کرلو شیر نے جواب دیا میں تمہارے مقابلے میں کیسے آسکتا ہوں جبکہ تم میرے برابر نہیں ہو چنانچہ اگر تو نے میرا کوئی نقصان کر دیا تو میرے لئے شرمندگی ہوگی لیکن اگر میں نے تجھے شکست دیدی تو تُو کہے گا کہ میں خنزیر ہوں۔ (میرا اور تمہارا کیا مقابلہ) تو اس لئے اس میں نہ مجھے داد تحسین ملے گی اور نہ ہی قتل کرنے میں کوئی فخر ہوگا۔ خنزیر نے کہا اگر تو میرے مقابلے کیلئے نہیں نکلتا تو میں تمام درندوں کو بتاؤں گا کہ شیر میرے مقابلے میں نہیں آیا اس لئے وہ بزدل ہے۔ شیر نے جواب دیا کہ تیرے جھوٹ بولنے کی عار کو برداشت کرنا میرے لئے اس سے زیادہ آسان ہے کہ میرے ہاتھ تیرے خون سے رنگین ہوں۔ (البدایہ والنہایہ)

شیر کا شرعی حکم امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور داؤد ظاہری بلکہ جمہور اہل علم کے نزدیک شیر کا گوشت حرام ہے۔ یہ تمام حضرات اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جسے صحیح مسلم میں امام مسلمؒ نے نقل کیا ہے۔

"اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ ذِیْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ فَاَکْلُہُ حَرَامٌ" (صحیح مسلم)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ درندوں میں جو جانور کچلی والا ہو (یعنی دانت سے اپنا شکار پکڑتا ہو) اس کا کھانا حرام ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ (شوافع) کی رائے میں ذی ناب (کچلی والا) سے مراد وہ درندے ہیں جو اپنے کچلی کے دانتوں سے شکار کرتے ہیں۔ الحاوی میں ماوردی لکھتے ہیں کہ امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ ذی ناب سے مراد وہ جانور ہیں جن کے کچلی کے دانت مضبوط ہوں اور وہ ان کے ذریعے دوسرے جانوروں پر حملہ کر دیتے ہیں گویا کہ کچلی کے دانتوں سے حملہ کرنا امام شافعیؒ کے نزدیک حرمت کی علت ہے۔

ابواسحٰق المروزی لکھتے ہیں کہ جن جانوروں کی زندگی ان کے کچلی کے دانتوں پر منحصر ہو ان کو ذی ناب کہیں گے اور یہی حرام ہونے کی علت ہے۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ذی ناب وہ جانور ہیں جو اپنے کچلی کے دانتوں کے ذریعے شکار کرتے ہوں چاہے وہ ابتداء میں حملہ نہ کرتے ہوں۔ اسی طرح وہ جانور بغیر کچلی کے دانتوں کے بھی زندہ رہ سکتے ہوں۔ فقہاء نے یہ تین علتیں بیان کی ہیں۔ ان علتوں میں عام علت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی ہے درمیانے درجے کی علت امام شافعیؒ کی اور خاص قسم کی علت اسحاق المروزی کی ہے چنانچہ پہلی دو علتوں کی بنا پر "ضبع" (لگڑبگڑ) کی حلت معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے کہ "ضبع" اپنے آپ کو بظاہر یہ دکھاتا ہے کہ وہ سو رہا

ہے لیکن وہ فوراً سامنے آنے والے جانور کو شکار بنالیتا ہے اور تنہا امام شافعیؒ کی بیان کردہ علت کی بناء پر تمام بلیاں حلال ہو جاتی ہیں۔ اس لئے کہ بلی اپنے کچلی کے دانتوں سے تقویت نہیں لیتی اگرچہ بلی کا مطلوب شکار ہوتا ہے۔ شاید یہ بات اس لئے ہوتی ہو کہ بلی کے کچلی کے دانت نرم ہوتے ہیں۔ امام شافعیؒ کے دوسرے ہم خیال بلی کو حرام قرار دیتے ہیں (اس کی مزید بحث باب السین میں آئے گی) نیز امام شافعیؒ کی بیان کردہ علت کی بناء پر گیدڑ بھی حلال ہے کیونکہ وہ حملہ کر کے ابتداء نہیں کرتا۔ امام ابواسحٰق المروزی کی علت کے مطابق گیدڑ کی زندگی کا انحصار کچلی کے دانتوں پر ہے لہٰذا وہ حرام ہے اور یہی بات زیادہ صحیح ہے۔ امام مالکؒ قرآن کریم کی آیت سے استدلال کرتے ہوئے ہر کچلی والے جانور کو مکروہ قرار دیتے ہیں حرام نہیں کہتے۔

"قُلْ لاَ اَجِدُ فِیْمَا اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَطْعَمُهُ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ مَیْتَةً اَوْدَمًا مَسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهُ رِجْسٌ" " (الانعام)

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ جو احکام وحی کے ذریعے میرے پاس آتے ہیں ان میں تو میں کوئی غذا کسی کھانے والے کیلئے جو اس کو کھائے حرام نہیں پاتا مگر یہ کہ وہ مردار جانور ہو' یا یہ کہ بہتا ہوا خون ہو' یا خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ خنزیر ناپاک ہے۔

علامہ دمیریؒ کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب شوافع اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس میں یہ ہے کہ "ہر کچلی والے درندے کا گوشت حرام ہے" اور امام مالکؒ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ آیت میں تو صرف اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس وقت آیت میں مذکورہ چیزوں کے علاوہ دوسری چیزیں حرام نہیں ہیں۔

پھر بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے ذریعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ "ہر کچلی والا درندہ حرام ہے" اس لئے اس حدیث پر عمل کرنا ضروری ہے۔ نیز ہمارے امام اپنے مسلک کی تائید میں کہتے ہیں کہ عرب کے رہنے والے شیر' بھیڑیا' کتا' چیتا اور ریچھ وغیرہ کا گوشت نہیں کھاتے اور نہ ہی سانپ' بچھو' چوہا' چیل' کوا' گدھ' شکرہ اور بغاث (سبزی مائل سفید پرندہ) وغیرہ کھاتے ہیں۔

شیر کی خرید و فروخت حرام ہے' شیر کی خرید و فروخت کرنا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اس سے کسی قسم کا نفع اٹھانا جائز نہیں ہے۔ نیز شیر کے شکار کئے ہوئے کو بھی اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔

امثال اہل عرب کا دستور ہے کہ وہ جانوروں کو کثرت سے بطور ضرب الامثال استعمال کرتے ہیں۔ اس لئے اگر وہ کسی کی تعریف کر رہے ہوں یا مذمت تو اس مضمون کو جانوروں سے مثال دیئے بغیر نامکمل سمجھتے ہیں۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ عرب اپنی زندگی درندوں' کیڑے مکوڑوں اور سانپوں کے بلوں کے قریب گزارتے تھے۔ اسی ماحول میں وہ جوان ہوتے تھے اسی لئے وہ جانوروں کی مثال کو اشعار میں استعمال کرنے لگے۔ چنانچہ امام احمدؒ نے بسند حسن روایت نقل کی ہے کہ "حضرت عمرو بن عاصؓ فرماتے ہیں کہ "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی تقریباً ایک ہزار ضرب الامثال مجھے یاد ہیں" اسی لئے حسن بن عبداللہ عسکری نے اپنی کتاب "الامثال" میں تقریباً ایک ہزار احادیث جن میں ضرب الامثال ہیں نقل کی ہیں۔ ان احادیث میں بعض وہ بھی ہیں جن میں شیر سے متعلق مثالیں ہیں جس طرح کہ اہل عرب کہتے ہیں۔

هُوَاَكْرَمُ مِنَ الْاَسَدِ. هوابخر من الاسد. هو اكبر من الاسد. هو اشجع من الاسد. هواجرأ من الاسد

''وہ شیر سے زیادہ شریف ہے وہ شیر سے زیادہ گندہ دہن (منہ کا گندہ) ہے وہ شیر سے زیادہ کبیر السن ہے وہ شیر سے زیادہ بہادر ہے وہ شیر سے زیادہ جرأت والا ہے۔ اسی طرح عرب شیر سے ڈرنے کے متعلق مثال دیتے تھے۔ ایک مرتبہ مجنوں (عامر بن قیس) نے لیلیٰ سے کہا۔

يَقُوْلُوْنَ لِي يَوْمًا وَقَدْجِئْتُ فِيهِمُ وَفِي بَاطِنِي نَارٌ يَشُبُّ لَهِيْبُهَا

ایک دن جب میں محلے میں گیا وہ بولے اور اس وقت میرا باطن عشق کی آگ سے بھڑک رہا تھا۔

اَمَا تَخْتَشِي مِنْ اَسَدْنَا فَاَجَبْتَهُمْ هَوىٰ كُلُّ نَفْسٍ اَيْنَ حَلَّ حَبِيْبُهَا

کیا تم ہمارے بہادر (شیر) نوجوان سے ڈرتے نہیں؟ میں نے کہا ہر شخص کا میلان اسی طرف ہو جاتا ہے جہاں اس کا محبوب رہتا ہے۔

عرب اسد الشری سے بھی مثال دیتے۔ اسد الشری وہ وادی ہے جس میں شیر بکثرت رہتے ہیں اور اسی وادی سے سلمیٰ (عرب کی مشہور محبوبہ) کے گھر کا راستہ تھا چنانچہ فرزدق[1] شاعر کہتا ہے۔

وَاِنَّ الَّذِيْ يَسْعٰى لِيُفْسِدَ زَوْجَتِيْ كَسَاعٍ اِلٰى اَسَدِ الشَّرِىٰ يَشْتَبِلُهَا

اور جو میرے اور میری بیوی کے درمیان فساد کی کوشش کرتا ہے وہ اس طرح ہے گویا وہ اسد الشری سے شیر کے بچوں کو اٹھاتا ہے۔

فرزدق کا قصیدہ[1] ذیل کا قصیدہ فرزدق کی طرف منسوب ہے۔ اس قصیدہ کے مضامین کی وجہ سے یہی توقع ہے کہ فرزدق جنتی ہوگا۔ ہشام بن عبدالملک ایک سال اپنے باپ کے دور میں حج کیلئے آیا۔ اس نے طواف کرتے ہوئے چاہا کہ حجر اسود کو چوم لے لیکن لوگوں کی کثرت کی وجہ سے وہ حجر اسود کی تقبیل واستلام پر قادر نہ ہو سکا پھر اس کیلئے کرسی لائی گئی وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ اسی دوران حضرت زین العابدین علی بن حسین بن علی تشریف لائے جو نہایت خوبصورت اور خوشبو سے معطر تھے۔ حضرت زین العابدین خانہ کعبہ کا طواف کرنے کیلئے آگے بڑھے۔ جب انہوں نے حجر اسود کے بوسہ کا ارادہ کیا تو لوگوں کا ہجوم ختم ہو گیا اور انہیں جگہ مل گئی۔ ایک شامی آدمی جو ہشام کے ساتھ تھا پوچھنے لگا؟ یہ شخصیت کون ہے کہ اس کے احترام میں عوام غیر معمولی شغف لے رہے ہیں۔ ہشام نے کہا کہ میں اسے نہیں جانتا حالانکہ وہ جانتا تھا۔ اسی مجمع میں فرزدق بھی موجود تھا اس نے کہا میں اس شخصیت کے متعلق جانتا ہوں۔ شامی نے کہا

---

[1] فرزدق: (المولود ۲۰ھ المتوفی ۱۱۴ھ) ابوفراس ہمام بن غالب بن صعصمہ الفرزدق۔ بصرہ میں پیدا ہوا۔ اموی دور خلافت کے تین مشہور ہجوگو عرب شعراء میں سے ایک شاعر تھا۔ قبیلہ بنوتمیم کے ایک خاندان مجاشع بن دارم سے متعلق تھا۔ فرزدق کے باپ نے اسے جنگ جمل کے بعد حضرت علیؓ کے پاس بھیجا تھا۔ فرزدق اہل بیت کا مدح خواں تھا اس لئے بھی اکثر اموی حکمران اس سے ناراض رہتے تھے۔ خلیفہ ہشام نے ایک بار ہجو گوئی کرنے پر اسے قید کر دیا تھا۔ الفرزدق نے ۱۱۴ھ میں بصرہ میں وفات پائی اور بنوتمیم کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ (شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا' صفحہ ۱۲۳۰)

اے ابوفراس بتایئے وہ کون ہیں؟ فرزدق نے حضرت زین العابدین[1] کی شان میں یہ قصیدہ کہا۔

هٰذَا ابْنُ خَيْرٌ عِبَادَاللهِ كُلِّهِمْ — هٰذَا التَّقِى النَّقِى الطَّاهِرُ الْعِلْمِ

یہ اللہ کے نیک بندوں میں سے بہتر شخص کے بیٹے ہیں۔ متقی' صاف ستھرے' پاکیزہ اور سردار ہیں۔

هٰذَا الَّذِیْ تَعْرِفُ الْبَطْحَاءُ طائه — وَالْبَيْتُ يَعْرِفُهُ وَالْحِلُّ وَالْحَرَمُ

یہ وہ آدمی ہے جس کو پہچانتی ہے بطحاء کی نرم زمین اور بیت اللہ اور حل وحرام۔

اِذَا رَاَتْهُ قُرَيْشٌ قَالَ قَائِلُهَا — اِلٰى مَكَارِمِ هٰذَا يَنْتَهِى الْكَرَمِ

جب قریش ان کو دیکھتے ہیں تو بے ساختہ ہو کر کہتے ہیں کہ ان کے افعال کریمانہ پر بزرگی کی انتہا ہے۔

يَنْمِى اِلٰى ذَرْوَةِ الْعِزَّالَّتِى قَصُرَتْ — عَنْ نَيْلِهَا عَرَبِ الْاِسْلَامِ وَالْعَجَمِ

یہ بزرگی کے ایسے مقام پر فائز ہیں جسے حاصل کرنے سے عربی و عجمی عاجز رہتے ہیں۔

يَكَادُ يَمْسِكُهُ عِرْفَانُ رَاحَتَهُ — رُكْنُ الْحَطِيْمِ اِذَا مَاجَاءَ يَسْتَلِمِ

ممکن ہے کہ ان کو روک لے رکن حطیم، حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت اس لئے کہ وہ ان کی ہتھیلی کو پہچانتا ہے۔

فِي كَفِّهِ خَيْزَرَان رِيْحُهُ عَبِقٌ — مِنْ كَفِّ اَرْوَعٍ فِى عَزَّنِيْهِ شمم

ان کے دست مبارک میں عصائے شاہی ہے جس میں خوبصورت ہتھیلی کے مس ہونے کی وجہ سے خوشبو پھوٹ رہی ہے' ان کی (زین العابدین کی) ناک سیدھی اور خوبصورت ہے۔

يَغْضِى حَيَاءً وَ يُغْضٰى مِنْ مَهَابَتِهِ — فَمَا يكلم الاحين يبتسم

وہ شرم و حیا کی وجہ سے نگاہوں کو نیچی رکھتے ہیں بلکہ لوگ نگاہیں نیچی رکھتے ہیں۔ ان کی ہیبت کی وجہ سے اور لوگوں کو بات کرنے کی ہمت نہیں ہوتی جب وہ مسکراتے ہیں۔

يَنْشَقُّ نُوْرُالْهُدٰى مِنْ نُوْرِ غِرَّتِهِ — كَالشَّمْسِ يَنْجَابُ عَنْ اِشْرَاقِهَا الْقَتَمِ

ہدایت کا نور ان کی روشن پیشانی کی چمک سے پھیل رہا ہے جس طرح کہ سورج کے نکلنے سے صبح ہوتی ہے اور تاریکی دور ہو جاتی ہے۔

مُشْتَقَةٌ مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ نَبْعَتُهُ — طَابَتْ عَنَاصِرَهُ وَالْخِيْمُ وَالشيم

ان کا شریف خاندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملتا ہے۔ ان کی نسل' عادت وخصلت سب پاکیزہ ہیں۔

---

[1] امام زین العابدین (علی بن الحسین بن علی المرتضیٰ) اسم گرامی ہے" زین العابدین" اور "السجاد" لقب ہے۔ کنیت ابوالحسین ہے اور بعض مورخین نے ابومحمد بھی ذکر کی ہے۔ والدہ ام ولد (اس کا نام غزالہ) ہے بعض نے سلافہ کہا ہے اور شیعہ علماء نے شہربانو دختر یزدجرد بھی ذکر کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

ولادت: مشہور قول کے مطابق ۳۷ھ/۳۸ھ میں ہے۔ وفات: ربیع الاوّل ۹۴ھ/۹۵ھ مدینہ طیبہ میں ہوئی۔

واقعہ کربلا میں موجود تھے اور اس وقت ان کی عمر تقریباً ۲۲/۲۳ سال تھی اور اس وقت آپ بیمار تھے اس لئے قتال (لڑائی) میں شامل نہیں ہو سکے۔ (المعارف لابن قتیبہ الدینوری' ص ۹۴' طبقات ابن سعد ص ۱۰۹' ۱۱۴)

هٰذَا ابْنُ فَاطِمَةَ اِنْ كُنْتَ جَاهِلَهُ بِجَدِّهٖ اَنْبِيَاءُ اللهِ قَدْ خُتِمُوا

یہ حضرت فاطمہؓ کے صاحبزادے ہیں اگر تم ان سے ناواقف ہو (اے ہشام) ان کے جدامجد پر انبیاء کا سلسلہ نبوت ختم کر دیا جاتا ہے۔

اَللّٰهُ شَرَّفَهُ قِدْمًا وَ عَظَّمَهُ جَرٰى بِذَاكَ لَهُ فِي لَوْحِهِ الْقَلَمِ

اللہ ہی نے ان کو شرافت و بزرگی عطا فرمائی ہے جس کے متعلق لوح محفوظ میں قلم لکھ چکا ہے۔

وَلَيْسَ قَوْلُكَ مَنْ هٰذَا بِضَائِرِهٖ اَلْعَرَبُ تَعْرِفُ مَنْ اَنْكَرْتَ وَالْعَجَمِ

اور تمہارا یہ قول کہ وہ کون ہیں ان کے لئے مضر نہیں اس لئے کہ جس کے تم منکر ہو عرب و عجم ان کو پہچانتے ہیں۔

كِلْتَا يَدَيْهِ غِيَاثٌ عَمَّ نَفْعُهُمَا يَسْتَوْكِفَانِ وَلَا يَعْرُوهُمَا عَدَمِ

ان کے دونوں ہاتھوں سے سخاوت اور نفع عام ہو رہا ہے ان سے مغفرت مانگی گئی۔ ان کے دونوں ہاتھ برابر کشادہ ہیں ان پر کبھی افلاس غالب نہیں ہوتا۔

سَهْلَ الْخَلِيْقَةَ لَا تَخْشٰى بَوَادِرِهٖ يَزِيْنُهُ اثْنَانِ حُسْنَ الْخَلْقِ وَالشِّيَمِ

ان کی خلقت میں نرمی ہے ان سے بے مقصد غیظ و غضب کا اندیشہ نہیں ہے۔ وہ تحمل اور عظمت دو خصلتوں سے مزین ہیں۔

حَمَّالُ اَثْقَالِ اَقْوَامٍ اِذَا افْتُرِحُوْا حلو الشَّمَائِلِ يَحْلُوْ عِنْدَهُ نِعَمِ

یہ لوگوں کے قرض کے بوجھ کو دور کرتے ہیں ان کی تمام عادت شیریں ہیں وہ کسی کے سوال کو رد نہیں کرتے۔

مَا قَالَ لَا قَطُّ اِلَّا فِيْ تَشَهُّدِهٖ لَوْلَا التَّشَهُّدُ كَانَتْ لَاؤُهُ نِعَمِ

انہوں نے کبھی کلمہ ''لا'' کلمہ شہادت کے بغیر استعمال نہیں کیا۔ اگر کلمہ شہادت نہ ہوتا تو وہ ''نہ'' کا استعمال نہ کرتے ہمیشہ ہاں ہی کہتے۔

عم الْبَرِيَّه بِالْاِحْسَانِ فَانْقَشَعَتْ عَنْهَا الْغِيَابَةِ وَالْاِمْلَاقِ وَالْعَدَمِ

یہ نیکی اور احسان کی وجہ سے تمام مخلوق پر چھا گئے اور مخلوق سے ظلمت غربت فقر و فاقہ ان کی وجہ سے معدوم ہو گیا۔

مِنْ مَعْشَرٍ حُبُّهُمْ دِيْنٌ وَبُغْضُهُمْ كُفْرٌ وَ قُرْبُهُمُوا مُنْجِي وَمُعْتَصَمِ

یہ ایسے گروہ سے ہیں جن کی محبت عین دین اور دشمنی کفر ہے۔ ان کی قربت نجات اور حفاظت کا ذریعہ ہے۔

اِنْ عُدَّ اَهْلُ التُّقٰى كَانُوْا اَئِمَّتَهُمْ اَوْقِيْلَ مَنْ خَيْرُ اَهْلِ الْاَرْضِ قِيْلَ هُمُوْ

اگر خدا ترس لوگوں کو گنا جائے تو یہ ان کے پیشوا ہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ زمین میں سب سے بہتر کون ہے تو یہی کہا جاتا ہے کہ یہی ہیں (یعنی حضرت زین العابدین)

لَا يَسْتَطِيْعُ جَوَادُ بَعْدَ غَايَتِهِمْ وَلَا يَدَا نيهموا قَوْمٌ وَاِنْ كَرُمُوْا

کوئی ان کے مرتبہ تک پہنچنے کی طاقت نہیں رکھتا اور نہ ہی کوئی قوم خواہ کتنی ہی معزز ہو ان کے برابر ہو سکتی ہے۔

هُمُ الْغُيُوْثُ اِذَا مَا اَزِمَةٌ ازمت وَالْاَسَدُ اَسَدُ الشَّرٰى وَالْبَاسُ مُحْتَدِمِ

قحط سالی میں یہ ابر بہار کی بارش کے مانند ہیں اور لوگوں کی مصیبت کے وقت یہ شری مقام کے شیر کے مانند جری ہو جاتے ہیں۔

لا یَنْقُصُ الْعُسْرَ بَسطًا مِنْ اکفهم سیان ذالک اِنْ آثرُوا وَاِنْ عَدمُوْا

تنگدستی ان کی ہتھیلیوں کو بند نہیں کرسکتی ان کے ہاں تنگی اور فراخی دونوں برابر ہیں۔

مُقَدَّمٌ بَعْد ذِکْرِ اللهِ ذِکْر هُمُوا فِی کُلِّ بَدءٍ وَمَخْتُومٌ بِهِ الْکَلَم

اللہ کے ذکر کے بعد ہر چیز میں ان کا ذکر مقدم ہے اور کلام انہی کے ذکر کے بعد ختم کیا جاتا ہے۔

اَیُّ الْخَلاَ ئِقِ لَیْسَتْ فِی رِقَابِهِمْ لاَ وَلِیة هٰذا اوله نِعَم

مخلوق میں کوئی ایسا نہیں جس کی گردن ان کے جود وکرم سے جھکی ہوئی نہ ہو۔

مَنْ یَعْرِفُ اللهُ یَعْرِفُ اولیة ذَا خَالدِیْنَ مِنْ بَیْتِ هٰذَا نَالَهُ الاُمَم

جو اللہ تعالیٰ کا عرفان رکھتا ہے وہ ان کی عظمت کا بھی واقف ہے کیونکہ لوگوں کی دینداری اسی گھرانے کا فیض ہے۔

یہ قصیدہ سنتے ہی ہشام غیظ وغضب سے بھر گیا چنانچہ اس نے مکہ ومدینہ کے درمیان مقام عصفان میں فرزدق کو قید کرلیا۔فرزدق کی گرفتاری کی خبر جب حضرت زین العابدین کو پہنچی تو انہوں نے فرزدق کو بارہ ہزار درہم بھیجے۔فرزدق نے درہم واپس کرتے ہوئے کہا فرزند رسول میں نے آپ کی جو مدح (تعریف) کی ہے وہ اللہ کی رضا کیلئے ہے نہ کہ کچھ مال حاصل کرنے کیلئے۔حضرت زین العابدین نے فرمایا ہم اہل بیت ہیں جب کسی کو کچھ ھبہ دیں تو واپس نہیں لیتے۔اس پر فرزدق نے حضرت زین العابدین کا ھدیہ قبول کرلیا۔ فرزدق قید خانہ میں بھی ہشام کی ہجو کرتا رہا یہاں تک کہ ہشام نے اسے رہا کردیا۔

فرزدق فرزدق کے نام ہمام بن غالب پر اس کا لقب غالب آ گیا اور اسی نام سے مشہور ہوگیا۔لغوی اعتبار سے فرزدق کے معنی ''گندھے آٹے کا پیڑا بنانا'' ہے۔اس کا واحد فرزدقۃ آتا ہے۔مورخین لکھتے ہیں کہ''ہمام بن غالب'' کے فرزدق نام سے مشہور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اسے ایک مرتبہ چیچک نکل آئی تو اللہ تعالیٰ نے شفا بخشی۔چیچک سے نجات تو مل گئی لیکن چیچک کی وجہ سے فرزدق کا چہرہ داغدار ہوگیا اور برا معلوم ہونے لگا اسی وجہ سے ہمام بن غالب کو فرزدق کہا جانے لگا۔بعض نے فرزدق مشہور ہونے کی وجہ اس کی بدخلقی اور گرم مزاجی بتلائی ہے۔ابن خلکان کہتے ہیں کہ فرزدق کے آباؤ اجداد میں ''محمد بن سفیان'' نامی ایک شخص گزرا ہے جس کا شمار ان تین اشخاص میں ہوتا ہے جنہوں نے زمانہ جاہلیت میں ''محمد'' نام رکھا تھا اس لئے کہ تاریخ میں ان تین کے علاوہ کسی اور کا ذکر نہیں ملتا کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے قبل ان کا نام ''محمد'' رکھا گیا ہو۔اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ان تینوں کے آباؤ اجداد میں سے بعض لوگ اپنے زمانہ کے کسی ایسے بادشاہ کی خدمت میں آئے جو آسمانی کتابوں کا علم رکھتا تھا۔اس نے ان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اور ان کی بعثت سے آگاہ کیا۔جب وہ اپنے وطن واپس ہوئے تو دنیا سے انتقال کے وقت ان لوگوں نے اپنی عورتوں کو حاملہ دیکھ کر نذر مانی اور یہ وصیت بھی کی کہ اگر کوئی لڑکا پیدا ہو تو اس کا نام ''محمد'' رکھا جائے چنانچہ ان لوگوں کے مرنے کے بعد ان کی بیویوں نے اپنے بچوں کا نام ''محمد'' رکھا۔وہ تین اشخاص یہ ہیں (۱) محمد بن سفیان بن مجاشع۔یہ فرزدق کے دادا ہیں۔ (۲) محمد بن احیحہ بن الجلاح' یہ عبدالمطلب کے ماں شریک بھائی تھے۔(۳) محمد بن حمران بن ربیعہ۔

فائدہ حضرت زید بن اسلم اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام (اللہ کے حکم کے مطابق) کشتی میں سوار ہوئے تو آپ نے تمام جانداروں کے ایک ایک جوڑے کو ہمراہ لیا تو ان کے ساتھیوں نے کہا ہم کیسے امن کے ساتھ رہ سکتے ہیں جبکہ ہمارے ہمراہ کشتی میں شیر ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی جانب سے شیر کو بخار آ گیا جبکہ یہ زمین پر سب سے پہلا بخار تھا' اسی وقت سے شیر دائمی بخار میں مبتلا رہتا ہے۔ پھر نوح علیہ السلام کے ساتھیوں کو چوہیا سے شکایت ہوئی تو انہوں نے کہا کہ چوہیا تو ہمارا کھانا پینا اور دوسرا سامان وغیرہ خراب کردے گی۔ پس اللہ تعالیٰ نے شیر کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ وہ چھینک مارے چنانچہ شیر نے چھینک لی اور اس کی چھینک سے بلی نکل پڑی۔ چوہیا بلی کو دیکھ کر چھپ گئی۔

"الحلیة لابی نعیم" میں ایک دوسری روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی میں ہر جانور کے جوڑے کو لے کر سوار ہونے کا حکم دیا گیا تو آپ نے فرمایا میں شیر اور بکری کے ساتھ کیا معاملہ کروں گا۔ اسی طرح بھیڑیا اور بکری کے بچے اور کبوتر دلومڑی کے ساتھ کس طرح برتاؤ کروں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ اے نوح! ان تمام جانوروں میں دشمنی کس نے پیدا کی۔ نوح علیہ السلام نے عرض کیا اللہ نے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو پھر میں ہی ان میں الفت ومحبت پیدا کردوں گا کہ یہ جانور ایک دوسرے کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

شیر کے طبی خواص[1] شیخ عبدالملک بن زہیر جو اشیاء کے خواص کے ماہر ہیں کہتے ہیں کہ

۱- اگر کوئی شخص شیر کی چربی کی مالش اپنے پورے بدن پر کرلے تو اس کے نزدیک کوئی درندہ نہیں آئے گا اور ایسے آدمی کو درندوں کے خطرات کا اندیشہ بھی نہ رہے گا۔

۲- اگر شیر کی چنگھاڑ گھڑیال (مگرمچھ) سن لے تو اس کا دَم گھٹ جاتا ہے۔

۳- اگر کوئی آدمی (نر) شیر کا پتہ انڈے کے ساتھ ملا کر پی لے تو اس کے لئے عورت کی تمام گرہیں کھل جاتی ہیں۔

---

[1] علم طب: اس علم کا موضوع جسم انسانی ہے۔ اس میں صحت یا تندرستی برقرار رکھنے اور بیماری وغیرہ کو دور کرنے کے بارے میں بحث کی جاتی ہے۔ آغاز اسلام کے ساتھ ہی فن طب مسلمانوں میں رائج ہوا۔ طب یونانی کی سینکڑوں کتابیں یونانی سے عربی میں ترجمہ ہوئیں اور ہزاروں کتابیں عربی میں مستقل طور پر لکھی گئیں۔ خلفائے وقت نے خودسرپرستی کرکے اس علم کو فروغ بخشا۔ بڑے بڑے عالم فاضل پیدا ہوئے جنہوں نے طب یونانی کو اس حد سے آگے بڑھایا جہاں یونانی حکماء چھوڑ گئے تھے یعنی ان کی جہاں انتہا تھی' مسلمان اطباء کی وہاں سے ابتداء ہوئی۔ علم طب کی ابتداء اگرچہ یونانیوں نے کی لیکن اسے فروغ خاندان عباسیہ کے دور میں ہوا۔ مسلمانوں میں اس علم کی تحصیل کی ایک بڑی وجہ شریعت کے بعض بنیادی اصول بھی ہیں اور اس علم کی تحصیل کیلئے ترغیب بھی۔ یہ محاورہ بہت عام ہے "اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمُ الْاَدْیَانِ وَعِلْمُ الْاَبْدَانِ" علم کی دو اقسام ہیں (۱) علم دین (۲) علم بدن۔
علم دین روحانی صحت کیلئے اور علم طب جسمانی تندرستی کیلئے۔ کتب احادیث میں محدثین رحمہم اللہ نے "کتاب الطب" کے عنوان سے مستقل باب باندھے ہیں جن میں صحت انسانی کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو جمع کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے اس علم کو عملی شکل میں پیش کیا ہے۔ رمضان کے ایک ماہ کے روزے' نمازوں کے اوقات (عموماً کھانے کے بعد ہوتے ہیں) مسواک کے متعلق زبردست تاکید اور تھوڑا کھانا صحت کیلئے ضروری ہے جیسے اقوال وہدایات اس علم کا سرچشمہ اور منبع ہیں۔ بعض اطباء نے طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے کئی کتابیں تصنیف کی ہیں۔
(شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا' صفحہ ۱۱۵۹)

۴- اگر کوئی آدمی شیر کی بال دار کھال کا ایک ٹکڑا باندھ کر گلے میں ڈال لے تو مرگی کی بیماری جو بالغ ہونے سے پہلے ہوئی ہو ٹھیک ہو جاتی ہے لیکن بالغ ہونے کے بعد ہوئی ہو تو اس کے لئے فائدہ مند نہیں۔

۵- اگر کسی جگہ شیر کے بالوں میں آگ لگا دی جائے تو اس کی مہک سے تمام درندے بھاگ جاتے ہیں۔

۶- فالج کے مریض کے لئے شیر کا گوشت بہت مفید ہے۔

۷- اگر شیر کی کھال کا چھوٹا سا ٹکڑا کپڑے کے صندوق میں رکھ دیا جائے تو ان کپڑوں میں دیمک وغیرہ لگنے کا اندیشہ نہیں رہتا۔

۸- اگر کوئی شخص شیر کے دانتوں کو اپنے پاس رکھے تو وہ دانتوں کے درد سے محفوظ رہے گا۔

۹- اگر شیر کی چربی کی مالش ہاتھ اور پاؤں میں کی جائے تو ٹھنڈک کا احساس نہیں ہوتا اور اگر پورے بدن پر مالش کی جائے تو جوں وغیرہ کا خدشہ نہیں رہتا۔

۱۰- ہرمس کہتے ہیں کہ شیر کی کھال پر بیٹھنے سے بواسیر' گنٹھیا (پاؤں کا درد) اور انگوٹھے کے درد جیسے امراض کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

۱۱- شیر کی پیشانی کی چربی عرق گلاب میں ملا کر چہرے پر لگانے سے عوام الناس کے ساتھ ساتھ بادشاہ بھی مرعوب ہو جاتے ہیں۔

۱۲- طبری کہتے ہیں کہ شیر کے پتے کا سرمہ آنکھوں میں لگانے سے بینائی میں اضافہ ہوتا ہے اور اگر کسی کو یرقان[1] ہو گیا ہو تو شیر کے پتے کو ایک دانق[2] کے برابر آب اسپغول اور پودینہ میں ملا کر پلایا جائے تو بہت مفید ہے۔

۱۳- اگر شیر کے فضلے کو بورق[3] احمر و مصطگی میں ملا کر خشک کر کے اور باریک کر کے ستو میں نہار منہ بطور شربت استعمال کیا جائے تو پیٹ کے ہر درد (جیسے آنتوں میں اینٹھن' یا مروڑ ہو' یا پسلی کے نیچے درد ہو' یا عورت کے رحم میں درد ہو) کیلئے مفید ہے نیز بواسیر و پیچس کیلئے بھی فائدہ مند ہے۔

۱۴- اگر کسی کو اختلاج قلب کی شکایت ہو تو اس کیلئے شیر کے دماغ کو پرانے زیتون کے تیل میں ملا کر مالش کرنا فائدہ مند ہے۔

۱۵- اگر کسی کو سستی' کاہلی کی شکایت ہو یا بدن میں چھائیاں پڑ گئی ہوں تو شیر کی چربی کی مالش اس کے لئے مفید ہے بلکہ چہرے کے تمام امراض کیلئے مفید ہے۔

۱۶- اگر شیر کے گوبر کو خشک کر کے رگڑنے والی خوشبو میں ملا کر سپید داغوں میں لگایا جائے تو داغ ختم ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح

---

[1] یرقان: یرقان جگر کی بیماریوں میں سے سب سے زیادہ پھیلنے والی بیماری ہے جو جگر کی رطوبت کو لانے والی نالی (BILEDUCT) میں رکاوٹ پڑ جانے یا رطوبت پیدا کرنے والے خلیوں کو بیکار ہو جانے کا نتیجہ ہوتی ہے۔ یرقان کی کئی شکلیں ہوتی ہیں لیکن ان سب میں مشترک بات یہ ہوتی ہے کہ ان میں مبتلا افراد کی جلد پیلی یا پھیکی پڑ جاتی ہے اور آنکھوں کی سفیدی میں بھی زردی آ جاتی ہے۔ جگر، پردہ شکم کے نیچے اور معدے کے اوپر ہوتا ہے۔ یرقان کی علامات یہ ہیں۔ بے حد کمزوری، سر میں درد، بخار، بھوک ختم ہو جانا، تھکاوٹ، قبض، جی متلانا، زبان، جلد اور پیشاب کا زرد ہو جانا، مریض کو جگر والے مقام پر درد بھی محسوس ہوتا ہے۔ (دواؤں کے بغیر علاج صفحہ ۳۷۰)

[2] دانق: معرب ہے دانگ کا۔ جو ایک وزن ہے برابر چھ رتی کے۔ بعض حکماء کے نزدیک دانگ کا وزن ایک ماشہ یا نصف ماشہ یا چھ ماشہ یا چھ مثقال یا آٹھ جو ہے لیکن چھ رتی پر اکثر کا اتفاق ہے۔ اس کی جمع دوانیق آتی ہے۔ (مخزن الجواہر ص ۳۶۱)

[3] بورق: شور، نمکین، کھاری۔ (مخزن الجواہر صفحہ ۱۹۱) یہ ایک قسم کا معدنی نمک ہے۔

اگر شیر کا گوبر خشک کر کے برابر لے کر کسی شراب کے عادی کو پلا دیا جائے تو وہ شخص شراب سے اتنا متنفر ہو جائے گا کہ وہ شراب کو دیکھنا تک بھی گوارا نہ کرے گا۔

۱۷- شیر کے پتے کو شہد میں ملا کر کنٹھ مالا میں لگانا فائدہ مند ہے۔

۱۸- شیر کی چربی کو لہسن میں ملا کر باریک کرنے کے بعد بدن پر مالش کر لی جائے تو کوئی درندہ قریب نہیں آئے گا۔

تعبیر | شیر خواب میں کبھی ظالم و جابر کی شکل میں، کبھی زبردست، بہادر، مضبوط قسم کی گرفت کرنے والا، کبھی خطرناک دشمن اور کبھی نہایت کامیاب حملہ آور کی شکل میں آتا ہے۔ شیر تمام جانوروں میں خطرناک جانور ہے اس کے چنگل سے نہ کوئی دوست محفوظ رہتا ہے اور نہ کوئی دشمن۔ شیر خواب میں اکثر موت کی خبر دیتا ہے اس لئے کہ وہ لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے لیکن بسا اوقات وہ مریض کو اس کی عافیت، خیریت کی خوشخبری دیتا ہے۔

اگر کسی نے خواب میں شیر کو دیکھا اس حال میں کہ شیر اس کو نہیں دیکھ رہا بلکہ یہ شیر کو دیکھ کر بھاگنے کی کوشش کر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ جس چیز سے خوفزدہ ہے اس سے نجات مل جائے گی نیز اسے علم و حکمت کی دولت بھی نصیب ہوگی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِي رَبِّي حُكْمًا وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ.

پس میں فرار ہو گیا تم سے جب مجھے خوف محسوس ہوا۔ پھر مجھے میرے رب نے حکمت عطا فرمائی اور مجھے پیغمبروں میں شامل کر دیا۔ (القرآن)

علامہ محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے ایسا خواب دیکھا کہ شیر اس کے مقابل آ گیا ہے پھر وہ شیر سے دور بھاگ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ شیر کو دیکھنے والا ہمیشہ بخار میں مبتلا رہے گا، یا جیل میں زندگی گزارے گا اس لئے کہ بخار مومن کیلئے قید خانہ ہے لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایسے خواب کی کسی بھی مرض میں مبتلا ہونے کی تعبیر دی جاتی ہے۔

اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ شیر کے بال، یا گوشت، یا اس کی ہڈی لئے ہوئے ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے کسی حاکم، یا دشمن سے دولت حاصل ہوگی۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ شیر پر سوار ہے لیکن اسے خوف بھی محسوس ہو رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ شخص کسی پریشانی، یا آزمائش میں مبتلا ہوگا لیکن اگر سوار ہونے والا خوف محسوس نہیں کرتا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اسے دشمن پر غلبہ حاصل ہوگا۔ اگر کسی نے خواب میں یہ دیکھا وہ شیر کے ساتھ بغیر کسی خوف کے لیٹا ہوا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ دشمن سے محفوظ رہے گا۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ شیر کا سر کھا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ کسی ملک کا بادشاہ بنایا جائے گا۔ اگر کسی نے دیکھا کہ وہ شیر کو چرا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ ظالم حاکم کے ساتھ بھائی چارگی کا معاملہ کرے گا۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ شیر کے بچے کو اپنی گود میں لئے ہوئے ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کے ہاں بچے کی ولادت ہوگی بشرطیکہ اس کی بیوی حاملہ ہو لیکن اگر حاملہ نہ ہو تو پھر اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ کسی امیر بچے کی پرورش کرے گا۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ شیر اسے دیکھ کر چنگھاڑتا ہے تو اس کی تعبیر ہوگی کہ دیکھنے والا کسی مرض میں مبتلا ہو جائے گا اور اگر دیکھا کہ شیر نے اسے قتل کر دیا ہے تو اگر وہ غلام تھا تو آزاد ہو جائے گا ورنہ دیکھنے والے کو کسی حاکم سے ڈر یا خوف ہوگا۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ شیر چنگھاڑ رہا ہے تو اس کو کسی حکمران سے ڈانٹ کا خدشہ رہے گا۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ شیر اس کی خوشامد کر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس سے عجیب و غریب امور سرزد ہوں گے بلکہ بعض اوقات اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ دشمن پر غلبہ حاصل ہوگا۔ واللہ اعلم۔

اختتامیہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ "اگر لوگ یہ بات جان لیں کہ علم کلام میں باطل خواہشات کے علاوہ کچھ نہیں تو لوگ علم کلام سے اس طرح بھاگیں جس طرح شیر سے بھاگتے ہیں"

"احیاء العلوم" میں امام غزالیؒ لکھتے ہیں کہ اگر آپ کے نزدیک علم جدال اور علم کلام حاصل کرنا درست نہیں ہے جیسا کہ آپ علم نجوم کے بارے میں کہتے ہیں تو دراصل علم کلام جائز ہے یا مستحب۔ لیکن اس کے علاوہ بعض علماء نے علم کلام کے بارے میں اعتدال سے ہٹ کر کام لیا ہے اور اس کے سیکھنے یا نہ سیکھنے کے متعلق اہل علم کا اختلاف ذکر کیا ہے۔ پس جان لے کہ اہل علم میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے علم کلام[1] کا درس اور تدریس بدعت یا حرام قرار دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی بندہ اپنے رب سے اس حال میں ملاقات کرے کہ اس نے سوائے شرک کے تمام گناہوں کا ارتکاب کیا ہو تو یہ اس کے لئے زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے وہ اپنے رب سے اس حال میں ملاقات کرے کہ وہ علم کلام کا جاننے والا ہو۔ بعض اہل علم کے نزدیک علم کلام کا سیکھنا واجب ہی نہیں بلکہ فرض ہے۔ فرض کفایہ یا فرض عین کیونکہ علم کلام کا سیکھنا اور سکھانا افضل الاعمال اور اعمال صالحہ میں ہے بلکہ عبادت کی اعلیٰ قسم ہے۔ چونکہ علم کلام سے توحید کے علوم میں مضبوطی ہوتی ہے اور علم کلام سے دین وملت کے خلاف تمام طاقتوں کا دفاع کرنا ہوتا ہے۔

امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ، سفیانؒ اور تمام محدثین کے نزدیک علم کلام کا سیکھنا حرام ہے۔

ابن عبدالاعلی کہتے ہیں کہ میں نے ایک بار امام شافعیؒ سے سنا جبکہ وہ ایک متکلم حفص الفرد سے مناظرہ کر رہے تھے۔ فرمانے لگے کہ بندے کیلئے یہ بہتر ہے کہ وہ اپنے رب سے اس حالت میں ملاقات کرے کہ وہ سوائے شرک کے تمام گناہ کا مرتکب ہو بہ نسبت اس کے کہ وہ علم کلام کا علم رکھتا ہو۔ امام شافعیؒ نے یہ بھی فرمایا کہ مجھے محدثین کے ایسے قول کی خبر ملی ہے کہ (اگر مجھے معلوم نہ ہوا ہوتا) تو میں گمان نہ کرسکتا تھا کہ وہ ایسی بات کہیں گے کہ یہ بہتر ہے کہ بندہ اللہ کی تمام ممنوع چیزوں کا ارتکاب کرے لیکن شرک جیسا گناہ سرزد نہیں ہوا تو بھی کوئی حرج نہیں بہ نسبت اس کے کہ وہ علم کلام پڑھتا ہو۔

کرابیسیؒ سے منقول ہے کہ امام شافعیؒ سے علم کلام کے متعلق سوال کیا گیا تو امام شافعیؒ نے ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ علم کلام کے بارے میں حفص الفرد اور ان کے ساتھیوں نے سوال کیا تو اللہ نے انہیں ذلیل کر دیا۔ یہ بھی منقول ہے کہ جب امام شافعیؒ بیمار ہو گئے تو ان کی

---

(۱) علم کلام اس امر میں اختلاف ہے کہ علم کلام کا نام کلام کیوں رکھا گیا۔ مورخ ابن خلکان نے محمد ابوالحسین معتزلی کے تذکرہ میں سمعانی سے نقل کیا ہے کہ "چونکہ سب سے پہلا اختلاف جو عقائد کے متعلق پیدا ہوا وہ کلام الٰہی کی نسبت پیدا ہوا۔ اس مناسبت سے علم عقائد کا نام کلام پڑ گیا" لیکن یہ صحیح نہیں، نہ پہلا اختلاف کلام الٰہی کی نسبت پیدا ہوا، نہ بنو امیہ کے زمانہ تک اس فن کو کلام کہتے تھے۔ علامہ شہرستانی نے "الملل والنحل" میں لکھا ہے "کہ اس کی وجہ یا تو یہ تھی کہ مسائل عقائد میں جس مسئلہ پر بڑے معرکے رہے وہ کلام الٰہی کا مسئلہ تھا یا اس وجہ سے کہ چونکہ یہ علم فلسفہ کے مقابلہ میں ایجاد ہوا تھا، اس لئے فلسفہ ایک شاخ (یعنی منطق) کا جو نام تھا وہی اس فن کا بھی نام رکھا گیا کیونکہ منطق اور کلام مرادف اور ہم معنی الفاظ ہیں" یہی وجہ تسمیہ ہے۔
علم کلام کا بانی سب سے پہلے ابوالہذیل علاف نے اس فن میں کتاب لکھی۔ ابوالہذیل کا پورا نام محمد بن الہذیل بن عبداللہ بن مکحول ہے۔ ۱۳۱ھ میں پیدا ہوا۔ ۲۳۵ھ میں وفات پائی۔ ابوالہذیل نے علم کلام میں چھوٹی بڑی ساٹھ کتابیں لکھیں جن میں نہایت دقیق مسائل پر بحثیں کی ہیں۔ یہ کتابیں مدتوں سے ناپید ہیں لیکن مجوسیوں اور ملحدوں سے اس نے جو مناظرات کئے اور ان میں جو تقریریں کیں، وہ جستہ جستہ ابن خلکان اور شرح ملل ونحل میں مذکور ہیں۔ اخیر زمانہ میں جب امام غزالیؒ اور رازی نے اس کو اپنی آغوش تربیت میں لیا۔ تب جا کر مقبول عام ہوا۔ بہر حال مہدی کے زمانہ میں علم کلام پیدا ہوا۔
(علم الکلام اور کلام از علامہ شبلی نعمانی" صفحہ ۳۵-۳۸)

خدمت میں حفص الفرد آئے اور امام شافعیؒ سے سوال کیا کہ میں کون ہوں؟ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ تم حفص الفرد ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت نہ کرے اور نہ تم اس کی حفاظت میں رہو جب تک تم ان چیزوں سے توبہ نہ کرلو جن میں تم لگے رہتے ہو۔ امام شافعیؒ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر تم کسی سے سنو کہ وہ اس موضوع (علم کلام) پر گفتگو کررہا ہے کہ اسم مسمیٰ کا عین ہوتا ہے یا غیر تو گواہ رہنا کہ وہ اہل کلام میں سے ہے اور ان کا کوئی دین ومذہب نہیں۔ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ میں (اہل کلام) کے بارے میں فتوٰی دیتا ہوں کہ انہیں کھجور کی چھڑی سے پیٹا جائے اور ان کو بازار میں گھمایا جائے اور یہ بھی کہنا ضروری ہے کہ یہ ان افراد کی سزا ہے جنہوں نے کتاب وسنت کو ترک کرکے علم کلام کو اپنا مشغلہ بنایا ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ علم کلام کا عالم کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا اور علم کلام کا مشغلہ رکھنے والے کے دل میں نفاق، شکوک وشبہات، زیغ وضلال جیسا کوئی نہ کوئی باطنی مرض ضرور ہوگا۔ امام احمدؒ نے فرمایا کہ الحراث المحاسی اپنے زہد وتقویٰ کے باوجود اہل بدعت کے رد میں ایک کتاب تصنیف فرمارہے تھے لیکن بعد میں یہ ارادہ ترک کردیا۔ امام احمدؒ نے ان سے فرمایا کہ مجھے آپ پر افسوس ہے کہ آپ اہل بدعت کے رد میں کتاب تصنیف کریں گے تو کیا آپ سب سے پہلے بدعات کو نقل نہیں کریں گے اس کے بعد اس پر رد کریں گے تو گویا یہ اس طرح ہوجائے گا کہ آپ ان کو بدعات پڑھنے پڑھانے کے محرک ہوئے۔

امام احمد بن حنبلؒ نے اسی مجلس میں علم کلام کی مذمت میں طویل گفتگو فرمائی۔ امام مالکؒ نے فرمایا کہ اہل باطل، نفس پرست اور مبتدعین کی گواہی قابل قبول نہیں ہے۔ امام مالکؒ کے اصحاب نے ان کے اس قول کی تاویل کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ اہل باطل سے مراد علماء کلام ہیں چاہے ان کا تعلق کسی بھی مسلک سے ہو۔

امام ابویوسفؒ نے فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے علم کلام کے ذریعے علم حاصل کیا وہ زندیق ہیں (زندیق وہ ہے جس کی توبہ قبول نہیں ہوتی) سلف صالحین میں سے بعض محدثین نے امام ابویوسفؒ کی اس بات سے اتفاق کیا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ علم کلام کے سیکھنے کے متعلق اہل علم سے بہت سی وعیدیں منقول ہیں لیکن جن لوگوں نے تشدد آمیز کلمات استعمال کئے ہیں ان کا تو شمار ہی نہیں کیا جاسکتا۔

دیگر اصحاب کا مؤقف دوسرے خیال والے جنہوں نے علم کلام کو واجب یا فرض کفایہ قرار دیا ہے کا استدلال یہ ہے کہ علم کلام کا صرف وہ حصہ ممنوع ہے جس میں اشیاء کے جوہر یا عرض ہونے سے گفتگو کی گئی ہے اس لئے کہ یہ ایسی اصطلاحات ہیں جن کا وجود صحابہ کرامؓ کے دور میں نہیں تھا۔ اس عجیب وغریب بحث کی تفصیل حلق میں اتارنے کیلئے اس طرح کی جاتی ہے کہ دیکھئے کوئی بھی علم ہو اس میں ذہن کو تیز اور حاضر کرنے کیلئے کچھ اصطلاحات ایجاد کی جاتی ہیں جیسے کہ حدیث، شریعت اور تفسیر سے متعلق اصطلاحات یا فقہ سے متعلق بعض ایسی اصطلاحات وضع کرتے ہیں جن کا وقوع نادر حالات میں ہوتا ہے۔ اس لئے ہمیں استدلال کیلئے ایسے طریقے ترتیب دینے پڑیں گے جس سے کسی بدعتی میں جوش اور استدلال پیدا کرسکیں، یا اسے الزامی یا تحقیقی جواب دے کر شبہات میں الجھا دیں، یا محض اپنے ذہنوں کو تیز کردیں، یا اس کے ذریعے اپنے آپ کو دلائل سے مسلح کرلیں تاکہ وہ وقت پڑنے پر کام آسکیں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے جنگ کرنے کیلئے ہتھیار اور اسلحہ کو جنگ کیلئے جمع کرلیا ہو۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ علم کلام کے حصول کے سلسلے میں آپ کے نزدیک راجح اور مختار قول کون سا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ علم کلام میں مطلقاً مذمت یا مدح کے جواز کا قائل ہونا سراسر غلطی ہے بلکہ اس میں تفصیل ہے۔

تفصیل (۱) جان لے کہ بعض چیزیں ایسی ہیں جن میں حرمت خود موجود ہوتی ہے جیسے شراب اور مردار کہ اس میں حرمت کا وصف

(یعنی نشہ اور لذت) خود اسی میں موجود ہے لیکن اس کے باوجود لوگ ہم سے اس چیز کے متعلق فتویٰ لیں تو ہم اسے حرام قرار دیں گے اور اس کے دوسرے پہلو کی طرف توجہ نہیں دیں گے کہ مردار حالت اضطرار میں مباح ہو جاتا ہے' یا مثلاً کسی وقت انسان کھانا کھا رہا ہو اور کھانے کے دوران اس کے حلق میں کھانا اٹک گیا اور نگلنے کیلئے سوائے شراب کے اور کوئی چیز موجود نہیں تو شراب کا پینا اس وقت ضروری ہے کہ جان بچے اور عبادت ہو۔

(۲) کئی اشیاء ایسی ہیں جن میں فی نفسہ حرمت نہیں ہوتی بلکہ کسی خارجی وصف کی وجہ سے ہوتی ہے جیسے مسلمان نے کسی چیز کو خرید لیا ہو اور اس نے مدت خیار بھی رکھی تو اس مدت خیار میں اس چیز کے بارے میں خرید و فروخت حرام ہے۔ دوسری مثال یہ ہے کہ جمعہ کی اذان کے وقت بیع کرنا۔ تیسری مثال مٹی کھانا وغیرہ۔ اس لئے کہ مٹی کھانے میں بہت سے نقصانات ہیں پھر مٹی کھانے کے متعلق بہت سی صورتیں ہیں کہ کم مٹی نقصان دہ ہے یا زیادہ۔ اس لئے کہ مطلق یہ کہیں گے کہ مٹی کھانا حرام ہے جیسے سنکھیا وغیرہ زیادہ کھانا ہلاکت کا باعث ہے لیکن کم کھانا فائدہ مند ہے۔ یا شہد کی مثل کہ شہد کا زیادہ کھانا گرام مزاج آدمی کیلئے نقصان دہ ہے اور یہ بالکل مٹی کی طرح ہے اس لئے کہ مٹی کا زیادہ کھانا نقصان دہ ہے لہٰذا شراب پر حرمت کا مطلق حکم اور شہد کے حلال ہونے کا مطلق حکم ان کے غالب احوال پر نظر کرتے ہوئے ہے کیونکہ کسی شے کے حکم لگانے کیلئے اس کے غالب احوال کا خیال کیا جاتا ہے۔

اس تفصیل سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سب سے افضل و اعلیٰ یہ ہے کہ علم کلام میں تفصیل کریں اور یہ کہیں کہ علم کلام میں نفع و ضرر دونوں ہیں۔ اس لئے علم کلام کے فوائد کے پیش نظر استفادہ کے وقت اسے بوقت ضرورت حلال یا مندوب واجب قرار دیا جائے گا۔ اگر علم کلام سے نقصان کا خطرہ ہو تو پھر وہ حرام ہوگا۔ علم کلام کا نقصان یہ ہے کہ زیادہ ذہین یا غبی لوگ اس کو پڑھ کر گمراہ ہو جاتے ہیں۔ عقائد میں تذبذب پیدا ہو کر ایمان میں کمزوری آ جاتی ہے۔ یہ حالات آدمی کو آغاز میں پیش آتے ہیں جبکہ استدلال کمزور ہوں' یا اس میں لوگ مختلف فیہ ہوں تو اس طرح عقائد میں نقص واقع ہوتا ہے۔ علم کلام سے یہ بھی خسارہ ہوتا ہے کہ کبھی کبھی بدمذہب اپنے غلط دعوؤں میں ایسا استحکام پیدا کر لیتے ہیں جس کی بنا پر وہ بحث کرتے ہیں اس طرح ان کے نظریات میں پختگی پیدا ہو جاتی ہے لیکن یہ نقصان محض ضد اور عناد کی بناء پر بحث کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔

علم الکلام کا فائدہ علم الکلام کا فائدہ یہ ہے کہ اس میں حقائق کا تفصیل کے ساتھ بیان ہوتا ہے اور جن پر حقائق کی بنیاد ہوتی ہے ان کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے۔ علم الکلام سے عوام کے مذہب کی حفاظت' بدمذہبوں کے اعتراضات اور انہیں ہر باطل راہ سے بچانا مطلوب ہوتا ہے اس لئے کہ عوام الناس فکری اعتبار سے مسلح نہیں ہوتے جس کی بنا پر گمراہ لوگوں کی آراء سے اپنے ایمان کو پُرخطر بنا لیتے ہیں۔ عوام صلحائے متقدمین کے طریقہ کار کے پیروکار ہوتے ہیں اس لئے اہل علم کا یہ فرض ہے کہ وہ عوام کے عقائد کو بدمذہب لوگوں کی چالوں اور ان کے طریقوں سے محفوظ رکھیں جس طرح کہ اموال اور دیگر حقوق کی حفاظت کرنا ان کی ذمہ داری ہے۔ اسی طرح قضاء اور ولایت کے مسائل ہیں جب تک اہل علم ان مسائل کی درس و تدریس اور اس کی نشر و اشاعت کیلئے تیار نہیں ہوں گے اس وقت تک یہ علوم باقی نہیں رہ سکتے اور اگر ان کو چھوڑ دیا جائے تو یہ علوم ختم ہو جائیں گے لیکن صرف علم کلام کی مطالعات اور اسے کتابی شکل

میں پیش کرنا مبتدعین کے شکوک وشبہات کوختم کرنے کیلئے کافی نہیں ہوگا جب تک کہ اس کو درس وتدریس کے ذریعے سے ذہنوں میں نہ بٹھایا جائے۔اس لئے علم کلام کی درس وتدریس ضروری ہے۔لیکن تدریس عوام کا کام نہیں ہے جیسے کہ فقہ اور تفسیر وغیرہ کا پڑھانا عوام کا فریضہ نہیں بلکہ یہ علماء کا کام ہے۔چونکہ علم کلام کی مثال دوا کی سی ہے اور علم فقہ مثل غذا کے ہے اور ظاہر ہے غذا کے نقصان سے حفاظت مشکل ہے بخلاف دوا کے کہ اس سے محتاط رہا جا سکتا ہے۔

ایک اعتراض اوراس کا جواب اگر کوئی یہ کہے کہ علماء نے توحید کی تعریف یہ کی ہے کہ توحید علم کلام' بحث ومباحثہ کے اصول اور قوانین پہچاننے اور مقابل کے اعتراضات کو اپنے دائرہ عمل کے اندر لانے کو کہتے ہیں' یہی لوگ کبھی توحید کا اطلاق شکوک وشبہات پیدا کرنے کی قوت وصلاحیت اور الزامی جوابات دینے کی استعداد پر بھی کر لیتے ہیں یہاں تک کہ ان کے بعض افراد نے اپنے آپ کو اہل توحید اور اہل عدل گردانا۔اس کا جواب یہ ہے کہ توحید کی صحیح تعریف متکلمین کا ایک گروہ سمجھنے سے عاجز رہا لیکن اگر ان کی سمجھ میں کچھ آیا بھی ہے تو وہ صحیح طور پر توحید کی تعریف کرنے پر قدرت نہیں رکھتے۔

توحید کی صحیح تعریف جان لو کہ توحید کی تعریف یہ ہے کہ دنیا میں پیش آنیوالے امور' یا کوئی بھی واقعہ جو رونما ہوتا ہے چاہے اس کا تعلق خیر سے ہو' یا شر سے ان سب کا واقع ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اسی کے امر سے ہوتا ہے۔یہ عقیدہ اس طور پر رکھنا جس سے کچھ توجہ اسباب کی طرف بھی منتقل ہو جائے' یہ سب سے عمدہ توحید کی تعریف ہے۔

توحید ایسا نفیس جوہر ہے جس پر دو قسم کے غلاف چڑھے ہوئے ہیں' ان میں سے ایک غلاف اصلی جوہر سے قریب ہے اور ایک دور ہے۔

توحید کا پہلا درجہ یہ ہے کہ آپ زبان سے ''لا الہ الا اللہ'' کا اقرار کرلیں' یہ ایسی توحید کا اقرار ہے جس سے نصاریٰ کے عقیدہ تثلیث کا ابطال ہو جاتا ہے لیکن ایسی توحید کا اقرار کبھی منافق بھی کر لیتا ہے جس کا باطن اس کے ظاہر کی حفاظت کرتا ہے۔

توحید کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ ''لا الہ الا اللہ'' کا اقرار کرنے کے بعد پھر دل میں کسی قسم کا چور' یا کوئی رد وکد موجود نہیں ہوتی بلکہ باطن کے ساتھ ساتھ ظاہر میں بھی اس عقیدہ کی طہارت موجود ہوتی ہے۔یہ توحید عوام الناس سے متعلق ہے چنانچہ متکلمین علماء کا یہ فرض ہے کہ وہ اس توحید کے بارے میں عوام کی حفاظت اور نگرانی کرتے رہیں اور مخالفین ومبتدعین کے شبہات کو ان سے دور کر کے ان کو اطمینان قلب کی منزل تک پہنچاتے رہیں۔چنانچہ علماء کرام اور فقہاء عظام نے توحید کے جوہر کو دو غلاف سے ڈھانک دیا ہے اور ان دو حالتوں سے تمام لوگوں کو مربوط کر دیا ہے لیکن لوگوں کا حال یہ ہو گیا ہے کہ انہوں نے توحید کے ان دونوں غلافوں کو اس طرح چھوڑ دیا گویا اس سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔اب اس بات کا جواب کہ توحید کا مغز کیا ہے' توحید کا مغز یہ ہے کہ پیش آنے والے تمام احوال کو آپ یہ سمجھیں کہ یہ سب اللہ رب العالمین کی جانب سے ہیں اسی کے ساتھ ایک طرح کی توجہ اسباب وعلل کی طرف بھی ہو۔ پھر آپ اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرنے لگیں گویا کہ آپ خالق حقیقی کو واقعی معبود حقیقی اور اسے ہی عبادت کیلئے خاص سمجھ رہے ہیں اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔

اس تفصیل وتوضیح کے بعد مذکورہ تعریف سے عقائد باطلہ اور نفس کی پیروی ازخود خارج ہو جاتی ہے۔ اب ہم یہ سمجھیں گے کہ اگر کوئی شخص اپنے نفس اور خواہشات کی پیروی کرے گا تو گویا اس نے اپنے نفس کو اپنا رب بنا لیا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوَاهُ**.

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے اس شخص کی ہلاکت بھی دیکھی جس نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنا لیا ہے۔ (القرآن)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زمین میں بندے کا ناپسندیدہ معبود اللہ کے نزدیک اس کا نفس ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جو شخص غور وفکر کرے گا وہ اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ بتوں کی پوجا کرنے والے دراصل ان کی پوجا نہیں کرتے بلکہ اپنی خواہشات کا اتباع کرتے ہیں' اس کی بنا صرف اور صرف یہ ہے کہ ان کے آباؤ اجداد جس دین کے پیروکار تھے اور جس ماحول میں انہوں نے زندگی گزاری اس کے اثرات سے ان کی نسلیں بھی نہیں بچ پاتیں بلکہ ان کی اولاد بھی اسی رنگ میں رنگی جاتی ہے تو وہ اپنی خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں۔ یہی "ھوٰی" کی تفسیر ہے۔ چنانچہ اس تفصیل وتشریح سے مخلوقات پر تشدد سختی برتنا اور ان کی طرف توجہات کرنا توحید سے خارج ہو جائے گا۔

چنانچہ جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے' یا ہوگا وہ سب اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہوتا ہے تو وہ کیسے کسی غیر پر سختی کر سکتا ہے' پس توحید تو برتر و اعلیٰ مقام کا نام ہے اور توحید میں صدیقین کا یہی مقام ہوتا ہے۔ اب آپ غور فرمائیں کہ آپ کے دل ودماغ کو کس چیز سے موڑا گیا ہے اور توحید کے کس غلاف پر قناعت اختیار کرنا چاہیے تو حقیقت میں موحد وہ ہے' جس کا عقیدہ یہ ہو کہ اللہ ایک ہے اور اس کی تمام تر توجہات کا مرکز وہی ذات ہو' اس کے علاوہ اپنے دل کو اس یقین اور اعتماد پر جما دے۔ اھ

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی کتاب "الجوھر الفرید فی علم التوحید" کے آٹھویں باب میں تفصیل کے ساتھ اس پر تسلی بخش بحث کی ہے' جس سے ہر قسم کے وساوس وشبہات کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ مزید میں نے اپنی کتاب میں اقوال صحابہؓ اور اکابر علماء کے اقوال بھی نقل کیے ہیں۔ (پس اس کتاب کی طرف رجوع کرو)

علم نجوم جان لو کہ علم نجوم[1] کا سیکھنا اور اسے حاصل کرنا انتہائی ناپسندیدہ سمجھا گیا ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تقدیر کا ذکر ہو تو خاموشی اختیار کرو' جب ستاروں کا ذکر ہونے لگے تو خاموش رہو اور جب میرے صحابہ کرامؓ پر گفتگو ہونے لگے تو بھی خاموشی اختیار کرو" دوسری روایت میں ہے کہ:

(۱) علم نجوم (ASTOROLOGY) ایک ایسا علم ہے جو سورج' چاند اور زمین پر نظام شمسی کے اثرات کے متعلق گہرا مطالعہ کرتا ہے۔ زمین پر بسنے والوں کو ان کے ماضی' حال اور مستقبل کے بارے میں پیشین گوئیوں کی صورت میں آگاہ کرتا ہے۔ نجومیوں کا یہ دعویٰ کرنا کہ آنے والے فلاں دن' یا فلاں مہینے میں یہ حادثہ رونما ہوگا' یا فلاں چیز مہنگی ہو جائے گی' فلاں سستی ہو جائے گی' یا آج کا دن کیسا رہے گا اور آپ کا یہ ہفتہ کیسا گزرے گا وغیرہ' علم نجوم ہے اور یہی وہ علم ہے جس کی قرآن وسنت میں ممانعت ہے کیونکہ نجومیوں کا یہ کہنا حقیقت میں علم غیب کا دعویٰ ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے مخصوص ہے۔ (الخطابی فی صحیح بخاری)

خطیب بغدادیؒ "کتاب النجوم" میں حضرت قتادہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ستاروں میں صرف تین فائدے رکھے ہیں۔ (۱) آسمان کی زینت (۲) مسافروں کیلئے نشان راہ (۳) شیاطین کیلئے منہوں کا کام۔ جو شخص ان کے علاوہ کچھ اور سمجھے تو اس نے اپنی رائے سے کام لیا' خطا کھائی اور

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنے بعد امت کے لئے تین باتوں کا خوف محسوس کر رہا ہوں' اماموں کے ظلم و زیادتی سے' ستاروں پر ایمان اور تقدیر کے انکار سے''

اپنے دین کو ضائع کر بیٹھا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ''اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ بِزِیْنَۃِ نِ الْکَوَاکِبِ وَ حِفْظًا مِنْ کُلِّ شَیْطٰنٍ مَّا رِدٍ لَا یَسَّمَّعُوْنَ اِلَی الْمَلَاِ الْاَعْلٰی وَیُقْذَفُوْنَ مِنْ کُلِّ جَانِبٍ دُحُوْرًا وَّلَھُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَۃَ فَاَتْبَعَہٗ شِھَابٌ ثَاقِبٌ'' بے شک ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں کی زینت سے بارونق بنا دیا اور ہر شیطان سرکش سے اس کی حفاظت کی کہ اوپر کی مجلس کی طرف ٹوہ نہ لگا سکیں اور ہر طرف سے ان پر انگارے پھینکے جاتے ہیں۔ ہاں جو کوئی فرشتوں کی کسی بات کو جھپٹ لینا چاہتا ہے تو جلتا ہوا انگارہ اس کے پیچھے لگتا ہے۔ (القرآن)

اہل عرب ستاروں کو بارش برسنے کا باعث سمجھتے تھے چنانچہ حضرت زید بن خالدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام حدیبیہ میں ہمیں صبح کی نماز ایک ایسی رات میں پڑھائی جس میں بارش ہوئی تھی۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے آج صبح میرے بہت سے بندے مومن ہو گئے اور بہت سے کافر۔ پس جس نے یہ کہا کہ یہ بارش اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہوئی ہے وہ مجھ پر ایمان لایا' ستاروں کے اثر کا انکاری ہوا اور جس نے یہ کہا کہ بارش فلاں ستارے کی وجہ سے ہوئی ہے اس نے مجھ سے کفر کیا اور ستاروں پر ایمان لایا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی بھی ستارے میں کسی قسم کا کوئی سبب بارش برسانے کا نہیں رکھا۔ یہ تو اس کا خاص فضل اور احسان ہے کہ جب چاہتا ہے بارش برساتا ہے اور جب چاہتا ہے اسے روک لیتا ہے لیکن جب کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ ہمیں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ملی تو کہنے والے کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ بارش برسنے میں ستاروں کا بہت بڑا دخل اور اثر ہے پس یہ عقیدہ کفر و شرک ہے۔ (الحدیث)

گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس حدیث میں ایسی بات کہنے سے اس لئے منع کیا تا کہ کم فہم لوگ عربوں کے اس کفریہ عقیدے کے جال میں نہ پھنس جائیں کیونکہ بارش کا برسنا صرف اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے اور اس میں ستاروں کی تاثیر کو بالکل کوئی دخل نہیں۔ یہ تو عرب کے مشرک تھے جو ستاروں میں تاثیر کے قائل تھے آج بھی اگر کسی بزرگ کے عرس کے موقع پر اتفاق سے تیز ہوا چلنے لگتی ہے' یا آندھی آ جاتی ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ شاہ امیر دیے جلا رہا ہے اور شاہ غریب دیے بجھا رہا ہے۔

حضرت ابوسعیدؓ سے مروی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر پانچ برس تک بارش کو بند رکھے' پھر بارش برسائے اور لوگ یہ کہیں کہ چاند کے مدار کے سبب ہم پر بارش ہوئی ہے تو لوگوں کی یہ جماعت اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والی ہے۔ (نسائی)

جغرافیہ دانوں اور سائنسدانوں نے زمین کی جو کروی شکل بنائی ہے وہ بھی خربوزے کی مانند ہے جس پر متعدد لکیریں کھینچی گئی ہیں جنہیں خطوط عرض بلد وغیرہ کہتے ہیں اور ان حصوں پر سورج کی آڑی اور سیدھی شعاعیں پڑنے سے موسم گرما اور سرما نمودار ہوتا ہے۔ ان حضرات کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں ایک نظام شمسی رکھا ہے جس میں کل نو بڑے سیارے (PLANETS) شامل ہیں جو اپنے مقررہ راستوں' یا مدار (OSBITS) میں سورج کے گرد چکر لگاتے رہتے ہیں۔ بڑے بڑے سیارے نو ہیں ان کے نام یہ ہیں۔

(۱) عطارد (Mercury) (۲) زہرہ (Venus) (۳) زمین (Earth) (۴) مریخ (Mars) (۵) مشتری (Jupiter) (۶) زحل (Saturn) (۷) یورینس (Uranus) (۸) نیپچون (Neptune) (۹) پلوٹو (Pluto)

یہ تمام سیارے سورج کے گرد خاص راستوں پر گردش کرتے ہیں' یہ راستے ان کے مدار کہلاتے ہیں' تمام سیارے اپنے اپنے مداروں میں سورج کے گرد ایک ہی رخ پر گھومتے ہیں۔

ستاروں اور سیاروں کے متعلق مغربی تصورات: حیرت کی بات ہے کہ اس جاہلیت کے ڈانڈے ترقی یافتہ اور سائنسی و تکنیکی علوم پر یقین رکھنے کے دعویدار معاشروں سے بھی جا ملتے ہیں۔ چنانچہ ہفتہ بھر کے دنوں کے انگریزی ناموں کی تحقیق کریں تو ان کو بھی ستاروں اور سیاروں سے منسوب کیا گیا ہے۔ مثلاً

(۱) Sunday (سورج کا دن) (۲) Monday (چاند کا دن) کیونکہ اصلاً یہ لفظ Moon-Day سے بنایا گیا ہے۔

(۳) Tuesday (مریخ کا دن) کیونکہ اصلاً یہ لفظ (Tues) فرانسیسی زبان کے لفظ (Mars) کا ترجمہ ہے اور فرانسیسی زبان میں مریخ سیارہ کو (Mars) کہتے ہیں۔ (۴) Wednesday (عطارد کا دن) کیونکہ Wednes کا لفظ فرانسیسی لفظ Mercury کا ترجمہ ہے اور فرانسیسی زبان میں Mercury سیارہ مریخ کو کہتے ہیں۔

(۵) Thursday (مغربی لغت میں Thurs) سیارہ مشتری کو کہتے ہیں پس اس کا ترجمہ مشتری کا دن ہے۔

حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا۔

علم نجوم سے ممانعت تین وجھوں سے کی گئی ہے۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اس سے لوگوں کے عقائد متاثر ہوتے ہیں چنانچہ جب لوگوں کو معلوم ہوتا ہے کہ ستاروں کی چال کے بعد فلاں فلاں حادثات رونما ہوں گے تو ان کے دلوں میں یہ بات راسخ ہو جاتی ہے کہ ستارے ہی موثر حقیقی و معبود ہیں اور یہی دنیا کے منتظم ہیں۔ اس لئے کہ یہ لطیف جواہر آسمان کی بلندیوں پر واقع ہیں جس کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں ان کی (ستاروں کی) عظمت جم جاتی ہے۔ لوگوں کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ خیر اور شر کا وقوع ستاروں سے ہی ہوتا ہے۔ ان عقادات کی وجہ سے دل اللہ کی یاد سے خالی ہو جاتے ہیں' کمزور اور ضعیف الاعتقاد لوگوں کی نظر وسائل سے آگے نہیں بڑھتی اس کے برخلاف ماہر اور پختہ عالم ان تمام حقائق سے باخبر ہوتا ہے۔

علم نجوم سے مخالفت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ نجوم کے احکام یا حوادثات سے متعلق اس کی پیشین گوئیاں محض تخمینے اور اندازے پر مبنی ہیں۔ ہر کسی کے حق میں ان کا علم نہ واقعی ہوتا ہے اور نہ ظنی اس لئے ظاہر ہے کہ علم نجوم کے ذریعے کوئی حکم لگانا جہل پر حکم لگانے کی طرح ہے۔ اس لئے علم نجوم کی مخالفت اس کے جہل ہونے کی بنا پر کی جاتی ہے' نہ کہ اس بنا پر کہ وہ علم ہے۔ حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق جو مشہور ہے کہ انہیں علم نجوم دیا گیا تھا وہ تو معجزہ تھا۔ اب یہ علم ختم ہو چکا لیکن ہم دیکھتے ہیں کبھی نجومی کی دی ہوئی خبر سچی بھی ہو جاتی ہے' درحقیقت یہ ایک اتفاقی بات کے سوا کچھ نہیں۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ نجومی مسبب کے کسی ایک سبب سے واقف ہو جاتا ہے' اس کی دیگر شرائط اس سے اوجھل ہو جاتی ہیں اور مسبب کا وقوع اپنی شرائط پر موقوف رہتا ہے جن کی معلومات کا دائرہ انسان کے بس میں نہیں رہتا۔ اگر اتفاقاً اللہ تعالیٰ باقی شرائط کو واضح کر دے تو نجومی کا دعویٰ پورا ہو جاتا ہے اور اگر وہ شرائط پوری نہ ہوں تو دعویٰ غلط ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شخص پہاڑوں کے اوپر سے گھٹا ٹوپ بادل دیکھ کر محض اندازے سے یہ کہہ دے کہ آج بارش ہوگی حالانکہ آسمان کے ابر آلود ہونے کی بنا پر یہ امکان رہتا ہے کہ بارش ہو جائے اور یہ امکان بھی ہے کہ بارش کے بجائے دھوپ نکل آئے تو اس سے یہ بات واضح ہوگی کہ محض بادلوں کا ہونا بارش کے لئے کافی نہیں بلکہ بارش کے دیگر اسباب بھی ہو سکتے ہیں۔

---

(۶) Friday (زہرہ کا دن) (۷) Saturday (زحل کا دن) کیونکہ سیارہ زحل کو انگریزی زبان میں Saturn کہتے ہیں۔
ثابت ہوا کہ مغربی ممالک میں بھی ''کواکب پرستی'' کا رواج رہا ہے اسی لئے ایام کو ''کواکب'' سے منسوب کیا گیا ہے۔ غالباً انہی نظریات' یا آثار کے پیش نظر جمعرات کو پیروں' فقیروں کا دن گردانا گیا ہے اور سوموار کو ''پیر'' وار کہا جانے لگا ہے۔ علامہ اقبالؒ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ:

ستارہ کیا میری تقدیر کی خبر دے گا ... کہ خود ہے وسعت افلاک میں وہ خوار و زبوں

ایک دوسرے شاعر نے بھی کیا خوب کہا ہے کہ:

چاند ستاروں سے کیا پوچھوں' کب دن میرے پھرتے ہیں۔ یہ تو بیچارے خود ہیں بھکاری مارے مارے پھرتے ہیں۔
مدبر کائنات چنانچہ عقل مند لوگ جب سورج کی تمازت سے فصلیں پکتی اور چاند کی چاندنی سے پھلوں کو رسیلا بنتے دیکھتے ہیں تو کبھی بھی انہیں موثر کائنات اور انسانی تقدیر کا مالک نہیں سمجھتے بلکہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہواؤں کو چلانے' بادلوں سے بارش کو برسانے والا ایک ''اللہ تعالیٰ'' ہے اور وہی موثر و مدبر کائنات ہے۔ چنانچہ ثابت ہوا کہ علم نجوم ایک قیاسی علم اور توہماتی بات ہے جس کی بنیاد ظن و تخمین اور انکل پچو پر ہے۔ (جادو' جنات' اسلام اور جدید سائنس' صفحہ ۳۶۹۔۳۷۰)

اسی طرح اگر کوئی ملاح (کشتی چلانے والا) ہواؤں کا رخ دیکھ کر یہ دعویٰ کرے کہ کشتی بخیر و عافیت سے گزر جائے گی اگر چہ وہ ہواؤں کے رخ کو اچھی طرح پہچانتا ہو۔ تاہم ہواؤں کے اور اسباب بھی ہو سکتے ہیں جو اس کے علم میں نہ ہوں اس لئے کبھی تو ملاح کا دعویٰ واقعہ کے مطابق ہوتا ہے اور کبھی اس کا لگایا ہوا تخمینہ غلط ثابت ہوتا ہے۔

علم نجوم کی مخالفت کی تیسری وجہ یہ ہے کہ اس علم سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا اس لئے یہ غیر ضروری علم ہے اور جس علم کا فائدہ نہ ہو اس میں عمر کو ضائع کرنا کہاں کی عقلمندی ہے اس سے بڑھ کر اور کیا ضرر ہو سکتا ہے۔

جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایسے شخص کے پاس سے گزر ہوا جس کے اردگرد لوگ جمع تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کون ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بڑا علامہ (علم والا) ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کس چیز کا علم رکھتا ہے؟ صحابہ کرامؓ نے جواب دیا کہ اشعار اور انساب عرب کا علم رکھتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے پاس ایسا علم ہے جس میں کوئی نفع نہیں اور اس سے جہل نقصان کا باعث نہیں۔ (ابن عبدالبر)

دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علم تو صرف آیت محکمہ سنت جاریہ یا (مال موروثہ کی تقسیم) کا علم ہے۔
(ابوداؤد ابن ماجہ)

ان دونوں حدیثوں پر غور و فکر کرنے سے آدمی اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ علم نجوم اور اس جیسے دوسرے علم میں مشغول ہونا اپنے آپ کو خطرے میں ڈالنا ہے اور ایسے امور میں اوقات کا ضیاع ہے جن سے کوئی فائدہ نہیں اس لئے کہ جو کچھ تقدیر میں ہے وہ تو واقع ہو کر رہتا ہے۔

یہ بھی جان لو کہ علم نجوم کا علم طب سے اور علم تعبیر سے موازنہ نہ کیا جائے اس لئے کہ علم طب سے انسانی ضروریات وابستہ ہیں۔ دوسرے یہ کہ اطباء اور حکماء کو اکثر دلائل معلوم ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح تعبیر کا علم ہے یہ علم اگر چہ قیاسی ہے لیکن اسے احادیث میں نبوت کا چھیالیسواں حصہ قرار دیا گیا ہے نیز اس علم میں کسی قسم کا خطرہ اور عقیدے کے بگاڑ کا اندیشہ نہیں۔

علامہ دمیریؒ کہتے ہیں کہ اسی ضرورت کے پیش نظر ہم نے اپنی اس کتاب میں ان دونوں علوم (طب اور تعبیر) کو نقل کیا ہے کیونکہ ان علوم میں غلطیوں کا امکان کم ہے۔



''الابل'' (اونٹ)[1]

ابن سیدہ نے کہا ہے کہ لفظ جمال[2] اسم واحد ہے جس کا اطلاق جمع پر بھی کیا جاتا ہے حالانکہ نہ وہ جمع ہوتا ہے اور نہ ہی اسم جمع بلکہ وہ جنس پر دلالت کرتا ہے۔ جوہری نے کہا کہ اس لفظ ''جمال'' کی جمع نہیں آتی بلکہ یہ مونث ہے اس لئے کہ وہ اسم جمع جس کا واحد اس کے الفاظ سے نہ ہو اور وہ ذوی العقول کیلئے مستعمل ہو تو ان کے لئے (مونث ہونا) لازمی ہوتا ہے لیکن تصغیر بناتے وقت ھاء کا اضافہ کرتے ہیں۔ مثلاً ''اُبَیْلَۃٌ'' ''وَغُنَیْمَۃٌ'' وغیرہ۔ اکثر ''اِبِل'' ''اور'' اِبْل'' آتا ہے اس کی جمع ''آبال'' ہے لیکن جب یائے نسبت کا اضافہ کریں تو ''اِبْلِی'' '' یائے مفتوح استعمال ہوتی ہے۔

ابن ماجہ میں عروۃ البارقی سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اونٹ گھر والوں کیلئے باعث عزت اور بکریاں باعث برکت ہوتی ہیں اور گھوڑوں کی پیشانیوں میں (یعنی گھوڑوں میں) خیر و برکت قیامت تک کیلئے باندھ دی گئی ہے۔

ابن ماجہ میں وھب بن منبہ کی روایت ہے۔ آدم علیہ السلام اپنے مقتول بیٹے کیلئے اتنے اتنے برس تک اونٹ جمع کرتے رہے اور اس دوران حضرت حوا علیہا السلام سے ملاقات نہیں کی (یعنی ان سے انس و محبت نہیں کی بلکہ ان سے دور رہے)

اہل لغت نے لکھا ہے کہ عرب میں اونٹ کو ''نبات اللیل'' بھی کہا گیا ہے نیز مذکر و مونث کو جب وہ نو سالہ یا چار سالہ (جذعہ) ہو جائے تو ''بعیر'' کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع ''ابعرۃ'' بعران'' آتی ہیں۔ بوڑھی اونٹنی کو ''الشارف'' کہتے ہیں اس کی جمع شرف آتی ہے۔ دو کوہان اونٹ کو ''عوامل'' کہتے ہیں۔ اونٹ بھاری بھرکم اور فرماں بردار جانور ہوتا ہے لیکن روز بروز دیکھنے کی وجہ سے اس کا عجیب الخلقت ہونا عام نہیں رہا۔ (البتہ یورپ کے لوگوں کے لئے اب بھی ہے۔)

اونٹ کی خصوصیات اونٹ بڑے جسم والا جانور ہے اونٹ کی خصوصیت ہے کہ وہ بھاری بوجھ اٹھا کر بلا تکلیف پاؤں پر کھڑا ہو جاتا اور بیٹھ بھی جاتا ہے۔ اگر کوئی چوہیا اونٹ کی نکیل دبا کر جہاں لے جانا چاہے آسانی کے ساتھ لے جا سکتی ہے۔ اونٹ فرمانبرداری سے منہ نہیں موڑتا' اونٹ کی پشت اتنی وسیع ہے کہ انسان مع ساز و سامان اشیائے اکل و شرب' ضروری برتن' گدا' تکیہ اور کپڑوں کے ساتھ سواری کر سکتا ہے۔ اسے ایسے لگے گا گویا کہ وہ اپنے گھر میں بیٹھا ہوا ہے۔ ان سب چیزوں کے باوجود اونٹ اس مصنوعی گھر کو لے کر پھرتا رہتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

---

(۱) ''الابل و الابْل'' (اونٹ)۔ یہ لفظ جمع کے معنی دیتا ہے اس کا مفرد مستعمل نہیں۔ (المنجد ص ۴۶)
اردو' اونٹ' بنگالی اوٹ' بلوچی اشتر' پشتو اوخ' پنجابی اوٹھ' سندھی اٹھ (ات)' کشمیری اونٹ (ہفت زبانی لغت صفحہ ۶۱)
انگریزی۔ CAMEL (کتابستان اردو، انگلش ڈکشنری صفحہ ۸۴)

(۲) ''اَلجمَلُ'' (اونٹ) اس کی جمع ''جِمَال' اَجمَال' جُمَل' جِمَالَۃ' جِمَالات' جَمَائِل'' وغیرہ آتی ہے۔ لفظ جمل کا اطلاق اونٹنی پر شاذ و نادر ہوتا ہے مثلاً کہتے ہیں ''شربتُ لبن جملی'' میں نے اپنی اونٹنی کا دودھ پیا۔ اسی طرح ''جمل الیھود'' گرگٹ۔ ''جمل الماء'' لمبی چونچ والا آبی پرندہ۔ ''اتخذ اللیل جملا'' یعنی ساری رات چلتا رہا وغیرہ۔ (المنجد ص ۱۶۷)

"اَفَلَا یَنظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ" کیا وہ اونٹ کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے وہ پیدا کیا گیا۔ (سورۃ الغاشیہ)
اللہ تعالیٰ نے اونٹ کی لمبی گردن اس لئے بنائی ہے تا کہ وہ بوجھ لے کر آسانی کے ساتھ اٹھ بیٹھ جائے اور بھاری بوجھ اٹھا سکے۔
بعض حکماء (جن کے علاقوں میں اونٹ نہیں ہوتے) سے سوال کیا گیا کہ اونٹ کیا چیز ہے؟ دانشوروں نے سوچنے کے بعد جواب دیا کہ اونٹ ایک لمبی گردن والا جانور ہے۔ اونٹ کو اس طرح پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ تھا کہ پانی کی کشتی کی طرح خشکی کی کشتی بھی تیار ہو جائے۔ اونٹ کو پانی پر صبر کرنے کی زبردست طاقت حاصل ہے چنانچہ اگر اونٹ کو سفر میں دس دن تک بھی پانی نہ ملے تب بھی اونٹ صبر کر سکتا ہے۔ اسی طرح اونٹ ہر اس گھاس پھونس کو جسے دوسرے جانور نہیں کھاتے کھا لیتا ہے۔
سعید بن جبیر سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ راستے میں قاضی شریح سے میری ملاقات ہوگئی تو میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا میں کناسہ (کوفہ کے قریب ایک گاؤں) کی طرف جا رہا ہوں۔ میں نے کہا کہ آپ کناسہ جا کر کیا کریں گے؟ قاضی شریح فرمانے لگے کہ میں وہاں جا کر اونٹوں کو دیکھوں گا کہ اللہ رب العزت نے انہیں کیسے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"وَعَلَیْهَا وَعَلَی الْفُلْکِ تُحْمَلُوْنَ"

اور ان پر بھی اور کشتی پر بھی لدے لدے (سوار ہو کر) پھرتے ہو۔
اللہ تعالیٰ نے اونٹ کی مشابہت کشتی کے ساتھ اس لئے دی کہ اونٹ بھی بظاہر خشکی کی ایک کشتی ہے۔ اسی طرح "ذوالرمۃ" شاعر نے کہا ہے۔

"سَفِینَةُ بَرٍّ تَحْتَ خَدِّیْ زِمَامُهَا"

خشکی کی کشتی (یعنی اونٹ) کی مہار اس کے دونوں رخساروں کے نیچے ہوتی ہے۔
دوسرے مقام پر "ذوالرمۃ" نے اونٹ کا "صیدح" کے نام سے تذکرہ کیا ہے۔

سَمِعْتُ النَّاسَ یَنْتَجِعُوْنَ غَیْثًا فَقُلْتُ لِصَیْدَحَ انْتَجِعِیْ بِلَالًا

میں نے سنا کہ لوگ گھاس کی تلاش میں سرگرداں ہیں تو میں نے صیدح (اونٹنی) سے کہا کہ تو بھی ہموار زمین میں (چرنے کی جگہ) ڈھونڈ لے۔

"صیدح" ذوالرمۃ شاعر کی اونٹنی کا نام تھا۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ مذکورہ شعر سیبویہ نحوی کا ہے۔ لفظ "الناس" کو شعراء نے زبر اور پیش دونوں طرح پڑھا ہے۔ "الناس" مرفوع ہونے کی صورت میں حکایت کے طور یہ معانی ہو جائیں گے کہ ان کلمات کو لوگوں نے سنا۔ انشاء اللہ صیدح پر تفصیل باب الصاد میں آئے گی۔

اونٹ کے متعلق احادیث نبوی ﷺ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اونٹ کو برا بھلا نہ کہو اس لئے کہ وہ خون کا پھایا[1] اور شریف آدمی کیلئے مہر ہے۔
اس کا مطلب یہ ہے کہ اونٹوں کو دیات وغیرہ میں دیا جاتا ہے جس کے ذریعے خون ریزی سے بچت اور زندگی محفوظ ہو جاتی ہے

(۱) الرَّقُوْءُ۔ اس کے دو معنی ہیں۔ (۱) خون بند کرنے والی چیز۔ (۲) قوم کے درمیان صلح کرانے والا۔ (المنجد ص ۴۰۰)

اور قاتل قصاص کے طور پر قتل (خون بہا) سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ یہ وضاحت "الفصیح فی اللغۃ" میں مذکور ہے۔

دوسری حدیث میں ہے۔ ''اونٹوں کو گالی نہ دو اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی روح ہیں۔''

ابن سیدہ اس کی تشریح میں کہتے ہیں کہ اونٹ کا شمار ان چیزوں میں ہے جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو وسعت دی ہے۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں یہ الفاظ ہیں۔ "لاَ تَسُبُّوا الرِّيحَ فَإِنَّهَا مِنْ نَفَسِ الرَّحْمٰنِ" اونٹوں کو گالی نہ دو کیونکہ یہ رحمان کی روح ہیں۔

صحیحین (بخاری، مسلم) میں ''حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قرآن کی خبر گیری کرو (یعنی قرآن کو پڑھتے رہو) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے، قرآن سینوں سے اس طرح نکل جاتا ہے کہ اونٹ بھی اتنی جلدی اپنی رسی سے نہیں نکلتا۔''[1]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن پڑھنے والے کی مثال باندھے ہوئے اونٹ کی سی ہے۔ اگر مالک اونٹ کی خبر گیری کرتا ہے تو وہ بندھا اور رُکا رہتا ہے اور اگر اونٹ کو چھوڑ دیتا ہے (یعنی خبر گیری نہیں کرتا) تو جاتا رہتا ہے۔ اسی طرح اگر قرآن پڑھنے والا رات و دن قرآن کی تلاوت کرتا رہتا ہے تو قرآن اسے یاد رہے گا لیکن اگر وہ قرآن کی تلاوت نہ کرے اور یاد نہ کرے تو قرآن اس کے سینے سے نکل جاتا ہے (یعنی بھول جاتا ہے)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ہی دوسری روایت مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ سو اونٹوں کی طرح ہیں جن میں سے کوئی سواری کے قابل نہیں۔ (بخاری، مسلم)

اس کی تفصیل انشاء اللہ "باب الراء المهملة فی لفظ الراحلة" میں آئے گی۔

اونٹ کی اقسام اونٹ کی مختلف اقسام ہیں۔

(۱) **الارحبیه** اس اونٹ کو کہتے ہیں جو قبیلہ ''بنوارحب'' کی طرف منسوب ہو۔ ''بنوارحب'' قبیلہ حمدان کی ایک شاخ ہے۔ شیخ ابن صلاح کہتے ہیں کہ "ارحبیہ" یمنی اونٹ کا نام ہے۔

(۲) **الشذقمیه** نامی اونٹ نعمان بن منذر کا ایک عمدہ قسم کا اونٹ تھا اس لئے اس کی نسلیں اسی نام کی طرف سے منسوب ہو گئیں۔

(۳) **العیدیه** (عین کی زیر کے ساتھ) ان اونٹوں کو جو قبیلہ ''بنوالعید'' کی طرف منسوب ہوئے ''العیدیہ'' کہتے ہیں۔ صاحب الکفایہ کے قول کے مطابق "العیدیه" قبیلہ ''بنومہرہ'' کی شاخ ہے۔

(۴) المجدیه۔ یمنی اونٹ کو کہتے ہیں جو عمدہ ہونے میں مشہور ہے۔

(۵) الشدنیه۔ صاحب الکفایہ کے قول کے مطابق "الشدنیه" وہ اونٹ ہیں جو فحل یا بلد کی طرف منسوب ہیں۔

(۶) المهریه۔ وہ اونٹ ہیں جو ''مہرہ بن حیدان'' کی طرف منسوب ہیں۔ ابن صلاح کہتے ہیں کہ مہرہ بن حیدان قبیلہ کا باپ تھا۔ (مہرہ کی جمع مہاری ہے) امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ''المهریه'' ردی اونٹوں کو کہتے ہیں لیکن یہ بات صحیح نہیں اس لئے کہ انہی اونٹوں

[1] اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اونٹ کا مالک جب غفلت برتے تو اونٹ رسی سے نکل بھاگتا ہے۔ اسی طرح اگر قرآن کریم کی متواتر تلاوت نہ کی جائے تو یہ جلدی سینہ سے نکل جاتا ہے یعنی جلدی بھول جاتا ہے۔ (مترجم)

میں بعض جنگلی اونٹ ہوتے ہیں اور ان کو جنگلی اونٹ ہی کہا جاتا ہے۔ بعض لغویین یہ کہتے ہیں کہ وہ قوم عاد اور قوم ثمود کے بقایا اونٹ کی نسلوں سے ہوتے ہیں لیکن (اہل لغت) کچھ اونٹوں کے دوسرے نام بھی رکھ دیتے ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ بعض اونٹوں میں مختلف قسم کے اوصاف پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے کچھ اچھے اور کچھ برے ہوتے ہیں۔

(۷) العیس - ان اونٹوں کو کہتے ہیں جن کے مزاج میں سختی یا شدت زیادہ پائی جاتی ہے۔

(۸) الشملال - وہ اونٹ ہیں جو ہلکے پھلکے ہوں۔

(۹) الیعملة - کام کرنے والے اونٹوں کو کہتے ہیں۔

(۱۰) الوجناء - وہ اونٹ ہیں جن کے مزاج میں سختی ہو۔

(۱۱) الناجیة - ان اونٹوں کو کہتے ہیں جو تیز رفتار ہوں۔

(۱۲) العوجاء - چھریرے بدن والے اونٹوں کو کہا جاتا ہے۔

(۱۳) الشمردلة - لمبے بدن والے اونٹوں کو کہا جاتا ہے۔

(۱۴) الھجان - اچھی قسم کے اونٹوں کو کہتے ہیں۔

(۱۵) الکوما - بڑے بڑے کوہان والی اونٹنیوں کو کہتے ہیں۔

(۱۶) الحرف - دبلی اور چھریرے بدن والی اونٹنی کو کہتے ہیں۔

(۱۷) القوداء - لمبی گردن والی اونٹنی کو کہتے ہیں۔

(۱۸) الشملیل - تیز رفتار اونٹنی کو کہتے ہیں۔

کعب بن زہیر نے اپنے ایک شعر میں اونٹ کی ان اقسام کا ذکر کیا ہے۔

حرف أبوها أخوها من مهجنة — وعمها وخالها قوداء شمليل

الحرف (اونٹنی) کے باپ، بھائی بدن کے ہلکے، سفید، شریف النسل ہیں، اس کے چچا، ماموں کی گردنیں اونچی اور ان کی رفتار تیز ہے۔

وضاحت ابوعلی القالیؒ حضرت ابوسعید سے نقل کرتے ہیں کہ شاعر کے قول ''ابوها واخوها'' سے مراد یہ ہے کہ اس اونٹنی کے باپ اور بھائی دونوں شریف ہیں لیکن بعض کے نزدیک ''ابوها واخوها'' اسی طرح ''عمها وخالها'' کا مطلب یہ ہے کہ باپ، بھائی، چچا، ماموں یہ تمام نسبتیں ایک ہی اونٹ میں پائی جاتی ہیں اور اس قسم کا اونٹ عرب میں بہترین سمجھا جاتا ہے۔ یہ تمام نسبتیں اس طرح جمع ہوں گی کہ نوجوان اونٹ جو اپنی ماں سے جفتی کرے اور بعد میں جو بچہ پیدا ہو تو یہ جفتی کرنے والا اونٹ باپ کی نسبت سے پیدا شدہ بچہ کی وجہ سے بھائی بھی ہو گیا۔ اسی طرح یہی (ماں سے جفتی کرنے والا اونٹ) جس پہلے باپ (اونٹ) کا بچہ ہے اس کی نسبت سے یہ (ماں سے جفتی کرنے والا) اونٹ چچا بھی ہو گیا اور ماموں بھی۔ حضرت کعبؓ کے کلام میں یہ اشعار بھی ہیں۔

لَوْ كُنْتُ أَعْجَبُ مِنْ شَيْءٍ لَأَعْجَبَنِي — سَعْيَ الْفَتَى وَهُوَ مَخْبُوءٌ لَهُ الْقَدَرُ

اگر میں کسی چیز کو پسند کرتا تو نوجوان آدمی کی کوششوں کو پسند کرتا جو اس کی تقدیر میں لکھا گیا ہے۔

يَسْعَى الْفَتَى لِأُمُوْرٍ لَيْسَ يُدْرِكُهَا فَالنَّفْسُ وَاحِدَةٌ وَالْهَمُّ مُنْتَشِرٌ

نوجوان آدمی ان امور کیلئے کوشش کرتا ہے جنہیں پا نہیں سکتا اس لئے کہ اس کی جان تو ایک ہے لیکن مقاصد بہت سے ہیں۔

وَالْمَرْءُ مَاعَاشَ مَمْدُوْدٌ لَهُ أَمَلٌ لَا تَنْتَهِي الْعَيْنُ حَتَّى يَنْتَهِي الْعُمُرُ

اور آدمی کی خواہشات بڑھتی رہتی ہیں جب تک وہ زندہ رہتا ہے آنکھیں اس وقت تک ختم نہیں ہوتی جب تک نقش قدم ختم نہ ہو جائیں۔

ماہرین حیوانات کہتے ہیں کہ جس وقت اونٹ غصہ میں ہوتا ہے تو وہ کسی کی بھی پرواہ نہیں کرتا' غصہ کی حالت میں اونٹ بدخلق ہو جاتا ہے اس کے منہ سے جھاگ نکلنے لگتی ہے اور وہ بلبلانے لگتا ہے۔ اونٹ غصہ کی حالت میں چارہ کم کھاتا ہے اور اس کے منہ سے ''شقشقة'' نکلتی ہے۔''شقشقة'' اونٹ کی اس سرخ کھال کو کہتے ہیں جس کو اونٹ اپنے پیٹ سے نکال کر پھونک مارنے لگتا ہے۔ اگر اسی حالت میں اونٹ کی باچھ کو دیکھا جائے تو وہ پہچانا نہیں جائے گا۔ حضرت لیثؒ کہتے ہیں کہ یہ کیفیت عربی اونٹوں کے علاوہ کسی اور میں نہیں پائی جاتی لیکن یہ بات صحیح نہیں۔

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ خطابت شیطان کی جھاگ ہیں۔ حضرت علیؓ نے فصیح وبلیغ آدمی کی تشبیہ بڑبڑانے والے اونٹ سے دی اور اس آدمی کی زبان کو اونٹ کے جھاگ سے تشبیہ دی۔

حضرت فاطمہ بنت قیسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے (یعنی فاطمہ بن قیسؓ سے) فرمایا کہ معاویہؓ فقیر اور محتاج ہیں اور ابوجہم کے بڑبڑانے سے میں خوف محسوس کرتا ہوں۔ (رواہ الحاکم)

اونٹ کی عادات (۱) اونٹ سال بھر میں صرف ایک مرتبہ جفتی (یعنی اونٹنی کو حاملہ کرنا) کرتا ہے لیکن اس کی جفتی دیرپا ہوتی ہے اور وہ اس دوران بار بار انزال کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اونٹ جب جفتی سے فارغ ہوتا ہے تو اس میں کمزوری اور سستی پیدا ہو جاتی ہے۔

(۲) اونٹنی تین سال میں حاملہ ہوتی ہے اسی لئے اس کو ''حقة'' بھی کہتے ہیں۔

(۳) ماہرین حیوانات کے مطابق اونٹ بغض اور کینہ رکھنے والا جانور ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اونٹ میں صبر وتحمل اور دوسروں پر حملہ آور ہونے کی صلاحیت بھی پائی جاتی ہے۔

(۴) صاحب المنطق نے بیان کیا ہے کہ اونٹ اپنی ماں پر (جفتی کرنے کیلئے) نہیں چڑھتا۔

صاحب المنطق نے اونٹ کی اس خصوصیت پر ایک واقعہ بھی نقل کیا ہے کہ گزشتہ زمانے میں ایک آدمی نے اونٹنی کو ایک کپڑے سے ڈھانپ کر اس کے نوجوان بچے کو اس پر چھوڑ دیا تو وہ اونٹنی کا بچہ اپنی ماں پر (جفتی کرنے کیلئے) چڑھ گیا۔ جب اس بچے نے اپنی ماں کو پہچان لیا کہ یہی اس کی ماں ہے تو اس نے اپنے ذکر (آلہ تناسل) کو کاٹ لیا۔ پھر وہ نوجوان اونٹ اس آدمی سے بغض رکھنے لگا یہاں تک کہ اس نوجوان اونٹ نے اس آدمی کو مار ڈالا۔ پھر اس نوجوان اونٹ نے اپنے آپ کو بھی ہلاک کر دیا۔

(۵) اونٹ ایسا جانور ہے جس کے ''پتّہ'' نہیں ہوتا' شاید اس وجہ سے کہ اونٹ کے اندر صبر وتحمل کی بے پناہ قوت ہوتی ہے اور اطاعت وفرمانبرداری کا جذبہ پایا جاتا ہے۔ اونٹ کی کنیت ابوایوب ہے' اونٹ کے جگر میں پتے کی مانند ایک چیز پائی جاتی ہے غالباً وہ

ایک قسم کی کھال ہوتی ہے جس میں لعاب لگا ہوتا ہے اس کھال کی خصوصیت یہ ہے کہ اگر اس کا سرمہ آنکھوں میں لگایا جائے تو پرانے پھولے کیلئے فائدہ مند ہے۔

(۶) اونٹ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ کانٹے دار جھاڑیوں کو مزے لے کر کھا جاتا ہے۔ اونٹ کو ان کانٹے دار جھاڑیوں کے ہضم کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی اس کی وجہ یہ ہے کہ اونٹ کی انتڑیاں اتنی مضبوط ہوتی ہیں کہ اسے خاردار چیز کو ہضم کرنے میں پریشانی نہیں ہوتی لیکن اونٹ جو کو بڑی مشکل سے ہضم کر پاتا ہے۔

(۷) ''اونٹ کے متعلق'' اہل عرب میں حیران کن یہ بات دیکھی گئی ہے کہ جب کوئی اونٹ خارشی ہو جاتا ہے تو دوسرے صحیح وسالم اونٹوں کو بھی داغ دیتے ہیں تا کہ مرض متعدی نہ ہونے پائے اور خارشی اونٹ صحیح ہو جائے۔

نابغہ نے کہا ہے۔

وَحَملتنی ذَنبُ امْرِیءٍ وَتَرَکْتُہٗ　　　كَذَالعرِیکُوِیُ غَیْرَہٗ وَھُوَ رَاتِعٗ

مجھے کسی انسان کی غلطی تنگ کرتی ہے تو میں غلطی کرنے والے کو چھوڑ دیتا ہوں اور کسی اور سے انتقام لیتا ہوں۔

اسی طرح خارشی اونٹ کی وجہ سے غیر خارشی اونٹ کو تندرست ہونے کے باوجود داغ دیا جاتا ہے۔

شاعر کہتا ہے۔

غَیْرِی جَنٰی وَاَنَا الْمُعَاقِبُ فِیْکُمْ　　　فَکَاَنَّنِی سَبَابَۃُ الْمُتَنَدِمِ

گناہ کسی دوسرے نے کیا اور سزا مجھے دی گئی گویا کہ مجرم کے اشارہ پر مجھے نشانہ بنایا گیا۔

ابوعبید القاسم بن سلام نے اس کا انکار کیا ہے اور اہل علم کی ایک جماعت نے ایک روایت نقل کی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ بنوفزارہ کا ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری بیوی نے ایسا بچہ جنا جس کا رنگ کالا ہے۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے عرض کیا جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا کس رنگ کے ہیں؟ عرض کیا سرخ رنگ کے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا ان اونٹوں میں کوئی خاکستری (گندمی) رنگ کا بھی ہے۔ اس نے عرض کیا ہاں خاکستری رنگ کے بھی ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس وہی بات ہے (جو اس میں ہے) پھر اس نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضاحت فرمائیے کہ ان اونٹوں میں یہ کالے رنگ کا کیسے پیدا ہو گیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شاید اس (سیاہ رنگ) کو کسی رگ نے کھینچ لیا ہو (یعنی اس بچہ کی کو اصل میں بھی کوئی شخص کالے رنگ کا رہا ہوگا جس کے یہ مشابہ ہو گیا۔)

اس حدیث کا ذکر شبر کے باب میں گزر گیا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ ''شاید اس سیاہ رنگ کو کسی رگ نے کھینچ لیا ہو'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کو اس سیاہ فام غلام کی کنیت کی نفی کرنے کی اجازت نہیں دی۔

توضیح اس حدیث میں جس آدمی کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے اس کا نام ضمضم بن قتادۃ العجلی ہے لیکن ابوعمر بن عبدالبر نے اپنی کتاب رجال میں اس کا ذکر نہیں کیا۔ نیز اس حدیث کے علاوہ اور کوئی دوسری حدیث ان سے مروی نہیں۔ حدیث کے دیگر ذخیرے ''مسند'' ضبرہ میں بھی اس نام کا ذکر ملتا ہے۔ شیخ عبدالغنیؒ نے اس حدیث کو کچھ اضافہ کے ساتھ نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ:

قبیلہ بنو عجل کی ایک عورت تھی۔ قبیلہ بنو عجل کی چند بوڑھی عورتیں مدینہ منورہ آئیں اور سب نے اس عورت کے بارے میں سوال کیا کہ اس نے سیاہ فام غلام جنم دیا ہے۔ ان عورتوں نے یہ بھی کہا کہ ان کے آباؤ اجداد میں ایک سیاہ فام آدمی بھی گزرا ہے۔ شیخ عبدالغنیؒ نے اس آدمی کا نام ضمضم بن قتادۃ العجلی نقل کیا ہے۔ خطیب ابوبکرؒ نے کہا ہے کہ ان عورتوں نے یہ بھی کہا تھا کہ ان کے خاندان میں ایک سیاہ رنگ کی دادی بھی گزری ہیں۔

اونٹ کا شرعی حکم نص اور اجماع کے ذریعے سے یہ ثابت ہے کہ اونٹ کا گوشت حلال ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"اُحِلَّتْ لَکُمْ بَھِیْمَۃُ الْاَنْعَامِ"[1]

تمہارے لئے مویشی کی قسم کے سب جانور حلال کئے گئے۔ (المائدہ۔ آیت ۱)

علامہ دمیریؒ لکھتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے لئے اونٹ کا گوشت اور اس کا دودھ حرام کرلیا تھا۔ اونٹ کے گوشت اور دودھ کی حرمت یہ یعقوب علیہ السلام کا اپنا اجتہاد تھا اور اپنے نفس کے لئے ایک کردار تھا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ آپ دیہات میں رہتے تھے اس وجہ سے آپ کو عرق النساء کی شکایت پیدا ہوگئی تھی۔ چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اونٹ کا گوشت اور دودھ اپنے اوپر حرام کرلیا تھا۔ اسرائیل عبرانی زبان کا لفظ ہے یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے۔ اہل علم نے اونٹ کا گوشت کھانے پر وضو کے متعلق اختلاف کیا ہے' اگر کسی کا وضو ہو پھر وہ اس کے بعد اونٹ کا گوشت تناول کرلے تو کیا اس کا وضو برقرار رہے گا' یا ٹوٹ جائے گا؟ اہل علم کی کثیر جماعت کا اس پر عمل ہے کہ اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔ یہی مذہب صحابہ کرامؓ میں خلفائے اربعہ حضرت ابوبکر صدیقؓ' حضرت عمرؓ' حضرت عثمانؓ' حضرت علیؓ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ' حضرت ابی بن کعبؓ' عبداللہ بن عباسؓ' ابوالدرداءؓ' ابوطلحہ انصاریؓ' ابوامامہ باہلیؓ اور عامر بن ربیعہؓ وغیرہ کا ہے۔ جمہور تابعین میں سے یہ مذہب امام مالکؒ' امام اعظم ابوحنیفہؒ' امام شافعی کے تلامذہ میں سے امام بیہقیؒ کا ہے اور ایک روایت کے مطابق امام شافعیؒ کا قدیم قول یہی تھا (کہ وضو نہیں ٹوٹتا) اس کی تفصیل "باب الجیم فی الجزور" میں انشاء اللہ آئے گی۔

امام احمدؒ سے اونٹ کے کوہان کے متعلق دونوں قسم کی روایات ہیں (کہ جائز بھی ہے اور ناجائز بھی) لیکن اونٹ کے دودھ پینے کے متعلق امام احمدؒ کے تلامذہ سے دونوں قسم کی روایات ہیں کہ (پیا بھی جاسکتا ہے اور نہیں بھی)

اونٹ کے باڑے میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ عطن اور اعطان وہ جگہ ہے جہاں پر اونٹ پانی وغیرہ پی کر آرام کرتے ہیں۔

ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ میں براء بن عازب کی روایت نقل کی گئی ہے۔

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کے متعلق سوال

---

(۱) "انعام" (مویشی) کا لفظ عربی زبان میں اونٹ' گائے' بھیڑ اور بکری پر بولا جاتا ہے۔ "بھیمۃ" کا اطلاق ہر چرنے والے چوپائے پر ہوتا ہے۔ "مویشی کی قسم کے چرند چوپائے تم پر حلال کئے گئے" کا مطلب یہ ہے کہ وہ سب چرند جانور حلال ہیں جو مویشی کی نوعیت کے ہوں یعنی جو کچلیاں نہ رکھتے ہوں' حیوانی غذا کے بجائے نباتاتی غذا کھاتے ہوں اور دوسری حیوانی خصوصیات میں مویشیوں سے مماثلت رکھتے ہوں۔ اس کی وضاحت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ان احکام میں فرمادی ہے جن میں آپ نے درندوں' شکاری پرندوں اور مردار خوروں کو حرام قرار دیا ہے۔ (مترجم)

کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وضو کرلیا کرو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بکری کے گوشت کے کھانے کے بعد وضو کے متعلق پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس کے بعد وضو نہ کیا کرو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اونٹوں کے باڑہ میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا گیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اونٹ کے باڑہ میں نماز نہ پڑھا کرو اس لئے کہ وہ شیاطین کا ٹھکانہ ہے۔ پھر بکری کے باڑہ میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا گیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس میں نماز ادا کرو اس لئے کہ بکریاں مبارک ہیں۔

عبداللہ بن مغفلؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اونٹ شیاطین سے پیدا کئے گئے ہیں۔

اونٹ کی زکوٰۃ پانچ اونٹوں میں (سال گزرنے پر) زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ پانچ اونٹوں کی زکوٰۃ ایک چرنے والی بکری ہے جب دس اونٹ ہو جائیں تو دو بکریاں' پندرہ اونٹوں میں تین بکریاں' بیس اونٹوں میں چار بکریاں واجب ہوتی ہیں۔ چنانچہ جب پچیس اونٹ ہو جائیں تو ایک بنت مخاض (اونٹ کے ایک سال کا بچہ)' چھتیس اونٹوں میں ایک بنت لبون (دو سال کا بچہ)' چھیالیس اونٹوں میں ایک حقہ (تین سال کا بچہ)' اکسٹھ اونٹوں میں ایک جذعہ (پانچ سال کا بچہ)' چھہتر اونٹوں میں دو بنت لبون' اکیانوے اونٹوں میں دو حقے' ایک سو اکیس اونٹوں میں تین بنت لبون (تین دو سال کے بچے)۔ پھر اس کے بعد ہر چالیس اونٹوں کے اضافہ پر ایک بنت لبون (دو سال کا بچہ) ہوگا۔ پھر اس کے بعد زکوٰۃ اس طرح دینی ہوگی کہ ہر چالیس اونٹوں کے اضافہ پر ایک بنت لبون اور پچاس اونٹ ہو جانے پر ایک حقہ واجب ہوگا۔ ایک سال کے اونٹ کو بنت مخاض' دو سال کے اونٹ کو بنت لبون' تین سالہ اونٹ کو حقہ' چار سال کے اونٹ کو جذعہ کہتے ہیں۔ جو بکری اونٹ کی زکوٰۃ میں دی جائے گی اس کی عمر دو سال ہونی چاہئے (عربی میں لفظ ''معز'' کا اطلاق بکرا' بکری دونوں پر ہوتا ہے) یا ایک سالہ دنبہ دینا ہوگا۔ بقیہ احکام زکوٰۃ مشہور و معروف ہیں۔

اختتامیہ امام متولیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی آدمی نے کسی شخص کیلئے اپنی موت کے بعد ایک اونٹ دینے کی وصیت کی تو جن کو وصیت کی گئی ہے وہ نر یا مادہ (اونٹ) جو چاہے' دے سکتے ہیں لیکن اگر ورثا (جن کو وصیت کی گئی ہے) نے اونٹ کا بچہ (فصیل) یا بنت مخاض (ایک سالہ اونٹ) دیا تو جس شخص کو دینے کی وصیت کی گئی ہے اس کا قبول کرنا ضروری نہیں۔

امثال مسلم و ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت منقول ہے۔

''حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا لوگ سو اونٹوں کی مانند ہیں جن میں کوئی بھی سواری کے قابل نہ ہو۔'' اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ لوگوں میں اچھے لوگ کم ہی ہوتے ہیں۔ مزید وضاحت ''**باب الراء المهملہ**'' میں انشاء اللہ آئے گی۔ ازہریؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ دنیا سے کنارہ کش (زاہد فی الدنیا) اور آخرت کی طرف راغب لوگ بہت کم ہیں جس طرح کہ سواری کے قابل اونٹ بہت قلیل ہیں۔ اہل عرب کہتے ہیں۔

''انہوں نے جی بھر کر گالیاں دیں اور اونٹ لے کر چل دیئے۔'' بعض اہل علم کہتے ہیں کہ سب سے پہلے اس مثال کو استعمال کرنے والے کعب بن زہیر بن ابی سلمٰی ہیں۔ یہ مثال اس شخص کیلئے دی جاتی ہے جو بکواس' بدگوئی اور لفاظی کرنے کے علاوہ کچھ نہ جانتا ہو۔ اسی طرح مثال دیتے ہوئے عرب کہتے ہیں 'ماهكذا ياسعد تورد الابل'' (اے سعد اونٹوں کو اس طرح پانی نہیں پلایا جاتا)

یعنی معاملات اس برے طریقے سے انجام نہیں دیئے جاتے۔ یہ مثال اس شخص کیلئے بولی جاتی ہے جو نازیبا حرکات سرانجام دینے لگے۔ بیہقی وغیرہ کی روایات میں ہے کہ اس مثال کو حضرت علیؓ نے استعمال کیا تھا' اسی طرح مثال دیتے ہوئے اہل عرب کہتے ہیں "یاابلی عودی الی مبارمک" (اے میرے اونٹ لوٹ جا اپنی باڑ کی طرف)۔ یہ مثال اس شخص کیلئے بولی جاتی ہے جو ایسی چیز سے بھاگنے لگے جو اس کے لئے ضروری ہو اور اس کے ساتھ ساتھ اس میں اس کی بھلائی بھی ہو۔

اونٹ کے طبی خواص (۱) امام ابن زہیرؒ وغیرہ نے کہا ہے کہ اونٹ کی نگاہ سہیل ستارے پر پڑ جائے تو وہ ختم ہو جاتا ہے۔

(۲) اونٹ' ایک سالہ مینڈھا' پہاڑی مینڈھا ہوان سب کا گوشت خراب اور ردی ہوتا ہے۔

(۳) اونٹ کے بالوں کو جلا کر بہتے ہوئے خون پر چھڑک دیا جائے تو خون بہنا بند ہو جاتا ہے۔

(۴) اونٹ کی چیچڑی کسی عاشق کی آستین میں باندھ دی جائے تو اس کا عشق ختم ہو جاتا ہے۔

(۵) اونٹ کے پیشاب کو نشہ میں مبتلا آدمی پی لے تو اس کا نشہ اسی وقت اتر جاتا ہے۔

(۶) اونٹ کا گوشت قوت باہ (مردانہ طاقت) میں اضافہ کرتا ہے اور اسی طرح جماع کے بعد سستی کو دور کر کے چستی اور تازگی پیدا کرتا ہے' نیز جگر کے ورم میں بھی فائدہ مند ہے۔

(۷) اگر کوئی عورت چاہے بانجھ کیوں نہ ہو' حیض سے پاک ہونے کے بعد [illegible] اونٹ کی پنڈلی کا مغز نکال کر کسی روئی یا اون کے پھایہ میں رکھ کر اپنی فرج (شرم گاہ) میں باندھے رہے' پھر اس سے جماع کیا جائے تو اس کے حمل ٹھہر جائے گا۔

نوٹ: طب کے ماہرین نے عورت کا بانجھ پن معلوم کرنے کا طریقہ بتایا ہے جو عنقریب انشاء اللہ "انسان" کے عنوان میں آئے گا۔

تعبیر خواب کی تعبیر[1] کا علم جاننے والوں نے کہا ہے کہ اگر کسی نے خواب میں یہ دیکھا کہ وہ سو اونٹوں کا مالک ہو گیا تو اس کی یہ تعبیر

---

[1] علم تعبیر: علم التعبیر اہل ایمان، صفائے باطن کے قلوب کا علم ہے، خوابوں کی تعبیر کا علم نہایت پیچیدہ، دقیق اور گہرے فکری اور وسیع المشربی مطالعے کا تقاضا کرتا ہے۔ اولیاء اللہ نے خوابوں کی تعبیر کے ضمن میں سخت احتیاط اور تحمل کا درس دیا ہے، اس لئے کہ خواب کا تعلق نہایت لطیف امرالٰہی میں سے ہے، چنانچہ جو شخص بھی خواب دیکھے اور اس کو اچھی طرح یاد رکھے اس پر لازم ہے کہ اپنا خواب ہمیشہ اپنے دوست، ہمدرد، رازدار صاحب علم، نیک شخص سے بیان کرے۔ اس لئے کہ خواب کے ذریعے امرالٰہی قلب مومن پر نزول کرتے ہیں اور اس کو نیک و بد کی بشارت دیتے ہیں۔ اعمال صالح کی قبولیت کی بشارت، دین میں ضعف، راہ حق کی جانب بوھوتری اور درجات کی ترقی اور تنزلی کا اظہار کرتے ہیں۔ پس ضروری ہے کہ اس نازک فن کو جہلا سے بچایا جائے اور خواب دیکھنے والوں کو حتی المقدور صحیح تعبیر پیش کی جائے۔

علم التعبیر کی ابتداء: علم تعبیر کی ابتداء کا مصدقہ ثبوت ہمیں قرآن مجید سے ملتا ہے اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ علم تعبیر ایک فن پیغمبری ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو معجزہ حسن کے ساتھ ساتھ علم التعبیر بھی عطا کیا گیا تھا' اس کے بعد آپ ہی سے تعبیر الرویا کا فن معروف اور معتبر ہوا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْکِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ" اے میرے پروردگار! تو نے مجھے سلطنت عطا فرمائی اور علم تعبیر الرویا بھی عطا فرمایا۔ (سورہ یوسف)

علم تعبیر اور حدیث رسولؐ: نبی اکرمؐ نے فرمایا' بشارتوں کے سوا نبوت کی کوئی چیز باقی نہیں رہی' صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یارسول اللہ بشارتوں سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا سچا خواب (رواہ البخاری) سیرت کی تقریباً تمام ہی کتب میں یہ واضح ملتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آغاز نبوت میں رویائے صادقہ نمایاں تھے۔ چنانچہ ان دنوں آپ جو خواب دیکھتے تھے وہ سب ہی سچ ثابت ہوتے تھے اور یہ بھی بحیثیت نبی و رسول آپ کا معجزہ تھا۔ (بخاری و مسلم)
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔

ہوگی کہ وہ باعزت لوگوں کا حکمران بنے گا اور اسے بہت سا مال ملنے کی امید رہے گی۔ اسی طرح اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ بکریوں کے ریوڑ کا مالک ہوگیا ہے یا اسے کوئی بکری یا اونٹنی مل گئی ہے تو اس کی بھی یہی تعبیر ہوگی۔

علماء معبرین نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ اونٹوں کا مالک بن گیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے بہترین صلہ اور دین وعقیدے میں سلامتی نصیب ہوگی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

''اَفَلاَ یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ''

کیا وہ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ انہیں کس طرح پیدا کیا گیا۔ (الغاشیہ آیت ۱۷)

اگر کسی نے یہ کہا کہ میں نے خواب میں جمل (اونٹ) دیکھا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ برے اعمال کا مرتکب ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

''وَلاَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ''

اور وہ (لوگ) جنت میں داخل نہیں ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ سے گزر جائے۔ (الاعراف آیت ۴۰)

خوابوں کی اقسام: خواب پراسرار اور ماورائے عقل چیز ہے اس کو ہر شخص اور ہر مذہب نے مانا ہے اور مسلمانوں نے اس کو باقاعدہ بطور فن متعارف کرایا ہے۔ خواب کی تعبیر انتہائی ذمہ داری کا تقاضا کرتی ہے اب جبکہ یہ امر قطعی واضح ہوگیا کہ خواب نہ صرف یہ کہ الہامی درجہ رکھتے ہیں بلکہ ان کی حقیقت علمی اور وحی دونوں اعتبار سے ثابت ہے۔ قرآن حکیم کے اقوال اور نبی کریم کی احادیث مقدسہ میں خواب کی حقیقت بیان کردی گئی ہے چنانچہ اس ضمن میں علمائے فن نے خوابوں کو مندرجہ ذیل حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ (۱) حدیث نفسی اس سے مراد یہ ہے کہ فرد اگر کسی کام کا عادی ہے اور اس شغل میں اس حد تک معروف رہتا ہے کہ وہ چیز اس کے جملہ شعور یعنی ذہنی حوالوں سے اس کے لاشعور میں بیٹھ گئی ہے تو وہ عموماً اسی کے متعلق خواب دیکھے گا۔ پس اس قسم کے خوابوں کی کوئی اصل نہیں ہوتی۔

(۲) تخویف ابلیسی: ایسے خواب جو کہ خوفزدہ کردینے والے یا خواہش نفسانی کو بھڑکانے والے ہوں۔

(۳) مبشرات من جانب الٰہی۔ مبشرات یعنی رویائے صادقہ وہ خواب ہیں کہ جن کے متعلق یہ کہا جائے۔ یہ خواب لائق تعبیر وتاویل ہیں چنانچہ ان خوابوں کی سچائی اور حقانیت میں شبہ نہیں ہوتا۔ ایسے خواب عموماً ایسے وقت دکھائے جاتے ہیں جب بندے کو کوئی مشکل یا پریشانی پیش آنے والی ہو یا اس کی زندگی میں کوئی فیصلہ کن موڑ آنے والا ہو تو پھر اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے اس کو آگاہ فرماتے ہیں۔

علم التعبیر کے ماہرین: علم التعبیر میں بے شمار اصحاب نے اپنا نام پیدا کیا ہے لیکن ہر شخص علم کے میدان میں شہسواری تو ضرور کرتا ہے لیکن منصب عروج کو چند ہی حاصل کرتے ہیں۔ علم التعبیر میں وہ بزرگ جو اس فن کے امام کا درجہ رکھتے ہیں اور خوابوں کی تعبیر وتاویل میں ان بزرگان سلف کے اقوال کو بطور سند پیش کیا جاتا ہے ان کے اسماء درج ذیل ہیں۔

(۱) حضرت دانیال علیہ السلام (۲) حضرت امام جعفر صادق ؓ (۳) حضرت امام محمد بن سیرینؒ (۴) حضرت امام جابر معزیؒ (۵) حضرت امام ابراہیم کرمانیؒ (۶) حضرت اسماعیل بن اشعثؒ۔

علم التعبیر کیلئے علوم کی شرائط: علم الرویا یعنی خوابوں کی تعبیر کا علم نہایت احتیاط، ہوشیاری، دیانت اور ریاضت کا تقاضا کرتا ہے چنانچہ علم الرویا کے شائقین کیلئے ضروری ہے کہ مندرجہ ذیل علوم میں بھی مہارت رکھتے ہوں۔ علم التفسیر، علم الاحادیث، علم الامثال، عربی صرف ونحو، تاریخ، نفسیات، جغرافیات، علوم ادیان اس کے علاوہ تعبیر رویا کے شائق کیلئے شریعت محمدی ﷺ پر گامزن رہنا اور طریقت کے رستہ میں غوطہ زنی کا ماہر ہونا چاہیے۔ اس لئے کہ رویا شریعت اور طریقت کے مابین ہے چنانچہ طریقت اللہ کا قرب دیتی ہے اور شریعت قرب کے آداب سکھاتی ہے چنانچہ ضروری ہے کہ فرد اس نکتے کا خاص خیال رکھے۔ (خواب اور تعبیر صفحہ ۱۸، ۲۱، ۲۴، ۲۸، ۳۱)

قرآن کریم میں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

''اِنَّهَا تَرْمِىْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ''

وہ آگ محل جیسی بڑی بڑی چنگاریاں پھینکے گی (جو اچھلتی ہوئی یوں محسوس ہوں گی) گویا کہ وہ زرد اونٹ ہیں۔ (المرسلٰت آیت ۳۲-۳۳)

اگر کسی نے خواب میں انعام (مویشی، چوپائے) دیکھے اس حال میں کہ اس نے انہیں چرانے کیلئے چھوڑ دیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی۔ وہ پیچیدہ معاملات میں غالب ہوگا اور مزید یہ کہ اسے نعمت خداوندی نصیب ہوگی۔ اس لئے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

''وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ''

اس نے جانور پیدا کئے جن میں تمہارے لئے پوشاک بھی ہے اور خوراک بھی اور طرح طرح کے دوسرے فائدے بھی۔ (النحل آیت ۵)

اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ عربی اونٹوں کو چرا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ وہ عرب قوم کا سردار بنایا جائے گا۔

اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ کسی شہر میں اونٹ ہی اونٹ ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس شہر میں وباء اور جنگ وغیرہ کا خدشہ ہے۔

امام الجیلیؒ نے فرمایا اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ اونٹ کا مالک ہوگیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس شخص کو عزت و عظمت کی دولت نصیب ہوگی۔

ارطامیدوس نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص خواب میں یہ دیکھے کہ اس نے اونٹ کا گوشت کھایا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ شخص بیمار ہو جائے گا۔

امام المعبرین محمد بن سیرین[1] نے فرمایا ہے کہ خواب میں اونٹ کا گوشت کھانے سے کوئی حرج نہیں اس لئے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

''وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ'' (النحل آیت-۵)

بقیہ تفصیل انشاء اللہ ''باب الجیم فی لفظ الجمل'' میں آئے گی۔ واللہ اعلم۔



[1] محمد بن سیرینؒ (المولود ۳۳ھ۔ التوفی ۱۱۰ھ) مشہور تابعی، محدث، فقیہ اور امام۔ برایا (عراق) کے باشندے تھے۔ حضرت عمرؓ کے عہد حکومت میں اپنے والد کے ہمراہ گرفتار ہو کر آئے اور حضرت انس بن مالکؓ کے خادم کی حیثیت سے ان کے پاس رہے۔ ان سے استفادہ کیا۔ مشہور صحابی رسول حضرت ابو ہریرہؓ اور امام حسن بصریؒ سے علمی استفادہ حاصل کیا۔ مذہبی علوم میں کمال شہرت پائی۔ احادیث کے بارے میں کافی تحقیق و جستجو کی۔ (شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا صفحہ ۱۳۱۸)

الابابیل[1] (جھنڈ)

الابابیل: اس کا واحد اِبَالَۃٌ آتا ہے۔ ابوعبید القاسم بن سلام نے فرمایا ہے کہ ابابیل کا واحد نہیں آتا۔ بعض لغویین نے کہا ہے کہ اَبَابِیْل کا واحد اَبُوْلٌ عَجُوْلٌ کے وزن پر آتا ہے۔ بعض کے نزدیک اِیْبَالٌ، سَکِیْتٌ کے وزن پر آتا ہے اور بعض نے کہا کہ اِیْبَالٌ، دِیْنَارٌ اور دَنَانِیْرُ اس کے وزن ہیں۔

امام فارسیؒ نے فرمایا ہے اَبَابِیْل کا واحد اِبَالَّۃٌ تشدید کے ساتھ سنا گیا ہے لیکن فراءنحوی تخفیف (بغیر تشدید) کے ساتھ اس کا ذکر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"وَاَرْسَلَ عَلَیْھِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَ" اور ان پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیج دیئے۔ (سورۃ الفیل، آیت-۳)

حضرت سعید بن جبیرؒ نے فرمایا ہے کہ "ابابیل" وہ پرندہ ہے جو اپنا گھونسلا زمین و آسمان کے درمیان بناتا ہے اور وہیں بچے وغیرہ کی پیدائش بھی عمل میں آتی ہے۔ اس کی چونچ پرندوں کی مانند ہوتی ہے اور اس کے بازو کتے کے بازو کی طرح ہوتے ہیں۔

حضرت عکرمہؒ نے فرمایا ہے کہ "ابابیل" وہ سبز رنگ کے پرندے ہیں جو سمندر سے نکل کر آتے تھے اور ان کے سر درندوں جیسے تھے۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ "ابابیل" وہ پرندے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اصحاب فیل (ہاتھی والوں) پر مسلط فرمایا تھا اور وہ بالکل "البلسان"[2] جیسا ہوتا ہے۔ بعض کے نزدیک وہ پرندے "وطواط"[3] جیسے تھے۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ نے فرمایا ہے کہ "ابابیل" وہ "زرزور"[4] پرندے جیسا ہوتا ہے۔

حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہے کہ "ابابیل" وہ پرندے ہیں جو خاطف[5] پرندے سے مشابہ تھے اور خاطف سے مراد "السنونو"[6] پرندہ

۱؎ الابابیل: فرقے۔ ابابیل جمع ہے اس کا واحد نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اِبُوْل اس کا واحد ہے۔ کہا جاتا ہے "جاءَ تْ اِبِلُکَ اَبَابِیْلُ" یعنی تیرے اونٹ قطار در قطار اور گلہ در گلہ آئے۔ "طَیْرٌ اَبَابِیْلُ" غول کے غول پرندے۔ (المنجد۔ ص ۴۶) انگریزی۔ SWALLOW - MARTIN (کتابستان اردو انگلش ڈکشنری صفحہ ۲۵)

۲؎ مصباح اللغات کے صفحہ نمبر ۱۷ پر "البلسان" سے مراد ایک درخت ہے جس کے پھول چھوٹے سفید رنگ کے ہوتے ہیں اور پتے تتلی کے مانند اور اس سے خوشبودار تیل نکلتا ہے لیکن اس کے بالکل متصل "البلشون" کا معنی بگلا لکھا ہوا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اصحاب فیل پر مسلط کئے جانے والے پرندے بگلا کی مثل ہوں گے۔ (مترجم)

۳؎ وطواط المنجد میں وَطَّ یَوُطُّ وَطًّا۔ الوطواط کے معنی چمگادڑ کا آواز کرنا نقل کئے گئے ہیں لیکن مصباح اللغات میں الوطواط کے معنی چمگادڑ بیان کئے گئے ہیں۔ نیز یہ بھی مرقوم ہے کہ الوطواط ایک قسم کی پہاڑی ابابیل کو کہا جاتا ہے۔ (المنجد ص ۱۰۹۱۔ مصباح اللغات ص ۹۵۳)

۴؎ زرزور چڑیا سے بڑا ایک پرندہ، بعض بالکل کالا ہے اور بعض چتکبرا (المنجد ۴۳۰)

۵؎ خاطف ایک لمبے بازوؤں والا چھوٹے سیاہ رنگ کا پرندہ۔ (المنجد صفحہ ۲۸۳)

۶؎ السونو۔ ابابیل۔ واحد سُنُوْنُوَۃٌ وَسُنُوْنِیَۃٌ (مصباح اللغات صفحہ ۴۰۲)

ہے جو آج کل مسجد حرام میں رہتا ہے اس کا واحد "سنونۃ" آتا ہے۔

"الابیل" نصرانی راہب کو بھی کہتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نصاری "ابیل الابیلین" کہتے تھے جس طرح عرب شاعر نے کہا ہے۔

اَمَا وَدِمَاءُ مَائِرَاتٌ تَخَالُهَا عَلٰی قَنَۃُ العزی وَبِالنَّسْرِ عِنْدَمَا

تمہیں خون کی موجیں مارنے والے سمندروں کی قسم جو تمہیں عزیٰ اور نسر کی چوٹی پر "دم الاخوین" کی طرح سرخ نظر آ رہے تھے۔

وَمَا سَبَّحَ الرُّهْبَانِ فِی کُلِّ بیعۃ اِبِیْلَ الْاَبِیْلَیْنِ عِیْسٰی بْنِ مَرْیَمَا

اور قسم ان تسبیحات کی جو ہر عبادت گاہ میں راہبوں نے پڑھیں اور ان کے آقا حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے پڑھیں۔

لَقَدْ ذَاقَ مِنَّا عَامِرٌ یَوْمَ لَعْلَعَ حَسَامًا اِذَا مَاھز بِالْکَفِّ صَمما

تحقیق ہماری جانب سے عامر نے جنگ کے دن اس تلوار کا ذائقہ چکھا ہے کہ جب وہ ہاتھ میں حرکت کرنے لگتی ہے تو گردنیں اڑاتی چلی جاتی ہے۔

"اَلاَ بَالَۃُ بِالکسر" "ابالہ (زیر کے ساتھ) لکڑی یا گھاس کے گٹھے کو کہا جاتا ہے اور "ضعث علی ابالہ" (مصیبت پر مصیبت) کے معنوں میں مستعمل ہے۔



اَلْاَتَانُ[1] (گدھی)

ہمزہ اور تاء کے زبر کے ساتھ لفظ ''اَلْاَ تَانُ'' کے معنی ''گدھی'' کے ہیں لیکن گدھی کے لئے لفظ ''اَتَانَۃٌ'' (تاء تانیث کے ساتھ) استعمال نہیں کریں گے بلکہ یوں کہیں گے۔

ثَلَاثُ اُتُنٍ'' (تین گدھیاں) جیسے کہ عَنَاقٌ اور عُنُقٌ (بکری کا بچہ) استعمال کرتے ہیں اور کثرت کیلئے ''اُتُنٌ و اُتْنٌ'' کے الفاظ مستعمل ہیں۔ مثلاً

''استاتن الرجل'' (اس نے ایک گدھی خریدی اور اسے اپنے لئے رکھ لیا)

محمد بن سلامؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک قریشی نے بیان کیا کہ ایک دن خالد بن عبداللہ القشیریؒ جو امیر عراق تھے شکار کرنے کیلئے نکلے۔ پس وہ اپنے ساتھیوں سے بچھڑ کر تنہا رہ گئے تو وہ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک عرب کا دیہاتی سامنے سے ایک دبلی پتلی گدھی پر سوار ہو کر آ رہا ہے اور اس کے ساتھ ایک بوڑھی عورت بھی ہے۔ خالد نے اس دیہاتی سے کہا کہ تمہارا تعلق کس خاندان سے ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں ایک معزز، قابل فخر خاندان سے ہوں اور میں اس گھرانے کا آدمی ہوں جسے عزت وعظمت ورثہ میں ملی ہے۔ خالد بن عبداللہؒ نے کہا کیا تمہارا تعلق قبیلہ مضر سے ہے؟ اچھا تم بتاؤ کہ تم قبیلہ مضر کی کس شاخ سے تعلق رکھتے ہو؟ اس (دیہاتی) نے جواب دیا کہ میرا تعلق قبیلہ مضر کی اس شاخ سے ہے جو گھوڑوں پر سوار ہو کر نیزہ بازی کرتے ہیں اور مہمانوں کی آمد پر ان سے معانقہ کرتے ہیں۔ خالد بن عبداللہ قشیریؒ نے کہا کہ شاید تمہارا تعلق قبیلہ عامر سے ہو لیکن تم اس کی کس شاخ سے تعلق رکھتے ہو؟ اس (دیہاتی) نے جواب دیا کہ میں باعزت، سردار اور قوم کا درد رکھنے والے خاندان سے ہوں۔ خالد بن عبداللہؒ نے کہا پھر تو تمہارا تعلق قبیلہ جعفر سے ہے لیکن تم اس قبیلہ کی کس شاخ سے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں قبیلہ جعفر کی اس شاخ کے آفتاب و ماہتاب اور سپہ سالاروں کے خاندان سے تعلق رکھتا ہوں۔ خالد بن عبداللہؒ نے کہا کہ تم تو منتخب افراد سے ہو؟ خالد بن عبداللہؒ نے کہا کہ تم یہاں کس لئے آئے ہو؟ دیہاتی نے جواب دیا کہ گردش زمانہ اور خلفاء کی توجہات کے کم ہونے کی وجہ سے۔ خالد بن عبداللہ قشیریؒ نے کہا کہ تم نے اس مقصد سے کس کے ہاں جانے کا ارادہ کیا ہے؟ دیہاتی نے جواب دیا کہ میں نے تمہارے اس امیر کی طرف جانے کا ارادہ کیا ہے جس کی مالداری نے اسے انتہائی بلندیوں پر پہنچا دیا ہے لیکن اس کے خاندان والوں سے اسے گرا دیا ہے۔ خالد بن عبداللہ قشیریؒ نے پوچھا کہ آخر تمہارا امیر کے پاس جانے کا مقصد کیا ہے؟ دیہاتی نے جواب دیا کہ میں ان کے آباؤ اجداد کے جود و کرم سے مالا مال ہونے آیا ہوں۔ پھر خالد بن عبداللہ قشیریؒ نے کہا کہ تم نے اب تک جتنے جوابات دیئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ تم نے اس سلسلے میں کچھ اشعار بھی کہے ہیں۔ دیہاتی نے اپنی عورت سے کہا کہ تم اشعار سناؤ۔ اس عورت نے کہا کہ ہم نے ملامت گر کی تعریف کرنے میں

---

(۱) اَلْاَ تَانُ: گدھی۔ اس کی جمع اُتُنٌ، اُتْن، آتن ہے۔ (المنجد صفحہ ۴۷)

اردو۔ گدھی۔ بنگالی۔ گادھی۔ بلوچی۔ مادیان۔ پشتو خرہ۔ پنجابی کھوتی۔ سندھی گڈھ۔ کشمیری کھرن (ہفت زبانی لغت صفحہ ۵۶۱)

انگریزی۔ SHE DONKEY-SHE-ASS (کتابستان اردو انگلش ڈکشنری صفحہ ۵۱۹)

بہت تکالیف اٹھائی ہیں۔ اچھا آج چھوڑیئے' اس لئے کہ ملامت گر کی مدح سرائی باعث رسوائی ہے۔ تو اس دیہاتی نے کہا کہ نہیں سناؤ۔ تو اس عورت نے اشعار سنانا شروع کئے۔

اِلَیکَ ابنَ عَبدُاللہ بِالجَدِ أرقلت بنَا البِیدَ عیس کالقسی سَوَاھُمُ

اے ابن عبداللہ ہم جس مشقت سے میدان کو طے کر کے تمہارے پاس آئے ہیں وہ ہمیں معلوم ہے۔ اونٹ تھک گئے اور ان کی کمر دوہری ہوگئی ہے۔

عَلَیھَا کرام مِنْ ذوابة عامر اضر بھم جدب السنین العوارم

بنو عامر کے وہ شرفاء اونٹ پر سوار ہو کر آئے ہیں جنہیں سیل عرم کی طرح خشک سالی نے بہت زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔

یردن امرأ یعطی علی الحمد ماله وھانت علیه فی الثناء الدراھم

وہ ایسے گھر کا عزم کر کے نکلے ہیں جو تعریف میں مال کی بارش کرتا ہے اور جود وعطا اس کی بنیاد میں ہے۔

فان تعط ما نھوی فھذا ثناؤنا وان تکن الاخری فماثم لائم

اگر تم ہم پر کرم کر دیتے ہو تو ہماری طرف سے تمہاری ثناء ہی ثناء ہے اور اگر کچھ نہیں ملتا تو پھر بھی ملامت کی کوئی بات نہیں۔

خالد بن عبداللہ قشیریؒ نے کہا اے اللہ کے بندے! تمہارے اشعار تو بہت عمدہ ہیں جبکہ تم اتنی دبلی گدھی پر سوار ہو کر آئے ہو اور مجھ سے ہو کہ بھورے رنگ کے اونٹ پر بیٹھے ہوئے ہو۔ تم نے آدمی کی وہ صفات بیان کی ہیں جو تمہاری گفتگو سے ظاہر نہیں ہوتی۔

دیہاتی نے کہا اے بھتیجے! ہم نے ملامت گر کی تعریف کرنے میں جو تکالیف اٹھائی ہیں وہ ہمارے لئے اشعار میں غلط تعریف سے زیادہ بوجھل (مشکل) ہیں۔ خالد بن عبداللہ قشیریؒ نے دیہاتی سے کہا: کیا تم خالد کو جانتے ہو؟ دیہاتی نے کہا کہ میں خالد بن عبداللہ قشیریؒ کو نہیں جانتا' خالد بن عبداللہ نے کہا' میں ہی خالد بن عبداللہ قشیری ہوں۔ دیہاتی نے کہا خدا کی قسم تم ہی خالد ہو۔ خالد نے جواب دیا "جی ہاں" جس سے تم سوال کر رہے ہو وہی خالد بن عبداللہ ہے اور تمہیں میں ایسی چیز دینے والا ہوں جس کا بدل تم ادا نہیں کر سکتے۔ دیہاتی نے (اپنی عورت سے کہا) اے ام جحش اپنی گدھی کا رخ پھیر لے۔ خالد بن عبداللہؒ نے اس عورت سے کہا کہ تم ہرگز ایسا نہ کرنا' تم اور تمہارا شوہر دونوں یہاں ٹھہرو۔ دیہاتی نے کہا نہیں نہیں۔ خدا کی قسم! کیا میں ان کو کچھ سنا کر مال لے سکتا ہوں' اتنا کہہ کر دیہاتی نے گدھی کو موڑا اور چل دیا۔ خالد بن عبداللہ قشیریؒ نے کہا کہ اس طرح کے کام یہ اور اس کے آباؤ اجداد کرتے ہی رہتے ہیں۔

بیہقی میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اون (کا کپڑا) پہنا' بکری کا دودھ دوہا اور گدھی پر سوار ہوا تو اس میں ذرہ برابر بھی تکبر نہیں۔ اسی طرح کے مضمون کی تائید "الکامل" میں عبدالرحمٰن بن عمار بن سعد کے حالات زندگی میں مذکور ہے۔

دوسری روایت حضرت جابرؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اونی لباس' غریب مومنین کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا' گدھی پر سوار ہونا' بکری کو ٹانگوں میں دبا کر دوہنا اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ کھانا کھانا وغیرہ تکبر سے محفوظ رکھتے ہیں۔

زرارہ بن عمرو نخعی نصف رجب ۹ھ کے قریب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے

رسولؐ! میں نے راستے میں ایک خواب دیکھا ہے جس کی وجہ سے میں پریشان ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے کیا دیکھا؟ زرارہ نے عرض کی میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے اپنے اہل وعیال کے پاس ایک گدھی چھوڑی ہے جس نے سرخی مائل کالے رنگ کا ایک سالہ بکری کا بچہ جنم دیا ہے اور میں نے خواب میں یہ بھی دیکھا ہے کہ زمین سے آگ سلگی جو میرے بیٹے جس کا نام عمرو ہے پر حائل ہوگئی ہے اور اس آگ سے آواز آرہی ہے کہ میرا شعلہ بینا اور نابینا دونوں کو جلائے گا۔ چنانچہ رسول اکرمؐ نے اس خواب کی تعبیر یہ بتلائی کہ تو نے اپنے گھر میں خوش طبع لونڈی چھوڑی ہے۔ اس نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس لونڈی نے تیرا ہی بچہ جنا ہے اور وہ تیرا بیٹا ہے۔ اس آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ وہ بچہ سیاہ رنگ کا سرخی مائل کہاں سے پیدا ہوگیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے قریب ہو جاؤ تو وہ قریب ہوگیا' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے والد کو برص تھا' تم اسے چھپا رہے ہو۔ اس آدمی نے کہا اللہ کی قسم! جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا نبی بنا کر بھیجا ہے اس سے پہلے سوائے آپ ﷺ کے کسی نے یہ (راز) نہیں بتایا۔ پھر اس نے کہا جی ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا' پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم نے جو آگ دیکھی ہے اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ میرے بعد ایک فتنہ کی شکل میں ظاہر ہوگی۔

حضرت زرارہؓ نے عرض کیا وہ کون سا فتنہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رونما ہوگا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ اپنے امام کو قتل کر دیں گے' آپس میں لڑیں گے اور وہ بڑے لوگ ہوں گے۔ ان کی انگلیوں کے درمیان ایک مومن کا خون دوسرے کے سامنے اس طرح بہے گا جیسے کہ وہ پانی سے زیادہ ارزاں ہو اور اس کام کو گناہگار عمدہ سمجھیں گے۔ اے زرارہؓ اگر تو اس فتنہ کو نہ پاسکا تو تیرا بیٹا ضرور اس فتنہ کو دیکھے گا۔ حضرت زرارہؓ نے عرض کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے دعا کیجئے کہ میں اس فتنہ کو نہ پاسکوں۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کیلئے دعا فرمائی۔ (الحدیث)

اہل علم نے کہا ہے کہ اس فتنہ سے مراد ''فتنہ عثمانؓ'' ہے جس میں حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا۔ ''الاسفع الاحوی'' چتکبرے کو کہتے ہیں۔

امثال عرب کہتے ہیں کہ ''كَانَ حِمَارًا فَاسْتَتَانَ'' (یعنی وہ گدھا تھا پھر گدھی بن گیا) یعنی باعزت تھا پھر ذلیل ہوگیا۔ یہ مثال اس شخص کیلئے بولی جاتی ہے جو اولاً باعزت رہا ہو لیکن بعد میں ذلیل بن گیا ہو۔

تعبیر گدھی کو خواب میں دیکھنا ایسی عورت پر دلالت کرتا ہے جو کاروبار میں مددگار' انتہائی مفید اور نسل واولاد والی ہوتی ہے۔ لفظ ''الاتان'' ایتان سے بنا ہے۔ (یعنی ہمیشہ فائدہ مند)



الاخطب

''الاخطب'' احمر کے وزن پر ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ ''اخطب'' ایک صرد[1] نامی پرندہ ہے۔ شاعر نے کہا ہے کہ:

ولاانثنی من طیرة عن مریرة
اذا الاخطب الداعی علی الدوح صر صرا

میں اپنے پختہ ارادہ سے طیش کی وجہ سے نہیں پھرتا جبکہ کسی بڑے درخت پر بیٹھ کر ''اخطب'' زوردار آندھی کو آواز دے رہا ہو۔

''الاخطب'' ایسے گدھے کو کہتے ہیں جس کی پشت سبز رنگ کی ہو۔ فراخوی کہتے ہیں کہ ''الخطبا'' ایسی گدھیوں کو کہتے ہیں جن کی پشت پر کالی کالی دھاریاں ہوں اور گدھے کو اخطب کہتے ہیں۔

اَلْاُخَیْضِر[2]

اَلْاُخَیْضِر: ابن سیدہ نے کہا کہ ''اُخَیْضِر'' سبز رنگ کی مکھی کو کہتے ہیں جو کالی مکھی کے برابر ہوتی ہے۔

الاخیل[3]

الاخیل سبز رنگ کے پرندے کو ''اخیل'' کہتے ہیں۔ اس کے بازوؤں میں اس کے رنگ کے برعکس ایک چمک سی موجود ہوتی ہے' اس کی پشت پر ایک تل ہوتا ہے۔ اس وجہ سے اس پرندہ کو ''اخیل'' کہا جاتا ہے۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ ''اخیل'' کو الشقراق[4] بھی کہتے ہیں۔ اس کا مفصل بیان ''باب الشین'' میں آئے گا۔ شقراق فاختہ سے بڑا پرندہ ہوتا ہے جس کو شقرق اور شرقرق بھی کہا جاتا ہے۔ ''الاخیل'' کو اگر نکرہ استعمال کیا جائے تو منصرف پڑھیں گے۔ اگر بطور نکرہ اس کو استعمال کیا جائے تو منصرف (حرکت کے ساتھ) آئے گا۔ بعض نحویین نے کہا ہے کہ چاہے اسے معرفہ استعمال کریں یا نکرہ دونوں صورتوں میں یہ غیر منصرف رہے گا۔ اس لئے کہ نحویین اس کو ''التخیل'' مصدر سے صفت تسلیم کرتے ہیں اور وہ مندرجہ ذیل شعر سے استدلال کرتے ہیں۔

ذرینی وعلمی بالامور و شیمتی
فما طائری فیها علیک باخیلا

مجھے چھوڑ دو اور تمام معاملات مجھے بتا دو اس لئے کہ میری عادت یہ ہے کہ میں آپ کے بارے میں بدشگونی کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

---

(۱) الصرد۔ موٹے سر، سفید پیٹ اور سبز پیٹھ کا ایک پرندہ جو چھوٹے پرندوں کو شکار کرتا ہے۔ لٹورا۔ اس کی جمع صردان ہے۔ (المنجد ۵۶۳) نیز الاخطب کے ایک معنی شکرا کے بھی کئے گئے ہیں۔ (مصباح اللغات صفحہ ۲۰۹)

(۲) اُخَیْضِر۔ مکھی۔ آنکھ کی ایک بیماری (المنجد صفحہ ۲۷۹) نیز ''اَلْخُضَارِیّ وَالْخُضَیرِیّ'' سبزی مائل زرد رنگ کا ایک پرندہ جس کو ''اخیل'' بھی کہتے ہیں۔ اس کی جمع ''خضارِیّ'' ہے۔ (المنجد صفحہ ۲۷۹)

(۳) اخیلان: ایک سمندری جانور جس کا نصف حصہ انسان کے مشابہ اور نصف مچھلی سے ملتا ہوا ہوتا ہے۔ (المنجد ۳۰۶)

(۴) الشقراق والشقراق۔ فاختہ سے بڑا ایک پرندہ جس کو شقرق اور شرقرق بھی کہتے ہیں (مصباح اللغات صفحہ ۴۳۱)

الاربد [1]

الاربد: یہ ایک قسم کا زہریلا سانپ ہے اس کے کاٹنے سے چہرے کا رنگ خاکستری ہو جاتا ہے۔ اس کے بارے میں عبدالمطلب بن عمیر کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی قبر پر زیاد کو کھڑے ہو کر یہ شعر پڑھتے دیکھا۔

ان تحت الاحجار حزما وعزما　　وخصیما الدذامعلاق

(سانپ) پتھروں کے نیچے لکڑیوں کے گٹھے کی طرح (سمٹا ہوا) بہادر، حملہ آور اور جھگڑالو دشمن ہے۔

حیة فی الوجار اربد لاینفع　　منه السلیم نفث الراقی

''ایک اربد سانپ اپنے بل میں رہتا ہے جس کی پھنکار سے جھاڑ پھونک کرنے والا بھی محفوظ نہیں رہ سکتا۔''

زیاد نے کہا اللہ کی قسم! میں جس سے دشمنی کرتا ہوں تو آخری درجہ کی دشمنی کرتا ہوں اور جس سے اخوت و بھائی چارگی کا معاملہ کرتا ہوں تو اسے بھی آخر تک نبھاتا ہوں۔

(علامہ دمیریؒ کہتے ہیں) کہ امام جوہریؒ نے کہا ہے کہ ''**ذومعلاق**'' انتہائی جھگڑالو کے معنوں میں مستعمل ہے۔

جیسے کہ مہلہل شاعر نے کہا ۔

ان تحت الاحجار حزماوجودا　　وخصیما الدذا معلاق

(سانپ) پتھروں کے نیچے لکڑیوں کے گٹھے کی طرح (سمٹا ہوا) سخت حملہ آور اور جھگڑالو دشمن ہے۔

الارخ

الارخ: ابن درستویہ نے کہا ہے کہ یہ دو سال کی اس گائے کو کہتے ہیں جس کے ساتھ ابھی جفتی نہ کی گئی ہو۔ ''ارخ'' کی جمع اروخ، اراخ آتی ہے۔ ابن درستویہ نے یہ بھی کہا ہے کہ مجھے قبیلہ مزینہ کے ایک دیہاتی نے مکہ کے راستے میں یہ شعر سنایا جو اس نے اپنے لئے کہا تھا۔

ایام عهدی فیک کانها　　ارخ یرود بروضة مثقال

میری زندگی کے دن تمہارے ساتھ اس طرح بیتے جیسے ''ارخ'' گھنے جنگل میں رہتا ہے۔

امام جوہریؒ نے کہا ہے کہ ''ارخ'' جنگلی گائے یعنی نیل گائے کو کہتے ہیں۔ صاحب المغرب نے کہا ہے کہ ''الارخ'' جنگلی گائے کے بچے کو کہتے ہیں۔



[1] اردو، سانپ۔ بنگالی، شاپ۔ بلوچی، مار۔ پشتو، مار۔ پنجابی، سپ۔ سندھی، سپ۔ کشمیری، سرف۔ (ہفت زبانی لغت صفحہ ۳۸۲)

الارضة [1]

الارضة: دیمک کو کہتے ہیں' یہ ایک چھوٹا سا جانور ہے جو مسور کے دانہ کے برابر ہوتا ہے اور لکڑی کو کھاتا رہتا ہے۔ اس کو "السرفة" [2] بھی کہا جاتا ہے۔ یہ وہ زمین کا کیڑا ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن مجید) میں کیا ہے۔ اس پر تفصیلی بیان انشاء اللہ "باب السین" میں ہوگا۔ دیمک اپنی کاریگری کا اظہار زمین ہی پر کرتا ہے اسی نسبت سے اس کو "دابة الارض" کہا جاتا ہے۔

امام قزوینیؒ نے "الاشکال" میں لکھا ہے کہ دیمک جب ایک سال کا ہو جاتا ہے تو اس کے دو لمبے لمبے پر نکل آتے ہیں جن سے وہ اڑنے لگتا ہے اور اسے "دابة الارض" (زمین کا کیڑا) بھی کہا جاتا ہے۔ اسی کیڑے (دیمک) نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کی اطلاع جنوں کو دی تھی۔ چیونٹی دیمک کی دشمن ہے چنانچہ چیونٹی دیمک کے پیچھے کی جانب سے آتی ہے اور اسے اٹھا کر اپنے سوراخ میں لے جاتی ہے۔ اگر چیونٹی دیمک کے سامنے سے آئے تو وہ اسے قابو نہیں کر سکتی' اس لئے کہ دیمک اس وقت چیونٹی سے مقابلہ کرنے کیلئے تیار ہو جاتا ہے۔

دیمک کے خواص دیمک کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ مکڑی کے جال کی طرح لکڑی کا ایک خوبصورت مکان بنا لیتا ہے اور وہ نیچے سے بنتا ہوا اوپر کی طرف چلا جاتا ہے اور اس کے گھر کی کسی سمت میں ایک چوکور دروازہ ہوتا ہے۔ اس کا گھر ایک تابوت کی مانند ہوتا ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ "**تعلم الاوائل بناء النواویس علی موتاهم**" (بڑے بزرگوں نے اپنے مرنے والوں کے لئے قبرستان کی عمارت بنانا سکھائی ہے۔)

بخاری و مسلم میں یہ روایت مذکور ہے کہ جب قریش کو اس بات کا علم ہوا کہ نجاشی بادشاہ نے حضرت جعفر بن ابی طالبؓ اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے تو یہ بات قریش کو ناگوار معلوم ہوئی۔ چنانچہ قریش اس کے بدلے میں نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ پر غم و غصہ کا اظہار کرنے لگے اور قریش نے بنو ہاشم کے خلاف آپس میں ایک معاہدہ کیا کہ وہ آج کے بعد ان مسلمانوں سے نہ نکاح کریں گے' نہ خرید و فروخت کا معاملہ کریں گے اور نہ ان سے ملیں گے۔ اس معاہدے کو "بغیض بن عامر" نے تحریر کیا تھا چنانچہ اس کے ہاتھ بے کار اور شل ہو گئے تھے۔ جب معاہدہ نامہ تیار ہو گیا تو قریش نے اسے خانہ کعبہ میں لٹکا دیا اور بنو ہاشم کے تمام افراد کو شعب ابی طالب میں قید کر دیا۔ یہ واقعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتویں سال محرم الحرام کے ابتدائی دنوں میں پیش آیا۔ اس معاہدے کی قریش کے تمام افراد نے پابندی کی لیکن بنو عبد المطلب نے اس سلسلہ میں جانبداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے ساتھ ہمدردانہ سلوک کیا۔ قریش نے "بنو ہاشم" کے لئے کھانے پینے کے سامان اور ان کے دیگر لوازمات پر پابندی لگا دی تھی۔ قریش نے اس بائیکاٹ پر (جسے مقاطعہ قریش کہا جاتا ہے) ساری قوت صرف کر دی تھی۔ انہوں نے

---

(۱) الارضة: لکڑی کھانے والا کیڑا۔ دیمک۔ اس کی جمع ارض ہے۔ (المنجد صفحہ ۵۳) اردو، دیمک۔ بنگالی، شاد اپیرا۔ بلوچی، دروک۔ پشتو، وینہ۔ پنجابی، سیونک۔ سندھی، اوھی۔ کشمیری، دیمک۔ (ہفت زبانی لغت صفحہ ۳۲۸) انگریزی TERMITE (اوکسفرڈ انگلش ڈکشنری صفحہ ۱۳۹۴)

(۲) السرفة: سرخ جسم۔ سیاہ سر والا کیڑا۔ گھن (المنجد صفحہ ۴۷۷)

(بائیکاٹ کا) یہ معاملہ تین سال تک جاری رکھا' پھر اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو اس معاہدہ کی خبر ''وحی کے ذریعے پہنچائی'' چنانچہ اس معاہدہ نامہ کو سوائے اللہ تعالیٰ کے نام کے دیمک نے چاٹ لیا۔ بعد میں اہل قریش کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب بن عبدالمطلب نے یہ بات بتائی کہ تمہارے اس معاہدہ نامہ کو دیمک چاٹ گیا ہے چنانچہ قریش نے جب صحیفہ کو دیکھا تو اسے اسی طرح پایا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے ان کو بتایا تھا لہٰذا اس کے بعد قریش نے شعب ابی طالب کے تمام محصورین کو رہا کر دیا۔

ایک اور روایت جو سنن ابن ماجہ' ابن سعد میں منقول ہے اس طرح ہے۔ حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے تنے کے قریب نماز پڑھ رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے تنے کو منبر بنالیا تھا۔ وہ کھجور کا تنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح محبت کرنے لگا جس طرح اونٹنی اپنے بچے سے محبت و پیار کرتی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس (یعنی کھجور کے تنے) پر پھیرا تو وہ اپنی جگہ ٹھہر گیا' پھر جب وہ کھجور کا تنا سجدہ گاہ ختم ہونے لگا اور تبدیل ہونے لگا تو حضرت ابی بن کعبؓ نے اس تنے کو اپنے گھر لے جاکر محفوظ کر لیا۔ جب کھجور کا تنا بوسیدہ (پرانا) ہو گیا تو اس کو دیمک چاٹ گیا چنانچہ وہ کھجور کا تنا ریزہ ریزہ ہو گیا۔ (اس کا تفصیلی ذکر انشاء اللہ ''باب الدال فی لفظ الدابۃ'' میں آئے گا)۔

دیمک کا شرعی حکم | دیمک کی گندگی کی بنا پر اس کا کھانا حرام ہے۔ قاضی حسینؒ نے فرمایا ہے کہ اگر دیمک نے کسی ایسی جگہ گھر بنالیا ہو اور وہ زمین ڈھیلے دار ہو تو اس مٹی سے تیمم کرنا جائز ہے اور وہ مٹی دیمک کے لعاب کے اختلاط کی وجہ سے ناپاک نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ دیمک کا لعاب پاک ہوتا ہے لہٰذا دیمک کی لعاب دار مٹی کا حکم اس آٹے کا ہو گیا جس کو کسی سرکہ' یا عرق گلاب سے گوندھا گیا ہو۔ البتہ ایسی لکڑی' یا کتاب کا بقیہ حصہ جسے دیمک نے چاٹ لیا ہو ان سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ یہ مٹی نہیں ہے اور تیمم تو صرف مٹی سے کیا جا سکتا ہے۔

امثال | عرب کہتے ہیں ''هو اكل من ارضة'' وہ دیمک سے زیادہ کھانے والا ہے۔ یہ محاورہ ایسے آدمی کیلئے بولا جاتا ہے جو زیادہ کھانے والا ہو۔

تعبیر | اگر کوئی شخص خواب میں ''دیمک'' دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ علوم میں بحث ومباحثہ اور تکرار کرے گا۔

''الارقم'' (چتکبرا سانپ)

الارقم (چتکبرا سانپ): یہ وہ سانپ ہے جس کے جسم پر سفیدی و سیاہی دونوں اس طرح معلوم ہوتی ہیں گویا کہ اس کے جسم پر کچھ لکھا گیا ہو' یا اس کے جسم پر کسی قسم کا نقشہ بنایا گیا ہو۔

(علامہ دمیریؒ لکھتے ہیں کہ) ایک عجیب واقعہ یوں روایت کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے کسی آدمی کی ہڈی کو توڑ ڈالا تو وہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے قصاص کا مطالبہ کیا تو آپؓ نے کسی وجہ سے قصاص دلانے سے انکار کر دیا تو اس شخص نے عرض کیا کہ معاملہ تو بالکل ''ارقم'' (چتکبرا سانپ) جیسا ہو گیا ہے کہ دونوں صورتوں میں نقصان کے

سوا کچھ نہیں ہے۔ چنانچہ اگر آپ سانپ کو چھوڑ دیں تو اس سے کسی وقت بھی ڈسنے کا خطرہ رہتا ہے اور اگر آپ اسے مار ڈالیں تب بھی نقصان کا اندیشہ رہتا ہے۔

''النھایہ'' میں ابن الاثیر لکھتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ جنات سانپوں کے مارنے کا بدلہ لیا کرتے ہیں۔ چنانچہ بعض اوقات سانپ کا قاتل فوت ہو جاتا' یا پاگل ہو جاتا تھا لہٰذا یہ بات بالکل ایسے ہی ہوگی جیسے کہ کسی آدمی پر دو نقصان دہ چیزوں کا اجتماع ہو گیا ہو اور وہ اس کے ردعمل کی کسی بھی تدبیر سے واقف نہ ہو تو گویا اس کا دونوں طرف سے نقصان ہوتا ہے۔ ایک تو ہڈی ٹوٹ گئی اور دوسرا قصاص سے بھی محروم ہو گیا۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ ''الارقم'' وہ سانپ ہے جس کے جسم پر سرخی اور سیاہی دونوں ہوتی ہیں چنانچہ مہذب الملک شاعر ''الارقم'' کو تشبیہ دیتے ہوئے کہتا ہے۔

کانون أذھب بردہ کانوننا مابین سادات کرام حذق

اس کی ٹھنڈک کو آتش دان نے ختم کر دیا ہے۔ ہمارا آتش دان بڑے بڑے معزز لوگوں کے درمیان رکھا ہوا ہے۔

بأراقم حمر البطون ظھورھا **سود تلغلغ باللسان الازرق**

وہ آتش دان ارقم (چتکبرا سانپ) کی مانند ہے جس کے پیٹ میں سرخ رنگ کی لکیریں اور پیٹھ پر چتکبری رنگ کی دھاریاں ہوں۔

''الارنب'' (خرگوش)[1]

''الارنب'' خرگوش واحد ہے اس کی جمع ''ارانب'' آتی ہے اور یہ اسم جنس ہے جو نر اور مادہ دونوں کیلئے مستعمل ہے۔ خرگوش ایک ایسا جانور ہے جو بکری کے چھوٹے بچے کے مشابہ ہوتا ہے' خرگوش کے دونوں ہاتھ چھوٹے اور پاؤں لمبے ہوتے ہیں۔ خرگوش زرافہ جانور کے بالکل برعکس ہوتا ہے اور یہ پچھلی ٹانگوں سے ہی چلتا پھرتا ہے۔

جاحظ نے کہا ہے کہ جب تم ''ارنب'' کہو گے تو اس سے مراد مادہ ہی ہوگی۔ پس اس طرح ہم کہتے ہیں کہ **''ھذا لعقاب وھذہ الارنب''** الکامل میں مبرد نحوی نے کہا ہے کہ عقاب کا اطلاق نر اور مادہ دونوں پر ہوتا ہے۔ ان دونوں (یعنی نر اور مادہ) میں تمیز اسم اشارہ سے کریں گے جس طرح کہ ''ارنب'' میں کرتے ہیں۔

عربی میں نر خرگوش کو ''الخزز'' بھی کہا جاتا ہے اور اس کی جمع ''خزان'' آتی ہے جیسے کہ ''صرد وصردان''۔ مادہ خرگوش کو ''عکرشۃ'' جاتا ہے اور خرگوش کے بچے کیلئے ''الخرنق'' کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں اور اس کے چوزوں کیلئے ''پہلے خرنق' پھر سخلۃ' پھر ارنب'' الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔

---

[1] اردو، خرگوش۔ بنگالی کھر، گوش۔ بلوچی، ھرگوش۔ پشتو، سویہ۔ پنجابی، سیا۔ سندھی، سھو۔ کشمیری، خرگوش۔ (ہفت زبانی لغت صفحہ ۲۹۱) انگریزی۔ RABBIT-HARE (کتابستان اردو انگلش ڈکشنری صفحہ ۲۸۶)

زخرگوش کی ایک قسم ایسی بھی ہوتی ہے کہ اس کے جسم کے ایک حصے میں ہڈی اور دوسرے حصے میں گوشت ہوتا ہے۔ چنانچہ اس قسم کی نوع لومڑی میں بھی پائی جاتی ہے۔

بعض اوقات مادہ خرگوش اپنے نر سے خود جفتی کرنے لگتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مادہ خرگوش میں شہوت کا غلبہ ہوتا ہے' مادہ خرگوش حالت حمل میں جفتی کر لیتی ہے۔

خرگوش میں عجیب وغریب بات یہ ہے کہ یہ جانور ایک سال نر رہتا ہے اور دوسرے سال مادہ بن جاتا ہے۔ ''**فسبحان القادر علی کل شیء**'' پس پاک ہے ہر چیز پر قدرت رکھنے والا۔

عجیب وغریب واقعہ ۶۱۳ھ میں ابن اثیرؒ نے ''الکامل'' میں یہ بات ذکر کی ہے کہ میرے ایک دوست نے خرگوش کا شکار کیا تو جب اس نے اس خرگوش کو غور سے دیکھا تو اسے معلوم ہوا کہ خرگوش میں عضو مخصوص (آلہ تناسل) بھی ہے اور ایک شرمگاہ بھی ہے چنانچہ لوگوں نے جب خرگوش کا پیٹ چاک کر کے اس کا معائنہ کیا تو دونوں چیزوں (شرمگاہ اور آلہ تناسل) کو خرگوش میں موجود پایا۔

ابن اثیرؒ نے اس سے بھی عجیب وغریب بات بیان کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے پڑوس میں ایک لڑکی تھی جس کا نام صفیہ تھا۔ اس کی عمر پچیس سال ہوئی تو اس کے مردانہ عضو مخصوص (آلہ تناسل) نکل آیا اور اس کے بعد اس کے داڑھی بھی نکل آئی۔ چنانچہ اس لڑکی میں دونوں جنسوں کے اعضائے مخصوصہ جمع ہو گئے اس قسم کی مثال انشاء اللہ ''الضبع'' کے عنوان میں بھی آئے گی۔

خرگوش کے خصائل خرگوش کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ آنکھیں کھول کر سوتا ہے جب شکاری اس کو پکڑنے کیلئے آتا ہے تو خرگوش کی آنکھیں کھلی ہوئی دیکھ کر یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ جاگ رہا ہے تو وہ واپس چلا جاتا ہے۔ خرگوش کے متعلق یہ بھی مشہور ہے کہ جب خرگوش دریا دیکھتا ہے تو مر جاتا ہے اسی لئے اکثر یہ دریا کے کنارے پائے جاتے ہیں۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ بات صحیح نہیں ہے۔

عربوں کا خرگوش کے متعلق یہ خیال ہے کہ جنات خرگوش میں حیض ہونے کی وجہ سے اس سے دور رہتے ہیں۔ شاعر نے کہا ہے۔

وضحک الارانب فوق الصفا **کمثل دم الحرب یوم اللقا**

خرگوش کے حیض کا خون صفا پہاڑ پر اس طرح بکھرا ہوا ہے جس طرح جنگ کے دن خون بہتا ہے۔

فائدہ جانداروں میں سے جن کو حیض آتا ہے ان کی تعداد چار ہے۔

(۱) عورت (۲) ضبع (لگڑ بگڑ) (۳) چمگادڑ (۴) خرگوش۔

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ کتیا کو بھی حیض آتا ہے۔

امام ابوداؤد نے سنن ابوداؤد میں ایک روایت نقل کی ہے۔

جابر بن حویرثؒ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خرگوش (ان جانداروں میں سے ہے جن) کو حیض آتا ہے۔

ابن معین نے کہا کہ میں جابر بن حویرث کے متعلق نہیں جانتا لیکن ابن حبان نے جابر بن حویرث کو ''ثقات'' میں شمار کیا ہے۔

جابر بن حویرث سے صرف ایک ہی حدیث کی روایت مشہور ہے۔

بیہقی میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ایک اور روایت منقول ہے۔

۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک خرگوش پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تناول نہیں فرمایا اور نہ ہی اس سے منع فرمایا۔

علامہ دمیریؒ لکھتے ہیں کہ گویا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال یہ تھا کہ خرگوش کو حیض آتا ہے اور وہ گوشت وغیرہ بھی کھاتا ہے۔ جگالی کرتا ہے' مینگنی کرتا ہے نیز اس کے دونوں پاؤں کے نیچے اور جبڑوں کے اندرونی حصے میں بال بھی ہوتے ہیں۔

خرگوش کا شرعی حکم تمام اہل علم کے نزدیک خرگوش کا گوشت حلال ہے لیکن ایک روایت جو ابن عمر اور ابن ابی لیلی سے مروی ہے کے مطابق خرگوش کا گوشت مکروہ ہے۔ چنانچہ ہم حضرت انس بن مالکؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں۔

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے مقام "مرالظہران" (مکہ اور مدینہ کے درمیان سولہ میل کے فاصلہ پر ایک جگہ کا نام ہے) میں ایک خرگوش کا تعاقب کیا' پس میں نے اس کو پکڑ لیا اور پھر اس کو ابوطلحہؓ کے پاس لایا۔ ابوطلحہؓ نے خرگوش کو ذبح کیا اور خرگوش کی "ایک سرین اور دونوں رانیں" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجیں۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول فرمالیا۔ (رواہ البخاری ومسلم وترمذی) (احناف کے نزدیک اس کا گوشت اسی روایت کی بناء پر جائز ہے۔)

بخاری "کتاب الھبۃ" میں ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اسے قبول فرما کر اس سے تناول بھی فرمایا۔

ابوداؤد میں یہ روایت ان الفاظ سے منقول ہے۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں میں ایک طاقتور نوجوان لڑکا تھا۔ میں نے ایک خرگوش کا شکار کیا اور اس کا گوشت پکایا۔ پس مجھے حضرت ابوطلحہؓ نے اس کی ایک ران دے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خرگوش کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خرگوش حلال ہے۔

"احمد' نسائی' ابن ماجہ اور حاکم" میں محمد بن صفوان سے روایت منقول ہے۔ انہوں نے دو خرگوشوں کا شکار کیا' پھر ان دونوں کو پتھر کے دو ٹکڑوں سے ذبح کیا۔ اتنے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو کھانے کا حکم دیا۔

ابن قانع کی "معجم" میں محمد بن صفوان' یا صفوان بن محمد سے روایت ہے۔

اہل علم کی وہ جماعت جس نے خرگوش کے گوشت کو مکروہ قرار دیا ہے مثلاً ابن ابی لیلیٰ اور ان کے تمام موافق علماء وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس کو ترمذی میں نقل کیا گیا ہے۔

حبان بن جزء اپنے بھائی خزیمہ بن جزء سے روایت کرتے ہیں۔ حبان بن جزء کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن نبی اکرمؐ سے خرگوش کے متعلق سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ تو میں اسے کھاؤں گا اور نہ اسے حرام قرار دیتا ہوں۔ حبان کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اس کی وجہ کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا خیال ہے کہ اسے خون (حیض) آتا ہے' پھر میں نے لگڑ بگڑ

(ہنڈار) کے متعلق پوچھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لگڑ بگڑ (ہنڈار) کو کون کھائے گا۔

امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند قوی نہیں۔ امام ابن ماجہ نے اس حدیث کو ''ابوبکر بن ابی شیبہ'' سے روایت کیا ہے اور اس میں ''ضبع'' (لگڑ بگڑ) کے ساتھ ''ثعلب'' (لومڑی) اور ''ضب'' (گوہ) کا اضافہ بھی کیا ہے۔

بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں۔

اور میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھیڑیے کے متعلق سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے کوئی بھی شخص جس کے اندر ذرا سا خیر ہوگا نہیں کھائے گا۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ احادیث میں کوئی ایسی ضعیف حدیث نہیں ہے جس میں خرگوش کی حرمت کا ذکر ہو لیکن ان دو قسم کی روایات سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ خرگوش گندہ جانور ہے لیکن اس کا گوشت کھایا جاتا ہے۔

امثال اہل عرب بطور مثال کہتے ہیں ''**اقطف من ارنب واطعم اخاک من کلیة الارنب**'' (خرگوش کے گردے نکالو اور اپنے بھائی کو کھلاؤ) اسی طرح ایک دوسری مثال بھی ہے۔

''**اطعم اخاک من عقنقل الضب**'' (اپنے بھائی کو کھلاؤ گوہ کی انتڑیاں) اہل عرب یہ مثالیں' غم خواری' غمگساری اور مدد کرتے وقت بولتے ہیں۔

اسی طرح ایک مشہور مثال جو اہل عرب نے جانوروں سے لی ہے کہ ''**فی بیته یوتی الحکم**'' (اس کے گھر میں ہی فیصلہ دیا جاتا ہے) اسی کے متعلق ایک واقعہ ہے کہ ایک خرگوش نے ایک کھجور اٹھائی' اسے لومڑی نے چھین کر کھالیا۔ چنانچہ خرگوش اور لومڑی جھگڑا کرتے ہوئے اپنا مقدمہ گوہ کے پاس لے گئے۔ خرگوش نے شکایت کرتے ہوئے کہا ''اے ابوحسل'' (یہ گوہ کی کنیت ہے) گوہ نے کہا کہ ''**سمیعا دعوت**'' (تو نے سننے والے ہی کو پکارا ہے) خرگوش نے کہا ہم دونوں (لومڑی اور خرگوش) تمہارے پاس مقدمہ لے کر آئے ہیں تاکہ تو فیصلہ کرے۔ گوہ نے کہا ''**عَادِلًا حَکِیْمًا**'' (تم منصف اور دانا کے پاس آئے) خرگوش نے کہا کہ تم ہمارے پاس آؤ۔ گوہ نے کہا ''**فی بیته یوتی الحکم**'' (اس کے گھر میں ہی فیصلہ دیا جاتا ہے) خرگوش نے کہا کہ میں نے ایک کھجور اٹھائی' گوہ نے کہا ''**حلوۃ فکلیها**'' (کھجور میٹھی ہوتی ہے کھالو) خرگوش نے کہا وہ کھجور تو لومڑی نے چھین لی ہے۔ گوہ نے کہا ''**لنفسه بغی الخیر**'' (اپنے لئے ہی بھلائی اور اچھائی کی جاتی ہے) خرگوش نے کہا کہ پھر میں نے اسے ایک تھپڑ مارا۔ گوہ نے کہا ''**بحقک اخذت**'' (اپنا حق تو نے وصول کرلیا) خرگوش نے کہا پھر اس نے مجھے بھی تھپڑ مارا۔ گوہ نے کہا ''**حرا انتصر لنفسه**'' (آزاد نے اپنی ہی تو مدد کی) خرگوش نے کہا تم ہمارے درمیان فیصلہ کردو۔ گوہ نے کہا ''**قد قضیت**'' (تحقیق میں نے فیصلہ کردیا۔)

چنانچہ گوہ کے تمام اقوال ضرب المثل کے طور پر استعمال ہونے لگے۔

اسی طرح کا ایک دوسرا واقعہ ہے۔

ایک مرتبہ عدی بن ارطاۃ قاضی شریح کے پاس عدالت میں آئے۔ عدی نے کہا آپ کہاں ہیں؟ قاضی نے فرمایا ''**بینک و بین الحائط**'' (تمہارے اور دیوار کے درمیان ہوں) عدی نے کہا کہ میں تمہارے پاس ایک مقدمہ لے کر آیا ہوں آپ اسے

سنیے۔ قاضی نے کہا ''للاستماع جلست'' (میں سننے کیلئے ہی بیٹھا ہوں) عدی نے کہا میں نے ایک عورت سے شادی کی ہے۔ قاضی نے جواب دیا ''بالوفاہ والبنین'' (بیوی سے موافقت اور اولاد نصیب ہو) عدی نے کہا کہ میری بیوی کے گھر والوں نے یہ شرط لگائی ہے کہ میں اسے ان کے گھر سے باہر نہیں لے جا سکتا۔ قاضی شریح نے کہا ''اوف لھم بالشروط'' (ان کی شرط تم پوری کرو) عدی نے کہا میں تو بیوی کو ان کے گھر سے لے جانا چاہتا ہوں۔ قاضی نے فرمایا ''فی حفظ اللہ'' (اللہ حافظ ہے) عدی نے کہا آپ اس معاملہ میں فیصلہ فرما دیجئے۔ قاضی نے فرمایا ''قدفعلت'' (میں نے فیصلہ کر تو دیا ہے) عدی نے کہا کس پر فیصلہ کیا ہے۔ قاضی نے فرمایا ''علی ابن امک'' (تیری ماں کے بیٹے پر) عدی نے کہا کہ کس کی گواہی ہے؟ قاضی نے کہا ''بشھادۃ ابن اخت خالک'' (تمہاری خالہ کی بہن کے لڑکے کی شہادت دینے پر)۔

قاضی شریح کے حالات قاضی شریح سے مراد شریح بن الحرث قیس الکندی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے قاضی شریح کو کوفہ کا قاضی مقرر فرمایا تھا۔ چنانچہ قاضی شریح نے قاضی کی حیثیت سے کوفہ میں پچھتر سال تک خدمت کی۔ قاضی شریح پچھتر سال میں سوائے تین سال کے برابر عہدہ قضاء پر مامور رہے۔ قاضی شریح کا تین سال عہدہ قضاء پر براجمان نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے زمانے میں جو فتنہ اٹھا تھا اسی دوران حجاج بن یوسف نے قاضی شریح سے استعفیٰ طلب کیا۔ چنانچہ قاضی شریح نے فوراً استعفیٰ دے دیا اس کے بعد قاضی شریح نے کبھی بھی دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ نہیں فرمایا یہاں تک کہ آپ کا انتقال ہوگیا۔

قاضی شریح، اکابر تابعین اور باکمال اہل علم میں سے تھے۔ قاضی شریح کو خاص طور پر قضاء کے معاملات پر مکمل دسترس حاصل تھی۔ قاضی شریح کے چہرے پر ڈاڑھی اور مونچھ نہیں آئی تھی۔ اکابر میں ایسے چار افراد گزرے ہیں جن کے چہرے پر بڑھاپے تک بال نہیں آئے تھے۔ (۱) عبداللہ بن زبیرؓ (۲) قیس بن سعد بن عبادہؓ (۳) احنف بن قیس (جن کی حلم و بردباری ضرب المثل ہے) (۴) قاضی شریح۔ واللہ اعلم۔

ابن خلکان سے مروی ہے کہ قاضی شریح کا صرف ایک بیٹا تھا چنانچہ جب قاضی شریح بیمار ہوئے تو ان کی یہی بیماری ان کی موت کا باعث بنی اور آپ کا انتقال ہوگیا۔ قاضی شریح کے انتقال سے قبل ان کا بیٹا بہت پریشان تھا مگر بعد میں وہ بالکل نہیں گھبرایا۔ یہ حالت دیکھ کر ایک شخص نے آپ کے بیٹے سے پوچھا؟ کیا وجہ ہے کہ آپ اپنے والد کی بیماری سے پہلے تو بہت پریشان تھے یہاں تک کہ آپ پر کسی طرح کے خوشی کے آثار نظر نہیں آتے تھے اور اب آپ کا یہ حال ہے۔ قاضی شریح کے بیٹے نے جواب دیا کہ اس وقت میری گھبراہٹ اپنے باپ کیلئے رحمت اور شفقت کے طور پر تھی لیکن جب تقدیر کا لکھا ہوا واقع ہوگیا تو پھر میں اس کے قبول کرنے پر راضی ہوگیا۔ (وفیات الاعیان)

امام ابوالفرج بن الجوزیؒ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ زیاد نے حضرت امیر معاویہؓ کی طرف لکھا۔ اے امیر المومنین! میں نے اپنے بائیں ہاتھ سے عراق کو آپ کے لئے قابو کر رکھا ہے اور دائیں ہاتھ کو آپ کی فرماں برداری کے لئے فارغ کر دیا ہے اس لئے آپ مجھے حجاز کا گورنر بنا دیجئے۔ اس کی خبر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو پہنچی اس وقت آپؓ مکہ مکرمہ میں تھے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے زیاد کیلئے بددعا فرماتے ہوئے کہا۔ اے اللہ! اگر تو چاہے تو ہم سب کو زیاد کے دائیں ہاتھ سے محفوظ رکھ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی

بددعا کے بعد زیاد کے دائیں ہاتھ میں طاعون ہوگیا اور تمام اطباء نے یہ مشورہ دیا کہ زیاد کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ زیاد نے اطباء کی اس تجویز کے متعلق قاضی شریح سے مشورہ کیا۔ قاضی شریح نے یہ مشورہ دیا کہ آپ ہاتھ نہ کٹوائیے اس لئے کہ یہ رزق تو تقسیم ہو چکا ہے اور موت بھی مقرر ہو چکی ہے۔ مجھے یہ ناپسند ہے کہ آپ دنیا میں اس حال میں زندہ رہیں کہ آپ کا ہاتھ کٹا ہوا ہو لیکن اگر آپ ہاتھ کٹوا دیں اور اسی دوران آپ کو موت بھی آ جائے تو آپ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ کٹنے کے متعلق سوال کریں یہ اچھا نہیں لگتا۔ اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ آپ سے ہاتھ کٹوانے کے متعلق سوال کریں گے تو آپ یہ جواب دیں گے کہ قضاء وقدر کے خوف اور آپ سے ملاقات نہ کرنے کی وجہ سے ایسا کیا ہے۔ چنانچہ تاریخ میں موجود ہے کہ زیاد کی اسی دن موت واقع ہوگی۔ قاضی شریح کے اس قسم کا مشورہ دینے پر لوگوں نے قاضی شریح کو برا بھلا کہا' اس کی وجہ یہ تھی لوگ زیاد سے نفرت کرتے تھے۔ قاضی شریح نے لوگوں کو جواب دیتے ہوئے کہا کہ زیاد نے مجھ سے مشورہ کیا تھا۔ اگر زیاد مجھ سے مشورہ نہ کرتا اور مشورہ دینے والے کو امانت دار ہونے کی شرعی پابندی نہ ہوتی تو میں بھی یہی چاہتا کہ زیاد کا ایک ہاتھ آج اور پاؤں کل کاٹا جاتا۔ پھر جسم کا ہر ایک عضو روزانہ کاٹا جاتا۔

ابوالفتح البستی نے اپنے طویل قصیدہ میں اسی کے ہم معنی بیان کیا ہے۔

لا تستشر غیر ندب حازم فطن قداستوت منه اسرار و اعلان

''ہوشیار وزیرک اور عقلمند کے علاوہ کسی سے مشورہ نہ کرو۔ اس لئے کہ اس کے نزدیک ظاہر و باطن دونوں برابر ہیں۔''

فلِلتَّدَا بیرِفرسان اذار کضوا فیهاأبروا کما للحرب فرسان

''پس تدبیروں کیلئے شہسوار بھی ہوتے ہیں جبکہ وہ اس میں قدم رکھتے ہیں تو اس طرح لوٹتے ہیں جس طرح کہ میدان جنگ میں شہسوار ہوتے ہیں۔''

(انشاء اللہ اس قصیدہ کا ذکر ''باب الثاء المثلثہ'' میں ثعبان کے تحت آئے گا۔)

تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ قاضی شریح سے حجاج بن یوسف کے متعلق پوچھا گیا کہ کیا وہ مومن تھا؟ قاضی شریح نے جواب دیا کہ ہاں وہ طاغوت (شیطان) پر ایمان رکھتا تھا اور اللہ کے ساتھ کفر کرتا تھا۔

قاضی شریحؒ ۷۹ھ یا ۸۰ھ میں فوت ہوئے۔ قاضی شریح کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔

خرگوش کے خواص (۱) جاحظ[1] نے کہا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اہل عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ اگر کوئی شخص خرگوش کے ٹخنے پہن لے تو

---

[1] جاحظ: (المولود ۱۶۰ھ بمطابق ۷۷۶ء، المتوفی محرم ۲۵۵ھ بمطابق دسمبر ۸۶۸ء یا جنوری ۸۶۹ء)

عمرو بن بحر الفقیمی۔ عربی نثر نگار، مصنف، ماہر حیوانات بصرہ میں پیدا ہوا۔ حبشی الاصل تھا۔ آنکھوں کے ڈھیلے پیدائش ہی سے باہر نکلے ہوئے ہونے کی وجہ سے اس کا لقب جاحظ پڑ گیا تھا۔ بچپن بصرہ ہی میں گزرا۔ تعلیم کا بچپن ہی سے بے حد شوق تھا۔ متجس طبیعت لے کر پیدا ہوا تھا۔ مسجد میں ان لوگوں میں جا بیٹھتا تھا جو مختلف مسائل پر بحث کرنے کے لئے جمع ہوا کرتے تھے۔ اس نے الاصمعی، ابوعبیدہ، ابوزید جیسے علمائے لسانیات اور شعر العرب کے فاضل ترین لوگوں کے حلقہ درس میں زانوے تلمذ طے کیا تھا۔ ذہانت اور شوق نے اسے بچپن ہی میں معتزلہ اور امراء کے حلقوں سے روشناس کرا دیا تھا۔ اس طرح اس نے رفتہ رفتہ عربی زبان میں حقیقی مہارت پیدا کر لی اور ساتھ ہی مروجہ روایتی ثقافت میں بھی ماہر ہوگیا۔ جاحظ نے ۲۰۰ھ میں ''امامت'' کے موضوع پر چند تصانیف لکھ کر مامون سے خراج تحسین حاصل کیا اور اُسے خلیفہ کے دربار میں اہم مقام حاصل ہوگیا۔ وہ اپنی تصانیف بڑے لوگوں کے ناموں سے منسوب

اس پر نگاہ بد اور جادو کا اثر نہیں ہوگا اس لئے کہ جنات[1] خرگوش کے "حیض" کی وجہ سے اس کے قریب نہیں آتے۔

کر کے معقول رقمیں وصول کرتا تھا۔ غالباً وہ ایک مدرس تھا۔ یہی وجہ ہے کہ متوکل اسے اپنے بچوں کا اتالیق مقرر کرنے کا خواہشمند تھا لیکن وہ اس کی بدصورتی کی بناء پر یہ خدمت اس کے سپرد نہ کرسکا۔ جاحظ نے مختلف سیاحتیں بھی کیں جن میں شام کی سیاحت بھی شامل ہے۔ قیام بغداد کے دوران میں اسے علم کے بیش بہا خزینے سے استفادہ کرنے کا موقع ملا۔ زندگی کے آخری حصے میں فالج سے اس کا آدھا حصہ مفلوج ہوگیا تھا اور وہ بغداد سے بصرہ واپس لوٹ آیا تھا جہاں اس نے وفات پائی۔ جاحظ کی مشہور تصانیف میں سے کتاب الحیوان سات جلدوں پر مشتمل ہے۔ نیز کتاب البیان والتبین کے علاوہ اس کی تصانیف کی تعداد دوسو کے قریب ہے۔ (شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا صفحہ ۶۲۹-۶۳۰)

[1] جنات: یہ لفظ جن (JINN) کی جمع ہے جس کے معنی چھپے ہوئے پوشیدہ کے ہیں۔ جس لفظ میں جیم اور نون کا مادہ ہوگا اس میں پوشیدگی واستتار ملحوظ ہوگا مثلاً جنت (کیونکہ وہ لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ ہے) اس لئے جنت کہلاتی ہے یا جنون کیونکہ عقل پر پردہ ڈال دیتا ہے۔ جنین پیٹ والے بچے کو کہتے ہیں کیونکہ وہ ماں کے رحم میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ جنان کا اطلاق دل پر اس لئے کرتے ہیں کہ وہ پوشیدہ اور اس کے خیالات چھپے ہوئے ہیں۔ "جُنّۃ" ڈھال کو اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اپنی آڑ میں چھپالیتی ہے چنانچہ جن (JINN) اللہ کی اس مخلوق پر بولا جاتا ہے جو لطافت مادہ کے سبب حس بصر (دیکھنے کی قوت) سے پوشیدہ رہتی ہے۔ قرآن کی اصطلاح میں جن (JINN) ایک غیر مرئی مخلوق ہے۔ بعض کے نزدیک ملائکہ بھی جنوں میں شامل ہیں' بعض کے نزدیک تمام ملائکہ جن ہیں لیکن تمام جنات ملائکہ نہیں ہیں۔ جنوں کی تخلیق کس طرح ہوئی' یا ان کی حقیقت کیا ہے۔ اس بارے میں مفسرین نے قرآن مجید کی ان آیات کی بناء پر جن میں یہ لفظ آیا ہے' اس مخلوق کے متعلق بہت سے تصورات قائم کئے ہیں۔ امام بیضاوی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔ یہ بخار' یا آگ سے بنے ہوئے ذوی العقول ہمارے حواس سے غیر محسوس مختلف شکلوں میں ظاہر ہونے والے اور عظیم ودشوار کاموں کے انجام دینے کے قابل اجسام ہیں اور ان کے ساتھ دوسری ذوی العقول ہستیوں کو نور اور مٹی سے تخلیق کیا گیا ہے۔ جن (JINN) نجات ابدی حاصل کرسکتے ہیں' اسلامی عقائد میں "جن" کا وجود متفقہ طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ عقیدہ آج بھی قائم ہے حتیٰ کہ معتزلہ میں سے بھی چند ہی نے ان کے وجود میں شک کا اظہار کیا ہے۔ عربوں میں جنات کیلئے ان کے اوصاف کی بنا پر چند نام دیئے جاتے تھے۔

(۱) عامر (ہمزاد): جو جن (JINN) آدمیوں کے ساتھ رہتے ہیں۔
(۲) ارواح: وہ جنات جو لڑکوں کو تنگ کرتے ہیں۔ اہل ہند انہیں بھوت' یا آسیب کہتے ہیں۔
(۳) شیطان: جو خبیث اور سخت تکلیف دینے والے ہوتے ہیں۔
(۴) عفریت: یہ مارد سے زیادہ قوی ہوتے ہیں۔
(۵) ہاتف: جنگلوں میں چیخنے چلانے اور آواز دینے والے جنات کو کہتے ہیں۔
(۶) مارد: جو شیطانوں سے بھی زیادہ سرکش ہوتے ہیں۔
(۷) رجال الغیب: یہ مسافروں کو راہ بھلا دیتے ہیں۔
(۸) شہاب: یہ بیابانوں میں کبھی ایک لشکر اور مشعل وغیرہ سے چیزیں دکھائی دیتی ہیں۔
(۹) چھلاوہ: رات میں اور بعض اوقات دن میں اجاڑ جنگلوں میں کبھی چھوٹے چھوٹے لڑکوں کی صورت میں دکھائی دیتے ہیں اور پھر دفعتاً کسی اور شکل میں ظاہر ہوجاتے ہیں۔

قرآن مجید سے ثابت ہے کہ جنات کا ایک گروہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سن کر ایمان لایا تھا اور اپنی قوم میں اسلام کی تبلیغ کرتا تھا۔ معتبر روایات سے معلومات ہوتا ہے کہ ہجرت مدینہ سے قبل مکہ معظمہ میں کم ازکم جنات کے چھ وفود آئے تھے۔

جنات مسلم اور کافر دونوں قسم کے ہیں۔ کافر جنات زیادہ شریر اور مشکل سے قابو میں آنے والے سمجھے جاتے ہیں۔ جنات میں نر اور مادہ دونوں صفتیں موجود ہیں اور یہ اکٹھے مل کر رہتے ہیں جیسا کہ امام مالکؒ کے فتویٰ سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ اہل یمن نے امام مالکؒ سے ایک فتویٰ معلوم کیا تھا کہ ایک جن (JINN) مرد ایک انسان عورت سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ امام مالکؒ نے جواب دیا کہ اس میں کوئی برائی تو نہیں لیکن مجھے یہ ناپسند ہے کہ ایک عورت

(۲) اگر کسی شخص کے شفاء پا جانے کے بعد کسی عضو میں ارتعاشی کیفیت پیدا ہوگئی ہو تو ایسے شخص کو خشکی کے خرگوش کو بھون کر اس کا دماغ کھانے میں دیا جائے تو یہ اس کے لئے نہایت مفید ہے۔

(۳) اگر کوئی شخص دو چنے کے برابر خرگوش کا دماغ لے کر نصف رطل کے چھٹے حصہ کے برابر گائے کا دودھ لے کر استعمال کرے تو وہ آدمی کبھی بوڑھا نہیں ہوگا۔

(۴) سرطان (کینسر) کے مرض میں خرگوش کا انفحہ لگانا بے حد مفید ہے۔

(۵) اگر کوئی عورت نر خرگوش کے پنیر مایہ کو پی لے تو اس کے نر اولاد پیدا ہوگی اور اگر مادہ خرگوش کے انفحہ کو پی لے تو لڑکی پیدا ہوگی۔

(۶) خرگوش کی مینگنی یا گوبر کو عورت باندھ کر لٹکا لے تو وہ عورت حاملہ نہیں ہو سکتی۔

(۷) بقراط[1] نے کہا ہے کہ خرگوش کا گوشت گرم خشک ہوتا ہے پیٹ کو صاف کرتا ہے اور پیشاب اچھی طرح سے کھل کر آتا ہے۔ وہ خرگوش اچھا سمجھا جاتا ہے جسے کتے نے شکار کیا ہو تو یہ موٹاپے کیلئے مفید ہے البتہ اس کا گوشت کھانے سے نیند ختم ہو جاتی ہے اور سوداء کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ اس کیلئے اطباء نے تر مصالحے کی تجویز کی ہے البتہ خرگوش کا گوشت ٹھنڈے مزاج والوں کیلئے بے حد مفید ہے۔

(۸) اگر خرگوش کا دماغ بھون کر سیاہ مرچ کے ساتھ ملا کر کھایا جائے تو رعشہ کیلئے فائدہ مند ہے۔

(۹) بعض خرگوش کا گوشت خشک ہوتا ہے اس لئے کہ انہیں چرنے کیلئے ایسی جگہ چھوڑ دیا جاتا ہے جہاں پانی میں گھاس پھونس وغیرہ رہتی ہے جس سے ان کے گوشت میں خشکی پیدا ہو جاتی ہے۔ بہ نسبت ان خرگوشوں کے جن کو گھر ہی میں چرایا گیا ہو۔ اھ

(۱۰) اگر ایک دانق (چھ رتی وزن) خرگوش کے دماغ میں دو "جے" کافور ملا کر کسی کو پلا دیا جائے تو جو بھی اس شخص کو دیکھے گا وہ اس سے محبت کرنے لگے گا اور اگر کوئی عورت اسے دیکھ لے گی تو وہ اس پر عاشق ہو جائے گی یہاں تک کہ ایک ساتھ رہنے کیلئے مطالبہ کرے گی۔

حاملہ پائی جائے تو وہ کہہ دے کہ یہ حمل جن (JINN) کی طرف سے ہے اور اسلام میں فتنہ بڑھے۔ کیا جنات جنت میں جائیں گے اور کیا جنات کو ثواب ملے گا؟ اس کے متعلق امام ابوحنیفہؒ کے تین اقوال ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ ان کے لئے کوئی ثواب نہیں سوائے اس کے کہ وہ آگ سے نجات پائیں گے اور پھر انہیں حکم ہوگا کہ دوسرے حیوانات کی طرح مٹی ہو جائیں اور وہ نیست و نابود ہو جائیں گے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جنات بھی اہل جنت میں سے ہوں گے مگر دخول جنت سے بڑھ کر انہیں ثواب نہیں ملے گا۔ تیسرا قول یہ ہے کہ گو جنوں کے عذاب اور آگ میں جانے کا ذکر قرآن مجید میں مذکور ہے مگر ان کے جنت میں جانے کا کوئی ذکر نہیں نہ ان نعمتوں کے حاصل کرنے میں ان کا ذکر ہے جو اہل جنت کیلئے ہیں۔ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول ہے کہ جنات کو طاعت پر ثواب ملے گا اور وہ جنت میں داخل ہوں گے۔ (شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا صفحہ ۷۰۷-۷۰۸)

[1] بقراط: (المولود ۴۶۰ھ قبل مسیح) ایک مشہور و معروف یونانی طبیب اسے طب کا بابائے آدم بھی کہا جاتا ہے۔ ایشائے کوچک کے قریب جزیرہ قوس میں پیدا ہوئے۔ اس نے طب کی ابتدائی تعلیم ایکلپس کے مشہور کلیسا میں حاصل کی بعد ازاں حصول تعلیم کیلئے دور دراز کا سفر کیا۔ تھرپس، تھسلی اور ایتھنز کی درسگاہوں میں تدریس میں مشغول رہا اور لرلیسہ کے مقام پر عین جوانی کے عالم میں فوت ہو گیا۔ مشرقی دانشوروں میں بقراط کی بہت شہرت تھی۔ وہ بقراط کی بہت سی تصانیف سے واقف تھے۔ عربی میں اس کی تصانیف کے مشہور مترجم حنین بن اسحٰق، قسطا بن لوقا، عیسیٰ بن یحییٰ اور عبدالرحمن بن علی تھے۔ مسلمان اطباء نے اس کی کتابوں سے بہت سی معلومات حاصل کیں۔ بقراط کے متعلق ایک روایت مشہور ہے کہ ایک مرتبہ ایرانی مملکت میں ایک وبا نے تباہی برپا کر رکھی تھی۔ ایران کے بادشاہ نے بقراط کو جو قوس میں مقیم تھا، بہت بھاری رقوم پیش کیں اور اس وباء کیلئے اس کی خدمات حاصل کرنا چاہیں لیکن بقراط نے کہا کہ وہ اپنے ملک کے دشمنوں کی خدمت نہیں کرے گا بلکہ اس کا اولین فرض اپنے ہم وطنوں کی خدمت ہے۔ (شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا صفحہ ۳۸۴)

(۱۱) اگر کوئی عورت خرگوش کا خون پی لے تو وہ کبھی حاملہ نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح اگر سفید داغوں اور جھائیوں میں خرگوش کا خون لگایا جائے تو وہ داغ اور جھائیاں انشاء اللہ ختم ہو جائیں گے۔

(۱۲) اگر کوئی عورت خرگوش کے دماغ کو کھا کر اس میں سے پھر تھوڑا اپنی قبل (شرمگاہ) میں رکھ لے بعد میں شوہر جماع کرے تو وہ عورت انشاء اللہ حاملہ ہوگی۔ اسی طرح اگر خرگوش کے دماغ کو لے کر بچوں کے مسوڑھوں پر لگا دیا جائے تو ان کے دانت جلدی نکل آئیں گے۔

(۱۳) خرگوش کے خون کا سرمہ آنکھوں میں لگانے سے آنکھوں میں کسی قسم کے بال نہیں آئیں گے۔ ھرارس حکیم نے کہا ہے کہ اگر خرگوش کے پتے کو گھی اور عورت کے دودھ میں ملا کر بطور سرمہ استعمال کیا جائے تو اس سے آنکھوں کے پھولے اور دیگر زخموں سے نجات مل جائے گی۔

(۱۴) خرگوش کا خون جسم کے کالے داغوں کیلئے مفید ہے۔

(۱۵) خرگوش کا گوشت پابندی کے ساتھ کھانا بستر پر پیشاب کرنے والے کیلئے مفید ہے۔

(۱۶) ارسطو نے لکھا ہے کہ اگر خرگوش کے پنیر مایہ کو سرکہ میں ملا کر پیا جائے تو یہ سانپ کے زہر کیلئے بے حد مفید ہے۔ اسی طرح اگر اسے ایک لوبیا کے برابر نوش کرائیں تو چھوتیا بخار جاتا رہے گا لیکن اگر ایک درہم کی مقدار پلائیں تو ولادت آسانی سے ہوگی۔ اسی طرح اگر خرگوش کے پنیر مایہ کو خطمی میں ملا کر کسی ایسے زخم پر رکھ دیا جائے جس میں کیل وغیرہ پھنس گئی ہو تو وہ کیل انشاء اللہ جلدی نکل جائے گی اور اسی عمل سے بدن سے کانٹا بھی نکل جائے گا۔

(۱۷) اگر خرگوش کے گوبر کی دھونی غسل خانہ میں دے دی جائے تو جو بھی اسے سونگھے گا تو اس سے ہوا خارج ہوگی۔

(۱۸) اگر کوئی شخص کسی ایسی جگہ جہاں کسی موذی جانور نے ڈس لیا ہو خرگوش کے خصیہ کا لیپ کرلے تو اس سے زہر کے اثرات ختم ہو جائیں گے۔

(۱۹) اگر خرگوش کی چربی کسی عورت کے تکیے کے نیچے رکھ دی جائے تو وہ عورت خود بخود نیند کی حالت میں راز فاش کر دے گی۔

(۲۰) اگر کوئی شخص خرگوش کی ڈاڑھ کو گلے میں باندھ کر لٹکا لے تو وہ ڈاڑھ کے درد سے محفوظ رہے گا اور اسے سکون حاصل ہوگا۔

تعبیر خرگوش کی خواب میں تعبیر ایک خوبصورت عورت کی ہے جس میں محبت والفت نام کی کوئی چیز نہیں۔

(۲) اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس نے خرگوش کو ذبح کر دیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کی عورت مر جائے گی یا اس سے جدا ہو جائے گی۔

(۳) اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس نے خرگوش کا پکا ہوا گوشت کھایا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے ایسی جگہ سے رزق ملے گا جہاں سے اس کا تصور بھی نہ ہوگا۔

(۴) اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس نے خرگوش کا شکار کیا ہے یا کسی نے خرگوش بطور ہدیہ دیا ہے یا اس نے خرگوش خریدا ہے تو ان سب کی یہ تعبیر ہوگی کہ اسے رزق کی دولت نصیب ہوگی لیکن اگر یہ خواب دیکھنے والا غیر شادی شدہ ہے تو اس کا کہیں سے رشتہ آئے گا۔ لیکن اگر وہ شادی شدہ تھا تو اس کے اولاد ہوگی یا اسے اپنے مخالف پر غلبہ اور کامیابی ملے گی۔

الارنب البحری (دریائی خرگوش)

الارنب البحری (دریائی خرگوش): امام قزوینیؒ[1] نے کہا ہے کہ یہ ایسا جانور ہے جس کا سر خرگوش کی مانند اور باقی تمام جسم مچھلی کی طرح ہوتا ہے لیکن شیخ الرئیس ابن سینا[2] نے کہا ہے کہ وہ ایک چھوٹا سا زہریلا جانور ہے جو سیپ میں ہوتا ہے اور وہ اتنا زہریلا ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص اسے کھالے تو فوراً اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

شرعی حکم دریائی خرگوش کا گوشت چونکہ زہریلا ہوتا ہے اس لئے فقہاء نے اس کا گوشت حرام قرار دیا ہے۔ چنانچہ یہ جانور فقہاء کے اس قاعدے سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ ''**ما اکل شبهه فی البر اکل شبیهه فی البحر**'' جس جانور کا ہم شکل خشکی میں کھانا جائز ہوگا اس کا دریائی ہم شکل بھی جائز ہوگا۔ دریائی خرگوش خشکی والے خرگوش کے مکمل مشابہ نہیں ہوتا' اس لئے دریائی خرگوش کا بری خرگوش کے ہمنام ہونا حرمت کی دلیل نہیں بن سکتا۔

الارویة (پہاڑی بکری)

الارویة (پہاڑی بکری): ہمزہ پر پیش اور زیر دونوں پڑھے جاسکتے ہیں۔ راء ساکن واؤ مکسور اور یاء پر تشدید کے ساتھ مستعمل ہے اور یہ لفظ نر کیلئے بولا جاتا ہے۔ مادہ کیلئے ''الوعول'' کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ اسی مادہ سے ایک لفظ عورت کیلئے بھی بولا جاتا ہے۔ ''الارویة'' کی جمع ''أراوی' أراووا' اروی'' وغیرہ آتی ہے۔ اصل میں أرویة' أفعولة کے وزن پر آتا ہے لیکن (علماء صرف نے) دوسرے واؤ کو یاء سے بدل کر واؤ میں مدغم کر دیا ہے۔ واؤ کو یاء کی مناسبت سے کسرہ دے دیا ہے۔ اس لئے ثلاث أراوی' أفاعیل کے وزن کے مطابق استعمال کیا جائے گا لیکن جب کثرت کیلئے استعمال کیا جائے تو أروی کے ہمزہ کو زبر دے کر ''افعل'' کے وزن پر استعمال کریں گے۔

بعض لغویین (زبان جاننے والے) کے مطابق ''الاروی'' بکری کو کہا جاتا ہے۔

---

[1] زکریا بن محمد قزوینی: (ولادت قریباً ۶۰۰ھ بمطابق ۱۲۰۴ء۔ وفات ۶۸۲ھ بمطابق ۱۲۸۳ء)
عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات کا مصنف خاندانی لحاظ سے عرب تھا' لیکن اس کے آباؤ اجداد نے ایران میں مستقل سکونت اختیار کرلی تھی۔ ۶۴۰ھ تا ۶۵۶ء کے عرصہ کے دوران واسط اور حلہ کا قاضی رہا۔ قزوینی کی احوال کائنات سے متعلق مذکورہ بالا کتاب قرون وسطیٰ کے عرب مصنفین کی یادگار کتابوں میں سے ایک قابل قدر تصنیف مانی جاتی ہے۔ کتاب مذکورہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں سماوی اور دوسرے میں ارضی اشیاء سے بحث کی گئی ہے۔ دوسری کتاب جغرافیہ سے متعلق علوم پر ایک بہترین تصنیف ہے۔ (شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا صفحہ ۱۳۲۶)

[2] ابن سینا: بوعلی سینا (التوفی ۱۰۳۷ء) فلسفہ کے آسمان پر آفتاب بن کر چمکا' یہ شخص فلسفہ اور طب دونوں علوم میں کمال دستگاہ رکھتا تھا۔ اس نے سترہ سال کی عمر میں شاہ نوح ابن منصور کے علاج میں اپنے کمال کا اظہار کیا تھا۔ فلسفہ میں اس نے اپنے خیالات کو عامۃ المسلمین کے عقائد سے مطابق کرنے کی بے حد کوشش کی لیکن اس کے باوجود بھی امام غزالیؒ نے اس کے معاد و حشر اجساد کے خیالات کی بنا پر اس کی تکفیر کی۔
(مسلمانوں کے عروج و زوال کی داستان صفحہ ۴۰۸'۴۰۹)

پہاڑی بکری کا ذکر احادیث نبوی ﷺ میں حدیث شریف میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حالت احرام میں تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ ایک پہاڑی بکرا پیش کیا گیا۔

دوسری حدیث اس طرح ہے کہ:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں جنگ احد کے دن پہاڑ پر اس طرح پناہ گزین ہو گیا تھا جس طرح کہ پہاڑی بکری پہاڑ میں رہا کرتی ہے۔ پھر میں اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ ﷺ صحابہ کرامؓ کے ساتھ تشریف فرما ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت کریمہ نازل ہو رہی ہے۔

''وَمَا مُحَمَّدٌ'' اِلَّا رَسُوْلٌ'' قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُل''

(اور نہیں ہیں محمدؐ مگر رسول۔ تحقیق ان سے قبل بھی رسول گزر چکے ہیں۔)

ترمذی شریف کی روایت (جو عمرو بن عوف کے دادا سے مروی ہے) میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ دین (اسلام) حجاز کی طرف اس طرح سمٹ آئے گا جس طرح کہ سانپ اپنے بل کی طرف سمٹ آتا ہے اور دین حجاز (مکہ مدینہ اور اس کے متعلقات) میں اس طرح جڑ پکڑ لے گا جس طرح پہاڑی بکری پہاڑ کی چوٹی پر رہنے لگتی ہے اور دین اجنبی حالت میں دنیا میں آیا اور آخر میں بھی یہی حالت ہو جائے گی۔ پس غریبوں (یعنی اجنبی لوگوں) کیلئے خوشخبری ہے غریب ہی اس چیز (یعنی میری سنت) کو درست کر دیں گے جس کو میرے بعد لوگوں نے خراب کر دیا ہوگا۔

ایک اور حدیث میں یہ مضمون ہے۔

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت یونس ابن متی علیہ السلام کھلے ہوئے چٹیل میدان میں ڈال دیئے گئے تو اللہ تعالیٰ نے وہاں پر کدو کی بیل اگا دی اور آپ کیلئے ایک جنگلی بکری کا انتظام کر دیا جو خشکی سے چر کر آپ کے سامنے آ کر اپنی ٹانگ اٹھا دیتی۔ آپ اس کے دودھ سے صبح و شام سیراب ہوتے یہاں تک کہ آپ (یعنی یونس علیہ السلام) کا جسم گوشت سے بھر آیا۔''

ابن عطیہؒ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کی راحت کیلئے کدو کی بیل کا سایہ کر دیا تھا۔ اسی طرح آپ کی پرورش کا انتظام یوں کیا کہ ایک پہاڑی بکری روزانہ صبح و شام آپ کی خدمت میں آتی تھی۔ آپ اس کا دودھ دوہتے اور خوب سیر ہو کر پیتے تھے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام پر فضل کا معاملہ فرمایا تھا۔ قسم قسم کی غذا کدو سے ملتی تھی اور دل بہلانے کیلئے مختلف قسم کی دلچسپ چیزیں موجود رہا کرتیں۔

ابن جوزیؒ نے حضرت حسن سے اللہ تعالیٰ کے اس قول ''وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ'' کے تحت اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں ایک پہاڑی بکری کو ایک پہاڑی درہ سے بھیجا تھا۔

حضرت عوفؓ کی حدیث میں ہے کہ وہ ایک آدمی سے گفتگو کر رہے تھے۔ وہ مغلوب ہو گیا تو اس نے یہ کہا کہ پہاڑی بکرا اور شتر مرغ دونوں ایک ساتھ جمع ہو گئے۔ (گویا اس کی مراد یہی تھی کہ دو آدمی متضاد گفتگو میں مصروف ہیں) اس لئے کہ پہاڑی بکرا تو پہاڑ کی چوٹی پر رہتا ہے اور شتر مرغ نرم اور خوشگوار علاقے میں رہتا ہے۔

پہاڑی بکرے کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں بچوں کی شفقت ومحبت کا جذبہ پایا جاتا ہے۔ اگر کسی شکاری نے پہاڑی بکرے کے بچوں میں سے کسی ایک پر حملہ کر کے شکار کیا تو دوسرا اس کے پیچھے بھاگا چلا آتا ہے۔ گویا وہ ایک ساتھ رہنا چاہتے ہیں نیز اس جانور کے اندر ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا جذبہ بھی موجود ہوتا ہے۔ مثلاً یہ ایسا کرتا ہے کہ جو چیزیں اس کے ماں باپ کھاتے ہیں وہ ان کو لے کر ان کی خدمت میں پیش کرتا ہے' پھر مزید حسن سلوک یہ کرتا ہے کہ جب اس کے والدین بوڑھے ہو جاتے ہیں تو یہ جانور غذا کو اپنے دانتوں سے چبا چبا کر اپنے والدین کو کھلاتا ہے۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ پہاڑی بکرے کے دونوں سینگوں میں دو سوراخ ہوتے ہیں جس سے وہ سانس لیتے ہیں اور اگر یہ دونوں سوراخ کسی وجہ سے بند ہو جائیں تو پہاڑی بکرے کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

شرعی حکم پہاڑی بکری کا گوشت تمام اہل علم کے نزدیک حلال ہے اس کی تفصیل انشاء اللہ باب واؤ میں ''الوعل'' کے تحت آئے گی۔

امثال عرب مثال دیتے ہوئے کہتے ہیں ''انما فلان کبارح الاروی'' واقعی فلاں آدمی پہاڑی بکرے کی تاریک رات کی طرح ہے۔ اس لئے کہ پہاڑی بکرا پہاڑوں کی چوٹیوں پر رہتا ہے اس لئے وہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہتا ہے۔ لوگ اس کو دیکھنے میں مشکل محسوس کرتے ہیں اسی طرح جس شخص سے کرم واحسان کا وقوع کبھی کبھی ہو جایا کرتا ہو ایسے شخص کے لئے اہل عرب بطور مثل اور کہاوت کے استعمال کرتے ہیں۔ دوسری مثال اس طرح ہے کہ ''**تکلم فلان فجمع بین الاروی والنعام**'' فلاں شخص نے ایسی گفتگو کی کہ گویا پہاڑی بکرا اور شتر مرغ دونوں جمع ہو گئے۔ اسی طرح تیسری مثال ''**ما یجمع بین الاروی والنعام**'' یعنی فلاں شخص نے ایسی گفتگو کی گویا کہ پہاڑی بکرا اور شتر مرغ دونوں جمع ہو گئے۔

یہ مثال اس وقت بولی جاتی ہے جب دو مختلف المزاج چیزیں اکٹھی ہو جائیں تو یہ مثل بول کر یہ مراد ہوتی ہے کہ یہ خیر وشر ایک ساتھ کیسے جمع ہو گئے۔

تنبیہ مسلم شریف میں سعید بن زید بن عمرو بن نفیلؓ کی روایت مذکور ہے۔ (سعید بن زیدؓ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں جن کو نبی اکرمؐ نے جنت کی بشارت دی ہے۔)

سعید بن زیدؓ کی روایت میں مذکور ہے کہ اروی بنت اویس آپ سے کسی معاملے میں الجھ گئیں۔ چنانچہ وہ اپنا مقدمہ لے کر مروان بن حکم کے پاس پہنچ گئیں۔ جو ان دنوں مقام حیرہ (اطراف مدینہ) میں مقیم تھے۔ اروی بنت اویس نے شکایت کی کہ سعید بن زیدؓ میرے حق کو دینا نہیں چاہتے اور انہوں نے میری زمین کے کچھ حصہ پر قبضہ کر رکھا ہے۔ اروی بنت اویس کے اس بیان کو سن کر حضرت سعید بن زیدؓ نے فرمایا کہ میں اس عورت پر کیسے ظلم کر سکتا ہوں حالانکہ میرے سامنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''اگر کوئی شخص کسی زمین کے ایک بالشت حصہ پر بھی زبردستی قابض ہوگا تو اس کو قیامت کے دن سات زمینوں کے برابر کی طوق پہنائی جائے گی'' یہ کہہ کر حضرت سعید بن زیدؓ نے اس عورت کیلئے زمین چھوڑ دی۔ پھر حضرت سعیدؓ نے مروان بن حکم سے فرمایا کہ آپ اس عورت کے معاملے کو جانے دیجئے اور اس عورت سے اجتناب کیجئے' پھر حضرت سعید بن زیدؓ نے اس عورت کیلئے بددعا فرمائی

''اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَتْ كَاذِبَةً فَاعْمِ بَصَرَهَا وَاجْعَلْ قَبْرَهَا فِيْ بِئْرِهَا''

''اے اللہ! اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو اسے اندھی کر دے اور اس کی قبر کنویں میں بنا دے۔''

اسی وقت اروی بن اویس اندھی ہوگئی' پھر اسی دوران ایک سیلاب آیا جس نے اس عورت کی زمین کی حدود کو واضح کر دیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اروی بنت اویس کو اندھا کر دیا تھا تو اس وقت اس کی یہ حالت ہوگئی تھی کہ وہ دیواروں کو پکڑ پکڑ کر چلتی تھی اور یہ کہتی تھی کہ مجھے سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کی بددعا لگ گئی ہے۔ چنانچہ وہ اسی حالت میں چلتی چلتی کنویں میں گر کر مرگئی۔

بعض راوی یہ بھی کہتے ہیں کہ اس عورت نے حضرت سعیدؓ سے دعائے خیر کی درخواست کی تو حضرت سعید بن زیدؓ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو خصوصیت مجھے عطا فرمائی ہے اسے میں کسی حالت میں واپس نہیں کر سکتا۔ ایک قول یہ مروی ہے کہ اہل مدینہ جب کسی کو بددعا دیتے ہیں تو اکثر یہی کہتے ہیں کہ ''**اعماه الله كما اعمى اروى**'' ''اے اللہ! اسے اندھا کر دے جیسے تو نے اروی کو اندھا کر دیا تھا۔''

چنانچہ اہل مدینہ اروی سے اس عورت اروی بنت اویس کو ہی مراد لیا کرتے تھے' پھر بعد میں جاہلوں نے بھی کہنا شروع کر دیا ''**اعماه الله كما اعمى الاروى**'' لیکن جاہل ''الاروی'' سے اس پہاڑی بکرا کو مراد لینے لگے جو اندھا ہو۔

اس لئے ان کا یہ خیال تھا کہ یہ پہاڑی بکرا اندھا ہوتا ہے لیکن صحیح قول وہ ہے جو پہلے گزر چکا ہے۔

پہاڑی بکرے کے خواص اگر کوئی چست اور محنت و مشقت کرنے والا شخص بدن میں تھکن و درد محسوس کرے تو پہاڑی بکرے کے سینگ اور کھروں کو پیس کر تیل میں ملا کر تمام بدن' پنڈلیوں میں مالش کرے تو اسے اتنا آرام محسوس ہوگا جیسے کہ اس نے کوئی کام ہی نہ کیا ہو۔

الاساریع (سبزی کے کیڑے)

الاساریع: (ہمزہ کی زبر کے ساتھ ہے) ان سرخ کیڑوں کو کہا جاتا ہے جو سبزی میں ہوا کرتے ہیں۔ یہ سبزی کی کھال کو اتار کر اس کو اپنا بستر بنا لیتے ہیں۔ ابن مالک فرماتے ہیں کہ ابن السکیت نے کہا ہے کہ اصل میں ''یسروع'' یاء پر زبر کے ساتھ ہی ہے لیکن کلام میں ''یفعول'' کے وزن پر استعمال نہیں ہوتا۔ بعض لغویین نے یہ بھی کہا ہے کہ ''الاساریع'' وہ کیڑے ہیں جن کے سر سرخی مائل اور جسم سفید رنگ کے ہوتے ہیں' وہ اکثر ریتلی زمین میں رہتے ہیں اور یہی وہ کیڑے ہیں جن سے عورتوں کی انگلیوں کو تشبیہ دیا کرتے ہیں۔ بعض اہل علم کے نزدیک ''الاساریع'' **شحمة الارض** (یعنی کیچوے) نامی کیڑوں کو کہا جاتا ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ ''اساریع'' کو شحمۃ الارض'' نہیں کہا جاتا جیسا کہ عنقریب ''باب الشین'' میں انشاء اللہ اس کی وضاحت آئے گی۔

''الکفاۃ'' میں مذکور ہے کہ ''الاساریع'' ملن کیڑوں کو کہتے ہیں جو لمبے لمبے جسم والے ہوتے ہیں اور ریت میں رہتے ہیں اور انہی سے عورتوں کی انگلیوں کو تشبیہ دیا کرتے ہیں اور انہی کیڑوں کا دوسرا نام ''بنات النقاوذ'' بھی ہے۔ ادب الکاتب میں بھی اس بات کا ذکر ہے کہ ''الاساریع'' سے مراد وہ کیڑے ہیں جو نرم اور چکنے سفید رنگ کے ہوا کرتے ہیں جن سے عورتوں کی انگلیوں کو تشبیہ دی جاتی ہے۔

ابن مالک نے اپنی کتاب ''المنتظم الموجز فیما یھمزو لا یھمز'' میں ذکر کیا ہے کہ ''الیسروع والاسروع'' وہ کیڑے ہیں جو سبزیوں میں رہتے ہیں۔

یہ سبزیوں کی کھال کو اتار کر اس کا بستر بنا لیتے ہیں چنانچہ آخر میں یہی قول ''ابن السکیت'' کا بھی لکھا ہے (کہ یہ سبزیوں کے کیڑے ہیں اور سبزیوں کی کھال کو اتار کر اس کا بستر بنا لیتے ہیں۔)

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ابن السکیت کی طرف سے جو وضاحت بیان کی گئی ہے وہ اس طرح نہیں ہے بلکہ وہ یوں ہے کہ ابن السکیت نے اپنی کتاب ''اصلاح المنطق'' میں یہ لکھا ہے کہ ''اساریع'' وہ کیڑے ہیں جو رمل (ریت) میں رہتے ہیں اور یہ کھال کو اتار کر اپنا بستر بنا لیتے ہیں۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ ابن السکیت کے یہاں ''بقل'' کی بجائے ''رمل'' کا ذکر ہے اس لئے زیادہ قرین قیاس یہی ہے کہ دراصل لفظ ''بقل'' (ترکاری) کا ذکر تھا لیکن کتاب کی غلطی سے لفظ ''رمل'' (ریت) لکھا گیا ہے۔

شرعی حکم ''الاساریع'' کا شمار حشرات الارض (زمین کے کیڑے مکوڑے) میں ہونے کی وجہ سے اس کا کھانا حرام ہے۔

خواص (۱) اگر ان کیڑوں کو باریک پیس کر ''کٹے ہوئے پٹھے'' پر رکھ دیا جائے تو فوراً ہی فائدہ ہوگا۔

(۲) امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ اگر ان کیڑوں کو دھو کر خشک کر لیا جائے' پھر انہیں خوب باریک پیس کر تل کے تیل میں ملا کر آلہ تناسل (مردانہ عضو مخصوص) پر لگایا جائے تو وہ موٹا ہو جاتا ہے۔

تعبیر اگر کسی شخص کو خواب میں یہ کیڑے نظر آئیں تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ کوئی ایسا آدمی جو بظاہر نیک معلوم ہوتا ہے' اس آدمی کے حالات اور اس کی منافقت لوگوں پر پوشیدہ نہ ہوگی اس کے باوجود وہ چور ہوگا اور وہ تھوڑا تھوڑا مال چوری کر کے لے جائے گا۔

معبرین (خواب کی تعبیر کا علم جاننے والے) کہتے ہیں کہ ''ایسروع'' سبز رنگ کے کیڑے ہوتے ہیں جو انگور کی بیلوں' مقائی اور خوشوں وغیرہ میں پائے جاتے ہیں۔

الاسفع (شکرا)[1]

''الاسفع'' صقر اور شکرے کو کہتے ہیں جس کا رنگ سرخی مائل سیاہ ہوتا ہے۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ ''الاسفع'' اس کالے تل کو کہتے ہیں جو عورت کے دونوں رخساروں میں ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ ایک صحیح حدیث میں مذکور ہے ''امرأۃ سفعاء الخدین'' ایک ایسی عورت کھڑی ہے جس کے دونوں رخساروں میں کالا تل ہے چنانچہ کبھی ''الحمامۃ'' کبوتر کو بھی سفعاء کہا جاتا ہے یا کبوتری کیلئے ''السفعۃ'' کو بطور صفت استعمال کرتے ہیں۔



(۱) انگریزی: HAWK-FALCON (کتابستان اردو انگلش ڈکشنری صفحہ ۴۰۵)

الاسقنقور (ایک چھوٹی قسم کی چھپکلی)

الاسقنقور[1] (ایک چھوٹی قسم کی چھپکلی) ابن بختیشوع کہتے ہیں کہ یہ خشکی کا مگر مچھ ہے جس کا گوشت دوسرے درجہ کا گرم ہوتا ہے۔ اگر اس کے گوشت میں نمک ملا کر ایک مثقال کی مقدار پیا جائے تو قوت باہ میں اضافہ کرتا ہے اور شہوت کو ابھارتا ہے۔ گردے کی ٹھنڈک کو دور کر کے اس میں گرمی پہنچاتا ہے اور اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے۔ ابن زہری کہتے ہیں کہ "الاسقنقور" مصر جیسے ممالک میں پائے جانے والے جانوروں میں سے ایک جانور ہے جو اپنی نشوونما کے آخری مرحلے میں چھپکلی کی مانند ہوتا ہے۔

اگر "الاسقنقور" کی آنکھ کو کسی ایسے شخص پر ملا جائے جو رات میں ڈرتا ہو تو اسے اس مرض سے نجات مل جائے گی البتہ اگر اس شخص کا دماغی توازن ہی خراب ہو تو یہ اس کیلئے مفید نہیں ہوگا۔

ارسطاطالیس اپنی کتاب "الحیوان الکبیر" میں لکھتے ہیں کہ "الاسقنقور" کا پیا قوت باہ میں اضافہ کا باعث ہوتا ہے اور مصر کے علاوہ تمام ممالک میں بھوک کو جگاتا اور خوراک کو بڑھاتا ہے۔ "الاسقنقور" ہندوستانی بادشاہوں کو پیش کئے جانے والے ہدیوں میں سے بہترین ہدیہ سمجھا جاتا تھا کیونکہ بادشاہ اسے سونے کی چھری سے ذبح کرتے اور اس میں مصری نمک بھر کر اپنے ملک میں لے جاتے تھے۔ پھر ایک مثقال کی مقدار جب اس نمک کو انڈے یا گوشت کے ساتھ استعمال کرتے تھے تو انہیں بے حد فائدہ محسوس ہوتا تھا۔

"اسقنقور ہندی" کی تفصیل انشاء اللہ "باب السین" میں "التمساح" کے عنوان کے تحت آئے گی جو کہ خشکی میں انڈا دیتا ہے۔ اگر اس کا انڈا پانی میں چلا جائے اور اس سے بچہ پیدا ہو تو اسے "التمساح" کہتے ہیں اور جو خشکی ہی پہ پیدا ہو تو اسے "الاسقنقور" کہتے ہیں۔

الاسود السالخ (سیاہ سانپ)

"الاسود السالخ" یہ ایک خاص قسم کا سیاہ رنگ کا سانپ ہے۔ اس سانپ کو "السالخ" اس لئے کہتے ہیں کہ یہ ہر سال اپنی جلد (کینچلی) اتارتا ہے۔ اس کا واحد خواہ مذکر کیلئے ہو یا مونث کیلئے "اسود سالخ" آتا ہے۔ چنانچہ مؤنث کیلئے صفت کا صیغہ "سالخۃ" استعمال نہیں ہوتا' اس کا تثنیہ "اسودان سالخۃ" آتا ہے۔

امام اصمعی وابوزید فرماتے ہیں کہ "سالخ" جو کہ صفت کا صیغہ ہے' تثنیہ کے طور پر استعمال نہیں ہوتا البتہ ابن درید سے اس کا تثنیہ استعمال ہونا منقول ہے۔ ہمارے (یعنی دمیریؒ کے) نزدیک اصمعی کا قول راجح ہے اور صحیح ہے۔ "الاسود السالخ" کی جمع "اساود سالخۃ" یا "سوالخ" آتی ہے۔

ابوداؤد' نسائی' الحاکم اور مسلم و بخاری میں اس بارے میں منقول ہے۔

[1] الاسقنقور والسقنقور: ایک قسم کا دریائی جانور ہے جو گرم ممالک میں ہوتا ہے اور گرگٹ سے بڑا اور موٹا ہے اور دم چھوٹی ہوتی ہے۔ (مصباح اللغات صفحہ ۴۳)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب سفر کرتے اور رات ہوتی تو آپ یہ دعا مانگتے۔

"یَا اَرْضُ رَبِّیْ وَرَبُّکَ اللّٰہُ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شَرِّکَ وَشَرِّ مَافِیْکَ وَ شَرِّ مَا خُلِقَ فِیْکِ وَ شَرِّ مَا یَدُبُّ عَلَیْکِ. اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ اَسَدٍ وَ اَسْوَدَ وَ مِنَ الْحَیَّۃِ وَالْعَقْرَبِ وَ مِنْ سَاکِنِ الْبَلَدِ وَ مِنْ وَالِدٍ وَمَا وَلَدَ"

''اے زمین میرا اور تیرا پروردگار اللہ ہے' میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی تیرے شر سے اور جو تیرے اندر مخلوق ہے اس کے شر سے اور جو تیرے اندر پیدا کیا گیا ہے اس کے شر سے۔ میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی شیر اور اسود (خاص قسم کے سانپ) سے اور سانپ و بچھو سے اور جنات سے اور شیاطین سے۔'' ''ساکن البلد'' کا معنی جنات اور ''والدوماولد'' سے مراد ابلیس وشیاطین ہیں۔

صحیحین (بخاری ومسلم) میں مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی حالت میں بھی سانپ اور بچھو کو مارنے کا حکم دیا ہے۔ ابن ہشام نے اپنے اشعار میں اس کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

مابال عینک لا تنام کانما کحلت اما قیھا بسم الاسود

تمہاری آنکھوں کو کیا ہو گیا کہ وہ سوتی نہیں ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ تم نے اسی کی پلکوں پر سانپ کے زہر کا سرمہ لگالیا ہے۔

حنقا علی سبطین حلا یثربا اولیٰ لھم بعقاب یوم اسود

جن کو مدینہ میں مقیم ان دونواسوں کی عداوت نے اندھا کر دیا ہے انہیں چاہیے کہ وہ انتظار کریں سیاہ دن کا (یعنی قیامت' یا شاعر کی موت کا دن)

امام شافعیؒ نے اپنے اشعار میں ''اسود سالخ'' کا اس طرح ذکر کیا ہے۔

والشاعر المنطیق اسود سالخ والشعر منه لعابه ومجاجه

اور زیادہ شعر کہنے والا شاعر ''اسود سالخ'' ہے اور شعر ہی اس کے دھن کا لعاب اور اس کا جھاگ ہے۔

وعداوۃ الشعراء داءٌ معضل ولقد یھون علی الکریم علاجه

اور شعراء کی دشمنی مشکل بیماری ہے اور تحقیق اس کا علاج شرفاء کیلئے بہت آسان ہے۔

واقعات عبدالحمید بن محمود فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس حاضر تھا کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ ہم حجاج کے پاس جا رہے تھے یہاں تک کہ جب ہم مقام ''صفاح'' پر پہنچے تو ہمارے ایک ساتھی کا انتقال ہو گیا۔ ہم نے اس کے لئے ایک قبر کھود دی چنانچہ میں نے دیکھا کہ ایک سیاہ سانپ آیا اور اس نے پوری قبر کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ ہم نے ایک دوسری قبر کھود دی مگر پھر وہی ہوا کہ اسی طرح ایک سیاہ سانپ آیا اور پوری قبر پر قابض ہو گیا۔ ہم نے ایک تیسری قبر کھودی مگر پھر اسی طرح ہوا کہ ایک سیاہ سانپ آیا اور اس نے قبر کو اپنے گھیرے میں لے لیا تو بالآخر ہم اسے اسی طرح چھوڑ کر آپؓ کی خدمت میں آئے ہیں کہ آپ فرمائیں اب ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ اس کا وہ عمل ہے جسے وہ اپنی زندگی میں کیا کرتا تھا' پس تم جاؤ اور اسے اسی طرح کسی کنارے میں دفن کر دو کیونکہ تم اگر اس کیلئے پوری زمین بھی کھود ڈالو گے تو تمہیں اسی طرح کی صورتحال کا سامنا ہوگا۔ وہ شخص کہنے لگا کہ ہم نے بالآخر اپنے مردہ ساتھی کو سانپ کے ساتھ دفن کر دیا اور سفر سے واپسی کے بعد میں اس کی بیوی کے

پاس گیا تا کہ اس کے عمل کے متعلق پوچھ سکوں تو اس کی بیوی نے بتایا کہ وہ کھانا فروخت کیا کرتا تھا۔ ہر روز اپنے اہل خانہ کیلئے شام کی خوراک اس میں سے نکال لیا کرتا تھا اور اس کی جگہ اتنی ہی جو کی بھوسی ملا کر بیچ دیا کرتا تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس کا عذاب اس طرح دیا۔

امام طبرانیؒ اپنی کتاب ''المعجم الاوسط'' میں اور امام بیہقیؒ نے ''کتاب الدعوات الکبیر'' میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت بسند عکرمہؒ نقل کی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت کیلئے تشریف لے جایا کرتے تھے تو بہت دور نکل جاتے۔ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کیلئے گئے اور ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خفین (موزوں) کو اتار کر الگ رکھ دیا' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنتے وقت ابھی ایک ہی موزہ پہنا تھا کہ ایک پرندہ آیا اور دوسرا موزہ لے کر اڑ گیا اور خوب بلندی پر جا کر چکر لگانے لگا۔ اسی دوران اس موزہ سے ایک سیاہ رنگ کا سانپ نکل کر زمین کی طرف گرا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ یہ ایک عظیم احسان ہے جو ابھی اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کیا۔ پھر یہ دعا مانگی۔

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَنْ یَّمْشِیْ عَلٰی بَطْنِهٖ وَمِنْ شَرِّ مَنْ یَّمْشِیْ عَلٰی رِجْلَیْنِ وَ مِنْ شَرِّ مَنْ یَّمْشِیْ عَلٰی اَرْبَعٍ"

''اے اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں آپ کی اس کے شر سے جو اپنے پیٹ کے بل چلتا ہے (مثلاً سانپ' بچھو وغیرہ) اور اس کے شر کی جو دو پاؤں پر چلتا ہے (مثلاً انسان اور جن) اور اس کے شر سے جو اپنے چار پاؤں پر (یعنی حیوانات' درندے وغیرہ) چلتا ہے۔''

اس حدیث کی دوسری صحیح الاسناد نظائر کا ذکر انشاء اللہ باب الغین میں الغراب کی بحث میں آئے گا۔

''کتاب الزھد'' میں احمدؒ نے سالم بن ابی الجعد کی روایت نقل کی ہے۔

سالم بن جعد فرماتے ہیں کہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم میں ایک شخص لوگوں کو تنگ کیا کرتا تھا' لوگوں نے حضرت صالحؑ سے اس کی شکایت کی اور درخواست کی کہ آپ اس کیلئے بددعا کریں۔ صالح علیہ السلام نے فرمایا جاؤ تم اس کے شر سے محفوظ ہو جاؤ گے۔ وہ آدمی روزانہ لکڑی چننے جاتا تھا چنانچہ وہ اس دن لکڑی چننے کیلئے نکلا۔ اس دن اس کے ساتھ دو روٹیاں تھیں اس نے ایک روٹی کھالی اور دوسری صدقہ کر دی۔ چنانچہ وہ گیا اور لکڑی چن کر شام کو صحیح وسالم واپس لوٹ آیا' اسے کوئی نقصان نہ پہنچا۔ لوگ صالح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ وہ آدمی تو لکڑی چن کر صحیح وسالم واپس آ گیا ہے اسے تو کچھ بھی نہیں ہوا۔ حضرت صالحؑ کو تعجب ہوا۔ انہوں نے اس آدمی کو بلا کر پوچھا کہ تم نے آج کون سا عمل کیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میں آج لکڑی چننے نکلا تو میرے پاس دو روٹیاں تھیں' میں نے ایک کو صدقہ کر دیا اور دوسری کو کھالیا۔ حضرت صالحؑ نے فرمایا کہ اس لکڑی کے گٹھے کو کھولو' لوگوں نے اسے کھولا تو اس میں سے ایک سیاہ سانپ کسی تنے کی مانند پڑا ہوا تھا اور اپنا دانت لکڑی کے ایک موٹے تنے پر گاڑے ہوئے ہے۔ صالحؑ نے فرمایا تمہارے اسی عمل (یعنی صدقہ) کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تجھے اس سے نجات دی۔

اس کی نظیر تفصیل کے ساتھ ''باب الذال'' میں ذئب کے بیان میں انشاء اللہ آئے گی۔

حضرت ابوہریرہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک جماعت کا گزر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس ہوا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس میں سے ایک کی موت ''انشاء اللہ'' آج واقع ہوگی۔ وہ لوگ گزر کر چلے گئے' جب شام کو واپس آئے تو ان کے ساتھ لکڑی کا ایک گٹھ تھا اور ان میں سے کوئی بھی نہیں مرا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ اسے رکھو اور جس کے مرنے کی پیشین گوئی کی تھی اس سے فرمایا کہ اس گھٹے کو کھولو۔ چنانچہ جب اس نے لکڑی کا گٹھ کھولا تو اس میں سے ایک سیاہ سانپ نکلا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس آدمی سے پوچھا کہ تم نے آج کون سا عمل کیا ہے؟ اس نے عرض کیا ایسا تو کوئی بھی عمل نہیں کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ غور کرو اور سوچو' چنانچہ اس آدمی نے جواب دیا کہ میرے پاس روٹی کا ایک ٹکڑا تھا۔ ایک مسکین میرے پاس سے گزرا اس نے مجھ سے سوال کیا تو میں نے اس روٹی کا کچھ حصہ اسے دے دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تمہارے اسی عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس (یعنی سیاہ سانپ) سے بچالیا۔ (رواہ الطبرانی فی معجمہ الکبیر)

اَلْاَصْرَمَانِ

اَلْاَصْرَمَانِ (کوا اور بھیڑیا) ابن السکیت نے کہا ہے کہ ان دونوں (یعنی کوا اور بھیڑیا) کو ''اصرمان'' اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ دونوں انسانوں سے الگ تھلگ اور دور رہتے ہیں۔ ''اَلْاَصْرَمَانِ'' رات اور دن کو بھی کہتے ہیں اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے سے جدا اور منقطع ہوتا ہے۔

ایک صحابیؓ کا واقعہ امام احمدؒ صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک ایسے شخص کے متعلق بتاؤ جس نے پوری زندگی کبھی نماز نہیں پڑھی مگر پھر بھی جنت میں داخل ہوگیا؟ لوگوں کو اگر معلوم ہوتا تو وہ آپؓ سے سوال کرتے کہ آپ ہی بتا دیجئے وہ کون ہے تو حضرت ابوہریرہؓ بتاتے کہ وہ ''اصیرم بن عبدالاشہل'' ہیں۔

عامر بن ثابت بن قیس فرماتے ہیں کہ میں نے محمود بن لبید سے پوچھا کہ ان کا یہ واقعہ کس طرح ہے؟ انہوں نے بتایا کہ وہ اسلام کا انکار کیا کرتے تھے لیکن جب غزوہ احد کا موقع آیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کیلئے نکلے تو اس موقع پر ''اصیرم'' اسلام لائے۔ تلوار ہاتھ میں لے کر جہاد کیلئے نکل پڑے اور جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔ صحابہ کرامؓ نے ان کی شہادت کا ذکر کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جنتی ہے۔

اَلْاَصَلَةُ

اَصَلَةٌ (بہت زہریلا سانپ) ہمزہ' صاد اور لام تینوں پر زبر ہے۔ ابن انباری کہتے ہیں کہ یہ ایک بڑے سر اور چھوٹے جسم والا سانپ ہے۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ گھڑ سوار پر چھلانگ لگا کر اسے کاٹتا اور ہلاک کرتا ہے۔ بعض کے نزدیک یہ ایک نہایت نقصان پہنچانے والا سانپ ہے' اس کا ایک پاؤں ہوتا ہے' وہ اس پر کھڑا ہوتا' گھومتا اور چھلانگ لگاتا ہے۔ امام اصمعیؒ نے اس کا ذکر اپنے اشعار میں اس طرح کیا ہے۔

یا رب ان کان یزید قد اکل — لحم الصدیق عللا بعد نهل

اے پروردگار اگر یزید نے خوب سیر ہوکر دوست کا گوشت کھالیا ہے۔

فا قدرله اصلة من الاصل — کیساء کالقرصة او خف جمل

تو تو اس پر (اصلہ) سانپوں میں سے کوئی سانپ مسلط کردے جو اونٹ کے تلوے کی طرح اس پر لپٹا ہوا اور اسے ڈھکے ہوئے ہو۔

علامہ جاحظ اہل عرب کا قول نقل کرتے ہیں کہ عرب کے دیہاتی کہا کرتے ہیں کہ (اصلہ) سانپ جہاں سے گزرتا ہے (شدت زہر کی وجہ سے) اسے جلا ڈالتا ہے چنانچہ ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے اسی ہلاک کرنے کی وجہ سے اس کا نام (اصلہ) رکھا گیا ہے۔

حدیث میں ''دجال'' کی ایک پہچان بیان کی گئی ہے کہ اس کا سر (اصلہ) سانپ کے سر کی مانند ہوگا اور بعض کے نزدیک اس سانپ کا چہرہ انسان ہی کے چہرے کی طرح کافی بڑا ہوتا ہے۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ سانپ کا چہرہ اس طرح کا اس وقت ہوتا ہے جب اس کی عمر ایک ہزار سال ہو جائے۔

خواص اس سانپ کی خصوصیت یہ ہے کہ اسے اگر کوئی شخص دیکھ لے تو وہ سانپ اس آدمی کو ہلاک کر ڈالتا ہے۔ اس کی مزید تفصیل انشاء اللہ ''باب الخاء'' میں آئے گی۔

اَلْاَطْلَس[1] (سیاہ بھیڑیا)

''اَلْاَطْلَسُ'' یہ سیاہی مائل خاکستری رنگ کا بھیڑیا ہے' نیز ہر وہ جانور جو سیاہی مائل خاکستری رنگ کا ہو اسے بھی ''اطلس'' کہا جاتا ہے۔ کمیت نے محمد بن سلیمان ہاشمی کی تعریف میں جو اشعار کہے ہیں اس میں اس کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

تلقی الامان علی حیاض محمد — ثولاء مخرفة و ذئب اطلس

محمد بن سلیمان کے دربار میں مجتمع شہد کی مکھی اور سیاہی مائل خاکستری بھیڑیے نے بھی پناہ حاصل کی ہے۔

لاذی تخاف ولا لهذا اجرأة — تهدی الرعية مااستقام الرئيس

یہ ایسی پناہ گاہ ہے جہاں لوگ خوف کھاتے ہیں مگر اس کی جرأت نہیں' جب امیر باقی ہیں وہ رعایا کی قیادت کرتے رہیں گے۔

علامہ جوہری نے اس شعر سے یہ دلیل دی ہے کہ سرداران قوم کیلئے جس طرح ''قیم'' کا لفظ بطور لقب استعمال کیا جاتا ہے۔ اسی طرح لفظ ''الرئیس'' کا بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔

اَلْاَطُوْمُ (سمندری کچھوا)

اَطُوْمُ (سمندری کچھوا) لفظ اطوم بروزن انوق۔ علامہ جوہریؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد سمندری کچھوا ہے۔ بعض حضرات

[1] اردو: بھیڑیا۔ بنگالی: ہیکوے باگھ۔ بلوچی: گرگ۔ پشتو: شرخ۔ پنجابی: بھگیاڑ۔ سندھی: بگھڑو۔ کشمیری: رام ہون۔ (ہفت زبانی لغت صفحہ ۱۱۶) انگریزی: WOLF (کتابستان اردو و انگلش ڈکشنری صفحہ ۱۳۳)

کہتے ہیں کہ "اطوم" سے مراد موٹے کھال کی مچھلی ہے۔ جس کا چمڑہ اونٹ کے چمڑے جیسا ہوتا ہے اور اس سے شتربانوں کیلئے موزہ تیار کیا جاتا ہے۔ بعض حضرات نے اسے زرافہ اور بعض نے گائے کہا ہے۔

ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سمندری کچھوے کو "اطوم" اس لئے کہتے ہیں کہ یہ مچھلی کی شکل کا ہوتا ہے اگر چہ اس کی جلد موٹی اور سخت ہوتی ہے۔

"الاطیش"

ابن سیدہ نے کہا ہے کہ یہ ایک پرندہ ہے۔ "الاطیش" کے لغوی معنی بے وقوفی کے ہیں۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ "ما رایت افقه من اَشْهَبُ لَوْ لَاطَيْشُ منه" اگر اشہب میں بے وقوفی نہ ہوتی تو اس سے بڑا فقیہ میں نے نہ دیکھا ہوتا۔

اشہب سے مراد اشہب بن عبدالعزیز بن داؤد ہیں۔ یہ مصری تھے اور فقہ مالکی کے بہت بڑے فقیہ تھے۔ ان کی تاریخ ولادت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جس سال حضرت امام شافعیؒ کی ولادت (یعنی ۱۵۰ھ میں) ہوئی اشہب بھی اسی سال پیدا ہوئے۔ اشہب کی وفات امام شافعیؒ کی وفات کے ۱۸ دن بعد ہوئی ہے۔

ابن عبدالحکیم نے کہا ہے کہ میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ اشہب امام شافعیؒ کی موت کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ امام شافعیؒ سے جب اس کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے فرمایا۔

تمنی رجال ان اموت و ان امت — فتلک سبیل لست فیها باوحد

لوگ میری موت کی تمنا کرتے ہیں اور اگر میں مر بھی گیا تو یہ ایک ایسی راہ ہے جس میں میں اکیلا نہیں ہوں۔

فقال للذی یبغی خلاف الذی مضی — تهیاالاخری مثلها فکان قد

پس اس سے کہہ دو جو گزرے ہوئے کے خلاف راستے تلاش کر رہا ہے اور آرزو کر رہا ہے کہ موت جیسی ہی کسی اور آفت کی آمد کی تیاری کرے کیونکہ موت تو آ کر ہی رہے گی۔

شیخ ابن عبدالحکیم نے کہا ہے کہ جب امام شافعیؒ کا انتقال ہوا تو اشہبؒ نے ان کے ترکہ (میت کا چھوڑا ہوا مال) میں سے ایک غلام خرید لیا' پھر جب امام اشہب کا انتقال ہوا تو پھر ایک ماہ بعد میں نے ان کے ترکے سے اسی غلام کو خرید لیا۔

امام شافعیؒ کے مختصر حالات شیخ ابن عبدالحکیم فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ کی والدہ جب حاملہ ہوگئیں تو آپ کی ماں نے خواب دیکھا کہ مشتری ستارہ اپنے برج سے نکل کر مصر میں ٹوٹ کر گر گیا۔ پھر وہ شہر اور ہر ملک میں کمان بن کر واقع ہوا۔ علماء معبرین نے یہ خواب سن کر اس کی تعبیر یہ بتائی کہ خواب دیکھنے والی عورت سے ایک زبردست عالم پیدا ہوگا جس کے علم سے خاص طور پر مصر والے فائدہ اٹھائیں گے۔ پھر اس کے بعد تمام ممالک والے اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔ تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ امام شافعیؒ تقویٰ' امانت و دیانت میں قابل اعتماد اور ثقہ ہیں۔ امام شافعیؒ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے اصول فقہ میں سب سے پہلے کلام کیا ہے اور مسائل کے استخراج کا کام شروع کیا۔ امام شافعیؒ کا حال یہ تھا کہ جب کوئی شخص آپ کی خدمت میں تازہ کھجور پیش کرتا تو آپ اس سے فرماتے کہ

بھائی تم نے یہ کتنا عمدہ اور قابل تحسین کام کیا ہے لیکن علم کی دولت تمہارے اس کام سے زیادہ محبوب ترین ہے۔ پھر اس کے بعد آپ کھجور نہیں کھاتے تھے۔ امام شافعیؒ کے حالات میں مذکور ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ ایک لونڈی خریدی۔ آپ رات بھر مطالعہ میں مصروف رہتے' آپ کی لونڈی آپ کی ملاقات کی منتظر کھڑی رہا کرتی تھی لیکن آپ اس کی طرف بالکل متوجہ نہ ہوتے تھے تو ایک دن وہ لونڈی غلاموں کے تاجر کے پاس گئی اور اس سے شکایت کی کہ تم نے مجھے ایک مجنوں آدمی کے ہاتھ فروخت کر کے قید میں ڈال دیا ہے۔ امام شافعیؒ کو جب اس شکایت کا علم ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ بھائی مجنوں تو وہ ہے جسے علم کی قدر وعظمت کا احساس ہو اس کے باوجود وہ اسے ضائع کر دے یا وہ غفلت سے کام لے کر علوم سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

امام شافعیؒ ایک شریف' بہادر اور سخی آدمی تھے' آپ پر کسی کی کوئی چیز بھی باقی نہیں تھی' امام شافعیؒ مال وغیرہ کی ذخیرہ اندوزی بھی نہیں کرتے تھے۔ امام شافعی کے مناقب تو بہت ہیں لیکن انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

امام شافعیؒ کی ولادت امام شافعیؒ ۱۵۰ھ مقام غزہ میں پیدا ہوئے۔

بعض مؤرخین کے مطابق آپ کی پیدائش اس سال ہوئی جس سال امام اعظم ابوحنیفہؒ کی وفات ہوئی۔ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کی وفات ۱۵۱ھ کو ہوئی اور بعض کے نزدیک ۱۵۳ھ میں ہوئی۔

بعض مؤرخین نے سال اور برس کی بجائے صرف دن کا ذکر کیا ہے۔ جس دن امام حنیفہؒ کا انتقال ہوا اس دن امام شافعیؒ کی پیدائش ہوئی۔ (تہذیب الاسماء)

بعض نے کہا ہے کہ امام شافعیؒ کی عسقلان یا یمن میں ولادت ہوئی ہے۔ ابن خلکانؒ نے لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ آپ کی پیدائش عسقلان میں ہوئی' پھر آپ مقام غزہ سے مکہ مکرمہ میں چھ سال کی عمر میں منتقل کئے گئے۔

اسی طرح آپ ۱۹۱ھ میں مصر تشریف لائے۔ بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ امام شافعیؒ ۲۰۱ھ میں مصر تشریف لے گئے ہیں لیکن بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ مصر ہی میں مقیم رہے یہاں تک کہ ۲۰۴ھ کو آپ کی وفات ہوئی۔

مشہور یہ ہے کہ امام شافعیؒ کی قبر مصر میں مقام قرافہ میں واقع ہے۔ امام شافعیؒ نے کل ۵۴ سال کی عمر پائی۔

الاغثر (آبی پرندہ)

ابن سیدہ نے کہا ہے کہ "الاغثر" سے مراد ایک آبی پرندہ ہے جس کی گردن لمبی اور بدن پر بہت زیادہ بال ہوتے ہیں۔

الافال والا فائل (اونٹ کا بچہ)

اونٹ کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو "افال و افائل" کہتے ہیں۔ اس کے واحد کے لئے "افیل" اور مادہ بچہ کیلئے "افیلۃ" کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ اس کا تفصیلی ذکر انشاء اللہ "تبیع" میں آئے گا۔

الافعیٰ[1] (سانپ[1])

الافعی مادہ سانپ کو کہتے ہیں اور نر سانپ کو "افعون" کہا جاتا ہے۔ ہمزہ اور عین میں پیش ہے۔ امام زبیدیؒ نے فرمایا ہے کہ "افعی" ایک چتکبرا سانپ ہوتا ہے جس کی گردن پر اور منہ بہت بڑا ہوتا ہے لیکن ان میں بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کے دو سینگیں (CERASTES OR HORNED VIPER) بھی ہوتی ہے اور اس کی کنیت "ابوحیان ابویحییٰ" ہے اس لئے کہ یہ سانپ ہزار سال تک زندہ رہتا ہے۔ یہ سانپ نہایت بہادر اور کالے رنگ کا ہوتا ہے۔ انسان پر اچھل کر حملہ کرتا ہے اور یہ سانپ تمام سانپوں میں سب سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے اور ان سے زیادہ خطرناک "سجستان" کے علاقے کے سانپ ہوتے ہیں۔

واقعات ابن شبرمہ نے سانپ کا ایک حیرت انگیز واقعہ لکھا ہے کہ ان میں سے ایک سانپ نے ایک نابالغ لڑکے کے پاؤں میں ڈس لیا تھا جس کی وجہ سے اس کی پیشانی پھٹ گئی۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ شبیب بن شبہ ایک دن خلیفہ منصور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو خلیفہ نے شبیب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے شبیب! تم کبھی بجستان گئے ہو؟ مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ وہاں بہت زیادہ سانپ ہوتے ہیں۔ شبیب نے جواب دیا جی ہاں۔ امیر المومنین! میں بجستان گیا ہوں۔ خلیفہ نے فرمایا کہ وہاں کے سانپوں کے متعلق کچھ بیان کرو۔ شبیب نے کہا کہ بجستان کے سانپوں کی یہ خصوصیت ہے کہ ان کی گردن پتلی منہ بڑا رنگ مٹیالہ سیاہی مائل اور سپید داغ دار ہوتا ہے جیسے اس کی چتی پڑی (یعنی داغ پڑا) ہو۔

بجستان کے بڑے سانپ تو بس موت تک پہنچاتے ہیں اور چھوٹی قسم کے سانپ تلوار کی طرح کاری ضرب لگاتے ہیں۔

خصوصیات امام قزوینیؒ فرماتے ہیں کہ "افعی" چھوٹی دم کا ایک خطرناک اور خبیث قسم کا سانپ ہوتا ہے اس سانپ کی یہ خصوصیت ہے کہ یہ اندھا ہو جاتا ہے لیکن کچھ دنوں بعد اس کی بینائی واپس آ جاتی ہے۔ اس قسم کے سانپ کی آنکھ ہمیشہ کھلی رہتی ہے۔ سردی کے موسم میں یہ سانپ چار ماہ کیلئے زمین کے اندر چھپ جاتا ہے جب وہ باہر نکلتا ہے تو اسے دکھائی نہیں دیتا پھر وہ سونف کے درخت کو ڈھونڈ کر اس کے ساتھ اپنی آنکھیں رگڑتا ہے تو اس کی بینائی واپس آ جاتی ہے۔

امام زمخشریؒ فرماتے ہیں کہ "افعی" کے متعلق یہ مشہور ہے کہ جب اس سانپ کی عمر ایک ہزار سال ہو جاتی ہے تو اندھا ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے جی میں یہ بات ڈال دیتے ہیں کہ وہ اپنی آنکھوں کو سونف کے نم پتوں سے رگڑے۔ چنانچہ جب وہ اس کے پتوں سے اپنی آنکھوں کو رگڑتا ہے تو اس کی آنکھوں میں روشنی پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ یہ سانپ اتنی دور جنگل میں نکل جاتا ہے کہ وہاں سے بستی تک پہنچنے کیلئے تین دن کی مسافت طے کرنی پڑتی ہے لیکن یہ سانپ نابینا ہونے کے باوجود اتنی لمبی مسافت طے کرتا ہے تو اسے راستے میں کسی باغ میں سونف کا درخت ضرور نکرا جاتا ہے۔ چنانچہ وہ اس سے اپنی آنکھوں کو رگڑتا ہے تو اس کی بینائی واپس آ جاتی ہے۔ اس سانپ کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ اس کی دُم کٹ جاتی ہے لیکن دوبارہ پھر نئی نکل آتی ہے۔ جب اس سانپ کی ڈاڑھ اکھڑ جاتی ہے تو پھر دوبارہ تین دن کے بعد نئی ڈاڑھ نکل آتی ہے۔ اس سانپ کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ اگر اس

---

[1] SNAKE-SERPENT (کتابستان اردو انگلش ڈکشنری ۳۶۵)

سانپ کو کاٹ دیا جائے تو یہ تین دن تک حرکت کرتا رہتا ہے۔ یہ سانپ انسان کا سب سے خطرناک دشمن ہے لیکن جنگلی گائے اسے کھا کر ہضم کر جاتی ہے۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ایک اونٹنی اپنے بچہ کو دودھ پلا رہی تھی کہ اس کے ہونٹوں میں ''افعی'' سانپ نے ڈس لیا تو اونٹنی کا بچہ اسی وقت اونٹنی سے پہلے مر گیا۔

اس قسم کے سانپ کی یہ خصوصیت ہے کہ جب یہ سانپ بیمار ہوتا ہے تو زیتون کا پتہ کھالیتا ہے تو اس وقت ٹھیک ہو جاتا ہے۔ بعض سانپ وہ ہوتے ہیں جو آپس میں منہ ملا کر جفتی کرتے ہیں' کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جب نر سانپ مادہ سے جفتی کرتا ہے تو وہ بے ہوش ہو کر گر جاتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سانپنی سانپ کے ذکر (آلہ تناسل) کو ڈس کر کاٹ لیتی ہے تو وہ سانپ اسی وقت مر جاتا ہے۔

امام جوہریؒ نے کہا ہے کہ ''کشیش الافعی'' سانپ کی اس آواز کو کہتے ہیں جو اس کی جلد سے نکلی ہو چنانچہ رجز پڑھنے والے شاعر نے کہا ہے کہ:

کان صوت شخبها المرفض   کشیش افعی ازمعت لعض

اس کے ٹپکتے ہوئے خون کی آواز اس کالے ناگ کی آواز کی طرح ہے جو کاٹنے کیلئے جا رہا ہو۔

فھی تحک بعضھا ببعض

پس اپنے جسم کا بعض حصہ بعض پر رگڑنے لگتا ہے۔

شیخ ابوالحسن علی بن محمد المزین الصغیر الصوفیؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ''تبوک'' کے کسی گاؤں میں گیا ہوا تھا تو مجھے پیاس محسوس ہوئی۔ اتنے میں میں ایک کنویں میں پانی پینے کیلئے آیا تو اچانک میرا پاؤں پھسل گیا۔ میں کنویں میں گر گیا' میں نے دیکھا کہ کنویں کے اندر اچھی خاصی جگہ ہے تو میں اس جگہ کو درست کر کے وہاں بیٹھ گیا' اچانک میں نے ایک جھنکار جیسی آواز سنی تو میں پریشان ہو گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک کالے رنگ کا سانپ میرے اوپر گر کر ادھر ادھر چکر لگانے لگا۔ میں خاموش سہما ہوا بیٹھا تھا اتنے میں اس نے مجھے اپنی دم میں لپیٹ کر کنویں سے باہر نکال دیا' پھر وہ اپنی دم کھول کر رخصت ہو گیا۔

جعفر الخلدی نے کہا ہے کہ ایک مرتبہ میں ابوالحسن المزین الصغیرؒ کو رخصت کرنے کیلئے گیا تو میں نے ان سے درخواست کی کہ آپ مجھے کچھ نصیحت کرتے جائیے۔ ابوالحسنؒ نے فرمایا کہ اگر تم سے کوئی چیز گم ہو جائے' یا ضائع ہو جائے' اسی طرح اگر تم چاہو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری ملاقات کسی سے کرا دیں تو تم یہ دعا پڑھ لیا کرو۔

''یَا جَامِعَ النَّاسِ یَوْمٌ لاَرَیْبَ فِیْهِ اِنَّ اللّٰهَ لاَ یُخْلِفُ الْمِیْعَادِ اِجْمَعْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ کَذَا''

اللہ تعالیٰ اس دعا کی برکت سے تمہاری ملاقات کروا دیں گے' یا گم شدہ چیز تمہیں مل جائے گی۔

جعفر الخلدیؒ فرماتے ہیں کہ یہ دعا پڑھ کر میں نے جو دعا مانگی وہ قبول ہو گئی۔ شیخ ابوالحسن کا انتقال مکہ مکرمہ میں ۳۸۶ھ میں ہوا۔

''الحاریہ'' افعی سانپ کی قسم کا سانپ ہوتا ہے اسی سلسلے میں ''نابغہ ذبیانی'' نے کہا ہے۔

حَارِيَۃٌ قد صغرت من الكبر ۔۔۔ مهروأة الشدقين حولاء النظر

حاریہ سانپ خاصا چھوٹا ہوتا ہے اور اس کے جبڑے کشادہ ہوتے ہیں جو نظروں کو چندھیا دیتا ہے۔

روایات میں آتا ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا تو حضرت ابوبکرؓ شدید رنج وغم میں مبتلا ہوگئے۔ پھر آپؓ کا جسم اسی رنج کی وجہ سے کمزور ہوتا گیا یہاں تک کہ آپؓ کا بھی انتقال ہوگیا۔

امثال عرب افعی سانپ کو بطور ضرب الامثال استعمال کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ ''**هواظلم من افعى**'' وہ افعی سانپ سے بھی زیادہ ظالم ہے۔ ظلم کی مثال ''افعی'' سے اس لئے دی جاتی ہے کہ وہ اپنا سوراخ کبھی بھی نہیں کھودتا بلکہ وہ دوسرے کے کھودے ہوئے سوراخ میں رہنے لگتا ہے۔ چنانچہ عربی شاعر کہتا ہے۔

وانت كالافعى الَّتِي لا تَحْتَفِرُ ۔۔۔ ثم تجى مباد رًا فتحتجر

اور تم کالے سانپ کی طرح (ظالم) ہو جو اپنے لئے (سوراخ) کبھی نہیں کھودتا' پھر وہ اچانک کسی کے بنائے ہوئے بل میں گھس جاتا ہے۔

چنانچہ جس بل کو سانپ اپنا مسکن بنانا چاہتا ہے تو اس سوراخ کا جانور کہیں اور سوراخ بنانے لگتا ہے اور یہ سوراخ سانپ کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔

اسی طرح اہل عرب کہتے ہیں ''**تحككت العقرب بالافعى**'' بچھو سانپ کو تکلیف دینے پر تیار ہوگیا۔ یہ مثال اس وقت استعمال کرتے ہیں جب کمزور اپنے سے زیادہ طاقت ور کے ساتھ مقابلۃً یا گفتگو کرنے لگے۔ یہ مثال انشاء اللہ ''عقرب'' کے بیان میں بھی آئے گی۔

اسی طرح عرب مثال دیتے ہیں ''**رماه الله تعالىٰ بافعى حارية**'' یعنی اللہ تعالیٰ اسے ''افعی حاریہ'' سانپ کے ذریعے ہلاک کردے۔ یہ بددعا اس وقت دی جاتی ہے جب یہ بددعا دینی ہو کہ اللہ تعالیٰ فلاں پر خطرناک دشمن مسلط کردے یعنی اسے فوری طور پر تباہ کردے اس لئے کہ ''افعی حاریہ'' وہ سانپ ہے جس کے ڈسنے سے فوری موت واقع ہوجاتی ہے۔

اسی طرح عرب کہتے ہیں ''**من لسعته افعى من جرالحبل يخاف**'' یعنی جسے ''افعی'' سانپ ڈس لیتا ہے تو اس کی کیفیت یہ ہوجاتی ہے کہ وہ رسی گھسٹنے سے بھی خوفزدہ ہوجاتا ہے۔ یہ مثال اس وقت بولی جاتی ہے جب انسان کسی شدید پریشانی میں مبتلا ہو تو اس کو اور کوئی چیز نہیں سوجھتی۔ شیخ صالح بن عبدالقدوسؒ نے اپنے اشعار میں اس کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ

المرء يجمع و الزمان يفرق ۔۔۔ ويظل يرقع و الخطوب تمزق

انسان جمع کرتا اور زمانہ منتشر کردیتا ہے اور انسان جوڑتا ہے لیکن دن اور رات کی گردش ٹکڑے ٹکڑے کردیتی ہے۔

وَ لاَنَّ يُحَادِي عاقلا خير له ۔۔۔ من ان يكون له صديق احمق

عقلمند کی دشمنی سے بیوقوف کی دوستی بہتر ہے۔

فاربا بنفسک ان تصادق احمقا ۔۔۔ ان الصديق على الصديق مصدق

تیرے لئے یہ بہتر ہے کہ احمق تیرا دوست ہو کیونکہ دوست کی دوست تصدیق کرتا ہے

وزن الكلام اذا نطقت فانما يبدى عقول ذوى العقول المنطق

جب تم بولوتو کلام کا وزن کرلو اس لئے کہ گفتگو سے عقل مند کی دانش کا پتہ چلتا ہے۔

ومن الرجال اذا استوت اخلاقهم من يستشار اذا استشير فيطرق

اور لوگوں کے اخلاق اچھے ہوں تو ان سے مشورہ لینے والا بھی راستہ پا جاتا ہے۔

حتى يحل بكل وادقلبه فيرى ويعرف ما يقول فينطق

یہاں تک کہ اس کا قلب ہر وادی میں اتر جاتا ہے تو وہ سوچ سمجھ کر گفتگو کرتا ہے۔

لاالفينک ثاويا فی غربة ان الغريب بكل سهم يرشق

میں تجھ سے پردیسی ہونے کی وجہ سے محبت نہیں کرتا اس لئے کہ پردیسی آدمی کا ہر تیر نشانے پر لگتا ہے۔

ماالناس الاعاملان فعامل قدمات من عطش وآخر يغرق

لوگ دو قسم کے عمل کرنیوالے ہوتے ہیں اس لئے تم بھی عمل کرو۔ ایک عمل کرنے والا وہ ہے جس نے دنیا کو چاہا تو مر گیا اور دوسرا وہ جو مستغنی ہو گیا۔

والناس فی طلب المعاش وانما بالجد يرزق منهم من يرزق

اور لوگ تو معاش کے حصول میں لگے ہوئے ہیں اور طالب رزق کو تو محنت اور جدوجہد ہی سے رزق دیا جاتا ہے۔

لويرزقون الناس حسب عقولهم الفيت اكثر من ترى يتصدق

اگر لوگوں کو ان کی عقل کے مطابق رزق دیا جائے تو تم اکثر کو صدقہ دیتے ہوئے پاؤ گے۔

لكنه فضل المليک عليهم هذا عليه موسع و مضيق

لیکن ان پر اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ اس نے ان پر رزق کو وسیع بھی رکھا ہے اور تنگ بھی۔

واذا الجنازة والعروس تلاقيا ورأيت دمع نوائح يترقرق

اور جب جنازہ اور دولہا آپس میں مقابل ہوں تو نوحہ کرنے والوں کے آنسوؤں کو بند ہوتے دیکھو۔

سكت الذى تبع العروس مبهتا ورأيت من تبع الجنازة ينطق

وہ دولہا حیران ہو کر خاموش ہو گیا جو دلہن کے پیچھے چلا اور تم دیکھو گے کہ جو جنازے کے پیچھے چلا تھا وہ باتیں کر رہا تھا۔

واذا امرؤلسعته افعی مرة تركته حين يجرحبل يفرق

اور جب کسی کو "کالا سانپ" ایک مرتبہ ڈس لیتا تو وہ آدمی کھینچی ہوئی رسی کو چھوڑ کر الگ ہو جاتا ہے۔

بقى الذين اذا يقولوا يكذبوا ومضى الذين اذا يقولوا يصدقوا

ایسے لوگ باقی (یعنی زندہ) ہیں جو گفتگو کرتے وقت جھوٹ بولتے ہیں اور وہ لوگ گزر (یعنی فوت ہو) گئے جو بات کرتے ہوئے ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔

اور شیخ صالح ہی کے دیگر دلچسپ اشعار یہ بھی ہیں۔

مایبلغ الاعداء من جاهل　　　مایبلغ الجاهل من نفسه

دشمن کسی جاہل کو اتنا نقصان نہیں پہنچا سکتا جتنا کہ وہ جاہل اپنی جہالت کی وجہ سے اپنے آپ کو نقصان پہنچاتا ہے۔

والشیخ لایترک اخلاقه　　　حتی یواری فی ثری رمسه

اور بوڑھا آدمی اپنی عادات کو نہیں چھوڑتا جب تک کہ وہ قبر کی نرم مٹی کے حوالے نہیں ہو جاتا۔

اذا ارعوی عاد الی جهله　　　کذی الضنی عاد الی نکسه

جب وہ (اپنی عادات سے) باز رہتا ہے تو جہالت کی طرف لوٹ جاتا ہے اسی طرح بخیل آدمی اپنے مرض (بخل) کی طرف لوٹ جاتا ہے۔

وان من ادبته فی الصَّباء　　　کالعود یَسْقی الماء فی غرسه

اگر کوئی اس کو بچپن میں آداب سکھاتا ہے تو گویا وہ ''عود'' کو لگانے کے وقت پانی سے سینچتا ہے۔

حتی تراه مورقا ناضرا　　　بعد الذی أبصرت من یبسه

یہاں تک کہ تم اسے دیکھو گے پتے دار شاداب حالانکہ تم اسے خشک دیکھ چکے ہو۔

''والشیخ لا یترک اخلاقه'' اور اس کے بعد والا شعر یہ دونوں شیخ صالح بن عبدالقدوس کے قتل کا سبب بن گئے تھے وہ اس طرح کہ:

خلیفہ مہدی نے شیخ صالح بن عبدالقدوس پر زندیق ہونے کا الزام لگایا تھا چنانچہ جب صالح کی گرفتاری کا حکم جاری کیا گیا تو شیخ صالح نے حاضر ہو کر اپنا کلام سنایا تو خلیفہ نے شیخ کو رہا کر دیا۔ پھر شیخ کو والی (گورنر) بنانے کی تجویز پیش کی گئی تو انہوں نے انکار کر دیا۔ شیخ صالحؒ سے پوچھا گیا کہ یہ دو اشعار ''والشیخ لایترک اخلاقه'' کیا آپ کا کلام نہیں ہے؟ شیخ صالحؒ نے جواب دیا کہ اے امیر المومنین! کیوں نہیں یہ میرا کلام ہے چنانچہ خلیفہ مہدی نے کہا کیا تم اپنے اخلاق سے باز نہیں آ ؤ گے؟ اور خلیفہ مہدی نے شیخ صالح کے قتل کا حکم دے دیا۔ چنانچہ شیخ صالح کو پل پر پھانسی دے دی گئی۔

یہ واقعہ ۱۶۷ھ میں پیش آیا۔ صالح بن عبدالقدوس کے عمدہ اشعار میں سے ایک شعر یہ بھی ہے۔

اذا لم تستطع شیئا فدعه　　　وجاوزه الی ما تستطیع

جب تم کسی کام کے کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تو اسے چھوڑ دو اور اس کام کی طرف بڑھو جو تمہاری استطاعت میں آجائے۔

مذکورہ شعر بالکل ابن درید[1] کے شعر کی طرح ہے۔

---

[1] ابن درید: ابوبکر محمد بن درید، بصرہ میں پیدا ہوا اور وہیں پرورش پائی۔ ریاشی اور سجستانی جیسے علماء سے علم حاصل کیا پھر زنگیوں کے فتنہ میں بصرہ چھوڑ کر عمان چلا گیا اور وہاں بارہ سال رہ کر دیہاتی عربوں سے عربی اور شاعری کی معلومات حاصل کی، پھر بصرہ واپس آیا وہاں سے شاہ بن میکال اور اس کے بیٹے سے طلب اعانت کیلئے ایران چلا گیا، جو ایران کے گورنر تھے۔ ان کیلئے اس نے اپنی کتاب ''جمرۃ اللغۃ'' تصنیف کی اور اپنے قصیدہ (مقصورہ) کے ذریعہ ان کی مدح کی، چنانچہ انہوں نے اس کی قدر افزائی کرتے ہوئے اسے سرکاری دفاتر کا افسر اعلیٰ مقرر کر دیا۔ چنانچہ حکومت ایران کی جس قدر بھی ڈاک نکلتی، وہ اس کے مشورہ اور اس کے دستخط سے باہر نکلتی تھی۔ جب میکال کے بیٹوں کو گورنری سے برطرف کر دیا گیا تو وہ خراسان چلے گئے اور ابن درید ۳۰۸ھ میں بغداد پہنچ گیا جہاں وزیر علی بن فرات نے اس کا نہایت اعزاز و احترام سے استقبال کیا اور اسے انعامات سے نوازا۔ خلیفہ مقتدر کو جب اس کے علمی بلند مرتبہ کا علم ہوا تو اس نے اس کیلئے پچاس دینار ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیا۔ ابن درید ۳۲۱ھ میں فالج میں مبتلا ہو کر انتقال کر گیا۔ (تاریخ ادب عربی صفحہ ۴۹۴)

ومن لم یقف عند انتهاء قدره　　تقاصرت عنه فسیحات الخطا

اور جو نہیں ٹھہرتا طاقت وقدرت کے ختم ہو جانے پر تو اس کے قدموں کی کشادگی کم ہو جاتی ہے۔

صالح بن عبدالقدوس فلسفی تھے' خلیفہ مہدی نے صالح بن عبدالقدوس پر زندقہ کا الزام لگا کر قتل کروادیا تھا۔ شیخ صالح بن عبدالقدوس بصرہ میں وعظ بھی کیا کرتے تھے ان سے چند احادیث منقول ہیں اور یہ ثقہ راوی نہیں تھے۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ آپ کو کسی نے بعد از مرگ دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے میرے رب کے سامنے حاضر کیا گیا جس سے کسی قسم کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ رحمت کا سلوک فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ تم پر جس چیز کا الزام لگایا گیا تھا تم کو اس سے بری کیا جاتا ہے۔

بعض شعراء نے قندیل وشمع کی تعریف میں یہ کہا ہے۔

وقندیل کان الضوء منه　　محیامن هویت اذا تجلی

اور قندیل لو (روشنی) دیتی ہوئی اس طرح محسوس ہوتی ہے جیسے کہ تمہارا محبوب متبسم ہو۔

اشار الی الدجی بلسان افعی　　فشمر ذیله فرقا و ولی

گویا کہ "افعی" سانپ کی زبان کی طرح لپلپاتی ہے جو تھوڑی دیر بعد دم دبا کر فرار ہو جاتا ہے۔

الافعوان

افعوان یہ کالے رنگ کا نہایت بہادر سانپ ہے جو انسان پر چھلانگ لگا کر حملہ کرتا ہے اس کی کنیت ابوحیان اور ابویحیٰ ہے اس لئے کہ اس کی عمر ایک ہزار سال ہوتی ہے۔ بعض عرب شعراء کے خوبصورت اشعار درج ذیل ہیں۔

صرمت حبالک وصلک زینب　　والدهر فیه تَغَیّرٌ و تقلب

تو نے محبت کو منقطع کر دیا وصال کے بعد اے زینب اور زمانہ اس میں ترمیم وتبدیلی کر رہا ہے۔

نشرت ذوائبها التی تزهو بهَا　　سودا وراسک کالثغامة اشیب

اس کی کالی زلفیں جن سے وہ کھل اٹھتی ہے بکھری ہوئی ہیں اور تیرا سر "ثغامة" پھول کی طرح سفید ہو رہا ہے۔

واستنفرت لما رأتک وطالما　　کانت تَحِنُّ الی لقاک وترغب

اور وہ محبوبہ جب تجھے دیکھ لیتی ہے تو راہ فرار اختیار کر لیتی ہے ورنہ اس سے پہلے وہ تمہاری ملاقات کی خواہش مند تھی۔

وکذاک وصل الغانیات فانه　　آل ببلقعة وبرق خلب

اور اسی طرح گویا عورتیں پہنچ گئیں اس لئے کہ وہ خالی مکان میں سستی دکھا رہا تھا اور بجلیاں چمک رہی تھیں۔

فدع الصبا فلقد عداک زمانه　　وازهد فعمرک مرمنه الاطیب

اب بچپنا ترک کر دو کہ زمانہ تمہارا دشمن ہو گیا اور دنیا طلبی چھوڑ دو اس لئے کہ تمہاری عمر اب اس کام کی نہیں۔

ذهب الشباب فماله من عودة واتی الشیب فاین من المهرب

جوانی گزر گئی اب دوبارہ نہیں آ سکتی اور بڑھاپا آ گیا ہے پس اس سے چھٹکارا کہاں مل سکتا ہے۔

دع عنک ماقد کان فی زمن الصبا واذکر ذنوبک وابکها یامذنب

چھوڑ دے بچپن کی واہیات کو اور اے مجرم گناہوں کو یاد کر اور گریہ زاری کر۔

واذکر مناقشة الحساب فانه لابد یحصی ماجنیت ویکتب

اور یاد کر حساب وکتاب کے معاملہ کو اس لئے کہ جو تم نے اعمال کئے ہیں وہ سب اعمال نامہ میں لکھے جارہے ہیں۔

لم ینسه الملکان حین نسیته بل اثبتاه وانت لاه تلعب

اگر تم نے اس کو بھلا دیا تو کراماً کاتبین اس کو نہیں بھلا سکتے بلکہ وہ دونوں لکھ رہے ہیں اور تم بے پرواہ کھیل میں لگے ہوئے ہو۔

والروح فیک و دیعة اودعتها ستر دها بالرغم منک وتسلب

اور روح تمہارے اندر رکھ دی گئی ہے وہ عنقریب تم سے زبردستی چھین لی جائے گی اور کھینچ لی جائے گی۔

وغرور دنیاک اللتی تسعی لها دار حقیقتها متاع یذهب

اور دھوکہ ہے تمہاری دنیاداری جس کیلئے تم کوشش کررہے ہو وہ تو ایک گھر کی مانند ہے جسکی حقیقت آنے جانے والے مال سے زیادہ نہیں۔

واللیل فاعلم والنهار کلاهما انفا سنا فیها تعد وتحسب

پس جان لو دن اور رات میں جو بھی سانس ہم لیتے ہیں وہ گنے جاتے ہیں۔

وجمیع ماخلقته وجمعته حقا یقینا بعد موتک ینهب

اور وہ ساری چیزیں جو تم نے عمر بھر (مشقت سے) جمع کی ہیں اور چھوڑی ہیں یقیناً وہ تمہاری موت کے بعد اچک لی جائیں گی۔

تباالدار لایروم نعیمها ومشیدها عما قلیل یخرب

وہ گھر تباہ ہو جائے گا جس کی نعمتیں ہمیشہ نہ رہیں اور اس کی مضبوط عمارتیں جلد ہی تباہ ہونے والی ہیں۔

فاسمع هدیت نصیحة اولا کها برنصوح مجرب للامور

پس سنو جو میں نے تم کو نصیحتیں کی ہیں اس لئے کہ تم نصیحت کے زیادہ محتاج ہو یہ مخلوق کیلئے خیر خواہانہ اور مجرب نسخہ ہے۔

صحب الزمان واهله مستبصرا ورای الامور بما تنوب وتعقب

زمانہ ساتھ رہا اور اہل زمانہ دیکھ رہے تھے اور لوگوں نے وہ عجائبات دیکھے ہیں جو تم نے پیچھے چھوڑے ہیں۔

لا تامن الدهرا الخون فانه مازال قدما للرجال یودب

تم مامون مت رہو خیانت کرنے والے زمانے سے اس لئے کہ یہ لوگوں کی ہر ہر قدم پر سرزنش کرتا ہے۔

وعواقب الایام فی غصا تها مضض یذل له الاعز الانجب

اور زمانے کے نتائج ایک مصیبت کی طرح ہیں جس کے سامنے شریف اور باعزت آدمی سرنڈر ہو جاتا ہے۔

فعليک تقوی الله فالزمها تفز — ان التقی هو البهی الاهيب

پس تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم اللہ سے ڈرو اور اس پر قائم رہو تو کامیاب ہو جاؤ گے اور متقی آدمی خوبرو اور پر ہیبت ہوتا ہے۔

واعمل بطاعته تنل منه الرضا — ان المطيع له لديه مقرب

اور تم اس کی اطاعت کرو تو تمہیں اس کی رضا حاصل ہو جائے گی اس لئے کہ مطیع آدمی اس کے نزدیک مقرب ہوتا ہے۔

واقنع فَفِي بعض القناعة راحة — واليأس مِمّا فات فهوا المطلب

اور تم قناعت کی زندگی گزارو کیونکہ تھوڑی سی قناعت آرام دہ ہوتی ہے اور فوت شدہ چیزوں میں مایوسی ہی مقصد ہونا چاہئے۔

فاذا طمعت كسيت ثوب مذلة — فلقد كسی ثوب المذلة اشعب

پس جب تم طمع کرو گے تو بے عزت ہو جاؤ گے اور جو ذلت کا لبادہ پہن لے گا وہ غمگین رہے گا۔

وتوق من غدر النساء خيانة — فَجمِيْعهُنَّ مكايد لک تنصب

اور تم عورتوں کے فریب اور بد دیانتی سے بچو اس لئے کہ وہ سب تم کو مکر و فریب کے جال میں پھنسانے کیلئے تیار کی گئی ہیں۔

لاتامن الا نثی حياتک انها — کالا فعوان يراع منه الانيب

تم کبھی اپنی زندگی میں عورتوں سے بے خوف نہ ہونا اس لئے کہ وہ سیاہ سانپ کی طرح ہیں جس سے بڑے بڑے دانتوں والا بھی ڈرتا ہے۔

لا تامن الانثی زمانک کله — يوما ولو حلفت يميناً تکذب

تم اپنی تمام عمر میں عورتوں سے بے خوف نہ ہونا اس لئے کہ تم ان کے متعلق قسم بھی کھالو گے تو جھوٹے ہو جاؤ گے۔

تغری بلين حد يثها و کلامها — واذا سطت فهی الصقيل الا شطب

وہ اپنی لذیذ باتوں سے ابھارتی ہیں اور جب وہ غالب ہو جاتی ہیں تو وہ پرکشش دراز قامت خوبصورت لگتی ہیں۔

وابدا عدوک با لتحية ولتکن — منه زمانک خائفا ترقب

اور ہمیشہ اپنے دشمن کو پہلے سلام کرو پھر مطمئن مت رہنا بلکہ خائف رہنا اور اردگرد کا جائزہ لیتے رہنا۔

واحذره ان لاقيته متبسمًا — فالليث يبدو نابه اذيغضب

اور اگر تم اسے مسکراتے ہوئے گفتگو کرتے دیکھو تو اس سے بچو اس لئے کہ جس وقت شیر غصہ میں ہوتا ہے تو کچلی والے دانت نکالتا ہے۔

ان العدو وان تقادم عهده — فالعقد باق فی الصدور مغيب

دشمن دشمن ہی رہتا ہے اگر چہ عرصہ دراز گزر جائے پس بغض اور کینہ سینے میں باقی اور پوشیدہ رہتا ہے۔

واذا الصديق لقيته متملقا — فهو العدو وحقه يتجنب

اور جب تم چاپلوس دوست سے ملو تو اس سے بچو وہ تو حقیقت میں دشمن ہے۔

لاخير فی ود امری ء متملق — حلوا للسان وقلبه يتلهب

چاپلوس آدمی کی دوستی میں کوئی بھلائی نہیں اس لئے کہ وہ شیریں زبان تو ہوتا ہے لیکن اس کا دل شعلہ بار ہوتا ہے۔

یلقاک یحلف انه بک واثق　　　واذا تواری عنک فهوا لعقرب

وہ تم سے خود اعتمادی کی قسم کھا کر ملتا ہے لیکن جب وہ تم سے الگ ہو جائے گا تو بچھو ثابت ہو گا۔

ینطقک من طرف اللسان حلاوۃ　　　ویروغ منک کما یروغ الثعلب

وہ تم سے زبان سے شیریں گفتگو کرے گا لیکن پھر وہ بعد میں لومڑی کی طرح کترا کر گزر جائے گا۔

وصل الکرام وان رموک بجفوۃ　　　فالصفح عنهم بالتجاوز أصوب

اور تم حسن سلوک کرو شرفاء کے ساتھ اگر چہ وہ بداخلاقی سے پیش آئیں۔ پس اس وقت تمہیں عفوودرگزر سے کام لینا زیادہ مناسب ہے۔

واختر قرینک واصطفیه تفاخرا　　　ان القرین الی المقارن ینسب

اور تم اپنی دوستی کیلئے اچھا اور قابل فخر دوست تلاش کرو اس لئے کہ دوست اپنے دوستوں سے پہچانا جاتا ہے۔

ان الغنی من الرجال مکرم　　　وتراہ یرجی مالدیه ویرهب

واقعی غنی آدمی معزز ہوتا ہے اور تم اسے دیکھو گے کہ لوگ اس سے امید اور خوف دونوں رکھتے ہیں۔

ویبش بالترحیب عند قدومه　　　ویقام عند سلامه ویقرب

اور اس کی آمد کے وقت لوگ اسے خوش آمدید کہتے ہیں اور اس کے سلام و دعا کے وقت لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں۔

واخفض جناحک للا قارب کلهم　　　بتذلل واسمح لها ان أذنبوا

اور نرمی سے پیش آؤ تمام رشتے داروں سے اگر وہ کوئی جرم کر بیٹھیں تو نظر انداز کرو۔

ودع الکذوب فلا یکن لک صاحبا　　　ان الکذوب یشین حرا یصحب

اور جھوٹے آدمی کو اپنا دوست نہ بناؤ اس لئے جھوٹا آدمی نیک اور آزاد طبیعت کو معیوب بنا دیتا ہے۔

وزن الکلام اذا نطقت ولاتکن　　　ثرثارۃ فی کل ناد تخطب

اور گفتگو کرتے وقت موزوں کلام کرو اور ہر مجلس میں بکواس اور زیادہ باتیں نہ کرو۔

واحفظ لسانک واحتر زمن لفظه　　　فالمرء یسلم باللسان ویعطب

اور تم زبان کی حفاظت کرو اور زیادہ نہ بولو اس لئے کہ زبان ہی سے آدمی محفوظ رہتا ہے اور ہلاک بھی ہوتا ہے۔

والسر فاکتمه ولا تنطق به　　　ان الزجاجة کسرها لایشعب

اور راز کو چھپاؤ، ظاہر نہ کرو اس لئے کہ شیشہ ٹوٹنے کے بعد جوڑا نہیں جاتا۔

وکذاک سر المرء ان لم یطوہ　　　نشرته السنة تزید وتکذب

اور اسی طرح اگر آدمی کے راز کو راز نہ رکھا گیا تو لوگ نمک مرچ ملا کر بیان کرتے ہیں اور جھوٹ بیان کرتے ہیں۔

لا تحرص فالحرص لیس بزائد　　　فی الرزق بل یشقی الحریص ویتعب

تم لالچ نہ کرو اس لئے کہ اس سے رزق میں اضافہ نہیں ہوتا بلکہ حریص آدمی کا مقدر برابر ہوتا ہے اور وہ تھک جاتا ہے۔

ویظل ملھوفا یروم تحیلا　　والرزق لیس بحیلۃ یستجلب

اور وہ غمگین ہو جاتا ہے اور حیلہ سازی کرتا ہے اور رزق حیلہ کر کے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

کم عاجز فی الناس یاتی رزقہ　　رغداً ویحرم کیس و یخیب

کتنے کمزور لوگ ایسے ہیں جن کو خوب روزی ملتی ہے اور عقل مند آدمی محروم اور ناکام ہو جاتا ہے۔

وارع الامانۃ والخیانۃ فاجتنب　　واعدل ولا تظلم یطب لک مکسب

اور امانت کی حفاظت کرو خیانت سے بچو انصاف کرو ظلم نہ کرو تو یہ بات تمہارے لئے مفید ہوگی۔

واذا اصابک نکبۃ فاصبر لھا　　من ذارأیت مسلما لا ینکب

اور جب تم کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ تو صبر کرو اسی کے ساتھ تم نے کتنے مسلمانوں کو دیکھا ہوگا کہ وہ پریشان نظر نہیں آتے۔

واذار میت من الزمان بریبۃ　　اونالک الامر الاشق الاصعب

اور جب تمہیں زمانہ بے چینی میں مبتلا کر دے یا تمہیں کوئی مشکل کام پیش آ جائے۔

فاضرع لربک انہ أدنی لمن　　یدعوہ من حبل الورید واقرب

پس تم اپنے رب کے حضور گڑگڑاؤ اس لئے کہ جو اسے پکارتا ہے تو وہ شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔

کن ما استطعت عن الانام بمعزل　　ان الکثیر من الوری لا یصحب

تم حسب استطاعت لوگوں سے الگ تھلگ رہا کرو اس لئے کہ زیادہ لوگوں سے دوستی نہیں رکھی جاتی۔

واحذر مصاحبۃ اللئیم فانہ　　یعدی کما یعدی الصحیح الاجرب

اور تم کمینے آدمی کی دوستی سے بچو اس لئے کہ اس کی صحبت لگ جاتی ہے جیسے کہ خارش صحیح وتندرست آدمی کو لگ جاتی ہے۔

واحذر من المظلوم سھمًا صائبا　　واعلم بان دعائہ لا یحجب

اور تم مظلوم کی بددعا سے بچو اس لئے جان لو کہ اس کی دعا لوٹائی نہیں جاتی اور نہ ہی روکی جاتی ہے۔

واذا رأیت الرزق عز ببلدۃ　　وخشیت فیھا ان یضیق المذھب

اور جب تم دیکھو کہ کسی شہر میں رزق کم ہو گیا ہے اور تمہیں ڈر ہو کہ وہ تنگ ہو جائے گا۔

فارحل فأرض اللہ واسعۃ الفضا　　طولاً وعرضا شرقھا والمغرب

پس اللہ کی زمین بڑی وسیع ہے تم طولاً عرضاً مشرق ومغرب کسی جانب بھی کوچ کر جاؤ۔

فلقد نصحتک ان قبلت نصیحتی　　فالنصح اعلی مایباع ویوھب

''پس تحقیق میری نصیحت تمہیں پسند آئے تو قبول کرو اس لئے کہ نصیحت فروخت اور دیئے جانے والی چیز سے قیمتی ہے۔''

تتمہ شیخ ابوالفرج بن جوزی[1] نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ نزار بن معد کے چار بیٹے (مضر ربیعہ ایاد اور انمار) تھے۔ جب نزار کا انتقال

[1] ابوالفرج عبدالرحمٰن جوزی: (المولود ۵۱۰ھ بمطابق ۱۱۱۲ء المتوفی ۵۹۷ھ بمطابق ۱۲۰۰ء) عبدالرحمٰن بن علی بن محمد ابوالفرج جمال الدین الکرشی

ہونے لگا تو انہوں نے اپنا مال ان چاروں میں تقسیم کر دیا۔ انہوں نے چاروں بیٹوں کو بلا کر یہ کہا کہ جو سرخ ٹوپی ہے' یا اس قسم کا جو بھی مال ہو وہ مضر کیلئے ہے' یہ کالی گدڑی اور جو اس کے مشابہ مال ہو وہ ربیعہ کا ہے' یہ نوکر وغیرہ اور جو اس جیسا مال ہو وہ ایاد کا حصہ ہے۔ یہ البدرہ (تھیلی) اور یہ نشست گاہ انمار کا حصہ ہے۔ شیخ نزار نے وصیت کرتے وقت یہ بھی تاکید کی کہ اگر تم کو کسی قسم کی پیچیدگی پیش آئے' یا کسی معاملہ میں جھگڑا ہونے لگے تو تم فوراً ''افعی بن الافعی الجرہمی'' کے پاس جا کر فیصلہ کرا لینا۔ چنانچہ جب شیخ نزار فوت ہوئے تو ان کے بیٹوں میں اختلاف ہو گیا آخر کار انہوں نے ''افعی'' شاہ نجران کے پاس مقدمہ لے کر جانے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ یہ سب لوگ جا رہے تھے کہ اچانک مضر نے دیکھا کہ ایک اونٹ گھاس چر رہا ہے تو مضر نے کہا کہ یہ اونٹ تو کانا ہے۔ ربیعہ نے کہا کہ نہیں بلکہ ٹیڑھا اور سینے کا پتلا ہے۔ ایاد نے کہا نہیں دم کٹا ہے اور انمار کہنے لگا کہ نہیں صرف بدکتا ہے۔ بس وہ تھوڑی دور چلے تھے کہ اچانک ان کی ملاقات ایک آدمی سے ہو گئی تو وہ تمام لوگ اس آدمی سے اونٹ کے متعلق فیصلہ کرانے لگے کہ آخر اونٹ کیسا ہے؟ سب نے اپنی اپنی رائے بیان کی۔ مضر نے کہا کہ میرے نزدیک تو اونٹ کانا ہے تو اس آدمی نے کہا مضر تم نے صحیح کہا ہے۔ پھر ربیعہ نے کہا کہ مجھے وہ اونٹ ٹیڑھا اور سینے کا پتلا معلوم ہوتا ہے' پھر اس آدمی نے کہا کہ یہ بھی سچ ہے اور ایاد نے کہا کہ بھائی وہ تو دم کٹا ہے تو اس پر بھی اس آدمی نے کہا کہ یہ صحیح ہے۔ انمار کہنے لگا کہ وہ تو صرف بدکتا ہے تو اس آدمی نے کہا کہ یہ بھی ٹھیک کیا ہے۔ اونٹ کے یہ تمام اوصاف سن لینے کے بعد اس آدمی نے یہ کہا کہ بھائیو ان اوصاف کا حامل تو میرا اونٹ ہے تم لوگ میرے اونٹ کے متعلق بتاؤ کہ آخر تم نے اسے کہاں دیکھا ہے؟

یہ سنتے ہی ان تمام بھائیوں نے فوراً قسم کھائی کہ ہم نے کوئی اونٹ نہیں دیکھا آخر کار ان تمام بھائیوں کے انکار کے باوجود اس آدمی نے ان سب کا پیچھا نہیں چھوڑا' یہاں تک کہ وہ لوگ نجران آ پہنچے اور پھر سب کے سب شاہ نجران افعی بن افعی الجرہمی کی خدمت میں حاضر ہو گئے چنانچہ وہ شخص جو اونٹ کی تلاش میں تھا۔ اس نے بادشاہ سے اپیل کی کہ ان لوگوں نے میرے اونٹ کو دیکھا ہے اس لئے کہ انہوں نے میرے سامنے اونٹ کے اوصاف بھی بیان کئے ہیں لیکن یہ لوگ اس اونٹ کا پتہ نہیں بتاتے کہ وہ کہاں ہے؟ اتنے میں ان تمام بھائیوں نے کہا کہ بادشاہ سلامت ہم نے اس کے اونٹ کو نہیں دیکھا۔ افعی شاہ نجران نے کہا کہ جب تم لوگوں نے اونٹ کو نہیں دیکھا تو اس کے اوصاف تم نے کیسے بیان کئے ہیں جو اس آدمی کے اونٹ میں پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ بھائیوں میں سے

البکری الحنبلی محدث اور مورخ، بغداد میں پیدا ہوئے۔ والد کا انتقال بچپن میں ہو گیا۔ تقریباً اسّی اساتذہ سے تحصیل علم کی۔ یہ گویا ان کے نزدیک بدرجہ عبادت تھی۔ وعظ و تذکیر کو پیشہ بنایا، اکثر خلفاء ان پر بے حد مہربان رہے۔ ۵۷۰ھ میں بغداد میں ایک مدرسے کی بنیاد رکھی اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ یہیں انہوں نے اپنے سلسلہ مواعظ میں قرآن پاک کی تفسیر مکمل کی۔ اس لحاظ سے وہ عالم اسلام کے پہلے مفسر ہیں۔ ان کی محفلوں میں اکثر اوقات دس دس ہزار سے زیادہ لوگ جمع ہوتے تھے۔ یہ ان کی تاثیر وعظ ہی کا نتیجہ تھا کہ ایک لاکھ سے زائد آدمیوں نے ان کے ہاتھ پر اپنے گناہوں سے توبہ کی۔ صرف یہی نہیں بلکہ بیس ہزار سے زائد یہودی اور عیسائی بھی ایمان کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ آخری عمر میں حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کو نہ ماننے اور ان کے صاحبزادے کے ساتھ مخالفت کی وجہ سے شہر واسط میں قید کر دیئے گئے۔ پانچ سال بعد انہیں رہا کیا گیا جس کے تھوڑے عرصہ بعد بغداد میں انتقال کر گئے۔ ابن جوزی کی تصانیف کی فہرست ابن رجب نے ''ذیل طبقات الحنابلہ'' میں دی ہے۔ یہ کوئی اڑھائی سو سے زائد تصانیف ہیں۔ ابن جوزی حنبلی مسلک کے بڑے سخت حامی تھے۔ (شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا صفحہ ۷۹)

سب سے پہلے مضر نے کہا کہ میں نے اونٹ کو اس طرح دیکھا ہے کہ وہ اپنی ایک جانب کی گھاس چھوڑ کر چر رہا تھا تو میں نے یہ اندازہ لگایا کہ وہ اونٹ اعور اور کانا ہے۔

اسی طرح ربیعہ نے کہا کہ مجھے اونٹ کے ایک ہاتھ میں نقص محسوس ہوا ہے تو میں نے یہ اندازہ لگایا کہ اس نے تیز تھے اور بیٹھے سے پتے ہونے کی بنا پر بختی کرتے وقت (ہاتھ) بیکار کر لئے ہیں۔ ایاد کہنے لگا کہ میں نے اونٹ کی مینگنیاں یکجا پڑی ہوئی دیکھی ہیں تو میں نے سمجھا کہ وہ دم کٹا ہے۔ اگر وہ دم دار ہوتا تو وہ دم مارتا تو اس کی مینگنیاں بکھری ہوئی ہوتیں۔ انمار نے کہا کہ اونٹ میدان میں چرتے ہوئے خوشحال دار زمین کی طرف مڑ گیا ہے اس سے میں نے اندازہ لگایا کہ شاید وہ بدکتا ہے چنانچہ شاہ نجران نے اس اونٹ کے مالک سے کہا کہ بھائی یہ لوگ تمہارے اونٹ کو نہیں جانتے تم جاؤ اور اپنا اونٹ تلاش کرو۔ پھر شاہ نجران نے ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ آپ لوگ کون ہیں؟ میں آپ لوگوں سے واقف نہیں ہوں چنانچہ ان لوگوں نے اپنا تعارف کرایا۔ یہ سنتے ہی شاہ نجران نے انہیں خوش آمدید کہا اور فرمایا کہ بھائی آپ لوگ واقعی میرے پاس ضرورت سے تشریف لائے ہیں جیسے کہ میں اسے محسوس بھی کرتا ہے۔ پھر شاہ نجران نے ان کی ضیافت کی ان کیلئے کھانے پینے کا انتظام کیا چنانچہ لوگوں نے کھانا کھایا اور پانی پیا۔ مضر نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ بھائی آج کی شراب تو بہت عمدہ ہے ایسی شراب میں نے نہیں دیکھی لیکن کاش کہ یہ قبرستان کی نہ ہوتی۔ اسی طرح ربیعہ نے کہا کہ میں نے آج کی طرح اتنا بہترین گوشت نہیں کھایا بشرطیکہ جانور کو کتیا کا دودھ نہ پلایا گیا ہوتا۔ ایاد کہنے لگا کہ میں نے آج کی طرح کسی آدمی کو رات میں زیادہ چلنے والا نہیں دیکھا بشرطیکہ یہ اپنے اس باپ کا بیٹا نہ ہوتا جس کی طرف یہ منسوب ہے۔ انمار نے کہا کہ میں نے آج کی طرح اتنی بہترین روٹیاں نہیں کھائیں بشرطیکہ اس آٹے کو حائضہ نہ گوندھتی۔

افعی بادشاہ نے اس سے قبل دانش مندی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنا ایک وکیل ان لوگوں کے پاس بھیج دیا تھا چنانچہ وہ ان لوگوں کی گفتگو سنتا رہا۔ پھر اس نے افعی کو ان لوگوں کی ساری گفتگو کی اطلاع دی کہ ان لوگوں نے اس قسم کا تبصرہ کیا ہے۔ پھر شاہ نجران افعی نے ان کی باتوں کی تحقیق کیلئے شراب والے کو بلا کر کہا کہ تم نے کیسی شراب بنائی ہے؟ صحیح صحیح بتاؤ واقعہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ وہ شراب ایسے انگوروں کی بنائی ہوئی ہے جس کو تمہارے باپ کی قبر پر لگایا گیا تھا۔ ان انگوروں کی تیار کردہ شراب ہم نے آپ کو اس لئے دی تھی کہ اس سے اچھی شراب ہمارے پاس نہیں تھی۔ اسی طرح گوشت والے کو بلا کر پوچھا کہ تم نے کیسا گوشت دیا ہے؟ سچ بتاؤ کہ اصل واقعہ کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں نے آپ کو ایسی بکری کا گوشت کاٹ کر دیا ہے جسے ہم نے کتیا کا دودھ پلایا تھا اور اس سے موٹی بکری ہمارے پاس گوشت کیلئے نہیں تھی۔ پھر افعی نے گھر میں داخل ہو کر جس باندی نے روٹیاں پکائی تھیں اس سے پوچھا کہ تم نے کیسی روٹیاں پکائی ہیں؟ حقیقت صحیح صحیح بتاؤ؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں اس وقت حالت حیض میں ہوں پھر افعی اپنی ماں کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اپنی ماں سے اپنے باپ کے متعلق پوچھنے لگا کہ وہ کیسے تھے؟ تو ان کی ماں نے بتایا کہ میں ان سے پہلے ایک ایسے بادشاہ کے نکاح میں تھی جس کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوتی تھی تو میں نے بادشاہ کے انتقال کے بعد کسی غیر کے ہاتھ میں سلطنت چلی جانے کے خوف سے یہ کام کیا کہ ایسے آدمی سے صحبت کرائی کہ جو بادشاہ کی خدمت میں آیا کرتا تھا تو پھر اس سے یہ سب اولاد پیدا ہوئی۔

جب افعی نے ساری تحقیق کر لی تو اسے ان لوگوں کی گفتگو اور تبصرے پر حیرت ہوئی۔ پھر اس نے ان لوگوں سے مزید ان تمام حالات وواقعات کی وضاحت چاہی کہ آخر تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا اور تم لوگ ان حقائق تک کیسے پہنچ گئے۔ چنانچہ سب سے پہلے مضر نے کہا کہ دراصل شراب کی اس حقیقت سے کہ وہ انگوروں سے بنائی گئی ہے جسے قبروں پر لگایا گیا تھا۔ اس لئے میں واقف ہوا کہ شراب کی خاصیت تو یہ ہے کہ شراب پینے کے بعد تمام قسم کے رنج وغم دور ہو جاتے ہیں۔ ذہنی سکون محسوس ہوتا ہے لیکن یہ شراب اس کے بالکل برعکس ہے جب ہم نے اسے پیا تو رنج وغم کی کیفیت بجائے دور ہونے کے ہمیں اس کا اور زیادہ احساس ہونے لگا۔

ربیعہ نے کہا کہ میں گوشت کی حقیقت سے کہ وہ ایک ایسی بکری کا ہے جس نے کتیا کا دودھ پیا ہے اس لئے واقف ہوا کہ ہر قسم کے گوشت کی خوبی یہ ہے کہ چربی گوشت کے اوپر رہتی ہے۔ سوائے کتوں کے گوشت کے کہ اس کی چربی گوشت کے اندر ہوتی ہے۔ چنانچہ جب ہم نے یہ گوشت کھایا تو تمام گوشت کے بالکل برعکس کیفیت تھی اس لئے میں نے پہچان لیا کہ یہ کسی ایسی بکری کا گوشت معلوم ہوتا ہے جسے کسی کتیا نے دودھ پلایا ہے۔

ایاد نے کہا کہ ان کے باپ کی اصلیت سے میں اس لئے واقف ہوگیا کہ انہوں نے جو کھانا تیار کرا کر ہمارے لئے بھیج دیا تھا اس نے خود ہمارے ساتھ نہیں کھایا تو ان کی طبیعت کا اندازہ لگایا کہ ان کے والد تو اس طرح نہیں تھے اور نہ ہی ان کے ایسے اخلاق تھے۔

انمار نے کہا کہ حائضہ عورت کی گوندھی ہوئی روٹیوں سے میں اس لئے واقف ہوگیا کہ جب روٹی کے ٹکڑے بنائے جاتے ہیں تو کھاتے وقت ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے اور یہاں اس کا حال دوسرا تھا تو میں نے یہ اندازہ لگایا کہ کسی حائضہ عورت نے آٹا گوندھا ہے۔

وکیل نے ان لوگوں کی گفتگو اور انکشافات سے افعی کو مطلع کیا تو افعی نے کہا کہ یہ سب لوگ شیطان معلوم ہوتے ہیں پھر افعی ان سب کی موجودگی میں تشریف لائے اور کہا کہ بھائیو تم لوگوں کا کیا کام ہے؟ یا کیا واقعہ پیش آیا ہے؟ بیان کرو تاکہ آپ لوگوں کی آمد کا مقصد معلوم ہو جائے چنانچہ انہوں نے اپنا اپنا قصہ بیان کیا کہ ان کے باپ نے مرنے کے بعد اس قسم کی وصیت کی تھی لیکن ترکہ کی تقسیم کے وقت اختلاف پیدا ہوگیا ہے اور باپ نے یہ بھی تاکید کی تھی کہ اگر کسی مسئلہ میں کوئی اختلاف پیدا ہو جائے تو آپ سے حل کروایا جائے۔

پھر ان لوگوں نے اپنا اختلافی معاملہ رکھا تو افعی نے جواب دیا کہ جو مال سرخ ٹوپی کے قبیل سے ہو وہ مضر کا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے حصہ میں دنانیر اور اونٹ وغیرہ بھی آ جائیں گے اس لئے کہ دنانیر تو سرخ ہوتے ہیں لیکن بعض اونٹ سرخ رنگ کے بھی ہوتے ہیں جن کا شمار اچھی قسم کے مالوں میں ہوتا ہے اور عرب بھی اسے بہت پسند کرتے ہیں۔ وہ مال جو کالی گدڑی اور اس کے مشابہ ہو (وہ ربیعہ کا حصہ ہے) اس کا مطلب یہ ہے کہ دیگر جانور مال اور گھوڑے وغیرہ بھی ربیعہ کے حصے میں آ جائیں گے اس لئے کہ بعض گھوڑے کالے بھی ہوتے ہیں۔ جو مال خادم کے ہم مثل ہوں (وہ ایاد کا حصہ ہے) اور خادم کھچڑی بالوں جیسا ہے اس لئے اس کا مطلب یہ ہے کہ مویشی جانور اور چتکبرے گھوڑے وغیرہ بھی ایاد کے حصے میں آ جائیں گے۔

اسی طرح افعی بادشاہ نے انمار کے لئے دراہم اور زمین وغیرہ کا فیصلہ کیا پھر یہ فیصلہ سن کر سب لوگ افعی کے پاس سے چلے گئے۔ امام سہیلی نے لکھا ہے کہ ربیعہ اور مضر دونوں مومن تھے۔ انشاء اللہ اس کا ذکر ''باب کلب'' میں آئے گا۔

ابن التلمیذ کے حالات ابن التلمیذ کے حالات کے بارے میں مورخ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ ابن التلمیذ نصاریٰ اور اطباء دونوں

کے بزرگ تسلیم کئے جاتے تھے۔ ابن التلمیذ اور وحید الزمان مشہور حکیم ہبۃ اللہ کے درمیان کشیدگی رہتی تھی۔ حکیم ہبۃ اللہ پہلے یہودی تھے پھر عمر کے آخری حصے میں اسلام لے آئے تھے۔ حکیم ھبۃ اللہ کو جذام کی بیماری ہوگئی تھی تو آپ جسم میں افعی سانپ کو لپیٹے رہا کرتے تھے چنانچہ جب سانپ کو بھوک لگتی تھی تو وہ آپ کے جسم میں خوب ڈستا تھا۔ حکیم ہبۃ اللہ اس علاج کی وجہ سے جذام سے شفایاب ہو گئے لیکن بعد میں اس کے زہریلے اثرات کی وجہ سے آپ کی بینائی چلی گئی تھی چنانچہ ابن التلمیذ نے ان کے بارے میں اشعار کہے ہیں۔

لنا صدیق یهودی حماقته   اذا تکلم تبدو فیه من فیه

ہمارا ایک یہودی دوست ہے اس کی حماقت جو اس کے منہ میں ہے اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب وہ گفتگو کرتا ہے۔

یتیه و الکلب اعلی منه منزلة   کانه بعد لم یخرج من التیه

وہ حیران پھرتا رہتا ہے حالانکہ کتا اس سے زیادہ مرتبہ رکھتا ہے گویا کہ وہ حیرانی سے اس کے بعد بھی نہیں نکلا۔

ابن التلمیذ نہایت متواضع اور منکسر المزاج آدمی تھے جبکہ اوحد الزمان هبة الله متکبر تھے چنانچہ ان دونوں کے متعلق بدیع الاسطرابی نے چند اشعار کہے ہیں۔

ابو الحسن الطبیب و مقتفیه   ابو البرکات فی طرفی نقیض

ابوالحسن طبیب اور حکیم ہیں اور ان کے پیروکار ابوالبرکات ہیں۔ ان کے دونوں جانب میں نقیض (برعکس) معلوم ہوتے ہیں۔

فهذا بالتواضع فی الثریا   وهذا بالتکبر فی الحضیض

پس یہ تواضع و انکساری کی وجہ سے ثریا میں پہنچے ہوئے ہیں اور وہ تکبر کی وجہ سے پستی میں ہیں۔

شیخ ابوالحسن نے المیزان (ترازو) کے متعلق ایک عجیب بات کہی ہے۔

ما واحد مختلف الاسماء   یعدل فی الارض و فی السماء

مختلف ناموں کی کوئی بھی چیز نہیں ہے جو زمین اور آسمان میں برابری اور مساوات کرتی ہو۔

یحکم بالقسط بلا ریاء   اعمی یری الارشاد کل راء

وہ فیصلہ کرتی ہے بغیر ریاء کے حالانکہ وہ اندھی تو ہے لیکن وہ ہر چیز کو ملاحظہ کرتی ہے۔

أخرس لامن علة وداء   یغنی عن التصریح بالایماء

وہ بغیر کسی وجہ اور مرض کے گونگا ہے جو اشارہ کر کے صاف گوئی سے بے پرواہ کر دیتی ہے۔

یجیب ان ناداه ذو امتراء   بالرفع و الخفض عن النداء

اگر کوئی شکی آدمی اسے پکارتا ہے تو وہ کھڑا ہو کر عاجزی سے پکار کا جواب دیتا ہے۔

یفصح ان علق فی الهواء

اگر اسے ہوا میں معلق کر دیا جائے تو وہ صاف صاف ظاہر ہو جاتا ہے۔

توضیح: ''مختلف الاسماء'' جو اشعار میں مذکور ہے اس سے بہت سے مترادفات ہیں۔ میزان الشمس' اسطرلاب' آلات رصدیہ وغیرہ

اور اس جملے کے یہی معانی ہیں۔''**یعدل فی الارض و فی السماء**'' (کہ وہ زمین اور آسمان میں برابر وزن کرتا ہے) نیز میزان نام کی مختلف مضامین میں کتابیں ہیں جیسے نحو میں میزان الکلام' عروض میں میزان الشعر اور منطق میں میزان المعانی وغیرہ۔

اَلْاَسْطُرْلَابُ (ایک قسم کا آلہ جس سے نجومی ستاروں کی بلندی کا اندازہ کرتے ہیں) ہمزہ میں زبر سین میں سکون اور طاء میں پیش ہے' جس کے معانی ہیں میزان الشمس۔ اس لئے کہ یونانی زبان میں ''اسطر'' میزان اور ''لاب'' شمس کو کہتے ہیں۔ حکیم بطلیموس[1] نے اس کو (باء اور لام میں زبر' طاء اور یاء میں سکون اور میم میں پیش ہے) ایجاد کیا ہے اور ایجاد کے سلسلے میں ایک عجیب وغریب واقعہ نقل کیا ہے' جس کو طوالت کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا ہے۔

ابن التلمیذ ابوالحسن مختلف علوم کے ایک زبردست جامع نہایت ذہین اور دانش مند عالم گزرے ہیں لیکن ان تمام خوبیوں کے باوجود ابن التلمیذ اسلام کی دولت سے محروم رہے اور یہ بات خدائی رازوں میں سے ہے اور پاک برتر ذات کی بیش بہا نعمت ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت سے محروم کر دیتا ہے اور جس کو وہ ہدایت دیتا ہے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا خاتمہ بالخیر کرے اور آخری سانس تک توحید پر قائم رکھے۔ ابن التلمیذ کی وفات ۵۶۰ھ صفر المظفر میں ہوئی ہے۔

افعی سانپ کے خواص

(۱) افعی سانپ کے خون کو بطور سرمہ آنکھوں میں استعمال کرنے سے آنکھوں میں روشنی و بینائی کا اضافہ ہوتا ہے۔

(۲) افعی سانپ کے دل کو اگر کوئی خشک کر کے گلے میں لٹکائے تو اس پر کسی قسم کا سحر[2] اثر انداز نہیں ہوگا۔

---

[1] حکیم بطلیموس: یونانی مفکر، فلسفی اور سائنسدان۔ یونانی شہر ہرمی میں پیدا ہوا اور اسکندریہ میں درس دیتا رہا۔ ۷۸ء سے ۱۲۷ء کے دوران میں فوت ہوا۔ اس کی کتاب المجسطی نے مسلمان سائنسدانوں پر خاصا اثر ڈالا۔ علم ہیئت کے ضمن میں سارٹن کے بقول اس کتاب کو سب سے پہلے سہل طبری نے عربی میں ترجمہ کیا اور حواشی لکھے۔ اس کے علاوہ علم نجوم، دمدار ستاروں، راہچوں، کرۂ فلکی کے ۳۶۰ درجوں، جغرافی، موسیقی، مناظر اور قیمتی پتھروں پر اس کی تقریباً تمام کتابوں کا عربی زبان میں ترجمہ ہوا اور پھر انہی سے لاطینی اور دیگر زبانوں میں تراجم ہوئے۔ (شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا صفحہ ۳۸۰)

[2] سحر جادو کیلئے عربی زبان میں ''سحر'' کا لفظ استعمال ہوا ہے' جس کی تعریف علماء نے یوں کی ہے۔

اللیث کہتے ہیں کہ سحر وہ عمل ہے' جس میں شیطان کا قرب حاصل کیا جاتا ہے اور پھر اس سے مدد لی جاتی ہے۔ الازہری کہتے ہیں کہ سحر دراصل کسی چیز کو اس کی حقیقت سے پھیر دینے کا نام ہے۔ (تہذیب اللغۃ' جلد ۴' صفحہ ۲۹۰) ابن منظور کہتے ہیں کہ ساحر (جادوگر) جب باطل کو حق بنا کر پیش کرتا ہے اور کسی چیز کو اس کی حقیقت سے ہٹ کر سامنے لاتا ہے تو گویا وہ اسے دینی حقیقت سے پھیر دیتا ہے۔ (لسان العرب' جلد ۴' صفحہ ۳۴۸) شرعی اصطلاح میں سحر کی تعریف کچھ یوں ہے۔ امام فخر الدین رازیؒ کہتے ہیں کہ شریعت کے عرف میں سحر (جادو) ہر اس کام کے ساتھ مخصوص ہے' جس کا سبب مخفی ہو۔ اسے اس کی اصل حقیقت سے ہٹا کر پیش کیا جائے اور دھوکہ دہی اس میں نمایاں ہو۔ (المصباح المنیر' صفحہ ۲۷۸)

امام ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ جادو ارواح خبیثہ کے اثر و نفوذ سے مرکب ہوتا ہے' جس سے بشری طبائع متاثر ہو جاتی ہیں (زاد المعاد' جلد ۴' صفحہ ۱۲۶) غرض سحر، جادوگر اور شیطان کے مابین ہونے والے ایک معاہدے کا نام ہے' جس کی بنا پر جادوگر کچھ حرام اور شرکیہ امور کا ارتکاب کرتا ہے' شیطان اس کے عوض جادوگر کی مدد کرتا ہے اور اس کے مطالبات پورے کرتا ہے۔

جادو کی حقیقت: سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا جادو کی کوئی حقیقت ہے' یا محض اس کا تخیل ہوتا ہے؟ امام ابن حجرؒ نے بخاری شریف کی مشہور شرح ''فتح الباری'' میں لکھا ہے کہ جادو کی حقیقت کے متعلق اختلاف ہے' جن لوگوں نے اسے محض خیال اور احساس قرار دیا ہے ان میں ابوجعفر الشافعی' ابوبکر الجصاص الحنفی اور امام ابن حزم شامل ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جادو حقیقت میں کچھ نہیں ہے بلکہ یہ احساس اور فریب نظر ہے لیکن امام ابوالعز الحنفی نے کہا ہے کہ جمہور

(۳) اگر کسی کی داڑھ میں درد ہو رہا ہو تو افعی سانپ کی داڑھ باندھ کر لٹکا لے تو داڑھ کا درد ختم ہو جاتا ہے۔

(۴) اگر افعی سانپ کی بائیں داڑھ کو کوئی عورت بائیں ران میں باندھ لے تو جب تک یہ بندھی رہے گی عورت حاملہ نہیں ہو سکتی۔

(۵) امام قزوینیؒ نے فرمایا ہے کہ ابن زہر اور ابن بختیشوع نے کہا ہے کہ اگر کسی آدمی کو چوتھیا کا بخار آتا ہو تو وہ ''افعی سانپ'' کا دل باندھ کر لٹکا لے تو انشاء اللہ اس کا بخار ختم ہو جائے گا۔

علماء کا مسلک یہ ہے کہ جادو حقیقت میں اثر انداز ہوتا ہے اور جس شخص پر جادو کیا جائے وہ بیمار بھی پڑ سکتا ہے۔ بعض شوافع نے بھی جادو کو نظر بندی یا فریب نظر کہا ہے لیکن امام نوویؒ شافعی نے کہا ہے کہ سحر حقیقت میں ہوتا ہے۔

امام قرطبی نے فرمایا کہ جمہور اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ جادو برحق ہے اور یہ اثر انداز ہوتا ہے۔ امام ابن تیمیہ اور امام ابن قیم دونوں کا مسلک یہی ہے کہ جادو حقیقت ہے چنانچہ ابن قیم نے اپنی کتاب ''الفوائد'' میں اور تفسیر میں لکھا ہے کہ آیت ''ومن شر النفثت'' اور صحیح حدیث مروی از حضرت عائشہؓ (کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو ہوا) اس چیز پر دلالت کرتا ہے کہ جادو حقیقت ہے اور یہ اثر انداز ہوتا ہے۔ امام ابن کثیرؒ ابو البرکات بن محمد کی کتاب ''الاکراہ فی مذہب الاثرات'' کا حوالے دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ جادو حقیقت ہے۔

شریعت میں جادوگر کے متعلق فیصلہ: امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جادوگر جو جادو کا عمل کرتا ہو اور کسی نے اس پر جادو کا عمل نہ کیا ہو اس کی مثال اس شخص کی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے'' **ولقد علموا لمن اشتراه ماله فی الاخرة من خلاق** ''پس میری رائے یہ ہے کہ وہ جب جادو کا عمل کرے تو اسے قتل کر دیا جائے۔ (موطا امام مالکؒ کتاب العقول ماجاء فی الغیلة والسحر)

امام ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ جادوگر کی حد قتل ہے اور یہ حضرت عمرؓ عثمانؓ ابن عمرؓ حفصہ' جندب بن عبداللہؓ جندب بن کعبؓ قیس بن سعدؓ عمر بن عبداللہ رضوان اللہ علیہم سے مروی ہے۔ یہی امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کا مذہب ہے۔

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ مسلم جادوگر اور ذمی جادوگر کے متعلق فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے چنانچہ امام مالکؒ کا مذہب یہ ہے کہ مسلم جادوگر جب از خود ایسے کلام سے جادو کرے جس میں کفر پایا جاتا ہو اسے توبہ کا موقع دیئے بغیر قتل کر دیا جائے اور اس کی توبہ قبول نہ کی جائے کیونکہ جادو کا عمل ایسا ہے جسے وہ خفیہ طور پر سرانجام دیتا ہے۔ جیسا کہ زندیق اور زانی اپنا کام خفیہ طور پر کرتے ہیں اور اس لئے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے جادو کو کفر قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے'' **وما یعلمان من احد حتی یقولا انما نحن فتنة فلا تکفر** ''(البقرہ)

یہی مذہب امام احمد بن حنبلؒ ابو ثورؒ اسحاقؒ امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا ہے۔ (تفسیر قرطبی جلد ۲ صفحہ ۴۸)

اہل کتاب کے جادوگر کا حکم: امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ساحر اہل کتاب بھی واجب القتل ہے کیونکہ ایک تو اس سلسلے میں وارد احادیث تمام جادوگروں کو شامل ہیں جن میں اہل کتاب کے جادوگر بھی آ جاتے ہیں اور دوسرا اس لئے کہ جادو ایک ایسا جرم ہے جس سے قتل مسلم لازم آتا ہے۔ جس طرح مسلمان کے بدلے میں ذمی کو قتل کر دیا جاتا ہے اسی طرح جادو کے بدلے میں بھی اسے قتل کر دیا جائے گا۔ (المغنی جلد ۱۰ ص ۱۱۵)

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ساحر اہل کتاب واجب القتل ہیں مگر یہ کہ وہ جادو کے عمل سے کسی کو قتل کر دے تو اسے بھی قتل کر دیا جائیگا۔ (فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۲۳۶)

امام شافعیؒ کا مسلک وہی ہے جو امام مالکؒ کا ہے۔ (فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۲۳۶)

کیا جادو کا علاج جادو سے کیا جا سکتا ہے؟: امام ابن قدامہؒ کہتے ہیں کہ جادو کا توڑ اگر قرآن سے کیا جائے یا ذکر اذکار سے یا ایسے کلام سے کیا جائے جس میں شرعاً کوئی قباحت نہ ہو تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر جادو کا علاج جادو سے کیا جائے تو اس کے متعلق امام احمد بن حنبلؒ نے توقف کیا ہے۔ (المغنی جلد ۱۰ صفحہ ۱۱۴)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے'' **النشرة من عمل الشیطن** ''(احمد ابوداؤد) ''جادو کا توڑ شیطانی عمل ہے'' اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جادو کا علاج اگر خیر کی نیت سے ہو تو درست ہے ورنہ درست نہیں ہوگا۔

ہمارے نزدیک جادو سے علاج کی دو قسمیں ہیں۔

(۶) افعی سانپ کی چربی ہر قسم کے کیڑے مکوڑوں کے ڈسنے میں فائدہ مند ہے۔

---

(۱) جائز علاج جو کہ قرآن مجید اور مسنون اذکار اور دعاؤں سے ہوتا ہے۔
(۲) ناجائز علاج جو کہ شیاطین کا تقرب حاصل کر کے اور انہیں مدد کیلئے پکار کر کے جادو ہی کے ذریعے ہوتا ہے۔ یہی علاج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ حدیث سے مراد ہے اور ایسا علاج کیسے درست ہوسکتا ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جادوگروں کے پاس جانے سے روکا ہے اور ان باتوں کی تصدیق کرنے کو کفر قرار دیا ہے۔

امام ابن قیمؒ نے بھی جادو کے علاج کی یہی دو اقسام ذکر کی ہیں' ان میں پہلی کو جائز اور دوسری کو ناجائز قرار دیا ہے۔

کیا جادو کا علم سیکھنا درست ہے؟ حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان'' **انما نحن فتنة فلاتكفر** '' میں اس بات کی دلیل ہے کہ جادو کا علم سیکھنا کفر ہے۔ (فتح الباری جلد ۱۰' صفحہ ۲۲۵)

ابن قدامہؒ کہتے ہیں کہ جادو سیکھنا اور سکھانا حرام ہے اور اس میں اہل علم کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے پس ان کے سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے خواہ وہ اس کی تحریم کا عقیدہ رکھے' یا اباحت کا۔ (المغنی' جلد ۱۰' صفحہ ۱۰۶)

ابوعبداللہ رازیؒ کہتے ہیں کہ جادو کا علم برا ہے نہ ممنوع ہے اور اس پر محقق علماء کا اتفاق ہے کیونکہ ایک تو علم بذات خود معزز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان'' **قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لايعلمون** '' (کہہ دیجیے کہ کیا عالم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں) اور دوسرا اس لئے کہ اگر جادو کا علم حاصل کرنا درست نہ ہوتا تو اس میں اور معجزہ میں فرق کرنا ناممکن ہوتا۔ پس ان دونوں میں فرق کرنے کیلئے جادو کا علم سیکھنا واجب ہے اور جو چیز واجب ہوتی ہے وہ حرام اور بری کیسے ہوسکتی ہے؟ (ابن کثیر جلد ا' صفحہ ۱۴۵)

حافظ ابن کثیرؒ امام رازی کے مسلک مذکور کی تردید میں لکھتے ہیں کہ رازی کا کلام درج ذیل کئی اعتبارات سے قابل مواخذہ ہے۔

(۱) ان کا یہ کہنا ہے کہ جادو کا علم حاصل کرنا برا نہیں تو اس سے ان کی مراد اگر یہ ہے کہ جادو کا علم حاصل کرنا عقلاً برا نہیں تو ان کے مخالف معتزلہ اس بات سے انکار کرتے ہیں اور اگر ان کی مراد یہ ہے کہ جادو سیکھنا شرعاً برا نہیں تو اس آیت'' **واتبعو ماتتلو الشيطين** '' میں جادو سیکھنے کو برا قرار دیا گیا ہے۔ نیز صحیح مسلم میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بھی کسی جادوگر' یا نجومی کے پاس آیا اس نے شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر کیا۔ (رواہ مسلم) اور سنن اربعہ میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے گرہ باندھی اور پھر اس میں جھاڑ پھونک کی تو گویا اس نے جادو کیا۔ (الحدیث)

(۲) ان کا یہ کہنا کہ جادو سیکھنا ممنوع بھی نہیں اور اس پر محقق علماء کا اتفاق ہے تو مذکورہ آیت اور حدیث کی موجودگی میں یہ ممنوع کیسے نہیں ہوگا؟ اور محقق علماء کا اتفاق تو تب ہو جب اس سلسلے میں ان کی عبارات موجود ہوں' کہاں ہیں وہ عبارات۔

(۳) آیت'' **قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لايعلمون** '' میں جادو کے علم کو داخل کرنا بھی درست نہیں ہے کیونکہ اس میں صرف علم شرعی رکھنے والے علما کی تعریف کی گئی ہے۔

(۴) یہ کہنا کہ جادو اور معجزہ کے درمیان فرق کرنے کیلئے علم جادو حاصل کرنا واجب ہے کیسے درست ہوسکتا ہے جبکہ صحابہ کرامؓ تابعین اور ائمہ کرام جادو کا علم نہ رکھنے کے باوجود معجزات کو جانتے تھے ان میں اور جادو میں فرق کر لیتے تھے۔ (ابن کثیر' جلد ا' صفحہ ۱۴۵)

جادو' کرامت اور معجزہ میں فرق: امام المازریؒ اس فرق کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ جادو کرنے کیلئے جادوگر کو چند اقوال و افعال سرانجام دینا پڑتے ہیں جبکہ کرامت میں ان کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ وہ اتفاقاً واقع ہو جاتی ہے اور رہا معجزہ تو اس میں باقاعدہ چیلنج ہوتا ہے جو کہ کرامت میں نہیں ہوتا۔ (فتح الباری' جلد ۱۰' صفحہ ۲۲۳)

حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ امام الحرمین نے اس بات پر اتفاق نقل کیا ہے کہ جادو فاسق و فاجر آدمی کرتا ہے اور کرامت فاسق سے ظاہر نہیں ہوتی۔ پس جس آدمی سے کوئی خلاف عادت کام واقع ہو اس کی حالت کو دیکھنا چاہئے' اگر وہ دین کا پابند اور کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرنے والا ہو تو اس کے ہاتھوں خلاف عادت واقع ہونے والا کام کرامت سمجھنا چاہئے اور اگر وہ ایسا نہیں ہے تو اسے جادو تصور کرنا چاہئے کیونکہ وہ یقیناً شیاطین کی مدد سے وقوع پذیر ہوا ہے۔ (فتح الباری' جلد ۱۰' صفحہ ۲۲۳)

(۷) اگر کسی جگہ کے بال اکھیڑ کر اس جگہ "افعی سانپ" کی چربی کی مالش کر دیں تو وہاں کبھی بال نہیں آ سکتے۔

(۸) اگر کوئی آدمی نوشادر منہ میں پگھلا کر "افعی سانپ" یا کسی بھی سانپ کے منہ میں تھوک دے تو دونوں قسم کے سانپ اسی وقت مر جائیں گے۔

(۹) اگر افعی سانپ کی کھال سرکہ میں ملا کر پکائی جائے پھر اس کو منہ میں لے کر کلی کریں تو ڈاڑھ اور دانتوں کے درد میں مفید ہے۔

(۱۰) اگر افعی سانپ کی کھال کو مٹی میں ملا کر باریک پیس کر بطور سرمہ استعمال کریں تو آنکھوں کی بینائی میں اضافہ ہوگا۔

(۱۱) اگر کسی کو بواسیر یا آنکھوں میں سفیدی چھا گئی ہو تو "افعی سانپ" کی چربی کی مالش اور آنکھوں میں بطور سرمہ استعمال کریں انشاء اللہ دونوں تکالیف دور ہو جائیں گی۔

(۱۲) "افعی سانپ" کا پتہ فوری طور پر زہر کی طرح قاتل ہے۔

(۱۳) بقراط نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص "افعی سانپ" کا گوشت کھالیا کرے تو وہ تمام موذی امراض سے محفوظ رہے گا۔

ایک حکایت عمرو بن یحیٰی العلوی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہمارا قافلہ مکہ مکرمہ کے راستوں کو طے کرتا ہوا جا رہا تھا کہ ہمارے ساتھیوں میں ایک ساتھی کو استسقاء کی بیماری ہوگئی۔ پس ہم چلتے چلتے کیا دیکھتے ہیں کہ عرب بدوؤں نے اونٹوں کی ایک قطار کو جس میں کہ یہ بیمار شخص بھی بیٹھا ہوا تھا کاٹ لیا۔ پھر جب ہمارا سفر مکمل ہوگیا تو کوفہ لوٹ کر آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ بیمار آدمی جو اونٹوں کی چوری میں چلا گیا تھا صحت مند نظر آ رہا ہے تو ہم نے اس کے حالات معلوم کئے کہ بھائی کیا بات ہوئی ہے کیسے دن گزرے کیسے صحت یاب ہوگئے؟ اس آدمی نے جواب دیا کہ ایسا ہوا کہ جب مجھے عرب بدو اپنے ساتھ لے کر اپنے ٹھکانے میں جانے لگے تو انہوں نے مجھے قریب ہی میں چند فرسخ کے فاصلے پر تنہا چھوڑ دیا۔ مجھے اتنی وحشت معلوم ہوئی تھی کہ میں موت کی تمنا کرنے لگا تھا۔ اتفاق سے ایک دن میں کیا دیکھتا ہوں کہ "افعی" کالے کالے سانپ جن کو وہ لوگ پکڑ کر لائے تھے ان کے سر اور دم کاٹ کر انہوں نے بھون بھون کر کھانا شروع کر دیا تو میں نے سوچا کہ شاید یہ لوگ کھانے کے عادی ہوگئے ہیں اسی لئے ان کو نقصان نہیں ہو رہا ہے لیکن اگر میں نے کھالیا تو مر ہی جاؤں گا۔ اچھا ہے میں بھی اگر اسے کھالوں گا تو ہمیشہ کے لئے آرام کی نیند سو جاؤں گا اور ان تمام مصیبتوں سے چھٹکارا مل جائے گا۔ میں نے ان سے گوشت مانگا کہ بھائی مجھے بھی بھوک لگی ہے کھلا دو تو۔ ان میں سے ایک آدمی نے ایک سانپ میری طرف پھینک دیا چنانچہ میں اسے کھا کر گہری نیند سو گیا۔ جب بیدار ہوا تو سارا جسم پسینے میں ڈوبا ہوا تھا ساتھ ہی ساتھ طبیعت متغیر ہوتی رہی کبھی پسینہ کبھی ابھار کبھی طبیعت میں اس قسم کی ہیجانی کیفیت سو مرتبہ کے قریب تبدیل ہوتی رہی۔ جب صبح ہوئی تو میرا جسم لاغر دبلا پیٹ پتلا اور چھریرا معلوم ہو رہا تھا۔ اس کے بعد بھوک لگی کھانے کی ضرورت محسوس ہوئی تو میں نے کھانا مانگ کر کھایا پھر ان کے پاس کھڑا رہا یہاں تک کہ مجھے یقین ہوگیا کہ میں شفایاب ہوگیا ہوں۔ اب کسی قسم کی تکلیف باقی نہیں رہی پھر بعد میں ان کے بعض ساتھیوں کے ساتھ میں کوفہ آ گیا۔

الاقھبان (ہاتھی اور بھینس)

ہاتھی اور بھینس کو "الاقھبان" کہتے ہیں چنانچہ رؤبہ اپنی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے

لیث یدق الاسد الھموسا والا قھبین الفیل والجاموسا

شیر درندہ شیر کو کھنکھٹانے کے ساتھ ساتھ "اقھبین" ہاتھی اور بھینس کو بھی کھنکھٹاتا ہے۔

الاملول

ابن سیدہ نے کہا ہے کہ "الاملول" یہ ایک بھٹ تیتر کی طرح یا قطا (کبوتر کے ہم مثل صحرائی جانور) پرندہ کی طرح ایک ریگستانی جانور ہوتا ہے۔

الانس

الانس آدمی اور بشر کو انس کہتے ہیں اس کا واحد انسی وانسی آتا ہے اور جمع اناسی آتی ہے۔ اسی طرح اگر انسان کو واحد مان لیں تو اس کی جمع اناسی آئے گی (یعنی نون کے بدلے یاء آجائے گی) جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "اناسی کثیرا" اسی طرح اناسیہ بروزن صارفة اور صاقلة آتی ہے۔ انسان کا اطلاق عورت پر بھی ہوتا ہے لیکن جنس مونث کی وجہ سے انسان میں تائے تانیث لگا کر "انسانة" نہیں کہتے لیکن عام لوگ "انسانة" کہنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ امام جوہری نے فرمایا ہے کہ بعض عرب شعراء نے "انسانة" استعمال کیا ہے۔

انسانة فتانة بدر الرجی منھا خجل

وہ ایک شریر عورت ہے جس سے چاند بھی شرمندہ ہوتا ہے۔

اذا زنت عینی بھا فبا لدموع تغتسل

جب زنا کرتی ہیں اس سے میری نگاہیں تو آنسوؤں سے غسل کرتی ہیں۔

الانسان[1]

انسان کا اطلاق نوع العالم (بشر) پر ہوتا ہے اس کی جمع الناس آتی ہے۔

امام جوہریؒ نے فرمایا ہے کہ انسان کی اصل "فعلان" کے وزن پر آتی ہے۔ اگر تصغیر بنانا ہو تو یاء کا اضافہ کر کے "انیسان"

---

[1] انسان: آدمی، ابن آدم۔ نسل انسانی سے تعلق رکھنے والا، اشرف المخلوقات۔ اس کی تخلیق اسی عالم آب وگل سے ہوئی ہے جس کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ "لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْم" "تحقیق ہم نے انسان کو بہترین صورت پر پیدا فرمایا ہے۔ (سورۃ التین)

بخاری شریف میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر بچہ فطرت (یعنی اسلام) پر پیدا ہوتا ہے اور اس کے ماں باپ چاہے تو اس کو یہودی بنادیں چاہے نصرانی بنادیں۔

نوع انسانی کے بارے میں مورخ سرکار زینی اپنی تصنیف "نادر کائنات" میں لکھتے ہیں۔ سب سے اعلیٰ وارفع نوع انسانی کو آدم کے درجے تک پہنچنے میں اپنے ارتقاء کے چار طویل ترین مراحل سے گزرنا پڑا تھا اور اس ارتقائی عمل میں ایک اندازے کے مطابق تقریباً اٹھانوے لاکھ سال کا عرصہ لگا تھا۔ اگر چہ

کہتے ہیں جیسے رجل کی تصغیر "رویجل" آتی ہے۔ اہل علم کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ انسان کی اصل "انسیان" بروزن "افعلان" آتی ہے لیکن کثرت استعمال کی وجہ سے یاء کو تخفیفاً حذف کرتے ہیں اور تصغیر بناتے وقت یاء اپنی جگہ پر آ جاتی ہے۔ اس لئے کہ تصغیر سے الفاظ کی زیادتی نہیں ہوتی بلکہ تصغیر میں حروف اصلی واپس آ جاتے ہیں۔

اہل علم کی ایک جماعت نے ابن عباسؓ کے قول سے استدلال کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا انسان کو اس لئے انسان کہا جاتا ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کا عہد لیا تھا لیکن پھر یہ بھول گیا اور "الناس" اصل میں "اناس" ہے۔ پھر بعد میں اس میں تخفیف کر دی گئی ہے چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ" (تحقیق ہم نے انسان کی تخلیق بہترین انداز میں کی ہے)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے اعضاء کو معتدل، متناسب اور برابر قاعدے کے مطابق پیدا کیا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو اس کے چہرے کے برعکس پیدا کیا ہے۔ سوائے انسان کے کہ اس کے چہرے کو معتدل اور دوسرے اعضاء کے مطابق پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک فصیح اور سلیس زبان عطا کی ہے جس کے ذریعے وہ آپس میں گفتگو کرتے ہیں۔ اسی طرح انسان کو ہاتھ اور اس میں انگلیاں بھی دی ہیں جس کی مدد سے وہ ہر چیز کو مضبوطی سے پکڑ سکتا ہے۔ اسی طرح عقل و تمیز کی بہت ساری نعمتوں سے بھی نوازا ہے جس کے ذریعہ سے وہ خالق کی فرمانبرداری سے روگردانی نہیں کر سکتا، اسی کے ساتھ ساتھ انسان کو کھانا کھانے کا سلیقہ بھی عطا فرمایا ہے۔

طبرانی میں صحیح سند کے ساتھ ایک روایت مروی ہے کہ حضرت ابومزینہ دارمی جن کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بھی حاصل ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے دو شخص ایسے تھے کہ جب وہ آپس میں ملاقات کرتے تو پھر جدا نہ ہوتے جب تک کہ ان میں سے کوئی کسی دوسرے کو یہ نہ سناتا "وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ" (قسم ہے زمانے کی کہ انسان البتہ خسارے میں ہے)

فائدہ: ابن عطیہ نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم مخلوق نہیں ہے اس کی دلیل انہوں یہ دی ہے کہ قرآن مجید میں "کتاب اللہ" کا "۵۴" جگہ پر ذکر ہوا ہے لیکن کسی بھی جگہ قرآن مجید کیلئے لفظ "خلق" استعمال نہیں کیا گیا اور نہ ہی اس کی طرف اشارہ کیا گیا۔ لیکن قرآن کی

جدید سائنس نے نوع انسانی کے اس ارتقائی عمل کو ادوار میں تقسیم کر کے پیش کر دیا ہے لیکن قرآن نے ڈیڑھ ہزار سال پہلے اس کی وضاحت کر دی تھی۔ قرآن کریم نے اس نوع سے متعلق چار ناموں کا استعمال کیا ہے جو یقیناً اس کے چار ارتقائی مراحل کی نشاندہی کرتے ہیں اور ان کے معنی و عمل کی نمائندگی کرتے ہیں۔ پہلا نام جو آفرینش کے وقت ابتدائی حالت کے اظہار کے لئے کیا گیا وہ بشر ہے "اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا" دوسرا نام جو بشر کی ترقی یافتہ صورت کیلئے استعمال کیا وہ انس ہے "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ" تیسرا نام انسان ہے جو "انس" کی ترقی یافتہ نسل ہے "لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ" اور چوتھا نام جو انسان کی ترقی یافتہ نسل کے لئے استعمال کیا وہ آدم ہے "وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا"

انسان اس دنیا میں خدا کے نائب کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ اس کائنات میں تصرف کرنے کا حق دار ہے۔ اس فرض نیابت کو ادا کرنے کیلئے ضروری ہے کہ انسان خدا کے سوا کسی کے آگے نہ جھکے۔ دنیا کی اشیاء کو خدا کے احکام کی حدود میں رہتے ہوئے استعمال کرے۔ انہیں امانت سمجھے۔ اپنے اعمال خدا کے قانون کے مطابق انجام دے اور قیامت کے روز جوابدہی کو پیش نظر رکھے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس دنیا میں انسان کسی خاص مقصد کیلئے بھیجا گیا ہے گویا اس کا کوئی نصب العین ہے جس کیلئے اسے زندگی بسر کرتا ہے۔ (شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا صفحہ ۲۷۸-۲۷۹)

(انگریزی۔ (MAN) (HUMAN- BEING) (کتابستان اردو انگلش ڈکشنری صفحہ ۷۹)

بہ نسبت انسان کا تذکرہ ایک تہائی ''۱۸'' مرتبہ کیا گیا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہر جگہ پر اس کے (یعنی انسان کے) پیدا کرنے کی تصریح موجود ہے چنانچہ قرآن مجید میں انسان اور قرآن کا تذکرہ اسی اسلوب پر ہوا ہے۔ دونوں کا تذکرہ علیحدہ علیحدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''**اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ**'' (رحمٰن نے قرآن سکھلایا' انسان کو پیدا کیا)

قاضی ابوبکر بن عربی مالکی نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات میں سوائے انسان کے کسی کو اشرف المخلوقات نہیں بنایا ہے اور نہ اس کے علاوہ کسی اور مخلوق کو اس سے بہتر طریقے سے پیدا کیا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو زندہ' علم والا اور قادر بنایا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انسان کو بولنے کی صلاحیت' سننے' دیکھنے کی قوت اور دانش مندی جیسی نعمتیں بھی عطا کی ہیں اور یہی صفات اللہ تعالیٰ کی بھی ہیں۔ اس کا بیان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول میں بھی ہے۔

''**اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ**''

''بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر بنایا۔''

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں اب ان شواہد کے پیش نظر علماء کلام کیلئے کھلا میدان ہے جس سے وہ قرآن مجید کے غیر مخلوق ہونے پر استدلال کر سکتے ہیں لیکن چونکہ یہاں یہ موضوع نہیں ہے اس لئے ہم اس مسئلے کو چھیڑنے سے اجتناب کرتے ہیں۔ ابوبکر بن عربی مالکی نے لکھا ہے کہ موسیٰ بن عیسی ہاشمی اپنی بیوی سے بہت زیادہ پیار کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ اگر تو چاند سے زیادہ حسین نہیں ہے تو تجھے تین طلاق ہیں۔ ان کی بیوی یہ سن کر ان سے پردہ کرنے لگی اور کہا کہ مجھے طلاق ہوگئی ہے چنانچہ جب ان کی بیوی پردہ کرنے لگی تو موسیٰ بن عیسی کیلئے راتیں گزارنا مشکل ہوگیا۔ جب صبح ہوئی تو خلیفہ منصور تشریف لائے تو ابن العربی نے خلیفہ منصور سے اس بات کا تذکرہ کیا۔ یہ سن کر خلیفہ منصور نے اپنے تمام فقہائے کرام کو طلب کر کے ان کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا تو سوائے ایک فقیہ کے تمام فقہاء نے طلاق پڑ جانے پر اتفاق کیا۔ اختلاف کرنے والے فقیہ نے یہ کہا کہ عورت پر طلاق واقع نہیں ہوگی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے''**لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ**'' (تحقیق ہم نے انسان کو اچھے سانچے میں پیدا کیا ہے) چنانچہ خلیفہ منصور نے کہا کہ آپ کی بات درست ہے نیز منصور نے موسیٰ بن عیسیٰ کی بیوی کو یہ بات بتائی۔ یہی جواب امام شافعیؒ سے بھی منقول ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک موسیٰ بن عیسیٰ کے قصے پر اعتراض یہ ہے کہ آپ منصور کے ولی عہد تھے۔ بعد میں منصور نے اپنے بیٹے مہدی کی وجہ سے ان سے ولی عہدی واپس لے لی تھی اور امام شافعیؒ کی ولادت ۱۵۰ھ میں ہوئی ہے جیسے کہ اس سے قبل بھی لکھا جا چکا ہے اور مورخ ابن خلکان کے قول کے مطابق خلیفہ منصور کی وفات ۱۵۸ھ میں ہوئی ہے اس لئے اس مسئلہ میں امام شافعی کیسے فتویٰ دے سکتے ہیں۔ اس پر آپ بھی غور وفکر سے کام لیں۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ مندرجہ ذیل واقعہ امام زمخشری[1] نے آیت کریمہ ''**یَسْتَفْتُوْنَکَ فِی النِّسَاءِ**'' کی تفسیر کے ذیل میں نقل کیا ہے کہ عمران بن حطان خارجی کالے رنگ کا تھا لیکن اس کی بیوی بہت خوبصورت تھی۔ ایک دن اس کی عورت اپنے

---

[1] محمود بن عمر زمخشری: (ولادت ۲۷ رجب ۴۶۷ھ بمطابق ۸ مارچ ۱۰۷۵ء۔ وفات ۹ ذوالحجہ ۵۳۸ھ بمطابق ۱۴ جون ۱۱۴۴ء) ابوالقاسم محمود بن عمر، فقہ، کلام اور لسانیات کے ایرانی عالم۔ خوارزم میں پیدا ہوئے۔ زمخشری کی اہم ترین تصنیف قرآن مجید کی تفسیر ''الکشاف عن حقائق التنزیل'' ہے جو ۵۲۸ھ

شوہر کوغور سے دیکھنے لگی اور "الحمد للہ" پڑھا تو اس کے شوہر نے پوچھا کیا بات ہے؟ اس عورت نے جواب دیا کہ میں نے اس بات پر اللہ کا شکر ادا کیا ہے کہ آپ اور میں دونوں جنتی ہیں۔ شوہر نے کہا کہ کیسے؟ عورت نے کہا کہ تجھے مجھ جیسی حسین وجمیل عورت مل گئی تو تم نے اللہ کا شکر ادا کیا اور مجھے آپ جیسا شوہر ملا تو میں نے صبر کیا اور اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں اور شکر کرنے والوں سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ (تفسیر زمخشری)

ابن الجوزی وغیرہ نے کہا ہے کہ عمران بن حطان خارجی تھا اور یہ وہی شخص ہے جس نے حضرت علی بن ابی طالبؓ کے شہید کئے جانے پر عبدالرحمٰن بن ملجم قاتل کی تعریف میں اشعار کہے تھے۔

یاضربة من تقی ما اراد بها | الا لیبلغ من ذی العرش رضوانا

اے اس شخص کی مار جس نے اپنے ارادے کی حفاظت کی، خبردار عرش والے کی طرف سے خوشخبری سنا دو۔

انی لا ذکره یوما فاحسبه | اوفی البریه عند الله میزانا

میں جس دن بھی اسے یاد کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کے دربار میں اسے مخلوق سے زیادہ وفادار شمار کرتا ہوں۔

اکرم بقوم بطون الارض أقبرهم | لم یخلطوا دینهم بغیا وعدوانا

اور قوم میں سب سے زیادہ باعزت سمجھتا ہوں اور اس کی قبر میرے نزدیک پست زمین میں ان تمام لوگوں سے زیادہ ابھری معلوم ہوتی ہے جنہوں نے اپنے دین کو بغاوت اور ظلم سے نہیں ملایا۔

جب یہ اشعار ابوالطیب الطبری تک پہنچے تو انہوں نے یہ جوابی اشعار کہے

انی لابرأ مما انت قائله | فی ابن ملجم الملعون بهتانا

میں اس سے برأت کرتا ہوں جو کچھ تو نے ابن ملجم کے متعلق بہتان طرازی کی ہے۔

انی لاذکره یوما فالعنه | دینا والعن عمران بن حطانا

میں جس دن بھی اسے یاد کرتا ہوں تو اس پر لعنت بھیجتا ہوں، پھر عمران بن حطان پر بھی لعنت بھیجتا ہوں۔

علیک ثم علیه الدهر متصلاً | لعائن الله اسراراً واعلانا

زمانہ دراز تک تم پر اور اس پر ظاہراً اور باطناً اللہ کی لعنت ہو۔

فانتم من کلاب النار جاء لنا | نص الشریعة برهانا وتبیانا

پس تم دوزخ کے کتے ہو اس لئے کہ ہمارے پاس دلیل کے طور پر شریعت کی نص صریح آ گئی ہے۔

شیخ طبری نے آخری شعر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول "الخوارج کلاب النار" (خوارج دوزخ کے کتوں کو

میں مکمل ہوئی۔ ان کی توجہ زیادہ تر عقائد کی فلسفیانہ تفسیر ہے اور وہ حدیث سے کم سے کم استفادہ کرتے ہیں۔ ان کا نقطہ نظر معتزلی تھا۔ ابن خلدون نے انہیں کئی دوسرے مفسرین پر فضیلت دی ہے۔ قواعد عربی میں زمخشری کی تصنیفات میں سے "المفصل" خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ یہ کتاب مختصر ہونے کے باوجود بڑی جامع ہے اور اس کا اسلوب بیان بے حد صاف اور واضح ہے۔ زمخشری نے علم النحو میں دو رسالے "المفرد والمؤلف فی النحو" اور "الاموذج فی النحو" لکھے جو بے حد مقبول ہوئے۔ (شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا صفحہ ۹۸۳)

کہتے ہیں) کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (کتاب الاذکیاء)

ایک عجیب واقعہ تاریخ بغداد میں ہے کہ علی بن نصر بن احمد ایک فقیہ اور امام مالک کے پیروکار' قابل اعتماد اور پرہیزگار آدمی تھے۔ آپ ہی کے صاحبزادے شیخ عبدالوھاب بہت بڑے عالم گزرے ہیں۔ ان کے حالات زندگی میں ایک واقعہ یہ بھی مروی ہے کہ ان کے پڑوس میں ایک ترکی غلام رہتا تھا۔ غلام اور اس کی ماں کا ہمارے گھر میں آنا جانا تھا۔ علی بن نصر کہتے ہیں کہ میں نے اس لڑکے کی شادی ایک نیک لڑکی سے کرادی۔ چنانچہ وہ دونوں دو سال تک اکٹھے رہے۔ ایک دن وہ لڑکا میرے پاس آیا اور کہا کہ حضور آپ نے میرا نکاح جس لڑکی سے کیا ہے اس کے ایک بچہ پیدا ہوا ہے' مجھے یہ شکایت ہے کہ جب سے بچے کی ولادت ہوئی ہے اب تک مجھے نہیں دکھایا گیا' جب میں دیکھنے کیلئے جاتا ہوں تو میری بیوی مجھے روک دیتی ہے' دیکھنے نہیں دیتی۔ اس لئے آپ کے پاس آیا ہوں تاکہ آپ میری ساس سے سفارش کردیں تاکہ میں بچے کو دیکھ کر سکون حاصل کرسکوں۔ چنانچہ علی بن نصر نے اس کی ساس سے سفارش کی۔ وہ فوراً پردہ کے ساتھ گفتگو کرنے لگیں اور یہ کہا۔ حضور والا میں ان کو بچہ دیکھنے سے اس لئے منع کرتی ہوں کہ بچہ چتکبرا' سر سے ناف تک سفید اور باقی اس کا سارا جسم کالا ہے۔ ہمیں بھی بے چینی رہتی ہے چنانچہ باپ نے جب یہ سنا کہ بچہ چتکبرا پیدا ہوا ہے تو چیخنے لگا ہائے میرا بیٹا' میرا بیٹا۔ پھر اس نے یہ کہا کہ بالکل اسی رنگ کے میرے دادا بھی تھے اس لئے مجھے اس سے پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ جب اس کی بیوی نے یہ سنا تو وہ بہت خوش ہوئی' اس کی تمام پریشانی دور ہوگئی اور اس نے شوہر کو بچہ دکھادیا۔

حکیم ابن بختیشوع (جس کا معنی عبدالمسیح ہے) نے اپنی تصنیف (کتاب الحیوان) کو انسان کے عنوان سے شروع کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ چونکہ انسان تمام جاندار چیزوں میں معتدل مزاج' اعضا میں کامل اور متناسب' ذوق واحساس میں لطیف' رائے اور مشورہ میں تیز ہوتا ہے نیز انسان تمام مخلوقات پر ایک زبردست حاکم بادشاہ کی حیثیت سے کام کرتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے عقل کی دولت سے نواز کر تمام چیزوں سے ممتاز اور باحیثیت بنادیا ہے۔ حقیقت میں انسان ہی دنیا کی بادشاہت کے لائق ہے اسی لئے بعض حکماء نے انسان پر عالم اصغر کا اطلاق کیا ہے۔

فائدہ شیخ شہاب الدین احمد البونی ؒ نے اپنی کتاب "سرالاسرار" میں عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ اگر کسی شخص کو کوئی شدید ضرورت پیش آجائے تو ضرورت مند آدمی بدھ' جمعرات اور جمعہ کے دن کا روزہ رکھے۔ جمعہ کے دن خاص طور پر غسل کرکے نماز جمعہ کیلئے جائے۔ یہ دعا پڑھے تو انشاءاللہ اس کی حاجت پوری ہوجائے گی اور یہ عمل آزمودہ اور مجرب ہے۔

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ بِاِسْمِکَ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ وَاَسْاَلُکَ بِاِسْمِکَ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ اَلَّذِیْ مِلَاَتْ عَظَمَتُهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَسْاَلُکَ بِاِسْمِکَ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَنَتْ لَهُ الْوُجُوْهُ وَخَشَعَتْ لَهُ الْاَبْصَارُ وَوَجِلَتِ الْقُلُوْبُ مِنْ خَشْیَتِهٖ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَاَنْ تُعْطِیَنِیْ مَسْئَلَتِیْ وَ

تقضیٰ حاجتیْ وتُسمیْھا برحمتک یا اَرْحم الرَّاحِمِیْنَ"

اگر کوئی شخص نماز جمعہ کے بعد باوضو ۳۵ مرتبہ محمد رسول اللہ احمد رسول اللہ لکھ کر اپنے پاس رکھے تو اللہ تعالیٰ اسے عبادت میں چستی اور ہر قسم کی برکت عطا فرمائیں گے۔ وہ شیطانی خطرات اور اس کے اثرات سے محفوظ رہے گا۔ اسی طرح اگر اس کو روزانہ صبح طلوع آفتاب کے وقت تادیر نظروں سے دیکھتا رہے' ساتھ ہی ساتھ درود شریف بھی پڑھتا رہے تو اسے اللہ تعالیٰ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کی سعادت عطا فرمائیں گے۔ یہ عمل آزمودہ اور مجرب ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ سے مروی ہے کہ آپ کو خواب میں ۹۹ مرتبہ اللہ تعالیٰ کی زیارت نصیب ہوئی ہے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ اگر سو مرتبہ (زیارت) مکمل ہوگئی تو میں اللہ تعالیٰ سے سوال کروں گا۔ امام احمد بن حنبلؒ کی یہ خواہش پوری ہوگئی تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا۔ اے پروردگار! تیرے بندے قیامت کے دن کس چیز سے نجات پائیں گے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو تین مرتبہ صبح وشام یہ الفاظ پڑھے۔

سُبْحَانَ الْاَبَدِیْ الْاَبَدُ سُبْحَانَ الْوَاحِدُ الْاَحَدُ سُبْحَانَ الْفَرْدُ الصَّمَدُ سُبْحَانَ مَنْ رَفَعَ السَّمَاءَ بغَیْرِ عمدٍ سُبْحَانَ مَنْ بَسَطَ الْاَرْضَ عَلٰی مَاءٍ جَمَدٌ سُبْحَانَهُ لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدْ سُبْحَانَهُ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَ لَمْ یَکُنْ لَهُ کُفُوًا اَحَدٌ"

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص نماز فجر اور صبح کے درمیان ۴۰ مرتبہ "یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ' یَا بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَاذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام یَااَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْاَلُکَ اَنْ تَحْیِیَ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ" پڑھ لیا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو زندہ رکھیں گے' جس دن تمام لوگوں کے دل مردہ ہو جائیں گے۔

دوسرا فائدہ کتاب البستان میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ قیامت تک اس کے ایمان کی حفاظت فرماتے رہیں تو وہ روزانہ کسی سے گفتگو سے پہلے مغرب کی سنتوں کے بعد دو رکعت اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورہ فاتحہ اور "قل اعوذ برب الفلق" اور "قل اعوذ برب الناس" پڑھے اور دو رکعت پڑھنے کے بعد سلام پھیر دے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تک اس کے ایمان کی حفاظت کرتے رہیں گے۔ راوی فرماتے ہیں کہ یہ بہت بڑا نفع ہے۔

امام نسفیؒ نے اس حدیث کو طویل سند کے ساتھ نقل کرکے یہ اضافہ بھی ذکر کیا ہے کہ ان تمام سورتوں کے ساتھ سورہ اخلاص سے قبل "انا انزلنه فی لیلة القدر" بھی پڑھ لے۔ نیز سلام پھیرنے کے بعد ۱۵ مرتبہ سبحان اللہ پڑھ کر یہ پڑھے۔ "اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْعَالِمُ مَا اَرَدْتُ بِهَاتَیْنِ الرَّکْعَتَیْنِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُمَا لِیْ ذُخْرًا یَوْمَ لِقَائِکَ اَللّٰهُمَّ احْفَظْ بِهِمَا دِیْنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ وَعِنْدَ مَمَاتِیْ وَبَعْدَ وَفَاتِیْ"

امام نسفیؒ فرماتے ہیں کہ یہ پڑھنے سے اللہ تعالیٰ اس کے ایمان کی حفاظت کریں گے اور یہ بہت بڑا فائدہ ہے۔

بعض اہل علم اور حکماء سے یہ سوال کیا گیا کہ انسان میں سب سے اچھی عادت کون سی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ انسان میں سب سے اچھی عادت دینداری ہے' پھر ان سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی آدمی دو عادتوں کا جامع بننا چاہے تو پھر دوسری کونسی عادت ہونی

چاہیے؟ انہوں نے جواب دیا کہ دینداری اور مال و دولت۔ پھر سوال کیا گیا کہ اگر کوئی چار خصائل کا مجموعہ بننا چاہے تو علماء نے جواب دیا کہ دینداری' مال' حیاء کے ساتھ پھر تو اچھے اخلاق و کردار کا ہونا چاہئے۔ پھر سوال کیا گیا اگر کوئی آدمی پانچ خصلتوں کا خواہش مند ہو تو جواب دیا کہ دینداری' دولت' حیاء' حسن خلق کے ساتھ سخاوت بھی ہونی چاہئے۔ اگر کسی میں یہ تمام عادتیں اور نیک خصلتیں جمع ہو جائیں تو پھر وہ متقی' ولی صفت انسان ہو جاتا ہے اور شیطان اس سے خوف کھانے لگتا ہے۔ اہل علم نے یہ بھی فرمایا کہ مومن آدمی شریف الطبع' نرم خو اور مہربان ہوتا ہے۔ لعنت کنندہ' چغل خور' حاسد' کینہ پرور' بخیل اور متکبر نہیں ہوتا۔ اس کے ساتھ ساتھ پاکیزہ اخلاق' دنیا سے بے رغبتی' سخی' غیروں کا مخلص و محسن' ایک عظیم اور بااثر انسان ہوتا ہے۔ اس کی زبان بے قابو اور اسے وقت کے ضیاع کا شائبہ تک نہیں ہوتا' وہ ہمیشہ مستقبل میں نیک خواہشات کا امیدوار اور ماضی پر افسوس کرتا ہے اور وہ اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اپنے رب کی یاد میں گزارتا ہے۔ وہ کبھی اپنے مقصد کو پس پشت نہیں ڈالتا' اسی طرح وہ اپنے دوست کا برے کاموں میں ساتھ نہیں دیتا' اسی طرح مومن آدمی دشمن کے حق کو سلب کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔ وہ ہمیشہ دوسروں کی مدد' غیروں کے ساتھ محبت اور مصیبت میں اپنے بھائیوں کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرتا ہے۔ یہ تمام صفات نیک اوصاف مومن اور موحد انسان میں جمع ہونی چاہئیں۔

اسم اعظم کی وضاحت [1]

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کی صحبت میں اللہ تعالیٰ کا ایک موحد بندہ رہتا تھا۔ اس نے ایک دن حضرت ابراہیم بن ادہم سے پوچھا کہ آپ مجھے بتائیے کہ اسم اعظم کیا ہے؟ جس کی خصوصیت یہ ہے کہ اگر اس کے (یعنی اسم اعظم کے) واسطے سے کوئی بھی دعا[2] کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمالیتے ہیں۔

اسی طرح اگر اسم اعظم کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا جائے تو پورا ہو جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے فرمایا کہ تم صبح و

---

[1] اسم اعظم: متعدد احادیث میں اسم اعظم کا ذکر آیا ہے اور اسم اعظم کیا ہے؟ اس کے متعلق بھی متعدد روایات پائی جاتی ہیں۔ اسم اعظم کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے اور اس کے ذریعہ سوال کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ پورا فرما دیتا ہے۔ اسم اعظم کے سلسلہ میں علامہ سیوطیؒ کا مستقل رسالہ ہے جس میں انہوں نے اسم اعظم کے بارے میں چالیس اقوال جمع کئے ہیں۔ مستدرک میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بھی کوئی مسلمان جب بھی کسی بارے میں ان الفاظ کے ذریعے دعا کرے گا تو اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرمائے گا۔ (قال الحاکم هذا حدیث صحیح الاسناد) نیز حاکم نے دوسری روایت اس طرح نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو اللہ کا اسم اعظم نہ بتادوں جس کے ذریعے دعا کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے سوال کیا جاتا ہے تو وہ پورا فرماتا ہے۔ یہ وہ دعا ہے جس کے ذریعے یونس علیہ السلام نے اللہ کو تین تاریکیوں میں پکارا تھا یعنی ایک رات کی تاریکی' دوسری سمندر کی' تیسری مچھلی کے پیٹ کی۔ (رواہ الحاکم) حضرت یونس علیہ السلام نے یہ دعا مانگی تھی۔ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ'' اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کا اسم اعظم ان تین سورتوں میں ہے۔

(۱) سورہ بقرہ (۲) سورہ آل عمران (۳) سورہ طٰہ۔ قاسم بن عبداللہ (جو راوی حدیث ہیں) نے فرمایا کہ میں نے اس حدیث کے تحت اسم اعظم تلاش کیا تو ''الحی القیوم'' کو اسم اعظم پایا۔ (حصن حصین صفحہ ۱۰۵)

[2] دعاؤں کے اثرات: دعا کے معنی پکارنے اور بلانے کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اپنی حاجت کیلئے اللہ تعالیٰ کو پکارا جائے تاکہ وہ اس ضرورت کو پوری کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (تم مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ المومن۔ آیت ۶۰) اور فرمایا اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (جب پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی پکار کو قبول کر لیتا ہوں۔ (البقرۃ آیت ۱۸۶)

شام یہ کلمات پڑھا کرو اس لئے کہ اگر کوئی آدمی ان کلمات کے ذریعے سے دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرماتے ہیں۔ خوفزدہ آدمی کو امن و امان نصیب ہوتا ہے' اسی طرح اگر کوئی آدمی ان کلمات کے واسطے سے دعا مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتے ہیں۔

"یَامَنْ لَهٗ وَجْهٌ لَا یَبْلٰی وَنُوْرٌ لَا یُطْفٰی وَ اِسْمٌ لَا یَنْسٰی وَبَابٌ لَا یُغْلَقُ وَ سِتْرٌ لَا یُهْتَکُ وَمُلْکٌ لَا یَفْنٰی اَسْاَلُکَ وَاَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِجَاهِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَقْضِیَ حَاجَتِیْ وَتُعْطِیَنِیْ مَسْئَلَتِیْ"

بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ اسم اعظم کی یہ خصوصیت ہے کہ اگر اس کے ذریعے سے کوئی دعا مانگی جائے تو قبول ہو جاتی ہے اور اگر اللہ تعالیٰ سے کوئی سوال کیا جائے تو پورا ہوتا ہے۔ اسم اعظم یہ ہے۔

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ بِاَنِّیْ اَشْهَدُ اَنَّکَ اَنْتَ اللّٰهُ الْاَحَدُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ بِاَنَّ لَکَ الْحَمْدُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْحَنَّانُ الْمَنَّانُ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ"

امام نوویؒ سے کسی نے پوچھا کہ اسم اعظم کیا ہے اور وہ قرآن میں کس جگہ پر ہے تو آپ نے فرمایا کہ اسم اعظم کے بارے میں بہت سی احادیث منقول ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے۔

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسم اعظم قرآن کی تین سورتوں البقرہ' آل عمران اور طٰہ میں مذکور ہے۔

بعض ائمہ متقدمین فرماتے ہیں کہ سورہ بقرہ اور آیت الکرسی میں اسم اعظم "**هو الحی القیوم**" ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کے دیگر مقامات مثلاً ابتدائی آل عمران اور سورہ طٰہ میں بھی ہے۔ اسم اعظم "**وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِ**" ہے۔ یہ اچھا استنباط ہے۔ واللہ اعلم۔

صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بندے کی دعا (جب تک وہ کوئی گناہ' یا قطع رحمی' یا جلدی نہیں کرتا) قبول کی جاتی ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلدی کا کیا مطلب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دعا مانگنے والا بار بار کہنے لگے کہ میں نے دعا مانگی لیکن میں نے اسے قبول ہوتے نہیں دیکھا اور پھر وہ مایوس ہو کر بیٹھ جائے اور دعا مانگنا ہی چھوڑ دے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ (دعا ہی عبادت ہے۔ ترمذی) اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ (دعا عبادت کا مغز و گودا ہے۔ مشکوۃ ترمذی)
خالص دعاؤں میں یہ اثر موجود ہے کہ وہ تقدیر کو بھی پھیر دیتی ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "لَا یَرُدُّ الْقَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاءُ" (تقدیر کو دعا ہی پھیر سکتی ہے۔ ترمذی) اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا اللہ تعالیٰ اس سے ناخوش ہوتا ہے۔ (ترمذی)
علامہ ابن القیمؒ سے ایک بیمار مصیبت زدہ کے متعلق دریافت کیا گیا کہ اس نے بہت علاج کیا اور بہت سی دعائیں کیں مگر کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ اس کی دنیا و آخرت تباہ ہو رہی ہے کوئی ایسا نسخہ تجویز فرمایئے جس سے اس کو شفاء کلی حاصل ہو تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کیلئے شفاء نازل فرمائی ہے۔ (الجواب الکافی لمن سال عن الدواء الشافی)

فائدہ | کن کن لوگوں کی دعا قبول کی جاتی ہے۔ پریشان حال اور مظلومین کی دعا بغیر کسی روک ٹوک کے قبول کی جاتی ہے اس سلسلہ میں کافر یا فاجر (گنہگار) کی کوئی تخصیص نہیں۔ والد کی دعا اپنے بیٹے کیلئے اور فرمانبردار بیٹے کی دعا اپنے والدین کیلئے قبول کی جاتی ہے۔ عادل بادشاہ اور نیک آدمی کی دعا بھی رد نہیں کی جاتی۔ مسافر کی دعا (جب تک وہ سفر میں رہے) روزہ دار کی دعا (جب تک کہ اس نے افطار نہ کیا ہو) قبول کی جاتی ہے۔ اسی طرح وہ مسلمان جس نے کسی سے قطع تعلق نہ کیا ہو یا اس نے کسی پر ظلم نہ کیا ہو یا اس نے دعا مانگنے کے بعد مایوسی کا اظہار نہ کیا ہو (مثلاً یہ کہے کہ میں دعا کرتا ہوں لیکن قبول نہیں ہوتی) کی دعا قبول کی جاتی ہے۔

مجرب فوائد | علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میرے شیخ یافعیؒ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص خیر و برکت کا خواہش مند ہو یا اپنی حاجت پوری کرنا چاہتا ہو یا رنج و غم دور کرنا چاہتا ہو یا ظالم کیلئے بددعا کر رہا ہو تو وہ یہ عمل کرے۔ اسی طرح اگر کوئی آدمی باوضو بعد نماز عشاء ایک نشست میں اللہ تعالیٰ کا اسم (یالطیف) ۱۶۶۴۱ (سولہ ہزار چار صد اکتالیس) مرتبہ بغیر کسی کمی اور زیادتی کے پڑھتا رہے گا تو انشاء اللہ یہ عمل ہر قسم کے راز اور حیلہ سازی کو توڑ دے گا۔ اس عمل کا طریقہ یہ ہے کہ آپ پڑھنے کے دوران جب "۱۲۹" بار پڑھ چکیں تو یہاں پر تسبیح کے دانے کو روک کر "۱۲۹" بار "یالطیف" پڑھیں تو انشاء اللہ اس سے مذکور مقاصد حاصل ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ "لطیف" میں حروف تہجی کے اعتبار سے "ل-ط-ی-ف" میں کل مجموعہ "۱۲۹" ہوتا ہے۔ پھر جب آپ اپنے مقصد کا نام لے کر دعا کریں گے تو انشاء اللہ وہ مقصد ضرور حاصل ہو جائے گا لیکن آپ اس کا بھی خیال رکھیں کہ جب "۱۲۹" بار ورد پڑھ چکیں تو ایک مرتبہ یہ آیت بھی پڑھ لیں "لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ"

(۲) اگر کوئی خیر و برکت، یا رزق میں وسعت چاہتا ہو تو ہر نماز کے بعد سو مرتبہ یہ پڑھا کرے۔ "لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ" پھر اس کے بعد اسم اعظم پڑھے۔ پھر آخر میں یہ کلمات پڑھے۔ "اَللّٰهُمَّ وَسِّعْ عَلٰى رِزْقِىْ اَللّٰهُمَّ عَطِفْ عَلٰى خَلْقِكَ اَللّٰهُمَّ كَمَا صُنْتَ وَجْهِىْ عَنِ السُّجُوْدِ لِغَيْرِكَ فَصُنْهُ عَنْ ذُلِّ السُّوَالِ لِغَيْرِكَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ"

(۳) شیخ ابوالحسن شاذلیؒ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص مندرجہ ذیل صفات حمیدہ سے اپنے آپ کو مزین کرلے تو اسے دین و دنیا میں سعادت نصیب ہوگی۔

کافروں کو اپنا دوست نہ بنائے اور مومنوں کو اپنا دشمن نہ بنائے، دنیا سے زہد و تقویٰ کے ساتھ رخصت ہو اسی طرح اپنے آپ کو دنیا میں ہمیشہ ایک دن مرنے والا سمجھتا رہے، اللہ کی وحدانیت اور اس کے رسول کی رسالت کی گواہی دے۔ پھر اپنے آپ کو عمل صالح کا پیکر بنائے اور یہ کلمات کہے۔

"اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ"

پس جو مندرجہ ذیل صفات حمیدہ کو اختیار کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے دنیا اور آخرت میں چار چار چیزوں کی ضمانت لے لیتے ہیں۔ دنیا میں قول و کردار میں سچائی، عمل میں اخلاص، رزق کی وسعت، شرور سے حفاظت کی ضمانت ہوتی ہے اور آخرت میں مغفرت، قربت الٰہی، جنت میں داخلہ اور بلند درجات نصیب ہوں گے۔

(۴) اسی طرح اگر کوئی آدمی یہ چاہتا ہو کہ یہ قول وعمل میں سچا ہو تو "اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ" پابندی سے باکثرت پڑھتا رہے۔

(۵) اسی طرح اگر کوئی یہ پسند کرتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کے رزق کو وسیع کر دیں تو وہ "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ" پابندی کے ساتھ پڑھتا رہے اور اگر کوئی شخص دشمن کے شر سے محفوظ رہنا چاہے تو وہ "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ" پابندی سے پڑھتا رہے۔

(۶) اگر کوئی شخص خیر و برکت اور رزق میں وسعت کا خواہش مند ہو تو یہ کلمات پابندی کے ساتھ پڑھے۔ "بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ الْمَلِكِ الْحَقِّ الْمُبِيْنِ وَهُوَ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ"

اور اس کے ساتھ ساتھ "سورہ واقعہ" اور "سورہ یسین" کی تلاوت بھی پابندی کے ساتھ کرے۔

(۷) اسی طرح اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے رزق میں وسعت عطا فرمائیں اور اسے رنج و غم سے محفوظ فرمائیں تو "استغفار" کا ورد کثرت سے پڑھے۔

(۸) اسی طرح اگر کوئی شخص کسی آدمی کو ڈراتا ہو، دھمکی دیتا ہو یا گھبراہٹ میں مبتلا کرتا ہو تو یہ دعا پڑھے۔ انشاء اللہ خوف ختم ہو جائے گا۔

"اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَاتِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعَقَلِهٖ وَمِنْ شَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنَ"

(۹) اگر کوئی شخص یہ جاننا چاہے کہ دعا کی قبولیت کیلئے آسمان کے دروازے کب کھلتے ہیں تو وہ اذان کے کلمات کا جواب کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد دے۔ اس لئے کہ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ جب کوئی مصیبت یا وبا آسمان سے نازل ہو تو لوگوں کو مؤذن کے کلمات کا جواب دینا چاہیے تو اللہ تعالیٰ مصیبت کو دور فرما دیتے ہیں۔

(۱۰) اگر کوئی گھبراہٹ میں مبتلا ہو تو یہ کلمات پڑھے۔

"تَوَكَّلْتُ عَلَى الْحَيِّ الَّذِىْ لَا يَمُوْتُ اَبَدًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا"

(۱۱) اگر کوئی شخص رنج و غم میں مبتلا ہو تو یہ دعا پڑھے۔

" اللهم انی عبدک وابن عبدک و ابن امتک ناصیتی بیدک ما ض فی حکمک عدل فی قضا ئک أسئلک بکل اسم سمیت به نفسک أو أنزلته فی کتابک أو علمته احدا من خلقک أو استاثرت به فی علم الغیب عندک أن تجعل القرآن ربیع قلبی ونور صدری وجلاء حزنی و ذهاب همی وغمی فیذهب عنک همک وغمک وحزنک"

(۱۲) اگر کوئی یہ پسند کرے کہ اللہ تعالیٰ اسے ننانوے امراض سے محفوظ رکھیں یہاں تک کہ صغیرہ گناہ اور دیوانگی کے اثرات وغیرہ سے بھی نجات مل جائے تو جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے یہ کلمات پڑھے "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ" ان کلمات کے پڑھنے سے انشاء اللہ وہ محفوظ رہے گا۔

(۱۳) اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہوں کہ اسے مصیبت وآزمائش کے ساتھ ساتھ اجر بھی ملتا رہے تو یہ کلمات پڑھے۔

''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰھُمَّ عِنْدَکَ اَحْتَسَبْتُ مُصِیْبَتِیْ فَاجِرْنِیْ فِیْھَا وَاَبْدِلْنِیْ خَیْرًا مِّنْھَا'' اور یہ دعا بھی پڑھیں۔

''حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ تَوَکَّلْنَا عَلَی اللّٰہِ وَ عَلَی اللّٰہِ تَوَکَّلْنَا''

(۱۴) اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ اس کے رنج وغم دور ہو جائیں اور اسے قرض سے نجات مل جائے تو یہ کلمات پڑھے۔

''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسْلِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ غَلَبَۃِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ''

(۱۵) اگر کوئی شخص عبادت میں خشوع وخضوع کا طلبگار ہو تو وہ کسی پر غلط نظر ڈالنے سے اجتناب کرے۔ اسی طرح اگر علم و حکمت کا خواہشمند ہو تو فضول باتوں سے اجتناب کرے اور اگر عبادت میں حلاوت کا طلبگار ہو تو فضول باتوں کو چھوڑ دے، روزہ رکھے، رات کو قیام کرے اور تہجد پڑھے۔ اگر کوئی جاہ وجلال اور رعب حاصل کرنا چاہتا ہو تو مزاح کو چھوڑ دے اور کم ہنسے۔ اگر کوئی محبت کی دولت کا حصول چاہتا ہو تو وہ دنیا سے بے رغبتی اختیار کرلے، اسی طرح غیروں کے عیوب کے تجسس میں نہ پڑنے سے اپنے عیوب نفس کے اصلاح کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔ اس لئے کہ تجسس نفاق کا ایک شعبہ ہے جیسے کہ حسن ظن ایمان کا ایک شعبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور وفکر کرنے سے خشیت الٰہی کی نعمت اور نفاق سے حفاظت نصیب ہوتی ہے۔ دوسروں کے ساتھ بدگمانی نہ کرنے سے اللہ تعالیٰ ہر برائی سے امن وامان عطا فرماتے ہیں۔ عوام کی بجائے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے سے عزت وعظمت کی دولت نصیب ہوتی ہے۔

(۱۶) اگر کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا دل زندہ رہے تو وہ روزانہ چالیس مرتبہ ''یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ'' کا ورد کرے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ قیامت کے دن اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نصیب ہو تو وہ ''اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ وَاِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ وَ اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ'' کی کثرت سے تلاوت کرے۔

(۱۷) اگر کوئی شخص یہ پسند کرتا ہو کہ اس کا چہرہ روشن رہے تو وہ ہمیشہ رات کو اللہ کی عبادت کیا کرے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے شدید پیاس سے محفوظ رکھیں تو وہ کثرت سے روزے رکھے۔

(۱۸) اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے عذاب قبر سے محفوظ رکھیں تو وہ نجاسات اور حرام چیزوں سے اجتناب کرے اور نفس کی خواہشات پر عمل کرنا چھوڑ دے۔

(۱۹) اگر کوئی شخص غنی ہونا چاہے تو وہ قناعت کرے۔ اسی طرح اپنی ذات سے دوسروں کو نفع اور راحت پہنچانے سے آدمی تمام لوگوں سے اچھا سمجھا جاتا ہے۔ اگر کوئی آدمی عبادت میں سب سے زیادہ بڑھنا چاہتا ہے تو اس حدیث پر عمل کرے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی مجھ سے یہ کلمات سیکھ لے اور ان پر عمل کرے، یا کسی ایسے آدمی کو سکھا دے جو عمل کرنے لگے تو حضرت ابوہریرہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسا کرسکتا ہوں۔ (حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں) چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر ان پانچ چیزوں کو گنوایا۔ تم اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں سے بچنا انشاء اللہ تمام لوگوں سے زیادہ عابد اور زاہد بن جاؤ گے

اور اللہ تعالیٰ نے جو چیز تقدیر میں لکھ دی ہے تم اس پر راضی ہو جاؤ تو تم سب سے زیادہ غنی اور مالدار ہو جاؤ گے۔ اسی طرح تم پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرو تو تم مومن ہو جاؤ گے' تم جو اپنے لئے پسند کرو وہی دوسروں کیلئے بھی پسند کرو تو تم صحیح معنوں میں مسلمان بن جاؤ گے۔ زیادہ ہنسنے سے بچتے رہو اس لئے کہ اس سے آدمی کا ضمیر مردہ ہو جاتا ہے' اسی طرح اگر تم خالص محسن بننا چاہتے ہو تو اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اگر ایسا نہ کر سکو تو اس طرح کیا کرو کہ کم از کم وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ (الحدیث)

(۳۰) اگر کوئی شخص کامل ایمان والا بننا چاہتا ہو تو وہ دوسروں کے ساتھ اچھے اخلاق کا معاملہ کرے۔ اگر کوئی شخص یہ پسند کرتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت کریں تو وہ دوسروں کی ضروریات کو پورا کرے۔ اس لئے کہ حدیث شریف میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرنا چاہتا ہے تو ضرورت مند حضرات کو اس کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص اللہ کا مطیع و فرمانبردار بننا چاہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے فرائض کی ادائیگی کرے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص یہ پسند کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دے تو وہ غسل جنابت کرے اور جمعہ کے دن خاص طور پر غسل کرے کیونکہ ایسا آدمی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس حالت میں ملاقات کرے گا گویا کہ اس نے کسی قسم کا کوئی گناہ نہیں کیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر ظلم نہ کرنے سے قیامت کے دن "نور ھادی" کے ساتھ حشر ہوگا اور ظلمات میں روشنی نصیب ہوگی۔ کثرت استغفار سے گناہوں کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے سے اللہ تعالیٰ اسے طاقتور بنا دیتے ہیں۔ طہارت کاملہ اور پاکیزہ زندگی گزارنے میں اللہ تعالیٰ رزق میں وسعت عطا فرماتے ہیں۔ مخلوق خدا سے غیظ و غضب کو دور کرنے سے اللہ تعالیٰ کے غصے سے امن و امان نصیب ہوتا ہے۔ حرام چیزوں اور سود سے بچنے سے اللہ تعالیٰ دعا کی قبولیت کی سعادت عطا فرماتے ہیں۔ شرمگاہ اور زبان کی حفاظت سے اللہ تعالیٰ مخلوق کے سامنے ذلت سے محفوظ رکھتے ہیں۔ لوگوں کے عیوب پر پردہ پوشی سے اللہ تعالیٰ بھی پردہ پوشی فرماتے ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ستار اور عیوب کو چھپانے والا ہے اور وہ عیوب پر پردہ ڈالنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ کثرت استغفار اور خشوع و خضوع اور تنہائیوں میں نیکیاں کرنے سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔ تواضع و انکساری' حسن خلوق اور مصائب و آلام پر صبر کرنے سے اللہ تعالیٰ اجر و ثواب سے نوازتا ہے۔ حسد' بخل اور برے اخلاق سے بچنے سے اللہ تعالیٰ کبیرہ گناہوں سے حفاظت فرماتا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے غضب و عتاب سے محفوظ رہے تو اسے چاہیے کہ صلہ رحمی اور صدقات و خیرات چھپا کر دے۔

(۳۱) اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کے قرض کی ادائیگی کے اسباب پیدا فرمائے تو وہ یہ دعا پڑھے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کو (اس کے سوال کرنے پر) بتائی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کسی پر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہوگا تو یہ دعا پڑھنے سے اللہ تعالیٰ ادا فرماتا ہے اور اسے قرض ادا کرنے کی قوت عطا فرماتا ہے۔ دعا یہ ہے۔

"اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَ اَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ"

دوسری روایت میں ہے کہ اگر کسی پر سونے کے پہاڑ کے برابر بھی قرض ہوگا تو اس دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ اسے قرض ادا کرنے کی قوت عطا فرماتا ہے۔ دعا یہ ہے۔

"اَللّٰھُمَّ فَارِجَ الْکَرْبِ اَللّٰھُمَّ کَاشِفَ الْھَمِّ اَللّٰھُمَّ مُجِیْبَ دَعْوَۃِ الْمُضْطَرِیْنَ رَحْمٰنَ الدُّنْیَا

وَالْاٰخِرَةِ وَرَحِيْمَهُمَا اَسْئَالُكَ اَنْ تَرْحَمْنِيْ فَارْحَمْنِيْ رَحْمَةً تُغْنِيْنِيْ بِهَا عَمَّنْ سِوَاكَ''

(۲۲) اگر کوئی شخص مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہو تو وہ یہ دعا پڑھے۔

''بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَظِيْمِ''

اللہ تعالیٰ اس دعا کی برکت سے اس کو نجات عطا فرماتے ہیں۔

(۲۳) اگر کوئی شخص کسی شریر قوم سے محفوظ رہنا چاہتا ہو تو وہ یہ دعا پڑھے جیسا کہ حدیث شریف میں مذکور ہے۔ انشاء اللہ وہ ان کے شر سے محفوظ رہے گا۔ دعا یہ ہے۔

''اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ''

یا یہ دعا پڑھے۔

''اَللّٰهُمَّ اكْفِنَاهُمْ بِمَا شِئْتَ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ''

(۲۴) اگر کوئی آدمی کسی بادشاہ سے خوفزدہ ہو تو وہ یہ دعا پڑھے۔ انشاء اللہ اس کا خوف ختم ہو جائے گا۔

''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ عَزَّجَارُكَ وَجَلَّ ثَنَائُكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ''

یا یہ دعا پڑھا کرے۔

''اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ''

(۲۵) اسی طرح ایک حدیث میں مذکور ہے کہ اگر کوئی بارعب بادشاہ ہو اس کے پاس آنے جانے سے خوف کا احساس ہوتا ہو یا وہ بادشاہ ظالم ہو تو اس کے پاس جاتے وقت یہ دعا پڑھے۔

''اَللهُ اَكْبَرُ اَللهُ اَكْبَرُ اَللهُ اَعَزُّمِنْ خَلْقِهٖ جَمِيْعًا اَللهُ اَعَزُّمِمَّا اَخَافُ وَاَحْذَرُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ''

(۲۶) اگر کوئی دین میں ثابت قدمی چاہتا ہو تو وہ حدیث شریف میں مذکور یہ دعا پڑھے۔

''اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ''

اور ایک حدیث میں یہ الفاظ ہیں۔

''يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلٰى دِيْنِكَ''

فائدہ (۱) اگر لوگ کسی بادشاہ کے پاس آنے جانے سے خوفزدہ ہوں یا بادشاہ سے کسی شر کا خطرہ ہو تو اس کے پاس جانے سے پہلے یہ دعا پڑھا کریں تو انشاء اللہ خوف ختم ہو جائے گا۔

''اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ الَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللهِ وَفَضْلٍ لَمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْءٌ وَاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللهِ وَاللهُ ذُوْفَضْلٍ عَظِيْمٍ''

(۲) اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے رزق میں خیر و برکت اور وسعت عطا کریں تو وہ "سورہ الم نشرح" اور "سورہ الکافرون" ہمیشہ پڑھا کرے۔

(۳) اگر لوگوں سے پردہ داری مقصود ہو تو یہ دعا ہمیشہ پڑھا کرے۔

"اَللّٰهُمَّ اسْتُرْنِیْ بِسَتْرِکَ الْجَمِیْلِ الَّذِیْ سَتَرْتَ بِهٖ نَفْسَکَ فَلَا عَیْنَ تَرَاکَ"

(۴) اگر کوئی شخص بھوک اور پیاس پر قابو پانا چاہے تو وہ "سورہ لا یلاف قریش" ہمیشہ پڑھا کرے۔ یہ عمل آزمودہ اور مجرب ہے۔

(۵) اگر کوئی شخص تجارت میں ترقی چاہتا ہو تو وہ "سورۃ الشعراء" لکھ کر دوکان میں لٹکا دے تو انشاء اللہ اس میں نفع ہوگا اور خرید و فروخت کیلئے لوگ کثرت سے آنے لگیں گے۔

اسی طرح اگر کسی آدمی کو دوکان میں یا کسی اور کام میں نقصان ہو رہا ہو تو وہ "سورۃ القصص" لکھ کر لٹکا دے تو انشاء اللہ نقصان سے محفوظ رہے گا۔ یہ عمل بھی آزمودہ اور مجرب ہے۔

فائدہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص ہر فرض نماز کے بعد "آیۃ الکرسی" پڑھتا رہے تو اس کی روح سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں نکال سکتا۔

حضرت ابو نعیم سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت معروف کرخی سے سنا ہے کہ جس وقت یہودی حضرت عیسیٰؑ کو قتل کرنے کیلئے اکٹھے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ان کی مدد کیلئے بھیجا تو حضرت جبرائیل کے اندرون بازو میں مندرجہ ذیل کلمات لکھے ہوئے تھے۔

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِاِسْمِکَ الْاَحَدِ الْاَعَزِّ وَاَدْعُوْکَ اَللّٰهُمَّ بِاِسْمِکَ الْکَبِیْرِ الْمُتَعَالِ الَّذِیْ مَلَأَ الْاَرْکَانَ کُلَّهَا اِنْ تَکْشِفَ عَنِّیْ ضَرَّمَا اَمْسَیْتَ وَاَصْبَحْتَ فِیْهِ"

پس عیسیٰ علیہ السلام نے ان کلمات کو پڑھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ میرے بندے کو حفاظت کے ساتھ میرے پاس لے آؤ۔

فائدہ

سر کے درد کیلئے مجرب عمل امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ بنو امیہ کے بعض خاندانوں میں ایک چاندی کا (مقفل ڈبہ) پایا گیا تھا جس کے اوپر "شِفَاءٌ مِنْ کُلِّ دَاءٍ" (ہر مرض سے شفاء کیلئے) لکھا ہوا تھا اور اس کے اندر یہ کلمات لکھے ہوئے تھے۔

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ وَ بِاللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اُسْکُنْ اَیُّهَا الْوَجَعُ سَکَّنْتُکَ بِالَّذِیْ یُمْسِکُ السَّمَاءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ

الْعَظِیْمِ اُسْکُنْ اَیُّھَا الْوَجْعُ سَکَنْتُکَ بِالَّذِیْ یُمْسِکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَا اِنْ اَمْسَکَھُمَا مِنْ اَحَدٍ مِنْ بَعْدِہٖ اِنَّہٗ کَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا''

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو سر میں شدید درد ہو تو اسے کسی طبیب کے پاس لے جانے کی ضرورت نہیں بلکہ یہ کلمات پڑھ کر دم کر لے تو انشاء اللہ شفا نصیب ہوگی۔ یہ عمل آزمودہ اور مجرب ہے۔

(۲) درد سر کیلئے دوسرا آزمودہ عمل یہ ہے کہ مذکورہ حروف کو ایک سفید کاغذ میں لکھ کر درد کی جگہ میں چپکا لیا جائے تو انشاء اللہ درد سر ختم ہو جائے گا۔ مذکورہ حروف یہ ہیں۔

''دم ہ م ل ہ''

بعض اہل علم نے یہ بھی کہا ہے کہ بنوامیہ کے خزانے میں ایک کافور مشک اور عنبر خام سے بھری ہوئی چوکور سونے کی ڈھال تھی اور اس میں ہرے زمرد کے بٹن بھی لگے ہوئے تھے۔ اگر کسی کے سر میں شدید درد ہوتا تو اس کے درد کی جگہ اس ڈھال کو رکھ دیا کرتے تھے تو سر کا درد ختم ہو جاتا۔ ایک مرتبہ لوگوں نے اس ڈھال کو کھول کر دیکھا تو اس کے بٹنوں میں ایک کاغذ کا پرزہ تھا جس پر یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے۔

''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ذٰلِکَ تَخْفِیْفٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَرَحْمَۃٌ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْکُمْ وَ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَاِذَا سَأَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَہٗ سَاکِنًا بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَلَہٗ مَا سَکَنَ فِی اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ''

(۳) سر کے درد کیلئے تیسرا مجرب عمل یہ ہے کہ آپ مندرجہ ذیل حروف کو کسی تختی یا پاک جگہ میں لکھ کر کیل سے دبائیں، پھر اس کے بعد یہ دعا پڑھیں۔

''اَلَمْ تَرَ کَیْفَ مَدَّالظِّلَّ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَہٗ سَاکِنًا وَلَہٗ مَاسَکَنَ فِی اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ''

چنانچہ اگر سر کا درد ہلکا ہو جائے تو پھر کیل کو زور سے دبائے رکھے۔ اس کے باوجود اگر سر کا درد ہلکا نہ ہو تو کیل کو دباتے ہوئے ایک حرف سے دوسرے حرف میں منتقل ہوتے رہیں جب تک کہ سر کا درد ختم نہ ہو جائے۔ یہ عمل کرتے رہیں انشاء اللہ درد سر کسی نہ کسی حرف پر ختم ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ یہ عمل بھی آزمودہ اور مجرب ہے۔ وہ حروف یہ ہیں۔ (ا ح ا ک ک ح ع ح ا م ح)

لیکن کیل دباتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ کیل روشنائی میں رکھی جائے۔ مندرجہ ذیل حروف کو ان اشعار میں جمع کیا گیا ہے۔

اِنِّیْ حَمَلْتُ اِلَیْکَ کُلَّ کَرِیْمَۃٍ حَوْرَاءَ عَنْ حَظِّ الْمُتَیَّمِ مَاحَنَتْ

میں نے تمہارے پاس اسے ہر پاکیزہ چیز کو تعویز باندھنے کیلئے پیش کر دیا ہے جیسے تم چاہتے ہو۔

فَاَوَائِلُ الْکَلِمَاتِ مِنْھَا مَقْصَدِیْ لَصَدَاعِ رَأْسِیْ یَا فَتِیْ قَدْ جَرَبْتُ

پس اے نوجوان ہمارا مقصد ان کلمات سے دردسر دور کرنا ہے۔ یہ مجرب اور آزمودہ نسخہ ہے۔

الخواص حکیم جالینوس[1] نے کہا ہے کہ انسان کے بالوں کو جلا کر گلاب کے پانی میں ملا کر عورت اپنے سر میں رکھ لے تو دردزہ (بچہ پیدا ہوتے وقت ہونے والا درد) میں مفید ہے اور ولادت آسان ہو جائے گا۔

(۲) انسان کی منی برص[2] اور جسم کے دیگر سپید داغوں کیلئے مفید ہے۔

(۳) انسان کی منی زمین پر گرنے سے پسو وغیرہ جمع ہو جاتے ہیں۔

(۴) انسان کا تھوک سانپ کیلئے زہر قاتل ہے اس لئے اگر کوئی آدمی سانپ کے منہ میں تھوک دے تو سانپ اسی وقت مر جاتا ہے۔

(۵) انسان کے تیل سے چراغ جلانے سے تیز ہوائیں جو کسی رات میں چل رہی ہوں رک جاتی ہیں۔

(۶) اگر عورت کے لمبے بالوں کو دریا میں ڈال کر نہ نکالا جائے تو وہ بال پانی کے سانپ بن جاتے ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی شخص "سکرطرزد" میں عورت کا دودھ ملا کر بطور سرمہ استعمال کرے تو آنکھوں کی سفیدی کیلئے فائدہ مند ہے۔

(۷) اگر کسی بچے کی آنکھ نیلی ہوگئی ہو تو اسے حبشی لڑکی کا دودھ چالیس دن تک پلایا جائے تو اس کی آنکھیں سپید ہو جائیں گی۔

(۸) اگر کسی بچے کے پیشاب کو لے کر (رماد حطب الکرم) گور کی لکڑی کی راکھ میں ملا کر کسی زخم میں لگا دیا جائے تو اس میں آرام مل جائے گا اور زخم اچھا ہو جائے گا۔

(۹) اگر کوئی عورت پہلے سال کے بچے کے دانت کو باندھ کر لٹکا لے تو وہ حاملہ نہیں ہو سکتی۔

(۱۰) حکیم جالینوس اور یحیٰی بن ماویشہ نے کہا ہے کہ انسان کا پتہ زہریلا ہوتا ہے اگر کسی کی آنکھ میں سفیدی ہو تو انسان کے پتے کو بطور سرمہ استعمال کرنے سے یہ شکایت جاتی رہے گی۔

---

[1] حکیم جالینوس: (المولود- ۱۳۰ء، المتوفی ۲۰۰ء) ایک مشہور و معروف طبیب، جراح، دواساز اور علم طب کی کتابوں کا مصنف۔ ایشیائے کوچک کے شہر پرگاموں میں پیدا ہوا۔ یہ ایک معمار کا بیٹا تھا۔ اس کے ابتدائی حالات بہت کم معلوم ہیں۔ سولہ برس کی عمر میں طب کا مطالعہ شروع کیا۔ علم کی تحصیل کیلئے سمرنا، کورنتھ اور سکندریہ گیا۔ اسکندریہ سے واپس آکر پرگیم کے بادشاہ کا شاہی طبیب مقرر ہوا۔ بعد میں روم چلا گیا اور شہنشاہ مارکس آریلس کا شاہی طبیب بن گیا لیکن چار سال بعد پھر واپس پرگیم آ گیا۔ اس نے تشریح عضویات، امراضیات، معالجات اور صیدلیات میں نئے نئے تجربے کر کے نئے حقائق کا انکشاف کیا۔ جالینوس بڑا پرنویس، واضح اور زوردار مصنف تھا۔ اس کا شمار دنیا کے مشہور طبی فلاسفہ میں کیا جاتا ہے۔ اس نے تقریباً ۱۲۰ کے قریب کتب تصنیف کیں جو طب، منطق، صرف ونحو، اخلاقیات، فلسفہ اور ادب سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے یونان کی تشریح و طبی معلومات اور ان کے عملی پہلو کو ایک واحد اور منظم شکل میں پیش کیا۔ اس کی شہرت ایک طبیب کی حیثیت سے برسوں تک بڑھتی چلی گئی اور اسے آخرکار بقراط کے برابر طب کا معلم اعظم تسلیم کر لیا گیا۔ جالینوس نے یونانی اطباء کے عظیم الشان کارناموں کو جس طرح منضبط کر کے آئندہ نسلوں تک پہنچایا وہ اسی کا کارنامہ ہے۔ (شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا صفحہ ۶۳۷)

[2] برص: (LEUKODRMA) بدن کے سفید یا سیاہ داغ - ایک مرض ہے جس میں کہیں کہیں یا تمام بدن پر سفید یا سیاہ دھبے پڑ جاتے ہیں اور یہ رنگ کے لحاظ سے دو قسم کا ہوتا ہے۔ (۱) برص ابیض (سفید داغ) (۲) برص اسود (سیاہ داغ) (مخزن الجواہر صفحہ ۱۶۴)

(۱۱) حکیم ابن ماویشہ نے کہا ہے کہ اگر عورت کے ہاتھ میں درد ہو تو وہ بچے کی پہلی ناف کاٹ کر اپنے گلے میں لٹکا لے تو درد ختم ہو جائے گا۔ اگر اس کی ہڈی کو باریک پیس کر ایلوا میں ملا کر جس کے ناک میں ناسور ہو گیا ہو ناک میں پھونکنے سے وہ انشاء اللہ شفایاب ہوگا۔

(۱۲) اگر کسی کی آنکھ میں پھولا ہو جائے تو وہ انسان کے پیٹ کے نکلے ہوئے کیڑوں کو سکھا کر باریک پیس کر بطور سرمہ استعمال کرے تو یہ شکایت جاتی رہے گی۔

(۱۳) اگر کسی انسان کے پاخانے کو سکھا کر باریک پیس لیا جائے اور چھان کر شہد اور سرکہ میں ملا کر آکلہ (ایسی بیماری جس سے عضو تناسل کمزور ہو جائے) پر لگایا جائے تو وہ انشاء اللہ شفایاب ہوگا۔ اسی طرح یہی گلے کے خوانیق (گلے کی بیماری جس سے سانس لینا مشکل ہو) میں استعمال کرے تو اس سے بھی نجات ملے گی۔

(۱۴) آدھا سیسی کے درد میں انسان کے بال باندھ کر لٹکانا مفید ہیں۔

(۱۵) اگر کسی کو کتے نے کاٹ لیا ہو تو وہ بالوں کو سرکہ میں تر کر کے اس جگہ پر لگا لے تو شفایاب ہوگا۔

(۱۶) انسان کا خون میتھی کے آٹے اور سنداب کے پانی میں گوندھ کر خون' پیپ اور پنڈلیوں کے زخموں پر لگانا بلکہ ہر زخم کیلئے مفید ہے۔

(۱۷) اگر کسی کے حیض کے کرسف کے ایک ٹکڑے کو کسی کشتی کے پچھلے حصہ میں باندھ دیا جائے تو اس کشتی میں ہوا داخل نہیں ہو سکتی۔

(۱۸) ایسی عورت جسے ناف کا درد ہو رہا ہو تو حیض کے کرسف کو جلا کر تھوڑی سی راکھ اور دھنیا لے کر پھر ان دونوں کو ٹھنڈے پانی میں ملا کر ناف کے اردگرد لگا دیا جائے تو انشاء اللہ یہ درد ختم ہو جائے گا۔ یہی نسخہ نفاس کے وقت ناف کے درد کیلئے مفید ہے۔ اسی طرح کسی بچے کی ولادت کے وقت کے پاخانے کو سکھا کر باریک کر کے آنکھ کی سفیدی میں بطور سرمہ استعمال کریں تو انشاء اللہ یہ شکایت ختم ہو جائے گی۔

(۱۹) بچوں کے قلفے کو خشک کر کے پیس کر مشک اور عرق گلاب میں ملا کر اگر برص اور جذام (کوڑھ) پر لگا دیا جائے تو انشاء اللہ یہ دونوں امراض بڑھنے سے رک جائیں گے۔ اسی طرح بچوں کے قلفے کو جلا کر پیس کر کسی ایسے آدمی کو پلایا جائے جسے برص ہو رہا ہو تو انشاء اللہ شفایاب ہوگا۔

(۲۰) اگر کسی کو قولنج[1] (آنت کی بیماری) ہو گئی ہو تو انسان کے پاخانے کو ایک چنے برابر لے کر اسے ٹھنڈے پانی میں پگھلا کر پلایا جائے تو انشاء اللہ شفایاب ہوگا۔

(۲۱) انسان کا پاخانہ جو سب سے پہلے خارج ہوتا ہے وہ گرم ہوتا ہے' اسے کسی پرانی شراب میں ملا کر کسی بیمار جانور کو پلایا جائے تو وہ شفایاب ہو جاتا ہے۔

(۲۲) اگر کوئی آدمی کسی سے محبت کرنا چاہے تو وہ اپنے دونوں پاؤں اور ہاتھوں کا میل دھو کر اپنے محبوب کو پلا دے تو اس سے محبت ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ اس سے جدائی مشکل ہو جائے گی۔ یہ عمل بھی آزمودہ اور مجرب ہے۔

---

[1] قولنج: آنتوں کا درد: یہ ایک سخت شدید مرض ہے جو بڑی اور موٹی آنتوں میں سدہ پڑنے یا اس میں غلیظ ریح کے تحبس ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔ اس میں مریض کو پاخانہ نہیں آتا اور وہ شدت درد سے تڑپتا اور بے چین ہوتا ہے اور کبھی شدت درد سے ہلاک ہو جاتا ہے۔ (مخزن الجواہر صفحہ ۶۹۸)

(۲۳) محبت کا دوسرا عمل یہ ہے کہ جس سے محبت کا ارادہ ہو اسے لاعلمی میں اپنے کرتے کی جیب دھو کر پلا دی جائے تو اس سے شدید محبت ہو جائے گی۔

(۲۴) اگر کوئی شخص کسی قلعے یا گنبد میں کبوتروں کا غول جمع کرنا چاہے تو کسی مردہ انسان کی کئی سال پرانی کھوپڑی کو لا کر برج میں دفن کر دے تو اس برج میں کبوتر اتنے زیادہ جمع ہو جائیں گے کہ وہ برج تنگ ہو جائے گا۔

(۲۵) اگر کسی شخص کو لقوہ یا فالج ہو گیا ہو تو وہ کالی یا حبشی لڑکی کے دودھ کے ساتھ روغن سوسن آزاد ملا کر ناک کے ذریعے اندر چڑھا لے تو انشاء اللہ شفایاب ہو گا۔ آدمی کیلئے مقدار خوراک ایک قیراط کے برابر اور بچوں کیلئے ایک حبہ کے برابر۔ اگر اس میں انزوت سفید ملا لیا جائے تو آشوب چشم کیلئے مفید ہے۔

(۲۶) اگر کسی جانور کے مٹی ملی ہوئی گھاس کھا لینے سے پیٹ میں درد ہو تو کسی نابالغ بچے کے پیشاب میں ''کاشم'' کو باریک پیس کر ملا لے تو انشاء اللہ درد ختم ہو جائے گا۔

(۲۷) اگر کسی شخص کی یہ خواہش ہو کہ عورت کے پاس اس کے علاوہ کوئی اور صحبت نہ کرے تو اس عورت کے کنگھی سے نکالے ہوئے بالوں یا اس کے علاوہ بالوں کو جلا کر راکھ کر لے۔ پھر صحبت کرتے وقت ''احلیل'' میں لگا کر جماع کرے تو اس آدمی سے عورت کو اس قدر لذت محسوس ہو گی کہ وہ عورت پھر کسی اور مرد کے پاس جانا گوارہ نہ کرے گی۔ یہ عمل بھی آزمودہ اور مجرب ہے۔

(۲۸) اگر کسی آدمی کی تھوڑی سی منی کو تھوڑے سے زیتق میں ملا کر تین دن تک ایسا شخص ناک میں چڑھائے جسے لقوہ ہو گیا ہو تو انشاء اللہ شفایاب ہو گا۔

(۲۹) اگر کسی جانور کی آنکھ میں سپیدی چھا گئی ہو تو انسان کے پاخانہ کو باریک کر کے اس میں اندرانی نمک اور تھوڑی سی حنظل ملا کر باریک کر لیں۔ پھر اس کو اس جانور کی آنکھ میں لگائیں تو انشاء اللہ شفایاب ہو گا۔

(۳۰) اگر کسی کو آشوب چشم (آنکھ میں سرخی) یا آنکھ میں ورم کی شکایت ہو تو کسی نابالغ بچے کے پیشاب کو ایک برتن میں رکھ کر گرم کر لیں۔ پھر اسے روئی کے پھایہ میں تر کر کے آنکھ میں رکھ لیں تو انشاء اللہ شفا نصیب ہو گی۔

(۳۱) انسان کی منی گرم ہوتی ہے اگر اسے برص میں لگایا جائے تو انشاء اللہ داغ ختم ہو جاتے ہیں۔

(۳۲) اگر کسی کی آنکھ میں سفیدی چھا گئی ہو تو پیشاب کو تانبے کی دیگچی میں رکھ کر اس قدر پکایا جائے کہ وہ گاڑھا ہو جائے' پھر اسے خشک کر کے کھانے والا نمک ملا کر باریک کر لیا جائے۔ پھر زعفران کے پانی میں گوندھ کر بودا تہ رکھ کر آگ جلا دی جائے جس سے کہ وہ برتن میں چاندی کی طرح گھومنے لگے۔ پھر اس کا ٹکڑا بنا کر پانی اور مشک ڈال کر پتھر پر رگڑا جائے' پھر اس کا سرمہ بنا کر آنکھ میں لگایا جائے تو انشاء اللہ یہ شکایت ختم ہو جائے گی۔ یہ آزمودہ اور مجرب نسخہ ہے۔ قدیم حکماء نے اس نسخہ کو جوہر نفیس کہا ہے۔

(۳۳) اگر کسی کی آنکھ میں درد یا پیپ یا نقطہ پیدا ہو گیا ہو تو کسی سیاہ رنگ عورت کا دودھ لے کر زعفران اور سفرجل ملا کر آنکھ میں دو تین قطرات ٹپکانے سے انشاء اللہ آنکھ میں آرام اور شفا نصیب ہو گی۔

(۳۴) اگر کسی لڑکی کا پہلا حیض لے کر عورت کے پستانوں کی گھنڈی میں لگا دیں تو وہ برابر کھڑے رہیں گے۔ یہ عمل بھی آزمودہ اور مجرب ہے۔

(۳۵) حیض گرم اور تر ہوتا ہے اگر کسی کی آنکھ میں سرخی یا نقطہ آ گیا ہو یا آنکھ میں ورم ہو گیا ہو تو اسے کسی اون کے ٹکڑے پر لگا کر آنکھ میں رکھنے سے یہ شکایت دور جائے گی۔

(۳۶) اگر کوئی عورت موٹی ہونا چاہتی ہو تو مادہ بط (بطخ) یا مرغابی کی چربی کو باریک کر کے بورہ ارمنی اور سیاہ زیرہ وغیرہ کو میٹھی کے آٹے میں ملا کر ریٹھے کے برابر بنالیا جائے' پھر اسے کسی کالی مرغی کو سات دن تک مسلسل کھلایا جائے' پھر اس مرغی کو ذبح کر کے اس کی کھال اتار لی جائے تو جو بھی اس مرغی کا گوشت کھائے گا' یا شوربہ پئے گا تو وہ اس قدر موٹا ہو جائے گا کہ اس پر چربی ہی چربی نظر آئے گی۔ اس سے بھی زیادہ موٹا ہونے کیلئے اچھا نسخہ یہ ہے کہ آدمی کے پتے کو تھوڑے سے گیہوں میں ملا کر پانی میں بھگو کر اتنی دیر رکھ دیں کہ گیہوں پھول جائیں۔ پھر اسے کالی مرغی کو سات دن تک کھلاتے رہیں' پھر اس مرغی کو ذبح کر کے اس کی کھال اتار لی جائے تو جو شخص بھی اس مرغی کے گوشت کو کھائے گا وہ اتنا موٹا ہو جائے گا کہ وہ چلنے پھرنے سے معذور ہو جائے گا۔ یہ عمل بھی مجرب اور آزمودہ ہے۔

(۳۷) اگر کوئی عورت اپنا دودھ ختم کرنا چاہتی ہو تو وہ تھوڑی سی میتھی کو پیس کر پانی سے گوندھ لے' پھر اسے اپنے پستان میں لگا دے تو اس کا دودھ انشاء اللہ ختم ہو جائے گا۔

(۳۸) اگر کوئی عورت اپنا دودھ زیادہ کرنا چاہتی ہو تو وہ حنظل کو پیس کر اسے زیتون کے تیل میں ملا دے' پھر کسی اون کے نیلے کپڑے کو ایک لکڑی میں لپیٹ کر زیتون کے تیل میں ڈبو کر اور حنظل (تمہ) لگا کر اپنے پستانوں میں لگائے تو انشاء اللہ دودھ ہی دودھ ہو جائے گا۔ یہ عمل بھی آزمودہ اور مجرب ہے۔

(۳۹) اگر کسی شخص کا یہ ارادہ ہو کہ اس کے ہاں خوبصورت لڑکا پیدا ہو تو وہ ایک خوبصورت لڑکے کی تصویر کسی ایسی جگہ لٹکا دے جس کو عورت جماع کے وقت دیکھتی رہے تو یقیناً لڑکا اس تصویر کے اکثر اعضاء میں ہم شکل پیدا ہوگا۔

(۴۰) حکیم جالینوس نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص کی ڈاڑھ میں درد ہو رہا ہو تو وہ کسی مردہ انسان کی ڈاڑھ باندھ کر گلے میں لٹکا لے تو ڈاڑھ کا درد ختم ہو جائے گا۔

(۴۱) اگر انسان کی ڈاڑھ اور ہدہد کے دائیں بازو کی ہڈی کو کسی سونے والے آدمی کے سر کے نیچے رکھ دیا جائے تو جب تک یہ دونوں چیزیں اس کے سر کے نیچے رکھی رہیں گی وہ برابر سوتا رہے گا۔

(۴۲) کچھ کھانے سے قبل انسان کا تھوک کیڑے مکوڑے کے کاٹنے اور ڈسنے میں لگانا بے حد مفید ہے۔ اسی طرح درد اور مسہ وغیرہ میں بھی مفید ہے۔

(۴۳) عورتوں کا دودھ شہد میں ملا کر پینے سے پتھری مثانہ میں ٹوٹ جاتی ہے۔

(۴۴) اگر کسی کو باؤلے کتے نے کاٹ لیا ہو تو اس پر پیشاب لگانا مفید ہے۔

(۴۵) بعض اطباء کہتے ہیں کہ اگر کتے کا کاٹا ہوا آدمی کسی تندرست آدمی کا خون نوش کر لے تو اسی وقت شفایاب ہو جائے گا۔

چنانچہ شاعر نے کہا ہے ؎

اَحلاَ مُکُمْ لِسَقَامِ الْجَھْلِ شَافِیَۃٌ كَمَا دَمَاءُ كُمْ تَبْرِی مِنَ الْكَلْبِ

تمہاری نیندیں جہالت کے مرض کیلئے شفا بخش ہیں اسی طرح تمہارا خون کتے کے کاٹنے میں مفید ہے۔

(۴۶) انسان کے تراشے ہوئے ناخن کو اگر کسی دوسرے کو پیس کر پلا دیا جائے تو وہ فوراً محبت کرنے لگے گا۔ اسی طرح کسی بھی زہریلے جانور کے ڈسنے کے وقت پیشاب پینا فائدہ مند ہے۔

(۴۷) اگر کسی کے انگوٹھے میں شدید قسم کا درد ہو رہا ہو یا کسی قسم کے درد کی لہر پیدا ہوگئی ہو تو اس پر پیشاب لگانا مفید ہے بلکہ پاؤں کے تمام زخموں کیلئے مفید ہے۔ اسی طرح وہ زخم جن میں کیڑے پڑ گئے ہوں تو ان کیلئے پرانا پیشاب بے حد مفید ہے۔ اسی طرح انسان اور بندر کے کاٹے ہوئے زخموں میں بھی پیشاب لگانا بے حد مفید ہے۔

(۴۸) اگر کسی کے خونی زخم ہو تو اس پر پیشاب کر دینے سے خون اسی وقت بند ہو جاتا ہے۔ یہ عمل بھی آزمودہ اور مجرب ہے۔

(۴۹) اگر کسی انسان کا پسینہ غبار الرحاء (یعنی وہ غبار جو چکی میں سے آٹا پیستے وقت اڑ کر دیواروں میں لگ جاتا ہے) میں ملا دیا جائے' پھر اسے ورم شدہ پستانوں میں لگا دیں تو وہ ٹھیک ہو جائیں گے۔ اسی طرح اگر منی میں شہد ملا کر خناق (ایسی بیماری جس میں سانس لینا مشکل ہو جائے) میں لگا دیں تو انشاء اللہ شفا نصیب ہوگی۔

(۵۰) ولادت کے وقت بچے کا پاخانہ لے کر سکھا کر بطور سرمہ لگائیں تو آنکھ کی سپیدی' پردہ اور دھندلاہٹ کیلئے مفید ہے۔

(۵۱) اگر کسی کے پاخانہ بند ہونے کی وجہ سے درد پیدا ہو گیا ہو یا پیشاب بند ہو گیا ہو یا کسی کو قولنج (آنت کی بیماری) کی شکایت ہو تو اسے کسی آدمی کا پاخانہ ایک چنے کی مقدار لے کر شراب کے سرکہ میں ملا کر ان تمام امراض میں نوش کرایا جائے تو نہایت نفع بخش ہوں گے۔ لیکن اگر پاخانہ گرم ہو تو وہ گھوڑا جسے بدہضمی کی شکایت ہو اس کے لئے شفا بخش ہے۔ اسی طرح اگر کسی انسان کے کاٹنے پر فوری طور پر لگا دیں تو نہایت راحت بخش ہے۔ اگر کسی کے کان میں کوئی کیڑا داخل ہو گیا ہو تو کسی روزہ دار کا لعاب قطرہ قطرہ ٹپکانے سے وہ کیڑا باہر آ جاتا ہے۔ اسی طرح اگر روزہ دار کا لعاب چاول کے ساتھ ملا کر بواسیر میں لگا دیں تو انشاء اللہ شفا نصیب ہوگی۔

(۵۲) اگر کسی کو قولنج کی تکلیف ہو تو وہ کسی بچے کی تھوڑی سی ناف کاٹ کر انگوٹھی کے نگ کے نیچے رکھ کر پہننے لگے تو انشاء اللہ قولنج سے شفایاب ہوگا۔

(۵۳) امام ابن زہر کہتے ہیں کہ قولنج کیلئے دوسرا نسخہ یہ ہے کہ کسی ایسے بچے کے دانت (جو اپنی ماں سے پہلا پیدا ہوا ہے) کو لے کر چاندی' یا سونے کی انگوٹھی کے نگ کے نیچے رکھ دیں بشرطیکہ اس کا نگ بھی چاندی' یا سونے کا ہو تو اس انگوٹھی کے پہننے والے کو قولنج سے شفا نصیب ہوگی۔

(۵۴) اگر کوئی عورت انسان کے بالوں کی دھونی لے تو وہ رحم کے ہر قسم کے امراض سے محفوظ رہے گی۔ اسی طرح اگر کوئی عورت پہلا بچہ پیدا ہونے کے بعد نفاس کو اپنے تمام بدن میں لگا لے تو جب تک زندہ رہے گی وہ حاملہ نہیں ہوگی۔ اسی طرح پہلے بچے کی ولادت کے بعد زمین میں گرنے سے پہلے کے دانت انگوٹھی کے نگ کے نیچے رکھ دیں پھر انگوٹھی کو کوئی عورت پہن لے تو وہ بھی حاملہ نہیں ہو سکتی۔

(۵۵) عورت کا پسینہ خارش اور کھجلی کے لئے بہت فائدہ مند ہے۔

(۵۶) اگر کسی انسان کے پیشاب کو انگور کی راکھ میں ملا کر کسی زخم پر رکھ دیں جس سے خون بند نہ ہو رہا ہو تو انشاء اللہ اسی وقت خون بند ہو جائے گا۔

(۵۷) اگر کسی کے ڈاڑھی نہ آ رہی ہو تو کلونجی اور عیثوم کی راکھ کو کسی زیتون کے پرانے تیل میں ملا کر لگانے سے ڈاڑھی کے بال اگنا شروع ہو جاتے ہیں۔

(۵۸) اگر کسی کو برص' یا جسم میں ظاہری داغوں کی شکایت' یا کسی باؤلے کتے نے کاٹ لیا ہو تو حیض کا خون لگانے سے ان تینوں شکایات سے شفا نصیب ہو گی۔

(۵۹) امام قزوینیؒ نے کہا ہے کہ اگر کسی کی نکسیر پھوٹ گئی ہو تو ایک کپڑے کے ٹکڑے میں اس کا نام اسی کے خون سے لکھ لے پھر اسے اس کی دونوں آنکھوں کے سامنے رکھ دیا جائے تو نکسیر فوراً بند ہو جائے گی۔

(۶۰) جس وقت بکارت کا خون بہنے لگے تو وہ خون پستانوں میں لگانے سے پستان بڑے نہیں ہوتے۔

قاعدہ: اطباء کہتے ہیں کہ بانجھ پن معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ لہسن کو ایک روئی کے ٹکڑے میں لے کر عورت اپنی اندام نہانی (شرمگاہ) میں سات گھنٹے رکھے۔ چنانچہ اگر عورت کے منہ سے لہسن کی بو آنے لگے تو اس کا علاج دواؤں کے ذریعے کیا جا سکتا ہے۔ علاج کرنے پر وہ عورت انشاء اللہ حمل کے قابل ہو جائے گی لیکن اگر بو نہ آئے تو عورت کو لاعلاج سمجھے۔ امام رازی[1] کہتے ہیں کہ یہ نسخہ آزمودہ اور مجرب ہے۔

تعبیر (۱) اگر خواب میں کوئی انسان نظر آئے تو دیکھنے والا حقیقت میں اسی شخص معین ہی کو دیکھتا ہے چاہے مرد کو دیکھے' یا عورت کو' دیکھنے والے کا ہم نام ہو' یا اس کے مشابہ ہو لیکن اگر خواب میں کوئی ناواقف آدمی نظر آئے تو گویا وہ دشمن ہے۔

(۲) کسی بوڑھے آدمی کو خواب میں دیکھنا خوش بختی ہے۔ اس کے علاوہ کبھی کبھی بوڑھے آدمی کو دیکھنے سے دوست سے تعبیر دیتے ہیں۔ اگر کسی نے بوڑھے' لاغر آدمی جس میں بڑھاپے کے آثار نمایاں نہ ہوئے ہوں' سپیدی وغیرہ نظر نہ آئے کو دیکھا تو اس کی

[1] امام فخر الدین رازی: (المولود ۱۱۴۹ء المتوفی ۱۲۰۹ء) ابوعبداللہ محمد بن عمر بن الحسین۔ اسلام کے مشہور ترین علمائے دین و مفسرین میں سے ایک سربرآوردہ عالم بمقام رے میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد ضیاء الدین ابوالقاسم اپنے شہر کے خطیب تھے اسی لئے بیٹے کا لقب ابن الخطیب ہو گیا۔ ادب اور دینیات کی تعلیم سے فراغت کے بعد فخر الدین خوارزم چلے گئے جہاں وہ معتزلہ کے خلاف مناظروں میں مسلسل مشغول رہے جنہوں نے انہیں ملک چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ ماوراء النہر پہنچے تو وہاں بھی ایسی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ چنانچہ رے واپس آ کر انہوں نے شہاب الدین غوری سے تعلقات استوار کئے جس نے ان پر اعزازات اور دولت کی بارش کر دی۔ ان کی ذکاوت' ذہانت' ان کے زبردست حافظے' ضابطہ پسند ذہن اور سلامت عقل و فکر نے انہیں ایک ایسا معلم بنا دیا تھا جسے سارے وسط ایشیا میں شہرت حاصل تھی۔ رازی نے مسلک اہل سنت والجماعت کے دفاع میں غیر معمولی انہماک دکھایا جس کی وجہ سے ان کے بہت سے دشمن پیدا ہو گئے۔ معتزلہ کے علاوہ انہیں کرامیہ سے بھی واسطہ پڑتا تھا تاہم اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ رازی ایک بہت بڑے فلسفی اور علم الکلام کے عالم بے بدل تھے۔ بعد میں آنے والے عظماء جن میں خصوصیت سے امام ابن تیمیہؒ بھی شامل ہیں' ان سے متاثر ہوئے۔ امام رازیؒ کی تصنیفات کی فہرست بہت طویل ہے جن کا تعلق زیادہ تر کلام' فلسفہ' فقہ اور تفسیر سے ہے۔ اہم تصنیفات یہ ہیں۔ (۱) اساس التقدیس فی علم الکلام (۲) لوامع البینات والصفات (۳) شرح الاشارات (۴) المعالم فی اصول الدین (۵) مفاتیح الغیب المعروف بہ تفسیر کبیر (۶) مناظرات المباحث المشرقیہ (شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا' صفحہ ۱۲۲۲)

تعبیر یہ ہوگی وہ شخص خوش نصیب اور سعادت مند ہوگا۔

(۳) اگر کسی نے خواب میں بچوں کو طفولیت میں دیکھا تو اس کی تعبیر قرآن پاک کی اس آیت سے نکالی جاتی ہے "فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ" (سورہ مریم) پھر حضرت مریم ان کو (یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو گود میں لئے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئیں)

(۴) خواب میں کسی بالغ آدمی کو دیکھنا خوشخبری اور قوت کی نشانی ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔ "یٰبُشْرٰی هٰذَا غُلٰمٌ" (سورہ یوسف)

(۵) اگر کسی نے کسی خوبصورت بچے کو خواب میں اس حالت میں دیکھا کہ وہ کسی ایسے شہر میں داخل ہورہا ہے جس کا محاصرہ کرلیا گیا ہے یا اس شہر میں داخل ہوا جس میں طاعون یا قحط پڑا ہوا ہے تو اس کی یہ تعبیر ہوگی کہ اس شہر سے محاصرہ اٹھالیا جائے گا' یا طاعون وقحط سے شہر والوں کو پناہ مل جائے گی۔

(۶) اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ شہر میں بارش ہورہی ہے یا زمین سے پانی نکل رہا ہے تو اس کی بھی یہی تعبیر ہوگی کہ شہر کے لوگ مامون ومحفوظ رہیں گے۔ اسی طرح شہر میں کسی فرشتہ کا داخل ہونا شہر والوں کیلئے خوشخبری کی علامت ہوتی ہے۔

(۷) اگر کسی مریض نے خواب میں دیکھا کہ اسے کسی بے ریش لڑکے نے پکڑ لیا ہے یا دیکھنے والے کی گردن ماردی جاتی ہے تو اسے موت کے فرشتے سے تعبیر دی جائے گی۔

(۸) اگر کسی نے خواب میں سرخ زرد رنگ کا نوجوان دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ بخیل لالچی دشمن ہے۔

(۹) اگر کسی نے خواب میں کوئی ترکی نوجوان دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ گویا وہ ایسے دشمن کی شکل میں آیا جس سے امان نہیں مل سکتی یعنی وہ نہایت خطرناک ہوگا۔

(۱۰) اگر کسی نے خواب میں کمزور ولاغر نوجوان دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ گویا وہ کمزور دشمن ہے اور گندم گوں نوجوان کو خواب میں دیکھا تو گویا دیکھنے والے کا کوئی مالدار دشمن ہے۔ اسی طرح سفید رنگ کا نوجوان دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ دینی دشمن ہے۔

(۱۱) اگر کسی نے عورت کو خواب میں دیکھا (چاہے وہ واقف ہو یا ناواقف) تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ گویا وہ دنیا ہے۔ اگر خواب میں کسی حسین عورت کو دیکھا تو گویا وہ اچھی چیز ہے اور اگر عورت خواب میں بری صورت میں آئی ہو تو گویا وہ بری چیز ہے۔

(۱۲) اگر کسی نے خواب میں زانی عورت کو دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ خیر وبرکت کا ذریعہ ہوگی۔ اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معراج کی رات میں میری ملاقات ایک بڑھیا سے ہوئی جس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے تھے تو آپؐ نے اس سے کہا کہ میں نے تجھے تین طلاقیں دیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت سے مراد دنیا لی تھی۔

(۱۳) اگر کسی نے خواب میں اندھیری رات دیکھی تو اس کی تعبیر کالی رنگ کی عورت ہوگی اور اگر خواب میں دن کو دیکھا تو اس کی تعبیر خوبصورت عورت ہوگی۔ اسی طرح اگر کسی نے خواب میں یہ دیکھا کہ اس کے سامنے کالی عورت آ کر غائب ہوگئی ہے' پھر وہ سفید اور خوبصورت شکل میں آتی ہے تو اس کی یہ تعبیر ہوگی کہ تاریکی دور ہوکر صبح روشن ہوجائے گی۔

(۱۴) اگر کسی عورت نے ناواقف نوجوان عورت کو خواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ عورت اس کی دشمن ہے لیکن اگر کسی عورت نے کسی واقف بوڑھی عورت کو خواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر اس عورت کی خوش قسمتی ہے۔ اسی طرح کبھی کبھی عورت سے

تعبیر سال اور برس سے دی جاتی ہے اس لئے کہ اگر کسی نے موٹی عورت کو خواب میں دیکھا تو وہ سال سرسبز وشاداب رہے گا اور اگر کمزور' دبلی عورت کو خواب میں دیکھا تو قحط سالی ہوگی۔ چنانچہ عورت کو سال سے تشبیہ اس لئے دی جاتی ہے کہ عورت کو دو چیزوں میں تشبیہ دی جاتی ہے۔ اوّل تو اس لئے کہ عورت بالکل زمین اور کھیت کی طرح ہوتی ہے چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

''نِسَاءُ کُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ فَاْتُوْا حَرْثَکُمْ اَنّٰی شِئْتُمْ'' (البقرہ)

''تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں پس اپنے کھیت میں جس طرح چاہو آ ؤ''

دوسرے یہ کہ جس طرح زمین سے پیداوار ہوتی ہے اسی طرح عورت بھی بچہ وغیرہ جنم دیتی ہے۔ اسی طرح اگر کسی نے خواب میں زمین یا نقاب پوش عورت کو دیکھا تو دیکھنے والا تنگدستی میں مبتلا ہوگا لیکن اگر کسی نے خواب میں بے نقاب عورت کو دیکھا تو گویا وہ دنیا ہے، اس پر بوجھ نہیں ہوگی۔

(۱۵) عورتیں دنیا میں زینت اور آرائش ہوتی ہیں اگر یہ عورتیں خواب میں دیکھنے والے کی طرف متوجہ ہوگئیں تو گویا دنیا متوجہ ہوگی اور اگر ان کی طرف متوجہ نہ ہوئیں تو گویا دنیا متوجہ نہیں ہوگی۔

(۱۶) اگر کسی نے بدشکل شخص کو خواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے کوئی سنگین معاملہ درپیش ہوگا۔ اگر اس نے خواب میں کالے رنگ کا آدمی دیکھا تو یہ بدقسمتی کی طرف اشارہ ہے۔

(۱۷) اگر کسی نے خواب میں ناواقف خصی آدمی دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ فرشتہ ہے اور دیکھنے والے سے اس کی خواہشات کو دور کرنے آیا ہے۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ خصی ہوگیا ہے تو وہ ذلت کا باعث ہوگا۔

نصرانیوں کا قول ہے کہ اگر کسی نے اپنے آپ کو خواب میں خصی دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ عبادت میں بلند مرتبہ حاصل کرے گا' یا اسے پاکدامنی کی بشارت حاصل ہوگی۔

(۱۸) اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس نے کسی کے سر میں سے گوشت کھایا' یا اس کے بالوں کو ہاتھ میں لے لیا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے کو کسی مالدار آدمی سے مال حاصل ہوگا۔

(۱۹) اگر کسی نے خواب میں اپنے چہرے کو بڑے قسم کا دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ دیکھنے والے کو کسی ریاست کا بادشاہ بنایا جائے گا۔ اگر کسی نے خواب میں یہ دیکھا کہ اس نے اپنی گردن کو جدا کر دیا ہے تو اس کی مختلف تعبیر دی جائیگی۔ اگر خواب دیکھنے والا غلام تھا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ اگر غمگین تھا تو اس کا غم دور ہو جائے گا۔ اگر مریض تھا تو اسے شفا نصیب ہوگی لیکن اگر وہ کسی کا خادم' یا نوکر تھا تو وہ اپنے مالک سے الگ ہو جائے گا۔

(۲۰) اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے سر کو پتھر سے کچل رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ عشاء کی نماز سے غافل ہوگیا تھا۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس کا چہرہ کتے کی مثل ہے' یا یہ دیکھا کہ اس کا چہرہ گھوڑا' گدھا' اونٹ یا خچر جیسا ہوگیا ہے' یا یہ دیکھا کہ اس کا چہرہ ان چوپائے اور مویشی جیسا ہوگیا ہے جو انسانوں کے کام میں مصروف رہتے ہیں یا باربرداری کرتے ہیں اور ہر قسم کی مشقت برداشت کرتے ہیں تو گویا ان خوابوں کا دیکھنے والا مشقت اور پریشانی میں مبتلا ہوگا۔ اس لئے کہ یہ تمام جانور مشقت اٹھانے

والے اور انسانوں کی بار برداری کیلئے پیدا کئے گئے ہیں۔

(۲۱) اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس کا چہرہ پرندے کی طرح ہو گیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ دیکھنے والا زیادہ سفر کرے گا۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ خود اس کے ہاتھ میں آ گیا ہے اور اس کے سر کی جگہ کسی اور کا سر لگا ہوا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ دیکھنے والا غلط قسم کے کاموں میں اصلاحی کارنامے انجام دے گا۔

(۲۲) اگر کسی نے خواب میں یہ دیکھا کہ اس نے کسی ایسے جانور کا کچا گوشت کھایا ہے جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا تو اس کی یہ تعبیر ہوگی کہ اس کی عمر طویل ہوگی۔ خواب میں کسی کے چہرے یا سر کا دیکھنا ریاست یا سرداری کی علامت ہے۔ نیز کبھی کبھی اس کی تعبیر جمع پونجی اور اصل رقم سے بھی کی جاتی ہے۔ اگر کسی نے ماقبل کی مذکورہ چیزوں کو تھوڑی بہت ترمیم نقص یا زیادتی کے ساتھ دیکھا تو اس کی تعبیریں انہیں مذکورہ بالا چیزوں ہی سے نکالی جائیں گی۔ اگر کسی نے خواب میں یہ دیکھا کہ اس کا چہرہ شیر کی طرح ہو گیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ دیکھنے والے کے اندر اگر صلاحیت ہوگی تو وہ سلطنت ولایت یا عزت حاصل کرے گا۔

(۲۳) اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ کسی انسان کا گوشت کھا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ دیکھنے والا اس کی غیبت کیا کرتا تھا۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے آپ کو کھا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ دیکھنے والا چغل خور ہے۔ بعض معبرین نے کہا ہے کہ اگر کسی نے خواب میں کچا گوشت کھایا ہو تو اسے مال وغیرہ میں نقصان ہوگا۔ خواب میں پکے ہوئے گوشت کی تعبیر مال و دولت وغیرہ ہوگی۔

(۲۴) اگر کسی عورت نے خواب میں دیکھا کہ وہ کسی دوسری عورت کا گوشت کھا رہی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ آپس میں مباشرت کرتی ہیں لیکن اگر خواب دیکھنے والی عورت اپنا گوشت کھا رہی ہو تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ زنا کے کاموں میں ملوث ہے۔

(۲۵) اگر کسی نے خواب میں دبلی پتلی گائے کا گوشت دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ دیکھنے والا بیمار ہو جائے گا۔ خواب میں مختلف اقسام کے گوشت وغیرہ کو مختلف جانداروں ہی کی طرف منسوب کیا جائے گا چنانچہ سانپ کے گوشت کو دیکھنا دشمن کے مال و دولت سے تعبیر دی جائے گی۔ لیکن اگر کچا گوشت دیکھا ہوگا تو یہ غیبت کرنے کی طرف متنبہ کرتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی نے خواب میں درندے کا گوشت دیکھا تو اس کی یہ تعبیر ہوگی کہ اس کو کسی حاکم کی جانب سے مال ملے گا۔ اسی طرح اگر خواب میں خونخوار درندوں یا پرندوں اور خنزیر کے گوشت کو دیکھا تو اس کی تعبیر مال حرام ہوگی۔

انسان الماء (دریائی انسان)

انسان الماء (پانی کا انسان) یہ بھی ہمارے جیسے انسان کے مشابہ ہوتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ پانی کے انسان کے دم ہوتی ہے۔ شیخ قزوینیؒ نے کہا ہے کہ ایک مرتبہ پانی کا آدمی ہمارے بادشاہ مقدر کے زمانہ میں نکل آیا تھا (جیسے کہ ہم نے اپنی کتاب میں اسکا تفصیلی ذکر کیا ہے)

بعض حکماء نے کہا ہے کہ دریائے شام میں یہ پانی کا انسان بعض اوقات اسی (ہمارے جیسے) انسان کی شکل وصورت میں دکھائی دیتا ہے۔ اس کی سفید ڈاڑھی بھی ہوتی ہے'لوگ اسے ''شیخ البحر'' کہتے تھے چنانچہ جب لوگ اسے خواب میں دیکھتے تو اس کی تعبیر شادابی وغیرہ ہوتی۔

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ایک پانی کا انسان بعض بادشاہوں کے دربار میں لایا گیا تو وہ بادشاہ اس آدمی سے اس کے حالات معلوم کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ بادشاہ نے پانی کے انسان کی شادی ایک عورت سے کردی۔ اس عورت سے ایک لڑکا پیدا ہوا جو ماں باپ کی گفتگو کو سمجھ لیتا تھا۔ ایک مرتبہ بادشاہ نے لڑکے سے سوال کیا کہ تمہارے والد کیا باتیں کررہے ہیں تو اس نے جواب دیا کہ میرے والد یہ کہہ رہے ہیں کہ تمام جانوروں کی دم ان کے پچھلے حصہ میں ہوتی ہے لیکن میں ان لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ (ان کی دم) ان کے چہرے میں ہے۔

اس کی تفصیل عنقریب انشاء اللہ ''باب الباء'' میں ''نبات الماء'' کے عنوان میں آئے گی۔

الحکم حضرت لیث بن سعدؒ سے دریائی انسان کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ دریائی انسان (کا گوشت) کسی بھی حالت میں نہیں کھایا جاسکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اَلْاَنْقَدُ

اَلْاَنْقَدُ (نون میں سکون قاف اور دال میں زبر ہے) اس کے معانی قنفذ (سیہی) کے ہیں۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں ''**فُلاَنٌ بلَيْلِ اَنْقَدَ**'' (فلاں آدمی نے سیہی کی مانند رات گزاری ہے) یعنی وہ سویا نہیں۔ اس لئے کہ سیہی پوری رات جاگتی رہتی ہے۔ اس کی تفصیل عنقریب ''باب القاف'' میں ''قنفذ'' کے عنوان میں آجائے گی۔

امام میدانیؒ نے کہا ہے کہ ''انقد'' اسم معرفہ ہے اس میں لام اور الف داخل نہیں ہوتا اور یہ لفظ ''انقد'' اسی کیلئے استعمال کریں گے جو رات بھر جاگتا ہو سوتا نہ ہو۔ بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ ''انقد'' نقد سے مشتق ہے اس لئے جس کے دانت اور ڈاڑھ میں درد ہو رہا ہو اسے بھی ''انقد'' کہہ دیتے ہیں۔ چنانچہ یہ شخص (یعنی دانتوں کو) ہلاتا رہتا ہے جس کی بنا پر اسے رات بھر نیند نہیں آتی۔

فائدہ (۱) اگر کسی کی ڈاڑھ میں درد ہو رہا ہو تو مندرجہ ذیل کلمات لکھ کر پہن لے تو درد سے شفا نصیب ہوگی۔ یہ نسخہ بھی مجرب اور آزمودہ ہے۔ کلمات یہ ہیں۔

''وَضَرَبَ لَنَا مَثَلاً وَنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَنْ يُحْيِيُ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيم قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِيْ أَنْشَأَهَا اَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْم مَحْوُصَهُ سَمَهُ وَلَهَا وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم جَهْكَرْ طكفوم طٰسٓمٓ طٰسٓ طٰسٓمٓ حٰمٓ حٰمٓ حٰمٓ حٰمٓ حٰمٓ حٰمٓ حٰمٓ أُسْكُنْ اَيُّهَا الْوَجْعُ بِالَّذِيْ سَكَنَ لَهُ مَا فِيْ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ البقس تقس قسا مسقس ان البهربهر هر وراب''

(۲) ڈاڑھ کے درد کیلئے دوسرا عمل یہ ہے کہ جس وقت ڈاڑھ میں درد محسوس ہو تو مندرجہ ذیل حروف ''ح ب ر ص لا و ع م

لا'' کو دیوار پر لکھ کر جس شخص کے درد ہو اس سے یہ کہا جائے کہ تم اپنی انگلی اپنی ڈاڑھ میں رکھ لو۔ پھر ایک کیل کو سب سے پہلے حرف میں رکھ کر آہستہ آہستہ دبایا جائے۔ پھر کیل کو دبانے والا لکھتے اور دباتے وقت یہ کلمات پڑھے۔

''وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا وَلَهٗ مَاسَكَنَ فِی اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ''

پھر کیل کو دباتے وقت پوچھتا رہے کہ درد ٹھیک ہوگیا۔ اگر یہ کہہ دے کہ ہاں ٹھیک ہوگیا تو پھر کیل کو زور سے دبائے لیکن اگر وہ یہ کہے کہ درد ابھی ٹھیک نہیں ہوا تو پھر کیل دوسرے حرف میں منتقل کرتا رہے یہاں تک کہ تمام حروف ختم ہو جائیں۔ پھر جس حرف پر درد ٹھیک ہو جائے تو اس حرف پر کیل کو زور سے دبائے۔ یہ عمل ایسا ہے کہ اس کا بارہا تجربہ کیا گیا ہے چنانچہ کسی نہ کسی حرف پر ضرور درد ٹھیک ہو جائے گا اور جب تک کیل کو دبائے رکھیں گے تو درد ٹھیک ہو جائے گا اور جب ہٹالیں گے تو درد واپس آ جائے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ملحوظ رکھے کہ ح۔ ع اور م میں کیل کو درمیان حروف میں رکھیں گے بقیہ تمام حروف میں کیل کو نیچے رکھیں گے۔ یہ عمل بھی مجرب اور آزمودہ ہے۔ اس مجرب عمل کو بعض حضرات نے نظم کے طور پر پیش کیا ہے۔

وللضرس فاكتب فی الدار مفرقا بماجمعه جبر صلاء وعملا

اور یہ کلمات ڈاڑھ کے درد کیلئے دیوار میں علیحدہ علیحدہ لکھو جیسے روشنائی نے جمع کر دیا ہے۔

ومره على الوجوع يجعل اصبعا وضع انت مسمار اعلى الحرف اولا

اور جس شخص کے ڈاڑھ میں درد ہو تو وہ درد کی جگہ انگلی رکھ لے اور تم سب سے پہلے حرف پر (بطور عامل) کیل رکھو۔

ودق خفيفا ثم سله ترى به سكونا نعم ان قال بلغه موصلا

اور کیل کو آہستہ آہستہ دباؤ اور پوچھو کہ سکون مل رہا ہے یا نہیں؟ اگر وہ جواب میں کہے ہاں تو کیل کو اور زور سے دباتے رہو۔

وان قال لا فنقله ثانی حرفه وفی كل حرف مثل ماقلت فافعلا

اور اگر وہ کہے کہ سکون نہیں ملا تو تم کیل کو اٹھا کر دوسرے حرف میں منتقل کرتے رہو۔ پھر ہر حرف پر کیل دبا کر پہلے کی طرح عمل کرو۔

وفی سورة الفرقان تقرأ ساكنا كذا آية الانعام فاتل موتلا

اور سورہ فرقان کی تلاوت کرو اسی طرح اس آیت کی تلاوت کرو جو سورہ انعام میں ہے۔

وتترک ذاالمسمار فی الحيط مثبتا مدى الدهر فالا سقام تذهب والبلا

اور کیل کی نوک کو ڈاڑھ میں ایک ایک زمانہ تک قاعدے سے دبائے رکھو تو دانت کی بیماریاں اور دوسری تکالیف دور ہو جاتی ہیں۔

فخذها أخی كنز الديک مجربا ذخيرة أهل الفضل من خيرة الملا

پس اے میرے بھائی یہ نسخہ مجرب ہے اسے یاد رکھو۔ یہ تیرے پاس خزانہ ہے اور اچھے لوگوں کیلئے ذخیرہ اور توشہ بھی ہے۔

اور جب اسامہ بن منقذ نے اپنی ڈاڑھ نکلوادی تھی تو انہوں نے اس سلسلے میں حیرت انگیز اشعار کہے تھے۔ یہ اشعار بھی اسی کے متعلق ہیں۔

اصبر اذا ناب خطب وانتظر فرجا ياتی به الله بعد الريب والياس

زمانہ کی گردش قید کر لے تو اس کی کشادگی کا انتظار کر۔ اللہ تعالیٰ تنگی کے بعد آسانی عطا فرماتا ہے۔

ان اصطبار ابنة العنقود اذجبست — فی ظلمة القار أداها الی الکاس

اگر یہی صبر کرتی گھنگھور تاریکی میں تو اسے بھی امید کا جام حاصل ہو جاتا۔

یہ اشعار بھی اسی کے متعلق ہیں۔

من یرزق الصبرنال بغیته — ولا حظته السعود فی الفلک

جو شخص صبر کرتا ہے وہ اپنا مقصود پالیتا ہے اور وہ آسمان میں بلندیاں دیکھنے لگتا ہے۔

ان اصطبار الزجاج حین بدا — للسبک أدناہ من فم الملک

شیشہ جب بنتا ہے تو صبر سے کام لیتا ہے اس لئے وہ بادشاہ کے لبوں کے قریب ہوجاتا ہے۔

وصاحب لا أمل الدھر صحبته — لیشقی لنفعی ویسعی سعی مجتھد

اور یہ ایک ہمارا ساتھی (یعنی ڈاڑھ) جس کی صحبت سے زمانے میں کوئی امید نہیں کی جاتی حالانکہ وہ میرے فائدے کیلئے ایک کوشش کرنے والے کی طرح کوشش کرتا ہے۔

لم ألقه مذتصاحبنا فمذ وقعت — عینی علیه افترقنا فرقة الابد

میں نے اس سے ملاقات نہیں کی جب سے وہ ہمارا ساتھی ہوا ہے تو جب میری نگاہ اس پر پڑی تو ہم دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔

اَلْاِنْکِلَیْس [1]

اَلْاِنْکِلَیْس (لام اور ہمزہ میں زبر اور زیر دونوں پڑھے جاسکتے ہیں) یہ اس مچھلی کو کہتے ہیں جو سانپ کی طرح ہوتی ہے۔ اس کی غذا ردی چیزیں ہوتی ہیں۔ عربی میں اس کا دوسرا نام ''الجری'' ہے۔ (انشاء اللہ اس کا ذکر ''باب الجیم'' میں الجری کے عنوان سے آئے گا) اس مچھلی کا نام مار ماہی بھی ہے۔ (اس کا تذکرہ انشاء اللہ ''باب الصاد'' میں الصید کے عنوان کے تحت آئے گا) امام بخاری نے اس مچھلی کا ذکر صحیح بخاری میں کیا ہے۔

حضرت علیؓ کی حدیث میں مذکور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمارؓ کو بازار بھیجا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مار ماہی کو نہ خریدنا۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''مار ماہی'' سے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے لیکن اس حدیث سے اس کی حرمت کی تصریح نہیں ہوتی۔ ''الانکلیس'' ''الانقلیس'' (الف اور لام میں زبر کے ساتھ بعض نے الف اور لام کے ساتھ اور بعض نے الف اور لام دونوں میں زیر کے ساتھ نقل کیا ہے) امام زمخشریؒ نے کہا ہے کہ بعض حضرات نے ''انکلیس'' کا دوسرا نام ''الشلق'' (نرم کانٹوں والی مچھلی) نقل کیا ہے۔ ابن سیدہ نے کہا ہے کہ ''انکلیس'' اس مچھلی کو کہتے ہیں جس کی شکل وصورت عام مچھلیوں کی طرح ہوتی ہے لیکن فرق صرف یہ ہے کہ اس مچھلی کی دم کے پاس مینڈک کی طرح دو پاؤں ہوتے ہیں لیکن ہاتھ نہیں ہوتے۔ یہ مچھلی اکثر بصرہ کے دریاؤں میں پائی جاتی ہے۔

[1] الانکلیس۔ مار ماہی۔ (المنجد صفحہ ۲٦)

الانن

الانن (الف میں پیش اور دونون ہیں) یہ اس پرندے کا نام ہے جو ہلکے کالے رنگ کا ہوتا ہے نیز اس پرندے کے دبسی طوق کی طرح ایک طوق بھی دکھائی دیتا ہے۔ اس کے دونوں پاؤں سرخ اور چونچ کبوتری کی طرح ہوتی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس پرندے کی چونچ سیاہ رنگ کی ہوتی ہے۔ یہ اپنی آواز (اوہ اوہ) کراہنے کی طرح نکالتا ہے۔ (حکاہ فی الحکم)

الانیس [1]

الانیس (آبی پرندہ) اس کو تیر انداز ''الانیسة'' کہتے ہیں۔ ''الانیس'' اس پرندہ کو کہتے ہیں جس کی نگاہ تیز اور آواز اونٹ کی مانند ہوتی ہے۔ یہ پرندہ دریائی علاقوں میں پایا جاتا ہے جہاں پانی کے ساتھ ساتھ درخت بھی بکثرت ہوتے ہیں۔ اس پرندہ کا رنگ خوبصورت اور دلکش ہوتا ہے۔ اس پرندے کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی کیلئے معاش کی تیاری بہت اچھی طرح کرتا ہے۔ ارسطو نے کہا ہے کہ یہ پرندہ ''شرقراق'' [2] اور کوے سے مل کر پیدا ہوتا ہے۔ اس کا رنگ کھلا اور نکھرا ہوا ہوتا ہے نیز یہ پرندہ انسانوں سے محبت رکھتا ہے۔ اس پرندے میں ادب و تربیت قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ اس پرندے کی آواز عجیب قسم کی ہوتی ہے اور کبھی کبھی تو ''قمری'' کی طرح عمدہ قسم کی آواز نکالتا ہے اور یہ کبھی کبھی گھوڑے کی طرح ہنہنا کر آواز نکالتا ہے۔ یہ پرندہ اپنے کھانے میں گوشت اور میوہ وغیرہ استعمال کرتا ہے۔ اس کا رہن سہن زیادہ تر اس جگہ ہوتا ہے جہاں پانی کے ساتھ ساتھ گھنے درخت بھی ہوتے ہیں۔

الحکم اس پرندے کا گوشت حلال ہے اس لئے کہ یہ پاکیزہ ہے لیکن اس میں حرمت کی علت بھی نکالی جا سکتی ہے۔ اس لئے کہ یہ پرندہ گوشت کھاتا ہے اس کے علاوہ یہ پرندے کوے اور ''شرقراق'' کے ملنے سے پیدا ہوتا ہے۔

الانوق (عقاب) [3]

الانوق بروزن ''فعول الرخم'' [4] یہ ہلکے کالے رنگ کا پرندہ ہوتا ہے جس کے سر میں چوٹی سی ہوتی ہے یا وہ پرندہ ہے جس کی چونچ زرد رنگ کی ہوتی ہے اور اس کے سر میں بال بالکل نہیں ہوتے۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس پرندے کی چار عادتیں قابل تحسین ہوتی ہیں۔ یہ پرندہ اپنے انڈوں کی حفاظت، بچوں کی پرورش

---

[1] الانیس: ایک آبی پرندہ جس کی آواز گائے سے مشابہ ہے۔ نیز اس کا ایک معنی مرغ بھی کیا گیا ہے۔ (مصباح اللغات صفحہ ۴۲)

[2] الشَرقُرَق والشَرقُراق والشَرقِراق والشِقِرّاق۔ ایک چھوٹا پرندہ۔ عوام اس کو "شُقرُق" کہتے ہیں۔ (المنجد صفحہ ۵۲۳)

[3] اردو۔ عقاب بنگالی۔ ایگول بلوچی۔ وقاب پشتو۔ عقاب پنجابی۔ عقاب سندھی۔ عقاب کشمیری۔ گرید۔ (ہفت زبانی لغت صفحہ ۳۶۵)

[4] الرخم۔ گدھ اس کا واحد رخمۃ ہے۔ (مصباح اللغات صفحہ ۲۸۵) انگریزی۔ EAGLE (کتابستان اردو انگلش ڈکشنری صفحہ ۳۳۶)

وحفاظت کرتا ہے' بچوں سے محبت کرتا ہے۔ اس پرندہ میں سب سے خاص بات یہ ہے کہ وہ اپنے زوج (نر) کے علاوہ کسی اور کو جفتی کرنے کی قدرت نہیں دیتی۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں "ابعد من بیض الانوق" (عقاب کے انڈوں سے بھی زیادہ دور) "هو اغر من بیض الانوق" (شکرہ کے انڈوں سے زیادہ نایاب) یہ دونوں مثالیں اس چیز کیلئے بولی جاتی ہیں جس کا حصول ناممکن ہو اس لئے کہ مشہور ہے کہ شکرہ یا عقاب کے انڈوں تک رسائی نہیں ہوتی کیونکہ وہ پہاڑ کی چوٹیوں اور دشوار گزار گھاٹیوں میں انڈے دیتا ہے۔ ان تمام خصوصیات کے باوجود وہ بے وقوف ہوتا ہے چنانچہ عرب شاعر نے یہ کہا ہے کہ:

وذات اسمین والا لوان شتی — وتحمق وهی کیسة الحویل

اس کے دو نام ہیں اور اس کا رنگ مختلف ہے اور وہ لٹکی ہوئی تھیلی کی طرح بے وقوف ہوتا ہے۔

ایک دوسرے شاعر نے کہا ہے۔

وکنت اذا استو دعت سرا کتمته — کبیض أنوق لا ینال لها وکر

اور جب میں کسی بھید کو بطور امانت رکھتا ہوں تو اسے ظاہر نہیں ہونے دیتا جس طرح کہ عقاب کے انڈوں کے حصول کیلئے اس کے گھونسلے تک پہنچا نہیں جا سکتا۔

ایک مرتبہ ایک آدمی نے حضرت امیر معاویہؓ سے کہا کہ آپ اپنی والدہ ہندہ سے میری شادی کرا دیجئے تو حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ بھائی میری والدہ تو بانجھ ہوگئی ہیں' انہیں نکاح کی ضرورت نہیں۔ تو اس آدمی نے کہا کہ اگر آپ میری شادی نہیں کرتے تو اس کے عوض مجھے فلاں علاقے کا والی بنا دیجئے۔ حضرت معاویہ نے جواباً یہ شعر پڑھا۔

طلب الا بلق العقوق فلما — أعجزته أراد بیض الانوق

اس نے نر اونٹ کو گابھن کرنا چاہا جو ناممکن تھا گویا کہ وہ عقاب کے انڈوں کی تلاش میں رہا۔

اس شعر کا مفہوم یہ ہے کہ گویا اس آدمی نے ایسی چیز کی فرمائش کی ہے جس کا وقوع مشکل ہے۔ جب آدمی ناممکن چیز کے حصول سے ناامید ہوگیا تو اس نے اس چیز کی فرمائش کی جس کے حصول کی فرمائش کی جا سکتی ہے لیکن یہ چیز بھی باوجود امکان کے ناقابل حصول ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ کے متعلق فرمائشی واقعہ غلط منسوب ہے اس لئے کہ حضرت معاویہؓ کی والدہ محترمہ کا انتقال ۱۴ھ اس سال ہوا جس سال حضرت ابوبکرؓ کے والد ابو قحافہؓ کا انتقال ہوا تھا اس لئے جہاں تک اس مثال کا تعلق ہے تو اس کا پس منظر وہ صحیح معلوم ہوتا ہے جو کہ مورخ ابن الاثیرؒ نے "النہایہ" میں نقل کیا ہے۔ وہ واقعہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہؓ سے ایک آدمی نے یہ گزارش کی کہ جناب والا آپ میرا حصہ متعین کر دیجئے تو حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ بہت اچھا ٹھیک ہے۔ پھر اس نے کہا کہ میرے لڑکے کیلئے بھی خیال رکھئے گا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا بالکل نہیں۔ پھر اس آدمی نے یہ کہا کہ میرے خاندان والوں کا حصہ بھی ہونا چاہئے تو پھر آپ نے وہی جواب دیا کہ بالکل نہیں۔ اس کے بعد حضرت امیر معاویہؓ نے بطور مثال ایک

شاعر کا یہ شعر پڑھا ؎

طلب الابلق العقوق فلما اعجزته اراد بیض الانوق

اس نے نر اونٹ کو گابھن کرنا چاہا جو ناممکن تھا گویا کہ وہ عقاب کے انڈوں کی تلاش میں رہا۔

"**العقوق**" حاملہ اونٹنی کو کہتے ہیں اور "ابلق" نر اونٹ کو کہا جاتا ہے اور نر اونٹ کبھی حاملہ نہیں ہوتا اس لئے امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ اس نے حاملہ نر اونٹ کی فرمائش کی۔

"**بیض الانوق**" (عقاب کے انڈے) یہ مثال ناقابل حصول اور محال چیز کی فرمائش کے موقع پر استعمال کی جاتی ہے۔ امام سہیلیؒ نے "اوائل الروض" میں لکھا ہے کہ "انوق" مادہ عقاب کو کہتے ہیں چنانچہ "اراد بیض الانوق" (فلاں نے عقاب کے انڈے تلاش کئے) یہ مثال اس چیز کیلئے استعمال کی جاتی ہے جس کا حصول ناممکن ہو۔ اس لئے کہ عقاب پہاڑ کی چوٹیوں میں ایسی جگہ انڈے دیتا ہے جہاں سے اس کا حصول ناممکن ہوتا ہے۔ اسی کو ابوالعباس المبرد[1] نے الکامل میں نقل کیا ہے لیکن امام سہیلیؒ نے اس قول پر بے اطمینانی کا اظہار کرتے ہوئے امام خلیل نحوی[2] کا قول بھی نقل کیا ہے کہ خلیل نحوی کہتے ہیں کہ "الانوق" نر عقاب کو کہتے ہیں اور یہی معنی زیادہ قرین قیاس بھی ہے۔ اس لئے کہ نر عقاب کبھی انڈے نہیں دیتا پس جو آدمی عقاب کے انڈوں کی تلاش کرتا ہے گویا کہ وہ ناقابل حصول چیز کے حصول میں وقت صرف کرتا ہے تو یہ ایسا ہی ہو جاتا ہے جیسے کہ کوئی شخص حاملہ نر یعنی گابھن اونٹ کے حصول کا خواہشمند ہو۔ امام قالیؒ نے کہا ہے کہ "**الانوق**" کا اطلاق عقاب کے نر اور مادہ دونوں جنس پر ہوتا ہے۔ (امالی اور انوق کا شرعی حکم عنقریب انشاء اللہ "باب الراء" میں "الرخمۃ" کے عنوان سے آئے گا)

اختتامیہ امام سہیلی کا نام عبدالرحمٰن بن محمد سہیلی خشعمی ہے۔ امام سہیلیؒ مشہور امام اور جلیل القدر عالم تھے۔ امام ابوالخطاب بن دحیہ نے کہا ہے کہ مجھے امام سہیلیؒ نے چند اشعار سنائے ہیں۔ امام ابوالخطاب کہتے ہیں کہ ان اشعار کے واسطے سے کسی نے بھی اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا ضرور قبول کی ہے اور جو اس نے سوال کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو ضرور عطا کیا ہے۔ ان کے اشعار کی بھی یہی تاثیر ہے۔

یامن یری ما فی الضمیر ویسمع انت المعد لکل مایتوقع

---

[1] المبرد النحوی: محمد بن یزید الاکبر ابوالعباس الازدی الثمالی نام ہے اور المبرد النحوی سے مشہور ہیں۔ بصرہ کے رہنے والے فن لغت اور زبان عربی کے امام تھے۔ انہوں نے یہ علوم مازنی اور ابوحاتم السجستانی جیسے اماموں سے حاصل کئے۔ یہ نقل علوم میں ثقہ اور قابل اعتماد تھے، عقلمندی میں لومڑی کا مقابلہ کرتے تھے، ان کی کتاب کا نام الکامل فی الادب ہے، ان کا نام مبرد رکھنے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ گورنر کے ڈر سے انہوں نے ابوحاتم کے پاس ایک کوڑا خانہ کے نیچے چھپ کر جان بچائی تھی۔ مبرد نے ستر سال کی عمر پا کر وفات پائی۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۱۱۔ صفحہ ۲۲۰۔ ۲۲۱، ۲۲۲)

[2] امام خلیل بن احمد البصری النحوی (المولود ۷۱۹ء۔ التوفی ۷۹۱ء) ابوعبدالرحمٰن خلیل بن احمد بن عمرو بن تمام، ایک نحوی اور لغوی۔ خلیل متدین اور پرہیزگار شخص تھا۔ لغت اور نحو میں وہ بصرہ کے دبستان کا مسلمہ رئیس الاساتذہ ہے۔ اس نے ریاضی، موسیقی اور عروض پر بھی کتابیں لکھیں۔ خلیل کو عروض کا موجد سمجھا جاتا ہے۔ اس نے شعر کے اوزان، بحور اور اصطلاحات عروض کو معین اور مدون کیا۔ اسی کا طریقہ آج تک رائج چلا آتا ہے۔ فارسی، ترکی اور اردو کے شعر و سخن میں بھی اسی کو اختیار کر لیا گیا ہے۔ خلیل ہی نے سب سے پہلے عربی کی لغات "کتاب العین" تالیف کی۔ گو عربی نحو میں کوئی تصنیف باقی نہیں رہی مگر اس کے اثر کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ سیبویہ کی "الکتاب" میں دوسرے نحویوں میں سے کل پانچ سو بہتّر شواہد لئے گئے ہیں جس میں پانچ سو بائیس خلیل کے ہیں۔ (شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا صفحہ ۹۱۵)

اے وہ ذات جو دلوں کی باتوں کو دیکھتا اور سنتا ہے تو ہی ہے جو متوقع چیزوں کو مہیا کرسکتا ہے۔

یا من یرجی للشدائد کلھا　　　یامن الیه المشتکی والمفزع

اے وہ ذات جس سے مصیبت میں امید باندھی جاتی ہے۔ اے وہ ذات جس کے دربار میں پریشان وخوفزدہ پناہ لیتے ہیں۔

یا من خزائن رزقه فی قول کن　　　امنن فان الخیر عندک اجمع

اے وہ ذات جس کے قول کن (ہوجا) میں رزق کے خزانے موجود ہیں۔ آپ احسان کیجئے اس لئے کہ تمام بھلائیاں آپ کے پاس ہیں۔

مالی سوی فقری الیک وسیلة　　　فبالا فتقار الیک فقری ارفع

میرے پاس آپ کی خدمت کیلئے فقر وفاقہ کے سوا کوئی وسیلہ نہیں' پس میں تو اپنے فقر کو آپ کی محتاجی کی وجہ سے دور کرتا ہوں۔

مالی سوی قرعی لبابک حیلة　　　فلئن رددت فای باب اقرع

میرے پاس آپ کا دروازہ کھٹکھٹانے کے سوا کوئی بھی حیلہ نہیں۔ اگر آپ نے مجھے لوٹا دیا تو پھر کون ہے جس کے دروازے پر میں آواز لگاؤں گا۔

ومن الذی ادعوا واهتف باسمه　　　ان کان فضلک عن فقیرک یمنع

اے وہ ذات جس کا نام لے کر میں پکارتا اور آواز دیتا ہوں اگرچہ آپ کا فضل اس فقیر پر نہیں ہورہا ہے۔

حاشا لجودک ان تقنط عاصیا　　　فالفضل اجزل والمواهب اوسع

پاکی ہے آپ کی جود وسخا کیلئے اگرچہ وہ کسی گناہ گار کو مایوس کردیتی ہے پس آپ کا فضل وکرم بہت ہے اور آپ کی نعمتیں بہت زیادہ ہیں۔

امام سہیلیؒ کی وفات بصرہ میں ۵۸۱ھ میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

اَلْاِوَزَّۃُ

اَلْاِوَزَّۃُ[1] (الف میں زیر اور واؤ میں زبر ہے) ''اوزہ'' مرغابی یا بڑی بطخ کو کہا جاتا ہے۔ اس کی واحد ''اوزۃ'' اور جمع واؤ نون کے ساتھ ''اوزون'' آتی ہے۔ ابونواس شاعر نے ''اوزۃ'' کا تعارف کراتے ہوئے کہا ہے۔

کانما یصنون من ملاعق　　　صرصرۃ الاقلام فی المھارق

گویا بطخ چمچوں سے سیٹی بجاتی ہے تیز وتند قلم ہیں بے آب وگیاہ میدانوں میں۔

---

(۱) اَلْاِوَزَّۃُ۔ بط یعنی بطخ۔ اس کی جمع اِوَزّ ہے۔ اسی طرح ''اَلْاِوَزَّۃُ'' وہ جگہ ہے جہاں بطخیں بکثرت ہوں۔ (المنجد صفحہ ۶۷) انگریزی DUCK (انگلش ڈکشنری صفحہ ۷۹) اردو۔ بطخ: بنگالی۔ ہانش: بلوچی۔ بٹ: پشتو۔ بطہ: پنجابی۔ بطک: سندھی۔ بدک: کشمیری۔ بطخ: (ہفت زبانی لغت صفحہ ۸۷) انگریزی۔ DUCK (کتابستان اردو انگلش ڈکشنری صفحہ ۱۱۳)

ابونواس عہد عباسیہ میں ایک زبردست شاعر گزرا ہے۔ اس کے بارے میں حیرت انگیز واقعات اور دلچسپ پہیلیاں مشہور ہیں۔ ابونواس نے خمریات پر بہترین شعر کہے ہیں۔ ابونواس کا نام الحسن بن ہانی بن عبدالاول ہے۔ ابن خلکان نے کہا ہے کہ المامون نے لکھا ہے کہ ابونواس نے دنیا کے متعلق ایسے عجیب وغریب اشعار کہے ہیں کہ خود دنیا بھی نہیں کہہ سکتی۔ چنانچہ اس کے دوشعر یہ ہیں۔

الا کل حتی ھالک وابن ھالک ۔۔۔ وذونسب فی الھالکین عریق

خبردار ہر جاندار ہلاک ہونے والا اور ہلاک ہونے والے کا بیٹا ہے اور حسب ونسب والے ہلاک ہونے والوں میں زیادہ باعزت ہیں۔

اذا امتحن الدنیا لبیب تکشفت ۔۔۔ لہ عن عدو فی ثیاب صدیق

جب کوئی دانشور دنیا کو آزماتا ہے تو اس کے نزدیک دوست نما دشمن کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔

المامون نے یہ بھی کہا ہے کہ جس نے معنی خیز اور انوکھے اشعار کہے ہوں وہ ابونواس کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔ یہ بھی غور کیجئے کہ ابونواس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کتنا اچھا گمان رکھتا ہے۔ بطور نمونہ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

تکثر ما استطعت من الخطایا ۔۔۔ فانک بالغ ربا غفورا

تو جی بھر کر گناہ کرتا جا اس لئے کہ تو بخشش کرنے والے رب کے ہاں پہنچنے والا ہے۔

ستبصر ان وردت علیہ عفوا ۔۔۔ وتلقی سیدا ملکا کبیرا

تو دیکھ لے گا عفو وکرم کو اگر تو ان کے دربار میں حاضر ہوا اور شہنشاہ معظم سے ملاقات کرے گا۔

تعض ندامۃ کفیک مما ۔۔۔ ترکت مخافۃ النار الشرورا

تو شرمندگی کی وجہ سے اپنی ہتھیلیوں کو ملے گا ان برائیوں کی وجہ سے جن کو تو نے آگ کے خوف سے چھوڑ دیا ہے۔

خواب محمد بن نافع نے کہا ہے کہ میں نے ابونواس کے انتقال کے بعد انہیں خواب میں دیکھا تو میں نے آواز دی۔ ابونواس! انہوں نے کہا کہ یہ کنیت سے پکارنے کا وقت نہیں ہے۔ میں نے کہا اچھا اے الحسن بن ہانی۔ انہوں نے کہا جی ہاں اب فرمایئے۔ میں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے؟ ابونواس نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے میری ان اشعار کی وجہ سے بخشش فرمادی ہے جو میں نے مرنے سے قبل کہے تھے اور وہ اشعار میرے تکیے کے نیچے رکھے ہوئے ہیں۔

محمد بن نافع نے کہا کہ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو میں سیدھا ابونواس کے گھر آیا اور ان کے گھر والوں سے پوچھا کہ بھائی ابونواس نے مرنے سے قبل کچھ شعر لکھے تھے۔ وہ کہاں ہیں؟ گھر والوں نے کہا کہ ہمیں اس کا علم نہیں' البتہ اتنا یاد پڑتا ہے کہ انہوں نے اس وقت قلم اور کاغذ منگوایا تھا لیکن وہ کاغذ کا ٹکڑا جس پر اشعار لکھے ہیں ہمیں معلوم نہیں۔

محمد بن نافع فرماتے ہیں کہ یہ سب معلومات کرنے کے بعد میں گھر میں داخل ہوا اور ابونواس کا تکیہ اٹھا کر دیکھا تو کاغذ کے ایک ٹکڑے میں مندرجہ ذیل اشعار لکھے ہوئے تھے۔

یارب ان عظمت ذنوبی کثرۃ ۔۔۔ فلقد علمت بان عفوک اعظم

اے پروردگار! اگر میرے گناہ بہت زیادہ ہیں پس مجھے بھی اس کا علم ہے کہ تیرا دامن عفو بہت وسیع ہے۔

ان کان لایرجوک الامحسن — فمن الذی یدعو ویرجو المجرم

اگر آپ سے صرف نیک لوگ ہی امید رکھیں تو پھر وہ کون ہے جس سے مجرمین امید رکھیں اور دعا کریں۔

ادعو رب کما امرت تضرعا — فاذا رددت یدی فمن ذا یرحم

میں دعا مانگتا ہوں پروردگار تیرے حکم کے مطابق گریہ وزاری کرتا ہوں' پس اگر تو مجھے جھڑک دے تو کون رحم فرمائے گا۔

مالی الیک وسیلة الا الرجا — وجمیل عفوک ثم انی مسلم

میرے پاس آپ تک پہنچنے کیلئے سوائے امید ودرگزر کے کوئی وسیلہ نہیں پھر اس کے بعد میں سرنگوں ہوں۔

محمد بن نافع نے کہا ہے کہ ابونواس سے ان کے نسب کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ میرا ادب میرے نسب سے بالاتر ہے۔ابونواس کا انتقال ۱۹۴ھ میں ہوا۔

بڑی بطخ کی خصوصیات (۱) بطخ تیرنا اچھی طرح جانتی ہے۔(۲) بطخ کے بچے انڈوں سے نکلتے ہی تیرنے لگتے ہیں۔(۳) بطخ جس وقت انڈے سیتی ہے تو اس کا نر اس سے ایک لمحہ کیلئے بھی جدا نہیں ہوتا۔(۴) بطخ کے بچے انڈوں سے آخر ماہ تک نکل آتے ہیں۔

بطخ کے متعلق عجیب وغریب واقعہ حسن بن کثیر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد نے حضرت علیؓ کا دور دیکھا ہے۔ایک دن حضرت علیؓ نماز فجر کیلئے تشریف لارہے تھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے ایک بطخ اپنے چہرے پر تھپڑ مار رہی ہے۔حضرت علیؓ نے فرمایا اسے اس کی حالت پر چھوڑ دو اس لئے کہ یہ نوحہ کررہی ہے۔حضرت علیؓ آگے بڑھے ہی تھے کہ ابن ملجم نے آپ پر وار کر دیا۔حسن بن کثیر کہتے ہیں کہ میرے والد کہتے ہیں کہ اتنے میں میں نے حضرت علیؓ سے عرض کیا اے امیر المومنین! ہمیں اور اس مرادی کو چھوڑ دیجئے نمٹ لیں گے (ابن ملجم کا تعلق قبیلہ بنومراد سے تھا) آپؓ سامنے نہ آیئے۔ان کے لئے کبھی نہ کوئی بکری کھڑی ہوگی اور نہ اونٹنی (یعنی ان کیلئے کوئی مدد کرنے والا نہ ہوگا) حضرت علیؓ نے فرمایا کہ نہیں ایسا نہ کرو البتہ تم ایسا کرو کہ ابن ملجم کو قید کرلو۔اگر میری موت واقع ہوگئی تو اسے قتل کردینا اور اگر میں زندہ رہوں تو زخموں کا بدلہ ان کے برابر ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت ابن خلکان وغیرہ نے لکھا ہے کہ ایک دن خوارج کے کچھ لوگ جمع ہوکر اصحاب نہروان کے متعلق گفتگو کرنے لگے کہ اب ہم ان لوگوں کے قتل ہوجانے کے بعد زندہ رہ کر کیا کریں گے۔چنانچہ عبدالرحمٰن بن ملجم' البرک بن عبداللہ' عمرو بن بکر تمیمی نے آپس میں یہ معاہدہ طے کیا کہ ایک ہی تاریخ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ' حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کردیا جائے۔چنانچہ عبدالرحمٰن بن ملجم بدبخت نے یہ کہا کہ میں اکیلا ہی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے کافی ہوں۔البرک بن عبداللہ نے کہا کہ میں بھی اکیلا حضرت معاویہؓ کیلئے کافی ہوں۔اسی طرح عمرو بن بکر نے بھی کہا کہ میں بھی اکیلا عمرو بن عاصؓ کو قتل کرنے کے لئے کافی ہوں۔چنانچہ ان تینوں نے اپنی اپنی تلواریں اٹھائیں اور 13 رمضان المبارک کو ایک ہی وقت میں حملہ کرنے کا عزم کیا۔عبدالرحمٰن بن ملجم قتل کرنے کے ارادے سے کوفہ آیا۔اچانک اس کی ملاقات قطام نامی عورت سے ہوگئی جس کے باپ اور بھائی یوم النہروان میں حضرت علیؓ کے ہاتھوں جہنم رسید ہوئے تھے۔عبدالرحمٰن بن ملجم نے اس عورت سے کہا کہ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔عورت نے جواب دیا کہ میں تم سے چند شرائط پر نکاح کرسکتی ہوں۔پہلی شرط یہ

ہے کہ میرے لئے بطور مہر تین ہزار درہم ہوں' خدمت کیلئے غلام اور علیؓ کا قتل ۔ ابن ملجم نے کہا کہ میں حضرت علیؓ کو کیسے قتل کر سکتا ہوں ۔ عورت نے کہا کہ دھوکے سے قتل کر دو ۔ اگر تو نے علیؓ کو قتل کر دیا اور تو سلامت رہا تو تو عوام کو ان کے شر سے آرام پہنچائے گا اور تو اپنے اہل وعیال کے ساتھ زندگی گزارے گا اور اگر تو قتل ہو گیا تو جنتی ہو گا اور ایسی جگہ پائے گا جہاں کی نعمتیں کبھی ختم ہونے والی نہیں اور تجھے بھی ایسی جگہ کا خواہش مند ہونا چاہیے ۔ ابن ملجم نے کہا کہ میں کوفہ حضرت علیؓ کو قتل کرنے کے لئے آیا ہوں ۔ چنانچہ ابن ملجم قتل کرنے کے ارادے سے دروازے کے سامنے اوٹ میں بیٹھ گیا جہاں سے حضرت علیؓ نماز پڑھنے کے لئے تشریف لائے تھے ۔ چنانچہ جب حضرت علیؓ نماز فجر کے لئے آنے لگے تو ابن ملجم نے موقع پا کر حضرت علیؓ پر وار کیا تو حضرت علیؓ نے فرمایا رب کعبہ کی قسم میں تو کامیاب ہو گیا' تم لوگ ابن ملجم کو پکڑ لینا ۔ یہ سن کر ابن ملجم نے لوگوں پر حملہ کر دیا' لوگوں نے ابن ملجم کو چھوڑ دیا چنانچہ مغیرہ بن نوفل بن حرث بن عبدالمطلب نے ابن ملجم پر چادر ڈال کر پکڑ لیا اور زمین پر گرا کر اس کے سینے پر بیٹھ گئے ۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ اس حادثہ کے بعد حضرت علیؓ دو دن جمعہ اور ہفتہ تک زندہ رہے ۔ اس کے بعد اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی ۔ ''اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ'' ۔

چنانچہ ابن ملجم کو حسن بن علیؓ نے قتل کر دیا ۔ لوگوں کو جب ابن ملجم کے قتل کی خبر پہنچی تو وہ جمع ہو گئے اور انہوں نے اس کی لاش کو خاکستر کر دیا ۔

البرک بن عبداللہ بھی حضرت امیر معاویہؓ کو قتل کرنے کے ارادے سے نکلا' چنانچہ اس نے حضرت امیر معاویہؓ پر حملہ کیا لیکن کاری ضرب نہیں لگ سکی ۔ البرک بن عبداللہ نے حضرت امیر معاویہؓ کی سرین میں بھالا مارا ۔ حضرت امیر معاویہؓ کے متعلق مورخین نے لکھا ہے کہ ان کے سرین بڑے بڑے تھے جس کی وجہ سے ان کی عرق النکاح کٹ گئی جس کا اثر یہ ہوا کہ اس کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کے ہاں کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی' چنانچہ جب قاتل البرک بن عبداللہ کو گرفتار کیا گیا تو اس سے کہا گیا کہ تمہارے لئے امان اور خوشخبری ہے جس رات حضرت امیر معاویہؓ پر حملہ کیا گیا بالکل اسی رات حضرت علیؓ پر حملہ کیا گیا تھا ۔ یہاں تک کہ یہ بھی خبر موصول ہوگئی ۔ حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے قاتل البرک بن عبداللہ کا ہاتھ اور پاؤں کاٹ کر اسے چھوڑ دیا ۔ چنانچہ بعد میں معلوم ہوا کہ قاتل البرک بن عبداللہ بصرہ چلا گیا اور وہیں زندگی گزارتا رہا ۔ یہاں تک کہ زیاد بن ابیہ (جو امیر معاویہؓ کے دور حکومت میں عراق میں ان کے نائب تھے) کو خبر پہنچی کہ اس قاتل کے ہاں اولاد پیدا ہوئی ہے تو زیاد بن ابیہ نے اسے قتل کر دیا اور کہا کہ اس بد بخت قاتل کے اولاد پیدا ہو اور امیر المومنین حضرت امیر معاویہؓ کے ہاں اولاد نہ ہو یہ کیسے برداشت کر سکتا ہوں ۔ چنانچہ حضرت معاویہ نے زیاد بن ابیہ کیلئے اس بات پر ایک حویلی بنانے کا حکم دیا ۔ تیسرا خارجی عمرو بن بکر تمیمی حضرت عمرو بن عاصؓ کو قتل کرنے کیلئے ان کی گھات میں تھا لیکن اتفاقاً حضرت عمرو بن عاصؓ کے پیٹ میں درد پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے وہ نماز پڑھانے کیلئے مسجد تشریف نہیں لائے ۔ حضرت عمرو بن عاصؓ کی بجائے قبیلہ بنو سہم کے ایک آدمی خارجہ نے نماز پڑھائی ۔ عمرو بن بکر نے خارجہ پر ایک زبردست وار کیا جس سے وہ شہید ہو گئے ۔ قاتل عمرو بن بکر کو گرفتار کر لیا گیا جب اسے حضرت عمرو بن عاصؓ کے پاس لے جایا گیا تو اس قاتل سے ان لوگوں نے پوچھا جو حضرت عمرو بن عاصؓ کی خدمت میں خلافت کے عنوان پر گفتگو کر رہے تھے کہ کیا تم نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو قتل کر دیا ہے؟ عمرو

بن بکر قاتل نے جواب دیانہیں بلکہ میں نے خارجہ نامی شخص کوقتل کیا ہے۔ چنانچہ حضرت عمرو بن عاصؓ نے فرمایا کہ تم نے عمرو بن عاصؓ کے قتل کا ارادہ کیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے خارجہ کا ارادہ کیا تھا۔ پس حضرت عمرو بن عاصؓ نے قاتل کوقتل کر دیا۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس وقت عبدالرحمٰن بن ملجم قاتل کو دیکھتے تو آپ عمرو بن معد یکرب بن قیس بن مشکوح مرادی کے اس شعر سے تشبیہ دیتے ہوئے کہتے ؎

أريد حياته و يريد قتلى — عذيرک من خليلک من مراد

میں اس کی زندگی چاہتا ہوں اور وہ مجھے قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ تمہارے غدار دوست کا تعلق قبیلہ مراد سے ہے۔

بعض اہل علم کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ سے یہ کہا گیا کہ آپ کے اس شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ابن ملجم کو جانتے تھے اور اس کے ارادے سے بھی واقف تھے تو آپ نے اسے پہلے ہی کیوں قتل نہیں کیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں اپنے قاتل کو کیسے قتل کر دیتا۔

حضرت عائشہؓ کو جب حضرت علیؓ کی شہادت کی خبر پہنچی تو انہوں نے یہ شعر کہا ؎

فالقت عصا ها و استقربها النوى — كما قرعينا مالا ياب المسافر

''اس نے اپنی لاٹھی تھک کر ٹیک دی ہے اور اس کی طبیعت میں جدائی نے جگہ پکڑ لی جس طرح کہ مسافر واپس آ کر سکون محسوس کرتا ہے۔''

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ پہلے امام ہیں جن کی قبر لوگوں سے پوشیدہ ہے۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے اپنی قبر کے پوشیدہ رکھنے کے متعلق وصیت کی تھی اس لئے کہ آپ کو معلوم ہو گیا تھا کہ خلافت بنوامیہ میں چلی جائے گی۔ حضرت علیؓ کو بنوامیہ کی جانب سے اطمینان نہیں تھا کہ کہیں وہ آپ کی قبر کو مثلہ نہ بنا دیں۔ حضرت علیؓ کی قبر کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ آخر کہاں ہے؟ بعض حضرات کہتے ہیں کہ وہ جامع مسجد کوفہ کے کسی گوشہ میں ہے۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ حضرت علیؓ کی قبر ''قصر الامارۃ'' میں ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی قبر جنت البقیع میں ہے حالانکہ یہ بات ٹھیک نہیں۔ بعض حضرات کے نزدیک حضرت علیؓ کی قبر نجف (مشہد) میں ہے جو آج کل زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ (عنقریب انشاء اللہ جو ابن خلکان نے ذکر کیا ہے اس کی تفصیل ''باب الفاء'' میں آئے گی۔)

فائدہ امت محمدیہ کے انتشار و افتراق کو ان میں امیر و خلیفہ بنا کر یکجا کر دیا گیا ہے اور بکھرے ہوئے شیرازے کو متحد کرنے کی بہترین تدبیر کی گئی ہے۔ اگرچہ بعض ناسازگار حالات کی بدولت بعض خلفاء کو معزول بھی کیا گیا۔ اس لئے خلافت کے متعلق وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے۔

مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ اس امت محمدیہ کا ہر چھٹا خلیفہ معزول کر دیا گیا۔ اس لئے تمام خلفاء کے مختصر حالات زندگی پیدائش تا وفات، ایام کارکردگی، ایام خلافت اور معزول ہونے کے اسباب بیان کئے جاتے ہیں۔



سیرت سرور عالم ﷺ

مؤرخین کہتے ہیں کہ امت محمدیہ کی رہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے زمانہ فترہ (ایک نبی کی وفات کے بعد دوسرے کے مبعوث ہونے تک کی مدت) کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت تک رسالت کو پہنچا دیا اور اس کا حق بھی ادا کر دیا اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا جیسے جہاد کرنے کا حق تھا۔ امت کو خیرو بھلائی کی تعلیم دی' اپنے رب کی عبادت بھی کرتے رہے یہاں تک کہ اپنی جان اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوقات میں سب سے افضل' تمام انبیاء میں سب سے اشرف' مہربان نبی' متقیوں کے امام' حمد وثنا کے علم کو اونچا کرنے والے' شفاعت کرنے والے' مقام محمود سے سرفراز' ساقی کوثر ہیں' قیامت کے دن آدم علیہ السلام سے لے کر تمام مومنین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہوں گے۔ آپ کی امت تمام امتوں سے بہتر' آپ کے صحابہؓ انبیاء کرام کے بعد تمام لوگوں سے افضل' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین تمام ادیان سے بلند و بالا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بعد تمام مخلوقات سے افضل واعلیٰ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے معجزات' عقل کامل' اعلیٰ نسب' جمال وخوبصورتی میں مہ کامل' جودوسخا کے شہنشاہ' شجاعت کے پیکر' حلم کے مجسمہ جیسی باکمال صفات سے نوازا تھا۔

آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے علم نافع' پختگی عمل' استقلال وخشیت الٰہی جیسی بیش بہا نعمتوں سے مالا مال کیا تھا۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے مخلوقات میں سب سے زیادہ فصیح وشگفتہ بیان' اخلاق وکردار کے اعلیٰ انسان اور تمام خوبیوں واوصاف کا مجموعہ بنایا تھا۔ اسی کے متعلق شاعر نے کہا ہے ؎

لم یخلق الرحمن مثل محمد — ابدا و علمی انه لا یخلق

اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا کسی کو پیدا نہیں کیا اور جہاں تک میرے علم میں ہے یہ پیدا بھی نہیں کیا جائے گا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب گھر میں موجود ہوتے تو گھر والوں کی خدمت میں مصروف رہتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کپڑوں کو درست کرتے' جوتے ٹھیک کرتے' اپنے آپ کو سنوارتے اور جو اونٹ پانی لانے کے کام لایا جاتا تھا اسے چارہ بھی خود ڈالتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں جھاڑو دیتے' اونٹ کو باندھتے' غلام کے ساتھ کھانا کھاتے، یہاں تک کہ آٹا گوندھنے میں اس کی مدد کرتے اور بازار سے سامان خرید کر خود لاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برابر غم زدہ' فکرمند رہتے جیسے کہ راحت وآرام کیا ہی نہ ہو۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپؐ کی سنت کے بارے میں سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ معرفت میری پونجی ہے' محبت میرا دستور ہے' شوق میری سواری ہے' اللہ کا ذکر میری آرزو ہے' رنج میرا دوست ہے' علم میرا ہتھیار ہے' صبر میری چادر ہے' رضائے الٰہی میری غنیمت ہے اور غربت میرا امتیاز ہے' زہد میری سنت ہے' یقین میری قوت ہے' سچائی میری شفیع ہے'

طاعت میرا شرف ہے' جہاد میری عادت اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بردباری' سخاوت' شجاعت' شرم وحیا' شفقت' محبت' عدل' احسان' وقار' صبر' ہیبت' اعتماد اور دیگر اوصاف حمیدہ اس قدر ہیں کہ ان کو شمار نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ اہل علم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت' زندگی' بعثت' غزوات' اخلاق اور معجزات کے عنوانات پر بے شمار کتابیں لکھی ہیں اگر ہر عنوان پر لکھا جائے تو کتابوں کے انبار لگ جائیں گے، اس لئے میں اپنی کتاب میں لکھنے سے قاصر ہوں۔

اہل علم نے کہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات' دین کی تکمیل اور نعمتوں کے اتمام کے بعد ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ بروز سوموار کو ہوئی۔ آپ ﷺ کی عمر مبارک ۶۳ سال تھی۔ حضرت علیؓ نے نبی اکرم ﷺ کو غسل دیا۔ نبی اکرم ﷺ کو ام المومنین حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں دفن کیا گیا۔

خلافت امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ اس لئے کہ حضرت ابوبکرؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ دار اور یار غار تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نبی اکرمؐ کے وزیر تھے نیز آپؓ کا شمار گہرے دوستوں میں کیا جاتا تھا اور آپؓ تمام لوگوں سے افضل تھے جس دن نبی اکرمؐ کا وصال ہوا اس دن سقیفہ بن ساعدہ میں خلافت کے لئے بیعت کی گئی اور حضرت ابوبکر ؓ کو خلیفہ چنا گیا۔ ہم اس واقعہ کے مشہور اور طویل ہونے کی بناء پر اس کی تفصیل سے گریز کر رہے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ نے خلیفہ بنتے ہی بہت اچھے اچھے کام کئے۔ بہت جلد یمامہ کو فتح کرلیا' عراق' شام اور دیگر شہروں میں اسلامی حکومت قائم کردی۔ حضرت ابوبکرؓ بڑی شان والے' زاہد' متقی امام' حلیم' وقار سے بھرپور' بہادر' صابر' رحیم اور دیگر صحابہ کرامؓ میں بے نظیر شخصیت تھے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو ایک شور و ہنگامہ برپا ہوگیا' عرب مرتد ہونے لگے' منکرین زکوٰۃ پیدا ہوگئے تو حضرت ابوبکرؓ نے تمام صحابہ کرام کو جمع کرکے ان سے مشورہ کیا۔ منکرین و مرتدین سے جنگ کرنے کے سلسلہ میں مشورہ کیا تو اکثر صحابہ کرامؓ کی جماعت نے حضرت ابوبکرؓ کی رائے سے اتفاق نہ کیا اور مخالفت کرنے لگے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے کہا کہ آپ ان لوگوں کے بارے میں قتال کا فیصلہ کیسے کرسکتے ہیں جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث آپ کے سامنے ہے۔

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک لڑوں جب تک کہ وہ کلمہ توحید کا اقرار نہ کرلیں جو اس کا اقرار کرلے گا تو اس کا خون اور مال میری طرف سے محفوظ ہوگیا مگر یہ کہ اس کا حق دائر ہوتا ہو اور اقرار کرنے والے کا حساب و کتاب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔'' (الحدیث)

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میں ان لوگوں سے جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کریں گے' ضرور لڑوں گا۔ اس لئے کہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ خدا کی قسم اگر کوئی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ایک بکری کا بچہ بھی زکوٰۃ دیا کرتا تھا اور اب اگر وہ انکار کرے گا تو

ملی۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو حضرت عمرؓ کے حسن کردار سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسرور تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کو جنت کی بشارت بھی دی گئی' حضرت عمرؓ کے مناقب تو بے شمار ہیں لیکن آپؓ کی عظمت کیلئے اتنا کافی تھا کہ آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشیر ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلیفہ دوم کی صورت میں امت کی خدمت کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔ حضرت عمرؓ کی وفات' فقر' سعادت اور شہادت کی ہوئی اور آپؓ سے بغض وعداوت صرف زندیق' بے وقوف اور احمق ہی رکھتا ہے۔

حضرت عمرؓ وہ پہلے خلیفہ ہیں جو رات کو گشت کیا کرتے تھے' خصوصا رات ہی میں دین ودنیا دونوں کی ذمہ داری سنبھالتے اور لوگوں کی خفیہ طور پر حفاظت کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو رعب ودبدبہ عطا فرمایا تھا۔

حضرت عمرؓ کے رعب کی وجہ سے لوگ اس قدر خوف زدہ تھے کہ انہوں نے سڑکوں پر بیٹھنا چھوڑ دیا تھا۔ حضرت عمرؓ کو جب یہ بات معلوم ہوئی کہ لوگ ان کے رعب کی وجہ سے خوف زدہ ہیں تو آپؓ نے لوگوں کو جمع کیا اور اس منبر پر تشریف لائے جس پر حضرت ابوبکرؓ صدیق اپنا قدم رکھتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے حمد وثنا کے بعد فرمایا لوگو! مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ لوگ میری سختی کی وجہ سے خوف زدہ اور میرے تشدد سے ڈرتے ہیں اور لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور مبارک میں بھی اسی طرح سختی کیا کرتے تھے۔

اس طرح خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ خلافت میں بھی سختی سے پیش آتے رہے تو اس دور کا کیا حال ہوگا کہ عمرؓ ہی خلیفہ اور امیر المومنین بھی ہیں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا خدا کی قسم جس نے بھی یہ کہا ہے سچ کہا ہے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک غلام اور خادم کی حیثیت سے رہتا تھا۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے راضی تھے۔ اللہ کا شکر ہے کہ میں اس سلسلہ میں سب سے خوش نصیب ہوں۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ بنایا گیا تو میں اس وقت بھی غلام اور خادم کی حیثیت سے رہتا تھا تو میری سختی ان کی نرمی میں مخلوط ہو جاتی۔ میں بعض اوقات تلوار کو نیام سے نکال لیتا یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ تلوار نیام میں رکھنے کا حکم فرماتے۔ اب اس وقت میں تمہارا خلیفہ بنایا گیا ہوں۔ پس یاد رکھو اب میری سختی میں مزید اضافہ ہوگیا ہے لیکن میری سختی ظالموں کے لئے ہے اور میری نرمی مسلمانوں' دیندار' معتدل لوگوں کے لئے اس کے مقابلے میں زیادہ رہے گی۔ میرا معاملہ آج کے بعد یہ رہے گا کہ اگر کسی نے کسی دوسرے پر ظلم کیا ہوگا تو اسے بلا کر اس کے ایک رخسار کو زمین پر رکھوں گا اور اس کے دوسرے رخسار پر پاؤں' یہاں تک کہ وہ اپنے ظلم کا اقرار کرلے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے لوگو! میں یہ چاہتا ہوں کہ میں تمہارے خراج اور محصول خود نہ رکھوں بلکہ تمہاری ہی ضروریات میں خرچ کروں۔ میرے ذمہ یہ بھی ہے کہ میں تمہیں ہلاکت میں نہ ڈالوں۔ میرا حال تو یہ ہے کہ جب میں تمہیں کسی لشکر میں روانہ کرتا ہوں تو مجھے بحیثیت کفیل ذمہ داری کا احساس رہتا ہے بلکہ یہ احساس اس وقت تک رہتا ہے جب تک تم صحیح وسالم واپس نہ آجاؤ۔ بس میں آخر میں اپنے لئے اور تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرتا ہوں۔

حضرت سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں خدا کی قسم! حضرت عمرؓ نے اپنے اس عہد کو پورا کیا اور جہاں سختی کی ضرورت تھی وہاں سختی اختیار کی اور جہاں نرمی کی ضرورت تھی وہاں نرمی سے کام نکالتے اور واقعی آپؓ اپنے آپ کو ذمہ دار اور باپ سمجھتے تھے۔ بسا اوقات تو پردہ نشینوں کے پاس تشریف لے جاتے۔ خاص طور پر ان خواتین کے پاس جن کے شوہر سفر میں ہوتے' حضرت عمرؓ ان سے فرماتے کہ بندہ عمرؓ حاضر ہے آپ کی کوئی ضرورت تو نہیں ہے۔ اگر کوئی خرید وفروخت کا کام ہو تو میں بازار سے خرید کر دے دوں۔ اس لئے کہ یہ بات مجھے ناپسند ہے کہ تم صنف نازک ہو، دھوکہ بھی کھا سکتی ہو۔

چنانچہ عورتیں آپؓ کے ساتھ اپنی اپنی لونڈیاں بھیج دیا کرتیں تو آپؓ اس حال میں بازار میں داخل ہوتے کہ باندیوں اور غلاموں کی ایک قطار آپ کے پیچھے پیچھے ہوتی جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت عمرؓ ان کے لئے ان کی ضرورت کا سامان خریدتے اگر ان میں سے کسی کے پاس رقم نہ ہوتی تو اپنی طرف سے ادا کر دیتے۔

ایک روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ ایک مرتبہ حضرت طلحہؓ رات کو باہر نکلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ایک گھر میں داخل ہو رہے ہیں۔ پھر تھوڑی دیر بعد گھر سے نکل آئے۔ جب صبح ہوئی تو حضرت طلحہ اس گھر میں تشریف لے گئے جس میں حضرت عمرؓ کو داخل ہوتے ہوئے دیکھا تھا۔ حضرت طلحہؓ نے اس گھر میں ایک بڑھیا کو پایا۔ حضرت طلحہؓ نے ان سے پوچھا کہ حضرت عمرؓ رات کے وقت آپ کے پاس کیوں آتے ہیں؟ اس بڑھیا نے جواب دیا کہ یہ شخص رات کو ہمارے پاس اس لئے آتا ہے کہ اس نے ہمارے کام کرنے کا معاہدہ کر رکھا ہے کہ وہ ہمارے گھر میں اصلاح کرے گا اور پریشانیوں کو دور کرے گا۔

تاریخ کی کتابوں میں یہ مذکور ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ جب شام سے مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ لوگوں سے الگ تھلگ رہے تاکہ ان کے حالات سے آگاہ ہو جائیں کہ آیا ان کو کسی قسم کی پریشانی تو نہیں۔ حضرت عمرؓ اچانک ایک جھونپڑی کے قریب سے گزرے جس میں ایک بڑھیا رہتی تھی۔ بڑھیا نے کہا اے فلاں' عمر فاروق اس وقت کیا کر رہے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ وہ ملک شام سے باخیریت واپس آ گئے ہیں اور آج کل مدینہ منورہ میں ہیں۔ بڑھیا نے کہا کہ عمر فاروقؓ کو میری طرف سے اللہ تعالیٰ کوئی صلہ نہ دے۔

خود حضرت عمرؓ یہ فرماتے ہیں کہ بڑھیا نے اس قسم کا جواب اس لئے دیا تھا کہ جس وقت سے عمرؓ کو خلیفہ بنایا گیا ہے ان کی طرف سے بڑھیا کو کوئی تحفہ یا تعاون نہیں ملا اور نہ درہم اور دینار ان کی طرف سے ملے تھے۔ حضرت عمرؓ نے بڑھیا سے کہا کہ عمرؓ کو تمہارا حال معلوم نہیں ہو سکا اور نہ یہ معلوم ہو سکا کہ تم یہاں رہتی ہو۔ بڑھیا نے جواب دیا سبحان اللہ! کسی کو امیر المومنین بنایا جائے اور اسے اپنی رعایا کا حال معلوم نہ ہو اگرچہ اس کی رعایا کی وسعت مشرق و مغرب تک کیوں نہ ہو۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروقؓ رونے لگے اور یوں کہتے تھے ہائے عمر! تجھے اتنی بھی فرصت نہیں کہ بڑھیا کا خیال رکھ سکے۔ تو تو بہت ہی نادان ہے اور ہر آدمی تجھ سے زیادہ عقل مند ہے۔

حضرت عمرؓ نے اس بڑھیا سے کہا کہ تو عمرؓ سے اپنی تنگی و مجبوری کتنے میں فروخت کرے گی؟ اس لئے کہ میں جہنم کی نسبت یہاں قابل رحم ہوں۔ بڑھیا نے کہا کہ عمرؓ آپ پر اللہ تعالیٰ رحم کرے' آپ کیوں مجھ سے مذاق کر رہے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں مذاق نہیں کر رہا ہوں' پھر آپؓ نے (اس کی مجبوری و تنگی) اس سے ۲۵ دینار میں خرید لی۔ بس یہ گفتگو جاری تھی کہ حضرت علی بن ابی

طالبؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تشریف لائے۔ان دونوں نے کہا السلام علیکم یا امیر المومنین' بس یہ سننا تھا کہ بڑھیا پشیمان ہوگئی اور یوں کہا کہ اب کیا ہوگا تو نے تو امیر المومنین کو اس کے سامنے ہی برا بھلا کہا۔حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ کوئی بات نہیں۔پھر آپؓ نے ایک کاغذ کچھ لکھنے کے لئے منگوایا لیکن کاغذ نہ ملنے پر اپنی گدڑی سے ایک ٹکڑا پھاڑ کر یہ تحریر فرمایا۔

''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' عمرؓ نے فلاں بڑھیا کے شکوہ وظلم کو اس دن سے جس دن اسے (یعنی عمرؓ کو) خلیفہ بنایا گیا ہے' 25 دینار کے عوض اتنے یوم کے لئے خرید لیا ہے۔اس لئے جو کچھ بھی قیامت کے دن عمرؓ کے متعلق دعویٰ کرے گی تو عمرؓ اس سے بری رہے گا۔ اس موقع پر حضرت علیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ بھی موجود تھے۔حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ کو بلایا اور وہ تحریر اس کے سپرد کر کے وصیت کی کہ جب میری وفات ہو تو اس تحریر کو میرے کفن میں رکھ دیا جائے۔میں اسی حالت میں اپنے رب سے ملنا چاہتا ہوں۔ حضرت عمرؓ کے متعلق اس قسم کے بے شمار واقعات ہیں۔

القضاعی نے ذکر کیا ہے کہ جس وقت حضرت سعد بن ابی وقاصؓ قادسیہ میں تھے۔اسی دوران حضرت عمرؓ نے ایک حکم نامہ تحریر فرمایا جس میں یہ تاکید کی کہ نضلہ انصاریؓ کو عراق میں حلوان کے علاقہ میں روانہ کر دو تاکہ وہ اردگرد کے علاقہ میں یلغار کرتے رہیں۔ چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے حکم کے مطابق نضلہ انصاری کو تین سو گھوڑ سواروں کے ہمراہ بھیج دیا۔یہ لوگ حلوان آگئے اور آس پاس کے علاقہ میں حملہ شروع کر دیا جس کی وجہ سے ان لوگوں کو چند قیدی اور مال غنیمت حاصل ہوا تو یہ لوگ واپس ہونے لگے۔اتنے میں عصر کا وقت ختم ہونے کے قریب ہوگیا اور سورج غروب ہونے لگا۔نضلہ انصاریؓ نے مال غنیمت اور قیدیوں کو پہاڑ کی چوٹی پر رکھنے کا حکم دیا۔پھر نضلہ انصاریؓ نے کھڑے ہو کر اذان دی اور کہا ''**اللہ اکبر اللہ اکبر**'' تو پہاڑ سے جواب دینے والے نے کہا بھائی تم نے بہت اچھی اللہ کی بڑائی بیان کی۔حضرت نضلہ انصاریؓ نے ''**اشھد ان لا الہ الا اللہ**'' کہا تو پھر کسی نے کہا اے نضلہ کتنا پرخلوص جملہ ہے۔پھر نضلہ نے ''**اشھد ان محمد رسول اللہ**'' کہا تو پھر کسی نے جواب دیا کہ محمد رسول اللہ تو وہ ہیں جن کے آنے کی خبر ہمیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی اور انہی کی امت کے آخر میں قیامت آئے گی۔پھر نضلہ انصاریؓ نے حی علی الصلوٰۃ کہا پھر کسی نے جواب دیا کہ نماز کی جو شخص ادائیگی و پابندی کرے گا تو اس کیلئے جنت کی خوشخبری ہے۔نضلہ انصاریؓ نے ''حی علی الفلاح'' کہا تو کسی نے جواب دیا کہ جو بھی اللہ کے منادی (مؤذن) کا جواب دے گا وہ کامیاب رہے گا۔پھر نضلہ انصاریؓ نے ''**اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ**'' کہا تو کسی نے جواب دیا کہ اے نضلہ انصاریؓ یہ کلمات جو تم نے اخلاص کے ساتھ ادا کئے ہیں اس کی وجہ سے تم پر دوزخ کی آگ حرام کردی گئی۔چنانچہ جب حضرت نضلہ انصاریؓ اذان سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ اللہ تم پر رحم فرمائے' آخر تم کون ہو۔فرشتہ ہو جن ہو یا اللہ کے بندوں میں سے ہو جس کی آواز ہم نے سنی ہے' تم اپنی زیارت کراؤ' اس لئے کہ یہ وفد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ دوم حضرت عمر بن خطابؓ کا بھیجا ہوا ہے۔اتنا کہنا تھا کہ پہاڑ پھٹ گیا اور اس میں سے ایک شخص نمودار ہوا معلوم ہوتا تھا کہ وہ قوم کا سردار ہے۔اس کے سر کے بال اور داڑھی بالکل سفید تھی۔اس کے جسم پر اون کی گدڑی تھی۔اس نے آتے ہی سلام کیا۔اسے جواب دیا گیا اور پوچھا گیا کہ آخر تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں رزین بن برثملا ہوں۔مجھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے وصیت کی تھی کہ اس پہاڑ پر ٹھہرا رہوں۔انہوں نے اپنے نازل ہونے تک میرے لئے

طویل عمر کی دعا فرمائی تھی اس لئے امیر المومنین حضرت عمر فاروق ؓ کو میرا اسلام کہنا اور ان سے کہنا کہ درست کام کریں اور اللہ کے قریب ہونے کی تیاری کریں اس لئے کہ قیامت قریب ہے اور ان سے یہ بھی کہ دینا کہ جب مندرجہ ذیل خصلتیں امت محمدیہ میں پائی جائیں گی تو سمجھ لو امت محمدیہ کا خاتمہ ہے۔(1) جب مرد' مرد سے بے نیاز ہو جائے گا اور عورت' عورت سے بے نیاز ہو جائے گی اور یہ لوگ اپنے کاموں کے علاوہ دوسرے کے کاموں میں لگ جائیں گے (2) اسی طرح دوسرے مالکوں کو پکڑ لیں گے' معاملہ یہاں تک پہنچ جائے گا کہ نہ بڑا چھوٹے پر شفقت کرے گا اور نہ چھوٹا اپنے بڑے کی عزت کرے گا۔(3) لوگ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو چھوڑ دیں گے۔اس لئے برائیوں سے بچنا مشکل ہو جائے گا۔(4) علماء علم دین کو دنیاوی اغراض کیلئے حاصل کریں گے۔بارشیں گرم ترین ہوں گی۔(6) اولاد غضب ناک ہوگی۔(7) لوگ مسجد کے مینار بلند تعمیر کریں گے اور قرآن کریم کو پس پشت ڈال دیں گے۔یعنی تلاوت وغیرہ نہیں کریں گے۔(8) مساجد کو خوب مزین کریں گے اور تعمیرات کو خوب مضبوط بنائیں گے۔(9) خواہشات کی پیروی کریں گے۔(10) دین کو دنیا کے بدلے میں فروخت کریں گے اور صلہ رحمی چھوڑ دیں گے۔(11) احکام خداوندی کی خلاف ورزی کریں گے' سود کھائیں گے۔(12) مالدار کو عزت اور فقیر کو ذلت ملے گی۔(13) آدمی جب اپنے گھر سے نکل کر جائے گا تو اسے بلند و بالا مرتبے والا اسلام کرے گا تب وہ جواب دے گا۔(14) نااہل اچھے اچھے عہدوں پر فائز ہو جائیں گے۔

''قرب قیامت کے متعلق یہ خبریں دے کر وہ آدمی غائب ہو گیا''

حضرت نضلہ انصاریؓ نے یہ تمام واقعہ حضرت سعد بن وقاصؓ کی جانب تحریر فرمایا پھر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اس کی اطلاع حضرت عمر فاروقؓ کو دی۔حضرت عمرؓ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ آپ نضلہ انصاریؓ اور جو مہاجرین وانصار ان کے ساتھ ہیں انہیں لے کر اسی پہاڑ پر جائیں۔اگر اس شخص سے پھر ملاقات ہو تو اسے میرا اسلام کہنا۔حضرت عمرؓ کی ہدایت کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاصؓ چل پڑے۔حضرت سعد بن ابی وقاص کے ساتھ اس وقت چار ہزار مہاجرین وانصار بمع اہل وعیال تھے جب یہ تمام لوگ پہاڑ پر پہنچے اور چالیس دن قیام فرمایا اور اذان دیتے رہے لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔یہ کیفیت لکھ کر امیر المومنین حضرت عمرو فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ارسال کر دی۔

(معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وصیت پر عمل کے بعد فوت ہو گیا۔مترجم)

عہد فاروقی کے کارہائے نمایاں حضرت عمر فاروق ؓ سب سے پہلے خلیفہ ہیں جنہوں نے تاریخ کی بنیاد ڈالی۔یہ کام 16ھ میں ہوا۔اسی سال بیت المقدس فتح ہوا۔اسی سال سعد بن ابی وقاص نے بہت سے علاقوں کو فتح کیا یہاں تک کہ وہ مصر اور کوفہ تک پہنچ گئے۔حضرت عمرؓ ہی وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے دفاتر اور شہروں کی تجویز رکھی اور اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لئے اقدام کئے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کے ہاتھوں مسلمانوں کو فتح و کامرانی عطا فرمائی۔حضرت عمرؓ کے ہاتھوں دمشق' روم' قادسیہ' حمص' حلوان' الرقۃ' اریا' حسران' بسان' یرموک' اہواز' قیساریہ' مصر' نسر' نہاوند' رای اور اس کے مضافات اصبہان' بلاد فارس' اصطخر' ہمذان' تویۃ' البرلس اور البریز وغیرہ فتح ہوئے۔

حضرت عمرؓ کے درے حجاج بن یوسف کی تلوار سے زیادہ ہیبت ناک تھے۔روم و فارس کے بادشاہ ہر وقت حضرت عمرؓ سے لرزاں و

پریشاں رہتے تھے۔ اس کے باوجود آپ اسی طرح زندگی گزارتے تھے جیسے کہ آپ کا لباس' وضع قطع اور بود و باش' تواضع و انکساری خلیفہ بننے سے پہلے تھی۔ آپ کی رہائش میں ذرہ برابر فرق نہیں آیا تھا۔ حضرت عمرؓ سفر و حضر میں تنہا چلتے تھے کسی نگہبان یا محافظ کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ آپ کے طرز رہائش میں خلافت کے منصب کی وجہ سے کبھی کوئی تبدیلی نہیں آئی اور نہ کسی مسلمان سے کبھی سخت کلامی کی' نہ کسی کو حق بات کہنے سے روکا' حضرت عمرؓ کے عدل و انصاف سے کوئی غریب و کمزور آدمی مایوس نہیں ہوتا تھا اور نہ ہی شریف آدمی آپ کی سختی سے لالچ کرتا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ کے حکم کی تعمیل کے متعلق کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہ کرتے۔ آپؓ نے ہمیشہ بیت المال کے متعلق اپنے آپ کو عام مسلمانوں کی طرح سمجھا اور اپنے فرائض کو مہاجرین کی طرح سمجھ کر انجام دیا۔ حضرت عمرؓ اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ لوگو میں تمہارے مال کو یتیموں کے مال کی مانند سمجھتا ہوں' جیسے کہ مجھے یتیم کا سرپرست بنا دیا گیا ہو۔ اگر میں مالدار ہوا تو پاک مال سے ہوا اور اگر میں نے اپنی کوئی ضرورت پوری کی تو حلال مال سے کی۔

حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ لوگ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی مجلس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا تذکرہ کرنے لگے۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروقؓ کا تذکرہ کیا۔ جب حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کا تذکرہ سنا تو زار و قطار رونے لگے یہاں تک کہ بے ہوش ہوگئے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت عمر فاروقؓ پر رحم فرمائے۔ آپؓ تو بس قرآن کی تلاوت کرتے اور اس پر عمل کرتے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرتے ہوئے حدود قائم کرتے بلکہ قائم کرنے میں کسی ملامت کی پرواہ نہ کرتے۔

مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے امیر المومنین سیدنا عمر و فاروقؓ کو اپنے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ پر حد قائم کرتے ہوئے دیکھا ہے اس کی تفصیل' باب الدال' میں' الدیک' کے عنوان میں آئے گی۔

حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت 23ھ میں ہوئی۔ حضرت عمرؓ کو مغیرہ بن شعبہؓ کے غلام ابولولو فیروز نامی شخص نے حملہ کر کے شہید کیا تھا۔ حضرت مغیرہؓ اس غلام سے چکی بنانے کا کام لیا کرتے تھے اور اس کے عوض روزانہ چار درہم دیتے تھے۔ ایک دن ابولولو کی ملاقات سیدنا عمر فاروقؓ سے ہوگئی تو اس نے یہ شکایت کی کہ مغیرہؓ میرے آقا نے مجھ پر زیادہ بوجھ ڈال دیا ہے۔ آپؓ ان کو حکم دیں کہ وہ میرے کام میں تخفیف کریں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے ابولولو سے کہا کہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے آقا کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ چنانچہ ابولولو غصہ ہوگیا اور اس نے یہ کہا کہ کتنی عجیب بات ہے کہ آپؓ نے میرے علاوہ تمام لوگوں سے عدل و انصاف کیا ہے چنانچہ وہ اسی دن سے حضرت عمرؓ کو قتل کرنے کی خفیہ تدبیر کرنے لگا۔ چنانچہ ابولولو نے ایک دو دھاری دار خنجر بنایا اور امیر المومنین کو قتل کرنے کے لیے ان کی گھات میں لگ گیا۔ ایک دن امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نماز فجر کے لئے تشریف لائے۔ عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ میں بھی نماز پڑھ رہا تھا میرے اور سیدنا عمر و فاروقؓ کے درمیان عبداللہ بن عباسؓ حائل تھے۔ اتنے میں آپؓ نے تکبیر کہی پس تھوڑی دیر بعد میں نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ کسی کتے نے مجھ پر حملہ کر دیا۔ حضرت عمرؓ کو قتل کرنے کے بعد وہ قاتل چھری لے کر بھاگ گیا۔ وہ دو دھاری دار خنجر جس کسی کے دائیں یا بائیں سے گزرتا تو وہ لوگوں کو زخمی کر دیتا۔ یہ خنجر تقریباً 13 آدمیوں کے لگا جس میں سے سات آدمی شہید ہوگئے۔ بعض نے تعداد 9 بتائی ہے۔ ابولولو قاتل کو جب کسی مسلمان نے دیکھا تو اس

کے اوپر چادر ڈال دی جس میں وہ الجھ گیا۔ جب قاتل ابولولو نے محسوس کیا کہ اب میں پکڑلیا جاؤں گا تو اس نے اپنے آپ کو خنجر مارلیا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کرے میں نے تو اسے اچھے کاموں کا مشورہ دیا تھا۔ اس کے بعد آپؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میرے خون سے کسی مسلمان کے ہاتھ رنگین نہیں ہوئے۔ ابولولو مجوسی غلام تھا بعض لوگوں کے مطابق وہ نصرانی تھا۔

تاریخ شہادت و مدت خلافت حضرت عمرؓ کی شہادت کا واقعہ 14 ذی الحجہ کو رونما ہوا۔ زخمی ہونے کے بعد آپؓ ایک دن اور ایک رات تک زندہ رہے۔ پھر آپؓ کی رحلت ہوگئی۔ حضرت عمرؓ کی عمر تریسٹھ سال کی ہوئی۔ حضرت عمرؓ کو حضرت عائشہ کی اجازت سے حجرہ عائشہؓ میں دفن کیا گیا۔ حضرت عمر فاروق کی شہادت پر زمین پر اندھیرا چھا گیا۔ بچے اپنی ماں سے کہتے ہائے امی اب تو قیامت آگئی تو ان کی ماں جواب دیتی نہیں میرے بیٹے بلکہ حضرت عمر فاروقؓ شہید ہوگئے ہیں۔ (حضرت عمرؓ کی شہادت اور مجلس شوریٰ کا ذکر ''لفظ الدیک'' کے عنوان سے آئے گا۔) محمد بن اسحٰق کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت دس سال چھ ماہ پانچ رات ہوئی اور بعض علماء نے 13 دن کہا ہے۔ واللہ اعلم۔

نوٹ: حضرت عمر فاروقؓ دعا مانگا کرتے کہ مجھے موت مدینہ میں آئے اور ساتھ یہ بھی کہتے کہ موت شہادت کی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندے کی دعا کو قبول فرمالیا۔ ابولولو کو آپ نے کہا کہ محنت کا معاوضہ تو صحیح ہے۔ اس پر ابولولو، یہ کہتے ہوئے چلا گیا کہ ایسی چکی تیار کروں گا کہ جس کو لوگ تا قیامت یاد رکھیں گے۔ حضرت عمرؓ ذہین تھے فرمایا کہ یہ مجھے قتل کرنے کی دھمکی دے کر چلا گیا ہے۔ (مترجم)

خلافت امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفانؓ

حضرت عثمانؓ کو حضرت عمرؓ کے بعد خلیفہ چنا گیا۔ حضرت عمرؓ کی وفات کے تین دن بعد ارباب حل و عقد کے مشورہ سے سب کا حضرت عثمانؓ کی بیعت پر اتفاق ہوگیا۔ حضرت عثمانؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے۔ اہل علم کی تحقیق کے مطابق 24ھ کے پہلے ہی دن حضرت عثمانؓ کی خلافت کی بیعت کرلی گئی تھی۔

مؤرخین لکھتے ہیں حضرت عثمان کا جاہلیت اور اسلام دونوں میں ایک ہی نام عثمان تھا۔ آپؓ کی کنیت ابوعمرو اور ابوعبداللہ تھی لیکن پہلی کنیت ''ابوعمرو'' زیادہ مشہور ہوئی۔ اسی طرح حضرت عثمانؓ کو امیہ بن عبدشمس کی طرف نسبت کرتے ہوئے ''اموی'' بھی کہتے ہیں۔ حضرت عثمانؓ کا سلسلہ نسب رسول اللہ ﷺ کیساتھ عبد مناف کے ساتھ جا کر مل جاتا ہے۔ حضرت عثمانؓ کو ''ذی النورین'' بھی کہتے ہیں۔ بعض اہل علم نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ حضرت عثمانؓ کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کی دو صاحبزادیوں سے نکاح کا شرف کسی کو حاصل نہیں اور نہ ان دونوں (یعنی رقیہؓ اور ام کلثومؓ) کے بعد اس کا علم ہے کہ کسی تیسری سے حضرت عثمانؓ نے نکاح کیا ہو۔

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ ''ذی النورین'' کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ جس وقت حضرت عثمانؓ جنت میں داخل ہوں گے تو دو مرتبہ نورانی تجلیاں ظاہر ہوں گی۔ اس لئے آپ کو ''ذی النورین'' کہا جاتا ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ حضرت عثمانؓ وتر میں پورا قرآن کریم ختم کردیا کرتے تھے تو قرآن ایک نور ہے اور وتر دوسرا نور ہے۔ اس لئے حضرت عثمان کو ''ذی النورین'' کہا جاتا ہے۔ بعض اہل علم کا یہ قول ہے کہ چونکہ حضرت عثمانؓ اولین مسلمانوں میں سے ہیں۔ آپؓ کو دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھنے کا

شرف بھی حاصل ہوا ہے اور آپؓ نے دو ہجرتیں بھی کی ہیں' پہلی ہجرت تو اس اعتبار سے کہ یہ پہلے مہاجر ہیں جنہوں نے اپنی بیوی رقیہؓ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ اس لئے آپؓ کو ذی النورین کہتے ہیں۔

حضرت عثمانؓ کو جنگ بدر اور بیعت رضوان میں عدم شرکت کے باوجود بھی شرکاء میں شمار کیا جاتا ہے۔ جنگ بدر میں اس لئے شریک نہیں ہوسکے کہ حضرت رقیہ بنت محمد ﷺ جو آپؓ کی زوجہ محترمہ تھیں وہ بیمار ہوگئیں تھیں تو آپؓ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی تیمارداری کی وجہ سے غزوہ بدر میں شرکت کی اجازت نہیں دی تھی۔ نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا کہ آپؓ کو مال غنیمت میں سے ایک آدمی کا حصہ اور ایک شہید کا ثواب دیا جائے گا۔ حضرت عثمانؓ بیعت رضوان میں اس لئے شریک نہیں ہوسکے کہ اگر کوئی شخص ان کے علاوہ مکہ مکرمہ میں زیادہ باعزت ہوتا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو حضرت عثمانؓ کی جگہ سفیر بنا کر بھیج دیتے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ یہ عثمانؓ کا ہاتھ ہے۔ حضرت عثمانؓ کی عظمت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ جس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو آپؓ ان سے راضی تھے۔ حضرت عثمانؓ کو دنیا میں جنت کی بشارت سنائی گئی اور کئی مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کے لئے خصوصیت کے ساتھ دعا فرمائی تھی۔

حضرت عثمانؓ کے نمایاں کارنامے حضرت عثمانؓ مالدار' نرم مزاج اور شفیق و مہربان تھے۔ حضرت عثمانؓ کو جب خلیفہ بنایا گیا تو آپ کی تواضع و انکساری میں مزید اضافہ ہوگیا' عوام کے ساتھ شفقت و محبت بڑھ گئی۔ عوام کو مالداروں جیسا کھانا کھلاتے لیکن خود سرکہ' زیتون کا تیل استعمال کرتے۔ حضرت عثمانؓ نے لشکر عسرہ کو نو سو پچاس اونٹوں سے مالا مال کر رکھا تھا۔ یہاں تک کہ آپؓ نے اس لشکر کو پالان اور ساز و سامان بھی دیا تھا پھر بعد میں مزید پچاس اونٹ دے کر ایک ہزار مکمل کر دیا تھا۔

حضرت قتادہؒ کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے ایک ہزار اونٹ اور پچاس گھوڑوں کو خوب سامان سے لاد دیا تھا۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے لشکر عسرہ کی 940 اونٹ اور 60 گھوڑوں سے مدد کی تھی۔ حضرت حذیفہ بن یمانؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان کو لشکر عسرہ کی تیاری کے لئے بھیجا تو حضرت عثمانؓ نے دس ہزار دینار نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور فرمایا۔

اے عثمانؓ! جو تم اعلانیہ یا پوشیدہ کرو بلکہ جو قیامت تک کرو وہ سب اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔''

ایک حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آج کے بعد عثمانؓ جو بھی کریں وہ ان کیلئے نقصان دہ نہیں۔ حضرت عثمان نے ''بیر رومہ'' پچیس ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا تھا۔

ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں اسکندریہ' سابور (ایران کا صوبہ) افریقہ قبرص' سواحل روم' اصطخر اخری' فارس اولیٰ' خوزستان' فارس الاخری' طبرستان' کرمان' سجستان' الاساورہ' افریقہ کے فارسی قلعے' اردن کے ساحلی علاقے اور مرو (خراسان کا علاقہ) وغیرہ فتح ہوگئے تھے۔

جب مدینہ منورہ خوب آباد ہوگیا اور وہ اسلام کا مرکز شمار ہونے لگا' مال و دولت کی کثرت ہوگئی اور بڑے بڑے ممالک سے خراج

وصول ہو کر آنے لگا تو رعایا مال، جانوروں اور گھوڑوں کی کثرت کی وجہ سے متکبر ہوگئی اور انہوں نے جب بڑے بڑے ممالک کو فتح کرلیا تو خوب مطمئن ہوگئے تو وہ اپنے خلیفہ حضرت عثمانؓ کی برائی کرنے میں مصروف ہوگئے۔ اس لئے کہ حضرت عثمانؓ کے پاس بھی خوب مال و دولت تھی۔ حضرت عثمانؓ کے پاس ایک ہزار غلام تھے۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے اپنے رشتہ داروں کو دولت سے نوازا اور انہیں حکومتی عہدوں پر فائز کردیا تو عوام ان کے بارے میں عیب جوئی کرنے لگے۔ بعض لوگوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ حضرت عثمانؓ خلافت کے لائق نہیں لہٰذا انہیں معزول کردینا چاہیے۔ بالآخر لوگ حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کرنے پر آمادہ ہوگئے۔ چنانچہ ان لوگوں سے ایسی حرکات سرزد ہوئیں جن کا ذکر طوالت کا باعث ہوگا۔ چنانچہ لوگوں نے چند دنوں تک حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ جاری رکھا جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ کتنے شریر اور ظالم تھے۔ چنانچہ تین آدمی حضرت عثمانؓ کے گھر میں کود گئے اور ان کو قتل کردیا۔ حضرت عثمانؓ کے سامنے قرآن مجید کھلا ہوا تھا اور وہ تلاوت میں مصروف تھے۔ حضرت عثمانؓ بوڑھے آدمی تھے۔ انبیاء اور رسولوں کے بعد سب سے زیادہ حضرت عثمانؓ کو ستایا گیا۔ اللہ تعالیٰ حضرت عثمانؓ کے قاتلین کا مواخذہ کرے۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کا واقعہ 18 ذی الحجہ 35ھ بروز جمعہ کو پیش آیا۔

حضرت عثمانؓ کے مناقب حضرت عثمانؓ کے بے شمار مناقب ہیں لیکن چند مناقب پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان کو دنیا ہی میں جنت کی بشارت دی تھی۔ حضرت عثمانؓ کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا'' جن سے اللہ کے نورانی فرشتے حیا کرتے ہیں میں ان سے حیا کیوں نہ کروں۔''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کی شہادت کی پیشین گوئی کی تھی لہٰذا ایسا ہی ہوا۔ حضرت عثمانؓ کے قتل کے بعد امت مسلمہ کا شیرازہ بکھر گیا۔ لوگوں میں اشتعال پیدا ہوگیا۔ حضرت عثمانؓ کا انتقام لینے کے لئے لوگ قتال پر آمادہ ہوگئے۔ یہاں تک کہ اس سلسلے میں نوے ہزار نوجوان مسلمان جان ہار گئے۔

مؤرخ ابن خلکان کہتے ہیں کہ جب سیدنا عثمانؓ سے بیعت لی گئی تو حضرت عثمانؓ نے ابوذر غفاری کو مقام ربذہ (نجد کی ایک ریگستانی بستی) میں جلاوطن کر کے بھیج دیا تھا اس لئے کہ یہ لوگوں کو دنیا سے کنارہ کشی کی ترغیب دیتے تھے۔

فتنوں کا آغاز حضرت عثمانؓ نے مصر کا گورنر عبداللہ بن ابی مصرح کو مقرر کیا تھا۔ اپنے رشتہ داروں کو مال و دولت سے نوازا تو لوگوں میں اس کی وجہ سے اشتعال پیدا ہوگیا تھا۔ 35ھ میں اتفاقاً یہ حادثہ رونما ہوا کہ مالک اشتر نخعی دو سو کوفیوں اور ڈیڑھ سو مصریوں کو لے کر مدینہ منورہ آکر یہ نعرہ لگانے لگا کہ حضرت عثمانؓ کو خلافت کے منصب سے معزول کردیا جائے جب یہ تمام لوگ جمع ہوگئے تو حضرت عثمانؓ نے مغیرہ بن شعبہؓ اور عمرو بن عاصؓ کے ہمراہ ان لوگوں کو کتاب وسنت کی طرف دعوت دی لیکن ان لوگوں نے ان حضرات کی باتوں کو رد کردیا او مذاکرات کرنے سے انکار کردیا۔ حضرت عثمانؓ نے بعد میں حضرت علیؓ کو ان کے پاس بھیجا تا کہ ان کو ان کے ارادے سے باز رکھیں۔ حضرت علیؓ کسی حد تک اس مقصد میں کامیاب رہے اور ان کو باز رہنے کی ہدایت کردی اور حضرت علیؓ ہی نے ان سے اس بات کی ضمانت لی کہ ہاں اب حضرت عثمانؓ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق عمل کریں گے اور ان لوگوں نے حضرت علیؓ کو واسطہ بنا کر حضرت عثمانؓ سے اس بات کا عہد لیا اور ان کو گواہ بنایا کہ وہ ہمارے مطالبات کے ضامن سمجھے جائیں گے۔

اہل مصر نے یہ مطالبہ کیا ''عبداللہ بن ابی مصر'' کی جگہ ''محمد بن ابی بکر'' کو مصر کا گورنر بنایا جائے۔ چنانچہ سیدنا عثمانؓ نے اس مطالبہ کو منظور کرتے ہوئے محمد بن ابی بکر کو حاکم مصر مقرر کردیا۔ اس مطالبہ کی منظوری کے بعد تمام لوگ اپنے اپنے علاقوں میں واپس چلے گئے۔ چنانچہ جب مصری قافلہ مقام ایلہ میں پہنچا تو انہوں نے حضرت عثمانؓ کے سفیر کو ایک اونٹنی پر سوار جاتے ہوئے دیکھا۔ تلاشی لی گئی تو اس کے پاس سے ایک رُقعہ ملا جس میں حضرت عثمانؓ کی مہر لگی ہوئی تھی اور وہ رقعہ حضرت عثمانؓ کی طرف سے لکھا گیا تھا۔ اس میں یہ تحریر تھی۔

''یہ رقعہ عثمانؓ کی طرف سے حاکم مصر عبداللہ بن ابی سرح کے نام ہے۔ جس وقت محمد بن ابی بکر فلاں فلاں کے ہمراہ آجائیں تو ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ کر ان کو کھجور کے تنوں میں لٹکا دیا جائے۔''

جب اس واقعہ کی خبر کوفیوں، بصریوں اور مصریوں کو پہنچی تو وہ سب کے سب واپس آگئے۔ چنانچہ جب ان لوگوں نے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر حالات بیان کئے تو حضرت عثمانؓ نے قسم کھائی کہ نہ تو میں نے کہا ہے اور نہ اس کا حکم دیا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ پھر تو آپ کیلئے معاملہ اور بھی سنگین ہوگیا۔ لہٰذا! آپ سے خلافت کی انگوٹھی چھین لی جائے۔ اسی طرح آپ کا مخصوص اونٹ ''نجیب'' بھی لے لیا جائے۔ آپ تو مغلوب الحال رہتے ہیں آپ کو حالات کا کچھ پتہ نہیں بس آپ خود خلافت سے معزول ہوجائیں۔ حضرت عثمانؓ نے معزول ہونے سے انکار کردیا پھر تمام لوگ حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کرنے پر آمادہ ہوگئے۔ چنانچہ ان تمام لوگوں نے حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کرلیا اور ان لوگوں میں سب سے زیادہ شریر محمد بن ابی بکر تھے۔ یہ محاصرہ شوال کے آخر میں کیا گیا اور محاصرہ اتنا سخت تھا کہ حضرت عثمانؓ کیلئے پانی بھی بند کردیا گیا تھا۔

حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ ابو اسامہ الباھلی کہتے ہیں کہ جس وقت حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کیا گیا تو آپؓ کے ہمراہ گھر پر تھے۔ حضرت عثمانؓ نے خارجیوں سے فرمایا کہ بھائی تم لوگ میرا محاصرہ کرکے آخر مجھے کیوں قتل کرنا چاہتے ہو؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کسی بھی مسلمان کا خون تین موقعوں کے علاوہ بہانا جائز نہیں ہے۔ (1) وہ مسلمان جو مرتد ہوگیا ہو (2) شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کا ارتکاب کیا ہو (3) یا اس نے کسی کو ناحق قتل کیا ہو۔ چنانچہ ان میں سے کسی ایک کے ارتکاب کے بعد اسے قتل کیا جاسکتا ہے۔''

''خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے جس دن سے مجھے ہدایت کی دولت سے نوازا ہے اس دن سے میں نے اپنے دین کے سوا کوئی دوسرا دین نہیں اپنایا اور نہ ہی میں نے زمانہ جاہلیت اور اسلام میں کبھی زنا کیا اور نہ کسی کو ناحق قتل کیا تو پھر تم مجھے کیوں قتل کرنا چاہتے ہو۔''

(رواہ احمد)

محاصرہ کے وقت حضرت علیؓ کی کیفیت شداد بن اوس کہتے ہیں کہ جس دن حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ سخت ہوگیا تو میں نے دیکھا کہ حضرت علیؓ گھر سے باہر سر پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمامہ اور انہی کی تلوار کا قلادہ ڈالے ہوئے تھے۔ حضرت علیؓ کے ساتھ ان کے بیٹے حضرت حسنؓ اور عبداللہ بن عمرؓ مہاجرین اور انصار کی جماعت کے ساتھ مل کر لوگوں کو خوفزدہ کرکے منتشر کررہے تھے۔ پھر تھوڑی دیر بعد حضرت عثمانؓ کے پاس گئے۔ حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ سے کہا السلام علیکم یا

امیرالمومنین' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس معاملہ کونہیں چھوڑا۔ یہاں تک کہ حملہ آور کا بیڑا نہ غرق کر دیا ہو۔ خدا کی قسم میری نظر میں قوم اتنی مشتعل ہے کہ وہ آپ پر حملہ آور ہوگی۔ لہٰذا آپ حکم دیں تا کہ ہم ان سے لڑیں اور آپ کی طرف سے برسر پیکار ہوں۔'' حضرت عثمانؓ نے فرمایا اے علیؓ خدا کی قسم اگر کسی آدمی کے ذمہ اللہ کا حق نکلتا ہے یا اس نے اس بات کا اقرار کیا کہ اس کے اوپر میرا کوئی حق ہے جس کی وجہ سے سینگی لگانے کے برابر اس کا خون بہایا جائے یا فرمایا اس کا خون بہایا جائے تو میں اس کے خون بہانے کے لئے تیار نہیں ہوسکتا۔ پھر حضرت علیؓ نے دوبارہ یہی کہا کہ اگر آپؓ ہمیں حکم دیں تو ہم ان لوگوں سے قتال کریں چنانچہ حضرت عثمانؓ نے پھر وہی جواب دیا۔

حضرت عثمانؓ پر حملہ شداد بن اوس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو دیکھا وہ دروازے سے نکلتے ہوئے یہ کہہ رہے تھے کہ خدا کی قسم ہم نے ساری کوششیں صرف کردی ہیں پھر حضرت علیؓ مسجد میں داخل ہوئے۔ اتنے میں خارجیوں نے حضرت عثمانؓ پر حملہ کر دیا اور آپؓ اس وقت گھر میں قرآن مجید کی تلاوت کررہے تھے۔ چنانچہ محمد بن ابی بکر نے حضرت عثمانؓ کی ڈاڑھی مبارک پکڑ لی۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا اے بھتیجے میری ڈاڑھی چھوڑ دوتم میرے ساتھ ایسا برتاؤ کررہے ہو اگر تمہارے والد تمہیں اس حالت میں دیکھ لیں تو انہیں بھی ناگوار گزرے۔ یہ سن کر محمد بن ابی بکر نے حضرت عثمانؓ کی ڈاڑھی چھوڑ دی اور وہاں سے چلا گیا۔ چنانچہ اس کے بعد بتار بن عیاض اور سودان بن حمران نے حضرت عثمانؓ پر اپنی تلواروں سے حملہ کردیا۔ خون بہنے لگا اور خون کی چھینٹیں قرآن مجید کی اس آیت ''**فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم**'' (پس اللہ آپ کی طرف سے ان کے لئے کافی ہے اور وہ سننے اور جاننے والا ہے) پر پڑیں۔ پھر اس کے بعد'' عمرو بن الحمق '' حضرت عثمانؓ کے سینہ پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور خوب تشدد کیا یہاں تک کہ حضرت عثمانؓ شہید ہوگئے۔ عمیر بن صابی نے حضرت عثمانؓ کے پیٹ کو خوب روندا۔ یہاں تک کہ آپ کی دو پسلیاں ٹوٹ گئیں۔

''امام احمدؒ نے نقل کیا ہے کہ کعب بن عجرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب ایک زبردست فتنہ اٹھنے والا ہے۔ اس کے بعد ایک شخص ایک چادر میں لپٹا ہوا آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ شخص اس دن حق پر ہوگا جب دیکھا گیا تو وہ حضرت عثمانؓ تھے۔

امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اس دن حضرت عثمانؓ کے حق پر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہدایت پر ہوں گے۔ امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔ ابن ابی المہدی کہتے ہیں کہ سیدنا عثمانؓ کے پاس دو ایسی خصوصیات تھیں جو نہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس تھیں اور نہ حضرت عمرؓ کے پاس۔ پہلی خصوصیت یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے اوپر اتنا قابو رکھا کہ آپؓ مظلوم وشہید کر دیئے گئے۔ دوسری خصوصیت یہ تھی کہ حضرت عثمانؓ نے امت مسلمہ کو قرآن کریم پر جمع کر دیا تھا۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت المدائنی کہتے ہیں کہ حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کا واقعہ بدھ کے دن نماز عصر کے بعد پیش آیا اور ہفتہ کے دن ظہر سے پہلے آپؓ کو تجہیز وتکفین کے بعد دفن کر دیا گیا۔ بعض اہل علم نے تدفین جمعہ کے دن بتائی ہے اور یہ تدفین غالباً 18 ذی الحجہ 35ھ کو ہوئی۔

المہدوی کہتے ہیں کہ وسط ایام تشریق میں حضرت عثمانؓ کو شہید کیا گیا تھا۔ شہادت کے تین دن بعد تک دفن نہیں کیا گیا اور نہ

نماز جنازہ پڑھی گئی۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ حضرت عثمانؓ کی نماز جنازہ حضرت جبیر بن مطعمؓ نے پڑھائی۔ پھر حضرت عثمانؓ کو رات کے وقت دفن کر دیا گیا۔ حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کتنے دن رہا اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک بیس دن سے زیادہ رہا۔ بعض کے نزدیک ۴۹ دن تک رہا۔ امام السیرۃ الواقدیؒ کا بھی یہی قول ہے۔ الزبیر بن بکار کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کا محاصرہ اسی دن تک جاری ہے۔

حضرت عثمانؓ کی مدت خلافت حضرت عثمان بارہ سال سے بارہ دن کم تک خلافت کے مسند پر فائز رہے۔ حضرت عثمانؓ نے 80 سال کی عمر پائی۔ محمد بن اسحٰقؒ کی بھی یہی تحقیق ہے۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کی خلافت گیارہ سال گیارہ ماہ چودہ دن تک قائم رہی اور عمر 88 سال ہوئی۔ بعض حضرات نے عمر 83 سال اور بعض اہل علم نے حضرت عثمانؓ کی عمر نوے سال بتائی ہے۔ اس بارے میں اس کے علاوہ بھی بہت سے اقوال منقول ہیں۔

خلافت سیدنا علی بن ابی طالب

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ کو خلیفہ بنایا گیا۔ چنانچہ جس دن حضرت عثمانؓ کی شہادت کا واقعہ رونما ہوا اسی دن حضرت علیؓ سے خلافت کی بیعت لی گئی جس کی تفصیل آگے آئے گی۔ حضرت علیؓ کا سلسلہ نسب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عبدالمطلب جو جد اوّل ہیں، مل جاتا ہے نیز حضرت علیؓ کو ہاشم کی طرف سے بھی منسوب کیا جاتا ہے۔ اسی لئے آپ کو القرشی الہاشمی بھی کہتے ہیں۔ حضرت علیؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے۔ حضرت علیؓ کا نام زمانہ جاہلیت و اسلام میں ''علی'' ہی تھا۔ آپ کی کنیت ابوالحسن' ابوتراب' جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نے رکھی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت علیؓ سے بہت زیادہ تعلق تھا۔ حضرت علیؓ نے سات سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ بعض اہل علم نے 9 سال بعض نے 10 سال اور بعض نے 15 سال اسلام لانے کے وقت کی عمر بتائی ہے۔ حضرت علیؓ نے غزوہ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں شرکت کی ہے۔ غزوہ تبوک میں اس لئے شریک نہ ہو سکے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ کو گھر کا جانشین مقرر کیا تھا۔ حضرت علیؓ قرآن و حدیث کے عالم تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت مدینہ کے وقت حضرت علیؓ کو ہی اپنے بستر مبارک پر چھوڑا تھا۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے تین دن تین رات رہ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس رکھی گئی امانتیں لوگوں تک پہنچا دیں۔ اس کے بعد مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

حضرت علیؓ وہ شخصیت ہیں جو کم عمر لوگوں میں سے سب سے پہلے مسلمان ہوئے اور سب سے پہلے نماز پڑھی۔ نبی اکرمؐ نے حضرت فاطمہؓ کو (شادی کے موقع پر) ایک چادر' کھجور کی چھال کا بھرا ہوا چمڑے کا تکیہ' دو چکی' ایک مشکیزہ اور دو گھڑے دیئے تھے۔ نبی اکرمؐ نے دنیا ہی میں حضرت علیؓ کو جنت کی بشارت دے دی تھی۔ حضرت علیؓ کے مناقب تو بہت ہیں لیکن آپ کی عظمت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے آپ کے متعلق فرمایا کہ ''میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں۔''

فائدہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اولوالعزم پیغمبر پانچ ہیں۔ (1) حضرت نوح علیہ السلام (2) حضرت ابراہیم علیہ السلام

(3) حضرت موسیٰ علیہ السلام (4) حضرت عیسیٰ علیہ السلام (5) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ماں کے پیٹ سے مختون پیدا ہونے والے پیغمبروں کے نام حضرت کعب بن احبارؓ کہتے ہیں کہ ماں کے پیٹ سے مختون پیدا ہونے والے پیغمبروں کی تعداد تیرہ ہے۔

(1) حضرت آدم علیہ السلام (2) حضرت شیث علیہ السلام (3) حضرت ادریس علیہ السلام (4) حضرت نوح علیہ السلام (5) حضرت سام علیہ السلام (6) حضرت لوط علیہ السلام (7) حضرت یوسف علیہ السلام (8) حضرت موسیٰ علیہ السلام (9) حضرت شعیب علیہ السلام (10) حضرت سلیمان علیہ السلام (11) حضرت یحییٰ علیہ السلام (12) حضرت عیسیٰ علیہ السلام (13) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

محمد بن حبیب ہاشمی کہتے ہیں کہ مختون انبیاء کرام کی تعداد چودہ ہے۔

(1) حضرت آدم علیہ السلام (2) حضرت شیث علیہ السلام (3) حضرت نوح علیہ السلام (4) حضرت ھود علیہ السلام (5) حضرت صالح علیہ السلام (6) حضرت لوط علیہ السلام (7) حضرت شعیب علیہ السلام (8) حضرت یوسف علیہ السلام (9) حضرت موسیٰ علیہ السلام (10) حضرت سلیمان علیہ السلام (11) حضرت زکریا علیہ السلام (12) حضرت عیسیٰ علیہ السلام (13) حضرت حنظلہ بن صفوان جو اصحاب الرس کے لئے بھیجے گئے تھے۔ (14) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

کاتبین وحی کے نام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبین وحی درج ذیل ہیں۔

(1) حضرت ابوبکر صدیق ؓ (2) حضرت عمر فاروق ؓ (3) حضرت عثمانؓ (4) حضرت علیؓ (5) حضرت ابی بن کعبؓ یہ سب سے پہلے کاتب وحی ہیں (6) حضرت زید بن ثابت انصاریؓ (7) حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ (8) حضرت حنظلہ بن الربیع الاسدیؓ (9) حضرت خالد بن سعید بن العاصؓ۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت معاویہؓ نے کتابت وحی میں مداومت اختیار کی ہے یعنی پابندی کے ساتھ وحی کی کتابت کی ہے۔

دور نبویؐ کے حفاظ صحابہ کرامؓ (1) حضرت ابی بن کعبؓ (2) حضرت معاذ بن جبلؓ (3) حضرت ابوزید انصاریؓ (4) حضرت ابوالدرداءؓ (5) حضرت زید بن ثابتؓ (6) حضرت عثمانؓ (7) حضرت تمیم داریؓ (8) حضرت عبادہ بن صامتؓ (9) حضرت ابوایوب انصاریؓ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں گردن اڑانے والے صحابہ کرامؓ (1) حضرت علیؓ (2) حضرت زبیرؓ (3) حضرت محمد بن مسلمہؓ (4) حضرت مقدادؓ (5) حضرت عاصم بن افلح۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محافظ صحابہ کرامؓ (1) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ (2) حضرت سعد بن معاذؓ (3) حضرت عباد بن بشرؓ (4) حضرت ابوایوب انصاریؓ (5) حضرت محمد بن مسلمہ انصاریؓ۔ چنانچہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی۔

"**واللہ یعصمک من الناس**" (اور اللہ تعالیٰ لوگوں سے آپ کی حفاظت فرمائے گا) تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حفاظت ترک کردی۔

عمر میں ہوئی۔(4)امام شافعیؒ ابوعبداللہ محمد بن ادریس' پیدائش 150ھ وفات مصر میں رجب کے آخر میں 204ھ میں ہوئی۔(5) امام احمد بن حنبلؒ کنیت ابوعبداللہ۔وفات ربیع الثانی 164ھ میں بغداد میں ہوئی۔

جلیل القدر محدثین کا تذکرہ (1)امام ابوعبداللہ بخاریؒ پیدائش بروز جمعہ 194ھ وفات عیدالفطر کی رات 256ھ میں ہوئی۔ (2)امام مسلم نیشاپوری کی عمر 55 سال تھی وفات 25 رجب 261ھ میں ہوئی۔(3)امام ابوداؤد: وفات 275ھ بصرہ میں ہوئی۔ (4)امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ کی وفات 13 رجب 269ھ کو ترمذ میں ہوئی۔(5)امام ابوالحسن الدارقطنیؒ پیدائش 306ھ اور وفات ذی تعدہ 385ھ کو بغداد میں ہوئی۔(6)امام ابوعبدالرحمٰن النسائی کی وفات 203ھ کو ہوئی۔

مؤرخین کا قول مؤرخین کہتے ہیں کہ جب حضرت عثمان غنیؓ کو شہید کردیا گیا تو لوگ سیدنا علیؓ کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹانے لگے۔بعض لوگ تو اضطرابی کیفیت میں گھر میں داخل ہوگئے اور کہا کہ امیر المومنین سیدنا عثمانؓ تو شہید ہو چکے ہیں۔ہمارے درمیان بحیثیت قائد ایک امیر کا ہونا ضروری ہے۔چنانچہ ہمارے علم کے مطابق آپؓ سے زیادہ منصب امامت وخلافت کا کوئی مستحق نہیں ہے۔یہ سن کر حضرت علیؓ نے لوگوں کی تجویز رد کردی۔چنانچہ لوگوں نے اصرار کیا تو حضرت علیؓ نے فرمایا اگر تم میری ہی امامت وخلافت کے لئے بیعت پر اصرار کرتے ہو تو یاد رکھو میں چھپ کر گھر میں بیعت نہیں کروں گا۔

بس یہ کہنا تھا کہ لوگ مسجد میں آ گئے۔چنانچہ حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور دیگر اکابر صحابہؓ سب حاضر ہوگئے۔حضرت طلحہؓ نے سب سے پہلے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔پھر اس کے بعد لوگ بیعت کے لئے ٹوٹ پڑے اور تمام مہاجرین والانصار حضرت علیؓ کی بیعت سے متفق ہوگئے لیکن ان میں سے ایک گروہ نے بیعت کرنے سے تاخیر کی تو حضرت علیؓ نے انہیں اپنی بیعت پر مجبور نہیں کیا۔بعض لوگوں نے بیعت نہ کرنے والوں سے کہا کہ یہ لوگ حق سے الگ ہو کر بیٹھ گئے حالانکہ انہوں نے باطل کا ارتکاب بھی نہیں کیا۔اسی طرح حضرت معاویہ بن سفیانؓ اور اہل شام نے بھی حضرت علیؓ کی بیعت کرنے سے انکار کردیا۔ چنانچہ یہیں سے جھگڑے کی بنیاد پڑ جاتی ہے جس کی بناء پر آپس ہی میں جنگ صفین ہوئی۔بعض لوگوں نے خروج کرکے کفر کا ارتکاب کرلیا تو ان کو خوارج کے نام سے موسوم کردیا گیا۔انہی خروج کرنے والوں نے حضرت علیؓ کو قتل کرنے کی سازش شروع کردی۔(اللہ تعالیٰ ان کو سخت عذاب دے) نیز انہی خوارج نے امت مسلمہ میں اختلاف کی بنیاد ڈال دی۔

حضرت علیؓ نے ممکن حد تک خوارج کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن یہ لوگ باز نہیں آئے بلکہ وہ لڑائی کے لئے تیار ہوگئے۔چنانچہ ''نہروان'' کے قریب ان لوگوں کے ساتھ جنگ ہوئی اور کچھ لوگوں کے علاوہ سب لوگ قتل کردیئے گئے۔

حضرت علی کی خلافت کے متعلق حضرت عمرؓ کا مشورہ حضرت عمرؓ جب زخمی ہوئے تو آپؓ نے فرمایا تھا ''کہ اگر تم لوگ ان ''محلوق الراس'' (چھوٹے سر والے) کو اپنا خلیفہ بناؤ گے تو یہ تمہاری صحیح رہنمائی کریں گے۔حضرت عمرؓ کی مراد سیدنا علیؓ تھے۔چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ خدا کی قسم حضرت علیؓ نے لوگوں کو سیدھے راستے پر چلانے کی ہر ممکن کوشش کی۔

حضرت علیؓ کے اخلاق کریمانہ حضرت علیؓ رعایا پر مہربان' تواضع کے پیکر' پرہیز گار اور دین کے معاملے میں ہوشیار تھے۔ایک مٹھی بھر جو کا آٹا پانی میں ڈال کر پی لیتے تھے۔چنانچہ جب خوارج نے خروج کیا تو ان میں بعض نے یہ عقیدہ بنالیا تھا کہ حضرت علیؓ

معبود برحق ہیں تو حضرت علیؓ نے انہیں آگ میں ڈال دیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کسی نے سوال کیا کہ کیا سیدنا علیؓ خود جنگ صفین میں تشریف لے جاتے تھے؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے جواب دیا کہ میں نے حضرت علیؓ کی طرح کسی کو جنگ کرتے ہوئے نہیں دیکھا میں نے انہیں ننگے سر، ہاتھ میں تلوار، پاؤں تک زرہ پہنے ہوئے جنگ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

''الدرۃ الغواص'' میں ہے کہ حضرت علیؓ کی شجاعت کے متعلق مشہور ہے کہ جب آپ مقابل کے سامنے آتے تو اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکتے۔ اوپر سے وار کرتے تو تلوار نیچے تک اتر جاتی۔ اگر سامنے کی طرف سے حملہ آور ہوتے تو تلوار کمر سے دوسری جانب نکل آتی۔ تحقیق حضرت علیؓ کی شہادت کا واقعہ پہلے گزر چکا ہے کہ عبدالرحمن بن ملجم نے انہیں شہید کیا تھا۔ یہ واقعہ 17 رمضان المبارک 40ھ میں رونما ہوا۔ عبدالرحمن بن ملجم بدبخت نے حضرت علیؓ پر اچانک حملہ کر کے دماغ پر خنجر مارا جس سے آپؓ شدید زخمی ہو گئے۔ پھر دو دن کے بعد آپؓ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت علیؓ کی وفات کے بعد لوگوں نے قاتل کو پکڑ کر سزا دی۔

حضرت علیؓ اس وقت موجود صحابہ کرامؓ میں سب سے افضل و اعلیٰ تھے۔ آپؓ کے بے شمار مناقب ہیں۔ حافظ ذھبیؒ نے حضرت علیؓ کے مناقب کو یکجا کر دیا ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ جس وقت ابن ملجم نے حضرت علیؓ پر حملہ کر کے کاری ضرب لگائی تھی تو آپؓ نے سیدنا حسنؓ و حسینؓ کو بلا کر طویل وصیت کی جس کے آخر میں یہ بھی فرمایا اے بنو عبدالمطلب تم مسلمانوں کے خون میں لت پت مت ہونا۔ تم یہ کہتے ہو کہ امیر المومنین علیؓ کو قتل کر دیا گیا۔ مجھے میرے قاتل کے علاوہ کسی اور نے قتل نہیں کیا اسے تم آہستہ آہستہ سزا دیتے رہو لیکن مثلہ کرنے سے باز رہو۔ اس لئے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے تم اپنے آپ کو ''مثلہ بنانے'' سے بچانا۔ چنانچہ جب حضرت علیؓ شہید ہو گئے تو حضرت حسنؓ نے قاتل ابن ملجم کو قتل کر دیا۔ ابن ملجم کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ کر اس کی آنکھوں میں آگ کی سلائیں گرم کر کے ڈالیں لیکن یہ سب ہو جانے کے بعد اسے نہ ڈر محسوس ہوا نہ اس نے آواز نکالی لیکن جب ابن ملجم کی زبان کاٹی جانے لگی تو وہ کراہنے لگا۔ لوگوں نے کراہنے کی وجہ دریافت کی تو ابن ملجم کہنے لگا کہ میں موت سے نہیں گھبراتا۔ البتہ میں اس سے ضرور ڈرتا ہوں کہ کہیں مجھ پر کوئی ایسا وقت نہ گزرے جس میں اللہ تعالیٰ کو یاد نہ کر سکوں۔ چنانچہ لوگوں نے اس کی زبان کاٹ دی اور وہ مر گیا۔

نوٹ: لوگوں نے پوچھا کہ تم نے روئے زمین کے سب سے نیک آدمی کو مار دیا اور زبان کٹنے پر یہ کہتے ہو۔ تو کہنے لگا کہ میں تو اس قتل کو نجات کا باعث سمجھتا ہوں۔ (مترجم)

حدیث میں مذکور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا اے علیؓ کیا تم جانتے ہو کہ پہلے لوگوں میں سب سے زیادہ بدبخت کون تھا؟ حضرت علیؓ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ہے جس نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ دی تھیں۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بعد کے لوگوں میں سب سے زیادہ بدبخت کون ہے؟ حضرت علیؓ نے عرض کیا۔ اللہ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا وہ شخص بدبخت ہے جو تم کو یہاں پر مارے گا جس کی وجہ سے یہ تر ہو جائے گی (یہ فرما کر) حضرت علیؓ کی ڈاڑھی پکڑ لی۔''

حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے اگر میں چاہتا تو اس بدبخت کو پہلے ہی سمجھ لیتا۔ چنانچہ ابن ملجم نے حضرت علیؓ کو شہید کر دیا۔ جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے۔

حضرت علیؓ کی مدت خلافت اور وفات حضرت علیؓ کی وفات 57 یا 58 سال کی عمر میں ہوئی۔ بعض علماء کے نزدیک 63 یا 68 سال کی عمر میں ہوئی۔ ابن جریر طبری کہتے ہیں کہ انتقال کے وقت حضرت علیؓ کی عمر 65 برس تھی اور بعض کا قول 63 سال کا بھی ہے۔ حضرت علیؓ چار سال 9 ماہ ایک دن منصب خلافت پر فائز رہے۔ حضرت علیؓ خلیفہ بننے کے بعد مدینہ منورہ میں چار ماہ رہے۔ پھر عراق تشریف لے گئے۔ حضرت علیؓ کی شہادت کوفہ میں ہوئی۔ حضرت علیؓ کی عمر کے بارے میں جس طرح مختلف اقوال ہیں اسی طرح مدت خلافت کے متعلق بھی مختلف اقوال ہیں۔

خلافت سیدنا حسن بن علی بن ابی طالبؓ

حضرت حسنؓ چھٹے خلیفہ ہیں۔ حضرت حسن کو معزول کر دیا گیا تھا۔ عنقریب اس کی تفصیل آئے گی۔ اہل علم نے کہا ہے کہ سیدنا حضرت علیؓ کے بعد حضرت حسنؓ کو خلیفہ بنایا گیا۔ حضرت حسنؓ کی کنیت ابو محمد لقب زکی اور ماں کا نام حضرت فاطمۃ الزہراؓ ہے۔ حضرت حسنؓ کے والد محترم حضرت علیؓ کی وفات کے بعد آپ کی خلافت کی بیعت لی گئی۔ پھر آپ مدائن تشریف لے گئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ حضرت حسنؓ کو ایک دن کسی مخبر نے خبر دی کہ قیس کو قتل کر دیا گیا ہے۔ اس لئے جلدی تشریف لے چلئے۔ حضرت حسنؓ نے قیس کو "مقدمۃ الجیش" کا سپہ سالار بنایا تھا۔ قیس کا پورا نام قیس بن سعد بن عبادہؓ ہے۔ حضرت حسنؓ جب نکلے تو الجراح الاسدی ان پر حملہ آور ہوا (اللہ اس کو سخت سزا دے) اس نے حضرت حسنؓ کے ساتھ ساتھ چل کر اچانک ران میں خنجر گھونپ دیا تو سیدنا حسنؓ نے فرمایا کہ تم نے کل میرے ابا جان کو قتل کیا ہے اور آج مجھ پر حملہ آور ہو کر مجھے قتل کرنا چاہتے ہو۔ محض اس لئے کہ انصاف پرور سے منحرف ہونا چاہتے ہو اور بے انصاف اور متشدد لوگوں کے ساتھ رہنا پسند کرتے ہو۔ خدا کی قسم تم تھوڑے ہی دنوں میں اس کا انجام بھگتو گے۔ چنانچہ حضرت حسنؓ نے اس کے بعد چند شرائط کے ساتھ حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیانؓ کو خلافت سپرد کئے جانے کی تحریر لکھ دی۔ حضرت امیر معاویہؓ نے ان کا جواب دیا چنانچہ انہی شرائط پر خلافت امیر معاویہؓ کے سپرد کر دی گئی اور حسنؓ نے امیر معاویہؓ سے 25 ربیع الاوّل کو بیعت کر لی اور یہ محض حضرت حسنؓ نے امت محمدیہؐ کے بکھرے ہوئے شیرازے کو متحد کرنے کی بناء پر ایسا کیا تھا۔ چنانچہ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئی بطور معجزہ پوری ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا "یہ میرا نواسہ سردار ہے اس کے ذریعے سے عنقریب اللہ تعالیٰ صلح کرائیں گے۔" دوسری حدیث میں یہ الفاظ ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

شاید کہ اللہ تعالیٰ اس کے (یعنی حضرت حسنؓ) کے ذریعے سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں مصالحت کرائیں گے۔"

حضرت حسنؓ کے متعلق خلافت سپرد کرنے کے سلسلے میں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت حسنؓ نے حضرت امیر معاویہؓ سے ایک لاکھ درہم لئے تھے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ جمادی [illegible] مقام ازرح میں ایک ہزار اشرفیوں کے عوض خلافت سپرد کی گئی اور بعض

حضرات کا یہ کہنا ہے کہ چار سو درہم کے عوض میں حضرت حسنؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کو خلافت سپرد کی تھی۔ نیز بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ حضرت حسنؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کو خلافت سپرد کرتے وقت یہ شرط لگائی تھی کہ انہیں بیت المال سے خرچ لینے کی مکمل سہولت دی جائے گی تاکہ حسب ضرورت وہ ہمیشہ مال لیتے رہا کریں۔ نیز حضرت امیر معاویہؓ کے بعد انہیں ہی خلیفہ تسلیم کیا جائے گا۔ چنانچہ حضرت امیر معاویہؓ نے اس تجویز کو پسند کیا اور اسے منظور کر لیا۔ اس کے بعد حضرت حسنؓ منصب خلافت سے معزول ہو گئے۔ حضرت حسنؓ نے خلافت حضرت امیر معاویہؓ کے سپرد کر کے ان سے مکمل صلح کر لی۔ پھر حضرت حسنؓ اور امیر معاویہؓ دونوں کوفہ میں داخل ہوئے تو امت مسلمہ کی خلافت ایک خلیفہ کے ہاتھ میں چلے جانے کی بناء پر اس سال کا نام ہی ''عام الجماعۃ'' رکھ دیا گیا۔

شعبی کہتے ہیں کہ جس دن حضرت حسنؓ خلافت سے دستبردار ہو رہے تھے اور امیر معاویہؓ سے صلح کر لی تھی میں اس مجلس میں موجود تھا۔ چنانچہ حضرت حسنؓ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ سب سے عقل مند صاف گو آدمی ہے اور سب سے احمق فاجر آدمی ہے جس کے لئے میں اور امیر معاویہؓ جھگڑ رہے تھے اگر امیر معاویہؓ واقعی منصب خلافت کے مستحق تھے تو وہی مجھ سے زیادہ مناسب ہیں اور اگر میں منصب خلافت کا حق دار تھا تو اب میں اپنا حق حضرت امیر معاویہؓ کے سپرد کرتا ہوں تاکہ امت میں صلح ہو اور قوم خونریزی سے بچ جائے لیکن مجھے اس کا بھی علم ہے کہ شاید یہ بات تمہارے لئے باعث فتنہ ہو لیکن محض چند دن تک اشتعال ہوگا پھر اس کے بعد معاملہ دب جائے گا۔

حضرت حسنؓ اس کے بعد مدینہ منورہ تشریف لے آئے اور یہیں سکونت اختیار کر لی تو بعض لوگوں نے آپ کی ملامت کی۔ حضرت حسنؓ نے جواب دیا کہ میں نے تین چیزوں میں سے تین چیزوں کا انتخاب کیا ہے۔ (1) انتشار و افتراق کے مقابلے میں اتحاد اور جماعت بندی۔ (2) خونریزی کے مقابلے میں امت مسلمہ کے خون کی حفاظت (3) آگ کے مقابلے میں عار کو۔

صحیح حدیث میں ہے حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہیں اور اپنے پہلو میں حضرت حسنؓ کو بٹھائے ہوئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی حضرت حسنؓ کو دیکھ کر فرماتے کہ یہ میرا بیٹا سردار ہے اور مجھے امید ہے کہ یہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائے گا۔

حضرت حسنؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے شرم آتی ہے کہ میں اپنے رب سے اس حال میں ملاقات کروں کہ ان کے گھر پیدل نہ گیا ہوں۔ حضرت حسنؓ اس کے بعد مدینہ منورہ سے بیس مرتبہ مکہ مکرمہ پیدل تشریف لے گئے۔ حضرت حسنؓ کے ساتھ اس سفر میں شرفاء بھی شریک تھے۔ اسی طرح حضرت حسنؓ نے اپنے مال سے دو مرتبہ صدقہ نکالا اور اللہ کے راستے میں تین مرتبہ مال تقسیم کیا۔ یہاں تک کہ ایک جوتا اللہ کی راہ میں تقسیم کر دیتے دوسرا روک لیتے۔ ابن خلکان کہتے ہیں کہ جس وقت حضرت حسنؓ بیمار ہوئے تو مروان بن الحکم نے حضرت امیر معاویہؓ کو اطلاع دی کہ حضرت حسنؓ بیمار ہو گئے ہیں۔ حضرت امیر معاویہؓ نے جواب دیا کہ حضرت حسنؓ کی وفات کی اطلاع مجھے فوراً بھیج دی جائے۔ چنانچہ جس وقت حضرت حسنؓ کی وفات کی خبر حضرت امیر معاویہؓ کو معلوم ہوئی تو انہوں نے باآواز بلند تکبیر کہی جو کہ مقام الخضراء تک سنائی دیتی تھی۔ اس تکبیر کو سن کر اہل شام نے بھی تکبیر بلند کی۔ یہ ماجرا دیکھ کر فاختہ بنت قریظہ نے حضرت امیر معاویہؓ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کرے۔ آپ نے یہ تکبیر کیوں کہی؟ حضرت امیر معاویہؓ

نے فرمایا کہ حضرت حسنؓ کی وفات ہوگئی ہے۔ فاختہ نے کہا کہ کیا آپ نے حسن بن فاطمہؓ کی وفات کی خبر سن کر تکبیر کہی ہے۔ امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ میں نے ان کے مرنے کی خوشی پر تکبیر نہیں کہی بلکہ اس لئے کہی ہے کہ میرا دل مطمئن ہوگیا۔ اسی دوران حضرت عبداللہ بن عباسؓ تشریف لائے تو حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ اہل بیت میں حادثہ آ گیا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں۔ البتہ اتنی بات ضرور معلوم ہے کہ آپ اس وقت خوش نظر آرہے ہیں اور اس سے پہلے میں نے آپ کی تکبیروں کی آواز بھی سنی ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ حضرت حسنؓ کا انتقال ہوگیا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ابو محمد پر رحم فرمائے۔ یہ جملہ تین مرتبہ فرمانے کے بعد حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اے معاویہؓ حضرت حسنؓ کا گڑھا آپ کے گڑھے کو نہیں بھر سکتا اور نہ ان کی عمر تمہاری عمر میں اضافہ کر سکتی ہے۔

البتہ ہمیں اس وقت حضرت حسنؓ کی وفات سے تکلیف پہنچی ہے تو کوئی بات نہیں اس سے پہلے بھی امام المتقین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال سے تکلیف پہنچ چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس حادثہ کی تلافی فرما کر سکون نصیب فرمائے۔ اب حضرت حسنؓ کے بعد تو اللہ تعالیٰ ہی ہمارے خلیفہ ہیں۔

حضرت حسنؓ کی وفات زہر کی وجہ سے ہوئی حضرت حسنؓ کی وفات زہر کے اثرات سے ہوئی۔ حضرت حسنؓ کو زہر دینے والی عورت مقدمہ بنت الاشعث تھی۔ حضرت حسنؓ کے جسم میں زہر اس قدر سرایت کر گیا تھا کہ آپ کے نیچے سے دن میں ایک ایک طشت خون اٹھایا جاتا تھا۔ حضرت حسنؓ خود فرمایا کرتے تھے کہ مجھے کئی مرتبہ زہر دیا گیا لیکن جتنا اثر اس مرتبہ ہوا اتنا کبھی نہیں ہوا۔ حضرت حسنؓ نے اپنے بھائی حضرت حسینؓ کو وصیت کی تھی کہ مجھے میرے نانا کے پاس اجازت لے کر دفن کر دینا ورنہ بقیع الغرقد میں دفن کر دینا۔ حضرت حسنؓ کی وفات ہوئی تو حضرت حسینؓ اور تمام غلام مسلح ہو کر اس کوشش میں لگ گئے کہ حضرت حسنؓ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہی دفن کر دیا جائے یہ دیکھ کر مدینہ کے گورنر مروان بن حکم موالی بنی امیہ بھی آ گئے اور حضرت حسینؓ کو اس ارادے سے روک دیا گیا۔ حضرت حسنؓ کی وفات ربیع الاول 49ھ میں ہوئی اور بعض اہل علم کے نزدیک 50ھ میں ہوئی۔ حضرت حسنؓ کی نماز جنازہ حضرت سعید بن عاصؓ نے پڑھائی اور حضرت حسنؓ کو ان کی والدہ حضرت فاطمہؓ کے جوار میں دفن کر دیا گیا اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ حضرت حسنؓ کو بقیع الغرقد میں قبۃ العباس میں دفن کر دیا گیا۔ اسی جگہ علی زین العابدین اور ان کے بیٹے محمد الباقر اور پوتے جعفر بن محمد صادق بھی مدفون ہیں۔ گویا چار اشخاص ایک ہی قبر میں مدفون ہیں۔

مدت خلافت حضرت حسنؓ کی مدت خلافت چھ ماہ پانچ دن یا بعض اقوال کے مطابق مکمل چھ ماہ میں ایک دن کم تھا۔ گویا یہ مدت خلافت راشدہ کی تکمیل تھی جس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اس کے بعد خلافت علی منہاج النبوۃ ملوکیت میں بدل جائے گی پھر اس کے بعد زمین میں ظلم وزیادتی اور فساد پھیل جائے گا اور ہوا بھی وہی جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی تھی۔ حضرت حسنؓ نے 47 سال کی عمر پائی۔

خلافت امیر المومنین سیدنا معاویہ بن ابی سفیان

اہل علم کہتے ہیں کہ جس وقت سیدنا حسنؓ منصب خلافت سے دستبردار ہو گئے تو خلافت کے منصب پر حضرت امیر معاویہؓ فائز ہوئے اور سارا ملک ان کے لئے ہو گیا۔ حضرت امیر معاویہؓ سے یوم تحکیم میں بیعت ہوئی چنانچہ اہل شام نے حضرت امیر معاویہؓ سے بیعت کر لی تھی لیکن اہل عراق نے اختلاف کیا تھا۔ اس کے بعد حضرت حسنؓ نے حضرت امیر معاویہؓ سے صلح کر لی جس کے بعد تمام لوگ حضرت امیر معاویہؓ کی بیعت پر متفق ہو گئے۔ حضرت امیر معاویہؓ مقام خیف منیٰ میں پیدا ہوئے۔ حضرت امیر معاویہؓ اپنے والد حضرت ابوسفیانؓ سے پہلے ہی اسلام قبول کر چکے تھے چنانچہ نبی اکرم ﷺ کی صحبت سے مستفید ہوئے۔ نیز کاتب وحی کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔ حضرت امیر معاویہؓ اپنے بھائی یزید بن ابی سفیان کے لشکری بن کر رہتے تھے پھر یزید بن ابی سفیان' امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ کے دور خلافت میں دمشق کے علاقہ کے گورنر بنائے گئے تھے۔ چنانچہ جب وہ بیمار ہوئے تو انہوں نے اپنے بھائی امیر معاویہؓ کو نائب بنا دیا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے امیر معاویہؓ کی اسی عہدے پر توثیق کر دی۔ چنانچہ حضرت امیر معاویہؓ بیس سال تک شام کے گورنر رہے۔ یہ مدت خلافت فاروقی اور خلافت عثمانی میں گزری پھر حضرت امیر معاویہؓ حضرت علیؓ کے دور خلافت میں غالب آگئے یہاں تک کہ حضرت حسنؓ نے خلافت کا منصب حضرت امیر معاویہؓ کے سپرد کر دیا۔ چنانچہ بعد میں تمام لوگ حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت پر جمع ہو گئے۔ چنانچہ حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے عمال کو دوسرے ممالک میں بھیجنا شروع کر دیا۔ یہ حالات 41ھ میں رونما ہوئے اسی لئے اس سال کا نام ''عام الجماعۃ'' (اتحاد کا سال) رکھ دیا گیا کیونکہ تمام امت مسلمہ افتراق و انتشار کے بعد ایک امیر کی قیادت پر متحد ہو گئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور مبارک میں ایک عورت نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ وہ حضرت امیر معاویہؓ سے نکاح کرنا چاہتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ معاویہؓ تو فقیر ہیں ان کے پاس مال و دولت نہیں ہے چنانچہ اس کے گیارہ سال بعد حضرت امیر معاویہؓ دمشق کے نائب گورنر ہو گئے پھر چالیس سال بعد دنیا بھر کے بادشاہ بن گئے۔

حضرت امیر معاویہؓ کے اخلاق کریمانہ حضرت امیر معاویہؓ کے چہرے سے ملاحت' رعب اور جاہ و جلال ٹپکتا تھا۔ آپؓ اچھے قسم کا لباس پہنتے' نشان لگے ہوئے ممتاز گھوڑے پر سواری کرتے' جود و سخا کے خوگر' رعایا کے حق میں ملنسار اور عزت و عظمت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ کا سلسلہ نسب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عبد مناف بن قصی میں مل جاتا ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ کو امیہ بن عبد شمس کی طرف منسوب کر کے اموی بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت سے مرۃ بن نوفل اشجعی حروری نے خروج کیا اور کوفہ چلا آیا۔ چنانچہ یہ آپ کی خلافت کا پہلا خارجی شخص تھا۔ اس کے بعد حضرت معاویہؓ نے اہل کوفہ کو یہ تحریر لکھ کر بھیج دی کہ یاد رکھو میرا تمہارے اوپر حق ہے۔ تمہیں چاہیے کہ اس خارجی کا مقابلہ کرو۔ چنانچہ اہل کوفہ نے اس خارجی سے لڑائی کی جس میں وہ مارا گیا۔ حضرت امیر معاویہؓ وہ پہلے خلیفہ ہیں جنہوں نے حویلی اور محلات کی بنیاد ڈالی۔ حفاظت اور پہرہ کے انتظامات کئے۔ پردہ اور حجاب کی پابندی عائد کی اور یہ پہلے خلیفہ ہیں جو اپنے ساتھ مسلح محافظ رکھتے تھے۔ اسی طرح انہوں نے کھانے' پینے' پہننے وغیرہ میں آرام و راحت کا رویہ اپنانے کی بنیاد ڈالی۔ حضرت امیر معاویہؓ نہایت بردبار شخص تھے۔ چنانچہ آپ کی بردباری

کے بہت سے واقعات مشہور ہیں۔ جب حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کا وقت قریب آ گیا تو تمام اہل خانہ جمع ہو گئے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ تم میرے اہل خانہ نہیں ہو؟ انہوں نے جواب دیا کیوں نہیں ہم سب آپ کے گھر کے لوگ ہیں۔ حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا تم میری وجہ سے پریشان ہو' میں نے تمہارے لئے ہی محنت و مشقت کی اور تمہارے ہی لئے کمایا۔ گھر والوں نے جواب دیا جی ہاں بالکل ٹھیک ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا میری روح میرے قدموں سے نکل رہی ہے اگر تم اسے واپس کر سکو تو واپس کر دو۔ گھر والوں نے عرض کیا ہم اس کی قوت نہیں رکھتے۔ یہ کہہ کر گھر والے رونے لگے۔ چنانچہ حضرت امیر معاویہؓ بھی رونے لگے پھر آپؓ نے فرمایا میرے بعد دنیا کسے دھوکہ میں ڈالے گی۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ جب جسم میں زیادہ کمزوری محسوس کرنے لگے تو لوگوں نے کہا کہ بس یہ تو موت ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا میری آنکھوں میں اثمد سرمہ لگاؤ اور سر میں تیل کی مالش کرو چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا اور چہرے پر بھی تیل لگا دیا پھر ان کے لئے ایک تکیہ رکھا جس میں ٹیک لگا کر انہیں بٹھا دیا گیا۔ پھر لوگ اجازت لے کر حاضر ہونے لگے اور سلام لے کر بیٹھنے لگے۔ جس وقت لوگ واپس جاتے تو حضرت امیر معاویہؓ اشعار پڑھتے۔

و تجلدی للشامتین اریهم   انی لریب لا اتضعضع

''میں مسرت کرنے والوں کو دیکھ رہا ہوں تم ان کی وجہ سے صبر کرو ورنہ لیل ونہار کی گردش مجھے جھکا نہیں سکتی۔''

و اذا المنية أنشبت أظفارها   ألفيت كل تميمة لا تنفع

''اور جب موت اپنے ناخن چبھو دے تو ہر تعویز مجھے بے فائدہ معلوم ہوتا ہے۔''

اس کے بعد حضرت امیر معاویہؓ نے وصیت کی کہ میرے ناک اور منہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناخن رکھ دیئے جائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے کپڑوں میں کفن دے دیا جائے۔

حضرت امیر معاویہؓ کی وفات حضرت امیر معاویہؓ کی وفات نصف رجب کے قریب 60ھ میں دمشق میں ہوئی اور بعض اہل علم نے ابتدائے رجب کا تذکرہ کیا ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ کی نمازِ جنازہ یزید کی غیر موجودگی میں (چونکہ وہ اس وقت بیت المقدس میں تھے) الضحاک الفہری نے پڑھائی۔ حضرت امیر معاویہؓ کی عمر کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے بعض اہل علم کے نزدیک آپ کی عمر 80 سال ہے۔ بعض نے 75 سال اور بعض نے 85 سال کا قول نقل کیا ہے۔ بعض اہل علم نے 88 سال اور بعض نے 90 سال بتائی ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ خلافت مستحکم ہونے کے بعد مسند خلافت پر 19 سال 3 ماہ 5 دن تک فائز رہے۔ حضرت امیر معاویہؓ 40 سال تک امیر اور خلیفہ کے عہدوں پر فائز رہے جس میں سے چار سال حضرت عمر بن خطابؓ کی طرف سے گورنر رہے۔ واللہ اعلم۔

خلافت یزید بن معاویہ

حضرت امیر معاویہؓ کے بعد ان کے بیٹے یزید تخت نشین ہوئے۔ چنانچہ جس دن حضرت امیر معاویہؓ کا انتقال ہوا۔ اسی دن یزید سے بیعت لی گئی۔ اس لئے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے اپنی زندگی میں یزید کو ولی عہد مقرر کر دیا تھا۔ یزید والد کے انتقال کے

وقت موجود نہیں تھے بلکہ حمص میں تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کی خبر سن کر آئے اور سیدھے اپنے والد محترم کی قبر پر چلے گئے چنانچہ اس کے بعد دارالسلطنت اخضراء میں آئے تو ارکان حکومت اور تمام لوگوں نے ان (یزید) سے بیعت کر لی۔ یزید نے اس کے بعد سارے ملک میں بیعت کے خطوط روانہ کئے تو عوام نے بیعت کر لی لیکن سیدنا حضرت حسین بن علیؓ اور سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ نے بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ یہ دونوں یزید کے عامل ولید بن عقبہ بن ابی سفیان سے روپوش رہے۔

حضرت امام حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ آخر تک بیعت نہ کرنے کے مؤقف پر قائم رہے۔ پھر بالآخر حضرت امام حسینؓ کو شہید کر دیا گیا۔

حضرت امام حسینؓ کا قاتل کون تھا؟ حضرت امام حسینؓ کو "شمر بن ذی الجوشن" نے شہید کیا۔ بعض اہل علم کے نزدیک "سنان بن انس النخعی" نے حضرت امام حسینؓ کو شہید کیا تھا۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ شمر بن ذی جوشن نے حضرت امام حسینؓ کے سر میں نیزہ مارا تھا اور سنان بن انس نے پکڑ کر نیزہ سے مارا اور گھوڑے سے گرا دیا۔ چنانچہ اس کے بعد خولی بن یزید الاصبحی نے آگے بڑھ کر سرتن سے جدا کرنا چاہا تو اس کے ہاتھ کانپنے لگے اسی دوران اس کا بھائی شبل بن یزید آگے بڑھا اور اس نے گردن الگ کر دی اور اپنے بھائی خولی بن یزید کو دے دی۔ اس لشکر کا سپہ سالار عبیداللہ بن زیاد بن ابیہ تھا اور اسے یزید نے سپہ سالار بنایا تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ عبیداللہ بن زیاد نے علی بن حسین اور ان خواتین کو جو حضرت امام حسینؓ کے ساتھ تھیں ان کو اپنے لئے ہموار کر لیا تھا حالانکہ ان لوگوں کو جو عبیداللہ بن زیاد نے اعتماد دلایا تھا اس پر وہ عمل نہیں کر سکا۔ اس کے بعد پھر اس نے وعدہ خلافی کرتے ہوئے جو ظلم وستم کیا ہے مثلاً عورتوں کو قید کیا' معصوم بچوں کو اس قدر قتل کیا کہ جس کے تذکرے سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل گھبراتا ہے۔ یزید بن معاویہ اس دوران شمر بن ذی الجوشن کے ساتھ اپنے ہم نشینوں میں دمشق میں تھا۔ یہ سب کے سب لوگ چل پڑے۔ راستے میں ایک عبادت گاہ میں پہنچ کر قیلولہ کرنے لگے تو اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ بعض دیواروں پر یہ شعر لکھا ہوا ہے۔

اترجو امة قتلت حسينا ۔۔۔ شفاعة جدِّہٖ يوم الحساب

"کیا تم ایسی امت کے متعلق جس نے حسینؓ کو قتل کیا ان کے نانا جان کی شفاعت کی قیامت کے دن امید رکھتے ہو"۔

چنانچہ لشکر والوں نے راہب سے پوچھا کہ یہ شعر کس نے تحریر کیا ہے؟ اور کب تحریر کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ شعر تو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پانچ سو سال قبل سے لکھا ہوا ہے۔

بعض اہل علم کہتے ہیں کہ یہ واقعہ یوں نہیں ہے بلکہ ایک دیوار پھٹی اس میں سے ایک خون آلود ہتھیلی نکلی جس میں خون ہی سے یہ شعر لکھا ہوا تھا۔ پھر وہ لشکر دمشق آ گیا اور انہوں نے یزید بن معاویہ سے ملاقات کی۔ حضرت حسینؓ کا سر یزید کے سامنے رکھ دیا گیا تو شمر ذی الجوشن نے کہا کہ اے امیر المومنین یہ شخص اٹھارہ اہل بیت اور ساٹھ دوسرے گروہ کو لے کر لڑائی پر اتر آیا تھا اس لئے ہم بھی حملہ آور ہو گئے۔ لڑائی سے پہلے میں نے ان سے پوچھا کہ یا تو تم عبیداللہ کے پاس چلو یا پھر ہم سے جنگ کرو۔ چنانچہ ان لوگوں نے لڑائی کو ترجیح دی اور برسرپیکار ہو گئے۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ ہم لوگوں نے طلوع آفتاب کے وقت ان کو گھیرے میں لے لیا۔ جب تلواریں ٹکرانے لگیں تو ان لوگوں نے پناہ مانگنا شروع کر دی جس طرح کہ کبوتر شکرے سے پناہ طلب کرتا ہے۔ چنانچہ ہمیں اونٹ

کے ذبح کرنے کی مقدار یا قیلولہ کے برابر وقت لگا ہوگا کہ ہم نے ان کو شکست دے دی چنانچہ آپ کے سامنے ان کی نعشیں کپڑے میں لپٹی ہوئی ہیں' رخسار رنگے ہوئے ہیں' ان پر ہوائیں چل رہی ہیں اور گدھ' چیل آنے والے ہیں۔ یزید بن معاویہ کی آنکھیں پرنم ہوگئیں کہ میں تو تم سے بغیر ان کے قتل کئے ہوئے راضی تھا۔ اللہ تعالیٰ ابن مرجانہ پر لعنت کرے۔ اللہ کی قسم اگر میں تمہاری جگہ ہوتا تو انہیں معاف کر دیتا پھر کہا کہ اللہ تعالیٰ ابوعبداللہ پر رحم فرمائے پھر یہ شعر پڑھا۔

يفلقن هاما من رجال اعزة　　　علينا وهم كانوا اعق و اظلما

وہ لوگ جو ہم پر غالب ہیں وہ ان کی کھوپڑی کو پھاڑ دیتے ہیں اس حال میں کہ وہ جور وظلم کرنے والے ہیں۔

پھر یزید نے اہل بیت کے متعلق کہا کہ انہیں میری عورتوں کے گھر بھیج دیا جائے۔ یزید کا حضرت حسینؓ کے اہل بیت سے یہ طرز عمل تھا کہ جس وقت وہ ناشتہ کرتا تھا تو علی بن حسینؓ اور ان کے بھائی عمر بن حسینؓ کو ناشتہ میں شریک کرکے ان کی دلجوئی کرتا تھا۔ چنانچہ اہل بیت کو علی بن حسینؓ کے ساتھ بعد میں تیس گھوڑ سواروں کے ہمراہ مدینہ منورہ بھیج دیا۔ جس دن میں سیدنا حسینؓ شہید کر دیئے گئے تھے اس دن تک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کو پچاس سال گزر چکے تھے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ جس وقت حضرت امام حسینؓ میدان کربلا میں پہنچے تو لوگوں سے پوچھا کہ کون سی جگہ ہے لوگوں نے بتایا کہ یہ کربلا ہے۔ حضرت حسینؓ نے فرمایا واقعی یہ زمین کرب و بلا ہے۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ جس وقت میرے والد محترم (حضرت علیؓ) جنگ صفین کے لئے اس سرزمین سے گزر رہے تھے تو میں بھی ان کے ہمراہ تھا۔ اچانک آپ یہاں کھڑے ہوگئے اور اس جگہ کے بارے میں لوگوں سے دریافت کیا۔ لوگوں نے بتایا تو والد محترم (حضرت علیؓ) نے فرمایا تھا یہاں قافلے اتریں گے اور خونریزی ہوگی۔ پھر والد محترم (حضرت علیؓ) سے اس کی تفصیل پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ آل محمدؐ کے لوگ یہاں اتریں گے پھر انہیں بمع ساز وسامان اس میدان میں اترنے کا حکم دیا جائے گا۔ امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ حضرت حسینؓ کی شہادت 60ھ میں ہوئی۔ (مزید تفصیل انشاء اللہ باب الکاف میں الکلب کے عنوان میں آئے گی)۔

حافظ ابن عبدالبر نے " **بهجة المجالس وانس المجالس** " میں ذکر کیا ہے کہ سیدنا حضرت جعفر صادق سے کسی نے پوچھا کہ خواب کی تعبیر کتنے دنوں تک مؤخر ہوسکتی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ پچاس سال تک مؤخر ہوسکتی ہے۔ اس لئے کہ نبی اکرمؐ نے ایک خواب دیکھا تھا کہ میرے نواسے حسینؓ کو سیاہ سفید رنگ کا کتا خون میں لت پت کردے گا تو آپ ﷺ نے اس کی یہ تعبیر بتائی تھی کہ ایک کتا میری بیٹی فاطمہؓ کے پیارے بیٹے حسینؓ کو قتل کردے گا۔ چنانچہ حضرت حسینؓ کا قاتل شمر بن ذی الجوشن کتا ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ اسے برص کی بیماری تھی۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ خواب کی تعبیر پچاس سال کے بعد تک واقع ہوسکتی ہے۔ پھر اسی سال مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے خلافت کا دعویٰ کیا اور لوگوں نے یزید پر شراب نوشی' کتوں سے کھیل کود' دین میں کوتاہی وغیرہ کا الزام لگایا۔ لوگوں کو اس معقول عذر کی بنا پر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی حمایت کرنے کا موقع ہاتھ آ گیا۔ چنانچہ اہل حجاز اور اہل تہامہ کے لوگوں نے بیعت کرلی۔

جب اس کی خبر یزید کو پہنچی تو اس نے الحصین بن نمر السکونی روح بن زنباع بن الجذامی کو حملہ کے لئے تیار کیا اور اس کی مدد کے لئے اس کے ساتھ ایک لشکر بھی روانہ کیا۔

چنانچہ اس لشکر کا امیر الامراء مسلم بن عقبہ المری کو بنایا۔ یزید نے لشکر کو روانہ کرتے ہوئے چند نصیحتیں کیں کہ دیکھو مسلم بن عقبہ اہل شام اپنے دشمنوں کے ساتھ جو معاملہ کرنا چاہتے ہیں قبل اس کے کہ وہ کوئی عملی اقدام کریں تم سب سے پہلے مدینہ منورہ کا گھیراؤ کر لینا۔ اگر وہ تم سے جنگ کریں تو تم بھی جنگ کرنا ورنہ لڑائی میں پہل نہ کرنا۔ چنانچہ اس کے باوجود اگر تم کامیاب ہو جاؤ تو ان لوگوں کو تین دن کی مہلت دے دینا۔ مسلم بن عقبہ یہ تمام ہدایات سننے کے بعد روانہ ہو کر مقام حرہ میں پہنچا۔ اتنے میں اہل مدینہ بھی تیار ہو کر آ گئے۔ چنانچہ انہوں نے بھی لشکر کشی کی اور اس لشکر کے سپہ سالار حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ تھے۔ مسلم بن عقبہ نے ان کو تین بار اپنی اطاعت کی دعوت دی لیکن کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ اس کے بعد گھمسان کی جنگ ہوئی اور اہل شام کو فتح حاصل ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ کو شہید کر دیا گیا۔ نیز ان کے ساتھ سات سو مہاجرین و انصار بھی شہید ہو گئے چنانچہ اس کے بعد مسلم بن عقبہ مدینہ منورہ میں داخل ہوا اس نے تین دن سر عام قتل کرنے کی اجازت دی۔

حدیث شریف میں مذکور ہے۔

''نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے میرے حرم (مدینہ منورہ) کو لڑائی و خونریزی کیلئے حلال سمجھا تو اس پر میرا غصہ نازل ہوگا۔''

چنانچہ مسلم بن عقبہ نے مکہ مکرمہ میں بیت اللہ پر لشکر کشی کا حکم دیا۔ اسی دوران یزید کو تمام حالات لکھ کر ارسال کر دیئے۔ چنانچہ مسلم بن عقبہ جب ''ہرشی'' کے مقام پر پہنچا تو وہ بیمار ہو کر فوت ہو گیا۔ چنانچہ لشکر کی قیادت حسین بن نمیر السکونی کے سپرد کر دی گئی۔ حصین فوراً لشکر لے کر روانہ ہوا اور مکہ مکرمہ پہنچ گیا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ مکہ مکرمہ میں کعبۃ اللہ کو اپنا قلعہ بنائے ہوئے تھے اور اپنے تمام لشکریوں کے ساتھ بیت اللہ میں پناہ گزین ہو گئے تھے۔ الحصین نے جبل ابوقیس پر منجنیق نصب کر کے بیت اللہ کو چھلنی کر دیا۔ اسی دوران اچانک یہ اطلاع ملی کہ یزید بن معاویہ کا انتقال ہو گیا ہے چنانچہ ان دنوں میں الحصین نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے صلح کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اسے قبول کر لیا اور بیت اللہ کے دروازے کھول دیئے۔ دونوں فریق کے لشکروں نے آپس میں مل کر بیت اللہ کا طواف کیا۔

ایک دن الحصین رات کے وقت بعد نماز عشاء خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا کہ دیکھا سامنے سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ تشریف لا رہے ہیں۔ چنانچہ الحصین نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا ہاتھ پکڑ کر چپکے سے کہا کہ کیا آپ میرے ساتھ ملک شام خروج کر کے جا سکتے ہیں۔ اگر آپ جانے کے لئے تیار ہوں تو میں لوگوں کو آپ کی بیعت کیلئے آمادہ کر سکتا ہوں۔ اس لئے کہ وہ لوگ آج کل متردد ہیں۔ میرے نزدیک بھی آپ ہی خلافت کے زیادہ حقدار ہیں۔ الحصین نے کہا کہ میں نے جو وعدہ کیا ہے میں اس کی خلاف ورزی نہیں کروں گا۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور بلند آواز سے بولے کہ ایسا میں بالکل نہیں کر سکتا چاہے مجھے ہر حجازی کے مقابلے میں دس شامیوں سے لڑنا پڑے۔ چنانچہ الحصین کہنے لگا کہ آپ کے بارے میں جس کا یہ خیال ہے کہ آپ عرب کے داعی ہیں وہ جھوٹ بولتا ہے کیونکہ آپ کا حال تو یہ ہے کہ میں آپ سے خاموشی سے گفتگو کر رہا ہوں اور آپ بلند آواز سے گفتگو کر رہے ہیں۔ میں آپ کو خلافت کیلئے تیار کر رہا ہوں اور آپ مجھے جنگ کے لئے مجبور کر رہے ہیں۔ چنانچہ اس گفتگو کے بعد الحصین اپنے ساتھیوں سمیت شام واپس چلا گیا۔

یزید بن معاویہ کی وفات یزید کی وفات ربیع الاول 64ھ میں ہوئی۔ یزید کی عمر 99 سال ہوئی۔ یزید کو ''مقبرۃ باب الصغیرۃ'' میں دفن کیا گیا۔ یزید تین سال نو مہینے تک مسند خلافت پر فائز رہا۔ چنانچہ یزید کی مدت خلافت کے متعلق امام غزالیؒ اور الکیاالھر اسی نے اختلاف کیا ہے۔(اس کی تفصیل انشاء اللہ ''باب الفاء'' میں ''الفھد'' کے عنوان کے تحت آئے گی۔)

خلافت معاویہ بن یزید بن معاویہؓ بن ابی سفیان

یزید بن معاویہ کے بعد ان کے بیٹے تخت نشین ہوئے۔ یہ اپنے والد سے زیادہ بہتر تھے۔ دینداری اور دانشمندی جیسی صفات سے متصف تھے۔ معاویہ بن یزید سے بیعت اس دن لی گئی جس دن ان کے والد کا انتقال ہوگیا۔ معاویہ بن یزید چالیس دن تک مسند خلافت پر فائز رہے۔ بعض مؤرخین نے کہا ہے کہ تقریباً پانچ ماہ تک تخت نشین رہے اس کے بعد خود ہی دست بردار ہوگئے۔ اہل علم نے کہا ہے کہ جس وقت معاویہ بن یزید دست بردار ہونے لگے تو منبر پر تشریف لاکر دیر تک خاموش بیٹھے رہے پھر حمد و ثنا اور درود شریف پڑھنے کے بعد کہا اے لوگو! میں حکومت و خلافت کا خواہش مند نہیں ہوں اس لئے کہ یہ اہم ذمہ داری ہے اور تم لوگ مجھ سے راضی بھی نہیں ہو۔ ہم نے بھی اور تم نے بھی ایک دوسرے کو متعدد بار آزمایا لیکن جو تقدیر میں تھا وہ ہو کر رہا۔ چنانچہ ہمارے دادا حضرت امیر معاویہؓ اس خلافت کے بارے میں آگے بڑھے، جھگڑا کیا کہ آخر خلافت کا مستحق کون ہے اور جھگڑا کس سے کیا کہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قریبی رشتہ دار، مرتبہ اور اسلام میں سبقت کی بنا پر اکابر مہاجرین میں باعزت، دلیر، صاحب علم، چچازاد بھائی، داماد نبی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چھوٹی صاحبزادی فاطمہؓ کا خود ہی ان کو شوہر بننے کے لئے منتخب فرمایا۔ امت مسلمہ کے نوجوانوں میں سب سے زیادہ افضل اور جنت کے نوجوانوں کے سردار حسنؓ و حسینؓ کے والد محترم تھے۔ جیسے کہ تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو کہ میرے دادا حضرت امیر معاویہؓ ایسے شخص سے برسر پیکار ہوئے اور تم لوگوں نے بھی ان کا ساتھ دیا یہاں تک کہ میرے دادا تمام امور کے مالک بن گئے لیکن جب موت کا وقت مقررہ آگیا تو موت نے انہیں اپنا لیا تو وہ اپنے اعمال لے کر دنیا سے رخصت ہوگئے۔ قبر میں اکیلے دفن کیے گئے جو انہوں نے کیا تھا اس کا بدلہ انہیں مل گیا۔ اس کے بعد خلافت میرے ابا جان یزید کے پاس آگئی اور وہ تمہارے معاملات کے منتظم بن گئے۔ وہ اپنی غلطیوں اور اسراف کی وجہ سے جو خلافت کے شایان شان نہیں تھی اور خواہشات سے مغلوب ہوگئے۔ گناہوں کے مرتکب ہوئے۔ احکام الٰہی میں جری ہوگئے جو کوئی اولاد رسول کی عزت کرتا تو وہ ان کے پیچھے پڑ جاتے۔ بالآخر معاملہ یہاں تک پہنچا کہ ان کی عمر نے وفا نہ کی۔ بہت کم زندہ رہے۔ مرنے کے بعد ان کا اثر و رسوخ ختم ہوگیا اور اپنے اعمال کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوگئے اور قبر کے حلیف بن گئے۔ بداعمالی میں گھر گئے اور خود ہی اپنے نقصانات میں دب گئے۔ چنانچہ انہیں اپنے اعمال کا صلہ مل گیا۔ پھر وہ اس وقت نادم ہوئے جب کہ ندامت و توبہ کا وقت جا چکا تھا تو ہم بھی ان کے غم میں شریک کار ہوگئے۔ ہائے افسوس انہوں نے جو کیا اور کہا جو ان کے متعلق تبصرے کئے جاتے ہیں اب آیا جو انہوں نے کیا تھا ان کو سزا دی گئی یا جزا دی گئی۔ مجھے معلوم نہیں یہ صرف میرا تصور ہے۔ پھر بعد میں غیرت نے ان کا گلا گھونٹ دیا۔ اس کے بعد معاویہ بن یزید دیر تک روتے رہے۔ ساتھ میں لوگ بھی رونے لگے۔ پھر کچھ دیر بعد معاویہ بن یزید نے فرمایا اب اس وقت میں تمہارا تیسرا والی ہوں جس پر ناراض ہونے والوں کی اکثریت ہے۔ میں تمہارے بوجھ کو نہیں اٹھا سکتا اور نہ اللہ تعالیٰ مجھے یہ سمجھتا

ہے کہ میں تمہاری خلافت کا بوجھ اٹھا سکوں۔ تمہاری خلافت کی امانت ایک اہمیت رکھتی ہے۔ اس کی حفاظت کرو اور جسے تم اس کا مستحق سمجھو اس کو یہ امانت سپرد کر دو میں نے تمہاری خلافت کا قلادہ گردن سے اتار دیا ہے۔ اب میں اس سے دستبرداری کا اعلان کرتا ہوں۔ والسلام۔

چنانچہ مروان بن الحکم نے جو منبر کے نیچے بیٹھا ہوا تھا کہا کہ یہی عمرؓ کی سنت ہے تو معاویہ بن یزید نے فرمایا کہ تم مجھے دین سے ہٹانا چاہتے ہو اور مجھے دھوکہ میں ڈالنا چاہتے ہو۔ خدا کی قسم میں تمہاری خلافت کی حلاوت نہیں چکھ سکا تو اس کی کڑواہٹ کو کیسے برداشت کر سکتا ہوں۔ تم میرے پاس حضرت عمر فاروقؓ جیسی شخصیات لاؤ جس وقت کہ انہوں نے مجلس شوریٰ تشکیل دی تھی اور انہوں نے ایسی تجویز رکھ دی تھی کہ کوئی ظالم بھی ادنیٰ سا شبہ نہیں کر سکتا تھا اور نہ ان کی عدالت کو مشکوک سمجھ سکتا تھا۔ خدا کی قسم خلافت اگر غنیمت کی چیز تھی تو اس کا مزہ میرے والد محترم نے تاوان یا گناہ کی شکل میں چکھ لیا اور اگر خلافت بری چیز ہے تو اس کے نقصانات جو میرے والد محترم کو پہنچ چکے ہیں وہی کافی ہیں۔ اتنا کہہ کر معاویہ بن یزید منبر سے نیچے اتر آئے۔ چنانچہ تمام رشتہ داروں نے انہیں گھیر لیا۔ معاویہ بن یزید رو رہے تھے۔ یہ ماجرا دیکھ کر ان کی ماں نے کہا کاش کہ میں اس وقت حالت حیض میں ہوتی اور تمہاری حالت ہی سے بے خبر ہوتی۔ یہ سن کر معاویہ بن یزید نے کہا کہ مجھے یہ منظور تھا کاش کہ ایسا ہی ہوتا۔ نیز فرمایا خدا کی قسم اگر میرے پروردگار نے میرے ساتھ رحم و کرم کا معاملہ نہ فرمایا تو میں تباہ و برباد ہو جاؤں گا۔ یہ معاملہ دیکھ کر بنو امیہ نے اتالیق عمر المقصوص سے کہا تم سب یہ دیکھ رہے تھے تم نے ہی اسے تلقین کی ہے اور تم ہی نے انہیں ایسی باتوں پر ابھارا ہے اور خلافت سے دستبرداری کا مشورہ دیا ہے اور تم ہی نے حضرت علی کی محبت اور ان کی اولاد کی محبت کا جذبہ پیدا کیا ہے اور جو ہم نے ان پر زیادتیاں کی ہیں تم نے ان پر ابھارا ہے اور ایک نئی چیز کا مشورہ دیا یہاں تک کہ معاویہ بن یزید خوب بولے اور طویل گفتگو کی۔ اتالیق نے کہا کہ خدا کی قسم میں نے ایسا نہیں کیا وہ تو خود حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کی محبت سے سرشار تھے لیکن بنو امیہ نے اس کا عذر قبول نہیں کیا اور پکڑ کر اسے زندہ دفن کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ موت کا شکار ہو گیا۔

تاریخ وفات معاویہ بن یزید کا خلافت سے دستبرداری کے بعد چالیس یا ستر رات گزرنے کے بعد انتقال ہوا۔ ان کی عمر اس وقت ۲۳ سال اور بعض قول کے مطابق ۲۱ سال اور بعض کے نزدیک ۱۸ سال تھی۔

خلافت مروان بن الحکم

معاویہ بن یزید کے بعد مروان بن الحکم تخت نشین ہوا۔ ان کا سلسلہ نسب یوں ہے' مروان بن الحکم بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ مروان بن الحکم سے بیعت مقام جابیہ میں لی گئی۔ مروان فوراً ملک شام تشریف لائے تو ان کے خاندان والوں نے ان سے وفاداری کا عہد کیا اور ان کو اپنی اطاعت کا یقین دلایا۔ مروان کے دور حکومت میں چند لڑائیاں ہوئیں۔ مصر والوں نے پھر ان سے بیعت کر لی۔

مروان بن الحکم کی وفات مروان کی وفات 65ھ میں ہوئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے تعلقات اپنی اہلیہ سے ناساز تھے۔ وہ اپنی اہلیہ کو برا بھلا کہتے تھے تو ان کی اہلیہ نے انہیں قتل کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ چنانچہ ان کو سوتا ہوا پا کر اہلیہ ان کے منہ اور گردن پر ایک بڑا تکیہ رکھ کر خود اوپر بیٹھ گئی اور باندیوں کو بھی اس پر بٹھا لیا۔ آخر کار مروان کا انتقال ہو گیا۔ مروان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

خدمت میں بچپن میں پہنچ گئے تھے۔ انہیں کئی بار مدینہ منورہ کی نیابت کا شرف حاصل ہوا۔ مروان نے حضرت طلحہؓ کو جن کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جن دس خوش نصیب صحابہ کرامؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا ہی میں جنت کی بشارت دے دی تھی شہید کردیا تھا۔ نیز مروان سیدنا عثمان غنیؓ کے ناظم اعلیٰ تھے۔ اسی وجہ سے وہ سنگین حالات ظاہر ہوئے جن کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

مدت خلافت مروان دس ماہ خلافت کے منصب پر فائز رہے ان کی عمر 83 سال کی ہوئی۔ حاکم نے ''کتاب الفتن'' میں اور المستدرک نے ایک روایت نقل کی ہے ''حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں کوئی بھی بچہ پیدا ہوتا تو وہ ضرور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لایا جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کیلئے دعا فرماتے۔ ایک دن مروان بن الحکم کو لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بزدل ہے بزدل کا بیٹا ہے۔ ملعون ہے ملعون کا بیٹا ہے۔''

اسی قسم کی حدیث عمرو بن مرہ جہنی سے بھی مروی ہے۔

''ایک مرتبہ حکم بن عاص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اجازت لے کر آنا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی آواز کو پہچان لیا تو فرمایا کہ اجازت ہے انہیں اور ان کو بھی جو ان کی پشت سے پیدا ہوگا۔ واضح کردو کہ ان پر سوائے ان لوگوں کے جو مومن ہوگا اللہ کی لعنت ہو۔ یہ لوگ بہت کم ہوں گے۔ اکثر یہ دنیا کے حریص ہوں گے اور اپنی آخرت کو ضائع کریں گے۔ یہ دھوکے باز ہوں گے۔ ان کا حصہ انہیں دنیا ہی میں مل جائے گا۔

لیکن آخرت میں ان کیلئے کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ (بقیہ تفصیل انشاء اللہ ''باب الواؤ'' میں لفظ الوزغ کے عنوان کے تحت آئے گی)

خلافت عبدالملک بن مروان

مروان بن الحکم کی وفات کے بعد ان کا بیٹا عبدالملک تخت نشین ہوا۔ عبدالملک سے اس دن بیعت لی گئی جس دن اس کے والد محترم مروان کا انتقال ہوا۔ عبدالملک وہ پہلے شخص ہیں جو مسلمان ہوتے ہوئے عبدالملک کے نام سے معروف ہوئے اور یہی پہلے بادشاہ ہیں جنہوں نے دراہم و دنانیر کو اسلامی طرز پر ڈھالا کیونکہ دنانیر پر رومی نقش اور دراہم پر فارس کا نقش ہوتا تھا۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اسی وجہ سے میں نے امام بیہقی کی ''کتاب المحاسن والمساوی'' میں امام الکسائی کے حوالہ سے یہ پڑھا ہے کہ امام کسائیؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن ہارون الرشید کے دربار میں گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ بادشاہ تشریف فرما ہیں اور ان کے سامنے مال کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ ایک تھیلی میں اتنی اشرفیاں تھیں کہ تھیلی پھٹی جارہی تھی اتنے میں بادشاہ نے حکم دیا کہ اس تھیلی کی اشرفیاں مخصوص خادموں پر لٹا دی جائیں۔ امام کسائیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ بادشاہ کے ہاتھ میں ایک درہم ہے جس کے لکھے ہوئے نقوش چمک رہے ہیں۔ بادشاہ ان نقوش کو بار بار دیکھ کر یہ کہہ رہے تھے کہ کسائی جانتے ہو کہ سب سے پہلے ان دراہم و دنانیر میں کس نے نقوش ثبت کرائے ہیں۔ امام کسائی نے کہا کہ جی حضور والا۔ یہ بادشاہ عبدالملک بن مروان نے کیا تھا۔ بادشاہ نے کہا کیا تمہیں اس بات کا بھی علم ہے کہ اس کا سبب کیا پیش آیا تھا؟ امام کسائی نے فرمایا بس مجھے اتنا معلوم ہے تفصیل کا علم نہیں۔ بادشاہ نے کہا مجھ سے سنو۔ یہ تحریری نقوش رومیوں کا دین و مذہب ہے مصر والے اکثر نصرانی المذہب تھے اس لئے کہ اہل مصر شاہ روم کے

ماتحت تھے اور اہل روم کا مذہب نصرانی تھا اس لئے شاہ روم اپنے مذہب ہی کے نقوش کندہ کراتا تھا۔ مثلاً انکا نشان' باپ' بیٹا اور روح تھا۔ یہ سلسلہ برابر چلتا رہا یہاں تک کہ آغاز اسلام میں بھی رائج رہا۔ بالآخر خلیفہ عبدالمالک بن مروان کے عہد میں اس میں ترمیم کر کے ان دراہم و دنانیز پر اسلامی نقوش ثبت کرائے گئے اور عبدالملک تو بہت تیز اور ذہین بادشاہ تھے۔ بس ایک دن ان کی نگاہ سے یہ سکہ گزرا تو انہوں نے اسے غور سے دیکھا، سوچا پھر اسے عربی میں ترجمہ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ارکان حکومت نے ایسا کر دیا اور یہ طریقہ عبدالملک کو ناپسند آیا۔ عبدالملک نے کہا کہ یہ طریقہ ہمارے دین اسلام میں ناپسند ہے اور رومی نقوش برتنوں اور کپڑوں میں پائے جاتے ہیں۔ اگرچہ وہ مصر میں تیار ہو کر دارالسلطنت روم میں جا کر رائج ہو جاتے ہیں۔ یہ نقوش صرف انہی چیزوں تک محدود نہیں تھے بلکہ پردے وغیرہ پر بھی بنائے جاتے تھے۔ یہ کام بڑے اونچے پیمانے پر ہوتا تھا اور اس قدر پھیلا ہوا تھا کہ ساری دنیا میں رائج ہو چکا تھا۔ چنانچہ عبدالملک بن مروان نے اپنے عامل مصر عبدالعزیز بن مروان کو لکھا کہ یہ تمام رومی نقوش سکوں' کپڑوں اور پردوں وغیرہ سے مٹا دیئے جائیں اور نقش و نگار کے ماہرین کو ہدایت کر دیں کہ ان رومی نقوش کے بجائے ان تمام اشیاء میں اسلامی نقوش کلمہ توحید "شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ" ثبت کرایا جائے۔ ہارون الرشید نے امام کسائی سے کہا کہ یہ جو سکے تم دیکھ رہے ہو عبدالملک ہی کے زمانے سے ڈھلتے اور بنتے چلے آ رہے ہیں۔ نیز عبدالملک بن مروان نے اپنے تمام عاملین اور حکام کو یہ بھی تاکید کر دی تھی کہ وہ اپنے اپنے علاقوں سے تمام رومی نقوش کے سکے ضبط کر لیں۔ اس حکم کے بعد اگر کسی کے پاس پائے گئے تو انہیں سزا دی جائے گی یا قید کر لیا جائے گا۔ چنانچہ اس کے بعد عبدالملک نے کپڑوں' سکوں اور پردوں میں توحید کا نقش چھاپ کر پورے ملک میں رائج کر دیا تو اس قسم کے چند نمونے شاہ روم کے علاقوں میں بھیج دیئے گئے۔ چنانچہ اس نئی ایجاد کی خبر تمام رومی علاقوں میں پھیل گئی۔ اس لئے روم میں اس نقش کا ترجمہ کرایا گیا اور بادشاہ کی خدمت میں بھیجے گئے تو بادشاہ کو یہ بات سخت ناگوار گزری اور سخت غصہ آیا۔

شاہ روم کا خط شاہ روم نے فوراً خلیفہ عبدالملک بن مروان کی طرف خط لکھا کہ یہ سارے تحریری نقوش مصر میں روم کے لئے بنائے جاتے ہیں۔ یہ ہمارا طریقہ زمانہ قدیم سے چلا آ رہا ہے۔ اب آپ نے اسے ختم کر دیا ہے۔ اگر یہ طریقہ تمہارے پچھلے خلفاء کی طرف سے جاری کیا گیا ہے تو انہوں نے درست کیا تھا لیکن تم نے یہ کام ٹھیک نہیں کیا۔ اگر تم نے ٹھیک کیا ہے تو پھر ان لوگوں نے غلطی کی ہے۔ اس لئے تم ان دو باتوں میں جس کو چاہو قبول کر لو اور میں آپ کی خدمت میں ہدیہ بھیج رہا ہوں جو آپ کے شایان شان ہے لیکن نقش و نگار میں اپنے نئے طریقے کو لغو قرار دے کر ہمارے رومی نقش و نگار کو برقرار رکھیں اور انہیں ہی جاری کرنے کا حکم دیں۔ میں اس سلسلے میں آپ کا شکر گزار رہوں گا اور میرے ہدیہ کو قبول فرمائیں۔ اس لئے کہ میں نے بہت قیمتی ہدیہ بھیجا ہے۔

عبدالملک بن مروان کا جواب شاہ روم کا خط جب عبدالملک بن مروان نے پڑھا تو اس کے قاصد کو واپس کر دیا نیز قاصد سے کہا کہ جاؤ شاہ روم سے کہہ دینا اس خط کا کوئی جواب نہیں۔ ہمارے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہیں اور تمہارے ہدیہ کو بھی واپس بھیجا جا رہا ہے۔ چنانچہ جب قاصد ہدیہ واپس لے کر شاہ روم کے پاس پہنچا اور حالات سے آگاہ کیا تو شاہ روم نے ہدیہ میں اضافہ کر کے عبدالملک کے پاس بھیجا۔ نیز یہ بھی کہلا بھیجا کہ مجھے امید ہے کہ آپ میرے ہدیہ کی قدر کریں گے اور اسے قبول فرمائیں گے کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے ہدیہ قبول نہیں فرمایا اور نہ میرے خط کا جواب دیا۔ اس لئے میں نے ہدیہ میں اضافہ کر کے پھر ارسال کیا

ہے اور میری یہ خواہش ہے کہ رومی نقش ونگار ہی کو جاری کرنیکا حکم صادر کیا جائے۔ چنانچہ اس پر عبدالملک بن مروان نے شاہ روم کا خط پڑھ کر رکھ دیا اور اس کا ہدیہ واپس بھیج دیا۔ پھر شاہ روم نے خط لکھا اور اس میں یہ لکھا کہ تم نے میرے خط اور ہدیہ کی توہین کی۔ میرے پاس جواب لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی تو اولاً مجھے یہ خیال ہوا کہ شاید میں نے ہدیہ کم بھیجا تھا تو اس میں پھر میں نے اضافہ کر دیا۔ پھر میں نے اسے تمہاری طرف بھیجا اور اب میں اس ہدیہ میں تیسری مرتبہ اضافہ کر رہا ہوں۔ شاہ روم نے لکھا کہ میں عیسٰی بن مریم کی قسم کھاتا ہوں کہ تم ضرور نقش ونگار کے بارے میں نظر ثانی کرو گے اور پہلے والے طرز پر رہنے دو گے۔ نیز میں اپنے ملک روم میں اپنے ہی طریقے پر دنانیز و دراہم کو ڈھلوا رہا ہوں اور تمہیں یہ معلوم ہے کہ ہمارے یہاں اسی طریقہ سے ڈھالا جاتا ہے اور اسلام میں یہ طریقہ رائج نہیں تھا اور نہ ڈھالا گیا۔ اگر تم اسے تسلیم نہیں کرتے تو تمہارے نبی کی تصویر کا نقش بنایا جائے گا۔ مجھے امید ہے کہ جب تم یہ خط پڑھو گے تو پسینے سے شرابور ہو جاؤ گے۔ اس لئے جو میں کہتا ہوں اس پر عمل کرو اور اپنے ہاں ہمارا ہی نقش جاری کر دو۔ اس سے آپس میں تعلقات میں بہتری پیدا ہوگی۔ چنانچہ جب یہ خط عبدالملک بن مروان نے پڑھا تو برہم ہو گیا اور معاملہ سنگین ہو گیا۔ اس نے کہا کہ میں عبدالملک اسلام میں سب سے زیادہ منحوس پیدا ہوا ہوں اس لئے کہ اس کافر کو گویا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ابھارا ہے اور جس نے ہمارے نبی کو گالی دی ہے وہ زیادہ مدت تک زندہ نہیں رہ سکتا۔ چونکہ پورے عرب میں رومی سکوں سے معاملات طے کئے جاتے تھے اس لئے عرب ممالک میں یکدم ان کا خاتمہ مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

محمد بن علی بن حسین کا مشورہ عبدالملک بن مروان نے تمام ارکان سلطنت کو جمع کر کے ان سے اس بارے میں مشورہ طلب کیا لیکن کسی نے کوئی ایسا مشورہ نہیں دیا جو قابل عمل ہو۔ البتہ روح بن زنباع نے کہا کہ میری سمجھ میں یہ بات آئی ہے کہ ایک شخص سے کچھ معاملہ حل ہو سکتا ہے کیا آپ لوگ اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوں گے۔

عبدالملک نے پوچھا بتاؤ وہ کون ہے۔ اس نے کہا کہ اہل بیت کا ایک شخص باقر ہے۔ عبدالملک نے کہا تم نے بالکل سچ کہا ہے۔ چنانچہ عبدالملک نے مدینہ منورہ کے عامل کو لکھا کہ میں ایک شخص محمد بن علی بن حسین کی نشاندہی کرتا ہوں۔ تم انہیں ایک لاکھ درہم تیار کرنے کے لئے دے دو اور تین لاکھ اخراجات کے لئے دے دو اور انہیں بمع ان کے اصحاب کے یہاں آنے پر آمادہ کرو۔

چنانچہ محمد بن علی کی آمد تک شاہ روم کے قاصد کو قید کر دیا گیا۔ چنانچہ جب محمد بن علی تشریف لائے تو ان کو ان حالات کی خبر دے دی گئی۔ محمد بن علی نے یہ مشورہ دیا کہ یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ اس لئے کہ دو باتوں میں سے ایک بات کا ہونا ضروری ہے۔ اول یہ کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو کبھی معاف نہیں فرمائے گا جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی کی اور دھمکی بھی دی۔ دوسرے یہ کہ ایک ترکیب سمجھ میں آ رہی ہے کہ آپ اسی وقت کاریگروں کو بلا کر دراہم و دنانیر کا سانچہ تیار کروا لیجئے جو سکوں میں کلمہ توحید کا نقش ڈال دیں۔ ایک طرف ''لا الہ الا اللہ'' اور دوسری جانب ''محمد رسول اللہ'' نقش ڈلوا دیجئے اور سکوں کے درمیانی نقطے میں ڈھالنے کا سال اور اس شہر کا نام بھی لکھ دیجئے جہاں یہ سکہ بنایا گیا ہے۔ پھر تیس درہموں کا وزن تین طریقوں پر مقرر کیجئے۔ دس سکے دس مثقال کے اور دس سکے چھ مثقال کے اور دس سکے پانچ مثال کے۔ اس طرح یہ سکے اکیس مثقال کے ہو جائیں گے جو تقریباً تیس درہم کے برابر ہوں گے پھر اگر انکو سات مثقال میں تقسیم کر دیا جائے اور ہر سات کو شیشہ کے ٹھپوں میں پگھلا کر ڈال دیا جائے تاکہ کمی وزیادتی کا امکان

باقی نہ رہے۔ اس طرح درہم کا وزن دس مثقال کے برابر ہو جائے گا اور دینار کا وزن سات مثقال کے برابر۔ اس طرح اس دور میں درہم میں کسرویہ کا رواج چل پڑے گا۔ جیسے بغلیہ کہتے ہیں اس لئے حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں خچر کے سر کا ایک نشان بنا ہوا ہوتا تھا' جسے ''سکہ کسرویہ'' کہا جاتا تھا اور اس کے اوپر بادشاہ کی تصویر اور تخت کی تصویر ہوتی تھی۔ فارسی زبان میں ''خوردنوش'' لکھا رہتا تھا چنانچہ درہم کا وزن اسلام سے قبل ایک مثقال تھا اور وہ درہم جن کا وزن چھ مثقال' دس مثقال اور پانچ مثقال تھا وہ ہلکے اور وزنی سکوں کے نام سے مشہور تھے اور ان پر فارسی نقوش بنے ہوئے تھے۔ چنانچہ یہ کام محمد بن علی کے مشورہ کے مطابق عبدالملک بن مروان نے کر ڈالا نیز عبدالملک نے محمد بن علی بن حسین سے یہ بھی کہا کہ آپ سکوں کے متعلق تمام اسلامی ممالک کو لکھ کر بھیج دیں کہ تمام لوگ ہمارے ڈھالے ہوئے سکوں سے ہی معاملات خرید و فروخت کریں جو بھی اس کی خلاف ورزی کرے گا اسے اس جرم میں قتل کیا جا سکتا ہے اور یہ بھی ہدایت کی گئی کہ جو سکے اس سے قبل چلتے تھے انہیں جمع کر کے دارالسلطنت ڈھالنے کے لئے بھیج دیا جائے۔ عبدالملک بن مروان نے یہ اہم کام کیا۔ چنانچہ اس کے بعد شاہ روم کے قاصد کو یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ شاہ روم سے یہ کہہ دینا کہ تم جو اقدام کر رہے ہو اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ممنوع ہیں اور میں نے تمام گورنروں کو حکم بھیج دیا ہے اور یہ بھی تحریر کر دیا ہے کہ پہلے دور کے سکوں کو ممنوع قرار دیا جا رہا ہے لہٰذا انہیں جمع کر کے دارالسلطنت میں نئے سرے سے اسلامی نقش کے مطابق ڈھالنے کے لئے بھیج دیا جائے۔ چنانچہ جب یہ ساری باتیں شاہ روم کو معلوم ہو گئیں تو درباریوں نے شاہ روم سے کہا کہ جو آپ نے اس سے قبل بذریعہ قاصد شاہ عرب کو دھمکی دی تھی اس پر عمل کیجئے۔ شاہ روم نے کہا کہ بھائی میں نے تو انہیں دھمکایا تھا اور بذریعہ رعب کام نکالنا چاہتا تھا لیکن انہوں نے میری دھمکی کی پرواہ نہیں کی۔ لہٰذا اب میں اس کے سوا کیا کر سکتا ہوں کہ ہمارے ہاں تو ہمارے ہی طرز کے مطابق سکے رائج ہوں اور مسلمان ہمارے سکوں کو قبول نہیں کریں گے۔ حاصل کلام یہ کہ شاہ روم کچھ نہ کر سکا اور محمد بن علی بن حسین کے مشورہ کے مطابق سب کچھ ہوا۔ چنانچہ ہارون الرشید نے یہ قصہ بیان کر کے بعض خادموں کے پاس ایک درہم دیکھنے کے لئے پھینکا۔

خلافت کیلئے سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ کی تیاری کچھ دن بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے خلافت کا علم بلند کر دیا تو ان سے اہل یمن' اہل عراق اور اہل الحرمین نے بیعت کر لی۔ چنانچہ بیعت کے فوراً بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے عراق اور اس کے اردگرد کے علاقوں کیلئے اپنے بھائی مصعب بن زبیرؓ کو نائب بنا کر روانہ کر دیا۔ چنانچہ اس وقت امت کا شیرازہ مزید بکھر گیا اور اس وقت امت دو خلیفوں میں منقسم ہو گئی۔ ان میں سب سے بڑے عبداللہ بن زبیرؓ تھے لیکن عبدالملک بھی برابر مستعدی سے کام لیتے رہے۔ بالآخر عبدالملک کامیاب ہوئے۔ دونوں خلفاء کے درمیان بہت سی لڑائیاں ہوئیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بعد میں شہید کر دیئے گئے۔

ایک مرتبہ عبدالملک دمشق سے عراق کی جانب بڑھتا ہوا آ رہا تھا تو نائب مصعب بن الزبیر ان سے برسرپیکار ہو گئے اور اس سے قبل عبدالملک نے اپنے لشکر کو چند باتوں کی ہدایت کر دی تھی۔ چنانچہ لشکر والوں نے ان لوگوں کو ذلیل و رسوا کر دیا۔ مصعب بن زبیر اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ میدان کارزار میں بڑی دلیری کے ساتھ لڑ رہے تھے۔ وہ برابر لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید کر دیئے گئے۔ اس جنگ کے بعد عبدالملک نے عراق و خراسان پر قبضہ کر لیا چنانچہ ان دونوں مقامات پر عبدالملک نے اپنے بھائی بشر بن مروان کو نائب بنا کر بھیج دیا پھر دوبارہ عبدالملک دمشق واپس آ گیا۔

چنانچہ کچھ دنوں کے بعد عبدالملک نے حجاج بن یوسف ثقفی کو لشکر جرار کے ساتھ عبداللہ بن زبیر کے ساتھ جنگ کے لئے روانہ کردیا۔ چنانچہ اس نے فوراً جا کر ان کا محاصرہ کرلیا۔ عبداللہ بن زبیر کا چاروں طرف سے راستہ تنگ کردیا اور کوہ ابوقیس میں ایک منجنیق نصب کردی۔ اس لشکر جرار کے محاصرے کے باوجود عبداللہ بن زبیر بڑی بہادری کے ساتھ لڑتے رہے اور لوگوں کو شکست دے دیتے تھے۔ اکثر انہیں مسجد کے دروازوں سے پیچھے نکال دیتے۔ یہ لڑائی اور محاصرہ چار ماہ تک جاری رہا۔

بالآخر عبداللہ بن زبیر پر ایک زبردست حملہ ہوا اور مسجد کی برج ان پر گرادی گئی جس میں یہ دب کر زخمی ہوگئے۔ چنانچہ دشمنوں نے موقع پا کر ان کی گردن جدا کردی۔ حجاج بن یوسف نے ان کے جسم کی بے حرمتی کرتے ہوئے ان کی نعش کو سولی پر لٹکا دیا۔

عبدالملک خلیفہ ہونے سے پہلے عبادت گزار، عالم اور فقیہ آدمی تھے۔ ان کی گردن لمبی، چہرہ پتلا، دانت سونے کی تار سے بندھے ہوئے تھے۔ عبدالملک بہت سمجھ دار آدمی تھے۔ کسی پر بھروسہ نہیں کرتے تھے۔ نہ کسی غیر کو اہم کام سپرد کرتے تھے۔ بے حد بخیل تھے۔ ان کے بخل کی وجہ سے لوگ انہیں پتھر کا پسینہ، گندا منہ ہونے کی وجہ سے ''ابوذباب'' کہتے تھے۔ عبدالملک فخر ومباہات کو پسند کرتے تھے۔ خونریزی کے بے حد شوقین تھے۔ مؤرخ ابن خلکان کہتے ہیں کہ عبدالملک چونکہ بادشاہ تھے۔ جیسے اس کے اخلاق تھے وہی اخلاق اس کے ماتحت گورنروں میں منتقل ہو کر آ گئے تھے۔ چنانچہ عراق میں حجاج بن یوسف ثقفی، خراسان میں مہلب بن ابی صفرہ، مصر میں ہشام بن اسماعیل اور عبداللہ، مغرب میں موسیٰ بن نصیر، یمن میں حجاج کا بھائی محمد بن یوسف اور جزیرہ میں محمد بن مروان سب کے سب ظالم و جابر اور خونریز طبیعت کے حکمران تھے۔

ابن خلکان کہتے ہیں کہ محمد اور ان کے والد محترم علی بن عبداللہ بن عباس دونوں ایک مرتبہ عبدالملک بن مروان کے پاس گئے۔ عبدالملک کے پاس ایک قیافہ شناس بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں عبدالملک نے قیافہ شناس سے کہا کہ تم ان دونوں کو جانتے ہو۔ قیافہ شناس نے کہا کہ میں ان دونوں کو نہیں جانتا لیکن مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ نوجوان جسکے ساتھ اس کا فرزند ہے اس کی پشت سے بہت سے فرعون پیدا ہوں گے جو زمین کے مالک ہو جائیں گے۔ پھر ہم میں سے یہ جس کو چاہیں گے قتل کردیں گے۔ یہ سن کر عبدالملک کے چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا۔ عبدالملک نے کہا ہاں تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ اس سے قبل ایلیا کے راہب نے بھی اسی قسم کی خبریں بتائی تھیں کہ ان کی پشت سے تیرہ بادشاہ پیدا ہوں گے مزید اس راہب نے ان کی صفات سے بھی آگاہ کیا۔ اھ

امام ابوحنیفہ نے ''اخبار الطوال'' میں ذکر کیا ہے کہ جس وقت عبدالملک مرنے لگا تو اس نے اپنے بیٹے ابو ولید کو بلا کر یہ نصیحت کی کہ اے ولید مجھے یہ پسند نہیں کہ جس وقت میری نعش قبر میں رکھی جائے تو تم پریشان لوگوں کی طرح روتے پھرو بلکہ تم کپڑے پہن کر تیار ہو جانا۔ چیتے کی کھال پہن کر کھڑے ہو جانا، اگر تمہاری بیعت کے متعلق کوئی بھی سر ہلا دے تو تم اسے موت کے گھاٹ اتار دینا۔ اھ

عبدالملک بن مروان کا لقب سیدنا عبداللہ بن عمرؓ نے ''حمامۃ المسجد'' رکھا تھا اس لئے کہ جب خلافت ان کی جانب منتقل ہوئی تو یہ مسجد میں قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے یہ حالت دیکھ کر انہیں ''حمامۃ المسجد'' (مسجد کا کبوتر) کہا۔ چنانچہ عبداللہ بن عمرؓ نے اس کے بعد عبدالملک کو سلام کر کے کہا میں تم سے جدا ہو رہا ہوں۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ ایک مرتبہ

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے سوال کیا گیا کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابہ کرامؓ روئے زمین سے اٹھ جائیں (یعنی فوت ہو جائیں) تو ہم کس سے مسائل پوچھا کریں گے۔ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ اس نوجوان عبدالملک سے پوچھ لینا۔

وفات عبدالملک بن مروان کی وفات شوال 86ھ میں ہوئی۔ ان کی عمر کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک ان کی عمر 63 سال بعض کے نزدیک 60 سال ہے۔ عبدالملک بن مروان نے سترہ اولادیں چھوڑیں۔ جن میں سے چار مسند خلافت پر فائز ہوئے۔

مدت خلافت عبدالملک بن مروان کی مدت خلافت 21 سال 15 دن ہے۔ جس میں سے 8 سال عبداللہ بن زبیرؓ سے خلافت کے سلسلے میں جنگ کرتے رہے۔ پھر بعد میں ساری حکومت عبدالملک بن مروان کے حصہ میں آ گئی۔ یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

خلافت سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ

یہ چھٹے خلیفہ تھے چنانچہ انہیں معزول کر کے شہید کر دیا گیا۔

اس سے پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ معاویہ بن یزید بن معاویہ بن ابی سفیان خلافت سے خود بخود دستبردار ہو گئے تھے۔ اس لئے سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ چھٹے خلیفہ کیسے ہو سکتے ہیں۔ نیز یہ بھی گزر چکا ہے کہ سیدنا حسنؓ بھی خود بخود منصب خلافت سے دستبردار ہو گئے تھے چنانچہ ان دونوں باتوں کو اگر ملحوظ خاطر رکھا جائے تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ چھٹے خلیفہ نہیں ہو سکتے۔

بیعت حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے 23 رجب 64ھ میں مکہ مکرمہ میں بیعت لی گئی تھی۔ یہ دور یزید بن معاویہ کا چل رہا تھا جیسے کہ گزرا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے اہل عراق' اہل مصر اور بعض شامیوں نے بیعت کر لی۔ پھر انہی لوگوں نے قتل وقتال کے بعد مروان سے بھی بیعت کر لی۔ البتہ اہل عراق آخری دم تک حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ساتھ رہے۔ یہ تقریباً 71ھ کا واقعہ ہے۔ یہ وہی سال تھا جس میں عبدالملک بن مروان نے عبداللہ بن زبیرؓ کے بھائی مصعب بن زبیر کو قتل کر دیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ کوفہ کا محل بھی منہدم کر دیا تھا۔

محل کو منہدم کرنے کے اسباب عبدالملک بن مروان ایک دن اس "قصر الامارہ" نامی محل میں بیٹھا ہوا تھا اور اس کے سامنے مصعب بن عمیر کا سر رکھا ہوا تھا تو عبدالملک بن عمیر نے عرض کیا امیر المومنین اس سے پہلے میں اور عبداللہ بن زیاد اسی محل میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمارے سامنے سیدنا حسینؓ کا سر لایا گیا۔ پھر ایک دن میں اور مختار بن ابی عبید اسی محل میں بیٹھے ہوئے تھے تو عبیداللہ بن زیاد کا سر کاٹ کر لایا گیا۔ پھر میں اور مصعب بن عمیر بھی اسی محل میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ہمارے سامنے المختار کا سر کاٹ کر لایا گیا۔ پھر آج اس وقت میں آپ کے سامنے بیٹھا ہوں تو مصعب بن زبیر کا سر کٹا ہوا ہمارے سامنے موجود ہے۔ جناب والا میں اس محل کی اس مجلس سے پناہ مانگتا ہوں۔ یہ سن عبدالملک بن مروان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ عبدالملک بن مروان فوراً کھڑا ہوا اور اس نے اس محل کو منہدم کرنے کا حکم دیا۔

مصعب بن زبیر کا کردار مصعب بن زبیر' سخی' بہادر' دلیر اور چودھویں کے چاند کی طرح خوبصورت آدمی تھے۔ چنانچہ جب مصعب بن زبیر کو قتل کر دیا گیا تو ان کے حمایتی کمزور ہو گئے اور عبدالملک نے ان کی حمایت کرنے والوں کو اپنی بیعت کے لئے آمادہ کیا تو سب تیار ہو گئے اور عبدالملک کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس کے بعد عبدالملک کوفہ میں داخل ہوئے پھر ان کا اثر ورسوخ عراق میں ہو گیا اور انہی کا حکم چلنے لگا۔ شام اور مصر بھی ان کی حکومت میں آ گئے۔

حجاج بن یوسف کا محاصرہ | حجاج بن یوسف ثقفی 73ھ میں لشکر لے کر مکہ میں عبداللہ بن زبیر کو قابو میں کرنے کے لئے گیا اور مکہ مکرمہ کا محاصرہ کر لیا۔ منجنیق سے بیت اللہ میں پتھر برسائے۔ چنانچہ حجاج اپنی مہم میں کامیاب ہوگیا۔ نیز عبداللہ بن زبیرؓ کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی گردن جدا کر کے الٹا سولی میں لٹکا دیا گیا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد اتار کر یہودیوں کے قبرستان میں دفن کر دیا۔ بعض مؤرخین نے یہ بھی کہا ہے کہ حجاج نے یہ کہا تھا کہ میں ان کی نعش کو سولی سے اس وقت تک نہیں اتاروں گا جب تک کہ اس کی ماں اسماء بنت ابی بکرؓ مجھ سے سفارش نہ کریں۔ چنانچہ اسی حال میں ایک عرصہ گزر گیا۔ چنانچہ ایک دن عبداللہ بن زبیرؓ کی ماں گزر رہی تھیں دیکھ کر کہنے لگیں کہ ابھی تک یہ شہسوار سربلند ہے۔ چنانچہ جب اس بات کا علم حجاج کو ہوا تو اس نے نعش کو اتارنے کا حکم دیا اور نعش ان کی ماں کے سپرد کر دی۔ ان کی ماں نے نعش وصول کر کے تکفین و تدفین کی۔ (عنقریب انشاء اللہ ان کے قتل کا ذکر ''باب الشین'' میں ''لفظ الشاۃ'') کے تحت آئے گا۔

مدت خلافت | حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی مدت خلافت حجاز و عراق میں 9 سال 22 دن رہی۔ پھر یہ قتل کر دیئے گئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی عمر 73 سال یا 72 سال کی ہوئی ہے۔

خلافت الولید بن عبدالملک

عبدالملک بن مروان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے الولید تخت نشین ہوئے۔ اس لئے کہ ولید کو ولی عہد بنایا گیا تھا۔ ولید نہایت بدخلق، ناک بہتی ہوئی، چال میں گھمنڈ اور کم سوجھ بوجھ والا آدمی تھا۔ ولید تین دن میں قرآن کریم کی تلاوت مکمل کر لیتا تھا۔ ابراہیم بن ابی عبلہ کہتے ہیں کہ ولید بن عبدالملک رمضان میں 17 مرتبہ قرآن مجید ختم کیا کرتا تھا۔ نیز بعض اوقات مجھے دراہم و دنانیر کی تھیلی غریبوں میں تقسیم کرنے کیلئے دیا کرتے تھے۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ الولید بن عبدالملک کے متعلق مشہور ہے کہ وہ یہ کہتا تھا کہ اگر لواطت کا حکم قرآن مجید میں نہ ہوتا تو مجھے لواطت کے متعلق خبر بھی نہ ہوتی کہ یہ کیا چیز ہے اور کوئی لواطت بھی کرتا ہے۔

بیعت | عبدالملک بن مروان کا جس دن انتقال ہوا اسی دن ولید سے بیعت لی گئی۔ ولید بیعت لینے کے بعد گھر نہیں گئے بلکہ فوراً منبر پر آئے اور فرمایا " **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مُصِیْبَتِنَا بِاَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی مَا اَنْعَمَ بِہٖ عَلَیْنَا مِنَ الْخِلَافَۃِ قُوْمُوْا فَبَایِعُوْا** ."

گویا ولید نے اپنے والد محترم کے انتقال پر تعزیتی کلمات کہے۔ اللہ سے مدد کی امید باندھی، شکریہ ادا کیا اور لوگوں کو اپنی خلافت پر آمادہ کیا۔

ولید کے کارہائے نمایاں | حافظ ابن عساکر کہتے ہیں کہ ولید بن عبدالملک اہل شام کے نزدیک سب سے بہترین خلیفہ تسلیم کیا جاتا تھا۔ ولید نے بہت سے کارنامے انجام دیئے۔ دمشق میں بہت سی مسجدیں تعمیر کیں۔ کوڑھیوں کا وظیفہ مقرر کیا اور ان کو تاکید کی کہ بھیک مانگنا ترک کر دیں۔ چلنے پھرنے سے معذور افراد کیلئے خادم مقرر کیے۔ اندھوں کے لئے ایک رہنما مقرر کیا۔ حفاظ کی وظائف دہدایہ سے خدمت کرتا اور لوگوں میں رعب رکھتا تھا۔ نیز مقروض کا قرض ادا کرنے میں مدد کرتا۔ جامع الاموی کی تعمیر کی۔ ولید نے یہودیوں اور عیسائیوں کے عبادت خانوں کو منہدم کرا دیا۔ یہ تمام ترقیاں ذی قعدہ 86ھ میں ہوئیں۔

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ ولید نے تقریباً 12 ہزار جامع مسجد میں سنگ مرمر کی تعمیر کرانا شروع کروی تھیں لیکن وہ ان کی تکمیل سے پہلے ہی انتقال کر گیا۔ ولید کے بعد اس کے بھائی سلیمان بن عبدالملک نے یہ کام مکمل کیا۔ ان مساجد کی تعمیر میں 400 صندوق خرچ ہوئے اور ہر صندوق میں 28 ہزار دینار تھے۔ نیز انہی صندوقوں میں چھ صد سونے کی زنجیریں مشعل اور قندیلوں کے لئے موجود تھیں۔ قندیلوں میں یہ زنجیریں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور خلافت تک موجود تھیں۔ بعد میں ان قیمتی زنجیروں کو بیت المال میں جمع کر دیا گیا اور ان کے عوض لوہے اور پیتل کی زنجیریں بنوا کر لگا دی گئیں۔ اسی طرح ولید نے "قبۃ الصخرہ" کی تعمیر کروائی۔ مسجد نبوی کی توسیع کی۔ نیز مسجد نبوی کو اس قدر وسیع کیا کہ اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حجرہ مبارک بھی شامل ہو گیا۔ ولید بن عبدالملک کے اور بھی بہت سے کارہائے نمایاں ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ جس وقت میں نے ولید کو ان کی قبر میں اتارا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ اپنے کفن میں مضطرب ہیں اور ان کے ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔

فتوحات ولید بن عبدالملک کے دور میں زبردست فتوحات حاصل ہوئیں۔ مثلاً سندھ کا کچھ حصہ ہندوستان اور اندلس وغیرہ کا علاقہ فتح ہو گیا۔ نیز اس کے علاوہ اور بھی مشہور علاقے فتح ہو گئے۔ ولید بن عبدالملک بہترین سواریوں میں سوار ہوتا تھا۔ ولید سفر اور جنگ وغیرہ سے احتراز کرتا تھا بلکہ خوف محسوس کرتا تھا۔

''علقمہ بن صفوان احمد بن یحییٰ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سال میں بارہ دنوں سے بچتے رہو اس لئے کہ یہ تمہارے اموال کو ختم کر دیں گے پردوں کو پھاڑ دیں گے ہم نے کہا کہ وہ کون سے ایام ہیں اے اللہ کے رسولؐ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا 12 محرم 10 صفر 4 ربیع الثانی 18 جمادی الاول 12 جمادی الثانی 12 رجب 17 شعبان 14 رمضان 2 شوال 18 ذی قعدہ اور 8 ذی الحجہ ہیں[1]۔''

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس سے قبل جو بات کہی گئی تھی کہ ولید بن عبدالملک نے "قبۃ الصخرہ" کی تعمیر کرائی ہے درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ "قبۃ الصخرہ" کو اس کے والد (عبدالملک) نے فتنہ عبداللہ بن زبیرؓ کے دور میں تعمیر کرایا تھا۔ چنانچہ جس وقت عبدالملک بن مروان نے اہل شام کو حج کرنے سے محض اس لئے روک دیا تھا کہ کہیں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ان لوگوں سے اپنی بیعت نہ لے لیں تو اس وقت تمام لوگ عرفہ کے دن "قبۃ الصخرہ" میں مقیم تھے۔ یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کا حادثہ رونما ہوا۔ چنانچہ اس کا ذکر عنقریب ابن خلکان کے حوالے سے آجائے گا۔ "قبۃ الصخرہ" کے متعلق یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ غالباً ولید بن عبدالملک نے کسی وجہ سے اسے گرا دیا تھا۔ پھر بعد میں اسے دوبارہ تعمیر کرایا۔ واللہ اعلم۔

وفات ولید بن عبدالملک کی وفات 15 جمادی الآخر 96ھ کو مروان کے گھر میں ہوئی۔ ولید کی عمر کے متعلق اہل علم کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ ولید کی عمر 46 سال ہوئی۔ بعض کے نزدیک 47 سال اور بعض کے نزدیک 50 سال ہوئی۔ ولید نے چودہ اولادیں چھوڑیں اور مقبرہ باب الصغیر میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ہاتھوں دفن ہوئے۔

مدت خلافت ولید بن عبدالملک کی مدت خلافت 9 سال آٹھ ماہ ہے۔ بعض حضرات نے 10 سال مدت خلافت بتائی ہے۔ واللہ اعلم۔

[1] یہ حدیث ضعیف ہے بلکہ اہل علم نے اس حدیث کو اس کے موضوع کے لحاظ سے موضوع قرار دیا ہے۔ (مترجم)

خلافت سلیمان بن عبدالملک

ولید بن عبدالملک کے بعد ان کے بھائی سلیمان بن عبدالملک تخت نشین ہوئے ۔ اس لئے کہ ان دونوں کے والدمحترم نے ان دونوں کو ولی عہد مقرر کرلیا تھا۔ سلیمان سے بیعت خلافت اس دن لی گئی جس دن ان کے بھائی ولید کی وفات ہوئی ۔ سلیمان بن عبدالملک اپنے بھائی ولید کی وفات کے وقت مقام رملہ میں مقیم تھے ۔ چنانچہ جب سلیمان بن عبدالملک کو خلیفہ تسلیم کرلیا گیا تو انہوں نے یہ ذمہ داری قبول کرلی اور اسی وقت دمشق روانہ ہوگئے اور جامع مسجد الاموی کی تعمیر میں مصروف ہوگئے جیسے کہ اس کا ذکر پہلے بھی آیا ہے چنانچہ اس دوران سلیمان بن عبدالملک نے اپنے بھائی مسلمہ بن عبدالملک کو 97ھ میں غزوہ روم میں بھیج دیا۔ یہ قسطنطنیہ میں داخل ہوگئے اور وہیں قیام کیا۔ اس کی مزید تفصیل ''باب الجیم'' میں ''الجراد'' کے عنوان میں آئے گی۔

سلیمان بن عبدالملک کے محاسن ایک مرتبہ ایک عام آدمی سلیمان بن عبدالملک کے دربار میں آیا اور اس نے کہا اے امیر المومنین میں آپ کو خدا اور اذان کی قسم دیتا ہوں۔ یہ سن کر سلیمان نے کہا کہ میں خدا کی قسم کے الفاظ سمجھ گیا لیکن اذان کے الفاظ میری سمجھ میں نہیں آئے۔ اس آدمی نے جواب دیا کہ اذان سے میری مراد اللہ تعالیٰ کا قول ہے اور وہ یہ ہے '' **فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَیْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ** ''(الاعراف)

(پھر ایک پکارنے والا ان دونوں (اہل جنت اور اہل جہنم) کے درمیان پکارے گا کہ ان ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو) چنانچہ سلیمان نے اس آدمی سے کہا کہ اچھا یہ بتاؤ تمہیں کیا پریشانی ہے۔ تمہارے اوپر کیا ظلم ہورہا ہے؟ اس آدمی نے عرض کیا کہ میری فلاں زمین پر تمہارے عامل نے قبضہ کر رکھا ہے۔ یہ سنتے ہی سلیمان تخت سے نیچے اتر آئے اور اپنے چہرے کو زمین سے لگا کر لیٹ گئے ۔ نیز فرمایا کہ خدا کی قسم جب تک اس زمین کی واپسی کے متعلق حکم نامہ نہ لکھ دیا جائے میں اسی حالت میں رہوں گا۔ چنانچہ خلیفہ اسی حالت میں تھے کہ منشی نے فوراً گورنر کے نام ایک تحریر نامہ لکھا کہ فلاں آدمی کی زمین واپس کردی جائے ۔ اس لئے کہ خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے جب قرآن مجید کی یہ آیت سنی جس میں اللہ تعالیٰ اور اس کی نعمتوں کی فراوانی کا تذکرہ تھا تو وہ ڈر گئے کہ کہیں وہ اللہ کی لعنت کے مستحق نہ ٹھہریں۔

بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ سلیمان بن عبدالملک نے حجاج بن یوسف کے جیل خانہ سے تقریباً تین لاکھ قیدیوں کو رہا کردیا تھا۔ اس سلسلے میں باقاعدہ حجاج کی آل و اولاد سے مسلسل رابطہ بھی کیا تھا۔ نیز سلیمان بن عبدالملک نے چچازاد بھائی عمر بن عبدالعزیز کو اپنا وزیر بنالیا تھا اور یزید بن ابی مسلم کو حجاج کا وزیر نامزد کردیا تو عمر بن عبدالعزیز نے سلیمان بن عبدالملک سے کہا کہ جناب والا میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ حجاج کے تذکرہ کو یزید کی نامزدگی سے زندہ نہ کیجئے تو سلیمان نے عمر بن عبدالعزیز سے کہا کہ اے عمر! میں نے انہیں دینار و درہم کے متعلق بالکل خائن نہیں پایا تو عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ اے امیر المومنین! ابلیس بھی اس شخص کی بہ نسبت دینار و درہم کے سلسلے میں زیادہ پاکدامن ہے حالانکہ ابلیس نے ساری مخلوق کو گمراہ کردیا ہے۔ چنانچہ عمر بن عبدالعزیز کی گفتگو کے بعد سلیمان اپنے ارادے سے رک گیا اور یزید سے عہدہ واپس لے لیا۔

''الکامل'' میں ابو العباس المبرد نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ سلیمان بن عبدالملک کے دربار میں یہی یزید حاضر ہوا۔ یزید نہایت بدخلق اور بدصورت تھا۔ سلیمان نے یزید کو دیکھ کر کہا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کا برا حال کرے جس نے تجھے ڈھیل دی اور جس نے تجھے اپنی امانت میں شریک کیا۔ یزید نے کہا اے امیر المومنین آپ اس طرح نہ کہیے۔ سلیمان نے کہا کیوں نہ کہوں؟ یزید نے کہا کہ آپ نے مجھے دیکھا ہوگا کہ معاملات مجھ سے گریز کرتے ہیں۔ اگر آپ یہ دیکھ لیں کہ معاملات میری طرف متوجہ ہوتے ہیں تو آپ مجھے برا بھلا کہنے کی بجائے میری تعریف کرتے۔ بلکہ مجھے نازیبا کلمات کہنے کی ہمت نہ ہوتی۔ سلیمان نے کہا کیا حجاج اس کے بعد جہنم کے گڑھے میں نہیں چلا گیا۔ یزید نے کہا! اے امیر المومنین حجاج کے متعلق اس طرح کی باتیں نہ کہیے۔ سلیمان نے کہا کیوں نہ کہوں؟ یزید نے کہا اس لئے کہ حجاج نے منبروں پر چڑھ کر آپ لوگوں کے لئے تقریریں کی ہیں۔ یہاں تک کہ ظالم لوگوں نے بھی کان لگا کر سنیں۔ حجاج بن یوسف تو قیامت کے دن آپ کے والد محترم کے دائیں جانب اور بھائی کے بائیں جانب ساتھ ساتھ آئے گا۔ نیز جہاں کہیں بھی وہ دونوں جائیں گے حجاج بن یوسف بھی جائے گا۔

سلیمان بن عبدالملک کی خصوصیات سلیمان بن عبدالملک فصیح و بلیغ اور ادیب بادشاہ تھا۔ عدل و انصاف کا خوگر، جہاد کا متوالا، علوم عربیہ کا شوقین تھا۔ دین داری، بھلائی، قرآن کریم کی اتباع اور شعائر اسلام کی حفاظت کرنے والا تھا۔ نیز خونریزی سے اجتناب کرتا تھا۔ سلیمان جماع کا عادی تھا۔ ابن خلکان کہتے ہیں کہ سلیمان کی خوراک روزانہ سو رطل شامی تھی۔ چنانچہ وہ سب ہضم کر جاتا تھا۔

سلیمان کے کارہائے نمایاں سلیمان نے خلیفہ بننے کے بعد سب سے اچھا کام یہ کیا کہ نماز کو اول وقت میں پڑھنے کا حکم دیا۔ ورنہ اس سے پہلے لوگ بنو امیہ کے دور میں نماز آخر وقت میں پڑھتے تھے۔

امام محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ سلیمان بن عبدالملک کی خصوصیت یہ ہے کہ خلافت پر فائز ہوتے ہی اس نے دو نمایاں کام کئے اول یہ کہ خلافت پر فائز ہوتے ہی نماز اول وقت میں پڑھنے کی زندہ مثال قائم کی۔ دوسرے یہ کہ اپنی خلافت کے خاتمہ پر اپنا بہترین جانشین (سیدنا عمر بن عبدالعزیز) کو بنایا۔

مفضل وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ سلیمان بن عبدالملک جمعہ کے دن غسل کر کے حمام سے باہر آیا۔ سبز جوڑا پہنا، سبز عمامہ باندھا، سبز فرش پر بیٹھا اور آس پاس سبز رنگ کی چیزیں رکھ دی گئیں۔ پھر سلیمان نے اپنی صورت آئینہ میں دیکھی تو وہ اس وقت خوبصورت لگ رہا تھا۔ چنانچہ خوش ہو کر کہنے لگا کہ ہمارے نبی محمد ﷺ اللہ کے رسول تھے۔ ان کے جانشین سیدنا ابوبکر صدیقؓ نرم دل تھے۔ خلیفہ ثانی سیدنا عمر فاروقؓ حق و باطل میں تفریق کرنے والے تھے۔ حضرت عثمانؓ باحیا تھے۔ سیدنا علیؓ دلیر و بہادر تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ بردبار تھے۔ چنانچہ یزید صبر و تحمل کے عادی، عبدالملک مدبر سیاستدان تھے اور ولید بن عبدالملک جابر و ظالم تھا اور میں ایک نوجوان بادشاہ ہوں یہ کہہ کر جمعہ کی نماز کے لئے چل پڑا۔ چنانچہ اچانک دیکھتے ہیں کہ گھر کے صحن میں ایک لونڈی یہ شعر گنگنا رہی ہے ؎

انت نعم المتاع لو کنت تبقی　　　غیر ان لاء بقاء للانسان

''آپ بہترین سامان ہیں کاش کہ ہمیشہ زندہ رہتے لیکن انسان کے لئے ہمیشہ کی زندگی نہیں ہے۔''

لیس فیما بدا لنا منک عیب عابہ الناس غیر انک فانی

''کوئی عیب نہیں اس میں جو بھی آپ نے ہمارے لئے کیا ہے لوگوں نے آپ میں سوائے فنا ہونے کے اور کوئی عیب تلاش نہیں کیا''

چنانچہ جب سلیمان بن عبدالملک جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر گھر آئے تو انہوں نے لونڈی سے پوچھا کہ جس وقت میں نماز جمعہ کیلئے جارہا تھا تو گھر کے صحن میں کیا پڑھ رہی تھی۔ لونڈی نے کہا کہ میں تو کچھ بھی نہیں کہہ رہی تھی۔ لونڈی نے کہا میں گھر کے صحن کی طرف کیسے نکل سکتی ہوں' سلیمان نے کہا '' اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ '' تم نے مجھے موت کی خبر دی ہے چنانچہ اس کے بعد ایک جمعہ بھی نہیں گزرا تھا کہ سلیمان کا انتقال ہو گیا۔

وفات بعض اہل علم نے کہا ہے کہ سلیمان نے منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا۔ سلیمان کی آواز بلند تھی اور دور تک سنائی دیتی تھی۔ سلیمان کو اچانک بخار ہو گیا لیکن اس کے باوجود خطبہ دیتا رہا۔ پھر تھوڑی دیر بعد آہستہ آہستہ خطبہ دینے لگا یہاں تک کہ قریب کے آدمی بھی آواز نہیں سن سکتے تھے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنی ایڑیاں زمین پر رگڑنے لگا اس کے بعد ایک ہفتہ بھی نہیں گزرا تھا کہ سلیمان کا انتقال ہو گیا۔

ابن خلکان کہتے ہیں کہ سلیمان بن عبدالملک کو بخار ہوا اور اسی رات انتقال ہو گیا۔ بعض مؤرخین نے کہا ہے کہ سلیمان بن عبدالملک کو نمونیہ ہو گیا تھا۔ سلیمان کا انتقال 10 صفر 98ھ کو ہوا بعض حضرات نے کہا ہے کہ سلیمان کا انتقال مقام مزج دابق میں قنسرین کے علاقہ میں ہوا۔ سلیمان نے کل 39 سال عمر پائی بعض کے نزدیک سلیمان کی عمر 45 برس تھی۔

مدت خلافت سلیمان بن عبدالملک دو سال آٹھ ماہ تک مسند خلافت پر فائز رہے۔

خلافت سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ

خلیفہ راشد' عالم جلیل ابوحفص حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سلیمان بن عبدالملک کے بعد تخت نشین ہوئے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے خلافت کی بیعت سلیمان بن عبدالملک کے انتقال کے بعد لی گئی۔ اس لئے کہ سلیمان نے ہی ان کو ولی عہد مقرر کیا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو بنوامیہ کا ''اشجّ'' (داغدار) کہا جاتا تھا۔ ان کی ماں کا نام ام عاصم ہے جو عاصم بن عمر بن خطاب کی صاحبزادی تھیں۔ چنانچہ ماں کی طرف سے حضرت عمر فاروقؓ آپ کے جد امجد ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ تابعی ہیں۔ انہوں نے انس بن مالک اور السائب بن یزید وغیرہ سے روایتیں نقل کی ہیں۔ پھر آپ سے ایک جم غفیر نے روایت کی ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی ولادت 61ھ میں ہوئی۔

امام احمدؒ کہتے ہیں کہ تابعین میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے علاوہ کسی کا قول حجت نہیں ہے۔ طبقات ابن سعد میں ہے کہ عمر بن قیس کہتے ہیں کہ جس وقت حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو خلیفہ بنایا گیا تو انہوں نے ایک آواز سنی لیکن آواز دینے والا معلوم نہیں ہو سکا۔ وہ آواز یہ ہے ؎

من الآن قد طابت و قر قرارها علی عمر المهدی قام عمودها

''اب سکون کی جگہ اور اچھی ہو گئی ہے اور اس کا ستون عمر بن عبدالعزیز کے ذریعے قائم ہو گیا ہے۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیز متقی، عابدو زاہد اور سچے آدمی تھے۔ خلفاء میں آپ ہی وہ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے مہمان خانہ وقیام گاہ اور سرائے وغیرہ کی بنیاد ڈالی اور مسافروں کیلئے اچھا انتظام کیا۔ آپ ہی پہلے خلیفہ ہیں جنہوں نے جمعہ کے خطبہ میں حضرت علیؓ کے تذکرہ کی بجائے ''اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانَ '' کا اضافہ کیا ورنہ بنوامیہ حضرت علیؓ کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔ چنانچہ کثیر غرہ نے اپنے اشعار میں کہا ہے۔

ولیت ولم تسبب علیا و لم تخف مربیا ولم تقبل مقالة مجرم

''اور تم رخصت ہو گئے اس حال میں کہ نہ علی کو برا بھلا کہا اور نہ کسی تربیت کرنیوالے کا خوف کیا اور نہ کسی مجرم کے قول کو قبول کیا''

و صدقت القول الفعال مع الذی اتیت فامسی راضیا کل مسلم

''جس موثر قول کو تم اپنے ساتھ لائے ہو اس کی تم نے تصدیق کی ہے چنانچہ اس سے ہر مسلمان راضی ہو گیا''

فَمَا بَیْنَ شَرْقُ الْاَرْضِ وَالْغَرْبِ کُلِّھَا مُنَادٍ یُنَادِی مِنْ فَصِیْحٍ وَ اَعْجَمْ

''پس دنیا کے مشرق و مغرب ہر جگہ گونگے اور بولنے والے فسادی یہ آواز لگا رہے ہیں''

یقول امیر المومنین ظلمتنی باخذک دیناری و أخذک درھمی

''وہ یہ کہتا ہے کہ امیر المومنین نے میرے دینار و درہم لے کر مجھ پر ظلم کیا ہے''

فاربح بھا من صفقة المبایع واکرم بھا من بیعة ثم اکرم

''پس تم فائدہ اٹھاؤ بیعت کرنے والے کے معاملہ سے اور اس بیعت کا شرف خود بھی حاصل کرو اور دوسروں کو بھی شرف حاصل کرنے دو۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مسند خلافت پر فائز ہونے کے بعد اپنے گورنروں کو احکام بھیجے کہ کسی قیدی کے بیڑیاں نہ ڈالی جائیں اس لئے کہ نماز ادا کرنے میں رکاوٹ ہوگی۔ اسی طرح دوسرے بصرہ کے گورنر عدی بن ارطاۃ کو لکھا کہ تم چار راتوں (1) رجب کی پہلی رات (2) شعبان کی پندرھویں رات (3) عید الفطر کی رات (4) عید الاضحیٰ کی رات میں عبادت و ریاضت ضرور کیا کرو۔ اس لئے کہ ان راتوں میں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کاملہ نازل فرماتے ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے دوسرے گورنروں کو یہ بھی تاکید فرمائی کہ جب کوئی مظلوم مدد کے لئے پکارے تو اس کی مدد کرو۔ نیز اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے جو تم کو غلبہ اور طاقت عطا فرمائی ہے اس سے خوف کیا کرو بصورت دیگر اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری اور اس کے دردناک عذاب کے لئے تیار ہو جاؤ۔

بعض مؤرخین نے محمد بن المروزی کے حوالے سے کہا ہے کہ جس وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے تو انہوں نے زمین میں ایک لرزہ محسوس کیا تو فرمایا مجھے کیوں لرزہ محسوس ہو رہا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ لرزہ نہیں بلکہ خلافت کی سواریاں ہیں جو آپ سے قریب ہو رہی ہیں تاکہ آپ خلافت کیلئے ان پر سوار ہو جائیں۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہاں میں اور کہاں خلافت کی اہم سواریاں۔ ان کی کیا مناسبت ہے؟ اتنے میں لوگ عمر بن عبدالعزیز کی سواری کے قریب آ گئے۔ ان کے لئے سواری نزدیک لائی گئی چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز اس میں سوار ہو گئے۔ اتنے میں کوتوال ایک چھوٹا

نیزہ لیے ان کی سواری کے قریب آگے آگے چلنے لگا۔ اس سے پہلے خلفاء میں یہی دستور چلا آرہا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے کوتوال سے فرمایا کہ کوتوال صاحب ایسا نہ کیجئے اور نہ میرے آگے چلئے۔ میرا اور آپ کا کیا جوڑ ہے؟ میں تو مسلمانوں کا ایک ادنیٰ خادم ہوں یہ سن کر بلا امتیاز تمام لوگ ایک ساتھ مل کر چلنے لگے۔ سامنے مسجد آگئی تو آپ مسجد میں داخل ہو کر منبر پر تشریف لائے۔ حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا لوگو! میرے مشورہ اور میری خواہش کے بغیر مجھے خلیفہ بنایا گیا ہے اور اس کے لئے کسی مسلمان کی اجازت اور عوام کا مطالبہ بھی نہیں تھا اس لئے میں مسند خلافت سے دستبرداری کا اعلان کرتا ہوں۔ لہٰذا آپ کو اختیار ہے کہ میرے علاوہ جس کو پسند کریں اپنا خلیفہ اور حاکم مقرر کرلیں۔ یہ سنتے ہی تمام مسلمان چیخ پڑے کہ نہیں نہیں امیر المومنین ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا ہم آپ کو اپنا حاکم بناتے ہیں۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد لوگوں میں خاموشی چھا گئی تو آپ نے حمد وثناء کے بعد فرمایا ''لوگو اللہ سے ڈرو میں تمہیں خاص طور پر اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہر چیز کا نعم البدل ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے سے زیادہ کوئی کام اچھا نہیں۔ لہٰذا جو عمل بھی کرو آخرت کے لئے کرو۔ اس لئے کہ جو شخص آخرت کے لئے عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس بندہ کی دنیا میں کفالت کرتے ہیں اور آخرت میں بھی اس کا بہترین اجر عطا فرماتے ہیں۔ جو اپنے باطن کو ٹھیک کرلیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو درست فرما دیتے ہیں۔ موت کو زیادہ یاد کرو بلکہ ہر وقت موت کے لئے تیار رہو۔ اس لئے کہ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ نامعلوم کب اچانک آجائے۔ اس لئے کہ موت ہی ایسی چیز ہے جو تمام لذتوں کو ختم کردیتی ہے۔ میں خدا کی قسم کسی پر ظلم نہیں کروں گا اور نہ کسی کا حق روکوں گا اور نہ کسی کو بری بات کا حکم دوں گا۔ لوگو! جو بھی اللہ کی اطاعت کرتا ہے تو اس کی اطاعت ضروری ہوجاتی ہے جو اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اس کی اطاعت ضروری نہیں۔ لہٰذا تم لوگ اسی حکم کے بجالانے کے مکلّف ہو جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا شامل ہو ورنہ میرا حکم ماننا ضروری نہیں'' اس خطاب کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ منبر سے اتر کر دارالخلافہ کے اندر آگئے۔ چنانچہ آپ نے پردوں کے متعلق حکم دیا کہ انہیں اتار دیا جائے اور ان قیمتی بستروں کو ہٹا دیا جائے نیز یہ بھی فرمایا کہ انہیں فروخت کرکے ان کی قیمت بیت المال میں جمع کرادی جائے۔ یہ کہہ کر آپ قیلولہ کرنے کے لئے گھر تشریف لے گئے۔ اتنے میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے بیٹے عبدالملک حاضر خدمت ہوئے۔ کہنے لگے ابا جان! آپ اس وقت کیا کررہے ہیں' آپ نے فرمایا بیٹے قیلولہ کرنے کا ارادہ ہے' بیٹے نے کہا آپ قیلولہ کرنے کا ارادہ کررہے ہیں اور جو ظلم ہو رہا ہے اسے دور کرنے کی کوشش نہیں کررہے۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا بیٹے گزشتہ رات تمہارے چچا سلیمان کی تجہیز وتکفین میں مصروف رہا۔ اس لئے ساری رات جاگتا رہا۔ لہٰذا ظہر کی نماز ادا کرکے مظالم کو دور کرنے کی کوشش کروں گا۔ بیٹے نے کہا کہ اے امیر المومنین کیا ظہر تک ان حالات میں آپ کے لئے سکون کی نیند جائز ہے؟ اتنے میں آپ نے فرمایا بیٹے میرے قریب ہوجا چنانچہ وہ قریب ہوگئے بیٹے کی پیشانی کا بوسہ لے کر فرمایا'' خدا کا شکر ہے جس نے میرے صلب سے ایسے کو نکالا جو دین میں میرا مددگار ہے'' پھر آپ قیلولہ کئے بغیر گھر سے نکل پڑے۔ چنانچہ آپ نے منادی کو بلاکر حکم دیا کہ تم لوگوں میں یہ اعلان کرادو کہ جس پر کسی قسم کا ظلم ہو رہا ہو تو وہ دربار میں حاضر ہوکر بیان دے۔ ظلم کو دور کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی خدمت میں حمص کے ایک ذمی نے شکایت کی' عرض کی جناب والا' بندہ آپ کی خدمت میں کتاب اللہ کے متعلق ایک سوال کرنے کی غرض سے حاضر ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا سوال کرو۔ ذمی نے کہا

کہ شہزادہ عباس بن ولید نے میری زمین پر زبردستی قبضہ کر رکھا ہے۔ چنانچہ شہزادہ بھی اس وقت حاضر ہیں اس کی تصدیق کر لی جائے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا عباس کیا تمہارے خلاف یہ دعویٰ صحیح ہے۔ عباس نے کہا! اے امیر المومنین مجھے تو خلیفہ ولید نے یہ زمین عنایت کی تھی جس کی میرے پاس ان کی یہ تحریر بھی موجود ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ذمی سے کہا کہ اب تم کیا جواب دیتے ہو؟ کیوں کہ بات ان کی بھی درست ہے۔ ذمی نے کہا اے امیر المومنین آپ کی کتاب قرآن مجید کا کیا فیصلہ ہے؟ یہ سن کر امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کتاب اللہ مقدس ہے جو ولید کی تحریر سے زیادہ اتباع کے لائق ہے۔ پھر عباس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ عباس تم اس ذمی کی زمین واپس کر دو۔ چنانچہ زمین واپس کر دی گئی۔ پھر اس کے بعد سے کوئی بھی شاہی خاندان کے خلاف مقدمہ دائر کرتا تو آپ فوراً اس کو حل کرنے کی کوشش کرتے۔ ہر تکلیف کو دور کرنے کی کوشش کرتے اور غریبوں کی فریاد رسی کرتے۔ چنانچہ کچھ دنوں کے بعد جب خوارج کو سیدنا عمر بن عبدالعزیز کی نیک سیرت' حسن کردار' انصاف اور عدل کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے یہ مشورہ کیا کہ اس خلیفہ سے جنگ و قتال کرنا ہمارے لئے مناسب نہیں ہے۔

شہزادہ عمر بن ولید کا خط چنانچہ جب شہزادہ عمر بن ولید کو معلوم ہوا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے زمین بھائی عباس بن ولید سے لے کر ذمی کو دے دی ہے تو عمر بن ولید نے سیدنا عمر بن عبدالعزیز کو ایک خط لکھا جس کی تحریر یہ تھی۔

"آپ نے اس ذمی کو جائیداد واپس کر کے ہمارے آباؤ اجداد خلفاء پر عیب لگایا اور ان پر اعتراض کیا ہے اور آپ نے بغض و عداوت کی بنا پر ان کی سیرت و اخلاق پر حملہ کیا اور ان کے طریقوں کی خلاف ورزی کی ہے تا کہ بعد میں لوگ ان کی اولاد میں عیب تلاش کریں۔ مزید آپ نے یہ بھی کیا کہ خاندان قریش کے مال کو زبردستی بیت المال میں جمع کر دیا۔ چنانچہ آپ اس حال میں کب تک مسند خلافت پر فائز رہ سکتے ہیں۔

امیر المومنین سیدنا عمر بن عبدالعزیز کا جواب حضرت عمر بن عبدالعزیز نے خط پڑھتے ہی جواب تحریر فرمایا۔

"یہ خط بندہ عمر بن عبدالعزیز کی جانب سے عمر بن ولید کے نام ہے۔ بعد حمد و ثناء' تمہارا خط ملا۔ عمر بن ولید تم وہی تو ہو کہ تمہاری ماں کا نام بنانہ ہے جو السکون کی لونڈی تھی۔ حمص کے بازار میں گھومتی رہتی اور دکانوں میں گھس جاتی تھی۔ پس اس کا حال تو خدا ہی زیادہ جانتا ہے۔ پھر اس کو ذبیان نے بیت المال کی رقم سے خرید کر تیرے والد کو بطور ہدیہ پیش کر دیا تھا تو تم جیسی بدترین اولاد پیدا ہوئی۔ پھر تم جوان ہوئے اور اب تم ظالم اور کینہ ور ہو گئے۔ تم مجھے محض اس لئے ظالم کہتے ہو کہ میں نے اس مال کو تمہارے لئے حرام قرار دیا ہے جس میں رشتہ داروں' غریبوں اور بیواؤں کا حق تھا بلکہ مجھ سے زیادہ ظالم اور بدعہد تو وہ ہے جس نے تجھ جیسے بے وقوف کو مسلمانوں کی جماعت کا حاکم بنایا۔ تم تو اپنی رائے سے ان لوگوں میں حکم نافذ کرتے ہو۔ تمہارے والد نے محض پدرانہ محبت کے جذبہ میں تمہیں گورنر بنا دیا تھا۔ تمہارے والد کے لئے سوائے ہلاکت کے کچھ نہیں ہے۔ اس لئے کہ قیامت کے دن ان پر دعویٰ کرنے والوں کی اکثریت ہوگی۔ ان سنگین حالات میں وہ قیامت کے دن کیسے نجات پا سکیں گے۔ نیز مجھ سے زیادہ ظالم اور وعدہ خلافی کرنے والا تو وہ شخص ہے جس نے خونریزی اور لوگوں کا حرام مال لوٹنے کے لئے حجاج بن یوسف کو گورنر بنایا۔ مجھ سے زیادہ ظالم اور وعدہ کو توڑنے والا تو وہ شخص ہے جس نے قرۃ نامی دیہاتی کو مصر کا گورنر بنایا جس نے لہو ولعب' شراب اور گانے بجانے کی چیزوں میں اس کو

مکمل سہولتیں دی تھیں۔ مجھ سے زیادہ ظالم اور بدعہد تو وہ تھا جس نے "غالیۃ البربریۃ" عرب کے خمس سے حصہ مقرر کیا تھا۔ اے بنانہ کے بیٹے! کتنے افسوس کی بات ہے۔ کاش کہ بطن کے دونوں حلقے مل جاتے اور مال غنیمت صاحب حق کو دیا جاتا تو تمہارے خاندان والوں کے لئے نجات کا کوئی راستہ نکلتا حالانکہ تمہیں تو عوام کو صراط مستقیم پر چلانا چاہیے لیکن تمہارا حال تو یہ ہے کہ سیدھے راستے اور حق بات کو پس پشت ڈال دیتے ہو اور باطل کی پیروی کرتے ہو۔ اب تم حق کی پاسداری کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اپنی ذمہ داری کو قاعدے کے مطابق پورا کرو اور حکومت کی رقم کو غریبوں اور بیواؤں میں خرچ کرو۔ اس لئے کہ ہر ایک کا تمہارے اوپر حق ہے۔ خدا کی سلامتی اس شخص پر ہو جو کہ صحیح راستہ پر گامزن ہو۔ خدا کی سلامتی اور نصرت ظالموں کو نصیب نہیں ہوتی۔ والسلام۔

ایک واقعہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور حکومت کا ایک مشہور واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ملک میں گرانی ہوگئی۔ لوگ پریشان ہو گئے۔ اسی دوران عرب کا ایک وفد ان کی خدمت میں آیا۔ ان میں سے ایک صاحب بحیثیت متکلم چن لئے گئے اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے گفتگو کرنے کے لئے آگے بڑھے۔ متکلم نے کہا کہ اے امیر المومنین ہم آپ کی خدمت میں ایک شدید ضرورت کی بناء پر عرب سے حاضر ہوئے ہیں اور بیت المال کے متعلق کچھ سوالات کرنا چاہتے ہیں۔ متکلم نے کہا کہ بیت المال کی رقم یا تو اللہ تعالیٰ کا حق ہے یا اس کے بندوں کے لئے ہے یا آپ کی رقم ہے۔ اگر خداوند قدوس کا حق ہے تو وہ اس سے مستغنی ہے اور اگر مخلوق کے لئے ہے تو آپ مخلوق کو دے دیجئے اور اگر آپ کی ذاتی ملکیت ہے تو ہماری رائے یہ ہے کہ آپ ہم لوگوں پر صدقہ کر دیجئے کیونکہ اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والوں کو بہترین اجر دیتے ہیں۔ یہ سن کر امیر المومنین کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ فرمایا وہی ہوگا جس کے تم خواہش مند ہو۔ یہ کہہ کر آپ نے ان کی ضروریات پوری کرنے کا حکم دیا۔ جب ان لوگوں کی ضروریات پوری ہوگئیں تو متکلم بھی دربار سے رخصت ہونے لگا۔ امیر المومنین نے کہا اے فلاں جس طرح تم نے لوگوں کی ضروریات کو مجھ تک پہنچایا ہے اسی طرح میری حاجات کو بھی اللہ تعالیٰ تک پہنچا دے اور میرے لئے فقر و فاقہ کی تنگی دور ہونے کے لئے دعا کر دے۔ یہ سن کر متکلم نے دعا کی "خدایا تو عمر بن عبدالعزیزؒ کے ساتھ اپنے خاص بندوں جیسا معاملہ فرما۔ ابھی جملہ پورا نہیں ہوا تھا کہ یکا یک آسمان سے بادل اٹھا اور موسلا دھار بارش ہوئی۔ اسی بارش میں ایک بڑا اولہ ٹوٹ کر بکھر گیا اور اس سے ایک کاغذ نکلا جس میں یہ تحریر تھی۔" یہ رقعہ سیدنا عمر بن عبدالعزیز کے لئے زبردست قوت والے جابر کی طرف سے جہنم کی آگ سے نجات کا پروانہ ہے۔"

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے اخلاق کریمانہ رجاء بن حیوۃ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ لوگوں میں سب سے زیادہ باعزت، عقل مند اور دانا تھے۔ چال چلن میں سلیقہ اور پروقار، پوشاک سادہ اور خوبصورت زیب تن کرتے چنانچہ جب آپ کو خلیفہ بنایا گیا تو آپ کے عمامہ، کرتہ، موزہ، چادر اور قباء کی قیمت لگائی گئی تو سامان کی کل قیمت 12 درہم ہوئی۔ ابن عساکر کہتے ہیں کہ "سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ رشتہ داروں پر سختی کرتے، چنانچہ جو لوگ رشتہ داری کی وجہ سے فوائد حاصل کرتے آپ نے ان سب پر پابندی عائد کر دی۔ یہاں تک کہ ان سے مال وغیرہ بھی لے لیا۔ چنانچہ رشتہ داروں نے انہیں دھوکہ دے کر زہر دے دیا۔"

ایک مرتبہ آپ نے اپنے اس خادم کو بلایا جس نے آپ کو زہر پلا دیا تھا۔ آپ نے پوچھا تمہاری ہلاکت ہو تم نے مجھے زہر کیوں پلایا؟ کس نے تمہیں مجبور کیا؟ اس خادم نے جواب دیا کہ مجھے آپ کو زہر پلانے کے عوض ایک ہزار دینار دیئے گئے تھے۔ آپ نے

پوچھا وہ دینار کہاں ہیں؟ میرے پاس لے آؤ' تو وہ آپ کی خدمت میں لے آیا۔ آپ نے وہ دینار بیت المال میں جمع کرانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ تم فوراً کہیں ایسی جگہ چلے جاؤ جہاں تمہارا سراغ نہ مل سکے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی زوجہ محترمہ فاطمہ بنت عبدالملک کہتی ہیں کہ جب سے آپ کو خلیفہ بنایا گیا تھا اس دن سے آپ نے نہ غسل جنابت کیا اور نہ آپ کو احتلام ہوا۔ آپ سارا دن لوگوں کے کام میں مصروف رہتے۔ مظلوموں کی فریادرسی میں مصروف رہتے اور رات عبادت و ریاضت میں گزار دیتے۔ مسلمہ بن عبدالملک کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی عیادت کرنے کے لئے حاضر ہوا' میں نے دیکھا آپ ایک گندہ کرتہ پہنے ہوئے ہیں۔ چنانچہ میں نے ان کی بیوی سے کہا کہ امیر المومنین کے کرتے کو دھودو۔ بیوی نے کہا کہ ہاں انشاء اللہ دھودوں گی۔ کچھ دنوں کے بعد پھر میں عیادت کیلئے حاضر ہوا دیکھا تو ان کے جسم پر وہی کرتہ تھا۔ تو میں نے ان کی بیوی فاطمہ سے کہا کہ کیا میں نے تم سے امیر المومنین کا کرتہ دھونے کیلئے نہیں کہا تھا؟ لوگ تو مزاج پرسی کے لئے آتے ہی رہیں گے۔ بیوی نے جواب دیا خدا کی قسم امیر المومنین کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی دوسرا کرتہ ہی نہیں ہے چنانچہ سیدنا عمر بن العزیزؒ یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

نهارک یا مغرور سهو و غفلة　　　و لیلک نوم والردی لک لازم

''تمہارا دن اے مغرور بھول چوک ہیں اور تمہاری رات نیند ہے اور تمہارے لئے خراب چیزیں ضروری ہیں''۔

یغرک ما یفنیٰ و تفرح بالمنی　　　کما غربا للذات فی النوم حالم

''تم کو فنا ہونے والی چیزیں دھوکہ دے رہی ہیں اور تم خواہشات سے اس طرح خوش ہوتے ہو جیسے کہ سونے والا نیند کی لذتوں میں دھوکہ کھا جاتا ہے۔''

و شغلک فیما سوف فکرة غبه　　　کذالک فی الدنیا تعیش البهائم

''اور تمہارے کام دھوکہ ہیں جن کو عنقریب تم برا سمجھو گے اس طرح تو دنیا میں جانور زندگی گزارتے ہیں''

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر بن العزیزؒ کے مناقب تو ان گنت ہیں اگر کوئی ان سے مکمل واقفیت حاصل کرنا چاہتا ہو تو وہ '' **سیرة العرین و الحلیة** '' وغیرہ کا مطالعہ کرے۔

وفات حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سرزمین حمص، دیر سمعان میں مرض الوفات میں مبتلا ہوئے۔ چنانچہ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آ گیا تو آپ نے فرمایا: لوگو بیٹھ جاؤ سب لوگ بیٹھ گئے۔ فرمایا اے اللہ میں تیرا وہ بندہ ہوں جسے تو نے حکمران بنایا لہٰذا اس کی انجام دہی میں مجھ سے کوتاہیاں بھی ہوئیں۔ تو نے اگر مجھے کسی چیز سے روکا تو میں نے نافرمانی کی۔ پھر کلمہ شہادت '' لا الہ الا اللہ '' پڑھتے ہوئے جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ بعض اقوال کے مطابق آپ کی وفات 5 یا 6 رجب کو ہوئی۔ بعض حضرات کے نزدیک 20 رجب 101ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی کل عمر 39 سال چند ماہ ہوئی۔ بعض اہل علم کے نزدیک آپ کی عمر 40 سال تھی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ پرکشش' خوبصورت' بارعب اور دبلے پتلے آدمی تھے۔ چہرے پر خوبصورت داڑھی تھی لیکن آپ کے چہرے میں گھوڑے کے کھروں کے داغ تھے۔ غالباً اس لئے کہ بچپن میں گھوڑے نے پاؤں مار دیا تھا۔ آپ شرافت' بزرگی' تقویٰ'

محبت اور عدل وانصاف کا بہترین نمونہ تھے۔ آپ سے امت میں تجدید دین ہوئی اور امت کو نشاۃ ثانیہ حاصل ہوئی۔ آپ بالکل اپنے نانا سیدنا عمر بن خطابؓ کی سیرت وکردار کا نمونہ تھے۔ آپ کی مدت خلافت اتنی ہی ہے جتنی کہ سیدنا ابو بکر صدیقؓ کی مدت خلافت ہے۔ آپ کی قبر دیر سمعان میں زیارت گاہ خواص وعوام ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ خلفائے راشدین پانچ ہوئے ہیں (۱) ابو بکرؓ (۲) عمرؓ (۳) عثمانؓ (۴) علیؓ (۵) عمر بن عبدالعزیز۔ حافظ ابن عساکر کہتے ہیں کہ جب سیدنا عمر بن العزیزؒ کی لاش مبارک ''دیر سمعان'' لائی گئی تو ایک آندھی آئی کہیں سے ایک رقعہ ملا جس میں یہ الفاظ تھے۔

''بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ بَرَاْۃٌ مِنَ اللهِ الْعَزِيْزِ الْجَبَّارِ لِعُمَرِ بْنِ عَبْدِالْعَزِيْزِ مِنَ النَّارِ''

''اللہ کے نام سے شروع جو رحیم و رحمان ہے' عمر بن عبدالعزیز کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگ سے خلاصی کا پروانہ دے دیا گیا۔''

چنانچہ لوگوں نے اس ٹکڑہ کو کفن میں رکھ دیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی مدت خلافت 2 سال 5 ماہ ہے۔

خلافت یزید بن عبدالملک

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی خلافت کے بعد یزید بن عبدالملک تخت نشین ہوئے۔ یزید بن عبدالملک سے بیعت اس دن لی گئی جس دن ان کے چچا سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ کی وفات ہوئی۔ اس لئے کہ انہیں سلیمان نے عمر بن عبدالعزیزؒ کے بعد ولی عہد مقرر کر دیا تھا۔ یزید بن عبدالملک کو جب حاکم بنایا گیا تو انہوں نے لوگوں سے کہا کہ تم لوگ سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ کے سیرت و کردار کے مطابق اپنی زندگی کو بسر کرو۔ چنانچہ تمام لوگوں نے چالیس دن تک اسی طرح زندگی گزار دی۔ کچھ دن کے بعد دمشق سے چالیس بوڑھے آئے۔ انہوں نے یزید بن عبدالملک سے یہ حلف لیا کہ خلفاء کے ذمے نہ تو کسی قسم کا حساب ہے اور نہ آخرت کا حساب ہے۔ چنانچہ یزید ان جاہل شامیوں کے جال میں پھنس گئے۔ یزید بن عبدالملک سفید رنگ کے تندرست وتوانا آدمی تھے۔ بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ یہی وہ یزید ہیں جو فسق وفجور کے ساتھ مشہور ہوئے حالانکہ یہ غلط ہے بلکہ فاسق تو ان کا بیٹا ولید تھا جس کا عنقریب ذکر آئے گا۔ حافظ ابن عساکر کہتے ہیں کہ یزید بن عبدالملک نے اپنے بھائی سلیمان کے دور خلافت میں ایک لونڈی جس کا نام ''حبابہ'' تھا عثمان بن سہل بن سہل سے چار ہزار دینار کے عوض خریدی تھی۔ یزید بن عبدالملک اس لونڈی سے بہت پیار کرتا تھا۔ چنانچہ اس کی خبر ان کے بھائی سلیمان کو ملی تو اس نے اس خوف سے لونڈی کو فروخت کر دیا۔ چنانچہ جب یزید بن عبدالملک کو حکمران بنایا گیا تو ایک دن ان کی بیوی نے ان سے کہا کہ اے امیر المومنین کیا آپ کے اندر اب بھی کسی چیز کی خواہش ہے؟ یزید نے کہا ہاں ہے' بیوی نے کہا وہ کیا ہے بتایئے؟ یزید نے کہا ''وہ ''حبابہ'' باندی ہے جسے میں نے خریدا تھا۔ پھر بھائی کے خوف کی وجہ سے بعد میں فروخت کر دیا تھا۔ چنانچہ ان دنوں یزید بن عبدالملک کی بیوی نے اس باندی کو خرید کر پوشیدہ رکھا ہوا تھا۔ اس وقت ایک پردہ کے پیچھے ان کی بیوی نے لونڈی کو بناؤ سنگھار کے ساتھ بٹھا رکھا تھا۔ پھر تھوڑی دیر بعد ان کی بیوی نے وہی سوال کیا کہ کیا اب بھی آپ کسی چیز کے خواہش مند ہیں۔ یزید نے جواب دیا کہ ہاں ''حبابہ'' لونڈی کی محبت میرے دل

میں موجود ہے۔ اس سے پہلے بھی میں نے تمہارے سامنے اس کا ذکر کیا تھا۔ چنانچہ ان کی بیوی نے پردہ اٹھا کر کہا یہ ہیں ''حبابہ''۔ چنانچہ اس لونڈی کو ان کی بیوی یزید کے پاس چھوڑ کر چلی گئی۔ چنانچہ یزید اس باندی سے لطف اٹھانے لگے یہاں تک کہ وہ لونڈی ان کی عقل پر غالب آ گئی جس کی وجہ سے یزید خلافت میں تادیر نہ رہ سکے۔

ایک دن یزید نے کہا کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ بادشاہ زمانے کا ایک پورا دن عیش و عشرت میں نہیں گزار سکتے۔ میں ان کے اس قول کو جھوٹا ثابت کر کے دکھاؤں گا۔ پھر وہ عیش و عشرت اور لذتوں میں مصروف ہو گئے اور ''حبابہ'' کے ساتھ خلوت کی زندگی گزارنے لگے اور اس کے درمیان حائل ہونے والی تمام چیزوں پر پابندی لگا دی۔ یزید بن عبدالملک اسی طرح عیش و آرام میں مصروف تھے کہ اچانک ایک دن ''حبابہ'' نے انار کا دانہ کھایا اور دانہ کھاتے کھاتے ہنسنے لگی۔ اتنے میں وہ دانہ گلے میں اٹک گیا اور ''حبابہ'' کی موت واقع ہوگئی۔ ''حبابہ'' کی موت سے یزید کے لئے زندگی گزارنا مشکل ہو گیا اور اس کی عقل ماؤف ہوگئی۔ عیش و آرام ختم ہو گیا۔ خلافت کا نشہ جاتا رہا۔ یزید پر ایسا وجد طاری ہوا کہ ''حبابہ'' کو چند دن تک دفن کرنے نہیں دیا۔ یزید ''حبابہ'' کو چومتا' چوستا رہا یہاں تک کہ اس کی لاش سے بدبو آنے لگی پھر اس کے بعد اسے دفن کرنے کا حکم دیا۔ پھر اس کو قبر سے نکال لیا پھر اس کے بعد یزید 15 دن سے زیادہ زندہ نہ رہا۔ چنانچہ یزید ''سل'' کی بیماری میں مبتلا ہو گیا۔

شاعر نے کہا ہے ؎

فان تسل عنک النفس اوتدع الهوی   فبا لیأس تسلو عنک لا بالتجلد

''پس اگر تم سے نفس سوال کرتا ہے یا خواہش پکارتی ہے تو صبر کی وجہ سے نہیں بلکہ مایوس ہو کر سوال کرتی ہے۔''

و کل خلیل زَارَنِیْ فهو قائل   من اجلک هذا هالک الیوم اوغد

''اور ہر وہ دوست جس نے میری زیارت کی ہے وہ کہتا ہے کہ تیری ہی وجہ سے یہ آج یا کل فنا ہونے والا ہے۔''

(عنقریب انشاء اللہ ''باب الدال'' میں ''الدابہ'' کے عنوان کے تحت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے متعلق تفصیل آئے گی)

وفات یزید بن عبدالملک کی وفات ''البلقاء'' کے علاقے میں ''اربل'' کے مقام میں ہوئی لیکن بعض حضرات جگہ کا نام ''بولان'' ذکر کرتے ہیں۔ چنانچہ پھر یزید کی نعش کو اٹھا کر دمشق میں ''باب الجابیۃ'' اور ''باب الصغیر'' کے درمیان دفن کر دیا گیا۔ یزید کے انتقال کا سانحہ 25 شعبان 105ھ کو رونما ہوا۔ یزید نے 29 سال عمر پائی۔ بعض حضرات کے نزدیک 38 سال عمر پائی۔ یزید کی مدت خلافت 4 سال ہے۔

خلافت ہشام بن عبدالملک

یزید بن عبدالملک کے بعد ہشام بن عبدالملک تخت نشین ہوئے۔ ہشام بن عبدالملک سے اس دن بیعت لی گئی جس دن یزید بن عبدالملک کا انتقال ہوا۔ اس لئے کہ یزید نے اپنے بھائی ہشام کو خلافت کے لئے نامزد کر دیا تھا۔ جب خلافت پر ہشام کو مامور کیا گیا تو یہ اس وقت مقام رصافہ میں تھے۔ چنانچہ جب ہشام کو خلافت کی خوشخبری سنائی گئی تو ہشام اور اس کے ساتھیوں نے سجدہ شکر بجا

لایا۔ اس کے بعد وہ دمشق چلے گئے۔ مصعب الزبیری کہتے ہیں کہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان نے یہ خواب دیکھا تھا کہ اس نے محراب میں چار مرتبہ پیشاب کیا ہے پھر اس کے بعد اسے پاؤں سے روند ڈالا۔ اس خواب کی تعبیر سعید بن مسیب سے پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ عبدالملک بن مروان کے صلب سے چار آدمی مسند خلافت پر فائز ہوں گے جن کا آخری شخص ہشام ہوگا۔

اخلاق وعادات ہشام عقل مند' سیاسی' خوبصورت' موٹا اور بھینگا تھا۔ ہشام کالا خضاب لگایا کرتا تھا' اس کے ساتھ ساتھ حیلہ ساز' بردبار اور کم لالچی تھا۔ ہشام نے خلافت کے نظام کو کسی حد تک درست رکھا۔ مال زیادہ جمع کرتا نیز بخیل اور حریص تھا۔ ہشام کے متعلق مشہور ہے کہ اس نے اتنا مال جمع کیا کہ اس سے قبل کسی نے بھی اتنا مال جمع نہیں کیا۔ ہشام کی وفات کے بعد ولید بن یزید نے تمام وراثت پر قبضہ کرلیا۔ یہاں تک کہ ہشام کی تجہیز و تکفین کے لئے قرض لینا پڑا۔

وفات ہشام کی وفات مقام رصافہ میں ربیع الثانی کے آخر میں 125ھ میں ہوئی۔ ہشام نے کل 53 سال کی عمر پائی۔ بعض کے نزدیک ہشام کی عمر 54 سال ہے۔

مدت خلافت ہشام 19 سال 9 ماہ تک مسند خلافت پر فائز رہا۔ بعض اہل علم کے نزدیک ہشام کی مدت خلافت بیس سال ہے۔

خلافت ولید بن یزید بن عبدالملک

یہ چھٹے خلیفہ ہیں جنہیں بعد میں معزول کردیا گیا تھا۔

ہشام بن عبدالملک کے بعد ان کے بھتیجے ولید بن یزید تخت نشین ہوئے۔ ولید فاسق و فاجر تھا۔ چنانچہ جب یزید کے والد قریب المرگ ہوئے تو انہوں نے ہشام کو اس شرط پر ولی عہد بنایا تھا کہ ہشام کے بعد ان کے بیٹے ولید بن یزید کو حکمران بنا دیا جائے۔ چنانچہ ہشام کی وفات کے بعد ولید سے بیعت لی گئی جس وقت ولید کے چچا ہشام کا انتقال ہوا تو اس وقت ولید مقام برتیہ میں تھا۔ لہٰذا ولید اپنے چچا سے ناراضگی کی وجہ سے دور رہنے لگا۔ نیز ولید دین میں کاہل اور شراب نوشی کا عادی ہو گیا تھا اور ولید فسق و فجور کی وجہ سے لوگوں میں مشہور ہو گیا تھا۔ چنانچہ ہشام نے ولید کے غلط کاموں سے باز نہ آنے کی بناء پر اس کے قتل کا ارادہ کرلیا تھا۔ ولید کو جب اس کا علم ہوا تو وہ فرار ہوگیا تھا۔ چنانچہ ولید کسی جگہ مستقل قیام نہ کرتا تھا۔ چنانچہ جس رات خلافت کی خبر صبح کے وقت ولید تک پہنچنے والی تھی وہ رات اس نے بڑی بے چینی سے گزاری۔ ولید نے اپنی بے چینی سے اپنے دوستوں کو آگاہ کیا اور یہ کہا کہ تم لوگ مجھے سوار کر کے اتنی جلدی سے لے چلو کہ میری بے چینی سکون سے بدل جائے۔ پس یہ لوگ ولید کو لے کر دو میل تک بھی نہ چلے ہوں گے کہ اسی اثناء میں ہشام اور اس کے قتل کے عزم اور دھمکی آمیز خطوط کے متعلق گفتگو کرنے لگے چنانچہ کچھ دیر بعد کسی آنے والے کی آہٹ محسوس ہوئی۔ پھر یہ لوگ سمجھ گئے کہ ہمیں سکون کی تلاش تھی پس وہ ہمیں مل گیا لیکن ولید نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ بھائیو' یہ تو ہشام کی ڈاک معلوم ہوتی ہے۔ اللہ کرے اس میں بھلائی ہی بھلائی ہو۔ جب ڈاک ان لوگوں کے قریب آئی تو ڈاک لانے والے نے ولید کو پہچان لیا اور فوراً پیدل چلنے لگا اور آداب شاہی بجا لایا۔ اس پر ولید حیران رہ گیا۔ ولید نے کہا کہ تمہارا ستیاناس کیا ہشام کا انتقال ہوگیا ہے۔ پیغام لانے والے نے کہا جی ہاں۔ پھر اس نے رقعہ دیا۔ ولید رقعہ پڑھ کر فوراً دمشق روانہ ہوگیا اور مسند خلافت پر فائز ہوگیا۔ چنانچہ

ولید کو مسند خلافت پر فائز ہوئے سال بھی نہ گزرا تھا کہ اہل دمشق نے ولید کے فسق و فجور میں شہرت کی بناء پر اسے معزول کرنے کا ارادہ کرلیا تھا۔ اس لئے کہ ولید فسق و فجور میں اس قدر بڑھ چکا تھا کہ کفر سے بھی گریز نہیں کرتا تھا۔

حافظ ابن عساکر کہتے ہیں کہ ولید شراب نوشی اور عیش و عشرت کا شوقین تھا۔ اسے آخرت کی کوئی فکر نہیں تھی۔ ولید کی ساری توجہ دوستوں' گانے بجانے والوں اور کھیل کود وغیرہ پر تھی۔ ولید سارنگی' ڈھول اور دف وغیرہ کا شوقین تھا۔ ولید نے اللہ کے محرمات کو پاش پاش کردیا تھا۔ ولید اس میں اتنا آگے بڑھ چکا تھا کہ اسے فاسق کہا جانے لگا۔ اس کے علاوہ ولید خاندان بنوامیہ میں فصاحت و بلاغت، نحو اور حدیث وغیرہ میں بھی سب سے زیادہ قابل تھا۔

اسی طرح ولید سب سے زیادہ سخی بھی تھا۔ شراب نوشی' سماع' عیش و عشرت اور لاپرواہی میں ولید کے مقابل کوئی نہیں تھا۔ بعض مؤرخین نے کہا ہے کہ ایک مرتبہ ولید اپنی لونڈی سے شراب کے نشہ میں مغلوب ہوکر بوس و کنار کررہا تھا۔ مؤذن بار بار انہیں باخبر کرتا رہا لیکن ولید بن یزید بن عبدالملک نے یہ قسم کھائی کہ وہ اس لونڈی کے بغیر امامت نہیں کرسکتا۔ چنانچہ لونڈی کو کپڑے پہنا کر لایا گیا پھر ولید نے نماز پڑھائی۔

کہا جاتا ہے کہ ولید نے شراب کا ایک حوض بنایا تھا۔ جب ولید پر نشہ کی کیفیت طاری ہوتی تو وہ حوض میں کود جاتا خوب شراب نوشی کرتا یہاں تک کہ سارے جسم میں نشہ کی کیفیت طاری ہوجاتی۔ تب اسے باہر نکالا جاتا۔

امام الماوردی کہتے ہیں کہ ولید نے ایک دن قرآن مجید سے فال نکالی تو یہ آیت نکلی۔

" وَاسْتَفْتَحُوْا وَ خَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ "(اور پیغمبر فیصلہ مانگنے لگے اور ہر ایک سرکش ضدی نامراد ہوگیا۔ سورہ ابراہیم) چنانچہ ولید نے قرآن مجید کو ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا اور یہ اشعار پڑھنے لگا۔

اتوعد کل جبار عنید   فھا انا ذاک جبار عنید

''کیا تو ہر زبردست کو دھمکی دیتا ہے' پس میں اس وقت زبردست ضدی ہوں''

اذا ما جئت ربک یوم حشر   فقل یا رب مزقنی الولید

''جب تو قیامت کے دن اپنے رب کے پاس حاضر ہو تو کہہ دے پروردگار مجھے ولید نے ٹکڑے ٹکڑے کردیا ہے۔''

چنانچہ اس کے بعد ولید چند دن کی زندگی بھی نہ گزار پایا تھا کہ اسے بھیانک طریقے سے قتل کردیا گیا اور اس کی گردن کو کاٹ کر اس کے محل میں لٹکا دیا گیا۔ اس کے فصیل شہر میں معلق کردیا گیا۔ اھ (عنقریب انشاء اللہ مزید تفصیل "باب الطاء" میں "لفظ الطیرۃ" کے تحت آئے گی۔) اس قسم کے مشہور حالات اور بھی تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ اس لئے طوالت کی بناپر انہیں چھوڑ رہے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ "اس امت میں ولید نامی ایک شخص ضرور پیدا ہوگا جس کا شر فرعون سے بدتر ہوگا" تمام اہل علم کے نزدیک ولید سے مراد ولید بن یزید ہے۔)

ولید بن یزید کا قتل ولید کو جب اہل دمشق نے تخت سے اتار دیا تو لوگوں نے اس کے چچا کے لڑکے سے بیعت کی جس کا نام یزید بن ولید بن عبدالملک تھا۔ چنانچہ یزید نے برسر اقتدار آتے ہی یہ اعلان کیا کہ جو بھی ولید کو قتل کرکے اس کا سر لائے گا اسے ایک لاکھ درہم بطور انعام دیئے جائیں گے۔ ولید ان دنوں "البحرۃ" میں مقیم تھا۔ چنانچہ یزید کے حامیوں نے ولید کا محاصرہ کرلیا اور اس کے قتل

پر آمادہ ہوگئے۔ ولید نے انہیں منع کیا لیکن وہ باز نہیں آئے۔ چنانچہ لوگ ولید کے محل میں داخل ہو گئے۔ اس پر ولید نے کہا کہ آج کا دن بالکل حضرت عثمانؓ کے دن کی طرح ہے۔ لوگوں نے کہا بلکہ اس سے بھی بدتر ہے۔ یہ کہنے کے بعد ولید کے سر کو تن سے جدا کر دیا گیا۔ ولید کے سر کو دمشق میں گھمایا گیا پھر اسے محل میں لٹکا دیا گیا۔ پھر شہر میں لٹکا دیا گیا۔ ولید کے قتل پر شہر میں بے چینی پھیل گئی۔ دشمنوں نے کوئی تعاون نہ کیا پھر اس کے بعد کسی قسم کی بات پیدا نہیں ہوئی۔

ولید کا قتل ماہ جمادی الاولیٰ 126ھ میں ہوا۔ ولید تقریباً ایک سال تک مسند خلافت پر فائز رہا، بعض کہتے ہیں کہ ایک سال دو ماہ تک مسند خلافت پر فائز رہا۔ ولید خاندان بنو امیہ میں سب سے زیادہ حسین، طاقتور اور اچھا شاعر تھا لیکن اسی کے ساتھ ساتھ فسق و فجور میں بھی مشہور تھا۔ ولید کے فسق و فجور کی بنا پر اس کی رعایا اس کی مخالف ہوگئی تھی۔ ولید کے چچازاد بھائی یزید بن عبدالملک الناقص نے ولید کے خلاف خروج کیا تھا۔ چنانچہ یزید نے دمشق پر قبضہ کرلیا۔ ولید ایک دن ''تدمر'' مقام پر شکار کھیلنے کیلئے گیا ہوا تھا۔ یزید نے موقع پا کر ولید کے خلاف ایک لشکر تیار کر کے جنگ پر آمادہ ہوگیا۔ یہاں تک کہ فوجیوں نے ولید کا محاصرہ کرلیا اور ولید کو قتل کر ڈالا۔ پھر ولید کے سر کو تن سے جدا کر کے شہر میں ایک نیزہ میں لٹکا کر نصب کر دیا۔

خلافت یزید بن ولید بن عبدالملک بن مروان

ولید کے قتل کے بعد یزید بن ولید بن عبدالملک بن مروان مسند خلافت پر فائز ہوئے۔ یزید سے بیعت اس دن لی گئی جس دن ان کے چچازاد بھائی ولید کو معزول کر دیا گیا تھا۔ یزید بن ولید وہ پہلے خلیفہ ہیں جن کی ماں لونڈی تھی۔ خاندان بنو امیہ خلافت کی عظمت کی وجہ سے یزید بن ولید کی خود حفاظت کرتے تھے۔ جب بنو امیہ کو یہ بات معلوم ہوگئی کہ ان کی حکومت لونڈی کے بیٹے کے ہاتھ میں ہے اب یہ قائم نہیں رہ سکتی تو یہ لوگ خوف و ہراس میں مبتلا ہوگئے۔ یہاں تک کہ بنو امیہ کا اقتدار ولید بن یزید تک کسی حد تک قائم رہا۔ پھر بنو امیہ کو مزید یقین ہوگیا کہ اب بنو امیہ کا اقتدار ختم ہو جائے گا۔ یزید بن ولید کو یزید ناقص بھی کہا جاتا ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے اقتدار سنبھالتے ہی لوگوں کے عطیات پر پابندی لگا کر کم کر دیا تھا بلکہ جتنی رقوم ہشام کے دور خلافت میں دی جاتی تھیں اتنی مقرر کر دی تھیں۔ بعض مؤرخین نے یزید کو ناقص کہنے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ یزید کے پاؤں کی انگلیوں میں نقص تھا اس لئے اسے یزید الناقص کہتے تھے۔ سب سے پہلے جس شخص نے ''یزید الناقص'' کہہ کر پکارا وہ مروان بن محمد تھا جس وقت یزید حکمران بنے تو سلطنت میں انتشار پھیل چکا تھا۔ اہل علم کہتے ہیں کہ یزید عبادت، قربانی، تلاوت قرآن کے پابند اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے اخلاق کا نمونہ تھے۔ اسی طرح متقی بھی تھے لیکن تقدیر میں جو لکھا ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ یزید کی عمر نے وفا نہ کی اور جلد ہی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

وفات اور مدت خلافت یزید بن ولید کی وفات 18 جمادی الثانی 126ھ میں ہوئی۔ یزید کی عمر کل چالیس سال یا چھیالیس سال تھی۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یزید بن ولید نے مسند خلافت سنبھالتے ہی عوام کو عقیدہ قدر کی دعوت دی اور تقدیر پر ابھارا۔ یزید مسند خلافت پر ساڑھے پانچ یا چھ ماہ فائز رہا۔

خلافت ابراہیم بن ولید

جس وقت یزید بن ولید فوت ہوئے تو لوگوں نے ان کے بھائی ابراہیم بن ولید سے بیعت لے لی۔ اس لئے کہ ان کو یزید بن ولید نے ولی عہد کے لئے منتخب کرلیا تھا لیکن ابراہیم خلافت وسلطنت کو سنبھال نہ سکا۔ چنانچہ لوگوں کا ایک گروہ آداب شاہی بجالاتا اور دوسرا گروہ نہ آداب شاہی بجالاتا نہ امارت کی مبارکباد پیش کرتا۔ چنانچہ ابراہیم کی خلافت متزلزل رہی۔ یہاں تک کہ ابراہیم کو مروان بن محمد نے قتل کر کے سولی پر چڑھا دیا۔ چنانچہ ابراہیم مسند خلافت پر دو ماہ دس دن تک فائز رہے لیکن صحیح نہیں۔ اس لئے کہ مروان بن محمد الحمار جو آذر بائیجان میں نیابت کے فرائض انجام دے رہے تھے جب اس نے سنا کہ لوگ ابراہیم کی بیعت کر رہے ہیں تو یہ اس وقت آذر بائیجان سے چل پڑا اور لوگوں کو اپنی بیعت پر ابھارنے لگا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد شام آیا۔ اس سے قبل ابراہیم بن ولید نے اپنے دونوں بھائیوں بشر اور سرور کو اپنی حمایت میں مدافعت کیلئے آمادہ کرلیا تھا۔ چنانچہ آپس میں جنگ ہوئی۔ بالآخر مروان کو فتح حاصل ہوئی۔ چنانچہ مروان یہاں سے کوچ کر کے ''مرج عذراء'' کے لئے روانہ ہوگیا۔ ''مرج عذرا'' میں سلیمان بن ہشام بن عبدالملکؒ نے مروان سے لڑائی کی لیکن شکست کھائی۔ پھر خلیفہ ابراہیم بن ولید نے جنگ کی تیاری کر کے دمشق کے باہر لشکر کشی کی لیکن ابراہیم کو اس کے لشکر نے دھوکہ دے کر ذلیل کر دیا حالانکہ ابراہیم نے اپنی افواج کے لئے خزانے کے دہانے کھول دیئے تھے لیکن یہ معاملہ پوشیدہ رہا۔ بالآخر عوام نے مروان سے بیعت لینا شروع کر دیا اور مروان نے عوام کا اعتماد حاصل کرلیا یہاں تک کہ ابراہیم پر چند دن کے بعد یہ بات عیاں ہوگئی کہ اس کی حکومت اس سے چھن گئی ہے۔ چنانچہ ابراہیم خود خلافت سے دستبردار ہوگیا۔

خلافت مروان بن محمد

جب خلیفہ ابراہیم بن محمد کو قتل کر دیا گیا تو ان کے بعد مروان بن محمد الحمار سے بیعت لی گئی۔ اسی دوران ابو مسلم خراسانی نے سر اٹھایا اور کوفہ میں سفاح نمایاں ہوا۔ چنانچہ سفاح سے علیحدہ بیعت لی گئی۔ چنانچہ اسی دوران سفاح کے چچا عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن عباسؓ، مروان بن محمد کے خلاف جنگ کے لئے تیار ہوگئے۔ چنانچہ ''زاب موصل'' کے مقام پر زبردست معرکہ ہوا۔ چنانچہ مروان کو شکست ہوئی اور بے شمار فوجیوں کو قتل کر دیا گیا اور بے شمار فوجی دریا میں غرق ہوگئے اور جو فوجی باقی بچے تھے ان کا عبداللہ بن علی نے دریائے اردن تک تعاقب کیا۔ وہیں پر بنو امیہ کی ایک جماعت سے مڈبھیڑ ہوگئی جن کی تعداد اسی سے زائد تھی۔ بالآخر ان کو قتل کر دیا گیا اور عبداللہ بن علی نے ان کو گھسیٹنے کا حکم دیا۔ پھر ان کے اوپر بچھونے بچھا کر عبداللہ اور ان کے ساتھی اس کے اوپر بیٹھ گئے۔ پھر کھانا رکھا گیا' چنانچہ تمام افراد نے کھانا تناول فرمایا۔ اس حال میں کہ انکے نیچے سے ان لوگوں کے کراہنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ یہ دیکھ کر عبداللہ بن علی نے کہا کہ آج کا دن کربلا کی مانند ہے بلکہ اس سے بھی بدتر ہے۔ چنانچہ اس کے بعد سفاح نے اپنے چچا صالح بن علی کو ''السماوۃ'' کے راستہ پر لگا دیا۔ یہاں تک کہ یہ لوگ عبداللہ بن علی کے پاس پہنچ گئے۔ پھر دمشق میں جنگ کے لئے اتر گئے۔ چنانچہ طاقت کے بل بوتے پر دمشق کو فتح کر کے تین دن تک کے لئے مباح

کردیا۔عبداللہ بن علی نے شہر پناہ کو پتھر مار مار کر توڑ دیا۔ چنانچہ مروان موقع پا کر مصر فرار ہوگیا۔ چنانچہ صالح بن علی نے معلوم ہوتے ہی اس کا تعاقب کیا یہاں تک کہ '' قری صعید'' بستی میں مروان کو قتل کردیا گیا (عنقریب انشاء اللہ '' باب الھاء'' میں '' الھر ۃ'' کے عنوان کے تحت اس کا ذکر آئے گا)۔

صالح بن علی نے حبشہ تک تعاقب کرنے کا ارادہ کرلیا تھا لیکن اس سے پہلے ہی یہ لوگ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوگئے تھے۔ جس وقت مروان کو قتل کیا جارہا تھا وہ یہ کہہ رہا تھا کہ ہماری خلافت اور حکومت کا خاتمہ کردیا گیا۔مروان بن محمد دلیر' بارعب' سیاہ سرخ اور درمیانے قد کا آدمی تھا۔اس کا چہرہ ڈاڑھی سے بھرا ہوا' ہوش مند اور ذہین خلیفہ تھا۔مروان کے قتل کے بعد اس کی سلطنت کا شیرازہ بکھر گیا اور سلطنت پارہ پارہ ہوگئی۔ مروان کے قتل کا واقعہ 133ھ میں رونما ہوا۔مروان نے کل 56 سال کی عمر پائی۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ مروان نے 5 سال تک خلافت کی۔بعض کے نزدیک 5 سال 2 ماہ دس دن مروان کی مدت خلافت ہے۔ مروان بنوامیہ کا سب سے آخری خلیفہ تھا۔بنوامیہ کے دور خلافت میں 14 خلفاء گزرے ہیں۔سب سے پہلے خلیفہ امیر معاویہ بن ابی سفیان بن صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف تھے اور سب سے آخری خلیفہ مروان بن محمد الجعدی الحمار تھے۔ چنانچہ بنوامیہ کا دور حکومت 80 سال سے زائد رہا اور تقریباً ایک ہزار مہینے بنتے ہیں جب بنوامیہ کا دور حکومت ختم ہوگیا تو حضرت حسن بن علی بن ابی طالبؓ کا قول سچ ثابت ہوا کہ ایک مرتبہ آپ سے یوں کہا گیا تھا کہ آپ خلافت بنوامیہ میں چھوڑ کر جارہے ہیں۔ حضرت حسنؓ نے فرمایا تھا کہ '' **لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ '' مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ** '' (شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے)۔

چنانچہ مروان کے تخت نشین ہوتے ہی سلطنت کا نظام بگڑ چکا تھا۔ ہر چھٹے خلیفہ کو تخت سے اتار دیا گیا جبکہ مدت پوری نہیں ہوئی تھی معزول خلیفہ ولید بن یزید کے بعد بنوامیہ میں صرف تین افراد (یزید بن ولید بن عبدالملک' ابراہیم اور مروان بن محمد بن مروان بن الحکم) کو خلافت سونپی گئی۔ پھر اس کے بعد بنوامیہ کا دور حکومت ختم ہوگیا اور خلافت عباسی خاندان میں منتقل ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ اسے قیامت تک قائم رکھے۔

خلافت عباسیہ

خلیفہ ابوالعباس سفاح مؤرخین کہتے ہیں کہ خاندان عباسی کا سب سے پہلا خلیفہ سفاح ہوا ہے۔اس کا پورا نام ابوالعباس عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس الہاشمی ہے۔سفاح کی بیعت بروز جمعہ 13 ربیع الاول 132ھ کو لی گئی۔سفاح کا وزیر ابوسلمہ الحفص الخلال کو مقرر کیا گیا۔ نیز یہ پہلے شخص ہیں جن کو سب سے پہلے وزیر بنایا گیا۔چنانچہ اس کے بعد یہ رسم چل نکلی بلکہ جو بھی اس کے بعد اس عہدہ پر فائز ہوتا اسے وزیر ہی کہا جاتا تھا۔ یہ سلسلہ تقریباً الصاحب بن عباد تک چلتا رہا۔الصاحب ان کا نام اس لئے رکھا گیا تھا کہ یہ ابن العمید کے ساتھی تھے۔ پھر اس کے بعد ہمارے زمانے تک وزراء بنتے چلے آئے ہیں۔امام الفرج بن الجوزی کہتے ہیں کہ ایک دن خلیفہ سفاح خطبہ دے رہا تھا کہ اس کے ہاتھ سے اچانک عصا گر گیا تو اس نے اس سے بدشگونی لی۔ چنانچہ پھر کسی نے عصاء کو صاف کر کے خلیفہ سفاح کو پکڑا دیا تو وہ بہت خوش ہوا۔ چنانچہ سفاح نے یہ شعر پڑھا

فالقت عصا ھا و استقربھا النوی کما قرعینا بالایاب المسافر

''پس اس نے تھک کر اپنا عصا ٹیک دیا ہے اور فراق اس کی طبیعت میں پیوست ہوگیا جس طرح کہ مسافر واپسی پر سکون کا سانس لیتا ہے۔''

ابن خلکان کہتے ہیں کہ سفاح نے ایک دن آئینہ دیکھ کر کہا کہ ''اے اللہ! میں سلیمان بن عبدالملک کی طرح دعا نہیں مانگتا' بلکہ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ''اے اللہ! مجھے اپنی فرمانبرداری کے لئے عافیت سے بھرپور طویل زندگی عطا فرما''۔ چنانچہ سفاح یہ کہہ کر فارغ ہوا تھا کہ ایک غلام دوسرے غلام سے یوں کہہ رہا تھا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان موت کا فیصلہ دو ماہ پانچ دن کا باقی رہ گیا ہے۔ یہ سنتے ہی سفاح نے ان کی گفتگو سے بدفالی لی اور کہا'' حَسْبِیَ اللّٰہُ وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَ بِہٖ اسْتَعَنْتُ '' چنانچہ غلاموں کی گفتگو کے مطابق دو ماہ پانچ دن گزرے تھے کہ سفاح بہت سخت بیمار ہوا۔ اسے سخت بخار ہوا۔ نیز چیچک کے مرض میں مبتلا ہو کر ''شہر انبار'' میں (جسے اس نے خود بنوا کر آباد کیا تھا) انتقال کر گیا۔

سفاح نے 32 سال 6 ماہ عمر پائی۔ سفاح کی مدت خلافت 4 سال 9 ماہ ہے۔ سفاح سفید فام' خوبصورت اور پرکشش آدمی تھا۔ سفاح کے چہرے پر بھری ہوئی داڑھی تھی۔

خلافت ابو جعفر المنصور

سفاح کے بعد ان کا بھائی ابو جعفر عبداللہ بن محمد المنصور مسند خلافت پر فائز ہوا۔ ابو جعفر سے بیعت اس دن لی گئی جس دن ان کے بھائی سفاح کی وفات ہوئی اور انہی کو ولی عہد مقرر کر دیا گیا۔ سفاح نے ابو جعفر کو اپنی زندگی میں امیر حج مقرر کیا تھا۔ ابو جعفر کو جب خلافت کیلئے منتخب کیا گیا تو یہ اس وقت مقام ''صافیہ'' میں رہائش پذیر تھے۔ چنانچہ ابو جعفر منصور کو جب اس بات کا علم ہوا کہ اب اسے خلافت سونپ دی جائے گی تو اس نے یہ کہا کہ انشاء اللہ ہمارا معاملہ لوگوں سے بہت صاف ستھرا رہے گا۔ چنانچہ تمام لوگوں نے ابو جعفر منصور سے بیعت کر لی۔ ابو جعفر نے لوگوں کے ساتھ حج ادا کیا۔ ابو جعفر حج سے واپسی پر شہر انبار جسے الہاشمیہ بھی کہا جاتا ہے پہنچے پھر لوگوں سے عام بیعت لی۔ چنانچہ ابو جعفر نے دوبارہ حج کیا لیکن جب ابو جعفر دوبارہ حج کے ارادے سے مکہ مکرمہ پہنچا تو دیکھا کہ دیوار پر یہ دو سطریں لکھی ہوئی تھیں۔

اُبَا جَعْفَر حانت و فاتک و انقضت سنوک و اُ امر اللہ لا بد واقع

''ابو جعفر تیری وفات کا وقت قریب ہے اور تیری عمر پوری ہوگئی ہے اور اللہ کا فیصلہ ضرور آنے والا ہے''

ابا جعفر ھل کاھن او منجم لک الیوم من ریب المنیۃ دافع

''ابو جعفر کیا تو کاہن ہے یا نجومی' آج تجھ کو موت کے پنجے میں دینے والے ہیں۔''

چنانچہ جب منصور نے یہ اشعار کہے تو اسے اپنی موت کا یقین ہوگیا۔ چنانچہ وہ تین دن بعد فوت ہوگیا۔ منصور نے مرنے سے قبل خواب میں کسی کو یہ اشعار کہتے ہوئے سنا

کانی بھذا القصر قد باداھلہ وعری منہ اھلہ و منازلہ

''گویا کہ میں اس محل میں مقیم ہوں جس کے رہنے والے جا چکے ہیں اور محل منزلوں اور اپنے رہائشیوں سے خالی ہے۔''

وَصَارَ رئیس القوم من بعد بهجة الی جدث تبنی علیه جنادله

''اور وہ قوم کا سردار بن گیا کچھ دنوں کی رنگینیوں کے بعد پھر اسے بڑی بڑی چٹانوں سے بنی ہوئی قبر میں دفن کر دیا گیا''

وفات ابوجعفر منصور کی وفات 158ھ میں بیر میمونہ کے مقام پر ہوئی۔ یہ جگہ مکہ مکرمہ سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ خلیفہ منصور کا احرام کی حالت میں انتقال ہوا۔ ابوجعفر منصور نے 63 سال کی عمر پائی۔ نیز 12 سال 11 ماہ 14 دن تک مسند خلافت پر فائز رہا۔ منصور کی والدہ محترمہ کا نام ''بربریہ'' تھا۔

خلیفہ کے اوصاف ابوجعفر منصور لمبے قد کا نوجوان' گندم گوں' دبلا پتلا' چہرے پر ہلکی سی داڑھی اور کشادہ پیشانی کا آدمی تھا۔ اس کی آنکھیں ایسی معلوم ہوتی گویا کہ وہ دو زبان ہیں جو گفتگو کرتی رہتی ہیں۔ خلیفہ منصور کی آنکھیں تیز اور بارعب تھیں۔ ابوجعفر منصور دبدبہ' شان وشوکت والا' عقل مند' ذہین' بہادر، فقیہ اور عالم آدمی تھا۔ تمام دانشور اس کی عزت کرتے۔ چنانچہ لوگ خلیفہ منصور سے مرعوب رہتے تھے۔ لیکن اسی کے ساتھ خلیفہ منصور میں تکبر بھی پایا جاتا تھا ابوجعفر منصور عبادت گزار اور بخیل تھا البتہ ضرورت اور پریشانی کے وقت بخل کو پس پشت ڈال دیتا تھا۔

خلافت محمد المہدی

خلیفہ منصور کے بعد ان کے بیٹے ابوعبداللہ محمد المہدی باللہ مسند خلافت پر فائز ہوئے بلکہ ان کے والد محترم نے انہیں نامزد کر دیا تھا چنانچہ والد کے انتقال کے بعد ان سے بغداد میں بیعت لی گئی۔ ۱۱ ذی الحجہ کو دوبارہ بیعت عام ہوئی۔ محمد المہدی کی وفات ''اسبذان'' کے مقام پر ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ محمد المہدی ایک شکار کا تعاقب کر رہا تھا تو اچانک اس کا گھوڑا اجھاڑ دار راستہ میں گھس گیا جس کی وجہ سے محمد المہدی کا جسم چھلنی ہو گیا اور اسی وقت ان کی موت واقع ہو گئی۔

بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ محمد المہدی کی لونڈی نے انہیں زہر دے دیا تھا۔ لیکن بعض مؤرخین نے یہ بھی کہا ہے کہ لونڈی نے سوکنی رشتہ پر حسد کی وجہ سے کھانے میں زہر ملا دیا تھا۔ چنانچہ محمد المہدی نے فوراً ہاتھ بڑھا کر کھانا تناول کر لیا۔ چنانچہ لونڈی کو اتنی ہمت نہ ہوئی کہ وہ یہ بتا دے کہ اس کھانے میں زہر ملایا گیا ہے۔

وفات محمد المہدی کی وفات ۲۲ محرم 169ھ کو ہوئی۔ اتفاق سے محمد المہدی کی نعش اٹھانے کے لئے کوئی چیز نہ مل سکی تو نعش کو ایک دروازے پر اٹھا کر اخروٹ کے درخت کے نیچے دفن کر دیا گیا۔ محمد المہدی نے ساڑھے بیالیس سال عمر پائی۔ بعض اہل علم نے 43 سال کا قول نقل کیا ہے۔

مدت خلافت محمد المہدی کی مدت خلافت دس سال ایک ماہ ہے۔

سیرت واخلاق محمد المہدی نیک سیرت' سخی' خوبصورت، رعایا کا پسندیدہ اور محبوب خلیفہ تھا۔ اہل علم کہتے ہیں کہ اس کے والد منصور نے بطور ترکہ خزانے میں تقریباً ایک ارب ساٹھ لاکھ دراہم چھوڑے تھے اور محمد المہدی نے ان دراہم میں خوب خرچ کر کے باقی دراہم کو رعایا میں تقسیم کر دیا تھا۔ نیز یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ایک لاکھ دراہم شاعروں کو بطور انعام تقسیم کر دیئے تھے۔

خلافت موسیٰ الہادی

محمد المہدی کے بعد ان کے بیٹے موسیٰ الہادی کو مسند خلافت پر فائز کیا گیا۔ چنانچہ جس دن ان کے والد فوت ہوئے اس دن یہ طبرستان میں جنگی محاذ پر کمان کر رہے تھے۔ موسیٰ الہادی سے ''اسبذان'' بستی میں بیعت لی گئی۔ چنانچہ موسیٰ حادی کے بھائی ہارون الرشید نے بغداد میں موسیٰ کے لئے بیعت لی۔ پھر اس کے بعد ہارون الرشید نے اپنے بھائی موسیٰ کے نام ایک تعزیت نامہ تحریر کیا اور اس کے ساتھ خلافت کی مبارکباد پیش کی۔

چنانچہ چند دنوں کے بعد موسیٰ الھادی تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر بغداد تشریف لائے۔ چنانچہ لوگوں نے ان سے ملاقات کی اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ موسیٰ الھادی نے اپنے بعد ہارون الرشید کو ولی عہد سے معزول کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا تھا لیکن ان کا یہ ارادہ پورا نہ ہو سکا کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

وفات | موسیٰ الھادی کی وفات 14 ربیع الاول 170ھ کو بغداد میں ہوئی۔ موسیٰ الھادی کی عمر تقریباً سوا بیس سال ہوئی بعض اہل علم نے بیس سال کا قول نقل کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ موسیٰ الھادی کے کوئی زخم ہو گیا تھا۔

مدت خلافت | موسیٰ الہادی کی مدت خلافت ایک سال 45 دن ہے۔ بعض اہل علم نے ایک سال دو ماہ مدت خلافت ذکر کی ہے۔

خصائل | موسیٰ الہادی دراز قد، پرکشش، بھاری بھرکم جسم والے اور ظالم آدمی تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔

خلافت ہارون الرشید

موسیٰ الھادی کے بعد ان کا بھائی ہارون الرشید محمد بن المہدی مسند خلافت پر فائز ہوا۔ اس لئے کہ ان دونوں بھائیوں کے لئے ان کے والد محترم محمد المہدی نے ولی عہدی کا حکم صادر کیا تھا۔ چنانچہ ہارون الرشید سے اس دن بیعت لی گئی جس دن ان کے بھائی موسیٰ الھادی فوت ہوئے۔ نیز اسی رات ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام المامون رکھا گیا۔ یہ رات بنو عباس کے لئے عجیب رات تھی، اس رات کا منظر اس سے قبل نہیں دیکھا گیا کہ اسی رات میں ایک خلیفہ کی وفات ہوئی تو دوسرا بچہ پیدا ہوتا ہے جو آگے چل کر خلافت کے منصب پر فائز ہوتا ہے اور اسی رات ایک شخص کو ولی عہد مقرر کیا گیا۔ چنانچہ جب ہارون الرشید کی بیعت کی جا رہی تھی تو اس کے تھوڑی دیر بعد ہارون الرشید نے یحییٰ بن خالد بن برمکی کو اپنا وزیر منتخب کر لیا۔ (عنقریب انشاء اللہ ''باب العین'' عقاب کے عنوان میں خاندان برامکہ پر حملہ اور جعفر بن یحییٰ بن خالد کے قتل کا واقعہ اور اس کے بیٹے الفضل کی جیل کی قید و بند کی زندگی پھر ان دونوں کی اموات کا تذکرہ تفصیلاً آئے گا۔)

ایک عجیب وغریب واقعہ | ہارون الرشید کو اتفاقی طور پر ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ وہ یہ ہے کہ جس وقت موسیٰ الھادی کو خلیفہ بنایا گیا تو اس نے اپنے باپ کی انگوٹھی کے متعلق لوگوں سے معلومات لیں کہ وہ انگوٹھی کہاں ہے؟ موسیٰ الھادی کو جب یہ بات معلوم ہوئی کہ وہ انگوٹھی ان کے بھائی ہارون الرشید کے پاس ہے تو انہوں نے ان سے مانگی تو ہارون الرشید نے انگوٹھی دینے سے انکار

کردیا۔ چنانچہ موسیٰ الھادی نے پھر اصرار کیا اور انگوٹھی طلب کی۔ اسی دوران موسیٰ الھادی اور ہارون الرشید بغداد کے پل سے گزر رہے تھے تو ہارون الرشید نے موسیٰ الھادی کا گلا دبا دیا اور انہیں دجلہ میں پھینک دیا۔ چنانچہ جب موسیٰ الھادی کا انتقال ہوگیا تو ہارون الرشید کو خلیفہ بنایا گیا چنانچہ ہارون الرشید سیسہ کی انگوٹھی لے کر اسی جگہ جہاں ان دونوں نے گفتگو کی اور ہارون نے اپنے بھائی کا گلہ دبا دیا تھا آیا اور انگوٹھی کو دریا میں پھینک دیا۔ پھر ہارون الرشید نے غوطہ زنوں کو انگوٹھی تلاش کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ تلاش کرنے پر وہ پہلی انگوٹھی مل گئی۔ چنانچہ پہلی انگوٹھی کا ملنا ہارون الرشید کی سعادت' نیک نامی اور بقاء سلطنت شمار کیا گیا۔ اسی طرح کا ایک واقعہ مؤرخ ابن الاثیر نے 560ھ کے ذیل میں لکھا ہے کہ جب سلطان صلاح الدین یوسف بن ایوب نے قلعہ بانیاس فتح کیا تو اس نے قلعہ کو ذخیروں سے اور لوگوں سے بھر دیا' پھر یہ دمشق آئے تو ان کے پاس جو انگوٹھی' یاقوت کے نگ کی تھی جس کی قیمت ایک ہزار ایک سو دینار تھی وہ بانیاس کے گھنے درختوں میں گر گئی' جب وہ کچھ دور چلے تو انہیں محسوس ہوا تو انہوں نے فوراً چند لوگوں کو انگوٹھی تلاش کرنے کا حکم دیا اور جگہ بتا کر یہ کہا کہ میرے خیال میں انگوٹھی اسی جگہ پر گری ہے چنانچہ تلاش کرنے پر انگوٹھی مل گئی۔ (اھ)

ہارون الرشید کی رحم دلی کا ایک واقعہ خلیفہ ہارون الرشید اگرچہ ایک زبردست سلطنت کے بادشاہ تھے لیکن اس کے باوجود ان کے دل میں خوف خدا موجود تھا۔ چنانچہ امام محمد بن ظفر نے ان سے متعلق ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ ایک خارجی نے ہارون الرشید سے خروج کیا تو ہارون الرشید کے حامیوں نے اس سے جنگ کر کے مال و اسباب چھین لیا۔ چنانچہ اس کے بعد اس خارجی نے کئی مرتبہ لشکر کشی کی' لڑائی بھی ہوئی بالآخر شکست کھا گیا تو اسے گرفتار کر کے ہارون الرشید کے دربار میں لایا گیا۔ چنانچہ جب خارجی کو سامنے کھڑا کر کے ہارون الرشید نے پوچھا کہ بتاؤ میں تمہارے ساتھ کیسا برتاؤ کروں؟ خارجی نے جواب دیا کہ آپ میرے ساتھ وہ معاملہ کریں کہ جب آپ اللہ تعالیٰ کے دربار میں کھڑے ہوں اور آپ کی خواہش ہو کہ آپ کے ساتھ یہ معاملہ کیا جائے' یہ حالت دیکھ کر ہارون الرشید نے خارجی کو معاف کر دیا اور اسے آزاد کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ چنانچہ جب خارجی دربار سے نکلنے لگا تو ہارون الرشید کے ساتھیوں نے عرض کیا: جناب والا ایک ایسا شخص جو آپ کے نوجوانوں سے لڑائی کرتا ہے' مال و اسباب لوٹتا ہے اور آپ کا یہ حال ہے کہ آپ ایسے شخص کو ایک جملہ میں معاف کر رہے ہیں۔ لہٰذا آپ اپنے فیصلہ پر نظر ثانی فرمائیں۔ ورنہ اس قسم کے واقعات سے شریر لوگوں کو موقع فراہم ہوسکتا ہے۔ ہارون الرشید نے حکم دیا کہ اسے واپس لایا جائے۔ خارجی سمجھ گیا کہ سب لوگ میرے متعلق گفتگو کر رہے ہیں۔ چنانچہ اس نے کہا کہ امیر المومنین آپ ان لوگوں کی بات نہ مانئے اس لئے کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کے متعلق لوگوں کی باتوں کو تسلیم کر لیتا تو آپ لمحہ بھر کے لئے بھی خلیفہ نہ بنتے۔ ہارون الرشید نے کہا تم نے سچ کہا ہے۔ چنانچہ ہارون الرشید نے اس کے بعد خارجی کو مزید انعام سے نوازا۔ (عنقریب انشاء اللہ مزید واقعہ جو فضیل بن عباس اور سفیان ثوری کے ساتھ اتفاقی طور پر پیش آیا' تفصیل کے ساتھ "باب الباء" اور "باب الفاء" میں آئے گا۔)

وفات ہارون الرشید کی وفات 7 جمادی الثانی 193ھ مقام طوس میں ہفتہ کے دن ہوئی۔ خلیفہ ہارون الرشید کی عمر کل 47 سال ہوئی' بعض اہل علم کے نزدیک ان کی عمر 45 سال ہوئی۔

مدت خلافت خلیفہ ہارون الرشید 23 سال ایک ماہ مسند خلافت پر فائز رہے' بعض اہل علم نے مدت خلافت 23 سال بتائی ہے۔

ہارون الرشید کے مناقب ہارون الرشید مقام ''ری'' میں پیدا ہوئے۔ ہارون الرشید سخی' دلیر' نمازی' بارعب' پرکشش اور قابل تعریف خلیفہ ہوئے ہیں۔ خلیفہ ہارون الرشید کا جسم سفید' قد لمبا اور جسم موٹا تھا نیز ان کے بالوں کی سفید دھاری سے معلوم ہوتا تھا کہ بڑھاپا شروع ہوگیا ہے۔ ہارون الرشید اپنے مال سے روزانہ ایک ہزار درہم صدقہ کرتے تھے' نیز علوم وفنون میں گہری دلچسپی اور مہارت رکھتے تھے۔

خلافت محمد امین

یہ چھٹے خلیفہ ہوئے ہیں جنہیں معزول کر کے قتل کر دیا گیا تھا۔

ہارون الرشید کی وفات کے بعد محمد امین مسند خلافت پر فائز ہوئے۔ محمد امین سے بیعت اس دن لی گئی جس دن ان کے والد ہارون کا مقام طوس میں انتقال ہوا۔ چنانچہ اس کے بعد محمد امین نے مامون رشید کو خراسان کے علاقہ کا نائب مقرر کر دیا جب خلافت محمد امین کو منتقل ہوئی اس وقت وہ بغداد میں مقیم تھا۔ چنانچہ امین کے لئے خلعت خلافت اور انگوٹھی بغداد بھیجی گئی۔ چنانچہ محمد امین سے عام بیعت لی گئی۔ اس کے بعد بیعت کا سلسلہ تمام ملک میں قائم ہوگیا۔ ہارون الرشید نے ''طوس'' میں اپنے بیٹے امین کے بعد مامون کے لئے ولی عہد نامزد کرنے کے سلسلے میں دوبارہ بیعت کی تجدید کی تھی۔ نیز اپنے آپ کو اس بات کا گواہ بنایا تھا کہ تمام مال و دولت اور ہتھیار مامون کے لئے ہوگا۔ چنانچہ بعد میں خراسان کی فوجوں کا بھی اضافہ کر دیا تھا۔ جب ہارون الرشید کی وفات ہوئی تو الفضل بن ربیع نے لشکر میں ایک نعرہ لگایا اور یہ کہا کہ سب کے سب بغداد کی جانب کوچ کر چلو۔ پھر فضل کے پاس ایک تحریر بھیجی جس میں ہارون الرشید نے فضل سے عہد لیا تھا اور بغاوت سے روکا تھا۔ نیز بغاوت پر دھمکی بھی دی تھی اور مزید وفاداری کا وعدہ بھی مذکور تھا' لیکن اس کے باوجود فضل نے کوئی پرواہ نہ کی چنانچہ یہی معاملہ امین اور مامون کے درمیان اختلاف کا باعث بن گیا۔

خلیفہ محمد امین کے متعلق ایک قصہ ''اخبار الطوال'' میں امام ابوحنیفہؒ نے ذکر کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ امام النحو کسائیؒ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ہارون الرشید نے اپنے دونوں بیٹوں امین اور مامون کی تربیت کے لئے مامور کیا تھا۔ چنانچہ میں ان دونوں پر ادب کے متعلق سختی کرتا تھا اور ان سے پوچھ گچھ بھی کرتا' لیکن خاص طور پر امین پر زیادہ کنٹرول کرتا تھا' چنانچہ کچھ دنوں بعد خالصہ لونڈی کو زبیدہ نے بھیجا۔ اس نے آ کر امام کسائیؒ سے یہ کہا کہ زبیدہ نے آپ کو سلام کہا ہے اور یہ پیغام بھیجا ہے کہ میرے بیٹے امین کے ساتھ نرمی کا معاملہ فرمایئے۔ اس لئے کہ وہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ چنانچہ میں بھی اس سے شفقت کا معاملہ کرتی ہوں۔ امام کسائیؒ نے فرمایا کہ محمد امین تو اپنے والد ہارون الرشید کے جانشین ہونے والے ہیں لہٰذا ان پر تو کوتاہی سے کام نہیں لینا چاہیے۔ خالصہ نے عرض کیا کہ محترمہ سیدہ زبیدہ مامون سے شفقت کا معاملہ اس لئے کرتی ہیں کہ جس رات ان کی پیدائش ہوئی تھی' زبیدہ نے خواب میں دیکھا کہ چار عورتیں آئیں۔ انہوں نے زبیدہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ سامنے والی نے کہا یہ بیٹا بادشاہ کا جانشین ہوگا' کم عمر' متکبر' تنگ نظر' لاابالی اور بے وفا ہوگا اور خلافت کے بوجھ کو سنبھال نہیں سکے گا۔ پیچھے والی عورت نے کہا کہ یہ بچہ کھیلنے والا' فضول خرچ اور انصاف پرور کم ہوگا' داہنے والی نے کہا کہ یہ بچہ متکبر' گناہ گار' صلہ رحمی کو توڑنے والا اور بے مروت بادشاہ ہو

گا' بائیں والی نے کہا کہ یہ بیٹا غدار اور ملک کو برباد کرنے والا جانشین ہوگا۔ یہ خواب سنا کر خالصہ رونے لگی اور کہنے لگی امام کسائی "کیا تقدیر سے تادیب سود مند ہو سکتی ہے۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد مامون رشید نے محمد امین کو معزول کر دیا اور طاہر بن حسین ہرثمہ بن اعین کو اپنے ہمراہ لے کر جنگ پر آمادہ ہو گیا چنانچہ کچھ دنوں بعد ان دونوں نے جنگ سے فراغت کے بعد بغداد میں محمد امین کا محاصرہ کر لیا۔ دونوں اطراف سے منجنیق کے ذریعے گولے برسائے گئے' اسی طرح کئی لڑائیاں ہوئیں' معاملہ بگڑتا گیا' شہر کے محلے اور مکانات ویران ہو گئے۔ بدمعاش' دھوکے باز مال و متاع لوٹنے لگے' یہ محاصرہ تقریباً ایک سال تک جاری رہا' چنانچہ محمد امین کے لئے حالات سنگین ہو گئے۔ نیز ان کے اکثر ساتھی میدان جنگ میں مارے گئے۔ اسی دوران طاہر نے بغداد کے بااثر لوگوں سے خط و کتاب کے ذریعے ایک خفیہ معاہدہ کر کے ان کا تعاون حاصل کر لیا۔ نیز ان کے اطاعت نہ کرنے پر انہیں دھمکی دی گئی' چنانچہ ان لوگوں نے جواب دیا کہ آپ خلیفہ محمد امین کو معزول کر دیں۔ اس معاملے کے بعد خلیفہ محمد امین کے اکثر ساتھی منتشر ہو گئے۔ چنانچہ اس کے بعد طاہر نے شہر ابو جعفر کا محاصرہ کر لیا اور اشیائے خوردنی پر پابندی لگا دی۔ چنانچہ لوگ بھوک و پیاس سے مرنے لگے۔ جب ان حالات کا علم خلیفہ محمد امین کو ہوا تو اس نے ہرثمہ بن اعین سے خط و کتابت کے ذریعے امن طلب کیا اور کہا کہ میں خود تمہارے پاس آ رہا ہوں۔ جب ان حالات کی خبر طاہر کو ملی تو اسے یہ بات ناگوار گزری کہ کہیں فتح کا سہرا ہرثمہ کے سر نہ باندھا جائے۔ چنانچہ 25 محرم 198ھ کو محمد امین ہرثمہ بن اعین کے پاس پہنچا۔ ہرثمہ اس وقت جنگی کشتی میں سوار تھا۔ چنانچہ محمد امین بھی ہرثمہ کے ساتھ سوار ہو گیا۔ طاہر بن حسین امین کے گھات میں تھا۔ طاہر کے ساتھیوں نے موقع پاتے ہی کشتی پر پتھر برسانا شروع کر دیئے۔ چنانچہ جو لوگ کشتی میں سوار تھے وہ غرق ہو گئے۔ یہ منظر دیکھ کر امین کپڑے چاک کر کے تیرتا ہوا بستان تک پہنچا۔ چنانچہ طاہر کے ساتھیوں نے امین کو گرفتار کر لیا۔ نیز انہیں کشتی میں سوار کر کے طاہر کے پاس لے آئے۔ طاہر نے ایک گروہ کو امین کے قتل کا حکم دیا۔ چنانچہ امین کو قتل کر کے اس کا سر طاہر کے پاس بھیجا گیا تو طاہر بن حسین نے سر کو نصب کرا دیا۔ جب لوگوں نے یہ منظر دیکھا تو ماحول پرامن ہو گیا اور فتنہ ختم ہو گیا۔ چنانچہ طاہر بن حسین نے امین کی گردن کو انگشتری خلافت و خلعت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کے ساتھ مامون کی طرف بھیج دیا۔ چنانچہ مامون کے پاس جب امین کی گردن پہنچی تو اس نے سجدہ شکر ادا کیا اور ایلچی کو بطور انعام ایک لاکھ درہم دیئے۔

مامون اور امین سے امام اصمعی" کی گفتگو امام اصمعی" کہتے ہیں کہ مجھے بصرہ میں رہتے ہوئے تقریباً ایک سال ہو گیا تھا۔ چنانچہ میں ایک مرتبہ خلیفہ ہارون الرشید کے ہاں ملاقات کے لئے گیا۔ آداب شاہی بجا لایا۔ ہارون الرشید نے بیٹھنے کا اشارہ کیا تو میں تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد اٹھا۔ ہارون الرشید نے پھر اشارہ کر کے بٹھا دیا لہٰذا میں بیٹھ گیا یہاں تک کہ لوگ کم ہو گئے۔ پھر ہارون نے کہا کہ اے اصمعی" کیا تم میرے بچوں محمد اور عبداللہ کو دیکھنے کے خواہشمند ہو۔ میں نے کہا کیوں نہیں اے امیر المومنین ضرور ملاقات کروں گا کیونکہ مجھے ان سے محبت ہے بلکہ میں انہی کی زیارت کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ ہارون الرشید نے کہا بس کافی ہے۔ چنانچہ ہارون الرشید نے عبداللہ اور محمد کو بلانے کا حکم دیا۔ چنانچہ ایک ایلچی انہیں بلا لایا۔ اصمعی" فرماتے ہیں کہ وہ دونوں بچے اتنے خوبصورت تھے گویا کہ آسمان میں دو چاند ہوں جن کے قدم قریب ہو رہے ہوں اور ان کی آنکھوں کی روشنی زمین پر پڑ رہی ہو۔ چنانچہ وہ دونوں بچے اپنے والد ہارون الرشید کے سامنے کھڑے ہو گئے اور آداب شاہی بجا لائے۔ ہارون الرشید نے ان دونوں کو بیٹھنے کا اشارہ کیا تو

محمد امین دائیں اور عبداللہ بائیں جانب بیٹھ گئے۔ پھر ہارون الرشید نے کہا کہ اب آپ ان سے ادب سے متعلق سوالات کریں۔ یہ دونوں جواب دیں گے' امام اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ جب میں ان سے سوال کرتا تو وہ فوراً جواب دیتے اور جو بھی پوچھتا فوراً بتادیتے۔

ہارون الرشید نے مجھ سے ان دونوں کے متعلق رائے پوچھی' تو میں نے جواب دیا کہ جناب والا میں نے ان دونوں بچوں جیسے ذہین اور ہوشیار نہیں دیکھے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کی عمر میں اضافہ فرمائے اور ان کی شفقت سے امت کو فائدہ پہنچائے۔ چنانچہ ہارون الرشید نے ان دونوں کو اپنے سینے سے لگالیا۔

اس کے بعد ہارون الرشید رونے لگا یہاں تک کہ اس کی ڈاڑھی تر ہوگئی۔ چنانچہ اس نے دونوں بچوں کو جانے کی اجازت دے دی۔ وہ دونوں بچے اٹھ کھڑے ہوئے' اس کے بعد ہارون الرشید نے مجھ سے کہا اے اصمعیؒ! ان دونوں کا کیا حال ہوگا جب ان کے درمیان دشمنی اور بغض و عداوت پیدا ہو جائے گا۔ نیز دونوں میں لڑائی ہوگی یہاں تک کہ خون بہہ جائے گا اور بہت سے زندہ انسان یہ تمنا کریں گے کہ کاش ہم زندہ نہ رہتے۔

امام اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا اے امیر المومنین اس قسم کی پیشین گوئی ان کی پیدائش کے وقت نجومیوں نے کی ہے یا اہل علم کی رائے ہے۔ مؤرخین کہتے ہیں کہ خلیفہ مامون الرشید اپنے دور خلافت میں یہ کہا کرتے تھے کہ ہمارے دونوں بھائیوں کے مابین جو باتیں پیدا ہوئی ہیں ان کی پیشین گوئی ہمارے والد ہارون الرشید کے سامنے موسیٰ بن جعفر نے کی تھی۔

مامون الرشید کی پیدائش کا واقعہ صاحب عیون التاریخ نے کہا ہے کہ خلیفہ مامون ایک دن امین کی ماں زبیدہ کے پاس سے گزر رہا تھا' مامون نے دیکھا کہ زبیدہ ہونٹوں کو خاموش حرکت دے رہی تھی' مامون نے کہا اے ماں! کیا آپ میرے لئے بددعا کر رہی ہیں محض اس لئے کہ میں نے تمہارے بیٹے امین کو قتل کر کے اس کی سلطنت پر قبضہ کر لیا ہے۔ امین کی ماں نے جواب دیا کہ نہیں اے امیر المومنین ایسا نہیں کر رہی۔ مامون نے کہا اچھا پھر کیا کہہ رہی تھی؟ ماں نے جواب دیا امیر المومنین مجھے معاف کیجئے بس ضرورت محسوس ہونے پر ہونٹ حرکت کرنے لگے ورنہ کوئی خاص بات نہیں تھی البتہ میں یہ کہہ رہی تھی کہ سنگین حالات کا برا ہو۔ مامون نے کہا وہ کیسے؟ زبیدہ نے جواب دیا کہ ایک دن کا واقعہ ہے کہ میں ہارون الرشید کے ساتھ باہمی رضامندی کے ساتھ شطرنج کھیل رہی تھی تو وہ مجھ سے جیت گئے' ہارون الرشید نے مجھے حکم دیا کہ عریاں ہو کر محل کا چکر لگاؤں تو میں نے ان سے معذرت کی لیکن انہوں نے مجبور کیا۔ چنانچہ میں نے محل کا ننگے جسم کے ساتھ طواف کیا حالانکہ مجھے یہ سخت ناپسند تھا۔ چنانچہ پھر دوبارہ ہم شطرنج کھیلنے لگے تو اس مرتبہ میں جیت گئی اور ہارون الرشید ہار گئے۔ میں نے ہارون الرشید سے کہا کہ آپ مطبخ جا کر سب سے بدصورت لونڈی سے جماع کریں۔ انہوں نے مجھ سے معذرت چاہی لیکن میں نے معاف کرنے سے انکار کر دیا۔ نیز ہارون الرشید نے جماع نہ کرنے کی صورت میں مجھے عراق و مصر کا خراج بھی دینے کو کہا لیکن میں نے انکار کر دیا۔ میں نے کہا کہ جناب والا یہ تو آپ کو کرنا ہی پڑے گا۔ پھر بھی ہارون الرشید نے انکار کیا چنانچہ میں ہارون الرشید کا ہاتھ پکڑ کر مطبخ میں لے گئی۔ چنانچہ میں نے کوئی بدصورت لونڈی تیری ماں مراجل سے زیادہ نہیں دیکھی۔ میں نے ہارون الرشید سے کہا کہ آپ ان سے جماع کریں تو ہارون الرشید نے اس لونڈی سے جماع کیا۔ چنانچہ تمہاری پیدائش اس طرح ہوئی۔ چنانچہ اب تم میرے بیٹے امین کے قتل اور اس کی سلطنت چھیننے کا سبب بن گئے۔

وفات خلیفہ امین کو 28 سال کی عمر میں قتل کیا گیا' بعض اہل علم نے 27 سال کا ذکر کیا ہے۔ خلیفہ امین دراز قد' سفید اور خوبصورت آدمی تھے۔

مدت خلافت خلیفہ امین کی مدت خلافت 4 سال 8 ماہ ہے۔ بعض اہل علم نے مدت خلافت 3 سال چند ایام ذکر کی ہے۔ اس لئے کہ خلیفہ امین کو ماہ رجب میں چھٹے سال معزول کر دیا گیا۔ اس اعتبار سے خلیفہ امین کی مدت خلافت ان کی وفات تک چند ماہ کم پانچ سال رہی۔ خلیفہ امین لہو ولعب میں مال خرچ کرتا تھا حالانکہ یہ منصب خلافت کے خلاف تھا۔ خلیفہ امین کھیل کود' گانے بجانے اور عیش وعشرت میں زیادہ مصروف رہتے تھے۔ خلیفہ امین کے متعلق بعض اشعار یہ ہیں

اذا غدا ملک باللهو مُشْتَغِلاً | فاحكم على ملكه بالويل و الخرب

''جب بادشاہ لہو ولعب میں مصروف ہوگیا تو اس کی حکمرانی تباہ و برباد ہوگئی''

اماتری الشمس فی المیزان هابطة | لما غدا وهو برج اللهو والمطرب

''کیا تم سورج کو نہیں دیکھتے کہ وہ میزان پر اتر رہا ہے پس جب صبح ہوئی تو وہ کھیل کود اور مستی کا برج تھا۔''

خلافت عبداللہ المامون

خلیفہ محمد امین کے قتل کے بعد ان کے بھائی عبداللہ المامون الرشید منصب خلافت پر فائز ہوئے۔ عبداللہ المامون سے اس رات کی صبح بیعت لی گئی جس رات خلیفہ محمد امین کو قتل کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ اس کے بعد خلیفہ عبداللہ المامون کی بیعت پر امیر اندلس کے علاوہ سب متفق ہوگئے تھے۔ پھر اس سے پہلے اور بعد کے امراء اندلس خاندان عباسیہ سے دور ہونے کی بنا پر ان کے مطیع نہیں ہوئے۔'' اخبار الطوال'' میں اس بات کا ذکر موجود ہے کہ خلیفہ عبداللہ مامون ذہین' دور اندیش' بلند حوصلہ رکھنے والا اور خوددار خلیفہ تھا۔ بعض مؤرخین نے کہا ہے کہ خلیفہ مامون بنو عباسیہ کا آسمان علوم کا ستارہ تھا۔ مامون نے فلسفہ کا علم حاصل کیا اور دیگر علوم کو بھی عام کیا۔ خلیفہ مامون وہ بادشاہ ہے جس نے کتاب اقلیدس شائع کرائی۔ خلیفہ مامون نے اس کتاب کا عربی میں ترجمہ کرنے کا حکم دیا اور اس کی شرح لکھنے کا مشورہ بھی دیا۔ چنانچہ مامون ہی نے مجلس مناظرہ کا انعقاد کیا۔ مناظرہ کے استاد ابو الہذیل البصری المعتزلی تھے جنہیں ''علاف'' بھی کہا جاتا ہے۔ (اس کی تفصیل عنقریب باب الباء میں آئے گی) خلیفہ عبداللہ المامون کے دور خلافت میں فتنہ خلق قرآن کا ظہور ہوا۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ اس فتنہ کا ظہور خلیفہ ہارون الرشید کے دور میں ہو چکا تھا پھر عبداللہ المامون کے دور خلافت میں یہ فتنہ اپنے عروج پر پہنچ گیا لیکن مامون کے دور خلافت کے آخر میں یہ فتنہ ختم ہونے کے قریب ہوگیا۔ چنانچہ لوگ بھی خلق قرآن (یعنی قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق) کے متعلق تائب ہو جاتے کبھی قائل ہو جاتے لیکن لوگوں کی اکثریت اس مسئلہ میں دلچسپی کا مظاہرہ کرتی تھی۔ مامون کے دور خلافت میں امام اہل السنۃ والجماعۃ امام احمد بن حنبلؒ خلق قرآن کے قائل نہیں تھے۔ لہٰذا خلیفہ مامون نے انہیں قید کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ ابھی خلیفہ مامون تک پہنچ نہ پائے تھے کہ خلیفہ وقت مامون کا انتقال ہوگیا۔ (امام احمد بن حنبلؒ کے متعلق مسئلہ خلق قرآن کے مجاہدوں اور قید و بند جھیلنے کے متعلق تذکرہ ''خلافت المعتصم'' میں آئے گا)

مؤرخین کہتے ہیں کہ مامون الجزیرہ اور ملک شام میں ایک طویل مدت تک مقیم رہا۔ پھر مامون نے روم کو فتح کیا اور اس کے علاوہ اور بھی بے شمار فتوحات حاصل کیں۔ نیز مامون نے بہت سے اچھے کام بھی کئے۔

وفات خلیفہ مامون کی وفات 18 رجب 218ھ نہر بروی کے مقام پر ہوئی۔ خلیفہ مامون نے کل 49 سال کی عمر پائی لیکن بعض اہل علم نے خلیفہ مامون کی عمر 39 سال ذکر کی ہے لیکن پہلا قول زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ نیز بعض اہل علم نے خلیفہ مامون کی عمر 48 سال ذکر کی ہے۔ خلیفہ مامون کل 20 سال 5 ماہ تک مسند خلافت پر متمکن رہے' کہا جاتا ہے کہ خلیفہ مامون طرطوس میں دفن کئے گئے۔

ابن خلکان کہتے ہیں کہ خلیفہ مامون معاف کرنے والے اور سخی آدمی تھے' علم نجوم اور دیگر علوم کے ماہر تھے۔ خلیفہ مامون کہا کرتے تھے کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ مجھے معاف کرنے میں لطف محسوس ہوتا ہے تو لوگ جرائم کا ارتکاب کر کے سیدھے میرے پاس آ کر جمع ہو جائیں' مؤرخین کہتے ہیں کہ بنو عباس میں مامون سے زیادہ بڑا عالم کوئی نہیں تھا۔ مامون کو خاص طور پر علم نجوم میں دسترس حاصل تھی۔

چنانچہ شاعر نے کہا ہے ؎

هل علوم النجوم اغنت عن الماء   مون شيئا او ملكه المانوس

''کیا علوم نجوم یا اس کا مانوس ملک تھوڑی دیر کے لئے بھی خلیفہ مامون سے مستغنی ہو سکتا ہے۔''

خلفوه بساحتی طرسوس   مثل ماخلفوا اباه بطوس

لوگوں نے میرے علاقے طرسوس کا جانشین خلیفہ مامون کو مقرر کیا ہے جیسے کہ ان کے والد محترم کو ''طوس'' کا خلیفہ بنایا تھا''

خلیفہ مامون سفید' ملیح' لمبی داڑھی والے' سخی' دیندار' علم کے شوقین' مدبر اور سیاسی خلیفہ تھے۔

خلافت ابواسحاق ابراہیم المعتصم

مامون الرشید کی وفات کے بعد ان کے بھائی ابواسحٰق المعتصم بن ہارون الرشید منصب خلافت پر فائز ہوئے۔ ابواسحٰق سے اس دن بیعت لی گئی جس دن ان کے بھائی مامون کی وفات ہوئی۔ اس لئے کہ مامون کے بعد انہی کو ولی عہد نامزد کیا گیا تھا۔ معتصم نے منصب خلافت سنبھالتے ہی طوانہ کو منہدم کرنے کا حکم دیا اور شہر عموریہ پر حملہ آور ہوا۔ چنانچہ کئی دن تک اس شہر کا محاصرہ جاری رہا۔ مؤرخین کہتے ہیں کہ بنو عباس میں خلیفہ معتصم جیسا دلیر' طاقتور اور حملہ آور بادشاہ نہیں گزرا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک دن معتصم صبح کو اس حالت میں بیدار ہوا کہ سخت سردی تھی جس کی وجہ سے کسی کو ہاتھ نکالنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ معتصم نے چار ہزار کمان میں تانت لگائے اور شہر عموریہ کا برابر محاصرہ جاری رکھا۔ یہاں تک کہ شہر عموریہ کو بزور شمشیر فتح کر لیا۔ چنانچہ بطور غنیمت مال و دولت پر قبضہ کر کے اس شہر کے رہنے والوں کو قید کر لیا۔

امام احمد بن حنبلؒ کے ایام اسیری جب معتصم کو خلیفہ بنایا گیا تو اس نے امام احمد بن حنبلؒ کو طلب کیا۔ امام احمد بن حنبلؒ اس وقت مامون الرشید کے قید خانہ میں قید و بند کی تکالیف برداشت کر رہے تھے۔ چنانچہ معتصم نے امام احمد بن حنبلؒ سے خلق قرآن کے مسئلہ

میں امتحان لیا جس کی تفصیل ابھی آئے گی۔

خلاصہ کلام یہ کہ خلیفہ ہارون الرشید اپنے دور خلافت میں خلق قرآن کے قائل نہیں تھے۔ اسی لئے فضیل بن عیاض خلیفہ ہارون الرشید کی طویل عمر کی دعا مانگتے تھے کیونکہ انہیں معلوم ہوگیا تھا کہ یہ فتنہ ہارون الرشید کے دور خلافت میں ظاہر نہیں ہوگا۔ البتہ ہارون الرشید کے دور خلافت میں لوگ خلق قرآن کے سلسلہ میں ڈگمگا رہے تھے' کبھی اختیار کرتے اور کبھی چھوڑ دیتے' گویا اختیار و ترک کرنے کا سلسلہ جاری تھا جیسے کہ ابھی گزرا ہے۔

بالآخر ہارون الرشید کے بعد ان کے بیٹے مامون الرشید کو منصب خلافت پر فائز کیا گیا۔ چنانچہ مامون الرشید خلق قرآن کا قائل ہوگیا۔ کبھی یہ عوام کو خلق قرآن کے عقیدے کی تبلیغ کرتا اور کبھی چھوڑ دیتا۔ یہاں تک کہ مامون اپنی وفات کے سال خلق قرآن کا پختہ مدعی ہوگیا۔ چنانچہ مامون لوگوں کو خلق قرآن کے عقیدے کی تبلیغ کرنے لگا اور عوام کو اس پر ابھارنے لگا' جو بھی اس کا قائل نہ ہوتا تو مامون انہیں تنگ کرتا اور تکالیف دیتا۔ اس دوران مامون نے امام احمد بن حنبلؒ اور ایک دوسری جماعت کو طلب کیا۔ چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ جیل سے لائے جا رہے تھے کہ مامون الرشید کا انتقال ہوگیا۔ چنانچہ مامون الرشید کے بعد ان کے بھائی المعتصم خلیفہ بنے۔ مامون الرشید نے المعتصم کو یہ وصیت کی تھی کہ تم ہمیشہ خلق قرآن کے عقیدہ پر قائم رہنا اور لوگوں کو اس کی دعوت دینا۔

امام احمد بن حنبلؒ برابر قید و بند کی زندگی گزارتے رہے' یہاں تک کہ معتصم کو سربراہ حکومت تسلیم کر لیا گیا۔ معتصم نے خلیفہ بنتے ہی امام احمد بن حنبلؒ کو بغداد حاضر کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ مجلس مناظرہ کا انعقاد کیا گیا۔ امام احمد بن حنبلؒ کی مخالفت میں عبدالرحمٰن بن اسحٰق اور قاضی احمد بن داؤد وغیرہ تھے اور دوسری طرف اکیلے امام احمد بن حنبلؒ تھے۔ چنانچہ چار دن تک مناظرہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ خلیفہ معتصم نے امام احمد بن حنبلؒ پر کوڑے برسانے کا حکم دیا' لہٰذا امام احمد بن حنبلؒ پر اتنے کوڑے برسائے گئے کہ آپ بے ہوش ہوگئے۔ خلیفہ معتصم نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ وہ تلوار اور غلاف زدہ تیر بھی چبھوتا لیکن امام احمد بن حنبلؒ صراط مستقیم پر ڈٹے رہے۔ پھر امام احمد بن حنبلؒ کو اٹھا کر ان کے گھر لایا گیا۔ چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ نے ۲۸ ماہ قید خانہ میں گزارے۔ اس کے بعد آپ جمعہ کی نماز اور فرض نمازوں میں متواتر حاضر ہوتے رہے اور حسب دستور فتویٰ دینے لگے یہاں تک کہ خلیفہ معتصم کا انتقال ہوگیا۔

امام احمد بن حنبلؒ کے ساتھ خلیفہ واثق اور متوکل کا رویہ خلیفہ معتصم کے بعد الواثق کو خلیفہ بنایا گیا الواثق نے بھی وہی کام سرانجام دیا جو مامون الرشید اور معتصم نے کیا تھا۔ واثق نے امام احمد بن حنبلؒ سے کہا کہ تمہارے پاس کوئی نہیں آئے گا اور نہ تم اس شہر میں رہنا جس میں میں مقیم ہوں۔ چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ خفیہ زندگی گزارتے رہے' نیز نماز اور دیگر کاموں کے لئے باہر نہیں نکلتے تھے یہاں تک کہ واثق کا انتقال ہوگیا۔ واثق کے انتقال کے بعد متوکل کو خلیفہ بنایا گیا۔ متوکل نے امام احمد حنبلؒ کی تمام پابندیاں ختم کر دیں اور انہیں بیڑیوں سے آزاد کر دیا اور انہیں اپنے یہاں حاضری کا پروانہ بھیجا۔ نیز امام احمد بن حنبلؒ کو انعامات سے نوازنے کا حکم دیا لیکن امام احمد بن حنبلؒ نے اس پیشکش کو قبول نہیں کیا بلکہ اسے فقیروں میں تقسیم کر دیا۔ اس کے علاوہ متوکل امام احمد بن حنبلؒ کے اہل و عیال پر چار ہزار درہم ماہانہ خرچ کرتے تھے لیکن امام احمد بن حنبلؒ متوکل کے اس عمل سے راضی نہیں تھے۔

خلیفہ معتصم اور امام احمد بن حنبلؒ عراقی نے اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ سے تین دن تک مناظرہ ہوتا رہا۔ خلیفہ

معتصم نے امام احمد بن حنبلؒ کو خلوت میں کہا کہ خدا کی قسم! امام احمدؒ میں تم پر اس طرح مہربان ہوں جیسے اپنے بیٹے ہارون واثق پر مہربان ہوں ۔تم صرف خلق قرآن کے قائل ہو جاؤ۔ لہٰذا چپکے سے مجھے بتادو۔ اگر تم نے یہ منظور کر لیا تو خدا کی قسم میں تمہاری بیڑیاں اپنے ہاتھوں سے کھولوں گا۔ تمہاری چوکھٹ پر آؤں گا اور میں تمہیں اپنے فوجیوں کے ہمراہ سوار کرا کر لے جاؤں گا۔ امام احمد حنبلؒ نے فرمایا امیر المؤمنین مجھے کتاب اور سنت رسول اللہ سے کوئی دلیل دیجئے۔ چنانچہ مجلس طویل ہوگئی اور حاصل کچھ نہ نکلا تو معتصم نے امام احمد بن حنبلؒ کو ڈانٹا اور معتصم کھڑا ہو گیا۔ معتصم نے امام احمدؒ کو اسی جگہ جانے کا حکم دیا جہاں پر تھے‘ معتصم کے ایلچی امام احمدؒ سے کہتے رہے کہ امام احمدؒ آپ کو اس کا اقرار کر لینا چاہیے جو آپ کا قرآن کریم کے متعلق عقیدہ ہے۔ لیکن امام احمد بن حنبلؒ وہی جواب دیتے جو پہلے دے چکے تھے۔

چنانچہ جب تیسرا دن آیا تو امام احمد بن حنبلؒ کو مناظرہ کے لئے طلب کیا گیا۔ امام احمد بن حنبلؒ کو خلیفہ معتصم کے دربار میں حاضر کر دیا گیا۔ خلیفہ کے دربار میں محمد بن عبدالملک الزیات اور قاضی احمد بن داؤد وغیرہ پہلے ہی موجود تھے۔ معتصم نے ان کو حکم دیا کہ وہ امام احمد بن حنبلؒ سے مناظرہ کریں۔ چنانچہ ان لوگوں نے امام احمد بن حنبلؒ سے مناظرہ کیا۔ آخر کار ان لوگوں نے یہ کہا کہ اے امیر المومنین امام احمد بن حنبلؒ اس طرح نہیں مانیں گے۔ لہٰذا آپ انہیں قتل کر کے ان کا خون ہم پر ڈال دیں۔ یہ سن کر معتصم نے امام احمد بن حنبلؒ کو تھپڑ مارا جس سے امام احمد بن حنبلؒ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ یہ صورتحال دیکھ کر خراسان کے حکام کے چہروں کے رنگ متغیر ہو گئے غالباً ان میں امام احمدؒ کے چچا بھی تھے۔

خلیفہ معتصم اس صورتحال سے خوفزدہ ہو گیا۔ چنانچہ معتصم نے پانی منگوا کر امام احمدؒ کے چہرے پر چھینٹیں ماریں جس سے امام احمدؒ ہوش میں آ گئے۔ امام احمدؒ نے ہوش میں آتے ہی اپنے چچا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ چچا یہ جو پانی میرے چہرے پر ڈالا گیا ہے شاید پانی ڈالنے والا مجھ سے نالاں ہے۔ یہ سن کر خلیفہ معتصم نے کہا کہ تمہارا ستیا ناس ہو کیا تم نہیں دیکھتے کہ امام احمدؒ کے معاملے کی وجہ سے لوگ جمع ہو رہے ہیں۔ میری اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی قرابت اور نسبت ہے میری ان سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ لہٰذا اس وقت تک کوڑے لگتے رہیں گے کہ جب تک یہ اس عقیدہ کے قائل نہ ہو جائیں کہ قرآن مخلوق ہے۔ پھر معتصم امام احمدؒ کی طرف متوجہ ہوتا لیکن امام احمدؒ پہلے کی طرح جواب دیتے رہے‘ یہاں تک کہ معتصم ڈانٹتا۔ اس طرح سے مجلس طویل ہو جاتی‘ معتصم نے کہا کہ تم پر اللہ کی لعنت ہو اس سے پہلے مجھے تمہارے متعلق خیال تھا کہ تم قائل ہو جاؤ گے‘ چنانچہ معتصم نے حکم دیا کہ انہیں پکڑ کر ان کے کپڑے اتار دو اور انہیں زمین پر گھسیٹو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا جاتا۔ پھر معتصم جلاد سے کہتا کہ امام احمدؒ یہ کہتے ہیں کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال ہیں جنہیں میں نے اپنے کرتے کی آستین میں باندھ رکھا ہے اور کہتے ہیں کہ میرے پاس بعض لوگ بالوں کو جلانے کے لئے آتے ہیں۔ چنانچہ معتصم نے حکم دیا کہ بالوں کو جلانے کے بجائے امام احمدؒ کے کرتے سے نکال لیا جائے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ میرا کرتہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کی برکت کی وجہ سے جلنے سے محفوظ رہا۔ حالانکہ لوگوں نے میرے ہاتھ باندھ دیئے تھے تو وہ بھی کھول دیئے گئے‘ امام احمدؒ برابر تکالیف برداشت کرتے رہے یہاں تک کہ اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ پھر معتصم جلادوں کو حکم دیتا کہ آگے بڑھو اور کوڑے مارنے والوں سے

کہتا کہ انہیں میرے پاس لاؤ۔ ان کو برا بھلا کہو' اذیت دو' خدا تیرے ہاتھ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے تو وہ آگے بڑھتے اور دو کوڑے مار کر علیحدہ ہو جاتے' پھر دوسرے سے کہتا کہ انہیں برا بھلا کہو' سختی کرو' خدا تمہارے ہاتھ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے تو وہ آگے بڑھتے اور دو کوڑے مار کر علیحدہ ہو جاتے۔ چنانچہ معتصم اس طرح سے ایک ایک آدمی کو بلا کر امام احمدؒ پر برابر کوڑے مارنے کا حکم دیتا رہا ۔ پھر معتصم امام احمدؒ کے پاس آتا اس حال میں لوگ ان کو گھیرے ہوئے ہوتے اور یوں کہتا کہ اے احمد کیا آپ اپنے آپ کو خطرے میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ جواب دو تاکہ میں تمہاری بیڑیاں اپنے ہاتھوں سے کھول دوں۔ چنانچہ لوگوں میں سے بعض لوگ امام احمدؒ سے یہ کہتے کہ امام صاحب آپ کے بادشاہ آپ کے سامنے کھڑے ہیں' آپ جواب دیجئے' چنانچہ دبلے پتلے آدمی کو تلوار کی نوک سے زخمی کیا جاتا۔ معتصم یہ بھی کہتا اے احمد کیا آپ کا یہ ارادہ ہے کہ یہ سب لوگ مغلوب ہو جائیں اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اے امیر المومنین ان کا خون ہمارے اوپر بہا دیجئے۔ پھر تھوڑی دیر بعد معتصم کرسی پر جا کر بیٹھ جاتا۔ پھر جلاد کو حکم دیتا کہ ان کو برا بھلا کہو' پھر معتصم دوبارہ آتا اور کہتا اے احمد جواب دو' چنانچہ امام احمدؒ وہی جواب دیتے جو پہلے دے چکے تھے۔ پھر معتصم کرسی پر بیٹھ جاتا پھر جلاد کو ان پر سختی کرنے کا حکم دیتا۔ امام احمدؒ کہتے ہیں مجھے صرف اتنا محسوس ہوتا تھا کہ میں ایک کمرے میں تنہا ہوں ورنہ میری عقل جاتی رہی تھی۔ امام احمدؒ یہ تمام مصائب روزہ کی حالت میں برداشت کر رہے تھے۔ امام احمدؒ کو ایک مرتبہ 18 کوڑے لگائے گئے' کوڑے مارنے کے دوران جب آپ کا بوجھ ہلکا ہو گیا تو آپ نے دونوں ہاتھوں کو ہلایا تو آپ کے ہاتھ کھل گئے چنانچہ آپ کے ہاتھ پھر باندھ دیئے گئے۔ جب آپ کو ان مظالم سے نجات مل گئی تو لوگوں نے اس کے متعلق آپ سے سوال کیا۔ امام احمدؒ نے فرمایا کہ میں اس وقت اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگ رہا تھا ''اَللّٰهُمَّ اِنْ کُنْتَ عَلَى الْحَقِّ فَلَا تَفْضَحْنِیْ'' (اے اللہ اگر میں حق پر ہوں تو پھر مجھے ذلیل و رسوا نہ کرنا) چنانچہ اس کے بعد معتصم نے ایک آدمی جو علاج اور جراحی سے واقف تھا کو امام احمدؒ کے علاج کے لئے مقرر کیا۔ چنانچہ اس نے علاج کیا' امام احمدؒ کا علاج کرنے والا کہتا ہے کہ میں نے امام احمدؒ کے بدن پر ایک ہزار کوڑوں کے نشانات دیکھے۔ نیز امام احمدؒ سے زیادہ زخمی میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ آخر کار ان کا علاج کرنے کے باوجود امام احمدؒ کے جسم سے کوڑے کے نشانات نہیں مٹ سکے یہاں تک کہ آپ کی موت واقع ہو گئی۔ صالح کہتے ہیں کہ میرے والد محترم فرماتے تھے کہ اگر میں اتنی قربانیاں دیتا اور مجھے اس بات کا علم ہوتا کہ مجھے ان مصائب سے نجات بھی مل جائے گی تو میرے لئے یہی کافی تھا' نیز مجھے نفع و نقصان کی کوئی پرواہ نہ ہوتی۔

ایک حکایت بیان کیا جاتا ہے کہ امام شافعیؒ جب مصر میں مقیم تھے تو اس وقت انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام شافعیؒ سے فرمایا کہ تم امام احمد بن حنبلؒ کو جنت کی بشارت دے دینا۔ یہ بشارت ان کے ان کارناموں کی بناء پر ہے جو انہوں نے خلق قرآن کے مسئلے میں مصیبتیں برداشت کی ہیں۔ چنانچہ امام احمدؒ سے جب اس کے متعلق سوال کیا جاتا تو وہ یہی جواب دیتے کہ قرآن مخلوق نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ کلام ہے۔

جب امام شافعیؒ بیدار ہوئے تو انہوں نے خواب لکھ کر ربیع کے ہاتھوں امام احمدؒ کے پاس بغداد روانہ کر دیا' چنانچہ ربیع جب بغداد پہنچے تو سیدھے امام احمدؒ کی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے۔ اجازت طلب کی' انہیں اجازت دی گئی' جب ربیع گھر میں داخل ہوئے تو کہا

کہ یہ خط آپ کے بھائی امام شافعیؒ نے میرے ذریعے آپ تک پہنچایا ہے۔ امام احمدؒ نے ربیع سے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ اس میں کیا لکھا ہے؟ ربیع نے جواب دیا کہ نہیں' امام احمدؒ نے وہ خط کھول کر پڑھا تو ان پر رقت طاری ہوگئی' امام احمدؒ نے فرمایا'' مَاشَاءَ اللّٰہُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ'' پھر امام احمدؒ نے خط کی تحریر ربیع کو بتادی۔

ربیع نے امام احمدؒ سے انعام کی خواہش کی' امام احمدؒ کے جسم پر دو کرتے تھے چنانچہ آپ نے وہ کرتہ جو آپ کے جسم سے لگا ہوا تھا ربیع کو بطور انعام دے دیا۔ چنانچہ ربیع امام شافعیؒ کی طرف لوٹ آئے' امام شافعیؒ نے پوچھا کیا انعام لائے ہو؟ ربیع نے کہا کہ مجھے وہ کرتہ انعام میں ملا ہے جو امام احمدؒ کے جسم سے لگا ہوا تھا' امام شافعیؒ نے فرمایا ربیع میں تمہیں اس کرتے کے متعلق ہمدرد نہیں بنانا چاہتا۔ میں تو اسے دھوؤں گا' چنانچہ امام شافعیؒ نے کرتے کو دھویا اور اس کے پانی کو تمام بدن پر ڈال کر غسل کیا۔

امام احمدؒ کی وسعت قلبی ابراہیم حربی کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ کی وسعت قلبی کا اندازہ کیجئے کہ آپ نے ان لوگوں کو جو آپ پر کوڑے برساتے رہے' یا ان میں معاون تھے سب کو معاف کردیا سوائے ابن ابی داؤد کے کیونکہ وہ بدعتی تھا۔ امام احمد بن حنبلؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ابن ابی داؤد بدعتی نہ ہوتا تو میں اسے بھی درگزر کردیتا نیز اگر وہ اب بھی بدعات سے تائب ہوجائے تو میں اسے معاف کرنے کے لئے تیار ہوں۔

احمد بن سنان کہتے ہیں ہمیں اس بات کی خبر پہنچی ہے کہ جس دور میں معتصم نے بابل کو فتح کیا یا جس دن شہر عموریہ کو فتح کیا اس دن امام احمد بن حنبلؒ نے خلیفہ معتصم کو بھی معاف کردیا تھا۔

امام احمد بن حنبلؒ کیلئے بشارت عبداللہ بن الورد کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو میں نے امام احمد بن حنبلؒ کے متعلق دریافت کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے پاس موسیٰ کلیم اللہ بن عمران علیہ السلام تشریف لائیں گے۔ ان سے پوچھ لینا۔ پس اچانک سیدنا موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے۔ میں نے ان سے امام احمدؒ کے بارے میں پوچھا۔ چنانچہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا احمد کو خوشحالی اور مصیبت دونوں طرح آزمایا گیا لیکن صابر و شاکر ثابت ہوئے۔ اسی وجہ سے انہیں صدیقین میں شامل کرلیا گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا موسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کرنا کہ ان سے امام احمدؒ کے حالات دریافت کئے جائیں اس میں چند حکمتوں کی طرف اشارہ مقصود ہے۔

(۱) امت محمدیہ کی تمام امتوں پر فضیلت ثابت ہوجائے یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام اسے بیان کررہے ہیں۔

(۲) امام احمد بن حنبلؒ کی عظمت ثابت ہوجائے کیونکہ انہیں ستایا گیا اور اس کے بدلے میں انہیں اجر عظیم کی دولت نصیب ہوئی' یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (بذریعہ خواب) ان کے مقام اور عظمت کی گواہی دی۔

(۳) تیسری حکمت یہ تھی کہ امام احمد بن حنبلؒ کو خلق قرآن کے مسئلہ میں مبتلا کیا گیا' چنانچہ قرآن اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور موسیٰ بن عمران علیہ السلام کلیم اللہ ہیں ان کے ساتھ کوہ طور پر اللہ تعالیٰ نے کلام کیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام جانتے ہیں کہ قرآن مجید اللہ کی نازل کردہ کتاب ہے یہ مخلوق نہیں۔ لہٰذا اس کی مناسبت اس لئے بھی تھی تاکہ لوگوں کو یہ معلوم ہوجائے اور ان کا اس عقیدہ پر یقین ہوجائے کہ قرآن مخلوق نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ کلام ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کی سیرت | ابن خلکان کہتے ہیں کہ امام احمدؒ کی ولادت با سعادت ۱۶۴ھ میں ہوئی اور ان کی وفات ۲۴۱ھ میں ہوئی۔امام احمد بن حنبلؒ کے جنازہ میں آٹھ لاکھ مرد اور ساٹھ ہزار عورتیں شریک ہوئے۔ چنانچہ جس دن امام احمدؒ کا انتقال ہوا اس دن بیس ہزار یہودیوں' نصرانیوں اور مجوسیوں نے اسلام قبول کیا۔

امام نوویؒ نے تہذیب الاسماء واللغات میں لکھا ہے کہ جس سرزمین میں امام احمدؒ کی نماز جنازہ پڑھی گئی خلیفہ متوکل نے اس سرزمین کی پیائش کا حکم دیا۔ چنانچہ اس زمین کی پیائش 25 لاکھ گز ہوئی نیز ان کے مرنے کا غم مسلمانوں' یہودیوں' نصرانیوں اور مجوسیوں (چار اقوام میں) منایا گیا۔ محمد بن خزیمہ کہتے ہیں کہ جب امام احمد بن حنبلؒ کی وفات کی خبر مجھے معلوم ہوئی تو میں بہت زیادہ غمگین ہوگیا، میں نے امام احمدؒ کو خواب میں دیکھا کہ وہ اکڑ اکڑ کر چل رہے ہیں' میں نے کہا اے ابوعبداللہ یہ چلنے کا کونسا طریقہ ہے۔امام احمدؒ نے فرمایا کہ یہ جنت کے خدام کے چلنے کا طریقہ ہے۔ چنانچہ میں نے امام احمدؒ سے پوچھا کہ آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ فرمایا؟

امام احمدؒ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرمادی اور مجھے ننگے پاؤں کر کے سونے کے نعلین پہنا دیئے۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے احمدؒ ہم نے تمہیں یہ اعزاز اس لئے بخشا ہے کہ تم میرے کلام کے مخلوق نہ ہونے کے عقیدے پر ڈٹے رہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے احمدؒ تم مجھ سے اس طرح دعا مانگو جس طرح کے الفاظ سفیان سے تم تک پہنچے ہیں اور تم دنیا میں ان الفاظ کے ساتھ مجھ سے دعا مانگتے تھے۔امام احمدؒ فرماتے ہیں چنانچہ میں نے فوراً دعا کی

"یَا رَبِّ کُلِّ شَیْءٍ أَسَأَلُکَ بِقُدْرَتِکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ لَا تَسأَلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ وَاغْفِرْلِیْ کُلَّ شَیْءٍ".

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے احمدؒ یہ جنت ہے اٹھ اور اس میں داخل ہو جا۔ چنانچہ میں جنت میں داخل ہوگیا' وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ سفیان ثوریؒ جنت میں اس حالت میں ہیں کہ ان کے دونوں بازو سبز ہیں' وہ ایک کھجور سے اڑ کر دوسرے کھجور کے درخت پر بیٹھ جاتے ہیں اور یہ کلمات پڑھتے ہیں۔

" اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَ اَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَاءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ."

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور ہمیں زمین کا وارث بنایا' ہم جنت میں جہاں چاہتے ہیں رہتے ہیں' پس عمل کرنے والوں کے لئے کتنا اچھا اجر ہے۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں پھر میں نے سفیانؒ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے عبدالوہاب الوراق سے کیا معاملہ فرمایا؟ سفیان نے جواب دیا کہ میں نے انہیں نور کے سمندر میں دیکھا ہے۔ وہ نور کی کشتی میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا دیدار کرتے رہتے ہیں۔ پھر میں نے ان سے پوچھا کہ بشر بن الحرث کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ فرمایا؟ سفیانؒ نے فرمایا ٹھہرو ٹھہرو میں نے انہیں انسان کی طرح اللہ تعالیٰ کے پاس دیکھا ہے اور ان کے سامنے کھانے کا دستور خوان چنا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی طرف متوجہ ہو کر یہ فرما رہے ہیں:

" کل یامن لم یاکل و اشرب و یامن لم یشرب و انعم یامن لم ینعم "

"کھالے وہ جس نے نہیں کھایا' پی اے وہ جس نے نہیں پیا' سیراب ہوجائے وہ جو سیراب نہیں ہوا"

وفات | خلیفہ معتصم نے 227ھ میں (سر من رای میں) سینگی لگوائی جس سے بخار آ گیا۔ پھر اس کا انتقال ہوگیا۔ یہ واقعہ غالباً

12 ربیع الاول کو پیش آیا۔ خلیفہ المعتصم نے کل 47 یا 48 سال کی عمر پائی۔

مدت خلافت: خلیفہ المعتصم کی مدت خلافت ۸ سال ۸ ماہ ۸ دن ہے۔ گویا یہ خلافت بنو عباسیہ کا آٹھواں خلیفہ گزرا ہے۔ خلیفہ المعتصم نے ترکہ میں آٹھ ہزار اشرفیاں' ایک سو اسی لاکھ دراہم' آٹھ ہزار گھوڑے' آٹھ ہزار اونٹ' آٹھ ہزار خچر' آٹھ ہزار غلام اور آٹھ ہزار لونڈیاں وغیرہ چھوڑیں۔ اسی وجہ سے المعتصم کو مثمن (آٹھواں) خلیفہ کہا جاتا ہے۔

المعتصم کی تعلیمی کیفیت: خلیفہ المعتصم ان پڑھ تھا' اس لئے کہ اس کے ایک چھوٹا سا غلام تھا جس کے ساتھ المعتصم کتاب لینے جاتا تھا' چنانچہ اس غلام کا انتقال ہوگیا تو ہارون الرشید نے معتصم سے کہا اے ابراہیم تمہارا غلام تو انتقال کر گیا۔ معتصم نے جواب دیا جی ہاں وہ مر گیا اور میں کتاب کی مشکلات سے آزاد ہوگیا۔ ہارون الرشید نے کہا کہ کتاب کی بے ادبی میں تمہارا یہ حال ہوگیا ہے؟۔ ہارون الرشید نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ چنانچہ اسی وجہ سے المعتصم جاہل رہا۔

خلافت ہارون واثق باللہ

خلیفہ معتصم کے بعد ان کا بیٹا ہارون واثق باللہ مسند خلافت پر فائز ہوا۔ ہارون واثق باللہ سے خفیہ طریقے سے سرمن رای کے مقام پر بیعت اس دن لی گئی جس دن ان کے والد المعتصم کا انتقال ہوا۔ چنانچہ ہارون واثق باللہ کی بیعت کی شہرت بغداد تک ہوگئی نیز ان کی حکومت بغداد تک مستحکم ہوگئی۔ چنانچہ جب ہارون کو خلیفہ بنایا گیا تو انہوں نے احمد بن نصر خزاعی کو خلق قرآن کے قائل نہ ہونے کی بنا پر قتل کر دیا نیز ان کے چہرے کو مشرق کی طرف پھیر دیا لیکن وہ قبلہ کی طرف پھر گیا' چنانچہ ہارون الواثق نے ایک آدمی کو ایک تیز دھار لکڑی سے لے کر متعین کر دیا کہ جب کبھی (احمد بن نصر خزاعی کا چہرہ) قبلہ کی طرف گھوم جائے تو اسے مشرق کی طرف موڑ دو۔

خواب: روایت ہے کہ کسی نے احمد بن نصر کو خواب میں دیکھا اور ان سے یہ پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے؟ احمد بن نصر نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے رحم و کرم کے ذریعے بخش دیا ہے لیکن اس کے باوجود میں تین دن سے مغموم ہوں۔ مغموم ہونے کی وجہ معلوم کی گئی تو احمد بن نصر نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس دو مرتبہ گزرے ہیں لیکن دونوں مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے چہرہ انور کو پھیرے ہوئے تھے تو میں پریشان ہوگیا۔ چنانچہ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیسری مرتبہ گزرے تو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں حق پر اور وہ لوگ باطل پر نہیں تھے۔ پھر کیوں ناراض ہیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں تم حق پر تھے' دراصل بات یہ ہے کہ تم سے اس لئے شرماتا ہوں کہ میرے اہل بیت میں سے ایک آدمی نے تمہیں قتل کر دیا ہے ورنہ میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ خلیفہ ہارون الواثق خلق قرآن کے مسئلہ سے تائب ہوگیا تھا۔ خطیب بغدادی نے ہارون الواثق کے سوانح حیات میں اس کا ذکر کیا ہے۔

خلق قرآن کے متعلق بحث: خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ میں نے طاہر بن خلف سے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ محمد بن واثق جن کو مہتدی باللہ بھی کہا جاتا تھا کہتے ہیں کہ جس وقت میرے والد محترم کسی کے قتل کا ارادہ کرتے تو ہم سب ان کی مجلس میں حاضر ہو جاتے' اتفاقاً

ایک مرتبہ ہم ان کے پاس تھے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بوڑھے شخص کو بیڑیوں میں جکڑ کر حاضر کیا گیا۔ اتنے میں والد محترم نے احمد بن داؤد اور ان کے ساتھیوں کو اندر آنے کی اجازت دی اور شیخ کو سامنے لایا گیا۔ شیخ نے آتے ہی ''السلام علیکم یا امیر المومنین کہا'' ہارون نے کہا خدا تجھے سلامت نہ رکھے۔ شیخ نے کہا اے امیر المومنین جس نے آپ کو ادب وسلیقے کی تعلیم دی ہے وہ بدتہذیب معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔

"وَاِذَا حُيِّيتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا" (اور جب تمہیں کوئی دعا دے تو تم بھی اس سے بہتر دعا دو اور یا اسی کو لوٹا دو)

خدا کی قسم آپ کا حال تو یہ ہے کہ نہ آپ نے مجھے سلام کیا اور نہ آپ نے میرے سلام کا اچھا جواب دیا۔ ابن ابی داؤد نے کہا امیر المومنین یہ شیخ تو متکلم معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ خلیفہ ہارون نے ابن داؤد کو شیخ سے مناظرہ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ احمد بن ابی داؤد نے شیخ سے سوال کیا کہ تم قرآن کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہو؟ شیخ نے جواب دیا کہ مجھ سے قاعدہ کے مطابق سوال کرنا۔ ابن ابی داؤد نے کہا اچھا آپ مجھ سے سوال کریں۔ شیخ نے احمد بن داؤد سے سوال کیا کہ تمہارا قرآن کے متعلق کیا عقیدہ ہے؟ احمد بن ابی داؤد نے کہا کہ'' قرآن تو مخلوق ہے۔ شیخ نے کہا کہ احمد بن داؤد کیا قرآن کے متعلق تمہارا جو عقیدہ ہے اس کی تعلیم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا ابوبکر صدیقؓ سیدنا عمر فاروقؓ سیدنا عثمانؓ سیدنا علیؓ اور ان کے بعد خلفائے راشدین نے دی ہے یا نہیں۔ ابن ابی داؤد نے کہا کہ قرآن مجید کے مخلوق ہونے کا عقیدہ ایسا ہے کہ اس کی تعلیم کسی دور میں نہیں دی گئی۔ شیخ نے کہا واہ سبحان اللہ جب قرآن کریم کے مخلوق ہونے کی تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا ابوبکر صدیقؓ سیدنا عمر فاروقؓ سیدنا عثمانؓ سیدنا علیؓ اور ان کے بعد خلفائے راشدین کسی نے بھی نہیں دی تو تم اس کی تعلیم کس بنیاد پر دیتے ہو۔ یہ جواب سن کر احمد بن ابی داؤد لاجواب ہو گیا۔ احمد بن ابی داؤد نے شیخ سے کہا کہ تم اپنا جواب پھر اسی طرح دہراؤ۔ چنانچہ شیخ نے پھر اسی طرح دہرا دیا۔ احمد بن ابی داؤد نے کہا کہ ہاں آپ کا جواب صحیح ہے۔ پھر شیخ نے کہا کہ اب تمہارا قرآن کے بارے میں کیا عقیدہ ہے۔ ابن ابی داؤد نے کہا قرآن میرے نزدیک مخلوق ہے۔ شیخ نے کہا کہ قرآن کے مخلوق ہونے کی تعلیم نبی اکرمؐ، ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ اور خلفائے راشدین نے دی ہے یا نہیں؟ ابن ابی داؤد نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے متعلق علم تو تھا لیکن کسی کو اس کی دعوت نہیں دی اور نہ ہی کسی کو اس پر آمادہ کیا۔ شیخ نے کہا پھر تم ایسا کام کرنا چاہتے ہو جس کی اجازت نہیں دی گئی۔ ہارون الواثق کہتے ہیں کہ احمد بن ابی داؤد اور شیخ کی یہ باتیں سن کر والد محترم تنہائی میں چت لیٹ گئے۔ اور ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں پر رکھ کر غور کرنے لگے پھر تھوڑی دیر بعد فرمایا کہ خلق قرآن کا عقیدہ یہ ایسا عقیدہ ہے جس کی تعلیم نہ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور نہ اس کی تعلیم خلفائے راشدین نے دی اور نہ لوگوں کو اس کی طرف باقاعدہ دعوت دی اور نہ لوگوں کو اس کے لئے آمادہ کیا پھر اس کے باوجود تم اس کی تعلیم دینا چاہتے ہو۔ پھر تم کیوں ایسی بات کی تعلیم دینا چاہتے ہو سبحان اللہ کتنی عجیب بات ہے کہ وہ چیز جس کی تعلیم نبی اکرمؐ اور چاروں خلفائے راشدین نے نہ دی ہو اور نہ ہی اس کے لئے لوگوں کو مائل کیا ہو جس کی اجازت شریعت محمدیہ میں نہیں دی گئی۔ چنانچہ ان تمام باتوں پر غور وفکر کے بعد والد محترم نے عمار نامی دربان کو بلا کر شیخ کی بیڑیاں کھلوا دیں۔ نیز شیخ کو چار سو اشرفیاں انعام دینے کا حکم دیا اور شیخ کو گھر جانے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ

اس واقعہ کے بعد احمد بن ابی داؤد کی والد محترم کے ہاں کوئی حیثیت نہ رہی اور والد محترم نے اس کے بعد خلق قرآن کے مسئلہ میں کسی کو پریشان نہیں کیا۔ اسی واقعہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ مہتدی باللہ بن الواثق کا نام محمد تھا۔ امام ذہبیؒ نے اپنی کتاب ''دول الاسلام'' میں یہی نام ذکر کیا ہے۔ امام ذہبیؒ نے ہارون الواثق کے حالات زندگی لکھنے کے بعد اس بات کی تصریح کی ہے کہ ان کا نام جعفر تھا۔ اس کے علاوہ ان کا نام احمد بھی بتایا جاتا ہے لیکن اس میں کمی اور زیادتی کی بھی گنجائش ہو سکتی ہے۔

حافظ ابو نعیم ''حلیہ'' میں لکھتے ہیں کہ حافظ ابو بکر آجری کہتے ہیں کہ مجھے مہتدی باللہ نے خود بتایا ہے کہ میرے والد محترم کو صرف ایک شیخ نے بدظن کیا ہے جو المصیصہ سے لائے گئے تھے چنانچہ یہ ایک سال قید خانہ میں رہے اس کے بعد والد محترم نے انہیں دربار میں حاضر کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ شیخ کو بیڑیوں میں جکڑ کر حاضر کیا گیا۔ شیخ نے آتے ہی والد محترم کو سلام کیا تو انہوں نے جواب نہیں دیا۔ شیخ نے کہا کہ اے امیر المومنین آپ نے میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ادب کا معاملہ نہیں کیا اور نہ ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے مطابق سلوک کیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے'' **وَإِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوْهَا** '' (اور جب تمہیں کوئی دعا دے تو تم بھی اس سے بہتر دعا دو یا اسی کو لوٹا دو) اور خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دینے کا حکم دیا ہے۔ شیخ کے اس جواب پر والد محترم نے فوراً سلام کا جواب دیا۔ چنانچہ پھر احمد بن ابی داؤد کو شیخ کے ساتھ مناظرہ کرنے کا حکم دیا۔ شیخ نے کہا کہ میں اس وقت قید ہوں' میں بیڑیوں میں جکڑا ہوا ہوں اور قید ہی میں رہ کر نماز پڑھنا چاہتا ہوں لیکن آپ میری بیڑیاں کھولنے کا حکم صادر فرمائیں تاکہ میں وضو کر کے نماز ادا کر سکوں۔ چنانچہ والد محترم نے شیخ کی بیڑیاں کھولنے کا حکم دیا اور پانی کے انتظام کا حکم دیا۔ شیخ نے وضو کر کے نماز پڑھی پھر والد محترم نے ابن ابی داؤد کو شیخ سے سوال کرنے کا حکم دیا۔ شیخ نے کہا کہ آپ مجھے سوال کرنے کی اجازت دیں تاکہ ابن ابی داؤد میرے سوالات کا جواب دیں تو والد محترم نے اس کی اجازت دے دی۔

چنانچہ شیخ، احمد بن ابی داؤد کی طرف متوجہ ہوئے۔ شیخ نے کہا کہ آپ مجھے یہ بتائیں کہ جس بات کی طرف آپ لوگوں کو دعوت دیتے ہیں کیا اس سے قبل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دعوت دی ہے؟ ابن ابی داؤد نے کہا نہیں۔ شیخ نے کہا پھر کیا اس کی دعوت سیدنا صدیق اکبرؓ نے دی ہے؟ ابن ابی داؤد نے کہا نہیں۔ شیخ نے کہا پھر کیا اس عقیدہ کی طرف سیدنا عمرؓ نے لوگوں کو بلایا ہے؟ ابن ابی داؤد نے کہا نہیں۔ شیخ نے کہا پھر کیا اس عقیدہ کی دعوت سیدنا عثمانؓ نے دی ہے۔ ابن ابی داؤد نے کہا نہیں۔ شیخ نے کہا پھر کیا سیدنا علیؓ نے اس عقیدہ کی دعوت دی تھی۔ ابن ابی داؤد نے کہا نہیں۔ شیخ نے کہا پھر تو یہ ایسی بدعت ہے جس کی دعوت نہ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی نہ ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ نے دی۔ پھر آپ کیوں ایسی چیز کی طرف لوگوں کو مائل کرنا چاہتے ہیں۔ شیخ نے کہا کہ میرے خیال میں تمہارے اس عقیدے کے متعلق دو باتیں ضروری ہوں گی یا تو قرن اول میں لوگ اس سے واقف تھے یا جاہل تھے۔ اگر تم یہ جواب دو کہ قرن اول میں لوگ اس سے واقف تو تھے لیکن انہوں نے خاموشی اختیار کی اور اس کی اشاعت نہیں کی تو پھر ایسی چیزوں کی اشاعت کرنی چاہیے نہ کہ قوم کو ایسی چیزوں کے سلسلے میں خاموشی اختیار کرنی چاہیے اور اگر تم یہ کہو کہ قرن اول میں لوگ اس سے ناواقف تھے۔ لہٰذا اس کا علم صرف تمہیں ہے تو اے کمینے گدھے کے بچے کبھی ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو نبوت

کا چراغ تھے اور ان کے جانشین خلفائے اربعہ اس سے ناواقف رہے ہوں اور اس بات کا صرف تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو علم ہو۔ مہتدی کہتے ہیں کہ یہ سنتے ہی میرے والد محترم کھڑے ہو کر اچھل پڑے۔ حجرے میں داخل ہو گئے اور رومال منہ پر رکھ کر زور زور سے قہقہہ مار کر ہنسے' پھر کہنے لگے واقعی سچ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خلفائے اربعہ یا تو اس مسئلہ سے واقف رہے ہوں گے یا ناواقف۔ اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ خلق قرآن کے متعلق انہیں اس قسم کا علم تھا لیکن انہوں نے خاموشی اختیار کی تو ہمیں اس کی اشاعت کرنی چاہیے اور اگر ہماری یہ رائے ہو کہ وہ لوگ اس سے ناواقف تھے فقط ہمیں ہی اس کا علم ہے تو اے کم بخت کہیں ایسا بھی ممکن ہے کہ جناب سید الاولین والآخرین اور ان کے صحابہ کرامؓ تو کسی مسئلہ کے بارے میں ناواقف ہوں اور فقط تمہیں اور تمہارے اصحاب کو اس کا علم ہو۔ مہتدی کہتے ہیں پھر والد محترم نے کہا احمد: تو میں نے کہا جی ہاں حضور' والد محترم نے فرمایا میں نے تم کو نہیں بلکہ احمد بن ابی داؤد کو بلایا ہے۔ چنانچہ احمد بن ابی داؤد دوڑتے ہوئے آئے تو ان کو یہ حکم دیا کہ تم اس شیخ کو اخراجات کے لئے کچھ رقم دے دو اور انہیں ہمارے شہر سے نکال دو۔

چنانچہ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مہتدی کا نام احمد تھا۔ اس لئے کہ جس وقت مہتدی بول پڑے تھے تو ان کے والد محترم نے یہ کہا تھا کہ میں نے تمہیں نہیں بلایا۔ کبھی کبھی ایسا ہو جاتا ہے اور مہتدی کا والد محترم کے بلانے پر لبیک کہنا بطور ادب تھا لیکن جب ان کے والد ہارون واثق نے یہ کہا کہ میں نے تو احمد بن ابی داؤد کو بلایا تھا تو مہتدی کا لبیک کہنا لغو ہو گیا۔ انہوں نے تو محض نام کے اشتراک کی وجہ سے جواب دیا تھا۔ (مہتدی کے حالات زندگی میں یہ واقعہ انشاء اللہ اس مضمون کے علاوہ دوسرے انداز میں آئے گا)
چنانچہ جو جوابات شیخ نے دیئے ہیں وہ صحیح ہیں۔ یہ الزامی جوابات تھے ان سے ''معتزلہ'' خاموش ہو سکتے ہیں۔

ہارون الواثق کثرت جماع کا شوقین ہارون الواثق کثرت جماع کا عادی تھا۔ چنانچہ ہارون نے ایک دن طبیب کو یہ حکم دیا کہ میرے لئے قوت باہ کے اضافہ کے لئے ایک نسخہ تیار کرو۔ طبیب نے خلیفہ سے کہا جناب عالی! آپ اپنے بدن کو جماع کی وجہ سے خراب نہ کریں اور اللہ کا خوف کریں۔ اس کے باوجود ہارون الواثق نے کہا کہ فوراً دوائی تیار کرو۔ چنانچہ طبیب نے یہ نسخہ لکھا۔ درندے کا گوشت' خمر (شراب) کے سرکے میں ملا کر سات مرتبہ جوش دیا جائے پھر اس کے عرق کو تین درہم کی مقدار میں پی لیا جائے لیکن اس کی یہ مقدار متعین ہے اس سے زائد استعمال نہیں کرنی چاہیے۔

چنانچہ ہارون الواثق نے درندے کو ذبح کرنے کا حکم دے دیا۔ گوشت کو پکایا' جوش دیا گیا یہاں تک کہ گاڑھا عرق بن گیا۔ چنانچہ ہارون الواثق نے ساری دوا پی لی۔ تمام اطباء نے اس بات پر اتفاق کیا کہ ہارون الواثق کیلئے اب سوائے نزول بطن (اسہال) کے اب کوئی دوا موثر نہیں ہو گی۔ چنانچہ نزول بطن کے استعمال کے بعد ہارون کو زیتون کی لکڑیوں کے دہکتے ہوئے انگاروں میں چھوڑ دیا جائے۔ پھر اس میں بٹھا دیا جائے چنانچہ یہ عمل کیا گیا' تین گھنٹے پانی پینے سے روک دیا گیا لیکن ہارون برابر پانی مانگتے رہے لیکن انہیں پانی نہیں دیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد ہارون کے جسم پر خربوزے کے برابر آبلے پڑ گئے پھر انہیں الگ کر دیا گیا۔ ہارون برابر یہ کہتا رہا کہ مجھے تنور میں ہی لے چلو ورنہ میں مر جاؤں گا۔ لوگ فوراً لے گئے پھر وہ خاموش ہو گیا۔ چنانچہ پھر وہ آبلے پانی کی طرح بہہ پڑے۔ پھر اسے تنور سے نکالا گیا۔ اس حال میں کہ اس کا سارا جسم سیاہ ہو چکا تھا' پھر وہ تھوڑی دیر بعد مر گیا جب ہارون مرنے لگا تو یہ اشعار پڑھ رہا تھا ۔

الموت فیه جمیع الناس تشترک   لاسوقة منهم یبقی ولا ملک

''موت میں تمام لوگ مشترک ہیں' موت سے نہ معمولی لوگ بچ سکتے ہیں اور نہ بادشاہ''

ماضر اهل قلیل فی مقابرهم   ولیس یغنی عن الملاک ما ملکوا

''غریبوں کو ان کی قبروں میں کوئی نقصان نہیں ہوا اور بادشاہ جن چیزوں کے مالک تھے ان سے انہیں کوئی نفع نہیں ہوا۔''

مؤرخین کہتے ہیں کہ اس قسم کا ایک دوسرا واقعہ بھی ہے۔ واثقی کہتے ہیں کہ میں خلیفہ ہارون کا تیماردار تھا' اچانک ہارون پر غشی طاری ہوگئی' مجھے یقین ہوگیا کہ ہارون کا انتقال ہوگیا۔ چنانچہ ہم میں سے بعض افراد ایک دوسرے سے یہ کہہ رہے تھے کہ دیکھو ان کا کیا حال ہے؟ لیکن کسی کو ہمت نہیں ہوئی۔ بالآخر میں نے آگے بڑھ کر اپنی انگلی کو ہارون کی ناک پر رکھ کر دیکھا تو اس نے آنکھ کھول دی' چنانچہ میں خوفزدہ ہوگیا قریب تھا کہ میری موت واقع ہو جاتی۔ چنانچہ میں پیچھے ہٹ کر سیڑھیوں میں تلوار کے قبضے پکڑ کر لٹک کر اس کے بعد زمین پر پھسل کر گر گیا۔ تلوار ٹوٹ گئی' قریب تھا کہ تلوار میرے جسم میں گھس جاتی' پھر میں نے دوسری تلوار ڈھونڈی' تھوڑی دیر کے بعد میں واپس آیا اور ہارون الواثق کے پاس کھڑا ہوگیا۔ مجھے یقین ہوگیا کہ اب ہارون کا انتقال ہوگیا ہے تو میں نے ڈاڑھی باندھ دی' آنکھیں بند کر کے کپڑے سے ڈھانک دیں۔ فراش لوگ انہیں تنہا چھوڑ کر ان کا قیمتی فرش خزانہ میں داخل کرنے کی غرض سے اٹھا کر لے گئے۔ مجھے احمد بن ابی داؤد قاضی نے ہدایت کی کہ ہم لوگ بیعت کے سلسلے میں مصروف ہیں تم تدفین تک نعش کی حفاظت کرو تو میں لوٹ کر دروازے کے پاس بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے حرکت محسوس ہوئی تو میں اندر آیا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چوہیا ہارون الواثق کی آنکھیں نکال کر کھا گئی' یہ کیفیت دیکھ کر میں نے کلمۂ توحید پڑھا۔ چنانچہ مجھے خیال آیا کہ ہارون کی آنکھیں ابھی کھلی ہوئی تھیں اور اب انہیں چوہیا کھا گئی ہے تو ڈر کی وجہ سے میں گر پڑا جس سے میری تلوار ٹوٹ گئی۔

وفات ہارون الواثق کی وفات ماہ رجب 232ھ ''مقام سرمن رائے'' میں ہوئی۔ ہارون کی عمر اس وقت 36 سال چند ماہ تھی۔

مدت خلافت ہارون الواثق کی مدت خلافت 5 سال 9 ماہ ہے۔

ہارون کی شکل وصورت ہارون الواثق سفید' پرکشش آدمی تھے' ان کے چہرے پر زرد ڈاڑھی خوبصورت معلوم ہوتی تھی اور آنکھوں میں ایک نکتہ تھا۔ ہارون الواثق عالم' ادیب' شاعر' دلیر' مدبر اور باپ کی طرح سخت تھا۔ (اللہ تعالیٰ باپ بیٹے کی خطاؤں کو معاف فرمائے۔ (آمین)

خلافت جعفر المتوکل

ہارون الواثق کے بعد ان کے بھائی جعفر المتوکل منصب خلافت پر فائز ہوئے۔ جعفر المتوکل سے اس دن بیعت لی گئی جس دن ان کے بھائی ہارون الواثق کا انتقال ہوا۔ اس لئے کہ یہی ولی عہد تھے۔ یہ واقعہ تقریباً 232ھ کو پیش آیا۔ جعفر المتوکل کے دور خلافت میں خلق قرآن کا فتنہ ختم ہو چکا تھا اور سنت نبویہ کا غلبہ ہو چکا تھا۔ چنانچہ جعفر المتوکل نے احادیث نبویہ کی اشاعت کا حکم دیا تھا۔ ابن

خلکان نے ذکر کیا ہے کہ جعفر المتوکل نے کہا ہے کہ جس وقت ہارون الواثق مرض وفات میں مبتلا تھے ان دنوں میں (یعنی جعفر المتوکل) سوار ہو کر ہارون کے گھر تک ان کی عیادت کے لئے آیا۔ چنانچہ ایک طرف بیٹھ کر اجازت کا انتظار کر ہی رہا تھا کہ اچانک ماتم کرنے اور رونے کی آواز آئی۔ اس کے فوراً بعد ایداخ اور محمد بن عبدالملک الزیات میری خلافت کے متعلق مشورہ کرنے لگے۔ محمد نے کہا میں جعفر المتوکل کو تنور میں ڈال دوں گا۔ ایداخ نے کہا کہ نہیں بلکہ ہم جعفر کو ٹھنڈے پانی میں چھوڑ دیں گے تا کہ وہ ہلاک ہو جائے اور قتل کے آثار بھی ظاہر نہ ہوں۔ متوکل کہتے ہیں کہ ایداخ اور محمد بن عبدالملک دونوں یہ گفتگو کر رہے تھے کہ اچانک قاضی احمد بن ابی داؤد آ گئے۔ چنانچہ وہ ان دونوں کو اندر لے گئے اور ان دونوں سے خفیہ بات چیت کرنے لگے۔ متوکل کہتے ہیں کہ باتیں کیا ہوئیں میری سمجھ سے بالاتر تھیں۔ چنانچہ ان کی گفتگو سے مجھے خوف محسوس ہوا لہٰذا میں نے فرار ہونے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ دو غلام دوڑے ہوئے آئے اور کہنے لگے جناب عالی آقا اٹھئے چلئے چنانچہ ان کے اس قول سے مجھے یقین ہو گیا کہ میری تقدیر میں جو بھی مقصد ہو لیکن اب اس وقت تو ہارون الواثق کے صاحبزادے کی بیعت لینے کی تیاری ہو رہی ہے لیکن ہم جیسے ہی اندر داخل ہوئے تو لوگ مجھ سے بیعت کرنے لگے۔ میں نے حالات پوچھے کہ یہ کیا ہوا؟ تو میں سمجھ گیا کہ میری بیعت کے لئے لوگوں کو قاضی احمد بن ابی داؤد نے تیار کیا ہے۔ چنانچہ کچھ دنوں بعد میں نے ایداخ کو ٹھنڈے پانی میں قتل کر دیا اور محمد بن عبدالملک کو تنور میں ڈال کر مار ڈالا۔ متوکل کہتے ہیں کہ یہ عجیب و غریب کامیابی تھی۔ اسی طرح یہ بھی عجیب بات ہے کہ محمد بن عبدالملک نے تنور کو لوگوں کے قتل کے لئے تعمیر کروایا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے خود اسے ہی تنور میں جھونک دیا۔ تنور لوہے کا تھا اس کے اندر نوک دار کیلیں جڑی ہوئی تھیں اور اسے زیتون کے تیل سے بھڑکا کر لوگوں کو اس میں جھونک دیا جاتا تھا' ہم اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت میں عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

جعفر المتوکل کے اخلاق جعفر المتوکل نے مسند خلافت پر فائز ہوتے ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو زندہ کیا اور بدعات کا خاتمہ کیا بلکہ سارے ملک میں یہ حکم جاری کر دیا کہ سنت نبویہ کو تقویت دی جائے اور بدعات اور فتنوں کا خاتمہ کیا جائے' خود متوکل نے اپنی مجلس کا رنگ بدل دیا۔ متوکل اپنی مجالس میں سنت کی باتیں کرتا' متوکل نے اپنے خاندان والوں کو عزت بخشی۔ نیز فتنہ اعتزال اور ان کے چیلوں کو پست کر دیا۔ اگرچہ خلیفہ متوکل کے دور خلافت میں معتزلہ مستحکم ہو گئے تھے لیکن اس کے باوجود سب کے سب دب گئے تھے ورنہ امت محمدیہ میں ان سے زیادہ شر انگیز قوم کوئی نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان فتنوں اور شرور سے بچائے۔ خلیفہ جعفر المتوکل سیدنا علیؓ سے بغض رکھتا تھا۔ چنانچہ وہ حضرت علیؓ کے نقائص بیان کر کے ان کو برا بھلا کہتا تھا۔ ایک دن متوکل نے اپنے بیٹے منتصر کے سامنے حضرت علیؓ کی تنقیص کی تو بیٹے کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا' متوکل نے حضرت علیؓ کو برا بھلا کہا اور بیٹے کو مخاطب کر کے یہ شعر پڑھا۔

غضب الفتی لابن عمه   رأس الفتی فی حرامِهٖ

''نوجوان غصہ ہو گیا چچازاد بھائی کی وجہ سے' نوجوان کا سر اس کی ماں کی گود میں ہوگا''

چنانچہ متوکل سے اس کا بیٹا منتصر بغض و عناد کرنے لگا۔ غالباً متوکل کے قتل کا سبب یہی بغض تھا۔ مؤرخین کہتے ہیں کہ متوکل حضرت علیؓ سے بغض رکھتا تھا اور ان کی تنقیص کرتا تھا' اسی لئے متوکل کا بیٹا اپنے باپ کا دشمن بن گیا۔ چنانچہ چند دن ہی گزرے تھے کہ ایک مرتبہ جعفر متوکل اپنے ساتھیوں کے ہمراہ شراب پی رہا تھا۔ متوکل کو نشہ آ گیا' اچانک متوکل کا غلام ''بغا الصغیر'' اندر داخل ہوا۔ اس

نے متوکل کے ساتھیوں کو باہر نکلنے کا حکم دیا۔ چنانچہ متوکل کے تمام ساتھی باہر آ گئے صرف متوکل کے پاس ان کا وزیر فتح بن خاقان رہ گیا۔ چنانچہ متوکل پر دو غلام سونتی ہوئی تلوار لے کر حملہ آور ہوئے جنہیں متوکل کو قتل کرنے کے لئے متعین کیا گیا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر فتح بن خاقان نے کہا ہائے امیر المومنین! اب آپ موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ یہ کہہ کر وہ فوراً متوکل کے جسم سے لپٹ گیا بالآخر ان غلاموں نے وزیر سمیت متوکل کو قتل کر دیا اس کے بعد لوگ سیدھے منتصر کے پاس گئے اور آداب شاہی بجالائے۔

وفات خلیفہ جعفر المتوکل کا قتل ماہ شوال 237ھ میں ہوا۔ متوکل نے کل 40 سال عمر پائی۔

مدت خلافت متوکل 14 سال 10 ماہ تک مسند خلافت پر فائز رہا' بعض اہل علم نے متوکل کی مدت خلافت 15 سال بتائی ہے۔

متوکل کا حلیہ خلیفہ جعفر المتوکل گندم گوں' پرکشش آنکھوں والا' ہلکی داڑھی اور متوسط قد و قامت والا آدمی تھا۔ متوکل کھیل کود اور مکروہات کا شوقین تھا لیکن اس کے باوجود متوکل نے سنت نبویؐ کو زندہ کیا۔ نیز فتنہ خلق قرآن کا خاتمہ کیا۔ متوکل کے اس کے علاوہ بھی بہت سے کارہائے نمایاں ہیں۔ متوکل اپنے بیٹے منتصر کو ولی عہد سے معزول کر کے اس کی جگہ دوسرے بیٹے معتز کو اس کی ماں کی محبت کی وجہ سے ولی عہدی میں مقدم کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اگر منتصر خود بخود ولی عہدی سے دستبردار نہ ہو جاتا تو متوکل اسے تنگ کرنے سے بھی گریز نہ کرتا۔ متوکل کے اس عمل سے اس کا بیٹا منتصر اپنے باپ کا دشمن بن گیا۔ چنانچہ منتصر نے وصیف اور بغا دونوں غلاموں کو باپ کے قتل پر آمادہ کیا۔ متوکل جب آدھی رات کو مجلس لہو ولعب میں مشغول تھا تو پانچ سازشیوں نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ نیز متوکل کے ساتھ اس کا وزیر فتح بن خاقان بھی قتل ہو گیا جیسے پہلے گزرا ہے۔

خلافت محمد منتصر باللہ

جعفر المتوکل کے بعد اس کا بیٹا محمد منتصر باللہ مسند خلافت پر فائز ہوا۔ محمد منتصر سے بیعت اس رات لی گئی جس رات ان کے والد کو قتل کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ پھر دوسرے دن عام بیعت لی گئی۔ محمد منتصر مسند خلافت پر زیادہ دن تک نہیں بیٹھ سکا اور حکومت سے زیادہ لطف اندوز نہیں ہو سکا۔

مورخین کہتے ہیں کہ ایک دن منتصر کے سامنے فرش بچھایا گیا تو اسے ایسا محسوس ہوا کہ اس میں کچھ لکھا ہوا ہے لیکن اس سے وہ تحریر پڑھی نہیں جا رہی تھی۔ چنانچہ اس نے اہل علم کو حکم دیا کہ جو بھی اس تحریر کو پڑھ سکتا ہو اسے یہاں حاضر کیا جائے تو اس میں یونانی زبان میں یہ عبارت لکھی ہوئی تھی

"عمل هذا البساط للملک قباذ بن کسریٰ قاتل ابیه و فرش قدامه فلم یلبث غیر ستة اشهر و مات"

"اس عمل کو شاہ قباذ بن کسریٰ کے لئے بنایا گیا ہے جو اپنے والد کا قاتل ہے۔ چنانچہ جب اسے منتصر کیلئے بچھایا گیا تو وہ 6 ماہ سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکا اور اس کا انتقال ہو گیا۔"

اس تحریر سے منتصر نے بدفالی لی اور فوراً خوفزدہ ہو گیا نیز اس نے فرش کو اٹھانے کا حکم دیا چنانچہ منتصر چھ ماہ بعد فوت ہو گیا۔ منتصر کل چھ ماہ چند دن مسند خلافت پر فائز رہا۔ اس کی عمر 26 سال تھی۔ منتصر کی ماں کا نام رومیہ تھا۔

منتصر کا کردار | منتصر موٹا، معتدل القامت، پرکشش، بارعب اور ذہین بادشاہ تھا اس کی آنکھوں کی پتلیاں بڑی، ناک کان تنگ اور درمیان سے اونچا تھا۔ منتصر نیک کاموں سے رغبت رکھتا تھا۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ منتصر سے ترکی حکام خوفزدہ تھے، چنانچہ جب منتصر کو بخار ہوگیا تو ترکی حکام نے طبیب کوایک ہزار اشرفیاں دے کران کوقتل کرنے کی سازش کی۔ نیز طبیب نے زہرآلود نشتر سے فصد کھولی جس کی وجہ سے زہر پھیل گیا۔ بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ منتصر کوکھانے میں زہر دیا گیا تھا، چنانچہ جس وقت منتصر مرنے لگا تو اس نے کہا کہ امی جان: میری دنیا وآخرت تباہ ہوگئیں۔ میں نے اپنے باپ کے متعلق جلدی کی، چنانچہ مجھے بھی جلد ہی موت نے گھیرلیا۔

خلافت احمد مستعین باللہ

یہ چھٹے خلیفہ تھے جنہیں معزول کر کے قتل کر دیا گیا۔

محمد منتصر کے بعدان کے چچازاد بھائی احمد مستعین باللہ بن محمد معتصم تخت نشین ہوئے۔ احمد مستعین سے بیعت بروز سوموار 6 ربیع الثانی 251ھ کو لی گئی، ان کی عمر اس وقت 28 سال تھی، احمد مستعین کثرت جماع کا عادی اور عورتوں سے عشق کا مریض تھا۔ احمد مستعین کے چچا کی بیٹی نہایت حسین وجمیل تھی، چنانچہ اس نے اس کے باپ سے طلب کیا تو اس نے انکار کر دیا تو اس نے اصمعی، رقاشی ابو نواس کو بلا کر کہا کہ جو بھی میرے مزاج اور مقصد کے مطابق چچازاد بہن کی محبت میں اشعار کہے گا تو میں اسے انعام واکرام دوں گا۔ چنانچہ ابونواس نے اشعار کہئے ۔

مارو ض ریحانکم الزاهر وَمَا شذ انشر کم العاطر

''تمہاری محبت سے کھلے ہوئے پھولوں کا باغ کتنا خوبصورت ہے اور تمہاری مہکتی ہوئی خوشبو کتنی تیز ہے۔''

وحق و جدی والهوی قاهر مذعبتمر لم یبق لی ناظر

''اور میری محبت ثابت ہوگی اور عشق غالب ہوگیا جب سے تم نظروں سے اوجھل ہوئے ہو اس وقت سے میری نظر میں کوئی نہیں جچا''

والقلب لا سال و لاصابر ۔ اور نہ دل موم ہوا اور نہ صبر کی کیفیت پیدا ہوئی۔

قالت الا لا تلجن دارنا و کابدالاشواق من اجلنا

''اس نے کہا کیا تمہارا قیام ہمارے گھر نہیں ہوگا اے ہماری وجہ سے خواہشات کو روکنے والے''

واصبر علی مر الجفا والضنا ولا تمرن علی بیتنا

''اور تم صبر کرو بدحالی اور بدسلوکی کے باوجود اور تم ہمارے گھر کے پاس سے نہ گزرا کرو''

ان ابانا رجل غائر ۔ اس لئے کہ ہمارے والد محترم غور وخوض کرنے والے ہیں۔

فقلت انی طالب غرة یحظی بها القلب ولو مرة

''پس میں نے کہا کہ میں بدر کامل کا طلبگار رہوں جس سے دل کو راحت ملتی ہے اگر چہ ایک مرتبہ دیدار کیوں نہ ہو''

قالت بعید ذاک مت حسرة　　قلت ساقضی غرتی جهرة

''اس نے کہا یہ بات تو ناممکن ہے لہٰذا حسرت کی وجہ سے مرجا' میں نے کہا کہ میں عنقریب بدر کامل (یعنی حسین وجمیل محبوب) کا فیصلہ کردوں گا۔''

منک وسیفی صارم باتر. ''اس حال میں کہ میری تلوار بڑی کاٹ دار ہے۔''

قالت فان البحر من بیننا　　فابرح ولا تات الی حینا

''اس نے کہا ہمارے درمیان سمندر حائل ہے پس تم آرام کرو کیونکہ اس وقت تم مجھ تک نہیں پہنچ پاؤ گے''

واشرب بکاس الموت من هجرنا　　قلت ولو کان کثیر العنا

''اور ہمارے ہجر میں موت کا جام پی لے' میں نے کہا اگر چہ راستہ خطرناک ہی کیوں نہ ہو۔''

یکفیک انی سابح ماهر ''تمہارے لئے یہ کافی ہے کہ میں بہترین تیراک ہوں''

قالت فان القصر عالی البناء　　قلت ولو کان عظیم السنا

''اس نے کہا کہ محل بہت بلند ہے' میں نے کہا اگر چہ وہ کتنا ہی اونچا کیوں نہ ہو''

او کان بالجو بلغت المنی. ''یا وہ محل اتنا اونچا ہو کہ فضاء میں صرف تمنائیں ہی پہنچ سکتی ہوں''

قالت منیع فی الوریٰ قصرنا　　قلت و انی فوقه طائر

''اس نے کہا کہ ہمارا قلعہ دنیا کا مضبوط ترین اور اونچا قلعہ ہے میں نے کہا کہ میں اس قلعہ کے اوپر بھی پرواز کرسکتا ہوں''

قالت فعندی لبوة والد　　فقلت انی اسد شارد' غشمشم مقتض صائد

''اس نے کہا کہ میرے پاس جننے والی شیرنی ہے' پس میں نے جواب دیا کہ پھر میں بھی ظالم شیر اور سرکش شکاری ہوں''

قالت لها شبل بها لابد　　قلت و انی لیثها الکاسر

''اس نے کہا کہ شیرنی کے پاس شیر ہی کی مثل بچہ بھی ہے' میں نے کہا کہ میں اس پر زبردست حملہ کرنے والا شیر ہوں''

قالت فعندی اخوة سبعة　　جمعا اذا ما التقوا عصبة

''اس نے کہا کہ میرے کل سات بھائی ہیں' جب وہ لڑائی کے لئے جمع ہوتے ہیں تو ایک گروہ بن جاتے ہیں۔''

قلت ولی یو م اللقاوثبة. ''میں نے کہا میں جنگ کے دن اچھلتا کودتا ہوں''

قالت لهم یوم الوغی سطوة　　قلت و انی قاتل قاهر

''اس نے کہا کہ میرے بھائی جنگ کے دن غالب اور فاتح ہوتے ہیں۔ میں نے کہا کہ میں بھی زبردست قاتل ہوں''

قالت فان الله من فوقنا　　یعلم ما نبدیه من شوقنا

''اس نے کہا کہ اللہ ہمارا نگہبان ہے وہ ہمارے شوق سے باخبر ہے جو ہم ظاہر کرتے ہیں۔''

نَمْضِی الی الحق غدًا کلنا. پس ہم حق کی ساری باتیں کل ضرور حل کردیں گے۔

و نختشی النقمة من ربنا　　قلت و ربی ساتر غافر
''اور ہم اپنے پروردگار کی گرفت سے ڈرتے ہیں' میں نے کہا کہ میرا رب گناہوں کو چھپانے والا اور گناہوں کو بخشنے والا ہے''
قالت فکم اعییتنا حجة　　تَجِئی بِهَا کاملة بهجه
''اس نے کہا تم نے حجت بازی میں ہمیں عاجز کر دیا' کل تم اس کے سامنے دلائل دینے میں مکمل اور خوش اسلوبی سے پیش آنا''
فیا لها بین الوریٰ خجلة . جو مخلوق میں شرمسار ہے۔
ان کنت ما تمهلنا ساعة　　فائت اذا ما هجع الساهر
''اگر تم ہمیں کچھ وقت کی مہلت دے سکتے ہو تو اس وقت آؤ جب ہم رات کے وقت جاگ رہے ہوں''
واسقط علینا کسقوط الندی　　ایاک ان تظهر حرف النداء
''اور تم ہمارے پاس آہستہ سے آنا' تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم آواز نکالنے سے اجتناب کرنا''
یستیقظ الواشی ویاتی الردی. ''جس سے کہیں چغلی کرنے والے اور فضول آدمی نہ آ جائیں''
وکن کَضَیْفِ الطیف مستر صدا　　ساعة لاناه ولاآمر
''اپنے آپ کو لاپرواہ نہ کرنا' نہ کسی کام کا حکم دینا اور نہ کسی کام سے انکار کرنا''
حاجحتها عشراً وصافحتها　　علی دنان الخمر صافیتها
''میں نے اس سے دس بار حجت کی اور مصافحہ کیا اور شراب کے مٹکوں پر خالص محبت کا ثبوت فراہم کیا''
رامت مواثیقا فوافیتها . ''اس نے وعدے کئے تو میں نے انہیں ایفا کیا۔''
ملتحقا سیفی ولا قیتها　　آخر لیلی والدجی عاکر
''تلوار کو چھپائے ہوئے میں نے اس سے رات کے آخری حصہ میں ملاقات کی اس حالت میں کہ تاریکی ختم ہو رہی تھی''
یا لیلة قضیتها خلوة　　مرتشفا من ریقها قهوة
''اے وہ رات جسے میں نے تنہائی میں گزارا اور میں قہوہ کی طرح اپنے محبوب کا لعاب چوس رہا تھا''
تسکر من قد یبتغی سکرة . ''اس کی محبت کبھی مدہوش کر دیتی اور کبھی نشہ میں مبتلا کر دیتی''
ظَنَنْتُهَا من طیبها لحظة　　یالیت لا کان لها آخر
''میں اس کی خوشبو سے تھوڑی دیر لذت حاصل کرتا رہا اے کاش کہ اس کی جدائی کا اختتام نہ ہوتا۔''

چنانچہ ابونواس نے جب یہ اشعار مستعین کو سنائے تو اسے بہت پسند آئے۔ چنانچہ مستعین نے حسب وعدہ ابونواس کو انعام و اکرام سے نوازا۔ پھر مستعین نے خلافت سے دستبرداری پر اسے گواہ بنالیا اور چند شرائط کے ساتھ لوگوں کو بیعت سے آزاد کر دیا اور معتز بن متوکل کو خلافت سنبھالنے کے لئے پیغام ارسال کیا پھر مستعین محل ''حسین بن وہب'' میں منتقل ہو گیا۔ چنانچہ مستعین یہاں 9 ماہ ایک محافظ کی نگرانی میں نظر بند رہا' پھر اسے شہر واسط کی طرف اتار دیا گیا۔

اسی دوران معتز نے سعید حاجب کو مستعین کے قتل پر آمادہ کرلیا' چنانچہ سعید نے اوائل رمضان 653ھ میں مستعین کو قتل کردیا۔ مستعین کا سر معتز کی خدمت میں اس حالت میں پیش کیا گیا کہ وہ شطرنج کھیل رہا تھا۔ چنانچہ جب اس سے کہا گیا کہ یہ معزول بادشاہ مستعین کا سر ہے تو معتز نے جواب دیا کہ اس کو رکھ دو جب مجھے کھیل سے فراغت ہوگی تو میں اسے دیکھوں گا۔ چنانچہ معتز نے سر کو دیکھ کر اسے دفن کرنے کا حکم دیا۔

مدت خلافت مستعین کی مدت خلافت 9 ماہ رہی' نیز مستعین نے 31 سال کی عمر پائی۔

مستعین کے شمائل مستعین کا قد متوسط اور چہرے پر چیچک کے داغ تھے لیکن اس کے باوجود مستعین کا چہرہ پرکشش معلوم ہوتا تھا۔ مستعین کی زبان میں لکنت تھی' اس لئے زبان سے سین کی بجائے لفظ ثاء نکلتا تھا۔ مستعین شریف اور فضول خرچ بادشاہ تھا۔

خلافت ابوعبداللہ محمد معتز باللہ بن متوکل

مستعین کے قتل کے بعد اس کا چچازاد بھائی معتز مسند خلافت پر فائز ہوا۔ معتز سے اس دن بیعت لی گئی جس دن مستعین منصب خلافت سے دستبردار ہوگیا تھا۔ غالباً یہ واقعہ 252ھ کو پیش آیا۔

پھر اس کے بعد اس کے دربان صالح بن وصیف نے اس کے خلاف سازش کی۔ چنانچہ دربان ایک گروہ کے ہمراہ معتز کے پاس آیا اور اس کے پاس آکر نکلنے کی دھمکی دی تو معتز نے دوا کے استعمال کرنے کی وجہ سے باہر نکلنے سے عذر کیا۔ صالح نے چند آدمیوں کو اندر جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ معتز کے پاؤں پکڑ کر کھینچ لائے' پھر اسے سورج کی دھوپ میں کھڑا کردیا گیا۔ چنانچہ معتز ایک پاؤں کو اٹھاتا اور دوسرے کے سہارے کھڑے ہوجاتا۔ اسی کے ساتھ ساتھ یہ لوگ معتز کے تھپڑ مارتے اور یہ کہتے کہ تم فوراً مسند خلافت سے دستبردار ہوجاؤ۔ اس کے باوجود معتز تھپڑوں کو ہاتھ سے روکنے کی کوشش کرتا اور مسند خلافت سے دستبردار ہونے سے انکار کرتا۔ بالآخر معتز نے سازشیوں کا مطالبہ منظور کرلیا اور مسند خلافت سے دستبرداری کا اعلان کردیا۔ پھر معتز کو صالح بن وصیف کی قید میں دے دیا گیا۔ چنانچہ صالح نے تین دن تک کھانا پینا بند کردیا۔ نیز معتز کو پختہ تہ خانہ میں بند کردیا یہاں تک کہ اس کی موت واقع ہوگئی۔ پھر معتز کو نکال کر دیکھا گیا تو ان پر قید کے آثار نظر نہیں آتے تھے۔ بعض مؤرخین نے کہا ہے کہ جب معتز کو معزول کرکے پانچ دن بعد گرم حمام میں داخل کردیا گیا تو ساتھ ہی اس کا کھانا پینا بھی بند کردیا گیا۔ جب معتز قریب الرگ ہوا تو اس کو نمکین پانی پلایا جس سے اس کی موت واقع ہوگئی۔ یہ واقعہ رجب 255ھ کو رونما ہوا۔ معتز نے کل 23 سال عمر پائی۔

معتز چار سال چھ ماہ تک مسند خلافت پر فائز رہا۔ معتز نہایت حسین وجمیل بادشاہ تھا۔

خلافت جعفر مہتدی باللہ بن ہارون

خلیفہ معتز کے بعد ان کے چچازاد بھائی جعفر بن ہارون الواثق بن معتصم مسند خلافت پر فائز ہوا۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میری نظر سے یہ بات گزری ہے کہ مہتدی کا نام محمد اور لقب ابواسحٰق تھا۔ جعفر سے اس دن بیعت لی گئی جس دن معتز کو مسند خلافت سے

معزول کر دیا گیا۔ چنانچہ جب جعفر کو مسند خلافت پر فائز کیا گیا تو انہوں نے لہو ولعب کے سامان کو گھروں سے نکالنے کا حکم دیا۔ نیز گانا اور شراب کو حرام قرار دے دیا۔ اس کے علاوہ گانے والیوں کو جلا وطن کر دیا اور کتوں' درندوں کو گھروں سے نکالنے کا حکم بھی دے دیا۔ جعفر نے عدالتوں' مجالس' مظالم اور تفکرات کو دور کرنے کی ذمہ داری خود اپنے ذمہ لے لی۔ جعفر کہتے تھے کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ بنوعباس میں بنوامیہ کے ممتاز عادل خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جیسا کوئی خلیفہ نہیں ہوا۔ چنانچہ جعفر کی یہ بات بابک ترکی کو ناگوار گزری۔ بابک ترکی ظالم و جابر آدمی تھا' چنانچہ جعفر مہتدی نے بابک ترکی کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ بابک ترکی کے قتل کرنے کی بناء پر ترکوں میں اشتعال پیدا ہوگیا۔ چنانچہ جعفر اور مغاربۃ کے درمیان زبردست لڑائی ہوئی اور دونوں اطراف سے چار ہزار نفوس قتل ہوگئے۔ یہ حالات دیکھ کر جعفر مہتدی گردن میں قرآن مجید لٹکائے ہوئے باہر نکلا اور لوگوں کو اپنی نصرت و حمایت پر آمادہ کرنے کی دعوت دی۔ جعفر مہتدی کی حمایت مغاربہ اور کچھ لوگ کر رہے تھے لیکن بابک ترکی کے بھائی ''طلیغا'' نے ان سب سے مقابلہ کر کے جعفر مہتدی کو شکست دے دی۔ بالآخر جعفر مہتدی تلوار لٹکائے ہوئے شکست خوردہ ہو کر واپس ہوا۔ جعفر کے جسم میں دو زخم لگ چکے تھے چنانچہ وہ اسی حالت میں محمد بن یزداد کے گھر میں گھس گیا۔ ترکوں کو جب معلوم ہوا تو انہوں نے حملہ کر کے جعفر کو گرفتار کرلیا' پھر احمد بن خاقان' جعفر کو ایک جانور پر سوار کر کے پیچھے بطور محافظ ہاتھ میں خنجر لے کر سوار ہوگیا۔ پھر جعفر کو احمد بن خاقان کے گھر میں داخل کر دیا گیا۔ چنانچہ لوگ جعفر کو طمانچہ مارتے اور یہ کہتے کہ اسے خلافت سے معزول کر دو تو جعفر نے معزول ہونے سے انکار کر دیا پھر جعفر کو ایسے آدمی کے حوالہ کر دیا گیا جو اس کے عضو مخصوص سے جماع کرتا تھا یہاں تک کہ جعفر کو قتل کر دیا گیا۔ یہ واقعہ غالباً ماہ رجب 256ھ میں پیش آیا۔ جعفر کی کل عمر 37 سال ہوئی۔ جعفر 11 ماہ مسند خلافت پر فائز رہا۔ بعض اقوال کے مطابق جعفر کی مدت خلافت ایک سال ہے۔

جعفر کے شمائل جعفر مہتدی گندم گوں' پرکشش' دیندار' متقی' عبادت گزار' عادل' عقلمند اور بہترین حکمران تھا۔ لیکن جعفر کو بہترین وزیر نہیں مل سکا۔ مؤرخین کہتے ہیں کہ جعفر مسلسل روزے رکھتا تھا اور افطار کے لئے اکثر روٹی' سرکہ اور زیتون کا تیل استعمال کرتا تھا۔ جعفر نے لہو ولعب' گانے بجانے اور بے حیائی کے تمام کاموں پر پابندی لگا دی تھی' جعفر نے حاکموں کو ظلم و ستم سے روکا' نیز جعفر عدالت میں خود بھی بیٹھتا تھا۔

ایک حکایت حافظ ابوبکر محمد بن حسین بن عبداللہ بغدادی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ابوالفضل صالح بن علی بن یعقوب بن منظور ہاشمی (یہ بنوہاشم کے شرفاء اور خلفاء میں سے ہیں) کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ جعفر مہتدی کے دربار میں بیٹھا ہوا تھا اور جعفر مہتدی دربار عام میں بیٹھ کر لوگوں کے معاملات پر سوچ و بچار کر رہے تھے۔ اس دوران قصص بھی سنائے جاتے تھے' پھر وہ اس میں دستخط کر کے اپنے ساتھیوں کو قلم بند کرنے کا حکم دیتے۔ مجھے ان کا یہ عمل بڑا پسند آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے ان کی طرف دیکھنا شروع کیا تو وہ سمجھ گئے اور وہ خود میری طرف دیکھنے لگے تو میں نے اپنی نظریں جھکالیں۔ اسی طرح کئی بار ایسا ہوتا رہا۔ چنانچہ جب وہ مجھے دیکھتے تو میں نگاہیں جھکا لیتا اور جب وہ کام میں مصروف ہو جاتے تو میں پھر ان کی طرف دیکھنے لگتا۔ اچانک انہوں نے تھوڑی دیر کے بعد کہا اے صالح! میں نے کہا جناب والا بندہ حاضر ہے۔ یہ کہہ کر میں فوراً کھڑا ہوگیا۔ انہوں نے مجھ سے دریافت

کیا کہ کیا میرے متعلق تمہارا کوئی کام تو نہیں یا تم مجھے کچھ کہنا تو نہیں چاہتے؟ میں نے عرض کیا' جی ہاں حضور میں کچھ گزارشات کرنا چاہتا ہوں ۔ انہوں نے فرمایا پھر اپنی جگہ واپس جاؤ' چنانچہ میں اپنی جگہ آ گیا' بالآخر وہ پھر مجھے دیکھنے لگے' یہاں تک کہ کھڑے ہو گئے' انہوں نے دربان سے کہا کہ صالح تو ابھی یہی ٹھہریں گے اتنے میں تمام لوگ اٹھ کر چلے گئے تو پھر انہوں نے مجھے اجازت دی' چنانچہ میں نے سوچا کہ کھڑا ہو جاؤں۔ پھر میں کھڑا ہو گیا' میں نے انہیں دعائیں دیں' انہوں نے فرمایا بیٹھ جاؤ' چنانچہ میں بیٹھ گیا۔ پھر مجھے مخاطب کر کے فرمایا صالح جو تم کہنا چاہتے ہو کہو یا جو تمہارے دل میں ہے وہ میں کہہ دوں؟ میں نے عرض کیا اے امیر المومنین! آپ نے جس کا ارادہ فرمایا ہے وہ آپ فرمائیں تعمیل کی جائے گی۔ (اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ تادیر قائم رکھے)۔امیر المومنین نے فرمایا کہ میرا خیال تمہارے موافق ہے اور جو باتیں تم نے ہم میں پائی ہیں وہ پسند آئی ہیں۔ پھر میں نے عرض کیا جناب والا! وہ کون سا خلیفہ ہے جس نے قرآن مجید کو مخلوق نہ کہا ہو۔ یہ کہہ کر میں نے محسوس کیا کہ گویا میں نے کوئی بڑی بات کہہ دی ہے' چنانچہ میں نے یہ بھی سوچا کہ صرف ایک مرتبہ تو مرنا ہے' وقت مقررہ سے پہلے کسی کو موت نہیں آتی اور نہ جھوٹ' مذاق و سنجیدگی' دونوں حالتوں میں برداشت کیا جاسکتا ہے۔ میں نے مزید کہا کہ میرے دل میں جو بھی آیا وہ میں نے کہہ دیا ہے۔امیر المومنین نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد فرمایا جو میں کہتا ہوں وہ سنو اور یہ بات یاد رکھو کہ تم حق بات ہی سنو گے۔ امیر المومنین کی اس بات سے میرا غم کافور (دور) ہو گیا۔ میں نے عرض کیا جناب والا: آپ سے زیادہ حق بات کہنے کا کون حق دار ہے۔ آپ تو روئے زمین میں اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں۔آپ تو اولین و آخرین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں۔ امیر المومنین نے فرمایا کہ میں ہارون الواثق کی مخالفت کے آغاز ہی سے قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل رہا ہوں۔ یہاں تک کہ ہمارے ''ادنہ'' شام کے علاقے سے شیخ احمد بن ابی داؤد تشریف لائے۔ چنانچہ کچھ ایام کے بعد ہارون الواثق کے دربار میں حسین و جمیل' متوسط القامت' پرکشش بوڑھے کو بیڑیوں میں جکڑ کر حاضر کیا گیا۔ چنانچہ میں نے اس وقت واثق کو دیکھا کہ وہ اس سے شرما کر رحمت و الفت کا معاملہ کرنے لگا اور اسے بلا کر اپنے قریب بٹھا لیا۔ بوڑھے نے مختصر الفاظ میں دعائیہ کلمات کہے۔ پھر ہارون الواثق نے بوڑھے کو احمد بن ابی داؤد سے مناظرہ کرنے کا حکم دیا اور کہا کہ جس موضوع پر احمد بن ابی داؤد بحث کرنا چاہیں تم ان کا تسلی بخش جواب دو۔ شیخ نے جواب دیا کہ امیر المومنین احمد بن ابی داؤد میں میرے ساتھ مناظرے کی ہمت نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ کم علم اور کمزور ہے۔ یہ سن کر ہارون الواثق کو غصہ آ گیا اور اس کی الفت و محبت اشتعال سے بدل گئی۔ چنانچہ احمد بن ابی داؤد نے شیخ سے کہا کہ میں آپ سے مناظرہ نہیں کر پاؤں گا کیا میں آپ سے کم علم اور کمزور ہوں؟ شیخ نے کہا امیر المومنین آپ کوئی پرواہ نہ کریں' آپ مجھے ان سے مناظرہ کی اجازت دے دیں۔ ہارون الواثق نے شیخ سے کہا کہ میں نے آپ کو مناظرہ کے سوا کسی اور مقصد کے لئے نہیں بلایا۔ شیخ نے کہا اے احمد بن ابی داؤد تم مجھے اور لوگوں کو کب تک اس عقیدے کی تبلیغ کرتے رہو گے؟ احمد بن ابی داؤد نے کہا کہ اس وقت تک جب تک آپ قرآن کے مخلوق ہونے کا اقرار نہ کر لیں۔ اس لئے کہ بات بالکل واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دنیا کی ہر چیز پیدا کی گئی ہے' قرآن بھی اسی جنس میں داخل ہے' اس لئے مخلوق ہے۔ شیخ نے کہا کہ جناب والا اے امیر المومنین آپ ہم دونوں کی بحث پر غور کریں اور دلائل کو نوٹ فرماتے رہیں۔ شیخ نے احمد بن ابی داؤد کی طرف مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ اے احمد قرآن کے مخلوق

ہونے کے متعلق جو تمہارا عقیدہ ہے یہ یا تو دین کی ضروریات میں سے ہے یا نہیں۔ اس لحاظ سے کہ اس کے بغیر دین ہی نامکمل ہو احمد نے جواب دیا ہاں اس عقیدے کے بغیر دین نامکمل ہے۔ شیخ نے کہا کہ اے احمد جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی تبلیغ شروع کی' کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی کوئی بات چھپائی ہے۔ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دین کی تبلیغ پر مامور فرمایا تھا۔ احمد نے جواب دیا نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی تبلیغ کے سلسلے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بات خفیہ رکھی۔ شیخ نے کہا تو کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عقیدے کی دعوت دی ہے یہ سن کر احمد بن ابی داؤد خاموش ہو گیا۔ شیخ نے کہا احمد جواب کیوں نہیں دیتے۔ اس کے باوجود بھی احمد خاموش رہا' چنانچہ اس کے بعد شیخ نے خلیفہ ہارون الواثق کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ امیر المومنین یہ میری پہلی دلیل ہوگئی۔ خلیفہ نے کہا کہ ہاں یہ تمہاری پہلی دلیل ہوگئی۔ چنانچہ شیخ نے کہا اے احمد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے آخری آیت کونسی نازل ہوئی ہے؟ احمد نے جواب دیا کہ آخری نازل ہونے والی آیت یہ ہے "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْناً" (آج ہم نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بطور مذہب پسند کر لیا۔ المائدہ)

شیخ نے کہا کہ احمد یہ بتاؤ کیا اللہ تعالیٰ دین کے مکمل کرنے کے متعلق سچے ہیں یا تم (جو دین کے ناقص ہونے کا دعویٰ کرتے ہو) سچے ہو۔ لہٰذا اگر تم سچے ہوئے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب تک تمہارے عقیدے کے مطابق قرآن مجید کو مخلوق تسلیم نہ کیا جائے' دین مکمل نہیں ہو سکتا۔ یہ سن کر احمد بن ابی داؤد خاموش ہو گیا۔ شیخ نے کہا اے امیر المومنین اب میری دو دلیلیں ہو گئیں۔ خلیفہ ہارون الواثق نے جواب دیا ہاں آپ کی دو دلیلیں ہو گئیں۔ پھر شیخ نے کہا اے احمد قرآن کے مخلوق ہونے کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا یا نہیں۔ احمد نے کہا ہاں اس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا۔ شیخ نے کہا کہ تو کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دعوت لوگوں کو دی یا نہیں؟ یہ سن کر احمد بن ابی داؤد خاموش ہو گیا۔

شیخ نے کہا اے امیر المومنین اب میری تین دلیلیں ہو گئیں۔ خلیفہ ہارون الواثق نے کہا ہاں تمہاری تین دلیلیں ہو گئیں۔ شیخ نے پھر کہا اے احمد تمہارے اس قول کے مطابق کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کے مخلوق ہونے کے بارے میں علم تھا تو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ مناسب تھا کہ انہیں ایک چیز کا علم ہو اور وہ امت کو اس کی دعوت نہ دیں۔ اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اس کی دعوت نہیں دی۔ احمد بن ابی داؤد نے کہا ہاں یہ بات درست ہے۔ پھر شیخ نے کہا کیا سیدنا ابوبکر صدیق ؓ' سیدنا عمر فاروق ؓ' سیدنا عثمان ؓ بن عفان ؓ' سیدنا علی ؓ خلفاء اربعہ کے لئے یہ گنجائش تھی لیکن اس کے باوجود ان لوگوں نے بھی امت کو اس عقیدہ پر آمادہ نہیں کیا۔ احمد نے کہا ہاں' اتنی باتیں کر کے شیخ نے احمد بن ابی داؤد کی طرف سے رخ پھیر لیا اور خلیفہ ہارون الواثق کی طرف متوجہ ہو کر کہا جناب والا آپ سے بندہ نے پہلے ہی عرض کیا تھا کہ احمد بن ابی داؤد مجھ سے مناظرہ کی ہمت نہیں رکھتا۔ اس لئے کہ وہ کم علم اور کمزور ہے۔

اے امیر المومنین اگر آپ میں لوگوں کو اس عقیدے سے باز رکھنے کی ہمت نہیں جس کی گنجائش نہ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

دی ہے اور نہ خلفائے اربعہ نے دی ہے تو یاد رکھئے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز طاقت نہ دے جن کو اس عقیدے سے روکنے کی طاقت نہیں ہے۔ جس عقیدے کی شریعت نے اجازت و گنجائش نہیں دی۔ چنانچہ ہارون الواثق نے کہا اگر ہم میں سے کسی کو اس عقیدے سے روکنے کی قوت نہیں ہے جس کی گنجائش نہ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی اور نہ ہی خلفاء اربعہ نے تو اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس کی گنجائش فراہم نہ کرے۔ اس کے بعد ہارون الواثق نے شیخ کی بیڑیوں کو کھولنے کا حکم دیا۔ جب شیخ کی بیڑیاں کھول دی گئیں تو شیخ بیڑی کو ہاتھ سے اٹھانے کے لئے جھکے تو لوہار نے پکڑ لیا۔ چنانچہ ہارون الواثق نے یہ حالت دیکھ کر کہا کہ شیخ کو مت پکڑو انہیں بیڑیاں لے لینے دو۔ چنانچہ شیخ نے بیڑیاں اٹھا کر آستین میں رکھ لیں' چنانچہ شیخ سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو شیخ نے فرمایا کہ میرا یہ ارادہ تھا کہ میں بیڑیاں لے کر یہ وصیت کروں گا کہ میری موت کے بعد ان بیڑیوں کو میرے کفن میں رکھ دیا جائے تاکہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور ان بیڑیوں کو لے کر اس ظالم سے مقدمہ لڑوں گا اور اپنے پروردگار سے یہ کہوں گا کہ آپ اپنے اس بندے سے یہ پوچھئے کہ اس نے مجھے بیڑیاں ڈال کر کیوں قید کیا تھا اور اس نے میرے گھر والوں' بچوں' اور بھائیوں کو خوفزدہ کیوں کیا تھا۔ یہ کہتے ہی شیخ رو پڑے اور ہارون واثق کی آنکھوں سے بھی آنسو نکل آئے۔ ابو صالح ہاشمی کہتے ہیں کہ یہ کیفیت دیکھ کر میں بھی رو پڑا۔ چنانچہ اس کے بعد ہارون الواثق نے شیخ سے کہا کہ آپ کو اس سلسلہ میں جو بھی اذیت پہنچی ہے آپ انہیں معاف فرما دیں۔ شیخ نے جواب دیا خدا کی قسم اے واثق! میں نے تو محض نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے آپ کی نسبت ہونے کی بنا پر آپ کو پہلے دن ہی معاف کر دیا تھا۔ واثق نے کہا شیخ مجھے آپ سے ایک کام ہے۔ شیخ نے کہا اگر وہ کام عمل کے قابل ہوگا تو میں ضرور اس پر عمل کروں گا۔ ہارون الواثق نے کہا شیخ اگر آپ ہمارے سامنے کھڑے ہو جائیں تو ہمارے نوجوان آپ سے استفادہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ شیخ نے کہا اے امیر المومنین! اگر آپ مجھے اسی جگہ واپس بھیج دیں جہاں سے اس ظالم نے مجھے نکالا ہے تو میرے لئے یہ آپ کے سامنے کھڑا ہونے سے زیادہ اچھا ہے۔ لہٰذا اس وقت میں اپنے گھر والوں کے پاس جانا چاہتا ہوں تاکہ میں انہیں آپ پر بددعا کرنے سے منع کر دوں کیونکہ میں نے انہیں بددعا کرنے کا حکم دیا تھا۔

خلیفہ ہارون الواثق نے کہا: شیخ کیا آپ اپنی ضروریات کیلئے ہماری طرف سے کسی قسم کا ہدیہ قبول فرمائیں گے۔ شیخ نے کہا کہ اے میر المومنین میں اپنے لئے ہدیہ لینا پسند نہیں کرتا کیونکہ میں خود امیر آدمی ہوں مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ خلیفہ ہارون الواثق نے کہا اس کے علاوہ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے بتلائیں۔ شیخ نے کہا کیا آپ اس ضرورت کو پورا کر دیں گے۔ ہارون الواثق نے کہا جی ہاں۔

شیخ نے کہا بس آپ مجھے اس وقت گھر جانے کی اجازت دیجئے بس یہی ضرورت ہے۔ چنانچہ واثق نے شیخ کو جانے کی اجازت دے دی۔ شیخ خلیفہ الواثق کو سلام کر کے رخصت ہو گئے۔

صالح کہتے ہیں کہ مہتدی باللہ کہتے ہیں کہ بس میں اس دن سے قرآن کے مخلوق ہونے کے عقیدہ سے تائب ہو گیا اور میری یہی رائے ہے کہ خلیفہ الواثق نے بھی اسی وقت سے توبہ کر لی تھی۔ علامہ دمیریؒ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ دوسرے انداز میں دیگر کتابوں میں بھی مذکور ہے۔ اسی لئے اس واقعہ میں کچھ تغیر و تبدل بھی ہے اس لئے یہ واقعہ مختلف انداز سے مروی ہے۔ چنانچہ اس سے قبل بھی ہارون الواثق کے حالات میں خلق قرآن کے عقیدے سے تائب ہونے کا ذکر گزر چکا ہے۔ (واللہ اعلم)

خلافت ابوالقاسم احمد معتمد علی اللہ بن المتوکل

جعفر مہتدی کے بعد ان کے چچازاد بھائی احمد معتمد علی اللہ مسند خلافت پر فائز ہوئے۔ جعفر مہتدی سے بیعت ''سرمن رائے میں'' اس دن لی گئی جس دن ان کے چچازاد بھائی جعفر مہتدی کو قتل کر دیا گیا تھا۔ اس لئے کہ ان ہی کو ولی عہد نامزد کر دیا گیا تھا۔ لیکن یہ برائے نام ولی عہد تھے کیونکہ ان کے بھائی موفق بن متوکل کو ان کا وزیر بنا کر مملکت کے امور پر سپرد کر دیئے گئے لیکن جس وقت موفق کا انتقال ہو گیا تو پھر موفق کے بیٹے اور معتقد بن موفق کو مشیر کار بنا کر مملکت کے امور سپرد کر دیئے گئے۔ نیز احمد معتقد اپنے چچا معتمد کی بہ نسبت کمزور و مغلوب حکمران تھے جس طرح کہ احمد معتضد کے والد محترم کا معتمد پر غلبہ تھا۔ چنانچہ معتمد اگر کسی حقیر چیز کا مطالبہ کرتے تو انہیں وہ بھی نہیں مل سکتی تھی۔ گویا احمد معتمد برائے نام خلیفہ تھا۔ شاعر نے اسی کے متعلق اشعار کہے ہیں ۔

الیس من العجائب ان مثلی　　　　یری ماقل ممتنعا علیه

''کیا یہ عجیب و غریب بات نہیں ہے کہ مجھ جیسے آدمی کیلئے حقیر چیز کا حصول بھی ناممکن ہے''

وتوخذ باسمه الدنیا جمیعاً　　　　وما من ذاک شیء فی یدیه

''جبکہ ساری دنیا انہی کی ذات سے منسوب ہے لیکن ان کے ہاتھ میں کوئی چیز بھی نہیں ہے''

بعض مورخین کہتے ہیں کہ احمد معتمد نے ایک دن دریا کے کنارے اتنی زیادہ شراب پی لی تھی کہ اس کی وجہ سے اس کے ہوش و حواس قائم نہ رہے۔ چنانچہ اسی حالت میں اس کا انتقال ہو گیا۔

بعض مورخین نے یہ بھی کہا ہے کہ احمد معتمد کسی غم میں مبتلا ہونے کی وجہ سے بستر پر ہی فوت ہو گیا تھا۔

بعض مورخین نے یہ کہا ہے کہ احمد معتمد کو گوشت میں زہر ملا کر کھلایا گیا تھا اس وجہ سے ان کی موت واقع ہوگئی۔ احمد معتمد کی وفات کا واقعہ شوال ۲۷۹ھ میں پیش آیا۔ احمد معتمد نے کل ۵۰ سال کی عمر پائی۔ نیز احمد معتمد کی مدت خلافت ۲۳ سال ہے۔ احمد معتمد کا انتقال غالباً بغداد میں ہوا۔

احمد معتمد کے شمائل احمد معتمد گندم گوں، درمیانہ قد اور نرم مزاج تھا۔ اس کی آنکھیں پرکشش، چہرہ گول اور ڈاڑھی چھوٹی تھی۔ احمد معتمد پر جلد ہی بڑھاپے کا غلبہ ہو گیا تھا۔ احمد معتمد لہو ولعب کا شوقین تھا۔ چنانچہ نشہ کی حالت میں یہ اپنے ہاتھوں کو دانتوں سے کاٹتا تھا۔

خلافت ابوالعباس احمد معتضد باللہ بن موفق

احمد معتضد سے اس دن بیعت لی گئی جس دن ان کے چچا معتمد کا انتقال ہو گیا۔ چنانچہ ان کی حکومت مستحکم ہوگئی۔ معتضد دلیر، عادل، بارعب، متشدد، مدبر، چالاک، ذی رائے اور جاہ و جلال کا بادشاہ تھا (عنقریب ان کے مختصر حالات آجائیں گے) معتضد جماع کا عادی تھا جو اس کی موت کا باعث بن گیا تھا۔ معتضد عادل اور اثر و رسوخ رکھنے والا حکمران تھا۔ اس بارے میں اس کے بہت سے قصے بھی مشہور ہیں۔

وفات معتضد کی وفات ۲۳ ربیع الثانی ۲۹۰ھ میں ہوئی۔ معتضد نے ۴۲ سال کی عمر پائی۔ بعض اہل علم نے معتضد کی عمر ۴۰ سال بتائی ہے۔

مدت خلافت معتضد کی مدت خلافت ۹ سال ۹ ماہ ہے۔ بعض اہل علم نے معتضد کی مدت خلافت ۱۰ سال ذکر کی ہے۔ معتضد گندم گوں اور معتدل شکل وصورت رکھنے والے حکمران تھے۔

خلافت ابوعلی مکتفی باللہ بن المعتضد معتضد کے بعد ان کے بیٹے ''علی ابومحمد المکتفی باللہ بن المعتضد بن الموفق بن المتوکل بن المعتصم'' مسند خلافت پر فائز ہوئے۔ مکتفی باللہ سے اس دن بیعت لی گئی جس دن ان کے والد محترم معتضد کا انتقال ہوگیا تھا۔ مکتفی باللہ کا انتقال ۲۹۳ھ کو بغداد میں ہوا۔ نیز انہوں نے کل ۳۴ سال کی عمر پائی۔ بعض اہل علم نے مکتفی کی عمر ۳۰ سال بتائی ہے۔ مکتفی باللہ کی مدت خلافت دوسال ۸ ماہ ہے۔ مورخین نے تاریخ وفات، مدت خلافت اور عمر کے متعلق یہی قول اختیار کیا ہے۔ امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ مکتفی باللہ کی وفات ماہ ذیقعدہ ۲۹۹ھ میں ہوئی۔ نیز انہوں نے ۳۱ سال عمر پائی اور چھ سال مسند خلافت پر فائز رہے۔

مکتفی باللہ کے شمائل مکتفی باللہ حسین وجمیل، درمیانہ قد، کالے بال، اچھے عقیدے کا مالک اور خونریزی کو ناپسند کرنے والا بادشاہ تھا۔ مکتفی باللہ کیلئے ان کے والد محترم معتضد نے حالات کو آسان کردیا تھا۔ مکتفی حضرت علیؓ سے بے حد محبت کرتا تھا۔ نیز اپنی اولاد کا محسن تھا۔

کہا جاتا ہے کہ شاعر یحییٰ بن علی نے ''مقام رقہ'' میں ایک قصیدہ لکھا جس میں حضرت علیؓ کی اولاد کے مقابل بنوعباس کی فضیلت کا ذکر کیا گیا تھا۔ چنانچہ یہ منظوم کلام سنتے ہی مکتفی باللہ نے اس کے پڑھنے پر پابندی لگادی اور کہا کہ تم گویا حضرت علیؓ کی اولاد کی ہجو کرتے ہو۔ کیا وہ ہمارے چچا کے خاندان سے رشتہ دار نہیں ہیں۔ لہٰذا مجھے اپنے رشتہ داروں کے متعلق تنقیص ناپسند ہے۔ حضرت علیؓ کی اولاد میں اگرچہ بہت سے لوگوں نے خلافت نشینی کی ہے لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ تم حضرت علیؓ کی اولاد کی ہجو کرو اس لئے کہ اگرچہ وہ ہمارے چچا کے خاندان کی نسبت سے رشتہ دار بھی ہیں لیکن میں ان کی برائی سننا پسند نہیں کرتا۔ چنانچہ نہ قصیدہ پڑھا گیا اور نہ سنا گیا۔

خلافت ابوالفضل جعفر مقتدر باللہ

یہ چھٹے خلیفہ ہوئے ہیں اور انہیں دومرتبہ مسند خلافت سے معزول کیا گیا ہے۔ مکتفی باللہ کے بعد ان کے بھائی ابوالفضل جعفر مقتدر بن معتضد مسند خلافت پر فائز ہوئے۔ ابوالفضل جعفر سے بغداد میں بیعت اس دن لی گئی جس دن ان کے بھائی کا انتقال ہوا۔ بیعت کے وقت ابوالفضل جعفر کی عمر ۱۳ سال ۴۰ دن تھی۔ اتنی چھوٹی عمر کا اب تک کوئی خلیفہ نہیں بنایا گیا اور نہ ہی ان کے بعد اتنی تھوڑی عمر میں خلیفہ چنا گیا۔ مقتدر باللہ بعد میں کمزور ہوگیا۔ یہاں تک کہ اسی کے دور حکومت میں اس کی سلطنت کمزور ہوگئی۔ صاحب النشوان نے کہا ہے کہ معتضد کا غلام صافی کہتا ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ معتضد دارالحرم تشریف لے جارہے تھے میں بھی ان کے ہمراہ تھا۔ چنانچہ جب یہ مقتدر کے مکان کے دروازے کے پاس پہنچے تو اچانک کھڑے ہوکر کچھ سننے لگے اور پردوں کے کناروں

سے کچھ دیکھنے لگے۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب مقتدر باللہ کی مدت خلافت پانچ سال ہوچکی تھی۔ چنانچہ معتضد نے دیکھا کہ مقتدر مکان کے اندر بیٹھا ہوا ہے اور اس کے آس پاس اس کے ہم عمر دس نوکرانیاں بھی موجود ہیں۔ نیز چاندی کی بڑی پلیٹ میں انگور کے خوشے رکھے تھے۔ حالانکہ اس دور میں انگور نایاب ہوتے تھے۔ خود مقتدر انگور کا ایک خوشہ کھاتا ہے اور نوکرانیوں کو بھی ایک ایک انگور کھلا رہا ہے۔ اس طرح سے انگور کھانے کی محفل جمی ہوئی تھی۔ پھر جب دوبارہ مقتدر کی باری آتی تو خود تنہا ان سب کے حصے کے برابر انگور کھاتا۔ یہاں تک کہ انگور کا خوشہ ختم ہوگیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر معتضد غصہ سے سرخ ہوگیا۔ چنانچہ وہ فوراً گھر میں داخل ہوئے بغیر واپس ہوگیا۔ صافی غلام کہتا ہے کہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ معتضد پریشان ہورہے ہیں۔ میں نے فوراً عرض کی کہ جناب والا آپ نے یہ ساری کیفیت دیکھی۔ اس کے کیا اسباب ہیں؟ معتضد نے جواب دیا خدا کی قسم! اگر مجھے عار محسوس نہ ہوتی اور جہنم کا خوف نہ ہوتا تو میں آج اس بچے (مقتدر) کو موت کے گھاٹ اتار دیتا۔ اس لئے کہ مجھے مقتدر کے قتل میں امت کی کامیابی نظر آتی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ جناب والا! آخر اس بچے نے کیا جرم کیا ہے یا آپ کو اس کی کون سی بات ناگوار گزری ہے۔ معتضد نے جواب دیا کہ دیکھو میں جو بھی کہتا ہوں تجربہ کی بنیاد پر کہتا ہوں۔ میرا تو خیال یہ ہے کہ میں نے تمام معاملات میں سدھار پیدا کردیا ہے اور دنیا کو شر و فساد سے پاک کردیا ہے اس لئے اب میں مرجاؤں گا۔ لہٰذا مجھے ڈر ہے کہ لوگوں کو میرے بیٹے مکتفی کے علاوہ اور کوئی بھی خلافت کیلئے بہتر نہیں مل سکتا اور نہ عوام اس کے علاوہ کسی اور کو منتخب کرسکتے ہیں۔ چنانچہ عوام جلد ہی میرے بیٹے کو مسند خلافت پر فائز کردیں گے لیکن مجھے مکتفی کے تادیر زندہ رہنے کی امید نہیں ہے اس لئے کہ اسے کنٹھ مالا کی شکایت ہے۔ لہٰذا یہ جلد ہی فوت ہوجائے گا۔ چنانچہ مکتفی کی موت کے بعد لوگ جلد ہی مقتدر کو کم عمری میں ہی مسند خلافت پر فائز کردیں گے۔ حالانکہ مقتدر فطری طور پر سخاوت کرنے والا ہے۔ چنانچہ میرا یہ مشاہدہ ہے کہ جتنا اس نے خود تنہا کھایا ہے اتنا ہی اس نے تمام لونڈیوں کو کھلایا ہے حالانکہ آج کل انگور نایاب ہیں اور بچوں کی طبیعتوں میں حرص و لالچ کا غلبہ ہوتا ہے۔ چنانچہ مقتدر کی کم عمری کی بناء پر اس کے پاس عورتوں کے ہجوم کی کثرت ہوگی۔ نیز مقتدر تمام جمع شدہ مال کو لٹا دے گا جس طرح کہ اس نے انگور کو بانٹ دیا ہے۔ اسی طرح سے یہ بیت المال کا صفایا کردے گا۔ چنانچہ اس کے نتائج یہ ظاہر ہوں گے کہ سرحدیں کمزور ہوجائیں گی، معاملات میں اضافہ ہوجائے گا۔ مقدمات بھاری ہوجائیں گے۔ لوگ بیعت سے کترانے لگیں گے۔ نیز ایک جم غفیر خروج پر آمادہ ہوجائے گا یہاں تک کہ وہ تمام اسباب پیدا ہوجائیں گے جس سے بنوعباس کی خلافت کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔ میں نے کہا جناب والا! اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں اضافہ فرمائے۔ مقتدر آپ ہی کی زیرنگرانی تربیت حاصل کرے۔ آپ ہی کی زندگی میں زندگی گزارے اور آپ ہی کے حسن و اخلاق میں ڈھل جائے۔ خدا کرے کہ جو آپ کے ذہن میں باتیں آئی ہیں ویسا نہ ہو۔ معتضد نے کہا (صافی) تمہارا برا ہو۔ یاد رکھنا جو میں نے کہا ہے وہی ہوگا۔ صافی کہتا ہے کہ میں ایک مرتبہ مقتدر کے سرہانے کافی دیر کھڑا رہا۔ وہ عیش و عشرت اور لہو ولعب میں مشغول تھا۔ اس نے اچانک مال و دولت حاضر کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ بیت المال سے تھیلی لائی گئی۔ مقتدر نے وہ رقم باندیوں پر لٹادی اور ان کے ساتھ کھیلنے میں مصروف ہوگیا۔ مجھے فوراً معتضد کا خیال آیا۔ چنانچہ مقتدر کی یہ کیفیت دیکھ کر تمام فوجی اس پر جھپٹ پڑے اور اسے پکڑ کر قتل کردیا۔ چنانچہ اس کے بعد تمام لوگ عبداللہ بن معتز کی خدمت میں آئے اور ان سے بیعت ہوگئے۔

خلافت عبداللہ بن عبدالمعتز المرتضٰی باللہ

عبداللہ بن عبدالمعتز سے اس دن بیعت لی گئی جس دن مقتدر کو معزول کر دیا گیا۔ چنانچہ بیعت ان شرائط پر ہوئی کہ اب نہ تو جنگ کی جائے گی اور نہ خونریزی ہوگی۔ چنانچہ بیعت کے بعد مقتدر کے پاس یہ لکھ کر ہدایت کر دی گئی کہ وہ اپنی والدہ اور لونڈیوں کے ہمراہ ابن طاہر کی منزل میں سکونت اختیار کریں۔ اسی کے ساتھ حسن بن حمدان اور کوتوال ابن عمرویہ کو یہ تاکید کی گئی کہ یہ دونوں مقتدر کے گھر کے محافظ بن کر رہیں۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ ان کے پیچھے دو غلام لگ گئے جو پتھروں کی بارش کرنے لگے۔ پھر دونوں فریقوں میں زبردست لڑائی ہوگئی۔ بالآخر مقتدر کے ساتھی غالب آ گئے اور دونوں غلام شکست کھا کر واپس ہوئے۔ نیز مرتضٰی باللہ کو بھی شکست ہوئی اور اس کے ساتھی منتشر ہو گئے۔ مرتضٰی باللہ، ابن جصاص کے گھر میں جا کر چھپ گیا۔ چنانچہ مرتضٰی باللہ چوبیس گھنٹوں سے زیادہ مسند خلافت پر فائز نہ رہ سکے۔ اسی لئے مورخین ان ایام میں کسی کی بھی خلافت تسلیم نہیں کرتے۔ کچھ دنوں کے بعد مقتدر باللہ کو پھر قوت ملی اور انہیں مرتضٰی باللہ پر غلبہ حاصل ہو گیا۔ نیز مقتدر باللہ نے مرتضٰی باللہ کا گلا گھونٹ کر قتل کر ڈالا اور لوگوں کو یہ بتایا کہ مرتضٰی کا انتقال طبعی موت سے ہوا ہے۔ پھر مرتضٰی کو دارالخلافت سے نکال کر اس کے گھر کے سامنے ویران جگہ میں دفن کر دیا۔ مرتضٰی باللہ کی عمر اس وقت تقریباً ۵۰ سال تھی۔

ابن خلکان کہتے ہیں کہ مرتضٰی باللہ بہترین شاعر، فصیح زبان اور شگفتہ بیان تھے۔ نیز اہل علم اور ادیبوں سے تعلق رکھتے تھے۔ بہترین تشبیہات پر قادر تھے۔ چنانچہ ان سے کوئی بھی آگے نہ بڑھ سکا۔ پھر اس کے بعد ایک جماعت (جنہوں نے مقتدر کو معزول کرنے میں کردار ادا کیا تھا) نے مرتضٰی باللہ کے ساتھ باہمی تعاون کیا۔ نیز مرتضٰی باللہ سے بیعت ہو گئے۔ چنانچہ مرتضٰی باللہ چوبیس گھنٹے بھی خلافت پر نہیں رہ سکے تھے کہ مقتدر باللہ کے ساتھیوں نے سازشیں شروع کر دیں۔ مرتضٰی باللہ کے ساتھیوں سے جنگ ہوگئی۔ بالآخر مرتضٰی کے ساتھی بھاگ گئے اور مرتضٰی کہیں چھپ گیا حتیٰ کہ اسے رات میں گرفتار کر لیا گیا۔ چنانچہ جب مرتضٰی کو گرفتار کر کے مقتدر کے دربار میں پیش کیا گیا تو اس نے مرتضٰی کو برف میں ننگا لٹکا دینے کا حکم صادر کیا۔ چنانچہ مرتضٰی برابر برف میں پڑا رہا۔ اس دوران مقتدر شراب نوشی میں مدہوش تھا۔ یہاں تک کہ مرتضٰی کی موت واقع ہوگئی۔ یہ واقعہ تقریباً ماہ ربیع الاول ۲۹۶ھ کو رونما ہوا۔ اسی لئے مرتضٰی کو خلیفہ شمار نہیں کیا جاتا کیونکہ یہ حکومت کو ایک دن بھی نہیں سنبھال پایا اور نہ کسی قسم کا کنٹرول کر سکا۔ اس کے بعد مقتدر باللہ کی حکومت مضبوط ہوگئی اور کچھ دنوں کے بعد مونس خادم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ مقتدر اس کے خلاف سازش کر کے گرفتار کرانا چاہتا ہے حالانکہ مونس اس دوران فوج کے اگلے دستہ کی کمان کرتا تھا۔ مقتدر نے اس سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ میرے ذہن میں اس قسم کی کوئی سازش نہیں ہے۔ مونس سے اس بات کو چھپانے کی کوشش کی لیکن اس کی کوشش کامیاب نہیں ہو سکی اور آخرکار یہ خبر لوگوں میں پھیل گئی۔ اس کے رعایا اور بعض غلاموں میں دشمنی پیدا ہوگئی۔ لوگوں نے یہ سمجھا کہ یہ سب کچھ مقتدر باللہ کے حکم پر ہو رہا ہے۔ چنانچہ مونس نے ۱۴ ہزار گھوڑ سواروں کے ہمراہ دارالخلافت پر اچانک حملہ کر دیا اور مقتدر کے پاس جا کر اس کو اور اس کی ماں سیدہ کو گرفتار کر کے اپنے محل میں لے آیا۔ اس دوران فوجوں نے دارالخلافت کو لوٹ لیا۔ مقتدر نے جب یہ حالات دیکھے تو مسند خلافت سے اپنی معزولی کا اعلان کر دیا

اور معزول ہونے کی تحریر سارے ملک میں بھیج دی۔ مقتدر کے معزول ہونے کے بعد جب دوسرے دن کا سورج طلوع ہوا تو فوجیوں نے فساد برپا کر دیا۔ چنانچہ کوتوال کو قتل کر دیا اور وزیر ابن مقلۃ فرار ہو گیا نیز دربان بھی بھاگ گئے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد مقتدر باللہ واپس آیا اور مسند خلافت پر براجمان ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے بھائی قاہر باللہ کو بلایا اور اپنے سامنے بٹھا کر اس کی پیشانی کو بوسہ دیا اور کہا کہ اے میرے بھائی اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں۔ قاہر نے جواب دیا امیر المومنین میں اپنے متعلق اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں۔ چنانچہ مقتدر باللہ نے کہا خدا کی قسم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق کی قسم میں نے کبھی بھی آپ کے خلاف تخریبی کارروائی نہیں کی۔ پھر معلوم ہوا کہ وزیر ابن مقلہ بھی واپس آ گیا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد دوبارہ مقتدر باللہ کی خلافت کے متعلق سارے ملک میں احکام بھیج دیئے گئے لیکن تقدیر کا کرنا ایسا ہوا کہ مقتدر باللہ اور اس کے غلام مونس کے درمیان پھر جنگ چھڑ گئی۔ چنانچہ مقتدر اچانک نہر سکران میں کود پڑا۔ لہٰذا بربری قوم نے موقع پا کر اس کو گھیر لیا اور بالآخر ایک بربری نے مقتدر کو قتل کر دیا۔ نیز مقتدر کا سر کاٹ کر اس کے کپڑے اتار لئے۔ پھر سارے بربری مونس کے پاس آ گئے۔ اسی دوران قبیلہ اکراد کا ایک آدمی گزر رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ مقتدر کی لاش برہنہ ہے تو اس نے گھاس پھوس سے ڈھک کر اسے زمین میں اس طرح دفن کر دیا کہ اس کی قبر کے نشانات بھی ظاہر نہیں ہو رہے تھے۔ مقتدر باللہ کے قتل کا واقعہ ۲۷ شوال بروز بدھ ۳۱۶ھ میں پیش آیا۔ مقتدر باللہ کی عمر کل ۳۸ سال ہوئی۔ نیز اس کی مدت خلافت ۲۴ سال ۱۱ ماہ تھی۔ مقتدر باللہ کو اس کے دور خلافت میں دو مرتبہ مسند خلافت سے معزول کیا گیا اور پھر اسے آخر میں قتل کر دیا گیا۔ امام ذہبیؒ کہتے ہیں کہ مقتدر کی مدت خلافت ۲۵ سال ہے اور ان کی عمر ۳۸ سال تھی۔ مقتدر فضول خرچ، کم عقل اور ناقص رائے رکھنے والا حکمران تھا۔ اس نے اپنی ایک کنیز کو اچھی قسم کا قیمتی موتی بطور انعام دیا تھا جس کا وزن تقریباً ۳ مثقال تھا یا اتنی قیمت کا موتی تھا۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ اس موتی کی قیمت اس عہد میں ۸۰ لاکھ دینار تھی۔ مقتدر باللہ کی اولاد میں راضی باللہ، مقتفی باللہ، اسحٰق اور مطیع اللہ شامل ہیں۔

خلافت محمد القاہر باللہ

مقتدر باللہ کے بعد ان کے بھائی ابو منصور محمد بن معتضد باللہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ ان سے بیعت ماہ شوال کی آخری دو راتوں میں بغداد میں لی گئی۔ چنانچہ جب انہیں خلیفہ بنایا گیا تو انہوں نے اپنے بھتیجے مکتفی باللہ کو گرفتار کروا دیا۔ پھر مکتفی باللہ کو ایسے گھر میں قید کیا گیا جسے پختہ اینٹوں سے بند کر دیا گیا تھا۔ بالآخر مکتفی کی اسی حالت میں موت واقع ہوئی۔ اسی طرح قاہر باللہ نے مقتدر کی ماں سیدہ کو بھی گرفتار کرا دیا اور ان سے اس قدر فدیہ کا مطالبہ کیا کہ وہ اس کی قوت نہیں رکھتے تھے۔ ان کو خوفزدہ کیا اور تشدد کیا۔ نیز طرح طرح کے مصائب میں مبتلا کیا۔ یہاں تک کہ سیدہ کو الٹا لٹکایا۔ چنانچہ ان کا پیشاب بہہ کر منہ میں آتا تھا اور سیدہ یہ کہتی تھی کہ کیا میں کتاب اللہ کی رو سے تمہاری ماں نہیں؟ کیا میں نے پہلی مرتبہ اس سے قبل اپنے بیٹے سے تجھے نجات نہیں دلوائی؟ اس کے باوجود تم مجھے اذیتیں دے رہے ہو۔ نیز فدیہ کا مطالبہ اس وقت کر رہے ہو جبکہ میرے پاس مال و دولت نہیں ہے۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد سیدہ کی موت واقع ہو گئی۔ کچھ دنوں کے بعد قاہر باللہ کی افواج نے بغاوت کر دی اور فساد برپا کر کے دیوان کے ہر دروازے سے حملہ آور ہوئے۔ بالآخر قاہر باللہ غسل خانہ کی چھت پر بھاگ کر کسی جگہ روپوش ہو گیا لیکن تھوڑی دیر بعد فوجیوں نے اسے قید کر لیا اور خلافت

سے معزول کر کے اس کی آنکھیں نکال دیں۔ یہ واقعہ غالباً جمادی الثانی ۳۲۲ھ میں رونما ہوا۔ ابن البطر یق نے لکھا ہے کہ قاہر باللہ نے چند خطرناک جرائم کئے تھے جن کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ پھر اس کے بعد ایک طویل مضمون لکھا ہے۔

مورخین کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے اس بات کا تذکرہ کیا کہ میں بغداد کی جامع مسجد منصور میں نماز ادا کر رہا تھا کہ اچانک ایک آدمی کو دیکھا کہ اس کا چہرہ مسخ ہے جسم پر زرد رنگ کا جبہ اور روئی کا گدا ہے۔ اس حالت میں وہ یہ کہہ رہا ہے کہ لوگو اتم صدقات کے ذریعے میری مدد کرو۔ اس لئے کہ کل میں حکمران تھا اور آج میں امت مسلمہ میں سب سے زیادہ فقیر ہو گیا ہوں۔ چنانچہ میں نے لوگوں سے ان کے متعلق پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ یہ قاہر باللہ ہے۔ اس حکایت سے لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے۔ (اللہ تعالیٰ اپنے غضب سے پناہ میں رکھے) قاہر باللہ کی مدت خلافت چھ سال چھ ماہ سات دن ہے۔ قاہر باللہ بے ہودہ، جنگجو اور خشیات کا عادی حکمران تھا۔ اس کے پاس ایک نیزہ تھا جب تک یہ اس کے ذریعہ سے کسی کو قتل نہ کر دیتا اس وقت تک اسے نہیں رکھتا تھا۔ چنانچہ اگر عقل سلیم رکھنے والے دربان نہ ہوتے تو قاہر باللہ لوگوں کو تباہ و برباد کر دیتا۔

خلافت ابوالعباس احمد راضی باللہ بن المقتدر

قاہر باللہ کے بعد ان کے بھائی ابوالعباس احمد راضی باللہ بن مقتدر مسند خلافت پر براجمان ہوئے۔ ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن قاہر باللہ کو مسند خلافت سے معزول کر دیا گیا۔ راضی باللہ نے ابوعلی بن مقلہ کو اپنا وزیر بنا لیا۔ راضی باللہ نے مسند خلافت پر براجمان ہوتے ہی قاہر باللہ کے قید خانہ سے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا۔ اس کے بعد امیر محمد بن رائق کو طلب کیا گیا۔ یہ اس دوران مقام واسط میں شان و شوکت سے اپنا حکم نافذ کر رہے تھے۔ چنانچہ جب معاملات خراب ہوئے تو وزراء کنٹرول سے باہر آگئے تو اس وقت ان کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ انہیں بغداد بلا کر امیر الامراء بنا دیا گیا۔ نیز سلطنت کے اہم امور ان کے سپرد کر دیئے گئے اور انہیں انعام و اکرام سے نوازا گیا۔ اس کے علاوہ دارالسلطنت کا پرچم بھی انہی کے سپرد کیا گیا۔ انہی ایام میں وزارت کا عہدہ ختم کر دیا گیا۔ سوائے اس عہدہ کے باقی تمام عہدوں کو ختم کر دیا گیا۔ چنانچہ اقتدار ان کے ہاتھ میں رہا جنہوں نے زبردستی کسی علاقے پر قبضہ کر لیا تھا۔ امیر محمد بن رائق کو ۲۵ ذی الحجہ ۳۲۴ھ کو بلا کر یہ اعزاز بخشا گیا۔ پھر جب ۳۲۵ھ کا آغاز ہوا تو زمین میں انتشار کی فضا پیدا ہو گئی۔ علاقے طاقتور بادشاہوں کے قبضے میں آگئے۔ چنانچہ جس کے ہاتھ جو بھی علاقہ لگ گیا وہ اسی کا ہو گیا اور وہ وہاں کا حکمران بن گیا۔ چنانچہ عبداللہ البریدی اور ان کے بھائیوں کے زیر تسلط بصرہ، واسط، اہواز وغیرہ کے علاقے تھے۔ عمادالدین بن بویہ اور فارس بن حمدان کے زیر تسلط موصل۔ دیار بکر، دیار ربیعہ، دیار مضر وغیرہ کے علاقے تھے۔ انشید بن طغج کے زیر تسلط مصر اور شام تھے۔ مہدی کے زیر کنٹرول مراکش اور افریقہ کے علاقے تھے۔ بنو امیہ کے زیر تسلط اندلس وغیرہ تھے۔ نصر بن احمد سامانی کے پاس خراسان اور اس کے اردگرد کے علاقے تھے۔ ابوطاہر قرمطی کے پاس یمامہ، ہجر، بحرین کے علاقے تھے۔ دیلم کے زیر تسلط طبرستان اور جرجان وغیرہ تھے۔ چنانچہ راضی باللہ اور امیر محمد بن رائق کے زیر کنٹرول بغداد اور گردو نواح کے علاقوں کے علاوہ کچھ بھی نہیں رہ سکا۔ بالآخر راضی کی سلطنت ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئی۔ عدالتیں ختم کر دی گئیں۔ خلافت کا وقار ختم ہو گیا۔ سلطنت کمزور ہو گئی اور ویرانیت کا راج ہو گیا۔ خلیفہ

راضی باللہ کو کھانسی اور استسقاء کی شکایت کے ساتھ ساتھ کثرت جماع اور تعیش کی بھی شکایت تھی۔ چنانچہ راضی باللہ ہفتہ کی رات ۱۵ ربیع الاول ۳۲۹ھ کو فوت ہو گئے۔ اس وقت اس کی عمر ۳۲ سال چند ماہ کی تھی۔ راضی باللہ کی مدت خلافت چھ سال دس ماہ تھی۔ راضی باللہ وسیع الظرف، سخی، ادیب اور شگفتہ بیان شاعر تھا۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ اس کی عمر صرف ۲۲ سال کی تھی اور اس کی مدت خلافت چھ سال دس دن تھی۔ نیز راضی باللہ پستہ قد، گندم گوں اور دبلا پتلا تھا۔ راضی باللہ کے بہترین اشعار شائع ہو چکے ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ راضی باللہ نے مقام سامرا میں خطاب کیا جو بہت موثر ثابت ہوا۔ اس کے بعد وہ چند دن بیمار رہا، خون کی قے ہوئی اور اس سے اس کی موت واقع ہوئی۔

خلافت ابراہیم متقی باللہ

خلیفہ راضی باللہ کے بعد ان کے بھائی ابوالعباس ابراہیم متقی باللہ بن مقتدر بن معتضد مسند خلافت پر فائز ہوئے۔ ان سے اس دن بیعت لی گئی جس دن ان کے بھائی راضی باللہ کی وفات ہوئی۔ چنانچہ راضی باللہ کے انتقال کی خبر سن کر متقی باللہ نے دو رکعت شکرانے کی نماز ادا کی اور منبر پر جلوہ افروز ہوا۔ متقی باللہ دیندار اور پرہیزکار حکمران تھا۔ اس لئے اس کا نام متقی باللہ رکھ دیا گیا۔ متقی نے اپنی مملکت کے تمام امور امیر حکم ترکی کے سپرد کر دیئے تھے۔ متقی کا صرف نام ہی چلتا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد نوروز نے بغداد پر قبضہ کر لیا اور متقی باللہ کو معزول کر کے اس کے چچازاد بھائی مستکفی باللہ کو خلافت سونپ دی۔ اس کے بعد متقی باللہ کو جزیرہ قرب سفدیہ کی طرف جلاوطن کر دیا اور ان کی آنکھوں میں سلائی کر دی گئی حالانکہ متقی باللہ نے خلافت سے دستبرداری کا اعلان کر دیا تھا۔ یہ واقعہ ۲۰ صفر ۳۳۳ھ کو پیش آیا۔ متقی باللہ کی مدت خلاف تین سال گیارہ ماہ ہے۔ بعض اہل علم نے چار سال ذکر کی ہے۔ متقی باللہ کی وفات ۳۷۷ھ میں ہوئی اور ولادت ۲۹۷ھ میں ہوئی۔ متقی باللہ کے والدان سے صرف ۱۵ سال بڑے تھے۔ متقی باللہ روزہ دار، تہجد گزار اور تلاوت قرآن کریم کرنے والا حکمران تھا۔ متقی نے نشہ آور چیز کو کبھی ہاتھ نہیں لگایا۔ متقی خلافت سے دستبردار ہونے کے بعد ۲۴ سال تک زندہ رہا۔

خلافت عبداللہ المستکفی باللہ بن مکتفی

خلیفہ متقی باللہ کے بعد اس کا چچازاد بھائی ابوالعباس عبداللہ المستکفی باللہ بن المکتفی بن المعتضد مسند خلافت پر فائز ہوا۔ ان سے اس دن بیعت لی گئی جس دن متقی باللہ کو منصب خلافت سے معزول کیا گیا تھا۔ مستکفی نے خلافت سنبھالتے ہی نوروز کو انعام وخلعت سے نوازا اور مملکت کے امور اس کے سپرد کر دیئے۔ مستکفی کے دور خلافت میں ہی معزالدولہ بن بویہ بغداد آئے تو مستکفی نے انہیں بھی خلعت وانعام سے نواز کر ''ماوراء باب'' کے امور ان کے سپرد کر دیئے اور انہی کے نام سے سکہ ڈھال کر جاری کر دیا گیا۔ نیز انہیں منبر پر خطاب کا مشورہ دیا گیا اور ان کا لقب معزالدولہ رکھ دیا گیا۔ چنانچہ ان کے بھائی ابوالحسن علی کا لقب عمادالدولہ تجویز کیا گیا اور یہ بنی بویہ میں سب سے بڑے تھے۔ عمادالدولہ کے بارے میں عجیب وغریب قسم کے واقعات مشہور ہیں۔ (اس کی تفصیل انشاء اللہ'' باب

الحاء، لفظ الحیۃ'' میں آئے گی) ان دونوں کے بھائی کا لقب رکن الدولہ تجویز کیا گیا۔ غالباً منجھلے بھائی تھے۔ ان کے متعلق بھی عجیب و غریب واقعات مشہور ہیں (ان کی تفصیل انشاء اللہ ''باب الدال، الدابۃ'' کے تحت آئے گی۔)

معزالدولہ کی آمد غالباً ۳۳۴ھ میں ہوئی۔ انہی ایام میں مستکفی کو معزول کیا گیا۔ مستکفی کی معزولی کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ معزالدولہ کو کسی نے یہ خبر دی کہ مستکفی تمہارے قتل کی سازش میں مصروف ہے۔ چنانچہ کچھ دنوں کے بعد معزالدولہ مستکفی کے دربار میں حاضر ہوا۔ قدم بوسی کی اور ہاتھ کو بوسہ دیا۔ ان کے لئے کرسی لائی گئی چنانچہ معزالدولہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد دیلم کے دو آدمیوں نے معزالدولہ کی طرف اپنے ہاتھ بڑھا دیئے تو مستکفی نے سمجھا کہ یہ لوگ میرے ہاتھ کا بوسہ لینا چاہتے ہیں تو ان لوگوں نے مستکفی کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا اور جو بھی تخت پر تھے سب کو اتار دیا اور مستکفی کے عمامہ کو اس کی گردن میں ڈال دیا۔ پھر انہیں گھسیٹ کر معزالدولہ کے پاس لایا تو انہیں قید کر دیا گیا۔ پھر انہیں معزول کر کے ان کی آنکھیں پھوڑ دی گئیں۔ اس کے بعد دارالخلافت کو لوٹ لیا گیا۔ یہاں تک کہ کوئی چیز بھی باقی نہیں بچی۔ یہ واقعہ ۲۲ جمادی الثانی ۳۳۴ھ کو رونما ہوا۔ مستکفی کی وفات ۳۴۳ھ میں معزالدولہ کے گھر پر ہوئی۔ مستکفی کی عمر ۴۶ سال ہوئی۔ نیز اس کی مدت خلافت ایک سال چار ماہ ہے۔

خلافت ابوالفضل مطیع اللہ بن مقتدر

''یہ چھٹے خلیفہ تھے پس انہیں معزول کر دیا گیا''

مستکفی باللہ کے بعد ان کے چچازاد بھائی ابوالفضل مطیع اللہ بن مقتدر بن معتضد مسند خلافت پر فائز ہوئے۔ ان کی عمر اس وقت ۳۴ سال کی تھی۔ ابوالفضل سے اس دن بیعت لی گئی جس دن ان کے چچازاد مستکفی کو معزول کیا گیا تھا۔ نیز سلطنت کے دیگر امور معزوالدولہ ہی کی نگرانی میں رہے۔ مطیع اللہ کے دور خلافت میں معزالدولہ کا انتقال ۳۵۶ھ کو بغداد میں ہوا۔ معزالدولہ کا اقتدار عراق میں ۲۱ سال گیارہ ماہ تک رہا۔ معزوالدولہ دلیر اور طاقتور حکمران تھا اور بداخلاق تھا لیکن حالات نے اسے تجربہ کار بنا دیا تھا۔ نیز خوش قسمتی قدم بوسی کر رہی تھی۔ یہاں تک کہ معزوالدولہ کو وہ مقام حاصل ہوا کہ اس سے قبل اسلام میں سوائے خلفاء کے کسی کو یہ حیثیت نہیں مل سکی۔ چنانچہ جب معزوالدولہ کا انتقال ہوا تو اس کے بیٹے نے حکومت سنبھال لی اور اپنے والد محترم کا قلادہ پہن لیا۔ چنانچہ انہیں انعام و اکرام سے نوازا گیا اور ان کی حکومت مضبوط ہوگئی۔ مطیع اللہ کے دور خلافت میں مصر کا حاکم کافور الاخشیری ۳۵۸ھ میں فوت ہوا۔ مصر میں اس کی حکومت تقریباً ۲۲ سال تک رہی۔ کافور کی وفات کے بعد قیروان کا حاکم جوہر القائد جو کہ معزالدین اللہ کا غلام تھا۔ مصر آیا۔ چنانچہ اس نے معزالدین اللہ سے بیعت کرنے کے لئے لوگوں کو دعوت دی اور لوگوں سے ان کے لئے بیعت لی۔ چنانچہ بنو عباس کے مصر سے روابط ختم ہو گئے اور جوہر القائد فوجوں کی رہائش کے لئے قاہرہ کی تعمیر میں مشغول ہوگیا۔ ان تمام مراحل کے بعد معزالدین اللہ ۸ رمضان المبارک ۳۶۲ھ کو مصر میں داخل ہوا اور یہ مصر کا پہلا فاطمی خلیفہ ہوا ہے۔ سبکتگین ترکی معزالدولہ کا سب سے بڑا دربان تھا۔ اس کا بغداد میں اتنا اثر و رسوخ ہوگیا کہ اس نے بغداد پر قبضہ کر لیا۔ چنانچہ روز بروز معزالدولہ کے یہاں اس کی قدر و منزلت میں اضافہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ معاملات میں دخیل ہوگیا نیز اس کا حکم چلنے لگا تو مطیع کو اس سے خطرہ محسوس ہوا۔ سبکتگین کسی مرض میں مبتلا ہوگیا۔ چنانچہ

یہ خود خلافت سے دستبردار ہوگیا اور خلافت اپنے بیٹے عبدالکریم کے سپرد کردی۔ لیکن بعض اہل علم نے ابوبکر کا نام ذکر کیا ہے۔ کچھ حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ عبدالکریم کی کنیت ابوبکر تھی۔ پھر یہ طائع اللہ کے نام سے مشہور ہوگیا۔ یہ تمام واقعات ۱۳ ذیقعدہ ۳۶۳ھ کو پیش آئے۔ بالآخر مطیع اللہ ۳۶۴ھ میں دیر عاقول کے مقام پر فوت ہوگئے۔ ان کی وفات اور معزولی کے درمیان دو ماہ کا عرصہ گزر چکا تھا۔ مطیع اللہ نے کل ۶۳ سال عمر پائی۔ مطیع اللہ طاقتور اور صدقات دینے والا بادشاہ تھا لیکن یہ اپنے معاملات میں مغلوب ہوگیا تھا۔ اس لئے اس کا خلافت پر سوائے نام کے کوئی زور نہیں چلتا تھا۔ اس کی مدت خلافت ۲۹ سال چار ماہ ہے۔

خلافت ابوبکر عبدالکریم الطائع باللہ

خلیفہ مطیع اللہ کے بعد ان کے بیٹے عبدالکریم ابوبکر طائع اللہ مسند خلافت پر فائز ہوئے۔ ان سے بیعت اس دن لی گئی جس دن ان کے والد محترم کو معزول کر دیا گیا تھا۔ اس وقت ان کی عمر ۴۷ سال کی تھی۔ بنو عباس میں ان سے زیادہ طویل عمر کا کوئی خلیفہ نہیں ہوا۔ راس مال الندیم کہتے ہیں کہ دنیا میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ خلیفہ اوّل اور طائع اللہ کے علاوہ کوئی بھی ایسا نہیں گزرا جو اپنے والد کی زندگی میں خلافت کے مسند پر فائز ہوا ہو۔ اتفاق کی بات یہ ہے کہ ان دونوں شخصیات کا نام ابوبکر تھا اور یہ چھٹے خلیفہ ہوئے ہیں۔ چنانچہ حسب دستور انہیں بھی معزول کر دیا گیا (اس کی تفصیل عنقریب انشاء اللہ آئے گی) ابوبکر عبدالکریم کو چھٹا خلیفہ اس وقت تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ ابن المعتز کو خلفاء میں شمار نہ کیا جائے۔ اگر ابن المعتز کا شمار خلفاء میں کیا جائے تو پھر مطیع اللہ چھٹے خلیفہ نہیں ہوسکتے۔ ابن المعتز نے اپنے آپ کو بذات خود معزول کرلیا تھا۔ اس لئے کہ ان پر فالج کا حملہ ہوگیا تھا۔ چنانچہ جب طائع اللہ کو خلیفہ نامزد کیا گیا تو انہوں نے سبکتگین ترکی کو ''ماوراء باب'' کی حکومت بطور انعام دے دی۔ طائع اللہ کے عہد خلافت میں شاہ عضدالدولہ بن رکن الدولہ بن بویہ نے بغداد پر قبضہ کرلیا تو طائع اللہ نے عضدالدولہ کو شاہی خلعت سے نوازا۔ نیز بطور انعام ہار کنگن پہنائے اور دو پرچم سپرد کئے اور وراء الباب کا علاقہ ان کے سپرد کردیا۔ چنانچہ عضدالدولہ نے ابوطاہر بن بقیہ کو عزالدولہ کا مشیر بنادیا تو ابوطاہر نے عزالدولہ کو قتل کر کے سولی پر چڑھادیا۔ چنانچہ ان کے والد حسن بن انباری نے عجیب وغریب لکھا جسے ہم یہاں نقل کررہے ہیں ۔

علو فی الحیاۃ وفی الممات — لحق انت احدی المعجزات

''تم بلند و بالا ہو زندگی اور موت میں اور یہ بات سچ ہے کہ تم اعجازی صورتوں میں سے ایک ہو''

کان الناس حولک اذا قاموا — وفود نداک ایام الصلات

''لوگ تمہارے اردگرد جب کھڑے ہوتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جود وسخا کے موسم میں تیری بخشش کے وفد ہیں''

کانک قائم فیهم خطیبا — وکلهم قیام للصلوۃ

''گویا تم ان کے درمیان بحیثیت خطیب کھڑے ہو اور وہ تمام نماز کے لئے کھڑے ہیں''

مددت یدیک نحوهم احتفاء — کمدکها الیهم بالهبات

''تم اپنے ہاتھوں کو ان کی طرف کھول کر بڑھائے ہوئے ہو گویا کہ تمہارے ہاتھ عطایا دینے کیلئے ان کی طرف بڑھ رہے ہیں''

ولما ضاق بطن الارض عن ان　　　　يضم علاک من بعْدِالممات

''اور جب زمین تنگ ہوگئی اس سے کہ وہ مرنے کے بعد تیری بلندی سے مل جائے''

اصار وا الجو قبرک واستعاضوا　　　　عن الاکفان ثوب السافيات

''لہٰذا انہوں نے تیری قبر فضا میں بنادی اور کفن کے بجائے ہوا میں اڑنے والے کپڑے پہنچائے''

لعظمک فی النفوس تبيت ترعی　　　　بحراس و حفاظ ثقات

''تیری عظمت نفوس میں گھر کئے جارہی ہے اور تمہاری حالت یہ ہے کہ تم چوکیداروں اور معتمد محافظوں کی طرح ان کی حفاظت کرتے ہو''

و توقد حولک النيران قدما　　　　کذالک کنت ايام الحياة

''اور تیرے اردگرد قدم قدم پر آگ روشن ہوتی ہے اور تو اسی طرح زندگی کے ایام گزار رہا ہے''

رکبت مطية من قبل زيد　　　　علاها فی السنين الماضيات

''تم زید کی طرف سے اس طرح کی سواری میں سوار ہو جس نے اسے گزشتہ سالوں میں بلندو بالا کردیا ہے''

وتلک قضيةٌ فيها تاس　　　　تباعد عنک تعيير العداة

''اور یہ مایوس کن معاملہ ہے جو تم سے دشمنوں کے عار کو دور کردیتا ہے''

ولم ار قبل جذعک قط جذعا　　　　تمکن من عناق المکرمات

''اور میں نے اس تنے سے پہلے کسی کا تنا نہیں دیکھا (جس میں سولی دی گئی ہو) کہ جس نے عزتوں کے ساتھ معانقہ کیا ہو''

اسات الی النَّوَائِبِ فَاسْتَثَارَتْ　　　　فانت قتيل ثار النائبات

''میں نے گردشوں کے ساتھ برائی کی تو وہ روشن ہوگئی۔ پس تم تو مصائب کی کھوپڑی اتارنے والے ہو''

وکنت تجيرنا من صرف دهر　　　　فعاد مطالبالک بالتراث

''اور تم ہمیں مصائب سے پناہ دیتے تھے اور اب انتقام کا مطالبہ کامیاب ہوگیا ہے''

وصير دهرک الاحسان فيه　　　　الينا من عظيم السيئات

''اور اس زمانے کا ہمارے ساتھ حسن سلوک جس نے تمہیں مصائب سے دوچار کیا ہمارے لئے بہت بڑا گناہ ہے۔''

وکنتَ لِمَعْشَرٍ سَعْدًا فلما　　　　مضيت تفوقوا بِالْمُنْحِسَاتِ

''اور تم معاشرہ کیلئے نیکی کا باعث ہو، تمہارے رخصت ہوتے ہی لوگ نحوستوں سے دوچار ہوگئے''

غليل باطن لک فی فوادی　　　　حقيق بالدموع الجاريات

''میرے دل میں تمہاری گہری سوزش ہے جو درحقیقت آنسو بہانے کے قابل ہے''

ولو انی قدرت علی قيام　　　　بفرضک والحقوق الواجبات

''اور اگر میں تمہارے حقوق و فرائض اور واجبات ادا کرنے پر قدرت رکھتا''

ملات الارض من نظم القوافی وَنَحتُ بھا خلاف النائحات

''تو میں قافیہ میں ڈھال کر زمین کو بھر دیتا اور نوحہ گروں کے خلاف نوحہ کرتا''

ولکنی اصبر عنک نفسی مخافۃ ان اعد من الجناۃ

''لیکن میں تمہارے لئے صبر کرتا ہوں اس خوف سے کہ میرا شمار مجرموں میں نہ ہونے لگے''

ومالک تربۃ فاقول نسقی لِاَنَّکَ نصب ھطل الھاطلات

''اور تیری قید کتنی اچھی ہے پس میں سیراب ہونے کی دعا کرتا ہوں اس لئے کہ تم برسنے والے بادل کی علامت ہو''

علیک تحیۃ الرحمن تتری برحمات غواد رائحات

''تم پر رحمٰن کی رحمت ہو اور تمہیں صبح وشام ہونے والی رحمت ومغفرت ڈھانپ لے''

عضدالدولہ کی وفات بادشاہ عضدالدولہ بن بویہ کی وفات ماہ ذی الحجہ ۳۷۲ھ میں ہوئی۔ ان کی کل عمر ۴۹ سال گیارہ ماہ ہوئی۔ عضدولہ کی حکومت عراق، کرمان، عمان، خوزستان، موصل، دیاربکر، حران اور فبح وغیرہ تک پھیلی ہوئی تھی۔ عضدالدولہ پانچ سال بغداد میں حکومت کرتے رہے۔ سلطان عضدالدولہ زبردست حکمران، شریف، دلیر، ذہین اور بارعب آدمی تھے۔ ان کی ذہانت کے عجیب و غریب واقعات مشہور ہیں جن کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں۔ عضدالدولہ پہلے آدمی ہیں جنہیں اسلام میں ملک (بادشاہ) کہا گیا ہے۔ عضدالدولہ کا جب انتقال ہونے لگا تو وہ یہ کلمات پڑھ رہے تھے ۔

ما اغنی عنی مالیۃ ھلک عنی سلطانیۃ

مجھے میرے مال نے کوئی فائدہ نہ دیا اور میری حکومت مجھ سے برباد ہوگئی۔ (الحاقۃ)

چنانچہ ان آیات کا ورد کرتے ہوئے عضدالدولہ دنیا سے رخصت ہوگئے جس وقت عضدالدولہ کی وفات ہوئی تو ان کے انتقال کی خبر کسی کو نہیں دی گئی۔ پھر انہیں دارالسلطنت بغداد میں دفن کر دیا گیا۔ چنانچہ جب لوگوں کو عضدالدولہ کے انتقال کا پتہ چلا تو انہوں نے عضدالدولہ کو قبر سے نکال کر سیدنا علی بن ابی طالبؓ کی مشہد پر دفن کر دیا۔ عضدالدولہ نے مرنے سے پہلے مشہد بنالی تھی۔ (اس کی تفصیل عنقریب انشاء اللہ باب الفاء ''الفہد'' کے عنوان کے تحت آئے گی۔)

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ عضدالدولہ باغ میں سیر کرتا ہوا جارہا تھا۔ اس نے کہا کہ اگر بارش ہوجاتی تو آج مزہ آجاتا۔ چنانچہ جب اس نے یہ کہا تو بارش شروع ہوگئی۔ چنانچہ اس نے یہ اشعار کہے ۔

لیس شرب الراح الافی المطر وغناء من جوار فی السحر

''شراب نوشی صرف موسم برسات ہی میں اچھی معلوم ہوتی ہے اور گانے والی لونڈیوں سے صبح بھلی معلوم ہوتی ہے''

ناعمات سالبات النھی ناغمات فی تضاعیف الوتر

''جو لونڈیاں نرم ونازک اور عقل کو سلب کرنے والی ہیں جو تانت کے ڈبل کرنے میں گانے کا شر نکالنے والی ہیں''

مبرزات الکاس من مطلعھا ساقیات الراح من فاق البشر

''مطلع سے پیالوں کو نکالنے والیاں ہیں اور انسانوں میں فائق آدمی کو شراب پلانے والیاں ہیں''

عضدالدولة و ابن رکنها ملک الاملاک غلاب القدر

''عضدالدولہ ابن رکن شہنشاہ اور تقدیر پر غالب ہے''

سهل الله له بغيته فی ملوک الارض ما دار القمر

''اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے خواہشات کو روئے زمین کے بادشاہوں میں تا قیامت آسان کر دیا ہے''

واراه الخير فی اولاده يساس الملک منهم بالغرر

''اور میں اس کی اولاد میں خیر و بھلائی دیکھ رہا ہوں کہ وہ ملک میں آسانی کے ساتھ حکومت کریں گے''

چنانچہ غلاب القدر کے قول کے مطابق یہ اشعار پڑھتے ہی موت کا فرشتہ آ گیا۔ چنانچہ جب عضدالدولہ کی موت واقع ہوگئی تو اس کا بیٹا بہاء الدولہ مملکت کا حکمران بن گیا۔ چنانچہ طائع اللہ نے صاحبزادے کو انعام و اکرام سے نوازا اور اس کے والد کا قلادہ اسے پہنا دیا۔ پھر بہاء الدولہ نے طائع اللہ کو گرفتار کر کے نظر بند کر دیا اور دار الخلافت کو لوٹ لیا۔ اس کے بعد بہاء الدولہ نے لوگوں کو اس بات کا گواہ بنایا کہ طائع اللہ خلافت سے ازخود دستبردار ہو گیا ہے۔ یہ واقعات شعبان ۳۸۱ھ میں رونما ہوئے۔ اس کے بعد طائع اللہ نے ساری زندگی معزول اور نظر بندی کی حیثیت سے گزاری۔ بالآخر عید کی رات ۳۹۳ھ کو اس کا انتقال ہو گیا۔ طائع اللہ کی مدت خلافت ۱۷ سال ۹ ماہ ہے اور اس کی کل عمر ۷۸ سال ہے۔ خلیفہ طائع اللہ سرخ، زرد رنگ، درمیانہ قد، بڑی ناک، بہادر، طاقتور، دلیر اور سخی حکمران تھا لیکن گرم مزاج تھا اور اس کا ہاتھ بنو بویہ کے تمام بادشاہوں میں چھوٹا تھا۔

خلافت ابوالعباس احمد قادر باللہ بن اسحٰق

خلیفہ طائع اللہ کے بعد ابوالعباس احمد قادر باللہ بن اسحٰق بن مقتدر بن معتضد منصب خلافت پر فائز ہوا۔ ان سے اس رات بیعت لی گئی جس رات طائع کو تخت سے اتار دیا گیا تھا۔ اس وقت اس کی عمر ۴۴ سال تھی۔ قادر باللہ حسن سلوک اور صدقات دینے والا اور فقراء سے محبت کرنے والا تھا۔ نیز وہ فقراء کی عزت کرتا تھا لیکن حکومت کے معاملات میں مغلوب ہو گیا تھا۔

وفات قادر باللہ کا انتقال ماہ ذیقعدہ میں ہوا۔ بعض اہل علم سے عیدالاضحیٰ کی رات کا قول منقول ہے اور بعض نے کہا ہے کہ قادر باللہ کی وفات ۱۱ ذی الحجہ ۴۲۶ھ کو ہوئی۔ قادر باللہ کی کل عمر ۸۷ سال کی ہوئی۔

شمائل مورخین کہتے ہیں کہ یہ سفید اور لمبے قد کا آدمی تھا۔ اس کی عمر ۴۱ سال اور چند ماہ ہوئی اور بعض اہل علم نے چند ماہ کی تفصیل تین ماہ بتائی ہے۔ بعض اہل علم یہ کہتے ہیں کہ قادر باللہ کی عمر ۸۷ سال کی ہوئی ہے۔ اہل علم قادر باللہ کے حلیہ کے متعلق کہتے ہیں کہ اس کا رنگ سفید، داڑھی لمبی تھی اور وہ بڑھاپے کی وجہ سے خضاب کرتا تھا۔ قادر باللہ صدقات کا عادی اور تہجد گزار آدمی تھا۔ نیز دیانتدار بھی تھا۔ سنت کے موضوع پر اس کی ایک تصنیف بھی ہے۔ قادر باللہ نے معتزلہ اور روافض کی زبردست مذمت کی۔ ان کا ہر جمعہ کو ختم قرآن کا معمول تھا۔ قادر باللہ لوگوں کو بلا کر وعظ و نصیحت کیا کرتے تھے۔

خلافت ابو جعفر عبداللہ القائم بامر اللہ بن القادر باللہ

خلیفہ قادر باللہ کے بعد ان کا بیٹا ابو جعفر عبداللہ قائم بامر اللہ بن قادر باللہ مسند خلافت پر فائز ہوا۔ ان سے اس دن بیعت لی گئی جس دن ان کے والد محترم کا انتقال ہو گیا تھا۔ قائم بامر اللہ کے دور حکومت میں سلاطین سلجوقیہ کا دور شروع ہوا اور بنو بویہ کی حکومت کا خاتمہ ہوا۔ بنو بویہ کی حکومت تقریباً ایک صدی ۲۷ سال تک رہی۔ غالباً یہ دور ۴۳۰ھ تک رہا۔ ابن البطریق نے اپنی تاریخ میں چھیالیسویں باب میں اس کا ذکر کیا ہے۔

قائم بامر اللہ کا کردار قائم بامر اللہ سفید، پرکشش سرخی مائل، متقی، عابد وزاہد اور مسلمانوں کی حاجات کو پورا کرنے والا حکمران تھا۔ نیز اہل علم کی تعظیم اور فقراء وصلحاء کا معتقد تھا۔ قائم بامر اللہ جتنے دن خلافت کے منصب پر فائز رہا۔ شاید ہی کوئی تخت نشین رہا ہو۔ قائم بامر اللہ صدقہ وخیرات کرنے والا اور خلفاء میں علم وفضل کی وجہ سے مشہور ہو گیا تھا۔ چنانچہ وہ اسی دن سے روزے دار اور تہجد گزار ہو گیا تھا۔ قائم بامر اللہ مصلیٰ پر ہی سو جاتا۔ چنانچہ اس نے رات کو سونے کے لئے دوسرے کپڑے کبھی نہیں بدلے۔

وفات قائم بامر اللہ کا انتقال ۱۰ شعبان ۴۶۷ھ کو ہوا۔

مدت خلافت قائم بامر اللہ کی مدت خلافت ۴۴ سال ۸ ماہ ہے اور بعض نے ۴۴ سال ۹ ماہ کا قول نقل کیا ہے اور بعض اہل علم نے قائم بامر اللہ کی مدت خلافت ۴۵ سال بتائی ہے۔ قائم بامر اللہ کی والدہ محترمہ کا نام ''ارمینیہ'' تھا۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔

خلافت ابو القاسم المقتدی بامر اللہ بن محمد بن القائم

قائم بامر اللہ کے بعد ان کا پوتا ابو القاسم عبداللہ المقتدی بامر اللہ بن محمد بن القائم بامر اللہ مسند خلافت پر فائز ہوا۔ ان سے اس دن بیعت لی گئی جس دن ان کے دادا قائم بامر اللہ کا ۱۳ شعبان ۴۶۷ھ میں انتقال ہوا۔ ان کے دادا کی وفات اس طرح ہوئی کہ ان کے دادا نے بیماری کی حالت میں سینگی لگوائی تو جسم سے خون بہت زیادہ نکلا جس کی وجہ سے کمزوری ہو گئی تو انہوں نے اپنے پوتے کو بلایا اور اسے ولی عہد مقرر کر دیا۔ اس دن اس کو اہل علم اور ائمہ کرام کے مجمع عام میں مقتدی بامر اللہ کا خطاب دیا گیا۔

مقتدی بامر اللہ اپنے والد ذخیرۃ الدین کی وفات کے چھ ماہ بعد پیدا ہوئے۔ چنانچہ اس نے بغداد کو آباد کر دیا۔ نیز حجاز، یمن اور شام کی حکومت ان کے حوالہ کر دی گئی۔

حکایت ایک مرتبہ مقتدی کی خدمت میں کھانا لایا گیا۔ چنانچہ مقتدی نے کھانا تناول فرمایا اور ہاتھ دھوئے۔ یہ نہایت تندرست و طاقتور تھے۔ ان کے پاس قہرمانہ شمس بیٹھی ہوئی تھی۔ مقتدی نے ان سے کہا کہ یہ کون لوگ ہیں جو اجازت حاصل کئے بغیر اندر آ گئے ہیں۔ قہرمانہ نے جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ کوئی بھی نہیں آیا۔ پھر قہرمانہ نے مقتدی کی طرف دیکھا تو ان کا چہرہ متغیر تھا۔ ہاتھ ڈھیلے اور اعضاء کمزور محسوس ہوئے۔ اس کے بعد وہ زمین پر گر گئے۔ قہرمانہ نے یہ سمجھا کہ شاید ان پر غشی طاری ہو گئی ہے۔ پھر ان کا اچانک تھوڑی دیر بعد انتقال ہو گیا لیکن قہرمانہ خاموش رہی۔ چنانچہ ایک خادم کو بلا کر کہا کہ تم ابو منصور وزیر کو بلاؤ۔ اس کے بعد یہ دونوں رونے

لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد دونوں ابوالعباس احمد مستظہر بن مقتدی کی خدمت میں آئے۔ اس لئے کہ ان کے والد محترم نے ان کو جانشین مقرر کیا تھا۔ دونوں نے تعزیت پیش کی اور اس کے بعد خلیفہ بننے کی مبارکباد پیش کی۔

وفات مقتدی بامراللہ کی عمر ۳۳ سال کی ہوئی اور مدت خلافت ۱۹ سال چند ماہ تھی۔ بعض اہل علم نے تین ماہ کا قول نقل کیا ہے اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ ان کی عمر ۲۳ سال تھی اور ان کی وفات محرم ۴۸۷ھ میں ہوئی۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ مقتدی بامراللہ کو ان کی لونڈی نے زہر دے دیا تھا۔ اس لئے کہ بادشاہ نے انہیں بغداد سے بصرہ نکال دینے کا ارادہ کر لیا تھا لیکن اس کے باوجود مقتدی پہلے خلفاء کے مقابلے میں احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

خلافت مستظہر باللہ ابوالعباس احمد

مقتدی بامراللہ کے بعد اس کا بیٹا مستظہر باللہ مسند خلافت پر فائز ہوا۔ ان سے اس دن بیعت لی گئی جس دن ان کے والد محترم کی وفات ہوگئی۔ اس لئے کہ انہی کو ولی عہد مقرر کیا گیا تھا۔ مستظہر باللہ کی ولادت ۴۷۰ھ میں ہوئی۔ مستظہر باللہ اچھے اخلاق والا، وسیع الظرف، علماء سے محبت کرنے والا اور حافظ قرآن تھا۔ نیز ظلم کو ناپسند کرنے والا، نرم مزاج، خیر و بھلائی کو پسند کرنے والا، ادیب، نثر نگار اور نیک کاموں میں حصہ لینے والا حکمران تھا۔

مستظہر کا انتقال ۲۳ ربیع الثانی ۵۱۱ھ میں ہوا۔ مستظہر نے کل ۴۱ سال کی عمر پائی۔ بعض اہل علم نے مستظہر کی عمر ۴۲ یا ۴۳ سال بتائی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مستظہر تراقی وخوانیق کی بیماری میں مبتلا ہو کر فوت ہو گیا تھا۔ اس نے چند اولادیں چھوڑیں۔ چنانچہ مستظہر کے انتقال کے چند ہی دن بعد ان کی دادی کا مقام "ارجوان" میں انتقال ہو گیا۔ اس وقت مسترشد باللہ مسند خلافت پر متمکن تھا۔ غالباً یہ مستظہر کی دادی محمد الذخیرہ کی رازدار تھیں۔ مستظہر کی مدت خلافت ۲۴ یا ۲۵ سال تین ماہ رہی۔

خلافت ابو منصور فضل مسترشد باللہ بن مستظہر

خلیفہ مستظہر کے بعد ان کا بیٹا مسترشد باللہ مسند خلافت پر فائز ہوا۔ ان سے اس دن بیعت لی گئی جس دن ان کے والد محترم کی وفات ہوئی۔ اس لئے کہ انہیں کو ولی عہد مقرر کیا گیا تھا۔ ان کی عمر اس وقت ۲۷ سال تھی۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ مسترشد کے پاس ایک وفد آیا تو یہ گھر والوں کے ساتھ بیٹھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ جب یہ ان کے پاس آئے تو فداویہ چھری لے کر حملہ آور ہوا۔ پھر سب لوگوں کو قتل کر دیا۔ ان کے ساتھ ان کے ساتھی بھی مارے گئے۔ کہا جاتا ہے کہ سلطان محمود کے بھائی مسعود نے فداویہ کو قتل پر تیار کر لیا تھا۔ یہ واقعہ ۱۷ ذیقعدہ ۵۲۹ھ کو پیش آیا۔ مسترشد کی مدت خلافت ۱۷ سال ۸ ماہ ہے۔ بعض اہل علم نے ۷ یا ۶ ماہ کا قول نقل کیا ہے۔

مسترشد نے کل ۴۴ سال کی عمر پائی۔ بعض قول کے مطابق مسترشد کی عمر ۴۵ سال تھی۔ علماء کہتے ہیں کہ معتضد باللہ کے بعد مسترشد باللہ سے زیادہ ذہین کوئی بھی خلیفہ مسند خلافت پر متمکن نہیں ہوا۔ مسترشد بہادر، دلیر، بارعب، اہل رائے، ذہین، طاقتور اور معاملات کو سلجھانے والا حکمران تھا۔ مسترشد نے بنو عباس کی شرافت کی یاد تازہ کر دی تھی اور کئی مرتبہ اللہ کے راستے میں جہاد بھی کیا تھا۔

خلافت ابو منصور جعفر الراشد باللہ

ابومنصور چھٹے خلیفہ اس وقت شمار کئے جائیں گے جب ابن المعتز کی خلافت شمار نہ کی جائے ورنہ مسترشد باللہ چھٹے خلیفہ ہوں گے۔ مسترشد پر باطنیہ نے حملہ کر دیا تھا اور باطنیہ کو سلطان سنجر (جن کو ذوالقرنین بھی کہا جاتا ہے) نے قتل پر آمادہ کیا تھا۔ چنانچہ ان لوگوں نے مسترشد کو قتل کر دیا۔

مسترشد باللہ کے بعد اس کا بیٹا ابومنصور جعفر راشد بن مستظہر مسند خلافت پر فائز ہوا۔ ان سے اس دن بیعت لی گئی جس دن ان کے والد محترم کی وفات ہوئی۔ اس لئے کہ انہیں کو ولی عہد مقرر کیا گیا تھا۔ چنانچہ جب تک اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال رہی، حکومت کرتے رہے۔ اس کے بعد ان کے اور سلطان مسعود کے درمیان عداوت پیدا ہوگئی۔ چنانچہ راشد باللہ نے اپنی تمام افواج کو محاذ پر لگا دیا۔ پھر سلطان مسعود سے گفتگو کے لئے آمادہ ہوگئے لیکن سلطان مسعود نے اتابک زنگی سے خط و کتابت کے ذریعے مال کا مطالبہ کیا۔ یہی معاملہ ارتقش کے ساتھ بھی کیا گیا تو ان دونوں نے راشد باللہ کو ٹھہرنے اور انتظام کرنے کا مشورہ دیا۔ ادھر سلطان محمود اپنی افواج کے ہمراہ بغداد میں داخل ہوگیا۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ یہ واقعہ ذیقعدہ میں پیش آیا اور بعض اہل علم کے نزدیک ذی الحجہ ۵۳۰ھ کو پیش آیا۔ چنانچہ سلطان محمود نے فوجوں کی رہائش گاہ پر حملہ کر کے لوٹ لیا۔ البتہ شہر کو لوٹنے سے منع کر دیا۔ نیز رعایا سے مال جمع کیا اور قاضیوں و گواہوں کو طلب کیا تو ان حضرات نے راشد باللہ پر اعتراضات کئے۔ مزید یہ بھی کہا کہ راشد باللہ اچھے کاموں کی بجائے خونریزی، برائی کے ارتکاب اور ناجائز کاموں میں مشغول ہوگیا تھا۔ لہٰذا ان لوگوں کو ان کاموں کے ارتکاب کے سلسلے میں گواہ بنالیا گیا۔ چنانچہ قاضی القضاۃ ابن الکرخی نے راشد باللہ کی معزولی کا فتویٰ دے دیا۔ پھر لوگوں نے راشد باللہ کو ۱۴ ذیقعدہ ۵۳۰ھ کو معزول کر دیا۔ راشد باللہ اور اتابک زنگی ''موصل'' کی طرف بھاگ گئے۔ سلطان محمود نے ان لوگوں کو موصل سے طلب کیا پھر یہ دونوں فارس چلے گئے۔ سلطان محمود نے ''اصبہاں'' کے مقام پر ان کا محاصرہ کر لیا۔ پھر راشد باللہ بیمار ہوگئے۔ چنانچہ کچھ دنوں بعد راشد باللہ کو فداویہ کے ایک گروہ نے قتل کر دیا۔

مورخین کہتے ہیں کہ راشد کی عمر ۲۱ سال تھی۔ بعض اہل علم نے راشد باللہ کی عمر ۳۰ سال بتائی ہے۔ راشد باللہ کو دوران خلافت چند دن کم ایک سال منصب خلافت پر فائز رہنے کے بعد معزول کر دیا گیا۔ پھر انہیں ۵۳۲ھ میں قتل کر دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ راشد کو ۲۶ رمضان المبارک میں روزہ کی حالت میں قتل کیا گیا۔ بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ راشد باللہ کو بھی زہر دیا گیا تھا۔ پھر انہیں محلّہ کی جامع مسجد کے احاطہ میں دفن کر دیا گیا تھا۔ راشد باللہ نے ۲۰ سے زائد اولادیں چھوڑیں۔ راشد باللہ کو اپنے والد محترم کے دور خلافت میں ہی ولی عہدی کا اعزاز حاصل ہو چکا تھا۔ راشد باللہ نوجوان، سفید رنگ، پرکشش، حسین و جمیل، مضبوط گرفت والا، بہادر، نیک، شگفتہ بیان، شاعر اور سخاوت کرنے والا حکمران تھا۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔

خلافت ابوعبداللہ محمد المقتفی لامر اللہ

خلیفہ راشد باللہ کے بعد ان کے چچا ابوعبداللہ محمد بن المستظہر بن المقتدی مسند خلافت پر فائز ہوئے۔ ان سے اس دن بیعت لی

گئی جس دن ان کے بھتیجے راشد باللہ کو معزول کر دیا گیا۔ ابوعبداللہ کا لقب مقتفی لامراللہ اس لئے رکھا گیا کہ انہوں نے مسند خلافت پر براجمان ہونے سے چھ ماہ قبل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت کی تھی۔ بعض نے کہا ہے کہ ایک سال قبل خواب میں دیکھا تھا۔ خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوعبداللہ کو خلافت کی بشارت دی۔ نیز حکم دیا کہ میرے نقش قدم پر چلنا۔

مقتفی لامراللہ گندم گوں، داغ دار چہرے والے، پرکشش، بارعب، علم وفضل والے، بردبار، بہادر، فصیح اللسان، خلافت کے اہل، قیادت میں پختہ اور سلطنت کی بڑی شخصیت تھے۔ مقتفی کے ہاتھ میں ہی امور مملکت کی تمام ذمہ داریاں تھیں۔ نیز یہ اپنے دستخطوں کے بغیر سلطنت میں چھوٹے سے چھوٹا کام بھی نہیں ہونے دیتے تھے۔ مقتفی کی والدہ حبشیہ تھی۔ مقتفی نے اپنے دور خلافت میں تین ربعات لکھے۔ نیز اسے خوانیق کی بیماری ہوگئی تھی اور اسی وجہ سے ماہ ربیع الاول ۵۵۵ھ میں اس کا انتقال ہوگیا۔ مقتفی کی عمر ۶۶ سال تھی اور مدت خلافت ۲۳ سال تھی لیکن بعض اہل علم نے ۲۵ سال کا قول بھی نقل کیا ہے۔ مقتفی نے خانہ کعبہ کے نئے دروازے بنوائے۔ نیز اپنے لئے عقیق کا تابوت تیار کروایا تھا جس میں اسے دفن کیا گیا۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ساتھی صلاح الدین خلیل بن محمد الاقفہسی کی تحریر سے مندرجہ ذیل باتیں لکھی ہیں۔ غالباً اقفہسی نے علامہ عبدالکریم بن علامہ علاء الدین قونوی سے ان باتوں کو قلمبند کیا ہے۔ وہ یہ ہیں کہ:

مقتفی لامراللہ مستظہر کے بعد قائم بامراللہ مسند خلافت پر فائز ہوئے۔ ورنہ میں مستظہر کے متعلق اس سے زیادہ نہیں جانتا کہ اسے تحریر میں لاؤں۔ چنانچہ یہاں خلفاء کی ترتیب امام ذہبیؒ کے طرز فکر کے مطابق ہے۔

خلافت ابوالمظفر یوسف المستنجد باللہ بن المقتفی

مقتفی لامراللہ کے بعد اس کا بیٹا ابوالمظفر یوسف مستنجد باللہ بن مقتفی مسند خلافت پر فائز ہوا۔ اس لئے کہ والد محترم نے انہی کو ولی عہد مقرر کر دیا تھا۔ یہ واقعہ غالباً ۵۴۷ھ کا ہے۔ ابوالمظفر سے ان کے والد محترم کی وفات کے ایک دن بعد بیعت لی گئی۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ ابوالمظفر سے بیعت اس دن لی گئی جس دن ان کے والد محترم کا انتقال ہوا تھا۔ ابن خلکان کہتے ہیں کہ ایک عجیب نکتہ یہ ہے کہ مستنجد نے اپنے والد محترم کے دور خلافت میں یہ خواب دیکھا کہ آسمان سے ایک فرشتہ آیا اس نے ان کی ہتھیلی میں چار خانے لکھے۔ چنانچہ انہوں نے معبر سے تعبیر پوچھی تو اس نے یہ تعبیر بتائی کہ آپ کو ۵۵۵ھ میں مسند خلافت پر بٹھایا جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مستنجد کا انتقال حمام میں قید کی حالت میں ۸ ربیع الثانی ۵۶۷ھ میں ہوا۔ اس وقت ان کی عمر ۴۸ سال تھی۔ مستنجد کی مدت خلافت ۱۲ سال ہے۔ مستنجد باللہ عادل اور دیندار خلیفہ تھا۔ اس نے ''مکوس'' سزا کے طریقہ کو ختم کر دیا اور شرپسندوں کا صفایا کیا۔ مستنجد کے سر میں متوسط قسم کے بال تھے۔ متوسط کی ماں کا نام طاؤس تھا۔ وہ کوفہ کی رہنے والی تھی۔ چنانچہ اس نے اپنے بیٹے کی حکومت کا نظارہ دیکھ لیا تھا۔

خلافت المستضئ بنوراللہ بن المستنجد

مستنجد باللہ کے بعد ان کا بیٹا ابوالحسن علی المستضئ بنوراللہ بن المستنجد مسند خلافت پر فائز ہوا۔ ان سے اس دن بیعت لی گئی جس دن

ان کے والد محترم کا انتقال ہوگیا تھا۔ چنانچہ ان کے حصہ میں مصر اور یمن کی حکومت آئی۔ مطیع اللہ کے دور خلافت ہی سے خلافت عباسیہ کے زوال کا آغاز ہو چکا تھا۔ مستضی بنور اللہ، سخی، شریف، صدقہ وخیرات کرنے والا اور علم اور اہل علم کی تعظیم کرنے والا حکمران تھا۔ مستضی کی وفات ۵۹۵ھ میں ہوئی۔ اس کی مدت خلافت ۱۹ سال ہے اور اس کی عمر کل ۳۹ سال کی ہوئی۔ مستضی سخاوت کرنے والا، چشم پوشی کرنے والا اور سنت نبوی کا دلدادہ تھا۔ اس کے دور خلافت میں ملک میں امن وامان قائم ہوگیا۔ اس نے تمام مظالم ختم کر دیئے۔ مستضی لوگوں سے الگ تھلگ رہتا۔ صرف اپنے ملازمین کے ساتھ سوار ہوتا۔ مستضی کے پاس امیر قیماز کے علاوہ کوئی بھی نہیں جاتا تھا۔

خلافت ابوالعباس احمد الناصر الدین اللہ

مستضی بنور اللہ کے بعد ان کا بیٹا ابوالعباس احمد الناصر الدین اللہ مسند خلافت پر فائز ہوا۔ اس سے بیعت بغداد میں ذیقعدہ ۵۹۵ھ میں لی گئی۔ ان کی عمر اس وقت ۲۳ برس تھی۔ ابوالعباس نے مسند خلافت پر فائز ہوتے ہی عدل وانصاف عام کر دیا تھا۔ شراب کو بہانے کا حکم دیا اور لہو ولعب کے سامان کو توڑ ڈالنے کا حکم دیا۔ نیز ٹیکس اور مکوس جیسے سزا کے طریقے کا خاتمہ کیا۔ سلطنت کو آباد کیا اور معاش ورزق کے حصول کے ذرائع عام ہوگئے۔ ابوالعباس احمد الناصر کے دور حکومت میں لوگ بطور تبرک بغداد کا سفر کرنے لگے۔ ناصر کی وفات ۶۲۲ھ میں ہوئی۔ اس کی کل عمر ۵۰ برس کی ہوئی۔ یہ وقت غالباً اوائل رمضان کا تھا۔ لوگ ناصر کو کندھوں پر اٹھا کر البدریہ لے گئے اور یہیں تدفین عمل میں آئی۔ ناصر کی مدت خلافت ۲۷ سال ہے۔

ابوالعباس احمد الناصر سفید رنگ، چہرہ ترکیوں کی طرح تنگ، تنگ نتھنے، درمیان سے بلند ناک والا، پرکشش، ہلکے رخسار والا، سرخ زرد رنگ کی ڈاڑھی، نرم مزاج، پاکیزہ اخلاق، ذہین، دلیر، عقلمند، بیدار مغز اور خلافت کا اہل آدمی تھا۔ ابوالعباس الناصر رات کو گلیوں اور بازاروں کا گشت کرتا۔ لوگ اس سے مل کر مرعوب ہو جاتے۔ عراق میں خصوصاً اس کا سکہ جما ہوا تھا اور اس کی خلافت مضبوط تھی۔ ناصر معاملات کی نگرانی خود کرتا۔ نیز یہ شان وشوکت اور جاہ وجلال سے زندگی بسر کرتا۔ اسی کے دور خلافت میں نیزے اور بندوق وغیرہ عام ہوئے۔ بنو عباس میں سب سے زیادہ مدت خلافت اسی کی ہے۔ اس نے ہر حاکم پر جاسوس مقرر کئے تھے جو اسے ہر لمحہ کی خبر دیتے تھے۔ یہاں تک کہ کہا جاتا ہے کہ لوگوں میں یہ بات مشہور ہوگئی تھی کہ ناصر کو کشف ہو جاتا ہے۔ ناصر پر آخری عمر میں فالج کا حملہ ہوگیا تھا۔ چنانچہ اس کا اثر دو سال رہا۔ پھر اس کے بعد ناصر شفایاب ہوگیا۔ ابوالعباس احمد الناصر کا رویہ رعایا کے متعلق بہت سخت تھا۔

خلافت ظاہر بامر اللہ بن الناصر الدین اللہ

خلیفہ الناصر الدین اللہ کے بعد اس کا بیٹا محمد ظاہر بامر اللہ بن الناصر الدین اللہ مسند خلافت پر فائز ہوا۔ ان سے اس دن بیعت لی گئی جس دن ان کے والد محترم کی وفات ہوئی۔ چنانچہ والد کی وفات پر اس نے تین دن کا سوگ منایا اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کیا۔ نیز مکوس جیسی سزا کا خاتمہ کیا اور مظالم کا خاتمہ کیا۔ اس کے علاوہ سلطان عادل ابوبکر بن ایوب کی اولاد کو خلعت شاہی سے نوازا۔ پھر دربان قر البغدی کو یہ بات معلوم ہوئی کہ ظاہر بامر اللہ اس کے قتل کا ارادہ رکھتا ہے تو دربان نے ان پر حملہ کر کے انہیں قید

کرلیا اور اس کے معزول کرنے کے سلسلہ میں گواہ بنالیا۔ پھر ظاہر بامراللہ کوقتل کردیا۔ چنانچہ ظاہر بامراللہ کے حسن سلوک کی وجہ سے ملک بھر میں سوگ منایا گیا۔ یہ تمام واقعات ۶۴۰ھ میں پیش آئے۔اس وقت اس کی عمر ۳۰ سال کے قریب تھی۔ علامہ دمیریؒ کہتے ہیں کہ یہ حالات میں نے ایک نسخہ سے نقل کئے ہیں لیکن اس میں کچھ حالات ظاہر بامراللہ کے ہیں اور کچھ حالات مستنصر باللہ کے ہیں لیکن جہاں تک میرا گمان ہے کہ اس میں کاتب کی غلطی ہے۔ اب یہاں سے ان دونوں کے حالات جدا جدا بیان کئے جا رہے ہیں۔

ظاہر بامراللہ کے حالات ظاہر بامراللہ کا نام ابوالنصر محمد بن الناصر الدین اللہ ابوالعباس احمد بن المستضی بنوراللہ حسن بن ابی الحسن مستنجد باللہ ابوالمظفر یوسف بن المقتفی لامراللہ ابوعبداللہ محمد العباسی ہے۔ ان کے والد محترم نے انہیں ولی عہد مقرر کیا تھا۔ چنانچہ جب ان کے والد کا انتقال ہوگیا تو انہیں خلیفہ بنادیا گیا۔ معزز لوگوں نے ان سے بیعت کرلی۔ ان کی ولادت ۵۷۱ھ میں ہوئی اور ان کا انتقال ۳ رجب ۶۲۳ھ میں ہوا۔ ان کی عمر ۵۲ یا ۵۳ برس ہوئی۔ ان کی مدت خلافت ۹ ماہ یا ساڑھے ۹ ماہ ہوئی۔ ظاہر بامراللہ سفید رنگ، سرخی مائل، حسین وجمیل، نرم مزاج، پاکیزہ اخلاق، تندرست، دیانتدار، عقلمند، معزز اور عادل خلیفہ تھا۔ چنانچہ ابن الاثیرؒ نے مبالغہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس نے عدل و انصاف اور حسن سلوک کا وہ نمونہ پیش کیا تھا کہ لوگوں کو سیدنا عمر فاروقؓ اور سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ کا دور خلافت یاد آ گیا۔ ایک مرتبہ ان سے کہا گیا کہ آپ سیر وتفریح کیوں نہیں کرتے تو انہوں نے فرمایا کہ کھیتی خشک ہوگئی ہے۔ تو کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔ ظاہر بامراللہ نے فرمایا کہ جو آدمی اپنی دکان عصر کے بعد کھولے گا وہ کیا کمائی کرسکتا ہے؟ چنانچہ اس نے رعایا کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کیا۔ مال و دولت خرچ کیا۔ مظالم کا خاتمہ کیا۔ مکوس جیسی سزا کے طریقے کو ختم کردیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مال و دولت جمع کرنا تو سرمایہ داروں کا کام ہے۔ تم لوگ زبانی جمع خرچ کرنے والے امام کی بہ نسبت عمل کرنے والے امام کے زیادہ محتاج ہو۔ لہٰذا مجھے جانے دو۔ تاکہ جب تک اعضاء میں قوت ہے تھوڑا بہت نیک کام کرلوں۔ کہا جاتا ہے کہ ظاہر بامراللہ نے عید کی رات علماء وصلحاء میں ایک لاکھ اشرفیاں تقسیم کی تھیں۔

مستنصر باللہ کے حالات مستنصر باللہ کا نام ابوجعفر منصور بن الظاہر بامراللہ بن الناصر الدین اللہ العباسی ہے۔ ان کی ماں ترکی تھی۔ وہ ۵۸۸ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد محترم کے انتقال کے بعد ان سے بیعت لی گئی۔ چنانچہ تمام حقیقی اور چچازاد بھائیوں نے بیعت کی۔ مستنصر باللہ تمام بھائیوں سے بڑے تھے۔ ان کی عمر اس وقت ۳۵ سال تھی۔ ان کی وفات جمعہ کی صبح ۱۰ جمادی الثانی ۶۴۰ھ میں ہوئی۔ مستنصر باللہ اپنے والد محترم کی طرح پرکشش، سفید، سرخی مائل اور تندرست وتوانا تھے۔ ان کے بالوں میں بڑھاپے کی ہلکی سی جھلک تھی جس کی بناء پر مہندی کا خضاب کرتے۔ پھر بعد میں خضاب لگانا بند کردیا تھا۔ ابن سباعی کہتے ہیں کہ میں ان کے پاس بیعت کے وقت موجود تھا۔ جیسے ہی بے نقاب کئے گئے تو میں نے انہیں دیکھ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کامل صورت عطا کی تھی۔ اس کا معنی یہ ہے کہ یہ سفید، سرخی مائل تھے۔ لمبی اور باریک ابرو، بڑی اور سیاہ آنکھوں والے، نرم رخسار، تنگ نتھنے، درمیان سے بلند ناک والے، کشادہ سینہ رکھنے والے آدمی تھے۔ مستنصر باللہ سفید رنگ کے کپڑے پسند کرتے تھے اور ٹیک لگانے کے لئے سفید چھڑی اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ مستنصر نے جن لوگوں کو خلعت شاہی سے نوازا ہے ان کی تعداد تقریباً ۳۵۰ھ تک پہنچ جاتی ہے۔

مورخین کہتے ہیں کہ مستنصر رعب و دبدبہ کے ساتھ حکومت کرنے والا، دیانتدار اور انصاف پسند حکمران تھا۔ اس نے شر پسندوں کا خاتمہ کر دیا تھا۔ نیز وہ خلافت کا اہل بادشاہ تھا۔ اس کے علاوہ مستنصر نے مسجدیں اور مدارس وقف کر دیئے اور خوب مال و دولت خرچ کیا۔ نیز دوسرے بادشاہ مستنصر کے سامنے سرنگوں ہوئے۔ مستنصر کے دادا ناصر اس سے محبت کرتے تھے۔ چنانچہ حق سے دلچسپی اور عقلمند ہونے کی وجہ سے دادا نے مستنصر کو قاضی کہنا شروع کر دیا تھا۔ مستنصر نے بے مثال مدرسہ قائم کیا اور زبردست لشکر تیار کیا۔ یہاں تک کہ سواروں کے ایک رسالے میں ایک لاکھ گھوڑے تھے۔ یہ غالباً سارے جنگی حالات کو کنٹرول کرنے کی وجہ سے تھا۔ مستنصر کو اندلس اور مراکش کے بعض علاقے بطور انعام مل چکے تھے۔ مستنصر کی مدت خلافت ۱۷ سال ہے لیکن انہیں اور ان کے والد محترم کو معزول نہیں کیا گیا۔ مستنصر کی خلافت کے بعد سلطنت میں مزید انتشار پیدا ہو گیا۔ تاتاریوں سے معاملات الجھنے کی وجہ سے اکثر اسلامی ممالک پر قبضہ کر لیا گیا۔ مستنصر کے دور خلافت میں تاتاریوں کے خلاف جنگ کے دوران جلال الدین خوارزم شاہ گم ہو گئے اور یہ معاملہ معزولی سے بھی بہت زیادہ اہم تھا۔ چنانچہ اس کے بعد عراق کا انتظام کنٹرول میں نہیں آ سکا۔ اس لئے کہ جس کو بھی مسند خلافت پر فائز کیا جاتا، وہ مدت مشروط کو پورا نہ کر پاتا۔ پھر اس کے بعد مستنصر باللہ ہی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے تاتاریوں سے جنگ کی اور کافی تعداد میں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ چنانچہ پھر عراق سے سلطنت عباسیہ کا اثر ورسوخ ۵۶۵ھ میں ختم ہو گیا۔ اس لئے کہ مستعصم کو ۲۸ محرم کو قتل کر دیا گیا تھا۔ (جیسا کہ ابھی انشاء اللہ ان کے حالات میں اس کی تفصیل آ جائے گی)

خلافت المستعصم باللہ

خلیفہ مستنصر کے بعد مستعصم باللہ مسند خلافت پر فائز ہوئے۔ ان کا پورا نام ابو احمد عبداللہ بن المستنصر باللہ ابو جعفر منصور بن الظاہر محمد ابن الناصر العباسی ہے جو عراقی خلفاء کی سب سے آخری کڑی تھی جن کی خلافت ۵۲۴ھ تک رہی۔ مستعصم کی ولادت اپنے دادا کی خلافت میں ہوئی۔ امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ مستعصم سے عام بیعت اس دن لی گئی جس دن ظاہر بامر اللہ کو قتل کر دیا گیا تھا۔ یہ واقعہ غالباً ماہ جمادی الاول ۶۴۰ھ کو پیش آیا۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے قبل جو سوانح حیات کی سرخی لگائی گئی ہے وہ ظاہر باللہ سے متعلق تھی۔ خلیفہ مستنصر کے متعلق نہیں تھی۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کاتب کے علم میں جیسے تھی اس نے ویسے ہی لکھ دی۔ چنانچہ میں نے ان دونوں کے حالات ذیلی عنوانات سے تحریر کئے ہیں وہی قابل اعتبار ہیں۔ اسی لئے مستعصم چھٹے خلیفہ تسلیم کئے گئے۔ چنانچہ المستعصم کو ہلاکو کے زمانے میں معزول کر کے قتل کر دیا گیا۔ اسی دوران ۶۵۵ھ میں بغداد پر قبضہ کیا جا چکا تھا۔ یہ تمام باتیں وزیر العلقمی کی سازش، مستعصم کی نااہلی، سوء تدبیر، کبوتر بازی اور غیر شرعی امور کے ارتکاب کی وجہ سے پیدا ہوئیں جو منصب خلافت کے شایان شان نہیں تھی۔ چنانچہ مستعصم نے ہلاکو کے پاس پناہ لے لی تھی۔ نیز ان کے ساتھ فقہاء وصوفیاء کرام کی جماعت بھی ہوگئی تھی۔ چنانچہ ان سب کو قتل کر دیا گیا۔ مستعصم کو معزول کر کے ان کو ہتھوڑے سے قتل کر دیا گیا۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ انہیں ایک

لوہے کے اوزار سے مارا گیا یہاں تک ان کی موت واقع ہوگئی۔ چنانچہ اس کے بعد بنوعباس انتظامی معاملات میں کمزور پڑ گئے۔ یہ تمام واقعات غالباً ۲۸ محرم ۶۵۶ ھ میں پیش آئے۔

بعض مورخین مستعصم کے قتل کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ سرکش ہلاکو بن قبلائی خان بن چنگیز خان ۶۵۶ ھ میں ایک لشکر جرار لے کر بغداد کے لئے روانہ ہوا۔ چنانچہ اس کے مقابلہ کے لئے دفتر کا منشی بھی آنکلا۔ پھر تیسرے لشکر کی قیادت تابجو نے کی اور برسرپیکار ہوگیا۔ چنانچہ یہ سب قلیل ہونے کی بناء پر شکست کھا گئے۔ اس کے بعد تابجو نے بغداد کے مغربی علاقے میں پڑاؤ ڈالا اور ہلاکو خان مشرقی جانب کی طرف اتر گیا۔ یہ حالات دیکھ کر وزیر نے خلیفہ کو ہلاکو سے مصالحت کا مشورہ دیا۔ چنانچہ وہ تنہا نکلا اور اپنا اعتماد ظاہر کر کے واپس آیا اور اس نے یہ کہا کہ آپ کے صاحبزادے سے ہلاکو خان اپنی بیٹی کی شادی کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ شاہان سلجوقیہ کی طرح آپ کو ہلاکو خان کا مطیع ہونا پڑے گا۔ پھر ہلاکو خان یہاں سے واپس چلا جائے گا۔ چنانچہ ان حالات میں یہ مناسب سمجھا کہ ملک کی اہم شخصیات کو جمع کر کے ان سے مشورہ کیا جائے۔ جب مشاورت کیلئے سب جمع ہو گئے تو ان سب کو خلیفہ سمیت قتل کر دیا گیا۔

خلیفہ مستعصم بردبار، شریف، صاف گو، قلیل الرائے، دیانتدار اور بدعت سے بغض رکھتا تھا۔ نیز نیکی کے کاموں میں حصہ لیتا تھا گویا یہ صفت اس پر ختم کر دی گئی ہے۔ ہلاکو خان نے ان کو اور ان کے بیٹے ابوبکر کے متعلق یہ حکم دیا تھا کہ انہیں سینہ میں مار مار کر ہلاک کر دیا جائے۔ یہاں تک کہ ماہ محرم کے آخر تک ان کی موت واقع ہوگئی۔ مورخین کے لئے یہ نازک موقع ہے کہ وہ مستعصم کی موت کے متعلق صحیح حالات کا جائزہ لے کر تحریر کریں ''لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم'' چنانچہ امت تین سال تک بغیر کسی خلیفہ کے زندگی گزارتی رہی۔ بالآخر اہل مصر نے ماہ رجب ۶۵۹ ھ میں مصر میں مستنصر باللہ سے بیعت کر لی۔

خلافت مستنصر باللہ احمد بن خلیفہ ظاہر باللہ

ان کا پورا نام احمد بن خلیفہ ظاہر باللہ بن محمد بن ناصر العباسی الاسود ہے۔ ان کی ماں حبشی تھی۔ یہ بہادر اور دلیر تھے۔ جب یہ مصر آئے تو لوگوں نے انہیں پہچان لیا۔ اس لئے کہ مقتول مستعصم ان کے چچا تھے۔ پھر یہ سلطنت کی باگ ڈور سنبھالنے اور سلطان ظاہر سے بیعت کرنے کے لئے تیار ہوئے۔ چنانچہ امت کا معاملہ ان کو تفویض کیا گیا۔ پھر یہ دونوں شام کی طرف نکلے۔ اس کے بعد خلیفہ ان سے جدا ہو گئے۔ پھر یہ ایک ہزار کے لشکر کے ساتھ بغداد پر قبضہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ بالآخر سال کے آخر میں ان کے اور تاتاریوں کے درمیان زبردست جنگ ہوئی۔ چنانچہ یہ جنگ میں گم ہو گئے اور ان کے پاس حاکم ابوالعباس احمد بھی موجود تھے۔ پھر یہ شام تک شکست کھا گئے۔

خلافت الحاکم بامر اللہ

۸ محرم الحرام ۶۶۱ ھ کو ایک زبردست مجلس خلیفہ سے بیعت عامہ لینے کے لئے منعقد کی گئی تو لوگ ابوالعباس احمد بن امیر ابوعلی بن ابوبکر بن مسترشد باللہ بن مستظہر باللہ عباسی کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ پس ان کے نسب کو متصل کیا گیا۔ چنانچہ سلطان شاہ ظاہر نے

ان سے بیعت کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ پھر ان کے بعد حکام اور قاضیوں نے بیعت کی اور ان کا لقب حاکم بامر اللہ رکھ دیا گیا۔ پھر دوسرے دن انہوں نے فصیح و بلیغ خطبہ دیا۔ اس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں ''تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس نے بنو عباس کو طاقتور بنایا'' پھر اس کے بعد خلافت و بیعت کے سلسلے میں ملک بھر میں تحریری دعوت دی گئی۔ چنانچہ حاکم بامر اللہ چند ماہ مسند خلافت پر فائز رہے۔ ان کی وفات ماہ جمادی الاولی ۷۰۱ھ میں ہوئی اور انہیں سیدہ نفیسہ کے پاس دفن کر دیا گیا۔

خلافت مستکفی باللہ ابی الربیع سلیمان بن حاکم بامر اللہ

مستکفی بامر اللہ کو ان کے والد محترم نے ولی عہد مقرر کر دیا تھا۔ پھر والد محترم کی تعزیت کے بعد مستکفی کی اطاعت کے متعلق عزم کیا گیا۔ چنانچہ مستکفی باللہ نے جمادی الاولی ۷۰۱ھ میں منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا۔ ان کی مدت خلافت ۲۹ سال ہے۔ مستکفی کی وفات مقام قوص میں ماہ شعبان ۷۴۰ھ کو ہوئی۔ مستکفی نے ۵۰ سال سے زائد عمر پائی۔

خلافت الحاکم بامر اللہ احمد بن مستکفی باللہ

الحاکم بامر اللہ کا دور خلافت محرم ۷۴۲ھ میں تھا۔ چونکہ حاکم بامر اللہ کو ان کے والد محترم نے ولی عہد نامزد کر دیا تھا۔ اس لئے ان سے بیعت کر لی گئی۔ حسینی نے اپنی تاریخ ''ذیل علی البر'' میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔ امام ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ اس کی حکومت ۷۴۰ھ میں تھی۔ چنانچہ جب مستکفی کا انتقال ہوگیا تو پھر ان کے بھائی ابراہیم جو کہ ولی عہد بھی نہیں تھے سے بیعت کر لی گئی۔ پھر یہ برابر مسند خلافت پر فائز رہے۔ یہاں تک کہ ۷۵۴ھ میں قاہرہ میں انتقال کر گئے۔

خلافت معتضد باللہ

معتضد باللہ چونکہ اپنے بھائی حاکم بامر اللہ کے ولی عہد تھے اس لئے ان سے بیعت لی گئی۔ معتضد اپنے لقب ہی سے مشہور ہوئے۔ ان کا نسب نامہ یوں ہے: ''معتضد باللہ بن ابو فتح ابو بکر بن مستکفی باللہ ابوالربیع سلیمان بن حاکم بامر اللہ ابوالعباس احمد بن ابی علی بن مسترشد باللہ العباس'' معتضد باللہ کی مدت خلافت ۲۰ سال ہے۔ ان کی وفات قاہرہ میں ۴ جمادی الاول ۷۶۳ھ کو ہوئی۔

خلافت متوکل علی اللہ

متوکل علی اللہ چونکہ اپنے والد محترم کی طرف سے نامزد کردہ ولی عہد تھے۔ اس لئے ان کے والد محترم کی وفات کے بعد ان سے ۷ جمادی الثانی ۷۶۳ھ میں بیعت لی گئی۔ ان کی ولادت ۷۴۰ھ سے اوپر یا اس کے قریب قریب ہوئی ہے۔ ان کا نام عبداللہ محمد تھا لیکن انہیں حمزہ المتوکل علی اللہ بن معتضد باللہ العباسی بھی کہا گیا ہے۔ اس کے بعد ان کی خلافت مستحکم ہوگئی۔ بالآخر ۸۰۸ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ اسی دوران انہیں کئی مرتبہ چند سال کے لئے معزول کیا گیا۔ پھر ان کے رشتہ دار زکریا بن ابراہیم سے ۱۳ صفر ۷۷۹ھ میں بیعت لی

گئی۔ چنانچہ ایک ماہ بعد متوکل پھر مسند خلافت پر فائز ہوگیا۔ یہاں تک کہ ماہ رجب ۷۰۵ھ تک تخت نشین رہا۔ پھر متوکل کو معزول کر کے قید کر دیا گیا۔ اس کے بعد عمر بن معتضد سے بیعت لی گئی۔ ان کا لقب واثق رکھا گیا۔ پھر ان کی موت واقع ہوگئی۔ پھر ان کے بھائی زکریا سے بیعت کر لی گئی اور ان کا لقب مستعصم رکھا گیا۔ اس دوران متوکل ماہ صفر ۹۱ویں سال تک قید و بند کی زندگی گزارتا رہا۔ چنانچہ کچھ دنوں بعد اسے قید سے آزاد کر دیا گیا۔ پھر قید میں مبتلا کر کے لوگوں کی ملاقات سے روک دیا گیا۔ پھر ۷ ربیع الاول کو قید و بند سے آزاد کر دیا گیا۔ پھر یکم جمادی الاول کو متوکل سے بیعت کر لی گئی اور انہیں ان کے گھر میں لایا گیا۔ چنانچہ حکام اور قاضی وغیرہ ان کی خدمت میں جمع ہو گئے۔ یوم شہود کا منظر آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ چنانچہ یہ مسند خلافت پر فائز رہے۔ یہاں تک کہ ان کی وفات ہوگئی۔

خلافت المستعین باللہ

مستعین باللہ کا نام ابوالفضل عباس بن متوکل علی اللہ ابوعبداللہ محمد بن معتضد ابوبکر بن سلیمان بن احمد العباسی ہے۔ ان کے والد محترم نے انہیں ولی عہد مقرر کیا تھا لیکن ان سے پہلے دوسرے صاحبزادے معتمد علی اللہ مرتے دم تک دستبردار ہی رہے۔ جس وقت متوکل کی وفات ہوئی تو ان کے بیٹے مستعین سے ماہ رجب ۸۰۸ھ میں بیعت لی گئی۔ چنانچہ مستعین مسند خلافت پر فائز رہا۔ یہاں تک کہ سلطان ناصر فرج بن برقوق نے دمشق میں محاصرہ کر لیا۔ کہا گیا ہے کہ مستعین سے بیعت اس سلطنت کے متعلق کی گئی تھی جو خلافت کے نام سے معروف تھی۔ یہ واقعہ غالباً ۱۵ محرم الحرام ۸۱۵ھ کو پیش آیا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد اہل حل وعقد، قاضی، حکام اور کچھ عوام جمع ہوئے تو انہوں نے ان کے متعلق سوالات کئے تو مستعین نے سختی سے منع کر دیا لیکن جب اسے اعتماد اور یقین ہوگیا تو اس نے منظور کر لیا۔ چنانچہ اس کے بعد ان کے لقب کو تبدیل نہیں کیا گیا۔ پھر اس کے بعد ان کے نام پر سونے اور چاندی کے سکے ڈھالے گئے۔ پھر ولایت اور عزل کے سلسلے میں تصرف کیا گیا۔ درحقیقت خطبہ اور علامت اسی کے حصہ میں تھا۔ چنانچہ جب لشکر تیار ہو کر مصر کے لئے روانہ ہوا تو تمام حکام اس کی خدمت میں تھے لیکن ارباب حل وعقد امیر شیخ کے پاس تھے۔ پھر ۸ ربیع الثانی کو مصر میں داخل ہو کر انتشار پھیلا دیا اور تمام حکام اس کے سامنے تھے۔ یہ دن بھی قیامت کا منظر پیش کر رہا تھا تو وہ برابر قلعہ ہی میں رہا۔ اس کے بعد قلعہ میں اتر گیا اور شیخ ''باب السلسلہ'' سے اصطبل میں اتر گیا۔ چنانچہ آٹھویں دن شیخ اور حکام محل میں داخل ہوئے اور خلیفہ تخت پر بیٹھ گیا۔ شیخ کو خلیفہ نے بے مثل شاہی خلعت سے نوازا۔ اس کے بعد شیخ کو ملک کی باگ ڈور سپرد کر دی گئی اور شیخ کو ''نظام الملک'' کا خطاب دیا گیا۔ پھر شیخ اور خلیفہ کے لئے حرمین شریفین کے منبروں پر دعائیں کی گئیں۔ چنانچہ جب حکام محل میں ڈیوٹیوں سے فارغ ہوتے تو اصطبل میں شیخ کی خدمت میں دوبارہ آ جاتے اور متذبذب ہو جاتے۔ پھر شیخ کا منشی خلیفہ کی طرف متوجہ ہو کر منشورات مرتب کر کے دستخط کی مہر لگاتا۔ اس طرح معاملہ ایک عرصہ تک چلتا رہا۔ چنانچہ شیخ نے محسوس کیا کہ خلیفہ گھر کی سلطنت سے مستعفی ہونا چاہتا ہے۔ لیکن جب خلیفہ نے ایسا نہ کیا تو شیخ نے اس سے گریز کیا۔ پھر اس کے پاس سوائے نوکروں اور ساتھیوں کے کوئی بھی باقی نہیں رہا۔ پھر بروز سوموار اوائل شعبان کو شیخ نے ارباب حل وعقد، قاضیوں، حکام اور دوسرے ساتھیوں کو جمع کیا تو لوگوں نے شیخ سے بیعت کر لی۔ چنانچہ اس وقت شیخ کا لقب ''الملک المؤید ابی النصر'' رکھا گیا۔ پھر شیخ محل میں چڑھ کر تخت شاہی پر براجمان ہوا۔ حکام نے قدم بوسی

کی۔ قاضیوں اور کارکنان نے مصافحہ کیا۔ پھر خلیفہ کی طرف یہ تحریر ارسال کی کہ وہ ان کے پاس حکومت وخلافت کی سپردگی میں حسب دستور گواہ رہے۔ چنانچہ خلیفہ نے گواہی کو اس شرط پر قبول کرلیا کہ شیخ اپنے گھر چلا جائے تو میں گواہ بن سکتا ہوں۔ چنانچہ چند دن تک اس نے موافقت نہ کی پھر انہیں محل سے منتقل کر کے قلعہ کے کمروں میں لے جایا گیا۔ اس حال میں کہ اس کے ساتھ اس کے اہل و عیال اور وہ لوگ بھی تھے جو لوگوں کو اندر جانے سے منع کرتے تھے۔ چنانچہ ذیقعدہ کے مہینہ میں منبروں پر خلیفہ کیلئے دعا کرنا ترک کردیا گیا اور سلطنت کے والی بننے سے قبل ان کے لئے دعائیں کی جاتی تھیں۔ پھر یہ برابر مسند خلافت پر فائز رہے یہاں تک کہ سولہویں سال معزول کردیا گیا۔ پھر جب موید فیروز کے پاس گیا جسے اسکندریہ بھیجا گیا تھا۔ وہ وہاں مقیم ہوگیا تھا یہاں تک کہ تاتاری سلطنت میں مقیم ہوگیا۔ چنانچہ انہیں چھوڑنے کے لئے بھیجا گیا۔ پھر انہیں قاہرہ جانے کی اجازت دی گئی۔ پھر وہ اسکندریہ میں مقیم ہوگیا۔ اس کے بعد یہاں اس کو اطمینان ملا اور انہیں تجارت میں بہت زیادہ نفع حاصل ہوا۔ پھر وہ یہیں ٹھہرا رہا۔ یہاں تک کہ طاعون کے مرض میں مبتلا ہوکر ۸۳۳ھ کو شہادت کے مرتبے پر فائز ہوگیا۔

فصل خلفاء الراشدین، امراء المومنین، بادشاہ اور سلاطین کی مصاحبت اختیار کرنے والوں کے لئے ہدایات۔

امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ مجھ سے سیدنا عبداللہ بن عباسؓ نے اپنے والد محترم کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: اے بیٹے! یہ شخص جن کا نام سیدنا عمر بن خطابؓ ہے یہ تمہیں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مقدم رکھتے ہیں اس لئے میں تمہیں چار باتوں کی وصیت کرتا ہوں۔

(۱) تم ان کے سامنے کسی کا راز افشا نہ کرنا (۲) ان کے سامنے جھوٹ نہ بولنا (۳) ان کے سامنے کسی کو نصیحت کرتے وقت مبالغہ سے کام نہ لینا (۴) ان کے سامنے کسی کی غیبت نہ کرنا۔

امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے عرض کیا کہ ان میں سے ہر نصیحت ایک ہزار سے بہتر ہے۔ پس حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا نہیں بلکہ دس ہزار سے بہتر ہے۔ بعض حکماء کہتے ہیں کہ جب کوئی بادشاہ تمہارا احترام زیادہ کرنے لگے تو تم بھی اس کی عزت کرو۔ جب کوئی تمہیں لڑکے کی حیثیت دے تو تم اسے اپنا آقا سمجھو۔ جب تمہیں بھائی سمجھے تو تم اسے والد کی حیثیت دو۔ تم اس کی طرف ٹکٹکی باندھ کر نہ دیکھو۔ بلکہ اس کے لئے برابر دعا کرتے رہو اور دعا کا سلسلہ منقطع نہ کرنا۔ جب وہ تم سے ناراض ہوجائے تو تم متاثر نہ ہونا۔ جب وہ تم سے راضی رہے تو اس سے دھوکہ نہ کھانا۔ نیز اس کے پیچھے پڑ کر کوئی چیز نہ مانگنا۔ چنانچہ اسی مفہوم کو ادا کرنے کے لئے ایک شعر کہا گیا ہے ؎

قرب الملوک یا اخا البدر السنی　　　حظ جزیل بین شدقی ضیغم

''بادشاہوں کی قربت اے بھائی بدر سنی، عمدہ نصیبہ کی طرح شیر کے دونوں جبڑوں میں ہے''

فضل بن ربیع نے کہا ہے کہ اگر کسی نے بادشاہ سے بے موقع اپنی حاجت کے لئے سوال کیا تو گویا وہ آداب سے ناواقف ہے اور اس نے اپنی بات کو ضائع کردیا۔ اس کا یہ فعل نمازوں کو وقت سے پہلے ادا کرنے کی طرح ہے اس لئے کہ نماز بغیر وقت کے قبول نہیں ہوتی۔

خالد بن صفوان نے کہا ہے کہ جو بادشاہوں کے پاس بھلائی اور امانت کے ساتھ بیٹھتے ہیں وہ بڑے انصاف پرست ہیں بہ نسبت

ان لوگوں کے جو فسق اور خیانت کے ساتھ بیٹھتے ہیں۔ اس لئے کہ بادشاہ کے پاس نصیحت کرنے والے دشمن بن کر اور دوست عداوت وحسد کے پیکر بن کر جمع ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ دشمن بادشاہ کی نصیحت کی وجہ سے بغض رکھتا ہے اور دوست بادشاہ کے بلند مرتبہ کی وجہ سے حرص رکھتا ہے۔ حکیم افلاطون نے کہا ہے کہ اگر تم کسی بادشاہ کی خدمت میں رہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں بادشاہ کی اطاعت نہ کرنا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا تجھ پر احسان زیادہ افضل ہے بہ نسبت اس بادشاہ کے جس کے دربار میں تمہاری آمدورفت ہو اور اللہ تعالیٰ کی وعید اس بادشاہ کی دھمکی کے مقابلہ میں تیرے لئے زیادہ سخت ہے۔

احادیث نبوی ؐ ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی مالدار کے مال و دولت سے مرعوب ہو کر اس سے جھک کر پیش آتا تو اس کی وجہ سے اس سے دین کا دو تہائی حصہ جاتا رہتا ہے''

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جس نے دنیا سے غمزدہ ہو کر صبح کی تو گویا وہ اپنے رب پر غصہ ہوا اور جس نے اپنے مصائب پر شکایت کرتے ہوئے صبح کی تو گویا اس نے اپنے رب کی شکایت کی اور جو شخص کسی مالدار کے پاس گیا اور اس کے پاس جھک گیا تو اس کے دین کا تہائی جاتا رہا۔''

حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ اس فقیر پر لعنت کرے جو کسی مالدار کے پاس مال و دولت کی وجہ سے جا کر جھک گیا۔ پس جس نے ایسا طرز عمل اختیار کیا تو اس کے دین کا دو ثلث جاتا رہا۔''

دوسری روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ کیلئے کسی چیز کو چھوڑ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں کوئی اچھی چیز اسے عنایت فرما دیتا ہے۔

بعض صحابہ کرامؓ سے روایت ہے کہ ''تم اللہ تعالیٰ کے خوف سے کسی چیز کو چھوڑ نہیں پاتے لیکن یہ کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے بہتر چیز عنایت فرما دیتا ہے۔ (رواہ احمد مرفوعاً)

دانشوروں کے اقوال حکیم افلاطون کہتے ہیں کہ جو شخص تجربات سے نہیں گزرتا، وہ ذلیل وخوار ہوتا ہے۔ افلاطون نے مزید کہا ہے کہ تجربات تادیب کیلئے اور دن ورات کی گردش نصیحت وعبرت کیلئے کافی ہیں۔ بادشاہ ایک بڑے دریا کی طرح ہوتا ہے جس سے چھوٹی چھوٹی بہت سی نہریں پھوٹتی ہیں۔ اگر دریا کا پانی میٹھا ہو تو ان کا پانی بھی میٹھا ہوتا ہے۔ اگر دریا کا پانی نمکین ہو تو ان نہروں کا پانی بھی نمکین ہوتا ہے۔ کسی عقلمند آدمی سے پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ جس شخص میں ادب کی مجالس جمع ہو جائیں تو وہ غصہ سے مغلوب نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ عقل معاملات میں استقلال پیدا کرتی ہے یا عقلمندی مستقل مزاجی کا نام ہے اور اس کا پھل سلامتی ہے۔ بادشاہ بازار کی طرح ہے جس میں سامان وغیرہ لگایا جاتا ہے۔ بادشاہ شیر پر سوار ہونے کی طرح ہے جس سے لوگ خوفزدہ ہو جاتے ہیں بلکہ وہ اپنی سواری کی وجہ سے زیادہ بارعب ہوتا ہے۔ اگر کوئی اپنے مقصد کو پہچان لے تو اس پر خرچ کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ جو نگاہ مطلق العنان کر دیتا ہے وہ تادیر افسوس کرتا ہے جس کی امیدیں لمبی ہوتی ہیں اور اس کا انجام برا ہوتا ہے۔ جس کی زبان میں لگام نہیں ہوتی وہ اپنے آپ کو مقید کر لیتا ہے جو اپنے عیوب کو دور کر لیتا ہے اسے حاسدین رشک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جو مصائب برداشت کرتا ہے وہ پوشیدہ ازواں لو پالیتا ہے جو اچھی چیزوں کو پسند کرتا ہے وہ محارم سے بچ جاتا ہے۔ جس سے لوگ حسن ظن رکھتے ہیں اسے دیر تک دیکھتے

ہیں۔ ادب شرافت کا قائم مقام ہے جتنا کریم آدمی سدھارتا ہے اتنا ہی بدبخت کو معاف کر دینے سے بگڑ جاتا ہے جو عقلمندوں سے مشورہ کرتا ہے۔ وہ درستگی کو پالیتا ہے جو کسی انسان سے امید رکھتا ہے وہ مرعوب رہتا ہے۔ جو کسی کام کو انجام تک نہیں پہنچا سکتا وہ عیب نکالتا ہے۔ جو جھگڑنے میں مبالغہ کرتا ہے وہ گنہگار ہے۔ جو قطع تعلقی کرتا ہے وہ ظالم ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے خوف کی استطاعت نہیں جس نے امانت کی بے انتہا حفاظت میں لڑائی کی اس نے خلاف مقصد کام کیا۔ جس نے اپنے آپ کو ایسے کام کیلئے پیش کیا جس کی وہ قوت نہیں رکھتا تو وہ دوسروں کی نظروں میں گر جاتا ہے۔ جو اچھے کام کرتا ہے وہ چھا جاتا ہے اور جو چھا گیا اس نے قیادت کی اور جس نے قیادت کی اس نے اپنے مقصد کو پالیا۔ یتیموں اور بیواؤں پر ظلم کرنا فقر وفاقہ کی کنجی ہے۔ سینے کی اصلاح وسیع الظرف آدمی کے علاوہ اور کوئی نہیں کرسکتا۔ چھوٹی سی بات میں گھٹیا آدمی منع کرتا ہے۔ فخر کا شکار نہیں ہوتے مگر چھوٹے آدمی، بخیل آدمی تعصب کرتا ہے۔ مددگار بھائی کیلئے سوائے ضرورت مند آدمی کے اور کوئی بھی پانی کی حاجت کی طرح انصاف کا خواہشمند نہیں ہوتا۔ مددگار شریف آدمی سے جب رحمت کی امید کی جاتی ہے تو وہ نرمی سے پیش آتا ہے۔ بدبخت آدمی سے جب مہربانی کا برتاؤ کیا جاتا ہے تو وہ مزید سخت ہو جاتا ہے۔ لوگوں میں سے اللہ تعالیٰ کے قریب وہ لوگ ہیں جو انتقام کی قدرت رکھنے کے باوجود عفو ودرگزر سے کام لیتے ہیں۔ بے وقوف وہ ہے جو کمزوروں پر ظلم کرتا ہے۔ جو اپنے نفس کے لئے واعظ نہیں ہوتا اس کے مواعظ نفع بخش نہیں ہوتے۔ جو تقدیر الٰہی پر راضی رہتا ہے وہ مصیبتوں اور آزمائشوں میں صبر کرتا ہے۔ جو اپنی دنیا کو آباد کرتا ہے گویا وہ اپنے مال کو ضائع کرتا ہے۔ جو آخرت کی فکر کرتا ہے وہ آرزوؤں کو حاصل کر لیتا ہے۔ قناعت تنگدست کو باعزت بنا دیتی ہے۔ صدقہ مالدار کے لئے خزانہ ہے۔ جس نے اپنے عیوب کو چھپایا اس کا حشر برا ہوتا ہے۔ بدبخت وہ ہے جو اپنے لئے بخل کر کے دوسرے کے لئے جمع کرتا ہے۔ بھلائی بہترین پونجی ہے احسان بہترین عادت ہے' جو لوگوں سے مستغنی ہو جائے وہ افلاس سے محفوظ رہتا ہے۔ جو اپنی حاجات اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرتا ہے' وہ اپنے معاملات میں غالب رہتا ہے جو اپنی حاجت لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے وہ اپنی عزت کو پامال کرتا ہے' جو اپنے بھائی کے راز کو ظاہر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے رازوں کو ظاہر کر دیتا ہے۔ جاہل کی نافرمانی سے سلامت رہو گے۔ عقلمند کی اطاعت فائدہ مند ہے۔ بے وقوف کے پاس ادب کی زیادتی ایسا ہے جیسے ایلوے کی جڑوں میں خوشگوار پانی ڈال دیا جائے تو سوائے کڑواہٹ کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ انجیل مقدس میں لکھا ہے کہ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے جس پیمانے سے تم تولتے ہو، اسی کے مطابق وزن کیا جائے گا۔ بعض خلفاء اپنے خاندانی بھائیوں سے خوشی کی لہر اس طرح دوڑایا کرتے تھے کہ وہ ان کے سامنے ایک ہزار درہموں کی تھیلی ڈال دیتے اور یہ کہتے تھے کہ تم لوگ اسے رکھو۔ پھر چھوٹے بچوں کو بھیجتے تھے اور انہیں کہتے کہ تمہیں خرچ کرنے کا مکمل اختیار ہے۔ بعض حکماء نے کہا ہے کہ عقلمند وہ ہے جس نے مال کے ذریعہ سے اپنی حفاظت کی اور نفس سے دین کی حفاظت کی۔ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی وہ ہے جس نے لوگوں میں علم وفضل کے ساتھ زندگی گزاری۔ بہترین لذت اپنے بھائیوں کے ساتھ احسان کرنا ہے۔ ادب کا ذخیرہ نیک کام کرنا ہے۔ نیک کام کرنا عقلمند کا مال غنیمت ہے۔ بھلائی خیر خواہوں کا عطر ہے۔ جو اپنا مال خرچ کرتا ہے اس کی مثال دی جاتی ہے' جو اپنے مال کو حقیر سمجھتا ہے اس کی عزت کی جاتی ہے۔ نیکی کرنے والا کبھی نہیں گرتا۔ اگر گرتا بھی ہے تو اسے کوئی سہارا دینے والا مل جاتا ہے۔ انصاف کرنے والا بادشاہ بارش اور اونٹ سے بہتر ہے۔ ظالم بادشاہ ہمیشہ رہنے والے فتنوں سے بہتر ہے۔

بادشاہوں کی عظمت نوازنے میں، ان کی شرافت معاف کرنے میں اور ان کی عزت عدل کرنے میں ہے۔ عدل، کائنات کا نظام چلانے کا نام ہے۔

عدل وانصاف نبی مہربانؐ کی نظر میں ایک روایت میں ہے کہ "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات آدمی ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اس دن سایہ میں رکھیں گے جس دن اللہ تعالیٰ کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ ان میں سے پہلا عادل بادشاہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بادشاہ کے ایک دن کا انصاف ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک گھڑی کا انصاف ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے۔ نبی مہربان صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بادشاہ زمین میں اللہ کا سایہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ہر مظلوم اس میں ٹھکانہ حاصل کرتا ہے۔ اگر بادشاہ عدل کرتا ہے تو اس کے لئے اجر وثواب اور رعایا پر شکریہ کا حق ہوتا ہے لیکن اگر بادشاہ ظلم کرتا ہے تو اس پر گناہ اور رعایا پر صبر ہے۔"

خلافت معتضد باللہ ابوالفتح داؤد

معتضد باللہ سے بیعت ۱۷ ذی الحجہ ۸۱۶ھ کو ان کے بھائی مستعین باللہ کے عوض میں لی گئی۔ اس لئے کہ انہیں "سلطان موید" نے مسند خلافت سے معزول کر دیا تھا۔ پھر انہیں بلا کر سلطان موید اور قاضی صالح بلقینی شافعی کے درمیان بٹھایا گیا۔ پھر انہیں مسند خلافت پر فائز کر دیا گیا۔ چنانچہ یہ تخت نشین ہوگئے۔ یہاں تک کہ بروز اتوار ۴ ربیع الاول ۸۴۵ھ میں بیماری کی حالت میں وفات پائی۔ اس وقت ان کی عمر ۷۰ سال تھی۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔

خلافت المستکفی باللہ

مستکفی کا پورا نام ابوالربیع بن متوکل علی اللہ ابوعبداللہ محمد بن ابوبکر بن سلیمان بن احمد العباسی ہے۔ ان سے اس دن بیعت لی گئی جس دن ان کے بھائی معتضد باللہ کی وفات ہوئی۔ اس لئے کہ انہی کو ولی عہد مقرر کیا گیا تھا۔ غالباً یہ واقعہ ماہ ربیع الاول ۸۴۵ھ کا ہے۔ شیخ صلاح الدین صفدی "شرح لامیۃ العجم" میں لکھتے ہیں کہ "اسی طرح عبیدیوں نے جنہوں نے خلفاء مصر کو فاطمیوں کا لقب دیا تھا۔ ان میں سے جو سب سے پہلے مراکش کے حکمران بنے۔ وہ مہدی ہیں۔ ان کے بعد قائم اور ان کے بعد ان کے بیٹے منصور اور ان کے بعد معز خلیفہ بنے۔ ان کے بعد عزیز پھر ان کے بعد حاکم چھٹے خلیفہ بنے۔ حاکم کو اس کی بہن نے قتل کر دیا (اس کا تفصیلی ذکر انشاء اللہ "باب الحاء" میں "الحمار" کے عنوان کے تحت آئے گا۔)

شیخ صفدی لکھتے ہیں کہ جب حاکم کو اس کی بہن نے قتل کر دیا تو پھر اس کے بیٹے ظاہر کو خلیفہ بنایا گیا۔ پھر مستنصر کو اس کے بعد الآمر کو پھر حافظ کو مسند خلافت پر فائز کر دیا گیا۔ پھر اس کے بعد چھٹے خلیفہ ظافر کو مسند خلافت پر فائز کر دیا گیا۔ پس انہیں معزول کر کے قتل کر دیا گیا۔ پھر ان کے بعد ظافر کا بیٹا مسند خلافت پر فائز ہوا اور سب سے آخر میں عاضد تخت نشین ہوا۔ شیخ صفدی مزید فرماتے ہیں کہ اسی طرح مصر میں بنوایوب کی حکومت رہی۔ چنانچہ سب سے پہلے صلاح الدین سلطان ناصر مسند خلافت پر فائز ہوئے۔ پھر ان

کے بیٹے عزیز پھر عزیز کے بھائی افضل بن صلاح الدین، پھر صلاح الدین کے بھائی عادل کبیر۔ پھر عادل کے بیٹے کامل یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے۔ پھر چھٹا خلیفہ عادل صغیر کو مقرر کیا گیا۔ پس انہیں ارباب حکومت نے گرفتار کر کے معزول کر دیا۔ پھر ارباب حل وعقد نے سلطان صالح نجم الدین ایوب کو خلیفہ مقرر کیا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے تورانشاہ کو خلیفہ بنایا گیا۔ یہ اس خاندان کے آخری فرد تھے۔

شیخ صفدی مزید لکھتے ہیں کہ یہی معاملہ ترکی سلطنت میں بھی رہا۔ چنانچہ سب سے پہلے ترکی سلطنت کا معز عزالدین ایبک صالحی خلیفہ بنا۔ پھر اس کے بعد اس کا بیٹا منصور پھر مظفر قطز، پھر ظاہر بیبرس، پھر ان کا بیٹا سعید محمد کو یکے بعد دیگرے خلیفہ بنایا گیا۔ پھر چھٹا خلیفہ عادل سلامش بن ظاہر بیبرس کو بنایا گیا۔ پس انہیں معزول کر دیا گیا۔ پھر ان کے بعد سلطان منصور قلادون الفی کو مسند خلافت پر فائز کر دیا گیا۔

خاندان عبیدی کی تفصیل علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ خاندان عبیدی شاہان مصر کا مختصر تذکرہ بیان کیا گیا ہے۔ اب اس کو تفصیلاً بیان کیا جا رہا ہے۔ خاندان عبیدی کی داغ بیل حسین بن محمد بن احمد بن عبداللہ القداح سے پڑ جاتی ہے۔ حسین بن محمد آنکھوں کا علاج کرتے تھے اور میمون بن محمد بن اسمعیل بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالبؓ آنکھوں کا پانی نکالا کرتے تھے۔ حسین بن محمد اپنی وفات سے قبل مقام سلمیہ تشریف لائے۔ اس لئے کہ ان کے دادا عبدالقداح کا مال و دولت اور امانتیں یہاں موجود تھیں۔ اتفاق سے ان کی موجودگی میں عورتوں کا تذکرہ ہونے لگا تو لوگوں نے ان کے سامنے ایک لوہار یہودی کی عورت کا تذکرہ کیا۔ اس کے شوہر فوت ہو چکے تھے اور یہ عورت نہایت خوبصورت تھی۔ یہودی سے اس کی ماں کی طرح ایک حسین وجمیل لڑکا بھی تھا۔ حسین بن محمد نے اس عورت سے نکاح کر لیا۔ وہ اس سے اور اس کے بیٹے سے محبت کرنے لگے۔ چنانچہ حسین بن محمد نے لڑکے کو تعلیم دلوائی۔ چنانچہ لڑکا تعلیم حاصل کر کے اہم ترین آدمی ہو گیا۔ چنانچہ حسین بن محمد نے کہا کہ یہی بچہ میرا وصی ہے اور یمن و مراکش کا حکمران ہے۔ چنانچہ لوگ اسی سے مراسلت کرنے لگے۔ حسین بن محمد کا کوئی لڑکا نہیں تھا اس لئے اسی یہودی لوہار کے بیٹے کو ولی عہد مقرر کر دیا۔ یہی وہ لڑکا ہے جسے عبیداللہ مہدی کہتے ہیں۔ یہی وہ فرد ہے جو عبیدی خاندان میں سب سے پہلا حکمران ہوا۔ لوگ عبید قبیلہ کی طرف نسبت کرنے لگے۔ اس نے دعوت کے اصول اور رازوں کو خوب پرکھ لیا۔ چنانچہ اس نے مبلغین کو تبلیغ کا حکم دیا۔ نیز ان کو مزید دولت اور تمغوں سے نوازا اور ہم نشینوں کو اطاعت کا حکم دیا۔ حسین بن محمد نے کہا کہ یہ بچہ میرا وصی ہے۔ اس کے بعد چچازاد بہن سے اس کا نکاح کر دیا۔ چنانچہ اسی وقت سے اس نے اپنے نام عبیداللہ کے ساتھ مہدی کا اضافہ کر لیا۔ اس کا نسب نامہ یوں ہے۔ عبیداللہ بن حسین بن علی بن محمد بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب۔

بعض اہل علم کہتے ہیں کہ عبیداللہ، قداح کا بیٹا ہے۔ جب حسین کی موت واقع ہو گئی تو اس کے بعد مہدی مسند خلافت پر فائز ہوا۔ چنانچہ اس کی دعوت عام ہو گئی۔ اس کے مبلغ مراکش سے برابر فتوحات کی خبریں دیتے رہے۔ پھر مکتفی کے دور میں عبیداللہ مہدی مشہور ہو گیا لیکن جب مکتفی کو طلب کیا گیا تو وہ اپنے بیٹے ابوالقاسم نزار (جن کو قائم بھی کہا جاتا ہے) کے ساتھ فرار ہو گئے۔ ابوالقاسم ان دنوں بچہ تھا۔ ان کے ساتھ دو غلام تھا اور یہ دونوں مراکش جانے کا ارادہ رکھتے تھے جب یہ دونوں افریقہ پہنچے تو اپنا مال منگوا کر ساتھ لے لیا۔

اس کے بعد ربیع الثانی کے آخری عشرہ ۲۹۷ھ میں رقادہ پہنچ کر محل میں سکونت اختیار کر لی۔ جمعہ کے دن خطبہ میں سارے ملک میں دعا کے اہتمام کا حکم دیا۔ چنانچہ اس وقت انہیں امیر المومنین مہدی کا لقب حاصل ہوا۔ پھر خود ہی جمعہ کے دن لوگوں کو زبردستی دعا کیلئے جمع کیا اور انہیں اپنے مذہب کی تبلیغ کی۔ چنانچہ اس وقت جو بھی اس کے مذہب کو قبول کرتا۔ مہدی اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا اور جو انکار کرتا، اسے قید کر دیتا۔ چنانچہ عبیدیوں کی سلطنت کا دور ۲۹۷ھ سے شروع ہوجاتا ہے اور عبیداللہ مہدی ہی سب سے پہلا خلیفہ مقرر کیا گیا تھا۔ پھر ان کے بعد ان کے بیٹے قائم نزار، پھر ان کے بعد صاحبزادہ منصور اسماعیل پھر ان کے بعد صاحبزادہ معز معدیہ یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے۔ بلکہ معز معدیہ عبیدیوں کے سب سے پہلے فرد ہیں جن کو مصر کا بادشاہ بنایا گیا۔ غالباً یہ ۱۷ شعبان ۳۵۴ھ کا واقعہ ہے۔ پھر ۲۰ شعبان بروز جمعہ منبروں پر دعائیں کی گئیں۔ انہی ایام میں مصر کے علاقے سے بنوعباس کا تذکرہ خطبوں سے ختم کردیا گیا۔ اس دوران مطیع اللہ الفضل بن جعفر کی حکومت تھی۔ چنانچہ المعز بروز منگل ماہ رمضان ۳۶۲ھ میں مصر میں داخل ہوگیا۔ (یہ تفصیل بطور وضاحت ذکر کردی ہے ورنہ اس کی ضرورت نہیں تھی) پھر خلیفہ معز کے بعد ان کا بیٹا العزیز بن المعز مسند خلافت پر فائز ہوا۔ پھر اس کے بعد عزیز کا بیٹا الحاکم ابوالعباس احمد تخت نشین ہوا۔ یہ عبیدی خاندان کے چھٹے خلیفہ تھے۔ پس انہیں قتل کردیا گیا۔ حاکم نے سوموار کی شام ۱۳ شوال ۴۱۱ھ کو باہر نکل کر حسب دستور شہر کا گشت کیا۔ اس کے بعد خلوان کے مشرقی حصے کا گشت کیا۔ حاکم کے ساتھ دو سوار بھی تھے لیکن انہوں نے انہیں واپس کردیا تھا۔ لوگوں نے حاکم ابوالعباس کا ۳ ذیقعدہ تک انتظار کیا۔ لہٰذا جب واپسی کی کوئی توقع نظر نہ آئی تو لوگوں نے انہیں تلاش کرنا شروع کردیا۔ چنانچہ لوگوں نے محل کے اردگرد نہایت باریک بینی سے تلاش کیا۔ چنانچہ اچانک لوگوں کی نگاہ پہاڑ کی چوٹی پر پڑی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں ان کا گدھا کھڑا ہے اور گدھے کے اگلے پاؤں میں تلوار کا وار معلوم ہوتا ہے۔ لوگوں نے نشانات سے اندازہ لگایا۔ بالآخر وہ ایک حوض کے پاس آئے۔ چنانچہ ان میں سے ایک شخص نے حوض میں اتر کر دیکھا تو اس میں چند بندھے ہوئے اعضاء نظر آئے جن میں چھریوں کے نشانات موجود ہیں۔ چنانچہ پھر لوگوں کو ان کے قتل ہوجانے پر شبہ باقی نہ رہا۔

پھر ان کے بعد ان کے بیٹے ظاہر ابوالحسن علی مسند خلافت پر فائز ہوئے۔ پھر صاحبزادے مستنصر، مستعلی، الآمر، حافظ عبدالمجید بن ابی القاسم محمد بن مستنصر اور الظافر یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے۔ چونکہ چھٹے خلیفہ الظافر تھے۔ اس لئے انہیں بھی قتل کردیا گیا۔ پھر ان حضرات کے بعد صرف دو آدمیوں کے پاس خلافت رہی۔ صاحبزادے فائز پھر ان کے بعد عاضد عبداللہ بن یوسف بن حافظ مسند خلافت پر فائز ہوئے۔ پھر ان لوگوں کے بعد عبیدیوں کی سلطنت کا خاتمہ ہوگیا۔ غالباً یہ ۵۶۷ھ کا واقعہ ہے۔ اس وقت مستضی بنور اللہ ابو محمد حسن بن مستنجد عباسی خلافت کے امین تھے۔ چنانچہ عبیدی سلطنت کا خاتمہ ہوا تو مصر میں سلطان سعید شہیر ملک ناصر صلاح الدین یوسف بن ایوب تخت نشین ہوئے۔ پھر ان کے بعد ان کے بیٹے ملک عزیز عثمان، ان کے بھائی افضل، ملک عادل کبیر، ابوبکر بن ایوب اور ملک کامل محمد یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے۔ پھر ملک عادل صغیر چھٹے خلیفہ منتخب کئے گئے۔ چنانچہ انہیں معزول کردیا گیا۔ پھر ان کے بعد ملک صالح بن ایوب بن کامل مسند خلافت پر فائز ہوئے۔ پھر ان کے بعد صاحبزادہ ملک معظم توران شاہ، بھائی اشرف یوسف ابن شجرۃ الدر، معز ایبک، صاحبزادہ منصور علی یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے۔ پھر اس کے بعد مظفر قطز کو چھٹا خلیفہ بنایا گیا۔ چنانچہ انہیں قتل کردیا گیا۔ پھر ان کے بعد ظاہر، بیبرس، صاحبزادہ سعید محمد بن برکہ خان، بھائی عادل سلامش، منصور قلاوون،

صاحبزادہ اشرف خلیل، یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے۔ پھر ان کے بعد القاہر بدر کو چھٹا خلیفہ بنایا گیا۔ چنانچہ یہ نصف یوم تک مسند خلافت پر فائز رہے۔ پھر انہیں قتل کر دیا گیا۔ پھر ان کے بعد ناصر بن منصور کو خلیفہ بنایا گیا۔ چنانچہ انہیں معزول کر کے عادل کتبغا کو مسند خلافت پر فائز کیا گیا۔ پھر یہ خود بخود دوبارہ معزول ہو گئے۔ پھر ان کے بعد ان کے والد محترم کے غلام مسند خلافت پر فائز ہو گئے۔ پھر ان کے بعد عادل کتبغا، منصور لاجین، مظفر بیبرس، منصور ابوبکر بن ناصر بن منصور یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے۔ بالآخر چھٹے خلیفہ بھائی اشرف کجک مقرر ہوئے۔ پھر ان کے بعد ان کے بھائی ناصر احمد، بھائی صالح اسماعیل، برادر کامل شعبان، مظفر حاجی، برادر ملک ناصر حسن یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوتے رہے۔ پھر ان کے بعد سلطان صالح چھٹے خلیفہ منتخب ہوئے۔ چنانچہ انہیں معزول کر کے جیل میں ڈال دیا گیا۔ پھر ان کے بعد سلطنت کا والی پہلے سے معزول شدہ خلیفہ سلطان ناصر حسن کو بنایا گیا۔ پھر ان کے بعد منصور علی بن صالح، اشرف شعبان بن حسین بن ناصر، منصور علی بن اشرف شعبان بن حسین بن ناصر، برادر الصالح حاجی بن اشرف اور ظاہر برقوق یکے بعد دیگرے جانشین ہوتے رہے۔ پھر دوبارہ حاجی کو سلطنت کا والی بنا دیا گیا اور حاجی کو منصور کا لقب عطا کیا گیا۔ پھر دوبارہ برقوق کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ پھر ان کے صاحبزادے ناصر فرج کو، ان کے بعد برادر عزیز کو، پھر دوبارہ فرج کو خلافت سونپ دی گئی۔ چنانچہ انہیں معزول کر کے قتل کر دیا گیا۔ پھر ان کے بعد مستعین باللہ عباسی جانشین ہوئے۔ پھر سلطان مؤید ابونصر شیخ، پھر صاحبزادہ سلطان مظفر احمد تخت نشین ہوئے لیکن انہیں معزول کر دیا گیا۔ پھر ان کے بعد سلطان ظاہر، خلیفہ منتخب ہوئے۔ پھر ان کے بعد صاحبزادہ سلطان صالح محمد تخت نشین ہوئے لیکن انہیں معزول کر دیا گیا۔ پھر ان کے بعد سلطان اشرف برسری جانشین ہوئے۔ پھر ان کے بعد سلطان عزیز یوسف خلیفہ منتخب ہوئے لیکن انہیں معزول کر دیا گیا۔ پھر ان کے بعد سلطان ظاہر جقمق جانشین ہوئے۔ پھر صاحبزادہ سلطان منصور عثمان کو خلیفہ بنایا گیا لیکن انہیں معزول کر دیا گیا۔ پھر ان کے بعد سلطان اشرف اینال کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ پھر ان کے بعد صاحبزادہ سلطان مؤید احمد کو خلیفہ بنایا گیا لیکن انہیں معزول کر دیا گیا۔ پھر ان کے بعد سلطان ظاہر خشقدم کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ پھر سلطان ظاہر بلبائی کو جانشین بنایا گیا لیکن انہیں معزول کر دیا گیا۔ پھر ان کے بعد سلطان ظاہر تمربغا کو خلیفہ بنا کر معزول کر دیا گیا۔ پھر ان کے بعد سلطان ظاہر خایر بک کو خلیفہ بنایا گیا لیکن انہیں اسی رات معزول کر دیا گیا۔ پھر ان کے بعد سلطان اشرف قایتبائی کو خلیفہ بنایا گیا۔ پھر ان کے صاحبزادہ سلطان ناصر محمد کو خلیفہ بنایا گیا لیکن انہیں قتل کر دیا گیا۔ پھر ان کے بعد سلطان ظاہر قانصوہ جو سلطان ناصر محمد کے ماموں تھے، کو خلیفہ بنایا گیا لیکن انہیں بھی معزول کر دیا گیا۔ پھر ان کے بعد سلطان اشرف جانبلاط کو خلیفہ بنایا گیا لیکن انہیں معزول کر کے قتل کر دیا گیا۔ پھر ان کے بعد سلطان عادل طوفان بای کو خلیفہ چنا گیا لیکن انہیں بھی معزول کر کے قتل کر دیا گیا۔ پھر ان کے بعد سلطان اشرف قانصورہ غوری کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ پھر ان کے بعد سلطان سلیم بن محمد بن بایزید بن عثمان، صاحبزادہ سلطان سلیم، صاحبزادہ سلطان مراد وغیرہ یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوتے گئے۔ (اللہ تعالیٰ انہیں فتح ونصرت سے نوازے اور ان کی بخشش فرمائے۔)

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے تاریخ کے چند اوراق طویل ہونے کے باوجود درمیان میں ذکر کر دیئے ہیں۔ چنانچہ یہ فوائد سے خالی نہیں۔ اب پھر ہم اپنے موضوع کی طرف لوٹتے ہیں۔

بڑی بطخ کی خصوصیات (۱) بطخ تیرنے کو پسند کرتی ہے۔ (۲) بطخ کے بچے انڈے سے نکلتے ہی تیرنے لگتے ہیں (۳) جب مادہ انڈے سیتی ہے تو اس کا نر ایک لمحہ کیلئے بھی اس سے علیحدہ نہیں ہوتا۔ (۴) بطخ کے بچے انڈے سے غالباً آخر ماہ تک نکل آتے ہیں۔

بطخ کے متعلق ایک عجیب وغریب قصہ امام دینوریؒ نے "مجالسۃ" میں اور ابن جوزیؒ نے "الاذکیا" میں لکھا ہے کہ محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں شکایت لے کر آیا کہ اے اللہ کے نبی میرے پڑوسی میری بطخ چرا لیتے ہیں۔ یہ سننے کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے لوگوں کو نماز کے لئے بلایا اور نماز کے بعد خطبہ دیا۔ پھر آپ نے فرمایا تم میں سے بعض لوگ وہ ہیں جو اپنے پڑوسی کی بطخ چوری کر لیتے ہیں۔ پھر مسجد میں آتے ہیں تو ان کے سر پر (پَر) ہوتے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ کہا تھا کہ ایک آدمی نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا بس اسے پکڑ لو۔ اسی نے تمہاری بطخ چوری کی ہے۔

بطخ کا شرعی حکم: صحابہ کرامؓ کا اس بات پر اجماع ہے کہ بطخ کا گوشت جائز ہے۔

بڑی بطخ کے خواص (۱) چھوٹی اور بڑی بطخ کا گوشت کھایا جاتا ہے۔ (۲) ان کا گوشت گرم مرطوب ہوتا ہے (۳) حکیم بقراط کہتے ہیں کہ بطخ شہری پرندوں میں سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ (۴) بڑی بطخ میں سب سے اچھی قسم "خالیف" ہوتی ہے اس لئے کہ اس کا گوشت جسم کو موٹا کر دیتا ہے لیکن فضلات کا مجموعہ ہوتا ہے۔ (۵) اگر بطخ کو ذبح کرنے سے پہلے اس کے حلق میں "بورق" پھونک دیا جائے تو گوشت کی مضرت دور ہو سکتی ہے ورنہ اس کا گوشت بلغم پیدا کرتا ہے۔ (۶) اس کا گوشت گرم مزاج والوں کے لئے فائدہ مند ہے۔ (۷) اگر گوشت میں زیتون کا تیل ملا لیا جائے تو گوشت کی بدبو ختم ہو جاتی ہے۔ (۸) اگر گوشت پکاتے وقت گرم مصالحے زیادہ مقدار میں ڈال دیئے جائیں تو گوشت کی بدبو اور غلاظت ختم ہو جاتی ہے ورنہ اس کا گوشت فضلات کا مجموعہ ہوتا ہے اور جلدی ہضم نہ ہونے کی وجہ سے معدہ کے موافق نہیں آتا۔ (۹) چنانچہ گوشت میں فضلات کی وجہ سے بخار جلدی آ جاتا ہے۔ (۱۰) امام قزوینیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی بڑی بطخ کی خصیہ پکا کر کھالے پھر اسی وقت اپنی بیوی سے صحبت کرے تو انشاء اللہ حمل ٹھہر جائے گا۔ (۱۱) بطخ کے پیٹ میں کنکریاں ہوتی ہیں۔ اگر کسی کا پیٹ جل رہا ہو تو بطخ کے پیٹ کی کنکریوں کو پیس کر پینے سے افاقہ ہو جاتا ہے۔ (۱۲) بطخ کا تیل نمونیہ اور بال گرنے کی بیماری میں نافع ہے۔ (۱۳) بطخ کی زبان پابندی سے کھانا "سلسل البول" کے لئے فائدہ مند ہے۔ (۱۴) بطخ کا گوشت بہترین غذاؤں میں شمار ہوتا ہے لیکن یہ دیر میں ہضم ہوتا ہے۔ (۱۵) بطخ کا انڈا متوسط حرارت کا ہوتا ہے لیکن خون گاڑھا پیدا کرتا ہے البتہ نیم نقصان دہ ہوتا ہے۔ (۱۶) اگر بطخ کا انڈا پہاڑی پودینہ (ZATARIA-MULTIFLORA) اور نمک میں ملا کر کھایا جائے تو اس کے ضرررساں اجزاء زائل ہو جاتے ہیں۔ (۱۷) بطخ کا انڈا گندہ خون پیدا کرتا ہے البتہ گرم مزاج والوں کے لئے مفید ہے۔ (۱۸) بطخ اور شترمرغ کا انڈا دونوں گاڑھا خون پیدا کرتے ہیں اور دیر سے ہضم ہوتے ہیں۔ (۱۹) جو شخص شترمرغ اور بطخ کے انڈوں کو استعمال کرنا چاہے تو ان کی خالص زردی استعمال کرے۔ (۲۰) یہ بات ہمیشہ یاد رکھیں کہ ہر انڈے کی زردی بہ نسبت سفیدی کے زیادہ لطیف ہوتی ہے اور سفیدی بہ نسبت زردی کے زیادہ مرطوب ہوتی ہے۔ اسی طرح سفیدی بہ نسبت غذائیت بھی زرد قسم کے انڈوں میں زیادہ ہوتی ہے۔ (۲۱) غذائیت کا مادہ ان خاص قسم کی مرغیوں میں بہت کم پایا جاتا ہے جو بغیر مرغ کے انڈے دیتی ہیں اور اس قسم کی مرغیوں کے انڈوں سے بچے بھی نہیں پیدا ہوتے۔ نیز ان خاص قسم کی مرغیوں کے انڈوں کو خاکی انڈے کہا جاتا ہے۔ چنانچہ جب چودھویں رات کا چاند گھٹنا شروع ہوتا ہے تو اکثر یہ مرغیاں انڈے دینا بند کر دیتی ہیں۔ اس لئے کہ

انڈے چاند کے گھٹنے کے ایام سے لے کر چاند کے بڑھنے کے ایام تک بھر کر مرطوب ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد ان میں تولید کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ (اس کے علاوہ ابدار سے محاق تک کا ذکر عنقریب انشاء اللہ "الحجل" اور الدجاج" کی بحث میں آ جائے گا۔)

الالفه

الالفة: بھتنی یا بھوت کو کہا جاتا ہے لیکن بعض لغویین نے مادہ بھیڑیا کے معنی بھی کئے ہیں۔ (اس کی تفصیل انشاء اللہ "باب السین" اور "باب الذال" میں آ جائے گی۔)

الالق[1]

الالق: اس کے معنی بھیڑیا کے ہیں اور مادہ بھیڑیا کو "القۃ" کہتے ہیں۔ ان دونوں کی جمع "الق" آتی ہے لیکن کبھی کبھی "بندریا" کو "القۃ" کہتے ہیں لیکن بندر کے لئے "الق" کی بجائے "قرد" "رباح" وغیرہ کے الفاظ مستعمل ہیں۔

الاودع

الاودع: جنگلی چوہا کو "الاودع" کہتے ہیں۔ امام جوہریؒ کہتے ہیں کہ "الاودع" یربوع (چوہے کی طرح ایک جانور ہے جس کی اگلی ٹانگیں چھوٹی اور پچھلی ٹانگیں بڑی بڑی اور دم لمبی ہوتی ہے) کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع یرابیع آتی ہے۔ (اس کی تفصیل انشاء اللہ عنقریب "باب الباء" میں آئے گی۔"

الاورق

الاورق: امام جوہریؒ فرماتے ہیں کہ "اورق" اس اونٹ کو کہتے ہیں جو سفید مائل بہ سیاہ ہوتا ہے۔ اس کا گوشت تمام اونٹوں میں سب سے عمدہ قسم کا ہوتا ہے لیکن اہل عرب اسے سواری اور دوسرے کام کیلئے اچھا نہیں سمجھتے۔

الاوس

"الاوس" یہ بھیڑیا کے معنوں میں مستعمل ہے لیکن کبھی کبھی انسان کو بھی کہہ دیتے ہیں۔ نیز تصغیر کے ساتھ بھی "اویس" بھیڑیا کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے کیست اور لجین وغیرہ۔ چنانچہ شاعر الھذلی کہتا ہے ؎

یالیت شعری عنک ولامر امم　　　مافعل الیوم اویس بالغنم

"اے کاش کہ میں تم سے وابستہ ہوتا تو معاملہ نمٹ چکا ہوتا (جیسے) آج جو سلوک بھیڑیئے نے بکریوں کے ساتھ کیا ہے"

اسی طرح کمیت شاعر نے کہا ہے کہ ؎

کما خامرت فی حضنها ام عامر　　　لذی الحبل حتی عال اوس عیالها

"جس طرح لگڑ بگڑ نے شکاری کے پاس بھیڑیئے سے تربیت حاصل کی۔ اسی طرح بھیڑیا بھی اس کے بچوں کا مکمل کفیل رہا۔"

(۱) انگریزی WOLF (کتابستان اردو انگلش ڈکشنری)

علامہ جوہریؒ فرماتے ہیں کہ شاعر "لذی الحبل" سے شکاری مراد لے کر یہ کہنا چاہتا ہے کہ شکاری رسی کو لکڑبگڑ یا بھیڑیے کی کونچ میں پھانس دیتا ہے۔ (اس کی تفصیل عنقریب انشاء اللہ ("العبا" کے عنوان کے تحت آئے گی۔)

احادیث نبویؐ حافظ ابونعیم نے حمزہ بن اسد حارثی کی سند سے روایت کی ہے۔ حمزہ بن اسد حارثی کہتے ہیں کہ "نبی اکرم ﷺ ایک انصاری کے جنازے میں "البقیع الفرقد" تک تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ ایک بھیڑیا اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے بیٹھا ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ یہ "اویس" (بھیڑیا) ہے اس کو کچھ دے دو۔ چنانچہ (شاید کچھ پاس نہ ہونے کی وجہ سے) صحابہ کرامؓ نے ایسا نہیں کیا۔"

"انشاء اللہ عنقریب "باب الذال" میں "لفظ الذئب" کے عنوان کے تحت بھیڑیوں کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں حاضری کا تذکرہ آئے گا۔"

حضرت اویس قرنیؓ حضرت اویس بن عامر قرنیؒ بھی اسی نام "اویس" سے موسوم تھے۔ حضرت اویس قرنیؒ نے نبی اکرمؐ کا زمانہ پایا لیکن آپ کی زیارت سے محروم رہے۔ حضرت اویس قرنیؒ کوفہ میں مقیم تھے۔ ان کا شمار اکابر تابعین میں ہوتا ہے۔

"امام مسلمؒ نے مسلم شریف میں ایک روایت نقل کی ہے۔ حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تابعین میں سے سب سے بہتر وہ آدمی ہے جسے اویس قرنی کہا جاتا ہے۔ وہ تمہارے پاس مدد کے لئے یمنی لوگوں کے ساتھ آئیں گے۔ اگر وہ کسی بات پر قسم کھالیں گے تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور پورا فرمائیں گے۔ لہٰذا اگر تم ان سے مغفرت کروا سکو تو کروا لینا۔" (الحدیث) چنانچہ حضرت اویس قرنیؒ جب حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت عمرؓ نے ان سے استغفار کرنے کی فرمائش کی۔ چنانچہ حضرت اویس قرنیؒ نے امیر المومنین کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔ نیز حضرت اویس قرنیؒ جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

امام احمد بن حنبلؒ نے "باب الزہد" میں ایک روایت حسن بصریؒ سے نقل کی ہے۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے ایک آدمی کی سفارش کی بناء پر جنت میں اس قدر لوگ داخل کئے جائیں گے جن کی تعداد ربیعہ اور مضر دونوں قبیلوں سے زیادہ ہوگی۔"

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ وہ حضرت اویس قرنیؒ ہیں۔ نیز القرنی، قرن (سینگ) کی طرف منسوب ہے اور قرن قبیلہ مراد کی ایک شاخ کا نام ہے۔ امام جوہریؒ سے اس سلسلے میں ایک غلطی بھی ہوگئی جس کی شہرت کی وجہ سے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

"حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں ایک شخص کی سفارش کی وجہ سے ربیعہ و مضر دو قبیلوں کے برابر لوگ جنت میں داخل کئے جائیں گے۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ربیعہ کا مضر سے کیا تعلق ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں جو بھی کہتا ہوں وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کہتا ہوں۔" (الحدیث)

ابن سماک کہتے ہیں کہ "رجل من امتی (میری امت کا ایک شخص) سے مراد حضرت عثمانؓ ہیں۔ قاضی عیاضؒ نے "الشفا" میں ذکر کیا ہے کہ حضرت کعبؓ فرمایا کرتے تھے کہ "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر صحابی شفاعت کا حق رکھتا ہے۔"

ابن مبارکؒ نے ذکر کیا ہے کہ ''عبدالرحمٰن بن یزید بن جابرؒ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا ایک شخص ''صلہ ابن الشیم'' نامی پیدا ہوگا جس کی شفاعت سے اتنے اتنے لوگ جنت میں داخل کئے جائیں گے۔'' (الحدیث)

الایلس

"ایلس" بڑی مچھلی۔ امام قزوینی نے کہا ہے کہ ''ایلس'' ایک بڑی قسم کی مچھلی ہے۔ اس مچھلی کے علاوہ تمام دریائی جانوروں کا شکار کیا جاتا ہے۔ اس مچھلی کی یہ خصوصیت ہے کہ اگر دو آدمی اسے بھون کر ایک ساتھ بیٹھ کر کھانے لگیں تو آپس کی عداوت محبت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

الایم والاین

''الایم والاین'' یہ سانپ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ازرقی نے ''تاریخ مکہ'' میں لکھا ہے کہ ''الایم'' نر سانپ کو کہا جاتا ہے۔ طلق بن حبیب کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کے ساتھ ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے تو سایہ سمٹنے لگا۔ مجلس سے لوگ اٹھ کر جانے لگے۔ اچانک ہم نے دیکھا کہ ایک چتکبرے رنگ کا تندرست وتوانا آدمی ''باب بنی شیبہ'' میں داخل ہوا۔ لوگ اسے دیکھ کر خوفزدہ ہوگئے۔ چنانچہ اس نے سات مرتبہ بیت اللہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم میں دو رکعت نماز ادا کی تو ہم نے اس کے پاس جا کر کہا کہ اے عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ تمہاری عبادت کو قبول فرمائے۔ دیکھو ہمارے یہاں ناسمجھ اور چھوٹے بچے رہتے ہیں۔ ہمیں خطرہ ہے کہ کہیں وہ تمہیں تنگ نہ کریں اس لئے تم ان سے اجتناب کرنا۔ چنانچہ وہ آدمی غائب ہوگیا۔ پھر اس کے بعد اسے کبھی نہیں دیکھا گیا۔

''حدیث شریف میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''الایم'' نامی سانپ کو مارنے کا حکم دیا ہے۔'' ابن السکیت کہتے ہیں کہ اصل میں یہ لفظ ''ایم'' ہے۔ چنانچہ بعد میں اس میں تخفیف کردی گئی جیسے ''لین ولین وھین وھین'' اس کی جمع ''ایوم'' آتی ہے۔ (عنقریب انشاء اللہ اس کی تفصیل ''الکعیب'' کے عنوان کے تحت آئے گی۔)

الایل [1]

الایل: (بتشدید الیاء المکسورہ) بارہ سنگھا کو کہا جاتا ہے۔ اس میں چند لغات ہیں۔ بعض حضرات کے نزدیک ''الایل'' فارسی میں ''کوزن'' پہاڑی بکرے کو کہتے ہیں۔ اکثر یہ جنگلی گائے کے مشابہ ہے۔ یہ جانور اتنا باحوصلہ ہوتا ہے کہ اگر اسے شکاری سے خوف محسوس ہو تو پہاڑ کی چوٹی سے بھی کود پڑتا ہے لیکن اس کے باوجود یہ زخمی نہیں ہوتا۔ اس کے سینگ میں جتنی گرہیں ہوتی ہیں اس کی عمر بھی اتنے سال ہوتی ہے جب اسے پہاڑ ڈس لیتا ہے تو یہ ''سرطان'' کیڑا کھا لینے کی وجہ سے ٹھیک ہو جاتا ہے۔ بارہ سنگھا کی خصوصیت یہ ہے کہ مچھلی سے محبت والفت رکھتا ہے۔ چنانچہ یہ مچھلی دیکھنے کے لئے کبھی کبھی دریا کے کنارے چلا جاتا ہے۔ مچھلی بھی اسے دیکھ کر خشکی کے قریب پہنچ جاتی ہے۔ مچھلی کے شکاری اس کی عادت کو پہچانتے ہیں۔ اس لئے جب انہیں مچھلی کا شوق ہوتا ہے تو اسی بارہ سنگھا کی کھال پہن کر دریا کے کنارے بیٹھ جاتے ہیں اور مچھلی کا شکار کر لیتے ہیں۔ یہ بارہ سنگھا سانپ کھانے کا عادی ہوتا ہے۔ چنانچہ

[1] الایل والایل والایل۔ بارہ سنگھا۔ اس کی جمع ایائل آتی ہے۔ (المنجد صفحہ ۲۵) انگریزی Stag (کتابستان اردو انگلش ڈکشنری صفحہ ۹۳)

جہاں کہیں بھی اسے سانپ نظر آ جائے یہ فوراً کھالیتا ہے۔ چنانچہ کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا ہے کہ سانپ بارہ سنگھا کو ڈس لیتا ہے تو اس کی آنکھ سے دو چھوٹے نقرہ کے برابر خون نکلتا ہے جس کی وجہ سے اس کی آنکھ میں انگلی کے برابر سوراخ بن جاتا ہے جس میں انگلی ڈالی جاسکتی ہے۔ یہ خون زمین پر گر کر خشک ہونے کے بعد شمع کی مانند ہوجاتا ہے۔ لوگ اس خون کو سانپ کے زہر سے بچنے کیلئے تریاق بناتے ہیں جسے تریاق حیوانی کہتے ہیں۔ چنانچہ سب سے عمدہ تریاق زرد رنگ کا ہوتا ہے۔

اس قسم کا بارہ سنگھا اکثر ہندوستان، سندھ اور فارس وغیرہ کے علاقوں میں پایا جاتا ہے جب اس خاص بنے ہوئے تریاق کو سانپ یا بچھو کے ڈسنے کی جگہ پر لگایا جائے تو بے حد فائدہ مند ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی نے زہر پی لیا ہو تو اس وقت تریاق کا پینا بے حد نفع بخش ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس تریاق میں زہر کے اثرات کو ختم کرنے کیلئے عجیب وغریب خصوصیات رکھی ہیں۔

بارہ سنگھا کے سینگ نکلنے کی عمر جب بارہ سنگھا کی عمر دو سال ہو جاتی ہے تو اس کی سینگیں نکلنا شروع ہو جاتی ہیں۔ بارہ سنگھا کی سینگ بالکل میخ کی طرح نکلتی ہے جب یہ تیسرے سال میں پہنچتا ہے تو سینگوں میں شاخیں بننا شروع ہو جاتی ہیں۔ اس طرح چھ سال تک سینگوں کی شاخ در شاخ نکلتی رہتی ہیں۔ یہاں تک کہ اس کی دونوں سینگیں دو گھنے درختوں کی طرح خوشنما معلوم ہوتی ہیں۔ بارہ سنگھا کی یہ خصوصیت ہے کہ ان مراحل سے گزرنے کے بعد ایک نیا دور شروع ہوتا ہے کہ اس کی دونوں سینگیں ہر سال گر جاتی ہیں اور پھر دوبارہ اگ آتی ہیں۔ بارہ سنگھا اپنے سینگوں کی مضبوطی کیلئے سورج کی دھوپ میں تھوڑی دیر کے لئے حرارت حاصل کرتا ہے۔

شیخ ارسطو کہتے ہیں کہ اس قسم کے بارہ سنگھا کو سیٹی، راگ اور ساز سے شکار کیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ باجا سنتا ہے تو اسے نیند نہیں آتی۔ شکاری اسے باجے سے اس قدر مست کردیتے ہیں کہ وہ مدہوش ہوجاتا ہے۔ چنانچہ جب شکاری دیکھتے ہیں کہ اس کے دونوں کان "سن" ہوگئے ہیں تو اسے پیچھے سے پکڑ لیتے ہیں۔ بارہ سنگھا کے ذکر (آلہ تناسل) میں ہڈی اور گوشت نہیں ہوتا۔ اس کی سینگ بالکل ٹھوس ہوتی ہے۔ یہ جانور بزدل ہوتا ہے لیکن بارعب نظر آتا ہے۔ یہ سانپوں کے کھانے کا شوقین ہے اور سانپوں کو دم کی طرف سے کھانا شروع کرتا ہے۔ بارہ سنگھا ہر سال اپنی سینگوں کو جھاڑتا ہے۔ غالباً یہ سینگوں کو ہر سال اللہ تعالیٰ کے الہام سے جھاڑتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے سینگوں میں عجیب وغریب فائدے رکھے ہیں۔ لوگ بارہ سنگھا کی سینگوں سے موذی جانوروں کو بھگاتے ہیں۔ اس کی سینگوں میں یہ تاثیر بھی موجود ہے کہ اس سے ولادت میں آسانی ہوتی ہے لہٰذا حاملہ عورتیں اس سے فائدہ حاصل کرتی ہیں۔ اگر بارہ سنگھا کے سینگ کا کچھ حصہ جلا کر شہد میں ملا کر چاٹ لیا جائے تو پیٹ کے کیڑے نکل جاتے ہیں۔ (کتاب النعوت)

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ جانور نہایت فربہ ہوتا ہے اگر اسے بھاگنے کا موقع مل جائے تو شکاری سے بچ کر فرار ہوجاتا ہے۔

اختتامیہ زجاجی نے کہا ہے کہ ابن درید سے اس شعر کے متعلق پوچھا گیا ۔

هجر تک لا قلی منی و لکن   رأیت بقاء ودک فی الصدود

"میں نے تمہیں کسی بغض کی وجہ سے نہیں چھوڑا، محض اس لئے چھوڑا ہے کہ میرے نزدیک تمہاری دوستی وادی کے کنارے رہنے میں باقی رہ سکتی ہے۔"

كهجر الحَائِمَاتِ الْوِرْدِ لما — رأت ان المنية فی الورود

''جس طرح کہ پانی کا پیاسا گھاٹ پر چکر لگا رہا ہو لیکن پیتا نہ ہو باوجود اس کے کہ وہ سمجھتا ہے کہ موت گھاٹوں ہی میں ہے''

تغیظ نفوسها ظما و تخشی — حماما فهی تنظر من بعید

''لیکن پیاس کی وجہ سے تڑپ رہا ہو اور موت سے خوفزدہ ہو کہ وہ دور ہی سے گھات میں لگی ہوئی ہے۔''

تصد بوجه ذی البغضاء عنه — و ترمقة بالحاظ الودود

''موت دشمنوں کی طرح اعراض کر رہی ہو اور محبوب کی طرح ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہی ہو''

زجاجیؒ کہتے ہیں کہ ''الحائم'' اسے کہتے ہیں جو پانی کے ارد گرد چکر لگا رہا ہو لیکن قریب نہ جاتا ہو۔ چنانچہ ان اشعار کے معانی اس طرح سمجھے جاسکتے ہیں کہ بارہ سنگھا سانپ کھانے کا عادی ہوتا ہے جب اس میں گرمی بڑھتی ہے تو وہ بھڑک اٹھتا ہے چنانچہ اس حالت میں وہ پانی ڈھونڈتا ہے لیکن پانی نہ ملنے پر بھی پانی نہیں پیتا بلکہ برابر سانس لیتا رہتا ہے۔ اس لئے کہ وہ اگر اس حالت میں پانی پی لے تو پانی اور زہر پیٹ میں ایک ساتھ جمع ہو جائیں گے جس سے اسے ہلاکت کا خطرہ ہوتا ہے۔ اس لئے وہ کافی دن تک پانی نہیں پیتا۔ چنانچہ جب زہر کے اثرات ختم ہو جاتے ہیں تو اس وقت پانی پیتا ہے جس سے اسے کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ گویا شاعر یہ کہنا چاہتا ہے کہ مجھے تمہارے وصال کا شدید انتظار ہے باوجود اس کے کہ میں جدائی کی زندگی گزار رہا ہوں جیسے کہ پیاسا پانی کے گرد گھوم رہا ہو لیکن وہ مرنے کے خوف سے پانی نہیں پیتا۔

امام زجاجیؒ کے مختصر حالات امام زجاجیؒ کا نام عبدالرحمٰن بن اسحٰق اور کنیت ابوالقاسم ہے۔ یہ علم النحو کے امام تھے انہوں نے ابو اسحٰق الزجاجی کی صحبت میں رہ کر بہت فائدہ اٹھایا ہے اس لئے زجاجی ہی مشہور ہوئے۔ انہوں نے ''کتاب الجمل'' لکھی ہے۔ اس کتاب میں ضرب الامثال پر طویل بحث کی ہے اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے جو بھی اس کتاب کا مطالعہ کرتا ہے وہ خوب فائدہ حاصل کر لیتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ کتاب مکۃ المکرمہ میں تصنیف ہوئی ہے۔ امام زجاجیؒ کتاب کے ایک باب سے فارغ ہونے کے بعد ایک ہفتہ تک طواف کعبہ کرتے اور کتاب پڑھنے والوں کے لئے دعائیں مانگتے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کا مطالعہ کرنے والوں کو نفع پہنچائے اور مصنف کی مغفرت فرمائے۔ اس کتاب کی عبارت کا ایک نمونہ حسب ذیل ہے۔

" مَا حَرَّمَ اللهُ شَيْئًا اِلَّا وَاَحِلَّ بِاِزَائِهٖ خَيْرًا مِنْهُ حَرَّمَ الْمَيْتَةَ وَ اَبَاحَ الْمُذَكِّىْ وَ حَرَّمَ الْخَمْرَ وَاَبَاحَ النَّبِيْذَ وَ حَرَّمَ السَّفَاحَ وَ اَبَاحَ النِّكَاحَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا وَ اَبَاحَ الْبَيْعَ "

''اللہ نے اگر کسی چیز کو حرام کیا ہے تو اس کے بدلے میں کسی نہ کسی چیز کو حلال بھی کیا ہے مثلاً مردار کو حرام قرار دیا ہے تو اسکے بدلے میں ذبیحہ حلال کیا' شراب حرام کی تو نبیذ حلال کر دی' زنا کو حرام کر دیا تو نکاح کو حلال (جائز) قرار دیا۔ سود کو حرام کیا تو بیع و شراء (خرید و فروخت) کو حلال (جائز) قرار دیا۔''

وفات: امام زجاجیؒ کی وفات دمشق میں 339ھ یا 337ھ کو ہوئی۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ ان کی وفات طبریہ میں ہوئی۔ چنانچہ ابو منصور موہوب الجوالیقی اللغوی نے کتنے اچھے اشعار کہے ہیں

وردَ الوری سلسال جودک فارتووا — ووقفت حول الورد وقفه حائم

''مخلوق تیرے جود وسخا کے گھاٹ میں آ کر خوب سیراب ہوئی اور تڑپتے ہوئے پیاسوں کی طرح گھاٹ کے اردگرد ٹھہر بھی گئی''

حیران أطلب غفلة من وارد — والورد لا یزداد غیر تزاحم

''میں حیران ہو کر آنے والوں کی غفلت کے سراغ میں رہا اور گھاٹ میں برابر لوگوں کی بھیڑ ہو رہی تھی''

امام الجوالیقیؒ امام جوالیقیؒ فنون ادب کے امام تھے' انہوں نے بہت سی مفید کتابیں تصنیف کی ہیں۔ امام جوالیقی خلیفہ المقتفی باللہ کے پانچ وقت کی نمازوں کے امام تھے۔ جب خلیفہ کے دربار میں پہلی مرتبہ داخل ہوئے تو یہ کہا:'' السلام علی امیر المومنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' چنانچہ امام جوالیقیؒ سے طبیب ہبۃ اللہ بن صاعد بن تلمیذ نصرانی نے کہا کہ کیا امیر المومنین کو سلام کرنے کا یہ طریقہ ہے؟ لیکن امام جوالیقی نے اس کی بات پر کوئی توجہ نہ دی اور براہ راست خلیفہ سے کہا کہ میں ہمیشہ سنت نبویہؐ کے مطابق سلام کرتا ہوں اور یہ آپ کے لئے بہترین سلام سمجھا جاتا ہے۔ نیز یہ بھی کہا کہ اے امیر المومنین اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ یہود و نصاریٰ میں علم ان کے دل کی گہرائیوں میں نہیں اترا تو وہ اپنی قسم میں حانث نہیں ہوگا اس لئے کہ اس نے بالکل واقعہ کے مطابق قسم کھائی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے دلوں پر تالے لگا دیئے ہیں جنہیں صرف ایمان واسلام کی دولت ہی کھول سکتی ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ آپ نے سچ کہا اور بہت عمدہ بات کہی ہے۔ گویا ابن التلمیذ علم وفضل کے باوجود حیران رہ گئے اور کچھ جواب نہ دے سکے۔ مندرجہ بالا جو دو شعر گزرے ہیں اسی کی مثل ابن الخشاب نے بھی اشعار کہے ہیں۔

وفات: امام جوالیقی کا انتقال 539ھ کو بغداد میں ہوا۔

بارہ سنگھا کا شرعی حکم بارہ سنگھا کا گوشت حلال ہے اس لئے کہ اس کا شمار پاکیزہ جانوروں میں ہوتا ہے جیسے پہاڑی بکرا وغیرہ لیکن امام رافعیؒ نے ''باب الاطعمۃ'' میں بارہ سنگھا کا ذکر نہیں کیا بلکہ اس کا ذکر ''باب الربا'' (سود کے باب) میں کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے کہا ہے کہ ہرنوں کا گوشت بشمول بارہ سنگھا کے متعلق شیخ ابو محمد کا قول واضح نہیں ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس مسئلے میں متردد ہیں۔ پھر آگے جا کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بالآخر انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہرن اور بارہ سنگھا کی حلت وحرمت کا مسئلہ بھیڑ بکریوں کی طرح (یعنی جواز کا فتویٰ دیا) ہے۔ البتہ دونوں میں سے کسی ایک کو دوسرے کے بدلے میں فروخت نہیں کیا جا سکتا مگر یہ کہ برابر سرابر ہوں۔ امام متولی نے بغیر کسی ترجیح کے مسئلہ کے دونوں پہلوؤں کو بیان کیا ہے۔

الخواص: (۱) اگر کسی جگہ بارہ سنگھا کے سینگوں کی دھونی دی جائے تو تمام کیڑے مکوڑے اور موذی جانور بھاگ جاتے ہیں

(۲) اگر بارہ سنگھا کے سینگوں کو جلا کر دانتوں میں لگایا جائے تو دانتوں کی زردی کو دور کر کے اس کے گڑھوں اور جڑوں کو بھر دے گی۔

(۳) اگر کوئی شخص بارہ سنگھا کی سینگ کے اجزاء کو گلے میں باندھ کر لٹکا لے تو جب تک اس کے گلے میں رہیں گے اسے نیند نہیں آئے گی۔

(۴) اگر بارہ سنگھا کا عضو تناسل خشک کرنے کے بعد پیس کر پانی میں ملا کر پی لیا جائے تو اس سے منی میں ہیجان اور تیزی پیدا ہوتی ہے۔ نیز انسان کے عضو تناسل میں انتشار پیدا کرتا ہے۔

(۵) بارہ سنگھا کا خون پینے سے مثانہ کی پتھری ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے۔

ابن آوی [1]

ابن آوی گیدڑ کو کہا جاتا ہے اس کی جمع ''آوی'' آتی ہے۔ اسی طرح ابن عرس' ابن المخاض' اور ابن اللبون کی جمع بنات عرس' بنات مخاض' بنات لبون آتی ہے۔ نیز بنات آوی غیر منصرف ہے چنانچہ شاعر نے کہا ہے کہ

ان ابن آوی لشدید المقتنص — وھو اذا ما صِیْد ریح فی قفص

''بلاشبہ گیدڑ بہت شکاری ہوتا ہے لیکن جب وہ پنجرے میں قید ہوتا ہے تو اس میں بھاگا پھرتا ہے''

کنیت گیدڑ کی کنیت ابوایوب' ابوذئیب' ابوکعب' ابووائل وغیرہ ہے۔

گیدڑ کی خصوصیات اس کا نام ''ابوآوی'' اس لئے رکھا گیا ہے کہ یہ اپنے تمام ہم جنسوں کے ساتھ مل کو بولتا ہے اور خاص طور پر رات میں چیختا چلاتا ہے وہ بھی اس وقت جب کہ وہ تنہا رہ گیا ہو۔ گیدڑ کی آواز بچوں کی آواز کی طرح ہوتی ہے۔ گیدڑ کے پنجے لمبے اور اس کے ناخن بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ گیدڑ دوسروں پر حملہ آور ہوتا ہے۔ پرندوں وغیرہ کا شکار کر کے کھاتا رہتا ہے۔ گیدڑ سے مرغیاں بہ نسبت لومڑی کے زیادہ خوفزدہ رہتی ہیں۔ چنانچہ اگر گیدڑ کسی ایسے درخت سے گزر جائے جس پر مرغیاں بیٹھی ہوئی ہوں تو فوراً خوفزدہ ہو کر نیچے گر جاتی ہیں اگرچہ مرغیوں کی کثیر تعداد کیوں نہ ہو۔

الحکم صحیح قول کے مطابق گیدڑ کا گوشت حرام ہے۔ اس لئے کہ یہ کوچلی کے دانتوں سے حملہ آور ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر کسی کو یہ مشکل پیش آئے کہ چونکہ گیدڑ کے کوچلی کے دانت کمزور ہوتے ہیں تو اس کا حکم لگڑ بگڑ یا لومڑی کی طرح ہو جائے گا۔ پھر تو باقاعدہ ایک مذہب بن جائے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے (شوافع کے) کے نزدیک دونوں صورتیں موجود ہیں' لیکن صحیح وہی ہے جو ''المحرر' المنھاج' الشرح' الحاوی' الصغیر وغیرہ میں موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ گیدڑ کا گوشت حرام ہے۔ شیخ ابو حامد کہتے ہیں کہ گیدڑ کا گوشت حلال ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جو بھی جانور کوچلی کے دانتوں سے وچتے ہیں وہ درندوں میں داخل ہیں۔ (ان کا گوشت حرام ہے) اور امام ابوحنیفہؒ امام یوسف اور امام محمدؒ کے نزدیک بھی گیدڑ کا گوشت حرام ہے۔

الخواص: (۱) اگر گیدڑ کی زبان کسی گھر میں ڈال دی جائے تو اس میں لڑائی ہونے لگتی ہے۔

(۲) گیدڑ کا گوشت جنون' مرگی (جو آخر ماہ میں ہوتی ہے) کیلئے مفید ہے۔

(۳) اگر گیدڑ کی دائیں آنکھ کو کسی نظر لگنے والی چیز پر لٹکا دیا جائے تو وہ چیز نظر بد سے محفوظ رہتی ہے بلکہ نظر بد کا اس پر زور نہیں چل سکتا۔

(۴) اگر کوئی شخص گیدڑ کے دل کو گلے میں باندھ کر لٹکا لے تو وہ تمام درندوں سے محفوظ رہے گا۔ واللہ اعلم۔

---

(۱) اردو گیدڑ' بنگالی شریگال' بلوچی تولغ' پشتو گیدڑ' پنجابی گدڑ' سندھی گدڑ' کشمیری شال (ہفت زبانی لغت صفحہ 580) انگریزی :Jackal (کتابستان اردو انگلش ڈکشنری صفحہ 538)۔

باب الباء الموحدۃ

البابوس

البابوس :انسان کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو" البابوس" کہتے ہیں بلکہ ہر چیز کے چھوٹے بچوں کے لئے بھی مستعمل ہے۔
ابن احمر شاعر نے کہا ہے کہ ۔

حنت قلوصی الی بابوسها طربا   وما حنینک بل ما أنت والذکر

''شہد کی مکھی اپنے انڈوں اور بچوں کو دیکھ کر مستی سے گنگنانے لگی اور اے شہد کی مکھی تیری یہ گنگناہٹ بلکہ تیرا ہر ذکر و شغل کسی اہمیت کا حامل نہیں۔''

البازی[1]

''البازی'' ''باز' شکرا' ابن سیدہ نے کہا ہے کہ'' البازی'' کے علاوہ'' باز'' اور بازی بھی مستعمل ہے۔'' بازی'' بالاتفاق نر کے لئے مستعمل ہے۔ تثنیہ کے لئے'' بازیان'' اور جمع کے لئے'' بزاۃ'' کے الفاظ مستعمل ہیں جیسے کہ قاضیان وقضاۃ۔ شاہین اور شکرا کیلئے یوں کہتے ہیں۔'' فُلَانٌ '' یُصِیْدُ صُقُوْرًا'' (فلاں شکرا کا شکار کر رہا ہے)۔ لفظ'' البازی'' بزوان سے مشتق ہے۔ جس کے معنی کودنے' اچکنے کے ہیں۔'' البازی'' کی کنیت ابوالاشعث' ابوالبہلول اور ابولاحق ہے۔ یہ پرندہ تمام پرندوں میں بدخلق اور متکبر ہوتا ہے۔

امام قزوینیؒ نے کہا ہے کہ'' بازی'' صرف مادہ ہی ہوا کرتا ہے۔ اس کا نر دوسری قسم کا ہوتا ہے جیسے چیل اور شاہین وغیرہ میں ہوتا ہے۔ اسی لئے ان کی شکلوں کے متعلق اہل علم کے درمیان اختلاف ہے۔

عبداللہ بن مبارک کی سخاوت حضرت عبداللہ بن مبارکؒ تجارت کیا کرتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر پانچ اشخاص سفیان ثوریؒ' سفیان بن عیینہؒ' فضیل بن عیاضؒ' ابن سماک' ابن علیہؒ (یعنی ابن مبارکؒ) نہ ہوتے تو میں تجارت نہ کرتا۔ اس لئے کہ میں ان لوگوں کی مالی امداد کرتا تھا۔ چنانچہ حسب دستور ایک سال گزر گیا' کسی نے عبداللہ بن مبارکؒ کو یہ خبر دی کہ ابن علیہؒ کو قاضی بنا دیا گیا ہے۔ یہ خبر سن کر عبداللہ بن مبارکؒ ابن علیہؒ کے پاس تشریف نہیں لائے اور ان کی امداد بھی نہیں کی۔ چنانچہ کچھ ایام کے بعد ابن علیہؒ خود عبداللہ بن مبارکؒ کے پاس آئے لیکن عبداللہ بن مبارکؒ نے ان کی طرف توجہ نہیں کی۔ اس کے بعد عبداللہ بن مبارکؒ نے یہ اشعار لکھ کر ابن علیہؒ کی طرف ارسال کئے ۔

یا جاعل العلم له بازیا   یصطاد اموال المساکین

''اے علم کو باز بنانے والے! تو غریبوں کے مال کا شکار کرتا ہے''

(۱) الباز والبازی باز اس کی جمع بوز' بزاۃ' بزآن' بیزان آتی ہے۔ (المنجد صفحہ ۷)
اردو باز' بنگالی باج' بلوچی باز' پشتو باز' پنجابی باز' کشمیری باز' سندھی باز' (ہفت زبانی لغت صفحہ 68) انگریزی Falcon،Hawk (کتابستان اردو انگلش ڈکشنری صفحہ 94)

احتلت للدنیا و لذاتھا — بحیلة تذھب بالدین

''تو نے دنیا اور اس کی خواہشات کو اس تدبیر سے قابو میں کر رکھا ہے کہ جو دین کو پامال کر دیتا ہے۔''

فصرت مجنونا بھا بعد ما — کنت دواء للمجانین

''پس تم دنیا کے حصول کے بعد مجنون ہو گئے ہو حالانکہ تم خود مجنونوں کے لئے دوا تھے۔''

أین روایاتک فی سردھا — لترک ابواب السلاطین

''کہاں چلی گئیں تیری روایات بادشاہوں کے دروازوں کو چھوڑ دینے کے بارے میں''

أین روایاتک فیما مضی — عن ابن عوف و ابن سیرین

''کہاں ہیں تیری بیان کردہ روایات جو تو نے ابن عوف و ابن سیرین کے واسطے بیان کی ہیں''

ان قلت أکرھت فذا باطل — زل حمار العلم فی الطین

''اگر تو یہ کہتا ہے کہ مجھے منصب قضاء کیلئے مجبور کیا گیا ہے' تو یہ بالکل غلط ہے کیونکہ علم کا گدھا مٹی میں پھسل گیا ہے''

چنانچہ اسماعیل بن علیہؒ کو ان اشعار کا پتہ چلا تو انہوں نے ہارون الرشید کی خدمت میں جا کر منصب قضاء سے استعفیٰ دے دیا۔ چنانچہ ان کا استعفیٰ منظور کر لیا گیا۔

عبداللہ بن مبارکؒ کے مختصر حالات عبداللہ بن مبارکؒ ایک زبردست عالم' عابد' زاہد' امام الحدیث اور علم و عمل کا نمونہ تھے۔ ابن خلکان نے ان کی حیات طیبہ پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ عبداللہ بن مبارکؒ کی مجلس میں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا کہ اسے چھینک آ گئی' چنانچہ اس نے ''الحمد للہ'' نہیں کہا۔ ابن مبارکؒ نے فرمایا کہ اگر کسی کو چھینک آ جائے تو اسے کون سی دعا پڑھنی چاہیے۔ اس آدمی نے جواب دیا کہ ''الحمد للہ'' کہنا چاہیے تو آپ نے فرمایا ''**یرحمک اللہ**'' (اللہ تجھ پر رحم فرمائے) یہ سن کر حاضرین مجلس عبداللہ بن مبارکؒ کے حسن ادب سے بہت متاثر ہوئے۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ ''الرقہ'' تشریف لائے تو لوگ جوق در جوق ان کے پیچھے چل رہے تھے۔ گرد و غبار اڑ رہا تھا۔ اتفاق سے ہارون الرشید کی ایک باندی نے ''قصر الخشب'' سے جھانک کر دیکھا تو اس نے لوگوں سے سوال کیا کہ یہ کون شخص ہیں جن کے پیچھے لوگوں کا ہجوم چل رہا ہے تو جواب دیا گیا کہ یہ خراسان کے بہت بڑے عالم ہیں جنہیں عبداللہ بن مبارکؒ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ اس ام ولد لونڈی نے کہا خدا کی قسم: بادشاہ کہلانے کے تو یہ حق دار ہیں اس لئے کہ لوگ ان کے پیچھے کسی مقصد یا شرط کے ساتھ جمع نہیں ہوئے بلکہ ان کی علمی قابلیت کی وجہ سے بطور اعزاز چل رہے ہیں۔

اہل علم نے یہ بھی کہا ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے ملک شام میں کسی آدمی سے قلم بطور مستعار لیا تو اچانک آپ کو سفر درپیش آ گیا پس آپ ''انطاکیہ'' کی طرف چلے گئے اور قلم بھی بھول کر ساتھ لے گئے۔ جب آپ کو اس شامی آدمی کا قلم ''انطاکیہ'' میں یاد آیا تو آپ فوراً پیدل تشریف لائے اور اس کا قلم واپس کیا۔ پھر وہاں سے واپس تشریف لائے۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ آپ جس جگہ پر قیام فرماتے وہاں کی زمین انوار و برکات سے منور ہو جاتی تھی۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا انتقال 181ھ میں ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

ہارون الرشید کا واقعہ ایک مرتبہ خلیفہ ہارون الرشید شکار کھیلنے کے لئے نکلے تو آپ نے ایک سفید مائل سیاہ باز کو ہوا میں اڑا دیا۔ تھوڑی دیر تک وہ اڑتا رہا پھر نظروں سے اوجھل ہو گیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنے پنجے میں مچھلی لے کر اتر آیا۔ ہارون الرشید نے علماء کرام سے اس مچھلی کے متعلق پوچھا کہ کیا اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ نیز اس جانور کی کیا حقیقت ہے؟ مقاتل نے جواب دیا امیر المومنین آپ کے جد امجد حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ہم سے روایت بیان کی ہے کہ فضاؤں میں مختلف قسم کی مخلوقات رہتی ہیں۔ بعض ان میں سے ایسے سفید قسم کے جانور ہوتے ہیں جن سے مچھلی کے ہم شکل بچے پیدا ہوتے ہیں جن کے بازو تو ہوتے ہیں لیکن پر نہیں ہوتے۔ چنانچہ حضرت مقاتل نے اس مچھلی کے کھانے کی اجازت دی تو اس جانور کا احترام کیا گیا۔

''البازی'' کی اقسام اس کی پانچ اقسام ہیں (۱) البازی (۲) الزرق (۳) الباشق (۴) البیرق (۵) الصقر

(۱) ''البازی'' زیادہ پایا جاتا ہے اس لئے کہ یہ پیاس پر کنٹرول کرتا ہے۔ یہ گھنے سایہ دار درخت جہاں مسلسل درختوں کی قطاریں ہوں وہاں اپنا مسکن بناتا ہے۔ یہ پرندہ ہلکے بازو والا اور تیز اڑنے والا ہوتا ہے۔ نیز مادہ نر سے زیادہ طاقتور ہوتی ہے چونکہ ''بازی'' میں حرارت (گرمی) زیادہ ہوتی ہے اس لئے اس کو مختلف قسم کے امراض لاحق ہو جاتے ہیں مثلاً گوشت ہلکا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے باز کمزور ہو جاتا ہے۔ سب سے بہترین باز وہ ہوتا ہے جس کی آنکھیں سرخ، بازو ہلکے اور اڑان تیز ہوتی ہے جیسے ''الناشی'' شاعر نے کہا ہے ۔

لو استضاء المرء فی ادلاجه ۔۔۔ بعینه کفته عن سراجه

''اگر کوئی آدھی رات میں باز کی آنکھوں سے روشنی حاصل کرے تو اسے چراغ کی ضرورت نہیں رہے گی''

اور اس سے کم درجہ کا وہ باز ہے جس کی آنکھیں چتکبری اور سرخ ہوں اور ان دونوں سے کم درجہ کا باز وہ ہے جس کا رنگ پیلا ہو۔ باز کی گردن لمبی، سینہ چوڑا، کندھے چوڑے، دم کا حصہ لاغر، دونوں رانیں بالوں سے ڈھکی ہوئی، بازو موٹے اور چھوٹے ہوتے ہیں۔ باز کے بچے کو عربی میں ''الغطریف'' کہتے ہیں۔ باز سے عربی میں مثالیں دیتے ہیں جیسے کہ شاعر نے کہا ہے کہ ۔

اذا ما اعتزذ وعلم بعلم ۔۔۔ فعلم الفقه اولی باعتزار

''جب عالم آدمی علم پر فخر کرتا ہے تو علم فقہ زیادہ قابل افتخار ہے۔''

وکم طیب یفوح ولا کمسک ۔۔۔ وکم طیر یطیر ولا کباز

''اور کتنی خوشبوئیں مہکتی ہیں مگر مشک کی اور ہی بات ہے اور کتنے پرندے اڑتے ہیں لیکن باز جیسی پرواز کسی کی نہیں''

شیخ زاہد ابو العباس قسطلانی نے کہا ہے کہ میں نے ابو شجاع زاہد بن رستم اضبہانی سے جو'' مقام ابراہیم'' کے امام تھے۔ سنا ہے کہ وہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے شیخ احمد سے جو حماد الدباس کے خادم تھے سنا ہے کہ ایک دن شیخ عبدالقادر، حماد الدباس کے پاس ملاقات کے لئے آئے تو الدباس نے انہیں دیکھا کہ انہوں نے ''البازی'' کا شکار کر لیا ہے تو ان کے شیخ انہیں ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگے تو وہ اپنے شیخ کے پاس سے اپنا سامان لئے بغیر نکل آئے اور یہ ہمارے بزرگوں میں سے تھے۔

اسی لئے شیخ عبدالقادر کہتے ہیں کہ

انا بلبل الافراح أملأ دوحها — طرباوفی العلیا بازأشهب

''میں خوشی کی وجہ سے گھنے درختوں کو مستی سے بھردوں گا اور پہاڑ کی چوٹی میں سفید وسیاہ رنگ کا باز رہتا ہے''

شیخ ابواسحاق شیرازی نے کہا ہے کہ لوگ قاضی شریح کو ''الباز الاشهب'' (سفید مائل سیاہ باز) کہتے تھے۔ الوعیظی نے ابتدائی قصیدہ میں کہا ہے کہ ؎

لیس المقام بدارالذل من شیمی — ولا معاشرة الا تذال من هممی

''ذلت کی جگہ ٹھہرنا میری عادت نہیں اور نہ میرا ارادہ ذلیلوں کی طرح رہنے کا ہے''

ولا مجاورة الا وباش تجمل بی — کذالک الباز لا یأوی مع الرخم

''اور نہ میں نے بدمعاشوں کی دوستی کو اپنے لئے زینت بنایا جس طرح کہ باز گدھوں کے ساتھ ٹھکانہ نہیں بناتا''

(۲) الباشق ''الباشق'' یہ عجمی لفظ ہے اور معرب ہے اس کی کنیت ''ابوالآخذ'' ہے۔ یہ مزاج میں گرم' بدخلق اور ہمیشہ بے چین رہتا ہے۔ ''الباشق'' کبھی مانوس ہوجاتا اور کبھی وحشی ہوجاتا ہے۔ باز کی یہ قسم بھی طاقتور ہوتی ہے۔ اگر اس قسم کا باز چھوٹی عمر میں مانوس ہوجائے تو اس کا مالک شکار سے مالا مال ہوجاتا ہے۔ یہ پرندہ ہلکا پھلکا اور اچھی عادات کا مالک ہوتا ہے۔ یہ بادشاہوں کے پالنے والا پرندہ ہے۔ اس لئے کہ یہ پرندہ اچھے قسم کا شکار لا کر دیتا ہے مثلاً کبوتر' تیتر اور قمری وغیرہ۔ یہ بہت زیادہ تیز اور چالاک پرندہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر اس کا مدمقابل بھاری ہوجائے تو یہ اسے نہیں چھوڑتا یہاں تک کہ دونوں میں سے ایک کی موت واقع ہوجائے۔ باز کی اس قسم میں سب سے اچھا وہ پرندہ ہے جو دیکھنے میں چھوٹا' وزن میں بھاری ہو اور اس کی پنڈلیاں لمبی لیکن رانیں چھوٹی ہوں۔

(۳) البیرق: یہ باز کی تیسری قسم ہے۔ یہ پرندہ چھوٹی چھوٹی چڑیوں کا شکار کرتا ہے۔ نیز یہ گھنے درختوں کی جگہ بہت کم رہتا ہے۔ یہ طبیعت میں ''العقصی'' پرندہ کی مانند ہوتا ہے۔ چنانچہ ابوالفتح کشاجم شاعر نے کہا ہے کہ ؎

حسبی من البزاة والبیادق — ببیدق یصید صید الباشق

''میرے باز اور شکرے کافی ہیں جو جنگل میں شکرے کی طرح شکار کرتا ہے''

مؤدب مدرب الخلائق — أصید من معشوقة العاشق

''وہ شائستہ اور لوگوں کا سدھایا ہوا ہے جو عاشق کے لئے معشوق کا زیادہ شکار کرنے والا ہے''

یسبق فی السرعة کل سابق — لیس له فی صیده من عائق

''وہ ہر تیز رفتار سے سبقت لے جاتا ہے اسے شکار کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی''

ربیته و کنت غیر واثق — أنَّ الفَرَازِیْنَ من البیادق

''میں نے اسے پالا ہے لیکن مجھے اس پر اعتماد نہیں ہے' بے شک شطرنج کی ملکہ بیدق باز کی نسل سے ہے''

''العقصی'' پرندہ شکاری پرندوں میں سب سے چھوٹا ہوتا ہے۔ نیز تدبیر و حیلہ میں ناقص' بدخلق اور خشک مزاج ہوتا ہے۔ یہ کبھی

کبھی چڑیوں کا شکار کر لیتا ہے بلکہ اکثر اوقات چڑیوں سے خوفزدہ ہو کر بھاگ جاتا ہے۔ یہ پرندہ شکل وصورت میں ''الباشق'' باز کے مشابہ لیکن چھوٹا ہوتا ہے۔

الحکم ہر قسم کا باز اور شکرا حرام ہے۔ ''اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر کو نچلی والے درندوں اور چنگل مارنے والے پرندوں کا کھانا حرام ہے۔'' (رواہ مسلم عن میمون بن مہران عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

اکثر اہل علم کا یہی مذہب ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ باز اور شکرے کا گوشت حرام نہیں ہے۔ حضرت لیثؒ، امام اوزاعیؒ اور یحییٰ بن سعیدؒ کا بھی یہی قول ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ''کوئی بھی پرندہ حرام نہیں ہے۔''

امام مالکؒ اور دیگر حضرات نے قرآن کریم کی اس آیت سے استدلال کیا ہے جس میں مباح چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ نیز امام مالکؒ کے نزدیک ''حدیث ذی ناب'' صحیح نہیں ہے۔ امام ابہری کہتے ہیں کہ جنگل کے پرندوں کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ممانعت ثابت نہیں۔ بعض اہل علم یہ کہتے ہیں کہ جس حدیث میں ''ذومخلب'' کے الفاظ ہیں وہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ میمون بن مہران نے یہ حدیث عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے لیکن انہوں نے درمیان کا واسطہ چھوڑ دیا ہے حالانکہ درمیان میں سعید بن جبیر بھی ہیں۔ اس لئے یہ حدیث سقوط سے خالی نہیں ہے۔ اس علت کی بنا پر ہمارے نزدیک یہ حدیث قابل معیار نہیں ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ محرم (احرام باندھنے والے) آدمی کو باز یا شکرے کو اپنے ساتھ رکھنا مکروہ ہے۔ اسی طرح وہ جانور بھی جو کتے وغیرہ کی قسم کے ہوں ان کا رکھنا بھی مکروہ ہے۔ اس لئے کہ ان جانوروں کو دیکھ کر شکار بھاگ جاتا ہے اور بعض اوقات اس قسم کے پرندے یا جانور شکار دیکھ کر حملہ آور ہو جاتے ہیں تو شکار مر جاتا ہے۔ لہٰذا اگر محرم نے باز کو شکار پکڑنے کے لئے آمادہ کیا یا شکار پر چھوڑ دیا لیکن باز نے شکار کو قتل نہیں کیا یا زخمی نہیں کیا تو اس وقت محرم جزا نہیں دے گا۔ البتہ گنہگار ہو جائے گا۔ یہ مسئلہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کسی آدمی نے تیر سے نشانہ لگایا لیکن اس کا نشانہ خطا کر گیا تو وہ محض تیر چلانے کی بنا پر گنہگار ہوگا۔ اس لئے کہ اس نے تیر چلاتے وقت ارادہ تو کر ہی لیا تھا لیکن چونکہ نقصان نہیں پہنچا اس لئے اس پر ضمان نہیں ہے۔ امام شافعیؒ مزید فرماتے ہیں کہ جن جانوروں سے نہ نقصان پہنچتا ہو اور نہ نفع تو ان کو مارنا درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان سے نفع کی امید ہے اور بعض لوگوں پر حملہ کرنے کی وجہ سے مکروہ بھی نہیں کہا جائے گا جیسے باز' شکرا' چیتا اور عقاب وغیرہ اور وہ بھی جو ان کی مثل ہوں۔ (اھ)

باز چونکہ پاک پرندہ ہے اس لئے اس کی خرید و فروخت جائز ہے۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ اس سے نفع اٹھایا جاسکتا ہے چنانچہ عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے باز کے شکار کے متعلق پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو وہ تمہارے لئے پکڑ لے اسے تم کھا سکتے ہو۔ (رواہ الترمذی)

امثال عرب کہتے ہیں ''هَلْ يَنْهَضُ الْبَازِي بِغَيْرِ جَنَاحٍ'' کیا باز بغیر پروں کے اڑ سکتا ہے۔''

یہ مثال کسی کی مدد یا موافقت کرنے کے وقت استعمال کی جاتی ہے۔ چنانچہ شاعر نے کہا ہے کہ

أَخَاکَ أَخَاکَ اَنْ مَنْ لَّا أَخَالَهٗ　　كَسَاعٍ اِلَی الْهَیْجَا بِغَیْرِ سَلَاحٍ

''تمہارا بھائی بھائی ہے اس لئے کہ جس کا بھائی نہیں ہوتا وہ بغیر ہتھیار کے لڑائی کرنے والے کی طرح ہے''

وَ اِنَّ ابْنَ عَمِّ الْمَرْءِ فَاعْلَمْ جَنَاحُهٗ　　وَهَلْ یَنْهَضُ الْبَازِیُ بِغَیْرِ جَنَاحٍ

''اور بلاشبہ کسی کا چچازاد بھائی اس کو اس آدمی کے بازو سمجھو، کیا کوئی باز بغیر بازوؤں کے پرواز کرسکتا ہے''

ابوایوب سلیمان کے متعلق حکایت خالد بن یزید الارقط کہتے ہیں کہ ابوایوب سلیمان بن ابی المجالد کی بہترین امثال میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ ابوایوب ہمیں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے متعلق ہدایات دے رہے تھے کہ اچانک خلیفہ کی طرف سے بلاوا آ گیا۔ یہ سنتے ہی ابوایوب کے چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا' زرد ہوگیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب ابوایوب خلیفہ منصور کے دربار سے واپس آئے تو ان کے چہرے پر کسی قسم کے خوف کے آثار نہیں تھے بلکہ یہ کوئی نئی بات نہیں تھی جب بھی منصور کی طرف سے بلاوا آتا ابو ایوب پر یہ کیفیت طاری ہوجاتی تھی۔ چنانچہ لوگوں نے ابوایوب سے پوچھا کہ آپ تو خلیفہ کے پاس بکثرت آتے جاتے ہیں اور وہ آپ سے مانوس ہیں لیکن اس کے باوجود آپ ان سے خوفزدہ رہتے ہیں۔ نیز بلاوا سنتے ہی آپ کے چہرے کا رنگ بدل جاتا ہے۔ ابو ایوب نے فرمایا کہ ہم نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ ایک مرتبہ باز اور مرغ بحث کررہے تھے۔ باز نے مرغ سے کہا کہ تم میرے نزدیک اپنے مالک کے وفادار نہیں ہو۔ مرغ نے کہا کہ وہ کیسے؟ باز نے کہا کہ تم بمشکل ہر روز ایک انڈہ دیتے ہو' تمہارے مالک اسے یکجا کرکے سیتے ہیں پھر چند دنوں میں باہر آجاتے ہو' مالک اپنے ہاتھ سے تمہیں دانہ ڈالتے ہیں۔ پھر جب تم بڑے ہوجاتے ہو تو اڑ جاتے ہو کسی کے قریب بھی نہیں آتے' ادھر سے ادھر چلتے رہتے ہو۔ اسی طرح تمہارا حال یہ ہے کہ اگر تم کسی دیوار پر چڑھ جاتے ہو اگرچہ اس میں تم نے کئی سال گزارے ہوں اسے چھوڑ کر اڑ جاتے ہو۔ تمہیں ہر وقت کسی دوسری شاخ کی تلاش رہتی ہے' پھر دوسروں کی عنایات کی امیدیں باندھتے ہو۔ باز نے کہا میری حالت تو یہ ہے کہ مجھے لوگ پہاڑوں سے پکڑ کر لے جاتے ہیں' میری پرورش کرتے ہیں' جب میں بڑا ہوجاتا ہوں تو کھانا دانہ بھی تھوڑا سا چنتا ہوں' بس چند دنوں ہی میں مانوس ہوجاتا ہوں۔ میرے مالک مجھے شکار کے لئے چھوڑ دیتے ہیں تو میں اکیلا ہی اڑتا رہتا ہوں' تھوڑی دیر بعد میں شکار پکڑ کر اپنے مالک کے سپرد کردیتا ہوں۔ مرغ نے کہا کہ اب بس کرو' اب دلائل ختم ہوگئے۔ درحقیقت بات یہ ہے کہ اگر تم بازوں اور شکروں کو سیخوں میں بھنتے ہوئے دیکھ لو تو تم اپنے مالک کے پاس دوبارہ نہ آؤ اور میرا تو یہ حال ہے کہ میں روزانہ سیخوں میں مرغ کو بھنتے ہوئے دیکھتا ہوں لیکن اس کے باوجود میں کھڑا رہتا ہوں۔ ان حالات کے پیش نظر تم سب سے زیادہ تو میں اپنے آقا کا وفادار ہوں بس میں تو یہی خواہش کرتا ہوں کہ کاش میں تمہاری مثل ہوتا۔ (اھ) چنانچہ ابوایوب نے کہا کہ اگر تم خلیفہ منصور کو اتنے قریب سے دیکھ لو جتنے قریب سے میں جانتا ہوں تو منصور کے بلاوے کے وقت تمہارا مجھ سے بھی زیادہ برا حال ہوجائے۔

ابوایوب سلیمان کا قتل چنانچہ خلیفہ منصور نے ابوایوب سلیمان بن ابی المجالد کو 154ھ میں ان کا مال واسباب چھین کر ذلیل وخوار کرکے قتل کردیا حالانکہ ابوایوب کے منصور کے ساتھ خلیفہ بننے سے پہلے اچھے تعلقات تھے جس کی بناپر خلیفہ بننے کے بعد منصور کے دربار میں ابوایوب کی کافی قدر ومنزلت تھی۔ پھر بعد میں کسی وجہ سے منصور ان سے غصے ہوگیا اور اس قدر بدظن ہوا کہ آپس کے پرانے

تعلقات ختم ہو گئے ۔ اہل علم کہتے ہیں کہ غالباً اسی لئے جب ابوایوب خلیفہ منصور کے دربار میں حاضر ہوتے تو خوفزدہ ہو جاتے لیکن کسی وجہ سے یہ مامون و محفوظ ہو کر واپس لوٹ آتے ۔

بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ ابوایوب نے خلیفہ منصور کے غضب سے بچنے کے لئے تیل کی کچھ چیزوں میں سحر کررکھا تھا اور جب دربار میں جاتے تو بھنوؤں میں یہ تیل لگا لیتے جس کی وجہ سے لوگوں میں یہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ ''دھن ابی ایوب'' (ابوایوب کا تیل) چنانچہ اس عمل کی وجہ سے خلیفہ منصور انہیں دیکھ کر مسکراتے اور محبت و الفت کا معاملہ کرتے ۔ ناصح الدین بن سعید بن دھان علم و فضل میں اپنے دور کے امام سیبویہ تسلیم کئے جاتے تھے ۔ اسی معانی میں کہتے ہیں کہ ؎

لا تجعل الهزل دابا فهو منقصة   والجد تعلوبه بين الورى القيم

''تم ہنسی مذاق کے عادی نہ بنو اس لئے کہ یہ عیب ہے اور سنجیدگی مخلوق میں انسان کی قدر و قیمت میں اضافے کا باعث ہوتی ہے'' ۔

ولا يغرنک من ملک تبسمه   ما سحت السحب الاحين تبتسم

''اور تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے بادشاہ کی مسکراہٹ' اس لئے کہ جب بادل گرجتا تو مسلسل برستا ہے''

نیز یہ بھی ان کے اچھے اشعار سمجھے جاتے تھے ؎

بادر الى العيش ولايام راقدة   ولا تكن لصر وف الدهر تنتظر

''زمانہ خاموش ہو تو آرام سے زندگی گزارو اور تم زمانے کی گردش کے منتظر نہ رہو''

فالعمر كالكاس يبدوا فى اوائله   صفوو آخره فى قعره كسدر

''پس عمر تو پیالہ کی طرح ہے جو بظاہر صاف ستھرا ہے لیکن اندر گہرائی میں گدلا پن ہوتا ہے''

یہ بھی ان ہی کے اشعار ہیں لیکن بعض اہل علم نے ان کی نسبت ابن طباطبا الطابی کی طرف کی ہے ؎

تامل نحولى والهلال اذ ابدا   ليلته فى افقه ايّنا أضنى

''تم میری لاغری کو غور سے دیکھو اور جس وقت اپنے افق میں چاند طلوع ہوتا ہے تو اس وقت دیکھو کہ ہم میں سے کون زیادہ لاغر ہے'' ۔

على انه يز داد فى كل ليلة   نمو او جسمى بالفتى دائما يفنى

''چاند تو ہر رات بڑھتا رہتا ہے اور میرا جسم لاغری کی وجہ سے ہمیشہ گھٹتا رہتا ہے''

یہ بھی انہی کے اشعار ہیں ؎

والله لو لا ان يقال تغيرا   وصبا وان كان التصابى اجدرا[1]

''اللہ کی قسم ! کیوں نہ کہا جائے کہ وہ بدل کر عورتوں پر مائل ہو گیا اگر چہ اس کا لہو و لعب کی طرف مائل ہونا زیادہ مناسب ہے''

لا عدت تفاح الخدود بنفسجا   لثما و كافور الترائب عنبرا

''تو میں سیب جیسے رخساروں کو بنفشہ جیسے ناک اور کافور و عنبر جیسے سینے کو تیار کروں گا''

[1] ناصح الدین سعید بن الدہان کا انتقال ۵۶۹ھ کو ہوا۔ غزنوی کہتے ہیں کہ ''الترائب'' ، ''تربیہ'' کی جمع ہے اور یہ سینہ کے بالائی

حصہ پر قلادہ باندھنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ الکواشی کہتے ہیں کہ اس سے مراد بعض اہل علم کے نزدیک سینہ ہے اور بعض کے نزدیک سینے کی ہڈی ہے اور بعض کے نزدیک ''اطراف رجل'' (پاؤں کے کناروں) یا انگلیوں کو کہا جاتا ہے۔

الخواص (۱) باز کا پتہ آنکھوں میں بطور سرمہ استعمال کرنے سے آنکھیں پانی سے محفوظ رہتی ہیں۔ نیز آنکھ کی بے نوری کیلئے بھی مفید ہے۔ (۲) اگر کوئی عورت بانجھ ہی کیوں نہ ہو، وہ باز یا شکرا کی بیٹ پانی میں ملا کر پی لے تو حاملہ ہونے کی امید ہوتی ہے۔ (۳) اگر کوئی شخص ''الباشق'' نامی باز کا دماغ کھالے تو خفقان (دل کی دھڑکن) جو سوداء کی وجہ سے ہوتی ہے دور ہوجاتی ہے بشرطیکہ ایک درہم کے برابر عرق گلاب میں ملا کر استعمال کیا جائے۔

التعبیر اگر کسی بادشاہ نے باز کو خواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر بادشاہ کی سلطنت ہے۔ اگر کسی بادشاہ نے خواب میں دیکھا کہ باز اس کے ہاتھوں سے اڑ گیا ہے لیکن اس کی پنڈلیاں اس کے ہاتھوں میں رہ گئی ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کی سلطنت چلی جائے گی صرف اس کا نام باقی رہے گا۔ اگر کسی بادشاہ نے خواب میں دیکھا کہ باز اس کے ہاتھوں سے اڑ گیا ہے لیکن اس کے پر یا بال وغیرہ اس کے ہاتھوں میں رہ گئے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ بادشاہ کے ہاتھوں میں تھوڑی سی دولت باقی رہ جائے گی۔ خواب میں باز کا ذبح کرنا کامیابی کی طرف اشارہ ہے۔ اگر کسی نے خواب میں یہ دیکھا کہ بہت سے بازوں کو ذبح کر دیا گیا ہے تو اس کی یہ تعبیر ہوگی کہ جو حکمران ظلم کر کے مال و دولت لوٹتے ہیں یا عوام سے وصول کرتے ہیں وہ عنقریب فوت ہوجائیں گے۔ خواب میں باز کا گوشت۔ حکمرانوں کے مال و دولت کی نشانی ہے۔ اگر کسی بازاری آدمی نے باز کو خواب میں دیکھا تو اس کیلئے عظمت اور سلطنت کی علامت ہوگی۔ اگر کسی نے ''باشق'' نامی باز کو خواب میں دیکھا تو یہ ڈاکو یا چور کی علامت ہے۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ ''باشق'' کا خواب میں دیکھنا اولاد نرینہ کی طرف اشارہ ہے۔

الباذل

''الباذل'' وہ اونٹ ہے جس کے کونچلی کے دانت نکل آئے ہیں۔ چاہے وہ نر ہو یا مادہ۔ اس کے دانت تقریباً آٹھ سال کی عمر میں نکلنا شروع ہوجاتے ہیں۔ ''الباذل کی جمع بزل و بزل و بوازل'' آتی ہے۔

امام مسلمؒ نے ایک روایت یوں نقل کی ہے۔ ''حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی سے ایک نوجوان اونٹ بطور قرض لیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک باذل اونٹ (آٹھ سالہ) واپس کیا اور فرمایا کہ تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جو اچھی طرح قرض کی ادائیگی کرتا ہو۔ (یعنی عمدہ قسم کے مال سے ادائیگی کرے)

امام خطابی، ابن خزیمہ، یونس بن عبدالاعلیٰ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ سفیان بن عیینہؒ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث ''جو استجمار کرے تو طاق مرتبہ کرے'' کے معنی پوچھے گئے تو آپ خاموش ہوگئے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد سفیان بن عیینہؒ سے کہا گیا کہ اس حدیث کے معانی جو امام مالکؒ سے منقول ہیں وہ بیان کئے جائیں تو کیا آپ پسند فرمائیں گے۔ سفیان بن عیینہؒ نے فرمایا کہ امام مالکؒ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ تو انہیں بتایا گیا کہ امام مالکؒ ''الاستجمار'' کے معانی ''پتھروں سے پاکی حاصل کرنا'' کرتے ہیں۔ یہ سن کر سفیان بن عیینہؒ فرمانے لگے کہ میری اور امام مالکؒ کی مثال ایسی ہے جیسے کہ پہلے لوگوں نے کہا ہے کہ

وابن اللبون اذا مالز فی قرن　　لم یستطع صولة البزل القناعیس

''اور اونٹ کا بچہ جب سینگ سے ملتا ہے تو قناعیس کے پہاڑی بکرے کے حملہ کو برداشت کرنے کی قوت نہیں رکھتا''

الباقعه

''الباقعہ'' ''الداھیہ'' (یعنی ہوشیار مرد) کے معنوں میں مستعمل ہے۔ امام الحروی، عبداللہ بن عمرؓ سے ''الباقعۃ'' کے معنی یہ نقل کرتے ہیں کہ ''باقعۃ'' ایک ڈراؤنا پرندہ ہوتا ہے جو پانی پی کر دائیں اور بائیں اڑ جاتا ہے۔ حدیث قبائل میں مذکور ہے کہ ''حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے عرض کیا کہ مجھے ''باقعۃ'' پر سوار ایک اعرابی کی اطلاع موصول ہوئی ہے۔''

دوسری حدیث میں اس طرح کے الفاظ ہیں۔ "فَفَاتحتهُ فَاِذَا هُوَ بَاقِعَة" ''پس میں نے اس سے بھاؤ تاؤ کیا تو وہ بہت ہوشیار وزیرک نکلا۔''

بالام

بالام: امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے ایک روایت یوں نقل کی ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ زمین قیامت کے دن ایک روٹی کی طرح ہو جائے گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے ہاتھ سے جنتیوں کی مہمان نوازی کیلئے الٹ پلٹ کر دے گا جیسے کہ تم میں سے کوئی سفر میں اپنی روٹی کو الٹاتا ہے۔ اتنے میں ایک یہودی آیا اس نے کہا اے ابوالقاسم! اللہ تعالیٰ آپ پر برکت نازل فرمائے کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں جنتیوں کے کھانے کے متعلق خبر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیوں نہیں ضرور بتاؤ۔ یہودی نے کہا کہ زمین ایک روٹی کی طرح ہو جائے گی جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔ حضرت ابوسعیدؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف دیکھا پھر مسکرائے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دانت ظاہر ہو گئے۔ پھر یہودی نے کہا' کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنتیوں کے سالن کے متعلق نہ بتاؤں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں نہیں، ضرور بتاؤ۔ یہودی نے کہا کہ جنتیوں کا سالن بالام اور نون ہوگا۔ ابوسعیدؓ نے یہودی سے پوچھا کہ بالام اور نون کیا ہے؟ یہودی نے کہا کہ وہ بیل اور مچھلی ہیں جن کے کلیجے کے ٹکڑے میں سے ستر ہزار آدمی کھائیں گے۔'' (الحدیث) اسی طرح کے الفاظ کے ساتھ بخاری شریف میں ''سبعون'' سین کی تقدیم کے ساتھ حدیث مذکور ہے۔

صحیح مسلم ''کتاب الطہار'' میں حضرت ثوبانؓ سے منقول روایت یوں ہے کہ حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑا ہوا تھا کہ اچانک ایک یہودی عالم آیا۔ پس اس نے کہا ''السلام علیک یامحمد'' حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں یہ سن کر میں نے اسے اتنا زوردار دھکا دیا جس سے قریب تھا کہ وہ چکرا جاتا۔ یہودی نے کہا تو نے مجھے کیوں دھکا دیا ہے؟ میں نے کہا تم نے ''یارسول اللہ'' کے الفاظ کیوں نہیں کہے؟ پس یہودی نے کہا کہ ہم ان کو اس نام سے پکارتے ہیں جو ان کے گھر والوں نے رکھا ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا نام محمد ہی ہے جو میرے گھر والوں نے رکھا ہے۔ پس یہودی نے کہا کہ میں آپ کے پاس سوال کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تجھے نفع پہنچے گا جو میں بیان کروں گا۔ یہودی نے کہا کہ میں

اپنے کانوں سے غور سے سنوں گا۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک چھڑی سے جوان کے پاس تھی، زمین کریدنے لگے اور فرمایا سوال کرو۔ یہودی نے کہا جس دن زمین تبدیل کردی جائے گی۔ اس زمین وآسمان کے علاوہ تو لوگ کہاں رہیں گے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت حشر کے علاوہ اندھیرے میں ہوں گے۔ پس یہودی نے پوچھا کہ قیامت کے دن کن لوگوں کو سب سے پہلے اجازت دی جائے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فقراء مہاجرین کو۔ یہودی نے پوچھا کہ جس وقت وہ جنت میں داخل ہوں گے تو انہیں کیا تحفہ ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مچھلی کے جگر کا ٹکڑا۔ یہودی نے کہا پھر اس کے بعد ان کی غذا کیا ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان کے لئے جنت کا وہ بیل ذبح کیا جائے گا جو جنت کے گوشوں میں چرا ہوگا؟ یہودی نے کہا کھانے کے بعد ان کا پینا کیا ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان کا پینا ایسے چشمہ سے ہوگا جس کا نام ''سلسبیل'' ہوگا۔ یہودی نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا۔ نیز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایسے سوالات کرنے آیا ہوں جن کو روئے زمین میں سوائے اللہ تعالیٰ کے نبی کے یا ایک آدمی یا دو آدمیوں کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں تجھے اس کی خبر دوں تو کیا تمہیں نفع پہنچے گا؟ یہودی نے کہا میں غور سے سنوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوال کرو۔ یہودی نے کہا کہ بتایئے بچہ کیسے پیدا ہوتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا آدمی کی منی سفید اور عورت کی زرد ہوتی ہے جب دونوں مل جائیں پھر اگر مرد کی منی عورت کی منی پر غالب آ گئی تو اللہ کے حکم سے بچہ پیدا ہوتا ہے اور اگر عورت کی منی مرد پر غالب آ جائے تو اللہ کے حکم سے بچی پیدا ہوتی ہے۔ یہودی نے کہا آپ نے سچ فرمایا یقیناً آپ اللہ کے نبی ہیں۔ پھر یہودی چلا گیا۔ پس جب وہ یہودی چلا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس یہودی نے مجھ سے جو سوالات کئے ہیں مجھے ان کے بارے میں علم نہیں تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس وقت علم عطا فرما دیا تھا۔ (الحدیث)

اسی قسم کی حدیث بخاری شریف میں موجود ہے جو حضرت انسؓ سے مروی ہے۔ یہودی جو سوال کر رہے تھے وہ عبداللہ بن سلامؓ تھے۔ جیسا کہ دوسری احادیث میں بھی یہی نام مذکور ہے۔ (عبداللہ بن سلام اسلام لانے سے قبل یہودی تھے۔)

نون اور بالام کی وضاحت نون مچھلی کو کہتے ہیں۔ حضرت یونس علیہ السلام کا بھی یہی نام پڑ گیا تھا اور اسی نسبت سے انہیں ''ذوالنون'' کہا جاتا ہے۔

''بالام'' کے متعلق لوگوں نے غیر معقول معانی بیان کئے ہیں۔ ''نہایہ'' میں ہے کہ بالام عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ امام خطابی نے کہا ہے کہ شاید یہودی تعمیم مراد لے رہا تھا تو اس نے حروف تہجی کو آگے پیچھے کردیا ہے۔ دراصل وہ ''لام، الف، یا'' ''لای'' کہنا چاہتا تھا جیسے ''لعی'' ہے تو نقل کرنے والوں نے ''یا'' کی بجائے ''با'' ذکر کردیا ہے۔ اس طرح ''لای'' جنگلی بیل کے معنوں میں مستعمل ہے۔ یہی میرے نزدیک درست ہے۔ اھ۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ ''بالام'' عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ نیز ''الزیادۃ'' مچھلی کے جگر کو کہتے ہیں جو اسی کے ایک حصہ سے علیحدہ ہوگیا ہو اس لئے کہ وہ کھانے میں لذیذ ہوتا ہے۔ ''سبعون الفا'' سے مراد بغیر حساب وکتاب جنت میں داخل ہونے کو تعبیر کیا جاتا ہے۔ نیز یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد مبالغہ اور کثیر تعداد ہو۔ چنانچہ اس روایت کو امام نسائی نے بھی ''باب فی عشرۃ النساء'' میں ذکر کیا ہے۔

البال

''البال'' وہ مچھلی ہے جس کی لمبائی پچاس گز ہوتی ہے۔ یہ مچھلی بڑے سمندر میں پائی جاتی ہے۔ بعض لوگ اس مچھلی کو ''عنبر'' کہتے ہیں لیکن یہ عربی لفظ نہیں ہے۔ امام جوالیقی نے کہا ہے کہ شاید ''البال'' کو معرب کرلیا گیا ہے۔ علامہ جوہری نے کہا ہے کہ ''البال'' دریا کی بڑی مچھلی کو کہا جاتا ہے لیکن یہ عربی زبان کا لفظ نہیں ہے۔ امام قزوینی فرماتے ہیں۔ ''البال'' وہ مچھلی ہے جو پانچ سو گز لمبی ہوتی ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اس مچھلی کے جسم کا کچھ حصہ ایک ٹیلہ کی مانند معلوم ہوتا ہے۔ کشتی والے اس سے خوفزدہ رہتے ہیں۔ جب کشتی والوں کو محسوس ہوتا ہے کہ یہ ''البال'' مچھلی ہے تو اسے ڈھول بجا کر بھگاتے ہیں تاکہ وہ دوسری طرف چلی جائے۔ چنانچہ یہ بات مشہور ہے کہ جب ''بال'' مچھلی کسی (دریائی) مچھلی پر ظلم کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر ''ایک گز کی مچھلی'' مسلط فرمادیتے ہیں جو اس کے کان پر چپک جاتی ہے تو ''البال'' مچھلی دریا کی گہرائی میں جاکر اپنے سر کو زمین سے خوب ٹکراتی ہے یہاں تک کہ اس کی موت واقع ہوجاتی ہے۔ چنانچہ کچھ دنوں کے بعد یہ پہاڑ کی طرح باہر تیرنے لگتی ہے۔ مخصوص حبشی لوگ ہی اس مچھلی کا شکار کرتے ہیں۔ چنانچہ جب یہ لوگ ''البال'' نامی مچھلی کو دیکھتے ہیں تو اپنے کتوں کو اس پر چھوڑ دیتے ہیں۔ چنانچہ کتے اس مچھلی کو دریا کے باہر کھینچ کر لے آتے ہیں۔ پھر اس کا پیٹ پھاڑ کر ''عنبر'' نکالتے ہیں۔ (اس کی تفصیل عنقریب انشاء اللہ ''باب العین''، ''العنبر'' کے عنوان کے تحت آئے گی۔)

اَلْبَبْرُ[1]

''البَبر'' ببر شیر (پہلی باء پر زبر اور دوسری باء پر زیر ہے)۔ ''البَبر'' درندوں کی اقسام میں سے ہے۔ نیز یہ شیر سے عداوت رکھتا ہے۔ اس کو ''الفریل'' اور ''الفرانق'' بھی کہا جاتا ہے۔ یہ درندہ ہندوستان میں پایا جاتا ہے۔ ''الببر'' معرب ہے۔ نیز یہ گیدڑ کے مشابہ ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ قسم ''الزبرقان'' اور شیرنی کے ملاپ سے پیدا ہوتی ہے۔ ببر شیرنی ''ہوا'' سے حاملہ ہوجاتی ہے اسی لئے اس کا حملہ ہوا کی طرح تیزی سے ہوتا ہے۔ اس کے شکار کیلئے شاید ہی کوئی تیار ہوتا ہے۔ چنانچہ لوگ اس جانور کے بچے چوری کرکے شیشے کی بوتل میں رکھ دیتے ہیں۔ پھر ان بوتلوں کو تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہوکر لے جاتے ہیں جب شیر ببر اپنے بچوں کو نہیں پاتا تو وہ ان کی تلاش میں نکل پڑتا ہے۔ بالآخر جب وہ سراغ لگا کر شکاریوں کو پالیتا ہے تو شکاری اس کے بچوں کو شیشے کی بند بوتل سمیت اس کے سامنے ڈال دیتے ہیں تو شیر ببر اپنے بچوں کو دیکھنے میں مصروف ہوجاتا ہے جس سے اس کی توجہ دوسرے بچوں سے ہٹ جاتی ہے۔ اس طرح سے شکاری ببر شیر کے بچوں کو پکڑ کر پالتے ہیں۔ چنانچہ شیر ببر کے بچے انسانوں کے بچوں سے محبت رکھتے ہیں اور یہ انسانوں سے مانوس ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح شیر ببر کافور کے درخت کو بھی پسند کرتا ہے۔ چنانچہ جب شیر ببر کافور کے درختوں کے پاس رہتا ہے تو کوئی بھی درخت کے قریب نہیں آتا۔ نیز لوگ کافور بھی نہیں نکال سکتے۔ پھر شیر ببر چند دن کے لئے درخت سے علیحدہ

[1] انگریزی: LION (کتابستان اردو انگلش ڈکشنری صفحہ ۲۱۱)

ہوجاتا ہے۔ اس علاقے کے لوگ شیر ببر کے کافور کے درخت سے علیحدہ ہونے کے ایام سے واقف ہوتے ہیں۔ چنانچہ موقع ملتے ہی لوگ کافور نکال لیتے ہیں۔

الحکم شیر ببر کا گوشت حرام ہے۔ اس لئے کہ یہ کونچلی کے دانتوں سے حملہ آور ہوتا ہے اور کھاتا ہے۔ شیر ببر بھی درندوں میں شمار ہوتا ہے۔

الخواص (۱) شیر ببر کا پتہ سرسام یا برسام کے امراض کے لئے فائدہ مند ہے۔ پتے میں پانی ملاکر سر کی مالش کرنے سے ان امراض سے نجات مل جاتی ہے۔ (۲) اگر کوئی عورت شیر ببر کے پتے کو اپنی شرم گاہ میں رکھ لے تو وہ حاملہ نہیں ہوسکتی اور اگر دوران حمل میں رکھ لے تو اس کا حمل زائل ہوجاتا ہے۔ (۳) اگر کوئی شخص ببر شیر کے ٹخنوں کو اپنی کلائی میں باندھ لے تو اس کی تھکاوٹ دور ہوجاتی ہے اگر چہ وہ روزانہ بیس فرسخ (ساٹھ میل) کیوں نہ چلتا ہو۔ (۴) اگر کسی کو ''حب القرع'' کا مرض لاحق ہو تو شیر ببر کی کھال میں مسلسل بیٹھنے سے شفایاب ہوجاتا ہے۔ (۵) ''ربیع الابرار'' میں مذکور ہے کہ شیر ببر بڑے شیر کے ہم شکل اور سفید زرد اور کالی دھاریوں والا ہوتا ہے۔ شیخ ارسطو نے کہا ہے کہ شیر ببر حبشہ کی سرزمین میں دہشت ناک شکل کا ہوتا ہے۔ نیز حبشہ کے علاوہ دوسرے علاقوں میں نہیں پایا جاتا ہے۔

الببغاء

الببغاء [1] طوطا۔ ''العباب'' میں مذکور ہے کہ ''الببغا'' میں تین باء ہیں۔ پہلی اور تیسری باء میں زبر ہے اور دوسری باء میں سکون ہے۔ یہ ہرے رنگ کا ایک پرندہ ہے جسے عربی میں ''الدرۃ'' بھی کہا جاتا ہے۔ ابن السمعانی نے ''الانساب'' میں لکھا ہے کہ ''ببغاء'' میں صرف دو ''باء'' ہیں۔ پہلی باء پر زبر اور دوسری باء ساکن ہے۔ ''ببغاء'' کا خطاب ابوالفرج شاعر کو فصاحت و بلاغت میں مہارت کی بناء پر دیا گیا تھا۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ ''ببغا'' کا لقب امام قضاعی کو دیا گیا تھا اس لئے کہ ان کی زبان میں لکنت تھی یا ان کی زبان سے ''سین'' کی جگہ ''ثاء'' اور ''راء'' کی جگہ ''عین'' یا ''لام'' کے الفاظ ادا ہوتے تھے۔ یہ پرندہ کبوتر کی طرح ہوتا ہے۔ لوگ اس کی آواز سے لطف اندوز ہونے کے لئے اسے اپنے گھروں میں پالتے ہیں جیسے کہ مور کو رنگ وروپ اور خوش آواز ہونے کی وجہ سے گھروں میں رکھا جاتا ہے۔

طوطے کی اقسام اور اس کی خصوصیات طوطے کی مختلف اقسام ہیں۔ بعض طوطے سفید اور بعض سبز رنگ کے ہوتے ہیں۔ مورخین کہتے ہیں کہ معزالدولہ بن بویہ کی خدمت میں ایک عجیب وغریب قسم کا طوطا پیش کیا گیا تھا۔ جس کا رنگ سفید، چونچ، اور پاؤں کالے اور چوٹی ہلکے رنگ کی تھی۔ آج کل طوطے کی اکثر اقسام ناپید ہیں۔ چنانچہ اکثر سبز رنگ کا طوطا پایا جاتا ہے۔

طوطا خوش اخلاق، سمجھدار اور نقل اتارنے کی مکمل صلاحیت رکھتا ہے۔ طوطے کو زیادہ تر بادشاہ یا امیر لوگ ضبط شدہ خبروں سے محفوظ ہونے کے لئے پالتے ہیں۔ طوطا اپنے پاؤں سے غذا کھاتا ہے جس طرح انسان ہاتھ سے کھاتا ہے۔ اکثر لوگ طوطے کی تعلیم کا مخصوص انتظام کرتے ہیں۔

---

(۱) اردو، طوطا۔ بنگالی، طوطا۔ بلوچی، طوطی۔ پشتو، طوطی۔ پنجابی، طوطا۔ سندھی، طوطو۔ کشمیری، طوطہ۔ (ہفت زبانی لغت صفحہ ۴۵۵) انگریزی Parrot (کتابستان انگلش اردو ڈکشنری صفحہ ۴۸۵)

طوطے کو سکھانے کا طریقہ | شیخ ارسطاطالیس کہتے ہیں کہ طوطے کو سکھانے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک آئینہ لے کر اس کے سامنے رکھ کر اس کی صورت کو دیکھتے رہو۔ پھر آئینہ میں دیکھ کر بار بار گفتگو کرو تو طوطا بھی ان باتوں کو دہرانے لگے گا۔ نیز طوطا باتیں کرنا سیکھ جائے گا۔ ابن الفقیہ نے کہا ہے کہ میں نے ''جزیرہ رانج'' میں عجیب وغریب قسم کے طوطے دیکھے ہیں جو سبز، سفید اور زرد رنگ کے تھے اور بلاتکلف کسی بھی زبان میں گفتگو کرنے لگتے تھے۔ ابواسحٰق صابی نے طوطے کے اوصاف بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ ۔

أَ نعَتُهَا صَبِيْحَة مَلِيْحَةُ	نَاطِقَةٌ بِاللُّغَةِ الْفَصِيْحَةُ

''میں نے پرکشش اور حسین وجمیل طوطے کی تعریف کی ہے جو صاف ستھری زبان میں باتیں کرتا ہے''

عدت مِنَ الْاَطْيَارِ وَاللِّسَان	يوهمني بِأَنَّهَا اِنْسَانٌ

''اس کو پرندوں میں شمار کیا جاتا ہے لیکن اس کی زبان کی وجہ سے مجھے وہ انسان معلوم ہوتا ہے''

تنهي الى صاحبها الاخبارا	و تكشف الاسرار والاستار

''اپنے مالک تک خبریں پہنچاتا ہے نیز چھپی ہوئی باتوں اور رازوں کو ظاہر کردیتا ہے۔''

وبكما ء الا انها سميعه	تعيد ما تسمعه طبيعه

''اور گونگا تو ہے لیکن سنتا ہے نیز سنی ہوئی باتوں کو بتانے کی صاحیت بھی رکھتا ہے''

زار تک من بلادها البعيده	واستوطنت عندک كا لقعيده

''وہ تمہیں دور دراز علاقوں سے دیکھ لے گا اور پھر تمہارے پاس محافظ کی طرح رہنے لگے گا''

ضيف قراه الجوزوالارز	والضيف فی اتيانه يعز

''وہ ایسا مہمان ہے جس کی غذا اخروٹ اور چاول ہے نیز ایسے مہمان کی موجودگی سے عزت میں اضافہ ہوتا ہے''

'' تراهُ فی منقارها الخلوقی	كلؤ لؤ يلقط بالعقيق

''تو دیکھے گا اس کی زعفرانی چونچ کو جس سے وہ چگتا ہے گویا کہ وہ عقیق سرخ رنگ کا موتی ہے۔''

تنظر من عينين كالفصين	فی النور وَالظُّلْمَةِ بصاصين

''وہ دو نگ کی آنکھوں سے روشنی اور اندھیرے میں دیکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے''

تميس فی حلتها الخضراء	مثل الفتاة الغادة العذراء

''وہ اپنے سبز جوڑے میں نرم ونازک نوجوان لڑکی کی طرح نزاکت سے چلتا ہے''

خريدة خدورها الاقفاص	ليس لها من حبسها خلاص

''شرمیلا طوطا پنجرے میں مقید ہے اسے قید وبند کی زندگی سے رہائی نہیں ملتی''

نحبسها ومالها من ذنب	وانما ذاک الفرط الحُبِّ

''ہم اسے قید میں رکھتے ہیں حالانکہ اس کا کوئی گناہ نہیں' ہم محض فرط محبت کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں''

تلک التی قلبی بھا مشغوف　　کنیت عنھا و اسمھا معروف

''بس یہی چیز ہے جس کی وجہ سے میں اس پر عاشق ہوگیا ہوں میں نے اس کا نام نہیں لیا اگرچہ وہ معروف ہے''

یشرک فیھا شاعر الزمان　　الکاتب المعروف بالبیان

''زمانے کا شاعر اس کی مدح میں شریک ہوگیا' جو بیان میں مشہور انشاء پرداز ہے''

ذلک عبدالواحد بن نصر　　تقیہ نفسی حادثات الدھر

''یہ عبدالواحد بن نصر ہے اللہ تعالیٰ زمانے کے حوادث سے اسے محفوظ رکھے''

یہ سن کر ابوالفرج نے جوابی اشعار کہے ۔

من منصفی من محکم الکتاب　　شمس العلوم قمر الآداب

''کون ہے جو ایسی کتاب کی محکم آیات کو بیان کرے' جو علوم وفنون کی آفتاب اور آداب کی ماہتاب ہیں۔''

أمسی لا صناف العلوم محرزا　　وسام أن یلحق لما برزا

''وہ کتاب تمام علوم کی جامع ہے اور زندگی گزارنے کے لئے ساتھی تمغہ ہے''

وھل یجاری السابق المقصر　　أو ھل یباری المدرک المغرر

''اور کیا جودوسخا کم کرنے والا زیادہ کرنے والے کے برابر ہوسکتا ہے یا بچہ جوان آدمی کا مقابلہ کرسکتا ہے''

بالآخر ابوالفرج نے طوطے کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ ۔

ذات شغا تحسبہ یاقوتا　　لا ترضی غیر الارز قوتا

''ٹیڑھی چونچ والا جسے تم یاقوت خیال کرتے ہو چاول کے علاوہ کسی دوسری چیز کو پسند نہیں کرتا''

کانما الحبۃ فی منقارھا　　حبابۃ تَطفُو علی عقارھا

''دانہ اس کی چونچ میں ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اس کی چونچ پر خوبصورت بلبلا بیٹھ گیا ہو''

قاضی ابن خلکان نے فضل بن ربیع کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ احمد بن یوسف الکاتب نے اپنے بے وفا بھائی عبدالحمید کے طوطے کی وفات پر اشعار لکھ کر بھیجے ۔

أنت تبقی و نحن طرا فدا کا　　احسن اللہ ذُو الجلال عزا کا

''تم زندہ رہو اور ہم خوش رہیں قربان جائیں' اللہ تعالیٰ تمہاری عزت وآبرو کو بہتر کرے''

فلقد جل خطب دھر أتا کا　　بمقادیر أتلفت ببغا کا

''پس بڑی ہیں زمانہ کی مصیبتیں جن سے تم دوچار ہوئے ہو طوطے نے ان کو تلف کردیا ہے''

عَجَبًا لِلْمَنُوْنَ کَیْفَ اَتَتْھَا　　وَتَخَطَّتْ عَبْدُالْحَمِیْد أخَاکَا

''تعجب ہے کہ موت کا وقت کیسے آگیا اور تمہارے بھائی عبدالحمید کو کیسے پالیا''

كَانَ عَبْدُالْحَمِيْدُ اَجْمَلُ لِلْمَوْتِ مِنَ الْبَبْغَا وَ اَوْلٰى بِذَاكَا

''عبدالحمید موت کے لئے بہ نسبت طوطا کے بہتر اور زیادہ مناسب تھے''

شملتنا المصيبتان جميعا فقدنا هذه و رؤية ذاكا

''ہم ایک ہی وقت میں دو مصیبتوں سے دو چار ہوئے پس ایک کو رخصت کیا تو دوسری نے ڈیرہ ڈال لیا''

علامہ زمخشری نے کہا ہے کہ طوطا اپنی آواز میں یہ کہتا ہے'' وَيْلٌ'' لِمَنْ كَانَتِ الدُّنْيَا هَمَّهٗ (ہلاکت ہو اس کے لئے جس نے دنیا کو اپنا مقصد بنا لیا ہے)

الحکم ''رافعی'' میں لکھا ہے کہ صحیح قول کے مطابق طوطے کا گوشت حرام ہے۔ اسی قول کو'' الصمیدی'' نے'' البحر'' میں لکھ کر برقرار رکھا ہے۔ طوطے کے حرام ہونے کی علت گوشت کی گندگی ہے۔ بعض اہل علم نے طوطے کا گوشت حلال قرار دیا ہے اس لئے کہ اس کی غذا پاکیزہ چیزیں ہیں۔ چنانچہ طوطا زہریلے پرندوں میں سے نہیں ہے اور نہ ہی چنگل مارنے والوں میں سے ہے۔ نیز نہ تو طوطے کے مارنے کا حکم دیا گیا اور نہ اس سے منع کیا گیا ہے۔

امام متولیؒ نے طوطے کی آواز اور گفتگو سے نیز لوگوں سے مانوس ہونے کی بنا پر اس کو کرایہ پر لینے کو جائز قرار دیا ہے۔ امام بغویؒ نے طوطے بلکہ ہر ان پرندوں کے متعلق جن کی آواز سے لوگ مانوس رہتے ہیں جیسے بلبل وغیرہ کے متعلق دونوں صورتیں (جائز و ناجائز) بیان کی ہیں۔

الخواص (۱) جو آدمی طوطے کی زبان کھالے تو اس کے کلام میں شائستگی' فصاحت' روانی اور قوت گویائی میں جرأت پیدا ہوتی ہے۔

(۲) طوطے کا پتا زبان میں ثقل پیدا کرتا ہے۔

(۳) طوطے کا خون خشک کر کے باریک کرنے کے بعد دو دوستوں کے درمیان بکھیر دینے سے دشمنی پیدا ہو جاتی ہے۔

(۴) طوطے کی بیٹ سبز انگور کے پانی میں ملا کر آنکھوں میں بطور سرمہ استعمال کرنے سے بینائی میں اضافہ اور آشوب چشم سے حفاظت رہتی ہے۔

التعبیر خواب میں طوطا ایک منحوس اور جھوٹے آدمی کی شکل میں آتا ہے۔ بعض معبرین کہتے ہیں کہ فلسفی آدمی کی صورت میں آتا ہے۔ طوطے کے بچے بھی فلسفی آدمی کی صورت میں آتے ہیں۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ خواب میں طوطا لڑکی یا بچے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ نیز کبھی طوطے کی تعبیر یتیم لڑکے یا لڑکی سے کی جاتی ہے۔



البج

''البج'' سے مراد پانی کا پرندہ ہے۔ (عنقریب انشاء اللہ اس کی تفصیل ''باب الطاء'' میں آئے گی۔)

البجع

''البجع'' ''پوٹے'' کو کہا جاتا ہے۔ (عنقریب انشاء اللہ اس کی تفصیل ''باب الحاء'' میں آئے گی) عرب شاعر نے بہت اچھے اشعار کہے ہیں ۔

ما طائر فی قلبه　　　يلوح للناس عجب

''کوئی پرندہ ایسا نہیں ہے جس کے دل میں لوگوں کے لئے عجیب چیز ظاہر ہوتی ہے''

منقاره فی بطنه　　　والعين منه فی الذنب

''اس کی چونچ اس کے پیٹ میں ہو اور اس کی آنکھ اس کی دم میں ہو۔''

البخزج

''البخزج'' نیل گائے کے بچے کو کہا جاتا ہے۔

البخاق

''البخاق'' یہ ''غراب'' کے وزن پر ہے اس سے مراد نر بھیڑیا ہے۔

البخت

''البخت'' اونٹ کی ایک قسم کا نام ہے۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ یہ عربی النسل ہوتا ہے۔ نر اونٹ کو ''بختی'' اور مونث (اونٹنی) کو ''بختیہ'' کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع ''بخاتی'' آتی ہے۔

یہ ''جمع الجمع'' ہونے کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ نیز اسے یاء کی تخفیف کے ساتھ ''البخاتی'' بھی پڑھا جاسکتا ہے۔ امام جوہری اور ابن السکیت کہتے ہیں کہ جو صیغہ ''بخاتی'' کے وزن پر ہو اور اس کا واحد مشدد ہو تو اس کی جمع تخفیف و تشدید دونوں طرح سے پڑھ سکتے ہیں جیسے **غَوَارِیٌ** ، **سَوَارِیٌ**' **عَلَالِیٌ**' اوانی '**اَثَافِیٌ**' '**کَرَاسِیٌ**' '**مَهَارِیٌ**' (الصحاح والاصلاح)

ابن السلیت نے کہا ہے کہ ''الاثفیۃ'' مفرد ہے اس کی جمع ''اثافی'' آتی ہے۔ ان تین ''پائے'' کو کہا جاتا ہے جن کو کھانا پکنے کے وقت ہانڈی رکھنے کے لئے رکھا جاتا ہے اور یہ لفظ کلام عرب میں بھی مستعمل ہے مثلاً (رَمَاهُ اللّٰهُ بِثَالِثَةِ الْاَثَافِی) (یعنی اللہ تعالیٰ اسے پہاڑ بنادے۔) اس لئے کہ جب انسان کو ضرورت کے وقت دو پائے کے علاوہ تیسرا نہیں ملتا تو وہ پہاڑ کو تیسرا پایہ بنالیتا ہے۔

[illegible] کے بعد ''ثالثۃ الاثافی'' سے مراد پہاڑ لیا جانے لگا۔

نیز ''البخاتی'' ان اونٹوں کو کہا جاتا ہے جن کی گردنیں لمبی ہوتی ہیں۔

احادیث میں بختی اونٹ کا تذکرہ امام ابوداؤدؒ، ترمذیؒ، النسائیؒ اور احمدؒ نے ایک روایت نقل کی ہے۔

''حضرت جنادہ بن امیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم بسر بن ارطاۃ کے ہمراہ دریائی سفر میں تھے تو ایک چور کو لایا گیا جس نے ایک ''بختی'' اونٹ چوری کی تھی۔ بسر بن ارطاۃ نے کہا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''سفر میں ہاتھ نہ کاٹو'' اور اگر یہ عذر نہ ہوتا تو میں اس چور کا ہاتھ ضرور کاٹتا۔''

صحیح مسلم میں امام مسلم نے یہ روایت نقل کی ہے۔

''حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں کی صفات بتائیں جو آخری زمانہ میں ہوں گی۔ ان کے سر ''بختی'' اونٹ کے کوہانوں کی طرح ہوں گے۔ نیز وہ عورتیں جنت کی خوشبو تک نہ پائیں گی حالانکہ جنت کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت سے بھی محسوس کی جاسکتی ہے۔''

مستدرک میں یہ روایت مذکور ہے کہ ''حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس امت کے آخر میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو درندوں کی کھالوں میں سوار ہوں گے۔ یہاں تک کہ وہ اپنی مسجدوں کے دروازوں پر آئیں گے۔ ان کی عورتوں نے لباس تو پہنے ہوں گے لیکن وہ ننگی ہوں گی، ان کے سروں پر جھونٹے، دبلے پتلے اونٹ کے کوہان کی مانند ہوں گے۔ پس تم ان عورتوں پر لعنت کرنا اس لئے کہ وہ ملعون ہوں گی۔''

''الکامل'' میں ایک روایت یوں بیان کی گئی ہے کہ:

حضرت عصمہ بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ''بختی'' اونٹوں کے برابر پرندے ہوں گے۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! وہ پرندے تو یقیناً نرم اور خوشگوار ہوں گے؟ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان پرندوں سے زیادہ خوشگوار تو وہ ہوں گے جو ان کو کھائیں گے اور اے ابوبکرؓ تم بھی کھانے والوں میں شامل ہو۔ (الحدیث)

البدنة

''البدنۃ'' یہ واحد ہے اس کی جمع بُدْن (دال پر سکون اور پیش ہے) آتی ہے۔ دال کے سکون کے ساتھ تو قرآن مجید میں بھی یہ الفاظ آئے ہیں۔ امام جوہریؒ نے دال پر پیش ذکر کیا ہے۔ ''اَلْبُدْنَۃ'' اس گائے یا اونٹ کو کہا جاتا ہے جس کی قربانی مکہ میں کی جاتی ہو۔ اس کو ''بدنہ'' کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ صحت مند جسم والا ہوتا ہے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ ''بدنۃ'' اس اونٹ کو کہتے ہیں جو قربانی کی

عمر کا ہو گیا ہو خواہ وہ نر ہو یا مادہ ہو۔ یہ فقہاء کے نزدیک ہے۔ اہل لغت کہتے ہیں کہ ''بدنۃ'' کا اطلاق اکثر گائے اور اونٹ دونوں پر ہوتا ہے۔ ازہریؒ فرماتے ہیں کہ لفظ ''بدنۃ'' گائے، بکری اور اونٹ کیلئے مستعمل ہے۔ اسے ''بدنہ'' اس لئے کہتے ہیں کہ وہ طاقتور جسم والا ہوتا ہے۔ چنانچہ ''بدنہ'' کا لفظ خاص طور پر اونٹ کیلئے احادیث نبویؐ میں بھی مستعمل ہے۔ امام مسلمؒ نے ایک روایت کتاب المسلم میں نقل کی ہے کہ ''حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جمعہ کے دن غسل کیا اور پہلی فرصت میں (مسجد) کے لئے چلا گیا گویا اس نے ایک اونٹ کی قربانی کی اور جو دوسری گھڑی میں گیا گویا کہ اس نے گائے کی قربانی کی اور جو تیسری گھڑی میں گیا گویا اس نے ایک سینگ والے دنبہ کی قربانی کی اور جو چوتھی گھڑی میں گیا گویا کہ اس نے ایک مرغی کی قربانی کی اور جو پانچویں گھڑی میں گیا گویا اس نے ایک انڈے کی قربانی کی۔''

مسند امام احمد میں یہ الفاظ ہیں۔

''وَفِیْ السَّاعَۃِ الرَّابِعَۃِ بِطَّۃ'' وَفِیْ الْخَامِسَۃ دَجَاجَۃ'' وَفِیْ السَّادِسَۃِ بِیْضَۃ''

''اور جو چوتھی گھڑی میں آیا اس کو بطخ کی قربانی کا اجر ملے گا اور پانچویں گھڑی میں مرغی کا اور چھٹی گھڑی میں انڈے کی قربانی کا ثواب ملے گا۔'' (الحدیث)

چنانچہ مینڈھے کو سینگ کے ساتھ خاص طور پر اس لئے ذکر کیا ہے کہ وہ سینگ کے ساتھ اکمل و احسن معلوم ہوتا ہے۔ ''البدنۃ'' کی جمع ''بُدُن'' آتی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ''وَالْبُدُنَ جَعَلْنَا ھَالَکُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللہِ'' (ہم نے کعبہ میں قربانی کئے گئے اونٹ تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی نشانیاں بنادی ہیں۔ الحج)

یعنی ہم نے اس دین کی نشانیوں میں سے بنایا جس میں تمہارے لئے خیر و بھلائی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس بھلائی سے مراد دنیا کے فوائد اور آخرت کا اجر ہے۔ اہل علم لکھتے ہیں کہ صفوان بن سلیم حج کرنے کیلئے گئے تو ان کے پاس صرف سات دینار تھے۔ انہوں نے اس رقم سے ایک ''بُدنۃ'' خرید لیا۔ صفوان بن سلیم سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

''وَالْبُدُنَ جَعَلْنَا ھَالَکُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللہِ لَکُمْ فِیْھَا خَیْر'' (اور ہم نے کعبہ کے چڑھائے ہوئے اونٹ تمہارے لئے اللہ کی نشانیاں بنادی ہیں۔''

سب سے پہلے ''بدنہ'' کی قربانی کرنے والے سب سے پہلے جس شخصیت نے ''بدنہ'' کی قربانی ''بیت اللہ شریف'' کیلئے پیش کی ہے وہ الیاس بن مضر ہیں اور یہی وہ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے ''بیت اللہ'' خانہ کعبہ کے منہدم ہونے کے بعد مقام ابراہیم کو تلاش کر کے لوگوں کیلئے نشاندہی کی۔ یہ واقعہ حضرت نوح[1] علیہ السلام کے دور مبارک کا ہے اور الیاس بن مضر ہی پہلے شخص ہیں جو اس میں کامیاب ہوئے اور اسے بیت اللہ کے گوشے میں نصب کر دیا۔ اسی لئے اہل عرب الیاس بن مضر کی آخری دم تک توقیر کرتے

(۱) یہ بات تاریخی طور پر غلط ہے اس لئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو حضرت نوح علیہ السلام کے بعد مبعوث ہوئے اور مقام ابراہیم اس پتھر کا نام ہے کہ جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر کی تھی۔ نیز اگر ''زمن نوح علیہ السلام'' کے الفاظ اس سے حذف کر دیئے جائیں تو پھر اس کے صحیح ہونے کا گمان ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم مترجم۔

رہے۔ چنانچہ جب الیاس بن مضر فوت ہوئے تو ان کی بیوی "خندف" نامی عورت نے بہت رنج و افسوس کیا۔ یہاں تک کہ اپنے لئے خوشبو کو حرام ٹھہرالیا اور دوسری شادی بھی نہیں کی۔ مورخین نے یہ بھی کہا ہے کہ الیاس بن مضر کی بیوی نے یہ نذر بھی مانی تھی کہ جس شہر میں ان کے خاوند کا انتقال ہوا ہے اس میں سکونت بھی اختیار نہیں کرے گی اور نہ دوسرا گھر تعمیر کرے گی۔ چنانچہ وہ اسی طرح تنہائی کے عالم میں گھومتی رہی یہاں تک کہ جمعرات کے دن اس کی موت واقع ہوگئی۔ مورخین یہ بھی کہتے ہیں کہ اس عورت نے یہ بھی نذر مانی تھی کہ وہ جمعرات کے دن سورج نکلنے سے لے کر سورج کے غروب ہونے تک روتی رہے گی۔

احادیث نبویؐ میں الیاس بن مضر کا تذکرہ امام سہیلیؒ نے کہا ہے کہ حدیث میں مذکور ہے۔

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ الیاس کو برا بھلا نہ کہو اس لئے کہ وہ مومن تھا"

اہل علم نے اس بات کا ذکر بھی کیا ہے کہ "حج کے موقع پر الیاس بن مضر کی قبر سے "تلبیہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم" کی آواز سنی گئی ہے۔

امام مسلمؒ نے کتاب المسلم میں ایک روایت نقل کی ہے کہ "موسیٰ بن سلمہ الہذلی فرماتے ہیں کہ میں اور سنان دونوں عمرہ کرنے کے لئے چلے اور سنان کے ساتھ قربانی کا ایک اونٹ بھی تھا جسے وہ کھینچ رہے تھے۔ چنانچہ وہ اونٹ راستہ میں تھک گیا اور میں اس کی حالت دیکھ کر پریشان ہوگیا۔ چنانچہ ہم ابن عباسؓ کے پاس پوچھنے کے لئے آئے تو انہوں نے فرمایا کہ تم نے خبردار اور علم والے شخص کو پایا۔ پس فرمانے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سولہ اونٹ ایک شخص کے ساتھ روانہ کئے (اور وہ چلا پھر لوٹ آیا) اور پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر ان میں سے کوئی تھک جائے تو کیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اسے "نحر" کردو اور اس کے گلے کی جوتیاں اس کے خون سے رنگین کرکے اس کے کوہان میں نشان لگادو اور اس میں نہ تم کھاؤ اور نہ تمہارا کوئی دوست کھائے۔" (الحدیث) (انشاء اللہ عنقریب "ھدی" پر تفصیل "باب الھاء" میں "الھدی" کے عنوان کے تحت آئے گی۔)

امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، ابوداؤدؒ اور نسائیؒ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ:

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا جو (حج کے دنوں میں) قربانی کا اونٹ کھینچ رہا تھا۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ تم اس پر سوار ہو جاؤ۔ اس نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو قربانی کا اونٹ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس پر سوار ہو جاؤ۔ اس آدمی نے جواب دیا یہ قربانی کا اونٹ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری اور تیسری مرتبہ فرمایا تمہارا برا ہو، اس اونٹ پر سوار ہو جاؤ۔

ایک اور روایت میں "وَيْلَكَ ارْكَبْهَا وَيْلَكَ ارْكَبْهَا" کے الفاظ آئے ہیں۔

حضرت عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم قربانی کے اونٹ کو نحر کرنا چاہو تو اسے کھڑا کردو۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر "اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَاِلَيْكَ" کہو اور پھر بسم اللہ پڑھ کر نحر کرو۔ قربانی کے لئے بھی اسی طرح عمل کرنا چاہئے۔"

(رواہ الحاکم)

حضرت زیاد بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا کہ وہ ایسے آدمی کے پاس آئے جو اونٹ کو بٹھا کر "نحر" کررہا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا اسے کھڑا کرو اور اس کے پاؤں باندھ دو (پھر نحر کرو) یہ محمد ﷺ کی سنت ہے۔ (رواہ المسلم والبخاری)

حضرت عبداللہ بن فرط کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا دن "نحر" کا دن ہے۔ پھر ماہ ذی الحجہ کی گیارہویں تاریخ ہے جس دن حاجی منیٰ میں ٹھہرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قربانی کے پانچ یا چھ اونٹ تھے جنہیں آپ نحر کرنے جا رہے تھے تو سب اونٹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آ گئے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوچنے لگے کہ ان میں سے کس اونٹ کو پہلے "نحر" کیا جائے۔" (رواہ احمد وابوداؤد)

"بدنہ" کی سواری احادیث کی روشنی میں امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ "بدنہ" میں بوقت ضرورت سوار ہونا جائز ہے۔ بلاضرورت سواری نہیں کرنی چاہئے۔ نیز سواری کا جواز اس وقت تک ہے کہ اسے تکلیف یا اذیت پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو۔ عبداللہ بن مبارکؒ، ابن منذرؒ اور اہل علم کی ایک جماعت کا یہی مسلک ہے۔ امام احمدؒ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ "بدنہ" میں بلاضرورت بھی سواری کی جا سکتی ہے۔ نیز عروہ بن زبیرؒ اور اسحٰق بن راہویہؒ کا بھی یہی قول ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر "بدنہ" پر سواری کئے بغیر کام نہ نکل رہا ہو تو ایسی صورت میں "بدنہ" پر سواری کی جا سکتی ہے۔ القاضی نے بعض اہل علم سے نقل کیا ہے کہ "بدنہ" پر سواری کی جا سکتی ہے۔ "بدنہ" پر سواری کے متعلق جمہور علماء اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ "**اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اھدی وَلَمْ یَرْکَبْ ھَدْیَہ' وَلَمْ یَامُرُ النَّاس بِرُکُوبِ الْھَدَایا**" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم "ہدی" کا جانور لے کر گئے لیکن اس پر سوار نہیں ہوئے اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "ھدیٰ" کے جانور پر سوار ہونے کا حکم دیا" (الحدیث) چنانچہ اس سے قبل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان "وَیْلَکَ اِرْکَبْھَا" (تمہاری ہلاکت ہو اس پر سوار ہو جاؤ) دراصل یہ کلمہ اس شخص کے لئے بولا جاتا ہے جو ہلاکت میں واقع ہو گیا ہو اس لئے کہ وہ محتاج ہے اور مصیبت میں گرفتار ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ کلمہ خیر اختیاری طور پر زبان پر جاری ہو جاتا ہے اور وہ پہلے اپنے موضوع لہ میں استعمال ہوتا تھا جیسے اہل عرب کہتے ہیں "**لاَ اُمَّ لَہ' لاَ اَبَ' لَہ'، تربت یَدَاکَ، قَاتَلَہُ اللّٰہُ**" (اس کیلئے ماں نہ ہو۔ اس کے لئے باپ نہ ہو۔ تیرے ہاتھ خاک آلود ہو جائیں۔ اللہ اس کو قتل کرے) یہ سارے کلمات اور وہ کلمات جو ان کے مشابہ ہوں مذمت کے مواقع پر بولے جاتے ہیں۔

اَلبَذْجُ

"اَلْبَذْجُ" بھیڑ کے بچے کو کہتے ہیں۔ یہ بکری کے بچے کی طرح ہوتا ہے۔ اس کی جمع "بذجان" آتی ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ ؎

قد هلكت جارتنا من الهمج وان تجع تاكل عودا او بزج

"ہماری پڑوسن ہلاک ہو گئی وہ گھٹیا خاندان کی تھی اور جب اسے بھوک لگتی تو وہ بکری یا بھیڑ کا بچہ کھا جاتی تھی"

امام جوہریؒ فرماتے ہیں کہ "الھمج" کا لفظ معاش میں ناکارہ کام یا اقتصادیات کے متعلق بری تدبیر اختیار کرنے کو کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں بھی مذکور ہے کہ "**یُخْرَجُ رَجُل" مِنَ النَّارِ کَاَنَّہ' بَذْج**" "دوزخ سے ایک آدمی نکالا جائے گا جو بکری کے بچے کی مانند ہوگا" (الحدیث)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا۔ وہ ذلت کی وجہ سے بھیڑ کے بچے کی مانند ہوگا۔ چنانچہ اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے کہ میں نے تمہیں دیا اور تجھ پر رحمتیں نازل کیں اور تجھ کو نعمتوں سے مالا مال کر دیا اب بتا تو کیا کر کے آیا ہے؟ وہ آدمی عرض کرے گا: اے پروردگار میں نے مال جمع کیا اور بڑھایا نیز اکثر مال چھوڑ کر آیا ہوں۔ لہٰذا آپ مجھے دوبارہ دنیا میں بھیجئے میں لے کر آ جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اچھا جو تو نے کر کے آگے بھیجا ہے وہ دکھا۔ تو وہ آدمی ایسا نکلے گا کہ اس نے کوئی خیر کا کام آگے نہیں بھیجا ہوگا۔ چنانچہ اسے دوزخ میں ڈالا جائے گا۔" (رواہ ابن المبارک)

اس حدیث کو اسماعیل بن مسلم نے حسن اور قتادہ سے نقل کیا ہے۔ نیز ابوبکر بن العزلی مالکی نے اپنی کتاب "سراج المریدین" میں اس حدیث کی تخریج کی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور حسن کے مراسیل میں سے ہے۔ حافظ منذری نے "الترغیب والترہیب" میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے اسماعیل بن مسلم مکی سے روایت کیا ہے اور بعد میں یہ حکم لگایا ہے کہ اسماعیل بن مسلم، حسن کے مقابلے میں زیادہ ضعیف ہیں۔ چنانچہ حدیث میں بھیڑ کے بچے سے تشبیہ اس لئے دی گئی ہے کہ اس میں ذلت اور حقارت مقصود ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ "ایک آدمی قیامت کے دن لایا جائے گا وہ ذلت وحقارت سے بھیڑ کے بچے کی مانند ہوگا۔ پس اللہ تعالیٰ اس کے لئے فرمائیں گے کہ اے ابن آدم میں بہترین تقسیم کرنے والا ہوں۔ تم اپنے ان اعمال کا جائزہ لو جو تم نے میرے لئے کئے ہیں۔ میں تمہیں ان کا اجر دوں گا اور پھر ان اعمال کو دیکھو جو تم نے میرے علاوہ دوسروں کیلئے کئے ہیں۔ اس لئے کہ تمہیں ان ہی چیزوں کا بدلہ دیا جائے گا۔ جن کے لئے تم نے کیا ہے۔" (رواہ ابویعلی فی مسندہ وابونعیم مرفوعاً)

البذج فارسی زبان کا لفظ ہے پھر اسے معرب کر لیا گیا ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ ایک دیہاتی کو کعبہ کے کسی پردے کے پاس یہ کہتے ہوئے دیکھا گیا "اَللّٰهُمَّ اَمِتْنِیْ مِیْتَةَ اَبِیْ خَارِجَة" (اے اللہ مجھے ابوخارجہ کی مثل موت عطا فرما) اس دیہاتی سے پوچھا گیا کہ ابوخارجہ کس حال میں فوت ہوا تو اس نے جواب دیا کہ وہ ایک بھیڑ کا بچہ ذبح کر کے کھا گیا۔ مشعل (برتن) میں پانی پیا۔ پھر دھوپ میں جا کر سو گیا۔ چنانچہ اس نے اللہ تعالیٰ سے سیراب ہو کر اور گرمی کی حالت میں ملاقات کی۔ مشعل اس برتن کو کہا جاتا ہے جس میں نبیذ بنائی جاتی ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں۔ "فُلَانٌ" اَذَلُّ" مِنْ بَذَجٍ" (فلاں بھیڑ کے بچہ سے بھی زیادہ ذلیل ہے) اس لئے کہ بھیڑ کا بچہ بار برداری کرنے والے جانوروں میں سے سب سے زیادہ کمزور ہوتا ہے۔



البراق [1]

"البراق" وہ جانور جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں سوار ہوئے تھے۔ بعض اہل علم کے نزدیک "براق" پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء علیہم السلام بھی سوار ہوئے تھے۔ "البراق" برق (بجلی) سے مشتق ہے جو بادلوں میں چمکتی ہوئی نظر آتی ہے جیسے کہ پل صراط سے گزرنے والوں کے لئے حدیث میں ہے کہ وہ پل صراط سے بجلی کی طرح پار ہو جائیں گے اور بعض تیز سواری کی طرح گزر جائیں گے اور بعض لوگ تیز رفتار گھوڑوں کی طرح گزر جائیں گے۔ براق کے بارے میں صحیح قول یہ ہے کہ "براق" ایک جانور ہے جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا ہوتا ہے جس کا رنگ سفید ہے۔ "براق" اتنا تیز رفتار ہے کہ اس کا قدم وہاں پڑتا ہے جہاں اس کی نگاہ پہنچتی ہے۔ اسی لئے مشہور ہے کہ "براق" نے زمین سے آسمان تک کی مسافت ایک ہی قدم میں طے کر لی تھی اور پھر سات قدموں میں سات آسمانوں کی مسافت طے کر لی تھی۔ یہیں سے ان بعض متکلمین علماء کی تردید ہوتی ہے جن کا موقف یہ ہے کہ بلقیس کے تخت کو چشم زدن میں حاضر کر دیا گیا تھا۔ یہ موقف غلط اور بے بنیاد ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ "براق" کوئی جانور نہیں ہے بلکہ یہ پہلے معدوم تھا صرف "شب اسراء" میں اس کو وجود بخشا گیا جن حضرات نے یہ کہا ہے کہ اتنی لمبی مسافت اتنی جلدی طے نہیں کی جا سکتی تو ان کے لئے اوپر ذکر کئے گئے دلائل تردید کیلئے کافی ہیں۔ امام سہیلیؒ نے کہا ہے کہ "جس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم "براق" پر سوار ہونے لگے تو "براق" شوخی کرنے لگا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے براق سے کہا اے براق تم اس وقت حیا کر رہے ہو۔ کیا کوئی ایسا بندہ جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ باعزت ہو، تجھ پر سوار ہوا ہے۔"

امام ابن بطال اس سوال کے بارے میں کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو "براق" پر سوار ہوئے کافی عرصہ گزر گیا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان کافی عرصہ گزر چکا تھا۔ اس لئے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس طرح کا سوال کیا۔ امام نوویؒ، زبیری اور صاحب تحریر نے کہا ہے کہ "براق" وہ جانور ہے جس پر انبیاء کرام سوار ہوتے تھے لیکن امام نوویؒ نے یہ بھی کہا ہے کہ صرف دعویٰ کافی نہیں بلکہ اس سے قبل انبیاء کرام کے سوار ہونے کے متعلق بطور دلیل حدیث صحیح کی ضرورت ہے۔ صاحب المقتفی نے کہا ہے کہ براق کے خچر کی شکل میں ہونے کی حکمت یہ ہے کہ لوگوں پر یہ بات عیاں ہو جائے کہ "براق" پر نبی اکرم ﷺ کا سوار ہونا امن وسلامتی کیلئے تھا جنگ کرنے یا لوگوں کو خوف و دہشت میں مبتلا کرنا مقصود نہیں تھا۔ یا صرف اس بات کو واضح کرنا مقصود تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اتنی لمبی مسافت عجیب وغریب انداز میں اتنی جلدی طے کی کہ اس حیرت ناک واقعہ کے لئے اس جانور کی شکل وصورت گواہی نہیں دیتی۔ اگر کوئی یہ کہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ میں ایک خچر پر کیوں سوار ہوئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھوڑے پر سوار ہونا چاہئے تھا گو خچر پر سواری کرنا امن وسلامتی کی طرف اشارہ کرتا ہے جیسے کہ ابھی گزرا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خچر پر میدان جنگ میں سوار ہو کر جانا شجاعت اور بہادری کی علامت ہے۔ اہل علم نے کہا ہے کہ "براق" سفید رنگ کا تھا اور خچر سیاہ وسفید رنگ کا ہوتا ہے اور یہ مخلوط رنگ زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے۔

---

[1] براق: Lightning Horse (کتابستان اردو انگلش ڈکشنری صفحہ ۱۰۷)

کیالیلۃ الاسراء میں حضرت جبرائیلؑ بھی آپؐ کے ساتھ سوار تھے کیالیلۃ الاسراء میں حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار تھے۔ اہل علم کا اس بارے میں اختلاف ہے۔ بعض اہل علم کا یہ قول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جبرائیل علیہ السلام بھی بحیثیت ردیف سوار ہوئے۔ صاحب المقتفی نے کہا ہے کہ میرے نزدیک حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سوار نہیں ہوئے۔ اس لئے کہ معراج کی خصوصیات تو صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تھیں۔ اھ۔

چنانچہ روایات میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے صاحبزادے اسماعیل علیہ السلام کی زیارت کیلئے "براق" پر سوار ہو کر جاتے تھے۔ نیز حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام دونوں براق پر سوار ہوئے۔ اسی طرح جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ماں اور بیٹے کو "بیت اللہ" کے قریب چھوڑا تو وہاں سے براق ہی پر سوار ہو کر واپس ہوئے تھے۔

المستدرک میں ہے کہ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب "براق" لایا گیا تو میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے پیچھے سوار ہو گیا۔ (الحدیث)

پھر آگے چل کر روایت میں "ابوحمزہ میمون الاعور" (راوی) منفرد ہو گئے ہیں اور اس روایت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

حضرت فاطمہؓ کی فضیلت حضرت ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تمام انبیاء قیامت کے دن چوپاؤں پر اٹھیں گے تاکہ وہ قوم کے مومنوں کو پورا پورا حق دلائیں۔ چنانچہ حضرت صالح علیہ السلام اپنی اونٹنی کے ساتھ اٹھیں گے اور میں "براق" کے ساتھ اٹھوں گا جس کے قدم وہاں پڑیں گے جہاں اس کی نظر پہنچتی ہے اور فاطمہؓ (میری بیٹی) میرے سامنے ہوگی۔" (الحدیث)

ابوالقاسم اسماعیل بن محمد اصفہانی کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم براق پر سوار ہو کر گئے لیکن براق پر سوار ہو کر واپس نہیں آئے تو اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو براق کے ذریعے بزرگی اور شرافت کی بناء پر لے جایا گیا۔ پھر براق کے ذریعے واپس نہ ہونا یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا کرشمہ ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا براق پر سوار ہو کر جانا۔ اس پر سوار ہو کر واپس آنا بھی دلالت کرتا ہے۔ جیسے کہ قرآن کریم میں گرمیوں سے بچنے کیلئے کپڑوں کا تذکرہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں خیر و بھلائی کا تذکرہ ہے لیکن ضمناً سردیوں سے بچاؤ اور خیر کے ساتھ شرور کا تذکرہ بھی اشارۃً معلوم ہوتا ہے۔ "وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيلَ تَقِيكُمُ الْحَرَّ" (اللہ نے تمہارے لئے کرتے بنائے تاکہ تم گرمی سے بچتے رہو۔ (النحل) "بِيَدِهِ الْخَيْرُ" (اسی کے ہاتھ میں خیر و بھلائی ہے۔)

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم براق سے علیحدہ نہیں ہوئے بلکہ اسی پر سوار ہو کر واپس بھی آئے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن بھی "براق" پر سوار ہوں گے لیکن دیگر انبیاء سوار نہیں ہوں گے۔" (الحدیث)

حضرت زید بن عمروؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اپنے حوض سے قیامت کے دن پیوں گا اور وہ انبیاء بھی سیراب ہوں گے جو مجھ سے طلب کریں گے۔ اللہ تعالیٰ صالح علیہ السلام کے لئے ان کی اونٹنی کو اٹھائیں گے جس سے وہ خود دودھ پئیں گے اور وہ مومنین بھی سیراب ہوں گے جو ان پر ایمان لائے ہوں گے۔ پھر حضرت صالح علیہ السلام اس پر سوار ہوں گے یہاں

تک کہ "موقف" میں پہنچ جائیں گے اور اونٹنی بلبلائے گی۔ چنانچہ ایک آدمی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اے اللہ کے رسول! کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دن "عضباء" (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی کا نام) پر سوار ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس پر میری بیٹی فاطمہؓ سوار ہوکر میدان محشر میں آئے گی اور میں براق پر سوار ہوکر میدان محشر میں آؤں گا جو محض میری خصوصیت ہے نہ کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی۔" (رواہ السبتی فی الشفاء الصدور)

معراج النبیؐ کی تاریخ میں اہل علم کا اختلاف معراج کا واقعہ کس دن پیش آیا اس بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ معراج کا واقعہ ۲۷ ربیع الاول سوموار کی رات ہجرت سے ایک سال قبل رونما ہوا۔ شیخ الاسلام محی الدین النووی نے اپنے فتاویٰ میں اور شرح مسلم میں یقین کے ساتھ بیان کیا ہے کہ معراج کا واقعہ ربیع الثانی میں رونما ہوا۔

"سیر الروضہ" میں مذکور ہے کہ معراج کا واقعہ رات کے وقت رجب کے مہینے میں پیش آیا۔ نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رات میں معراج اس لئے کرائی گئی تاکہ بادشاہوں کے ساتھ ہم نشینی میں رات اور دن کا فرق واضح ہو جائے۔ اس لئے کہ رات میں خاص قسم کی ہم نشینی اور مجلس ہوتی ہے۔

شافعِ محشر صلی اللہ علیہ وسلم کے مختصر حالات زندگی مورخین نے کہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "عام الفیل" میں پیدا ہوئے۔ بنوسعد میں پانچ سال زیر تربیت رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ محترمہ کی وفات "مقام ابواء" میں ہوئی۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چھ سال تھی۔ چنانچہ والدہ محترمہ کی وفات کے بعد کفالت دادا عبدالمطلب نے کی۔ پھر دادا کے انتقال کا حادثہ پیش آیا۔ اس وقت آپ کی عمر آٹھ سال تھی۔ پھر کفالت کی ذمہ داری آپ کے چچا ابوطالب نے لے لی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۲ سال کی عمر میں چچا ابوطالب کے ساتھ شام کا سفر بھی کیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر ۲۵ سال ہوئی۔ حضرت خدیجہؓ کی طرف سے تجارت کیلئے نکلے۔ اسی سال حضرت خدیجہؓ سے نکاح بھی ہوگیا۔ قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر کا منصوبہ بنایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فیصلہ کرنے کیلئے چنا گیا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر ۳۵ سال تھی۔ چالیس سال کی عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو منصب رسالت عطا کیا گیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر ۴۹ سال ۸ ماہ ۱۱ دن ہوئی تو چچا ابوطالب کا انتقال ہوگیا۔ ابوطالب کی وفات کے تین دن بعد حضرت خدیجہؓ کا بھی انتقال ہوگیا۔ اس کے تین ماہ بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم زید بن حارثہ کے ہمراہ طائف تشریف لے گئے اور وہاں ایک ماہ قیام فرما کر مطعم بن عدی کے پڑوس میں مکہ مکرمہ واپس تشریف لائے جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پچاس سال ہوئی تو نصیبین کے جنات کے وفد نے اسلام قبول کیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۵۱ سال ۹ ماہ ہوئی تو "شب معراج" کا واقعہ پیش آیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۵۳ سال کی ہوئی اور یہ غالباً بعثت نبوی کا تیرہواں سال تھا تو ہجرت مدینہ کا سانحہ رونما ہوا۔ بعض اہل علم کے نزدیک بعثت نبویؐ کا چودھواں سال تھا۔ ہجرت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ حضرت ابوبکر صدیقؓ، عامر بن فہیرہ غلام اور عبداللہ بن اریقط راہبر بھی تھے۔ ہجرت مدینہ کا سال اسلامی تاریخوں میں اصل الاصول مانا گیا ہے۔ اسی سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کرامؓ کو اخوت کا درس دیا اور حضرت علیؓ کو اپنا بھائی بنالیا۔ اسی سال حالت اقامت میں پوری نمازیں پڑھی گئیں، سفر میں رخصت دے دی گئی۔ حضرت علیؓ کا نکاح اپنی بیٹی فاطمہؓ سے کر دیا گیا۔

ہجرت کے دوسرے سال میں درج ذیل واقعات ہوئے۔ غزوہ ودان، غزوہ بواط، غزوہ العشیرہ اور بدرالاولی بھی پیش آئے۔ (ودان ایک جگہ کا نام ہے۔ بواط مقام بیعت رضوان سے ایک جانب میں واقع ہے اور بدرالاولی جمادی الثانی میں ہوا) غزوہ بدرالکبریٰ۔ جس میں قریش کے بڑے بڑے سردار، بہادر، نوجوان سپاہی قتل کردیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عنایت فرما کر عزت و عظمت بخشی۔ یہ غزوہ غالباً ۱۳ رمضان المبارک بروز جمعہ کو ہوا۔

غزوہ بنی صیم ماہ ذی الحجہ میں پیش آیا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوسفیان کا تعاقب کررہے تھے لیکن وہ فرار ہوگیا۔ ہجرت کے تیسرے سال غزوہ بن غطفان، غزوہ نجران، غزوہ قینقاع، غزوہ احد، غزوہ حمراء الاسد کے واقعات پیش آئے۔ ہجرت مدینہ کے چوتھے سال غزوہ بنی نضیر اور غزوہ ذات الرقاع کے واقعات پیش آئے۔ ہجرت مدینہ کے پانچویں سال غزوہ دومۃ الجندل، غزوہ خندق اور غزوہ بنوقریظہ کے واقعات رونما ہوئے۔ ہجرت مدینہ کے چھٹے سال غزوہ بنی لحیان اور غزوہ بنی المصطلق ہوئے۔ ہجرت مدینہ کے ساتویں سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے منبر بنایا گیا۔ نیز غزوہ خیبر اور فدک کا واقعہ بھی پیش آیا۔ فدک کا واقعہ مشہور ہے اور فدک کا واقعہ صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص تھا۔ ہجرت مدینہ کے آٹھویں سال غزوہ موتہ، فتح مکہ، غزوہ حنین، غزوہ طائف اور حوازن کے مال و دولت کی تقسیم وغیرہ ہوئی۔ ہجرت مدینہ کے نویں سال غزوہ تبوک ہوا۔ ہجرت مدینہ کے دسویں سال ''حجۃ الوداع'' نبی اکرمؐ کا آخری تاریخی حج مبارک ہوا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ۱۶۳ اونٹوں کو نحر کیا۔ تریسٹھ غلام آزاد کئے اور ۶۳ سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی زندگی گزاری۔ پھر ہجرت مدینہ کے گیارہویں سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا۔ چنانچہ ربیع الاول کے آغاز میں ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درد ہونے لگا اور پھر ۱۲ ربیع الاول کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے آخرت کی طرف پردہ فرما گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۶۳ سال ہوئی۔ اس حساب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی دس سال ہوجاتی ہے۔ (اس کا مفصل بیان ''البطخ'' کے عنوان کے تحت ہوچکا ہے۔)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام اولاد ام المومنین حضرت خدیجہؓ سے ہوئی۔ سوائے باندی ماریہ قبطیہ سے ایک صاحبزادہ ابراہیمؓ پیدا ہوئے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بطن سے طیب، طاہر، قاسم، زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) پیدا ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صاحبزادوں کا انتقال ہوگیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی زندگی میں کسی سے نکاح نہیں کیا۔ حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد حضرت سودہ بنت زمعہ اور حضرت عائشہ بنت ابوبکرؓ سے بھی نکاح کرلیا۔ پھر بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنواری اور دوشیزہ عورتوں میں سوائے حضرت عائشہؓ کے کسی اور سے نکاح نہیں کیا۔ حضرت عائشہؓ کا انتقال خلافت معاویہؓ ۵۸ھ میں ہوا۔ حضرت عائشہؓ کی کل عمر ۶۷ سال کی ہوئی۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسرے سال حضرت حفصہ بنت عمر فاروقؓ سے نکاح کرلیا۔ حضرت حفصہؓ کا انتقال خلافت عثمانؓ میں ہوا۔ اس کے بعد حضرت زینب بنت خزیمہ سے نکاح کیا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں وفات پاگئی تھیں۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں حضرت زینب بنت خزیمہ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے علاوہ کسی اور بیوی کا انتقال نہیں ہوا۔

پھر آپؐ نے چوتھے سال ام سلمہؓ سے نکاح کرلیا۔ ام سلمہؓ کی ماں کا نام ''عاتکہ'' تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ میں چچی ہوتی ہیں۔ ام سلمہؓ کا انتقال بھی ۵۹ھ خلافت امیر معاویہؓ میں ہوا۔ بعض اہل علم نے حضرت ام سلمہؓ کے انتقال کی تاریخ ۶۱ھ نقل کی ہے۔ مزید یہ بھی لکھا ہے کہ ان کا انتقال یوم عاشورہ میں ہوا جس دن حضرت امام حسینؓ کو شہید کردیا گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچویں سال زینب بنت جحش سے نکاح کرلیا۔ زینب بنت جحش کی وفات ۲۰ھ خلافت فاروق ؓ میں ہوئی۔ گویا حضرت خدیجہؓ کے بعد پہلی بیوی ہیں جو نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد فوت ہوئیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے رملہ بنت ابی سفیان جن کو ام حبیبہؓ بھی کہا جاتا ہے، سے نکاح کرلیا۔ ام حبیبہؓ کی وفات خلافت معاویہ ۴۴ھ میں ہوئی۔ پھر اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے حضرت جویریہ بنت الحرث المصطلقیہ سے نکاح کرلیا۔ حضرت جویریہؓ کی وفات ۵۶ھ خلافت معاویہ میں ہوئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے آخر میں میمونہ بنت الحرث سے نکاح کیا تھا جن کا انتقال ۴۰ھ میں ہوا۔ گویا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ۹ بیویاں تھیں۔

البِرذون[1]

''البرذون'' (ترکی گھوڑا) اس کی جمع ''براذین'' اور مونث کیلئے ''برذونہ'' کے الفاظ مستعمل ہیں۔ اس کی کنیت ''ابوالاخطل'' ہے اس لئے کہ اس کے کان لٹکے ہوئے رہتے ہیں بخلاف عربی گھوڑوں کے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ''برذون'' وہ گھوڑے یا ٹٹو ہیں جن کے والدین عجمی ہوتے ہیں۔ عجمی وہ لوگ ہیں جو فصاحت کلام پر قادر نہ ہوں۔ چاہے وہ عربی النسل ہوں یا عجمی النسل ہوں۔ اس لئے زیاد بن ابیہ کو بھی عجمی کہا جاتا ہے کیونکہ ان کی زبان میں لکنت تھی حالانکہ وہ عربی النسل تھا۔

حدیث شریف میں ہے **"قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃُ النَّهَارِ عَجَمًا"** (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دن کی نمازیں (خاموش) پڑھی جائیں۔'' (الحدیث) چنانچہ دن کی نماز کو عجماء اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ خاموشی سے پڑھی جاتی ہیں۔ ان میں قرات نہیں کی جاتی۔ لیکن امام نوویؒ نے اس حدیث کو باطل قرار دیتے ہوئے کہا۔ ہے کہ ''اعجمی والا عجمی'' اس کو کہا جاتا ہے جو گفتگو کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو۔ حدیث شریف میں مذکور ہے۔ **''قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْعَجَمَاءُ جرحُهَا جَبَّارٌ''** (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چوپایوں کا نقصان کیا ہوا معاف کردیا گیا ہے۔)

''عجماء'' کھلے ہوئے اور آزاد جانوروں کو کہا جاتا ہے۔ پس اجماع اس بات پر ہے کہ ''عجماء'' سائق اور ''قائد'' (یعنی چرنے والے اور بندھے ہوئے) دونوں جانوروں کو شامل ہے۔

صاحب منطق الطیر ان نے کہا ہے کہ ٹٹو بولتے وقت یہ کہتا ہے۔ **''اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ قُوَّتِ یَوْمٍ بِیَوْمٍ''** (اے اللہ میں تجھ سے اپنی قوت میں روز بروز اضافے کا سوال کرتا ہوں)

---

[1] ٹٹو: Pony (کتابستان اردو انگلش ڈکشنری صفحہ ۲۱۳)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں ''ترک'' میں تھا اور وہ تم لوگوں پر ''کنکٹے ٹٹوؤں'' پر سوار ہو کر حملہ کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنے ''ٹٹو'' دریائے فرات کے کنارے باندھ دیئے تھے'' (رواہ الحاکم)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مروان کے پاس سے گزر رہا تھا اس حال میں کہ وہ مدینہ میں اپنا گھر تعمیر کر رہے تھے۔ چنانچہ میں ان کے پاس بیٹھ گیا اور مزدور کام میں مصروف تھے۔ میں نے کہا تم مضبوط بناؤ اور دور کی امیدیں رکھو اور جلد ہی مر جاؤ۔ مروان نے کہا ابو ہریرہؓ مزدوروں سے گفتگو کر رہے ہیں۔ پس اس نے کہا اے ابو ہریرہؓ آپ ان سے کیا گفتگو کر رہے ہیں؟ ابو ہریرہؓ نے فرمایا میں نے ان مزدوروں سے کہا ہے کہ مضبوط بناؤ، دور کی امیدیں رکھو اور جلد ہی مر جاؤ۔ اے خاندان قریش کم از کم تین مرتبہ تم یاد کر لیا کرو کہ تم کل کیسے تھے اور آج تمہارا کیا حال ہو گیا۔ تم اپنے فارس اور روم کے غلاموں سے خدمت لیتے ہو اور سفید آٹے کی روٹی اور فربہ گوشت کھاؤ۔ تم میں سے بعض بعض کو نہ کھائے اور تم آپس میں ایک دوسرے کے ''ٹٹو'' کی طرح دانت نہ کاٹو۔ چنانچہ آج تم چھوٹے ہو کل بڑے بن جاؤ گے۔ نیز اگر اللہ تعالیٰ دنیا میں کسی کا ایک درجہ بلند کرتے ہیں تو آخرت میں اس کا ایک درجہ کم کر دیتے ہیں۔'' (الحدیث)

سراج الوراق نے گھوڑے کی مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ ؎

لصاحب الاحباش برذونة   بعيدة العهد عن القرط

''حبشیوں کے پاس ایک ٹٹویا (مادہ ٹٹو) ہے جو بالی سے پرانی معلوم ہوتی ہے۔''

اذا رات خيلا على مربط   تقول سبحانک يا معطی

''جب وہ کسی گھوڑے کو ''باڑہ'' میں دیکھتی ہے تو کہتی ہے تیری ذات پاک ہے اے دینے والے''

تمشی الی خلف اذا ما مشت   كانما تكتب بالقبطی

جب وہ چلتی ہے تو پیچھے کی جانب چلتی ہے گویا کہ وہ ''قبطی'' زبان میں لکھتی ہے۔

جاحظ کہتے ہیں میں نے بعض دیہاتیوں سے پوچھا کہ کس جانور کی زیادہ خوراک ہوتی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ دودھ پلانے والی (مادہ ٹٹو) ٹٹویا کی۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک آدمی ٹٹو پر سوار ہو کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔ اس کے سر پر عمامہ تھا جس کا ایک شملہ دو مونڈھوں کے درمیان لٹک رہا تھا۔ میں نے آپؐ سے دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم نے ان کو دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں میں نے دیکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جبرائیل علیہ السلام تھے جو مجھے کہہ رہے تھے کہ میں بنی قریظہ کے بارے میں کر گزروں'' (رواہ المستدرک فی کتاب اللباس) ''الکامل'' میں مذکور ہے کہ جب بیت المقدس فتح ہوا تو حضرت عمر فاروقؓ چار مرتبہ شام تشریف لائے۔ پہلی مرتبہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے، دوسری مرتبہ اونٹ پر آئے۔ تیسری مرتبہ ارادہ کیا لیکن راستہ سے لوٹ آئے اس لئے کہ ''شام'' میں طاعون کی وباء پھیل گئی تھی۔ چوتھی مرتبہ گدھے پر سوار ہو کر تشریف لے گئے اور حکام کو اس بات کی ہدایت کی کہ وہ مقام جابیہ میں ملاقات کریں گے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ گھوڑے پر سوار

ہوئے۔ آپ نے گھوڑے میں لنگڑاہٹ محسوس کی تو فوراً اتر گئے۔ پھر آپ کیلئے ایک ٹٹو لایا گیا۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق ؓ کے سوار ہوتے ہی ٹٹو شوخی کرنے لگا تو آپ اس سے بھی اتر گئے یا دوسری طرف رخ کر کے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارا سارا تکبر نکال دے گا۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق ؓ اونٹنی پر سوار ہوئے۔ اس کے بعد آپ کسی ٹٹو پر سوار نہیں ہوئے۔''

علماء لکھتے ہیں کہ جس وقت حضرت عمرؓ نے شام کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو مدینہ منورہ میں حضرت علیؓ کو اپنا قائم مقام مقرر کر دیا۔ حضرت علیؓ نے حضرت عمر فاروق ؓ سے کہا کہ آپ خود بخود اس دشمن کتے کی طرف جا رہے ہیں۔ حضرت عمر فاروق ؓ نے جواب دیا کہ میں حضرت عباسؓ کی زندگی میں ہی جہاد کی پہل کر رہا ہوں ورنہ حضرت عباسؓ کے انتقال کے بعد فتنوں کے دروازے کھل جائیں گے جس طرح کہ رسی کھل جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت عباسؓ کی وفات خلافت عثمان بن عفانؓ کے چھٹے سال ہوئی اور فتنے کے دروازے کھل گئے۔ نیز شر و فساد رونما ہو گئے جیسا کہ حضرت عمر فاروق ؓ نے پیشین گوئی فرمائی تھی۔

ابوالہذیل کے حالات مؤرخ ابن خلکان نے ابوالہذیل محمد بن ہذیل علاف بصری جو مذہب اعتزال میں بصرہ کے شیوخ میں سے تھے ان کی سوانح حیات کے ذیل میں لکھا ہے کہ:

''ابوالہذیل کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ اپنے وطن بصرہ سے ٹٹو پر سوار ہو کر مامون الرشید کے دربار حاضر ہونے کے لئے بغداد کا سفر کیا۔ چنانچہ راستے سے ہرقل کے عبادت خانے سے گزرا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی عبادت گاہ کی دیوار سے بندھا ہوا ہے۔ میں نے اسے دیکھ کر سلام کیا اس نے سلام کا جواب دے کر مجھے غور سے دیکھا پھر اس نے یہ کہا کہ کیا تمہارا تعلق معتزلہ سے ہے؟ میں نے کہا ہاں معتزلی ہوں۔ پھر اس آدمی نے کہا کیا تم میرے سامنے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں میں آپ کے سامنے ہوں' پھر اس نے کہا کہ کیا تم ''ابوالہذیل العلاف'' ہو؟ میں نے جواب دیا ہاں میں ابوالہذیل ہوں۔ اس نے کہا کیا تمہیں نیند میں سکون ملتا ہے۔ میں نے کہا کہ ہاں سکون ملتا ہے' اس آدمی نے کہا کب ملتا ہے؟ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر میں یہ کہتا ہوں کہ نیند کے ساتھ سکون ملتا ہے تو غلط ہے اس لئے کہ نیند سے تو عقل ماؤف ہو جاتی ہے اور اگر یہ کہوں کہ سکون سونے سے پہلے ملتا ہے تو بھی غلط ہے' اس لئے کہ سکون کا وجود ہی نہیں ہوتا اور اگر یہ کہتا کہ سکون نیند کے بعد ملتا ہے تو بھی غلط بات ہو جاتی' اس لئے کہ سکون کے احساس کا علم نہیں ہوتا۔ ابوالہذیل کہتے ہیں کہ میں کوئی جواب نہ دے سکا' نیز میں نے اس آدمی سے گزارش کی کہ میں لاجواب ہو گیا ہوں' آپ ہی اس کا جواب دیجئے' تا کہ مجھے بھی اس کا علم ہو جائے اور جہاں کہیں بھی میں اسے بیان کروں گا آپ کے حوالے سے بیان کروں گا۔ اس آدمی نے کہا کہ میں اس شرط پر اس کا جواب دوں گا کہ تم اس عبادت گاہ کے مالک کی بیوی سے یہ کہو کہ وہ مجھ پر تشدد نہ کرے' چنانچہ ابوالہذیل نے اس عبادت گاہ کے مالک کی بیوی سے گزارش کی تو اس نے منظور کر لیا' پھر اس دیوار سے بندھے شخص نے کہا کہ بھائی سنو: اونگھ تو ایک بیماری ہے جو جسم میں سرایت کر جاتی ہے اس کی دوا نیند ہے' ابوالہذیل کہتے ہیں کہ مجھے اس کا جواب بہت اچھا لگا' چنانچہ جب میں واپس ہونے لگا تو اس آدمی نے کہا ابوالہذیل ٹھہرو اور مجھ سے ایک عظیم مسئلہ غور سے سنو' ابوالہذیل کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تمہارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ امین تھے اور آسمان و زمین کے نیچے آرام فرما ہیں۔ ابوالہذیل نے کہا ہاں یہی میرا عقیدہ ہے۔ اس آدمی نے کہا کیا تمہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اختلاف و انتشار پسند ہے یا اتحاد و اتفاق' ابوالہذیل نے کہا

کہ میں اتحاد و اتفاق کو پسند کرتا ہوں۔ اس آدمی نے کہا قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے" وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ "(ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے) تو نبی اکرم ﷺ کا مرض الوفات میں کیا حال تھا جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یہ (یعنی ابوبکرؓ) میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔ آپؐ نے اس کی وصیت بھی کی تھی اور امت کو ترغیب بھی دی تھی۔

ابوالہذیل کہتے ہیں کہ میں اس کا جواب نہ دے سکا تو میں نے اس آدمی سے کہا کہ آپ ہی اس کا جواب دیں (لیکن میں اب تک اس آدمی کے متعلق معلوم نہیں کر سکا تھا کہ آخر یہ آدمی کون ہے) چنانچہ میں ٹٹو کا رخ موڑ کر خلیفہ مامون الرشید کے دربار میں حاضر ہوا۔ نیز ان کو سارے حالات سے آگاہ کیا۔ خلیفہ مامون الرشید نے اس شخص کو اسی حالت کے ساتھ اپنے دربار میں حاضر کرنے کا حکم دیا چنانچہ وہ شخص حاضر کر دیا گیا۔ خلیفہ مامون الرشید نے اس آدمی سے کہا کہ اب تم مجھ سے وہ سوالات پوچھو جو تم نے ابوالہذیل سے دریافت کئے ہیں چنانچہ اس آدمی نے سارے سوالات دہرائے۔ مامون الرشید کی مجلس میں بڑے بڑے علماء موجود تھے لیکن کوئی جواب نہ دے سکا تو مامون الرشید نے کہا بھائی تیرے ان سوالات نے سب کو حیران کر دیا ہے لہٰذا تم خود ہی جواب دو۔ اس آدمی نے کہا سبحان اللہ! میں ہی سوالات کروں اور میں ہی جواب دوں۔ مامون الرشید نے کہا یہ کون سی مشکل بات ہے کم از کم آپ ہی کی وجہ سے ہمیں فائدہ حاصل ہو جائے۔ اس دیوار سے بندھے آدمی نے کہا امیر المومنین بہت خوب حکم کی تعمیل کرتا ہوں' آپ یوں سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام ہونے والی اشیاء کو ازل ہی میں لکھ کر قضاء قدر کا فیصلہ کر لیا تھا اس کے بعد اس سے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مطلع فرما دیا۔ اب اس کے بعد ان کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ ان سے کسی قسم کا گناہ یا خلاف ورزی سرزد ہو' جب اتنی بات ثابت ہو گئی تو معاملات و امور کو قضائے الٰہی کے سپرد کر دیا گیا۔ اس لئے وہی ہوگا جو تقدیر میں لکھ دیا گیا ہے۔ وہ غلبہ والا اور قوت والا رب ہے' اس کے حکم کو ٹالنے کی کسی میں ہمت نہیں اور نہ ہی اس کے نافذ کردہ امور میں کوئی نکتہ چینی کر سکتا ہے۔ مامون الرشید کو اس آدمی کی بات بڑی پسند آئی چنانچہ اسی دوران مامون الرشید کو کوئی بات یاد آ گئی تو وہ گھر کے اندر داخل ہو گئے تو اس شخص سے ایک مجنون نے کہا اے بدزبان تم نے ہمیں سے فائدہ اٹھایا اور ہمیں سے بھاگتے ہو' یہ دونوں بات کر ہی رہے تھے کہ اچانک مامون الرشید آ گئے' انہوں نے فرمایا اچھا تم ہم سے کیا انعام لینا چاہتے ہو؟ اس آدمی نے کہا ایک ہزار اشرفیاں' مامون الرشید نے کہا اتنی اشرفیاں کیا کرو گے؟ اس آدمی نے جواب دیا کہ میں انہیں اپنے کام میں لاؤں گا۔ چنانچہ مامون الرشید نے اس آدمی کو انعام دینے کا حکم دیا وہ آدمی انعام لے کر واپس چلا گیا۔ ابوالہذیل کی وفات ۲۲۷ھ میں ہوئی۔

اہل علم نے کہا ہے کہ اونگھ سر میں' غنودگی آنکھ میں اور نیند قلب میں طاری ہوتی ہے۔ نیز "نوم و نیند" اس ثقیل غشی کو کہا جاتا ہے جو قلب میں طاری ہوتی ہے جس سے اشیاء کی معرفت اور دیگر چیزوں کا امتیاز نہیں ہو پاتا۔ چونکہ نیند اور اونگھ نقص ہے اور اللہ تعالیٰ ان تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

" لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ " (اللہ تعالیٰ کو نہ نیند آتی ہے اور نہ اونگھ۔ البقرہ)

خالد بن صفوان کا تذکرہ امام ابوالفرج جوزی نے "کتاب الاذکیا" میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ خالد بن صفوان تمیمی' خلیفہ ابوالعباس سفاح کے دربار میں تشریف لائے۔ اس وقت خلیفہ تنہا بیٹھے ہوئے تھے' خالد نے کہا اے امیر المومنین جب سے آپ مسند خلافت پر

فائز ہوئے ہیں اس وقت سے میری یہ تمنا رہی ہے کہ میں آپ ہی کی موجودگی میں تنہا جا کر آپ کے بارے میں خیالات کا اظہار کروں۔ اس لئے اگر آپ مناسب سمجھیں تو میں اپنی خواہش پوری کرلوں۔ نیز آپ دروازے پر ایک دربان کو ہدایت کردیں کہ وہ کسی کو اندر آنے کی اجازت نہ دے۔ چنانچہ امیر المومنین سفاح نے دربان کو حکم دیا کہ وہ ایسا ہی کرے۔ تھوڑی دیر کے بعد خالد بن صفوان خلوت سے جلوت میں آگئے اور کہا کہ امیر المومنین میں نے آپ کے متعلق خوب سوچا بالآخر اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ آپ ایک منفرد بادشاہ ہیں۔ آپ سے زیادہ کسی نے عورتوں سے زیادہ لطف نہیں اٹھایا اور نہ کسی کو اتنی زیادہ قدرت تھی اور آپ کے تو کیا کہنے۔ آپ کے اندر یہ بھی خوبی ہے کہ آپ نے عالمی پیمانے پر ایک عورت کا انتخاب کیا۔ چنانچہ آپ دونوں کے تعلقات کا یہ عالم ہے کہ اگر وہ بیمار ہو جاتی ہے تو آپ بھی بیمار ہو جاتے ہیں اگر وہ کہیں چلی جاتی ہے تو آپ بھی غائب ہو جاتے ہیں جب وہ حالت حیض میں ہوتی ہے تو آپ روزے سے ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ باندیوں سے بھی لطف اندوز نہیں ہوتے۔ حالانکہ آپ کے پاس ایسی لونڈیاں بھی ہیں جن کی طرف انسان کا میلان ایک فطری بات ہے' مثلاً سفید' حسین وجمیل' گندمی رنگ کی لونڈیاں ہیں' اسی طرح بعض وہ بھی ہیں جو سونے کی طرح زرد اور بعض لونڈیاں سرخ لبوں والی ہیں۔ کچھ لونڈیاں یمامہ و مدینہ کے علاقوں کی ہیں جن کے کلام میں فصاحت اور حاضر جوابی جیسی خصوصیات ہیں جن کو دیکھتے ہی شہوت بھڑک اٹھتی ہے۔ امیر المومنین سفاح نے کہا کہ آج تم نے مجھ سے اتنی دلچسپ باتیں کی ہیں کہ بے انتہاء محظوظ ہوا ہوں' خدا کی قسم تم نے اس قسم کی گفتگو اس سے پہلے کبھی نہیں کی۔

ایسی گفتگو تو تم مجھ سے بار بار کیا کرو۔ چنانچہ خالد بن صفوان نے اس قسم کی دلچسپ باتیں کیں اور اس انداز سے باتیں کیں کہ سفاح کو از سر نو لطف ملتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد سفاح نے خالد سے کہا کہ اچھا اب تم جا سکتے ہو' چنانچہ خالد دربار سے اٹھ کر چلے گئے۔ ابو العباس سفاح پھر انہیں خیالات میں کھو گئے۔ چنانچہ سفاح اسی حالت میں تھا کہ اچانک ان کی بیوی ام سلمہ آگئی جس سے سفاح نے یہ وعدہ کیا تھا کہ اس کے ہوتے ہوئے کسی باندی سے لطف اندوز نہیں ہوگا اور نہ کسی دوسری عورت سے نکاح کرے گا چنانچہ حسب وعدہ سفاح نے اس وعدہ کو نبھانے کی کوشش بھی کی۔

ام سلمہ نے جب یہ محسوس کیا کہ سفاح اس وقت سوچ رہے ہیں تو سوال کیا کہ اے امیر المونین کیا بات ہے؟ آج آپ کیوں سوچ میں گم ہیں؟ کیا کوئی خلاف طبیعت بات ہوگئی' سفاح نے کہا کہ نہیں کوئی بات نہیں' ام سلمہ کے اصرار پر سفاح نے خالد بن صفوان سے ہونے والی گفتگو کا تذکرہ کیا۔ ام سلمہ نے کہا آپ نے اس حرام زادے کی باتیں سن لیں اور لطف اندوز بھی ہوئے۔ سفاح نے کہا خالد نے میری خیر خواہی کی ہے اور تو اسے برا بھلا کہتی ہے۔ کچھ دیر کے بعد ام سلمہ نے غلاموں کے پاس جا کر انہیں خالد بن صفوان کی پٹائی کا حکم دیا۔ خالد بن صفوان کہتے ہیں کہ جب میں امیر المومنین سفاح کے دربار سے دلچسپ گفتگو کر کے اٹھا تو میرے دل میں یہ بات تھی کہ سفاح مجھ سے خوش ہوگیا ہے لہٰذا مجھے ضرور کچھ نہ کچھ انعام دے گا۔ میں اسی خیال میں دروازے سے باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کچھ آدمی میرے متعلق پوچھتے ہوئے میرے پاس آئے۔ چنانچہ مجھے انعام کا اور یقین ہوگیا کہ شاید یہ انعام کی خوشخبری دینے آئے ہیں۔ میں نے ان لوگوں سے کہا کہ میں ہی خالد بن صفوان ہوں' بس یہ سنتے ہی ایک شخص لکڑی لے کر مارنے کے لئے میری طرف بڑھا۔ میں اس کے تیور دیکھ کر سمجھ گیا اور فوراً ٹٹو پر سوار ہو کر بھاگ گیا' چنانچہ چند

دن چھپا رہا اور مجھے معلوم تھا کہ میرے خلاف یہ سازش سفاح کی بیوی ام سلمہ نے کی ہے۔ خالد کہتے ہیں کہ ایک دن میں لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک پھر کچھ لوگوں نے مجھ پر حملہ کر دیا اور یہ کہنے لگے کہ تمہی نے امیر المومنین کے سامنے لطف اندوز گفتگو کی ہے۔ مجھے اس وقت یوں محسوس ہوا کہ میری موت واقع ہوگئی اور اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھنے لگا۔ نیز یہ بھی خیال آیا کہ مجھ جیسے بوڑھے آدمی سے زیادہ یہ معاملہ کبھی نہ ہوا ہوگا چنانچہ میں کچھ دنوں کے بعد امیر المومنین کے دربار میں حاضر ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ امیر المومنین تشریف فرما ہیں اور دوسری طرف کچھ باریک پردے لٹکے ہوئے ہیں۔ چنانچہ مجھے ان پردوں کے پیچھے کسی کے چھپے رہنے کا احساس ہوا۔ اتنے میں سفاح نے مجھے بٹھالیا اور کہا کہ اے خالد! تم نے میرے سامنے کچھ اوصاف بیان کئے تھے' پھر انہیں دوبارہ بیان کرو۔ تو میں نے کہا اچھا حضور ابھی بیان کرتا ہوں۔

سنئے اہل عرب کے ہاں (ضرۃ) ''سوکن'' کا لفظ ضرر و نقصان سے مشتق مانا گیا ہے اس لئے کہ اگر کسی کے پاس ایک سے زائد بیوی ہو تو وہ نقصان میں رہتا ہے اور اس کی زندگی برباد ہو جاتی ہے۔ سفاح نے کہا خالد یہ تمہارا وہ کلام نہیں ہے جو تم نے پہلے کہا تھا۔ خالد نے کہا جی ہاں امیر المومنین اسی طرح ہی ہے۔ نیز میں نے آپ کو یہ بھی بتایا تھا کہ تین قسم کی عورتیں سخت قسم کے مردوں پر مسلط ہو جائیں گی جن کا مشغلہ عیب جوئی کرنا ہوتا ہے۔ سفاح نے کہا اگر تم نے اس قسم کی بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے تو وہ تم سے بری ہیں۔ خالد نے کہا ہاں ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ نے سمجھا۔ خالد نے مزید کہا کہ جناب والا' میں نے آپ کو اس بات کی خبر بھی دی تھی کہ چار قسم کی عورتیں اپنے خاوندوں کی عیب جوئی کریں گی نیز شر در فتون سے بھرپور ہوں گی اور اپنے شوہروں پر ناپسندیدگی کا اظہار کریں گی۔ امیر المومنین سفاح نے کہا خالد میں نے تم سے یہ پہلی بار نہیں سنا بلکہ اس سے پہلے بھی سن چکا ہوں۔ خالد نے کہا جی ہاں اسی طرح ہے۔ سفاح نے کہا کیا تم جھوٹ بول رہے ہو؟ خالد نے کہا کیا آپ مجھے قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟ امیر المومنین خدا کی قسم باکرہ لونڈیاں بالکل مردوں کی طرح ہوتی ہیں مگر یہ کہ ان کے خصیے نہیں ہوتے۔ خالد کہتے ہیں کہ یہ کہتے ہی پردے کے پیچھے سے ہنسنے کی آواز آئی' پھر میں نے سفاح سے کہا جناب والا: آپ کے پاس کیا کمی ہے کہ آپ کے پاس قریش کی حسین و جمیل عورتیں ہیں اور آپ انہیں دیکھ کر محفوظ ہوتے ہیں۔ خالد نے کہا کہ اس گفتگو کے بعد پھر پردے کے پیچھے سے آواز آئی تم نے سچ کہا ہے۔ اے چچا یہ ساری گفتگو تم نے کی ہے لیکن یہ آپ کی گفتگو نہیں کیونکہ جو بات آپ کے دل میں تھی اسے آپ نے چھپالیا ہے۔ امیر المومنین سفاح نے کہا خالد تمہیں خدا قتل کر دے۔ خالد کہتے ہیں کہ میں تھوڑی دیر بعد باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ سفاح کی بیوی ام سلمہ نے دس ہزار درہم اور ایک ٹٹو جو زین سے مزین تھا بطور ہدیہ میری طرف بڑھا دیا۔

الحکم ٹٹو کی حلت و حرمت کا شرعی حکم عام گھوڑوں ہی کی طرح ہے۔

الخواص (۱) اگر کوئی عورت ''ٹٹو'' کا خون پی لے تو وہ حاملہ نہیں ہو سکتی۔ (۲) ٹٹو کی مینگنیاں یا براز پیٹ سے مرا ہوا بچہ اور جھلی کو باہر نکال دیتا ہے۔ (۳) ٹٹو کے براز کو خشک کر کے ناک میں چھڑک لیا جائے تو نکسیر بند ہو جائے گی۔ نیز زخموں پر چھڑکنے سے خون بند ہو جاتا ہے۔ (۴) ٹٹو کی چربی کی مالش نقرس اور عرق النساء کے لئے فائدہ مند ہے۔

التعبیر ٹٹو خواب میں ایک مقابل خصیم کی شکل میں آتا ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ غلام یا عجمی آدمی کی شکل میں آتا ہے۔ اسی

طرح بہت سے ٹٹو بہت سے عجمی آدمیوں کی شکل میں آتے ہیں۔ نیز کبھی کبھی خواب میں ٹٹو کو دیکھنا عورت سے تعبیر دیتے ہیں۔ مثلاً اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس نے اپنے ٹٹو کی چوری کرلی ہے تو گویا وہ اپنی عورت کو طلاق دے دے گا اور اگر کسی نے اپنے ٹٹو کو ضائع کردیا ہے تو گویا اس کی بیوی نافرمان ہوگی۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ ٹٹو پر سوار ہے حالانکہ اس کی عادت عربی گھوڑوں پر سواری کرنے کی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس آدمی کے مرتبے میں کمی واقع ہوجائے گی۔

اَلْبُرْغُشْ

اَلْبُرْغُشْ. یہ مچھر کی ایک قسم ہے۔ حافظ ذکی الدین عبدالعظیم نے شیخ ابوالحسن مقدسی کے متعلق مندرجہ ذیل اشعار کہے ہیں نیز المقدسی امام تقی الدین بن دقیق العید کے والدمحترم کا نام ہے جن کا انتقال اوائل شعبان ۶۲۱ھ کو قاہرہ میں ہوا

ثلاث با آت بلینا بها البق و البرغوث و البرغش

''تین وباؤں بق' برغوث اور برغش (مچھروں کے نام) میں ہم مبتلا کردیئے گئے ہیں''

ثلاثة أوحش مافی الوریٰ یالیت شعری أیها أوحش

''تین وحشی دنیا میں ہیں اے کاش کہ مجھے معلوم ہوتا کہ کون سب سے زیادہ وحشی ہے''

البرغن

''البرغن'' (باء اور غین دونوں میں زبر اور پیش دونوں مستعمل ہیں) یہ نیل گائے کے بچے کو کہتے ہیں۔

البرغوث [1]

''البرغوث'' (پسو) (باء پر پیش کسرہ سے زیادہ مشہور ہے) اہل عرب کہتے ہیں'' أَكَلُوْنِیْ الْبَرَاغِیْثُ ''(مجھے پسوؤں نے کھالیا) یہ بنی طے کی زبان ہے جو باضابطہ ایک لغت ہے۔ چنانچہ وہ قرآن کریم سے استدلال کرتے اور یہ قرأت بھی مانتے ہیں

''وَاَسَرُّوا النَّجْوٰی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا'' (اور ظالموں نے چھپا کر سرگوشی کی۔الانبیاء)

دوسری دلیل ''خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ'' (آنکھیں جھکائے ہوئے۔القرآن)

تیسری دلیل ''یَتَعَا قَبُوْنَ فِیْكُمُ الْمَلَائِكَةَ (فرشتوں کا گروہ ایک کے بعد دوسرا آتا رہتا ہے)

چوتھی دلیل: ''حَتّٰی اَحْمَرَّ تَا عَیْنَاهُ'' (یہاں تک کہ ان فرشتوں کی آنکھیں سرخ ہوں گی۔ مسلم شریف)

امام سیبویہ نے کہا ہے کہ'' أَكَلُوْنِیْ الْبَرَاغِیْثُ '' کی نظیر قرآن مجید میں نہیں ہے اور'' وَاَسَرُّوا النَّجْوٰی '' میں ضمیر ''هم '' فاعل ہے اور'' اَلَّذِیْنَ '' بدل واقع ہوا ہے۔

(۱) پسو۔ Flea (کتابستان اردو انگلش ڈکشنری صفحہ ۱۵۷)

پسو کی خصوصیات ''ابو طافر' ابوعدی' ابوالوثاث'' پسو کی کنیت ہے۔ نیز اسے طامر بن طامر بھی کہا جاتا ہے۔''پسو'' کودنے والے جانوروں میں سے ہے۔''پسو'' پر اللہ تعالیٰ کی مہربانی یہ ہے کہ ضرورت پڑنے پر پیچھے کی جانب سے بھی کود سکتا ہے تا کہ وہ شکار کرنے والے کو دیکھ سکے۔ ورنہ سامنے کی جانب سے کودنے سے اس کا خود ہلاکت میں پھنسنے کا خطرہ ہے۔ امام جاحظؒ نے یحییٰ برمکی سے نقل کیا ہے کہ ''پسو'' چیونٹی کی طرح اڑنے والے جانوروں میں سے ہے۔ یہ دیر تک جفتی کرتا ہے' انڈے دیتا ہے' نیز بچے جننے کے بعد بچوں ہی کے غول میں رہتا ہے' اڑتا ہے۔ یہ مٹی اور تاریک جگہوں میں زیادہ پایا جاتا ہے۔ پسو کا حملہ زیادہ تر سردیوں کے آخر اور موسم ربیع کے آغاز میں ہوتا ہے نیز پسو ترچھا ہو کر حملہ آور ہوتا ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ پسو کی شکل ہاتھی کی مانند ہوتی ہے۔ پسو کے پکڑنے کے دانت اور چوسنے کے لئے ''سونڈ'' بھی ہوتی ہے۔

الحکم ''پسو'' کھانا حرام ہے' نیز محرم اور غیر محرم سب کے لئے ''پسو'' کا قتل کرنا مستحب ہے لیکن ''پسو'' کو گالی دینے کی اجازت نہیں۔ چنانچہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے ایک آدمی کو ''پسوؤں'' کو گالی دیتے ہوئے سن لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''پسو'' کو گالی نہ دیا کرو کیونکہ یہ انبیاء علیہم السلام کو نماز فجر کے لئے زیادہ بیدار کرتے ہیں۔'' (رواہ احمد والبخاری والبزار والطبرانی)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ''پسوؤں'' کا تذکرہ کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''پسو'' نماز فجر کے لئے بیدار کرتے ہیں۔'' (رواہ الطبرانی فی معجمہ)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک مرتبہ ایک مکان میں ٹھہر گئے تو ''پسوؤں'' نے ہمیں بہت تنگ کیا' چنانچہ ہم نے انہیں برا بھلا کہنا شروع کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم پسوؤں کو برا بھلا نہ کہو اس لئے کہ یہ بہترین جانور ہے کیونکہ یہ تمہیں اللہ کے ذکر (نماز) کے لئے بیدار کرتا ہے۔'' (رواہ الطبرانی فی معجمہ)

چنانچہ عموم بلویٰ اور تنگی کی بنا پر ''پسو'' کا تھوڑا خون معاف ہے۔

حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ جب تک زیادہ خون نہ لگا ہو تو اس وقت تک رعایت ہے۔ اصحاب شوافع کہتے ہیں کہ تھوڑا خون تو معاف ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں مگر یہ کہ اسے خود لگایا ہو مثلاً ''پسو'' کو اپنے کپڑوں یا جسم پر خود ہی مار دیا ہو۔ اس لحاظ سے دو صورتیں ہیں۔ صحیح قول یہی ہے کہ وہ معاف ہے بلکہ اسی طرح ان جانوروں کا بھی یہی حکم ہے جن میں بہتا ہوا خون نہیں ہوتا ہے مثلاً کھٹمل' پسو اور مچھر وغیرہ اور ان کا بھی یہی حکم ہے جو ان کی مثل ہوتے ہیں۔

چنانچہ کسی نے شیخ الاسلام عزالدین بن سلام سے پوچھا کہ جس کپڑے میں مچھر کا خون لگ جائے تو کیا اسے گیلا پہن کر نماز پڑھ سکتے ہیں یا ایسے کپڑے میں پسینہ لگ گیا ہو تو پھر بھی نماز پڑھی جا سکتی ہے یا نہیں؟ نیز اس سے بدن ناپاک ہو جائے گا یا نہیں۔ یا یہ کہ یہ تمام صورتیں معاف ہوں گی اور کیا ایسے شخص کے لئے وقت مقررہ سے قبل غسل کرنا مستحب ہے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ بدن اور کپڑے اس صورت میں ناپاک ہو جائیں گے اور ایسے شخص کو وقت مقررہ ہی پر غسل کا حکم دیا جائے گا بصورت دیگر اس سے قبل غسل کرنا تقویٰ اور احتیاط کی علامت ہے۔ یہی ہمارے سلف صالحین کا طریقہ تھا اور یہی لوگ دین کی حفاظت میں سب سے زیادہ پابندی کا اہتمام کرتے تھے۔ نیز زیادہ خون علمائے محققین کے نزدیک مطلقاً معاف ہے چاہے وہ پسینہ کے ذریعے پھیل گیا ہو یا نہ پھیلا ہو۔ امام نوویؒ کا بھی یہی قول ہے۔

فائدہ پسوؤں سے حفاظت کے لئے ایک عمل یہ ہے کہ فارسی بانس کی چھڑی کو گدھی کے دودھ اور جنگلی بکری کی چربی میں بھگو کر گھر کی درمیانی جگہ میں گاڑ دیں پھر ۲۵ مرتبہ یہ کلمات پڑھیں: **اقسمت علیک ایھا البراغیث انکم جند من جنود اللہ من عھد عاد و ثمود واقسمت علیکم بخالق الوجود الفرد الصمد المعبود ان تجتمعوا الی ھذا العود ولکم علی المواثیق والعود ان لا اقتل والداً ولا مولودا .**

انشاء اللہ تمام "پسو" اس لکڑی پر جمع ہو جائیں گے۔ پھر انہیں لے کر قتل کئے بغیر پھینک دیں ورنہ اس کی تاثیر ختم ہو جائے گی۔ اس کے بعد گھر میں جھاڑو دے کر چالیس مرتبہ یہ کلمات پڑھیں " **وَمَا لَنَا اَنْ لَّا نَتَوَکَّلَ عَلَی اللّٰہِ وَقَدْ ھَدٰنَا سُبُلَنَا وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰی مَا اٰذَیْتُمُوْنَا وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُتَوَکِّلُوْنَ** "

اس عمل کے کرنے کے بعد دوبارہ "پسو" نہیں ہوں گے۔ یہ عمل آزمودہ اور مجرب ہے۔

فائدہ امام مالکؒ سے سوال کیا گیا کہ پسو کی روح کو موت کا فرشتہ قبض کرتا ہے یا نہیں؟ امام مالکؒ نے تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد فرمایا: اچھا یہ بتاؤ کہ پسوؤں میں بہتا ہوا خون پایا جاتا ہے یا نہیں؟ لوگوں نے جواب دیا کہ ہاں ان کے بہتا ہوا خون ہوتا ہے۔ امام مالکؒ نے فرمایا کہ پھر "ملک الموت" (موت کا فرشتہ) ہی پسوؤں کی روح قبض کرتا ہے چنانچہ اس کے بعد قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی "**اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا** " (اللہ ہی ان کی روحوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے۔ القرآن) (مزید دلائل "البعوض" کے عنوان کے تحت آ جائیں گے)

امثال اہل عرب ضرب المثل کے طور پر کہتے ہیں "**ھُوَ اَطْمَرُ مِنْ بَرْغُوْث** " (وہ پسو سے زیادہ کودتا ہے) "**وَاَطْیَرُ مِنْ بَرْغُوْث** " (وہ پسو سے زیادہ اڑتا ہے)

پسو کی خاصیات "پسو" ڈستا ہے اور تکلیف دیتا ہے' پسو کے متعلق ایک مصری دیہاتی نے کہا ہے ؎

تطاول فی الفسطاط لیلی ولم یکن بارض الفضا لیل علی یطول

"میری رات ان کے خیمے میں طویل ہوگئی اور کھلے میدان میں مجھ پر رات طویل نہیں ہوئی"

ألالیت شعری ھل أبیتن قتلھم ولیس لبرغوث علی سبیل

"کاش کہ مجھے علم ہوتا کہ تم نے رات گزاری' حالانکہ پسو کے لئے مجھ پر کوئی راستہ نہیں تھا"

ابوالمیمون مجد الدین کنانی نے پسو کے متعلق عجیب و غریب کلام کیا ہے ؎

و معشر یستحل الناس قتلھم کما استحلوا دم الحجاج فی الحرم

"اور پسو لوگوں کے قتل کو حلال سمجھتا ہے' جس طرح کہ "حرم کعبہ" میں حاجیوں کے خون کو حلال سمجھ رکھا ہے"

اذا سفکت دما منھم فما سفکت یدای من دمہ المسفوک غیر دمی

"جب ان میں سے کسی کا خون بہتا ہے تو میرے خون کے علاوہ میرے ہاتھ بہتے ہوئے خون میں رنگین نہیں ہوئے" (یعنی میرے ہاتھوں میں میرا ہی خون تھا)

ابوالحسن بن سکرۃ الھاشمی ایک وجیہ شخص ابن برغوث کے متعلق کہتے ہیں کہ ؎

بلیت ولا اقول بمن لانی ۔۔۔ متی ما قلت من ھو یعشقوہ

''میں اس کی محبت میں مبتلا ہوا ہوں لیکن میں ان کا نام نہیں لیتا' اس لئے کہ جب بھی میں نے اس کے متعلق بتایا تو لوگ اس پر عاشق ہو گئے''۔

حبیبی قدتفی عن رقادی ۔۔۔ فان اغمضت أیقظنی أبوہ

''وہ میرا ایسا دوست ہے جس نے میری نیند اڑادی ہے' پس اگر کبھی آنکھ بند بھی ہوئی ہے تو اس کے باپ نے مجھے بیدار کر دیا ہے''

یہ عمدہ اشعار بھی ابوالحسن بن سکرہ کے ہیں ؎

کان خالا لاح فی خدہ ۔۔۔ للعین فی سلسلۃ من عذار

''اس کی رخسار کی مسلسل زنجیر میں تل ایسا نمایاں ہوا جیسا کہ آنکھ کو قریب تل نظر آ رہا ہو''

اسود یُسْتَخْدِمُ فی جنۃ ۔۔۔ قیدہ مَولاہٗ خوف الفرار

''جیسے کہ وہ جنت کے باغ میں خدمت کرنے کے لئے شیر ہو جسے اس کے آقا نے فرار کے خوف سے مقید کر لیا ہو''

یہ اشعار بھی ابوالحسن بن سکرہ کے ہیں ؎

وما عشقی لہ وحشا لانی ۔۔۔ کرھت الحسن واخترت القبیحا

''اور مجھے اس سے عشق وحشت اور تنہائی کی بنا پر نہیں ہے بلکہ میں حسن سے کراہت کر کے بدصورتی کو اختیار کر لیتا ہوں''

ولکن غرت انْ اھوی ملیحا ۔۔۔ وکل الناس یھوون الملیحا

''بلکہ میرے یہ جذبات تھے کہ میں خوبرو آدمی سے محبت کروں اور ہر انسان حسین وجمیل چیز سے ہی محبت کرتا ہے''

یہ اشعار بھی ابوالحسن سکرہ کے ہیں ؎

تحمل عظیم الذنب ممن تحبہ ۔۔۔ وان کنت مظلوما فقل انا ظالم

''تم اس کے بڑے بڑے گناہوں کو معاف کر دو جس سے تم محبت رکھتے ہو اور اگر چہ تم مظلوم ہی کیوں نہ ہو اپنے آپ کو ظالم ہی تصور کیا کرو''

فانک ان لم تغفر الذنب فی الھوی ۔۔۔ یفارقک من تھوی وانفک راغم

''پس اگر تم محبت میں لغزشوں کو معاف نہیں کرو گے تو تمہارا محبوب تم سے جدا ہو جائے گا اور تم ناک بھوں چڑھاتے پھرو گے''۔

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ آخری دو شعر عباس بن الاحنف نے کہے ہیں' ابن سکرہ کی وفات ۴۲۸ھ کو ہوئی۔

فائدہ ابن ابی الدنیا نے ''کتاب التوکل'' میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ افریقہ کے گورنر نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں کیڑے مکوڑوں اور بچھوؤں کی شکایت کرتے ہوئے خط لکھا تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جواب میں لکھا کہ تم صبح وشام یہ دعا پڑھا کرو' ''وَمَا لَنَا اَنْ لَّا نَتَوَکَّلَ عَلَی اللّٰہِ'' (اور ہمارے لئے کیا ہے کہ ہم اللہ پر توکل نہ کریں۔ الابراہیم)

چنانچہ زرعہ بن عبداللہ کہتے ہیں کہ یہ دعا پسوؤں کو بھگانے کے لئے بھی مفید ہے۔

(عنقریب انشاء اللہ ''باب الهاء'' میں اسی قسم کی دوسری آیت آئے گی جو ''فردوس الحکمۃ'' سے نقل کی گئی ہے۔)

حضرت ابو درداءؓ اور حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہیں پسو اذیت پہنچانے لگیں تو پانی کا ایک پیالہ لے کر سات مرتبہ'' وَمَا لَنَا اَنْ لَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللهِ '' پڑھ کر دم کرو۔ پھر یہ کہو کہ اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو اپنے شر سے ہمیں باز رکھو۔ پھر اس پانی کو اپنے بستر کے آس پاس چھڑک دو۔ چنانچہ اس عمل سے تم پسوؤں کے شر سے مامون ومحفوظ رات بسر کرو گے۔'' (کتاب الدعوات للمستغفری وشرح المقامات للمسعودی)

حسین بن اسحٰق نے کہا ہے کہ پسو سے حفاظت کے لئے ایک عمل یہ ہے کہ گندھک اور ریوند کو گھر میں سلگا دیا جائے۔ اس سے پسو مر جائیں گے یا بھاگ جائیں گے۔

دوسرا عمل یہ ہے کہ گھر میں ایک گڑھا کھود کر کنیر کے پتے ڈال دیں تو اس سے گڑھے میں تمام پسو جمع ہو جائیں گے۔ امام رازیؒ کہتے ہیں کہ اگر کلونجی کا جوشاندہ گھر میں چھڑک دیا جائے تو تمام پسو مر جائیں گے۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر ''سداب'' کو پانی میں بھگو کر گھر میں چھڑک دیں تو پسو مر جاتے ہیں اسی طرح اگر گھر میں پرانے سوتی کپڑے اور ''نارنج'' کے چھلکوں کی دھونی دی جائے تو پسو مر جائیں گے اور پھر دوبارہ نہیں آئیں گے۔

اگر کسی انسان کے دائیں کان میں پسو گھس جائے تو اپنے دائیں ہاتھ سے بایاں خصیہ پکڑے اور اگر بائیں کان میں پسو گھس گیا ہو تو بائیں ہاتھ سے دایاں خصیہ پکڑے تو پسو بہت جلد باہر آ جائے گا۔

التعبیر خواب میں پسو کمزور دشمن یا نیزہ زن دشمن کی شکل میں رونما ہوتا ہے اور کبھی کبھی پسو کی تعبیر بدمعاش قسم کے لوگوں سے دی جاتی ہے۔ جاماسب نے کہا ہے کہ اگر خواب میں پسو کاٹ لے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے کو مال ودولت نصیب ہوگی۔

البُراء

''البُراء'' ایک پرندہ ہے جسے سویل بھی کہا جاتا ہے۔ (عنقریب انشاء اللہ اس کی تفصیل باب السین میں آئے گی)

البرقانة

''البرقانة'' ابن سیدہ نے کہا ہے کہ ''البرقانة'' رنگ برنگی ٹڈی کو کہا جاتا ہے اس کی جمع ''برقان'' آتی ہے۔

البرقش

''البرقش'' یہ اس چڑیا کو کہا جاتا ہے جو ''عصفور'' کنجشک کی طرح ہوتی ہے۔ اہل حجاز اسے ''سرشور'' کہتے ہیں۔ (پس عنقریب انشاء اللہ آخر باب میں براقش کا تذکرہ آئے گا) ''براقش'' ایک کتیا کا نام ہے جو ضرب المثل ہے۔ اہل علم نے کہا ہے کہ فلاں لوگوں کا ''کھوج'' کتیا نے بتایا۔ اس لئے کہ وہ جانوروں کے کھروں کی آواز سن کر بھونکنے لگی تھی۔ چنانچہ لوگوں نے کتیا کے سبب اور باطل قبیلہ کا کھوج لگالیا۔ پھر بعد میں لوگوں نے اگلا قدم اٹھایا۔

یہ کہنا کہ ''سنان کا سر

البرکة

''البرکۃ'' یہ پانی کا پرندہ ہے اس کی جمع ''برک'' آتی ہے۔ چنانچہ زہیر شاعر نے ''قطاۃ'' پرندے کے متعلق کہا ہے کہ جس وقت وہ شکرے کو دیکھ کر بہتے ہوئے پانی میں بھاگ گئی۔

حتی استغاثت بماء لا رشاء له　　　بین الاباطح حافاته البرک

''یہاں تک کہ دریائی چڑیا کشادہ نالہ کے بے ڈول پانی میں ٹھہری جس کے آس پاس کناروں پر ہم جنسوں کا جھنڈ تھا''

ابن سیدہ نے کہا ہے کہ ''البرکۃ'' آبی پرندہ کو کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع ''برک'' ''ابراک' برکان'' آتی ہے۔ نیز میرے نزدیک جمع الجمع ''اِبْرَاکًا وَ بُرْکَانًا'' آتی ہے۔ نیز ''البرکۃ'' مینڈک کو بھی کہا جاتا ہے۔ چنانچہ بعض علماء نے زہیر کے اس شعر کی تشریح کرتے ہوئے ''البرک'' سے مراد مینڈک لکھا ہے۔ اھ

''العباب'' میں مذکور ہے کہ ''البرک'' بیٹھے ہوئے اونٹوں کے غول کو کہا جاتا ہے۔ اس کی واحد ''بارک'' اور مونث ''بارکۃ'' مستعمل ہے۔ اھ۔

البشر

بشر۔ انسان کو کہا جاتا ہے۔ اس میں واحد' جمع' مذکر' مونث سب برابر ہوتے ہیں اور کبھی کبھی تثنیہ بھی استعمال کرتے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

'' **فَقَالُوْا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَ یْنِ مِثْلِنَا** '' (انہوں نے کہا کہ ہم اپنی طرح کے دو آدمیوں کی باتوں پر ایمان لے آئے۔ القرآن) ''بشر'' کی جمع ''بشر'' ہی مستعمل ہے۔

البط

''البط'' بطخ آبی پرندہ ہے اس کے واحد کے لئے ''بطۃ'' مستعمل ہے۔ اس میں ھاء تانیث کے لئے نہیں بلکہ واحد کے لئے ہے۔ اسی لئے یہ اسم جنس ہے مثلاً کہا جاتا ہے '' **ھذہ بطۃ** '' (یہ بطخ ہے) یہ مذکر و مونث دونوں کے لئے مستعمل ہے جیسے کہ حمامۃ اور دجاجۃ استعمال کرتے ہیں۔ بطۃ کا لفظ عربی نہیں ہے۔ اہل عرب چھوٹی بطخ کو البط اور بڑی بطخ کو ''اوزۃ'' کہتے ہیں۔

الحکم اس بطخ کا بھی شرعی حکم وہی ہے جو اس سے قبل بڑی بطخ ''اوزۃ'' کے عنوان میں گزر چکا ہے یعنی چھوٹی اور بڑی بطخ حلال ہے۔

حضرت عبداللہ بن رویس کہتے ہیں کہ میں نحر کے دن حضرت علیؓ کے یہاں گیا۔ چنانچہ ہمارے پاس آٹے کا چھڑکا ہوا پکا ہوا کروُ، ولا گیا۔ ہم نے کہا (اللہ تعالیٰ) آپ کے ساتھ اچھا معاملہ فرمائے اگر ہمارے پاس اس سے بڑی بطخ کا گوشت لایا جاتا تو چنانچہ زرعہ بن لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں بھلائی رکھی ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا اے ابن رویس! میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کسی بھی خلیفہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے مال میں دو پیالوں کے علاوہ کچھ بھی جائز نہیں۔ ایک پیالہ وہ جسے خود کھائے اور دوسرا وہ جو لوگوں کو پیش کرے۔'' (مسند احمدؒ)

''الکامل ابن عدی'' میں علی بن زید جدعان کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ میں نے علی بن زید بن جدعان سے ۱۲۷ھ میں سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ عورتیں جس وقت جمع ہوتی ہیں وہ بالکل بطخ کی مثل ہوتی ہیں کہ جب ان عورتوں میں سے ایک چیختی ہے تو تمام چیخ پڑتی ہیں۔

ایک مسئلہ امام ماوردی نے کہا ہے کہ جو بطخ ''اوزۃ'' (مرغابی) کے مقابلے میں اڑ نہ سکتی ہو جب اسے کسی آدمی نے قتل کر دیا ہو تو اس میں جزا نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کا شمار شکاری چیزوں میں نہیں ہوتا۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ وہ آبی پرندہ جو پانی میں غوطہ لگا کر نکل سکتا ہو تو وہ محرم (جس نے حج کا احرام باندھا ہو) کے لئے حرام ہے۔ پھر اہل علم نے بطخ کی مثال دی ہے لیکن جو جانور پانی ہی میں رہتے ہیں مثلاً مچھلی وغیرہ تو ان کا شکار کرنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی اس میں جزا ہے۔

چنانچہ صحیح قول کے مطابق ٹڈی کا شمار خشکی کے جانوروں میں ہوتا ہے اس لئے اس کے قتل پر جزا نہیں ہے۔

امثال مشہور ضرب المثل ہے'' **او للبط تهددين بالشط** '' (کیا بطخ کنارے پر آ کر لڑنے کی دھمکی دے رہی ہے) ابن خلکان نے کہا ہے کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ سلطان نورالدین محمود بن زنگی اور ابوالحسن سنان بن سلیمان بن محمد جو راشد الدین کے نام سے معروف تھے اسماعیلی قلعہ کے مالک تھے۔ ان دونوں کے درمیان خط و کتابت کا سلسلہ قائم تھا۔ سلطان محمود نے ان کے پاس ایک دھمکی آمیز خط لکھا کہ سنان بن سلیمان نے یہ اشعار اور ایک رقعہ لکھ کر ارسال کیا ہے

يا للرجال لامر هال مفظعه ۔۔۔ مامر قط على سمعي توقعه

''اے لوگو! جن کے معاملہ کی گھبراہٹ دہشت ناک ہے مجھے اس کے حصول کی کبھی بھی توقع نہیں ہے''

يا ذا الذى بقراع السيف هددنا ۔۔۔ لا قام قائم جنبي حين تصرعه

''اے وہ جس نے ہمیں تلوار کی چمک کے ذریعے دھمکایا ہے جب تم اس سے لڑائی کرو گے تو اس کے مقابل کوئی بھی کھڑا نہیں ہوگا''

قام الحمام الى البازى يهددهٗ ۔۔۔ واستيقظت لا سودا لغاب اَضْبعه

''وہ کبوتر باز کو دھمکانے کے لئے تیار ہوا اور لکڑ بگھا جنگل کے شیروں کے مقابلہ کے لئے ہوشیار ہو گیا۔''

اضحى يسد فهم الافعي باصبعه ۔۔۔ يكفيه ما قد تلاقى منه اصبعه

''وہ اپنی انگلیوں سے سانپ کا منہ بند کرنے لگا اس کے لئے یہی کافی ہے کہ اس نے اپنی انگلیوں کو اس میں ڈال دیا ہے''

رقعہ کا مضمون اس طرح ہے کہ ''ہم اجمال و تفصیل سے بخوبی آگاہ ہیں نیز اس کی عملی اور قولی دھمکی بھی ہمیں معلوم ہے۔ خدا کی قسم یہ کتنی حیرت ناک بات ہے کہ ایک مکھی ہاتھی کے کان میں بھنبھنا رہی ہے۔ مچھر طاقتور پہلوان شمار کیا جا رہا ہے۔ اس قسم کی بات تو پہلے بھی کہی جا چکی تھی لیکن ہم نے ان پر خوفناک حملہ کر دیا تھا۔ ان کا کوئی مدد کرنے والا بھی نہیں تھا اور کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ حق مغلوب اور باطل غالب ہو جائے گا' عنقریب کل ظالموں کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس طرح کا رویہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ مزید آپ کا یہ کہنا کہ ''سنان کا سر

کون جدا کرے گا" اور اپنے بارے میں یہ گمان کہ "میرا قلعہ پہاڑ کی مانند مضبوط ہے" تو سن لیجئے یہ محض دل کو خوش کرنے والی باتیں ہیں۔ خیالات ہی خیالات ہیں جو ہر اعراض کی وجہ سے ختم نہیں ہوتے جیسے کہ ارواح امراض کی وجہ سے کمزور نہیں ہوتیں۔ بھلا طاقتور اور کمزور، شریف اور کمینے برابر ہوسکتے ہیں۔ اگر ہم ظاہری اور حسی اشیاء کی طرف مائل ہوں اور باطنی وعقلی چیزوں سے کترانے لگیں تو پھر ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ کافی ہے۔ اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جتنی مجھے تکالیف دی گئیں مجھ سے پہلے کسی نبی کو بھی اتنی اذیتیں نہیں دی گئیں۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان والوں کے ساتھ جو سلوک ہوا اس سے سب ہی واقف ہیں۔ بہر حال اللہ ہی کے لئے آخرت کا معاملہ سپرد اور اسی کے لئے دنیا وآخرت میں حمد وثنا ہے۔ اس لئے ہم مظلوم ہیں ظالم نہیں ہیں۔

"قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا" (اے پیغمبر فرما دیجئے کہ حق آیا اور باطل بھاگ گیا بے شک باطل بھاگنے ہی کے لئے ہے۔ سورہ بنی اسرائیل آیت ۸۱) نیز آپ کو اس بات کا بھی علم ہے کہ ہمارے سپاہی جنگجو ہیں اور وہ موت کی پرواہ نہیں کرتے۔ نیز انہیں ہر روز موت کے حوض کے کنارے کھڑا کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

"فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ" (پس تم موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو اور وہ کبھی موت کی تمنا نہیں کریں گے ان اعمال کی وجہ سے جو انہوں نے کئے ہیں اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ الجمعہ: آیت ۶) چنانچہ مثل مشہور ہے کہ "کیا بطخ دریا کے کنارے پر آکر لڑائی کی دھمکی دیتی ہے" بس تم مصائب سے بچنے کیلئے ڈھال تیار کرلو یا اوڑھنی اوڑھ لو اور حملوں سے محفوظ رہنے کیلئے کپڑوں کو زرہ بنالو ورنہ میں ضرور تیری فوجوں کے باوجود تیرے ہی علاقہ پر قبضہ کرلوں گا اور تجھ کو اور تیری فوج کو موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔ چنانچہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تو اپنے گھروں سے موت کا متلاشی بن جائے اور اپنے ہاتھوں سے اپنی ہی ناک کاٹنے والا ہو۔ چنانچہ جب تمہیں ہمارا خط موصول ہو تو گھات میں لگ جانا اور شروع میں "سورۃ النحل" کی آیات اور آخر میں سورہ ص کی آیات پڑھ لینا۔ پھر یہ خط ان دو شعروں پر ختم ہو گیا ۔

بنا نلت هذا الملک حتی تا ثلث بیوتک فیه واستقر عمودها

"تم نے ہمیں سے یہ ملک حاصل کیا ہے یہاں تک کہ تیرے گھر کے اثرات راسخ ہو گئے اور سلطنت مضبوط ہو گئی"

فاصبحت ترمینا بنبل بنا استوی مغارسها قدما وفینا جدیدها

"پس اب تم ہمیں تیر کا نشانہ بنانے لگے اور قدم سے اگنے کی جگہ برابر ہو گئی اور ہمارے اندر ملک کیلئے نئے جذبے ہیں"

یعقوب بن یوسف بن عبدالمومن صاحب بلاد المغرب کے حالات زندگی میں مذکور ہے کہ یعقوب بن یوسف اور ادفونش صاحب طلیطلہ کے درمیان خط وکتابت کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ چنانچہ امیر یعقوب کے پاس ادفونش نے ایک قاصد بھیجا جس کے ذریعہ امیر یعقوب کو مرعوب کرنا، دھمکانا اور بعض قلعوں کا مطالبہ کیا تھا۔ نیز ادفونش نے اپنے وزیر "ابن النجار" کی مشاورت سے ایک خط بھی لکھا۔ وہ یہ ہے۔

بِاسْمِکَ اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى السَّيِّدِ الْمَسِيْحِ رُوْحِ اللّٰهِ وَكَلِمَتِهِ الرَّسُوْلِ الْفَصِيْحِ. اَمَّا بَعْدُ.

"کسی بھی ذہین اور عقل مند پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ تم امیر الملۃ الحنفیہ ہو جس طرح کہ میں امیر الملۃ النصرانیۃ ہوں۔"

تم یہ بات اچھی طرح جانتے ہو کہ اندلس کے حکام ذلت اور کاہلی کا ثبوت پیش کر رہے ہیں۔ انہوں نے رعایا کے معاملات میں غفلت برتنا شروع کر دی ہے۔ نیز انہیں راحت اور تمناؤں کی زندگی بخشی ہے۔ ادھر میں انہیں ظلم و تشدد اور جلاوطنی کی دھمکی دے رہا ہوں۔ ان کے بچوں کو قید کر لوں گا، بہادروں کا طرز عمل اختیار کرتے ہوئے انہیں سخت عذاب میں مبتلا کر دیتا ہوں۔ اس لئے تمہیں حسب استطاعت ان لوگوں کی مدد کرنے میں عذر نہیں کرنا چاہئے۔ مزید یہ کہ تمہاری فوج میں تجربہ کار اور آزمودہ لوگ شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے یہ لازم کیا ہے کہ تمہارا ایک آدمی ہمارے دس آدمیوں سے مقابلہ کرے۔ اَب اللہ تعالیٰ نے یہ جان لیا ہے کہ تمہارے درمیان کمزور لوگ بھی ہیں اس لئے حکم میں نرمی کر دی ہے۔ اب معاملہ بالکل برعکس ہے۔ اب ہمارا ایک آدمی تمہارے دس آدمیوں کا مقابلہ کرے گا۔ لہٰذا نہ تم ان کا مقابلہ کر سکتے ہو اور نہ ہی ان کے وار کو روکنے کی ہمت رکھتے ہو۔ ہمارے علم میں یہ بات بھی آئی ہے کہ تم لوگ جشن منا رہے ہو اور جنگ کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔ نیز ایک سال کے بعد ہر دوسرے سال بیکاری اور ہلاکت کیلئے تیار ہو جاتے ہو۔ ایک پاؤں کو تو آگے بڑھاتے ہو اور دوسرے کو پیچھے ہٹا لیتے ہو۔ مجھے اس بات کا علم نہیں ہو سکا کہ بزدلی نے تمہارے ساتھ دیر کر دی ہے یا تمہارے رب کا وعدہ جھوٹا ہے۔ مزید یہ کہ میرے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ میں دریا کو عبور نہیں کر سکتا اور نہ جنگ پر آمادہ ہو سکتا ہوں۔ اس لئے میرا مشورہ یہ ہے کہ جس میں تمہارے لئے آرام و سکون ہے میں عذر کرتا ہوں۔ لہٰذا تمہارے لئے یہ ضروری ہے کہ تم وعدے کی پابندی کرو اور رہن وغیرہ زیادہ رکھو اور اپنے تمام غلاموں کو بمعہ ساز و سامان اور سواریوں کے میرے پاس بھیج دو۔ ورنہ میں ضرور تم پر حملہ آور ہونے والا ہوں۔ پھر میں تمہاری معزز ترین جگہ میں حملہ آور ہوں گا۔ چنانچہ اگر جنگ میں تمہیں فتح حاصل ہوئی تو تمہیں مال غنیمت کثیر تعداد میں حاصل ہوگا اور تم ایک کثیر تعداد میں مال کے مالک بن جاؤ گے۔ اگر مجھے فتح حاصل ہوئی تو میں تم پر غالب رہوں گا۔ نیز دونوں مذہبوں اور سلطنتوں کا حاکم بن جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ ہی ارادہ کو پورا کرنے والا ہے۔ وہی سب کا رب ہے۔ بھلائی اسی کی بھلائی ہے۔ چنانچہ جب خط امیر یعقوب کے پاس پہنچا تو اس نے خط کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور خط کے ایک ٹکڑے میں یہ لکھ کر بھیج دیا کہ تو واپس آ جا ہم ایک ایسے زبردست لشکر سے لڑیں گے جس سے تمہارے لئے راہ فرار نہیں ہے۔ پھر ہم تمہیں ذلیل و رسوا کر دیں گے۔ اس کا اصل جواب تم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے۔ کوئی سنی سنائی بات نہیں ہوگی۔ متنبی شاعر نے کہا ہے کہ ؎

ولا کتب الا المشر فیۃ عندہٗ | وٗلا رسلہ الا الخمیس العرمرم

''اور اس کے فرمان نہیں ہیں مگر اس کی تلواریں اور اس کے قاصد نہیں مگر لشکر جرار (یعنی وہ دشمن کے پاس پیغام بھیجنے کی بجائے انہیں اپنی شجاعت سے مغلوب کر دیتا ہے۔)

امیر یعقوب کے حالات زندگی چنانچہ امیر یعقوب نے تھوڑی دیر بعد لشکر کو کوچ کرنے کا حکم دیا اور شہروں سے فوجوں کو جمع کرنے کا حکم دیا۔ اسی دن شہروں میں خیمے نصب کرا دیئے گئے۔ پھر اس نے سمندر کے راستے سے ''زقاق سبتہ'' کی طرف جانے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ چنانچہ اندلس تک کو عبور کر کے ''بلاد فرنج'' تک پہنچ گیا۔ دشمنوں کو شکست دے کر مال غنیمت لوٹا اور پھر واپس آ گیا۔

امیر یعقوب شریعت محمدیہ سے محبت رکھنے والا شخص تھا۔ نیکیوں کا حکم دیتا، حدود کو قائم کرتا، جس طرح دوسرے لوگوں پر حدود قائم

کی جاتی تھی۔ اسی طرح اپنے اہل خانہ پر بھی حدود قائم کرتا۔ فقہ کی جزئیات پر زیادہ اعتماد نہ کرتے۔ فقہاء کتاب وسنت ہی کی روشنی میں فتویٰ دیتے جو بھی اجتہاد کرتے وہ کتاب وسنت، اجماع اور قیاس کے مطابق کرتے ہیں۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اسی سیرت و کردار کی حامل ایک جماعت مغرب سے ہمارے پاس آئی تھی جن میں ابو عمر، ابوالخطاب، محی الدین بن العربی الصوفی ''مولف فتوحات مکیہ'' وغیرہ تھے۔ امیر یعقوب کی وفات ۶۰۹ھ یا ۶۱۰ھ میں ہوئی۔

سلطان محمود کے مختصر حالات زندگی ابوالاثیر نے کہا ہے کہ مجھے نورالدین الشہید کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے عدل و انصاف کیلئے ایک مکان تعمیر کروایا۔ اس مکان کی تعمیر کی وجہ یہ بنی کہ اس کے امراء میں اسدالدین شیر کوہ ایک وزیر بھی شامل تھا۔ ہر شخص ایک دوسرے پر اگر چہ وہ اس کا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو، ظلم کرتا تھا۔ چنانچہ لوگوں کی شکایات میں اضافہ ہوا۔ خاص طور پر لوگ فریادرسی کیلئے قاضی کمال الدین سہروردی کے پاس زیادہ جانے لگے۔ لیکن چونکہ شیر کوہ سب کا امیر تھا اس لئے لوگوں کو اس سے انصاف نہیں ملا۔ چنانچہ جب یہ بات نورالدین شہید کو معلوم ہوئی تو اس نے عدل و انصاف کیلئے ایک مکان تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ جب شیر کوہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے اپنے نواب سے کہا کہ دیکھو صرف میری وجہ سے نورالدین نے اس دیوان کی تعمیر کا حکم دیا ہے ورنہ مجھے قاضی کمال الدین کے خلاف کوئی نہیں روک سکتا۔ خدا کی قسم! اگر مجھے تم میں سے کسی کی وجہ سے دیوان عدل و انصاف میں حاضر کیا گیا تو میں تم سب کو پھانسی دے دوں گا۔ لہٰذا تم لوگ آپس میں ایک دوسرے کو درگزر کردو۔ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ نورالدین شہید کے انتقال کے بعد ایک دن ایک آدمی پر ظلم کیا گیا تو وہ غمزدہ ہو گیا۔ اس مظلوم نے فوراً نورالدین شہید کا نام لے کر فریادرسی کی۔ اس بات کی خبر صلاح الدین بن یوسف بن ایوب کو پہنچی تو انہوں نے اس شخص کی فریاد سن کر اس کی شکایت کو دور کردیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ مظلوم آدمی پہلے سے زیادہ رونے لگا۔ اس شخص سے لوگوں نے اس کی وجہ دریافت کی؟ تو اس نے کہا کہ میں سلطان عادل نورالدین شہید کی وفات کی وجہ سے رو رہا ہوں۔ نورالدین شہید کی وفات قلعہ دمشق میں ماہ شوال ۵۶۹ھ کو ہوئی۔ چنانچہ مشہور ہے کہ ان کو خوانیق کا مرض لاحق ہو گیا تھا۔ اس وقت کے اطباء نے انہیں فصد لگانے کا مشورہ دیا تھا لیکن اس پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے ان کی موت واقع ہوگئی۔ نورالدین ایک بارعب بادشاہ تھے۔ انہیں قلعہ دمشق ہی میں دفن کیا گیا۔ پھر بعد میں انہیں ان کے تعمیر کردہ مدرسہ میں سوق الخواصین کے دروازے کے قریب دفن کردیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ نورالدین کی قبر کے پاس دعا مانگنے سے دعا قبول ہوجاتی ہے۔ یہ بات آزمودہ اور مجرب ہے۔ سلطان نورالدین عادل، عابد، متقی اور متشرع حکمران تھا۔ ان کے مزاج میں خیر و بھلائی کا غلبہ تھا۔ صدقات وغیرہ کثرت سے دیتے تھے۔ شام کے علاقے میں مدارس کا جال بچھا دیا تھا۔ دمشق میں مارستان کے قریب دارالحدیث اور شہر موصل میں جامع مسجد نوری اور شہر پناہ کے قریب جہاں پر نہر عاصی بہہ رہی ہے ایک مزید مسجد تعمیر کرائی۔ اس کے علاوہ صوفیاء کے لئے مسافر خانے، خانقاہیں اور ہوٹل وغیرہ تعمیر کئے۔ سلطان نورالدین نے مرنے کے بعد لوگوں پر اچھے اثرات چھوڑے۔ کہا جاتا ہے کہ سلطان نورالدین نے کفار سے پچاس سے زائد شہر چھین لئے تھے۔ ان کے بے شمار کارہائے نمایاں ہیں۔

سلطان ناصر صلاح الدین یوسف بن ایوب کی وفات ماہ صفر ۵۸۹ھ میں ہوئی۔ ابن خلکان نے کہا ہے کہ جب سلطان ناصر صلاح الدین کا انتقال ہوا تو قاضی الفاضل نے ان کے صاحبزادے ملک ظاہر (جو حلب کے ولی عہد تھے) کے پاس ایک خط لکھا جس کا

مضمون یہ ہے: ''دیکھو تم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے نصیحت پکڑو۔ قیامت کا زلزلہ ایک خطرناک زلزلہ ہوگا۔ آنسوؤں نے آنکھ کے حلقے کو کھود ڈالا ہے اور قلوب نرخرے تک پہنچ گئے ہیں۔ تم نے میرے مخدوم اپنے والد محترم کو اس طرح سے رخصت کیا ہے کہ وہ اب دوبارہ واپس نہیں آ سکتے۔ تم نے میری طرف سے ان کی عزت کی اور انہیں تدابیر سے مغلوب کر کے اللہ کے حوالے کر دیا۔ خدا کرے وہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہوں۔ **"لاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ"**

دروازے پر مقرر مسلح لشکر، اسلحہ اور چوکیدار نہ تو مصائب کو روک سکتے ہیں اور نہ تقدیر الٰہی کے خلاف کوئی اقدام کر سکتے ہیں۔ آنکھیں آنسوؤں سے بھیگی ہوئی ہیں اور دل رنجیدہ ہے۔ ہم لوگ تو رضائے الٰہی کے علاوہ اور کیا کر سکتے ہیں؟ اے یوسف تم ہمیں غمزدہ کر گئے۔ ترکہ کا تو کوئی محتاج نہیں ہے۔ ہمیں مصائب نے گھیر رکھا ہے۔ ایک دن تو فیصلہ الٰہی ہو کے رہتا ہے۔ اگر آپ کے بارے میں اتفاق سے پیش آ گیا ہے تو کوئی بات نہیں ہے۔ مصائب و آلام تو آتے ہی رہیں گے۔ بس سب سے آسان موت ہی ہے جس کے ذریعے ہر مصیبت سے نجات مل جاتی ہے۔ حالانکہ لوگ موت کو سب سے برا سمجھتے ہیں۔ والسلام۔

سلطان ناصر صلاح الدین مرحوم دائرہ سلطنت کی وسعت کے ساتھ تواضع وانکساری کا پیکر تھے۔ نیز لوگوں سے قرب و مانوس، رحیم، شفیق، متحمل مزاج اور اچھے لوگوں کی طرف میلان رکھتے تھے۔ عمدہ اشعار کی تعریف کرتے بلکہ مجلس میں بار بار گنگناتے۔ محمد بن حسین الحمیر ی اچھے قسم کے اشعار سناتے تھے ۔

وزارنی طیف من اھوی علی حذر　　　من الوشاۃ وداعی الصبح قدھتفا

''مجھے خواب میں محبوب کی زیارت ہوئی اگرچہ چغل خوروں کا خوف تھا۔ پھر صبح کے منادی نے اذان دی۔''

فکدت اوقظ من حولی بہ فرحا　　　وکاد یھتک ستراحب فی شغفا

''قریب تھا کہ میں خوشی کی حالت میں اس سوز و گداز کی وجہ سے جو اس سے وابستہ تھا، بیدار ہو جاتا۔ نیز میں اس پر فریفتہ ہوں اور اس کا راز ظاہر ہو جاتا۔''

ثم انتھبت وامالی تخیل لی　　　نیل المنی فاستحالت غبطتی اسفا

''پھر میں اس کے بعد ہوشیار ہو گیا اور مجھے مطلوب کے حصول کی امیدیں ہو گئیں۔ بالآخر میری خوشی افسوس سے بدل گئی۔

سلطان ناصر صلاح الدین مرحوم ان اشعار کو بطور مثال پڑھتے تھے۔

عجبت لمبتاع الضلالۃ بالھدی　　　وللمشتری دُنیاہُ بالدین اعجب

''مجھے تعجب ہے اس پر جو ہدایت کے بدلے ضلالت کا خریدار ہو بلکہ دین کے بدلے دنیا کے خریدار پر زیادہ تعجب ہے''

وأعجب من ھذین من باع دینہ　　　بدنیا سواہ فھو من زین اخیب

''اور ان دونوں سے زیادہ اس شخص پر تعجب ہے جس نے اپنے سوا دنیا کے بدلے دین کو فروخت کر دیا۔ یہ شخص ان دونوں سے زیادہ ناکام و نامراد ہے۔''

سلطان ناصر صلاح الدین کی عمر تقریباً ۵۶ سال اور چند مہینے تھی۔

البطس

''البطس'' ایک خاص قسم کی مچھلیوں کو کہتے ہیں۔ان کے مخصوص پتا ہوتا ہے کہ اگر ان سے کچھ لکھ دیا جائے تو خشک ہونے پر دن کی طرح رات کے اندھیرے میں بھی پڑھا جا سکتا ہے۔اسی بات کو صاحب العطار نے بھی ذکر کیا ہے۔

البعوض

البعوض[1] (مچھر) یہ ایک چھوٹے جسم والا جانور ہوتا ہے۔امام جوہریؒ نے کہا ہے کہ ''البعوض'' مچھر کو کہا جاتا ہے۔اس کا واحد ''بعضۃ'' ہے۔علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ ان کا وہم ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ مچھر کی دو قسمیں ہیں۔مچھر چیچڑی کی مثل ہوتا ہے۔اس کے دو ہلکے پھلکے پاؤں ہوتے ہیں جن میں نمی ہوتی ہے۔عراق میں اس جانور کو''ثام'' اور ''جرجس'' کہا جاتا ہے۔امام جوہریؒ کہتے ہیں کہ ''بعوض'' قرقس کی ایک لغت ہے۔یہ چھوٹے مچھر کو کہتے ہیں۔نیز مچھر ہاتھی کی مثل ہوتے ہیں لیکن مچھر کے اعضاء ہاتھی سے زیادہ ہوتے ہیں اس لئے کہ ہاتھی کے چار پاؤں، ایک سونڈ اور ایک دم ہوتی ہے اور مچھر کے ان اعضاء کے علاوہ دو پاؤں زائد اور چار بازو ہوتے ہیں۔ہاتھی کی سونڈ پر گوشت ہوتا ہے جبکہ مچھر کی سونڈ کھوکھلی ہوتی ہے جو پیٹ تک پھیلی ہوتی ہے۔گویا کہ اس کی سونڈ پیٹ کی کھڑکی ہوتی ہے جب مچھر کسی آدمی کو کاٹتا ہے تو وہ اسی کا خون چوس کر اپنے پیٹ میں پہنچا دیتا ہے۔گویا مچھر کی سونڈ گلا اور حلق کا کام دیتی ہے۔اسی لئے مچھر کا ڈسنا تکلیف دہ اور اذیت ناک ہوتا ہے یہاں تک کہ مچھر کھال پر بھی اچھی طرح قابو پا جاتا ہے۔

راجز نے کہا ہے کہ ۔

مثل السفاۃ دائما طنینھا ‏ ‏ ‏ ‏ رکب فی خرطو مھا سکینھا

''مچھر کی بھنبھناہٹ خاردار درخت کی طرح ہوتی ہے اور چھری مچھر کے سونڈ میں لگا دی گئی ہے''

اللہ تعالیٰ کے الہامات میں سے یہ ہے کہ مچھر انسان کے جسم پر ایسی جگہ بیٹھتا ہے جہاں سے کوئی رگ نکلتی ہے۔اس لئے کہ جسم کی یہ جگہ نرم ہوتی ہے۔مچھر جب اس کا سراغ پالیتا ہے تو وہ اپنی سونڈ اس میں رکھ دیتا ہے نیز مچھر اکثر خون چوستا ہے۔مچھر خون کا اتنا حریص ہوتا ہے کہ بعض اوقات زیادہ خون پینے کی وجہ سے اس کا پیٹ پھٹ جاتا ہے اور مچھر اڑنے سے بھی معذور ہو جاتا ہے۔اکثر مچھر کی ہلاکت کا سبب اس کا حریص پن ہوتا ہے۔

مچھر کو اللہ تعالیٰ نے اتنی قوت عطا فرمائی ہے کہ بعض اوقات یہ اونٹ کو قتل کر دیتا ہے بلکہ مچھر ہر چوپائے کو قتل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔مچھر جب اسے ڈس کر ہلاک کر ڈالتا ہے تو درندے اور مردار خور پرندے اس کے اردگرد جمع ہو جاتے ہیں جو بھی مچھر کے ڈسے ہوئے کو کھالیتا ہے تو وہ بھی ہلاک ہو جاتا ہے۔عراق کے بادشاہوں کا قدیم زمانے میں یہ طریقہ رہا ہے کہ جب وہ کسی کے قتل کا ارادہ کرتے تو اسے مچھر کی نالیوں کے قریب کچھاڑ میں باندھ کر ڈال دیتے تھے۔چنانچہ مچھروں کے بار بار ڈسنے کی وجہ سے اس کی

---

[1] اردو، مچھر۔ بنگالی، موشا۔ بلوچی، پشک۔ پشتو، ماشے۔ پنجابی، مچھر۔ سندھی، مچھر۔ کشمیری، مولا۔ (ہفت زبانی لغت صفحہ ۹۳۲) انگریزی Masquito (کتابستان اردو انگلش ڈکشنری صفحہ ۵۷)

موت واقع ہو جاتی۔ ابوالفتح البستی نے اسی معنی میں یہ اشعار کہے ہیں ۔

لا تستخفن الفتی بعداوة ابداً وان کان العدو ضئیلا

''ہمیشہ کسی بھی جوان کو دشمنی کی وجہ سے کمزور نہ سمجھو۔ اگر چہ دشمن کمزور ہی کیوں نہ ہوں۔''

ان القذی یوذی العیون قلیله ولربما جرح البعوض من الفیلا

''چھوٹا تنکا آنکھوں کیلئے تکلیف دہ ہوتا ہے اور بعض اوقات مچھر ہاتھی کو زخمی کر دیتا ہے۔''

بعض شعراء نے بڑے دلچسپ اشعار کہے ہیں ۔

لا تحقرن صغیرا فی عداوته ان البعوضة ترمی مقلة الاسد

''دشمنی میں چھوٹے کو حقیر نہ سمجھو۔ اس لئے کہ مچھر شیر کی پتلی کو خون آلود کر دیتا ہے۔

ابوالنصر السعودی نے بھی اسی قسم کا شعر کہا ہے ۔

لا تحقرن عدوا رماک وان کان فی ساعدیه قصر

''نہ حقیر سمجھو اس دشمن کو جس نے تمہیں تیر کا نشانہ بنایا ہے اگر چہ اس کے ہاتھوں میں کوڑا کرکٹ ہی کیوں نہ ہو''

فان الحسام یحز الرقاب ویعجز عما تنال الابر

''پس تلوار گردنوں کو کاٹ دیتی ہے اور انسان سوئی کی تکلیف برداشت کرنے سے عاجز ہوتا ہے''

یہ اشعار بھی انہی کے ہیں لیکن بعض حضرات نے ان کو جمال الدین بن مسطروح کی طرف منسوب کیا ہے ۔

یامن لبست علیه اثواب الضنا صفرا موشحة بحمر الادمع

''اے وہ جسے لاغری کا زرد لباس پہنایا گیا جس میں سرخ آنسوؤں کی دھاریاں پڑی ہوئی ہیں۔''

ادرک بقیة مهجة لولم تذب اسفاعلیک رمیتها عن اضلعی

''اگر تجھے ہٹایا نہ جائے تو جسم کی بقیہ روح بھی نکال لے۔ تیرا ستیاناس ہو، میں اس روح کو اپنی پسلیوں سے علیحدہ کر چکا ہوں۔''

یہ عمدہ اشعار بھی انہی کے ہیں ۔

لما وقفنا للوداع وصارما کنا نظن من النوی تحقیقا

''جب ہم کھڑے ہوئے رخصت کرنے کے لئے تو جس فراق کا ہم تصور کر رہے تھے وہ درحقیقت ہو کر ہی رہا۔''

نثروا علی ورق الشقائق لولوا ونثرت من ورق البهار عقیقا

''انہوں نے موتیوں کو لالہ کے پتوں پر بکھیر دیا۔ میں نے بھی عقیق خوشبودار پھول پر بکھیر دیئے۔

ابراہیم بن علی القیروانی صاحب زهر الادب وغیرہ نے بھی اسی کی مثل اشعار کہے ہیں ۔

ومعذرین کان نبت خدودهم اقلام مسک تستمد خلوقا

''بہت سے سبزہ آغاز جن کے رخسار کے بالوں کا اگنا یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کہ مشک کے قلم کو خوشبو میں ڈبو دیا ہو''

نظموا البنفسج بالشقیق و نضدوا   تحت الزبرجد لولوا و عقیقا

''انہوں نے بنفشہ کو گاؤ چشم میں پرو دیا۔ موتی اور عقیق کو زبرجد کے نیچے ملحق کر دیا ہے۔

حضرت سہل بن سعدؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر دنیا کی حیثیت اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو پانی کے چلو کے برابر بھی دنیا عطا نہ کرتا۔ (رواہ الترمذی قال حدیث حسن صحیح۔ ورواہ الحاکم)

شاعر نے بھی اسی مضمون کی مناسبت سے کہا ہے کہ ؎

اذا کان شیء لا یساوی جمیعہٗ   جناح بعوض عند من کنت عبدہ

''جب تمام اشیاء کی حیثیت اس ذات پاک کے نزدیک مچھر کے پر کے مساوی نہ ہو، جس کا تو بندہ ہے''

واشغل جزء منہ کلک ماالذی   یکون علی ذا الحال قدرک عندہ

''اور پھر تجھے اس چیز کا کچھ حصہ مصروف کرے تو اس حال میں تیری حیثیت تیرے رب کے نزدیک کیا ہوگی۔

''ھوان الدنیا'' کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی حیثیت اللہ کے نزدیک صرف یہ ہے کہ دنیا کو اللہ تعالیٰ نے مقصود اصلی نہیں بنایا بلکہ دنیا مقصود اصلی کی طرف بطور رہنما ہے۔ اسی طرح دنیا نہ تو سکونت کی جگہ اور نہ اعزاز و اکرام کی جگہ ہے بلکہ اسے تو محنت و مشقت، آزمائش اور عمل کرنے کے لئے بنایا گیا ہے۔ اکثر جاہل اور کفار دنیاداری میں مشغول رہے ہیں۔ انبیاء، اولیاء اور ابدال نے دنیا سے اجتناب کرنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ کے نزدیک دنیا کی بے وقعتی کا اندازہ اسی سے ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی تحقیر و مذمت کرنے کے بعد دنیا کو مبغوض ترین اشیاء میں شمار کیا ہے۔ یہاں تک کہ دنیا ہی کو جائے قرار ٹھہرانے والوں اور دنیا سے محبت کرنے والوں کو بھی مبغوض قرار دیا ہے۔ عقلمندوں کو صرف آخرت کا توشہ تیار کرنے کی رخصت دی گئی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دنیا ملعون ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے وہ بھی ملعون ہے سوائے اللہ کے ذکر کے اور نہ وہ ملعون ہے جو اللہ کے ذکر کے قریب ہو چاہے معلم ہو یا متعلم'' (رواہ الترمذی، قال حدیث حسن غریب)

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے مطلق دنیا کو برا بھلا کہنے کا مفہوم نہیں نکلتا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دنیا کو گالی نہ دیا کرو اس لئے کہ دنیا مومن کی بہترین سواری ہے جس کے ذریعے سے مومن بھلائی تک پہنچتا ہے اور اسی کے ذریعے سے شر سے نجات حاصل کرتا ہے۔ جب بندہ یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو دنیا کو ملعون قرار دیا ہے تو دنیا کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کی بناء پر ملعون قرار دیا ہے۔'' (خرجہ الشریف ابوالقاسم زید بن عبداللہ بن مسعود الہاشمی)

اس حدیث سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ دنیا کو ملعون اور برا بھلا نہ کہا جائے۔ اس سے قبل دونوں حدیثوں کے درمیان اعتدال کی راہ یہ نکلتی ہے کہ دنیا کو مباح سمجھنے اور نفع اٹھانے والے کیلئے اس لئے لعنت کی گئی ہے کہ دنیا کی بعض اشیاء انسان کو اللہ کے ذکر سے غافل کر دیتی ہیں جس طرح کہ بعض سلف صالحین سے منقول ہے کہ ہر وہ چیز جو اللہ کی یاد میں رکاوٹ کا باعث ہو چاہے وہ اولاد ہو یا مال و دولت ہو منحوس ہے۔ اسی پر اللہ تعالیٰ نے خبردار کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

"اِعْلَمُوْا اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ وَّزِیْنَۃٌ وَّتَفَاخُرٌ بَیْنَکُمْ وَتَکَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ" (جان لو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل تماشا، بناؤ سنگھار اور آپس میں بڑائی کرنا اور مال و دولت اور اولاد میں اضافہ کرنا ہے۔"الحدید)

چنانچہ جو چیز اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ بنتی یا عبادت میں معاون ثابت ہو تو ایسی چیز ہر شخص کیلئے محبوب ہے۔ ہر شخص اس کی تعریف کرتا ہے۔ اگر دنیا کی اشیاء قرب الٰہی کا ذریعہ ثابت ہوں تو پھر دنیا قابل ملامت نہیں بلکہ اس چیز کی تو ترغیب دلائی گئی ہے۔ گویا اسی کی طرف حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔

"**الاذکر اللہ وما والاہُ اوعالم اومتعلم**" (سوائے اللہ کے ذکر کے اور وہ جو اللہ کے ذکر کے قریب ہو جائے عالم ہو یا متعلم ہو۔یعنی وہ ملعون نہیں ہے۔)

اس کی وضاحت دوسری حدیث میں ہے۔ "**فنعمت مطیۃ المومن علیھا یبلغ الخیر وبھا ینجوا من الشر**" (مومن کی بہترین سواری وہ ہے جس کے ذریعہ سے وہ بھلائی تک پہنچتا ہے اور اسی کے ذریعے وہ برائی سے نجات حاصل کرتا ہے۔)

چنانچہ اس سے قبل جو بیان ہوا ہے۔ اس وضاحت سے دونوں حدیثوں کا تعارض ختم ہو جاتا ہے۔ امام غزالیؒ "احیاء العلوم" کے چھٹے باب میں بیان فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبھی بندہ کی تعریف کی جاتی ہے کہ مشرق و مغرب کا درمیانی حصہ تعریف سے بھر جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان تمام تعریفوں کا وزن مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک بڑا موٹا آدمی آئے گا لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی حیثیت مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہوگی۔ اگر تم چاہو تو قرآن کریم کی یہ آیت پڑھ لو"**فَلَا نُقِیْمُ لَھُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَزْنًا**" (پس ہم ان کیلئے قیامت کے دن میزان قائم نہیں کریں گے۔ رواہ البخاری فی التفسیر وفی التوبۃ)

اہل علم اس حدیث کا مفہوم یہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مقابلے میں نہ تو اعمال ہوں گے اور نہ ہی نیکیاں ہوں گی جنہیں میزان میں تولا جاسکے۔ چنانچہ جن کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی تو وہ آگ میں ڈال دیئے جائیں گے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں لوگ تہامہ کے پہاڑوں کے برابر اعمال لے کر آئیں گے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا کوئی وزن نہ ہوگا۔

اہل علم فرماتے ہیں کہ اس کلمہ کے مجازی معنی مراد ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔ چنانچہ جو لوگ کھانے وغیرہ میں گھی کا کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔ ان کے لئے اس حدیث سے گھی کی مذمت معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ بعض لوگ گھی کا استعمال بقدر کفایت سے زائد کرتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض ترین فربہ عالم ہے۔

وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مچھروں کو نمرود پر مسلط کیا تو نمرود ایک بہت بڑے لشکر کے درمیان میں تھا جس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ جب نمرود نے مچھروں کو دیکھا تو وہ لشکر سے علیحدہ ہو گیا اور گھر میں گھس گیا۔ نیز اس نے گھر کے

دروازوں کو بند کر کے پردے لٹکا دیئے۔ تھوڑی دیر کے بعد گردن کے بل لیٹ کر تدبیر سوچنے لگا۔ اتنے میں ایک مچھر نمرود کی ناک میں گھس گیا اور وہ اس کے دماغ تک پہنچ گیا۔ مچھر چالیس دن تک نمرود کو پریشان کرتا رہا، باہر نہیں نکلا۔ یہاں تک کہ نمرود اپنے سر کو زمین پر مارنے لگا۔ بالآخر نمرود کا حال یہ ہوا کہ اس کے نزدیک سب سے محبوب ترین شخص وہ تھا جو اس کے سر میں ضرب لگاتا۔ چنانچہ وہ مچھر چوزے کی طرح زمین پر گر گیا۔ گویا کہ وہ مچھر یہ کہہ رہا تھا۔ ''ذٰلِکَ یُسَلِّطُ اللّٰہُ رُسُلَہٗ عَلٰی مَنْ یَّشَاءُ مِنْ عِبَادِہٖ'' (اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے، مسلط کر دیتا ہے۔ القرآن)

چنانچہ نمرود کی تھوڑی دیر بعد موت واقع ہوگئی۔ محمد بن عباس خوارزمی الطبر خیزی نے وزیر ابی القاسم المازنی کو گرفتار کیا۔ اس کی گرفتاری کے وقت یہ اشعار کہے۔

لا تعجبوا من صید صعو بازیا ان الاسود تصاد بالخرفان

''مت تعجب کرو اگر چھوٹے چڑے نے باز کا شکار کر لیا ہے اس لئے کہ بکری کے چھوٹے بچے شیر کا شکار کر لیتے ہیں''

قد غرقت املاک حمیر فارۃ وبعوضۃ قتلت بنی کنعان

''تحقیق حمیر کے سامان کو ایک چوہیا نے غرق کر دیا اور ایک مچھر نے بنوکنعان (نمرود) کو ہلاک کر ڈالا''

جعفر الصادق بن محمد الباقر اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ موت کے فرشتے کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری صحابی کے سرہانے دیکھ کر فرمایا کہ میرے صحابی کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا اس لئے کہ یہ مومن ہے۔ فرشتے نے جواب دیا کہ میں تو ہر مومن آدمی کے ساتھ نرمی کے ساتھ پیش آتا ہوں۔ اسی طرح میں تمام گھر والوں کا دن میں پانچ مرتبہ جائزہ لیتا ہوں۔ نیز میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر روح کے قبض کرنے پر قدرت نہیں رکھتا۔''

جعفر بن محمد فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ موت کا فرشتہ نماز کے اوقات میں جائزہ لیتا ہے۔ اھ۔

مچھر کی خصوصیات مچھر کا جسم نہایت چھوٹا ہوتا ہے اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مچھر کے دماغ کے اگلے حصے میں قوت حفظ، درمیانی حصے میں قوت فکر اور آخری حصہ میں قوت ذکر ودیعت فرمائی ہے۔ نیز دیکھنے کی قوت، چھونے کی قوت اور سونگھنے کی صلاحیت بھی عطا فرمائی ہے۔ اس کے علاوہ کھانے کا منفذ، فضلات کے اخراج کی جگہ، شکم، انتڑیاں اور ہڈیاں بھی پیدا فرمائی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ذات کتنی عالیشان ہے کہ اس نے اپنی مخلوقات میں سے کسی چیز کو بھی بیکار پیدا نہیں فرمایا۔ زمخشری نے ''سورہ بقرۃ'' کی تفسیر میں درج ذیل اشعار لکھے ہیں۔

یامن یری مدالبعوض جناحھا فی ظلمۃ اللیل البیھم الالیل

''اے وہ ذات جو تاریک رات میں مچھروں کے پروں کی اڑان کا مشاہدہ کرتی ہے''

ویری مناط عروقھا فی نحوھا والمخ فی تلک العظام النحل

''اور جو مچھر کے سینے کی رگوں کے ملاپ کی جگہ اور ان کی دبلی پتلی ہڈیوں میں مغز کو دیکھتی اور ان کی حفاظت کرتی ہے''

امنن علی بتوبۃ تمحوبھا ماکان منی فی الزمان الاول

''آپ مجھ پر توبہ کا احسان کیجئے جس سے میری ماضی کی خطائیں مٹ جائیں''

ابن خلکان نے بعض علماء کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ امام زمخشری نے وصیت کی تھی کہ درج ذیل اشعار ان کی قبر پر لکھ دیئے جائیں۔آخری شعر میں دوسری قرات بھی ہے ؎

اغفر لعبد تاب من فرطاتہ ماکان منی فی الزمان الاول

''(اے اللہ) تو اپنے بندے کو معاف فرمادے جس نے ماضی کے کئے ہوئے گناہوں سے توبہ کر لی ہے''

امام زمخشری کے حالات تاریخ ابن خلکان میں مذکور ہے کہ امام زمخشری معتزلی مذہب کے پیروکار تھے اور وہ اس کا اظہار بھی کیا کرتے تھے۔ نیز جب کسی کے یہاں اندر داخل ہونے کی اجازت طلب کرتے تو فرماتے کہ میں ابوالقاسم المعتزلی ہوں۔امام زمخشری نے سب سے پہلی جو کتاب تصنیف کی وہ ''تفسیر کشاف'' ہے۔ چنانچہ وہ خطبہ لکھ کر یوں حمد وثنا کرتے ہیں۔''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ الْقُرْآنَ'' (تمام تعریفیں اس ذات کیلئے ہیں جس نے قرآن مجید کی تخلیق فرمائی) چنانچہ جب لوگوں نے زمخشری سے کہا کہ اس سے تو لوگ آپ کی کتاب کو پڑھنا چھوڑ دیں گے تو انہوں نے الفاظ میں فوراً تبدیلی کر لی اور یوں لکھ دیا۔''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ الْقُرْآنَ'' (ہماری تعریفیں اس ذات کیلئے ہیں جس نے قرآن کو بنایا) چنانچہ معتزلہ کے نزدیک ''جَعَلَ'' کا لفظ ''خَلَقَ'' کے معنوں میں مستعمل ہے۔

''تفسیر کشاف'' کے اکثر نسخوں میں یہ الفاظ موجود ہیں ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْزَلَ الْقُرْآنَ'' (تمام تعریفیں اس ذات کیلئے ہیں جس نے قرآن کو نازل فرمایا) لیکن اس بات کو جان لو کہ یہ مصنف کی ترمیم یا اصلاح نہیں ہے بلکہ بعد میں لوگوں نے اس طرح لکھ دیا ہے۔امام زمخشری کی وفات عرفہ کی رات ۵۳۸ھ میں ہوئی۔(احیاء العلوم ''باب المحبۃ'' میں مچھر کی پیدائش کے اسرار بیان کئے گئے ہیں)

فائدہ امام ابوبکر محمد بن ولید فہری الطرطوشی متقی، ادیب اور کم گفتگو کرنے والے آدمی تھے۔ ان کی وفات اسکندریہ میں ۵۰۲ھ میں ہوئی۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ شیخ الامام العلامہ ابی بکر محمد بن ولید الفھری الطرطوشی کی ''کتاب الدعاء'' میں لکھا ہے کہ مطرب بن عبداللہ بن ابی مصعب مدنی کہتے ہیں کہ جب میں منصور کے دربار میں آیا تو منصور پریشان تھے۔ نیز کسی سے بات بھی نہیں کر رہے تھے۔اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کا کوئی گہرا دوست ان سے جدا ہو گیا تھا۔تھوڑی دیر کے بعد منصور نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا اے مطرب! مجھ پر رنجیدگی اور غم کا اتنا غلبہ ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر اس کو کوئی بھی دور نہیں کر سکتا۔ کیا کوئی دعا ایسی ہے جس کے ذریعے سے یہ غم ختم ہو جائے۔مطرب کہتے ہیں کہ میں نے کہا جناب والا مجھ سے محمد بن ثابت نے عمرو بن ثابت بصری کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ بصرہ کے ایک آدمی کے کان میں مچھر گھس گیا۔ یہاں تک کہ مچھر کان کے پردے کے قریب پہنچ کر قوت شنوائی تک اثر انداز ہو گیا جس کی وجہ سے اس آدمی کی رات کی نیند ختم ہو گئی۔ چنانچہ حضرت حسن بصریؒ کے ساتھیوں میں سے کسی نے یہ تلقین کی کہ تم صحابی رسولؐ علاء بن حضرمی کی دعا پڑھو جو انہوں نے جنگل اور دریا کی ہولناکی کے وقت پڑھی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں نجات عطا فرمائی۔ بصرہ کے آدمی نے کہا کہ وہ دعا کونسی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ''حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ علاء

حضرمیؓ کو ایک لشکر دے کر بحرین بھیجا گیا جس میں میں (ابو ہریرہؓ) بھی شریک تھا۔ لشکر راستہ کو طے کرتے ہوئے ایک جنگل سے گزرا۔ چنانچہ ہمیں پیاس کی شدت محسوس ہوئی۔ اتنے میں "علاء حضرمیؓ" نے اتر کر دو رکعت نماز ادا کی اور یہ دعا کی "یَاحَلِیْمُ یَاعَلِیْمُ یَاعَلِیُّ یَاعَظِیْمُ" ہمیں پانی سے سیراب فرمادے۔ بس یہ کہنا تھا کہ بادل کا ٹکڑا پرندہ کے بازو کی طرح آیا اور چھا گیا۔ اس کے بعد اس قدر بارش ہوئی کہ ہمارے برتن بھر گئے۔ چنانچہ ہم نے سواروں کو پانی پلایا اور تھوڑی دیر کے بعد کوچ کیا۔ یہاں تک کہ خلیج کے پاس پہنچ گئے۔ ہم نے دیکھا کہ خلیج کے اندر اس قدر جوش و تلاطم تھا کہ ہم نے اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔

ہمارے پاس دریا کو عبور کرنے کیلئے کوئی کشتی نہیں تھی۔ پھر علاء حضرمیؓ نے دو رکعت پڑھی۔ پھر یہ دعا کی "یَاحَلِیْمُ یَاعَلِیْمُ یَاعَلِیُّ یَاعَظِیْمُ" ہمیں اس دریا سے پار کردے۔ پھر علاء حضرمیؓ نے گھوڑے کی لگام تھامتے ہوئے فرمایا کہ بھائیو اللہ کا نام لو اور دریا سے پار ہو جاؤ۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اتنے میں ہم لوگ پانی میں اتر گئے۔ خدا کی قسم نہ ہمارے پاؤں گیلے ہوئے، نہ موزے اور نہ کسی جانور کا کھر۔ نیز لشکر کی تعداد چار ہزار تھی۔ (الحدیث)

چنانچہ اس بصرہ کے آدمی نے یہ دعا پڑھی تو تھوڑی دیر کے بعد دو بھنبھناتے ہوئے مچھر نکلے جو دیوار سے جا کر ٹکرا گئے اور اس آدمی کو نجات مل گئی۔ یہ واقعہ سنتے ہی خلیفہ منصور نے قبلہ رخ ہو کر اس دعا کا ورد شروع کردیا۔ مطرف کہتے ہیں کہ تھوڑی دیر کے بعد خلیفہ منصور نے میری طرف متوجہ ہو کر میرا نام لے کر فرمایا کہ مطرف اللہ تعالیٰ نے مجھے غم سے نجات عطا فرمادی ہے۔ اس کے بعد خلیفہ منصور نے کھانا منگوایا اور مجھے اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا۔ مورخ ابن خلکان نے موسیٰ الکاظم بن جعفر الصادق کے حالات زندگی میں اسی جیسا ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ "ایک مرتبہ موسیٰ الکاظم کو خلیفہ ہارون الرشید نے بغداد میں گرفتار کر کے قید کرلیا۔ کچھ دنوں کے بعد ہارون الرشید نے کوتوال کو بلایا اور کہا کہ میں نے رات کو خواب میں ایک حبشی کو دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا نیزہ تھا وہ مجھ سے یہی کہہ رہا تھا کہ موسیٰ الکاظم کو رہا کردو ورنہ میں تمہیں اسی نیزے سے قتل کردوں گا۔ اس لئے تم موسیٰ الکاظم کو جا کر رہا کردو۔ نیز انہیں تیس ہزار درہم بطور ہدیہ دے دو۔ مزید یہ بھی کہنا کہ اگر آپ ہم سے کوئی عہدہ لینا چاہیں تو دیا جاسکتا ہے ورنہ مدینہ منورہ جانا چاہیں تو آپ کو اختیار ہے۔" کوتوال نے کہا کہ میں نے ہارون الرشید کی باتیں موسیٰ بن کاظم سے نقل کردیں۔ مزید یہ بھی کہا کہ آپ کے معاملہ کو بالکل عجیب انداز سے دیکھا۔ موسیٰ الکاظم نے فرمایا کہ میں تمہیں اس کا راز بتاتا ہوں کہ ایک رات میں سو رہا تھا کہ خواب میں مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے موسیٰ! تمہیں ناحق قید کرلیا گیا ہے لہٰذا تم یہ دعا پڑھا کرو۔ تم اس رات کے گزرنے سے پہلے رہا کردیئے جاؤ گے۔ وہ دعا یہ ہے۔

"یا سامع کل صوت یا سابق کل فوت و یا کاسی العظام لحما و منشرھا بعدالموت اسالک باسمائک العظام وباسمک الاعظم الاکبر المخزون المکنون الذی لم یطلع علیه احد من المخلوقین یاحلیما ذا اناۃ لا یقدر علی اناته یاذا المعروف الذی لا ینقطع معروفه ابدا ولا نحصی له عددا فرج عنی" پھر اس کے بعد وہی ہوا جو تم دیکھ رہے ہو۔

موسیٰ کاظم کی وفات ماہ رجب ۱۸۳ھ یا ۱۸۶ھ کو بغداد میں ہوئی۔ آپ کو زہر دے دیا گیا تھا۔ بعض اہل علم کے نزدیک موسیٰ کاظم کی وفات جیل میں ہوئی۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ موسیٰ کاظم کی قبر پر دعا قبول ہوتی ہے۔ اس کی وضاحت خطیب ابوبکر نے کی ہے۔

ابن خلکان نے بھی یعقوب بن داؤد کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ خلیفہ مہدی نے موسیٰ الکاظم کو ایک کنوئیں میں قید کر کے اس کے اوپر ایک گنبد بنوا دیا تھا۔ چنانچہ موسیٰ الکاظم پندرہ سال اس کنویں میں قید رہے۔ اسی کنویں میں آپ کو کھانا بھیج دیا جاتا تھا اور نماز کے اوقات سے مطلع کر دیا جاتا تھا۔ موسیٰ کاظم فرماتے ہیں جب بارہ سال اسی کنواں میں گزر گئے تو تیرہویں سال ایک صاحب آئے اور یہ شعر پڑھ کر چلے گئے ۔

قدحن یوسف رب فاخرجه   من قعر جب وبیت حوله غمم

''حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مہربانی کا معاملہ فرمایا اور انہیں ایسے کنویں اور ایسے گھر سے باہر نکالا جس کے اردگرد حزن وملال نے ڈیرے ڈال رکھے تھے''

موسیٰ کاظم کہتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرنے کے بعد یہ سمجھا کہ شاید اب میری پریشانی ختم ہو جائے گی۔ پھر اس کے بعد ایک سال تک میں اسی کنویں میں رہا۔ پھر دوسرے سال خواب میں ایک شخص کو دیکھا جو یہ اشعار سنا کر چلے گئے ۔

عسى فرج یاتی به الله انه   له کل یوم فی خلیقته امر

''عنقریب اللہ تعالیٰ کشادگی کا معاملہ فرمائیں گے اس لئے کہ وہ روزانہ اپنی مخلوق کے متعلق ''امر'' کرتے ہیں''۔

موسیٰ کاظم کہتے ہیں کہ میں پھر ایک سال تک کنواں میں مقید رہا۔ پھر دوسرے سال کے شروع خواب میں ایک شخص کو یہ شعر پڑھتے ہوئے دیکھا ۔

عسى الكرب الذی امسیت فیه   یکون ورائه فرج قریب

''عنقریب اس مصیبت کے بعد جس میں تم گرفتار ہو، آسانی اور کشادگی آ رہی ہے''

فیامن خائف ویفک عان   ویاتی اهله النائی الغریب

''پس اے وہ شخص جو خوفزدہ ہے مصیبت دور ہو جائے گی اور تو اپنے دور دراز کے گھر والوں سے ملاقات کرے گا''

موسیٰ کاظم کہتے ہیں کہ جب صبح ہوئی تو مجھے کسی نے آواز دی تو میں نے محسوس کیا کہ شاید مجھے نماز کی اطلاع دی جا رہی ہے۔ اتنے میں ایک رسی لٹکائی گئی تو اس رسی کو میں نے اپنی کمر سے باندھ لیا۔ پھر مجھے کنوئیں سے نکال لیا گیا۔ چنانچہ اس کے بعد ہارون الرشید کے دربار میں حاضر کیا گیا۔ مجھ سے کہا گیا کہ امیر المومنین کو سلام کرو۔ میں نے کہا ''السلام علیکم یا امیر المومنین المهدی'' امیر المومنین نے مجھے جواب دیا کہ میں مہدی نہیں ہوں۔ پھر میں نے کہا ''السلام علیکم یا امیر المومنین الهادی'' امیر المومنین نے جواب دیا کہ میں ہادی نہیں ہوں۔ پھر میں نے کہا ''السلام علیکم یا امیر المومنین'' امیر المومنین نے کہا ہاں میں ہارون الرشید ہوں۔ پھر میں نے کہا ''السلام علیکم یا امیر المومنین الرشید'' امیر المومنین ہارون الرشید نے کہا اے یعقوب بن داؤد میرے پاس کسی نے تمہاری سفارش نہیں کی۔ البتہ ایک دن میں اپنی بچی کو گردن کو کندھے پر اٹھائے ہوئے تھا تو اس وقت مجھے تمہارا اٹھانا یاد آ گیا۔ اس لئے کہ تم مجھے بچپن میں اسی

طرح کندھے پر اٹھا کر کھلایا کرتے تھے۔ موسیٰ کاظم کہتے ہیں۔ یہ کہہ کر ہارون الرشید نے مجھے انعام دینے کا حکم دیا اور جانے کی اجازت دیدی۔

الحکم مچھر گندگی کی وجہ سے حرام ہے۔

فائدہ امام بخاریؒ نے ''کتاب الادب'' میں اور امام ترمذیؒ نے ''مناقب الحسن والحسین ؓ'' میں یہ روایت نقل کی ہے۔ ''عبدالرحمٰن بن نعیم کہتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عمرؓ کے پاس تھا کہ ایک آدمی نے مچھر کے خون کے متعلق پوچھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا تمہارا تعلق کس خاندان سے ہے؟ اس نے کہا میں اہل عراق سے ہوں۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا لوگو! اس آدمی کو دیکھو یہ مجھ سے مچھر کے خون کے متعلق سوال کر رہا ہے۔ حالانکہ ان لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے (حضرت حسینؓ) کو شہید کر دیا ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ حسنؓ اور حسینؓ دونوں میرے دنیا کے پھول ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سے زیادہ کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نہیں تھا۔'' (الحدیث)

ابن حبان اور ترمذی کی ایک روایت اس طرح ہے۔ ''حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضرت حسنؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینے سے سر تک زیادہ مشابہ تھے اور حضرت حسینؓ سینے سے نیچے کے حصہ میں نبی اکرمؐ سے زیادہ مشابہ تھے۔'' (الحدیث)

دوسرا فائدہ ''الروض الزاہر'' میں مذکور ہے۔ امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ جب حجاج بن یوسف کو یہ بات پہنچی کہ یحییٰ بن یعمر کا یہ خیال ہے کہ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کا تعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان اور اہل بیت سے ہے تو حجاج نے قتیبہ بن مسلم والی خراسان کو لکھا کہ یحییٰ بن یعمر کو میرے پاس بھیج دو۔ اس لئے کہ یحییٰ خراسان میں مقیم تھے۔ چنانچہ جب یحییٰ بن یعمر حجاج کے پاس آئے۔ شعبی کہتے ہیں کہ میں اس وقت حجاج ہی کے پاس تھا۔ حجاج نے یحییٰ بن یعمر سے پوچھا کہ میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ حسنؓ اور حسینؓ کا تعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے ہے؟ یحییٰ بن یعمر نے جواب دیا اے حجاج! ہاں یہ بات صحیح ہے۔ امام شعبی فرماتے ہیں کہ مجھے یحییٰ بن یعمر کی جرات مندانہ گفتگو سے حیرت ہوئی کہ انہوں نے ''یا حجاج'' کے الفاظ کہہ دیئے۔ حجاج نے کہا کہ خدا کی قسم اگر تم اس بات کے ثبوت میں قرآن کریم کی مشہور آیت کریمہ ''فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاءَ نَا وَاَبْنَاءَ كُمْ وَنِسَاءَ نَا وَنِسَاءَ كُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ'' (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ فرما دیئے آؤ ہم اور تم خود بھی آ جائیں اور اپنے اپنے بال بچوں کو بھی لے آئیں اور خدا سے دعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت ہو۔ آل عمران: آیت نمبر ۶۱) کے علاوہ کسی دوسری آیت کو بطور دلیل پیش کر دو تو تمہیں میری امان مل جائے گی۔ نیز کسی چیز کا خطرہ نہ کرو۔ یحییٰ بن یعمر نے کہا جی ہاں میں قرآن کریم کی دوسری آیت دلیل کے طور پر پیش کروں گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ''وَوَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ'' (پھر ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحٰقؑ اور یعقوبؑ جیسی اولاد عطا کی اور ہر ایک کو راہ راست دکھائی (وہی راہ راست جو) اس سے پہلے نوح علیہ السلام کو دکھائی تھی اور اسی کی نسل سے ہم نے داؤدؑ، سلیمانؑ، ایوبؑ، یوسفؑ، موسیٰؑ اور ہارونؑ کو ہدایت بخشی۔ اسی طرح ہم نیکوکاروں کو ان کی نیکی کا بدلہ دیتے

ہیں۔(اسی کی اولاد سے) زکریا، یحییٰ عیسیٰ اور الیاسؑ کو (راہ یاب کیا) ہرایک ان میں سے صالح تھا۔(الانعام)

یہ آیت پڑھنے کے بعد یحییٰ بن یعمر نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں شمار کیا ہے حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔ نیز حضرت عیسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان ایک طویل عرصہ گزر چکا ہے جتنا کہ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان نہیں گزرا۔ حجاج بن یوسف نے کہا واقعی آپ نے بہت اچھی دلیل پیش فرمائی ہے۔ خدا کی قسم ہم نے بارہا قرآن مجید کی تلاوت کی لیکن اس آیت پر کبھی غور نہیں کیا۔ یہ عجیب وغریب استدلال ہے۔ پھر حجاج نے یحییٰ بن یعمر سے کہا کہ آپ کا میرے متعلق کیا خیال ہے؟ کیا میں اعرابی غلطی تو نہیں کرتا۔ یحییٰ بن یعمر خاموش ہوگئے۔ حجاج نے کہا میں تمہیں قسم دیتا ہوں ضرور بتاؤ۔ یحییٰ بن یعمر نے کہا اے امیر المومنین! اگر آپ مجھے قسم دیتے ہیں تو میں ضرور بتاؤں گا آپ کسرہ (زیر) کو ضمہ (پیش) پڑھتے ہیں اور ضمہ (پیش) کو زبر (فتحہ) پڑھتے ہیں۔ حجاج نے کہا کہ میں تو واضح اعراب کی غلطی کر رہا تھا۔ چنانچہ حجاج نے اس واقعہ سے متاثر ہوکر قتیبہ بن مسلم والی خراسان کو لکھا کہ جب تمہیں میرا یہ خط ملے تو یحییٰ بن یعمر کو اپنا قاضی مقرر کر لینا۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ حجاج نے یحییٰ بن یعمر سے کہا آپ نے سنا ہے کہ میں اعراب کی غلطی کرتا ہوں۔ یحییٰ بن یعمر نے کہا کہ ایک حرف میں۔ حجاج نے کہا کس جگہ پر۔ یحییٰ نے کہا کہ قرآن کریم میں۔ حجاج نے کہا پھر تو وہ بہت بڑی غلطی ہے۔ وہ کونسی غلطی ہے۔ یحییٰ نے کہا وہ غلطی یہ ہے کہ آپ ''قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُ كُمْ وَاَبْنَآؤُ كُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ نِ اقْتَرَ فْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنَ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ'' (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز و اقارب اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور تمہارے وہ کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے اور تمہارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے۔التوبہ)

اس آیت کو رفع کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ حجاج نے کہا کہ آپ نے یقیناً میری کوئی اعراب کی غلطی نہیں سنی۔ چنانچہ پھر یحییٰ بن یعمر کو خراسان بھیج دیا گیا۔امام شعبی کہتے ہیں کہ حجاج بن یوسف طویل گفتگو کی وجہ سے اپنے موضوع کو بھول گئے تھے۔

ابن خلکان نے یحییٰ بن یعمر کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ اس میں تھوڑی بات صحیح نہیں ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن یعمر کی گفتگو میں اس بات کی تصریح ملتی ہے کہ ''فی'' کی ضمیر اور ''وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ'' کی ضمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ الکواشی اور بغوی کی تفسیر میں مذکور ہے کہ ''ضمیر'' نوح علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ اس لئے کہ یونس علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کا ذکر پیغمبروں میں کیا گیا ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ زکریاؑ، یحییٰؑ، عیسیٰؑ، الیاسؑ، ''كُلٌّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ'' چنانچہ یونس علیہ السلام اور لوط علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کی ذریت میں ہیں نہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں لیکن دوسرے قول کے مطابق ان کا استدلال بھی صحیح ہے۔

ابن خلکان کہتے ہیں کہ یحییٰ بن یعمر تابعی، قرآن کے عالم اور علم النحو کے ماہر شیعہ عالم تھے لیکن ان کا شمار معتقدین شیعوں میں

ہوتا ہے اس لئے کہ یہ غالی شیعہ نہیں تھے۔ یحییٰ بن یعمر کسی صحابی کی تنقیص کئے بغیر فضیلت اہل بیت کے قائل تھے۔ ابن خلکان نے کہا ہے کہ ایک مرتبہ بصرہ کے حاکم نے خطبہ دیتے ہوئے کہا ''اِتَّقُوْا اللہَ فَاِنَّہٗ مَنْ یَّتَّقِ اللہَ فَلَا ھَوَارَۃَ عَلَیْہِ'' (اللہ سے ڈرو اس لئے کہ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، اسے ہلاکت کا خوف نہیں ہوتا) چنانچہ اہل بصرہ ''ھوارہ'' کا مفہوم نہیں سمجھ سکے تو ان لوگوں نے یحییٰ بن یعمر سے اس کا مطلب پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو اسے ہلاک اور ضائع ہونے کا خطرہ نہیں ہوتا۔ امام اصمعی نے اس پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ عجیب وغریب باتوں کا دائرہ تو وسیع ہے لیکن میں نے اس قسم کی بات نہیں سنی۔ یحییٰ بن یعمر کی وفات ۱۲۹ھ میں ہوئی۔ یعمر کا لفظ یاء کی زبر کے ساتھ ہے لیکن بعض اہل علم نے یاء پر پیش بھی پڑھا ہے لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

اختتامیہ نصر اللہ بن یحییٰ جو اہل سنت کے مستند عالم ہیں، فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت علیؓ کو خواب میں دیکھا تو میں نے ان سے یہ سوال کیا کہ اے امیر المومنین آپ لوگ مکہ مکرمہ کو فتح کرتے ہوئے یہ بھی کہہ رہے تھے کہ جو بھی ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے، اسے امان ہے لیکن جو آپ کے صاحبزادے حسنؓ کے ساتھ سلوک کیا گیا وہ سب کے علم میں ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ کیا تم نے اس کے متعلق ابن الصیفی کے اشعار نہیں سنے۔ میں نے جواب دیا نہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا جاؤ ابن الصیفی سے ہی سن لو۔ چنانچہ میں بیدار ہو گیا اور دوڑتا ہوا ''حیص بیص'' شاعر کے پاس پہنچا اور ان سے اپنے خواب کا تذکرہ کیا تو وہ رونے لگے۔ یہاں تک کہ سسکیاں لینے لگے۔ پھر انہوں نے قسم کھا کر بیان کیا کہ جو بھی اشعار انہوں نے کہے ہیں وہ کسی کو نہیں لکھوائے اور وہ صرف اسی رات میں منظوم کئے گئے ہیں۔ پھر انہوں نے اشعار سنائے۔

ملکنا فکان العفو منا سجیة　　　فلما ملکتم سال بالدم ابطح

''ہم مالک بنے تو عفو و درگزر ہماری عادت بن گئی، لیکن جب تم مالک ہوئے تو خون کے نالے بہہ پڑے''

و حللتموا قتل الاساری وطالما　　　عدونا علی الاسری فنعفو و نصفح

''اور تم نے حلال سمجھا قیدیوں کے خون کو تاکہ دشمن ایک لمبے عرصے تک ہماری قید میں رہے لیکن ہم معاف کرتے رہے اور درگزر کرتے رہے''

وحسبکمو ھذا التفاوت بیننا　　　و کل اناء بالذی فیہ ینضح

''اور ہمارے اور تمہارے درمیان یہی تفاوت (فرق) کافی ہے۔ درحقیقت برتن میں جو چیز موجود ہو وہی ٹپکتی ہے۔''

''الحیص بیص'' شاعر کا نام سعد بن محمد ابوالفوارس التمیمی ہے۔ لیکن وہ ابن الصیفی کے نام سے زیادہ مشہور تھے۔ نیز ان کا لقب حیص بیص تھا۔ ایک مرتبہ انہوں نے لوگوں کو کسی اہم معاملہ میں الجھا ہوا دیکھا تو شاعر نے کہا کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا کہ وہ ''حیص بیص'' میں پڑ گئے۔ یعنی ایسے معاملہ میں الجھ گئے جس سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں ہے۔ اسی وقت سے اس کا لقب ''حیص بیص'' پڑ گیا۔ حیص بیص شاعر نے علم فقہ امام شافعیؒ سے حاصل کیا۔ لیکن علم و ادب اور شاعری سے زیادہ دلچسپی رکھتے تھے۔ ان کے اشعار بہت عمدہ ہوتے۔ چنانچہ جب لوگ حیص بیص شاعر سے ان کی عمر کے متعلق پوچھتے تو وہ کہتے کہ میں دنیا میں اندازے سے زندگی گزار رہا ہوں۔

حیص بیص یہ جواب اس لئے دیتے تھے کہ انہیں اپنی "تاریخ ولادت" صحیح یادنہیں تھی۔

حیص بیص کا انتقال ۵۷۴ھ کو ہوا۔ ان کے عمدہ اشعار یہ ہیں ۔

یا طالب الرزق فی الافاق مجتهدا　　اقصر عناک فان الرزق مقسوم

"اے دنیا میں محنت و مشقت سے رزق کو تلاش کرنے والے اپنی دوڑ دھوپ کو کم کردے اس لئے کہ رزق تقسیم ہو چکا ہے"

الرزق یسعی الی من لیس یطلبه　　وطالب الرزق یسعی وهو محروم

"رزق اس کے پاس پہنچ جاتا جو اس کا طلبگار نہ ہو اور رزق کو تلاش کرنے والا کوشش کے باوجود محروم رہتا ہے"

یہ اشعار بھی "حیص بیص" کے ہیں ۔

یاطالب الطب من داء اصیب به　　ان الطبیب الذی ابلاک بالداء

"اے بیماری میں مبتلا دوا کے طلب کرنے والے یقیناً دوا کرنے والا (شفا دینے والا) وہی ہے جس نے تمہیں بیماری میں مبتلا کیا ہے"

هو الطبیب الذی یرجی لعافیة　　لامن یذیب لک التریاق فی الماء

"طبیب تو وہ ہے جس سے عافیت کی امید کی جاتی ہو۔ طبیب وہ نہیں ہے جو تمہارے لئے پانی میں تریاق (زہر) گھول رہا ہو"

یہ اشعار بھی انہی کے ہیں ۔

اله عما استاثر الله به　　ایهاالقلب ودع عنک الحرق

"عبادت کے لائق وہی ہے جو موت دیتا ہے۔ اے دل سوز و تپش کو اپنے اوپر سے دور کردے"

فقضاء الله لا یدفعه　　حول محتال اذا الامر سبق

"پس اللہ کے فیصلہ کو بدلنے کی کسی میں ہمت نہیں جبکہ حکم نافذ کردیا گیا ہو"

یہ اشعار بھی "حیص بیص" کی طرف منسوب ہیں ۔

انفق ولا تخش اقلالا فقد قسمت　　علی العباد من الرحمن ارزاق

"خوب خرچ کرو اور کمی کا فکر نہ کرو اس لئے کہ رحمٰن کی طرف سے بندوں کا رزق تقسیم کردیا گیا ہے"

لا ینفع البخل مع دنیا مولیة　　ولا یضر مع الاقبال انفاق

"دنیا سے رخصت ہوتے وقت بخل نفع بخش نہیں ہوتا اور اسی طرح دنیا میں آتے ہوئے خرچ نقصان دہ نہیں ہوتا"

الامثال عرب کہتے ہیں "هُوَ اَعَزُّ مِنْ مُخِّ الْبَعُوْضِ" (وہ مچھر کے مغز سے زیادہ نایاب ہے) یہ بھی کہتے ہیں "کَلَّفْتَنِیْ مُخَّ الْبَعُوضِ" (تو نے مجھے مچھر کے مغز کی تکلیف دی ہے۔)

فائدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "اِنَّ اللهَ لَا یَسْتَحْیٖٓ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا" (ہاں، اللہ تعالیٰ اس سے ہرگز نہیں شرماتا کہ مچھر یا اس سے بھی حقیر تر کسی چیز کی تمثیلیں دے۔ البقرہ آیت ۲۶)

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ کفار مکہ نے اس سورۃ کے علاوہ مکھی اور مکڑی وغیرہ سے مثال

دینے کے متعلق انکار کیا کہ ان تمام اشیاء سے مثال نہیں دی جاتی۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں منافقین کے متعلق دو مثالیں دے کر بیان کیا "مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِی اسْتَوْقَدَ نَارًا" (ان کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ جلائی ہو۔البقرہ) "اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ" (یا ان کی مثال اس طرح ہے کہ جیسے آسمان سے بارش ہو۔البقرہ)

چنانچہ کفار نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تو ایسی مثالیں دینے سے بالاتر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ امام کسائیؒ فرماتے ہیں کہ ابوعبیدہ وغیرہ جن کا شمار جلیل القدر مفسرین میں ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ "فَمَا فَوْقَهَا" میں ایک حقیر اور چھوٹی چیز کی جانب اشارہ مقصود ہے۔ حضرت قتادۃ اور ابن جریج فرماتے ہیں کہ "فَمَا فَوْقَهَا" سے مراد مچھر سے بڑی اشیاء ہیں۔ مفسر قرآن ابن عطیہ کا قول یہ ہے کہ اس میں جھگڑے کی کوئی بات نہیں ہے۔ دونوں معانی مراد لئے جاسکتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

البعیر

"البعیر" (اونٹ) اونٹ کو مینگنی کرنے کی وجہ سے "بعیر" کہا جاتا ہے۔ عربی میں "بعر البعیر یبعر" ماضی اور مضارع دونوں میں "عین" کلمہ پر زبر ہے اور مصدر کا صیغہ "بعراً" کے عین کلمہ پر سکون ہے جس طرح کہ "ذَبَحَ ، ذَبْحًا" میں مصدر کا عین کلمہ سکون کے ساتھ آتا ہے۔ چنانچہ ابن السکیت نے کہا ہے کہ "بعیر" اسم جنس ہے جس کا اطلاق نر اور مادہ دونوں پر ہوتا ہے۔ اونٹوں کے ناموں میں لفظ "بعیر" بالکل اس طرح ہے جیسا کہ انسانوں کے لئے لفظ "انس" مستعمل ہے۔ چنانچہ لفظ "جَمَل" نر کے لئے اور لفظ "نَاقَة" مونث کے لئے اور "قُعُوْد" نوجوان اونٹ کیلئے اور "قلوص" بچہ کے لئے مستعمل ہے لیکن بعض عرب یہ بھی کہتے ہیں "صَرَعَتْنِیْ بَعِیْرِیْ اَیْ نَاقَتِیْ" (مجھے میری اونٹ نے پچھاڑ دیا ہے) اور "شَرِبْتُ مِنْ لَبَنِ بَعِیْرِیْ اَیْ مِنْ لَبَنِ نَاقَتِیْ" (یعنی میں نے اپنی اونٹنی کا دودھ پیا۔)

جس وقت اونٹ ۹ سالہ یا ۴ سالہ ہوجاتا ہے تو اس وقت اسے "بعیر" کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع "ابعر، اباعر اور بعران" آتی ہے۔

حضرت مجاہدؒ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"وَلِمَنْ جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيْرٍ" (اور جو شخص اسے لائے گا اسے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر غلہ دیا جائے گا۔ سورۃ یوسف)

یہاں لفظ "بعیر" سے مراد گدھا ہے اس لئے کہ بعض عرب "بعیر" گدھے کو بھی کہتے ہیں لیکن یہ شاذ ہے۔

بعیر کے چند فقہی مسائل (۱) اگر کسی نے مرنے کے بعد "بعیر" کی وصیت کی تو اس وصیت میں اونٹنی بھی شامل ہوگی۔ لیکن اگر کسی نے بکری کی وصیت کی تو اس میں بکرا شامل نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی نے اونٹنی کی وصیت کی یا بکرا کی وصیت کی تو ان دونوں صورتوں میں اونٹ اور بکرا شامل نہیں ہوں گے۔ ظاہری عبارت سے یہی معلوم ہوتا ہے لیکن عرف نے کلام عرب کے خلاف "بعیر" کو جمل کا درجہ دے دیا ہے۔ امام رافعیؒ فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی کلام عرب میں نص کو اتار دینے کی وجہ سے ایک واسطہ معلوم ہوگا۔ مثلاً جب عرف عام میں "بعیر"، "جمل" کے معنوں میں کثرت سے استعمال ہونے لگے لیکن اگر عرف عام میں کثرت سے استعمال نہ ہوا ہو تو پھر لغت کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ امام سبکی فرماتے ہیں کہ ان جیسے مسائل میں نص کے خلاف تصحیح کرنا بعید ہے۔ اس لئے کہ امام شافعیؒ

لغت کو زیادہ جانتے تھے۔ اس لئے کوئی بھی مسئلہ سوائے عرف عام میں مشہور ہونے کی وجہ سے اپنی اصل سے خارج نہیں ہوگا۔ اس لئے اگر کوئی مسئلہ صحیح ہوگا تو وہ عرف عام میں معروف ہوگا۔ بخلاف امام شافعیؒ کے قول کے کہ لغت کی اتباع کرو ورنہ عرف عام کی اتباع ہی اولیٰ ہے۔ (۲) اگر کسی کنویں میں دو اونٹ گر جائیں اور دونوں ایک دوسرے کے اوپر ہوں تو اگر اوپر والے کو نیزہ مارا گیا اور نیچے والا اونٹ اوپر والے اونٹ کے بوجھ تلے دب کر مر گیا تو یہ حرام ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اسے نیزہ نہیں لگا ہے لیکن اگر نیزہ دونوں اونٹوں کو لگ گیا ہو تو دونوں اونٹ حلال ہوں گے۔ نیز اگر اس بات کا شک ہو کہ نیچے والا اونٹ اوپر والے کے بوجھ سے مرا ہے یا نیزہ کی وجہ سے مرا ہے تو دیکھا جائے گا کہ اس کے نیزہ جان نکلنے سے پہلے لگا ہے یا بعد میں لگا ہے۔ امام بغویؒ کے فتویٰ کے مطابق حلال اور حرام دونوں صورتوں کا احتمال ہے۔ جیسے کہ اگر کوئی غلام غائب ہو جائے تو کیا اسے کفارہ میں آزاد کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۳) اگر کسی نے غیر مقدور جانور پر تیر چلایا پھر وہ مقدور ہو کر غیر مذبح میں پہنچ گیا تو وہ حرام ہوگا اور اگر کسی مقدور جانور کو تیر مارا۔ پھر وہ غیر مقدور ہو گیا تو وہ مذبح میں پہنچنے کی صورت میں حلال ہوگا اور غیر مذبح میں پہنچنے کی صورت میں اس کی حرمت کا فتویٰ دیا جائے گا۔

سنن ابی داؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ ''اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا تَزَوَّجَ اَحَدُکُمْ اِمْرَأَۃً اَوْ اشْتَرٰی جَارِیَۃً اَوْ غُلَامًا اَوْ دَابَّۃً فَلْیَاخُذْ بِنَاصِیَتِھَا وَلْیَقُلْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ خَیْرَہٗ وَخَیْرَ مَا جَبَلَ عَلَیْہِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّہٖ وَشَرِّ مَا جَبَلَ عَلَیْہِ وَاِذَا شْتَرٰی بَعِیْرًا فَلْیَاخُذْ بِذَرْوَۃِ سَنَامِہٖ وَلْیَدْعُ بِالْبَرَکَۃِ وَلْیَقُلْ مِثْلَ ذٰلِکَ''

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرے یا کوئی لونڈی یا غلام یا کوئی جانور خریدے تو اس کی پیشانی کو پکڑ کر یہ دعا پڑھے۔ اے اللہ میں آپ سے اس چیز کی بھلائی اور جو اس میں بھلائی رکھ دی گئی ہے، طلب کرتا ہوں اور میں اس کے شر سے اور جو شر اس میں رکھ دیا گیا ہے تیری پناہ چاہتا ہوں اور فرمایا جب کوئی اونٹ خریدے تو اونٹ کے کوہان کو پکڑ کر برکت کی دعا کرے اور اسے چاہئے کہ یہی کلمات پڑھے'' (الحدیث)

فائدہ | ابن الاثیر نے کہا ہے کہ ایک مرتبہ خلاد بن رافع اور ان کے بھائی دونوں میدان بدر کی جانب ایک دبلے پتلے اونٹ پر سوار ہو کر جا رہے تھے جب یہ دونوں مقام روحا کے قریب پہنچے تو اونٹ بیٹھ گیا۔ چنانچہ ان دونوں نے یہ نذر مانی کہ خدایا اگر ہم بدر تک پہنچ گئے تو ہم تیرے نام پر اونٹ کی قربانی کریں گے۔ اتنے میں ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیریت دریافت کی؟ چنانچہ ہم نے اپنی پریشانی سے آگاہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اترے اور وضو فرمایا۔ پھر آپؐ نے وضو کے بچے ہوئے پانی میں تھوک دیا۔ پھر انہیں اونٹ کا منہ کھولنے کا حکم دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کے منہ میں تھوڑا سا پانی ڈال دیا اور تھوڑا سا پانی سر، گردن، کندھے، کوہان، پچھلے حصے اور دم پر ڈال دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ خلاد اور رفاعہ کو سفر کرنے کی طاقت عطا فرما۔ چنانچہ دونوں بھائی کہتے ہیں کہ پھر ہم سوار ہو کر سفر کرتے رہے یہاں تک کہ ہم نے پہلے قافلہ کو پا لیا اور جب ہم بدر کے مقام پر پہنچ گئے تو اونٹ بیٹھ گیا۔ چنانچہ ہم نے اپنی نذر کے مطابق اونٹ کی قربانی کی اور اس کے گوشت کو صدقہ کر دیا۔

دوسرا فائدہ | ابو قاسم طبرانی نے ''کتاب الدعوات'' میں نقل کیا ہے کہ ''حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ نبی اکرمؐ

کے ساتھ ایک غزوہ میں شریک تھے۔ چنانچہ جب ہم مدینہ کے راستے پر پہنچے تو ایک عرب دیہاتی کو دیکھا کہ وہ ایک اونٹ کی نکیل تھامے ہوئے نبی اکرم ﷺ کے پاس آ کر ٹھہر گیا۔ چنانچہ ہم سب اس کے آس پاس جمع ہو گئے۔ اس دیہاتی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ پھر فرمایا تمہارا کیا حال ہے؟ صبح کیسی گزری۔ اتنے میں ایک آدمی آیا جو دیکھنے میں چوکیدار معلوم ہوتا تھا۔ اس نے کہا اے اللہ کے رسولؐ اس اعرابی نے میرا اونٹ چوری کر لیا ہے۔ یہ سن کر اونٹ بلبلانے لگا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد اس کی آواز دھیمی ہو گئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کی بلبلاہٹ اور آواز کو غور سے سنا۔ چنانچہ جب اونٹ خاموش ہو گیا تو آپؐ نے چوکیدار کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ تم اپنے دعویٰ سے رک جاؤ۔ اس لئے کہ اونٹ تمہارے خلاف گواہی دے رہا ہے کہ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ چنانچہ چوکیدار اپنے دعویٰ سے پھر گیا۔ اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم نے میرے پاس آتے ہی کیا کہا تھا۔ دیہاتی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہو جائیں۔ میں نے یہ پڑھا تھا۔

"اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ حَتّٰى لَا تَبْقٰى صَلٰوةٌ" "اَللّٰهُمَّ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ حَتّٰى لَا تَبْقٰى بَرَكَةٌ" "اَللّٰهُمَّ وَسَلِّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ حَتّٰى لَا يَبْقٰى سَلَامٌ" "اَللّٰهُمَّ وَارْحَمْ مُحَمَّدًا حَتّٰى لَا تَبْقٰى رَحْمَةٌ"۔

"اے اللہ رحمت نازل فرما محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جب تک رحمت باقی ہے۔ اے اللہ برکتیں نازل فرما محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جب تک برکتیں باقی ہیں۔ اے اللہ درود و سلام نازل فرما محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جب تک درود و سلام باقی رہے۔ اے اللہ رحمت نازل فرما محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جب تک رحمت باقی رہے" یہ سن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ کو میرے لئے منکشف کر دیا ہے اور اونٹ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے بول رہا تھا اور فرشتوں نے آسمان کو گھیر لیا تھا۔

اسی طرح "حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ چند لوگ ایک آدمی کو لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چنانچہ ان سب نے اس آدمی کے خلاف یہ گواہی دی کہ اس نے ان سب کی اونٹنی چوری کی ہے۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کو جانے کی اجازت دیدی۔ وہ آدمی درج ذیل کلمات پڑھتے ہوئے جا رہا تھا۔

"اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ حَتّٰى لَا يَبْقٰى مِنْ صَلَوَاتِكَ شَيْءٌ" "وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ حَتّٰى لَا يَبْقٰى مِنْ بَرَكَاتِكَ شَيْءٌ" "وَسَلِّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ حَتّٰى لَا يَبْقٰى مِنْ سَلَامِكَ شَيْءٌ"

"اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود ہو یہاں تک کہ درود باقی نہ رہے اور آپ پر برکت نازل فرما۔ یہاں تک کہ تیرے پاس برکتیں ختم ہو جائیں۔ اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام نازل فرما یہاں تک کہ تیرے پاس سلام ختم ہو جائے۔"

اتنے میں اونٹنی بول اٹھی کہ اے اللہ کے رسول یہ شخص چور نہیں ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اس آدمی کو میرے پاس کون لا سکتا ہے؟ چنانچہ اہل بدر کے ستر افراد اس کی تلاش میں نکلے۔ تھوڑی دیر کے بعد ان لوگوں نے اس آدمی کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کر دیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے ابھی کیا پڑھا تھا؟ اس آدمی نے بتایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی لئے تو میں مدینہ کی گلیوں میں فرشتوں کا ہجوم دیکھ رہا ہوں۔ قریب تھا کہ وہ میرے اور تمہارے درمیان حائل ہو جاتے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ضرور پل صراط سے اس حالت میں گزرو گے کہ تمہارا چہرہ بدر کامل سے زیادہ روشن ہوگا۔ اھ۔
(حاکم کی روایت عنقریب انشاء اللہ ''الناقۃ'' کے عنوان کے تحت آ جائے گی)

حضرت تمیم داریؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ہماری طرف ایک اونٹ دوڑتا ہوا آیا۔ یہاں تک کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے قریب کھڑا ہو کر بلبلانے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اونٹ رک جا۔ اگر تو سچا ہے تو سچائی کا بدلہ ملے گا اور اگر تو جھوٹا ہے تو جھوٹ کی سزا پائے گا اور اللہ تعالیٰ ہماری طرف ٹھکانہ پکڑنے والے کو نامراد نہیں کرتا۔ ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! یہ اونٹ کیا کہہ رہا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اونٹ اس لئے آیا ہے کہ اس کے مالک اسے نحر کر کے گوشت کھانے کا ارادہ کر رہے تھے۔ چنانچہ یہ ان سے بھاگ کر چلا آیا اور یہ تمہارے نبی سے فریاد رسی کر رہا ہے۔ بس ہم بیٹھے ہی تھے کہ اچانک اونٹ والے دوڑتے ہوئے آئے۔ اونٹ نے جب ان کو دیکھا تو پھر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے پاس پناہ لے کر کھڑا ہو گیا۔ ان لوگوں نے آ کر عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہمارا اونٹ ہے اور تین دن سے فرار ہوا ہے۔ اب ہم اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دیکھ رہے ہیں۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اونٹ مجھ سے شکایت کر رہا ہے۔ اونٹ والوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ اونٹ کیا شکایت کر رہا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اونٹ یہ شکایت کر رہا ہے کہ چند سال سے وہ تمہارے ساتھ ہے۔ تم موسم گرما میں گھاس کی منڈی تک اس پر بار برداری کرتے ہو اور سردیوں میں اون اور گرم سامان بازار تک لادتے ہو۔ پھر جب یہ بڑا ہو گیا تو تم نے اس سے جفتی کرایا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے تمہیں بہت سے اونٹ عطا فرمائے۔ پھر جب اس سال تمہیں وسعت ملی تو تم نے اس کو نحر کر کے گوشت کرنے کا ارادہ کر لیا۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالکل معاملہ ایسے ہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں اس فرماں بردار اونٹ کو یہی بدلہ دینا چاہئے۔ انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول! ٹھیک ہے اب نہ ہم اسے فروخت کریں گے اور نہ ہی نحر کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ جھوٹے ہو اس اونٹ نے تم سے فریاد کی لیکن تم نے اس کی فریاد رسی نہ کی۔ اس لئے میں تم سے زیادہ اس پر رحمت و شفقت کرنے کا حقدار ہوں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے دلوں سے رحم و کرم کو سلب کر کے مومنوں کے دلوں میں ڈال دیا ہے۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سو درہم کے عوض ان لوگوں سے اونٹ کو خرید لیا اور فرمایا اے اونٹ جا تو اللہ کے لئے آزاد ہے۔ اتنی بات کہنے کے بعد وہ اونٹ نبی اکرم ﷺ کے سر مبارک کے پاس کھڑا ہو کر بلبلانے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آمین۔ پھر دوسری بار بلبلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آمین۔ پھر تیسری مرتبہ بلبلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آمین۔ پھر چوتھی مرتبہ بلبلایا تو آپ ﷺ رونے لگے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ اونٹ کیا کہہ رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلی بار اس اونٹ نے کہا اے اللہ کے نبی اللہ تعالیٰ آپ کو اسلام اور قرآن کے بدلے میں بہترین صلہ عطا فرمائے تو میں نے آمین کہا۔ دوبارہ اس نے کہا اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا رعب قیامت تک قائم رکھے جس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے خون کی حفاظت فرمائی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا محافظ ہو۔ اس پر میں نے کہا آمین۔ چوتھی بار اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی گرفت نہ کرے تو میں اس کی یہ دعا سن کر رونے لگا۔ اس لئے کہ میں نے یہ ساری دعائیں اللہ

تعالیٰ سے کی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیا اور آخر میں گرفت سے روک دیا ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''اِنَّ فِنَاءَ اُمَّتِیْ بِالسَّیْفِ جَرَی الْقَلَمُ بِمَا ھُوَ کَائِنٌ'' (بے شک تقدیر میں لکھا جا چکا ہے۔ کہ تلوار کے ذریعے میری امت کی تباہی ہوگی۔ رواہ ابن ماجہ)

اختتامیہ امام طرطوشی نے ''سراج الملوک'' میں اور ابن بلبان اور مقدسی نے ''شرح اسماء الحسنیٰ'' میں فضل بن ربیع سے روایت نقل کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہارون الرشید نے حج کیا۔ ایک رات میں سو رہا تھا کہ اچانک دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز سنائی دی۔ میں نے کہا کون ہے؟ کہا گیا جواب دیجئے امیر المومنین ہیں۔ چنانچہ میں فوراً باہر آیا دیکھا تو خلیفہ ہارون الرشید ہیں۔ میں نے کہا جناب والا! آپ نے یہاں آنے کی بلاوجہ زحمت کی۔ کسی کو بھیج دیتے، میں حاضر ہو جاتا۔ ہارون الرشید فرمانے لگے تمہارا برا ہو۔ مجھے ایک خلجان درپیش ہے جسے کسی عالم کے سوا کوئی اور دور نہیں کر سکتا اس لئے تم کسی عالم کی نشاندہی کرو جس سے میں تشفی حاصل کروں۔ میں نے کہا جناب والا یہاں سفیان بن عیینہؒ موجود ہیں۔ ہارون الرشید نے فرمایا چلو ان کے پاس چلتے ہیں۔ چنانچہ سفیان بن عیینہؒ کے یہاں آ کر ہم نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے آواز آئی کون صاحب ہیں؟ میں نے کہا فوراً باہر تشریف لائیے۔ امیر المومنین ہیں۔ چنانچہ سفیان بن عیینہؒ فوراً آئے اور کہا اے امیر المومنین آپ نے یہاں آنے کی کیوں زحمت اٹھائی۔ آپ کسی کو بھیج دیتے' میں فوراً حاضر ہو جاتا۔ امیر المومنین نے فرمایا جس مقصد کیلئے ہم آئے ہیں اس کیلئے پوری کوشش کرو۔ چنانچہ تھوڑی دیر تک دونوں کے درمیان گفتگو ہوئی۔ سفیان بن عیینہؒ نے کہا جناب والا آپ کسی کے مقروض تو نہیں ہیں؟ ہارون الرشید نے کہا ہاں میں مقروض ہوں۔ سفیان نے کہا جناب والا پھر اس قرض کو ادا کر دیجئے۔ فضل بن ربیع کہتے ہیں کہ پھر ہم سفیان کے یہاں سے چلے آئے۔ امیر المومنین ہارون الرشید نے فرمایا کہ تمہارے ساتھی سے مجھے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا۔ لہٰذا کوئی دوسرا عالم ڈھونڈو جس کے پاس سے مجھے تشفی حاصل ہو جائے۔ میں نے کہا دوسرے یہاں عبدالرزاق بن ہمام ہیں جو عراق کے واعظ مشہور ہیں۔ ہارون الرشید نے فرمایا وہاں چلتے ہیں۔ چنانچہ ہم نے ان کے دروازے کے قریب پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ آواز آئی کون ہیں۔ میں نے کہا جلدی باہر آیئے امیر المومنین ہیں۔ چنانچہ عبدالرزاق باہر آئے اور کہا کہ آپ نے کیوں زحمت فرمائی۔ آپ کسی کو بھیج دیتے، میں فوراً حاضر ہو جاتا۔ امیر المومنین نے فرمایا جس مقصد کیلئے ہم یہاں آئے ہیں اس کو جلدی حل کرو۔ پھر امیر المومنین نے عبدالرزاق سے گفتگو کی تو عبدالرزاق نے کہا امیر المومنین آپ پر کسی کا قرض تو نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں ہے۔ عبدالرزاق نے کہا تو پھر آپ قرض فوراً ادا کر دیں۔ پھر ہم ان کے یہاں سے واپس آ گئے۔ امیر المومنین نے فرمایا کہ مجھے تمہارے ساتھی سے کوئی نفع نہیں ہوا۔ لہٰذا کوئی دوسرا عالم تلاش کرو جس سے مجھے تشفی حاصل ہو سکے۔ چنانچہ میں نے کہا کہ یہاں فضیل بن عیاض رہتے ہیں۔ خلیفہ ہارون الرشید نے کہا چلو ان کے پاس چلیں۔ چنانچہ ہم ان کے پاس آئے۔ معلوم ہوا کہ وہ قرآن کریم کی آیت پڑھ رہے ہیں۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے آواز آئی کون صاحب ہیں؟ میں نے کہا جلدی کیجئے۔ امیر المومنین ہیں۔ فضیل بن عیاض نے کہا کہ میرا امیر المومنین سے کیا معاملہ ہے۔ میں نے کہا ''سبحان اللہ'' کیا امیر المومنین کی اطاعت آپ پر واجب نہیں۔ فضیل نے کہا کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا ''لَیْسَ الْمُؤْمِنُ اَنْ یُّذِلَّ نَفْسَہٗ'' (مومن کیلئے اپنے آپ کو ذلیل کرنا مناسب نہیں) یہ کہہ کر دروازہ کھول دیا۔ پھر فضیل نے جلدی سے بالائی منزل پر چڑھ کر چراغ کو بجھا دیا اور

ایک گوشہ میں بیٹھ گئے۔ اس کے بعد ہم فضیل بن عیاض کو ہاتھوں سے (ٹٹولتے ہوئے) تلاش کرنے لگے۔ اچانک امیر المومنین کی ہتھیلی ان پر پڑ گئی تو فضیل نے کہا اے آہیں بھرنے والے اگر کل اللہ تعالیٰ کے عذاب سے تجھے نجات مل گئی تو تیرے ہاتھ سے زیادہ نرم کوئی ہاتھ نہ ہوگا۔ فضیل بن ربیع کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے دل میں کہا کہ فضیل رات میں پاکیزہ دل سے صاف ستھری گفتگو کر لیتے ہیں۔ امیر المومنین نے فضیل بن عیاض سے کہا کہ ہم جس مقصد کیلئے آئے ہیں تم اس کو حل کرنے کی کوشش کرو۔ فضیل بن عیاض نے کہا آپ اس حال میں آئے ہیں کہ آپ نے اپنا بوجھ بھی اٹھا رکھا ہے اور وہ لوگ جو آپ کے ہمراہ ہیں ان کا بوجھ بھی آپ پر ہے۔ اگر آپ ان لوگوں سے اپنے اور ان کے گناہوں کے ایک حصے کے اٹھانے کی گزارش کریں تو وہ ایسا نہیں کر سکتے جو لوگ آپ سے زیادہ محبت کرنے والے ہیں وہ آپ ہی سے زیادہ راہ فرار اختیار کرنے والے ہو جائیں گے۔ فضیل بن عیاض نے مزید فرمایا کہ جس وقت حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو خلیفہ بنایا گیا تو آپ نے سالم بن عبداللہ بن عمرؓ محمد بن کعب قرضی اور رجاء بن حیوۃ کو طلب کر کے ان سے فرمایا کہ مجھے خلافت کی مصیبت میں مبتلا کر دیا گیا ہے۔ پس تم لوگ مجھے مشورہ دو۔ (پس حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے خلافت کو مصیبت قرار دیا حالانکہ آپ (ہارون الرشید) اور آپ کے ساتھی خلافت کو نعمت قرار دے رہے ہیں) چنانچہ سالم بن عبداللہ بن عمر نے کہا کہ اگر آپ کل اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنا چاہتے ہیں تو دنیا سے روزہ رکھ لیجئے اور موت کے دن افطار کیجئے۔ محمد بن کعب نے کہا کہ اگر آپ کل قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنا چاہتے ہیں تو مسلمانوں کے بوڑھوں کو باپ، نوجوانوں کو بھائی اور چھوٹی عمر والوں کو بچے تصور کیجئے۔ اسی طرح سے آپ ان کے ساتھ باپ کی طرح حسن سلوک، بھائی کی طرح صلہ رحمی اور بچوں کی طرح شفقت کا معاملہ فرمایئے۔ رجاء بن حیوۃ نے کہا اگر آپ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں تو آپ جس چیز کو اپنے لئے پسند کرتے ہیں وہی چیز مومنین کیلئے بھی پسند فرمائیں اور جو چیز اپنے لئے بری سمجھتے ہیں وہ مسلمانوں کیلئے بھی ناپسند فرمائیں۔ پھر جب آپ کا جی چاہے دنیا سے رخصت ہو جائیں۔ چنانچہ اس کے بعد فضیل بن عیاض نے امیر المومنین ہارون الرشید کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ میں بھی آپ سے انہی باتوں پر عمل کرنے کا تقاضا کرتا ہوں اور جس دن لوگوں کے قدم پھسل جائیں گے۔ میں اس دن آپ پر خوف محسوس کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ کیا آپ کے پاس ایسے لوگ ہیں (جنہوں نے عمر بن عبدالعزیزؒ کو نصیحتیں کیں) کہ وہ آپ کو نصیحتیں کریں۔ یہ سن کر ہارون الرشید اس قدر روئے۔ یہاں تک کہ ان پر غشی طاری ہو گئی۔

فضل بن ربیع کہتے ہیں کہ میں نے فضیل بن عیاض سے کہا کہ بھائی امیر المومنین کے ساتھ نرمی کیجئے۔ فضیل بن عیاض نے جواب دیا کہ تم نے اور تمہارے ساتھیوں نے ہارون الرشید کو قتل کر دیا ہے اور میں ان سے نرمی سے پیش آؤں۔ اتنے میں ہارون الرشید ہوش میں آئے اور فرمایا اے فضیل مزید نصیحتیں کیجئے۔ چنانچہ فضیل نے کہا اے امیر المومنین میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ امیر المومنین عمر بن عبدالعزیزؒ کے ایک عامل نے ان سے بیداری کی شکایت کی تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے یہ لکھ کر بھیجا۔ اے میرے بھائی تم ذرا جہنم میں جہنمیوں کی بیداری کا تصور کرو اور ان کے دوزخ میں ہمیشہ قیام کا بھی خیال کرو۔ بس یہی چیز تمہیں تمہارے پروردگار کے حضور سونے اور بیدار رہنے کیلئے آمادہ کرے گی نیز اس کا بھی خیال رکھنا کہ کہیں تمہارے قدم اس راستے سے بھٹک نہ جائیں جس کی وجہ سے تم ناامید اور دنیا میں آخری سانس لینے والے ہو جاؤ۔ والسلام۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا یہ خط جب اس عامل کو ملا تو وہ فوراً سفر کر کے عمر

بن عبدالعزیزؒ سے ملنے کیلئے حاضر ہوا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے عامل سے پوچھا کہ تم کیوں آئے ہو؟ عامل نے جواب دیا کہ میں نے آپ کے خط کی وجہ سے اپنے دل کو آزاد کرلیا ہے۔ اب مجھے کبھی بھی عامل مقرر نہ کیا جائے یہاں تک کہ میں اپنے پروردگار سے جاملوں۔ یہ سن کر ہارون الرشید بہت رویا۔ ہارون الرشید نے کہا اے فضیل بن عیاض اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ مجھے کچھ اور نصیحتیں فرمائیں۔ فضیل بن عیاض نے کہا اے امیر المومنین آپ کے جد امجد حضرت عباسؓ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے حکومت کے متعلق مشورہ دیں۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آپ کا زندہ نفس (وجود) بے شمار سلطنتوں سے بہتر ہے۔ اس لئے کہ امارت اور حکومت قیامت کے دن حسرت اور ندامت بن کر آئے گی۔ لہٰذا اگر آپ سے ہوسکے تو کبھی امیر اور حاکم بننے کی کوشش نہ کرنا۔

یہ سن کر خلیفہ ہارون الرشید پھر رو پڑے تھوڑی دیر کے بعد ہارون الرشید نے کہا اے فضیل مزید نصیحت کیجیے۔ چنانچہ فضیل بن عیاض نے فرمایا۔ اے خوبصورت چہرے والے! قیامت کے دن آپ ہی سے اللہ تعالیٰ اس مخلوق کے متعلق سوال کرے گا۔ اگر آپ کا ارادہ یہ ہو کہ آپ کا چہرہ آگ سے محفوظ رہے تو آپ صبح وشام اس سے اجتناب کریں کہ کہیں آپ کے دل میں رعایا کی طرف سے کھوٹ نہ ہو۔ اس لیے کہ حدیث میں ہے: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اس حالت میں صبح کی کہ وہ رعایا کو دھوکہ دینے والا ہو تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا۔''

یہ سن کر ہارون الرشید بہت زیادہ روئے۔ تھوڑی دیر کے بعد فضیل بن عیاض نے فرمایا اے امیر المومنین آپ کسی کے مقروض تو نہیں ہیں؟ ہارون الرشید نے کہا ہاں مجھ پر اللہ تعالیٰ کا قرض ہے جس کا وہ مجھ سے محاسبہ کرسکتا ہے۔ اگر اس نے مجھ سے اس کے متعلق سوال کرلیا تو میرے لیے ہلاکت ہی ہلاکت ہے اور اگر میں مدلل جواب نہ دے سکا تو بھی تباہی ہے۔ ہارون الرشید نے کہا اس سے میری مراد خدا کے بندوں کا قرض ہے۔ میرے پروردگار نے مجھے اس کا پابند نہیں بنایا بلکہ اس نے تو مجھے اپنی اطاعت اور وعدہ کو پورا کرنے کا پابند بنایا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ مَا اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَا اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ۔'' (میں نے جن اور انسانوں کو اس کے سوا کسی کام کے لیے پیدا نہیں کیا کہ وہ میری بندگی کریں۔ میں ان سے کوئی رزق نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔ اللہ تو خود رزاق ہے بڑی قوت والا اور زبردست۔ (الذریت: ۵۶تا۵۷)

اس کے بعد ہارون الرشید نے کہا اے فضیل یہ ایک ہزار اشرفیاں ہیں ان کو آپ قبول فرمائیں اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کریں۔ نیز اس کے ذریعہ سے آپ اپنے رب کی عبادت میں تقویت حاصل کریں۔ فضیل بن عیاض نے فرمایا ''سبحان اللہ'' میں آپ کو نجات کے متعلق رہنمائی کررہا ہوں اور تم مجھے اس جیسی چیز سے بدلہ دے رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے۔ فضل بن ربیع کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں خاموش ہوگیا۔ پھر فضیل بن ربیع نے اس کے بعد ہم سے کلام نہ کیا۔ چنانچہ اس کے بعد ہم ان کے پاس سے اُٹھ کر آگئے۔ ہارون الرشید نے مجھ سے کہا کہ جب تم کسی عالم دین کی نشاندہی کرو تو ان جیسے آدمی کی نشاندہی کرنا اس لیے کہ آج سے یہ سید المومنین (مومنین کے سردار) ہیں۔

چنانچہ روایت کی گئی ہے کہ فضیل بن عیاض کی عورتوں میں سے ایک عورت ان کے پاس آئی۔ اس نے کہا کہ جناب والا! آپ جانتے ہیں ہم کتنے تنگدست ہیں؟ اگر آپ یہ مال قبول فرمالیں تو ہمارے لیے مسرت کا باعث ہوگا۔ یہ سن کر فضیل نے کہا کہ میری اور تمہاری مثال اس قوم کی طرح ہے جن کے پاس ایک اونٹ ہو اور وہ لوگ اس اونٹ کے ذریعے کمائی کر کے کھارہے ہوں۔ پھر جب وہ اونٹ بوڑھا ہو جائے تو وہ لوگ اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت کھالیں۔ اے میری عورتو! تم بھوک سے موت کو گلے لگالینا لیکن ایسے اونٹ کو کبھی نحر نہ کرنا۔ جب یہ بات ہارون الرشید نے سنی تو ہارون الرشید نے کہا چلو ہم بھی مال لے کر چلیں شاید قبول فرمالیں۔ راوی کہتے ہیں کہ جب ہم مال لے کر فضیل بن عیاض کی خدمت میں آئے تو ان کو ہماری آمد کا علم ہوگیا۔ چنانچہ فضیل بن عیاض گھر کی چھت پر منڈیر کے اوپر بیٹھ گئے اور ہارون الرشید ان کی بغل میں جا کر بیٹھ گئے اور ان سے گفتگو کرنے لگے لیکن عیاض نے ان کی باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا۔ چنانچہ ہم اسی حالت میں تھے کہ ایک سیاہ فام لونڈی آئی۔ اس نے کہا اے فلاں! جب سے تم آئے ہو شیخ کو تکلیف دے رہے ہو۔ لہٰذا تم واپس چلے جاؤ۔ چنانچہ ہم واپس آ گئے علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ قاضی ابن خلکان نے فضیل بن عیاض کی سوانح حیات کے ذیل میں لکھا ہے کہ جب یہ واقعہ سفیان ثوریؒ کو معلوم ہوا تو وہ فضیل بن عیاض کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا اے فضیل! تم نے اشرفیوں کی تھیلی واپس کرنے میں خطا کی ہے۔ آپ سے لے لیتے اور نیک کاموں میں خرچ کر دیتے۔ یہ سن کر فضیل نے سفیان ثوریؒ کی ڈاڑھی پکڑی اور فرمایا سفیان! تم شہر کے فقیہ تسلیم کیے جاتے ہو اور لوگوں کے لیے باعثِ عظمت ہو تم بھی اس قسم کی غلطیاں کرتے ہو۔ چنانچہ اگر یہ بات ان لوگوں کو اچھی نظر آتی تو مجھے بھی معلوم ہوتی۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ابن خلکان نے ''تاریخ الاعیان'' میں سفیان ثوری کا نام ذکر کیا ہے حالانکہ وہ سفیان بن عیینہؒ تھے۔ واللہ اعلم۔ ایک مرتبہ ہارون الرشید نے فضیل بن عیاض سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے آپ بہت اچھے زاہد ہیں فضیل نے جواب دیا آپ تو مجھ سے بھی بڑے زاہد ہیں۔ اس لیے کہ میں تو دنیا کا زاہد ہوں اور تم آخرت کے زاہد ہو۔ چنانچہ دنیا کے لیے فنا ہے اور آخرت کے لیے بقا ہے۔ بعض مؤرخین نے کہا ہے کہ فضیل بن عیاض کی ایک چھوٹی بچی تھی۔ پس اس کی ہتھیلی میں ایک دن درد ہوا۔ فضیل نے ایک دن اپنی بچی سے سوال کیا اے بیٹی! تمہاری ہتھیلی کا کیا حال ہے؟ بچی نے کہا اے ابا جان! ٹھیک ہے۔ اللہ کی قسم مجھے اللہ تعالیٰ نے تھوڑی مصیبت میں مبتلا کیا ہے مگر اس کے علاوہ سارے بدن کو عافیت بخشی ہے۔ پس اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ یہ سن کر فضیل نے کہا اے بیٹی! اپنی ہتھیلی مجھے دکھاؤ۔ پس اس نے ہتھیلی دکھائی تو فضیل نے اس کی ہتھیلی کو چوم لیا۔ پس اس لڑکی نے کہا اے میرے باپ! میں آپ کو اللہ کی قسم دیتی ہوں کیا آپ مجھ سے محبت رکھتے ہیں؟ فضیل نے کہا اللہ کی قسم! ہاں۔ بچی نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو درگزر فرمائے۔ خدا کی قسم! میرا یہ گمان نہیں تھا کہ آپ اللہ کے سوا کسی اور سے بھی محبت رکھتے ہیں۔ پس یہ سن کر فضیل چیخ پڑے اور فرمایا اے میری بیٹی! تم مجھے اللہ کے علاوہ کسی اور کی محبت میں ملامت کرتی ہو۔ اے اللہ! تیری عزت اور تیری بزرگی کی قسم! میں تیری محبت میں تیرے ساتھ کسی اور کو شریک نہیں کرتا۔ ایک آدمی نے فضیل بن عیاض سے اپنی حالت بیان کی تو آپ نے فرمایا اے میرے بھائی کیا اللہ کے علاوہ اور کوئی بھی تدبیر کرنے والا ہے؟ تو اس آدمی نے کہا کہ نہیں۔ فضیل بن عیاض نے فرمایا پھر اسی کی تدبیر پر راضی

ہو جاؤ اور فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو محبوب رکھتے ہیں تو اس کو غم میں مبتلا کر دیتے ہیں اور جب وہ کسی سے ناراض ہوں تو اس کے لیے دنیا کو اور وسیع کر دیتے ہیں۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ فضیل بن عیاض فرمایا کرتے تھے کہ کسی عمل کو لوگوں کی وجہ سے چھوڑ دینا ریا کاری ہے اور کسی کام کو لوگوں کی وجہ سے کرنا شرک ہے۔ اگر کوئی ان دونوں چیزوں سے بچ جائے تو وہ اخلاص ہے۔

کسی نے فضیل بن عیاض سے سوال کیا کہ محبت کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا ہر ایک کو چھوڑ کر اللہ کی طرف متوجہ ہونے کا نام محبت ہے۔ فضیل بن عیاض مزید فرماتے ہیں کہ اگر میری دعا قبول ہوتی تو میں دعا نہ کرتا مگر امام کے لئے۔ اس لیے کہ اگر اللہ تعالیٰ امام (حکمران) کی اصلاح فرما دے تو ساری سلطنت اور تمام مخلوق مامون و محفوظ رہتی ہے۔ اس لیے آدمی کا اہل مجلس کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آنا رات کے قیام اور دن میں روزہ رکھنے سے بہتر ہے۔ فضیل بن عیاض نے فرمایا کہ اگر کوئی دل سے "لا الہ الا اللہ" یا "سبحان اللہ" کہے تو بسا اوقات مجھے اس کے آگ میں جانے کا خطرہ معلوم ہوتا ہے۔ آپ سے پوچھا گیا وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا اگر کوئی آدمی تمہارے سامنے غیبت کرے تو تمہیں یہ چیز بھلی معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ فوراً سنتے ہی وہ کہتا ہے "لا الہ الا اللہ" یا "سبحان اللہ" حالانکہ یہ کلمات خلاف محل ادا کیے جا رہے ہیں۔ بلکہ اس وقت تو اپنے آپ کو سمجھانا چاہیے اور یہ تلقین کرنی چاہیے کہ اے نفس! اللہ کا تقویٰ اختیار کر۔

فضیل بن عیاض کے صاحبزادے علی نے ایک دفعہ یہ کہا: ابا جان! میں چاہتا ہوں کہ کسی ایسی جگہ بیٹھ جاؤں جہاں سے میں سب کو دیکھ سکوں لیکن مجھے کوئی نہ دیکھ سکے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا اگر تمہاری یہ تمنا پوری ہو جاتی تو تم برباد ہو جاتے۔ صاحبزادے نے فوراً کہا کہ میں ایسی جگہ ٹھہرتا جہاں نہ لوگوں کو دیکھ سکتا اور نہ لوگ مجھے دیکھ پاتے۔ فضیل بن عیاض مکہ مکرمہ سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ آپ کا انتقال ۵ محرم ۱۸۷ھ کو ہوا۔

ابن خلکان کہتے ہیں کہ سفیان ثوریؒ کو معلوم ہوا کہ امام اوزاعیؒ سے مقام ذی طویٰ میں ملاقات ہوئی تو سفیان نے ان کے اونٹ کی نکیل پکڑ کر اونٹوں کی قطار سے الگ کر کے نکیل کو گردن پر رکھ لیا۔ پھر سفیان ثوریؒ جب بھی کسی جماعت کے پاس سے گزرتے تو فرماتے لوگو ہٹ جاؤ یہ راستہ امام اوزاعیؒ کا ہے۔ امام اوزاعیؒ کا نام عبدالرحمٰن بن عمرو بن یحمد ابو عمرو الاوزاعی ہے۔ یہ اہل شام کے امام تھے۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ امام اوزاعی نے ستر ہزار مسائل کے جوابات دیئے ہیں۔ امام اوزاعی بیروت میں رہتے تھے۔ "یحمد" کی باء پر پیش اور "حاء" ساکن ہے۔ امام نوویؒ نے "تہذیب الاسماء واللغات" میں "باء" کی بجائے "یاء" اور "یاء" پر پیش اور "جیم" میں زیر بیان کی ہے۔ امام اوزاعیؒ تبع تابعین میں شمار کیے جاتے ہیں۔ امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا اے عبدالرحمٰن! کیا تم ہی ہو جو نیکیوں کا حکم دیتے اور برائیوں سے منع کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! آپ ہی کی توفیق سے کرتا ہوں پھر میں نے عرض کیا اے اللہ! مجھے اسلام ہی پر موت دینا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا سنت پر بھی۔ امام اوزاعیؒ کی وفات ماہ ربیع الاوّل ۱۵۷ھ کو ہوئی۔

امام اوزاعیؒ کی موت کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ امام اوزاعیؒ بیروت کے حمام میں داخل ہوئے۔ حمام کا مالک کوئی اور کام بھی کرتا تھا لہٰذا وہ دروازہ بند کر کے چلا گیا۔ چنانچہ کچھ دنوں کے بعد حمام کا مالک آیا اور دروازہ کھولا تو معلوم ہوا کہ آپ کی موت واقع ہو چکی ہے۔ نیز آپ کا دایاں ہاتھ رخسار کے نیچے اور منہ قبلہ کی جانب ہے۔

بعض اہلِ علم نے کہا ہے کہ حمام کا دروازہ مالک کی عورت نے لاعلمی میں بند کر دیا تھا۔

''اوزاع'' دمشق کی ایک بستی کا نام ہے اور ''ابوعمروؒ'' یہاں کے رہنے والے نہیں تھے بلکہ کہیں سے آ کر سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ چنانچہ اسی بستی کی طرف منسوب ہو کر ''اوزاعی'' مشہور ہوئے۔ بعض اہلِ علم کہتے ہیں کہ آپ یمن کے قیدیوں میں سے تھے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ امام اوزاعی کی ولادت ۸۸ھ میں ''بعلبک'' میں ہوئی اور ''حنتوس نامی'' بستی کی ''قبلہ مسجد'' میں دفن ہوئے۔ یہ مقام غالباً بیروت میں داخل ہوتے ہی آتا ہے۔ لیکن بستی والے ان کے مزار سے واقف نہیں ہیں بلکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہاں ایک نیک شخص کی قبر ہے جس پر انوار کی بارش ہوتی ہے۔ امام اوزاعیؒ کی قبر کے متعلق سوائے خاص لوگوں کے اور کسی کو علم نہیں۔

الحکم اونٹ کا شرعی حکم ''ابل'' کے عنوان کے تحت گزر چکا ہے۔ اونٹ پر سوار ہوتے وقت ''**بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ**'' پڑھنا مستحب ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ''حضرت ابوالاس خزاعی فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حج کے لیے صدقہ کے ایک دُبلے پتلے اونٹ پر سوار کیا تو ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ہم مناسب نہیں سمجھتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اس اونٹ پر سوار کریں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر اونٹ کے کوہان میں شیطان ہوتا ہے۔ پس جب تم اس پر سوار ہوا کرو تو اللہ کا نام اس طرح لیا کرو جس طرح اللہ تعالیٰ نے نام لینے کا حکم دیا ہے۔ پھر تم اس سے اپنی سواری کی خدمت لو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہی اس پر سوار ہونے کا حکم دیا ہے۔'' (رواہ احمد والطبرانی)

(امام بخاریؒ نے مکمل حدیث کی بجائے اس حدیث کے جز کو اپنی کتاب بخاری میں ''ابواب زکوۃ'' میں نقل کیا ہے)

امثال اہلِ عرب کہتے ہیں۔

(۱) "**فُلَانٌ اَخَفّ حِلْمًا مِنْ بَعِيْرٍ**" (فلاں اونٹ سے بھی زیادہ جلدی طیش میں آنے والا ہے) یہ مثال عقل کی کمی اور طیش کے لیے دی جاتی ہے کیونکہ اونٹ کینہ ور اور غضب ناک جانور ہے۔

(۲) "**هُمَا كَرَ كَبَتِيْ بَعِيْرٍ**" (وہ دونوں اونٹ کے دو گھٹنوں کی طرح ہیں) یہ مثال اس وقت بولتے ہیں جب دو چیزوں میں برابری مقصود ہو جیسے اسی کی مثل ہے "**هُمَا كَفَرَسِيْ رِهَانٍ**" (وہ دونوں دوڑ لگانے والے گھوڑوں کی طرح ہیں) یہ مثال سب سے پہلے ہرم بن قطبہ فزاری نے استعمال کی ہے۔ اس موضوع پر امام میدانی وغیرہ نے بہت کچھ تحریر کیا ہے۔

(۳) "**وَهُوَ كَا لْحَادِيْ وَلَيْسَ لَهٗ بَعِيْرٌ**" (وہ اس ہانکنے والے کی طرح ہے جس کے پاس اونٹ بھی نہ ہو) یہ ''ضرب المثل'' اس شخص کے لیے استعمال کی جاتی ہے جو غیر مستحق چیز کی طرف منسوب ہو۔

اس سے بھی زیادہ جامع مثال حدیث شریف میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "**المتشبع بما لم يعط كلابس ثوبى زور**" (جو شخص لوگوں میں اپنی بڑائی ظاہر کرنے کے لیے کہے کہ فلاں چیز میرے پاس ہے حالانکہ وہ اس کے پاس نہ ہو تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی دو کپڑے پہنے)۔ بعض بزرگوں نے کہا ہے

اصبحت لا احمل السلاح ولا   **أملک رأس البعير اذنفرا**

''میرا حال یہ ہے کہ نہ میں ہتھیار اُٹھانے کی استطاعت رکھتا ہوں اور نہ سفر کے وقت کسی اونٹ کے مالک بننے کی ہمت رکھتا ہوں۔''

والذئب اخشاه ان مررت به وحدی وأخشی الریاح والمطرا

''اور میں بھیڑیا کے قریب سے تنہا گزرنے سے ڈرتا ہوں اسی طرح میں ہواؤں اور بارشوں سے بھی خوفزدہ رہتا ہوں''

من بعد ماقوۃ أصیب بها اصبحت شیخا أعالج الکبرا

''قوت وہمت کے بعد جب میں مصیبت میں مبتلا ہوا ہوں تو ایسے بوڑھے کی طرح ہو گیا ہوں جو بڑھاپے کا علاج کر رہا ہو۔''

تذنیب امام ابوالفرج جوزی نے ''الاذکیا'' میں لکھا ہے کہ ابونواس کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ اونٹ پر ایک عورت سے میری ملاقات ہوگئی۔ حالانکہ وہ مجھے نہیں جانتی تھی اس نے اپنے چہرہ سے نقاب اُٹھایا تو وہ بہت حسین وجمیل لگ رہی تھی۔ اس نے مجھ سے پوچھا تیرا کیا نام ہے؟ میں نے کہا (وَجْهِکَ) تیرا چہرہ۔ یہ سنتے ہی اس نے کہا تب تو حسن تیرا نام ہے۔ اسی طرح ذہانت کے اور بھی واقعات ہیں۔ مثلاً ایک مرتبہ مامون الرشید' عبداللہ بن طاہر پر غصہ ہو گئے۔ مامون الرشید نے اپنے ساتھیوں سے طاہر کے قتل کے متعلق مشاورت کی۔ اتفاق سے اس مجلس میں طاہر کا دوست بھی موجود تھا' اس نے طاہر کی طرف ایک خط لکھا جس کا مضمون کچھ یوں تھا:

''بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یَامُوْسٰی'' چنانچہ جب طاہر کو یہ خط موصول ہوا تو وہ خط پڑھ کر حیران ہو گیا۔ دیر تک خط پڑھتا رہا لیکن مطلب سمجھنے سے قاصر تھا۔ چنانچہ طاہر کے پاس ایک لونڈی کھڑی تھی اس نے کہا اے میرے آقا! میں اس خط کا مطلب سمجھتی ہوں۔ ''یَامُوْسٰی اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِکَ لِیَقْتُلُوْکَ'' (موسیٰ سرداروں میں تیرے قتل کے مشورے ہو رہے ہیں۔ القصص آیت:۱۹)

حالانکہ اس سے پہلے طاہر نے مامون الرشید کے دربار جانے کا ارادہ کر لیا تھا۔ چنانچہ طاہر نے مامون الرشید کے پاس جانے کا فیصلہ ترک کر دیا۔ بس یہی چیز ان کے بچنے کا سبب بنی۔

اس سے بھی عمدہ واقعہ قاضی ابن خلکان نے لکھا ہے کہ ایک دن بادشاہ اپنے کسی عامل پر ناراض ہو گیا تو بادشاہ نے اپنے وزیر کو حکم دیا کہ عامل کو خط کے ذریعے مطلع کر دو۔ لیکن وزیر اس عامل سے محبت رکھتا تھا۔ چنانچہ وزیر نے بادشاہ کے حکم کے مطابق خط تو لکھا لیکن مضمون کے آخر میں ''انشاء اللہ'' کا اضافہ کر دیا۔ نیز ''انشاء اللہ'' کے نون کے شروع میں تشدید ڈال دی۔ جب عامل نے خط پڑھا تو اسے یہ عجیب وغریب بات معلوم ہوئی کہ وزیر سے ایسی حرکت کیوں ہوئی اس لیے کہ مضمون لکھنے والے کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنی تحریر میں حرکات نہیں لگاتے۔ چنانچہ عامل کو تھوڑی دیر کے غور وفکر کے بعد معلوم ہوا کہ اس کا مقصد قرآن کریم کی اس آیت کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ ''اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِکَ لِیَقْتُلُوْکَ'' (سرداروں میں تیرے قتل کے مشورے ہو رہے ہیں۔ القصص آیت:۱۹)

چنانچہ عامل نے وہ خط تھوڑی سی ترمیم کر کے واپس بھیج دیا۔ ترمیم یہ کی کہ تشدید کو اپنی جگہ سے ہٹا کر اس کی جگہ ''الف'' بنا دیا اور پھر مہر لگا کر خط واپس کر دیا۔ جب وہ خط وزیر کو موصول ہوا تو وہ بہت خوش ہوا۔ نیز وہ سمجھ گیا کہ اس ترمیم سے قرآن کریم کی اس آیت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ ''اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا اَبَدًا مَّادَامُوْا فِیْهَا'' واللہ تعالیٰ اعلم.

البغاث

البغاث (باء میں زبر زیر پیش تینوں پڑھے جاسکتے ہیں) یہ سبزی مائل سفید رنگ کا ایک پرندہ ہے جو گدھ سے چھوٹا ہوتا ہے۔ نیز اس کی اُڑان سست ہوتی ہے۔ یہ پرندہ نہایت شریر ہوتا ہے اور اس کا شکار نہیں کیا جاتا۔

یونس نے کہا کہ جن حضرات نے ''بغاث'' کو واحد قرار دیا ہے ان کے نزدیک اس کی جمع ''بغثان'' بروزن ''غزال'' اور ''غزلان'' آتی ہے۔ جو حضرات ''البغاث'' کا اطلاق مذکر اور مؤنث دونوں پر کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک اس کی جمع ''نعامۃ'' اور ''نعام'' کے وزن پر ''بغاثۃ'' اور ''بغثان'' آتی ہے۔

شیخ ابواسحٰق نے ''المہذب فی باب الحجر'' میں لکھا ہے کہ جس مال پر پابندی لگادی گئی ہو اس مال کو لے کر ولی (مال کا وارث) سفر نہیں کرسکتا۔ اس لیے کہ روایت میں ہے کہ "**ان المسافر وماله لعلی قلت ای هلاک**" (مسافر اور اس کا مال خطرہ سے خالی نہیں ہوتا) اور اسی سے عباس بن مرداس سلمی کا شعر ہے

بغاث الطير اكثرها فراخا　　　وام الصقر مقلات نزور

بغاث پرندہ زیادہ بچوں والا ہوتا ہے اور شکرے کی ماں کم بچے والی اور کم محبت رکھنے والی ہوتی ہے۔

''مقلات'' (میم کے کسرہ کے ساتھ) اس کے کئی معانی ہیں۔

(۱) ''مقلات'' ان عورتوں کو کہا جاتا ہے جن کے بچے زندہ نہ رہتے ہوں۔ (۲) ان اونٹوں کو ''مقلات'' کہا جاتا ہے جن کے ایک بچہ کے بعد دوسرا بچہ پیدا نہ ہو۔ (۳) بعض اہلِ علم کے نزدیک ''مقلات'' ان پرندوں کو کہا جاتا ہے جو اپنے گھونسلے خطرناک جگہ پر بناتے ہوں۔

''نزور'' (نون میں زبر ہے) ان کو کہا جاتا ہے جن میں محبت کا جذبہ کم ہو۔ نیز ''نزر'' قلیل کے معنوں میں بھی مستعمل ہے۔

الحکم خبث ہونے کی وجہ سے ''بغاث'' کا گوشت حرام ہے۔

الامثال اہلِ عرب کہتے ہیں کہ: **بِأَرْضِنَا يَسْتَنْسِرُ** (ہماری زمین میں بغاث بھی گرگس ہوتا ہے) یعنی جو ہمارے پڑوس میں رہتا ہے وہ معزز بن جاتا ہے۔ یہ ایسے معزز شخص کے لیے مثال دی جاتی ہے جس کے پاس ذلیل شخص بھی آکر معزز بن جاتا ہے یا کمزور آدمی طاقت ور بن جاتا ہے۔

اَلْبَغَلُ [۱]

اَلْبَغَلُ (خچر) معروف جانور ہے اس کی کنیت ابوالاشجح، ابوالحرون، ابوالصقر، ابوقضاعۃ، ابوقموص، ابوکعب، ابومختار اور ابوملعون ہے۔ بعض نے اسے ابن ناحق بھی کہا ہے۔ خچر، گھوڑے اور گدھے سے مل کر پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے خچر کے جسم میں گدھے جیسی سختی اور اس

(۱) اردو، خچر۔ بنگالی، کھوچور۔ بلوچی، چچر۔ پشتو، کچر۔ پنجابی، کھچر۔ سندھی، خچر۔ کشمیری، کھچر۔ (ہفت زبانی لغت صفحہ ۲۸۹)
انگریزی Mule (کتابستان اردو انگلش ڈکشنری صفحہ ۲۸۳)

کی ہڈیاں گھوڑے جیسی ہوتی ہیں۔ نیز خچر کی آواز گھوڑے اور گدھے کی آواز کے درمیان ہوتی ہے۔ البتہ خچر بانجھ ہوتا ہے اس کے اولاد پیدا نہیں ہوتی لیکن تاریخ ابن بطریق میں ابن البطریق نے ۴۴۴ھ کے حوادثات میں لکھا ہے کہ ایک عجیب قسم کا خچر تھا جس سے ایک سیاہ گھوڑی اور سفید رنگ کا خچر پیدا ہوا۔ اس کے بعد ابن البطریق نے اس پر تعجب کا اظہار کیا۔ اھ

خچر میں دو متضاد جانوروں سے مل کر پیدا ہونے کی بناء پر اس میں متضاد اخلاق' مختلف طبیعتیں اور عادات پیدا ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ اگر خچر کا باپ گدھا ہوتا ہے تو خچر گھوڑے کے زیادہ مشابہ ہوتا ہے۔ اگر خچر کا باپ گھوڑا ہو تو خچر گدھے سے زیادہ مشابہ ہوتا ہے اور حیران کن بات یہ بھی ہے کہ خچر کا ہر عضو گھوڑے اور گدھے کی مشابہت میں درمیانی ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کا اثر خچر کی عادت و اخلاق پر بھی نمایاں ہوتا ہے جیسے خچر میں گھوڑے جیسی ذہانت اور عقل نہیں ہوتی اور نہ گدھے جیسی حماقت اور بے وقوفی پائی جاتی ہے۔

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ "قارون" نے خچر کو دریافت کیا ہے۔ خچر میں گدھے جیسا صبر اور گھوڑے جیسی طاقت پائی جاتی ہے۔ نیز دو مختلف جانوروں سے مل کر پیدا ہونے کی بناء پر خچر کے اخلاق فاسد اور دو رنگے ہوتے ہیں۔ اسی معانی میں عرب شاعر نے کہا ہے کہ

خَلْقٌ جَدِيْدٌ كُلَّ يَوْمٍ	مِثْلَ اَخْلَاقِ الْبِغَالِ
ہر روز نئی نئی عادتیں	خچروں کی طرح تبدیل کرتا رہتا ہے

خچر جس راستہ میں ایک بار چل لیتا ہے پھر اس کو نہیں بھولتا۔ اگرچہ یہ جانور دو مختلف جانوروں کے ملاپ سے پیدا ہوتا ہے اس کے باوجود بادشاہوں کی سواری اور فقیروں کے بوجھ اٹھانے کے ساتھ ساتھ ان کی ضروریات کو پورا کرنے کا ضامن اور طویل سفر طے کرنے کے ساتھ صبر سے کام لیتا ہے۔ چنانچہ شاعر نے کہا ہے کہ

مركب قاض و امام عادل	وعالم وسيد وكهل

(خچر) "قاضی' عادل بادشاہ' عالم اور ادھیڑ عمر سرداروں کی سواری ہے۔"

يصلح للرحل وغير الرحل. "(خچر) سفر اور حضر کے قابل ہوتا ہے۔"

"الكامل لابی العباس المبرد" میں ہے کہ ایک مرتبہ عباس بن فرج نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو دیکھا کہ وہ ایسے خچر پر سوار ہیں جس کے منہ کے بال عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے جھڑ گئے تھے۔ چنانچہ کسی نے حضرت عمرو بن عاصؓ سے کہا کہ آپ اس قسم کے خچر پر سوار ہیں حالانکہ آپ مصر میں بہترین کشتی میں سوار ہوا کرتے تھے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے فرمایا کہ جس سواری پر میں سوار ہوا ہوں' مجھے اس پر کوئی ملال نہیں۔ اور نہ ہی مجھے اپنی بیوی پر اور نہ ہی میرے دوست پر جس نے میرے راز کو چھپایا ہے' ملال ہے بلکہ ملال تو اخلاق فاسدہ پر ہے۔

اسی طرح "الکامل" میں ہے کہ ایک شامی آدمی کہتا ہے کہ میں ایک مرتبہ مدینہ منورہ گیا' میں نے وہاں ایک ایسے حسین و جمیل آدمی کو دیکھا کہ اس سے زیادہ خوبصورت اور خاموش میں نے اب تک کسی کو نہیں دیکھا تھا اور نہ اس جیسا بہتر کوئی کپڑا اور نہ اس جیسا بہتر کوئی جانور دیکھا۔ وہ آدمی ایک خچر پر سوار تھا۔ پس میرا دل اس آدمی کی طرف مائل ہو گیا۔ میں نے اس آدمی کے متعلق لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ پس مجھے بتایا گیا کہ یہ علی بن حسین بن علی بن ابی طالبؓ ہیں۔ پس میں ان کے پاس آیا۔ حالانکہ میں ان سے

بغض رکھتا تھا۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ ابوطالب کے بیٹے ہیں۔ انہوں نے کہا نہیں میں ابوطالب کا پوتا ہوں۔ میں نے کہا کہ میں آپ کو اور آپ کے والد کو اور آپ کے دادا علی بن ابی طالب کو برا بھلا کہتا ہوں۔ پس جب میری گفتگو ختم ہوگئی تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تم مسافر ہو؟ میں نے کہا جی ہاں۔ پھر انہوں نے کہا آپ ہمارے یہاں چلیے۔ اگر آپ کو کسی اقامت گاہ کی تلاش ہو تو ہم آپ کے لیے رہائش کا بندوبست کریں گے۔ اگر مال کی ضرورت ہو تو ہم مدد کریں گے یا کسی اور چیز کی ضرورت ہو تو ہم آپ سے تعاون کریں گے۔ پس میں تھوڑی دیر کے بعد ان کے پاس سے چلا آیا۔ اس کے بعد زمین پر مجھے ان سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا۔ اھ

علی بن حسین کے حالات علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ علی بن حسینؓ کا لقب زین العابدین تھا۔ ان کی والدہ محترمہ کا نام ''سلامۃ'' تھا۔ ان کے بڑے بھائی کا نام علی تھا جو میدانِ کربلا میں اپنے والد کے ساتھ شہید کر دیئے گئے تھے۔ انہوں نے اپنے والد، چچا حسن، جابر بن عبداللہ بن عباس، مسور بن مخرمہ، ابوہریرہ، صفیہ، عائشہ، اُم سلمہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) وغیرہ سے احادیث روایت کی تھیں۔

ابن خلکان نے کہا ہے کہ زین العابدینؒ کی ماں سلامہ ہے جو فارس کے آخری بادشاہ یزدجر کی بیٹی تھیں۔ زمخشری نے ''ربیع الابرار'' میں لکھا ہے کہ یزدجر کی تین بیٹیاں تھیں جن کو حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت مں قید کرلیا گیا تھا۔ چنانچہ ان میں سے ایک عبداللہ بن عمرؓ نے حاصل کر لی جس سے سالمؒ پیدا ہوئے۔ دوسری لڑکی محمد بن ابوبکرؓ کو ملی جس سے قاسمؒ کی پیدائش ہوئی۔ تیسری لڑکی حسین بن علیؓ نے حاصل کر لی جن سے علی زین العابدینؒ پیدا ہوئے۔ چنانچہ یہ سب ایک دوسرے کے خالہ کے بیٹے تھے۔ علی زین العابدین اپنے والد کے ساتھ معرکہ کربلا میں شریک ہوئے لیکن کم عمر ہونے کی بناء پر بچ گئے۔ اس لیے کہ کربلا میں مخالف فریق نے ہر خاندان والے کو قتل کر دیا تھا ان لوگوں کے ساتھ بعینہ وہی معاملہ کیا گیا جو کفار کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قاتلوں کو ذلیل و رسوا کرے۔

عبیداللہ بن زیاد نے علی زین العابدین کے قتل کا ارادہ کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کے ارادے سے باز رکھا لیکن بعض تاجروں نے یزید بن معاویہ کو علی زین العابدین کے قتل کا مشورہ دیا تو اللہ تعالیٰ نے علی زین العابدین کو اس وقت بھی بچا لیا۔ پھر اس کے بعد یزید بن معاویہ ان کی تعظیم کرنے لگا۔ یہاں تک کہ ان کے ساتھ بیٹھتا اور انہیں کھانے میں شریک کرتا پھر یزید بن معاویہ نے زین العابدین کو مدینہ منورہ بھیج دیا۔

زین العابدین مدینہ منورہ پہنچ کر معتزز بن گئے۔ ابن عساکر نے کہا ہے کہ علی زین العابدین کی مسجد دمشق میں مشہور ہے۔ اس مسجد کو ''مشھد علی جامع دمشق'' بھی کہا جاتا ہے۔ امام زہری نے کہا ہے کہ میں نے کسی قریشی کو علی زین العابدین سے افضل نہیں دیکھا۔

محمد بن سعد کہتے ہیں کہ علی زین العابدین ثقہ اور مامون آدمی تھے۔ علی زین العابدین نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بکثرت احادیث روایت کی ہیں اور یہ عالم تھے۔ اہلِ بیت میں ان کی مثل کوئی نہیں تھا۔

امام اصمعیؒ نے کہا ہے کہ سیدنا حسینؓ کی نسل سوائے علی زین العابدین کے کسی سے نہیں چلی اور زین العابدین کے سوائے چچا حسینؓ کی لڑکی سے کسی اور سے نسل نہیں چلی اسی لیے تمام حسینیوں کا سلسلہ نسب انہی سے جا ملتا ہے۔ امام اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ سیدنا زین العابدین جب وضو کرتے تو ان کے چہرے کا رنگ زرد ہو جاتا تھا اور جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو خوفزدہ ہو جاتے۔

چنانچہ ان سے اس کے متعلق پوچھا گیا کہ آپ کی یہ حالت نماز کے وقت کیوں ہو جاتی ہے؟ زین العابدین نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں اور کس سے مناجات کرتا ہوں۔

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ علی زین العابدین جس مکان میں رہتے تھے اس میں نماز پڑھ رہے تھے کہ مکان میں آگ لگ گئی۔ چنانچہ زین العابدین جب نماز سے فارغ ہوئے تو ان سے پوچھا گیا کیا حال ہے؟ جس وقت مکان میں آگ لگی تو آپ نے نیت کیوں نہیں توڑی؟ زین العابدین نے فرمایا کہ میں اس آگ سے دوسری آگ کی جانب متوجہ تھا۔

اہل علم سے مروی ہے کہ جب زین العابدین حج کرتے تو آپ تلبیہ کے وقت خوفزدہ ہو جاتے' چہرہ زرد ہو جاتا اور آپ پر غشی طاری ہو جاتی جب افاقہ ہوتا تو آپ سے اس کے متعلق سوال کیا جاتا تو آپ فرماتے کہ مجھے "لَبَّیکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیکَ" کہتے ہوئے یہ خوف محسوس ہوتا ہے کہ کہیں میرے لیے یہ نہ کہہ دیا جائے "لَا لَبَّیکَ وَلَا سَعْدَیکَ" چنانچہ لوگ آپ کی حوصلہ افزائی کرتے اور یہ کہتے کہ تلبیہ کہنا ضروری ہے۔ چنانچہ آپ تلبیہ کہتے تو آپ پر غشی طاری ہو جاتی یہاں تک کہ آپ سواری سے گر جاتے۔ آپ ہر دن و رات میں ایک ہزار رکعت پڑھتے تھے اور آپ بہت زیادہ صدقات کرتے تھے بلکہ آپ رات میں زیادہ صدقہ کرتے اور فرماتے کہ رات کا صدقہ اللہ تعالیٰ کے غصہ کو ٹھنڈا کر دیتا ہے اور آپ بہت زیادہ روتے تھے۔ پس آپ کو زیادہ رونے سے منع کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام' حضرت یوسف علیہ السلام کی گمشدگی پر اتنا روئے تھے کہ آپ کی آنکھیں سفید ہو گئی تھیں۔ اس کے باوجود ان کی موت واقع نہیں ہوئی تو میں کیسے نہ روؤں۔ علی زین العابدین نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میں نے دس سے زائد آدمیوں کو دیکھا ہے کہ وہ میرے گھر والوں کی طرف سے ہر حج پر قربانی کرتے ہیں جب آپ گھر سے باہر نکلتے تو یہ دعا پڑھتے۔ "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اتصدق الیوم أو أھب عرضی الیوم لمن یغتابنی" (اے اللہ! میں آج صدقہ دے رہا ہوں اور آج اپنی عزت اس کے لیے ہبہ کر رہا ہوں جس نے میری غیبت کی)

علی بن حسینؓ کا انتقال مؤرخین کا علی زین العابدین کے سن وفات کے متعلق اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک آپ کی وفات ۹۴ھ کے اوائل میں ہوئی۔ ابن فلاس نے کہا ہے کہ اس سال سعید بن مسیب ؒ' سعید بن جبیرؒ' عروہ بن زبیرؒ اور ابوبکر بن عبدالرحمٰن وغیرہ کی وفات ہوئی۔ بعض اہل علم کے نزدیک علی زین العابدین کی وفات ۹۲ھ یا ۹۳ھ میں ہوئی۔ لیکن مدائنی نے ۱۰۰ھ میں وفات پر تعجب کا اظہار کیا ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ ۹۹ھ کے وقت زین العابدین کی عمر ۵۸ سال تھی۔

علی زین العابدین کو ان کے چچا حسنؓ کی قبر کے پاس دفن کیا گیا۔

شیخ ابواسحٰق شیرازی کے حالات قاضی ابن خلکان نے جلال الدولہ ملک شاہ کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ مقتدی بامر اللہ نے شیخ ابواسحٰق فیروز آبادیؒ کو (جن کی تصانیف التنبیہ والمہذب وغیرہ ہیں) ملک جلال الدولہ کی بیٹی کا پیغام لے کر نیشاپور کی طرف بھیجا تو جب وہ اپنے کام سے فارغ ہوئے تو امام الحرمین سے مناظرہ ہو گیا۔ چنانچہ جب فیروز آبادیؒ نیشاپور سے واپس ہونے لگے تو امام الحرمین انہیں الوداع کرنے کے لیے آئے اور ان کی سواری کی مہار اس وقت تک پکڑے رہے جب تک کہ فیروز آبادی اپنے خچر پر سوار نہ ہو گئے۔ فیروز آبادی خراسان کی بہت معزز شخصیت تھے۔ چنانچہ لوگ آپ کے اتنے گرویدہ تھے کہ آپ کا خچر جہاں

قدم رکھتا تھا تو لوگ وہاں کی مٹی اُٹھا کر تبرک حاصل کرتے تھے۔ فیروز آبادیؒ عالم باعمل، متقی، زاہد و عابد تھے۔ فیروز آبادیؒ کا انتقال ۶۷۶ھ میں ہوا۔

امام الحرمین کا انتقال امام الحرمین کا انتقال ۴۷۶ھ میں ہوا۔ جس دن ان کی وفات ہوئی تو بازار بند ہو گئے۔ جامع مسجد کے منبر توڑ دیئے گئے۔ امام الحرمین کے شاگرد چار سو کے قریب تھے جب ان کو استاد کی وفات کی اطلاع ملی تو ان سب نے دواتوں اور قلموں کو توڑ دیا۔ انہوں نے کئی سال اسی حالت میں گزار دیئے۔

امام ابوحنیفہؒ کے مختصر مناقب تاریخ بغداد اور وفیات الاعیان میں ہے کہ امام ابوحنیفہ کا پڑوسی اسکافی دن میں کام کرتا جب رات کو گھر واپس آتا تو (کوئی نشہ آور چیز) پیتا۔ نیز نشہ کی حالت میں یہ شعر پڑھتا

اَضَاعُوْنِیْ وأی فتی أضاعوا لیوم کریهة وسداد ثغر

''لوگوں نے مجھے ضائع کر دیا اور میرے علاوہ کون سے نوجوان ہیں جو میدانِ جنگ اور سرحد بندی میں تباہ و برباد ہوئے ہیں''

اسکافی برابر نشہ کرتا اور یہی شعر پڑھتا رہتا یہاں تک کہ اس پر نیند غالب آ جاتی۔ امام ابوحنیفہؒ ہر رات اس کے شور و غل کو سنتے اور نماز میں مشغول رہتے۔ چنانچہ ایک دن جب اتفاقاً اسکافی کی آواز نہ آئی تو امام ابوحنیفہؒ نے لوگوں سے اسکافی کے متعلق پوچھا تو امام ابوحنیفہؒ کو کسی نے بتایا کہ اسکافی کو چند دنوں سے رات کے پہرہ داروں نے گرفتار کر لیا ہے۔ چنانچہ جب اس بات کا علم امام ابوحنیفہ کو ہوا تو آپ نمازِ فجر پڑھنے کے بعد خچر پر سوار ہوئے اور امیر کے محل میں آئے اور ان سے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ پس امیر نے امام ابوحنیفہؒ کو اندر داخل ہونے کی اجازت دے دی اور حکم دیا کہ ان کا استقبال سواری کی حالت میں کیا جائے اور انہیں اس وقت تک اندر نہ بلایا جائے جب تک کہ فرش نہ بچھایا جائے۔ پس ان تمام چیزوں کا اہتمام کیا گیا پھر انہیں مجلس میں آنے کی اجازت دی گئی۔ امیر نے فرمایا کہ امام صاحب! فرمائیے کیا کام ہے؟ امام ابوحنیفہؒ نے اپنے پڑوسی اسکافی کی رہائی کے لیے سفارش کی۔ پس امیر نے حکم دیا کہ اسکافی کو رہا کر دیا جائے بلکہ اس رات سے جتنے لوگ گرفتار کیے گئے ہیں سب کو رہا کر دیا جائے۔ چنانچہ ان سب کو رہا کر دیا گیا اور سب اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ اس کے بعد امام ابوحنیفہؒ اپنے خچر پر سوار ہو کر چل پڑے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ اسکافی پیچھے پیچھے آ رہا ہے۔ یہ دیکھ کر امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا اسکافی ہم نے تمہیں برباد کر دیا۔ اسکافی نے کہا نہیں بلکہ آپ نے میری حفاظت کی اور مجھے بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بہتر بدلہ عطا فرمائے۔ آپ نے پڑوسی ہونے کا حق ادا کر دیا۔ اس کے بعد اسکافی نے نشہ سے توبہ کر لی۔ پھر اس کے بعد کبھی اس نے نشہ نہیں کیا۔ امام ابوحنیفہؒ کا نام نعمان بن ثابت بن زوطی بن ماہ ہے۔ یہ عالم باعمل تھے۔ امام شافعیؒ نے امام مالکؒ سے پوچھا کہ کیا آپ نے امام ابوحنیفہؒ کو دیکھا ہے تو انہوں نے فرمایا ہاں میں نے ان کو دیکھا ہے۔ چنانچہ اگر امام ابوحنیفہؒ اس دیوار کو یہ کہہ دیتے کہ یہ سونے کی ہے تو وہ اس کو دلیل سے ثابت کر دیتے۔

امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کے، اشعار میں زہیر بن ابی سلمی کے، سیرت و مغازی میں محمد بن اسحق کے، نحو میں امام کسائی کے، تفسیر میں مقاتل بن سلیمان کے عیال ہیں۔ نیز امام ابوحنیفہؒ قیاس میں امام تھے۔ امام ابوحنیفہؒ نے فجر کی نماز عشاء کے وضو سے چالیس سال تک پابندی سے پڑھی ہے اور عام طور پر ایک رات میں ایک رکعت میں پورا قرآن کریم ختم کر دیتے۔

امام ابوحنیفہؒ رات میں اتنا روتے کہ پڑوسیوں کو آپ پر رحم آنے لگتا۔ جس جگہ آپ کا انتقال ہوا اس جگہ آپ نے ستر ہزار بار قرآن کریم کو تلاوت میں ختم کیا ہے اور تیس سال تک افطار نہیں کیا۔ (ابن خلکان نے کہا ہے کہ) آپ کے اندر سوائے عربی کم جاننے کے اور کوئی عیب نہیں تھا[1]۔ بیان کیا گیا ہے کہ ابوعمرو بن علاء نے (آپ سے یعنی امام ابوحنیفہؒ سے) سوال کیا کہ اگر کوئی آدمی کسی مثقل (بھاری) چیز سے قتل کر دے تو کیا قاتل پر قصاص واجب ہوگا؟ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ نہیں۔ امام ابوحنیفہؒ نے یہ جواب اپنے مسلک کے مطابق دیا تھا۔ امام شافعیؒ کا اس میں اختلاف ہے۔ پھر ابوعمرو بن علاء (نحوی) نے پوچھا کہ اگر کوئی منجنیق کے پتھر سے قتل کرے تو اس کی کیا سزا ہے؟ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر کوئی ''کوہ ابوقبیس'' (مکہ مکرمہ کا پہاڑ) سے بھی قتل کر دے تب بھی قصاص واجب نہیں ہوگا۔

بعض اہل علم نے امام ابوحنیفہؒ کی جانب سے یہ عذر پیش کیا ہے کہ آپ نے یہ جواب ان لوگوں کی زبان میں دیا ہے جو لوگ اسمائے ستہ (ابؤ اخؤ حمؤ ھنؤ خوٗ ذو) کو تینوں حالتوں میں ''الف'' کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ چنانچہ عرب شعراء نے کہا ہے کہ ؎

ان اباها و ابا اباها　　قد بلغافی المجد غایتاها

''بے شک اس کے آباؤ واجداد نے اپنے اپنے مقاصد میں عزت وشرافت کو پالیا ہے''

یہ اہل کوفہ کی لغت (زبان) ہے اور امام ابوحنیفہؒ بھی کوفہ کے رہنے والے ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کی وفات امام ابوحنیفہؒ کا انتقال بغداد کی جیل میں ۱۵۰ھ میں ہوا اور بعض اہل علم نے اس کے برعکس تاریخ وفات تحریر کی ہے۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی وفات قید خانہ میں نہیں ہوئی۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی وفات اس دن ہوئی جس دن امام شافعیؒ پیدا ہوئے اور بعض نے اس سال کا ذکر کیا ہے نہ کہ اس دن میں جیسے کہ اس سے پہلے گزر چکا ہے۔

امام نوویؒ نے ''تہذیب الاسماء'' میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا انتقال ۱۵۱ھ یا ۱۵۳ھ میں ہوا ہے۔ واللہ اعلم

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اوپر کا شعر جو اسکافی کی حکایت میں گزرا ہے وہ عرجی عبداللہ ابن عمرو بن عثمان بن عفان کا ہے۔ اس شعر کو نضر بن شمیل نے بطور استشہاد مامون الرشید کے دربار میں پڑھا تھا۔

نضر بن شمیل کے متعلق ایک واقعہ ابن خلکان نے کہا ہے کہ ایک مرتبہ نضر بن شمیل خلیفہ مامون الرشید کے دربار میں آئے تو دونوں حدیث کے متعلق گفتگو کرنے لگے۔ چنانچہ مامون الرشید نے ایک روایت ہشیم کی سند سے ابن عباسؓ تک بیان کی کہ ''جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی عورت کے دین اور حسن و جمال کی وجہ سے نکاح کر لیتا ہے تو اسے تنگی سے نجات مل جاتی ہے۔''

یہ روایت سن کر نضر بن شمیل نے کہا کہ اے امیر المومنین! ہشیم نے بالکل سچ کہا۔ ہم سے بھی فلاں نے فلاں سے بیان کر کے

---

[1] امام ابوحنیفہؒ پر قلت عربیت کا جو الزام عائد کیا گیا ہے اس کی بنیاد صرف ایک واقعہ پر ہے جو ''وفیات الاعیان'' میں مذکور ہے اور علامہ دمیری نے بھی ابن خلکان کے حوالہ سے اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ ابن خلکان نے اس واقعہ کو نقل کر کے یہ کہا ہے کہ صرف اس واقعہ کی بنیاد پر امام ابوحنیفہؒ پر قلت عربیت کا الزام لگانا ٹھیک نہیں ہے کیونکہ بعض قبائل عرب کی لغت میں اسماء ستہ مکبرہ کا اعراب حالت جری میں بھی الف سے ہوتا ہے اور امام ابوحنیفہ کا ابوعمرو نحوی کو دیا گیا جواب بھی انہی قبائل عرب کی لغت کے مطابق تھا۔ مترجم

علی بن ابی طالبؓ تک سند کا واسطہ پہنچا کر بیان کیا کہ ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی کسی عورت سے اس کے دین اور حسن و جمال کی وجہ سے نکاح کرتا ہے تو وہ تنگی سے نجات پا جاتا ہے۔''

نضر بن شمیل کہتے ہیں کہ یہ سن کر مامون الرشید سیدھے بیٹھ گئے حالانکہ وہ تکیے سے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ پھر مامون الرشید نے فرمایا نضر تم سداد کیسے کہتے ہو؟ نضر کہتے ہیں میں نے جواب دیا کہ سداد یہاں غلط ہے۔ مامون الرشید نے کہا کیا تم میری اعراب کی غلطی نکال رہے ہو۔ نضر کہتے ہیں میں نے کہا کہ ہشیم نے اعراب کی غلطی کی ہے۔ چنانچہ امیر المومنین نے میری بات مان لی اور فرمایا کہ سداد کے زیر یا زبر پڑھنے میں کیا فرق پڑ جائے گا۔ نضر کہتے ہیں میں نے کہا کہ سداد (زبر کے ساتھ) دین میں درستی اور میانہ روی کو کہتے ہیں۔ اور سداد (زیر کے ساتھ) حاجت اور تنگی کو کہا جاتا ہے۔ اور جس کو آپ درست کر رہے ہیں اس کو سداد (زیر کے ساتھ) کہتے ہیں۔ پس مامون نے کہا کیا تمہیں اس کے متعلق عرب شعراء کا کوئی شعر یاد ہے؟ نضر کہتے ہیں میں نے کہا ہاں۔ عرجی شاعر نے کہا ہے کہ

اضاعونی وای فتی اضاعوا لیوم کریھۃ وسداد ثغر

''لوگوں نے مجھے ضائع کر دیا اور میرے علاوہ کون سے نوجوان ہیں جو میدانِ جنگ اور سرحد بندی میں تباہ و برباد ہوئے ہیں۔''

چنانچہ مامون الرشید نے یہ سن کر ایک رقعہ میں کچھ لکھا اور ایک خادم سے کہا کہ یہ رقعہ لے کر نضر بن شمیل کے ہمراہ فضل بن سہل کے پاس چلے جاؤ۔ چنانچہ جب فضل بن سہل نے وہ رقعہ کھول کر پڑھا تو کہا اے نضر! امیر المومنین نے پچاس ہزار درہم تمہیں بطورِ انعام دینے کا حکم دیا ہے۔ آخر اس کا سبب کیا ہے مجھے بھی بتاؤ؟ نضر کہتے ہیں کہ میں نے فضل بن سہل کو سارا واقعہ سنا دیا۔ یہ سن کر فضل بن سہل نے انعام میں مزید تیس ہزار درہم کا اضافہ کر دیا۔ چنانچہ میں ایک حرف کے بدلہ میں بطورِ انعام اسی ہزار درہم لے کر واپس آ گیا۔

نضر بن شمیل کی وفات ۲۰۴ھ کو مقام مرو میں ہوئی۔

امام ابو یوسفؒ کا علمی مرتبہ تاریخ بغداد میں مذکور ہے کہ امام ابو یوسفؒ امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد ہیں' ان کا نام یعقوب ہے۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں بستر پر آرام کی غرض سے آیا تو اچانک دروازے پر دستک ہوئی۔ پس میں باہر نکلا تو پتہ چلا کہ وہ ہرثمہ بن اعین ہے۔ انہوں نے کہا کہ امیر المومنین ہارون الرشید نے آپ کو بلایا ہے۔ پس میں اپنے خچر پر سوار ہوا اور ڈرتا ہوا امیر المومنین کے گھر تک پہنچا۔ پس میں نے دروازے سے گزرتے ہوئے ہرثمہ سے پوچھا کہ امیر المومنین کے ساتھ اور کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ عیسیٰ بن جعفر ہیں۔ پس میں گھر میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ امیر المومنین تشریف فرما ہیں اور ان کے دائیں جانب عیسیٰ بن جعفر بھی بیٹھے ہیں۔ پس میں نے سلام کیا اور بیٹھ گیا۔ ہارون الرشید نے کہا کہ ہم نے آپ (ابو یوسف) کو شاید خوفزدہ کر دیا ہے۔ میں نے کہا خدا کی قسم! ہاں مگر جو میرے پیچھے ہیں' وہ بھی خوفزدہ ہیں۔ پس ہارون الرشید نے تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد فرمایا اے یعقوب! کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ میں نے تمہیں کس لیے بلایا ہے؟ میں نے کہا نہیں' مجھے معلوم نہیں۔

ہارون الرشید نے کہا کہ میرا تمہیں بلانے کا مقصد یہ ہے کہ تم اس بات پر گواہ رہو کہ عیسیٰ بن جعفر کے پاس ایک لونڈی ہے اور میں نے انہیں یہ کہا ہے کہ تم یہ لونڈی مجھے ہبہ کر دو لیکن انہوں نے انکار کر دیا ہے۔ خدا کی قسم! اگر اس نے یہ لونڈی مجھے ہبہ نہ کی تو میں اسے قتل کر دوں گا۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عیسیٰ بن جعفر کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ تمہارے نزدیک باندی کی اس قدر

اہمیت ہے کہ تم نے اسے ہبہ کرنے سے انکار کر دیا ہے اور باندی کی وجہ سے تم نے اپنی قدر امیر المومنین کے یہاں گرادی ہے۔ بالآخر وہ لونڈی بھی ہر حال میں تم سے چلی جائے گی۔ پس عیسیٰ بن جعفر نے کہا کہ امیر المومنین نے دھمکی دینے میں جلدی کی ہے۔ آخرکار انہیں میرا کوئی عذر تو سننا چاہیے۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں میں نے کہا کہ اپنا عذر بیان کرو؟ عیسیٰ بن جعفر نے کہا کہ میں نے اس باندی کو طلاق نہ دینے اور آزاد نہ کرنے کی قسم کھائی ہے اگرچہ میرا سارا مال کیوں نہ لوٹ لیا جائے۔ اس لیے میں اس باندی کو نہ تو فروخت کر سکتا ہوں اور نہ ہی ہبہ کر سکتا ہوں۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ ہارون الرشید میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ ابو یوسفؒ کیا اس مسئلہ کا کوئی حل آپ کے پاس ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ ہارون الرشید نے کہا وہ کیسے؟ میں نے کہا کہ عیسیٰ بن جعفر نصف باندی آپ کو ہبہ کر دے اور بقیہ نصف آپ کو بیچ دے تو گویا وہ لونڈی نہ تو ہبہ ہوگی اور نہ فروخت ہوگی۔ عیسیٰ بن جعفر نے کہا (ابو یوسفؒ) کیا یہ معاملہ جائز ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ عیسیٰ بن جعفر نے کہا پس آپ گواہ رہیں میں نے امیر المومنین کو نصف باندی ہبہ کر دی اور نصف ایک ہزار اشرفیوں کے عوض انہیں بیچ دی۔ پس ہارون الرشید نے کہا کہ میں نے نصف باندی بطور ہبہ قبول کر لی اور نصف باندی ایک ہزار اشرفیوں کے بدلے خرید لی۔ پھر امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ باندی اور مال میرے سامنے حاضر کیا جائے۔ پس مال اور باندی کو لایا گیا۔ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا اب لونڈی کو لے لیجئے اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ اس میں برکت عطا فرمائے۔ پس ہارون الرشید نے فرمایا اے یعقوب! ایک مسئلہ باقی ہے اس کو بھی حل کیجیے۔ پس میں نے (ابو یوسفؒ نے) کہا وہ کیا ہے؟ ہارون الرشید نے فرمایا کہ لونڈی تو مملوکہ ہے اور باندی کیلئے حیض تک ترک جماع کرنا ضروری ہے۔ خدا کی قسم! اگر یہ رات میں نے لونڈی کے ساتھ نہ گزاری تو میری موت واقع ہو جائے گی۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا اے امیر المومنین! آپ لونڈی کو آزاد کر دیں اور پھر اس سے نکاح کر لیں۔ اس لیے کہ آزاد عورت کیلئے حیض تک ترک جماع ضروری نہیں ہے۔ ہارون الرشید نے کہا پس تحقیق میں نے اس کو آزاد کر دیا۔ نکاح کون پڑھائے گا؟ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں میں نے کہا میں نکاح پڑھاؤں گا۔ پس میں نے مسرور اور حسین کی موجودگی میں خطبہ نکاح پڑھا اور بیس ہزار اشرفیوں کے بدلے مہر مقرر کر کے ہارون الرشید سے اس لونڈی کا نکاح کر دیا۔ پھر امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ امیر المومنین! آپ مہر کی رقم میرے پاس لے آئیں تاکہ میں باندی کو مہر ادا کر دوں۔ پس مہر کی رقم لا کر ادا کر دی گئی۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں پھر امیر المومنین نے مجھے حکم دیا کہ اے یعقوب! تم جا سکتے ہو۔ نیز مسرور کو حکم دیا گیا کہ دو لاکھ درہم اور بیس کپڑوں کے تخت بطور انعام ابو یوسفؒ کے گھر پہنچانے کا بندوبست کرو۔ چنانچہ یہ انعام امام ابو یوسفؒ کے گھر پہنچا دیا گیا۔ اھ

مؤرخین کہتے ہیں کہ امام ابو یوسفؒ کی مجلس میں ایک آدمی خاموش رہتا تھا اور کبھی گفتگو نہیں کرتا تھا۔ ایک دن امام ابو یوسفؒ نے اس آدمی سے کہا کہ تم کیوں کلام نہیں کرتے؟ اس آدمی نے کہا کیوں نہیں آپ بتائیے کہ روزہ دار کب روزہ افطار کرے؟ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا جب سورج غروب ہو جائے۔ اس آدمی نے کہا اگر نصف رات تک سورج غروب نہ ہو تو پھر کب افطار کرے؟ امام ابو یوسفؒ مسکرائے اور فرمایا واقعی تمہارے لیے خاموشی بہتر ہے۔ میں نے تمہیں گفتگو پر آمادہ کر کے غلطی کی ہے۔ اس کے بعد امام ابو یوسفؒ نے یہ شعر پڑھا

عجبت لا زراء الغبي بنفسه وصمت الذي قد كان بالقول اعلما

''میں کند ذہن (بے وقوف) شخص کو کلام پر تیار کر کے حیران ہو گیا اور جب اس نے خیالات کا اظہار کیا تو میں خاموش ہو گیا''

وفي الصمت ستر للغبي وانما صحيفة لب المرء أن يتكلما

''اور خاموشی کند ذہن آدمی کیلئے ستر ہے اور گفتگو کرنا آدمی کے دماغ کی آزمائش ہے۔'' (صحیفہ کا مطلب کہ جو کچھ لکھا پڑھا جائے گا)

مؤرخین نے لکھا ہے کہ ایک شخص بعض علماء کی مجلس میں بیٹھتا لیکن بالکل گفتگو نہیں کرتا تھا۔ پس اس سے کہا گیا کہ تم کلام کیوں نہیں کرتے؟ اس آدمی نے کہا کہ آپ مجھے بتائیے کہ ہر مہینے ایام بیض کے روزے کیوں مستحب ہیں؟ پس عالم نے جواب دیا کہ میں اس کے متعلق نہیں جانتا۔ چنانچہ اس آدمی نے کہا کہ ایام بیض اسلامی مہینے کی تیرہویں' چودہویں اور پندرہویں تاریخوں کے روزے اس لیے مستحب ہیں کہ چاند کو انہی ایام بیض میں گہن لگتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا کہ آسمان میں کوئی ایسی نئی چیز سامنے نہ آئے جو زمین میں ظاہر نہ ہوئی ہو۔ نیز اس موضوع پر یہ بہت اچھا قصہ ہے۔

ابن خلکان نے تذکرہ کیا ہے کہ ایک آدمی امام شعبیؒ کی مجلس میں بیٹھا تھا اور ہمیشہ خاموش رہتا تھا۔ پس ایک دن امام شعبیؒ نے اس سے فرمایا کیا تم گفتگو نہیں کرتے؟ پس اس آدمی نے کہا میں خاموشی کی وجہ سے محفوظ رہتا ہوں۔ نیز سنتا ہوں تو میرے علم میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس لیے کہ آدمی کا حصہ (یعنی علم کا حصہ) اس کے لیے ساعت میں رکھ دیا گیا ہے اور زبان سے کوئی دوسرا استفید ہوتا ہے۔

ابن خلکان لکھتے ہیں کہ ایک دن ایک نوجوان نے امام شعبیؒ سے گفتگو کی تو امام شعبیؒ نے فرمایا کہ ہم نے اس طرح کبھی نہیں سنا۔ نوجوان نے کہا کہ کیا آپ نے ہر قسم کے علم کی ساعت کر لی ہے۔ امام شعبیؒ نے فرمایا نہیں نوجوان نے کہا آپ نے علم کا کچھ حصہ بھی نہیں سنا۔ امام شعبیؒ نے فرمایا ہاں علم کا کچھ حصہ تو سنا ہے۔ نوجوان نے کہا پس آپ یہ بات کان کے اس حصہ میں رکھ لیجیے جس کو آپ نے سنا ہے۔ پس امام شعبیؒ خاموش ہو گئے۔ امام ابو یوسفؒ کو سب سے پہلے قاضی القضاۃ کے خطاب سے پکارا گیا۔ نیز آپ سب سے پہلے فقیہ ہیں جنہوں نے موجودہ رواج کے مطابق علماء کا لباس مقرر کیا ورنہ لوگوں کا لباس ایک ہی طرح کا ہوتا تھا۔ کسی شخص کو لباس کے ذریعے ممتاز نہیں کیا جا سکتا تھا۔

حکایت بیان کی گئی ہے کہ عبدالرحمٰن بن مسہر بغداد اور واسط کے درمیان چھوٹے سے شہر ''مبارک'' میں قاضی کے عہدہ پر فائز تھے۔ جب ان کو یہ خبر پہنچی کہ امیر المومنین ہارون الرشید امام ابو یوسفؒ کے ہمراہ بصرہ تشریف لا رہے ہیں تو عبدالرحمٰن بن مسہر نے ''مبارک'' کے رہنے والوں سے کہا تم لوگ ان دونوں کے سامنے میری تعریف کرنا۔ لیکن شہر والوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ عبدالرحمٰن بن مسہر نے بھیس بدل کر ہارون الرشید اور امام ابو یوسفؒ سے ملاقات کی اور کہا کہ ہمارے شہر کے قاضی بہت اچھے ہیں پھر جب ہارون الرشید اور ابو یوسفؒ دوسرے مقام پر پہنچے تو عبدالرحمٰن بن مسہر نے دوسری جگہ پہنچ کر بھی یہی الفاظ کہے۔ پس ہارون الرشید نے امام ابو یوسفؒ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ یہاں کے قاضی کی اچھائی صرف ایک ہی آدمی بیان کر رہا ہے۔ لہٰذا اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ قاضی کی کارکردگی ٹھیک نہیں ہے۔ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا اے امیر المومنین! تعجب کی بات یہ ہے کہ قاضی خود اپنی خوبیاں بیان کر رہا ہے۔ پس ہارون الرشید ہنس پڑے۔ اور فرمایا کہ یہ قاضی تو دلچسپ آدمی نظر آتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو تو معزول نہیں کیا جا سکتا۔

امام ابویوسفؒ کی وفات امام ابویوسفؒ کی وفات ماہ ربیع الاوّل ۱۸۲ھ میں ہوئی۔ بعض اہلِ علم نے امام ابویوسفؒ کی وفات کی تاریخ اس کے علاوہ بیان کی ہے۔

خچر کے بے نسل ہونے کی وجہ؟ ایک مرتبہ موصل کے حکمران اپنے خچر سے گر پڑے تو ابوالسعادت مبارک بن اثیر نے یہ اشعار کہے

ان زلت البغلة من تحته فان فی زلتها عذرا

''اگر خچران کے نیچے سے نکل گیا ہے تو پس وہ یقیناً کسی عذر سے پھسل گیا ہے''

حملها من علمه شاهقا ومن ندی راحته بحرا

''انہوں نے اس کو جان بوجھ کر پہاڑ کی چوٹی پر چڑھایا ہے اور ان کے جود و کرم دریا کی مثل ہیں''

حافظ ابوالقاسم بن عساکر نے تاریخ دمشق میں لکھا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب فرماتے تھے کہ خچر کی نسل نہیں چلتی۔ (حالانکہ خچر تمام جانوروں میں سب سے زیادہ تیز چلنے والا جانور ہے) کیونکہ جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کے لیے لکڑیاں جمع کی جا رہی تھیں تو جن جانوروں پر لکڑیاں لاد کر لائی جاتی تھیں ان میں خچر بھی شامل تھا۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خچر کے لیے بددعا فرمائی اس لیے اللہ تعالیٰ نے خچر کو بے نسل کر دیا۔

عجیب وغریب فائدہ اسماعیل بن حماد بن ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ ہمارے گھر کے قریب ایک چکی والا رافضی رہتا تھا۔ اس کے پاس دو خچر تھے اس نے ایک کا نام ابوبکر اور دوسرے کا نام عمر رکھا تھا۔ پس کچھ دنوں کے بعد رافضی نے ان میں سے ایک خچر کو نیزہ مار کر قتل کر ڈالا۔ چنانچہ میرے دادا جان (امام ابوحنیفہؒ) کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ تم لوگ جا کر دیکھو جس خچر کو اس نے نیزہ مارا ہے اس کا نام عمر ہوگا۔ چنانچہ لوگوں نے جا کر دیکھا تو وہی نکلا جو امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا تھا۔

اسی طرح ''الکامل لابن عدی فی ترجمۃ خالد بن یزید العمری المکی'' میں مذکور ہے ''سفیان بن ابان کہتے ہیں کہ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ خچر پر سوار ہوئے تو وہ بدک گیا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے روک لیا اور ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ اس (خچر) پر ''قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ'' پڑھے۔ اس کے بعد خچر ٹھیک ہو گیا'' (انشاء اللہ عنقریب یہ حدیث ''الدابۃ'' کے عنوان میں بھی آئے گی)

اسی طرح حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے تین بیٹے ہوں اور اس نے ان میں سے کسی ایک کا نام بھی محمد نہ رکھا ہو تو وہ بڑا بے وفا ہے اور جب تم اس کا نام محمد رکھو تو اسے گالی نہ دو' برا بھلا نہ کہو اور نہ اس کو مارو بلکہ اس کے ساتھ عزت و اکرام اور عظمت و شرافت کا سلوک کرو۔'' (الحدیث)

فائدہ ابوداؤد اور نسائی میں مذکور ہے ''عبداللہ بن زریر الغافقی کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ ایک خچر پیش کیا تو آپ ﷺ نے اس پر سواری کی۔ پس لوگوں نے کہا کہ اگر ہم گدھے کو گھوڑی سے ملا دیں تو ہمیں بھی نفع حاصل ہو جائے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کام صرف وہی کریں گے جنہیں علم نہیں۔'' (الحدیث)

ابن حبان نے کہا ہے کہ ''لایعلمون'' (علم نہیں رکھتے) کا مقصد اس فعل کی ممانعت ہے۔

خطابی بھی اسی کے مشابہ معانی بیان کرتے ہیں کہ اگر گدھے کو گھوڑی سے ملا دیا جائے تو گھوڑے کے فوائد زائل ہو جاتے ہیں' ان کی تعداد قلیل ہو جائے گی اور ان کی نسل ختم ہو جائے گی۔ حالانکہ لوگ گھوڑے کو سواری اور دیگر ضروریاتِ زندگی کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ نیز گھوڑوں پر سوار ہو کر دشمنوں سے جہاد کرتے ہیں اور مالِ غنیمت حاصل کرتے ہیں۔

گھوڑے کی فضیلت گھوڑے کا گوشت کھایا جا سکتا ہے۔ نیز مالِ غنیمت پر جتنا حصہ مجاہد کا ہوتا ہے' اتنا ہی گھوڑے کے حصہ میں بھی آتا ہے اور یہ تمام فضائل خچر میں نہیں پائے جاتے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کو پسند فرمایا ہے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خواہش تھی کہ گھوڑوں کی تعداد میں اضافہ ہو اور ان کی نسل بڑھتی رہے اس لیے کہ گھوڑوں میں نفع اور خیر و برکت ہے۔ پس جب گھوڑا گدھیوں سے جفتی کرتا ہو تو اس صورت میں نہی کا احتمال نہیں ہے سوائے اس کے کہ کوئی یہ تاویل پیش کرے کہ حدیث کا مقصد گھوڑے کی اقسام کو گدھوں کی نسلوں سے محفوظ کرنا ہے۔ اور ان دونوں کے ملاپ کی کراہت پیشِ نظر ہے تاکہ دو مختلف جانوروں کی قسموں سے کوئی مرکب نسل نہ تیار ہو جائے اس لیے دو قسموں سے مل کر پیدا ہونے والے جانور عام طور پر خبیث اور سرکش ہوتے ہیں۔ مثلاً بھیڑیے کا بچہ بجو یا لگڑ بگڑ سے پیدا ہوتا ہے اور کتے کا بچہ جو مادہ بھیڑ سے پیدا ہو وغیرہ۔

خچر کے فوائد خچر بانجھ جانور ہوتا ہے اس کی نسل نہیں چلتی۔ خچر نہ تو چالاک ہوتا ہے اور نہ بالکل سیدھا ہوتا ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ رائے مناسب معلوم نہیں ہوتی اس لیے کہ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً"

(اور اس نے گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا کیے تاکہ تم ان پر سوار ہو اور وہ تمہاری زندگی کی رونق بنیں۔ النحل: ۸)

پس اللہ تعالیٰ نے خچروں کا اس کے مخصوص نام سے ذکر کر کے احسان جتلایا ہے جس طرح گھوڑوں اور گدھوں جیسی سواری کا ذکر فرما کر انسان پر احسان جتلایا ہے اور ان کے فوائد سے بھی آگاہ کیا ہے۔ کیونکہ جو چیزیں ناپسندیدہ اور قابلِ مذمت ہوں' ان کی تعریف نہیں کی جاتی اور نہ ہی ان پر سواری کی جا سکتی ہے اور نہ ہی ان چیزوں کے ذریعے سے کسی پر احسان کیا جا سکتا ہے۔ حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خچر کو سواری کے لیے اختیار فرمایا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر و حضر دونوں میں خچر کی سواری کی ہے۔ لہٰذا اگر خچر ناپسندیدہ جانور ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے سواری کے لیے استعمال نہ کرتے۔ اھ

حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم "بنی نجار" کے باغ میں اپنے خچر پر سوار ہو کر جا رہے تھے اور ہم لوگ بھی آپ کے ہمراہ تھے کہ اچانک آپ کا خچر بدک گیا۔ چنانچہ ہمیں خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گرا نہ دے وہاں چار' پانچ یا چھ قبریں تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی جانتا ہے کہ یہ کس کی قبر ہے؟ ایک شخص نے جواب دیا جی ہاں مجھے معلوم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کب فوت ہوا ہے؟ اس آدمی نے عرض کیا کہ ان کی موت حالتِ شرک میں ہوئی ہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ عذابِ قبر میں مبتلا ہیں پھر فرمایا اگر تم اظہار نہ کرتے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ جس طرح عذابِ قبر کو میں سن رہا ہوں' تمہیں بھی سنا دے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرۂ انور کو ہماری طرف پھیرا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے عذابِ قبر سے پناہ مانگو۔ پس ہم نے کہا کہ ہم عذابِ قبر سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ پھر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنم کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو۔ پس ہم نے کہا ہم عذاب جہنم سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظاہری و باطنی فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگو۔ پس ہم نے کہا ہم ہر ظاہری و باطنی فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دجال کے فتنہ سے اللہ کی پناہ مانگو۔ پس ہم نے کہا کہ ہم دجال کے فتنہ سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔'' (رواہ مسلم)

دوسرا فائدہ جس خچر پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری کیا کرتے تھے اس کا نام ''دلدل'' تھا اور یہ مادہ تھی جیسے کہ ابن صلاح وغیرہ نے بھی اس کی تائید کی ہے۔..... یہ خچر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد زندہ رہی۔ نیز عمر رسیدہ ہونے کے بعد اس کے داڑھ کے دانت گر گئے تھے۔ چنانچہ اس کے لیے ''جو'' موٹا پیس کر کھلاتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں یہ خچر بقیع غرقد (قبرستان) کے قریب مر گئی۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ اس خچر کا رنگ سیاہ تھا۔ حافظ قطب الدین نے شرح جامع کبیر سے نقل کیا ہے کہ اگر کسی نے (بغل) خچر پر سوار ہونے کی قسم کھالی پھر وہ مادہ یا نر خچر پر سوار ہو گیا تو وہ حانث ہو جائے گا۔

اس لیے کہ لفظ (بغل) خچر اسم جنس ہے جس کا اطلاق نر اور مادہ دونوں پر ہوتا ہے۔ بالکل یہی مسئلہ خچر کا بھی ہے۔

''البغلۃ'' اس لفظ میں جو ہاء ہے وہ افراد کے لئے ہے اور یہ نر اور مادہ دونوں کے لیے مستعمل ہے جیسے کہ ''جرادۃ'' اور ''تمرۃ'' (ٹڈی کھجور) میں ہے۔ اسی طرح اگر کسی نے ''البغلۃ'' (مادہ خچر) پر سوار نہ ہونے کی قسم کھالی پھر اس کے بعد وہ نر خچر یا مادہ خچر پر سوار ہو گیا تو وہ بھی حانث ہو جائے گا۔ محدثین کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خچر نہ مذکر تھا نہ مؤنث پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پانچ خچر مزید تیار کیے گئے۔

امام سہیلیؒ نے فرمایا ہے کہ غزوۂ حنین کے تذکرہ میں آتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطحاء سے خچر پر سوار ہو کر ایک مٹھی مٹی اُٹھائی تھی جس کو کفار کے چہروں پر ''شاھت الوجوہ'' (کافروں کے چہرے بدصورت ہو جائیں) پڑھ کر پھینک دی تھی۔ چنانچہ کافروں کے لشکر کو زبردست شکست ہوئی۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب زمین سے مٹی اُٹھانے کا ارادہ کیا تو (مادہ) خچر نے اپنے پیٹ کے حصہ کو زمین سے لگا دیا تھا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین سے مٹی اُٹھالی۔ پھر وہ (مادہ) خچر کھڑی ہو گئی اس خچر کا نام ''بیضا'' تھا جسے فروہ بن نعامہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔

معجم طبرانی میں مذکور ہے کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جس وقت غزوۂ حنین میں مسلمان شکست کھانے لگے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سیاہ و سفید (مادہ) خچر پر سوار تھے جس کو ''دلدل'' کہا جاتا تھا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''دلدل'' سے فرمایا جھک جا۔ پس اس نے پیٹ کو زمین پر لگا دیا یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی مٹی اُٹھالی پھر اسے کفار کے چہروں کی طرف پھینک دیا اور فرمایا کہ کفار کو کامیابی نہیں مل سکتی۔ پس کفار شکست کھا گئے۔ راوی کہتے ہیں حالانکہ نہ ہم نے تیر چلائے نہ نیزے برسائے اور نہ تلوار سے مارا۔ (الحدیث)

''حضرت شیبہ بن عثمان کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ حنین کے بعد اپنے چچا عباسؓ سے فرمایا کہ مجھے بطحاء سے ایک مٹھی مٹی اُٹھا دیجیے۔ پس اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی (مادہ) خچر کو سمجھا دیا تو وہ جھک گئی یہاں تک کہ اس نے اپنا پیٹ

زمین کے ساتھ ملا دیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حصباء سے مٹی اُٹھا کر کفار کے چہروں کی طرف پھینک دی اور فرمایا "شاھت الوجوہ" (کفار کے چہرے بدصورت ہو جائیں) وہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ (معجم طبرانی)

اختتامیہ حضرت خزیمہ بن اوس کہتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ہجرت کر کے چلا گیا۔ پس میں تبوک سے واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف با اسلام ہوا۔ پس اس وقت میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ یہ مقام حیرہ ہے جو مجھ پر پیش کیا جائے گا اور جلد ہی تم اسے فتح کر لو گے اور وہاں شیماء بنت نفیل ازدی ہے جو سیاہ وسفید (مادہ) خچر پر کالی اوڑھنی ڈالے ہوئے سوار ہے۔ پس میں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر ہم حیرہ میں داخل ہو گئے اور ہم نے شیماء کو اس حالت میں پالیا تو وہ میری ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تمہاری ہو جائے گی۔ پس ہم خالد بن ولید کے ساتھ حیرہ کا ارادہ کر کے چلے۔ چنانچہ جب ہم حیرہ میں داخل ہوئے تو ہماری سب سے پہلے ملاقات شیماء بنت نفیل سے ہوئی۔ اس کو ہم نے اسی حالت میں پایا جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ وہ سیاہ سفید (مادہ) خچر پر کالی اوڑھنی ڈالے ہوئے سوار ہے۔ پس میں شیماء سے لپٹ گیا اور میں نے کہا کہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ہبہ کر دیا ہے۔ پس خالد بن ولید نے اس پر مجھ سے دلیل طلب کی۔ پس میں نے دلیل سے ثابت کر دیا تو خالد بن ولید نے شیماء کو میرے حوالے کر دیا۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد شیماء کا بھائی عبدالمسیح آیا اس نے کہا کیا تم میری بہن کو میرے ہاتھ فروخت کر سکتے ہو؟ میں نے کہا ہاں۔ عبدالمسیح نے کہا تم جو چاہو اس کی قیمت مقرر کرو۔ میں نے کہا اللہ کی قسم! میں اسے ایک ہزار درہم سے کم میں نہیں دوں گا۔ پس عبدالمسیح نے مجھے ایک ہزار درہم دے دیئے۔ پس اس نے مجھ سے کہا کہ اگر تم اس وقت مجھ سے ایک لاکھ درہم کا بھی مطالبہ کرتے تو میں اس وقت ادا کرنے پر مجبور تھا۔ پس میں نے کہا کہ میں ایک ہزار درہم سے زیادہ نہیں لے سکتا تھا۔ طبرانی نے کہا ہے کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اس بات کے گواہ محمد بن مسلمہ اور عبداللہ بن عمرؓ تھے۔ (رواہ الطبرانی و ابونعیم من طرق صحیحہ)

الحکم گھریلو گدھے اور گھوڑے سے مل کر پیدا ہونے والے جانور کا گوشت حرام ہے۔ اس لیے کہ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ "ہم نے حنین کے دن خچروں، گدھوں اور گھوڑوں کو ذبح کیا۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں گدھوں اور خچروں سے منع فرمایا اور گھوڑوں سے منع نہیں فرمایا۔" (الحدیث)

خچر کے حرام ہونے کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ خچر دو جانوروں ایک حلال اور دوسرا حرام سے مل کر پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے حرمت کے پہلو کو ترجیح حاصل ہوگی۔ اس لیے کہ خچر جنگلی گدھے اور گھوڑے سے مل کر پیدا ہوتا ہے۔

ابو واقد سے مروی ہے کہ بعض لوگوں کے خچر مر گئے اور ان کے پاس کھانے کے لیے اس کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں تھی۔ پس وہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں (خچر کا گوشت) کھانے کی اجازت دے دی۔ (رواہ البزاز باسناد صحیح)

یہ حدیث اس بات پر محمول ہوگی کہ وہ لوگ حالتِ اضطراب میں تھے اور وہ اس قدر بھوکے تھے کہ انہیں مرنے کا خطرہ محسوس ہو رہا تھا۔ اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مردار خچر کا گوشت کھانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

فرع جب کوئی زید کے لیے مرنے کے بعد (مادہ) خچر دینے کی وصیت کرے تو اس وصیت میں بیل شامل نہیں ہوتا لیکن اگر خچر کی وصیت کی تو (مادہ) خچر وصیت میں شامل ہو جائے گی۔ نیز ''البغلۃ'' میں ہاء وحدت کے لیے ہے جیسے کہ ''ثمرۃ'' اور ''زبیۃ'' میں ''تا'' وحدت کے لیے ہے' جمع یا مؤنث نہیں ہے۔

امثال (۱) خچر سے کہا گیا کہ تیرا باپ کون ہے؟ تو اس نے کہا کہ گھوڑا میرا ماموں ہے۔ یہ مثال اس شخص کے لیے استعمال کی جاتی ہے جو اپنے معاملہ میں غلط رائے اور فساد رکھتا ہو۔

(۲) ''**فُلَانٌ اَعْقَرُ مِنَ الْبَغْلِ**'' فلاں خچر سے زیادہ بانجھ ہے۔

(۳) ''**فُلَانٌ اَعْقَمُ مِنْ بَغْلَةٍ**'' فلاں خچر سے زیادہ بانجھ ہے۔

(۴) ''**هُوَ اَعْيَبُ مِنْ بَغْلَةِ اَبِیْ دَلَامَةٍ**'' وہ (شخص) ابودلامہ کے خچر سے بھی زیادہ عیب دار ہے۔

ابودلامہ کا نام زند بن جون کوفی ہے جو نہایت سیاہ فام اور بنو اسد کا غلام تھا۔ ابودلامہ کے بہت سے دلچسپ واقعات معروف ہیں۔ مثلاً ابودلامہ کا بیٹا بیمار ہو گیا تو اس نے ایک حکیم کو ایک مقررہ اُجرت پر دوا کرنے کے لیے بلایا۔ چنانچہ جب ابودلامہ کے بیٹے کو شفا مل گئی تو اس نے کہا کہ اللہ کی قسم! ہمارے پاس تمہیں دینے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ البتہ میں تمہیں ایک تدبیر بتلاتا ہوں وہ یہ کہ فلاں یہودی بہت امیر ہے تم اس کے خلاف اُجرت کی بازیابی کے لیے دعویٰ کرو۔ میں اور میرا لڑکا دونوں تیری طرف سے گواہ ہوں گے۔ چنانچہ وہ طبیب قاضی محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کے پاس دعویٰ کرنے کے لیے گیا۔ یہودی کو طلب کیا گیا تو اس نے انکار کر دیا۔ قاضی ابن ابی لیلیٰ نے کہا کہ کیا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے؟ طبیب نے جواب دیا ہاں۔ قاضی نے کہا اس کو پیش کرو۔ پس ابو دلامہ شعر پڑھتے ہوئے آیا اس حال میں کہ قاضی ابن ابی لیلیٰ اس کے اشعار کی سماعت فرما رہے تھے ؎

ان الناس غطّونی تغطیت عنهم　　　وان بحثوا عنی ففیهم مباحث

''بلاشبہ لوگوں نے مجھے چھپایا ہے تو میں بھی ان سے چھپ گیا ہوں اور اگر انہوں نے میرے متعلق تحقیق کی تو میں بھی ان کے بارے میں تحقیق کروں گا۔''

وان نبثوا بئری نبثت بئارهم　　　لیعلم قوم کیف تلک النبائث

''اور اگر وہ میرا کنواں کھود کر مٹی نکالنے کی کوشش کریں گے تو میں بھی ان کے کنوؤں سے مٹی نکال لوں گا تا کہ لوگ جان لیں کہ وہ نکالی ہوئی مٹی کس طرح کی ہے۔''

پس جب ابودلامہ اور ان کے بیٹے دونوں نے گواہی دی تو قاضی نے کہا کہ تم دونوں کی گواہی قبول کر لی گئی اور تم لوگوں کی گفتگو سن لی گئی۔ چنانچہ قاضی نے طبیب کو اپنی جیب سے رقم ادا کر دی۔ گویا کہ قاضی نے دونوں مصلحتوں کے پیشِ نظر حسنِ سلوک کا رویہ اختیار کیا۔

اسی کی مثل ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ ابودلامہ' قاضی عافیہ بن یزید کے ایک آدمی پر مقدمہ دائر کرنے کے لیے گیا اور یہ اشعار کہے ؎

لقد خاصمتنی غواۃ الرجال وخاصمتھم سنۃ وافیہ

''تحقیق شریر لوگوں نے مجھ سے جھگڑا کیا اور میں بھی ان سے ایک سال تک مسلسل لڑتا رہا۔''

فما أدحض اللہ لی حجۃ وما خیب اللہ لی قافیۃ

''پس اللہ تعالیٰ نے میری کسی دلیل کو باطل نہیں کیا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے مجھے کسی شعر میں ناکام کیا۔''

فمن کنت من جورہ خائفا فلست اخافک یا عَافِیَۃ

''پس وہ کون ہے جس کے ظلم سے میں خائف ہوں اور اے عافیہ میں تجھ سے خوفزدہ نہیں ہوں۔''

چنانچہ عافیہ نے کہا کہ میں امیر المومنین سے ضرور تمہاری شکایت کروں گا۔ اس آدمی نے کہا آپ کیوں شکایت کریں گے۔ قاضی عافیہ نے کہا اس لیے کہ تم نے میری ہجو کی ہے۔ ابو دلامہ نے کہا اگر آپ نے میری شکایت کی تو امیر المومنین آپ کو معزول کر دیں گے۔ قاضی نے کہا کس لئے معزول کر دیں گے؟ ابو دلامہ نے کہا اس لیے کہ آپ کو ہجو اور مدح کا فرق معلوم نہیں ہے۔

امام ابو الفرج بن الجوزی نے کہا ہے کہ ایک مرتبہ ابو دلامہ خلیفہ مہدی کے دربار میں حاضر ہوا۔ اس نے خلیفہ کو اتنا بہترین قصیدہ سنایا کہ خلیفہ مہدی نے کہا: ابو دلامہ سوال کر تیری کیا حاجت ہے؟ ابو دلامہ نے کہا امیر المومنین مجھے ایک کتا دے دیجیے۔ پس مہدی غصہ ہو گیا اور کہا کہ میں تجھے کہتا ہوں کہ کوئی ضرورت کی چیز مانگو لیکن تم کتا طلب کرنے لگے۔ ابو دلامہ نے کہا امیر المومنین حاجت مجھے ہے یا آپ کو؟ پس امیر المومنین نے کہا نہیں آپ کو۔ ابو دلامہ نے کہا پس میں آپ سے شکار کے لیے کتے کا سوال کرتا ہوں۔ چنانچہ خلیفہ مہدی نے کتا دینے کا حکم دیا۔ ابو دلامہ نے کہا اے امیر المومنین! میں شکار کھیلنے کے لیے جا رہا ہوں تو کیا میں شکار ننگے پاؤں کروں گا؟ اس کے لیے سواری بھی فراہم کیجیے۔ پس امیر المومنین نے ابو دلامہ کو سواری کے لیے ایک جانور دینے کا حکم دیا۔ ابو دلامہ نے کہا اے امیر المومنین! اس جانور کی حفاظت کون کرے گا؟ پس امیر المومنین نے ایک غلام دینے کا حکم دیا۔ ابو دلامہ نے کہا اے امیر المومنین! جب میں شکار کھیل کر آؤں گا تو اسے کون پکائے گا؟ پس امیر المومنین نے ابو دلامہ کو ایک لونڈی دینے کا حکم دیا۔ ابو دلامہ نے کہا اے امیر المومنین! یہ ساری چیزیں رات کہاں گزاریں گی۔ پس امیر المومنین نے ایک گھر دینے کا حکم دیا۔ ابو دلامہ نے کہا اے امیر المومنین! مجھ پر اہل و عیال کی ایک جماعت کا بوجھ ہے میں ان لوگوں کو کہاں سے کھلاؤں گا؟ پس امیر المومنین نے کہا کہ میں تجھے ایک ہزار جریب آباد یا غیر آباد زمین دینے کا حکم دیتا ہوں۔ ابو دلامہ نے کہا کہ عامر (آباد) کے متعلق تو میں جانتا ہوں لیکن ''غامر'' کا کیا مطلب ہے؟ امیر المومنین نے کہا کہ غیر آباد زمین۔ ابو دلامہ نے کہا امیر المومنین میں آپ کو ایک لاکھ جریب غیر آباد زمین دیتا ہوں آپ مجھے اس کے عوض صرف ایک ہی جریب قابلِ کاشت زمین دے دیجیے۔ امیر المومنین نے کہا کہ کہاں سے تمہارے لیے زمین فراہم کروں؟ دلامہ نے کہا کہ بیت المال سے مہدی نے کہا کہ دلامہ سے سارا مال واپس لے لو اور ایک جریب قابلِ کاشت زمین دے دو۔ دلامہ نے کہا اے امیر المومنین! جب آپ دیا ہوا مال واپس لے لیں گے تو سب ہی غیر آباد ہو جائے گا۔ پس مہدی ہنس پڑے اور دلامہ کو مال دے کر راضی کر دیا۔

امام ابو الفرج بن الجوزی نے محمد بن اسحٰق السراج کے حوالہ سے ایک قصہ بیان کیا ہے کہ داؤد بن رشید بیان کرتے ہیں کہ میں

نے ایک مرتبہ ہیثم بن عدی سے کہا کہ آپ یہ بتائیے کہ خلیفہ مہدی نے سعید بن عبدالرحمٰن کو قاضی کیوں مقرر کیا تھا اور اتنا اہم عہدہ ان کے سپرد کیوں کیا تھا۔ ہیثم بن عدی نے کہا کہ اس کا قصہ بڑا دلچسپ ہے۔ اگر تم دلچسپی سے سننا چاہو تو میں تمہارے لیے اس کی تفصیل بیان کر سکتا ہوں۔ داؤد بن رشید نے کہا میں ضرور دلچسپی سے سنوں گا۔ ہیثم نے کہا پھر غور سے سنو جب مہدی کو خلیفہ بنایا گیا تو اچانک سعید بن عبدالرحمٰن' ربیع دربان کے پاس آئے کہ میں امیر المومنین مہدی سے ملنا چاہتا ہوں' آپ میرے لیے اجازت طلب کیجیے۔ ربیع نے کہا آپ کون ہیں اور آپ کو کیا کام ہے؟ سعید نے کہا کہ میں نے امیر المومنین کے متعلق بہت اچھا خواب دیکھا ہے لہٰذا میں پسند کرتا ہوں کہ میں ان سے اس خواب کا تذکرہ کروں۔ پس ربیع نے سعید سے کہا کہ لوگ جو خواب دیکھتے ہیں' وہ اس کو اپنے لیے سچا نہیں سمجھتے تو پھر دوسرے کا دیکھا ہوا خواب وہ کیسے تسلیم کر لیں گے۔ لہٰذا تم اس کے علاوہ کوئی دوسری تدبیر کرو جو تمہارے لیے مؤثر ہو۔ سعید نے دربان سے کہا اگر تم نے میری اطلاع امیر المومنین تک نہ پہنچائی تو میں کسی اور کے ذریعے یہ خبر پہنچا دوں گا اور اسے یہ بھی بتاؤں گا کہ میں نے ان سے اجازت طلب کی تھی لیکن انہوں نے اجازت نہیں دی۔ پس دربان ربیع خلیفہ مہدی کے پاس گیا اور عرض کیا تحقیق آپ نے لوگوں کو لالچ میں مبتلا رکھا ہے یہاں تک کہ لوگ طرح طرح کے حیلے تلاش کر کے آتے ہیں۔ پس مہدی نے ربیع سے کہا کہ بادشاہوں کا یہی طریقہ ہوتا ہے۔

دربان نے کہا کہ ایک شخص دروازے پر کھڑا ہے' اس کا گمان ہے کہ اس نے امیر المومنین کے متعلق ایک اچھا خواب دیکھا ہے اور اس کی خواہش ہے کہ وہ امیر المومنین کے سامنے اس خواب کو بیان کرے۔ مہدی نے کہا ربیع تمہارا برا ہو۔ اللہ کی قسم! میں جو خواب دیکھتا ہوں وہ کبھی صحیح نہیں ہوتا۔ شاید وہ شخص جو خواب دیکھنے کا دعوے دار ہے' اس نے میرے متعلق کوئی خواب از خود گھڑ لیا ہے۔ ربیع کہتے ہیں کہ میں نے دل میں خیال کیا کہ شاید بادشاہ کے یہاں اس شخص کا خواب تسلیم نہ کیا جائے۔ پس خلیفہ مہدی نے اس آدمی کو بلانے کا حکم دیا۔ چنانچہ دربان نے سعید بن عبدالرحمٰن کو بلایا۔ سعید بن عبدالرحمٰن خوبصورت' بارعب' بظاہر مالدار' لمبی ڈاڑھی اور شگفتہ بیان آدمی تھے۔ پس مہدی نے اس سے کہا کہ بتاؤ تم نے کیا خواب دیکھا ہے؟ اللہ تعالیٰ تجھے برکت عطا فرمائے۔ سعید نے کہا اے امیر المومنین! میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک شخص میرے پاس آیا اس نے کہا کہ تم امیر المومنین کو اس بات کی خبر دو کہ وہ تیس سال تک منصب خلافت پر متمکن رہیں گے اور اس خواب کی تصدیق وہ خواب کرے گا جس کو آپ خود اس رات میں دیکھیں گے۔ وہ یہ ہے کہ آپ ایک یاقوت کو دوسے بدلیں گے جس سے تیس یاقوت پیدا ہو جائیں گے اور وہ آپ کو دے دیئے جائیں گے۔ پس خلیفہ مہدی نے کہا تم نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے۔ اگر میں نے آنے والی رات میں اس خواب کو دیکھ لیا تو تیرا امتحان ہو جائے گا۔ اگر واقعی تمہارے کہنے کے مطابق خواب دیکھ لیا تو میں تمہیں خواہش کے مطابق انعام دوں گا لیکن اگر تمہاری اطلاع کے مطابق خواب نہیں دیکھا تو تمہیں سزا دوں گا۔ اس لیے خواب کبھی واقعی منظر کشی ہوتی ہے اور کبھی تھوڑے سے فرق کے ساتھ دکھائی دیتا ہے۔ سعید نے کہا اے امیر المومنین! میں اس وقت تک کیا کروں جس وقت میں اپنے اہل وعیال کے پاس واپس جاؤں گا تو انہیں یہ اطلاع دوں گا کہ میں امیر المومنین کے دربار میں حاضر ہوا تھا۔ پھر وہاں سے خالی ہاتھ واپس آیا ہوں۔ خلیفہ مہدی نے اس سے کہا پس ہم کیا کریں؟ سعید نے کہا اے امیر المومنین! اس کام میں جلدی کیجیے جو میں چاہتا ہوں اور میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر خواب سچا نہ ہوا تو میری بیوی کو

طلاق ہے۔ پس مہدی نے سعید کے لیے دس ہزار درہم دینے کا حکم دیا اور یہ بھی کہا کہ انعام دیتے وقت ان کی ضمانت بھی لے لی جائے۔ چنانچہ سعید نے خلیفہ کی طرف دیکھا تو اس کے پاس ایک خوبصورت نوکر کو پایا۔ سعید نے کہا کہ یہ نوکر میری ضمانت لے گا۔ مہدی نے خادم سے کہا کیا تم سعید کی ضمانت لیتے ہو؟ یہ سن کر خادم کا چہرہ سرخ ہوگیا اور وہ شرمندہ ہوگیا پھر اس نے کہاہاں میں اس کی ضمانت لیتا ہوں۔ چنانچہ سعید مال لے کر رخصت ہوگئے۔ پس جب رات ہوئی تو خلیفہ نے بالکل ویسا ہی خواب دیکھا جیسا کہ سعید نے بتلایا تھا۔ چنانچہ صبح ہوتے ہی سعید دروازہ پر حاضر ہوگئے اور اجازت طلب کی۔ پس انہیں اندر داخل ہونے کی اجازت دے دی گئی۔ مہدی نے سعید کو دیکھتے ہی کہا کہ سعید خواب دیکھنے کے متعلق جو تم نے کہا تھا' وہ کہاں پورا ہوا۔ سعید نے کہا امیر المومنین! کیا آپ نے خواب نہیں دیکھا اور جواب دینے پر سعید کی زبان لڑکھڑانے لگی۔ پس سعید نے کہا اگر آپ نے خواب نہیں دیکھا تو میری بیوی کو طلاق ہے۔ پس مہدی نے کہا تمہارا برا ہو تمہیں کس نے طلاق دینے پر مجبور کر رکھا ہے؟ سعید نے کہا میں اپنی سچائی پر طلاق کی قسم کھا رہا ہوں۔ پس مہدی نے کہا اللہ کی قسم! میں نے ویسا ہی خواب دیکھا ہے جس طرح تم نے کہا تھا۔ سعید نے کہا اللہ اکبر: اے امیر المومنین! جو آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا' اسے پورا کیجیے۔ پس امیر المومنین نے کہا کہ تمہارے ساتھ کیا گیا وعدہ اعزاز و اکرام کے ساتھ پورا کیا جائے گا۔ پھر مہدی نے تین ہزار اشرفیاں' دس کپڑے کے تخت اور تین اپنی ذاتی سواریاں بطورِ انعام سعید کو دے دیں۔ بعض مؤرخین نے تین سفید و سیاہ خچر کا ذکر کیا ہے۔ پس سعید یہ انعام لے کر واپس ہونے لگے تو سعید کے پاس وہ نوکر آیا جس نے ان کی ضمانت دی تھی۔ نوکر نے کہا کہ میں تمہیں اس ذات کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں کہ جس خواب کا تم نے ذکر کیا ہے' اس کی کچھ حقیقت بھی ہے یا نہیں؟ سعید نے کہا اللہ کی قسم! کچھ بھی حقیقت نہیں۔ خادم نے کہا یہ کیسے ممکن ہے کیونکہ جس طرح آپ نے امیر المومنین سے بتایا تھا اسی طرح انہوں نے خواب بھی دیکھ لیا۔ سعید نے کہا اس طرح کی باتیں بزرگوں کی خرق عادات میں سے ہیں جن کی مثال تمہارے پاس نہیں ہے۔ چنانچہ جب میں نے امیر المومنین سے خواب کا ذکر کیا تو انہوں نے غور و فکر کیا۔ انہیں یہ بات عجیب معلوم ہوئی یہاں تک کہ ان کے دل پر یہ بات پختہ ہوگئی۔ اس کے بعد وہ غور و فکر کرتے ہوئے سو گئے۔ چنانچہ جو بات ان کے ذہن یا دماغ میں غالب تھی' اس کو انہوں نے خواب میں دیکھ لیا۔ پس نوکر نے کہا کہ آپ نے طلاق کی جو قسم کھائی ہے' اس کا کیا ہوگا؟ سعید نے کہا میں نے صرف ایک طلاق کی نیت کی تھی' ابھی مجھے دو طلاق کا اختیار حاصل ہے۔ لہٰذا اس کے عوض میں مہر میں دس درہم کا اضافہ کر دوں گا کیونکہ طلاق کی قسم کے عوض دس ہزار درہم' تین ہزار اشرفیاں اور دس مختلف اقسام کے کپڑوں کے تخت اور تین سواریاں میں حاصل کر چکا ہوں۔ پس خادم حیران ہوگیا۔ سعید نے خادم سے کہا کہ اللہ کی قسم! میں نے تم کو سچی بات بتا دی ہے اس لیے کہ تم نے میری ضمانت دی تھی۔ لہٰذا اب تم اس کو پوشیدہ رکھنا۔ پس غلام نے ایسا ہی کیا۔ پھر خلیفہ مہدی نے سعید کو اپنی ہم نشینی کے لیے طلب کر لیا تھا اور سعید خلیفہ مہدی کے ہم نشین ہوگئے۔ نیز بادشاہت سے فائدہ اُٹھا کر اسی دوران مہدی نے سعید کو اپنے لشکر کا قاضی مقرر کر دیا۔ چنانچہ سعید منصب قضاء پر خلیفہ ملمہدی کی وفات تک فائز رہے۔ ابوالفرج بن الجوزی نے کہا ہے کہ ہم نے یہ حکایت اسی طرح سنی ہے لیکن مجھے اس واقعہ کی صحت پر شک ہے اس لیے کہ قاضیوں سے اس قسم کی باتیں بعید ہیں۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ سعید بن عبدالرحمٰن کے اس واقعہ کے متعلق امام احمدؒ سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یحییٰ بن معین نے کہا ہے کہ سعید بن عبدالرحمٰن ثقہ تھے۔ لہٰذا اس واقعہ کی تہمت ہیثم بن عدی پر ہے۔ پس یحییٰ نے فرمایا کہ ہیثم ثقہ آدمی نہیں تھے' وہ جھوٹ بولا کرتے تھے۔

علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں کہ میں اس قسم کی باتوں کو پسند نہیں کرتا۔ ابوداؤد عجلیؒ نے کہا ہے کہ ہیثم جھوٹے آدمی تھے۔ ابراہیم بن یعقوب جرجانی کے نزدیک ہیثم کمینہ آدمی تھا جس کا انکشاف ہو گیا تھا۔ ابوزرعہ نے کہا ہے کہ ہیثم کا کوئی مقام نہیں ہے۔

ایک اور واقعہ میں خچر کا تذکرہ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ایک فوجی شام کے علاقے میں ایک بستی کی جانب سفر کر رہا تھا۔ چنانچہ جب اس نے چند فرسخ کا راستہ طے کر لیا تو وہ تھک گیا اس کے پاس ایک (مادہ) خچر تھی جس کے اوپر سفر کا ضروری سامان لدا ہوا تھا' شام کا وقت بھی قریب آ رہا تھا اس نے دیکھا کہ بہت بڑا گرجا گھر ہے اور اس میں ایک راہب ہے۔ چنانچہ راہب نے مسافر کا استقبال کیا اور اس سے رات گزارنے کے متعلق پوچھا تا کہ وہ کسی سے مہمان نوازی کا انتظام کر سکے۔ چنانچہ اس فوجی نے رات کو وہاں ٹھہرنے کے لیے رضامندی کا اظہار کیا۔ فوجی کہتا ہے کہ جب میں گرجا گھر میں داخل ہوا تو میں نے گرجا میں اس پادری کے علاوہ کسی کو نہیں پایا۔ پس پادری نے میری (مادہ) خچر کو ایک طرف لے جا کر باندھ دیا اور اس کو چارہ ڈال دیا۔ نیز میرا سامان ایک کمرے میں رکھ دیا۔ پادری گرم پانی لایا کیونکہ سخت سردی تھی اور برف باری کا موسم تھا۔ نیز اس نے آگ جلائی اور میرے لیے بہت عمدہ کھانا لایا۔ پس میں نے کھانا تناول کیا جب رات کا ایک حصہ گزر گیا تو میں نے سونے سے قبل اس سے بیت الخلاء کے متعلق پوچھا۔ اس نے بتایا کہ بیت الخلاء اوپر ہے اور اس کا راستہ مجھے بتا دیا۔ چنانچہ جب میں رفع حاجت کے لیے اوپر پہنچا اور بیت الخلاء کے دروازے پر قدم رکھا تو ایک بڑی سی چٹان پر نظر پڑی اور جیسے ہی میں نے اس پر قدم رکھا تو میں گرجا گھر سے باہر میدان میں آ گرا۔ گویا اس راہب نے وہ چٹائی چھت سے باہر اس طرح لٹکائی تھی کہ اس پر ذرا سا بوجھ پڑے تو فوراً آدمی جا گرے۔ چنانچہ جب میں گرا تو میں نے شور مچانا شروع کیا لیکن راہب نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پس مجھے چوٹ تو آئی لیکن ہڈی وغیرہ ٹوٹنے سے محفوظ رہی۔ چنانچہ برف باری کی وجہ سے میں کانپ رہا تھا۔ بالآخر برف سے بچنے کے لیے میں گرجا گھر کے دروازے کی محراب میں کھڑا ہو گیا۔ اسی اثناء میں اوپر سے ایک وزنی پتھر آ گرا۔ اگر وہ پتھر مجھ پر گرتا تو میری موت واقع ہو جاتی۔ میں وہاں سے بھاگ گیا۔ وہ پادری مجھے گالیاں دیتا رہا جس سے میں سمجھ گیا کہ یہ پادری کی شرارت ہے جو مجھے لوٹنے اور قتل کرنے کی کوشش میں مصروف ہے۔ چنانچہ جب میں گرجا کے محراب سے باہر آیا تو برف باری کے باوجود کھلے آسمان کے نیچے کھڑا ہوا تھا۔ میرا سارا بدن اور لباس بھیگ گیا۔ تب میری سمجھ میں آیا کہ جان بچانے کی کوئی صورت اختیار کرنی چاہیے ورنہ صبح تک میری موت واقع ہو جائے گی۔ چنانچہ میرے ذہن میں یہ تدبیر آئی کہ تین رطل وزنی پتھر ڈھونڈ کر کندھے پر رکھ کر ادھر ادھر بھاگوں۔ پس میں نے یہی تدبیر اختیار کی جس کی بناء پر میرے جسم میں حرارت پیدا ہوئی پھر میں پتھر اتار کر کچھ دیر کے لیے آرام کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد پھر سردی محسوس ہوئی تو پتھر اٹھا کر یہی ورزش کی۔ غرض صبح تک میں اسی طرح مصروف رہا۔ چنانچہ سورج نکلنے سے پہلے میں نے گرجا گھر کے دروازے کھلنے کی آواز سنی تو میں نے پادری کو باہر نکلتا ہوا دیکھا۔ پادری نے مجھے اس جگہ تلاش کیا جہاں میں رات کو بالائی منزل سے نیچے گرا تھا۔ پادری

نے مجھے وہاں نہ پا کر بڑبڑاتے ہوئے کہا کہ آخر وہ مسافر کہاں چلا گیا ہے۔ میں نے پادری کی بات سن لی۔ چنانچہ پادری آگے چلا اور میں اس کے پیچھے سے موقع پا کر آہستہ سے گرجا کے دروازے میں داخل ہو گیا اور کواڑ کے پیچھے چھپ گیا۔ پادری تھوڑی دیر تک مجھے تلاش کرتا رہا پھر واپس آ کر دروازہ بند کرنے لگا۔ پادری میری طرف آیا تو میں نے پادری کو گرا کر اس کے سینے میں خنجر گھونپ دیا اور اسے ہلاک کر کے سکون کا سانس لیا۔ پھر اس کے بعد میں گرجا گھر کا دروازہ بند کر کے بالائی منزل میں چلا گیا۔ بالائی منزل پر آگ پہلے سے سلگ رہی تھی میں نے اس میں مزید لکڑیاں ڈالیں اور خوب آگ سینک کر جسم میں حرارت پیدا کی۔ اس کے بعد گیلے کپڑے اُتار کر اپنے سامان میں سے دوسرے کپڑے نکال کر پہنے اور پادری کی چادر اوڑھ کر سو گیا۔ رات کی بیداری کی وجہ سے مجھے خوب نیند آئی۔ یہاں تک کہ عصر کے وقت آنکھ کھلی تو مجھے بھوک محسوس ہو رہی تھی۔ پس میں گرجا گھر میں گھوما پھرا۔ باورچی خانہ میں کھانے پینے کا سامان موجود تھا۔ میں نے سیر ہو کر کھانا کھایا جس سے طبیعت میں چستی وقوت پیدا ہوئی۔ نیز مجھے وہیں گرجا گھر کے دوسرے کمروں کی چابیاں مل گئیں اب میں نے اطمینان کے ساتھ ایک ایک کمرہ کھول کر چیک کیا تو وہاں قیمتی چیزیں' سونا' چاندی' سواریوں کے کجاوے' قسم قسم کے آلات اور طرح طرح کے سامان کے انبار لگے ہوئے تھے۔ چنانچہ اس سے مجھے محسوس ہوا کہ پادری ایک قسم کا راہزن تھا' کسی مسافر کو تنہا گزرتے دیکھتا تو اس کے ساتھ میری طرح کا معاملہ کرتا ہوگا اور اسے دھوکہ سے قتل کر کے اس کے سامان پر قابض ہو جاتا ہوگا۔ چنانچہ اب میں سوچنے لگا کہ سامان کے اتنے بڑے ذخیرے کو میں یہاں سے کیسے منتقل کروں کہ میرے متعلق کسی کو شبہ بھی نہ ہو۔

چنانچہ اچانک میرے ذہن میں یہ تدبیر آئی کہ میں نے صبح پادری کا لباس پہن لیا اور گرجا کی چھت پر جا کر ٹہلنے لگا۔ چنانچہ نیچے سے گزرنے والے دُور سے یہی سمجھتے کہ وہی پادری ہے اور جانے والے جب قریب آتے تو میں پشت کر کے دوسری طرف ہو جاتا۔ اسی طرح چند دن گزرے کسی کو میری حالت کے متعلق معلوم نہ ہو سکا۔ اس کے بعد میں نے تلاش کر کے دو تھیلے نکالے اور ان میں اچھی قسم کا اور قیمتی سامان بھر لیا پھر پادری کا لباس اُتار کر اپنا لباس پہن لیا اور یہ تھیلے اپنے خچر پر لاد کر قریب کی بستی میں گیا اور ایک مکان کرایہ پر لے کر اس میں سکونت اختیار کر لی اور موقع بہ موقع گرجا گھر کے قیمتی سامان کو خچر پر لاد کر اس مکان میں منتقل کرتا رہا۔ چونکہ سامان زیادہ تھا اس لیے وزنی چیزوں کو چھوڑ کر خچر پر شروع شروع میں قیمتی چیزیں منتقل کیں۔ بالآخر ایک دن میں نے بہت سے خچر اور گدھے کرائے پر حاصل کر لیے اور چند مزدوروں کے ہمراہ یہ تمام سامان لاد کر اپنے گھر لے آیا۔ اس طرح اسی ہزار درہم اور بہت سی اشرفیاں اور بہت سا قیمتی سامان مجھے مالِ غنیمت کے طور پر میسر آیا۔ نیز میں نے بہت سا قیمتی سامان زمین میں دفن کر کے محفوظ کر لیا جس کی کسی کو خبر بھی نہ ہوئی۔

حافظ ابن شاکر نے اس واقعہ کو ابو محمد البطال کے حوالے سے تھوڑی سی ترمیم کے ساتھ نقل کیا ہے۔

الخواص (۱) اگر خچر کے دل کو خشک کر کے تراش کر اس کے تراشے کو کسی عورت کو پلا دیا جائے تو وہ عورت کبھی حاملہ نہیں ہو سکتی۔

(۲) اگر خچر کے کان کی میل کوئی عورت اپنی شرمگاہ میں رکھ لے تو وہ بھی حاملہ نہیں ہو سکتی۔ نیز اگر کوئی عورت خچر کے کان کی میل خچر کی جلد میں رکھ کر پہن لے تو جب تک وہ پہنے رہے گی' حاملہ نہیں ہوگی۔

(۳) اگر کوئی گنجا آدمی خچر کے کھروں کی راکھ کو باریک کر کے اس کو تیل میں حل کر کے اپنے سر پر لگائے تو اسے شفاء نصیب ہوگی اور اسی طرح جس جگہ بال نہ اُگتے ہوں وہاں بھی اس کا استعمال فائدہ مند ہے۔

(۴) کالی (مادہ) خچر کے کھر یا خون کو دروازے کی چوکھٹ یا سیڑھی کے زینے میں دفن کر دینے سے کوئی چوہا وغیرہ نہیں آ سکتا۔ اسی طرح اگر خچر کے کھروں سے گھر میں دھونی دی جائے تو چوہے اور کیڑے مکوڑے بھاگ جاتے ہیں۔

(۵) ابن زہر نے سقراطیس کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ اگر کوئی کسی آدمی پر عاشق ہو گیا ہو اور اس کی یہ خواہش ہو کہ اس کی اس شخص سے محبت یا عشق ختم ہو جائے تو وہ خچر کے لوٹنے کی جگہ پر لوٹا کرے تو اس کا عشق زائل ہو جائے گا۔ لیکن اگر وہ کسی عورت پر عاشق ہو گیا ہو تو وہ (مادہ) خچر کے لوٹنے کی جگہ پر لوٹا کرے تو اس کا عشق ختم ہو جائے گا۔

(۶) اگر کسی کو زکام ہو گیا ہو تو وہ خچر کے گوبر کو سونگھنے کے بعد تھوک کر راستہ میں پھینک دے تو جو بھی خچر کے گوبر کے اوپر سے گزرے گا' اس کا زکام گزرنے والے کی طرف منتقل ہو جائے گا اور تھوکنے والا ٹھیک ہو جائے گا۔

(۷) ہرمس نے کہا ہے کہ اگر حاملہ عورتیں خچر کی میل کو چاندی کے ''بندقہ'' میں رکھ کر پہن لیں تو جب تک وہ پہنے رہیں گی' حاملہ نہیں ہوں گی۔

(۸) اگر کوئی خچر کے کان کی میل کو نبیذ میں ملا کر پی لے تو اسی وقت نشہ میں آ جائے گا۔

(۹) اگر کوئی عورت خچر کے پیشاب کو تیس درہم کی مقدار میں پی لے تو وہ کبھی حاملہ نہیں ہو سکتی۔

(۱۰) اگر کوئی حاملہ عورت خچر کے دماغ کی تھوڑی سی مقدار بھی پی لے تو اس کا بچہ پاگل پیدا ہوگا۔

(۱۱) ابن بختیشوع نے کہا ہے کہ اگر کوئی عورت (مادہ) خچر کے پسینے کو روئی میں جذب کر کے اپنی شرمگاہ میں رکھ لے تو وہ کبھی بھی حاملہ نہیں ہو سکتی۔

التعبیر خواب میں خچر پر سواری کرنا سفر پر دلالت کرتا ہے اور طویل عمر کی طرف اشارہ ہے اور کبھی خواب دیکھنے والے کو ولد الزنا (حرامی) ہونے کی تعبیر دی جاتی ہے۔

اگر کسی ایسے آدمی نے خواب میں خچر کو دیکھا جس کا سفر وغیرہ کا ارادہ نہ ہو تو اس کی تعبیر یہ کی جائے گی کہ وہ کسی سخت آدمی سے مغلوب ہوگا۔ (مادہ) خچر کو خواب میں دیکھنا مرتبہ اور عزت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

بعض معبرین نے کہا ہے کہ (مادہ) خچر کو خواب میں دیکھنا عورت کے بانجھ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

اسی طرح خواب میں سیاہ رنگ کی (مادہ) خچر مال و دولت اور سفید رنگ کی (مادہ) خچر شرافت اور عزت پر دلالت کرتی ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ (مادہ) خچر کو خواب میں دیکھنا سفر کی نشانی ہے۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنی (مادہ) خچر سے اُتر کر جدا ہو گیا ہے تو گویا اس کے مرتبے میں کمی واقع ہوگی۔ یا وہ اپنی بیوی سے جدائی اختیار کرے گا۔ اس لیے کہ بیوی بھی مرد کے لیے بمنزلہ سواری ہے یا اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے کا سفر طویل ہو جائے گا۔



البغیبغ

البغیبغ[1]۔موٹے ہرن کو کہا جاتا ہے۔عنقریب انشاء اللہ ''باب الظاء فی الظبی'' میں اس کی تفصیل آئے گی۔

البقر الاھلی

البقر الاھلی۔ (گھریلو گائے' بیل) ''اَلْبَقَرَۃُ'' اسم جنس ہے جس کا اطلاق مذکر اور مؤنث دونوں پر ہوتا ہے اور اس میں ''ہاء'' وحدت کے لیے ہے۔ نیز اس کی جمع ''بقرات'' آئے گی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ ''**سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ**'' (سات فربہ گائیں' سورۂ یسین) مبرد نحوی نے ''الکامل'' میں لکھا ہے کہ ''اَلْبَقَرَۃُ'' تمیز کے طور پر یوں استعمال کریں گے۔ مذکر کے لیے ''**هٰذَا بَقَرَةٌ**'' (یہ ایک بیل ہے) اور مؤنث کے لیے ''**هٰذِهٖ بَقَرَةٌ**'' (یہ ایک گائے ہے) جیسا کہ مذکر کے لیے ''**هٰذَا بطَةٌ**'' (یہ ایک مذکر بطخ ہے) اور مؤنث کے لیے ''**هٰذِهٖ بطَةٌ**'' (یہ ایک مادہ بطخ ہے) کے الفاظ مستعمل ہیں۔ اسی طرح ''بقیر' بقران' باقر'' کے الفاظ ان ریوڑوں کے لیے مستعمل ہیں جن کی نگرانی چرواہے کر رہے ہوں اور لفظ ''البیقور'' ریوڑ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ شاعر کہتا ہے ۔

أجاعل أنت بيقورا مسلعة ذريعة لک بين الله و المعلر

''کیا تم گائے کے ریوڑوں کو رہنما بنا رہے ہو۔ کیا تمہارا ایسا کرنا اللہ تعالیٰ اور بارش کے درمیان واسطہ بن سکتا ہے۔''

بعض اہل علم کے مطابق اہلِ یمن گائے بیل کو ''بقرۃ'' کی بجائے ''باقورۃ'' کہتے ہیں جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس ''کتاب الصدقۃ'' میں تحریر فرمایا تھا ''**فِيْ كُلِّ ثَلاَثِيْنَ بَاقُوْرَةٍ بَقَرَةٍ**'' (ہر تیس گائے میں ایک گائے یا بیل (زکوٰۃ) واجب ہوگی)

اَلْبَقَرَةُ کا لفظ **بَقَرَ بَقْرًا** سے ماخوذ ہے جس کے معانی پھاڑنے اور کھولنے کے آتے ہیں۔ زراعت میں چونکہ بیل زمین کو جوتتے اور پھاڑتے ہیں اس لیے اسے ''البقرۃ'' کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ نیز اسی وجہ سے محمد بن علی بن زین العابدین بن حسینؓ کو ''الباقر'' کہتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ علم کو پھاڑ کر اس کی گہرائی تک پہنچ گئے۔ اسی کے متعلق حدیث شریف میں ہے کہ ''نبی اکرم ﷺ نے فتنہ کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا کہ وہ فتنہ ''**كَوُجُوْهِ الْبُقَرِ**'' یعنی گائے بیل کے چہروں کی طرح ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوں گے۔ جیسا کہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''**اِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا**'' (ہمیں گائے کی تعیین میں اشتباہ ہو گیا ہے)

اسی طرح حدیث شریف میں بھی اسی طرح کے الفاظ آئے ہیں ''**رِجَالٌ بِاَيْدِيْهِمْ كَاَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسُ**'' (کچھ لوگ ہوں گے جن کے ہاتھوں میں گائے کی دُم جیسا کوڑا ہوگا اور وہ اس کے ساتھ لوگوں کو مارا کریں گے۔)

حاکم میں ایک روایت اس طرح منقول ہے ''**عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلَ اِنْ طَالَتْ بِكَ حَيَاةٌ يُوْشَكُ اَنْ تَرٰى قَوْمًا يَغْدُوْنَ فِيْ سَخَطِ اللّٰهِ وَيَرُوْحُوْنَ فِيْ لَعْنَتِهٖ فِيْ اَيْدِيْهِمْ مِثْلَ اِذْنَابِ الْبَقَرِ.**''

---

(۱) اردو۔ ہرن۔ بنگالی، ہورن۔ بلوچی، آشک۔ پشتو، اوسے۔ پنجابی، ہرن۔ سندھی، ہرن۔ کشمیری، روس کٹ۔ (ہفت زبانی لغت صفحہ ۷۶۹) انگریزی۔ (Dear Antelope) (کتابستان اردو انگلش ڈکشنری صفحہ ۶۷۳)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابو ہریرہؓ اگر تیری عمر لمبی ہوگی تو تم عنقریب ایسے لوگوں کو دیکھو گے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں صبح کرتے ہوں گے اور اس کی لعنت میں شام کر رہے ہوں گے۔ ان کے ہاتھوں میں گائے کی دُم کی مثل کوئی چیز ہوگی۔''

دوسری حدیث میں اسی قسم کے الفاظ ہیں۔ "بَیْنَمَا رَجُلٌ یَسُوْقُ بَقَرَۃً اِذْ تَکَلَّمَتْ فَقَالُوْا سُبْحَانَ اللہِ بَقَرَۃٌ تَتَکَلَّمُ قَالَ اٰمَنْتُ بِذٰلِکَ اَنَا وَ اَبُوْبَکْرٍ وَ عُمَرَ"

''اسی دوران ایک شخص گائے کو ہانک رہا تھا کہ اچانک وہ گائے بول اُٹھی تو لوگوں نے کہا سبحان اللہ گائے بھی گفتگو کرتی ہے۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ایمان لایا اس پر یعنی اللہ کی قدرت پر اور ابو بکرؓ اور عمرؓ بھی اس پر ایمان لائے۔''

سنن ابوداؤد اور ترمذی میں مذکور ہے: "عَنْ عَبْدِاللہِ بْنِ عَمْرِوْ بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللہَ یَبْغُضُ الْبَلِیْغَ مِنَ الرِّجَالِ الَّذِیْ یَتَخَلَّلُ بِلِسَانِہٖ کَمَا تَخَلَّلُ الْبَقَرَۃَ"

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایسے آدمی پر بہت ناراض ہوتے ہیں جو گائے کی طرح زبان کو توڑ موڑ کر گفتگو کرتا ہے۔''

سنن ابی داؤد میں مذکور ہے: "عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا تَبَایَعْتُمْ بِالْعِیْنَۃِ وَاَخَذْتُمْ اِذْنَابَ الْبَقَرَۃِ وَ رَضِیْتُمْ بِالزَّرْعِ وَتَرَکْتُمُ الْجِھَادَ سَلَّطَ اللہُ عَلَیْکُمْ ذِلًّا لَا یَنْزَعُہٗ عَنْکُمْ حَتّٰی تَرْجِعُوْا اِلٰی دِیْنِکُمْ"

''حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اہلِ عینہ کے ہاتھوں پر بیعت کر لو گے تو گائے کی دُم کو تھام لو گے اور کھیتی باڑی کو مشغلہ بنا لو گے اور جہاد کرنا چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ایسے ظالموں اور ذلیل کر دینے والوں کو مسلط کر دیں گے جو تمہیں ایمان سے خالی کر دیں گے یہاں تک کہ تم اپنے دین میں واپس پلٹ آؤ۔''

نہایت الغریب میں ہے کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ "مَادَخَلَتِ السِّکَّۃُ دَارَقَوْمٍ اِلَّا ذُلُّوْا"

(جب ہل لوگوں کے گھروں میں داخل ہو جائے گا تو وہ ذلیل اور تابع ہوں گے۔)

اس لیے کہ ''السکۃ'' ہل کے پھاڑ کو کہا جاتا ہے جس سے زمین کو جوتتے ہیں۔ گویا حدیث کا مفہوم یہ ہوا کہ جب مسلمان کاشتکاری میں مصروف ہو جائیں گے اور جہاد کرنا چھوڑ دیں گے۔ چنانچہ حکمران ان کی زراعت کی وجہ سے ان سے ٹیکس وغیرہ وصول کرے گا' اس کے ہم معنی دوسری حدیث بھی ہے کہ ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اَلْعِزُّ فِیْ نَوَاصِیَ الْخَیْلِ وَالذِّلُّ فِیْ اِذْنَابِ الْبَقَرِ" (گھوڑوں کی پیشانیوں میں عزت اور گائے کی دُم میں ذلت ہے۔)

(۱) گھوڑوں کی پیشانیوں میں عزت جہاد کی وجہ سے ہے اور گائے کی دم میں ذلت کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی گائے یا بیل کے ذریعے ہل وغیرہ چلائے گا اور اس مصروفیت کی وجہ سے جہاد سے غافل ہونے کا اندیشہ تھا اس لئے فرمایا کہ گائے کی دم میں ذلت ہے۔ واللہ اعلم (مترجم)

گائے بیل کی خصوصیات گائے بیل طاقتور اور مفید جانور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں انسانوں کے مطیع بنا کر پیدا کیا ہے۔ نیز ان کو اپنے دفاع کے لیے درندوں کی طرح ہتھیار نہیں دیئے گئے۔ اس لیے کہ یہ جانور انسان کے زیر اطاعت رہتا ہے۔ چنانچہ انسان ہی گائے بیل کو ان کے دشمنوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ نیز انسان ہی ان کے ضرر کو دُور کرتا ہے۔ اگر گائے اور بیل میں ہتھیار کے قبیل کی کوئی چیز پیدا کر دی جاتی تو پھر یہ انسان کے تابع نہ رہتے اور انسان کے لیے ان کو کنٹرول کرنا مشکل ہو جاتا۔ بے سینگ بیل کا ہتھیار اس کے سر میں ہوتا ہے اور وہ سر کو سینگ کے طور پر استعمال کرتا ہے جیسا کہ بچھڑے سینگ نکلنے سے پہلے طبعی طور پر سر سے اپنا دفاع کرتے ہیں۔ گائے کی چند اقسام ہیں جن میں سے ایک قسم جاموس (بھینس) کہلاتی ہے جو سب سے زیادہ دودھ دیتی ہے اور اس کا جسم فربہ ہوتا ہے۔ امام جاحظ نے کہا ہے کہ بھینس گائے کی قسموں کی گویا بھیڑ ہوتی ہے۔ اس لیے اس قسم کی بھینس کا گوشت عربی نسل کی گائے سے زیادہ بہتر اور لذت والا ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اسے قربانی میں مقدم رکھا جاتا ہے جس طرح کہ بھیڑ اور دُنبہ کو بکری پر مقدم رکھا جاتا ہے۔ امام زمخشریؒ "ربیع الابرار" میں لکھتے ہیں کہ درندوں میں سب سے عظیم درندے تین ہیں: شیر، چیتا اور ببر شیر۔ اسی طرح دوسرے جانوروں میں تین فوقیت رکھتے ہیں۔ ہاتھی، گینڈا اور بھینس۔ گائے بیل کی دوسری قسم عربی النسل گائے بیل ہوتے ہیں۔ یہ نرم و ملائم اور بغیر بالوں کے ہوتے ہیں۔ عربی النسل گائے بیل کی دوسری قسم کا نام "الدربانۃ" ہے۔ اس کو مال و متاع بار برداری کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ نیز کبھی کبھی "الدربانۃ" کے کوہان اُبھر (نمایاں ہو) جاتے ہیں۔ گائے کی خصوصیت یہ ہے کہ جب یہ ایک سال کی ہو جاتی ہے تو کبھی کبھی بیل پر چڑھتی ہے اور گائے میں بیل کی نسبت منی کی کثرت ہوتی ہے۔ تمام جانوروں میں یہ خاص بات ہے کہ نر کی بہ نسبت مادہ کی آواز پتلی اور باریک ہوتی ہے لیکن اس کے برعکس گائے کی آواز بہت بلند ہوتی ہے۔ جب بیل (جفتی کے لیے) گائے پر چڑھتا ہے تو یہ بے چین ہو کر بیل کے نیچے ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔ خاص طور پر اس وقت جب بیل کا عضو تناسل سخت ہو اور وہ جفتی کرتے وقت مقام مخصوص سے خطا کر جائے۔ گائے کو جب جفتی کرانے کی خواہش ہوتی ہے تو وہ اُچھلتی کودتی ہے اور چرواہوں کو تھکا دیتی ہے۔ مصر کے علاقے میں ایک گائے پائی جاتی ہے جسے "بقر الخیس" کہا جاتا ہے۔ اس کی گردن لمبی اور اس کے سینگ گھریلو گائے کی مثل ہوتے ہیں لیکن یہ گائے دودھ بکثرت دیتی ہے۔ مسعودی نے کہا ہے کہ میں نے "مقام رے" میں ایک گائے کو دیکھا ہے جو اونٹ کی طرح بیٹھتی ہے اور وہ اپنے بوجھ کے ساتھ ہی اونٹ کی طرح حملہ آور ہو جاتی ہے لیکن اس کے اوپر کے دونوں دانت دوسری گائیوں کی طرح نہیں تھے۔ نیز یہ گائے نیچے کے دانتوں سے گھاس وغیرہ کھاتی تھی۔

فائدہ "کتاب المجالسۃ" میں مذکور ہے۔ حضرت عکرمہؓ، حضرت ابن عباسؓ کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک گائے کے پاس سے گزرے۔ آپ نے دیکھا کہ گائے کے پیٹ میں اس کا ہونے والا بچہ اسے بے چین کر رہا ہے۔ گائے نے فریاد کرتے ہوئے کہا اے روح اللہ! آپ میری اس پریشانی کو دُور کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا کی: "يَاخَالِقَ النَّفْسِ مِنَ النَّفْسِ وَيَامُخْرِجَ النَّفْسِ مِنَ النَّفْسِ خَلِّصْهَا" "اے ایک جان کو دوسری جان سے پیدا کرنے والے اور ایک نفس کو دوسرے نفس سے نکالنے والے اسے تکلیف سے خلاصی عطا فرما۔"

پس اس دعا کے فوراً بعد گائے نے بچہ جن دیا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگر کسی عورت کو ولادت کے وقت تکلیف ہو تو وہ ان کلمات کو لکھ کر باندھ لے۔

اسی طرح سعید بن جبیرؒ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ اگر کسی عورت کو ولادت کے وقت تنگی یا تکلیف ہوتو وہ یہ کلمات لکھ کر باندھ لے۔

"بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهُ مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ بَلاَغٌ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُوْنَ."

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ غالباً اسی قسم کا مضمون دوسری حدیث میں بھی آیا ہے۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا طَلَبْتَ حَاجَةً وَاَحْبَبْتَ اَنْ تَنْجَحَ فَقُلْ لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيْكَ لَهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيْكَ لَهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيْكَ لَهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَمْ يَلْبَثُوْا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ بَلاَغٌ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُوْنَ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحَاهَا. اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالسَّلاَمَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَالْفَوْزَ بِالْجَنَّةِ وَالنَّجَاةَ عَنِ النَّارِ اَللّٰهُمَّ لاَ تَدَعْ لَنَا ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهُ وَلاَ هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهُ وَلاَ حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ.

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم کوئی اپنی حاجت پوری کرنا چاہو تو یہ الفاظ پڑھو۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہ بلند و بالا ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہ بردبار اور کریم ہے۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ عرش عظیم اور تمام زمین و آسمان کا پروردگار ہے۔ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے گویا کہ وہ لوگ جس روز دیکھیں گے ان چیزوں کو جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے تو وہ کہیں گے کہ ہم نہیں ٹھہرے مگر دن کے کچھ گھنٹے۔ نہیں ہلاک کیا جاتا مگر فاسق قوم کو۔ گویا کہ وہ لوگ جس دن دیکھیں گے تو کہیں گے وہ نہیں ٹھہرے مگر شام کے وقت کچھ لمحے یا صبح کے وقت کچھ گھنٹے۔ اے اللہ! ہم تجھ سے ان چیزوں کا سوال کرتے ہیں جو تیری رحمتوں کا موجب اور مغفرت کا ضامن ہوں اور ہم تجھ سے ہر گناہوں سے حفاظت اور ہر بھلائی اور جنت کی کامیابی اور دوزخ سے نجات کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! تو ہمارے تمام گناہ بخش دے اور ہماری تکلیف و پریشانی دُور فرما دے اور ہر وہ ضرورت و حاجت جس میں تیری خوشنودی ہو اپنی رحمت سے اسے پورا فرما دے۔ اے ارحم الراحمین۔

ولادت کی تنگی کو دُور کرنے والا عمل ولادت کی تنگی کو دُور کرنے کا مجرب اور آزمودہ عمل یہ ہے کہ درج ذیل کلمات کو لکھ کر دردِزہ میں مبتلا عورت کو پلا دیا جائے۔

☆......بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ سورۂ فاتحہ۔

☆......بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ سورۂ اخلاص۔

☆......بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ سورۂ فلق۔

☆......بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ سورۃ الناس۔

یہ چاروں سورتیں لکھ کر پھر یہ کلمات لکھے:

"بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ وَ اِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ اَللّٰهُمَّ يَا مُخَلِّصَ النَّفْسِ مِنَ النَّفْسِ يَامُخْرِجَ النَّفْسِ مِنَ النَّفْسِ يَاعَلِيْمُ يَاقَدِيْرُ خَلِّصْ فُلَانَةَ مِمَّا فِيْ بَطْنِهَا مِنْ وَلَدِهَا خَلَاصًا فِيْ عَافِيَةٍ اِنَّكَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ."

دوسرا فائدہ صاحب الترغیب والترہیب اور امام بیہقی نے الشعب میں یہ روایت نقل کی ہے:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک بادشاہ محل سے نکل کر سلطنت کی نگرانی کے لیے نکلا۔ لیکن وہ رعایا سے خوفزدہ تھا۔ چنانچہ اس نے ایک ایسے آدمی کے پاس سکونت اختیار کی جس کے پاس ایک گائے تھی۔ جب گائے شام کو واپس آئی تو اس آدمی نے گائے سے اتنا دودھ دوہا جتنا کہ تیس گائیوں سے دودھ نکلتا ہے۔ بادشاہ بکثرت دودھ دینے والی گائے کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ نیز اس نے اس آدمی سے گائے چھیننے کا منصوبہ بنایا۔ جب دوسرا دن ہوا تو گائے چرنے کے لیے چراگاہ کی جانب چلی گئی۔ پھر جب شام کو واپس آئی تو پہلے دن کے مقابلے میں نصف دودھ نکلا۔ یہ صورتحال دیکھ کر بادشاہ نے گائے والے کو بلایا اور کہا کہ مجھے یہ بتاؤ کہ کل تو گائے نے کافی مقدار میں دودھ دیا تھا لیکن آج دودھ کم ہوگیا ہے۔ کیا گائے آج اسی چراگاہ پر نہیں گئی جس پر کل گئی تھی؟ آخر کیا وجہ ہے؟ گائے کے مالک نے جواب دیا کہ گائے اسی چراگاہ میں چرنے کے لیے گئی تھی لیکن آج ایسا ہوا کہ کل کی حالت دیکھ کر بادشاہ نے اپنی رعایا کے ساتھ غلط سلوک کرنے کا عزم کرلیا تھا۔ اس لیے اس گائے کا دودھ آج کم نکلا۔ کیونکہ جب بادشاہ اپنی رعایا کے ساتھ ظلم کرے تو برکت ختم ہو جاتی ہے۔ یہ عجیب وغریب واقعہ دیکھ کر بادشاہ نے گائے کے مالک سے وعدہ کیا کہ وہ اب گائے کو نہیں چھینے گا۔ چنانچہ دوسرے دن گائے چرنے کے لیے چلی گئی اور جب شام کو واپس آئی تو گوالے نے اتنا ہی دودھ دوہا جتنا کہ پہلے دن گائے سے دودھ نکلا تھا۔ بادشاہ نے یہ حالت دیکھ کر عبرت حاصل کی اور انصاف کی روش اختیار کرلی اور کہا کہ واقعی جب بادشاہ یا رعایا ظالم ہو تو برکت ختم ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اب میں ضرور عدل وانصاف کروں گا اور اب اچھے حالات ہی پر غور وفکر کیا کروں گا۔

ابن الجوزی نے ''کتاب مواعظ الملوک والسلاطین'' میں نقل کیا ہے کہ کسریٰ کا ایک بادشاہ شکار کرنے کے لیے گیا تو تھوڑی دیر کے بعد اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گیا اور آسمان پر گھٹا ٹوپ بادل چھا گئے جس کی وجہ سے زبردست بارش ہوئی جس کی وجہ سے بادشاہ اپنے ساتھیوں سے علیحدہ ایک نئے راستے پر چل نکلا جس کا اسے خود بھی علم نہیں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد بادشاہ ایک بڑھیا کی جھونپڑی پر پہنچا اور اس کے یہاں سکونت اختیار کرلی۔ بڑھیا نے بادشاہ کا گھوڑا اندر باندھ دیا اور اس کی بیٹی گائے کا دودھ دوہنے لگی۔ بادشاہ نے دیکھا کہ گائے نے بکثرت دودھ دیا ہے تو اس نے سوچا کیوں نہ گائے پر ٹیکس لگا دیا جائے اس لیے کہ یہ بکثرت دودھ دیتی ہے۔

چنانچہ دوسری رات جب بڑھیا کی لڑکی گائے کا دودھ دوہنے کے لیے نکلی تو گائے کے تھنوں کو دودھ سے خالی دیکھ کر حیران ہوگئی۔ پس لڑکی نے ماں کو آواز دیتے ہوئے کہا کہ امی جان! بادشاہ نے اپنی رعایا کے ساتھ ظلم کرنے کا ارادہ کرلیا ہے۔ ماں نے کہا تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟ اس نے جواب دیا کہ آج گائے نے بالکل دودھ نہیں دیا۔ ماں نے اپنی بیٹی کو حکم دیا کہ خاموش رہ وہ رات کا معاملہ تھا اب بادشاہ نے عدل وانصاف اور حسن سلوک کا ارادہ کرلیا ہے۔ چنانچہ جب دوسری رات ہوئی تو ماں نے بیٹی کو دودھ دوہنے کا حکم دیا۔ لڑکی نے دودھ دوہنے کا ارادہ کیا تو گائے کے تھنوں کو دودھ سے بھرا ہوا پایا۔ تو لڑکی نے کہا امی جان! اللہ کی قسم! بادشاہ نے اپنا برا ارادہ ترک کردیا ہے۔ چنانچہ دوپہر کے وقت بادشاہ کے ساتھی آ گئے۔ بادشاہ نے سوار ہو کر اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ بڑھیا اور اس کی لڑکی کو بھی اپنے ساتھ لے آؤ۔ چنانچہ بڑھیا اور اس کی بیٹی دونوں ان کے ساتھ گئیں تو بادشاہ نے انہیں انعام واکرم سے نوازا اور کہا کہ تم دونوں نے یہ بات کیسے معلوم کرلی کہ بادشاہ نے ظلم کا ارادہ کرلیا ہے؟ بڑھیا نے کہا ہم دونوں ایک طویل مدت سے اس گھر میں مقیم ہیں جب کوئی ہمارے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا ہے تو ہماری زمین سرسبز وشاداب ہو جاتی ہے اور ہماری زندگی میں فرحت وتازگی آ جاتی ہے اور جب کوئی ہمارے ساتھ ظلم کا ارادہ کرتا ہے تو ہماری زندگی اجیرن ہو جاتی ہے اور فوائد ختم ہو جاتے ہیں۔ طرطوشی نے کہا ہے کہ مصر کے بالائی علاقے میں کھجور کا ایک درخت تھا جس پر چوبیس صاع کھجوریں لگی ہوئی تھیں۔ حالانکہ ان دنوں دوسرے علاقوں میں ایک کھجور کے درخت میں پھل کی مقدار اس سے نصف بھی نہ تھی۔ چنانچہ مصر کا بادشاہ کسی بات پر ناراض ہوا تو پھر اس سال درختوں پر ایک کھجور بھی نہیں لگی۔

طرطوشی کہتے ہیں کہ مجھے مصر کے بالائی علاقے کے ایک بوڑھے آدمی نے بتایا کہ میں اس کھجور کو پہچانتا ہوں جس میں سے ۴۴۰ صاع اور چوبیس مد کھجوریں نکلتی تھیں۔ اس کھجور کا مالک مہنگائی کے دنوں میں چوبیس مد ایک اشرفی کے بدلے میں فروخت کرتا تھا۔

ابن خلکان نے کہا ہے کہ ایک مرتبہ ایک واعظ جلال الدولہ ملک شاہ سلجوقی کے دربار میں حاضر ہوا۔ اس نے وعظ کے دوران یہ واقعہ بھی بیان کیا کہ ایک مرتبہ شاہ کسریٰ اپنے لشکر سے بچھڑ کر ایک باغ کے دروازے پر پہنچا اور اندر داخل ہو کر اس نے پینے کے لیے پانی مانگا۔ پس ایک بچی برتن میں گنے کا ٹھنڈا شربت لے کر آئی۔ بادشاہ نے شربت پیا تو اسے بہت پسند آیا۔ بادشاہ نے بچی سے پوچھا کہ تم یہ شربت کیسے تیار کرتی ہو؟ بچی نے جواب دیا کہ ہم اپنے ہاتھوں سے گنے کو نچوڑ کر اس کا رس نکالتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا تم جاؤ اور مجھے ایک گلاس اور پلاؤ۔ بچی بادشاہ کو نہیں پہچانتی تھی۔ چنانچہ جب بچی چلی گئی تو بادشاہ نے دل ہی دل میں یہ ارادہ کیا کہ میں اس مکان کو اپنے قبضہ میں لے لوں اور اس کے بدلے ان کو دوسری جگہ دے دی جائے۔ پس وہ بچی اندر سے روتی ہوئی واپس آئی اور اس نے کہا کہ ہمارے بادشاہ کی نیت میں فساد پیدا ہو گیا ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی کہ بادشاہ کی نیت خراب ہوگئی ہے؟ بچی نے جواب دیا کہ ہمارا یہ معمول تھا کہ ہم گنے کا رس بغیر کسی پریشانی کے جتنا چاہتے تھے نکال لیتے تھے لیکن اس مرتبہ بارہا کوشش کے باوجود میں رس نہ نکال سکی۔ چنانچہ اس کے بعد بادشاہ نے اپنے ارادہ میں تبدیلی کا فیصلہ کرلیا اور بچی کو حکم دیا کہ جاؤ اب تم ضرور حسب معمول گنے کا رس نکال لوگی۔ چنانچہ بادشاہ کے ارادہ بدل لینے کے بعد جب وہ لڑکی گئی اور گنے کا رس نکالا تو رس معمول کے مطابق نکلا تو وہ مسکراتے ہوئے واپس آئی۔

ابن خلکان کہتے ہیں کہ جلال الدولہ تمام بادشاہوں میں نیک طبیعت کے مالک تھے۔ یہاں تک کہ "ملک عادل" کے لقب سے مشہور ہوگئے۔ جلال الدولہ نے ہر قسم کے ٹیکس ختم کر دیئے اور حفاظتی پولیس پوری سلطنت میں پھیلا دی جس کی بناء پر تمام شہروں میں امن و امان ہوگیا پھر جلال الدولہ اتنی زبردست ریاست کے مالک ہوئے کہ ان جیسا مسلم بادشاہ کوئی بھی نہیں گزرا۔ جلال الدولہ شکار کے بے حد شوقین تھے۔ بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ جلال الدولہ نے اپنے ہاتھوں سے جو شکار کیے تھے انہیں شمار کیا گیا تو ان کی تعداد دس ہزار نکلی پھر انہیں دس ہزار اشرفیوں کے عوض فروخت کر دیا گیا۔ جلال الدولہ فرماتے تھے کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے خوف محسوس ہوتا ہے کہ میں ان ذی روح چیزوں کو بغیر کھانے کے ارادے کے قیدی رکھوں۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ جلال الدولہ جب کوئی شکار کرتے تو اس کی جانب سے ایک دینار صدقہ کرتے۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ جلال الدولہ نے کوفہ کے راستہ میں اتنی زیادہ نیل گائیوں کا شکار کیا کہ ان سے سرخ گائیوں کے کھروں اور ہرنوں کے سینگوں کا اس راستہ میں ایک مینار بنوایا۔ ابن خلکان کہتے ہیں کہ وہ مینار آج تک موجود ہے اور اس کا نام "منارۃ القرون" (سینگوں والا مینار) ہے۔ جلال الدولہ کی وفات ۱۶ شوال ۴۸۵ھ کو بغداد میں ہوئی۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں عجیب اتفاق ہے کہ مقتدی باللہ نے صاحبزادہ مستظہر باللہ کو اپنا ولی عہد مقرر کیا لیکن جب ملک شاہ بغداد پر تیسری مرتبہ حملہ آور ہوا تو اس نے مقتدی باللہ کو مجبور کیا کہ وہ اپنے بیٹے مستظہر باللہ کو معزول کر کے اپنے نواسے جعفر کو ولی عہد مقرر کرے۔ چنانچہ ان ہی ایام میں مقتدی بصرہ چلا گیا اور مستظہر کی معزولی کا کام مقتدی باللہ کو مشکل محسوس ہونے لگا۔ چنانچہ مقتدی باللہ نے ملک شاہ سے مستظہر باللہ کو معزول نہ کرنے کے متعلق بار بار کہا۔ چنانچہ ملک شاہ کے انکار پر مقتدی نے دس دن کی مہلت طلب کی۔ ملک شاہ نے مہلت دے دی۔ مقتدی باللہ نے اسی دن سے روزہ رکھنا شروع کر دیا اور افطار کے وقت ریت پر بیٹھ جاتا اور افطار کرتا۔ نیز ملک شاہ کے لیے بددعائیں کرتا جس کی وجہ سے ملک شاہ کی موت واقع ہوگئی۔ چنانچہ ملک شاہ کے جنازہ میں بظاہر کسی نے شرکت نہیں کی اور نہ ہی کسی نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھی۔ نیز مقتدی باللہ بھی ملک شاہ کے جنازہ میں شریک نہیں ہوا اور ملک شاہ کی نعش کو ایک تابوت میں اُٹھا کر اصفہان لے جا کر دفن کر دیا گیا۔ بنی اسرائیل کو جس گائے کے متعلق ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا' اس کا قصہ مشہور ہے۔ مختصر تفصیل عنقریب انشاء اللہ "باب اُلعین فی لفظ العجل" میں آئے گی۔

پس پاک ہے وہ ذات جس نے مخلوق کے درمیان تفاوت پیدا کیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا گیا کہ اپنے بیٹے اسمٰعیل کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان (ذبح) کیجیے۔ تو آپ فوراً حکم کی تعمیل کے لیے پیشانی پکڑ کر اپنے بیٹے اسمٰعیل کو ذبح کرنے کے لیے بیٹھ گئے۔ بنی اسرائیل کو ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تو انہوں نے گائے ذبح کرنے میں ٹال مٹول کی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ کے راستے میں اپنا سارا مال خرچ کر دیا اور ثعلبہ بن حاطب نے زکوٰۃ میں بھی بخل کا مظاہرہ کیا۔ نیز حاتم نے سفر و حضر دونوں میں وسعت قلبی اور سخاوت کا مظاہرہ کیا اور حاجب نے اپنی آنکھ کی روشنی میں بھی بخل کیا۔ ان تمام باتوں میں کتنا تفاوت ہے کہ سحبان بن وائل سب سے بڑا خطیب اور باقل گونگے سے بھی زیادہ عاجز۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جگہوں میں بھی کتنا تفاوت پیدا کیا ہے جیسے بعض علاقوں میں سیلاب اور بعض علاقوں میں قحط اور پانی بالکل موجود نہ ہو۔

اہل عرب قحط سالی اور مشکل حالات میں جب بارانِ رحمت کے امیدوار ہوتے تو گائے کی دُم میں آگ باندھ کر چھوڑ دیتے تھے۔ اس سے وہ یہ تصور کرتے تھے کہ اس عمل سے اللہ تعالیٰ کو رحم آ جاتا ہے اور وہ بارانِ رحمت نازل فرماتا ہے۔ چنانچہ شاعر نے اس سے متعلق یہ شعر کہا ہے

أجاعل أنت بيقورا مسعلة ذريعة لک بين الله والمطر

کیا تم گائیوں کے ریوڑ کو رہنما بنا رہے ہو؟ کیا تمہارا یہ فعل بارش اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ بن سکتا ہے؟

امیہ بن ابی الصلب الثقفی نے بھی قحط سالی کے متعلق کہا ہے

سنة ازمة تخيل للناس ترى للعضاة فيها صريرا

خشک سالی لوگوں کے سامنے ہے۔ تو خشک سالی میں کیکر کے درختوں میں بھی آواز پائے گا۔

لا على كوكب ينوء ولا ريح جنوب ولا ترى طخرورا

نہ تو بارش برسنے کا سبب بننے والا ستارہ نظر آ رہا ہے اور نہ بادلوں کو کھینچ کر لانے والی جنوبی ہوائیں چل رہی ہیں۔

ويسوقون باقر السهل للطود مهازيل خشية أن تبورا

اور پھر وہ ٹیلوں، چٹانوں اور دُبلے پتلے جانوروں پر برسیں اس خوف کے پیشِ نظر کہ کہیں بارشوں کا سیلاب ان کی ہلاکت کا باعث نہ ہو۔

عاقدين النيران في هلب الاذناب منها لكى تهيج البحورا

آگ کے باندھنے والے جانوروں کی دُموں میں آگ کو اس لیے باندھ رہے ہیں تاکہ دریا میں سیلاب کی کیفیت پیدا ہو جائے۔

سلع ما ومثله عشرما عائل ما وعالت البيقورا

قائد اور انہی کی مثل دس مفلس اور بھوک سے تڑپتی ہوئی گائیں کی موجودگی میں کیا یہ کفایت کریں گے۔

احیاء العلوم میں امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ ایک آدمی کے پاس ایک گائے تھی، وہ آدمی دودھ میں پانی ملا کر فروخت کرتا تھا۔ چنانچہ چند دنوں کے بعد ایک سیلاب آیا جس میں گائے ڈوب گئی۔ لڑکے نے اپنے والد محترم سے کہا کہ ہم دودھ میں پانی ملا کر فروخت کیا کرتے تھے، وہ پانی روز بروز جمع ہو کر ایک سیلاب بن گیا جس نے ہماری گائے کو غرق کر دیا۔

''المجلس التاسع'' میں مذکور ہے کہ حضرت خلالؒ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ نے فرمایا کہ ایک گائے چھوٹ کر شراب میں چلی گئی۔ چنانچہ اس نے شراب پی لی۔ اس کے بعد لوگوں نے اس گائے کو ذبح کر دیا پھر وہ لوگ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس واقعہ کی خبر دی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''تم اسے کھاؤ یا فرمایا کہ اس کا گوشت کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔''

الحکم تمام اہل علم کے نزدیک گائے کا گوشت اور دودھ حلال ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گائے کی چربی اور دودھ میں شفا ہے اور اس کے گوشت میں بیماری ہے۔ (رواہ مسلم)

''حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی ازواج کی جانب سے گائے کی قربانی کی۔'' (رواہ البخاری)

زہیر کہتے ہیں کہ مجھ سے ملیکہ بنت عمرو زیدیہ کے خاندان (یہ خاندان زید بن عبداللہ بن سعد سے ملتا ہے) کی ایک عورت نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میرے حلق میں درد پیدا ہوا تو میں ملیکہ کے پاس آئی تو انہوں نے مجھے بطورِ علاج گائے کی چربی استعمال کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ'' گائے کے دودھ میں شفا ہے' اس کا گھی علاج ہے اور اس کے گوشت میں بیماری ہے۔'' (رواہ الطبرانی)

واقعہ بیان کرنے والی عورت تابعیہ تھیں لیکن ان کا نام معلوم نہیں ہوسکا۔ حدیث کے بقیہ راوی ثقہ ہیں۔

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم گائے کا دودھ اور گھی کھایا کرو اور گوشت سے اجتناب کیا کرو اس لیے کہ اس کا گھی اور دودھ دوا ہے اور اس کا گوشت بیماری ہے۔'' (رواہ فی المستدرک ثم قال صحیح الاسناد)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جو بھی بیماری نازل کی ہے اس میں سے ہر ایک کا علاج بھی نازل کیا ہے تو جو اس سے ناواقف ہو وہ ناواقف رہے اور جو جانتا ہو وہ جانتا رہے۔ گائے کا دودھ ہر بیمار کے لیے شفا ہے۔ پس تم گائے کا دودھ پیا کرو اس لیے کہ وہ ہر درخت سے چر (کھا) لیتی ہے۔ (رواہ الحاکم)

ایک روایت میں ''ترم'' کی بجائے ''ترتم'' کے الفاظ ہیں۔ امام ابن ماجہ نے ابوموسیٰ خلاد سے روایت نقل کی ہے لیکن اس میں گائے کے دودھ کا ذکر نہیں کیا ہے لیکن معنی دونوں کے ایک ہی ہیں...... ان کے علاوہ براء نے بھی دو حدیثیں نقل کی ہیں لیکن ان کی روایت میں ''محمد بن جابر بن سیار'' راوی ہیں جو اکثر محدثین کے نزدیک سچے ہیں لیکن بعض محدثین نے انہیں ضعیف کہا ہے۔ نیز ان کے علاوہ بقیہ راوی ثقہ اور مستند ہیں۔

حاکم نے بھی اسی طرح کی روایت نقل کی ہے۔ تاریخ نیشاپور میں ہے کہ عبداللہ بن مبارک' امام ابوحنیفہؒ قیس بن مسلم' طارق بن شہاب اور عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

کتاب ''ابن السنی'' میں ہے حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ''لوگوں کے لیے گھی سے زیادہ کسی اور چیز میں شفا نہیں ہے۔''

فقہی مسائل اگر کسی نے گائے کی وصیت کی تو اس وصیت میں گائے کے ساتھ بیل شامل نہیں ہوگا۔ یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ اس لیے کہ ''البقرۃ'' (گائے) کا لفظ مؤنث ہی کے لیے وضع کیا گیا ہے لیکن اگر اس کے برعکس وصیت کی تو پھر وصیت میں گائے بھی شامل ہوگی۔ نیز ''البقرۃ'' میں ''ہاء'' وحدت کے لیے ہے۔ امام رافعیؒ نے کہا ہے کہ زکوٰۃ میں گائے کا نصف بھینس سے پورا ہو جائے گا لیکن ''عمدۃ'' اور ''کفایۃ'' وغیرہ میں ہے کہ اگر کسی نے گائے کی وصیت کی تو اس میں بھینس شامل نہیں ہوگی البتہ بھینس اس وقت شامل تصور کی جائے گی جبکہ وصیت کرنے والا یہ کہہ دے کہ ''من بقری'' (میری گائیوں میں سے) حالانکہ وصیت کرنے والے کا ترکہ صرف بھینسیں ہی ہوں لیکن اگر وصیت کرنے کے بعد یہ معلوم ہو کہ وصیت کرنے والے کے ترکہ میں صرف نیل گائے ہیں تو پھر اس میں دو صورتیں ہیں جن کی وضاحت ہم نے ''ہرنوں اور اونٹوں'' کے باب میں کر دی ہے۔ گائے کی زکوٰۃ کی تفصیل یہ ہے کہ ہر تیس چرنے والی گائیوں پر ایک تبیعہ (گائے کا ایک سال کا بچہ) واجب ہے اور ہر چالیس میں ایک ''مسنۃ'' (گائے کا دو سال کا بچہ) واجب ہے۔

امام مالکؒ نے طاؤس کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ اسی طرح زکوۃ وصول کیا کرتے تھے اور اگر اس سے کم ہوتی تو آپ زکوۃ نہیں لیتے تھے۔ گائے کے ایک سال کے بچے کا نام "تبیعہ" اس لیے رکھا گیا ہے کہ وہ بچہ چراگاہ میں ماں کے ساتھ ساتھ چلتا رہتا ہے۔ بعض فقہاء نے کہا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس بچے کے سینگ کان کے برابر ہوتے ہیں۔

اگر کسی نے زکوۃ میں "تبیعہ" (ایک سال کا بچہ) نر کی بجائے مادہ دے دی تو بھی زکوۃ ادا ہو جائے گی بلکہ مادہ کی زکوۃ مادہ ہونے کی وجہ سے بدرجہ اولیٰ بہتر ہوگی۔ گائے کے دو سال کے بچے کو "مسنہ" اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کا ایک سال مکمل ہو گیا ہے اور دوسرے سال میں داخل ہو گیا ہے اگر کسی نے چالیس گائیوں میں سے ایک ایک سال کے دو بچے (یعنی دو تبیعے) بطور زکوۃ دیئے تو صحیح قول کے مطابق زکوۃ ادا ہو جائے گی لیکن امام بغوی کے قول کے مطابق زکوۃ ادا نہیں ہوگی اس لیے کہ ایک ایک سال کے دو بچے پورے ایک سال کے قائم مقام نہیں ہو سکتے۔

فائدہ "الحلیۃ" میں ہے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں تین قاضی تھے ان میں سے کسی ایک کی موت واقع ہوگئی۔ پھر اس کی جگہ پر کسی اور کو قاضی بنا دیا گیا پھر انہوں نے خوب فیصلے کیے پھر اللہ تعالیٰ نے قاضیوں کی آزمائش کے لیے ایک فرشتہ بھیجا۔ فرشتے نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ اپنی گائے کو پانی پلا رہا ہے اور گائے کے پیچھے اس کا بچھڑا بھی کھڑا ہوا ہے۔ پس فرشتے نے گھوڑے پر سوار ہو کر بچھڑے کو اپنے پیچھے لگا لیا۔ پس بچھڑا گھوڑے کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ چنانچہ گائے کا مالک اور فرشتہ دونوں پہلے قاضی کے پاس مقدمہ لے کر آئے۔ پس فرشتے نے اپنے قیمتی موتی قاضی کو دے کر کہا کہ فیصلہ میرے حق میں کر دیجیے کہ یہ بچھڑا میرا ہے۔ قاضی نے کہا میں یہ فیصلہ کیسے کر سکتا ہوں؟ فرشتے نے کہا کہ گھوڑا، گائے اور بچھڑا تینوں کو چھوڑ دیجیے اگر بچھڑا گھوڑے کے ساتھ چلنے لگے تو بچھڑا میرا ہے۔ پس قاضی نے اسی طرح کیا تو وہ بچھڑا گھوڑے کے پیچھے چلنے لگا۔ چنانچہ قاضی نے فرشتہ کے حق میں فیصلہ کر دیا کہ بچھڑا تمہارا ہی ہے پھر دونوں فریق مقدمہ لے کر دوسرے قاضی کے پاس گئے تو دوسرے قاضی نے بھی فرشتے سے موتی لے کر اس کے حق میں فیصلہ کر دیا پھر دونوں فریق جب تیسرے قاضی کے پاس مقدمہ لے کر حاضر ہوئے تو فرشتہ نے قاضی کو ایک موتی دے کر کہا کہ میرے اور اس آدمی کے درمیان فیصلہ فرما دیجیے۔ قاضی نے کہا مجھے تو حیض آ رہا ہے۔ فرشتے نے کہا "سبحان اللہ" کیا مرد کو بھی حیض آتا ہے؟ قاضی نے کہا کہ "سبحان اللہ" کیا گھوڑا بھی کبھی بچھڑا جنتا ہے۔ چنانچہ قاضی نے گائے والے کے حق میں فیصلہ کر دیا کہ بچھڑا گائے والے آدمی کا ہے۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی قسم کے قاضیوں کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ "دو قاضی جہنمی ہیں اور ایک جنتی ہے" (الحدیث)

الامثال (۱) اہل عرب کہتے ہیں "تَرَكْتُ زَيْدًا بِمَلَاَ حِسِّ الْبَقَرِ أَوْلَادَهَا" (میں نے زید کو ایسے مقام پر چھوڑا ہے جہاں گائے اپنے بچھڑے کو چاٹ رہی تھی) اہل عرب کے نزدیک اس سے مراد چٹیل میدان ہے۔

(۲) دوسری مثال "اَلْكِلَابُ عَلَى الْبَقَرِ" ہے جس کی تفصیل عنقریب انشاء اللہ "باب الکاف" میں آئے گی۔

الخواص (۱) اگر گائے، بیل کی چربی کو ہڑتال میں ملا کر گھر میں دھونی دی جائے تو اس سے سانپ، بچھو اور کیڑے مکوڑے بھاگ جاتے ہیں۔

(۲) گائے، بیل کی چربی کو کسی برتن میں مل دیا جائے تو اس میں مچھر جمع ہو جاتے ہیں۔

(۳) اگر گائے، بیل کے سینگ کو باریک پیس کر پی لیا جائے تو شہوت میں اضافہ ہوتا ہے۔

(۴) گائے، بیل کا خون بہتے ہوئے خون کو بند کر دیتا ہے۔

(۵) اگر گائے، بیل کے پتے کو "ماء کراث" میں ملا کر بواسیر میں لگایا جائے تو بواسیر سے شفا نصیب ہوتی ہے اور درد میں راحت ملتی ہے۔ اسی طرح گائے، بیل کے پتے کو چھائیوں اور سیاہ داغوں میں لگانا بھی فائدہ مند ہے اگر گائے، بیل کے پتے کو شہد میں ملا کر بطور سرمہ استعمال کیا جائے تو آنکھوں کی بینائی میں اضافہ ہوتا ہے۔ گائے بیل کے پتے کو نطرون، شہد اور شحم حنظل میں ملا کر مقعد میں لگانا مفید ہے۔

(۶) ارسطو نے کہا ہے کہ سیاہ رنگ کی گائے کا پتہ آنکھوں میں بطور سرمہ استعمال کرنے سے بینائی میں اضافہ ہوتا ہے۔

(۷) حکیم کیماس نے کہا ہے کہ اگر گائے کی آنکھ پھوٹ جائے یا باہر نکل آئے تو اس کی آنکھ کے پانی سے کسی کاغذ پر لکھیں تو وہ تحریر دن میں تو نہیں پڑھی جا سکتی البتہ رات میں تحریر کو پڑھا جا سکتا ہے۔

(۸) اگر گائے کے بالوں کو جلا کر پی لیا جائے تو یہ دانتوں کے درد کے لیے مفید ہے اسی طرح اس کے بالوں کو جلا کر سکنجبین میں ملا کر پینے سے تلی زائل ہو جاتی ہے۔ نیز گائے کے جلائے ہوئے بالوں کو شہد میں ملا کر پی لیں تو پیٹ سے حب القرع نکل جاتا ہے۔

(۹) یونس نے کہا ہے کہ اگر ثوا کیل کو گائے، بیل کے گوبر کے ساتھ ملائیں تو وہ بکھر جائیں گی اور کھانے والا اسی وقت درست ہو جائے گا۔ اگر اسے کسی ورم شدہ عضو پر ملا جائے تو اسے نرم کر دے گا اگر کسی جگہ چیونٹیوں کے نکلنے کا خطرہ ہو تو اس کی دھونی سے چیونٹیاں بھاگ جاتی ہیں اگر پاؤں کے جوڑوں کی آماس پر اسے لگایا جائے تو اس سے شفا نصیب ہوتی ہے۔ اگر کسی حاملہ عورت کو دردزہ کے وقت اس کی دھونی دی جائے تو ولادت میں آسانی ہوتی ہے۔ نیز بچہ خواہ مردہ ہو یا زندہ آسانی سے پیدا ہو جاتا ہے اور اس کی جھلی بھی آسانی سے باہر نکل جاتی ہے اگر کسی گھر میں اس کی دھونی دی جائے تو گھر کے زہریلے کیڑے مکوڑے بھاگ جاتے ہیں اگر کسی جلے ہوئے شخص کو یہ لگایا جائے اور اس کے ناک میں پھونک دیا جائے تو اس کی نکسیر فوراً بند ہو جاتی ہے۔ اگر جسم میں کانٹا یا نیزہ چبھا ہوا ہو تو اسے جسم پر بار بار ملنے کے بعد خشک ہونے تک چھوڑ دیں تو وہ کانٹا یا نیزہ با آسانی نکل جاتا ہے۔

(۱۰) ہرمس کہتے ہیں کہ اگر عرقِ گلاب کو بدکے ہوئے بیل کے ناک پر مل دیا جائے تو وہ مدہوش ہو جاتا ہے۔

(۱۱) اگر بیل کے گوشت کو پکا کر کسی بڑی شیشی یا شیشے کے برتن میں سختی سے بند کر کے چالیس دن تک پڑا رہنے دیں یہاں تک کہ اس میں کیڑے پڑ جائیں پھر ان کیڑوں کو کسی دوسری شیشی میں رکھیں یہاں تک کہ وہ کیڑے ایک دوسرے کو کھالیں اور باقی صرف ایک کیڑا رہ جائے تو یہ کیڑا بہت زیادہ زہریلا ہوگا۔

(۱۲) اگر کسی تالاب یا حوض میں چھپکلیاں چلاتی ہوں تو بیل کی انتڑیاں دھو کر ان کے سرے باندھ کر پھلانے کے بعد اس تالاب میں لٹکا دیا جائے تو تمام چھپکلیاں خوفزدہ ہو کر خاموشی اختیار کر لیں گی اور وہاں سے بھاگ جائیں گی۔

التعبیر گائے کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر سالوں اور برسوں سے دی جائے گی جس طرح کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کی

تعبیر دی تھی۔ پس اگر موٹے بیل یا فربہ گائیں دیکھی ہوں تو شاداب سال ہوں گے اور اگر دُبلے پتلے دیکھے ہوں گے تو قحط سالی سے تعبیر دی جائے گی۔ بشرطیکہ خواب میں گائے یا بیل سفید یا سیاہ رنگ کے نظر آئے ہوں اگر کسی نے زرد یا سرخ رنگ کی گائیں خواب میں دیکھیں تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ گائیں درخت کو اپنے سینگوں سے مار کر اُکھاڑ دیں گی یا کسی عمارت کو گرا دیں گی اس لیے یہ گائیں فتنوں کی علامت ہوتی ہیں۔ نیز جن مکانات میں یہ داخل ہو جائیں گی' انہیں گرا دیں گی اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''آخری دور میں فتنے بیل کے سینگوں اور آنکھوں کی طرح رونما ہوں گے۔'' (الحدیث)

اگر کسی نے خواب میں زرد رنگ کی گائے دیکھی تو اس کی تعبیر سرسبز و شادابی سے دی جائے گی اور اگر سیاہ و سفید رنگ کی گائے دیکھی تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ سال کے آغاز ہی سے شدت اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا اگر کسی نے خواب میں گائے کا پچھلا حصہ چتکبرا دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ سال کے آخر میں مشکلات کا سامنا ہوگا اگر کسی نے خواب میں نصف گائے دیکھی تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے کی بہن یا بیٹی کسی مصیبت میں گرفتار ہوگی۔ اسی طرح اگر کسی نے خواب میں گائے کا ہر وہ حصہ دیکھا جو حصے وراثت میں متعین ہیں' مثلاً چوتھائی حصہ' آٹھواں حصہ وغیرہ تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ خواب دیکھنے والے کی بہن یا بیٹی کسی مصیبت میں مبتلا ہوگی۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ کسی غیر کی گائے کا دودھ دوہ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والا کسی دوسرے کی عورت سے خیانت کرے گا اور جب بھی کوئی انسان خواب میں گائے کو دیکھے گا تو اس کی تعبیر اس کی بیوی یا بیٹی کا مصیبت میں مبتلا ہونا ہوگا۔ خواب میں گائے کا دودھ حلال مال کی علامت ہے۔ خواب میں گائے کی آواز سننا ایسے لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو ادب و احترام میں مصروف ہوں گے۔ خواب میں گائے کا زخمی کرنا بیماری کی طرف اشارہ کرتا ہے اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس پر گائے یا بیل نے حملہ کر دیا ہے اور دیکھنے والا اس کی طرف متوجہ نہیں ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے کی اسی سال موت واقع ہو جائے گی۔ کسانوں کا خواب میں گائے کو دیکھنا باعث خیر و برکت ہے۔ خواب میں گائے کا پسندیدہ رنگ وہ ہے جو گھوڑے کے لیے اچھا سمجھا جاتا ہے۔ (اس کا بیان انشاء اللہ ''باب الخاء'' میں آئے گا) اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ گائے اس کے گھر میں داخل ہوگئی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے مالی نقصان ہوگا۔

نصرانی نے کہا ہے کہ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ گائے یا بیل کا گوشت کھا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ دیکھنے والا بادشاہ کے دربار میں پیش کیا جائے گا اسی طرح اگر کوئی ایسا آدمی جو مال جمع کرنے کی فکر میں ہو' خواب میں گائے کی چربی دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے بغیر کسی محنت کے مال حاصل ہوگا اور وہ اسے خرچ کیے بغیر اپنے پاس جمع رکھے گا۔ اگر کسی نے خواب میں گائے کا بھنا ہوا گوشت دیکھا تو وہ اس کے لیے باعث امن ہوگا اور گوشت بھوننے والا امن میں رہے گا۔ اگر گوشت بھوننے والے کی بیوی حاملہ ہوگی تو گویا خواب میں اسے بیٹے کی بشارت دی گئی ہے۔ خواب میں گوشت کا بھوننا خوشحالی کی علامت ہے اگر گوشت پکا ہوا نہ ہو تو خواب دیکھنے والے کو بیوی کی طرف سے رنج و غم پہنچے گا۔

بعض معبرین نے کہا ہے کہ اگر کسی نے خواب میں گائے' بیل کا پکا ہوا یا بھنا ہوا گوشت کھایا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے رزق میں وسعت نصیب ہوگی۔

اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس نے بیل ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کر دیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے کی موت واقع ہو جائے گی اسی طرح اگر کسی عورت نے خواب میں دیکھا کہ وہ بیل پر سوار ہو گئی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ جلد ہی شوہر والی ہو جائے گی۔ نیز اگر اس کا شوہر ہو تو وہ اس کا مطیع وفرمانبردار ہو جائے گا۔

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ گویا میں ایک ٹیلے پر کھڑی ہوں اور میرے آس پاس گائے' بیل ذبح کیے جا رہے ہیں۔ پس میں نے اس خواب کی تعبیر مسروق سے پوچھی تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر آپ کا خواب سچا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ آپ کے سامنے زبردست جنگ ہوگی۔ پس اسی طرح ہوا اور آپ کے سامنے جنگِ جمل ہوئی۔''

اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ گائے اپنے بچھڑے کا دودھ چوس رہی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کی بیوی دوسروں کو اپنی بیٹی کے ساتھ خیانت کرنے کی دعوت دے رہی ہے اسی طرح اگر کسی غلام نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے آقا کی گائے کا دودھ نکال رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ غلام اپنے آقا کی بیٹی سے شادی کرے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

البقرا لوحشی

''البقرالوحشی''(نیل گائے) اس کی چار اقسام ہیں۔ (۱) المہا (۲) الایل (۳) الیحمور (۴) التیتل۔

ان اقسام کی گائے کو اگر گرمی میں پانی مل جائے تو خوب سیر ہو کر پیتی ہیں اور پانی نہ ملنے پر صبر کرتی ہے اور ہوا کھانے پر قناعت کر لیتی ہے۔ پانی میں صبر وتحمل کی صفت بھیڑیا' گیدڑ' سرخ جنگلی گدھے' ہرن اور خرگوش وغیرہ میں بھی پائی جاتی ہے۔ پس ''ایل'' کا ذکر پہلے ہو چکا ہے البتہ ''الیحمور'' کا بیان عنقریب انشاء اللہ ''باب الیاء'' میں آئے گا۔

''المہا'' طبعی طور پر جوشیلی اور شہوت انگیز ہوتی ہے اس لیے مادہ جب حاملہ ہو جاتی ہے تو بچے کے ضائع ہونے کی وجہ سے نر سے بھاگ جاتی ہے۔ ''المہا'' میں شہوت کی کثرت اس قدر ہوتی ہے کہ وہ کبھی کبھی نر پر چڑھ جاتی ہے۔ ان میں سے کوئی بھی جب ایک دوسرے سے جفتی کریں تو مادہ منویہ کی بدبو سونگھنے پر اُچھلتے کودتے ہیں۔

نیل گائے کی سینگیں ٹھوس ہوتی ہیں' بخلاف دوسرے جانوروں کے کیونکہ ان کی سینگیں کھوکھلی ہوتی ہیں۔ نیل گائے گھریلو بکریوں کے مشابہ ہوتی ہے۔ نیل گائے کی سینگیں اس قدر سخت اور مضبوط ہوتی ہیں کہ یہ اپنے سینگوں کی مدد سے اپنی اور اپنے بچوں کی شکاری کتوں اور درندوں سے حفاظت کرتی ہے۔

فائدہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید کو دومۃ الجندل کے فرمانروا ''اکیدر'' کی طرف بھیجا (اکیدر کا تعلق خاندان کندہ سے تھا' اکیدر کے والد کا نام عبدالملک تھا اور وہ نصرانی تھا۔) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے خالد! تم اکیدر کو اس حال میں پاؤ گے کہ وہ نیل گائے کا شکار کر رہا ہے۔'' پس خالد چاندنی رات میں اکیدر کے پاس پہنچے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نیل گائیوں کو حکم دیا تھا کہ وہ ہر سمت سے آ کر اپنے اپنے سینگوں کو ''اکیدر'' کے محل میں گھسنے لگیں۔ پس اکیدر نے اوپر ہی سے دیکھا اور کہا کہ آج رات کے علاوہ میں نے اتنی نیل گائیں نہیں دیکھیں حالانکہ اس سے پہلے میں دو یا تین دن تک نیل گائیوں کی گھات میں رہا لیکن میں ان کو

نہ پا سکا۔ پس اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے' کرتا ہے پھر اکیدر دیباج کی قباء جو سونے سے مزین تھی' پہنے ہوئے تھا۔ پس جب اکیدر میدان میں اُترا تو اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے پر سوار خالد بن ولید بھی وہاں پہنچ گئے۔ پس خالد بن ولید نے اکیدر کو قید کر کے اس کی قباء کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیا۔ اکیدر کی قباء بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بہت پسند آئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں سعد کی منادیل (رومالیں) اکیدر کی قباء سے کہیں زیادہ افضل ہوں گی۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اکیدر کو اسلام کی دعوت دی۔ پس اکیدر نے انکار کر دیا۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے اکیدر سے جزیہ لے کر اسے اس کی حالت پر چھوڑ دیا۔ یہ واقعہ ماہ رجب ۹ ھ کو پیش آیا۔ بجیر بن بجرہ طائی نے نیل گائیوں کے متعلق اپنے اشعار میں کہا ہے

تبارک سائق البقرات انی — رأیت اللہ یھدی کل ھادی

''بابرکت ہے گائیوں کا چرواہا اس لیے کہ میں نے (اس بات کو سمجھا ہے کہ) اللہ تعالیٰ ہر رہبر کو راستہ دکھاتا ہے۔''

فمن یک حائدا عن ذی تبوک — فانا قد أمرنا بالجھاد

''پس کون ہے جو ذو تبوک سے الگ تھلگ ہو جاتا حالانکہ ہمیں تو جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔''

عنقریب انشاء اللہ ''المھا'' کی تفصیل ''باب المیم'' میں آئے گی۔

الحکم تمام ائمہ کرام کے نزدیک نیل گائے اور اس کی تمام اقسام کا گوشت حلال ہے اس لیے کہ یہ پاکیزہ چیزوں میں سے ہے۔

الامثال اہل عرب کہتے ہیں ''تتابعی بقر'' تم گائے کی جستجو میں پڑے ہوئے ہو۔ یہ مثال اس وقت بولی جاتی ہے جب کوئی شخص کسی معاملے کی جستجو میں پریشان ہو۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ بشر بن حارث اسدی اپنی قوم کے ساتھ (جس سال وہ پریشان تھی) گیا' جب وہ لوگ گائے کے پاس سے گزرے تو گائے بدک گئی اور وہ پہاڑ کی چوٹی پر جا کر کھڑی ہو گئی۔ پس بشر بن حارث نے گائے کو اپنی تیر کمان سے گرا دیا۔ پس کچھ دیر سوچنے کے بعد بشر نے کہا کہ تم گائے کے پیچھے پڑے ہو حالانکہ میں نے اسے گرا دیا ہے۔ پھر بشر اپنی قوم کی طرف لوٹا اور اس نے ان کو گائے کا گوشت کھانے کے لیے بلایا۔

الخواص (۱) فالج کے مریض کے لیے نیل گائے کا مغز کھانا بہت زیادہ مفید ہے۔

(۲) نیل گائے کی سینگ اپنے پاس رکھنے سے درندے بھاگ جاتے ہیں۔

(۳) اگر کسی گھر میں نیل گائے کے سینگوں یا اس کی جلد یا کھروں کی دھونی دی جائے تو اس گھر میں سے سانپ بھاگ جائیں گے۔ نیز اگر کھروں کی راکھ درد کرنے والی سڑی ہوئی زبان میں چھڑک دی جائے تو زبان کا درد ختم ہو جاتا ہے۔

(۴) اگر کسی گھر میں نیل گائے کے بالوں کی دھونی دی جائے تو وہاں سے چوہے اور کیڑے مکوڑے بھاگ جاتے ہیں۔

(۵) اگر کسی کو چوتھیا بخار ہو تو نیل گائے کے سینگوں کو جلا کر کھانے میں ملا کر کھالیا جائے تو کھانا کھانے کے فوراً بعد بخار ختم ہو جائے گا۔ اسی طرح نیل گائے کے سینگوں کو جلا کر مشروبات میں ملا کر پینے سے قوت باہ میں اضافہ' اعصاب میں مضبوطی' اور شہوت میں اضافہ ہوتا ہے۔

(۶) اگر نیل گائے کے سینگوں کو جلا کر کسی نکسیر زدہ کی ناک میں پھونک دیں تو خون بند ہو جاتا ہے۔ اسی طرح نیل گائے کے

سینگوں کی راکھ سرکہ میں ملا کر سورج کی طرف منہ کر کے برص میں لگانا بہت زیادہ فائدہ مند ہے۔ اسی طرح اگر نیل گائے کے سینگوں کی راکھ کو ایک مثقال کی تعداد میں پھانک لیا جائے تو اس راکھ کو پھانکنے والا جس سے بھی مقابلہ کرے گا' غالب رہے گا۔

بقر الماء

''بقر الماء'' سمندری گائے۔ امام قزوینیؒ نے کہا ہے کہ لوگوں کا یہ گمان ہے کہ پانی سے ایک گائے نکلتی ہے جو باہر آ کر چرتی ہے۔ جس کا گوبر عنبر ہوتا ہے لیکن اس کی حقیقت اللہ کو ہی معلوم ہے اس لیے کہ لوگوں کے نزدیک عنبر دریا کی گہرائی سے نکلتا ہے۔ اگر لوگوں کی بات کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اس سمندری حیوان کا گوبر دماغ' حواس اور دل کے لیے فائدہ مند ہے۔ واللہ اعلم۔

بقرة بنی اسرائیل

''بقرة بنی اسرائیل'' (بنی اسرائیل کی گائے) اس گائے کو ''ام قیس'' اور ''ام عویف'' بھی کہا جاتا ہے۔ یہ ایک چھوٹا سا جانور ہے جس کے دو سینگ ہوتے ہیں اور یہ ریت میں رہتا ہے۔ پس جب تم اسے دیکھنے کا ارادہ کرو تو اس کے رہنے کی جگہ ایک جوں یا چھوٹی سی چیونٹی پھینک دو تو یہ جانور فوراً باہر نکل کر اسے پکڑ لے گا۔ پس جب تم اس جانور کو پکڑ لو تو اس کی پشت کو پھاڑ کر اس میں سلائی ڈال دو پھر اسے وہ شخص جس کی آنکھ میں سفیدی ہو' بطورِ سرمہ استعمال کرے تو اس کی آنکھ کی سفیدی ختم ہو جائے گی۔ نیز جس جگہ بال نہ اُگ رہے ہوں تو اس جگہ اس جانور کو رگڑنے سے بال اُگ آتے ہیں۔

البق

''البق'' (پسو) جوہری نے کہا ہے کہ ''البقۃ'' سے مراد پسو ہے اور اس کی جمع ''البق'' آتی ہے۔ باب العین والیاء اور لام میں زفر بن حرث کلابی نے کہا ہے کہ

الاانما قیس بن عیلان بقة اذا وجدت ریح العصیر تغنت

''خبردار قیس بن عیلان واقعی پسو ہیں۔ جب وہ شیرۂ انگور کی خوشبو محسوس کرتا ہے تو گنگنانے لگتا ہے۔''

پسو کو ''الفسافس'' بھی کہا جاتا ہے جس کا تذکرہ عنقریب انشاء اللہ ''باب الفاء'' میں آئے گا۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک پسو ''النفس الحار'' سے پیدا ہوتے ہیں۔ پسو انسان کے خون کا دلدادہ ہوتا ہے۔ چنانچہ پسو کو جیسے ہی انسان کی خوشبو محسوس ہوتی ہے' فوراً آ ٹپکتا ہے۔ مصر اور شام جیسے ممالک میں بکثرت پسو پائے جاتے ہیں۔

الحکم گندگی کی بناء پر پسو حرام ہے جیسے کہ مچھر حرام ہے۔ پسو ایسا حیوان ہے جس میں خون نہیں ہوتا۔ امام رافعیؒ نے کہا ہے کہ پسو میں انسان کا چوسا ہوا خون ہوتا ہے جیسے کہ جوں' کھٹمل اور مچھر انسان کا خون چوستے ہیں۔ امام رافعیؒ اور امام نوویؒ نے جن حیوانات میں خون نہیں ہوتا' ان میں پسو اور مچھر کو شمار کیا ہے۔ امام رافعیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے علاقے کے پسوؤں کو ان حیوانات میں جن میں خون

نہیں ہوتا' شمار کرنا مشکل ہے۔ نیز میں نے بہت سے شہروں میں دیکھا ہے کہ لوگ خون نہ ہونے والے حیوانات میں مچھروں کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ اس لیے جو لوگ اس کا مطلق ذکر کرتے ہیں' اس سے مراد مچھر ہی ہوتا ہے۔

الخواص (۱) امام قزوینیؒ "عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات" میں لکھتے ہیں کہ جس گھر میں کلقند راور شونیز سے دھونی دی جائے تو اس گھر سے پسو بھاگ جاتے ہیں۔

(۲) اگر کسی گھر میں صنوبر کے برادہ سے دھونی دی جائے تو پسو اور مچھر اس گھر سے بھاگ جاتے ہیں۔

(۳) حنین بن اسحاق نے کہا ہے کہ اگر کسی گھر میں حب محلب کی دھونی دی جائے تو پسو بھاگ جاتے ہیں۔ اسی طرح اگر کسی گھر میں علق' عاج یا بھینس کی کھال یا سرو کے درخت کی شاخوں کی دھونی دی جائے تو اس گھر سے پسو بھاگ جاتے ہیں۔

(۴) بعض اہل علم کے نزدیک اگر حرمل کے پتوں کو سرکہ میں بھگو کر اس کا پانی گھر میں چھڑک دیا جائے تو پسو بھاگ جاتے ہیں اسی طرح اگر کوئی حرمل اپنے سرہانے رکھ لے یا اپنے پاؤں کے پاس رکھ لے تو پسو اس کے قریب نہیں آ سکتے۔ اسی طرح اگر سداب کو سرکہ میں بھگو کر اس کا پانی گھر میں چھڑک دیا جائے تو پسو بھاگ جاتے ہیں۔

(۵) اگر کوئی شخص کندر (ایک قسم کی گوند نما چیز) گندھک کو باریک کر کے پانی میں پگھلا کر بھنگ کی لکڑی میں لگا کر سوتے وقت اپنے سرہانے رکھ لے تو پسو اس کے قریب نہیں آئیں گے۔

پسوؤں کو بھگانے کا عمل ابن جمیع نے کہا ہے کہ کمون خشک آس اور ترمس کا دھواں مچھروں اور پسوؤں کو بھاگنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ اسی طرح اگر چار کاغذ میں مندرجہ ذیل نقش لکھ کر چاروں دیواروں پر چپکا دیا جائے تو پسو بھاگ جاتے ہیں۔ نقش یہ ہے "۱۱۱۲۱۲" یہ نسخہ آزمودہ ہے۔

احادیث مبارکہ میں پسو کا تذکرہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میرے ان دو کانوں نے سنا اور میری آنکھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں ہاتھوں سے حضرت حسنؓ یا حضرت حسینؓ کو پکڑے ہوئے ہیں اور ان کے دونوں قدم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر ہیں اور آپ ﷺ فرما رہے ہیں اے (حسنینؓ) چھوٹے چھوٹے قدم اوپر چڑھو پسو کی آنکھیں۔ پس وہ بچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر چڑھتا اور اپنا قدم رسول اللہ ﷺ کے سینۂ مبارک پر رکھ دیتا پھر نبی اکرمؐ نے ان سے فرمایا اپنا منہ کھولو پھر ان کا بوسہ لیا اور فرمایا اے اللہ کوئی ان سے کیوں محبت نہ کرے۔ پس میں اسے محبوب رکھتا ہوں۔ (رواہ الطبرانی باسناد جید)

بزار نے بھی اسی طرح کے بعض الفاظ کے ساتھ روایت نقل کی ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ "الحزقۃ" چھوٹے چھوٹے قدم چلنے کو کہتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور محبت اور مذاق کے اس کا ذکر کیا تھا۔

نیز "ترق" کے معانی "تم چڑھا کرو" کے ہیں۔ "عین بقہ" چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے کنایہ ہے۔ اس کے مرفوع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔

کامل ابن عدی اور تاریخ ابن النجار میں محمد بن علی بن حسین بن محمد کے حالات زندگی میں مذکور ہے کہ اصبغ بن نباتہ حنظلی کہتے

ہیں کہ میں نے حضرت علی بن ابی طالبؓ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے "آدم کی اولاد اور آدم کی اولاد کیا ہے۔ پسو اسے اذیت دیتا ہے ابن آدم کا پسینہ اسے بدبودار کرتا ہے اور اگر اسے اُچھو لگ جائے تو وہ اس کی ہلاکت کا باعث بن جاتا ہے۔

اصبغ بن نباتہ حنظلی حضرت علیؓ سے ایسی ایسی باتیں نقل کرتے ہیں کہ ایسی باتیں کسی اور نے نقل نہیں کیں۔ اصبغ بن نباتہ حنظلی کی نقل کردہ چیزیں معتبر نہیں ہیں۔ ابن ماجہ نے اصبغ بن نباتہ حنظلی سے صرف ایک روایت **"نزل جبرائیل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بحجامۃ الاخد عین والکاھل"** نقل کی ہے۔

امثال | اہل عرب کہتے ہیں **"أَضْعَفُ مِنْ بُقَّةٍ"** (فلاں پسو سے بھی زیادہ ناتواں ہے)

تعبیر | پسو خواب میں ایسے کمزور دشمنوں کے روپ میں آتے ہیں جو نیزہ زن ہوں اور یہ ایسا گروہ ہے جس میں وفا نہیں ہے۔ نیز یہ مضبوط اور طاقتور بھی نہیں ہوتے۔ پسو کا خواب میں آنا کبھی کبھی رنج و غم کی علامت ہوتا ہے اس لیے کہ پسو نیند کو ختم کر دیتے ہیں۔ اسی طرح رنج و غم سے بھی نیند اُڑ جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

البکر

"البکر" جوان اونٹ کو "البکر" کہا جاتا ہے۔ اس کی مؤنث "بَكْرَةٌ" اور اس کی جمع "بِكَار" آتی ہے۔ جیسے "فرخ" (پرندے کا بچہ) کی جمع "فراخ" آتی ہے اور "البکر" کی جمع قلت "ابکر" آتی ہے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جوان اونٹ کے لیے "البکر" جوان آدمی کے لیے "الفتی" جوان اونٹنی کے لیے "البکرۃ" اور جوان عورت کے لئے "الفتاۃ" کے الفاظ مستعمل ہیں۔ لفظ "قلوص" اونٹ کے لیے لونڈی کی جگہ پر اور "البعیر" اونٹ کے لئے انسان کی جگہ پر۔ اسی طرح لفظ "جمل" اونٹ کیلئے مرد کی جگہ پر اور "الناقۃ" اونٹ کے لیے عورت کی جگہ پر استعمال کیا جاتا ہے۔

احادیث نبویؐ میں "البکر" کا تذکرہ | حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی سے جوان اونٹ قرض لیا۔ پس جب صدقہ کا اونٹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے (اس آدمی کے لیے جس کا آپؐ نے قرض دینا تھا) جوان اونٹ ہی ادا کرنے کا حکم دیا۔ پس میں نے عرض کیا کہ اس میں تو صرف وہ عمدہ اونٹ ہیں جن کے کچلی کے دانت ٹوٹ چکے ہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اسے عمدہ اونٹ ہی دے دو کیونکہ عمدہ اونٹ کی ادائیگی بہترین ادائیگی ہے۔ (رواہ المسلم) بعض روایتوں میں "رباعیا" کی بجائے "بازلا" کے الفاظ مذکور ہیں لیکن ترجمہ دونوں کا ایک ہی ہے۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جوان اونٹ فروخت کیا پھر اس کے بعد اس کی قیمت لینے کی غرض سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اس جوان اونٹ کی قیمت ادا کر دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر رضامندی کا اظہار فرمایا اور قیمت ادا کر دی۔ پس بہت اچھی ادائیگی فرمائی۔ پھر اس کے بعد ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میرے جوان (عمدہ) اونٹ کی ادائیگی فرما دیجیے۔ پس

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بڑی عمر والا اونٹ اس کے اونٹ کے بدلے میں دے دیا۔ پس وہ اعرابی کہنے لگا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو میرے جوان اونٹ سے افضل ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تمہارے لیے ہے۔ نیز فرمایا کہ قوم کا بہترین آدمی وہ ہے جو اچھی طرح ادائیگی کرتا ہو۔ (رواہ الحاکم ثم قال صحیح الاسناد)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کے ارادے سے نکلے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وادیٔ عسفان پر پہنچے تو فرمایا اے ابوبکرؓ! جانتے ہو یہ کونسی وادی ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا "وادیٔ عسفان ہے" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق اس وادی سے حضرت نوحؑ ہودؑ ابراہیم علیہم السلام اپنے جوان اونٹوں پر سوار ہو کر گزرے ہیں۔ ان کے گدھے تھے جن کے اوپر پڑے ہوئے گدے ان کی چٹائیاں تھیں اور ان کی لنگیاں ان کی عبائیں تھیں اور چادروں کی جگہ وہ کھال استعمال کرتے تھے۔ (رواہ ابویعلی)

حضرت سیرین بن معبد جہنیؓ سے روایت ہے کہ میں غزوہ فتح مکہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ سیرین کہتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کی اجازت دے دی۔ پس میں اور ایک دوسرا شخص قبیلہ بنو عامر کی ایک عورت کے پاس گئے جو معتدل طویل گردن والی نوجوان لڑکی تھی' پس ہم نے اپنے آپ کو اس کے سامنے پیش کیا تو اس نے کہا کہ تم مجھے کیا دو گے؟ سیرین کہتے ہیں کہ میں نے کہا اپنی چادر دوں گا اور میرے ساتھی نے بھی کہا کہ اپنی چادر دوں گا۔ لیکن میرے ساتھی کی چادر میری چادر سے عمدہ تھی اور میں اپنے ساتھی سے عمر میں کم اور نوجوان تھا۔ پس جب وہ عورت میرے ساتھی کی چادر کو دیکھتی تو اسے وہ پسندیدہ معلوم ہوتا لیکن جب میری طرف دیکھتی تو اس کی نگاہوں کا مرکز میں ہی ہوتا۔ (ابن سیرین کہتے ہیں) پھر اس نے کہا تم اور تمہاری چادر میرے لیے کافی ہے۔ پس میں اس عورت کے ساتھ تین دن رہا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن کے پاس متعہ کی عورتیں ہیں انہیں چاہیے کہ ان کو الگ کر دیں اور ایک روایت میں ہے کہ ابھی ہمارے متعہ کی مدت پوری نہیں ہوئی تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کو حرام کر دیا۔ (رواہ مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے ایک اونٹنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور ہدیہ دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے عوض اسے چھ جوان اونٹ عطا فرمائے۔ پس وہ اعرابی ناراض ہو گیا۔ پس جب اس کی خبر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ فلاں شخص نے مجھے ایک اونٹنی بطور ہدیہ دی جس کے بدلے میں میں نے اسے چھ جوان اونٹ دیئے تو اس نے ناراضگی وغصہ کا اظہار کیا۔ تحقیق میں نے (پختہ) ارادہ کر لیا ہے کہ میں قریشی' انصاری' ثقفی اور دوسی کے سوا کسی کا ہدیہ قبول نہیں کروں گا۔ (رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی والحاکم)

حضرت علیؓ کی حدیث میں ہے کہ "صدقنی سن بکرہ" (اس نے مجھے اپنے جوان اونٹ کی عمر ٹھیک ٹھیک بتادی) اہل عرب اس کو ضرب المثل کے طور پر اس وقت استعمال کرتے ہیں جب کوئی کسی واقعہ کی سچی خبر دے۔ نیز انسان اپنے خلاف بھی بولتا ہے اگرچہ ضرر رساں کیوں نہ ہو۔

علامہ دمیریؒ نے اس بات کو نقل کیا ہے کہ ایک شخص دوسرے آدمی سے جوان اونٹ خریدنے کے لیے قیمت مقرر کر رہا تھا تو خریدار نے اونٹ کے مالک سے اونٹ کی عمر کے متعلق پوچھا تو اس نے اونٹ کی عمر ٹھیک ٹھیک بتادی تو خریدار نے کہا "صدقنی سن بکرة" (اس نے مجھے اپنے جوان اونٹ کی عمر ٹھیک ٹھیک بتادی)

مسند شافعیؒ میں مذکور ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ گرمیوں کے موسم میں اپنے آقا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھا کہ اچانک حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنے دو نو جوان اونٹ ہانکے لیے جا رہا ہے اور وہ گرمی میں زمین پر بستر کی طرح رینگتے ہوئے چلا جا رہا ہے۔ پس حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس شخص کو کیا ہو گیا ہے اگر یہ مدینہ میں آرام کر لیتا یہاں تک کہ موسم ٹھنڈا ہو جاتا اور پھر یہ چلتا تو کیا ہو جاتا۔ پس وہ آدمی قریب آیا۔ پس حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا دیکھو کون ہے؟ چنانچہ میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر بن خطابؓ تھے۔ پس میں نے عرض کیا یہ امیر المومنین عمر بن خطابؓ ہیں۔ پس حضرت عثمانؓ کھڑے ہو گئے اور دروازہ سے باہر سر نکال کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ حضرت عمر بن خطابؓ گرم لو کی وجہ سے جھلس رہے ہیں۔ پس حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ نے دوبارہ سر نکالا یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا آپ کو اس وقت کس چیز نے نکلنے پر آمادہ کیا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا صدقہ کے دو اونٹوں نے جو پیچھے رہ گئے تھے اور صدقہ کے اونٹوں کی قطار گزر چکی ہے۔ پس میں نے انہیں قطار تک پہنچانے کا ارادہ کیا ہے۔ اس خوف سے کہ کہیں یہ جوان اونٹ ضائع نہ ہو جائیں۔ پس مجھ سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے متعلق سوال کریں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا آپ پانی پینے اور سایہ میں آرام کرنے کے لیے یہاں تشریف لائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا آپ اپنے لیے سایہ کا بندوبست کریں۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہمارے پاس آپ کے لیے بھی وافر انتظام ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا آپ اپنے ہی لیے سایہ کا انتظام کریں پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلے گئے۔ پس حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جو یہ چاہتا ہے کہ وہ دیانت دار اور صابر آدمی کو دیکھے تو وہ انہیں (یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو) دیکھ لے۔

امثال حدیث شریف میں ہے کہ "**جَاءَتْ هَوَازِنُ عَلٰى بَكْرَةِ اَبِيْهَا**" (قبیلہ ہوازن کے تمام لوگ آ گئے) اس کا مفہوم یہ ہے کہ قبیلہ ہوازن کے تمام افراد اپنے آباؤ اجداد سمیت آ گئے۔ گویا اس میں قبیلہ ہوازن کی قلت کو بیان کیا گیا ہے۔

(۲) اہلِ عرب کہتے ہیں کہ "**جَاء وَاعَلٰى بَكْرَةِ اَبِيْهِمْ**" (وہ سب کے سب آ گئے)

اس ضرب المثل کی اصل یہ ہے کہ ان کے سارے افراد کو قتل کر دیا گیا۔ یہ جملہ انہی لوگوں کے لیے مستعمل تھا لیکن بعد میں ان تمام لوگوں کے لیے جو اکٹھے ہو کر آ رہے ہوں' استعمال کیا جانے لگا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس ضرب المثل کا مفہوم یہی ہے کہ وہ تمام لوگ آ گئے' کوئی بھی باقی نہیں رہا حالانکہ یہاں جوان اونٹ مراد نہیں ہے۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ یہاں "بکرۃ" کے معانی یہ ہیں کہ "جس کے پاس کچھ مانگنے کے لیے آئیں" تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ سب بعض کے بعد آتے رہے جیسے جوان اونٹ ایک ہی راستہ پر آتا ہے۔" بعض اہلِ علم کے نزدیک یہاں "البکرۃ" سے مراد راستہ ہے یعنی وہ سب اپنے آباؤ اجداد کے راستے پر آئے۔ اہل علم کے نزدیک یہ الفاظ بطور مذمت' قلت اور ذلت کے موقع پر بولا جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ان لوگوں کی سواری کے لیے ایک جوان اونٹ ہی کافی ہے۔ نیز ضرب المثل میں "الاب" (باپ) کا لفظ مذمت اور ذلت کے لیے ذکر کیا گیا ہے۔ "البکر" جوان اونٹ کا شرعی حکم' خواص اور تعبیر وہی ہے جو "ابل" اونٹ کیلئے ہے۔

اَلْبُلْبُلُ[1]

اَلْبُلْبُلُ۔ چڑیا کی مثل ایک پرندہ ہے اسے بطور تصغیر "کعیت" یا "جمیل" بھی کہا جاتا ہے۔ بلبل کو "النُغر" بھی کہتے ہیں۔ اس کی تفصیل عنقریب انشاء اللہ آئے گی۔ بعض شعراء نے بلبل کے متعلق بہترین اشعار کہے ہیں ۔

ما طائر نصفه كله   له فی ذرا الدوح سیر ولبث

"(بلبل) کیسا پرندہ ہے جس کا نصف ہی کل ہے اور جس کے لیے صحن اور اس کے اطراف میں چلنا اور رُکنا ہے۔"

رأينا ثلاثة ارباعه   اذا صحفوها غدت وهی ثلث

"میں نے اس کا تین چوتھائی دیکھا اور جب وہ ان سب کو ملالے تو وہ ایک تہائی رہ جاتا ہے۔"

علی بن مظفر ابوالفضل آمدی جو شہر واسط کے قاضی تھے نے بھی بہت عمدہ اشعار کہے ہیں ۔

و اهاله ذكر الحمىٰ فتاوها   ودعابه داعی الصبافتولها

اور اس پر افسوس ہے کہ جب اس کے سامنے بخار آتا ہے تو کراہنے لگتا ہے اور جب دائی شوق ومحبت اسے دعوت دیتی ہے تو اس سے رُخ پھیر لیتا ہے۔

هاجت بلا بله البلابل فانثلت   أشجانه تثنى عن الحلم النهى

"ان کی بلبلوں نے جب دوسری بلبلوں کی ہجو کی تو اس کے غم واندوہ صبر وتحمل سے ہٹ کر اسے منع کرنے میں مصروف ہو گئے۔"

فشكا جوا وبكى أسى وتنبه   الوجد القديم ولم يزل متنبها

پس شکایت کی مبتلائے سوز عشق نے اور غم وافسوس کے آنسو بہائے اور وہ پرانی محبت کا واسطہ دے کر اس بات پر متنبہ کرتی رہی۔

لا تكرهوه على السلو فطالما   حمل الغرام فكيف يسلومكرها

"کہ تم اسے (یادوں کو) بھلا دینے پر مجبور نہ کرو کیونکہ وہ مرض عشق میں مبتلا رہ چکا ہے تو پھر وہ اس کے شدائد کو کیسے بھلا سکتا ہے۔"

لا عتب ياسعدى عليک فسامحى   وصلى فقد بلغ السقام المنتهى

"اے سعدی تم سے کوئی ناراضگی نہیں پس تم چشم پوشی کرتے ہوئے درگزر سے کام لو اور وصل اختیار کرو کیونکہ (عشق کی) بیماری انتہا تک پہنچ چکی ہے۔"

یوسف بن لؤلؤ نے بھی کس قدر عمدہ اشعار کہے ہیں ۔

باكر الى الروضة تستجلها   فثغرها فی الصبح بسام

"وہ صبح سویرے باغ کو آراستہ کرنے کے لیے نکلی تو صبح سویرے ہی اس کے چہرے پر مسکراہٹ نمایاں تھی۔"

---

[1] اردو، بلبل۔ بنگالی، بلبل۔ بلوچی، بلبل۔ پشتو، بلبلہ۔ پنجابی، بلبل۔ سندھی، بلبل۔ کشمیری، بلبل۔
(انگریزی) NIGHTINGALE (ہفت زبانی لغت صفحہ ۹۱)

و النرجس الغض اعتراہٗ الحیا فغض طرف فیه اسقام

''اور وہ تر وتازہ نرگس ہے جسے حیا کے پردوں نے ڈھانپ رکھا ہے۔ پس اس نے اپنی نگاہوں کو جھکا لیا لیکن اس کی نگاہوں میں کھوٹ نمایاں تھا۔''

وبلبل الدوح فصیح علی الایکة والشحر و رتمتام

''اور گھنے درخت کی بلبل گنجان درخت پر گنگنا رہی ہے اور ''شحر'' پرندہ بھی گنگنا رہا ہے۔''

ونسمة الصبح علی ضعفها لها بنا مرو المام

''اور نسیم صبح اگرچہ ہلکی ہے مگر میرے پاس سے گزر رہی ہے اور میری طرف اس کی توجہ بھی ہے۔''

فعاطنی الصهباء مشمولة عذراء فالوا شون نؤام

''پس ٹھنڈی شرابوں نے اس کنواری کے لیے میری گردن لمبی کر دی کیونکہ دوسرے رقیب حالتِ نیند میں ہیں۔''

وأکتم احادیث الهوی بیننا ففی خلال الروض نمام

''اور میں اپنے درمیان ہونے والی محبت کی باتوں کو چھپاتا ہوں اس لیے کہ باغ میں باتیں پھیلانے والے چغل خور بھی موجود ہیں۔''

یہ عمدہ اشعار بھی یوسف بن لؤلؤ کے ہیں

سقی الله أرضا نور و جهک شمسها وأحیا بلادا أنت فی افقها بدر

''اللہ نے زمین کو سیراب کیا اس کا سورج تیرے چہرے کا نور ہے اور اللہ تعالیٰ نے زمین کو زندہ کیا کیونکہ تم اس کے اُفق پر چودھویں کا چاند ہو۔''

وروی بقاعا جود کفک غیثها ففی کل قطر من نداک بها قطر

''اور اس نے اس خطے کو سیراب کیا سخاوت اس کی بارش ہے۔ نیز تمہارے شبنم کا ہر قطرہ اس کا قیمتی خطرہ ہے۔''

یہ اشعار بھی یوسف بن لؤلؤ کے ہیں

تسلسل دمعی وهی لا شک مطلق وصَحَّ حقیقا حین قالوا تکسرا

''میرے آنسو بہہ پڑے اور بلاشبہ وہ جاری ہیں اور درحقیقت لوگوں کا یہ تبصرہ صحیح ہے کہ ایک بند تھا جو ٹوٹ گیا۔''

وفی قلب مائی للقلوب مسرة وقالوا سیجزی بالهنا و کذاجری

''اور میرا رقت آمیز دل دوسروں کی خوشی کا باعث ہے اور لوگوں نے کہا کہ عنقریب انجام اچھا ہوگا اور پھر ایسا ہی ہوا۔''

یہ اشعار بھی انہی کے ہیں۔

بعینی رأیت الماء ألقی بنفسه علی رأسه من شاهق فتکسرا

''میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ پانی نے اپنے آپ کو بلندی سے اس کے سروں پر ڈال دیا تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔''

وقام علیٰ اثرا لتکسر جاریا الا فاعجبوا ممن تکسر قدجری

''اور وہ ٹوٹنے کے بعد پھر جاری ہوگیا پس لوگ متعجب ہوئے کہ جس سے ٹوٹا تھا اسی سے پھر جاری ہوگیا۔''

أنفقت كنز مدائحي في ثغره   وجمعت فيه كل معنى شارد

''میں نے اس کے چہرے کی تعریف میں اپنے مدح کے خزانے کو صرف کر دیا اور میں نے اس کے اندر تمام نوادرات کو جمع کر دیا۔''

وطلبت منه جزاء ذلك قبلة   فابى و راح تغزلي في البارد

اور میں نے اس سے اس کا بدلہ ایک بوسہ مانگا تو اس نے انکار کر دیا اور ٹھنڈک میں غزل سرائی کرنے لگی۔

اہل عرب کہتے ہیں ''البلبل يعندل'' (بلبل بول رہی ہے)

حافظ ابونعیم اور صاحب الترغیب والترہیب نے مالک بن دینار کی حدیث نقل کی ہے۔ مالک بن دینار کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام ایک بلبل کے پاس سے گزرے جو درخت پر بیٹھ کر چہچہا رہی تھی۔ پس سلیمان علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا تم جانتے ہو یہ بلبل کیا کہہ رہی ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہمیں اس کا علم نہیں۔ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا بلبل کہہ رہی ہے کہ میں نے نصف کھجور کھایا ہے۔ پس دنیا ایک دن فنا ہو جائے گی۔

(اس کی مزید تفصیل عنقریب انشاء اللہ ''باب العین'' میں آئے گی)

امام زمخشریؒ اللہ تعالیٰ کے اس قول ''وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ بعض مفسرین کے نزدیک بلبل اپنا رزق جمع کر لیتی ہے۔

امام بویطیؒ نے امام شافعیؒ کے حوالے سے ایک حکایت بیان کی ہے کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں بچپن میں سیدنا مالک بن انسؒ کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی امام مالکؒ کی خدمت میں سوال کرنے کے لیے حاضر ہوا۔ اس نے کہا کہ اگر یہ بلبل چہچہانے سے نہ رُکی تو میں نے تین طلاق کی قسم کھائی ہے۔ امام مالکؒ نے فرمایا کہ تم حانث ہو گئے۔ پس وہ آدمی چلا گیا۔ پس تھوڑی دیر بعد امام شافعیؒ امام مالکؒ کے بعض شاگردوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ اس نوجوان نے غلطی کی ہے۔ پس اس کی خبر امام مالکؒ کو دی گئی۔ امام مالکؒ بارعب آدمی تھے یہاں تک کہ کوئی آدمی مجلس میں ان سے گفتگو کرنے کی ہمت نہیں رکھتا تھا۔ نیز کبھی کبھی کوتوال امام مالکؒ کے رعب سے مرعوب ہو کر ان کے سرہانے کھڑا ہو جاتا' اسے کلام کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔

پس امام مالکؒ کے شاگردوں نے امام مالکؒ سے کہا کہ یہ بچہ کہتا ہے کہ اس نوجوان نے غلطی کی ہے۔ امام مالکؒ نے امام شافعیؒ سے کہا کہ تم نے یہ بات کیسے کہی؟

امام شافعیؒ نے کہا' کیا آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث جو فاطمہ بنت قیس کے واقعہ میں ہے' ہم سے بیان نہیں کی کہ فاطمہ بنت قیس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ابوجہم اور معاویہ نے میری طرف نکاح کا پیغام بھیجا ہے۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوجہم کی لاٹھی کندھے سے نہیں اُترتی (یعنی وہ بیویوں کو مارتے ہیں) اور معاویہ تو فقیر ہیں' ان کے پاس مال و دولت نہیں ہے۔ تو کیا ابوجہم کی لاٹھی ہمیشہ ان کے کندھے پر رہتی تھی بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کا اشارہ تو اکثر اوقات کی طرف تھا۔ پس امام مالکؒ نے امام شافعیؒ کے مقام کو جان لیا۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جب میں نے مدینہ منورہ سے نکلنے کا ارادہ کیا تو میں امام مالکؒ کے پاس آیا۔ پس جب میں واپس ہونے لگا تو امام مالکؒ نے مجھ سے

فرمایا اے بچے! اللہ سے ڈر اور جو نور (یعنی علم) اللہ نے تجھے عطا کیا ہے' اسے گناہوں کے ذریعے نہ بجھانا۔ نور سے مراد علم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ''

اور جسے اللہ نور (یعنی ہدایت) نہ بخشے اس کے لیے کوئی نور نہیں۔ (النور:۴۰)

اس واقعہ میں بلبل کا ذکر ہے لیکن دوسرے طرق سے جو واقعہ بیان کیا گیا ہے اس میں قمری کا ذکر ہے۔ عنقریب انشاء اللہ اس کی مزید تفصیل آئے گی۔

تعبیر خواب میں بلبل کی تعبیر مالدار مرد کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے اور بعض اہل علم کے نزدیک بلبل مال دار عورت کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔

بعض اہلِ علم کہتے ہیں کہ خواب میں بلبل قرآن کریم کے قاری بچے کی شکل میں آتی ہے جس کے بعد کوئی بچہ نہ ہو۔

اَلْبُلَح

''اَلْبُلَح'' (باء پر پیش اور لام پر زبر ہے) ابن سیدہ نے کہا ہے کہ ''اَلْبُلَح'' سیاہ وسفید رنگ کا پرندہ ہے جو گدھ سے بڑا ہوتا ہے اور اس کے بال جھلسے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ چنانچہ اگر اس پرندہ کا کوئی بال کسی دوسرے پرندہ کے بالوں کے وسط میں گر جائے تو اسے دہشت زدہ کر دیتا ہے۔ بعض اہلِ علم کے نزدیک ''البلح'' بوڑھے اور پرانے گدھ کو کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع ''بلحان'' آتی ہے۔

البلشون

''البلشون'' بگلا کو کہا جاتا ہے۔ عنقریب انشاء اللہ اس کی تفصیل ''باب المیم'' میں آئے گی۔

البلصوص

''البلصوص'' (باء پر پیش اور لام مشدد ہے) یہ ایک ایسے پرندے کا نام ہے جس کی جمع خلاف قیاس ''البلنصی'' آتی ہے۔ امام سیبویہ نے کہا ہے کہ جمع میں نون زائد ہے۔ اس لیے کہ اس کے واحد کے لیے ''البلصوص'' مستعمل ہے اور عام لوگ ''أبولصيص'' کہتے ہیں۔ بطلیوی کہتے ہیں کہ ان دونوں اسموں کے متعلق اہلِ لغت کے درمیان اختلاف ہے کہ ان میں سے واحد کونسا لفظ ہے اور جمع کے لیے کونسا لفظ مستعمل ہوگا۔ چنانچہ بعض اہلِ لغت کے نزدیک واحد کے لیے ''بلصوص'' اور جمع کے لیے ''بلنصی'' کے الفاظ مستعمل ہیں لیکن بعض اہل علم نے اس کے برعکس کہا ہے کہ واحد کے لئے ''بلنصی'' اور جمع کے لئے ''بلصوص'' کے الفاظ استعمال کئے جائیں گے۔ بعض حضرات نے ''بلصوص'' مذکر کے لیے اور ''البلنصی'' کے الفاظ مؤنث کے لیے استعمال کیے ہیں۔ ابن ولاد نے اس کا تذکرہ کیا ہے اور یہ مصرع بھی تحریر کیا ہے

"والبلصوص یتبع البلنصی" (اور بلصوص (نر) بلنصی (مادہ) کا پیچھا کرتا رہتا ہے)

ابن ولاد نے کہا ہے کہ قیاس اس بات کا متقاضی ہے کہ "بلصوص" کی جمع "بلاصیص" ہو۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس پرندہ کا شرعی حکم کیا ہے۔

بنات الماء

"بنات الماء" ابن ابی الاشعث نے کہا ہے کہ یہ بحر روم کی مچھلیاں ہیں جو عورتوں سے مشابہ ہوتی ہیں۔ جن کے بال سیدھے اور رنگ گندمی ہوتا ہے۔ نیز ان کی شرمگاہ اور پستان بڑی بڑی ہوتی ہیں۔ یہ مچھلیاں گفتگو بھی کرتی ہیں لیکن ان کی گفتگو سمجھ سے بالاتر ہے۔

نیز یہ مچھلیاں ہنستی اور قہقہہ مارتی ہیں۔ ملاح کبھی کبھی ان مچھلیوں کو پکڑ لیتے ہیں اور ان سے وطی کر کے پھر دریا میں چھوڑ دیتے ہیں۔

رویانی کہتے ہیں کہ جب ان کے پاس کوئی شکاری عورتوں سے مشابہ مچھلی پکڑ کر لاتا تھا تو یہ ان سے وطی نہ کرنے کی قسم لیتے تھے۔ امام قزوینیؒ نے اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ ایک آدمی ایک بادشاہ کے پاس اس قسم کی مچھلی شکار کر کے لے گیا تو جب وہ مچھلی گفتگو کرتی تو اس کی گفتگو سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ پس اس آدمی نے اس مچھلی سے شادی کر لی۔ پس ان سے ایک بچہ پیدا ہوا۔ پس وہ بچہ اپنے باپ اور ماں دونوں کی گفتگو کو سمجھتا تھا۔ (اس کا مختصر سا تذکرہ "باب الھمزہ فی انسان الماء" میں ہو چکا ہے۔

بنات وردان

"بنات وردان" (گبریلا[1]) اس کا تذکرہ "باب الواؤ" کے آخر میں آئے گا۔

البھار

"البھار" (باء پر پیش ہے) سفید قسم کی عمدہ مچھلی کو "البھار" کہا جاتا ہے۔ جوہری نے کہا ہے کہ "البھار" تین سو رطل کا وزن کرنے والا پیمانہ ہے۔

حضرت عمرو بن عاصؓ فرماتے ہیں کہ ابن الصعبہ (یعنی طلحہ بن عبید اللہ) نے مرنے کے بعد سو عدد بہار ترکہ میں چھوڑے تھے اور ہر بہار میں تین قنطار[2] سونا تھا۔ پس اس سے ایک پیالہ بنا لیا گیا۔

ابو عبید قاسم بن سلام کہتے ہیں کہ اہل عرب کی لغت میں "البھار" تین سو رطل کا ہوتا ہے۔ ابو عبید کہتے ہیں کہ میرے خیال میں یہ عرب میں نہیں ہوتا بلکہ قبطیہ خاندان میں ہوتا ہے۔

---

[1] گبریلا: Dung-Worn, Dung-Deetle (کتابستان اردو انگلش ڈکشنری صفحہ ۵۱۷)

[2] ایک قنطار سو رطل کا ہوتا ہے۔

بھثة

"بھثة" اس سے مراد نیل گائے ہے اس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

البھرمان

"البھرمان" ابن سیدہ نے کہا ہے کہ "بھرمان" عصفور (چڑیا) کی قسم ہے۔

البَھمة

"البَھمة" (باء پر زبر ہے) یہ گائے' بھیڑ اور بکری کے چھوٹے بچوں کو کہا جاتا ہے۔ البتہ اس میں مذکر و مؤنث برابر ہیں۔ "البَھَمة" کی جمع بَھم" بَھَام' اور بھاماث آتی ہے۔ امام ازہری نے "شرح الفاظ المختصر" میں فرمایا ہے کہ بکری یا بھیڑ کے بچے کے لیے خواہ مذکر ہو یا مؤنث پیدا ہوتے ہی "سخلة" کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ اس کی جمع "اسخال" آتی ہے پھر کچھ دنوں کے بعد اسے "بھمة" کہا جاتا ہے۔ پس جب بکری کے بچے کی عمر چار سال ہو جائے اور وہ اپنی ماں سے جدا ہو گیا ہو تو اسے "جفار" کہا جاتا ہے۔ پس جب وہ چر کر فربہ ہو جائے تو اسے "عریض" اور "عتود" کہتے ہیں۔ اس کی جمع "عرضان" اور "عتدان" آتی ہے لیکن بعض اہلِ علم کے نزدیک "جدی" کے الفاظ بھی مستعمل ہیں۔ اگر بکری کا بچہ ایک سال کا نہ ہوا ہو تو مادہ بچہ کو "عناق" کہا جاتا ہے اس کی جمع "عنق" آتی ہے اگر بچہ ایک سال کا ہو گیا ہو اور مذکر ہو تو اس کے لیے "تیس" کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں اور مادہ بچہ کو "عنز" کہتے ہیں۔

پھر جب بکری کا بچہ دوسرے سال میں داخل ہو جائے تو مذکر کو "جزع" اور مؤنث کو "جزعة" کہتے ہیں۔

امام ازہری فرماتے ہیں کہ اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ "عناق" کے متعلق امام نوویؒ کی تحقیق میں کچھ خلل واقع ہو گیا ہے۔ (واللہ اعلم)

لقیط بن صبرہ کہتے ہیں کہ میں وفد بنی المنتفق کے آنے والوں میں سے یا وفد بنی المنتفق کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ رہا تھا' پس جب ہم نبی اکرمؐ کے یہاں پہنچے تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر میں نہیں پایا۔ پس ہم نے اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملاقات کی۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہمارے لیے حریر (نرم غذا جو دودھ' روغن اور آٹے سے تیار ہوتی ہے) یا دلیہ بنانے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ تیار ہو گیا اور ہمارے سامنے ایک قناع (بڑی پلیٹ) لائی گئی۔ قناع ایک تھال تھا جس میں کھجوریں تھیں پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کیا تم نے کچھ کھایا ہے یا تمہارے لیے کوئی چیز تیار کرنے کا حکم دیا ہے؟ ہم نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہؐ۔ لقیط بن صبرہ کہتے ہیں کہ ابھی ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی تھے کہ ایک چرواہے نے اپنی بکری کو بیت الخلاء کی جانب ہنکا دیا اور اس کے ساتھ بکری کا ایک بچہ بھی تھا جو مینگنی کر رہا تھا۔ پس نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے لڑکے! اس بکری نے کیا جنا ہے؟ چرواہے نے جواب دیا کہ "بھمة" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس کی جگہ ایک بکری ذبح کرو پھر فرمایا کہ یہ مت سمجھو کہ میں نے اسے تمہاری وجہ سے ذبح کیا ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے پاس سو بکریاں ہیں'

ہم نہیں چاہتے کہ ان میں اضافہ ہو اس لیے جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو ہم اس کی جگہ ایک بکری ذبح کر دیتے ہیں۔ (لقیط بن صبرہ کہتے ہیں) پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ایک بیوی ہے جو زبان دراز ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے طلاق دے دو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ میری صحبت میں رہ چکی ہے اور اس سے میرا ایک لڑکا بھی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر اسے نصیحت کرو۔ پس اگر اس میں بھلائی ہوگی تو وہ اس پر عمل کرے گی اور جس کے ساتھ تو ہم بستری کرتا ہے اسے لونڈیوں کی طرح مت پیٹا کر۔ لقیط بن صبرہ کہتے ہیں پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے وضو کے بارے میں بتلایئے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وضو کو پوری طرح کرو اور انگلیوں کا خلال کرو نیز اگر روزے کی حالت نہ ہو تو استنشاق میں مبالغہ کرو۔

(رواہ الشافعی وابن خزیمہ وابن حبان والحاکم واصحاب السنن الاربعۃ)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد اور دادا کے حوالے سے کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور دیوار کو قبلہ بنالیا اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھے کہ بکری کا ایک بچہ آیا اور سامنے سے گزرنے لگا۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے روکتے رہے یہاں تک کہ اس کا پیٹ دیوار سے لگ گیا۔ پس وہ پچھلی طرف سے گزر گیا۔ (رواہ ابی داؤد)

(عنقریب انشاء اللہ ''جدی'' کے عنوان میں اسی قسم کی ایک حدیث آئے گی۔)

یزید ابن اصم بحوالہ میمون نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اپنے سامنے سے پیٹ کو زمین سے علیحدہ رکھتے یہاں تک کہ اگر کوئی بکری کا بچہ درمیان سے گزرنا چاہتا تو گزر جاتا۔ (رواہ المسلم وسنن ابی داؤد والنسائی وابن ماجہ)

البهيمة

''البهيمة'' ابن سیدہ کہتے ہیں کہ خشکی یا سمندر میں رہنے والے ہر قسم کے چوپاؤں کو ''بهيمة'' کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع ''بهائم'' آتی ہے۔

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ چوپایوں میں بھی وحشی جانوروں کے بدکنے کی طرح بدک پن پایا جاتا ہے۔'' (الحدیث)

ان کو ''البهيمة'' اس لیے کہتے ہیں کہ یہ گفتگو کرنے پر قادر نہیں ہیں اور نہ ہی گفتگو سمجھ سکتے ہیں اور یہ عقل وشعور کی دولت سے بھی محروم ہوتے ہیں۔ اسی سے ہے **بَاب'' مِنهُمْ اَیْ بَاب'' مُغْلَق''** (یعنی پیچیدہ باب) لیل مبهم (تاریک رات)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ''

تمہارے لیے مویشی کی قسم کے سب جانور حلال کیے گئے۔ (المائدہ: آیت۔۱)

انعام (چوپاؤں) کی نسبت خاص صفت کی وجہ سے ''البهيمة'' کی طرف کی گئی ہے۔ اھ

''انعام'' آٹھ قسم کے جانور ہیں' ان میں سے ہر ایک کو ''انعام'' کہا جاتا ہے جیسے ان کے مجموعے کو انعام کہا جاتا ہے۔ اسی طرح درندے مثلاً شیر اور ہر کچلی والے جانور ''انعام'' میں داخل نہیں ہیں۔ اس لیے چرنے والے چوپایوں اور مویشیوں کو ''انعام'' کہا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں ''**بهيمة الانعام**'' ان کو کہا جاتا ہے جو ذبح کرتے وقت ماں کے پیٹ سے نکلتے ہیں۔ انہیں ذبح کیے بغیر بھی کھایا جا سکتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''**اِلَّا مَا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ**'' ''سوائے ان کے جو آگے چل کر تم کو بتائے جائیں۔'' (المائدہ:۱)

اور ان جنے ہوئے بچوں میں کوئی ایسی چیز نظر نہیں آتی جس کی وجہ سے انہیں مستثنیٰ کر دیا جائے۔ ا-ھ

اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق مویشیوں کا گوشت حلال ہے اس لیے کہ رات سے دن کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے اگر امراض نہ ہوتے تو صحت و تندرستی کی نعمت کا احساس ختم ہو جاتا اسی طرح اگر دوزخ نہ ہوتی تو جنت کی قدر و قیمت بھی معلوم نہ ہوتی۔

اسی طرح انسانوں کا مویشیوں کو ذبح کرنا اور ان کی قربانی کرنا ظلم نہیں ہے بلکہ یہ ناقص پر کامل کو مقدم کرنا ہے جو عین عدل ہے۔ اسی طرح جہنمیوں پر جنتیوں کا فخر کرنا یا ایمان والوں کو کافروں پر ترجیح دینا بھی عین انصاف ہے۔ اسی طرح اگر ناقص اشیاء کا وجود نہ ہوتا تو کامل اشیاء کی قدر و قیمت کا اندازہ نہ ہو سکتا۔ اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ ان چوپاؤں کو پیدا نہ فرماتا تو انسانوں کی شرافت اور بزرگی کا اندازہ نہ ہو سکتا۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ وہ حکم بن ایوب کے گھر میں داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک قوم مرغی کو گاڑ کر اس پر نشانہ بازی کر رہی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چوپائے کو روک کر اس پر نشانہ لگانے سے منع فرمایا ہے۔ (رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ)

یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ ذی روح جانور کو روک کر پھر اسے کسی چیز سے مار کر ہلاک کر دیا جائے۔

صحیحین میں ہے کہ ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔'' (الحدیث)

لعنت اس لیے کی گئی ہے کہ اس میں ایک جانور کو عذاب میں مبتلا کرنا' بیکار کرنا اور اس کی مالیت کو ضائع کرنا ہے۔ اگر چہ اسے ذبح کیا جا سکتا ہو۔

حدیث میں ہے کہ ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو روک کر ہلاک کرنے سے منع فرمایا ہے۔''

کسی جانور کو باندھ کر کھڑا کر کے ہلاک کر دینے کو ''**المجثمة**'' کہتے ہیں۔ اس قسم کا فعل پرندوں اور خرگوش کے ساتھ اکثر کیا جاتا ہے۔

حضرت مجاہد سیدنا عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اس بات سے کہ چوپایوں کو ایک دوسرے پر برانگیختہ کیا جائے۔'' (رواہ الترمذی وابوداؤد)

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چوپائے' حشرات الارض' جوئیں' ٹڈی' گھوڑے' خچر'

چوپائے' گائے اور اس کے علاوہ تمام اللہ کی تسبیح کرنے والوں میں شامل ہیں جب ان کی تسبیح ختم ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روح کو قبض کر لیا۔ (شفاء الصدور)

فائدہ ابن دحیہ "کتاب الآیات البینات" میں لکھتے ہیں کہ میدانِ حشر میں چوپایوں سے قصاص لیے جانے کے متعلق اہل علم کے درمیان اختلاف ہے۔ شیخ ابوالحسن اشعریؒ فرماتے ہیں کہ مویشیوں اور چوپایوں میں قصاص جاری نہیں ہوگا اس لیے کہ وہ غیر مکلف ہیں۔ نیز جو احادیث میں مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جانوروں میں ہر ایک کا قصاص اس کے مثل سے لیا جائے گا یہاں تک کہ بوڑھے جانور سے سوال کیا جائے گا کہ تم نے دوسرے بوڑھے کو کیوں اذیت دی؟

یہ تو محض بطورِ مثال بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن ذرہ برابر چیز کا بھی حساب ہوگا۔ گویا اس سے حساب کی سختی کو بیان کرنا مقصود تھا۔ نیز یہ بتلانا مقصود تھا کہ ظالم سے مظلوم کا حق دلایا جائے گا۔

ابواسحاق اسفرائینی نے کہا ہے کہ چوپایوں میں قصاص جاری ہوگا لیکن مویشیوں سے صرف دنیا ہی میں دیت لیے جانے کا احتمال ہے۔ ابن دحیہ کہتے ہیں کہ چوپایوں میں قصاص کا جاری ہونا عقلاً و نقلاً ثابت ہے۔ اس لیے کہ چوپائے نفع و نقصان سے واقف ہوتے ہیں۔ پس وہ لاٹھی سے بھاگتے ہیں اور چارہ کی طرف لپکتے ہیں اور جب کتا ان پر بھونکتا ہے تو رُک جاتے ہیں اور جب انہیں شکار کے لیے تیار کیا جاتا ہے تو وہ شکار کے لیے آمادہ اور مشتعل ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح کی کیفیت پرندوں اور جنگلی جانوروں کی ہے کہ وہ نقصان پہنچانے والے پرندوں اور جانوروں سے فرار ہو جاتے ہیں۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ چوپائے تو غیر مکلف ہیں۔ لہٰذا ان سے قصاص لینا تو ایک طرح کا انتقام ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ چوپائے غیر مکلف ہیں لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے' وہی کرتا ہے۔ وہی تمام چیزوں کا مالک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے جانوروں کو مسخر کر دیا اور حلال جانوروں کو ذبح کرنے کا حکم دیا۔ اس لیے اس پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔

نیز ان جانوروں سے جنہوں نے دوسرے جانوروں کو اذیت دی ہوگی' قصاص لیا جائے گا۔ البتہ جانوروں سے منہیات کے ارتکاب اور اوامر الٰہی پر عمل نہ کرنے پر قصاص کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔ اس لیے کہ یہ مطالبہ صرف عقل رکھنے والی مخلوق سے ہوگا۔

لہٰذا جب آپس میں اختلاف بڑھ جائے گا تو ہم اس چیز کی طرف رجوع کریں گے جس کا ہمارے پروردگار نے ہمیں حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلُ"

پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو۔ (النساء:۵۹)

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طَآئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُکُمْ."

زمین میں چلنے والے کسی جانور اور ہوا میں پروں سے اُڑنے والے کسی پرندے کو دیکھ لو' یہ سب تمہاری ہی طرح کی انواع ہیں۔ (الانعام:۳۸)

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَاِذَاالْوُحُوْشُ حُشِرَتْ"

اور جب جنگلی جانور سمیٹ کر اکٹھے کر دیئے جائیں گے۔ (التکویر آیت:۵)

لغت میں حشر کے معانی اکٹھے کرنے کے ہیں چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کو قیامت کے دن تین طریقے پر جمع کیا جائے گا۔ کچھ لوگ رغبت کرنے والے ہوں گے کچھ خوفزدہ ہوں گے اور کچھ ایک اونٹ پر دو دو کر کے یا تین تین کر کے یا دس دس کر کے سوار ہوں گے اور باقی لوگوں کو جہنم میں اکٹھا کیا جائے گا تو جہاں وہ لیٹیں گے وہیں آگ بھی لیٹے گی اور جہاں وہ رات گزاریں گے ان کے ساتھ آگ بھی رات گزارے گی اور جہاں وہ صبح کریں گے ان کے ساتھ آگ بھی صبح کرے گی اور جہاں وہ شام کریں گے ان کے ساتھ آگ بھی شام کرے گی۔ (رواہ المسلم والبخاری)

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اونٹوں کا حشر لوگوں کے ساتھ ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (قیامت کے دن) مخلوق میں بعض کا بعض سے قصاص لیا جائے گا یہاں تک کہ بے سینگ جانوروں کا اس کے مثل سینگ والے جانوروں سے اور چیونٹیوں کا چیونٹیوں سے۔ پس جب چوپائے اور چیونٹیاں بالمقابل ہوں گے تو ان سے بھی قصاص لیا جائے گا۔ (رواہ احمد بسند صحیح)

چنانچہ جب اتنی چھوٹی چھوٹی مخلوق سے قصاص لیا جائے گا تو جو مخلوق احکام شریعت کی مکلف ہے اس سے کیوں قصاص نہ لیا جائے گا اور وہ مخلوق کیسے غافل ہو جائے گی۔ (ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے اعمال کی برائی اور اپنے نفسوں کے شرور سے سلامتی طلب کرتے ہیں)

مسلم شریف میں امام مسلمؒ نے یہ روایت نقل کی ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "قیامت کے دن تمہیں ضرور حقدار کا حق ادا کرنا پڑے گا یہاں تک کہ بے سینگ بکری کا قصاص سینگ والی بکری سے لیا جائے گا۔"

اسی حدیث اور دوسری احادیث میں یہ الفاظ بھی مذکور ہیں کہ جس اونٹ والے نے اونٹوں پر واجب زکوٰۃ کی ادائیگی نہیں کی تو قیامت کے دن وہ آدمی اس حال میں آئے گا کہ اس کے سامنے ایک چٹیل میدان ہوگا جس میں اونٹ بلبلا رہے ہوں گے پھر اونٹوں کے ریوڑ میں اضافہ کر دیا جائے گا یہاں تک کہ کوئی اونٹ کا بچہ بھی باقی نہیں رہے گا جو اس زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے مالک کو اپنے پاؤں سے روندر ہے ہوں گے اور دانتوں سے چبا رہے ہوں گے۔

بخاری شریف میں ہے کہ "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن تم میں سے کوئی شخص چوری کی ہوئی بکری اپنے کندھے پر اُٹھائے ہوئے آئے جو ممیا رہی ہوگی۔ پس وہ کہے اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) میری سفارش کیجیے۔ پس میں اس سے کہوں گا کہ اللہ کے سامنے میں کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ تحقیق ان جرائم کی سزا کے متعلق میں تمہیں آگاہ کر چکا ہوں۔ (رواہ البخاری)

ایک صحیح حدیث میں ہے کہ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن جب قیامت قائم ہوگی تو جنات اور انسان کے علاوہ تمام چوپائے اور جانور چیخ رہے ہوں گے اور اس دن ان کی یہ چیخ و پکار اللہ تعالیٰ کے الہام کی وجہ سے ہوگی۔ (الحدیث)

اس قسم کی احادیث کو محمول کیا جائے گا' ان صلاحیتوں پر جو اللہ تعالیٰ نے جانوروں میں نقصان سے بچنے کے لیے اور نفع حاصل کرنے کے لیے ودیعت فرمائی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ یہ جبلت نہ عقلی ہے نہ حسی ہے اور نہ ادراکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں اس کے مزاج کے مطابق ایک عادت اور جبلت ودیعت فرمائی ہے جس کے نفع و نقصان کی حقیقت اسی کو معلوم ہے۔ مثال کے طور پر جب اللہ تعالیٰ نے چیونٹی میں اپنا رزق جمع کرنے کی قوت پیدا کی ہے کہ وہ سردیوں کے لیے اپنے رزق کا بندوبست کر لیتی ہے تو چوپاؤں اور مویشیوں کی یہ جبلت ہونا کہ وہ قیامت کے دن اپنے حقوق کے ضیاع پر چیخ و پکار کریں گے' بدرجہ اولیٰ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

چنانچہ جو انسان بھی جانوروں کے حالات کا مشاہدہ کرے گا تو وہ ان میں اللہ تعالیٰ کی اس حکمت کو ضرور دیکھے گا کہ اللہ تعالیٰ نے جانوروں میں عقل کے بجائے حسی قوت پیدا فرمائی ہے جس سے جانور نفع و نقصان میں فرق کر سکتے ہیں اور ان پر اشیاء کی حقیقت کا اس طور پر الہام کر دیا گیا ہے کہ اس قسم کی بات انسانوں میں بھی نہیں ملتی۔ مگر یہ کہ انسان اشیاء کے حقائق کو تلاش کرے یا اس کا باقاعدہ علم حاصل کرے یا باریک بینی سے کام لے۔ مثلاً شہد کی مکھی اپنے رزق کے لیے چھ کونوں کا گھر مضبوط قسم کا بناتی ہے یہاں تک کہ اس کو دیکھ کر انجینئر بھی دنگ رہ جاتے ہیں۔ اسی طرح مکڑی اپنے رہنے کے لیے مضبوط قسم کا جالا بنتی ہے اور اسی طرح دیمک اپنی رہائش چوکور لکڑی ہی میں تیار کرتی ہے۔ چنانچہ چوپاؤں اور دیگر جانوروں سے عجیب و غریب قسم کے افعال اور صنعتیں صادر ہوتی ہیں جن کو دیکھ کر انسان حیران ہو جاتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بیان و اظہار کی صلاحیت سے محروم رکھا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو بیان و اظہار کی قوت انہیں عطا فرما دیتا جیسے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں ایک چیونٹی نے گفتگو کی تھی۔ ''البھیم'' ایک قسم کے گھوڑے کو کہا جاتا ہے۔ اس میں نر و مادہ دونوں یکساں ہیں۔ اسی طرح ''البھم'' سیاہ رنگ کی بھیڑ کو بھی کہتے ہیں جس میں سفیدی نہیں ہوتی۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول (کہ قیامت کے دن لوگوں کو صاف ستھرا اُٹھایا جائے گا) کا مطلب یہ ہے کہ جو بیماریاں دنیا میں ہوتی ہیں۔ مثلاً برص' لنگڑا پن' اندھا پن' کانا پن وغیرہ قیامت کے دن لوگ ان بیماریوں سے محفوظ ہوں گے بلکہ جو لوگ جنت یا دوزخ میں داخل کیے جائیں گے' وہ صحت مند ہوں گے اس لیے کہ انہیں جنت یا دوزخ میں ہمیشہ کے لیے داخل کیا جائے گا۔ نیز بعض احادیث میں یہ الفاظ ہیں کہ قیامت کے دن لوگوں کو برہنہ اُٹھایا جائے گا تو یہ حدیث معانی کے اعتبار سے پہلی حدیث کے مخالف معلوم ہوتی ہے۔ اکابر حضرات میں مسعر بن کدام کا منظوم کلام یہ ہے۔

نهارک یا مغرور سهو و غفلة　　　　ولیلک نوم والردی لک لازم

اے متکبر تیرے یہ دن سہو و غفلت ہیں اور تیری رات نیند ہے اور تیرے لیے فنا لازمی اور ابدی ہے۔

وتتعب فیما سوف تکرہ غبہ ۔۔۔ کذالک فی الدنیا تعیش البھائم

"اور تو ان چیزوں میں محو و پریشان ہے عنقریب تو انہیں ناپسند کرے گا۔ دنیا میں اس طرح تو چوپائے زندگی گزارتے ہیں۔"

ایک فقہی مسئلہ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں چوپاؤں کی شرمگاہ چھونے پر وضو ٹوٹنے کے متعلق ہمارے اصحاب (یعنی شافعیہ) کا اختلاف ہے۔ بعض حضرات کے نزدیک وضو ٹوٹ جائے گا اس لیے کہ شرمگاہ کو چھونے کے متعلق جو آیت ہے وہ عام ہے لیکن صحیح قول یہ ہے وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اس لیے کہ اس کے متعلق صراحتاً کوئی حرمت وارد نہیں ہوئی اور نہ ہی کوئی حکم آیا ہے۔ نیز چوپایوں کا پچھلا حصہ چھونے سے بھی وضو نہیں ٹوٹے گا۔

امام دارمیؒ فرماتے ہیں کہ چوپاؤں اور پرندوں کی شرمگاہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

الامثال اہلِ عرب کہتے ہیں کہ:

"مَا الْاِنْسَانُ لَوْلَا الْاِنْسَانُ اِلَّا صُوْرَۃٌ مُمَثِّلَۃٌ"

(انسان کیا ہے؟ نہیں ہے انسان مگر ایک ممثل صورت)

"مَا الْاِنْسَانُ لَوْلَا الْاِنْسَانُ اِلَّا بَھِیْمَۃٌ مَھْمِلَۃٌ"

(کیا ہے انسان؟ نہیں ہے انسان مگر بے کار حیوان)

البوم البومۃ

"البوم"[1] (اُلو) یہ ایک ایسا پرندہ ہے جس کا اطلاق مذکر اور مؤنث دونوں پر ہوتا ہے۔ بعض اہلِ عرب اُلو کو "صدیٰ" اور "فیاذ" بھی کہتے ہیں لیکن یہ دونوں نام صرف مذکر کے لیے مخصوص ہیں۔ اُلو کی کنیت "ام الخراب" اور "ام الصبیان" ہے۔ اسی طرح اُلو کو "غراب اللیل" (رات کا کوا) بھی کہا جاتا ہے۔ جاحظ کہتے ہیں کہ اُلو کی مختلف اقسام ہامۃ، صدیٰ، ضوع، خفاش، غراب اللیل، بومۃ وغیرہ ہیں۔ نیز یہ تمام اسماء ان پرندوں کے لیے بھی مستعمل ہیں جو رات کو اپنے گھونسلوں سے نکلتے ہیں۔ نیز رات کے وقت اپنے گھونسلوں سے نکلنے والے یہ پرندے چوہوں، چھپکلی، گوریا، چڑا، عصفور اور چھوٹے چھوٹے کیڑے مکوڑوں کا شکار کرتے ہیں اور بعض پرندے مچھر کا شکار کرتے ہیں۔

اُلو کی خصوصیات اُلو کی عادت یہ ہے کہ یہ ہر پرندے کے گھونسلے میں گھس کر اس کو نکال کر اس کے بچوں اور انڈوں کو کھا جاتا ہے۔ اُلو رات کے وقت بھرپور حملہ کرتا ہے۔ چنانچہ کوئی پرندہ اس کے حملہ کو روکنے کی قوت نہیں رکھتا۔ اُلو رات بھر نہیں سوتا۔ پس جب دوسرے پرندے دن کے وقت اُلو کو دیکھ لیتے ہیں تو اس کو قتل کر ڈالتے ہیں۔ نیز دشمنی کی وجہ سے اس کے پروں کو نوچ ڈالتے ہیں۔ اسی لیے شکاری اُلو کو اپنے جالوں میں رکھتے ہیں تاکہ اسے دیکھ کر پرندے جمع ہو جائیں اور جال میں پھنس جائیں۔

---

[1] اردو، الو۔ بنگالی، الو۔ بلوچی، بوم۔ پشتو، گونگے۔ پنجابی، الو۔ سندھی، الو۔ کشمیری، راتہ مغل۔
(ہفت زبانی لغت صفحہ ۴۹) انگریزی۔ OWL (کتابستان اردو انگلش ڈکشنری صفحہ ۲۷)

مسعودی امام جاحظ سے نقل کرتے ہیں کہ اُلو دن کے وقت اس لیے نہیں نکلتا کہ اس کی آنکھیں خوبصورت ہوتی ہیں۔ کہیں لوگوں کی نظریں نہ لگ جائیں۔ اسی لیے اُلو حیوانات میں اپنے آپ کو سب سے زیادہ خوبصورت تصور کرتا ہے۔ اسی وجہ سے اُلو رات کے وقت نکلتا ہے۔

اہل عرب کا یہ (باطل) عقیدہ تھا کہ جب انسان مرجاتا ہے یا قتل کردیا جاتا ہے تو مرنے والے کی روح ایک پرندہ کی صورت میں اس کی قبر پر اپنے جسم سے خوفزدہ ہو کر چیختی و چلاتی ہے اور جس پرندہ کا اہل عرب کے عقیدہ میں ذکر ہوا ہے وہ اُلو ہے۔ جسے "ہمدی" بھی کہا جاتا ہے۔

عرب کا مشہور عاشق مزاج شاعر توبہ حمیری کہتا ہے ؎

ولو ان لیلی الاخیلیۃ سلمت علی و دونی جندل وصفائح

"اور لیلیٰ نے مجھے سلام کیا باوجود اس کے کہ میرے اور اس کے درمیان بڑی چٹان اور عظیم پتھر حائل تھا۔"

لسلمت تسلیم البشاشۃ أوزقا الیھا صدی من جانب القبر صائح

"میں نے بھی اس کے قریب ہوتے ہوئے بخوشی سلام کیا حالانکہ اُلو قبر کی جانب چیخ رہا تھا۔"

چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ توبہ حمیری کسی قبر کے قریب سے اونٹنی پر سوار ہو کر گزر رہا تھا اس نے دیکھا کہ قبر سے اُلو جیسی کوئی چیز اُڑ کر نکلی۔ چنانچہ توبہ حمیری کی اونٹنی بدک گئی تو اونٹنی سے گر کر اس کی موت واقع ہوگئی۔ نیز اسی جگہ توبہ حمیری کو دفن کردیا گیا۔

اُلو کی مختلف اقسام ہیں اور ہر "اُلو" خلوت کو پسند کرتا ہے۔ اُلو فطری طور پر کوؤں کا دشمن ہوتا ہے۔ "تاریخ ابن النجار" میں ہے کہ ایک مرتبہ شاہ کسریٰ نے اپنے کسی عامل کو یہ حکم دیا کہ تم میرے لیے سب سے بدصورت اور برا پرندہ شکار کرکے لاؤ پھر اسے سب سے خراب ایندھن میں بھونو اور اس کے بعد اسے سب سے زیادہ شریر آدمی کو کھلا دو۔ چنانچہ عامل نے اُلو کا شکار کرکے اسے دفلی کی لکڑی میں بھون کر اسے ٹیکس وصدقات وصول کرنے والے شخص کو کھلا دیا۔

"سراج الملوک" میں امام ابوبکر طرطوشی لکھتے ہیں کہ ایک رات عبدالملک بن مروان کو نیند نہیں آرہی تھی۔ پس اس نے ایک قصہ گو کو بلایا۔ پس قصہ گو کے قصوں میں سے ایک قصہ یہ تھا۔ اے امیر المومنین مقام موصل کا ایک اُلو تھا اور دوسرا اُلو بصرہ میں رہتا تھا۔ موصل کے اُلو نے اپنے لڑکے کی شادی کا پیغام بصرہ کے اُلو کی لڑکی کے لیے بھیجا۔ بصرہ کے اُلو نے کہا کہ میں تمہارے لڑکے سے اپنی لڑکی کی شادی اس شرط پر کروں گا کہ تم میری لڑکی کے مہر میں مجھے سوجریب ویران جگہ دو۔ موصل کے اُلو نے کہا کہ فی الحال تو میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ البتہ اگر موجودہ امیر اپنی تباہ کاریوں کے ساتھ مزید منصب امارت پر فائز رہا تو یہ شرط پوری ہوسکتی ہے۔ یہ واقعہ سنتے ہی عبدالملک چوکنا ہوگیا پھر اس کے بعد عبدالملک دیوان میں بیٹھ کر لوگوں کی زیادتیوں پر غور کرکے ان کو دُور کرنے کی کوشش کرتا اور گورنروں کی نگرانی کرتا۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے بعض اکابر کے مجموعوں میں دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ مامون الرشید نے اپنے محل میں جھانک کر دیکھا تو ایک آدمی کو پایا جو کھڑا ہوا ہے اس کے ہاتھ میں کوئلہ ہے جس سے وہ محل کی دیوار پر لکھ رہا ہے۔ مامون الرشید نے نوکر کو حکم دیا کہ اس آدمی کے پاس جا کر دیکھو کہ وہ کیا لکھ رہا ہے۔ نیز اسے پکڑ کر میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ نوکر نے اس آدمی کے پاس جا کر اس کی تحریر کو غور سے پڑھا اور اسے پکڑ کر مامون الرشید کے پاس لے آیا۔

وہ آدمی یہ اشعار لکھ رہا تھا۔

یاقصر جمع فیک الشوم واللوم — متی یعشش فی ارکانک البوم

"اے محل تجھ میں ہر طرح کی قبیح وقابلِ ملامت اشیاء جمع ہوگئیں جب "اُلو" محل کے گوشوں میں گھونسلہ بنانے لگے۔"

یوم یعشش البوم فیک من فرحی — اکون اول ما ینعیک مرغوم

"(اے محل) جس دن اُلو بخوشی تمہارے اندر اپنا گھونسلہ بنائیں گے تو اس وقت میں سب سے پہلا وہ شخص ہوں گا جو ناپسندیدگی کے ساتھ تمہارے اوپر ماتم کرے گا۔"

نوکر نے اس آدمی کے پاس پہنچتے ہی اسے کہا کہ چلیے جناب آپ کو امیر المومنین بلا رہے ہیں۔ اس آدمی نے کہا کہ میں تمہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں' مجھے امیر المومنین کے پاس نہ لے چلو۔ نوکر نے کہا تمہیں ضرور جانا پڑے گا۔ چنانچہ جب وہ شخص امیر المومنین کے دربار میں حاضر کیا گیا اور خادم نے اس کی تحریر سے امیر المومنین کو آگاہ کر دیا۔ مامون الرشید نے کہا تمہارا برا ہو' تم نے دیوار پر کیوں لکھا ہے؟ اس آدمی نے جواب دیا کہ امیر المومنین آپ کے محل میں مال و دولت' قیمتی جوڑے' کھانے پینے کا سامان' فرنیچر' برتن' ساز وسامان' لونڈیاں اور نوکر وغیرہ جمع ہیں' وہ سب آپ کو معلوم ہیں جن کی تعریف میرے لیے مشکل ہے اس لیے کہ وہ میری حیثیت سے بالاتر ہیں۔ اے امیر المومنین آج میں محل کے قریب سے گزر رہا تھا کہ مجھے سخت بھوک محسوس ہوئی تو میں کھڑے ہو کر سوچنے لگا' میرے دل میں خیال آیا کہ میرے سامنے اتنا بلند و بالا محل ہے اور آباد ہے لیکن مجھے اس محل سے کوئی فائدہ نہیں ہو رہا ہے۔ پس اگر یہ جگہ ویران ہوتی تو میں یہاں سے گزرتا تو یہاں لکڑی وغیرہ ضرور مل جاتی جن کو میں بیچ کر کچھ سامانِ رزق حاصل کر لیتا پھر اس آدمی نے کہا امیر المومنین آپ نے یہ اشعار نہیں سنے۔ اس نے کہا شاعر کہتا ہے ؎

اذا لم یکن للمرء فی دولة امرئی — نصیب ولا حظ تمنی زوالها

"جب کسی آدمی کے لیے کسی ملک میں کوئی حصہ اور دولت نہ ہو کہ جس کے ختم ہونے کی آرزو کی جائے۔"

وما ذاک من بغض لها غیر انه — یرجی سواها فهو یهوی انتقالها

"اور جبکہ وہ شخص یہ آرزو اس کے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے نہیں بلکہ مزید اضافہ کی توقع کے ساتھ کرتا ہے تو اس کی خواہش ہوتی ہے کہ اسے منتقل کر دے۔"

پس مامون الرشید نے کہا اے غلام اس شخص کو ایک ہزار اشرفیاں دے دو۔ اس کے بعد امیر المومنین نے اس آدمی سے کہا کہ تمہیں ہر سال اتنی رقم ملتی رہے گی۔ بشرطیکہ ہمارا محل اسی طرح آباد رہے۔

چند اشعار اسی مفہوم کو بیان کرتے ہیں ؎

اذا کنت فی امر فکن فیه محسنا — فعما قلیل أنت ماض و تارکه

"جب تو کوئی معاملہ کرے تو اس میں مخلص رہ کیونکہ تم بہت سی چھوٹی چیزیں چھوڑتے ہوئے گزر جاتے ہو۔"

فکم دحت الایام ارباب دولة — وقد ملکوا اضعاف ما انت مالکه

"پس کتنے ہی اصحاب اقتدار کے ادوار بدل گئے حالانکہ وہ تمہاری مملکت سے کہیں زیادہ سلطنت کے مالک تھے۔"

الحکم اُلو اور اس کی تمام اقسام کا گوشت حرام ہے۔ امام رافعیؒ فرماتے ہیں کہ ابوالعاصم عبادی لکھتے ہیں کہ اُلو حرام ہے جیسے کہ گدھ حرام ہے۔ نیز ''ضوع'' (نر ''اُلو'' یا رات میں اُڑنے والا پرندہ) کا بھی یہی حکم ہے۔

امام شافعیؒ کے ایک قول کے مطابق ''اُلو'' حلال ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ''ضوع'' نامی پرندہ ''اُلو'' کے علاوہ کوئی پرندہ ہے لیکن ''صحاح'' وغیرہ میں ہے کہ ''ضوع'' رات میں اُڑنے والا پرندہ ہے جو ''ہام'' کی قسم سے تعلق رکھتا ہے اور ہام چھوٹی قسم کے ''اُلو'' کو کہتے ہیں۔ مفضل کہتے ہیں کہ ''ضوع'' سے مراد نر ''اُلو'' ہے۔ اس لیے (حلت و حرمت کا) جو حکم ''ضوع'' کا ہوگا وہی ''بوم'' کا ہوگا کیونکہ مذکر و مؤنث کا حکم الگ الگ نہیں ہوتا۔ اھ

چنانچہ ''الروضۃ الاشہر'' میں مذکور ہے کہ ''ضوع'' نامی پرندہ ''ہام'' کی جنس سے ہے۔ پس اس کا شرعی حکم یہ ہے کہ اس کا گوشت حرام ہے۔

فائدہ حضرت حسن بن علی بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے ہاں بچہ پیدا ہو اور وہ بچے کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہے تو اس بچے کو ام الصبیان (سوکھا ین) نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ (رواہ ابن سنی)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اس حدیث پر عمل کرتے تھے۔ ام الصبیان کے متعلق بعض اہل علم کا یہ قول ہے کہ ام الصبیان ''اُلو'' کو کہا جاتا ہے لیکن بعض اہل علم جن کے اثرات کو ''ام الصبیان'' کہتے ہیں۔

الخواص اگر ''اُلو'' کو ذبح کیا جائے تو اس کی ایک آنکھ کھلی رہتی ہے اور ایک آنکھ بند ہو جاتی ہے۔ پس کھلی ہوئی آنکھ کو اگر انگوٹھی کے نگ کے نیچے رکھ کر پہن لیا جائے تو جو بھی اسے پہنے گا' برابر جاگتا رہے گا اور دوسری آنکھ کی خصوصیت اس کے برعکس ہے۔

طبریؒ کہتے ہیں کہ اگر دونوں آنکھوں میں یہ معلوم کرنا ہو کہ کھلی ہوئی آنکھ کونسی ہے اور بند آنکھ کونسی ہے تو ان دونوں آنکھوں کو پانی میں ڈال دیا جائے تو کھلی ہوئی آنکھ پانی کے اوپر آ جائے گی اور بند آنکھ نیچے ڈوب جائے گی۔

ہرمس نے کہا ہے کہ اگر ''اُلو'' کا دل سونے کی حالت میں کسی عورت کے بائیں ہاتھ پر رکھ دیا جائے تو عورت دن میں کیے گئے کام بتا دے گی۔

''اُلو'' کے پتہ کو بطور سرمہ استعمال کرنا آنکھ کی بینائی کے لیے فائدہ مند ہے۔ اگر کسی بڑے قسم کے ''اُلو'' کے دل کو بھیڑیئے کی کھال میں لپیٹ کر کلائی میں باندھ لیا جائے تو باندھنے والا شخص کیڑے مکوڑوں اور چوروں سے محفوظ رہے گا اور لوگوں سے بے خوف ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص ''اُلو'' کی چربی بطور سرمہ استعمال کرے تو رات میں جس جگہ بھی جائے گا' تمام چیزیں روشن نظر آئیں گی۔ ''اُلو'' کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ دو انڈے دیتا ہے۔ ایک انڈے سے تولید ہوتی ہے اور دوسرے انڈے سے تولید نہیں ہوتی۔ پس اگر یہ معلوم کرنا ہو کہ تولید کس انڈے سے ہوگی تو کسی انڈے میں تنکا ڈالئے جس انڈے میں تولید ہوگی اس میں پر نظر آنے لگیں گے۔

التعبیر خواب میں ''اُلو'' فریب کار ڈاکو کی علامت ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ خواب میں ''اُلو'' ایسے بارعب بادشاہ کی شکل میں آتا ہے جو اپنی ہیبت سے عوام کے نرخرے کو شق کر دے گا۔ اسی طرح کبھی کبھی ''اُلو'' خواب میں بہادری پر دلالت کرتا ہے اس لیے کہ ''اُلو'' رات میں اُڑنے والے پرندوں میں سے ہے۔

البوه

''البوه'' (باء پر پیش اور واؤ پر تشدید ہے) یہ ''اُلو'' کے مشابہ ایک پرندہ ہے لیکن ''اُلو'' سے چھوٹا ہوتا ہے...... مادہ کے لیے ''بوهة'' کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں اور کبھی کبھی احمق آدمی کو بھی ''بوهة'' کہا جاتا ہے۔ امراؤالقیس شاعر نے کہا ہے ۔

أيا هنده لا تنكحى بوهة   عليه عقيقة أحسبا

''اے ہندہ بے وقوف لوگوں سے نکاح نہ کر کیونکہ اس ''احسب'' کا عقیقہ باقی ہے۔''

''احسب'' سے مراد وہ آدمی ہے جس کے بال گہرے سرخ زرد ہوں۔ گویا امراؤالقیس نے ''احسب'' آدمی کو ملامت زدہ اور لالچی شمار کیا ہے اور امراؤالقیس یہ کہنا چاہتا ہے کہ اس آدمی کا بچپن سے اب تک عقیقہ نہیں ہوا ہے جس کی بناء پر اس کے بال سرخ زرد ہو گئے ہیں۔ بعض اہلِ علم کے نزدیک ''احسب'' بے وقوف اور کمزور آدمی کو کہا جاتا ہے اور ''بوهة'' اس کو کہا جاتا ہے جس کو ہوا نے اُڑا دیا ہو۔ نیز ''بوہ'' نر ''اُلو'' کو کہتے ہیں۔

بعض اہلِ علم کے نزدیک بڑے قسم کا ''بوہ'' اُلو ہی کی ایک قسم ہے۔ چنانچہ ''روبہ'' شاعر بڑھاپے کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے ۔

''كالبوه تحت الظلمة المر شوش''

''گھٹاٹوپ اندھیرے میں ''بوہ'' (اُلو) کی طرح''

بعض اہلِ علم کہتے ہیں کہ ''احسب'' اس آدمی کو کہا جاتا ہے جس کا جسم بیماری کی وجہ سے سفید ہو گیا ہو۔ نیز اس کے بال بھی بیماری کی بناء پر سرخ وسفید ہو گئے ہوں۔ اس بیماری سے خاص طور پر اونٹ اور انسان متاثر ہوتے ہیں۔ بعض اہلِ علم کے نزدیک ''احسب'' سے مراد ''ابرص'' ہے یعنی وہ شخص جو ''برص'' کے مرض میں مبتلا ہو۔

''بوہ'' کا شرعی حکم، خواص اور تعبیر وہی ہیں جو ''اُلو'' کے بیان میں مذکور ہیں۔

بوقیر

''بوقیر'' امام قزوینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ ایک سفید رنگ کا پرندہ ہے جو ہر سال مقررہ دنوں میں جھنڈ کے جھنڈ پہاڑ پر آتے ہیں۔ اس پہاڑ کو ''جبل طیر'' کہا جاتا ہے جو مصر کے بالائی علاقہ میں ''انصنا'' شہر کے قریب واقع ہے۔ یہ شہر ماریہ قبطیہؓ جو رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ابراہیمؓ کی والدہ محترمہ ہیں، کی طرف منسوب ہے۔ پس پرندے اس پہاڑ پر آ کر لٹک جاتے ہیں۔ اس پہاڑ میں ایک ''روشن دان'' ہے جس میں تمام پرندے سر کو داخل کرتے ہیں پھر نکال لیتے ہیں اور پھر دریائے نیل میں اپنے آپ کو گرا دیتے ہیں۔ اس کے بعد دریائے نیل سے نکل کر جہاں سے آتے ہیں، اسی طرف واپس لوٹ جاتے ہیں۔ نیز کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جب وہ پرندے روشن دان میں گھس جاتے ہیں تو انہیں کوئی چیز پکڑ لیتی ہے۔ بالآخر وہ پھڑ پھڑا کر ہلاک ہو جاتے ہیں اور کچھ عرصہ بعد نیچے گر جاتے ہیں۔ پس جب ان میں سے کوئی پرندہ لٹک جاتا ہے تو باقی پرندے ٹھہرے رہتے ہیں۔

امام قزوینیؒ فرماتے ہیں کہ اس پہاڑ پر جتنے پرندوں کے جھنڈ اس سال آئے تھے اتنے کبھی نہیں دیکھے گئے۔

امام ابوبکر صولی کہتے ہیں کہ میں نے اس علاقہ کے معتبر لوگوں سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ جس سال شادابی ہو اس سال یہ روشن دان صرف دو پرندوں کو پکڑتا ہے اور اگر کسی سال متوسط شادابی ہو تو یہ روشن دان صرف ایک پرندے کو پکڑتا ہے۔ نیز اگر کسی سال قحط ہو تو وہ روشن دان کسی بھی پرندہ کو نہیں پکڑتا۔

البینیب

"البینیب" (بروزن فُعیعل) ایک قسم کی سمندری مچھلی ہے جو ماہرین سمندر کے ہاں معروف ہے۔

البیاح

"البیاح" (باء کے کسرہ کے ساتھ) یہ ایک قسم کی مچھلی ہے۔ امام جوہریؒ فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی باء پر زبر اور تشدید بھی آتی ہے۔

أبو براقش

"ابو براقش" یہ عصفور کی مانند ایک پرندہ ہے جس کے مختلف رنگ ہوتے ہیں۔ جیسے شاعر نے کہا ہے ؎

کأبی براقش کل یوم لونہ یتخیل

"اس کا رنگ "اُبو براقش" کی طرح ہر روز بدلتا رہتا ہے۔"

رنگ برنگی اور غیر مستقل مزاجی میں اس پرندے کو بطور ضرب المثل استعمال کرتے ہیں۔

امام قزوینیؒ نے کہا ہے کہ اس پرندہ کی آواز بہت اچھی ہوتی ہے۔ گردن اور پاؤں لمبے اس کی چونچ سرخ بالکل سارس کی طرح ہوتی ہے۔ یہ پرندہ ہر وقت اپنا رنگ بدلتا رہتا ہے۔ کبھی سرخ، کبھی نیلا، کبھی ہرا اور کبھی زرد رنگ میں دکھائی دیتا ہے۔

امام قزوینیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے اس پرندہ کے خواص اور طبی فوائد معلوم نہیں ہو سکے۔

أبو برا

"ابو برا" ایک قسم کا پرندہ ہے جسے "سموئل" بھی کہا جاتا ہے۔ عنقریب انشاء اللہ "باب السین" میں اس کی تفصیل آئے گی۔

أبو بریص

"ابو بریص" (باء پر زبر ہے) چھپکلی کو کہا جاتا ہے۔ اس کا دوسرا نام "سام اَبرص" ہے۔..... عنقریب انشاء اللہ اس کی تفصیل "باب السین" میں آئے گی۔



باب التاء

التالب

"التالب" ابن سیدہ نے کہا ہے کہ "التالب" پہاڑی بکرے اور "تالبة" پہاڑی بکری کو کہا جاتا ہے۔ عنقریب انشاء اللہ "باب الواؤ فی لفظ الوعل" میں اس کی تفصیل آئے گی۔

التبیع

"التبیع" یہ گائے کے پہلے سال کے بچے کو کہتے ہیں۔ نیز "التبیع" کے الفاظ کبھی کبھی اس گائے کے لئے بھی استعمال کئے جاتے ہیں جس کے ساتھ اس کا بچہ بھی چلتا ہو...... مؤنث کے لیے "التبیعة" اور جمع کے لیے "تباع" اور "تبائع" کے الفاظ مستعمل ہیں جیسے "أفیل" (اونٹ کا بچہ) کی جمع "افاعیل" آتی ہے۔ اس کا ذکر "باب الھمزہ" میں گزر چکا ہے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف بھیجا اور ہمیں حکم دیا کہ ہر چالیس گایوں پر دو سالہ گائے اور ہر تیس گایوں پر ایک سالہ بچھڑا یا بچھیا زکوٰۃ میں لیں۔ (رواہ الامام مالک فی الموطا' والترمذی والنسائی)

"مسنة" اونٹ کا وہ بچہ جو دو سال کا ہو گیا ہے۔

"تبیع" اونٹ کا وہ بچہ جو اپنی ماں کے ساتھ ساتھ چلتا ہو اگرچہ وہ ایک سال سے کم ہی کیوں نہ ہو۔

امام رافعیؒ فرماتے ہیں کہ بعض اہلِ علم نے اونٹ کے چھ سالہ بچے کے لیے "تبیعة" اور ایک سال کے بچے کے لیے "مسنة" کے الفاظ استعمال کئے ہیں لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ نیز یہ کسی کا مذہب نہیں ہے۔

التبشر

"التبشر" (زرد پرندوں کا پرندہ) "ادب الکاتب" میں ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ "التبشر" میں پہلے تا مفتوح پھر باء اور شین ہیں۔ بعض اہلِ علم نے تاء پر پیش اور باء پر زبر اور شین پر تشدید ذکر کیا ہے۔ "التبشر" "صفاریہ" پرندے کو کہا جاتا ہے۔ نیز اس میں تاء زائد ہے۔ عنقریب انشاء اللہ "باب الصاد" میں اس کا ذکر آئے گا۔

التتفل

"التتفل" تاء پر پیش اور ثاء میں سکون ہے جیسے "قنفذ" ہے۔ "التتفل" بھیڑیئے کے بچے کو کہتے ہیں۔ بعض اہلِ علم نے اس میں تاء کو زائد قرار دیا ہے۔

التدرج

"التدرج" (تیتر کی مثل ایک پرندہ ہے) "تدرج" "جرج" کے وزن پر ہے۔ یہ تیتر کی مثل ایک پرندہ ہے جو باغات میں

پاکیزہ وخوبصورت آواز کے ساتھ چہچہاتا ہے۔ یہ پرندہ بادشمالی چلنے اور آب وہوا کی صفائی کی وجہ سے فربہ ہو جاتا ہے۔ نیز بادجنوبی اور آب وہوا کے گدلا ہونے کی بناء پر دبلا ہو جاتا ہے۔ یہ پرندہ نم مٹی کی جگہوں میں گھونسلہ بنا کر وہیں انڈے دیتا ہے تاکہ یہ مصائب و بیماریوں سے محفوظ رہے۔ ابن زہر نے کہا ہے کہ یہ پُرکشش پرندہ خراسان (فارس) کے علاقوں میں پایا جاتا ہے۔

شرعی حکم صاف ستھرا ہونے کی وجہ سے اس پرندہ کا گوشت حلال ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک اگر یہ پرندہ تیتر کی اقسام میں سے ہے تو اس کی تفصیل عنقریب انشاء اللہ ''باب الدال'' میں آئے گی۔

خواص (۱) اس پرندے کا گوشت تمام پرندوں سے بہتر ہے اور یہ دماغ اور قوت باہ کے لیے مفید ہے۔

(۲) اگر کسی کو خبل یا وسواس کی شکایت ہو تو اس پرندہ کے پتہ کو ناک سے سڑکنا فائدہ مند ہے۔ اسی طرح اس پرندہ کے گوشت کو تین دن تک کھانا اس کے لیے مفید ہے اس لیے کہ اس کا گوشت گرم ہوتا ہے۔

التخس

''التخس'' انشاء اللہ اس کا تفصیلی ذکر ''باب الدال'' میں آئے گا۔

التفلق

''التفلق'' بروزن ''زبرج'' ''العباب'' میں ہے کہ یہ آبی پرندوں میں سے ہے۔

التفه

''التفہ'' اسے ''عناق الارض'' اور ''الفنجل'' (سیاہ خرگوش) بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بلی کی شکل کا ایک شکاری جانور ہے۔ یہ جانور درندوں میں سے ہوتا ہے۔ نیز یہ چھوٹے کتے کے برابر چیتے کی مانند ہوتا ہے۔ اس کا شکار بڑی مشکل سے کیا جاتا ہے۔ کبھی کبھی یہ جانور ''سارس'' یا اس کے مثل پرندوں کا شکار کر کے ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے۔ ناشی شاعر نے اس کے متعلق چند اشعار کہے ہیں ۔

حلو الشمائل فی اجفانه وطف صافی الادیم هضیم الکشح ممسود

''اس کے اچھے اخلاق مشہور ہیں اس کے پیٹ کے نیچے بڑے بڑے بال ہیں۔ نیز وہ صاف جلد پتلی کمر اور مضبوط بدن کا مالک ہے۔''

فیه من البدر اشباه توافقه منهاله سفح فی وجهه سود

''بدر کامل کے مشابہ ہے اور اس کے سر کے بال صاف اور اس کے چہرے پر سیاہی ہے۔''

کوجه ذاوجه هذا فی تدوره کانه منه فی الاجفان معدود

''اس کا چہرہ چاند کی طرح گول ہے گویا کہ وہ پلکوں ہی میں آیا ہوا ہے۔''

له من اللیث نابا ومخلبه ومن غریر الظباء النحر والجید

''وہ شیر جیسی کینچلیاں اور پنجے رکھتا ہے اور اس کی صراحی دار گردن ہرن کی طرح ہے۔''

اذا رأى الصيد اخفى شخصه ادبا   وقلبه باقتناص الطير مزؤد

''جب اسے شکار دیکھتا ہے تو ادب سے دم دبا لیتا ہے اور اس کا دل پرندوں کے شکار کے لیے چوکنا رہتا ہے۔''

الحکم | اس کا گوشت حرام ہے۔ اس لیے کہ حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کونچلی رکھنے والے درندوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔

بعض شافعی حضرات کہتے ہیں کہ ''تفہ'' خشکی میں رہنے والی بلی ہے جو لومڑی کے برابر گھریلو بلی کی مانند ہوتی ہے لیکن اس میں حلال ہونے کی اور حرام ہونے کی دونوں صورتیں موجود ہیں لیکن صحیح بات یہی ہے کہ اس کا گوشت حرام ہے اس لیے کہ یہ جانور چوہوں کو کھاتا ہے۔

الامثال | اہلِ عرب کہتے ہیں۔ ''**هو اغنى من التفه عن الرفه**'' (وہ اتنا بے پرواہ ہے جیسا کہ سیاہ خرگوش بھوسہ سے بے پرواہ ہوتا ہے۔) ''**الرفه**'' خشک گھاس کو کہتے ہیں' ان کی اصل ''**رفهة**'' اور **تفهة**'' ہے۔

حمزہ کہتے ہیں کہ ان دونوں کی جمع ''تفات'' اور ''رفات'' ہے۔ شاعر نے کہا ہے ۔

غنينا عن حديثكم قديما   كما غنى التفات عن الرفات

''ہم تمہاری قدیم باتوں سے اسی طرح بے پرواہ ہیں جیسے سیاہ خرگوش بھوسے سے بے پرواہ ہے۔''

اہلِ عرب کہتے ہیں۔ ''**استغنت التفه عن الرفه**'' (سیاہ خرگوش بھوسے سے بے پرواہ ہے۔)

اس لیے کہ سیاہ خرگوش کی خوراک بھوسہ نہیں ہے بلکہ گوشت ہے۔ اسی لیے سیاہ خرگوش بھوسے سے بے پرواہ رہتا ہے۔ نیز ''**التفه**'' اور ''**الرفه**'' میں فاء مخفف ہے لیکن استاذ ابوبکر کے نزدیک ان دونوں لفظوں میں فائے مشدد پڑھی جائے گی۔ امام جوہری نے ان دونوں لفظوں کا ذکر ''باب الھاء'' میں کیا ہے۔ نیز ''الجامع'' وغیرہ میں بھی یہی مذکور ہے لیکن مزید اضافہ یہ ہے کہ ان دونوں لفظوں کو آہستہ پڑھا جائے گا۔ لیکن امام زہری کے نزدیک ''**الرفه**'' (باب الرقت) سے ہے جس کے معنی شکست کے ہیں۔

ثعلب نے ابن العربی سے نقل کیا ہے کہ ''الرفت'' بھوسہ کے معانی میں ہے۔ چنانچہ بطور ضرب المثل کہا جاتا ہے کہ ''**هو اغنى من التفه عن الرفه**'' (وہ اتنا غنی ہے جیسا کہ سیاہ خرگوش بھوسہ سے بے پرواہ ہوتا ہے)

ازہری نے کہا ہے کہ ''**التفه**'' ہا کے ساتھ اور ''الرفت'' تاء کے ساتھ لکھا جائے گا۔ میدانی نے کہا ہے کہ یہ قول زیادہ صحیح ہے اس لیے کہ بھوسہ ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔

التم

''التم'' یہ مرغابی کی مانند ایک پرندہ ہے جس کی چونچ لمبی اور گردن مرغابی سے زیادہ طویل ہوتی ہے۔

شرعی حکم | پاکیزہ ہونے کی وجہ سے اس کا گوشت حلال ہے۔

التمساح [1]

''التمساح'' (مگرمچھ) یہ مشہور جانور ہے اور کبھی کبھی چھوٹے آدمی کو بھی ''التمساح'' کہتے ہیں۔ قزوینیؒ نے کہا ہے کہ یہ جانور گوہ کی شکل اور آبی جانوروں میں سب سے زیادہ عجیب وغریب ہوتا ہے۔ اس کا منہ بڑا اوپر والے جبڑے میں کچلی کے ساٹھ دانت اور نچلے جبڑے میں چالیس کچلی کے دانت اور کچلی کے دو دانتوں کے درمیان ایک چوکور نما چھوٹا سا دانت ہوتا ہے جسے مگرمچھ منہ بند کرتے وقت ایک دوسرے سے ملالیتا ہے۔

مگرمچھ کی زبان لمبی اور پشت کچھوے کی پشت جیسی ہوتی ہے جس میں لوہا بھی اثر انداز نہیں ہوسکتا۔ مگرمچھ کے چار پاؤں اور لمبی دُم ہوتی ہے۔ مگرمچھ خاص طور پر مصر کے دریائے نیل میں پایا جاتا ہے۔ بعض لوگوں کے نزدیک مگرمچھ بحر سندھ میں بھی پایا جاتا ہے۔ پانی میں مگرمچھ کی گرفت مضبوط ہوتی ہے۔ مگرمچھ کو صرف بغل میں مار کر قتل کیا جاسکتا ہے۔ پانی میں مگرمچھ کی لمبائی میں اضافہ ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ یہ دس گز لمبا اور دو گز یا دو سے زیادہ چوڑا ہوجاتا ہے۔ مگرمچھ گھوڑے کو بھی شکار بنالیتا ہے۔ مگرمچھ جب جفتی کرنا چاہتا ہے تو نر اور مادہ دونوں خشکی کی طرف چلے جاتے ہیں اور مادہ چت لیٹ جاتی ہے۔ پھر دونوں آپس میں مل جاتے ہیں۔ نر (جفتی سے) فارغ ہونے کے بعد مادہ کو اُلٹ دیتا ہے اس لیے کہ مادہ چت لیٹنے کے بعد ہاتھ پاؤں کے چھوٹے اور بدن کے خشک و چکنا ہونے کی وجہ سے سیدھی ہونے پر قادر نہیں ہوتی اگر نر مادہ کو اسی حالت میں چھوڑ کر چلا جائے تو وہ اسی حالت میں رہتی ہے اور کچھ دنوں کے بعد سیدھی ہوکر خشکی میں انڈے دیتی ہے۔ چنانچہ مادہ مگرمچھ کے جو انڈے پانی میں چلے جاتے ہیں وہ مگرمچھ بن جاتے ہیں اور جو خشکی میں رہ جاتے ہیں وہ ''اسقنقور'' (ماہی ریگ) بن جاتا ہے۔

مگرمچھ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے پاخانہ کا مقام نہیں ہوتا جب مگرمچھ شکم سیر ہوجاتا ہے تو خشکی میں آکر منہ کھول دیتا ہے۔ مگرمچھ کی یہ حالت دیکھ کر ''قطقاط'' پرندہ اس کے پاس آجاتا ہے اور مگرمچھ قطقاط کے منہ میں اپنے منہ کا فضلہ ڈال دیتا ہے۔

قطقاط سیاہ رنگ پر سفید نقطے یا سفید پر سیاہ نقطوں والا ایک چھوٹا سا پرندہ ہے جو رزق کی تلاش میں اُڑتا رہتا ہے۔ چنانچہ وہ پرندہ مگرمچھ کے پاس آکر اپنی غذا پالیتا ہے اور مگرمچھ کے لیے باعثِ سکون ثابت ہوتا ہے۔ نیز اس پرندے کے سر میں کانٹا ہوتا ہے جب مگرمچھ منہ بند کرلیتا ہے تو ''قطقاط'' اس کانٹے سے ٹھونگیں مارتا ہے جس کی وجہ سے مگرمچھ منہ کھول دیتا ہے۔ عنقریب انشاء اللہ اس پرندہ کا تفصیلی ذکر آئے گا۔

ماہرین حیوانات کے مطابق مگرمچھ کے ساٹھ کچلی کے دانت اور ساٹھ رگیں ہوتی ہیں اور مگرمچھ ساٹھ مرتبہ جفتی کرتا ہے' ساٹھ انڈے دیتا ہے اور ساٹھ سال تک زندہ رہتا ہے۔

ابوحامد اندلسی کہتے ہیں کہ مگرمچھ کے کچلی کے دانتوں کی تعداد ''اسی'' ہے۔ چالیس کچلی کے دانت اوپر کے جبڑے میں اور چالیس

---

[1] اردو، مگرمچھ۔ بنگالی، کومیر۔ بلوچی، سیسار۔ پشتو، ناکہ۔ پنجابی، مگرمچھ۔ سندھی، مانگر مچھ۔ کشمیری، مگرمچھ۔
(ہفت زبانی لغت صفحہ ۶۸۲) انگریزی۔ Crocodile (کتابستان انگلش اردو ڈکشنری صفحہ ۱۶۵)

نچلے جبڑے میں ہوتے ہیں اور یہ ہمیشہ اپنے جبڑوں کو گھماتا رہتا ہے۔ اس کی ہڈی سینے تک رہتی ہے مگرمچھ کے پاخانہ کا مقام نہیں ہوتا البتہ شرم گاہ ہوتی ہے جس سے وہ گندگی نکال دیتا ہے۔ مگرمچھ آبی درندوں میں سے سب سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ مگرمچھ سردیوں میں پانی کے اندر چار ماہ تک چھپا رہتا ہے۔ سمندری کتا مگرمچھ کا دشمن ہوتا ہے اس لئے جب مگرمچھ سوتا ہے تو وہ منہ کھول کر سوتا ہے۔ چنانچہ سمندری کتا مٹی کے اندر گھس کر غائب ہو جاتا ہے اور موقع پاتے ہی مگرمچھ کے منہ میں گھس کر اس کی انتڑیاں کھا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ سمندری کتا مگرمچھ کو ہلاک کر دیتا ہے۔ مگرمچھ کے ساتھ اسی قسم کا سلوک ''نیولا'' بھی کرتا ہے۔

شرعی حکم مگرمچھ کچلی کے دانتوں سے توانائی حاصل کرتا ہے۔ اس علت کی بناء پر بعض اہل علم نے مگرمچھ کے گوشت کو حرام قرار دیا ہے۔ شیخ محب الدین طبری کہتے ہیں کہ ''قرش'' نامی مچھلی حلال ہے۔ نیز یہ بھی کہا ہے کہ اگر تم یہ کہو کہ قرش مچھلی بھی اپنے کچلی کے دانتوں سے توانائی حاصل کرتی ہے تو اس کا حکم بھی مگرمچھ کی طرح ہوگا۔ لیکن صحیح بات یہی ہے کہ مگرمچھ کا گوشت حرام ہے۔ تو بندہ اس کا جواب یہ دیتا ہے کہ ہم اس بات کو تسلیم ہی نہیں کرتے کہ کچلی کے دانتوں سے توانائی حاصل کرنے والا ہر دریائی جانور حرام ہے۔ البتہ مگرمچھ نقصان دہ، گندہ اور ناپاک ہونے کی بناء پر حرام ہے۔

امام رافعیؒ فرماتے ہیں کہ شیخ محب الدین کی گفتگو سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مگرمچھ کا گوشت حرام ہونے کی علت کچلی کے دانتوں سے توانائی حاصل کرنا ہے لیکن مگرمچھ کے گوشت کی حرام ہونے کی یہ علت بیان کرنا مناسب نہیں ہے اس لئے کہ دریا میں بہت سے ایسے جانور ہیں جو اپنے کچلی کے دانتوں سے توانائی حاصل کرتے ہیں جیسے قرش مچھلی وغیرہ۔ حالانکہ ''قرش مچھلی'' حلال ہے اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ دریائی اور خشکی کے احکام جدا جدا ہیں۔

الامثال عرب کہتے ہیں۔ ''**ھُوَ اَظْلَمُ مِنْ تَمساح**'' (وہ مگرمچھ سے بھی زیادہ ظالم ہے۔)

اسی طرح: ''**و کافاہ مکافاۃ التمساح**'' (اور اس نے مگرمچھ کے بدلہ دینے کی طرح بدلہ دیا۔)

خواص (۱) جس شخص کی آنکھ میں درد ہو اس کے لیے مگرمچھ کی آنکھ باندھنا درد کے لیے مفید ہے۔ اگر بائیں آنکھ میں درد ہو تو مگرمچھ کی بائیں آنکھ باندھے اور اگر دائیں میں درد ہو تو دائیں آنکھ باندھ لے۔

(۲) مگرمچھ کی چربی پگھلا کر شمع دان میں رکھ کر کسی نہر یا دریا میں بتی بنا کر سلگائی جائے تو اس نہر کے مینڈک ''ٹرٹر'' نہیں کریں گے۔ نیز جس کے کان میں درد ہو یا کوئی بہرہ ہو گیا ہو تو مگرمچھ کی چربی کان میں ڈالنا مفید ہے۔

(۳) آنکھ کی سفیدی کے لیے مگرمچھ کا پتہ بطور سرمہ استعمال کرنا سفیدی کو دُور کر دیتا ہے۔

(۴) مگرمچھ کے دائیں جانب کے کچھ دانت بازو میں باندھنا قوتِ جماع میں اضافہ کا باعث ہے۔

(۵) امام قزوینیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو کپکپی کی شکایت ہو تو مگرمچھ کے بائیں جانب کا پہلا دانت باندھ کر لٹکا لے تو شفایاب ہوگا اور اگر کسی کو مرگی کی شکایت ہو تو مگرمچھ کی دھونی دینا فائدہ مند ہے۔

(۶) مگرمچھ کی جلد کا ایک ٹکڑا مینڈھے کی پیشانی پر باندھنے سے مینڈھا تمام مینڈھوں پر غالب آ جاتا ہے۔

(۷) مگرمچھ کا وہ پاخانہ جو اس کے پیٹ میں ہوتا ہے کو بطورِ سرمہ استعمال کیا جائے تو آنکھ کی نئی اور پرانی سے پرانی سفیدی ختم

ہو جائے گی۔ مگرمچھ کا پاخانہ مشک کی طرح خوشبودار ہوتا ہے۔ چنانچہ قبطیوں کے نزدیک مگرمچھ کا پاخانہ ہی مشک ہے۔ البتہ اس مشک میں تھوڑی سی بو بھی ہوتی ہے۔

تعبیر: خواب میں مگرمچھ بدترین دشمن کی علامت ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک خواب میں مگرمچھ جھگڑالو فریبی دھوکے باز اور ڈاکو کی شکل میں دکھائی دیتا ہے۔ خواب میں مگرمچھ کا گوشت کھال اور ہڈی اور اس کے تمام اجزاء کو دیکھنے والے کو اپنے دشمن کی طرف سے مال حاصل ہوگا۔

التمیلة

''التمیلة'' ابن سیدہ فرماتے ہیں' یہ حجاز میں بلی کے برابر ایک چھوٹا سا جانور ہوتا ہے' اس کی جمع ''تملان'' آتی ہے۔

التُنوط

''التُنوط'' الکفایہ میں ابن رفعہ لکھتے ہیں کہ ''التنوط'' میں تا پر پیش اور واؤ کے نیچے کسرہ ہے لیکن تائے مشدد مفتوح' نون پر زبر اور واؤ مشدد مضموم بھی پڑھا جا سکتا ہے۔

بعض اہل علم کے نزدیک ''التنوط'' ایک پرندہ ہے۔ واؤ پر پیش اور زبر دونوں پڑھ سکتے ہیں۔ امام اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ ''تنوط'' وہ پرندہ ہے جو درختوں سے دھاگا بنا کر اس میں انڈے دیتا ہے۔ اس کا واحد ''تنوطة'' آئے گا۔ اس پرندے کی خصوصیت یہ ہے کہ جب رات ہوتی ہے تو یہ اپنے گھونسلے کے مختلف خانوں میں منتقل ہوتا رہتا ہے۔ نیز خوف کی بناء پر اسے صبح تک اطمینان نہیں ہوتا۔ اسی پرندہ کو ''صفاء'' بھی کہا جاتا ہے۔ عنقریب انشاء اللہ ''باب الصاد'' میں اس کا ذکر آئے گا۔

شرعی حکم: اس پرندے کا گوشت حلال ہے۔ اس لیے کہ یہ عصفور کی ایک قسم ہے۔

خواص: (۱) امام قزوینیؒ نے عجائب المخلوقات میں لکھا ہے کہ ''تنوط'' پرندے کو چھری سے ذبح کر لیا جائے اور اس کا خون نشہ میں بدخلق یا سرکش ہونے والے شخص کے لیے مفید ہے۔

(۲) ''تنوط'' پرندے کا پتہ ''سرکہ'' میں پکا کر بچے کو کھلانے سے بچہ حسن خلق سے مالا مال ہو جائے گا۔ نیز اگر لوگوں کے نزدیک کوئی بچہ قابل نفرت ہو تو چاند کے بڑھنے کے وقت ''تنوط'' پرندہ کی ہڈی بچے کو باندھ دی جائے تو لوگ اس بچے سے محبت کرنے لگیں گے۔

التنین

''التنین'' اژدھا سانپ کو کہا جاتا ہے۔ اس کی کنیت ابو مرداس ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک ''التنین'' مچھلی کی ایک قسم کو کہتے ہیں۔ امام قزوینیؒ نے ''عجائب المخلوقات'' میں لکھا ہے کہ یہ سانپ ''کوسج'' سے بھی زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ اس کے منہ میں پکلی کے دانت بھالے کی طرح ہوتے ہیں۔ یہ سانپ لمبائی میں کھجور کی مانند ہوتا ہے۔ اس کی آنکھیں خون کی طرح سرخ' چوڑا منہ' بڑا پیٹ اور چمکدار آنکھیں ہوتی ہیں۔ یہ سانپ بہت سے حیوانات کو نگل جاتا ہے۔ اس لیے خشکی اور سمندر کے تمام جانور اس سے خوفزدہ

رہتے ہیں۔ جب یہ سانپ چلتا ہے تو قوت کی وجہ سے دریا کی موجیں حرکت کرتی ہیں۔ ابتداء میں یہ سانپ سرکش ہوتا ہے اور خشکی کے جانوروں کونگل جاتا ہے لیکن جب اس کی سرکشی میں اضافہ ہو جاتا ہے تو ایک فرشتہ اسے اُٹھا کر دریا میں پھینک دیتا ہے۔ پس وہ سانپ سمندری جانوروں کے ساتھ بھی وہی سلوک کرتا ہے جو خشکی کے جانوروں کے ساتھ کیا کرتا تھا اس وجہ سے وہ فربہ ہو جاتا ہے۔ پس اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس پر ایک فرشتہ مسلط فرماتا ہے جو اسے اُٹھا کر یاجوج ماجوج کے سامنے پھینک دیتا ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک اس سانپ کی لمبائی دو فرسخ کے برابر ہوتی ہے۔ نیز اس سانپ کا رنگ چیتے جیسا اور کھال پر مچھلی کے جالے جیسے خانے ہوتے ہیں۔ اسی طرح اس سانپ کے مچھلیوں کی طرح دو بڑے بازو' انسانوں جیسا سر ہوتا ہے اور دیکھنے سے ایک ٹیلہ معلوم ہوتا ہے۔ نیز اس سانپ کے کان لمبے اور آنکھیں گول اور لمبی ہوتی ہیں۔

احادیث نبویؐ میں ''التنین'' کا تذکرہ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کافر پر اس کی قبر میں ننانوے (۹۹) اژدھے مسلط کرے گا جو انہیں ڈستے اور نوچتے رہیں گے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی اور اگر ان میں ایک اژدھا بھی زمین پر پھونک مار دے تو زمین سبزہ اُگانے کے قابل نہیں رہے گی۔ (رواہ ابن ابی شیبۃ)

ترمذی شریف میں ایک طویل حدیث ہے کہ'' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ لوگ گفتگو میں مصروف ہیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کاش جس چیز میں تم مصروف ہو اس کے بجائے تم لذات کی مذمت میں لگے رہتے تو (وہ زیادہ بہتر تھا) لہٰذا لذات کی کثرت سے مذمت کیا کرو کیونکہ قبر پر کوئی ایسا دن نہیں گزرتا مگر یہ کہ وہ کہتی ہے کہ میں ''بیت الغربت'' (مسافرت کا گھر) تنہائیوں کا گھر' مٹی کا گھر' کیڑوں مکوڑوں کا گھر ہوں۔ پس جب کسی مومن بندے کو دفن کیا جاتا ہے تو قبر اسے ''مرحباً و اهلاً'' (تیرا آنا باعثِ مسرت و مبارک ہو) کہہ کر یہ کہتی ہے کہ یقیناً تو میری پیٹھ پر چلنے والوں میں سے محبوب ترین ہے اور میں تم سے محبت رکھتی ہوں۔ آج جب کہ میں تیری مالک بن گئی ہوں اور تو میرا ہو گیا ہے۔ پس تو میرے رویہ کو دیکھے گا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے بعد اس (مومن بندہ) کی قبر تاحد نگاہ وسیع کر دی جائے گی اور اس کا ایک دروازہ جنت کی طرف کھول دیا جائے گا اور جب کسی کافر یا فاسق کو دفن کیا جاتا ہے تو قبر اسے ''لامرحباً و لا اهلاً'' کہتے ہوئے دُھتکارتی ہے اور کہتی ہے کہ یقیناً تو میری پیٹھ پر چلنے والوں میں سے مبغوض ترین ہے اور میں تمہیں ناپسند کرتی ہوں۔ لہٰذا آج جب میں تیری مالک بن گئی ہوں اور اب تو میرا ہو گیا ہے۔ پس تو دیکھے گا کہ میں تیرے ساتھ کیا سلوک کرتی ہوں۔ پھر قبر اس پر اس قدر تنگ کر دی جائے گی کہ اس کی ایک دیوار دوسری سے مل جائے گی اور اس کی پسلیوں کی ہڈیاں ایک دوسری میں گھس جائیں گی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سے اشارہ کر کے بتلایا کہ اس طرح ہو گا اور ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالا۔ پھر فرمایا اس کافر یا فاسق پر نوے یا ننانوے اژدھے مسلط کر دیئے جائیں گے۔ ان میں سے کوئی ایک اژدھا بھی اگر زمین پر پھونک مار دے تو قیامت تک وہ زمین سبزہ اُگانے کے قابل نہ رہے گی اور وہ اژدھا اسے اسی طرح ڈستا اور نوچتا رہے گا یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ (رواہ الترمذی)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کی خصوصیت ائمہ کرام سے مروی ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے شعیب علیہ السلام سے کہا: "ایھا الاجلین" تو اس وقت شعیب علیہ اسلام نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ فلاں گھر میں بہت سی لاٹھیاں رکھی ہوئی ہیں' ان میں سے ایک لاٹھی لے لینا۔ پس موسیٰ علیہ السلام گھر میں داخل ہوئے اور وہ لاٹھی لے لی جسے آدم علیہ السلام اپنے ساتھ جنت سے لائے تھے پھر یہ عصا، تمام انبیاء کرام میں بطور وراثت کے چلا آ رہا ہے یہاں تک کہ شعیب علیہ السلام کے حصہ میں آیا۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس لاٹھی کو گھر میں رکھ دو اور اس کی جگہ دوسری لاٹھی لے لو۔ پس موسیٰ علیہ السلام گھر میں داخل ہوئے اور پھر اسی لاٹھی کو اُٹھالائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سات مرتبہ اس طرح کیا۔ پس شعیب علیہ السلام جان گئے کہ موسیٰ علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی نہ کوئی قدر ومنزلت ہے۔ پس جب صبح ہوئی تو شعیب علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ بکریوں کو چوراہے پر چراؤ لیکن تم دائیں جانب جانا اگرچہ اس جانب گھاس وغیرہ نہیں ہے۔ لہٰذا تم بائیں جانب نہ جانا کیونکہ اس جانب ایک بہت بڑا اژدھا رہتا ہے جو بکریوں کو قتل کر دے گا۔ پس موسیٰ علیہ السلام بکریوں کو چرانے کے لیے چوراہے کی طرف لے گئے تو بکریاں خود بخود بائیں جانب جانے لگیں۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے بکریوں کو روکنا چاہا لیکن روک نہ سکے اور پھر بکریوں کو چرنے کے لیے آزاد چھوڑ دیا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام سو گئے۔ پس اژدھا نکل آیا' پس عصا نے اژدھا کا مقابلہ کیا یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا۔ پس جب موسیٰ علیہ السلام بیدار ہوئے تو دیکھا کہ عصا خون آلود ہے اور اژدھا مرا ہوا ہے۔ پس موسیٰ علیہ السلام شعیب علیہ السلام کی طرف گئے اور انہیں اس واقعہ کی خبر دی۔ پس شعیب علیہ السلام نے خوش ہو کر فرمایا کہ اس سال جو بکریاں دو رنگ کی پیدا ہوں گی' وہ تمہارے لئے ہیں۔ چنانچہ تمام بکریاں دو رنگی پیدا ہوئیں۔ پس شعیب علیہ السلام نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں موسیٰ علیہ السلام کی ایک حیثیت ہے اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام چوبیس سال تک حضرت شعیب علیہ السلام کی خدمت میں رہے یہاں تک کہ چالیس سال پورے کر دیئے پھر اس کے بعد اپنی زوجہ محترمہ کو لے کر چل دیئے۔

اژدھے کا شرعی حکم امام قزوینیؒ نے کہا ہے کہ اژدھا سانپ کی ایک قسم ہے اس لیے اس کا گوشت حرام ہے۔ نیز اگر "التنین" نام کی مچھلی بھی تسلیم کر لیں تو کچلی کے دانت ہونے کی وجہ سے مچھلی کا گوشت بھی حرام ہے جیسے کہ مگرمچھ کا گوشت حرام ہے۔

خواص اژدھے کا گوشت کھانا شجاعت و بہادری پیدا کرتا ہے۔ اگر آدمی اپنے عضو تناسل پر اژدھے کے خون کی مالش کر کے اپنی بیوی سے جماع کرے تو بہت زیادہ لذت محسوس ہوگی۔

تعبیر اژدھا خواب میں بادشاہ کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ اگر خواب میں اژدھے کے دو سر یا تین سر دکھائی دیں تو یہ بہت زیادہ خطرناک ہونے کی علامت ہے اگر کوئی مریض خواب میں اژدھے کو دیکھے تو یہ اس کی موت کی علامت ہے۔

ایک مرتبہ ایک عورت نے خواب میں دیکھا کہ اس نے ایک اژدھا جنا ہے' کچھ دنوں بعد معلوم ہوا کہ واقعی اس عورت کے ہاں لولا لنگڑا بچہ پیدا ہوا ہے۔ اس لیے کہ اژدھا چلتے ہوئے اپنے آپ کو کھینچتا ہے اسی طرح لولا لنگڑا آدمی بھی چلتے ہوئے اپنے آپ کو کھینچتا ہے۔



التورم

"التورم" قطقاط نامی پرندہ کو کہا جاتا ہے۔ ابن بختیشوع نے کہا ہے کہ یہ پرندہ کبوتری کی شکل کے مشابہ ہوتا ہے جسے "طیر التمساح" بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے بازو میں دو کانٹے ہوتے ہیں جو اسے ہتھیار کا کام دیتے ہیں۔ جب یہ پرندہ مگرمچھ کے منہ میں گھس جاتا ہے تو مگرمچھ کبھی کبھی منہ بند کر لیتا ہے تو یہ پرندہ مگرمچھ کو ٹھونگیں مارتا رہتا ہے جس کی وجہ سے مگرمچھ منہ کھولتا ہے اور پھر یہ پرندہ اُڑ کر بھاگ جاتا ہے۔

خواص (۱) ابن بختیشوع کہتے ہیں کہ اس پرندہ کے کانٹوں کی خصوصیت یہ ہے کہ اگر اس کے دونوں کانٹوں یا ایک کانٹے کو کسی ایسی جگہ جہاں آدمی نے پیشاب کیا ہو گاڑ دیا جائے تو پیشاب کرنے والا آدمی بیمار ہو جائے گا اور جب تک اس پرندہ کا کانٹا اس جگہ سے نکالا نہیں جائے گا' وہ آدمی تندرست نہیں ہوگا۔

(۲) اگر کسی کے معدہ میں درد ہو تو اس پرندہ کا دل باندھ کر لٹکا لے انشاء اللہ درد ختم ہو جائے گا۔

التولب

"التولب" گدھے کے بچے کو "التولب" کہا جاتا ہے۔ مثلاً اہلِ عرب کہتے ہیں۔ "**أطوع من تولب**" (فلاں آدمی گدھے کے بچے سے بھی زیادہ فرمانبردار ہے۔)

سیبویہ کے نزدیک "التولب" "فوعل" کے وزن پر ہونے کی وجہ سے منصرف ہے۔ نیز گدھی کو "ام تولب" کہا جاتا ہے۔ عنقریب انشاء اللہ "باب الحاء" میں اس کا شرعی حکم بیان کیا جائے گا۔

التیس

"التیس" جنگلی بکرا کو "التیس" کہا جاتا ہے اس کی جمع "تیوس" اور "اتیاس" آتی ہے۔ الھذلی شاعر نے کہا ہے ۔

من فوقه أنسر سود و أغربة ... وتحته أعنز كلف و أتياس

"اس کے اوپر سیاہ گدھ اور کوے ہیں اور اس کے نیچے سیاہ زردی مائل بکرے اور بکریاں ہیں۔"

ہذلی شاعر نے اپنے اشعار میں "اتیاس" کو بطورِ جمع استعمال کیا ہے۔ بعض اہلِ علم کے نزدیک "التیس" کی جمع "تیسۃ" آتی ہے اور بعض لوگوں نے "تیوسیۃ" کے الفاظ بطورِ جمع استعمال کئے ہیں لیکن جوہریؒ کہتے ہیں کہ مجھے اس کی صحت کے متعلق علم نہیں۔ بعض اہلِ علم نے "نر" ہرن کے لیے بھی "التیس" کے الفاظ استعمال کئے ہیں اور "نب التیس ینب نبیبا" سے مراد بکرے کا حالتِ جوش میں بلبلانا ہے اور تحقیق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لفظ سے تشبیہ دی ہے۔

حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پستہ قد آدمی لایا گیا جس کے بال بکھرے ہوئے اور پٹھے گوشت سے بھرے ہوئے تھے اس نے ایک تہبند باندھا ہوا تھا' اس نے زنا کا ارتکاب کیا تھا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اسے دو مرتبہ واپس بھیج دیا۔ پھر اس کے لیے رجم کا حکم دیا۔ پس اسے رجم کر دیا گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بھی ہم اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے نکلے تو تم میں سے کوئی نہ کوئی پیچھے رہ گیا۔ جو بکرے کی طرح شہوت کی وجہ سے بلبلاتا ہے اور ان عورتوں میں سے کسی کے ساتھ زنا کر لیتا ہے۔ پس جب بھی اللہ تعالیٰ مجھے ان میں کسی پر قدرت دے گا تو میں انہیں کڑی سزا دوں گا جو باعث عبرت ہوگی۔ (رواہ مسلم)

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن ابی وقاصؓ کے پاس بکریوں کا ریوڑ ان کے ساتھیوں میں تقسیم کرنے کے لیے بھیجا۔ پس تقسیم کرنے کے بعد ایک بکرا بچ گیا جسے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ذبح کر دیا۔ (رواہ کامل ابن عدی فی ترجمۃ ابراہیم بن اسمٰعیل بن ابی حبیبۃ)

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایک عاریتاً لیے ہوئے بکرا کے متعلق نہ بتاؤں؟ پس وہ حلالہ کرنے والا آدمی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حلالہ کرنے والے اور حلالہ کرانے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ (رواہ دارقطنی وابن ماجہ عن کاتب اللیث بن سعد باسناد حسن)

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو محض حلالہ کی غرض سے حاصل کرنے والے کے لیے لعنت فرمائی ہے۔ اس لیے کہ اس غرض سے عورت کے حصول میں عورت کی ناموس کو پاش پاش کرنا ہے اور جس کے لیے یہ کام کیا جاتا ہے وہ ''محلل لہٗ'' کہلاتا ہے اور بکرے کو کسی غیر کی وجہ سے جفتی کرنے کے لیے عاریتاً لینا بھی ذلیل کام ہے۔ اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حلالہ کرنے والے کو عاریتاً لئے ہوئے بکرے سے تشبیہ دی کیونکہ اہل عرب بکرے کو عاریتاً لینا ''عار'' سمجھتے تھے۔ شاعر نے کہا ہے کہ

''وشر منیحة تیس معار'' اور سب سے بڑا عطیہ عاریتاً حاصل کیا ہوا بکرا ہے

''شفاء الصدور'' کے آخر میں ابن سبع سبتی نے لکھا ہے کہ علی بن عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جس وقت میرے والد محترم کی آنکھ کی بینائی جاتی رہی تو آپ مکہ میں مقیم تھے۔ ایک مرتبہ میں ان کے ساتھ تھا کہ راستہ میں زمزم کے کنویں کے پاس شامیوں کے پاس سے ہمارا گزر ہوا تو وہ لوگ حضرت علیؓ کو برا بھلا کہنے لگے۔ پس میرے والد محترم نے سعید بن جبیرؒ (جو سفر کے امیر تھے) سے کہا کہ مجھے ان لوگوں کے قریب کر دو۔ پس حضرت سعید بن جبیرؒ نے انہیں ان لوگوں کے قریب کر دیا۔ پس والد محترم نے فرمایا تم میں سے کون اللہ اور اس کے رسول کو گالیاں دے رہا ہے؟ پس ان لوگوں نے جواب دیا ''سبحان اللہ'' ہم میں سے کسی نے اللہ اور اس کے رسول کو گالی نہیں دی۔ پھر والد محترم نے فرمایا تم میں سے کون حضرت علیؓ کو گالیاں دیتا ہے؟ ان لوگوں نے جواب دیا کیا حضرت علیؓ ایسے نہ تھے؟ پس میرے والد محترم حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے حضرت علیؓ کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی اس نے اللہ تعالیٰ کو گالی دی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو گالی دی تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں اوندھا کر کے ڈال دے گا پھر آپ (عبداللہ بن عباسؓ) ان کے پاس سے چلے آئے۔ پس ابن عباسؓ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا اے بیٹے! تم نے ان لوگوں کو دیکھا وہ کیا کر رہے تھے؟ میں نے جواب دیا ابا جان

نظروا الیک باعین محمرة   نظر التیوس الی شفار الجازر

''لوگ آپ کی طرف سرخ آنکھوں سے اس طرح دیکھ رہے تھے جیسے بکرا ذبح کرنے والی کی چھری کی طرف دیکھتے ہیں۔''

پس میرے والد محترم نے فرمایا اے بیٹے! پڑھ۔ پس میں نے اسی طرح پڑھا ؎

شزر العیون منکسی اذقانهم   نظر الذلیل الی العزیز القاهر

''شرمندہ نگاہیں جب ٹھوڑیوں پر جھکی ہوئی ہوں، اس کی مثال ذلیل کا کسی غالب و طاقتور کی طرف دیکھنا ہے۔''

''تہذیب الکمال'' میں عبدالعزیز بن منیب قریشی کی سوانح حیات میں مذکور ہے کہ ان کی ڈاڑھی لمبی تھی۔ اس لیے علی بن حجر سعدی نے اس پر یہ اشعار پڑھے ؎

لیس بطول اللحی   تستوجبون القضا

''ڈاڑھی کی لمبائی کے سبب تم قضا و قدر کو اپنے حق میں واجب نہیں کر سکتے۔''

ان کان هذا کذا   فالتیس عدل رضا

''اگر یہ بات ایسی ہی ہوتی تو بکرا بڑا عادل وخوشنما ہے۔''

علی بن حجر سعدی مزید کہتے ہیں کہ تورات میں لکھا ہے کہ تمہیں لمبی ڈاڑھی سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے اس لئے کہ بکرے کی بھی لمبی ڈاڑھی ہوتی ہے۔ (عنقریب ''المعز'' کے عنوان سے بکرے کا شرعی حکم بیان کیا جائے گا)

''تاریخ الاسلام'' میں علامہ ذہبیؒ نے ۲۹۹ھ کے واقعات میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ مقتدر باللہ کے پاس مصر سے تحائف آئے جن میں پانچ لاکھ اشرفیاں تھیں اور ایک بکرا بھی تھا جس کے تھنوں سے دودھ نکلتا تھا اور (اس بکرے کی) انسان جیسی پسلی تھی جو ایک بالشت چوڑی اور چودہ بالشت لمبی تھی۔ (تاریخ الاسلام للذہبی)

کتاب الترغیب والترہیب میں ''ذم الحاسد'' کے عنوان میں مذکور ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ ان کے فقہاء میں حسد پیدا ہو جائے گا اور فقہاء آپس میں ایک دوسرے سے حسد کریں گے اور ایک دوسرے پر حملہ آور ہوں گے اور خون بہائیں گے جس طرح کہ بکرے ایک دوسرے پر حملہ کرتے ہیں اور خون بہاتے ہیں۔

''الحلیۃ'' میں مذکور ہے کہ حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ ''قراء'' کی شہادت ہر چیز میں معتبر اور جائز ہے لیکن ان میں سے بعض کی بعض پر شہادت ناجائز ہے۔ اس لیے کہ یہ ''قراء'' (یعنی اہل علم) آپس میں بکرے سے زیادہ حسد رکھتے ہیں۔

اھ۔ جوہریؒ نے کہا ہے کہ ''الزرب والزربیۃ'' لکڑی کے باڑے کو کہتے ہیں۔

''مروج الذہب'' میں مسعودی اور ''شرح السیدة'' میں حافظ قطب الدین نے لکھا ہے کہ حجاج بن یوسف کی ماں فارعہ بنت ہمام حکیم العرب حارث بن کلدہ ثقفی کے نکاح میں تھیں۔ پس ایک مرتبہ حارث بن کلدہ اپنی بیوی فارعہ کے پاس صبح سویرے آیا تو دیکھا کہ وہ دانتوں میں خلال کر رہی ہے۔ پس اس نے اسے طلاق دے دی۔ چنانچہ فارعہ نے طلاق کا سبب پوچھا۔ حارث بن کلدہ

نے جواب دیا کہ میں جب صبح تمہارے پاس آیا تو تم دانتوں میں خلال کر رہی تھی۔ پس اگر تم نے صبح کا کھانا جلدی کھالیا ہے تو تم گویا پیٹ کی بندی ہو اور اگر تم نے رات اس حالت میں گزاری ہے کہ تمہارے دانتوں میں کھانے کے ذرات موجود ہیں تو تم گویا گندی ہو۔ فارعہ نے جواب دیا کہ ان دونوں باتوں میں سے کوئی بھی صحیح نہیں البتہ میں نے سخت مسواک کی ہے۔ پس کچھ دنوں بعد فارعہ سے یوسف بن حکیم بن ابی عقیل ثقفی نے نکاح کر لیا تو حجاج پیدا ہوا۔ نیز حجاج بدشکل تھا اور اس کے پاخانہ کا مقام نہیں تھا۔ پس حجاج کے جسم میں سوراخ کر کے براز کے لیے مقام بنایا گیا۔ نیز حجاج نے اپنی ماں اور دوسری عورتوں کا دودھ پینے سے انکار کر دیا تھا جس سے لوگ پریشان ہو گئے۔

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ شیطان حرث بن کلدہ کی صورت میں آیا اور اس نے کہا کہ آپ لوگ کیوں پریشان ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا کہ یہ یوسف کا بچہ فارعہ کے بطن سے پیدا ہوا ہے اور یہ اپنی ماں کا دودھ نہیں پیتا۔ شیطان نے کہا کہ تم کالا بکرا ذبح کر کے اس کا خون اس بچے کو چٹاؤ پھر دوسرا کالا بکرا ذبح کر کے اس کے خون میں ڈال دو پھر تین دن تک خون سے بچے کے چہرہ کی مالش کرو تو چوتھے دن یہ بچہ ماں کا دودھ پینا شروع کر دے گا۔ چنانچہ لوگوں نے اسی طرح کیا تو بچے نے ماں کا دودھ پینا شروع کر دیا۔ حجاج خون ریزی کے لیے بے چین رہتا تھا۔ حجاج خود کہتا تھا کہ مجھے تمام کاموں میں خون ریزی زیادہ پسند ہے اور اس میں خوب مزہ آتا ہے۔ (مروج الذہب وشرح السیرۃ)

تاریخ خلکان میں مذکور ہے کہ خلیفہ عبدالملک بن مروان نے حجاج بن یوسف کو دھمکی آمیز خط لکھا اور آخر میں یہ اشعار بھی تحریر کیے:

اذا انت لم تترک أمورا کرھتھا ۔۔۔ وتطلب رضای بالذی أنا طالبه

''اگر تو اپنے ناپسندیدہ امور کو ترک نہیں کرتا اور اس چیز کے ذریعے میری رضا چاہتا ہے جس کا میں خود طالب ہوں۔''

وتخش الذی یخشاه مثلک ھاربا ۔۔۔ الی فھا قد ضیع الدرجا لبه

''اور تم اس سے ڈرتے ہو جو تمہاری ہی طرح خوف زدہ ہے حالانکہ وہ میری طرف دوڑتا ہوا آتا ہے۔ تحقیق موتیوں کو پانے والے نے اسے ضائع کر دیا ہے۔''

فان ترمنی غفلة قرشیة ۔۔۔ فیا ربما قد غص بالماء شاربه

''پس اگر تو مجھ پر قرشی غفلت کا الزام لگاتا ہے تو بخدا پانی پینے والے کو پانی سے اچھو لگ گیا ہے۔''

وان ترمنی وثبة أمویة ۔۔۔ فھذا وھذا کله أنا صاحبه

''اور اگر تم مجھ پر اموی بہادری (ہر معاملہ میں کود پڑنے) کا الزام لگاتے ہو تو یہ اور وہ تمام میرے دوست ہیں۔ (یعنی یہ تمام صفات مجھ میں موجود ہیں)''

فلا تامننی والحوادث جمة ۔۔۔ فانک تجزی بالذی أنت کاسبه

''پس تو مجھ سے مامون نہ ہو جانا کیونکہ حادثات بہت زیادہ ہیں۔ پس تم اسی کے ذریعے بدلہ دو گے جسے تم حاصل کر رہے ہو۔''

پس حجاج نے عبدالملک بن مروان کو خط کا جواب دیا اور اس کے آخر میں یہ تحریر کیا کہ میرے پاس دو حکم آئے ہیں ایک تو بالکل

واضح ہے اور دوسرا بہت سخت ہے۔ ان میں سے واضح حکم کی تعمیل کے لیے تو میں تیار ہوں لیکن سخت حکم پر صبر سے کام لوں گا۔ پس جب عبدالملک نے حجاج کا خط پڑھا تو کہا کہ ابو محمد میری دھمکی سے خوف زدہ ہوگیا ہے۔ اب میں اس کی طرف وہ بات نہیں لکھوں گا جس کو وہ ناپسند کرے۔

حجاج بن یوسف کی یہ عادت تھی کہ جب بھی کوئی قاری اس کے پاس آتا تو حجاج اس سے بہت زیادہ سوالات کرتا۔ چنانچہ ایک دن ایک آدمی حجاج بن یوسف کے پاس آیا تو حجاج بن یوسف نے اس سے پوچھا کہ قرآن کریم کی اس آیت "اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ"، سے قبل کیا الفاظ ہیں؟ اس آدمی نے جواب دیا کہ یہ آیت ہے "قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا اِنَّكَ مِنْ اَصْحَابِ النَّارِ" آپ فرما دیجیے کہ تھوڑے دن اپنے کفر سے لطف اُٹھالے یقیناً تو دوزخ میں جانے والا ہے۔ (الزمر: ۸)

پس اس کے بعد حجاج نے کسی سے سوال نہیں کیا۔ ایک مرتبہ حجاج نے عبدالرحمٰن بن اشعث کے شاگردوں میں سے کسی سے کہا کہ اللہ کی قسم میں تم سے شدید بغض رکھتا ہوں تو اس شاگرد نے جواب دیا کہ اللہ ہم میں سب سے زیادہ مبغوض کو جنت میں داخل فرمائے گا۔

حجاج بن یوسف سب سے پہلے روح بن زنباع کے ماتحت تھے جو عبدالملک بن مروان کا وزیر تھا اور عبدالملک کا لشکر ''روح بن زنباع'' کا حکم نہیں مانتا تھا اور اس کے کہنے پر نہ ہی لشکر تیار ہوتا تھا اور نہ پڑاؤ ڈالتا تھا۔ پس عبدالملک بن مروان نے روح بن زنباع سے لشکر کی شکایت کی۔ پس روح بن زنباع نے کہا امیر المومنین میری فوج میں ایک شخص ہے جسے حجاج بن یوسف کہا جاتا ہے اگر آپ اسے لشکر کا امیر بنا دیں تو لشکر کے لوگ آپ کا حکم مانیں گے۔ نیز آپ کے حکم سے وہ تیار بھی ہو جائیں گے اور پڑاؤ بھی ڈالیں گے۔ پس عبدالملک نے حجاج بن یوسف کو لشکر کا امیر بنا دیا۔ پس ایک مرتبہ عبدالملک پا بہ رکاب ہوا تو لشکر کے لوگ بھی تیار ہو گئے لیکن روح بن زنباع کے لشکر نے تیاری میں تاخیر کی۔ پس ان پر حجاج بن یوسف کا گزر ہوا تو لشکر کے لوگ کھانے میں مصروف تھے۔ پس حجاج نے کہا کہ تمہیں کس چیز نے لشکر کے ساتھ کوچ کرنے سے روک رکھا ہے؟ لشکریوں نے حجاج سے کہا آپ بھی ٹھہریئے اور ہمارے ساتھ کھانا تناول فرمایئے اور اے ابن الحناء (کسی کی توہین کے وقت بولے جانے والے الفاظ) گفتگو بند کرو۔ پس حجاج نے کہا کہ اب پہلے والا معاملہ ختم ہوگیا۔ چنانچہ حجاج نے سب کو قتل کرنے کا حکم دیا اور ''روح بن زنباع'' کے گھوڑوں کی کونچیں کٹوا دیں اور خیموں کو جلوا دیا۔ پس جب روح بن زنباع کو اس واقعہ کی خبر ملی تو وہ فوراً عبدالملک کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا اے امیر المومنین حجاج نے آج جو میرے ساتھ سلوک کیا ہے' اس کو ملاحظہ فرمایئے۔ عبدالملک نے کہا کیا معاملہ پیش آیا ہے؟ روح بن زنباع نے کہا کہ حجاج نے میرے غلاموں کو قتل کر دیا' میرے گھوڑوں کی کونچیں کاٹ دیں اور خیموں کو آگ لگا دی ہے۔ پس عبدالملک نے حجاج کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ پس جب حجاج کو حاضر کیا گیا تو عبدالملک نے کہا تمہارا برا ہو' آج تم نے اپنے سردار روح بن زنباع کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ حجاج نے کہا کہ اے امیر المومنین میری قوت آپ ہی کی قوت ہے اور میرا کوڑا آپ ہی کا کوڑا ہے۔ امیر المومنین آپ کے لیے یہ کون سا مشکل کام ہے آپ تو ایک غلام کے بدلے دو غلام اور ایک خیمے کے عوض دو خیمے روح بن زنباع کو عطا کر سکتے ہیں۔ لہٰذا آپ لشکر کے سامنے میری دل شکنی نہ کیجیے۔ پس عبدالملک نے کہا ٹھیک ہے ایسا ہی کرتا ہوں۔ چنانچہ حجاج کا ارادہ پورا ہوگیا۔ نیز حجاج اسی دن سے مضبوط

ہو گیا اور اس کے شر میں اضافہ ہو گیا اور یہ اس کی پہلی شرارت تھی جو کھل کر سامنے آ گئی۔ اس کے علاوہ حجاج بن یوسف کے بہت سے واقعات اور بلیغ تقریریں مشہور ہیں۔

المبرد نے ''کامل'' میں لکھا ہے کہ سفیان ثوری بحوالہ عبدالملک بن عمیر لیثی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں کوفہ کی جامع مسجد میں بیٹھا ہوا تھا اور اہل کوفہ ان دنوں اچھی زندگی بسر کر رہے تھے۔ ایک آدمی دس دس یا بیس بیس غلاموں کے ساتھ نکلتا تھا۔ جب اچانک کسی نے کہا کہ حجاج بن یوسف کو عراق کا امیر مقرر کر دیا گیا ہے۔ پس میں نے دیکھا حجاج عمامہ باندھے ہوئے' اکثر چہرہ ڈھانکے ہوئے' تلوار اور تیر وکمان لٹکائے ہوئے مسجد میں داخل ہوا اور منبر کی طرف بڑھنے لگا۔ پس لوگ اس کے قریب ہو گئے اور حجاج منبر پر بیٹھ گیا۔ پس حجاج کچھ دیر خاموش رہا جس کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ بنی اُمیہ کا برا کرے جنہوں نے اس قسم کے آدمی کو عراق کا امیر مقرر کر دیا ہے۔ پس تھوڑی دیر کے بعد عمیر بن ضابی برجمی نے کہا کہ میں تمہارے لیے کنکری ماروں۔ پس اس سے کسی نے کہا کہ تھوڑی دیر صبر کرو یہاں تک کہ ہم جائزہ لے لیں۔ پس جب حجاج نے لوگوں کے چہروں کے اثرات دیکھے تو اپنا چہرہ کھول کر کھڑا ہو گیا پھر حمد وثنا کے بعد کہا ؎

انا ابن جلا وَطَلاّع الثنایا متی أضع العمامة تعرفونی

''میں ابن جلا ہوں اور پہاڑ اور ریتلی زمینوں کی راہ وموڑ ہوں جب میں عمامہ اُتار دوں گا تو تم مجھے پہچان لو گے۔''

پھر اس کے بعد حجاج نے کہا اے اہل کوفہ میں لوگوں کے سروں کو بالکل تیار دیکھ رہا ہوں اور اب کھیتی کاٹنے کا وقت آ گیا ہے اور میں اس کا مالک ہوں۔ نیز میں عماموں اور داڑھیوں کے درمیان خون دیکھ رہا ہوں۔

هذا اوان الشر فاشتدی زیم قدلفها اللیل بسواق حطم

''یہ شر کا زمانہ ہے پس بکریاں جمع ہو گئی ہیں۔ تحقیق اس کو رات نے بے رحم چرواہوں کے ذریعے یکجا کر دیا ہے۔''

لیس براعی ابل ولاغنم ولا بجزار علی ظهر وضم

''نہیں ہے وہ اونٹ کا چرواہا اور نہ بکریوں کا چرواہا اور نہ گوشت کوٹنے والی لکڑی پر بیٹھا ہوا قصاب۔''

پھر اس کے بعد کہا ؎

وقد لفها اللیل بعصلبی أروع خراج من الدوی

''اور تحقیق اسے رات نے ایسے ہیبت ناک شخص کے ذریعے جمع کیا ہے جو رنج والم سے پاک ہے۔''

مهاجر لیس باعرابی معاود للطعن بالخطی

''مہاجر ہے کوئی دیہاتی نہیں ہے جو اپنے نیزے سے بار بار حملہ آور ہونے والا ہے۔''

پھر اس کے بعد اسی طرح کہا ؎

قد شمرت عن ساقها فشدوا وجدت الحرب بکم فجدوا

''تحقیق جنگ نے اپنی پنڈلی کھول لی ہے پس تم بھی تیار ہو جاؤ۔ نیز جنگ تمہارے اوپر سخت ہو گئی ہے۔ پس تم اس کیلئے تیاری وکوشش کرو۔''

والقوس فیها و ترعرد مثل ذراع البکر أو أشد

''اور کمان میں نوجوان اونٹ کے دستوں کی طرح یا اس سے بھی زیادہ سخت تانت لگا ہوا ہے۔''

(حجاج بن یوسف نے کہا) اے اہلِ عراق اللہ کی قسم میں نہایت نڈر اور بہادر ہوں اور حوادثات زمانہ سے گھبرانے والا نہیں ہوں اور نہ ہی سانپ کی طرح پہلو بدلنے والا ہوں۔ تحقیق میں نے غور وفکر کے بعد بھانپ لیا ہے اور تجربات کی روشنی میں پرکھ لیا ہے اور یہ کہ امیر المومنین ترکش سے تیر لگا چکے ہیں اور انہوں نے ترکش کی لکڑی کو خوب جانچ لیا ہے۔

پس امیر المومنین نے مجھے بہت زیادہ تلخ پایا اور توڑنے کے لیے بہت زیادہ سخت پایا۔ نیز تیر پھینکنے کی جگہ دُور پائی۔ چنانچہ امیر المومنین نے مجھے تمہارا سپہ سالار مقرر کر دیا۔ اس لیے کہ تم فتنہ میں حد سے تجاوز کر گئے اور سیدھی راہ سے الگ ہو گئے۔ خدا کی قسم میں تمہیں نرم و نازک عورت کی طرح باندھ دوں گا اور تمہارے اونٹوں کی طرح تمہاری گردنیں اُڑا دوں گا۔ پس تمہارا حال تو ان بستی والوں کی طرح ہو چکا ہے جو راحت وسکون کی زندگی بسر کر رہے ہوں اور انہیں ہر قسم کی چیز میسر ہو لیکن اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کریں تو اللہ تعالیٰ انہیں بھوک اور تنگی کا مزہ چکھاتا ہے بسبب اس کے جو وہ کرتے ہیں۔

اے اہلِ عراق اللہ کی قسم میں جو کہتا ہوں اسے پورا کرتا ہوں اور جس کام کا ارادہ کر لیتا ہوں' اسے کر گزرتا ہوں اور جو قسم کھاتا ہوں' اسے پوری کرتا ہوں اور یہ کہ امیر المومنین نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم لوگوں کو عطیات دوں اور میں تمہیں تمہارے دشمن مہلب بن ابی صفرہ کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دیتا ہوں۔ اللہ کی قسم اگر کسی آدمی نے عطیہ لینے کے بعد میری خلاف ورزی کی تو میں تین دن کے بعد اس کی گردن اُڑا دوں گا۔ حجاج بن یوسف نے اپنے خطاب کے بعد غلام کو امیر المومنین کا خط پڑھ کر سنانے کا حکم دیا۔ پس اس نے خط پڑھا ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' یہ خط عبداللہ عبدالملک بن مروان امیر المومنین کی جانب سے کوفہ کے مسلمانوں کے نام ہے۔ السلام علیکم!

پس خط کے یہ الفاظ سننے کے بعد کسی نے کچھ نہیں کہا۔ پس حجاج نے کہا اے غلام ٹھہر جا۔ پھر حجاج نے لوگوں سے کہا کہ امیر المومنین کا سلام تمہیں پہنچایا گیا لیکن تم میں سے کسی ایک نے بھی اس کا جواب نہیں دیا۔ یہ تو ''ابن سمیۃ'' کا طریقہ ہے۔ اللہ کی قسم میں تمہیں ادب سکھا دوں گا یا تم سیدھے ہو جاؤ گے۔ اس کے بعد حجاج نے غلام کو خط پڑھنے کا حکم دیا۔ پس غلام نے دوبارہ خط شروع سے پڑھا۔ پس جب وہ ''سَلَام'' علیکم'' کے الفاظ تک پہنچا تو مسجد میں بیٹھے ہوئے شخص نے کہا ''علیٰ امیر المومنین السلام'' (امیر المومنین پر سلامتی ہو) اس کے بعد حجاج نے منبر سے اُتر کر لوگوں میں عطیات تقسیم کرنا شروع کر دیئے۔ پس لوگ عطیات لینے لگے یہاں تک کہ ایک بوڑھا آیا جو بڑھاپے کی وجہ سے کپکپا رہا تھا۔ پس اس نے کہا اے امیر المومنین آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں ضعیف ہوں اور میرا ایک توانا لڑکا ہے جو سفر کی قوت رکھتا ہے آپ میری جگہ اسے اپنے ساتھ لے جائیں۔ پس حجاج نے کہا اے شیخ ہم آپ کی خواہش کے مطابق ایسا ہی کریں گے۔ پس جب وہ بوڑھا حجاج کے پاس سے چلا گیا تو کسی نے حجاج سے کہا اے امیر کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ شخص کون تھا؟ حجاج نے کہا نہیں تو اس نے بتایا کہ یہ عمیر بن ضابی برجمی ہے۔ جس کے باپ نے کہا ہے۔

همممت ولم أفعل و كدت و ليتنى ترکت علی عثمان تبکی حلائله

''میں نے پختہ ارادہ کر لیا تھا لیکن میں نہیں کر سکا اور قریب تھا کہ میں کر لوں' نیز میں عثمانؓ پر ان کی بیویوں کو روتے ہوئے چھوڑ کر آیا ہوں۔''

جس دن حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کیے گئے تو اس دن یہ بوڑھا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں داخل ہوا اور اس نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شکم مبارک کو روندا اور دو پسلیوں کو توڑ ڈالا تھا۔ پس حجاج نے کہا کہ اس بوڑھے کو بلاؤ پس جب وہ بوڑھا آیا تو حجاج نے کہا اے بوڑھے سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے دن تو نے اپنے بدلے کسی اور کو کیوں نہ بھیج دیا؟ بے شک تیرا قتل مسلمانوں میں اصلاح کا باعث ہوگا۔ چنانچہ اس کے بعد حجاج نے محافظوں کو حکم دیا کہ بوڑھے کی گردن اڑا دیں۔

خطبۃ الحجاج کی تفسیر حجاج کے قول ابن جلا سے مراد معاملہ کو کھول دینے والا ہے۔ لفظ ''جلا'' غیر منصرف ہے۔ اس لیے کہ فعل کی نیت کر کے حکایت کر دی گئی ہے اور جب فعل کا فاعل ظاہر ہو یا مضمر ہو تو اس وقت فعل صرف حکایتی ہی ہوتا ہے جیسا کہ تم کہو کہ میں نے "اِقْتَرَبَ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ" پڑھی تو یہ سابقہ واقعہ کی حکایت ہے۔ اسی طرح مبتدا اور خبر بھی حکایتی ہوگی جیسے کہ تم کہو کہ میں نے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" پڑھی۔ شاعر نے کہا ہے ؎

"وَاللهُ مَازَيْدٌ بِنَامِ صَاحِبُهُ" (اللہ کی قسم زید کا ساتھی سویا ہوا نہیں ہے)

یہ کلمہ (شعر) سحیم بن وثیل ریاحی کا ہے جسے حجاج نے اپنے آپ کو تشبیہ دینے کیلئے پڑھا۔ ''طلاع الثنایا'' جمع ہے۔ اس کا واحد ''ثنیۃ'' ہے۔ یہ پہاڑ کے راستے یا ریتلے میدانی راستہ کو کہتے ہیں۔ عربی میں اسے بہادر کہا جاتا ہے۔ یعنی میں ایک ایسا راستہ ہوں جو پہاڑوں کی بلندیوں اور سنگلاخ وادیوں سے گزر چکا ہوں۔ جیسے کہ درید بن صمہ نے اپنے بھائی عبداللہ کا مرثیہ کہتے ہوئے کہا ہے ؎

کمیش الازار خارج نصف ساقه — بعید من السوآت طلاع انجد

''جیسے تہبند سمیٹنے والا کہ اس کی آدھی پنڈلی کھلی ہوئی ہے۔ نیز وہ فواحش و بری عادت سے دور اور مشکل امور پر غلبہ پانے والا ہے۔''

''النجد'' سے مراد بلند زمین اور ٹیلہ ہے۔ حجاج کے قول "اِنِّىْ لَاَرٰى رُؤُسًا قَدْ اَيْنَعَتْ" سے مراد لوگوں کے سر پک گئے ہیں۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ "انیعت الثمرۃ انیاعاً" (پھل پک گئے) نیز پھلوں کے پک جانے پر بھی اسی طرح کہا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ''اُنْظُرُوْا اِلٰى ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ'' پھل پکنے کے لیے ''ثمر'' اور ''ینع'' دونوں الفاظ مستعمل ہیں۔

ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ اس شعر میں اختلاف ہے۔ پس بعض اس کو احوص کی طرف منسوب کرتے ہیں اور بعض حضرات اسے یزید بن معاویہ کی طرف منسوب کرتے ہیں ؎

ولها بالماطرون اذا — اكل النمل الذى جمعا

''اور جس وقت بارش چیونٹیوں کو اور ان کے جمع کردہ ذخیرے کو ختم کر دے۔''

حرقة حتى اذا ارتفعت — سكنت من جلق نبعا

''اور ایک لپٹ جبکہ وہ لپکے اور پھر اسے پانی سے بجھا دیا جائے۔''

فى قباب عند دسكرة — حولها الزيتون قد ينعا

''بلند منارہ میں جو ایک محل کے پاس ہے اور اس کے اردگرد زیتون کے پھل ہیں جو نیم پختہ ہیں۔''

شاعر کے قول ''فاشتدی زیم'' سے مراد گھوڑا یا اونٹنی ہے اور یہ شعر حطیم قیسی کا ہے۔

نیز "قدلفها اللیل بسواق حطیم" میں "حطم" سے مراد وہ شخص ہے جو پیٹو ہو اور سب کچھ کھا جانے والا ہو اسی طرح "حطم" تیز آگ کو بھی کہتے ہیں۔ اور "علی ظهر وضم الوضم" سے مراد ہر وہ لکڑی یا چٹائی ہے جس پر گوشت کو مٹی سے بچانے کے لیے رکھا جاتا ہے۔ شاعر نے کہا ہے کہ ؎

وفتیان صدق حسان الوجوه لا یجدون لشیء ألم

"اور خوبصورت چہرے والا سچا نوجوان جسے کسی چیز کا غم نہیں ہے۔"

من آل مغیرة لایشهدون عند المجازر لحم الوضم

"وہ آل مغیرہ سے ہے جو مذبح میں لکڑی پر رکھے ہوئے گوشت کو نہیں دیکھتے۔"

اور شاعر کے قول "قدلفها اللیل بعصلبی" سے مراد شدید ہیبت ناک آدمی ہے اور "خراج من الدوی" سے مراد رنج والم سے محفوظ آدمی ہے۔ اسی طرح "للصحراء دویة" سے مراد جنگل و چٹیل میدان ہے "حطیئة" شاعر نے کہا ہے کہ ؎

وانی اهتدت والد و بینی وبینها وماخلت ساری الدو باللیل یهتدی

"اور میں چلا لیکن آہٹ میرے اور اس کے درمیان حائل تھی اور اس آہٹ کے ساتھ چلنے والا رات میں صحیح راستہ تلاش کرتا رہا۔"

"الداویة" سے مراد وہ بڑا جنگل و بیابان ہے جہاں رات میں آواز کی بازگشت سنائی دیتی ہے اور چٹیل میدان میں اونٹوں کی ٹاپ اور اس کی آہٹ پھیل جاتی ہے۔ عرب جہلا کے عقیدہ کے مطابق اس قسم کی آواز جنات کی بھنبھناہٹ سے پیدا ہوتی ہے۔

"والقوس فیها وترعرد" سے مراد شدت و سختی ہے۔ نیز "عرد" کی جگہ "عرند" بھی کہا گیا ہے۔ حجاج بن یوسف کا یہ قول "اِنِّیْ وَاللهِ مَا یَقعقع لِیْ بِالشنان" اس کا واحد شن ہے اور یہ خشک کھال کو کہا جاتا ہے۔ پس جب خشک کھال سے آواز پیدا ہوتی ہے تو اونٹ بدک جاتے ہیں۔ پس حجاج نے اسے اپنے لیے بطورِ ضرب المثل کے طور پر استعمال کیا ہے۔ نابغہ ذبیانی شاعر نے کہا ہے ؎

کَاَنَّکَ مِنْ جمال بنی اقیش یقعقع بین رجلیله بشن

"گویا تم بنو قیس کے اونٹوں کے مالک کی طرح ہو کہ جن کے دونوں پاؤں کے درمیان واقع کھال کی آواز سے اونٹ بدک جاتے ہیں۔"

"ولقد فررت عن ذکاء" (اور تحقیق میں نے بڑھاپے سے راہِ فرار اختیار کی) "ذکاء" تیزی کو کہا جاتا ہے۔ تیزی کی دو قسمیں ہیں' ایک بڑھاپے سے پیدا ہوتی ہے اور دوسری حدت قلب سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کے بارے میں قیس بن زہیر عبسی نے کہا ہے کہ "جری المذکیات غلاب" (ذکاوتیں تب سے اُچھل کر باہر آ گئیں) اور زہیر کا قول ہے کہ ؎

یفضله اذا اجتهدا علیه تمام السن منه والذکاء

"اس کا بڑھاپا اور تیزی اس کے لیے باعث فضیلت ہیں بشرطیکہ وہ جدوجہد کریں۔"

"فعجم عیدانها عودا عودا" کسی چیز کو اس کی سختی و نرمی معلوم کرنے کے لیے چبانا "عجم" کہلاتا ہے۔ جیسے کہا جاتا

ہے "عجمت العود" لکڑی کی سختی معلوم کرنے کے لیے اسے دانت سے چبانا اور کاٹنا۔ اسی طرح ہر چیز کی گٹھلی کو بھی "عجم" کہا جاتا ہے۔ نیز عجم' جیم پر زبر ہے اور جس نے "جیم" پر سکون پڑھا اس نے غلطی کی۔ اعشیٰ نے کہا ہے کہ ۔

"وجذعا نها کلقیط العجم" (اور اس کا بچہ اُٹھائی ہوئی گٹھلی کی طرح ہے)

حجاج کا یہ قول "طالما أوضعتم فی الفتنة الایضاع" یہاں ایضاع سے مراد ایک قسم کی رفتار ہے۔ حجاج بن یوسف کے اور بھی بہت سے واقعات ہیں لیکن طوالت کے پیش نظر ہم انہیں چھوڑ رہے ہیں۔

ابن خلکان نے کہا ہے کہ جب حجاج کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے ایک نجومی کو بلا کر کہا کیا آپ کے علم میں کسی بادشاہ کی موت کا ذکر ہے؟ نجومی نے کہا ہاں لیکن وہ آپ نہیں ہیں۔ حجاج نے کہا وہ کیسے؟ نجومی نے کہا کہ مرنے والے بادشاہ کا نام کلیب ہے۔ پس حجاج نے کہا وہ میں ہی ہوں۔ اللہ کی قسم میری ماں نے میرا یہی نام (یعنی کلیب) رکھا تھا۔ پس حجاج نے وصیت کی اور مرض الموت میں یہ اشعار پڑھے ۔

یارب قدحلف الاعداء واجتهدوا ۔ أیمانهم اننی من ساکِنِی النار

"اے پروردگار تحقیق دشمنوں نے قسمیں اُٹھائیں ہیں اور وہ جدوجہد کر رہے ہیں' ان کا ایمان یہ ہے کہ میں آگ میں ٹھہرنے والا (یعنی دوزخی) ہوں۔"

ایحلفون علی عمیاء ویحهم ۔ ماظنهم بعظیم العفو غفار

"کیا وہ جہالت پر قسمیں کھا رہے ہیں ان کا ستیاناس ہو۔ وہ اس عظیم ہستی سے کیا گمان کرتے ہیں جو عفو و درگزر اور بخشش کرنے والی ہے۔"

حجاج بن یوسف کی وفات ۹۵ھ میں ولید کے دور خلافت میں شہر واسط میں ہوئی اور اسی شہر میں حجاج بن یوسف کو دفن کیا گیا۔ حجاج کی قبر کا نشان مٹا کر اس پر پانی بہا دیا گیا۔ نیز جب حجاج کی موت واقع ہوئی تو کسی کو اس کی موت کا علم نہ ہو سکا یہاں تک کہ ایک باندی اپنے محل سے شعر کہتے ہوئے نکلی ۔

الیوم یرحمنا من کان یغبطنا ۔ والیوم نتبع من کانوا لناتبعا

"آج کے دن ہم پر رشک کرنے والے ہم پر رحم کریں گے اور جو ہماری پیروی کرنے والے تھے' آج ہم ان کی اتباع کریں گے۔"

پس اس کے بعد لوگوں کو حجاج کی موت کا علم ہوا۔

حافظ ذہبی اور ابن خلکان وغیرہ نے کہا ہے کہ حجاج نے جنگ کے علاوہ ایک لاکھ بیس ہزار نفوس کو قتل کیا ہے۔ امام ترمذیؒ نے اپنی کتاب جامع ترمذی میں اتنی ہی تعداد کا ذکر کیا ہے۔ نیز حجاج کے قید خانہ میں پچاس ہزار مرد اور تیس ہزار عورتیں ہلاک ہو گئیں تھیں جن میں سے کنواری لڑکیوں کی تعداد سولہ ہزار تھی۔ حجاج عورتوں اور مردوں کو ایک ہی جگہ قید کرتا تھا۔ چنانچہ حجاج کی موت کے بعد جیل کا جائزہ لیا گیا تو تینتیس ہزار بے گناہ تھے جو نہ ہاتھ کاٹنے کے مستحق تھے اور نہ ہی سولی پر چڑھائے جانے کے مستحق تھے۔ حافظ ابن عساکر نے کہا ہے کہ سلیمان بن عبدالملک نے حجاج کے مرنے کے بعد اس کے قید خانے سے تمام مظلومین کو رہا کر دیا تھا۔ بعض

اہلِ علم کے نزدیک ایک دن میں رہا ہونے والوں کی تعداد اسی ہزار تھی اور بعض اہلِ علم کے نزدیک ایک دن میں تین لاکھ نفوس رہا کیے گئے۔ ابن خلکان نے کہا ہے کہ حجاج کے قید خانہ پر چھت نہیں تھی' گرمیوں میں سورج کی تپش اور سردیوں میں بارش سے حفاظت کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ سنگِ مرمر سے صرف کوٹھڑیاں تیار کی گئی تھیں۔ حجاج قیدیوں کو مختلف قسم کی سزائیں دیتا تھا۔ بعض مؤرخین نے کہا ہے کہ ایک دن حجاج نے اپنے کاتب سے پوچھا کہ ہم نے جن لوگوں پر تہمت لگا کر قتل کیا ہے' ان کی تعداد کتنی ہے؟ منشی نے جواب دیا کہ ایسے افراد کی تعداد اسی ہزار ہے۔ حجاج بن یوسف بیس سال تک عراق کا گورنر رہا اور موت کے وقت اس کی عمر ۵۳ سال تھی۔

روایت کی گئی ہے کہ حجاج بن یوسف جمعہ کے دن سوار ہو کر جمعہ کی نماز کے لیے جا رہا تھا تو اس نے قیدیوں کی چیخ و پکار سنی۔ چنانچہ اس نے لوگوں سے دریافت کیا کہ کس چیز کی آواز ہے؟ لوگوں نے کہا کہ قیدی تکلیف اور بھوک کی وجہ سے چیخ رہے ہیں۔ پس حجاج قید خانہ کے ایک گوشہ میں گیا اور اس نے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی۔ "اخسؤا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونَ." (المومنون:۱۰۸)

پھر اس کے بعد حجاج کو اگلا جمعہ پڑھنے کی مہلت نہیں ملی۔ (یعنی اس سے قبل ہی اس کی موت واقع ہوگئی)

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ''تاریخ ابن خلکان'' کے حاشیہ میں بعض مشائخ کے حوالے سے یہ پڑھا ہے کہ اس کلام کی وجہ سے یا بہت سے کفریہ امور کے مرتکب ہونے کی وجہ سے علماء نے حجاج پر کفر کا فتویٰ لگا دیا تھا۔ ''الکامل للمبرد'' میں ہے کہ حجاج پر کفر کا فتویٰ اس لیے لگایا گیا تھا کہ ایک مرتبہ اس نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرۂ مبارک کا طواف کر رہے ہیں تو حجاج نے کہا کہ تم بوسیدہ ہڈیوں کا طواف کر رہے ہو۔ (العیاذ باللہ)

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ حجاج پر کفر کا فتویٰ لگانے کی وجہ یہ ہے کہ حجاج نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ کا الزام لگایا تھا۔ (نعوذ باللہ) اس لیے کہ صحیح روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام کے جسم اطہر کو کھائے۔ (رواہ ابی داؤد)

ابو جعفر داؤدی نے انبیاء کرام کے ساتھ شہداء' علماء اور مؤذنوں کا ذکر بھی کیا ہے لیکن اصطلاح حدیث میں یہ اضافہ غریب ہے۔ امام سہیلی کہتے ہیں کہ داؤدی فقہاء اور علماء میں شمار کیے جاتے ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے حجاج بن یوسف کے مرنے کے بعد اس کو خواب میں اس حال میں دیکھا کہ وہ سڑا ہوا مردوں کی طرح پڑا ہوا ہے۔ پس امیر المومنین عمر بن عبدالعزیزؒ نے حجاج سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا؟ حجاج نے کہا کہ مجھے ہر مقتول کے بدلے ہر مرتبہ قتل کیا گیا ہے۔ نیز مجھے صرف سعید بن جبیرؒ کے بدلے ستر مرتبہ قتل کیا گیا۔ پس سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ نے پوچھا اب تم کس چیز کے منتظر ہو؟ حجاج نے کہا موحدین جس کے منتظر ہوتے ہیں۔ پس یہ بات حجاج کے کفر کی نفی کرتی ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حجاج کی موت توحید پر ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی اس کے حال کو خوب جانتا ہے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب پس اگر کوئی یہ کہے کہ اس کی کیا حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حجاج کو ہر مقتول کے بدلے میں ایک ایک مرتبہ قتل کیا لیکن سعید بن جبیرؒ کے قتل کے بدلے حجاج کو ستر مرتبہ قتل کیا۔ حالانکہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جو صحابیِ رسولؐ تھے' ان کو بھی حجاج نے قتل کیا تھا اور سعید بن جبیرؒ تو تابعی تھے اور صحابی' تابعی سے افضل ہوتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حجاج کو سعید بن جبیرؒ کے قتل کے بدلے ستر مرتبہ قتل کیے جانے کی حکمت یہ ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو قتل کیا گیا تھا تو اس وقت بہت سے جلیل القدر صحابہ موجود تھے جو اپنی مثال آپ تھے۔ جیسے ابن عمرؓ انس بن مالکؓ وغیرہ لیکن جب حضرت سعید بن جبیرؒ کو قتل کیا گیا تو اس وقت ان کی مثل کوئی علمی شخصیت موجود نہیں تھی۔ اہل علم نے اس بات کو ذکر کیا ہے کہ جب حضرت حسن بصریؒ کو حضرت سعید بن جبیرؒ کے قتل کی خبر ملی تو حسن بصریؒ نے فرمایا اللہ کی قسم سعید بن جبیرؒ کے قتل کا حادثہ ایسے نازک وقت میں پیش آیا ہے کہ مشرق سے مغرب تک مخلوقِ خدا ان کے علم کی محتاج تھی۔ پس اسی وجہ سے حجاج کے عذاب میں اضافہ کیا گیا۔ واللہ اعلم

عنقریب حضرت سعید بن جبیرؒ کے قتل کا واقعہ ''باب اللام فی اللبوۃ'' میں بیان کیا جائے گا اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے قتل کا واقعہ ''**باب الھمزۃ فی الاوز**'' میں گزر چکا ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں "**أغلم من تیس بنی حمان**" (فلاں آدمی بنوحمان کے بکرے سے زیادہ قابلِ فخر ہے)

واقعہ یوں پیش آیا کہ بنوحمان کا بکرا ستر بکریوں پر جفتی کے لیے چڑھا تھا حالانکہ بکرے کی رگ پھٹ گئی تھی۔ اسی دن سے بنوحمان اپنے بکرے پر فخر کرتے تھے۔ واللہ اعلم۔

نیز ''التیس'' کے الفاظ بکرے کے لیے اور ''سفد'' کے الفاظ جفتی کرنے کے لیے مستعمل ہیں۔

''الاذکیا'' میں ابن الجوزی نے لکھا ہے کہ قبیلہ مزنیہ کے لوگوں نے ابوحسان انصاری کو گرفتار کر لیا تو یہ لوگ فدیہ میں صرف جنگلی کھیرے ہی کا مطالبہ کر رہے تھے۔ پس اس پر ابوحسان انصاری کی قوم غضب ناک ہوگئی اور انہوں نے کہا ہم یہ مطالبہ پورا نہیں کریں گے۔ پس قبیلہ مزنیہ کا مطالبہ پورا کرنا پڑا۔ پس جب وہ لوگ جنگلی بکرا لے کر آئے تو قبیلہ مزنیہ کے لوگوں نے کہا اس بکرا کو اپنے بھائی کے بدلہ میں دے کہ اسے رہا کروالو۔ پس اسی دن سے قبیلہ مزنیہ کا نام ''التیس'' پڑ گیا اور قبیلہ مزنیہ کے لیے یہ لقب معیوب سمجھا جانے لگا۔ (کتاب الاذکیا)

الخواص (۱) جنگلی بکرا خچر کی طرح بدبودار ہوتا ہے۔ اگر کسی کو کھانسی یا چوتھیا بخار کی شکایت ہو تو جنگلی بکرے کی ڈاڑھی باندھنے سے دونوں امراض دُور ہو جائیں گے۔

(۲) جس آدمی کی تلی بڑھ گئی ہو تو وہ اپنے ہاتھ سے جنگلی بکرے کی تلی کاٹ کر اپنی رہائش گاہ میں باندھ کر لٹکا دے جب تلی خشک ہو جائے گی تو مریض تندرست ہو جائے گا اور اس کا درد بھی ختم ہو جائے گا۔

(۳) بکرے کا جگر کاٹتے وقت نکلنے والی رطوبت کو اگر کان میں ٹپکا لیا جائے تو کان کا درد ختم ہو جاتا ہے۔

(۴) جنگلی بکرے کے ٹخنے باریک کر کے پینے سے قوت باہ میں اضافہ ہوتا ہے۔

(۵) جنگلی بکرے کے پیشاب کو جوش دے کر گاڑھا ہو جانے کے بعد برابر چینی ملا کر خارش زدہ کو لگانے سے شفا نصیب ہوتی ہے۔

(۶) جنگلی بکرے کی مینگنی زیادہ رونے والے بچہ کے سر کے نیچے رکھنے سے بچہ کے رونے کی شکایت دُور ہو جاتی ہے۔

(عنقریب جنگلی بکرے کے دیگر خواص کا تذکرہ ''المعز'' کے عنوان میں آئے گا)



باب الثاء

الثاغیة

"الثاغیة"[1] (بھیڑ) اہلِ عرب کہتے ہیں۔"ماله ثاغیة ولا راغیة"(نہ اس کے پاس کوئی بھیڑ ہے اور نہ ہی اونٹنی ہے) یعنی اس کے پاس کچھ بھی مال و دولت نہیں ہے اسی طرح اہل عرب کہتے ہیں۔"ماله دقیقة ولاجلیلة") اس کے پاس نہ تو بکری ہے اور نہ ہی اونٹنی)"دقیقة" سے مراد بکری ہے اور "جلیلة" سے مراد اونٹنی ہے۔

الثُرمِلَة

"الثرملة" مادہ لومڑی کو "الثرملة" کہا جاتا ہے۔عنقریب انشاء اللہ "الثعلب" کے عنوان میں اس کی تفصیل آئے گی۔

الثعبان

"الثعبان" ہر بڑے سانپ کو چاہے مذکر ہو یا مؤنث "الثعبان" کہا جاتا ہے۔اس کی جمع "الثعابین" آتی ہے۔"ثعبة" ایک قسم کے گرگٹ کو کہا جاتا ہے۔(عنقریب انشاء اللہ "باب الواؤ" میں اس کی تفصیل آئے گی)

"کتاب الامصار و تفاضل البلدان" میں جاحظ کہتے ہیں کہ "اژدھے" زیادہ تر مصر کے علاقے میں پائے جاتے ہیں اس سے زیادہ کسی اور علاقے میں نہیں پائے جاتے۔اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے عصا مبارک کو "اژدھا" بنا دیا تھا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔"فَأَلْقٰى عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ." پس انہوں نے اپنا عصا ڈال دیا تو وہ واضح اژدھا بن گیا۔(القرآن)

عبداللہ بن جدعان کا تذکرہ عبداللہ بن جدعان ابتداءً تنگدست اور غریب آدمی تھے لیکن اس کے باوجود بہت زیادہ شریر اور مفسد تھے اور مختلف قسم کے جرائم کا ارتکاب کرتے تھے جس کی تلافی ان کے والد اور گھر والے کر دیا کرتے تھے اور ان کی جانب سے دیت ادا کر دیتے۔چنانچہ ایک مرتبہ ان کے والد نے مجبوراً "عبداللہ بن جدعان" کو شہر بدر کر دیا اور یہ قسم کھالی کہ اب کبھی بھی ان کو پناہ نہیں دیں گے۔پس عبداللہ بن جدعان مکہ کی گھاٹیوں کی طرف نکل کھڑے ہوئے اور موت کی تمنا کرنے لگے۔پس اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ پہاڑ میں دراڑ ہے۔نیز دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اس کے اندر کوئی سانپ ہوگا۔پس عبداللہ بن جدعان دراڑ کا جائزہ لینے لگے اور سوچا کہ شاید اس میں کوئی نہ کوئی چیز ایسی موجود ہوگی جو ان کی موت کا سبب بن جائے گی اور یوں ان کو ہمیشہ کی نیند میسر آ جائے گی۔چنانچہ جب انہیں کوئی خطرناک چیز نظر نہ آئی تو وہ ہمت کر کے پہاڑ کے اندر داخل ہو گئے۔پس انہوں نے ایک بہت بڑے اژدھے کو پایا جس کی دونوں آنکھیں چراغ کی طرح روشن ہیں۔پس عبداللہ بن جدعان کھڑے ہو کر اسے دیکھتے رہے۔یہاں تک کہ دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید یہ مصنوعی اژدھا ہے۔پس انہوں نے اسے ہاتھ سے پکڑ لیا تو واقعی وہ سونے کا مصنوعی اژدھا

---

[1] اردو، بھیڑ۔بنگالی، بھیڑا۔بلوچی، میش۔پشتو، گڈہ۔پنجابی، بھیڈ۔سندھی، رڈہ۔کشمیری، گھب۔
(ہفت زبانی لغت صفحہ ۱۱۶) انگریزی۔ Sheep (کتابستان انگلش اردو ڈکشنری صفحہ ۵۹۷)

تھا جس کی آنکھیں یاقوت کی تھیں۔ پس عبداللہ بن جدعان نے توڑ کر آنکھیں نکال لیں پھر اس کے بعد پہاڑ کی دراڑ میں مزید آگے بڑھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک تخت پر ایسے ڈھانچے پڑے ہوئے ہیں کہ اتنے لمبے اور موٹے ڈھانچے انہوں نے کبھی نہیں دیکھے تھے اور ان کے سرہانے چاندی کی ایک تختی تھی جس میں ان کی تاریخ لکھی ہوئی تھی۔ معلوم ہوا کہ وہ جرہم کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا' ان کا سب سے آخری بادشاہ حرث بن مضاض تھا جس کا شملہ لمبا تھا اور ان کے جسموں پر منقش کپڑے تھے۔ کافی دنوں تک ایسا رہا کہ کوئی چیز بھی اگر ان کے بدن پر گرتی تو ذرات کی طرح اُڑ جاتی تھی۔ تختی پر کچھ نصیحتیں بھی لکھی ہوئی تھیں۔

ابن ہشام نے کہا ہے کہ وہ تختی سنگِ مرمر کی تھی اور اس میں یہ لکھا ہوا تھا:

''میں نفیلہ بن عبدالمدان بن خشرم بن عبدیالیل بن جرہم بن قحطان ابن ہود علیہ السلام (جو اللہ کے نبی تھے) پانچ سو سال تک زندہ رہا اور مال و دولت اور جاہ و حشمت کی تلاش میں روئے زمین کے اندرون و بیرون کا سفر کیا لیکن یہ تمام چیزیں مجھے موت سے نہ بچا سکیں۔''

نیز اس تحریر کے نیچے یہ اشعار بھی لکھے ہوئے تھے

قد قطعت البلاد فی طلب الثروۃ والمجد قالص الاثواب

''تحقیق میں نے فنا ہونے والی اشیاء دولت وعزت کی خاطر اکثر ممالک کا سفر کیا ہے۔''

وسریت البلاد قفر القفر بقناۃ وقوۃ واکتساب

''اور میں نے بے آب وگیاہ راستوں سے عزم وحوصلہ اور قوت کے ساتھ رات کو بھی سفر کیا ہے۔''

فاصاب الردی بنات فؤادی بسھام من المنایا صیاب

''پس موت کے تیر کے صحیح نشانے سے میرا دل فنا ہو گیا۔''

فانقضت مدتی وأقصر جھلی واستراحت عواذلی من عتابی

''پس میری عمر ختم ہوگئی اور میری جہالت دُور ہوگئی اور میرے عتاب سے ملامت کرنے والے محفوظ ہوگئے۔''

ودفعت السفاہ بالحِلم لما نزل الشیب فی محل الشباب

''اور بردباری کی بناء پر برے اخلاق ختم ہوگئے جبکہ بڑھاپے نے جوانی کو شکست دے دی تھی۔''

صاح ھل رأیت أوسمعت براع رد فی الضرع ماقری فی الحلاب

''اس نے پکار کر کہا کہ کیا تم نے کسی چرواہے سے سنا یا اپنی آنکھوں سے خود مشاہدہ کیا ہے کہ جو برتن میں دودھ جمع کیا گیا تھا وہ تھن میں واپس لوٹا دیا گیا ہے۔''

چنانچہ جب وہ پہاڑ کی دراڑ کے درمیان میں پہنچا تو وہاں یاقوت' موتیوں' زبرجد اور سونے چاندی کا انبار تھا۔ پس اس نے ان میں سے تھوڑے لے لیے پھر اس نے دراڑ پر ایک نشان لگا کر اس کا دروازہ پتھر سے بند کر دیا اور یہاں سے حاصل کردہ مال اپنے والد کی طرف بھیج دیا تاکہ والد محترم ان کے ساتھ شفقت کا معاملہ فرمائیں۔ چنانچہ عبداللہ بن جدعان اپنے گھر واپس آ گیا اور خاندان کا سردار بن گیا۔

پس عبداللہ بن جدعان خزانے سے حاصل کی ہوئی دولت کو لوگوں پر خرچ کرتا' کھانا کھلاتا اور اچھے کام پر مال خرچ کرتا۔ عبداللہ بن جدعان کا پیالہ اتنا بڑا تھا کہ اونٹ کا سوار اپنی سواری کے ساتھ شکم سیر ہو جاتا۔ ایک مرتبہ اس پیالہ میں ایک بچہ گر گیا جس سے اس کی موت واقع ہوگئی۔

ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دو پہر کے وقت عبداللہ بن جدعان کے پیالے کے سائے سے سایہ حاصل کیا کرتا تھا۔ (غریب الحدیث)

''ہاجرہ'' میں ''ہاجرہ'' کو ''صکہ عمی'' ایک واقعہ کی وجہ سے کہا گیا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے ''الانوار'' میں اس کا ذکر کیا ہے کہ ایک اندھا آدمی تھا جس کا تعلق قبیلہ عدوان یا ''ایاذ'' سے تھا۔ زمانہ جاہلیت میں ''فقیہ عرب'' کے نام سے مشہور تھا۔ ایک مرتبہ یہ اپنی قوم میں حج یا عمرہ کر کے واپس آیا تو جب مکہ دو منزل دُور رہ گیا تو اس نے اپنی قوم سے کہا جبکہ وہ ''وسط ظہیرہ'' میں تھے کہ جو شخص اس جیسے وقت پر مکہ میں کل کے دن آئے گا' اس کو دو عمرہ کا ثواب ملے گا۔ چنانچہ ان لوگوں نے اونٹوں کو تیزی سے ہانکا یہاں تک کہ صبح سویرے مکہ پہنچ گئے۔ لفظ ''عمی'' ترخیم کے طور پر ''اعمیٰ'' کی تصغیر ہے اسی لیے ''ظہیرہ'' کا نام ''صلۃ عمی'' پڑ گیا۔ (الانوار)

عبداللہ بن جدعان تیمی کی کنیت ابوزہیر ہے۔ یہ حضرت عائشہؓ کے بھتیجے تھے اس لیے حضرت عائشہؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے حالات کا تذکرہ کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن جدعان لوگوں کو کھانا کھلانے والے' مہمان نواز اور نیکی کرنے والے آدمی تھے۔ کیا قیامت کے دن ان کے کام ان کے لیے نفع بخش ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں اس لیے کہ ابن جدعان کو کسی دن بھی روزِ محشر کے گناہوں سے مغفرت طلب کرنے کی توفیق نہیں ہوئی۔

امام سہیلی نے ''الروض الانف'' میں اور احمد بن عمار نے ''کتاب ری العاطش وانس الواحش'' میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن جدعان کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے شراب سے دلچسپی رکھنے کے باوجود اپنے لیے شراب کو حرام کر لیا تھا۔ واقعہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن جدعان شراب پینے کے بعد مدہوش ہو گئے تو اپنے ہاتھوں کو بڑھا کر چاند کی روشنی کو مٹھی میں لینے کی کوشش کرنے لگے۔ یہ کیفیت دیکھ کر ان کے ہم نشین ہنسنے لگے۔ چنانچہ جب انہیں افاقہ ہوا تو لوگوں نے انہیں بتایا کہ مدہوشی کے عالم میں تمہاری یہ کیفیت تھی۔ چنانچہ عبداللہ بن جدعان بہت شرمندہ ہوئے اور انہوں نے شراب نہ پینے کی ہمیشہ کے لیے قسم کھائی۔ پس جب یہ بوڑھے ہو گئے تو بنوتمیم نے انہیں فضول خرچی سے روکنے کی کوشش کی اور سخاوت سے انہیں روکا۔ ابن جدعان کا حال یہ تھا کہ وہ لوگوں کو بلا کر ہلکا سا طمانچہ لگاتے پھر ان سے یہ کہتے کہ اُٹھو اور قسم کھاؤ کہ میں نے تمہیں طمانچہ لگایا ہے اور اس کے عوض دیت کا مطالبہ کرو۔ پس تمام لوگ ایسا کرتے تو بنوتمیم' ابن جدعان کے مال سے ان کو دیت ادا کرتے۔ (الروض الانف)

ابوالفتح علی بن محمد بستی نے اس موضوع پر بہت ہی اچھا اور طویل قصیدہ کہا ہے جو وعظ و نصیحت پر مشتمل ہے۔ ابوالفتح نظم و نثر کے امام تھے۔ بعض شعراء نے قصیدہ میں تضمین بھی کی ہے اور مشہور یہ ہے کہ یہ تضمین کے اشعار خلیفہ راضی باللہ کے ہیں ۔

زیادة المرء فی دنیاه نقصان　　　وربحه غیر معض الغیر خسران

''انسان کے لیے زیادہ تر دنیاداری نقصان دہ ہے اور اس کا نفع بھلائی کے علاوہ نقصان کے سوا کچھ نہیں۔''

و کل وجدان حظٍّ لا ثبات له — فان معناهُ فی التحقیق فقدان

''اور ہر شخص کے لیے ایک ناپائیدار حصہ ہے۔ پس اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ بھی ایک دن ختم ہو جائے گا۔''

یاعامر الخراب الدهر مجتهدا — بالله هل الخراب العمر عمران

''اے دنیا کو آباد کرنے کی کوشش کرنے والے۔ اللہ کی قسم کیا دنیا ہمیشہ کے لیے ہے۔''

ویاحریصا علی الاموال یجمعها — أنسیت ان سرور المال احزان

''اے مال و دولت جمع کرنے کے حریص۔ کیا تم اسے بھول گئے کہ دولت کی خوشی غم کا سبب بن جاتی ہے۔''

زع الفؤاد عن الدنیا وزخر فها — فصفوها کدرو الوصل هجران

''دنیا اور اس کی رنگ رلیوں پر فریفتہ نہ ہو جاؤ اس لیے کہ دنیا کی خوشحالی گدلا پن اور جدائی کا سبب ہے۔''

وأوغ سمعک امثالا افصلها — کما یفصل یاقوت و مرجان

''اور تم کان کھول کر سن لو کہ میں مثالیں دے کر اس طرح الگ الگ بیان کروں گا جیسے یاقوت اور مرجان (موتی) الگ الگ ہو جاتے ہیں۔''

احسن الی الناس تستعبد قلوبهم — فطا لما استعبد الانسان احسان

''لوگوں کے ساتھ بھلائی کرو گے تو وہ تمہارے مطیع ہو جائیں گے کیونکہ بسا اوقات انسان احسان کا غلام بن جاتا ہے۔''

و کن علی الدهر معوانا لذی امل — یرجو نداک فان الحرمعوان

''اور تم اس کی پریشانی میں معاونت کرو جو تمہارے جود و کرم کا امیدوار ہو اس لیے کہ شریف آدمی دوسروں کا مددگار ہوتا ہے۔''

من جاد بالمال مال الناس قاطبة — الیه و المال للانسان فتان

''جو بخشش کرتا ہے اس کا سارا نفع بعد میں اسی کا ہوتا ہے اور مال تو انسانوں کو فتنہ میں مبتلا کر دیتا ہے۔''

من کان للخیر مناعا فلیس له — عندالحقیقة اخوان و اخدان

''جو بھلائی سے منع کرنے والا ہو اس کے لیے مصیبت کے وقت نہ کوئی بھائی ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی دوست۔''

لاتخدشن بمطل وجه عارفة — فالبر یخدشه مطل ولیان

''تمہیں کوئی آشنا ٹال مٹول کے ذریعے دھوکہ نہ دے دے اس لیے کہ نیک آدمی کو ٹال مٹول اور آسودگی دھوکہ دے دیتی ہے۔''

یاخادم الجسم کم تسعی لِخِدْ متهٖ — أتطلب الربح ممافیه خسران

''اے بدن کے خادم تو کب تک خدمت کرتا رہے گا۔ کیا تم نقصان دہ چیزوں میں نفع کے متلاشی ہو۔''

اقبل علی النفس فاستکمل فضائلها — فانت بالنفس لابالجسم انسان

''نفس پر توجہ دے کر اسے آراستہ کرنے کی تکمیل میں لگ جاؤ اس لیے کہ انسان ڈھانچہ کا نام نہیں بلکہ نفس کا نام ہے۔''

من یتق الله یحمد فی عواقبه — ویکفه شرمن عزوا ومن هانوا

''جو اللہ سے ڈرتا ہے اس کا انجام بہتر ہوتا اور وہ بڑے و چھوٹے اور ہر ایک کے شر سے محفوظ ہو جاتا ہے۔''

حسب الفتی بعقلا خلا یعاشره اذا تحاماه اخوان وخلان

''نوجوان کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ دوستوں میں اطمینان بخش زندگی بسر کر رہا ہو جب وہ بچنے لگتا ہے تو بھائی اور دوستوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔''

لاتستشر غیر ندب حازم فطن قد استوی منه اسرار و اعلان

''تم عقلمند اور ذہین آدمی کے علاوہ کسی سے مشورہ نہ کرو اس لیے کہ ایسے آدمی کا ظاہر و باطن برابر ہوتا ہے۔''

فللتدابیر فرسان اذا رکضوا فیها أبروا کما للحرب فرسان

''پس وہ میدانِ جنگ کی طرح تدابیر میں بھی شہسوار ہوتے ہیں چنانچہ جب وہ ایڑ لگاتے ہیں تو کامیاب ہو جاتے ہیں۔''

وللامور مواقیت مقدرة و کل امرله حد و میزان

''ہر معاملہ کے لیے اوقات مقرر ہیں اور ہر معاملہ کے لیے ایک حدِ انتہا اور میزان ہوتا ہے۔''

من رافق الرفق فی کل الامور فلم یندم علیه ولم یذممه انسان

''جو ہر معاملہ میں نرمی و شفقت کا معاملہ کرتا ہے اسے شرمندگی اور کسی بھی برائی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔''

ولاتکن عجلا فی الامر تطلبه فلیس یحمد قبل النضیح بحران

''اور تم فوری پیش آنے والے معاملے کی تفتیش میں جلدی نہ کرنا اس لیے کہ مقدمہ تحقیق سے پہلے نامکمل ہونے کی وجہ سے بہتر نہیں ہوتا۔''

وذوالقناعة راض فی معیشته وصاحب الحرص ان اثری فغضبان

''اور قناعت کرنے والا اپنی زندگی میں خوش رہتا ہے اور حرص کرنے والا مال دار ہونے کے باوجود ناخوش اور پریشان رہتا ہے۔''

کفی من العیش ماقد سدمن رمق ففیه للحران حققت غنیان

''زندگی گزارنے کے لیے معمولی خورد و نوش کافی ہے بس اتنی مقدار شریف آدمی کو میسر آ جائے تو اس کا گزارہ ہو جاتا ہے۔''

هما رضیعا لبان حکمة وتقی وساکنا وطن مال وطغیان

''وہ دونوں حکمت و تقویٰ کے طفل شیر خوار ہیں۔ نیز مال اور سرکشی دونوں ایک ہی وطن کے رہنے والے ہیں۔''

من مد طرفا بفرط الجهل نحوهوی أغضی عن الحق یوما وهو خزیان

''جو خواہشات کی طرف جہالت کی وجہ سے بڑھتا ہے تو وہ ایک دن ذلیل و خوار ہو کر حق سے ہٹ جاتا ہے۔''

من استشار صروف الدهر قام له علی حقیقة طبع الدهر برهان

''جس کے لیے حوادثات کا سلسلہ کھل جائے تو اس کے لیے زمانہ کی طبیعت دلیل کے طور پر ظاہر ہو جاتی ہے۔''

من عاشر الناس لاقی منهم نصبا لأنَّ طبعهم بغی وعدوان

''جو عوام کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے تو ان سے تکلیف بھی پہنچتی ہے اس لیے کہ ان کے مزاج میں سرکشی و عداوت ہوتی ہے۔''

ومن یفتش علی الاخوان مجتهدا فجل اخوان هذا الدهر خوان

''اور جو بھائیوں کے متعلق کھوج میں مصروف ہے تو اسے (تجربہ سے) معلوم ہو جاتا ہے اس زمانہ کے سارے بھائی خیانت کرنے والے ہیں۔''

من یزرع الشر یحصد فی عواقبه　　ندامة والحصد الزرع ابان

''جو برائی کی فصل بوتا ہے اسے ندامت ہی حاصل ہوتی ہے اس لیے کہ کھیتی کے کاٹنے کا ایک وقت معین ہے۔''

من استنام الی الاشرار نام وفی　　قمیصه منهم صل و ثعبان

''جو بدوں سے مل کر مطمئن ہو جاتا ہے تو وہ اپنی قمیص میں اژدھالے کر سو جاتا ہے۔''

من سالم الناس یسلم من غوائلهم　　وعاش وهو قریرا لعین جدلان

''جو لوگوں کے ساتھ سلامتی کا معاملہ کرتا ہے تو وہ ان کے شرور سے محفوظ ہو کر سکون وچین کی زندگی بسر کرتا ہے۔''

من کان للعقل سلطان علیه غدا　　وما علی نفسه للحرص سلطان

''جو لوگ عقل کے محافظ بن جاتے ہیں انہیں کیا ہو گیا ہے کہ وہ حرص سے اپنے نفس کی حفاظت نہیں کرتے۔''

وان اساء مسی فلیکن لک فی　　عروض زلته صفح و غفران

''اور اگر کوئی چھپ کر برائی کا معاملہ کرے تو اس کی عصمت دری پر عفو و درگزر کا معاملہ کرو۔''

اذا نبا بکریم موطن فله　　وراء ه فی بسیط الارض أوطان

''جب کسی کا وطن اس کی شرافت کی خبر دے تو یاد رکھو اس کیلئے روئے زمین پر اس کے علاوہ بھی بہت سے وطن ہوں گے۔''

لاتحسبن سروراً دائماً ابداً　　من سرة زمن ساء ته أزمان

''تم اپنے آپ کو ہمیشہ کے لیے مسرور مت سمجھو اس لیے کہ زمانہ کسی وقت کسی کو خوش کر دیتا ہے تو دوسرے وقت اس کے ساتھ برے سلوک سے پیش آتا ہے۔''

یاظالما فرحا بالعز ساعده　　ان کنت فی سنة فالدهر یقظان

''اور اے بازوؤں سے زیادہ ظلم کرنے والے تو تو اپنے مرتبہ کی وجہ سے خوش ہے اگر تو اونگھ رہا ہے تو زمانہ تو بیدار ہے۔''

یاایها العالم المرضی سیرته　　أبشر فأنت بغیر الماء ریان

''اے عقلمند اور پاکیزہ کردار والے انسان، تمہیں میں خوشخبری دیتا ہوں کہ تم بغیر پانی کے ہی سیراب ہو۔''

ویا اخا الجهل لو اصبحت فی　　لجج فأنت مابینها لاشک ظمآن

''اور اے جاہل بھائی اگرچہ تو سمندر میں ہی کیوں نہ ہو تو تیرے پیاسا رہنے میں کوئی شک نہیں۔''

دع التکاسل فی الخیرات تطلبها　　فلیس یسعد بالخیرات کسلان

''تو بھلائی کی تلاش میں سستی نہ کر کیونکہ سست آدمی نیک کاموں میں سعادت مند نہیں ہوتا۔''

صن حر وجهک لا تهتک غلالته　　فکل حر لحر الوجه صوان

''تم اپنی عزت کی حفاظت کرو اس کی آبروریزی نہ کرو اس لیے کہ ہر شریف آدمی شریف آدمی کی حفاظت کرنے والا ہوتا ہے۔''

لاتحسب الناس طبعاً واحداً فلهم غرائز لست تحصیها وألوان

''تم ہر ایک کو ایک ہی سانچے میں ڈھلا ہوا مت سمجھو اس لیے کہ لوگوں کے مزاج بہت زیادہ رنگین اور مختلف ہوتے ہیں۔''

ماکل ماء کصداء الوارد نعم ولا کل نبت فهو سعدان

''ہر پانی اپنے گھاٹ میں آنے والے کے لیے شفاء بخش اور خوش گوار نہیں ہوتا اور ہر گھر میں سعدان[1] بھی نہیں ہوتی۔''

من استعان بغیر الله فی طلب فان ناصره عجزو خذلان

''جو بوقتِ ضرورت اللہ کے علاوہ کسی اور سے استعانت طلب کرتا ہے تو اس کا مددگار بے بس اور ضعیف ہوتا ہے۔''

واشد یَدَیْکَ بحبل الله معتصما فأنه الرکن ان خانتک أرکان

''اور تم اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو پس یہ مضبوط اور طاقتور ہے اگر چہ قوم نے تمہارے ساتھ بے وفائی کی ہو۔''

ولا ظل لِلْمَرْءِ یَغْنِی عن تقی ورضا وان اظلته اوراق و افنان

''اور کسی کے پاس خوف ورضا سے غنی کرنے والا سایہ نہیں ہے اگر چہ اسے پتوں اور ٹہنیوں نے اپنے سایہ میں گھیر لیا ہو۔''

والناس اخوان من والته دولته وهم علیه اذا عادته أعوان

''اور لوگ بادشاہ کیلئے بھائی بھائی ہوتے ہیں اور جب حاکم پر کوئی حملہ آور ہوتا ہے تو وہ اس کے معاون وحمایتی بن جاتے ہیں۔''

لا تغترر بشباب ناعم خضل فکم تقدم قبل الشیب شبان

''تم شگفتہ اور مدہوش جوانی کے فریب میں نہ پڑو اس لیے کہ بہت سے جوان بڑھاپے سے قبل ہی موت کا شکار ہو گئے۔''

ویا اخا الشیب لونا صحت نفسک لم یکن لمثلک فی الاسراف امعان

''اور اے بڑھاپے میں قدم رکھنے والے تیرا نفس تندرست ہے تمہارے جیسا اسراف کرنے والا کوئی نہیں ہے۔''

هب الشبیبة تبدی عذر صاحبها مابال شیبک یستهویه شیطان

''اگر جوانی اپنے حجرات کا عذر پیش کر رہی ہو تو شیطان کے مدہوش کیے ہوئے بڑھاپے کا کیا حال ہوگا۔''

کل الذنوب فان الله یغفرها ان شیع المرء اخلاص و ایمان

''ہر گناہ کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں بشرطیکہ آدمی کے پاس ایمان واخلاص کی دولت موجود ہو۔''

وکل کسر فان الله یجبره وما لکسر قناة الدین جبران

''اور جسم کی ہر ٹوٹی ہوئی ہڈی کو اللہ تعالیٰ جوڑ دیتا ہے لیکن دین کی ٹوٹی ہوئی لکڑی کو جوڑنے کی کسی میں طاقت نہیں ہے۔''

احسن اذا کان امکان و مقدرة فلا یدوم علی الانسان امکان

''حسن سلوک کا معاملہ کرو جب ہمت وطاقت ہو اس لیے کہ انسان کی ہمت وطاقت دائمی ہے۔''

---

[1] ''سَعْدَانُ'' ایک خاردار بوٹی جو اونٹ کی مرغوب غذا ہے۔ (المنجد صفحہ ۴۷۳)

فالروض یزدان بالانوار فاغمه — والحر بالعدل والاحسان یزدان

''پس چمن کھلی ہوئی کلیوں سے مزین ہے اور آزاد وشریف انسان عدل واحسان سے مزین رہتا ہے۔''

خذها سرائر امثال مهذبة — فیها لمن یبتغی التبیان تبیان

''ان پاکیزہ اور شائستہ افراد کی حکمتوں کو مدنظر رکھو جو لوگ رہنمائی حاصل کرنا چاہتے ہیں ان کے لیے اس میں رہنمائی پنہاں ہے۔''

ماضر حسابها والطبع صائغها — ان لم یصغها قریع الشعر حسان

''کوئی نقصان پہنچانے والا نہیں کلمات حکمت کی جادوگری کو درآنحالیکہ طبیعتوں کے حکماء نے انہیں ڈھالا ہے اگرچہ بہترین اشعار کی تیاری میں قادرالکلام شعراء نے حصہ نہ لیا ہو۔''

بعض شعراء نے تضمین کرتے ہوئے کہا ہے اور بعض اہل علم کے نزدیک خلیفہ راضی باللہ نے اس کی تضمین کی ہے۔

وکن لسنة خیر الخلق متبعاً — فانها لنجاة العبد عنوان

''اور تم خیر الخلق (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیروکار بن جاؤ اس لیے کہ سنت کا طریقہ بندہ کی نجات کے لیے ضروری ہے۔''

فهو الذی شملت للخلق انعمه — وعمهم منه فی الدارین احسان

''پس وہ ذات جس کی عنایات تمام مخلوقات پر چھائی ہوئی ہیں اور دنیا وآخرت کی ساری مخلوق پر ان کا ہی احسان ہے۔''

جبینه قمر قد زانه خفر — وثَغْرَهٗ در رغر و مرجان

''وہ مہ جبین جس کی حیا نے چار چاند لگا دیئے ہیں ان کے دانت بڑے بڑے موتیوں کی طرح چمک دار ہیں۔''

والبدر یخجل من انوار طلعته — والشمس من حسنه الوضاح تزدان

''اور بدر کامل ان کے چہرۂ انور کی ضیا پاشیوں سے شرمندہ ہے اور ان کے چہرہ کی چمک سے سورج کی روشنی میں اضافہ ہوتا ہے۔''

به توسلنا فی محوزلتنا — لربنا انه ذوالجود منان

''ہم اپنے رب سے اپنی لغزشوں سے درگزر کے لیے ان کو وسیلہ بناتے ہیں اس لیے کہ وہ فیاض اور محسن ہیں۔''

ومذأتی أبصرت عمی القلوب به — سبل الهدی ووعت للحق آذان

''اور جب وہ تشریف لائے تو اندھے قلوب نے ہدایت کا راستہ دیکھ لیا اور کانوں نے حق کی دعوت سن لی ہے۔''

یارب صل علیه ماهمی مطر — فأینعت منه أوراق و أغصان

''اے اللہ اس ذات اقدس پر رحمت نازل فرما جب تک بارش ہوتی رہے جس کی وجہ سے اس سے پتے اور ٹہنیاں پھوٹ پڑیں۔''

وابعث الیه سلاماً زاکیا عطراً — والآل والصحب لانفنیه ازمان

''اور ان پر ان کی آل واولاد پر اور ان کے اصحاب پر قیامت تک پاکیزہ اور معطر درود وسلام بھیجتے رہو۔''

ابوالقاسم بستیؒ کی نثر درج ذیل ہے۔(۱) جو اپنی اصلاح کر لیتا ہے تو اس کے حاسدین خاک آلود ہو جاتے ہیں۔(۲) جو غصہ کی پیروی کرتا ہے۔اس کا ادب ضائع ہو جاتا ہے۔(۳) بڑے لوگوں کے اخلاق اعلیٰ وارفع ہوتے ہیں۔(۴) سعادت مند غصہ سے وقت تھم جاتا ہے۔(۵) رشوت ضرورتوں کی رسی ہے۔(۶) بھائیوں کو ذلیل کرنے والا اور بادشاہوں پر بھروسہ کرنے والا جاہل ترین آدمی ہے۔(۷) سمجھ عقل کی کرن ہے۔(۸) آرزوئیں تمناؤں کا مذاق اڑاتی ہیں۔(۹) پاکدامنی گزارہ اور قناعت پر رضامندی کا نام ہے۔ابوالقاسم بستیؒ کی وفات ۴۰۰ھ میں ہوئی۔

الثعالة

"الثعالة"[1] (لومڑی) بروزن "نخالہ" "زبالة" اور "فضالة"...... یہ تینوں ہم شکل بھائی تھے۔"ثعالة" مشہور و معروف لومڑی کا نام ہے۔نیز "أرض مثعلة" اس زمین کو کہا جاتا ہے جہاں زیادہ تر لومڑیاں رہتی ہوں۔اسی طرح "أرض معقرة" اس زمین کو کہا جاتا ہے جہاں زیادہ تر بچھو رہتے ہوں۔

الامثال اہل عرب کہتے ہیں۔"أروغ من ثعالة" فلاں لومڑی سے زیادہ مکار ہے۔چنانچہ شاعر نے کہا ہے کہ

فاحتلت حین صرمتنی — والمرء یعجز لا محالة

"پس جب تو نے مجھ سے تعلقات توڑ لیے تو اس وقت میں نے تدبیر کی اور یقیناً انسان بے بس ہے۔"

والمرء یکسب ماله — والشیخ یورثه الفسالة

"اور آدمی اپنی کمائی کرتا ہے اور لالچ بے مقصد ذرات کا مالک بنا دیتی ہے۔"

والعبد یقرع بالعصا — والحر تکفیه المقالة

"اور غلام کو ڈنڈے سے پیٹا جاتا ہے اور آزاد کے لیے کہہ دینا ہی کافی ہوتا ہے۔"

اہل عرب کہتے ہیں۔"أعطش من ثعالة" فلاں لومڑی سے زیادہ پیاسا ہے۔

"ثعالة" کی تفسیر میں اہل علم کا اختلاف ہے۔پس محمد بن حبیب کا خیال ہے کہ اس سے مراد لومڑی ہے لیکن ابن العرابی نے اس کی مخالفت کی ہے۔ان کا خیال یہ ہے کہ "ثعالة" "بنومجاشع" کا ایک آدمی تھا اس نے جنگل میں اپنے ساتھی کا پیشاب پی لیا تھا۔چنانچہ وہ پیاسا ہی مر گیا تھا۔

الثعبة

"الثعبة" امام جوہریؒ نے کہا ہے کہ "الثعبة" ایک قسم کے گرگٹ کو کہتے ہیں۔

---

[1] اردو، لومڑی۔بنگالی، کھینک شیال۔بلوچی، روبا۔پشتو، لومبڑہ۔پنجابی، لومڑی۔سندھی، پھیکاری۔کشمیری، پوژھ لاد۔ (ہفت زبانی لغت صفحہ ۶۱۰) انگریزی۔ FOX VIXEN (کتابستان انگلش اردو ڈکشنری صفحہ ۵۹۲)

الثعلب

''الثعلب'' (لومڑی) یہ مشہور و معروف جانور کا نام ہے۔ اس کی جمع ''ثعالب'' اور ''أثعل'' آتی ہے۔ نیز مادہ کے لیے ''ثعلبۃ'' کے الفاظ مستعمل ہیں۔

ابن قانع نے اپنی معجم میں یہ روایت نقل کی ہے کہ وابصہ بن معبد کہتے ہیں کہ:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لومڑی درندوں میں سے سب سے زیادہ شریر ہوتی ہے۔'' (الحدیث)

لومڑی کی کنیت ابوالحصین' ابوالنجم' ابونوفل' ابوالوثاب اور ابوالحنبص وغیرہ ہے اور مادہ کی کنیت کے لیے ''ام عویل'' کے الفاظ مستعمل ہیں۔ نیز نر لومڑی کو ''ثعلبان'' بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ کسائی نے کہا ہے کہ

أرب يبول الثعلبان برأسه　　لقد ذل من بالت عليه الثعالب

''کیا ایسا بت معبود بنانے کے قابل ہے جس پر لومڑی پیشاب کر دے تحقیق جس پر لومڑی نے پیشاب کر دیا ہو وہ ذلیل و خوار ہے۔''

اسی طرح دیگر شعراء نے بھی اشعار کہے ہیں لیکن وہ سب وہم و خیال ہی ہیں۔

ابوحاتم رازی ''ثعلبان'' کو زبر کے ساتھ پڑھتے ہیں اور یہ ''ثعلب'' کو تثنیہ شمار کرتے ہیں۔

بعض اہل علم لکھتے ہیں کہ بنوثعلب کا ایک بت تھا جس کی وہ پوجا کرتے تھے۔ اتفاقاً ایک دن یہ لوگ اس کی پوجا کر رہے تھے کہ اچانک دو لومڑیاں دوڑتی ہوئی آئیں اور ٹانگیں اُٹھا کر بت پر پیشاب کرنے لگیں۔ اس بت کا ایک مجاور تھا جسے غاوی بن ظالم کہا جاتا تھا اس نے مذکورہ بالا شعر پڑھا پھر اس کے بعد بت کو توڑ دیا۔ اس کے بعد وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس اس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ غاوی بن ظالم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ تم راشد بن عبدربہ ہو۔

''نہایۃ الغریب'' میں مذکور ہے کہ ایک آدمی کا ایک بت تھا' وہ اس پر روٹی اور مکھن چڑھا کر بت کے سرہانے رکھ دیتا تھا اور اس سے یہ کہتا تھا کہ اسے کھالے۔ پس لومڑی آئی اور اس نے یہ دونوں چیزیں کھا کر بت پر پیشاب کر دیا۔ یہاں ''ثعلبان'' سے مراد ''نر'' لومڑی ہے۔

''کتاب الہروی'' میں مذکور ہے کہ دو لومڑیاں آتیں اور وہ روٹی اور مکھن کھا جاتیں۔ یہاں ''ثعلبان'' کا لفظ ''ثعلب'' کا تثنیہ ہے۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ ''ہروی'' نے ''ثعلبان'' کے معانی بیان کرنے میں خطا کی ہے اور روایت بیان کرنے میں بھی غلطی کی ہے بلکہ واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ لومڑی آئی۔ یہاں ''ثعلبان'' سے مراد نر لومڑی ہے اور ''ثعالب'' نر لومڑی کو کہتے ہیں جو مشہور جانور ہے۔ یہاں تثنیہ مراد نہیں ہے۔ پس اس لومڑی نے روٹی اور مکھن کھایا اور اس کے بعد بت پر پیشاب کر دیا پھر وہ آدمی کھڑا ہوا اور اس نے بت کو پتھر مار کر توڑ ڈالا۔ اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوا اور اس کی تفصیل بتائی اور اس نے یہ اشعار پڑھے

لقد خاب قوم أملوک لشدة　　أرادوا نزالا أن تكون تحارب

''تحقیق وہ قوم ناکام ہوگئی جن کے بادشاہ سخت مقابلہ کے لیے میدان میں اُتر آئے ہوں۔''

فلا أنت تغنی عن أمور تواترت　　ولا أنت دفاع اذا حل نائب

''پس تم پے درپے ہونے والے واقعات سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتے اور ناگہانی طور پر پیش آ جانے پر تم دور نہیں کر سکتے۔''

أرب یبول الثعلبان برأسه　　لقد ذل من بالت علیه الثعالب

''کیا ایسا بت پالنہار ہوسکتا ہے جس کے سر پر لومڑی نے پیشاب کر دیا ہو۔ تحقیق جس کے سر پر لومڑی نے پیشاب کر دیا ہو وہ رسوا ہو جاتا ہے۔''

یہ واقعہ بغوی نے ''معجم البغوی'' میں اور ''ابن شاہین'' وغیرہ نے ذکر کیا ہے اور اس آدمی کا نام راشد بن عبدر بہ تھا۔ اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ ''دلائل النبوۃ'' میں ابونعیم اصفہانی نے لکھا ہے۔ لغویین نے اس شعر کو جانوروں کے ناموں پر بطورِ دلیل پیش کیا ہے۔

''الثعلب'' میں مذکر اور مؤنث کا فرق اسی طرح ہے جیسے ''افاعی'' (مادہ سانپ) اور ''افعوان'' (ناگ) کے لیے مستعمل ہے اور ''عقارب'' (مادہ بچھو) اور ''عقربان'' (نر بچھو) کے لیے مستعمل ہے..... لومڑی کمزور، بزدل اور مکار درندوں میں سے ہے لیکن یہ خباثت اور مکر وفریب کی وجہ سے بڑے بڑے درندوں کے ساتھ دوڑ لیتی ہے۔ لومڑی اپنے لیے رزق کی تلاش اس تدبیر سے کرتی ہے کہ مردہ بن کر پیٹ پُھلا لیتی ہے اور اپنے پاؤں کھڑے کر دیتی ہے تاکہ جانور یہ سمجھیں کہ واقعی لومڑی ہلاک ہو چکی ہے۔ چنانچہ جب کوئی جانور لومڑی کے قریب آتا ہے تو یہ جھپٹ کر اسے شکار کر لیتی ہے لیکن لومڑی کا یہ حیلہ کتے پر نہیں چلتا۔

ایک مرتبہ کسی نے لومڑی سے کہا کہ تم کتے پر زیادہ کیوں حملہ کرتی ہو؟ لومڑی نے جواب دیا کہ میں کتے پر اس لیے زیادہ حملہ آور ہوتی ہوں کہ کتا دوسروں کے لیے شکار کرتا ہے اور میں اپنے لیے شکار کرتی ہوں۔ جاحظ نے کہا ہے کہ لومڑی کا اصل ہتھیار دھوکہ، فریب اور مردہ بن جانے کی صلاحیت ہے۔ نیز لومڑی کا ہتھیار واقعی کارگر ثابت ہوتا ہے۔ لومڑی کا ہتھیار ''حباری'' کے ہتھیار سے زیادہ کارگر ثابت ہوتا ہے۔ اہلِ عرب کہتے ہیں کہ "**ادھی و أنتن من سلاح الثعلب**."فلاں لومڑی سے زیادہ مکار ہے۔

امام جاحظ کا تذکرہ امام جاحظ کا نام عمرو بن بحر کنانی لیثی ہے۔ بعض اہلِ علم نے کہا ہے کہ جاحظ کو جاحظ اس لیے کہا جاتا ہے کہ جاحظ کی دونوں آنکھیں اُبھری ہوئی تھیں۔ امام جاحظ کو ''حدقی'' بھی کہا جاتا ہے اس لیے کہ بڑھاپے کی عمر میں ان پر فالج کا حملہ ہوا تھا۔ پس یہ حرارت اور گرمی کی وجہ سے نصف حصہ میں صندل اور کافور کی مالش کرتے اور جسم کا دوسرا نصف حصہ نہایت ٹھنڈا اور بے حس (سن) ہونے کی وجہ سے اگر قینچی سے کاٹ دیا جاتا تو انہیں احساس تک نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ امام جاحظ خود کہا کرتے تھے کہ میں دائیں بازو سے مفلوج ہو چکا ہوں۔ پس اگر میرا یہ حصہ قینچی سے بھی کاٹ دیا جائے تو مجھے محسوس نہیں ہوگا اور میرا بازو جوڑوں کے ورم سے بھر چکا ہے۔ پس اگر اس سے مکھی بھی گزرتی ہے تو مجھے تکلیف محسوس ہوتی ہے۔

جاحظ کہتے ہیں کہ میرے جسم میں دو متضاد چیزیں اکٹھی ہوگئی ہیں۔ پس اگر میں ٹھنڈی چیزیں کھاتا ہوں تو میرے پاؤں کو پکڑ لیتی ہیں اور اگر گرم اشیاء استعمال کروں تو میرا سر پکڑ لیتی ہیں۔ نیز جاحظ یہ اشعار پڑھتے ہیں۔

أترجوا أن نكون وأنت شيخ كما قد كنت أيام الشباب

''کیا تم بڑھاپے میں یہ امید رکھتے ہو کہ تم ایسے ہو جاؤ گے جیسے جوانی میں تھے۔''

لقد كذبتك نفسك ليس ثوب وليس كالجديد من الثياب

''تحقیق تمہیں نفس نے دھوکہ دیا ہے اس لیے کہ پرانا اور بوسیدہ کپڑا نئے کپڑے کی طرح نہیں ہوتا۔''

جاحظ نے ہر فن کی کتابیں تصنیف کی ہیں' ان کا شمار اکابر معتزلہ میں ہوتا ہے۔ چنانچہ معتزلہ کا ایک طبقہ جاحظ کے نام سے مشہور ہے۔ جاحظ کی سب سے بہترین تصنیف ''کتاب الحیوان'' ہے۔ جاحظ کی وفات ۲۵۵ھ کو بصرہ میں ہوئی۔

امام جاحظؒ ''کتاب الحیوان'' میں لکھتے ہیں کہ رزق کی عجیب وغریب تقسیم ہے کہ بھیڑیا لومڑی کا شکار کر کے کھا جاتا ہے اور لومڑی قنفذ کا شکار کر کے اسے کھا جاتی ہے۔ سانپ عصفور کا شکار کر کے اسے اپنی خوراک بنا لیتا ہے' گویا ٹڈی کا شکار کر کے کھا لیتا ہے اور ٹڈی زنبور (بھڑوں) کا شکار کر کے اسے اپنی خوراک بنا لیتی ہے اور بھڑ شہد کی مکھیوں کا شکار کر کے کھا لیتی ہے۔ شہد کی مکھی عام مکھیوں کا شکار کر کے انہیں اپنی خوراک بنا لیتی ہے اور مکھیاں مچھروں کا شکار کر کے اپنی غذا بنا لیتی ہیں۔

امام شعبی اور جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں لومڑیوں کے ساتھ خوب دوڑ رہا ہوں۔ پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تو نے ایسے جانور کے ساتھ دوڑ لگائی ہے کہ جس کے ساتھ نہیں دوڑنا چاہیے تو ایسا آدمی ہے جو جھوٹ بولتا ہے۔ پس تو اللہ سے ڈر۔ (روی صاحب الغیلانیات)

لومڑی کی عادت یہ ہے کہ وہ شکم سیر ہونے کے باوجود جب کبوتروں کے برج میں داخل ہو جاتی ہے تو کبوتروں کو ہلاک کر کے پھینک دیتی ہے اس لیے کہ جب اسے بھوک محسوس ہوگی تو انہیں آ کر کھا لے گی۔

پسو دور کرنے کا عمل بعض ظریفوں نے پسوؤں کے دور کرنے کا ایک عجیب وغریب طریقہ لکھا ہے کہ جب کسی کے اونی کپڑوں میں پسو زیادہ ہو جائیں تو وہ اس کپڑے کے ایک کونے کو منہ میں دبا کر آہستہ آہستہ پانی میں داخل ہو جائے۔ پسو پانی سے گھبرانے کی وجہ سے تمام اس کپڑے کے اس حصہ پر جمع ہو جائیں گے جو اس آدمی کے منہ میں ہے اس کے بعد اس کپڑے کو پانی میں پھینک دے اور وہاں سے تیزی سے نکل آئے اس طرح پسو پانی میں رہ جائیں گے۔

لومڑی کے متعلق عجیب وغریب واقعات بھیڑیا لومڑی کے بچوں کا دشمن ہوتا ہے اور لومڑی کے بچوں کی تلاش میں لگا رہتا ہے۔ پس جب لومڑی کے بچے پیدا ہوتے ہیں تو لومڑی اپنے رہنے کی جگہ پر جنگلی پیاز کے پتے رکھ دیتی ہے تاکہ بھیڑیا اس کی بو سے فرار ہو جائے۔ لومڑی کی کھال کی پوستین سب سے بہتر شمار کی جاتی ہے۔ لومڑی سفید' کالی اور خلنجی مائل ہوتی ہے۔

امام قزوینیؒ نے ''عجائب المخلوقات'' میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ نوح بن منصور سامانی کی خدمت میں ایسی لومڑی بطور ہدیہ پیش کی گئی جس کے بال کے دو پر تھے۔ پس جب کوئی آدمی لومڑی کے قریب جاتا تو وہ انہیں پھیلا دیتی اور جب اس سے دور ہو جاتا تو وہ اپنے پروں کو سمیٹ لیتی تھی۔

اس کے بعد امام قزوینیؒ لکھتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں لومڑی اڑتی تھی۔

''کتاب الاذکیا'' کے آخر میں ابوفرج بن جوزی نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ شیر' لومڑی اور بھیڑیا اکٹھے شکار کرنے کے لیے نکلے۔ پس انہوں نے جنگلی گدھا' ہرن اور خرگوش کا شکار کیا۔ پس شیر نے بھیڑیا سے کہا تم سب کے لیے شکار تقسیم کرو۔ بھیڑیا نے کہا کہ معاملہ تو واضح ہے کہ جنگلی گدھا تیرے لیے ہے' خرگوش لومڑی کے لیے اور ہرن میرے لیے ہے۔ پس شیر نے زوردار پنجہ مارا اور بھیڑیے کا سرتن سے جدا کر دیا پھر شیر نے لومڑی سے کہا کہ اللہ تعالیٰ بھیڑیا کا برا کرے یہ تو تقسیم کے معاملہ میں بالکل جاہل ہے اے ابومعاویہ (لومڑی کی کنیت) تم آؤ اور تقسیم کرو۔ لومڑی نے کہا ابوحرث (شیر کی کنیت) معاملہ تو واضح ہے کہ جنگلی گدھا آپ کے صبح کے کھانے کے لیے ہے اور ہرن شام کے کھانے کے لیے اور خرگوش آپ اسی وقت کھا لیجیے۔ پس شیر نے لومڑی سے کہا کہ تم نے بہت عمدہ فیصلہ کیا ہے۔ یہ فیصلہ تیرے علم میں کہاں سے آ گیا؟ لومڑی نے کہا کہ بھیڑیے کے سر کے تن سے جدا ہونے سے۔

شعبی کہتے ہیں کہ شیر نے لومڑی سے کہا تم نے فیصلہ کرنے میں عقل مندی سے کام لیا' تم نے یہ تقسیم کہاں سے سیکھی ہے؟ لومڑی نے کہا بھیڑیا کے معاملے سے جو میرے سامنے پیش آیا۔

جانوروں کی ذہانت کے واقعات امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم یمن کا سفر کر رہے تھے تو ہم نے توشہ دان کھانا کھانے کے لیے رکھا۔ اتنے میں مغرب کا وقت قریب آ گیا تو ہم نے سوچا کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد کھانا کھائیں گے تو ہم نے دسترخوان اسی حالت میں چھوڑ دیا اور نماز میں مصروف ہو گئے۔ دسترخوان پر پکی ہوئی دو مرغیاں تھیں۔ پس ایک لومڑی آئی اور ایک مرغی لے کر چلی گئی۔ پس جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے افسوس کرتے ہوئے سوچا کہ ہمارا کھانا ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔ ابھی ہم سوچ ہی رہے تھے کہ اچانک لومڑی آئی اور اس کے منہ میں مرغی کی مانند کوئی چیز تھی۔ پس لومڑی نے اسے رکھ دیا۔ پس ہم اس کی طرف دوڑے تاکہ اسے حاصل کریں اور ہم نے سمجھا کہ شاید لومڑی ہماری مرغی واپس کر رہی ہے۔ پس جب ہم مرغی لینے کے لیے گئے تو وہ لومڑی دسترخوان کے پاس جا کر دوسری مرغی بھی لے گئی اور ہم جس کو مرغی سمجھ کر لینے کے لیے گئے تھے تو ہمیں معلوم ہوا کہ مرغی جیسی کھجور کی چھال تھی جو لومڑی دھوکہ دینے کے لیے بنا کر لائی تھی۔

جانوروں اور پرندوں کی ذہانت کے واقعات میں ذیل کے یہ واقعات بھی ہیں جن کو قاسم بن ابی طالب تنوخی انبالوی نے ذکر کیا ہے۔ قاسم کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ چند ساتھیوں کے ہمراہ ''انبار'' جا رہا تھا۔ ہمارے ساتھ بادشاہ کا شکاری پرندہ رکھنے والا شخص بھی تھا۔ پس تمام لوگ باز کو سدھار رہے تھے۔ پس تھوڑی دیر کے بعد باز کو تیتر پر چھوڑ دیا گیا۔ پس تیتر موقع پاتے ہی جھاڑی میں گھس گیا اور کانٹے دار درخت میں گھس کر اس کی جڑوں کو اپنے پاؤں سے پکڑ لیا اور پاؤں اٹھا کر چت سو گیا۔ پس تیتر اس طرح باز سے چھپ گیا اور جب باز کا مالک اس جھاڑی کے قریب آیا تو وہ تیتر اڑ گیا اس طرح وہ اس مرتبہ باز والے سے بھی بچ گیا۔ بالآخر باز والے نے تیتر کا شکار کر لیا۔ پس لوگوں نے کہا کہ ہم نے تیتر سے زیادہ چالاک کوئی نہیں دیکھا۔ اس واقعہ کو قاضی ابوالحسن علی بن تنوخی نے ''اخبار المذاکرہ ونشوان المحاضرۃ'' میں یوں بیان کیا ہے کہ:

مجھ سے ابوقاسم تنوخی نے اس طرح بیان کیا ہے کہ میں ایک مرتبہ چند ساتھیوں کے ہمراہ انبار کی طرف جا رہا تھا اور ہمارے ساتھ

بادشاہ کا شکاری پرندہ رکھنے والا بھی تھا کہ تھوڑی دیر کے بعد ہمیں تیتر نظر آیا تو باز کو اس پر چھوڑ دیا گیا۔ پس تیتر اُڑ گیا لیکن باز تیتر کی تلاش میں رہا۔ پس تمام ساتھی تکبیر و تہلیل کہنے لگے۔ پس میں بھی ان کے قریب ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ تیتر باز سے چھپنے کے لیے جھاڑی میں گھس گیا ہے اور کانٹے دار درخت کی دو جڑوں کو پکڑ کر دونوں پاؤں اُٹھا کر چت ہو گیا ہے۔ باز کافی دیر تک تلاش کرتا رہا لیکن تیتر اسے کہیں نہ مل سکا اور باز کو یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ تیتر اس طرح سے چالاکی دکھا کر کانٹے دار درخت میں لیٹ کر سو گیا ہے۔ یہاں تک کہ باز کا مالک آ گیا تو تیتر اسے دیکھ کر اُڑ گیا۔ پس باز نے اسے پکڑ لیا اور شکار مل گیا۔ پس تمام ساتھیوں نے کہا ہم نے اس جیسا چالاک تیتر اپنی جان کی حفاظت کی تدبیر کرنے والا نہیں دیکھا اور نہ ہی سنا۔ تیتر کی چالاکی دیکھ کر تمام ساتھی حیران ہو گئے۔ (اخبار المذاکرہ ونشوان المحاضرہ)

اس قسم کے واقعات بھی پرندوں کی چالاکیوں سے زیادہ قریب ہیں۔

قاضی ابو علی تنوخی کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوالفتح بصری نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے اہل موصل نے بیان کیا ہے کہ (اہل موصل شکار اور شکاری پرندہ کے شوقین تھے) ارمینیہ کے علاقے کے ایک شکاری نے کہا کہ میں ایک مرتبہ شکار کے لیے جنگل کی طرف گیا اور اپنے جال میں ایک مانوس پرندہ ڈال کر جال بچھا دیا اور میں زمین کے نیچے جھونپڑی میں چھپ گیا اور وہیں سے جال کی طرف دیکھتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد جال میں ایک باز پھنس گیا تو میں نے اسے پکڑ لیا۔ پھر جب دوپہر کا وقت قریب ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک خوبصورت زمج[1] پرندہ جال پر اُڑ رہا ہے جب اس نے باز کو دیکھا تو وہ علیحدہ قریب ہی بیٹھ گیا پھر میں تھوڑی دیر تک انتظار کرتا رہا پھر جب میں نے دیکھا تو ایک عقاب اُڑتا ہوا آیا۔ جب عقاب نے "زمج" کو دیکھا تو وہ بھی اس کے پاس بیٹھ گیا پھر تھوڑی دیر کے بعد معلوم ہوا کہ ایک پرندہ ہوا میں اُڑ رہا ہے۔ پس "زمج" عقاب سے پہلے اُڑ کر اس پرندے کے پیچھے لگ گیا یہاں تک کہ "زمج" نے اسے شکار کر لیا اور "زمج" نے اسے چونچ سے نوچ کر صاف کیا یہاں تک کہ صاف ستھرا گوشت ہو گیا۔ پس "زمج" گوشت کو کھانا ہی چاہتی تھی کہ عقاب بھی اس کے ساتھ کھانے لگا۔ پس جب گوشت ختم ہو گیا تو عقاب نے جفتی کے لیے اپنا پر "زمج" پر پھیلا دیا۔ عقاب کی اس حرکت پر "زمج" نے اپنے بازو سے اس کے منہ پر زور سے مارا لیکن عقاب نے کچھ پرواہ نہ کی اور دوبارہ پر پھیلا دیا تو "زمج" نے غضب ناک ہو کر اپنے بازو مزید قوت کے ساتھ عقاب کے منہ پر مارے۔ عقاب نے تیسری مرتبہ پھر پر پھیلایا تو "زمج" نے اپنی چونچ سے اس قدر مارا کہ عقاب کی موت واقع ہو گئی پھر اس کے بعد "زمج" فرار ہو گئی۔ "زمج" کے جال سے دُور رہنے کی وجہ سے میں حیران تھا اور دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ شاید یہ سدھائی ہوئی ہے یا جال سے سابقہ پڑنے کی وجہ سے وہ اس سے واقف ہے اور یہ بھی کہ عقاب سے قبل اس کی ایک پرندے سے جنگ ہو چکی ہے جسے بالآخر اس نے شکار کر کے اس کا گوشت کھا لیا تھا اور میں یہ بھی سوچ رہا تھا کہ اس نے عقاب کو جفتی سے روکا پھر اپنے ساتھ گوشت کھلایا اور اس کے بعد بھی جفتی کے لیے راضی نہ ہوئی اور عقاب کو محض اس بناء پر قتل کر دیا کہ وہ اس سے جفتی کرنا چاہتا تھا۔ پس میں نے اس کے شکار کا ارادہ کیا تا کہ اس کے ذریعے سے دوسرے پرندوں کا شکار کروں۔ چنانچہ یہ رات بھی میں نے جھونپڑی میں گزاری جب صبح ہوئی تو "زمج" اسی سابقہ وقت پر جال کے پاس آئی اتنے میں ایک عقاب وہاں آ گیا اور اس

(۱) "الزُمَّج" عقاب سے چھوٹا ایک سرخ رنگ کا شکاری پرندہ (مصباح اللغات صفحہ ۳۴۴)

کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا پھر انہیں فضا میں ایک پرندہ اُڑتا ہوا نظر آیا اور اس کے بعد دوسرے عقاب کے ساتھ وہی واقعہ پیش آیا جو گزشتہ دن پہلے عقاب کے ساتھ پیش آیا تھا اور ''زمج'' ٹھیک اسی طرح اُڑ گئی۔ تو میں حیران و پریشان ہو گیا اور مجھ سے ''زمج'' کے شکار کی خواہش مزید تیز ہو گئی۔ چنانچہ تیسری رات بھی میں اسی جھونپڑی میں رہا۔ پس جب صبح ہوئی تو وہی ''زمج'' پچھلے دنوں کی طرح جال کے قریب آ کر بیٹھ گئی اور چند لمحوں کے بعد ہی ایک ہلکے پھلکے جسم والا عقاب آیا جس کے بال وحشیانہ طور پر بکھرے ہوئے تھے اور آ کر ''زمج'' کے قریب بیٹھ گیا پھر انہیں فضا میں ایک شکار نظر آیا۔ چنانچہ ''زمج'' نے اُڑنے کی کوشش کی لیکن عقاب اسے زور زور سے مارنے لگا۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اسے قتل کر دے گا پھر وہ خود تیزی سے اوپر اُڑا اور اس پرندے کا شکار کر کے سامنے رکھا اور خود تو اس میں سے کچھ نہیں کھایا البتہ ''زمج'' کو کھانے کی اجازت دے دی۔ پس جب ''زمج'' نے خوب سیر ہو کر کھا لیا تو عقاب نے بقیہ گوشت کھایا جب گوشت ختم ہو گیا اور دونوں آسودہ ہو گئے تو عقاب نے جفتی کے لیے اپنے پر ''زمج'' پر پھیلائے تو وہ رضامند نہیں ہوئی مگر جب عقاب نے دوبارہ پر پھیلائے تو ''زمج'' جفتی کے لیے آمادہ ہو گئی اور اس نے عقاب کو اپنے اوپر قدرت دے دی۔ چنانچہ عقاب ''زمج'' پر چڑھ گیا اور آسودہ ہو کر جفتی کی اور فراغت کے بعد دونوں اُڑ گئے۔ قاضی ابو علی تنوخی ایک دوسرا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں قدیم مولد سپاہیوں میں سے ایک سپاہی (جو بعد میں ابو محمد یحیٰ بن محمد سلیمان کا دربان ہو گیا تھا) نے مجھ سے بیان کیا کہ میں بادشاہ کے کمانڈروں میں سے ایک کمانڈر (جو ابو اسحاق بن ابو مسعود رازی کے نام سے معروف تھے) کے ساتھ رہتا تھا۔ اسپین کا شہر المدائن اور مدینہ عتیقہ انہیں کے زیر کنٹرول تھے۔ یہ شہر اس وقت آباد تھا اور بادشاہ وہاں آیا کرتے تھے۔ وہ شکار کے بے حد شوقین تھے۔ ایک مرتبہ میں ان کے ساتھ وہیں مقیم تھا کہ ایک دن شہر رومیہ جو مدینہ عتیقہ کے بالمقابل سامنے تھا اور غیر آباد تھا' کی طرف شکار کے لیے میرے ساتھ نکلے۔ انہوں نے اپنے ساتھ اپنا شکاری پرندہ شکرہ اور شکار کا سامان اور کچھ سپاہی لے لیے۔ طویل سفر کے بعد واپسی میں چلتے ہوئے بادشاہ کا شکرہ جو شکار کھا کر سیراب ہو چکا تھا' اچانک اس نے اپنا پنجہ سینے پر پھیرا اور بڑے زوردار انداز میں متحرک اور مضطرب ہوا۔ ابن مسعود نے اس سے کہا کہ شاید ''شکرہ'' نے کوئی شکار دیکھ لیا ہے جس کی وجہ سے یہ مضطرب ہے لہٰذا تم اسے شکار پکڑنے کے لیے چھوڑ دو۔ اس نے جواب دیا حضور شکرہ بڑا مکار ہے اس کی یہ حرکت شکار کی وجہ سے نہیں کیونکہ یہ تو سیراب ہو چکا ہے اور مجھے خطرہ ہے کہ اگر میں نے اسے شکار کے لیے چھوڑ دیا تو یہ بھاگ جائے گا۔ پس شکرہ کی حرکت مزید تیز ہو گئی تو کمانڈر نے کہا کہ اسے چھوڑ دو اگر اسے کچھ ہوا تو ہم اس کے ذمہ دار ہوں گے۔ پس جب اس نے شکرہ کو چھوڑ دیا تو وہ اُڑتا ہوا اس شکار کے قریب پہنچ گیا اور ہم بھی اس کے پیچھے دوڑتے رہے یہاں تک کہ شکار جھاڑی کے اندر پہنچ کر اپنے آپ کو چھپانے لگا لیکن ہم اسے دیکھ رہے تھے۔ پس شکرہ پر مارتا ہوا جھاڑی پر جا کر بیٹھ گیا تھوڑی دیر بعد میں نے دیکھا کہ تیر کی طرح اندر سے کوئی چیز باہر کی طرف تیر کے پھل کے بقدر چڑھی تو شکرہ وہاں سے ہٹ گیا۔ شکرہ کے ہٹ جانے کے بعد وہ چیز پھر جھاڑی کے اندر اُتر گئی۔ ہم لوگ بھی پیچھے سے اس جھاڑی میں داخل ہو گئے تو دیکھا کہ شکرہ ایک سرخاب کو پکڑنے کے لیے اس کے پیچھے دوڑ رہا ہے اور پھر شکرہ نے اسے شکار کر لیا۔ چونکہ سرخاب کی یہ عادت ہے کہ جب کوئی شکاری جانور اسے شکار کرنے کے لئے آتا ہے تو وہ اس کے پروں کو زخمی کرنے' جسم میں سوراخ کرنے اور کھال کو کاٹنے کے لئے اس پر بیٹ کر دیتا ہے کیونکہ اس کی بیٹ نہایت گرم اور شعلہ کی مانند ہوتی ہے۔ پس شکرہ اس سے واقف ہونے کی بناء پر سرخاب پر

محتاط انداز میں حملہ آور ہوا تو سرخاب نے بیٹ کرنے کی کوشش کی مگر شکرہ محفوظ رہا اس کے بعد شکرہ اس پر جھپٹ پڑا اور اسے شکار کر لیا۔ چنانچہ اب ہمیں معلوم ہوا کہ تیر کے پھل کے بقدر جو چیز اوپر اٹھی تھی' وہ سرخاب کی بیٹ تھی جو اس نے شکرہ پر گرانا چاہی تھی۔ اس واقعہ سے تمام شکاری سپاہی' شکرے باز اور حاضرین بہت متعجب ہوئے اور شکاری جانوروں کے عجیب و غریب کارناموں میں سے اس کارنامے کو حیرت انگیز پایا۔ قاضی تنوخی نے اس واقعہ کو فارس کے حوالے سے اس طرح بیان کیا ہے کہ فارس نے بتایا کہ ہارون بن غریب الحبال اور اس کا لشکر اور فوجی مقام حلوان کے سامنے مقیم تھے' میں اور کچھ فوجی حالت سفر میں تھے اور راستے میں شکار بھی کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اچانک ان کے سامنے ہرن کا ایک بچہ ظاہر ہوا تو لوگوں نے اسے شکار کرنے کیلئے اپنا شکرہ چھوڑا۔ کتا اور باز چونکہ اس وقت ان کے قریب نہیں تھے اس لیے کسی کتے کو اس کے ساتھ نہ چھوڑ سکے کیونکہ عموماً شکرہ تنہا ہرن یا اس کے بچہ کا شکار نہیں کر سکتا مگر یہ کہ اس کے ساتھ کوئی شکاری کتا بھی ہو۔

اگر شکرہ کے ساتھ کتا بھی ہوتا تو شکرہ ہرن کے بچہ پر حملہ آور ہو کر اسے زخمی کر دیتا اور اپنے پروں کو اس کی آنکھوں پر پھیلا دیتا تا کہ وہ تیز نہ دوڑ سکے اور کتا پیچھے سے دوڑ کر ہرن کے بچے کو پکڑ لیتا۔ بالآخر کتا کے قریب نہ ہونے کی بناء پر ابن الحبال نے صرف شکرہ کو شکار پر چھوڑ دیا تا کہ کتے کے انتظار میں شکار سے محروم نہ ہو جائیں اس لیے انہوں نے مناسب سمجھا کہ فی الحال شکرے کو ہرن پر چھوڑ دیا تا کہ وہ اسے مشغول کر دے اور تیز دوڑنے سے باز رکھے یہاں تک کہ ہم لوگ ہرن کو اپنے تیروں اور گھوڑوں سے پالیں اور اس کا شکار کر لیں۔ پس شکرہ ہرن کی طرف تیزی سے اڑا اور ہم لوگ بھی اس کے پیچھے دوڑے۔ فارس کہتے ہیں میں بھی ان دوڑنے والوں میں شامل تھا۔ ہرن صحرا کے نشیبی علاقے میں بڑی تیزی سے دوڑتا رہا اور جب زمین کا ڈھلان ختم ہو گیا تو شکرہ نے اس کی گردن اور چہرے پر حملہ کیا اور اپنی چنگل اس میں گاڑ دی لیکن ہرن نے شکرہ کے حملہ کو برداشت کر لیا اور اسے اٹھائے ہوئے بھاگتا رہا۔ نیز شکرہ نے زمین پر اپنی گرفت مضبوط کرنے کے لیے اپنے ایک پاؤں کو زمین کی طرف گرا دیا تھا۔ بالآخر ہرن میدان کے ایک مقام پر جہاں کچھ خاردار جھاڑی تھی' رک گیا اور ایک بڑے خاردار درخت کی جڑ میں لگ کر کھڑا ہو گیا۔ شکرے نے ہرن کو دوسرے پنجے سے جسے وہ اس کی گردن اور چہرے کے درمیان گاڑے ہوئے تھا' زور سے کھینچا اور بالآخر ہرن کی گردن توڑ کر اسے پچھاڑ دیا پھر اس کے بعد ہم لوگ وہاں پہنچے اور اسے ذبح کیا اور جو خوشخبری دی گئی تھی' وہ سچ ثابت ہوئی۔ اس کے بعد ابن حبال اور اس کے ساتھیوں نے کہا کہ اللہ کی قسم ہم نے اس سے زیادہ چالاک شکرہ کبھی نہیں دیکھا اور انہوں نے شکرہ کے ساتھ مہربانی کا معاملہ کرتے ہوئے اسے آزاد کر دیا۔

قاضی ابوعلی تنوخی ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں' مجھے ابوالقاسم بصری نے اور انہیں جمداریہ کے ایک سپاہی نے خبر دی کہ وہ اپنے سپہ سالاروں میں سے ایک سپہ سالار کے ہمراہ شکار کے لیے نکلا۔ اس سپہ سالار کے پاس ایک عقاب تھا جس کے ذریعے وہ شکار کیا کرتا تھا۔ اس نے دوران سفر کافی شکار کیا۔ پس ایک مرتبہ عقاب اپنے مالک کے ہاتھوں میں بے حد مضطرب ہو گیا تو مالک کو عقاب سے خطرہ محسوس ہونے لگا کہ کہیں وہ اس پر حملہ آور نہ ہو جائے کیونکہ اس پرندے کو اگر اس کے ارادوں سے باز رکھا جائے تو بسا اوقات وہ اپنے مالک کی ہلاکت کا باعث بن جاتا ہے۔ چنانچہ شکاری نے عقاب کو چھوڑ دیا۔ پس وہ عقاب تیزی سے اڑتا ہوا دور نکل گیا اور ایک نہایت بوڑھے اور کمزور شخص پر جا گرا جو اس وقت خاردار لکڑی وا اپنے گھٹنوں سے بل کھینچتے ہوئے لے جا رہا تھا۔ عقاب نے جھپٹ کر اپنی

چونچوں سے بوڑھے آدمی کو خوب نوچا اور اس کی گردن توڑ کر اسے قتل کر ڈالا اور اس کے خون میں اپنے آپ کو لت پت کر لیا اور اس کا کچھ گوشت بھی کھا لیا۔ عقاب کا مالک یہ خبر لے کر سپہ سالار کے پاس پہنچا۔ کمانڈر نے اس کے آتے ہی سوال کیا کہ کیا کوئی خاص خبر ہے؟ اس نے جواب دیا حضور! عقاب نے ایک پراگندہ جنگلی بوڑھے کو قتل کر دیا ہے حالانکہ عقاب کو چھوڑنے سے پہلے ہم لوگ کہہ رہے تھے کہ جنگلی ہرن یا جنگلی بلے کو شکار کیا جائے تو وہ ہماری باتیں سن رہا تھا۔ کمانڈر نے سمجھا کہ وہ جنگلی بوڑھا بھی جنگلی ہرن یا جنگلی بلے کی طرح کوئی جانور ہوگا لیکن وہ یہ نہ سمجھ سکا کہ عقاب نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا ہے پھر کمانڈر کو یقین دلایا گیا۔ کمانڈر نے کہا تمہارا برا ہو' بھلا عقاب بھی کسی انسان کو ہلاک کر سکتا ہے اور پھر کمانڈر اس جگہ پر ماجرا دیکھنے کے لیے چل دیا۔ چنانچہ ہم لوگ بھی ان کے پیچھے چل دیئے۔ پس جب ہم وہاں پہنچے تو واقعی ہم نے ایک بوڑھے کو اسی طرح مردہ پایا۔ کمانڈر کو اور ہم تمام لوگوں کو اس سے بے حد غم و افسوس ہوا اور عقاب کے اس کرتوت سے بہت حیرت ہوئی۔ قاضی تنوخی نے اپنی کتاب میں محمد بن سلیمان کے حوالے سے ایک اور واقعہ نقل کیا ہے۔ محمد بن سلیمان کہتے ہیں کہ مجھ سے بعض شکاریوں نے بیان کیا کہ میں نے خود بھی شکار میں ہونے والے واقعات و عجائبات کا بار بار مشاہدہ کیا ہے لیکن ان واقعات میں سے سب سے عمدہ واقعہ یہ ہے کہ فلاں شخص کے پاس ایک باز تھا' ایک مرتبہ باز کو شکار کے لیے چھوڑا گیا تو اس نے ایک تیتر کو شکار کر لیا اور ایک پاؤں سے اسے مضبوطی سے تھام کر اپنی عادت کے مطابق پاؤں سے چلنے لگا اور اسے پکڑے ہوئے اپنے مالک کا انتظار کرنے لگا تا کہ وہ آ کر اسے ذبح کرے اور عادت کے مطابق اسے اس کا گوشت کھلائے۔ چنانچہ باز کا مالک ابھی دوسرے کنارے پر تھا کہ اسی دوران اسے ایک اور تیتر اُڑتا ہوا نظر آیا تو وہ اس پہلے تیتر کو پاؤں میں پکڑے ہوئے دوسرے تیتر کو شکار کرنے کے لیے اُڑا اور اسے بھی پکڑ کر اپنا شکار بنا لیا اور زمین پر اُتر کر دونوں کو لیے ہوئے چلنے لگا۔ پس ہم لوگ جمع ہوئے اور ہم نے باز کا اس حال میں مشاہدہ کیا اور پھر ہم لوگوں نے باز سے تیتر لے کر ذبح کیا۔ ابن الجوزی نے ''کتاب الاذکیاء'' کے آخر میں اور حافظ ابونعیم نے ''حلیۃ الاولیاء'' میں امام شعبی سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ ایک شیر بیمار ہوا تو اس کی عیادت کے لیے لومڑی کے علاوہ تمام جانور شیر کے پاس آئے۔ پس ایک بھیڑیئے نے لومڑی کی چغلی کی۔ پس شیر نے کہا جب وہ آئے تو مجھے بتانا۔ پس جب لومڑی آئی تو شیر کو بتایا گیا تو شیر غصہ ہوا۔ لومڑی نے کہا کہ میں آپ کے لیے دوا تلاش کر رہی تھی۔ پس شیر نے کہا تمہیں کیا ملا؟ لومڑی نے کہا کہ بھیڑیئے کی پنڈلی میں ایک دانہ کے بقدر چیز ہے جو آپ کے لیے مفید ہے' آپ بذاتِ خود اسے نکالیں۔ پس شیر نے اپنا پنجہ بھیڑیئے کی پنڈلی پر گاڑ دیا اور اسے لہولہان کر دیا۔ اتنے میں لومڑی وہاں سے کھسک گئی۔ پس وہ بھیڑیا لومڑی کے قریب سے گزرا اور اس کی ٹانگ سے خون بہہ رہا تھا۔ پس لومڑی نے بھیڑیئے سے کہا اے سرخ موزے والے! جب تم بادشاہوں کے قریب بیٹھو تو دیکھا کرو کہ تمہارے سر اور دماغ سے کیا چیز نکل رہی ہے؟ حافظ ابونعیم کہتے ہیں' امام شعبی یہ واقعہ بیان کر کے صرف مثال دینا چاہتے ہیں اور لوگوں کو تنبیہ کرنا مقصود ہے۔ نیز اس واقعہ کو بیان کرنے کا مقصد زبان پر کنٹرول رکھنے' اخلاق کو سنوارنے پر زور دینا ہے۔ (کتاب الاذکیا' وحلیۃ الاولیاء)

اسی کی مثل شاعر نے کہا ہے کہ ۔

احفظ لسانک لاتقول فتبتلی ان البلاء موکل بالمنطق

''تم اپنی زبان کی حفاظت کرو اگر تم گفتگو کرو گے تو مصائب میں گرفتار ہو جاؤ گے کیونکہ مصیبتیں عموماً بولنے ہی کی وجہ سے آتی ہیں۔''

امام احمد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز میں مرغوں کی طرح تین ٹھونگ لگانے، کتوں کی طرح بیٹھنے اور لومڑیوں کی طرح تاک جھانک کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (رواہ احمد) امام شعبی سے کسی نے سوال کیا کہ قاضی شریح کو جو "ادھی من الثعلب وأحیل" (لومڑی سے زیادہ مکار وحیلہ گر) کہا جاتا ہے اس کی وجہ کیا ہے؟ امام شعبی نے فرمایا کہ قاضی شریح طاعون کے زمانے میں مقام نجف کی طرف چلے گئے۔ پس جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو ایک لومڑی سامنے آ کر کھڑی ہو جاتی اور ان کی نقل وحرکت کی نقل کرتی اور سامنے سے گزرتی تھی جس سے قاضی شریح کی توجہ منقسم ہو جاتی۔ پس جب کافی مدت گزر گئی تو قاضی شریح نے اپنا کرتہ اُتار کر ایک موٹی لکڑی کو پہنا دیا اور آستین باہر نکال دی اور اپنی ٹوپی اس کے سر پر رکھ دی۔ پس لومڑی حسب معمول سامنے آ کر کھڑی ہوگئی اور اپنی عادت کے مطابق کام کرنے لگی۔ پس شریح لومڑی کے پیچھے آئے اور اسے اچانک پکڑلیا۔ پس اسی واقعہ کی وجہ سے قاضی شریح کے متعلق یہ مقولہ "ادھی من الثعلب وأحیل" مشہور ہے۔ لومڑی اور بلی کے چیخنے کی آواز کے لیے "ضغا یضغو ضغوا وضغا" آتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ "ضغا الثعلب او السنور یضغو ضغوا وضغاء" (یعنی لومڑی یا بلی چیخی) اسی طرح ہر ذلیل ومقہور کی آواز کے لیے یہ الفاظ مستعمل ہیں۔

امام ثعالبی، علامہ ابومنصور عبدالملک بن محمد نیشاپوریؒ رأس المؤمنین وامام المصنفین کا لقب ثعالبی تھا۔ یہ بہت بڑے ادیب اور عظیم تصانیف کے مالک تھے۔ ان کی مشہور اور معرکۃ الآراء تصانیف میں سے ''ثمار القلوب، فقہ اللغۃ اور یتیمۃ الدھر فی محاسن اہل العصر'' وغیرہ ہیں۔ اسی طرح ثعالبی لومڑی کے چمڑے کی سلائی کرنے کی طرف منسوب ہے۔ علامہ ابومنصور لومڑی کے چمڑے کی سلائی کرتے تھے اور اسی سے اپنی حاجات پوری کرتے تھے اس لیے اسی کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کا لقب ثعالبی پڑ گیا۔ علامہ منصور کی کتاب 'یتیمۃ الدھر' ان کی تصانیف میں سے عمدہ اور عظیم ہے۔ اسی کتاب کے متعلق ابوالفتح اسکندری نے درج ذیل اشعار کہے ہیں ۔

ابیات اشعار الیتیمۃ ابکار افکار قدیمۃ

''یتیمۃ الدھر (کتاب) کے شعری ابیات قدیم افکار اور جدید نظریات کے حامل ہیں۔''

ماتوا وعاشت بعدھم فلذاک سمیت الیتیمۃ

''لوگ تو مر گئے لیکن یہ ان کے بعد بھی باقی رہی۔ پس اسی وجہ سے اس کا نام 'یتیمۃ' رکھا گیا ہے۔''

علامہ منصور ثعالبی کے درج ذیل اشعار ہیں ۔

یَا سَیِّدًا بِالْمُکْرِمَاتِ ارتدی وانتعل العیوق[1] والفرقدا[2]

''اے سردار! فیاضی وسخاوت اور لطف وکرم کی چادر اوڑھیے اور ستارہ عیوق وفرقد کا جوتا پہن لیجیے۔''

[1] العیوق۔ ایک ستارے کا نام ہے۔ مترجم۔ المنجد صفحہ ۶۲۸ پر عاتق الثریا کے معنی۔ ایک ستارے کا نام کئے گئے ہیں۔

[2] الفرقد۔ وہ ستارہ جو قطب شمالی کے قریب ہے اور اس سے لوگ راستہ معلوم کرتے ہیں اور اس کی دوسری جانب میں ایک دوسرا ستارہ ہے جو اس سے روشنی میں کم ہے۔ پھر دونوں کو فرقدان کہتے ہیں۔ (المنجد صفحہ ۷۶۴)

مالک لاتجری علی مقتضی　　مودة طال علیها المدی

''تجھے کیا ہوگیا کہ اس محبت کی ضروریات کے مطابق نہیں چلتا جس محبت کی مدت تمنا طویل ہوچکی ہے۔''

ان غبت لم اطلب و ھذا سلیمان　　بن داؤد نبی الھدی

''اگر تو ہم سے چھپ جائے گا تو ہم تجھے تلاش نہیں کریں گے اور یہ سلیمان بن داؤد علیہ السلام ہیں جو نبی الھدی ہیں یعنی ہدایت کے پیغمبر ہیں۔''

تفقد الطیر علی شغلہ　　فقال مالی لااری الھدھدا

''جنہوں نے پرندے کو اپنی مشغولیت کے باوجود تلاش کیا اور فرمایا کہ کیا بات ہے کہ میں ''ہدہد'' کو نہیں دیکھ رہا ہوں۔''

علامہ منصور ہی کے چند اشعار کسی بچے کے متعلق ہیں ۔

فدیت مسافر ارکب الفیافی　　فاثر فی محاسنہ السفار

''میں قربان ہوجاؤں ایسے مسافر پر جو صحرا میں روانہ ہورہا ہو۔ پس اس کے بالوں پر سفر کے گردوغبار کے اثرات موجود ہیں۔''

فمسک ورد خریہ السواقی　　وغبر مسک صدغیہ الغبار

''پس مشک اس کے صاف ستھرے رخساروں پر موجود ہے اور مشک کا غبار اس کی دونوں کنپٹیوں کا غبار ہے۔''

علامہ منصور کی وفات ۴۲۹ھ اور ایک قول کے مطابق ۴۳۰ھ میں ہوئی۔

الحکم امام شافعیؒ کے نزدیک لومڑی کا گوشت حلال ہے۔ ابن صلاح نے کہا ہے کہ لومڑی کے حلال ہونے کے متعلق ایک حدیث بھی نہیں ملتی۔ البتہ اس کی حرمت کے متعلق دو احادیث ہیں لیکن ان کی سندیں ضعیف ہیں۔ امام شافعیؒ نے اہلِ عرب کی عادت اور عام طور سے لومڑی کے گوشت کھانے کی بناء پر اسے حلال قرار دے کر فرمایا کہ یہ آیت قرآنی "احل لکم الطیبت" (حلال کردی گئی تمہارے لیے عمدہ چیزیں) کے عموم میں داخل ہے۔ اسی طرح امام طاؤس، عطاء اور قتادہ وغیرہ نے بھی لومڑی کے گوشت کو حلال قرار دیا ہے۔ علامہ بویطی کے ایک جلیل القدر شاگرد امام الحدیث والفقہ علامہ ابوسعید عثمانی داری بھی لومڑی کو حرام قرار دیتے ہیں۔ امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک لومڑی کا گوشت کھانا مکروہ ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کی اکثر روایات لومڑی کی حرمت پر دلالت کرتی ہیں کیونکہ امام احمد بن حنبلؒ نے لومڑی کو درندوں میں شمار کیا ہے۔

الامثال اہلِ عرب کہتے ہیں کہ "أروغ من ثعلب" (وہ لومڑی سے زیادہ مکار ہے) اہلِ عرب یہ مثال فریبی اور حیلہ گر آدمی کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ شاعر نے کہا ہے کہ ۔

کل خلیل کنت خاللتہ　　لاترک اللہ لہ واضِحَۃً

''ہر دوست جس سے میں نے دوستی کی اللہ تعالیٰ اس کو اکیلا نہ چھوڑے۔''

کلھم أروغ من ثعلب　　وما اشبہ اللیلۃ بالبارحہ

''تمام لوگ لومڑی سے زیادہ مکار ثابت ہوئے اور آج کی رات گزشتہ رات سے کس قدر تشبیہ رکھتی ہے۔''

''المجالسہ'' میں دینوری لکھتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے منبر پر خطبہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص ''ربنا اللہ'' (ہمارا رب اللہ ہے) کہے پھر اس پر ڈٹ جائے اور لومڑیوں کی طرح مکروفریب کا کوئی راستہ تلاش نہ کرے تو وہ ... الخ۔ بعض روایات میں ''ثعالب'' کے بجائے ''ثعلب'' واحد استعمال ہوا ہے۔ حضرت حسن بن سمرہ سے روایت ہے کہ ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص موت سے فرار اختیار کرے اس کی مثال اس لومڑی کی سی ہے جس سے زمین ہر وقت اپنے قرض کا مطالبہ کرتی ہے اور وہ لومڑی بھاگنے لگتی ہے اور دوڑتی رہتی ہے یہاں تک کہ جب وہ تھک کر پریشانی کی حالت میں ہانپنے لگتی ہے تو وہ اپنے بل میں داخل ہو جاتی ہے مگر پھر جب زمین وہاں بھی اپنے قرض کا مطالبہ کرتی ہے تو لومڑی نکل کر اس طرح بھاگتی ہے اور دوڑتی رہتی ہے یہاں تک کہ اس کی گردن ٹوٹ جاتی ہے اور وہ ہلاک ہو جاتی ہے۔'' (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

(۱) اہل عرب کہتے ہیں۔ **''اذل ممن بالت علیه الثعالب''** فلاں اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے جس پر لومڑیوں نے پیشاب کر دیا ہے۔ (۲) اسی طرح عرب کہتے ہیں۔ **''ادھی من ثعلب''** لومڑی سے زیادہ مکار۔ (۳) **''اعطش من ثعالة''** لومڑی سے زیادہ پیاسا۔

حمید بن ثور نے کہا ہے کہ ؎

ألم ترما بيني و بين ابن عامر ۔۔۔ من الود قدبالت عليه الثعالب

''کیا تو نے میری اور ابن عامر کی محبت کو نہیں دیکھا۔ تحقیق لومڑیوں نے اس پر پیشاب کر دیا تھا۔''

واصبح صافي الود بيني و بينه ۔۔۔ كان لم يكن والدهر فيه عجائب

''اور میری اور اس کی محبت اس طرح ختم ہو گئی گویا ہمارے درمیان اس سے پہلے محبت تھی ہی نہیں اور زمانے میں عجائبات ہوتے ہی ہیں۔''

خواص (۱) اگر لومڑی کا سر کبوتر کے برج میں ڈال دیا جائے تو تمام کبوتر بھاگ جائیں گے۔

(۲) لومڑی کا دانت ''ریح الصبیان'' کے مرض میں مبتلا بچہ کے باندھ دیا جائے تو اس مرض سے نجات مل جائے گی اور نیند میں ڈرنے کی شکایت بھی ختم ہو جائے گی۔

(۳) لومڑی کا پتہ اگر مجنون یا مرگی کے مریض کی ناک میں ڈال دیا جائے تو یہ مرض ختم ہو جائے گا اور دوبارہ مذکورہ شخص اس کا شکار نہیں ہوگا۔

(۴) لومڑی کا گوشت کوڑھ اور مالیخولیا کے مرض میں مفید ہے۔

(۵) لومڑی کی چربی پگھلا کر اگر گنٹھیا کے مریض کے جوڑوں پر ملی جائے تو اس کا درد ختم ہو جائے گا۔

(۶) لومڑی کا خصیہ اگر بچے کے جسم پر باندھ دیا تو دانت بآسانی نکل آتے ہیں۔ نیز لومڑی کے سر کے بال اور جلد ٹھنڈے مزاج والوں کے لیے مفید ہے۔ اس کا استعمال پہن کر بھی کیا جا سکتا ہے اور دھونی کے ذریعے بھی۔

(۷) لومڑی کا خون بچوں کے سر پر ملنے سے بچے کے سر پر گنج ہونے کے باوجود بال اُگ آتے ہیں۔

(۸) اگر کوئی شخص لومڑی کا خون اپنے پاس رکھے تو وہ لوگوں کے مکروفریب سے محفوظ رہے گا۔

(۹) لومڑی کے پھیپھڑے کو پیس کر پینے سے ''ریح الصبیان'' کا مرض ختم ہو جاتا ہے۔

(۱۰) لومڑی کے دانت کو مرگی یا جنون کا مریض اپنے اوپر باندھ لے تو شفایاب ہو جائے گا اسی طرح اگر تلی کے درد کا مریض لومڑی کی تلی کو اپنے بدن پر باندھ لے تو درد ختم ہو جائے گا۔

(۱۱) ہرمس کہتے ہیں کہ اگر کوئی لومڑی کی کلیجی اپنے ہاتھ میں رکھے رہے تو وہ نہ تو کتے سے ڈرے گا اور نہ ہی کتا اس پر بھونکے گا۔

(۱۲) لومڑی کے کان کو اگر گردن کی کنٹھ مالا پر لگا لیا جائے تو فوری آرام آ جاتا ہے۔

(۱۳) اگر لومڑی کے آلۂ تناسل کو سر درد میں سر پر باندھ لیا جائے تو درد ختم ہو جائے گا۔

(۱۴) لومڑی کے پتے کو اگر سونے میں ملا دیا جائے تو سونے کا رنگ پیتل کی طرح ہو جائے گا۔

(۱۵) لومڑی کا خصیہ کان کے ورم پر ملنے سے ورم ختم ہو جاتا ہے۔

(۱۶) اگر تلی کا مریض لومڑی کے کلیجے کو پانی میں ملا کر ایک مثقال کے بقدر لے لے تو اس کا اسی وقت درد ختم ہو جائے گا۔

(۱۷) اگر لومڑی کی چربی دونوں ہتھیلیوں اور تلوؤں پر مل لی جائے تو آدمی ٹھنڈک کے خطرہ سے مامون ہو جائے گا۔

(۱۸) اگر لومڑی کے دماغ کو ''درس گھاس'' میں ملا کر سر پر ملا جائے تو سر کی بھوسی، پھنسی اور گنجا پن ختم ہو جائے گا اور بال جھڑنے کی شکایت بھی دور ہو جائے گی۔

(۱۹) اگر رات کو ڈرنے والے بچہ کے جسم پر لومڑی کی دُم باندھ دی جائے تو وہ اسی طرح ٹھیک ہو جائے گا جس طرح لومڑی کا دانت باندھنے سے ٹھیک ہو جاتا ہے۔

(۲۰) اگر لومڑی کی چربی کسی چیز پر مل دی جائے تو اس جگہ جہاں کہیں بھی پسو ہوں گے وہاں سے اس پر آ کر جمع ہو جائیں گے۔

(۲۱) لومڑی کے خصیہ کو خشک کر کے پینے کے بعد پانی میں ملا کر ایک درہم کے وزن کے بقدر پینے سے قوتِ جماع اور بھوک و شہوت میں بے حد اضافہ ہوتا ہے۔

(۲۲) لومڑی کی دُم کو باریک پیسنے کے بعد زعفران کے تیل میں ملا کر اگر آلۂ تناسل پر پیشاب کے سوراخ میں لگا کر مل لیا جائے تو قوتِ جماع میں بے پناہ اضافہ ہوگا اور تادیر جماع کیا جا سکتا ہے۔ ''کتاب الابدان'' میں مذکور ہے کہ اگر تمہیں لومڑی کی چربی تلاش کرنے کے باوجود نہ ملے تو بھیڑیئے کی چربی اس کے قائم مقام ہے۔

تعبیر خواب میں لومڑی کی تعبیر عورت سے دی جائے گی اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ لومڑی سے چھیڑ خوانی کر رہا ہے اور اس سے کھیل رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ ایسی عورت سے شادی کرے گا جس سے وہ بہت زیادہ محبت کرے گا اور بیوی بھی اس سے اسی طرح محبت کرے گی۔ بعض حضرات نے لومڑی کی تعبیر یہ دی ہے کہ خواب میں لومڑی کو دیکھنے والے کو مکار و فریبی مرد سے واسطہ پڑے گا۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ لومڑی سے جھگڑ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ اپنے قرض خواہ سے جھگڑا کرے گا۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ لومڑی کا گوشت کھا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ لومڑی کا گوشت کھانے والے کو نفع کا مال کھانے کی وجہ سے کچھ نقصان ہوگا مگر وہ پھر ٹھیک ہو جائے گا۔

بعض حضرات نے لومڑی کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر یہ دی ہے کہ دیکھنے والے کے پاس بادشاہ کی طرف سے کوئی دشمن پہنچے گا۔ یہودیوں نے لومڑی کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر یہ دی ہے کہ دیکھنے والا کسی کاہن یا طبیب کی زیارت کرے گا۔ نصاریٰ نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص خواب میں لومڑی کا بوسہ لیتا ہے تو اس کی تعبیر یہ دی جائے گی کہ اسے ایک شریف اور حسین وجمیل بیوی ملنے والی ہے۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ اگر کوئی خواب میں یہ دیکھتا ہے کہ اس نے لومڑی کو قتل کر دیا ہے تو اس کی یہ تعبیر دی جائے گی کہ وہ کسی شریف انسان کے بیٹے کو قتل کرنے والا ہے۔ اسی طرح اگر کسی نے خواب میں لومڑی کا دودھ پیا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ بیماری سے شفایاب ہونے والا ہے۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ لومڑی سے جھگڑا کر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ اپنے اہلِ وعیال میں قریبی دوستوں میں سے کسی دوست کے ساتھ جھگڑا کرے گا۔ واللہ اعلم

الثفا

''الثفا'' اس سے مراد جنگلی بلی ہے جو لومڑی سے ملتی جلتی ہے اور گھریلو بلی کے مشابہ ہوتی ہے۔ عنقریب انشاء اللہ اس کا بیان آئے گا۔

الثقلان

''الثقلان'' ثقل کے معنی بوجھ کے ہیں' اس لیے جنات وانسان کو ''ثقلان'' کہا جاتا ہے۔ بعض حضرات نے جن وانس کو ''ثقلان'' کہنے کی وجہ سے ان دونوں کی شرافت وعظمت بتائی ہے کیونکہ ہر شریف آدمی کو اہلِ عرب ''ثقیل'' سے تعبیر کرتے ہیں۔ بعض حضرات نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ چونکہ جن وانس گناہوں سے بوجھل ہوتے ہیں اس لیے انہیں ''ثقلان'' کہا جاتا ہے۔

الثلج

''الثلج'' ابن سیدہ کے نزدیک عقاب کے چوزہ کو ''الثلج'' کہا جاتا ہے۔

الثنی

''الثنی'' ہر اس جانور کو ''الثنی'' کہتے ہیں جس کے سامنے کے کینچلیوں والے دانت ٹوٹ گئے ہوں اور کھروں والے جانوروں میں تیسرے سال اور ''ناب'' والے جانوروں میں اس کے چھٹے سال میں ہوتا ہے۔ ''الثنی'' کی جمع ''ثنیان'' اور ''ثنایا'' آتی ہے۔ نیز مؤنث کے لیے ''ثنیۃ'' اور جمع کے لیے ''ثنیات'' کے الفاظ مستعمل ہیں۔

الثور

''الثور''[1] بیل کو ''الثور'' کہا جاتا ہے اور اس کی کنیت ''ابوعجل'' (بچھڑوں کا باپ) ہے اس کی مؤنث ''ثورۃ'' ہے اور جمع ''ثورۃ''

(۱) اردو۔ بیل۔ بنگالی۔ بولود۔ بلوچی، کانیگر۔ پشتو، غویئے۔ پنجابی، ڈھگا۔ سندھی، ڈھگو۔ کشمیری، راند۔ (ہفت زبانی لغت صفحہ ۱۰۶) انگریزی۔ OX Bullock (کتابستان انگلش اردو ڈکشنری صفحہ ۱۳۱)

''ثیران'' آتی ہے۔ سیبویہ نے کہا ہے کہ ''ثیرۃ'' میں (ث کے بعد) واؤ کو یاء سے اس لیے تبدیل کیا ہے کہ وہ (کسرہ) زیر کے بعد واقع تھا۔ (اور یاء ہی کسرہ کے موافق ہے ورنہ واؤ تو ضمہ کو چاہتا ہے) سیبویہ مزید فرماتے ہیں کہ واؤ کو یاء سے بدلنا عام ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس تبدیلی کی وجہ ''ثورۃ الاقط'' (پنیر کا ٹکڑا) کی جمع اور جمع ''ثورہ'' میں فرق کرنا مقصود ہے اسی وجہ سے پہلے اسے ''فعلۃ'' کے وزن پر لائے اور پھر اس میں حرکت دی۔ ''الثور'' کے معانی پھاڑنے اور زمین جوتنے کے ہیں' اسی وجہ سے اسے ثور کہتے ہیں کیونکہ بیل زمین کو پھاڑتا اور اسے جوتتا ہے۔

جانوروں کے درمیان ہمدردی اور اخلاص حضرت ابو درداءؓ نے ایک مرتبہ دیکھا کہ دو بیل ایک رسی میں بندھے ہوئے ہیں اور ان سے کھیت جوتا جا رہا ہے۔ پس جب ان میں ایک رُک کر اپنا جسم کھجلانے لگا تو دوسرا بھی لگ گیا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابو درداءؓ رو پڑے اور فرمایا کہ حقیقت میں یہ ہیں دو بھائی جن کی اخوت محض اللہ کے لیے ہے' ان میں کا ایک جب رُک جاتا ہے تو دوسرا بھی رُک جاتا ہے اور اخلاص اسی اتحاد و اتفاق سے اپنے درجہ کمال تک پہنچتا ہے۔ پس جو شخص اپنے بھائیوں کے حق میں مخلص نہیں ہوگا۔ تحقیق وہ منافق ہوگا پھر فرمایا کہ اخلاص موجودگی و عدم موجودگی میں دل و زبان کے ایک ہو جانے کا نام ہے۔

فائدہ[1] وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا فرمایا تو وہ کشتی کی مانند ڈگمگاتی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے زمین کے جماؤ و پڑاؤ کے لیے ایک عظیم الشان طاقتور فرشتہ کو پیدا فرمایا اور اسے حکم دیا کہ وہ زمین کے نیچے جا کر اسے اپنے کندھوں پر اٹھالے۔ پس اس فرشتہ نے ایسا ہی کیا اور زمین کو اٹھا کر اپنا ایک ہاتھ مشرق کی طرف اور دوسرا مغرب کی طرف نکال کر دونوں کناروں سے پکڑ کر جکڑ لیا لیکن فرشتہ کے قدموں کو قرار نہ مل سکا۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرشتہ کے قدموں کے جماؤ کے لیے سرخ یاقوت کی ایک بڑی چٹان کو پیدا فرمایا جس کے وسط میں سات ہزار سوراخ تھے اور ہر سوراخ سے ایک عظیم الشان سمندر نکل رہا تھا جس کی لمبائی اور طول و عرض اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ پھر اس پتھر کو فرشتے کے دونوں پاؤں کے درمیان داخل ہو جانے کا حکم دیا۔ پس وہ فرشتے کے قدموں کے نیچے داخل ہو گیا۔ پھر اس پتھر میں قرار باقی نہ رہا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس پتھر کو جمانے کے لیے ایک نہایت ضخیم و عظیم بیل کو پیدا فرمایا جس کی چار ہزار آنکھیں اور اتنی ہی تعداد میں ناک' منہ' زبان اور پاؤں تھے اور ایک پاؤں سے دوسرے پاؤں کی مسافت پانچ سو سال تک چلنے کی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بیل کو حکم دیا کہ وہ پتھر کو اپنی پیٹھ پر اٹھالے۔ پس وہ پتھر کے نیچے داخل ہوا اور پتھر کو اپنی پیٹھ اور سینگ پر اٹھالیا۔ اس بیل کا نام ''کیوثا'' تھا۔ پھر اس بیل میں قرار نہ رہا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ایک مچھلی پیدا کی جس کی ضخامت اور آنکھوں کی چمک و وسعت کی بنا پر انسان اس کی طرف نگاہ اٹھانے پر قادر نہیں ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ اگر دنیا کے تمام سمندروں کو اس مچھلی کی ایک ناک کے سوراخ میں ڈال دیا جائے تو اس کی مثال ایسی ہوگی جیسے کسی طویل و عریض اور لق و دق صحرا میں رائی کا ایک دانہ ہو۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس مچھلی کو حکم دیا کہ وہ بیل کو قرار فراہم کرے۔ اس مچھلی کا نام ''**یھموت**'' ہے۔ پھر اس مچھلی کا ٹھکانہ پانی کو بنایا۔ نیز پانی کے نیچے ہوا اور ہوا کے نیچے پانی' پھر پانی کے نیچے ظلمات و تاریکیاں ہیں پھر ان تاریکیوں کے بعد بندوں کے علم کی رسائی ختم ہو جاتی ہے۔ ان کے بعد کیا ہے وہ اللہ ہی کو معلوم ہے۔ (نقلہ القاضی شہاب الدین بن فضل فی کتاب مسالک الابصار فی ممالک الابصار فی الجزء الثالث والعشرین)

[1] مذکورہ بالا روایت اور اسی قسم کی دوسری روایات اسرائیلی روایات ہیں۔ یہ روایات صحاح ستہ کی کسی کتاب میں موجود نہیں ہے اور نہ ہی اس قسم کی روایات احادیث کی مستند کتابوں میں موجود ہیں۔ (مترجم)

دوسرا فائدہ امام مسلمؒ نے مسلم شریف میں ''کتاب الطہارۃ'' میں اور امام نسائیؒ نے ''عشرۃ النساء'' میں نقل کیا ہے کہ حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ اہل جنت جب جنت میں داخل ہوں گے تو ان کے لیے جنت کا بیل ذبح کیا جائے گا جو جنت کے اطراف میں چرتا تھا۔ نیز جنتی لوگ مچھلی کے جگر کا وہ چھوٹا سا ٹکڑا بھی کھائیں گے جو مچھلی کے جگر کی ایک جانب ہوتا ہے۔ (الحدیث) ابن اسحٰق سے صحیح سند کے ساتھ روایت ہے کہ شہداء جب جنت میں داخل ہوں گے تو جنت کی مچھلی اور بیل ان کے دوپہر کے کھانے کے لیے نکل کر آئیں گے اور ایک دوسرے سے کھیلنے لگیں گے یہاں تک کہ جب جنتیوں کو یہ جانور پسند آ جائے گا تو بیل اپنے سینگوں سے مچھلی کو چیر پھاڑ کر اس طرح تیار کر دے گا جس طرح جنتی اسے ذبح کر سکتے تھے۔ پھر شام کے کھانے کے لیے بھی بیل اور مچھلی پھر اسی طرح شام کو جنتیوں کے سامنے آ کر کھیلنے لگیں گے اور کھیلتے کھیلتے مچھلی اپنی دم سے بیل کو مار کر اسی طرح چیر پھاڑ دے گی جس طرح جنتی اسے ذبح کر سکتے تھے۔ علامہ سہیلیؒ فرماتے ہیں اس حدیث میں چند چیزوں کی طرف اشارہ ہے جو قابل غور ہیں۔ وہ اسطرح کہ جب اس زمین کی بقا' جماؤ اور ٹھہراؤ ایک مچھلی پر ہے جو تیرنے والا حیوان ہے تو گویا اس سے لوگوں کو اس طرف متوجہ کرنا ہے کہ یہ دنیا فنا ہونے والی ہے اور یہ عارضی مسکن ہے جس کے قلعے تباہ و برباد ہونے والے ہیں اور یہ ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں ہے۔ پس جب جنت میں داخل ہوتے ہی اسے ذبح کر دیا گیا اور انہوں نے مچھلی کی کلیجی کھالی تو گویا جنتی دار الفناء سے دار القرار کی طرف منتقل ہو گئے اور اس کی طرف اشارہ کرنے کے لیے پل صراط پر نیلگوں رنگ کا مینڈھا ذبح کیا جائے گا تاکہ وہ جان لیں کہ اب اس کے بعد نہ موت ہے اور نہ فنا اور بیل چونکہ کھیتی کرنے کا ذریعہ ہے۔ اور اہل دنیا کے سامنے دو طرح کی کھیتیاں ہیں۔ ایک دنیا کی کھیتی اور ایک آخرت کی کھیتی۔ پس بیل کو ذبح کر دینے سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ جنتی اب کھیتی کی مشقت سے (خواہ وہ دنیا کی کھیتی ہو یا آخرت کی) آزاد ہو گئے اور اب ان کے لیے سکون ہی سکون ہے۔

تیسرا فائدہ امام بخاریؒ نے ''باب بدء الخلق'' میں نقل کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج اور چاند کو قیامت کے دن بے نور کر دیا جائے گا''۔ (رواہ البخاری و انفرد) حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو ابوبکر بزار کے حوالے سے مفصل ذکر کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن داناج نے فرمایا کہ خالد بن عبداللہ قشیری کے دور خلافت میں میں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے اس مسجد یعنی مسجد کوفہ میں اس طرح سنا کہ حضرت حسنؓ آئے اور ان کے پاس بیٹھ گئے تو انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ کے حوالے سے یہ حدیث اس طرح بیان کی کہ ''نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن سورج اور چاند جہنم میں بیلوں کی شکل میں ہوں گے۔ پس حضرت حسنؓ نے فرمایا کہ ان کا کیا گناہ ہے؟ پس ابوسلمہ نے فرمایا کہ میں تو حدیث بیان کر رہا ہوں اور آپ ''**وماذنبھا**'' (ان کا کیا گناہ ہے) فرما رہے ہیں۔ امام بزار فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے صرف اسی طرح مروی ہے اور عبداللہ داناج نے ابوسلمہ سے اس کے علاوہ اور کوئی حدیث روایت نہیں کی۔ ''حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ سورج اور چاند جہنم میں دہشت زدہ بیل کی طرح ہوں گے۔ کعب احبار فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن سورج اور چاند کو خوفزدہ بیل کی طرح لایا جائے گا اور آگ میں ڈال دیا جائے گا تا

کہ جو لوگ ان کی عبادت کرتے تھے وہ انہیں دیکھ لیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "تم اور تمہارے معبود جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے تھے (سب) جہنم کا ایندھن ہیں"۔ (القرآن) (روی الحافظ ابویعلی الموصلی)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج اور چاند جہنم میں دو خوفزدہ بیل ہوں گے۔ (رواہ ابوداؤد والطیالسی) "نہایت الغریب" میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب سورج اور چاند کو "سباحۃ" (ستاروں کی چال) کی تعبیر کے ذریعہ اپنے کلام میں ذکر کیا کہ "**کل فی فلک یسبحون**" (ان میں سے ہر ایک آسمان پر تیر رہا ہے۔القرآن) پھر اللہ تعالیٰ نے جب خبر دی کہ وہ (یعنی معبود باطلہ) اوران کے پجاری آگ میں جائیں گے اوران پجاریوں کو عذاب اس طرح ہوگا کہ وہ ان پر ہمیشہ مسلط رہیگا اور وہ دہشت کے مارے اس خوفزدہ بیل کی طرح ہوں گے جن کی دہشت دائمی ہوگی۔ (نہایت الغریب) اس واقعہ کو ابوموسیٰ نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔ بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ ان (معبود باطلہ) کو جہنم میں اس لیے جمع کیا جائے گا کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان کی عبادت کی گئی تھی اور یہ عذاب ان کے لیے نہیں ہوگا کیونکہ یہ جمادات ہیں بلکہ یہ تو صرف کافروں کو مزید رسوا کرنے اور ان کی چیخ و پکار میں اضافہ کرنے کے لیے کیا جائے گا۔ حضرت ابن عباسؓ کعب بن احبار کے قول کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ کی ذات کریم اور بلند و بالا ہے۔ اس سے کہ وہ سورج اور چاند کو عذاب میں مبتلا کرے بلکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان دونوں کو سیاہ اور بےنور کردیں گے۔ پس جب سورج اور چاند عرش کے قریب ہوں گے تو سجدہ میں گر پڑیں گے اور کہیں گے کہ اے ہمارے معبود آپ ہماری اطاعت وفرمانبرداری سے واقف ہیں جو ہم نے آپ کے لیے کی تھی اور آپ ہماری رفتار کی تیزی کو بھی جانتے ہیں جو دنیا میں آپ ہی کے حکم سے تھی۔ پس کافروں کی عبادت کی وجہ سے ہمیں عذاب نہ دیجیے۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ ہاں تم نے سچ کہا ہے۔ پس میں نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے کہ میں پیدا کروں گا اور ہر چیز کو اس کی طرف لوٹا دوں گا۔ جس سے اسے پیدا کیا جائے گا اور تم دونوں کو بھی اس چیز کی طرف لوٹاؤں گا جس سے میں نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ پس میں نے تمہیں اپنے عرش کے نور سے پیدا کیا ہے۔ پس تم دونوں اسی کی طرف لوٹ جاؤ۔ پس وہ لوٹ جائیں گے اور عرش کے نور میں مدغم ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بھی یہی معنیٰ ہیں "**ھو یبدئ و یعید**" (وہی ذات ہے جو پیدا کرتی ہے اور پھر دوبارہ اسے لوٹاتی ہے)

ابونعیم "سیرت سعید بن جبیر" میں لکھتے ہیں کہ حضرت سعید نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے پاس ایک سرخ رنگ کا بیل اتارا جس سے وہ کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے اور بیل کے پسینے کو پونچھتے جاتے تھے۔ اسی محنت ومشقت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں فرمایا ہے کہ:

"**فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى**" (پس نکلوا نہ دے تم کو بہشت سے، پھر تو تکلیف میں پڑے گا۔ سورہ طٰہٰ آیت ۱۱۷)

حضرت آدم علیہ السلام اکثر حضرت حوا سے کہا کرتے تھے کہ تمہاری ہی وجہ سے ہم یہ مشقت اٹھا رہے ہیں۔ پس اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے جو بھی اس بیل سے کام لیتا وہ یہ ضرور کہتے کہ "**حوا دخلت علیه من قبل آدم**" (حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے ہی حضرت حوا وہاں پہنچ گئیں) اہل عرب جب کسی گائے کو گھاٹ پر پانی پلانے کے لیے اتارتے

اور وہ گائے پانی کے گدلا پن یا پیاس نہ لگنے کی وجہ سے پانی نہ پیتی تو وہ بیل کو مارتے تھے جس سے وہ پانی میں گھس جاتا اور بیل کو دیکھ کر گائے بھی پانی میں گھس جاتی۔ اہل عرب یہ اس لیے کرتے تھے کہ عموماً گائے بیل کے پیچھے چل پڑتی ہے۔ انس بن مدرکہ نے سلیک بن سلکہ کو قتل کرنے کے بعد کہا کہ:

انی وقتلی وسلیکا ثم اعقله كالثور يضرب لما عافت البقر

''میں اور سلیک کا مقتول اور ان کے عقلمند لوگ اس بیل کی مانند ہیں جسے اس وقت مارا جائے جب گائے پانی پینے سے رک جائے''۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں ''**الثور يحمى انفه بروقه**'' (بیل اپنے سینگ سے ناک کی حفاظت کرتا ہے) یہ مثال حریم (ہر وہ چیز جس کی حفاظت کی جائے) کی حفاظت اور اس کے تحفظ پر آمادہ کرنے کے لیے بولی جاتی ہے۔

سنن نسائی اور سیرۃ ابن ہشام میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ طیبہ پہنچے تو انہیں عامر بن فہیرہ اور بلال بن رباح (رضی اللہ عنہم) کو بخار ہوگیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب میں ان کے پاس حاضر ہوئی تو وہ تمام ایک ہی مکان میں مقیم تھے۔ پس میں نے کہا۔ اے میرے باپ آپ نے رات کیسے گزاری۔ پس انہوں نے کہا:

كل امرى مصبح فى اهله والموت ادنى من شراك نعله

''ہر آدمی اپنے اہل وعیال میں صبح کرتا ہے اور موت اس کے جوتے کے تسموں سے بھی زیادہ قریب ہے۔''

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے کہا ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ'' اباجان آپ بیماری کی وجہ سے پریشان ہو گئے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ پھر اس کے بعد میں نے عامر بن فہیرہ سے ان کا حال دریافت کیا تو انہوں نے کہا:

لقد وجدت الموت قبل ذوقه والمرء ياتى حتفه من فوقه

''تحقیق میں نے موت کو اس کا مزہ چکھنے سے پہلے ہی پالیا ہے اور آدمی کی موت اس کے اوپر سے آتی ہے''۔

كل امرىء مجاهد بطوقه كالثور يحمى انفه بروقه

''ہر آدمی اپنی قوت کے مطابق کوشش کرتا ہے جس طرح کہ بیل اپنے سینگوں سے اپنے ناک کی حفاظت کرتا ہے''۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے کہا اللہ کی قسم یہ کیا کہہ رہے ہیں کہ اسے خود بھی نہیں سمجھ پا رہے ہیں۔ پھر میں نے حضرت بلالؓ سے پوچھا کہ آپ کی رات کیسی گزری؟ تو انہوں نے کہا:

الاليت شعرى هل ابيتن ليلة بفخ وحولى اذخر وجليل

''اے کاش کہ میں نے ''مقام فخ'' (مکہ کے قریب ایک وادی کا نام) میں ایک رات گزاری ہوتی کہ میرے اردگرد ''اذخر'' (خوشبودار سبز گھاس کا نام) اور دوسری ہری بھری گھاس ہوتی''۔

وهل اردن يوما مياه مجنة وهل يبدون لى شامة وطفيل

''اور کیا ان عورتوں نے بازار ''مجنۃ'' کا پانی میرے لیے پسند کیا؟ اور کیا وہ میرے لیے شامہ وطفیل پہاڑی بن کر نمودار ہوئیں''۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ پھر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس واقعہ کی خبر دی۔ پس آپ ﷺ

نے فرمایا: "اے اللہ ہمارے دلوں میں مدینہ کی محبت اس طرح ڈال دے جس طرح تو نے مکہ مکرمہ کی محبت ڈال دی ہے اور اے اللہ تو ہمارے صاع اور مد (وزن کرنے والے پیمانے) میں برکت عطا فرما اور مدینہ کے بخار کو جحفہ (ایک جگہ کا نام) کی طرف منتقل فرما دے۔ (الحدیث) عامر کے قول میں لفظ "طوق" سے مراد طاقت اور قوت ہے اور بلال کے قول میں "فخ" سے مراد مکہ مکرمہ کی ایک وادی ہے اور "مجنۃ" مکہ مکرمہ کی اترائی میں واقع ایک بازار کا نام ہے اور "شامہ وطفیل"، "سوق مجنۃ" کے کنارے اونچائی پر واقع دو پہاڑیوں کے نام ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول میں مذکور "مہیعہ" یہ "جحفہ" ہی کا دوسرا نام ہے۔

1: اہل عرب کہتے ہیں "ارعی من ثور" (وہ بیل سے زیادہ چرنے والا ہے)

2: "انما أکلت یوم اکل الثور الابیض" (میں تو اسی دن کھالیا گیا جس دن سفید بیل کو کھالیا گیا)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میری اور حضرت عثمانؓ کی مثال ان تین بیلوں جیسی ہے جو ایک ہی جھاڑی میں رہتے تھے اور ان میں سے ایک سفید ایک سرخ اور ایک سیاہ تھا اور ان کے ساتھ اس جھاڑی میں ایک شیر بھی رہتا تھا جو ان کے اتفاق اتحاد اور اکٹھے رہنے کی بنا پر نقصان پہنچانے پر قادر نہیں تھا۔ پس ایک دن شیر نے سیاہ اور سرخ بیل سے کہا کہ سفید بیل کا رنگ چونکہ دور سے نظر آنے والا ہے اس لیے یہ شکاریوں کو ہمارے اس جھاڑی میں ہونے کا پتہ دیتا ہے اور میرا رنگ تو بس تم دونوں ہی کے رنگ جیسا ہے۔ پس اگر تم مجھے چھوڑ دو کہ میں اسے کھالوں تو یہ جھاڑی تم ہی دونوں کے لیے ہو جائے گی۔ پس ان دونوں نے شیر کو کھانے کی اجازت دے دی اور کہا کہ ہم تمہارے درمیان حائل نہیں ہوں گے۔ پس شیر نے سفید بیل کو کھالیا۔ چنانچہ ابھی کچھ مدت ہی گزری تھی کہ شیر نے سرخ بیل سے کہا کہ میرا رنگ تو تیرے ہی رنگ جیسا ہے لہٰذا تم مجھے سیاہ بیل کو کھانے کی اجازت دے دو۔ پس سرخ بیل نے شیر کو سیاہ بیل کے کھانے کی اجازت دے دی۔ پس شیر نے سیاہ بیل کو کھالیا۔ چنانچہ کچھ مدت کے بعد شیر نے سرخ بیل سے کہا کہ اب تو میں تمہیں ضرور کھاؤں گا۔ پس سرخ بیل نے کہا کہ آپ مجھے تین بار آواز لگانے کی اجازت دے دیں۔ شیر نے کہا ٹھیک ہے تمہیں اجازت ہے۔ پس سرخ بیل نے آواز لگائی کہ "میں تو اسی دن کھالیا گیا تھا جس دن سفید بیل کو کھایا گیا"۔ یہ تین مرتبہ کہا۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے با آواز بلند فرمایا کہ ہم تو اسی روز کمزور و ذلیل ہو گئے جس دن حضرت عثمانؓ کو شہید کیا گیا تھا۔

بیل کے خواص (۱) اگر اس مٹی کو جس پر بیل نے گائے کے ساتھ جفتی کرنے کے بعد فوراً پیشاب کر دیا ہو اٹھا کر آلہ تناسل کے سوراخ پر ملا جائے تو یہ مٹی قوت باہ میں اضافہ کا باعث بنتی ہے۔ اسی طرح جس شخص کو سوتے ہوئے میں پیشاب نکل جانے کی بیماری ہو تو اس کو بیل کا مثانہ خشک کر کے پیس کر سرکہ کے ساتھ ملا کر پلانے سے انشاء اللہ شفا نصیب ہوگی۔ نیز ایسے شخص کے لیے ٹھنڈے پانی کا استعمال بھی مفید ہے۔ (۲) علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ بیل کی ایک عجیب وغریب عادت یہ ہے کہ اگر وہ تھک کر کھڑا ہو جائے تو اس کے خصیوں کو پکڑ کر دبانے سے اس میں ایک قسم کا نشاط پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ تیز چلنے لگتا ہے۔ نیز اگر بیل کے کان میں پارہ ڈال دیا جائے تو وہ فوراً ہلاک ہو جائے گا اور اگر اس کی ناک میں عرق گلاب ڈالا جائے تو وہ فوراً زمین پر گر پڑے گا۔ اگر بیل کے پیشاب سے لوہے پر لکھا جائے تو لکھا ہوا صاف دکھائی دے گا۔ (بیل کی اور بھی خصوصیات ہیں لیکن ان کا ذکر "باب الباء" میں گزر چکا ہے۔

التعبیر بیل کو خواب میں دیکھنا انتہائی مفید اور معیشت میں مددگار ہوتا ہے اور کبھی نہایت قوی و باعزت شخص کی جانب اشارہ ہوتا

ہے۔ بعض دفعہ بیل کی تعبیر خوبصورت نوجوانوں سے بھی دی جاتی ہے کیونکہ بیل کو عربی میں ''الثور'' کہا جاتا ہے اور ''الثور'' کے معنی جوش مارنے کے ہیں اور نوجوان کی جوانی بھی چونکہ پورے جوش اور شباب پر ہوتی ہے اس لیے اس کی تعبیر نوجوان سے دی جاتی ہے۔ نیز بیل کو خواب میں دیکھنا کبھی کبھی شر پسندی وفتنہ کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی کسان نے بیل کو خواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کی مشکلات حل ہو جائیں گی۔ بیل کو خواب میں دیکھنا بعض اوقات سستی وکاہلی کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے۔ اسی طرح خواب میں چتکبرے بیل کو دیکھنا باعث مسرت اور کالے بیل کو دیکھنا بزرگی وشرافت کی علامت ہے یا مریض کی تندرستی کی جانب اشارہ ہے۔

الثَوْلُ

''الثَوْلُ'' (نر شہد کی مکھی) (ثاء پر زبر اور واؤ ساکن) یہ لفظ عام طور پر شہد کی مکھیوں کے لیے مستعمل ہے چاہے ایک مکھی ہو یا پورا چھتہ۔ امام اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ شہد کی مکھی کے لیے کوئی علیحدہ سے واحد لفظ مستعمل نہیں۔ نیز یہ معنی تو اس صورت میں ہوں گے جب اس کو ثاء فتحہ اور واؤ ساکن کے ساتھ پڑھا جائے اور اگر واؤ پر زبر پڑھی جائے تو اس صورت میں اس کے معنی دیوانی بکری کے ہوں گے جو اپنے پاگل پن کی وجہ سے ریوڑ سے علیحدہ رہتی ہے۔ نیز دیوانے پہاڑی بکرے کے لیے بھی یہ لفظ مستعمل ہے۔

الثَّیْتَل

''الثَّیْتَل'' یہ پہاڑی بکرے کو کہا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے حالت احرام میں یا حرم میں پہاڑی بکرے کا شکار کر لیا تو اس پر ایک گائے (یعنی شرعی تاوان) واجب ہے۔



باب الجیم

الجاب

"الجاب" شیر اور موٹے گورخر کو "الجاب" کہا جاتا ہے۔اس کی جمع جوَب آتی ہے۔
"الجارف" سانپ کے بچے کو "الجارف" کہا جاتا ہے۔

الجارحة

"الجارحة" وہ پرندہ یا درندہ ہے جو اپنے مالک کیلئے شکار کر کے لائے۔اس کی جمع "جوارح" آتی ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"**وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللهُ.**"

اور جو شکاری جانور جسے شکار پر دوڑنے کی تعلیم دو کہ انہیں سکھاتے ہو اس میں سے جو اللہ نے تمہیں سکھایا ہے۔المائدہ۔آیت 4)

"جارحة" کا مطلب ہے کمانے والا۔ چونکہ یہ پرندہ یا درندہ اپنے مالک کے لیے شکار کما کر لاتا ہے اس لیے اس کا نام "جارحة" رکھا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "**وَيَعْلَمُ مَاجَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ**" (اور جو کچھ تم دن میں کر چکے ہو وہ جانتا ہے۔) (الانعام۔آیت ۶۰)

الجاموس[1]

"الجاموس" (بھینس) واحد ہے اس کی جمع "الجوامیس" آتی ہے۔ یہ فارسی زبان کا لفظ ہے لیکن عربی میں کثرت سے استعمال ہونے لگا۔ یہ طاقتور اور مضبوط جسم رکھنے والا جانور ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ بزدل جانور ہے۔اگر اسے مچھر کاٹ لے تو پانی میں گھسنے کی کوشش کرتی ہے۔حالانکہ شیر بھی اس کو دیکھ کر خوفزدہ ہو جاتا ہے۔

بھینس اپنے مالک کے اشارہ کو خوب سمجھتی ہے۔ جب اس کا مالک اسے پکارتا ہے اے فلانۃ' اے فلانۃ تو یہ اس کی آواز سن کر فوراً اس کے پاس پہنچ جاتی ہے۔ یہ اس کے شریف النسل اور ذکی ہونے کی دلیل ہے۔بھینس اپنی جگہ سے بہت زیادہ مانوس ہو جاتی ہے۔نیز یہ اپنی اور اپنے بچوں کی خاطر پوری پوری رات نہیں سوتی۔

علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ جب بہت ساری بھینسیں جنگل میں ایک گول دائرہ کی شکل میں جمع ہوتی ہیں اور ان سب کی پشت ایک دوسرے کی پشت کی جانب رہتی ہے اور درمیان میں بچے اور چرواہے کھڑے رہتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے گویا چار دیواری سے گھرا ہوا محفوظ ترین شہر ہے۔

پس جب بھینسا (نر) دوسرے بھینسے سے زور آزمائی کرتے ہوئے شکست کھا جائے تو وہ (شرم کی وجہ سے) درختوں کے جھنڈ میں

---

[1] اردو، بھینس۔ بنگالی، موہیش۔ بلوچی، میھی۔ پشتو، میخہ۔ پنجابی، مجھ۔ سندھی، مینھن۔ کشمیری، مَنیش۔ (ہفت زبانی لغت صفحہ ۱۱۶)
انگریزی۔ Buffalo (کتابستان انگلش اردو ڈکشنری صفحہ ۱۳۲)

داخل ہو جاتا ہے اور وہاں پر قیام کرتا ہے یہاں تک کہ اسے یہ معلوم ہو جائے کہ وہ طاقتور ہے تو وہاں سے نکل کر نئی طاقت وقوت کے ساتھ میدان میں اترتا ہے اور اپنے حریف پر حملہ آور ہو جاتا ہے اور اس کو اس وقت تک نہیں چھوڑتا یہاں تک کہ اس پر غالب آ جائے۔

بھینس کا شرعی حکم بھینس کا گوشت گائے کی طرح حلال ہے۔

بھینس کے خواص (۱) بھینس کی کھال کی دھونی دینے سے گھر کے تمام پسو ہلاک ہو جاتے ہیں نیز بھینس کا گوشت کھانے سے جوئیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ (۲) اگر بھینس کی چربی کو اندرانی نمک کے ساتھ ملا کر خارش زدہ کے بدن پر یا وغدار چہرہ پر مل دیا جائے تو خارش اور داغ ختم ہو جائیں گے اور اگر برص میں مبتلا شخص کو مل دیا جائے تو برص سے بہت جلد نجات مل جائے گی۔ (۳) ابن زہری نے ارسطاطالیس کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اگر کوئی شخص اس کیڑے کو جو بھینس کے دماغ میں ہوتا ہے اپنے پاس رکھ لے تو اس کو کبھی نیند نہیں آئے گی۔

التعبیر بھینس کا خواب میں دیکھنا ایسے طاقتور آدمی کی علامت ہے جو اپنی طاقت سے زیادہ تکالیف برداشت کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔

اگر کسی عورت نے خواب میں دیکھا کہ اس کے بھینس کے سینگ لگے ہوئے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ عورت کسی بادشاہ سے شادی کرے گی۔ (واللہ اعلم)

الجان

''الجان'' سفید رنگ کا چھوٹا سانپ ہے۔

قرآن مجید میں ''الجان'' کا تذکرہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "**فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَانٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا**۔ (پھر جب اسے دیکھا کہ وہ سانپ کی طرح چل رہی ہے تو پیٹھ پھیر کر بھاگا۔ النمل۔ آیت 10)

"**وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى قَالَ هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى**"۔ (اور اے موسیٰ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے کہا یہ میری لاٹھی ہے اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے لیے اور بھی فائدے ہیں۔ فرمایا: اے موسیٰ اسے ڈال دو پھر اسے ڈال دیا تو اسی وقت وہ دوڑتا ہوا سانپ ہو گیا۔ (طٰہٰ آیت 17 تا 20)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے'' **فاذا هي ثعبان مبين** ''(پھر اس نے اپنا عصا ڈال دیا سو اسی وقت وہ صریح اژدھا ہو گیا۔ (سورۃ الشعراء۔ آیت 32)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا زرد رنگ کا سانپ بن گیا تھا۔ ان آیات کی تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے عصا ڈالا یہاں تک کہ وہ سانپ بن گیا۔ ممکن ہے کہ یہ سانپ شروع میں تو پتلا اور چھوٹا ہو لیکن بعد میں موٹا اور بڑا ہو گیا ہو۔ یا یہ کہ سانپ تو بڑا اژدھا ہی تھا لیکن اس کو ''الجان'' ہلکا اس لیے کہہ دیا ہو کہ یہ عظیم الشان اژدہا سرعت کے اعتبار سے چھوٹے سانپ کی طرح تھا۔ کیونکہ بڑے اژدھے تیز نہیں چل سکتے۔ اور یہ بڑی تیزی سے چلتا تھا۔

بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے عصا کو تین اوصاف سے نوازا تھا۔ 1: حیۃ 2: جان 3: ثعبان۔ یعنی وہ عصا دشمنوں کے لیے "حیۃ" (سانپ) تھا اور فربہ ہونے کے اعتبار سے "ثعبان" (اژدھا) تھا اور حرکت و رفتار کے اعتبار سے "جان" (ہلکا پھلکا سانپ) تھا۔

فرقد السنجی نے کہا ہے کہ اس سانپ کے دونوں جبڑوں کے درمیان چالیس گز کا فاصلہ تھا۔ اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی زمین پر ڈالی تو وہ زرد اور سرخ رنگ کا سانپ بن گیا۔ پس اس سانپ کا منہ کھلا ہوا تھا اور اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان اسی گز کا فاصلہ تھا اور یہ زمین سے ایک میل دور اپنی دم کے سہارے کھڑا تھا۔ نیز اس سانپ کا نچلا ہونٹ زمین پر پڑا ہوا تھا اور اوپر والا ہونٹ فرعون کے محل کی دیوار پر تھا۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا زمین پر ڈال دیا تو وہ فوراً اژدھا بن گیا تو اس نے لوگوں پر حملہ شروع کر دیا۔ بعض روایات میں یہ بھی مذکور ہے کہ سانپ فرعون پر حملہ آور ہوا جس کی وجہ سے فرعون تخت شاہی سے اٹھ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ نیز اس سانپ کی دہشت کی وجہ سے پندرہ ہزار افراد وہیں مر گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصاء کے متعلق اللہ تعالیٰ کو یہ جواب دیا تھا۔ (1) میں اس پر سہارا لگاتا ہوں۔ (2) اس کے ذریعے بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں۔ (3) "ولی مارب اخریٰ" اور اس عصاء کے ذریعے میرے اور بھی کام نکلتے ہیں مثلاً کندھے پر رکھ کر اپنے اسباب و سامان (کھانے پینے کو لٹکا لینا یا موذی جانوروں کو ہلاک کرنا وغیرہ) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے عصاء سے بہت سے کام لیتے تھے مثلاً موذی جانوروں سے حفاظت کا کام عصاء سے لے لیتے تھے اور اگر کوئی دشمن سامنے آ جاتا تو عصاء سے کام لیتے اور اگر کہیں کنویں سے پانی کھینچنے کی ضرورت پڑتی تو عصاء سے کام لیتے تھے۔ اس کے علاوہ اگر آپ پھل کھانا چاہتے تو عصاء کو زمین پر گاڑ دیتے تو اس سے فوراً شاخیں نکلتیں پھر اس کے بعد وہ عصاء پھل دینے لگتا۔ نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام رات کو روشنی کا کام بھی عصاء سے لیتے تھے۔

'باب التاء' میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصاء کے متعلق تفصیل گزر چکی ہے۔

اَلْجَبْهَةُ [1]

"اَلْجَبْهَةُ" (گھوڑا)

حدیث نبویؐ میں گھوڑے کا تذکرہ "وَالْمُرَادُ بِقَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِي الْجَبْهَةِ وَلاَ فِي النُّخَةِ وَلاَ فِي الْكُسْعَةِ صَدَقَةٌ".

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھوڑوں اور گدھوں اور کھیتی کے بیلوں میں صدقہ (زکوۃ) نہیں ہے)

گھوڑے کو "اَلْجَبْهَةُ" اس لیے کہا جاتا ہے کہ "جبھۃ" کے معانی عمدہ اور بہترین چیز کے ہیں۔ کیونکہ گھوڑا تمام چوپایوں میں

[1] اردو، گھوڑا۔ بنگالی، گھوڑا۔ بلوچی، اسپ۔ پشتو، اس۔ پنجابی، گھوڑا۔ سندھی، گھوڑو۔ کشمیری، گوڑ۔ (ہفت زبانی لغت صفحہ ۵۸۸)
انگریزی Horse (کتابستان انگلش اردو ڈکشنری صفحہ ۵۳۷)

بہترین اور عمدہ جانور ہے اس لیے اسے اَلْجَبْهَةُ کہا جاتا ہے۔ جیسے کہ قوم کے سردار کے لیے "جَبْهَةُ الْقَوْم" کے الفاظ مستعمل ہیں۔ نیز "النُّخَةُ" ماخوذ ہے "النُّخ" سے جس کے معانی تیز ہنکانے کے آتے ہیں۔ اسی طرح "الْكَسْعَة" "كَسْع" سے مشتق ہے جو کام کرنے والے بیل یا کام کرنے والے گدھے کے معنوں میں مستعمل ہے۔ امام زمخشری وغیرہ نے اسی طرح کہا ہے۔ واللہ اعلم۔

اَلْجُثْلَةُ

"اَلْجُثْلَةُ" کالی چیونٹی کو "اَلْجُثْلَةُ" کہا جاتا ہے۔ عنقریب انشاء اللہ باب النون میں "النملة" کے عنوان کے تحت اس کا ذکر آئے گا۔

اَلْجُحُلُ

"اَلْجُحُلُ" (پہلے جیم اور پھر حاء) یہ گرگٹ[1] کو کہا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ "اَلْجُحُلُ" سے مراد عمر رسیدہ بوڑھی گوہ ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک "اَلْجُحُلُ" سے مراد شہد کی مکھیوں کا بادشاہ ہے جو ٹڈی کے برابر ہوتا ہے۔ نیز جب اس کے پر گرتے ہیں تو پھر آپس میں نہیں ملتے۔ اس کی جمع "جحول" اور "جحلان" آتی ہے۔

اَلْجُحْمُرَشُ

"اَلْجُحْمُرَشُ" (دودھ پلانے والی خرگوشی۔ بانجھ عورت) "اَلْجُحْمُرَشُ" کئی معنوں میں مستعمل ہے۔ اس سے مراد دودھ پلانے والی خرگوشی اور ضعیف العمر بانجھ عورت ہے۔ اس کی جمع "جحامر" اور اس کی تصغیر "جحیمر" آتی ہے۔

اَلْجُحُشُ

"اَلْجُحُشُ" گھریلو جنگلی گدھے کا بچہ۔ "اَلْجُحُشُ" سے مراد گدھے کے چھوٹے بچے ہیں چاہے جنگلی گدھے کے بچے ہوں یا گھریلو گدھے کے۔ اس کی جمع "جحاش" اور "جحشان" آتی ہے اور اس کی مونث "جحشة" ہے۔

بعض اہل علم کے نزدیک بچھڑے کو بھی "الجحش" کہا جاتا ہے۔ نیز قبیلہ بنی ھذیل کی لغت میں ہرن کے بچے کو "الجحش" کہا جاتا ہے۔

ضرب الامثال اہل عرب "جحیش وحده" ایسے شخص کیلئے بولتے ہیں جو اپنی رائے پر سختی سے عمل کرنے والا ہو۔ صاحب الرائے اور عقلمند ہو۔ اسی طرح اہل عرب بے وقوفوں کیلئے "عيير وحده" کے الفاظ بولتے ہیں یعنی فلاں شخص گدھا یعنی بے وقوف ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت عمرؓ ہم میں سے صاحب الرائے اور عقلمند تھے اور شرعی امور میں اکثر ان کی رائے کو قبول کیا گیا۔

[1] Chameleon۔ گرگٹ۔ (کتابستان انگلش اردو ڈکشنری صفحہ ۱۵۱)

دارقطنی میں مذکور ہے کہ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش کے والد محترم کا نام "برۃ" تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہارے باپ مومن ہوتے تو میں ان کا کوئی اچھا نام رکھتا۔ حضرت زینبؓ کے والد کا نام پہلے جحش تھا۔

الجخدب

"الجخدب" جیم پر پیش اور خاء ساکن اور دال پر زبر ہے) اس کی جمع جخادب آتی ہے۔ یہ ایک پرندہ ہے جو ٹڈی کے مشابہ ہوتا ہے۔ جس کی لمبی ٹانگیں اور رنگ سبز ہوتا ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک یہ پرندہ چھپکلی کے مشابہ ہوتا ہے۔ اس کو "ابوجخادب" بھی کہا جاتا ہے۔

اَلْجُدْجُدُ

"اَلْجُدْجُدُ" امام جوہریؒ نے فرمایا ہے کہ یہ ایک قسم کا پرندہ ہے جو ٹڈی کے مشابہ ہوتا ہے۔ جس کی جمع "الجداجد" آتی ہے۔ میدانی نے کہا ہے کہ "اَلْجُدْجُدُ" شیر کی ایک قسم ہے جو اول رات سے صبح تک چیختا اور چنگھاڑتا رہتا ہے۔ پس جب اس کو تلاش کیا جائے تو نظر نہیں آتا۔

حدیث میں ہے کہ اگر "جُدْجُدُ" وضو کے پانی میں گر کر مر جائے تو وہ پانی پاک ہے اور اس سے وضو کرنا صحیح ہے۔

توضیح "وَضوء" (واؤ پر زبر کے ساتھ) وہ پانی ہے جس سے وضو کیا جائے اور اگر لفظ "وُضوء" (واؤ اور ضاد کے پیش کے ساتھ) ہو تو اس سے مراد فعل وضو ہے۔ عنقریب انشاء اللہ "باب الصاد" میں "جدجد" کے متعلق مزید تفصیل آئے گی۔

الجدایة

"الجدایة" (جیم کے کسرہ اور فتحہ کے ساتھ) ہرن کی اولاد کو کہا جاتا ہے۔ جب اس کی عمر چھ یا سات سال ہو جائے چاہے وہ ہرن کا بچہ نر ہو یا مادہ۔ لیکن بعض اہل علم نے "الجدایة" کے الفاظ ہرن کے نر بچہ کے لیے مخصوص کیے ہیں۔ امام اصمعیؒ نے فرمایا ہے کہ "الجدایة" ہرن کا بچہ بکری کے ایک سال سے کم عمر والے بچہ (عناق) کی طرح ہے۔

سنن ابوداؤد اور ترمذی شریف میں مذکور ہے کہ:

حضرت کلدہ بن حنبل فرماتے ہیں کہ مجھے صفوان بن امیہ نے دودھ، ہرن کا بچہ اور کھیرا دے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ پس میں حاضر خدمت ہوا لیکن سلام کرنا بھول گیا۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واپس جاؤ اور "السلام علیکم" کہو۔ یہ واقعہ حضرت صفوان کے اسلام قبول کرنے کے بعد پیش آیا۔ (رواہ ابی داؤد والترمذی)

"الضغابیس" کھیرے اور ککڑی کو کہا جاتا ہے اور "الجدایة" سے مراد ہرن کے چھوٹے بچے ہیں خواہ وہ نر ہوں یا مادہ۔

الجدی

''الجدی'' بکری کے نر بچے کو ''الجدی'' کہا جاتا ہے۔ نیز بکری کے تین بچوں کے لیے ''ثلاثۃ اجد'' اور زیادہ کے لیے ''الجداء'' کے الفاظ مستعمل ہیں۔

ابوداؤد میں مذکور ہے: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کے درمیان سے ایک بکری کا بچہ گزرا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پکڑ کر ہٹا دیا۔

طبرانی اور البزار میں مذکور ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بکریوں کے ریوڑ میں ایک بچہ تھا جس کو اس کی ماں دودھ پلا کر اس کا پیٹ بھرتی اور پرورش کرتی تھی۔ ایک دن وہ بچہ اپنی ماں سے علیحدہ ہو گیا تو اس کے بعد اس کو تمام بکریوں نے دودھ پلایا لیکن اس کی بھوک ختم نہیں ہوئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مثال اس قوم کی ہے جو تمہارے بعد آئے گی۔ پس اس قوم کے ہر شخص کے پاس اتنا مال ہوگا کہ وہ پورے ایک قبیلہ اور ایک جماعت کے لیے کافی ہو سکتا ہوگا۔ لیکن اس کے باوجود وہ یہی کہے گا کہ یہ میرے لیے کافی نہیں۔ (رواہ الطبرانی والبزار باسناد حسن)

''صفوۃ الصفوۃ'' میں مذکور ہے کہ حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ اگر فرات کے قریب ایک بکری کا بچہ بھی مر جائے تو میں ڈرتا ہوں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھ سے اس کا مطالبہ نہ کریں۔

''الطف'' کوفہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے لیکن نہر فرات کے قریب ہونے کی وجہ سے اس کی طرف منسوب کر دیا گیا۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں "**تغدی بالجدی قبل ان یتعشی بک**" (بکری کا بچہ شام کے وقت استعمال کرنے سے پہلے ناشتہ میں استعمال کر کے دیکھ لو۔)

اہل عرب یہ الفاظ کسی کو محتاط رہنے کی تلقین کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

خواص بکری کے بچے کا گوشت سرد مزاج، خشک اور زود ہضم ہوتا ہے۔ نیز سرخ رنگ کے بکری کے بچہ کا گوشت جلدی ہضم ہونے والا ہوتا ہے اور بہترین غذا کا کام دیتا ہے۔ لیکن بکری کے بچے کا گوشت قولنج کے مریض کے لیے نقصان دہ ہے البتہ اگر اس کے کھانے کے بعد شہد استعمال کیا جائے تو اس گوشت کے نقصانات ختم ہو جاتے ہیں۔ بکری کے موٹے بچے کا گوشت دیر سے ہضم ہونے والا اور نقصان دہ ہوتا ہے۔ مجموعی طور پر بکری کا گوشت ایسے آدمی کے لیے جس کو پھوڑے پھنسیاں ہوں بہت زیادہ مفید ہے۔

بکری کے بچے کا گوشت سردیوں میں نقصان دہ اور گرمیوں میں مفید ہوتا ہے اور بقیہ موسموں میں اس کی تاثیر متوسط ہوتی ہے۔

التعبیر بکری کے بچے کو خواب میں دیکھنا بچہ کی خوشخبری ہے۔ پس جو شخص بکری کے ذبح شدہ بچے کو خواب میں دیکھے تو یہ اس کی اولاد کی موت کی طرف اشارہ ہے۔ چاہے لڑکا ہو یا لڑکی اور اگر خواب میں بکرے کے بچے کا بھنا ہوا گوشت کھاتے ہوئے دیکھا تھا یہ لڑکے کی موت کی طرف اشارہ ہے۔ اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس نے بکری کے بچے کے پائے کھائے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے مصیبت سے نجات مل جائے گی اور اگر اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ بکری کے بچے کی بائیں پسلی کھا رہا ہے تو یہ رنج و غم کی

نشانی ہے اور اگر اس نے دیکھا کہ وہ بکری کے بچے کا اگلا حصہ کھا رہا ہے تو یہ عورتوں اور لڑکیوں کی طرف اشارہ ہے۔ نیز اگر بکری کا پچھلا حصہ کھاتے ہوئے دیکھا تو یہ مردوں کی طرف اشارہ ہے۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ بکری کے بچے کی بھنی ہوئی ٹانگ کھا رہا ہے اور وہ نرم ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ شخص اس عورت کو دھوکا دے ۔ ہے جو اس کی محسن ہے اور اگر ٹانگ سخت ہے تو یہ غیبت اور چغلی کی علامت ہے۔ اس کی تفصیل "باب الخاء" میں آئے گی۔

الاجدل

"الاجدل" یہ شکرے کو کہا جاتا ہے جو باز کی ایک قسم ہے۔ لغوی اعتبار سے "الاجدل" سختی اور شدت کے معنوں میں مستعمل ہے۔ اسے "اجدل"، "اجدلی" بروزن "اعجم" اور "اعجمی" بھی پڑھا جاتا ہے۔ اکثر علماء کے نزدیک یہ غیر منصرف ہے۔

امثال | اہل عرب کہتے ہیں: "بیض القطا یحضنه الاجدال" (شکرا چیل کے انڈے کو سیتا ہے)۔

اہل عرب یہ مثال اس وقت دیتے ہیں جب کوئی باعزت و شریف آدمی کسی کمینے آدمی کو اپنا مرجع بنائے۔

اَلْجَذَعُ

"اَلْجَذَعُ" (جیم اور ذال پر زبر ہے) بھیڑ کا بچہ جو ایک سال کا ہو جائے اس کو "جذع" کہتے ہیں۔ علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب (یعنی شافعیہ) کے نزدیک یہ زیادہ صحیح ہے اور اہل لغت کے ہاں بھی یہی مشہور ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک بھیڑ کے چھ مہینے کے بچے کو "جذع" کہتے ہیں۔ بعض اہل علم سات ماہ اور بعض نے آٹھ یا دس ماہ کے بھیڑ کے بچے کو "جذع" قرار دیا ہے۔

قاضی عیاض کہتے ہیں کہ بچے کے والدین (نر بھیڑ اور مادہ بھیڑ) کو دیکھا جائے گا اگر وہ دونوں جوان اور فربہ ہوں تو چھ مہینے کے بچے کو "جذع" شمار کیا جائے گا اور اگر اس کے والدین کمزور ہوں تو آٹھ ماہ کے بچے کو "جذع" کہا جائے گا لیکن قاضی عیاض کا یہ قول غریب ہے۔

بعض ماہرین حیوانات کہتے ہیں "جذع" بھیڑ کا وہ بچہ ہے جس کی پیٹھ (کمر) پر اون وغیرہ جم جائے اور بکریوں میں "جذع" دو سال کے بچے کو کہا جاتا ہے لیکن صحیح قول کے مطابق بکری کے ایک سال کا بچہ بھی "جذعہ" کہلاتا ہے۔ امام جوہری نے فرمایا ہے کہ "جذع" ایسے بچے کو کہا جاتا ہے جو دو سال سے کم ہو۔ اس کی جمع "جذعان" اور "اجذاع" آتی ہے اور اس کی مونث "جذعۃ" اور جمع "جذعات" آتی ہے۔

بکری کا وہ بچہ جو دوسرے سال میں ہو اور بھیڑ یا دنبے کا وہ بچہ جو تیسرے سال میں ہو اور اونٹ کا وہ بچہ جو پانچویں سال میں ان سب کے لیے "جذع" کے الفاظ مستعمل ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اونٹ، بکری، بھیڑ وغیرہ کے بچوں کی ایک خاص عمر ہونے پر ان کے لیے "جذع" کے الفاظ مستعمل ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں جوانی کی عمر میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ پس ایک دن نبی اکرمؐ اور حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے اور آپ مشرکین سے بچ کر آرہے تھے۔ پس آپ نے مجھے مخاطب ہوکر فرمایا اے لڑکے کیا تیرے پاس ہمیں پلانے کے لیے دودھ ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں تو نگران ہوں مالک نہیں ہوں اس لیے میں آپ کو دودھ نہیں پلا سکتا۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہارے پاس کوئی ایسی بکری ہے جس کے ساتھ جفتی نہ کی گئی ہو۔ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اسے لے آؤ۔ چنانچہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اسی قسم کی بکری لے گیا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ دوہنے کے ارادہ سے اس کی ٹانگیں باندھیں اور تھن پر ہاتھ پھیرنے لگے پھر دعا فرمائی۔ پس بکری کے تھنوں میں دودھ جمع ہونے لگا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ ایک بڑا پیالہ لے کر آئے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا اور اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے دودھ پیا پھر اس کے بعد میں نے دودھ پیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھنوں کو حکم دیا کہ پہلی حالت کی طرف لوٹ جاؤ۔ چنانچہ تھن اپنی جگہ پر جمع ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزہ کو دیکھ کر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے بھی اس کا علم سکھلا دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم تو سیکھے سکھلائے ہو۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ستر سورتیں سیکھیں جن میں کوئی میرا شریک نہیں۔ (الحدیث)

''حدیث البعث'' میں ورقہ ابن نوفل[1] کا یہ قول مذکور ہے **"قال یا لیتنی فیھا جذعا"** (کاش کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور نبوت کے دور میں جوان ہوتا اور ان کی مدد کرتا)۔

''جذعا'' مندرجہ بالا جملہ میں حال کی بنا پر منصوب ہے اور ''فیھا'' کے اندر جو ضمیر ہے وہ ذوالحال ہے۔

بعض اہل علم نے ''فیھا'' سے قبل ''کان'' فعل محذوف مانا ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ ''کان'' افعال ناقصہ میں سے ہے جو محذوف نہیں مانا جاتا۔ البتہ اگر کوئی لفظی قرینہ موجود ہو تو اس صورت میں محذوف ماننا صحیح ہے۔ جیسے **"اِنْ خیراً فخیر" وَ اِنْ شراً فشراً"** اس جملہ میں لفظ ''اِنْ'' شرطیہ ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں کوئی فعل محذوف ہے کیونکہ ''اِنْ'' شرطیہ فعل

---

[1] ورقہ بن نوفل۔ رشتے میں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے چچیرے بھائی۔ بعض آراء میں راہب و عیسائی مبلغ ایک اور خیال کے مطابق انہوں نے انجیل مقدس کا ترجمہ کیا۔ اکثر اوقات لوگوں سے الگ رہ کر ذکر و زہد میں مصروف رہتے۔ جب حضرت محمدؐ پر حضرت جبرائیل اللہ تعالیٰ کی طرف سے منصب نبوت و وحیۂ رسالت لے کر آئے اور آپ خوف الٰہی میں لرزاں گھر تشریف لائے تو حضرت خدیجہؓ نے آپ کی نبوت کی گواہی دیتے ہوئے انہیں ورقہ بن نوفل کے پاس چلے جانے کا ارادہ کر لیا۔ ورقہ بن نوفل علمائے یہود و نصاریٰ سے معلوم کر چکے تھے کہ ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے جو اللہ کی قوت کو زمین پر پھیلائے گا۔ جب آپؐ نے ان سے حضرت جبرائیل کی گفتگو بیان کی تو اس وقت ورقہ نہایت ضعیف و نابینا ہو چکے تھے، ایک دم چلا اٹھے۔ یہی ہے وہ ناموس جو حضرت موسیٰؑ پر اترا تھا۔ انہوں نے کچھ توقف کے بعد پھر کہا۔ اے نبی کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب آپ کی قوم آپ کو مکہ سے ہجرت کرنے پر مجبور کر دے گی اور میں اس وقت آپ کی کچھ مدد کر سکتا۔ میں نے آپ کی ہجرت کا واقعہ سعیاہ کے بیالیسویں باب میں پڑھا ہے۔ رسول اللہؐ نے پوچھا اے ورقہ آخر میری قوم مجھے مکہ مکرمہ سے کیوں نکالے گی؟ ورقہ نے کہا تمام انبیاءؑ کے ساتھ یہی ہوتا آیا ہے کہ آغاز رسالت میں انہوں نے (یعنی قوم نے) عداوت، بغاوت اور مخالفت پر کمر باندھی اور (قوم کے لوگ) اس وقت ان پر (یعنی انبیاء پر) ایمان لے آئے جب قہر خداوندی کا نزول ہوا اور آثار فطرت و قدرت نے اپنے بندوں کی مدد کی۔ ورقہ بن نوفل اس واقعہ سے چند دن بعد انتقال کر گئے۔ (شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا صفحہ ۱۵۴)

پر داخل ہوتا ہے نہ کہ اسم پر لیکن یہاں لفظ ''اِنْ'' اسم پر داخل ہو رہا ہے تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہاں کوئی نہ کوئی فعل محذوف ہے۔

ابو عمر بن عبد البر ''تمہید'' میں بطریق صحیح روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شجرہ طوبیٰ[1] کے متعلق پوچھا۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا ملک شام میں ایک درخت ہوتا ہے جسے جوزۃ (اخروٹ کا درخت) کہتے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کے اوصاف بیان کیے۔ پھر اعرابی نے اس درخت کی جڑ کے متعلق سوال کیا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم نوجوان اونٹ پر سوار ہو کر اس درخت کے ارد گرد چکر لگانا چاہو تو لگا نہیں سکو گے اور نوجوان اونٹ بھی تھک کر اپنا دم توڑ دے گا۔

''التعریف والاعلام'' میں سہیلیؒ نے ذکر کیا ہے کہ شجرہ طوبیٰ کی جڑ جنت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محل مبارک میں ہوگی اور اس کی تمام شاخیں جنتیوں کے مکانوں میں ہوں گی۔ جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات سے علم وایمان پوری دنیا میں پھیلا۔ اور ''شجرہ طوبیٰ'' اخروٹ کے درخت کے مشابہ ہے۔

اَلْجَرَادُ[2]

''اَلْجَرَادُ'' مشہور ومعروف پرندہ (ٹڈی) ہے۔ اس کا واحد ''جَرَادَةٌ'' ہے۔ نیز اس میں مذکر اور مونث کے لیے ''جرادۃ'' ہی مستعمل ہے کیونکہ اس میں ''تا'' وحدت کے لیے ہے جیسے ''نملۃ'' اور حمامۃ'' مذکر ومونث دونوں پر بولا جاتا ہے۔ اہل لغت کے نزدیک ''جرادۃ'' اسم جنس ہے اور یہ جرد'' سے مشتق ہے جو چمک دار' بے کار دونوں معنوں میں مستعمل ہے۔ جیسے ''ثوب جرد'' (چمک دار کپڑا یا بوسیدہ کپڑا) اہل لغت کہتے ہیں کہ اسماء اجناس میں اشتقاق بہت کم ہوتا ہے۔

ٹڈیوں کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) بری۔ (۲) بحری۔ لیکن یہاں بری ٹڈی پر بحث کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ'' (جس دن لوگ قبروں سے نکالے جائیں گے تو وہ ایسے معلوم ہوں گے جیسے ٹڈیوں کا لشکر جو چاروں طرف پھیلا ہوا ہو) یعنی اس دن ہر طرف انسان ہی انسان ہوں گے۔ اسی حالت کو اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ بیان فرمایا ہے۔ ''يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ''. (اس دن تمام انسان یوں ہوں گے جیسے بچھے ہوئے بستر)۔

ان دونوں آیتوں میں تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ قبروں سے فوراً اٹھنے کے بعد ''كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ'' ہوں گے۔ پھر اس کے بعد جب وہ میدان حشر میں اکٹھے کیے جائیں گے تو ''كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ'' کی حالت میں ہوں گے۔

نر ''جرادۃ'' کو ابوعوف اور مادہ کو ''ام عوف'' کہا جاتا ہے۔ ابوعطا سندی نے کہا ہے:

---

[1] طوبیٰ، طیب سے ہے جس کے معنی بہت زیادہ پاکیزہ۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شجرۂ طوبیٰ آسمان دنیا سے اوپر کسی آسمان پر ایک درخت کا نام ہے نیز کسی محترم وممتاز آدمی کے اعلیٰ خاندان کو بھی شجرۂ طوبیٰ کہا جاتا ہے۔ (مترجم)

[2] اردو، ٹڈی۔ بنگالی، ٹڈی۔ بلوچی، مدک۔ پشتو، وڑوکے ملخ۔ پنجابی، ٹڈی۔ سندھی، ماکڑ۔ کشمیری، ٹڈی۔ (ہفت زبانی لغت صفحہ ۱۹۶)
انگریزی۔ Locust (کتابستان انگلش اردو ڈکشنری صفحہ ۲۱۳)

وَمَا صَفرَاء تکنی اُمّ عَوفٍ کَاَنّ رِجُلَتیهَا منجلان.

(وہ ٹڈی کی کنیت ام عوف ہے گویا اس کے دونوں پاؤں ظاہر ہیں)

ٹڈی کی مختلف قسمیں ہیں۔ بعض ... ی ہوتی ہیں اور بعض چھوٹی اور بعض سرخ رنگ کی ہوتی ہیں اور بعض زرد رنگ کی اور بعض کا رنگ سفید ہوتا ہے۔

مسلمہ بن عبدالملک بن مروان "جرادۃ الصفراء" کے لقب سے مشہور تھا۔ نیز عبدالملک بہادر آدمی تھا مسلمہ بن عبدالملک کئی مرتبہ آرمینیا اور آذربائیجان کے گورنر بنائے گئے۔

مسلمہ بن عبدالملک اپنے بھائی سلیمان کے دور خلافت میں قسطنطنیہ پر حملہ آور ہوا تھا۔ سنن ابی داؤد میں مذکور ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ مسلمہ بن عبدالملک کی وفات ۱۲۱ھ میں ہوئی۔

فوائد (۱) مسلمہ بن عبدالملک ابن مروان اپنی فوج ولشکر کے ہمراہ جب مقام عموریہ میں داخل ہوئے تو ان کے سینہ میں درد ہو گیا جس کی وجہ سے وہ لڑائی میں شریک نہیں ہو سکے۔ اہل عموریہ نے مسلمانوں سے پوچھا کہ تمہارے سپہ سالار میدان کارزار میں کیوں نہیں آئے۔ مسلمانوں نے جواب دیا کہ ان کے سینے میں بہت سخت درد ہے اس لیے وہ لڑائی میں شریک نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ اہل عموریہ نے مسلمانوں کو ایک لباس دیا کہ یہ اپنے امیر کو پہنا دو اس سے سینہ کا درد ختم ہو جائے گا۔ چنانچہ مسلمانوں نے ایسا ہی کیا تو لباس پہنتے ہی مسلمہ بن عبدالملک کے سینہ کا درد ختم ہو گیا۔ مسلمانوں کو تعجب ہوا تو انہوں نے لباس کو ادھیڑنا شروع کیا تو اس میں سے ایک پرچہ ملا جس پر یہ آیات لکھی ہوئی تھیں۔

"بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. ذٰلِکَ تَخْفِيْفٌ مِنْ رَّبِّکُمْ وَرَحْمَةٌ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلْاٰنَ خَفَّفَ اللهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا. بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ يُرِيْدُ اللهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا. بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ. بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّکَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا. بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، لَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ."

پس مسلمانوں نے عیسائیوں سے کہا کہ ... تم نے کہاں سے حاصل کیں یہ تو ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہیں۔ اہل عموریہ نے کہا کہ ... نے ان آیات ... پ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے سات سو سال قبل گرجے میں ایک پتھر پر منقوش پایا۔

(۲) حافظ ابن عساکر نے ... سینے کے درد کے لیے مندرجہ ذیل آیات لکھ کر باندھنا بھی مفید و مجرب ہے۔

"بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ كٓهٰيٰعٓصٓ ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّکَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَلَمْ اَكُنْ بِدُعَائِکَ رَبِّ شَقِيًّا اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّکَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا كٓهٰيٰعٓصٓ حٰمٓ عٓسٓقٓ كَمْ لِلّٰهِ مِنْ نِعْمَةٍ فِيْ كُلِّ

عَبْدٍ شَاكِرٍ وَغَيْرِ شَاكِرٍ وَكَمْ لِلّٰهِ مِنْ نِعْمَةٍ فِيْ كُلِّ عِرْقٍ سَاكِنٍ وَغَيْرِ سَاكِنٍ اِذْهَبْ اَيُّهَا الصَّدَاعُ بِعِزِّ عِزِّ اللّٰهِ وَبِنُوْرِ وَجْهِ اللّٰهِ وَلَهُ مَا سَكَنَ فِي اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

(۳) اگر کسی شخص کے سر میں درد ہو تو مندرجہ ذیل حروف لکڑی کی تختی پر لکھ کر لوہے کی کیل سے یکے بعد دیگرے ان حروف کو دباتا رہے اور یہ آیت پڑھتا رہے تو انشاء اللہ درد ختم ہو جائے گا۔

"وَلَوْشَاءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ"۔ نیز وہ حروف درج ذیل ہیں۔"اح اک ک ح ع ح ام ح"

ٹڈی جب انڈے سے نکلتی ہے تو اس کو "الدبی" کہا جاتا ہے۔ پس جب اس کے پر نکل آئیں اور وہ کچھ بڑی ہو جائے تو اس کو "غوغاۃ" کہا جاتا ہے۔ نیز جب ٹڈی زرد رنگ کی ہو جائے اور مادہ ٹڈی کالے رنگ کی ہو جائے تو اس کو "جرادۃ" کہا جاتا ہے۔

جب ٹڈی انڈے دینے کا ارادہ کرتی ہے تو ایسی سخت اور بنجر زمین کا انتخاب کرتی ہے جہاں کسی انسان کا گزر نہ ہوا ہو۔ پھر اس زمین پر دم سے سوراخ کرتی ہے جس میں وہ انڈا دیتی ہے۔ نیز وہیں رکھے رکھے زمین کی گرمی سے بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔

ٹڈی کی چھ ٹانگیں ہوتی ہیں دو سینے میں' دو بیچ میں اور دو آخر میں۔ ٹڈی وہ جانور ہے جو لشکر کی طرح ایک ساتھ پرواز کرتی ہے اور اپنے سردار کے تابع اور مطیع ہوتی ہے۔ اگر ٹڈیوں کا سردار پرواز کرتا ہے تو یہ بھی اسی کے ہمراہ پرواز کرتی ہے اور اگر وہ کسی جگہ اترتا ہے تو یہ بھی اسی کے ساتھ اتر جاتی ہیں۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ٹڈی کا لعاب نباتات کے لیے زہر قاتل ہے۔ اگر اس کا لعاب کسی نباتات پر پڑ جائے تو اسے ہلاک کر دیتا ہے۔ اسی لیے جب ٹڈی کسی کھیت یا جنگل میں پہنچ جاتی ہے تو اس کو برباد کر دیتی ہے۔

بخاری شریف میں مذکور ہے! حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت ایوب[1] علیہ السلام برہنہ غسل فرما رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سونے کی ٹڈیوں کی بارش فرمائی جس کو آپ اپنے دامن میں سمیٹنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایوب! کیا ہم نے تمہیں ان سے بے نیاز نہیں کر دیا؟ حضرت ایوب علیہ السلام نے عرض کیا جی ہاں' لیکن آپ کی برکت سے بے نیاز نہیں ہوں۔ (رواہ البخاری)

---

[1] حضرت ایوب علیہ السلام: اللہ تعالیٰ کے ایک برگزیدہ نبی، جن کا صبر بہت مشہور ہے اور صبر ایوبؑ ضرب المثل بن چکا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نسب سے تھے۔ ان کی والدہ لوط علیہ السلام کی بیٹی تھیں۔ قرآن مجید میں حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر سورۂ نساء، سورۂ انعام، سورۂ انبیاء اور سورۂ ص میں ہے۔ سورۂ انبیاء میں آیا ہے کہ "تو ہم نے اس کی سن لی اور جو دکھ انہیں تھا، اسے دور کر دیا اور اس کو اہل وعیال عطا فرمائے، بلکہ ان کے ساتھ ویسے ہی اور اپنی خاص مہربانی سے، تا کہ سچے بندوں کیلئے نصیحت کا سبب ہو۔ سورۂ ص میں حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر اس طرح آیا ہے "اور ہمارے بندے ایوب علیہ السلام کا بھی ذکر کر، جبکہ اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے شیطان نے رنج اور دکھ پہنچایا ہے۔ اپنا پاؤں مارو، یہ نہانے کا ٹھنڈا اور پینے کا پانی ہے

طبرانی اور بیہقی نے ابوزہیر سے بواسطہ شعبہ یہ روایت نقل کی ہے کہ: نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ تم ٹڈیوں کو ہلاک نہ کرو کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا لشکر ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹڈیوں کے عدم قتل کا جو حکم فرمایا ہے یہ اس صورت میں صحیح ہے کہ ٹڈی کھیتی وغیرہ کو نقصان نہ پہنچائیں' اور اگر یہ نقصان کا باعث ہو تو اسے ہلاک کرنا صحیح ہے۔

جند سے مراد لشکر ہے۔ اس کی جمع ''اجناد'' اور ''جنود'' آتی ہے اور ''ارواح'' کی حدیث میں ''جنود مجندۃ'' کا لفظ مستعمل ہے جس کے معنی لشکر کے ہیں جیسے ''الوف مؤلفۃ'' اور ''قناطیر مقنطرۃ''۔

ابن عمران سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے آ کر ٹڈی بیٹھی جس کے پر پر لکھا ہوا تھا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی فوج ہیں اور ہمارے ننانوے انڈے ہوتے ہیں اور اگر پورے ''سو'' ہو جائیں تو ہم پوری دنیا کو کھا جائیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اَللّٰهُمَّ أَهْلِكِ الْجَرَادَ وَاقْتُلْ كِبَارَهَا وَاَمِتْ صِغَارَهَا وَاَفْسِدْ بَيْضَهَا وَسُدِّ اَفْوَاهِهَا عَنْ مَرَارِعِ الْمُسْلِمِيْنَ''۔

پس جبرائیل علیہ السلام جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا بعض حصہ قبول کر لیا گیا۔

حضرت حسن بن علیؓ سے روایت ہے کہ میں اور میرا بھائی محمد بن حنفیہ اور میرے چچا کے لڑکے عبداللہ اور قثم اور فضل (اولاد عباس) کھانا کھا رہے تھے کہ ایک ٹڈی دسترخوان پر آ کر بیٹھ گئی جس کو عبداللہ بن عباسؓ نے پکڑ لیا اور مجھ سے پوچھا کہ اس کے پروں پر کیا لکھا ہوا ہے؟ میں نے اپنے والد محترم حضرت علیؓ سے سوال کیا۔ پس حضرت علیؓ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس کے پروں پر:

''أَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا أَنَا رَبُّ الْجَرَادِ وَرَازِقُهَا اِنْ شِئْتَ بَعَثْتُهَا رِزْقًا لِقَوْمٍ وَّ اِنْ شِئْتَ بَعَثْتُهَا بَلَاءً عَلٰى قَوْمٍ'' تحریر تھا۔

(میں معبود برحق ہوں جس کا کوئی شریک نہیں۔ ٹڈیوں کا پروردگار ہوں' ان کو رزق دیتا ہوں اور اگر چاہوں تو اس کو کسی قوم کے

اور ہم نے اسے اس کا پورا کنبہ عطا فرمایا، بلکہ اتنا ہی اور بھی اس کے ساتھ اپنی خاص رحمت سے اور عقلمندوں کی نصیحت کیلئے اور اپنے ہاتھ میں تنکوں کا ایک مٹھا (جھاڑو) لے کر مار دے۔ اپنی قسم نہ توڑ۔ ہم نے اسے صابر پایا۔ بہترین بندہ اپنے رب کی طرف بہت رجوع کرنے والا''

حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس بے انتہا دولت تھی۔ آپ بہت زیادہ خیرات اور صدقات کرتے تھے۔ آپ غریبوں اور مصیبت زدوں کی مدد کرتے تھے۔ بڑے مہمان نواز تھے۔ اجنبیوں کے ساتھ بڑی شفقت سے پیش آتے تھے۔ آپ کی زندگی میں بڑی آزمائشیں آئیں۔ آپ ان آزمائشوں میں صابر نکلے اور کامیاب و کامران رہے۔ بعض محققین کے نزدیک حضرت ایوب علیہ السلام کا زمانہ ۱۳۰۰ تا ۱۵۰۰ قبل مسیح ہے۔ امام بخاریؒ نے ''کتاب الانبیاء'' میں حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر حضرت یوسف علیہ السلام کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے کیا ہے۔ دمشق کے نزدیک نوے کے مقام پر ب کا مقبرہ زیارت گاہ خاص و عام تھا۔ یہاں پر اب تک وہ چٹان موجود ہے۔ جس پر آپ نے اپنی آزمائش کا عرصہ گزارا تھا اور وہ چشمہ بھی ہے جس کے غسل کر کے آپ تندرست ہو گئے تھے۔ (شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا صفحہ ۳۱۲)

لیے اپنی رحمت بنا کر بھیج دیتا ہوں اور اگر کسی قوم کو آزمائش میں مبتلا کرنا چاہوں تو ٹڈی کو آزمائش کا سبب بنا دیتا ہوں)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ مخفی علوم میں سے ہے۔ (تاریخ نیشاپور)

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ایک سال حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں ٹڈیاں مفقود ہو گئیں جس سے فاروق اعظم غمگین ہو گئے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے ٹڈیوں کی تلاش کے لیے شام عراق اور یمن کی طرف لشکر کو بھیجا۔ چنانچہ جو لشکر یمن کی طرف گیا تھا اس نے "ٹڈی" تلاش کر کے حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں پیش کر دی جس کو دیکھ کر آپؓ کا غم ہلکا ہوا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار مخلوق کو پیدا کیا ہے جس میں چھ سو دریا میں اور چار سو خشکی میں رہتی ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کسی مخلوق کو فنا کرنے کا ارادہ کرے گا تو سب سے پہلے ٹڈیاں فنا ہو جائیں گی پھر اس کے بعد یکے بعد دیگرے دوسری مخلوق فنا ہوں گی۔

ابن عدی نے محمد بن عیسیٰ کے ترجمہ میں اور امام ترمذیؒ نے "نوادرات" میں یہ بات نقل کی ہے کہ تمام مخلوقات میں سب سے پہلے ٹڈیوں کو ہلاک کیا جائے گا کیونکہ یہ ٹڈی اسی مٹی سے پیدا کی گئی ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا کرنے کے بعد بچ گئی تھی۔ امام اوزاعیؒ نے فرمایا ہے کہ مجھ سے حسان نے یہ بات بیان کی ہے کہ شیطان کی مثال کثرت تعداد میں اس جنگل کی سی ہے جس میں صرف ٹڈیاں ہی ٹڈیاں ہوں اور اگر وہاں کسی انسان کا گزر ہو جائے تو ٹڈیاں چاروں طرف اڑنے لگیں۔ (اس کا مفہوم یہ ہے دنیا میں شیاطین بکثرت موجود ہیں) حضرت حسان فرماتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ شیاطین کو انسانوں پر مخفی نہ کرتے تو ہر جگہ شیطان ہی شیطان نظر آتے۔

یزید بن میسرہ فرماتے ہیں کہ حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام اکثر ٹڈی کا گوشت اور پھلوں کا گودہ تناول فرماتے اور اپنے آپ کو مخاطب کر کے فرماتے کہ اے یحییٰ تو کتنا خوش نصیب ہے کہ تو اکثر ٹڈی کا گوشت اور پھلوں کا گودہ استعمال کرتا ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ٹڈی میں مختلف جانوروں کی دس چیزیں پائی جاتی ہیں۔ (۱) گھوڑے کا چہرہ (۲) ہاتھی کی آنکھیں (۳) بیل کی گردن (۴) بارہ سنگا کے سینگ (۵) شیر کا سینہ (۶) بچھو کا پیٹ (۷) گدھ کے پر (۸) اونٹ کی ران (۹) شتر مرغ کی ٹانگ (۱۰) سانپ کی دم۔

قاضی محی الدین شہرزوری نے ٹڈی کے متعلق کیا خوب شعر کہا ہے ؎

لها فخذا بكر و ساقا نعامة وقد متانسر وجؤجؤ ضيغم

"ٹڈی کی رانیں بکری اور اس کی ٹانگیں شتر مرغ کی طرح اور اس کے دونوں پاؤں گدھ کی طرح اور اس کا گلا شیر سے ملتا جلتا ہے"۔

حبتها افاعى الارض بطنا وانعمت عليها جياد الخيل بالراس والفم

"حشرات الارض اس کی خوراک ہیں نیز اللہ تعالیٰ نے ٹڈیوں کو بہترین گھوڑوں کے سر اور منہ جیسا بنا کر اس کے حسن میں اضافہ کر دیا ہے"

قاضی محی الدین شہرزوری کا مندرجہ ذیل شعر بھی بہت عمدہ ہے جس میں انہوں نے بارش میں اولے پڑنے کی حالت کو بیان کیا ہے۔

ولما شار اس الدهر غيظا لما قاساه ممن فقد الكرام

"اور جب زمانے میں غیظ وغضب کی آگ بھڑک اٹھی اور دنیا شرفاء سے خالی ہو گئی"

اقام يميط عنه الشيب غيضا وينثر ما اماط على الانام

"تو از راہ غضب بڑھاپے کو دور کرنے کے لیے کھڑے ہو گئے اور لوگوں کے اوپر سفید اولے برسائے گئے"۔

قاضی محی الدین شہرزوری کی وفات ۵۸۶ھ میں ہوئی۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ٹڈی ''ماکول اللحم'' جانوروں میں سب سے زیادہ بیماری کی جڑ ہے۔ امام اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک دیہات میں پہنچا تو وہاں کسان گیہوں کی کاشت کر رہا تھا اور گیہوں کی بالیں ہوا میں لہرا رہی تھیں چنانچہ ٹڈیاں اس کھیت پر حملہ آور ہوئیں تو وہ شخص پریشان ہوگیا۔ پس اس نے پریشانی کے عالم میں یہ اشعار پڑھے ؎

مرا لجراد علیٰ زرعی فقلت له　　　لا تاکلن ولا تشغل بافساد

''میرے کھیت میں ٹڈیاں حملہ آور ہوئیں تو میں نے ان سے کہا کہ کھیت کی پیداوار کو مت کھاؤ اور میرے لیے خرابی پیدا نہ کرو''۔

فقام منهم خطیب فوق سنبلة　　　انا علی سفر لابدمن زاد

''پس ایک خوشہ پر بیٹھے ہوئے ٹڈیوں کے ترجمان نے کہا کہ ہم سفر میں ہیں اور سفر میں توشہ لازمی ہے''۔

فائدہ مندرجہ ذیل کلمات کو لکھ کر بانس کی نلکی میں بند کر کے کھیت یا انگور کے باغ میں دفن کرنے سے کھیت وغیرہ ٹڈیوں کے ضرر سے محفوظ رہے گا۔ کلمات یہ ہیں۔

''بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَللّٰهُمَّ أَهْلِكْ صِغَارَهُمْ وَاقْتُلْ كِبَارَهُمْ وَافْسِد بِيْضَهُمْ وَخُذْ بِاَفْوَاهِهِمْ عَنْ مَعَايِشِنَا وَاَرْزَاقِنَا اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مَا مِنْ دَابَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ بِنَا صِيَتِهَا اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَاسْتَجِبْ مِنَّا يَاارْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ''۔

ٹڈی سے حفاظت کے لیے یہ عمل بھی بہت مجرب ہے جس کو یحییٰ بن عبداللہ قرشی نے بار بار آزمایا ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ایک بلند پایہ عالم نے بھی اس عمل کے فائدے کا ذکر کیا ہے۔ اس وقت عالم کا نام میں بھول گیا ہوں۔ نیز ان کے علاوہ دیگر حضرات نے بھی اس عمل کو پایا اور مجرب پایا' وہ عمل یہ ہے۔

اگر کسی شہر یا گاؤں یا بستی میں ٹڈیوں کی کثرت ہو اور شہر والے ٹڈیوں سے تنگ آ گئے ہوں تو چاہیے کہ چار ٹڈیاں پکڑیں اور چاروں کے پروں پر مندرجہ ذیل قرآنی آیات لکھ کر جس سمت یا جس شہر کا نام لے کر ان کو چھوڑ دیا جائے گا یہ تمام ٹڈیاں اسی سمت چلی جائیں گی۔ پہلی ٹڈی پر یہ آیت لکھیں۔ ''فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ'' دوسری ٹڈی پر یہ آیت لکھیں۔ ''وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَايَشْتَهُوْنَ''۔ تیسری ٹڈی پر یہ آیت لکھیں۔ ''ثُمَّ انْصَرَفُوْاصَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ''۔ چوتھی ٹڈی پر یہ آیت لکھیں۔ ''فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ''۔

ٹڈی کا شرعی حکم تمام اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ ٹڈی کا گوشت مباح ہے۔ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ ''حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوات میں شرکت کی اور ہم ٹڈی کا گوشت کھاتے تھے''۔ (الحدیث) اس حدیث کو ابوداؤدؒ' بخاریؒ اور حافظ ابونعیمؒ نے نقل کیا لیکن اس میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمارے

ساتھ ٹڈی کا گوشت تناول فرماتے تھے۔'' ابن ماجہؒ نے حضرت انسؓ سے یہ روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ٹڈی کا گوشت پیش کرتی تھیں''۔

''موطا میں ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ سے ٹڈی کے متعلق سوال کیا گیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے ٹڈی کا گوشت بہت پسند ہے''۔

حضرت ابوامامہ باہلیؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مریم بنت عمران علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی کہ مجھے کوئی ایسا گوشت کھلایئے جس میں خون نہ ہو۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ٹڈی بھیجی۔ پس مریم نے دعا کی اے اللہ! اس مخلوق کو بغیر دودھ کے زندہ رکھ اور ان کا سفر بغیر کسی شور وغل کے ہو۔ راوی کہتے ہیں میں نے کہا ابوالفضل ''شیاع'' کے کیا معنی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا شور وغل کرنا۔ (رواہ البیہقی)

اس سے پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام ٹڈی کا گوشت اور پھلوں کا گودہ تناول فرمایا کرتے تھے۔ ائمہ اربعہ کے نزدیک ٹڈی کا گوشت پاک ہے اور اس کا کھانا جائز ہے چاہے ٹڈی اپنی موت مری ہو یا اسے ذبح کیا گیا ہو۔ یہاں تک کہ اسے کسی غیر مسلم نے ہی کیوں نہ شکار کیا ہو۔ ہر صورت میں اس کا کھانا ٹھیک ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کا ایک قول یہ بھی ہے کہ اگر ٹھنڈک کی شدت سے ٹڈی حلال ہوئی ہے تو اس صورت میں اس کا گوشت نہیں کھایا جائے گا اور امام مالکؒ کے مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ٹڈی کے سر کو جدا کر دیا گیا تو پھر ٹڈی کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے۔

ٹڈی کے حلال ہونے کی دلیل یہ حدیث بھی ہے۔ ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے لیے دو میتۃ (مچھلی اور ٹڈی) اور دو خون (جگر اور تلی) حلال کر دیئے گئے''۔ (الحدیث)

ٹڈی کے متعلق علماء کا اختلاف ہے کہ آیا اس پر بری شکار کے احکام مرتب ہوں گے یا بحری کے؟ بعض اہل علم نے ٹڈی کو خشکی کا شکار قرار دیا ہے اور بعض اہل علم کے نزدیک ٹڈی دریائی شکار ہے۔ چنانچہ اس کی دلیل میں مندرجہ ذیل حدیث کو پیش کیا جاتا ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹڈیوں کے متعلق بددعا کرتے ہوئے فرمایا کہ اے اللہ! بڑی ٹڈیوں کو ہلاک و برباد کر دے اور چھوٹی ٹڈیوں کو ختم کر دے اور ان کی بھیڑ مٹا دے اور ان کا منہ بند کر دے تا کہ یہ ہمارے ذریعہ معاش (کھیتی باڑی) کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔ بے شک آپ دعاؤں کے سننے والے ہیں۔ پس ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ اللہ تعالیٰ کے لشکر کی نسل کے خاتمہ کی کیوں دعا فرما رہے ہیں؟ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹڈیاں سمندری مچھلیوں کی چھینک سے پیدا ہوتی ہیں۔ (رواہ ابن ماجہ) اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ ٹڈیاں بحری شکار ہیں جنہیں حالت احرام میں بھی شکار کیا جا سکتا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حج یا عمرہ کرنے کے لیے نکلے تو راستہ میں ہمیں ٹڈیوں کا ایک بہت بڑا لشکر ملا۔ پس ہم ٹڈیوں کو جوتوں اور کوڑوں سے مارنے لگے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو کھاؤ کیونکہ یہ دریائی شکار ہے۔'' (الحدیث) علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ ٹڈی خشکی کا شکار ہے۔ اس لیے اگر کسی محرم نے حالت

احرام میں ٹڈی کو ہلاک کر دیا تو اس پر شرعی تاوان واجب ہوگا۔ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت ابن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا ٹڈی کے متعلق یہی مسلک ہے۔ عبدری فرماتے ہیں کہ ابوسعید خدریؓ کے علاوہ تمام اہل علم نے اسی قول کو اختیار کیا ہے کہ یہ خشکی کا شکار ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ حالت احرام میں ٹڈی کے شکار کرنے سے شرعی تاوان واجب نہیں ہوتا کیونکہ یہ بحری شکار ہے اور دلیل کے طور پر یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔

نیز وہ تمام لوگ جو ٹڈی کو دریائی شکار مانتے ہیں ان کی دلیل بھی یہی حدیث ہے۔ "حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے ٹڈیوں کا ایک بہت بڑا لشکر پایا۔ پس ہم میں سے ایک آدمی جو حالت احرام میں تھا ٹڈیوں کو کوڑوں سے مارنے لگا تو اس شخص سے کہا گیا کہ حالت احرام میں شکار کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ پس اس کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ دریائی شکار ہے۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی وغیرہما)۔

جمہور اہل علم اس حدیث کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس حدیث میں ایک راوی ابوالمہز م غیر ثقہ ہیں جن کی روایات ناقابل اعتماد ہیں۔ نیز جمہور دلیل کے طور پر یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ جس کو امام شافعیؒ نے بطریق صحیح یا حسن حضرت عبداللہ بن ابوعمار سے نقل کیا ہے۔ عبداللہ بن ابوعمار فرماتے ہیں کہ میں اور معاذ بن جبلؓ اور کعب احبارؒ ایک جماعت کے ساتھ جو حالت احرام میں تھی بیت المقدس سے عمرہ کرنے کی غرض سے آ رہے تھے یہاں تک کہ جب ہم نے کچھ فاصلہ طے کر لیا تو ہمیں ٹڈیوں کا عظیم الشان لشکر نظر آیا تو حضرت کعبؓ نے جو دلیر قسم کے انسان تھے اس میں سے دو ٹڈیوں کو پکڑ کر ہلاک کر دیا اور انہیں یہ یاد نہ رہا کہ وہ حالت احرام میں ہیں۔ پھر انہیں یاد دلایا گیا تو انہوں نے فوراً وہ ٹڈی پھینک دی۔ ابوعمار فرماتے ہیں جب ہم مدینہ میں حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو کعبؓ نے اپنا ٹڈی والا واقعہ بیان کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے کعب کیا آپ نے اس جرم کی تلافی میں کچھ صدقہ وغیرہ دیا؟ حضرت کعبؓ نے فرمایا جی ہاں دو درہم خرچ کیے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے خوش ہو کر فرمایا: واہ واہ دو درہم تو سو ٹڈیوں کے مقابلہ میں بھی زیادہ ہیں تمہیں تو صرف اتنا ہی صدقہ ادا کرنا چاہیے تھا جتنا تم نے جرم کیا ہے۔ (الحدیث)

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ٹڈی کی قیمت بھی لگائی جا سکتی ہے۔

مسئلہ اگر کسی شخص نے حالت احرام میں ٹڈی کو ہلاک کر دیا، جان بوجھ کر یا بھول سے تو ہر صورت میں شرعی تاوان واجب ہوگا۔ اور اگر ٹڈیوں کا لشکر راستے میں ہو اور روندے بغیر چارہ کار نہ ہو تو پھر ٹڈیوں کو ہلاک کرنے کی صورت میں کوئی تاوان واجب نہیں ہوگا۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی جگہ ٹڈیوں کی کثرت ہو تو اس میں خرید و فروخت جائز ہے۔

امام رافعیؒ نے "باب الربا" میں ٹڈی کے متعلق تین باتیں بیان کی ہیں۔

(۱) ٹڈی گوشت والے جانوروں میں سے نہیں۔ (۲) گوشت والے خشکی کے جانوروں میں سے ہے۔ (۳) گوشت والے دریائی جانوروں میں سے ہے۔

موفق ابن طاہر کا ٹڈیوں کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ ٹڈی دریائی جانور ہے کیونکہ یہ مچھلی کے فضلہ سے پیدا ہوتی ہے۔

امثال (۱) اہل عرب کہتے ہیں "تمرة من جرادة واطيب من جرادة" (ایک کھجور ٹڈی سے زیادہ بہتر اور زیادہ لطیف ہے)

(۲)"وجاء القوم كالجراد المنتشر اى متفرقين" (اور آنے والے ٹڈی دل کی صورت میں آئے اگرچہ وہ منتشر انداز میں آئے ہوں)

(۳) "واجرد من الجراد واغوى من غوغاء الجراد" (فلاں ٹڈی سے زیادہ برہنہ یا ٹڈی سے زیادہ شور کرنے والا ہے)

(۴)''كالجراده يبقى ولايذر ''(وہ ٹڈی کی طرح سب کچھ ہڑپ کر گیا) یہ مثال اس وقت بولتے ہیں جب معاملہ سنگین ہو جائے اور کسی نے کسی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا ہو۔

(۵)''احمى من مجير الجراد ''(ٹڈیوں کو پناہ دینے والے سے بھی زیادہ کارآمد)

یہ مثال مدلج ابن سوید طائی سے چلی ہے۔ کلبی نے لکھا ہے کہ مدلج ایک دن اکیلا اپنے خیمہ میں پہنچا تو وہاں قبیلہ طے کے کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے ان کے ہاتھوں میں برتن تھے۔ مدلج نے کہا کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ ٹڈیاں تمہارے کھیتوں میں پڑ گئی ہیں اور ہم یہ برتن لے کر آئے ہیں تا کہ انہیں پکڑ لیں اور ان برتنوں میں لے جائیں۔ پس مدلج گھوڑے پر سوار ہوا اور اس نے تیر بھی ساتھ لے لیے اور کہا اللہ کی قسم اگر تم میں سے کسی نے بھی ٹڈیوں کو قتل کیا تو میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی میری پناہ میں آئے اور تم اسے پکڑو۔ پس اس کے بعد مدلج برابر کھیت کی نگرانی کرتا رہا یہاں تک کہ دھوپ بند ہو گئی اور ٹڈیاں اڑ گئیں۔ پس مدلج نے کہا اب جو تمہارا جی چاہے کرو اس لیے کہ اب ٹڈیاں میری پناہ سے نکل چکی ہیں۔

ٹڈی کے خواص (۱) جب کسی آدمی کو رک رک کر پیشاب آتا ہو تو اس کو ٹڈی کی دھونی دینا بہت مفید ہے۔

(۲) ابن سینا نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص استقاء کا مریض ہو تو وہ بارہ ٹڈیوں کے سر ہاتھ اور پاؤں لے کر اس میں درخت ریحان کی خشک چھال ملا کر پئے تو اس کو اس مرض سے نجات مل جائے گی۔

(۳) چوتھیا بخار والے مریض کے لیے لمبی گردن والی ٹڈی کا تعویز بنا کر پہننے سے چوتھے دن آنے والا بخار ختم ہو جائے گا۔

(۴) اگر کسی شخص کے چہرہ پر چھائیاں ہوں تو وہ ٹڈی کا انڈہ اپنے چہرہ پر ملے تو اس کے چہرہ کی چھائیاں ختم ہو جائیں گی۔

التعبیر (۱) ٹڈی کی خواب میں تعبیر اللہ تعالیٰ کے لشکر اور اس کے عذاب سے دی جاتی ہے۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں سے ہے۔ نیز چھوٹی ٹڈی کو خواب میں دیکھنا بد اخلاق و بدکردار لوگوں سے سابقہ پڑنے کی طرف اشارہ ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ اس نے ٹڈیوں کو کسی برتن یا مٹکے میں بھر لیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہو گی کہ اس کو درہم و دنانیر حاصل ہوں گے۔

(۳) ایک شخص امام ابن سیرینؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے خواب کی تعبیر پوچھی کہ میں نے رات کو یہ خواب دیکھا ہے کہ میں ٹڈیوں کو پکڑ کر مٹکے میں جمع کر رہا ہوں۔ امام ابن سیرینؒ نے تعبیر یہ بتلائی کہ تمہیں مال و دولت ملے گی جس کی بدولت تم شادی کرو گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(۴) اگر کسی شخص نے خواب میں یہ دیکھا کہ اس پر سونے کی ٹڈیوں کی بارش ہوئی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہو گی کہ اللہ تعالیٰ اس کے نقصان کی تلافی کرنا چاہتے ہیں۔

الجرادالبحری

''الجرادالبحری'' (دریائی ٹڈی) شریف کہتے ہیں کہ ''الجرادالبحری'' ایسا جانور ہے جس کا سر چوکور ہوتا ہے اور اس کے دونوں جانب مکڑی کی طرح لمبے لمبے دس ہاتھ ہوتے ہیں۔ یہ زیادہ تر مغربی علاقوں (شمالی افریقہ، سپین وغیرہ) میں سمندر کے قریب پائی جاتی ہے۔ عام طور پر لوگ اسے بھون کر یا پکا کر کھاتے ہیں۔

''الجرادالبحری'' کی لمبائی ایک روئی کے برابر ہوتی ہے اور اس کے باریک باریک دو سرخ سینگ ہوتے ہیں اور اس کے قریب دو چمکتی ہوئی آنکھیں ہوتی ہیں۔ نیز اگر اس کو ''تندور'' میں بھون کر کھایا جائے تو بہت لذیذ معلوم ہوتی ہے۔

دریائی ٹڈی کے خواص دریائی ٹڈی گرم اور خشک ہوتی ہے۔ دریائی ٹڈی کا گوشت جذام والے مریض کے لیے فائدہ مند ہے۔

الجرارہ[1]

''الجرارہ'' بچھو کی ایک قسم کو کہا جاتا ہے۔ جب یہ زمین پر چلتا ہے تو اپنی دم کو گھسیٹتا ہے۔ عنقریب انشاء اللہ ''باب العین'' میں اس کی تفصیل آئے گی۔ یہ زرد رنگ کا چھوٹا بچھو ہے۔ اس کی لمبائی ''الحِذان'' درخت کے پتہ کے برابر ہوتی ہے۔ نیز یہ ''گڑھے'' میں پیدا ہوتا ہے اور اکثر ''کہارات السکر'' میں پایا جاتا ہے۔

موسیٰ بن عبداللہ اسرائیلی کہتے ہیں کہ ''الجرارہ'' بچھو کی ایک قسم ہے جو ہلکے پھلکے جسم کا ہوتا ہے اور اپنی دم کو جسم پر نہیں رکھ سکتا جس طرح دوسرا بچھو کر سکتا ہے اس لیے یہ اپنی دم کو زمین پر گھسیٹ کر چلتا ہے۔ یہ بچھو عام طور پر مشرقی ممالک میں پایا جاتا ہے۔

جاحظ کہتے ہیں کہ اگر یہ بچھو کسی آدمی کو ڈس لے تو وہ آدمی فوراً ہلاک ہو جاتا ہے۔ نیز اس کے ڈسنے کی وجہ سے اس آدمی کا گوشت سڑ جاتا ہے اور بدبو اٹھنے لگتی ہے جس کی وجہ سے کوئی اس کے پاس جانا بھی گوارا نہیں کرتا۔ ''الجرارہ'' بچھو گھاس اور اگنے والی جگہ کو پسند کرتا ہے اور اس کا زہر گرم اور جلا دینے والا ہوتا ہے۔ ابن جمیع نے اپنی کتاب ''الارشاد'' میں لکھا ہے کہ ''الجرارہ'' بچھو کی ایک قسم ہے اور اس کا زہر گرم اور خشک ہوتا ہے۔

الجرذ

''الجرذ'' (جیم پر پیش، راء پر فتحہ اور ذال معجمہ کے ساتھ) ابن سیدہ نے کہا ہے کہ یہ خاکستری رنگ کا چوہا ہے جو ''یربوع'' چوہے (جس کی اگلی ٹانگیں چھوٹی اور پچھلی ٹانگیں بڑی ہوتی ہیں) سے بڑا ہوتا ہے۔ نیز اس کی دم کالی ہوتی ہے۔ جاحظ کہتے ہیں کہ ''جرذ'' اور عام چوہوں کے درمیان فرق صرف اتنا ہے کہ جتنا بھینس اور گائے کے درمیان اور بختی اونٹ اور عربی اونٹ کے درمیان فرق ہوتا ہے۔ مقام انطاکیہ اور شہر خراسان کے چوہے نہایت قوی ہوتے ہیں کہ بلی بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ جاحظ کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن ''جرذ'' چوہے کو بلی کے ساتھ لڑتے ہوئے دیکھا جو بہادری سے بلی پر حملہ کر رہا تھا۔ اچانک اس نے بلی کی آنکھوں پر حملہ

---

[1] اَلجَرّارَۃ: ایک زرد رنگ کا بچھو جو اپنی دم گھسیٹ کر چلتا ہے۔ (المنجد صفحہ ۱۴۲)

کر کے اس کی آنکھ پھوڑ دی اور پھر وہاں سے بہت جلدی فرار ہو گیا۔

علامہ زمخشری نے ''ربیع الابرار'' میں لکھا ہے کہ اگر ''جرذ'' چوہے کو خصی کر دیا جائے تو یہ تمام چوہوں کو ہڑپ کر جائے۔ خصی ہونے کی حالت میں اس چوہے میں غیرت وشجاعت بڑھ جاتی ہے بخلاف دیگر حیوانات کے کہ ان میں خصی ہونے کے بعد ضعف پیدا ہو جاتا ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ''الجرذ'' کی جمع ''جرذان'' آتی ہے جیسے ''صرد'' کی جمع ''صردان'' آتی ہے۔ نیز ''وارض جرذۃ'' سے مراد وہ زمین ہے جہاں بکثرت چوہے موجود ہوں۔ ''الجرذ'' کی کنیت ''ابوجوال'' ''ابوراشد'' اور ''ابوالعدرج'' ہے۔ عنقریب انشاء اللہ ''باب الفاء'' میں اس کی تفصیل بیان ہوگی۔

احادیث نبویؐ میں ''الجرذ'' کا تذکرہ ابوداؤد اور ابن ماجہ میں مذکور ہے کہ حضرت ضباعۃ بنت زبیرؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ حضرت مقداد بن اسودؓ کسی ضرورت کے پیش نظر مقام بقیع خبخبہ جو مدینہ منورہ کے قریب ایک جگہ ہے' تشریف لے جارہے تھے کہ ان کا گزر ایک ویرانے سے ہوا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک ''جرذ'' (چوہا) سوراخ سے ایک ایک دینار نکال رہا ہے۔ یہاں تک کہ اس نے سترہ دینار نکالے۔ پھر اس چوہے نے سوراخ میں سے ایک سبز رنگ کے کپڑے کا کنارہ نکالا۔ حضرت ضباء بنت زبیر فرماتی ہیں کہ حضرت مقداد ان دنانیر کو لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام واقعہ بیان کر کے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں ان دنانیر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں بطور ہدیہ پیش کرتا ہوں۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو نے خود سوراخ سے نکالے ہیں۔ حضرت مقدادؓ نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں نے اپنے ہاتھ سے نہیں نکالے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد حضرت مقدادؓ سے فرمایا کہ ان کو لے لو اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اس میں برکت عطا فرمائے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مقدادؓ سے فرمایا کہ یہ رزق ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے بھیجا ہے۔

صحیح مسلم میں سعید بن ابی عروبہ نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ بنی عبد قیس کے کچھ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم قبیلہ ربیعہ کے لوگ ہیں۔ (حضرت ابوسعید خدریؓ نے حدیث نقل کی) یہاں تک کہ ان لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کس برتن میں پانی پیا کریں؟

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چمڑے کے پیالوں میں۔ پس ان لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری بستی میں چوہوں کی کثرت ہے جس کی بنا پر چمڑے کے پیالے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ چمڑے کے پیالے ہی استعمال کرو اگر چہ چوہے انہیں کھالیں۔ اگر چہ چوہے ان کو کھالیں۔ (رواہ مسلم)

ایک حکایت ایک عورت حضرت قیس بن سعد بن عبادہ بن دلیم کے پاس آئی۔ حضرت سعدؓ بردبار اور سخی تھے۔ پس اس عورت نے کہا کہ میرے گھر میں چوہے لکڑی کے سہارے چلتے ہیں۔ (یعنی کھانے کے لیے اتنا بھی نہیں کہ چوہے اپنا پیٹ بھر لیں) حضرت قیس

بن سعد نے اس عورت سے فرمایا کہ میں انہیں ایسا کردوں گا کہ وہ ''اسود سانپ'' کی طرح کودنے لگیں گے۔ (یعنی اس قدر دوں گا کہ تیرے گھر میں کشادگی آجائے گی اور چوہے بھی پیٹ بھر کر کودنے لگیں گے) پھر حضرت قیس نے اس عورت کا گھر خوردونوش (کھانا' چربی' سالن وغیرہ) کے سامان سے بھروا دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ لوگ قیس بن سعد کے مقروض تھے۔ پس حضرت قیس بیمار ہو گئے اور اس بیماری سے اچھا ہونے میں تاخیر ہوئی تو ان سے کہا گیا کہ لوگ صرف تمہارا قرض ادا کرنے کے لیے زندہ ہیں۔ پس حضرت قیس بن سعد نے منادی کرنے والے کو حکم دیا کہ وہ منادی کرے کہ جس پر قیس بن سعد کا قرض ہو وہ اس سے بری ہے۔ پس لوگ یہ سن کر خوشی میں اتنی تعداد میں آئے کہ جس سیڑھی یا زینے کے ذریعے لوگ حضرت قیس بن سعد کے پاس جاتے تھے اس کو بھی گرا دیا۔ حضرت عروہ کہتے ہیں کہ حضرت قیس بن سعد دعا مانگتے تھے کہ اے اللہ مجھے مال عطا فرما کیونکہ نیک اور اچھے کام مال کے بغیر نہیں ہو سکتے۔ عروہ کہتے ہیں کہ قیس کے والد سعد بن عبادہ اس طرح دعا مانگتے تھے کہ اے اللہ مجھے محبوبیت اور عزت عطا فرما کیونکہ عزت نیک کاموں کے بغیر نہیں ملتی اور نیک کام مال کے بغیر نہیں ہوتے۔ اے اللہ تھوڑی چیز مجھے اچھا نہیں کر سکتی اور نہ ہی میں اس کو اچھا کر سکتا ہوں۔ یحییٰ بن ابی کثیر کہتے ہیں کہ قیس بن سعد بن عبادہ جب فرض نمازوں سے فارغ ہوتے تو کہتے: اے اللہ مجھے ایسا مال عطا فرما جس سے میں نیک کاموں پر مدد حاصل کر سکوں کیونکہ اچھے کام مال کے بغیر نہیں ہو سکتے۔

علامہ جوہریؒ فرماتے ہیں کہ **"فَعْلٌ"** زبر کے ساتھ **"فَعَلَ يَفْعَلُ"** کا مصدر ہے اور کسرہ کے ساتھ اسم ہے جیسے **"وَاَوْحَيْنَا اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ"** ہے۔ نیز اس کی جمع **"فَعَالٌ"** آتی ہے جیسے ''قدح'' کی جمع قداح اور ''بئر'' کی جمع ''بئار'' آتی ہے اور ''بشر'' کی جمع ''بشار'' آتی ہے۔ اور ''فعال'' زبر کے ساتھ ''کرم'' کے معنوں میں مستعمل ہے۔ ہدبہ نے کہا ہے کہ ؎

ضروباً بلحييه على عظم زوره ۔۔۔ اذا القوم هشوا للفعال تقنعا

''وہ اپنے دونوں جبڑوں کے ساتھ مضبوط ہڈیاں توڑتا ہے جبکہ قوم اس کے جودوکرم سے فائدہ اٹھاتی ہے''۔

ابن سیدہ کہتے ہیں کہ ''فعال'' زبر کے ساتھ اچھے کام کو کہا جاتا ہے۔ قیس بن سعد کی وفات ۶۰ھ میں ہوئی اور ۵۹ھ کا قول بھی نقل کیا گیا ہے۔

''الجرذ'' کا شرعی حکم اور خواص ''جرذ'' کا شرعی حکم اور طبی فوائد ''فار'' (چوہے) کی طرح ہیں۔ عنقریب انشاء اللہ ''باب الفاء'' میں اس کا بیان آئے گا۔

التعبیر ''جرذ'' کو خواب میں دیکھنے سے فسق و فجور اور آلام و مصائب کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات ذلت و رسوائی اور بغض و عناد کی جانب اشارہ ہوتا ہے اور بعض اوقات اس کی تعبیر بداخلاق عورت سے بھی دی جاتی ہے۔

اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ ''جرذ'' چوہے کا گوشت کھا رہا ہے تو اس کی تعبیر حرام مال سے دی جائے گی۔ بعض معبرین نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ ''جرذ'' کو پکڑے ہوئے ہے یا ''جرذ'' گھر میں داخل ہو رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والا شخص کہیں دوسری جگہ منتقل ہو جائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **"فارسلنا عليهم سيل العرم"** (پس ہم نے اس قوم پر سیل عرم بھیجا) اور سیل عرم کا سبب چوہے ہی تھے۔ (کیونکہ چوہوں نے پل اور نالیوں میں بڑے بڑے سوراخ کر

دیئے تھے جس کی وجہ سے پل کمزور ہو گئے تھے اور سیلاب کو نہ روک سکے۔) پھر تمام لوگ اس زمین سے چلے گئے تھے۔
خواب میں ''جرذ'' چوہے کا گوشت کھانا غیبت اور فسق پر دلالت کرتا ہے۔

الجرجس

''الجرجس'' مچھر کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو کہا جاتا ہے۔ عنقریب انشاء اللہ ''باب القاف'' میں اس کی تفصیل آئے گی۔

الجوارس[1]

''الجوارس'' شہد کی مکھی کو کہتے ہیں۔ جب شہد کی مکھی ببول کے درخت کو کھالیتی ہے تو اس وقت کہا جاتا ہے ''جَرَسَتِ النَّحُلُ العَرُفَطُ'' (شہد کی مکھی ببول کے درخت پر گنگناتی ہے) ''الجرس'' اصل میں باریک آواز یا گنگنانے کو کہا جاتا ہے اور ''العَرُفَطُ'' (پیش کے ساتھ) ببول کے درخت کو کہتے ہیں جس پر بدبودار گوند ہوتی ہے۔ جب شہد کی مکھی اسے کھالیتی ہے تو اس کے شہد میں بھی اس کا اثر آ جاتا ہے۔

الجرو

''الجرو'' (جیم پر زبر، زیر اور پیش کے ساتھ) کتے کے چھوٹے بچے کو ''الجرو'' کہا جاتا ہے۔ نیز تمام درندوں کے چھوٹے بچوں کو بھی ''الجرو'' کہا جاتا ہے۔ شاعر نے کہا ہے کہ

ولو ولدت فقیرۃ جرو کلب لسب بذلک البحر والکلاب

''اگر کوئی حقیر عورت کتے کا بچہ جنے تو اس کی وجہ سے کتے کے بچے ضرور بدنام ہوں گے۔''
ابن سیدہ کہتے ہیں کہ ہر چھوٹی چیز کو ''الجرو'' کہا جاتا ہے یہاں تک کہ ''حنظل'' خربوزہ، ککڑی اور انار کے چھوٹے حصے کو ''الجرو'' کہا جائے گا۔

مسلم شریف میں مذکور ہے کہ حضرت میمونہ فرماتی ہیں کہ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پریشان تھے۔ پس میمونہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کیوں پریشان ہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ رات مجھ سے ملاقات کریں گے لیکن انہوں نے مجھ سے ملاقات نہیں کی۔ اللہ کی قسم انہوں نے کبھی مجھ سے وعدہ خلافی نہیں کی۔ حضرت میمونہؓ فرماتی ہیں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دن اسی حالت میں رہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں خیال آیا کہ ہمارے خیمہ کے نیچے کتے کا بچہ ہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے نکالنے کا حکم دیا تو اسے نکال دیا گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے پانی لیا اور اس کی جگہ کو دھویا۔ پس جب شام ہوئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا آپ نے گزشتہ رات مجھ سے ملاقات کا وعدہ

[1] شہد کی مکھی: Bee (کتابستان انگلش اردو ڈکشنری صفحہ ۴۰۹)

کیا تھا لیکن آپ نے ملاقات نہیں کی؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا ٹھیک ہے لیکن فرشتوں کا گروہ اس گھر میں داخل نہیں ہوتا جس میں کتا اور تصویر ہو۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی دن صبح کو کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا' یہاں تک کہ چھوٹے (باغ کی نگرانی کرنے والے) کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا اور بڑے (باغ کی نگرانی کرنے والے) کتوں کو چھوڑنے کا حکم دیا۔ (رواہ مسلم)

طبرانی نے مزید اضافہ کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ خولہؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک کتے کا بچہ گھر میں داخل ہوا اور چارپائی کے نیچے گھس گیا اور مر گیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا سلسلہ رک گیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے خولہ: رسول اللہؐ کے گھر میں کیا بات ہوگئی ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف نہیں لائے۔ کیا رسول اللہؐ کے گھر کوئی نئی بات پیش آگئی ہے؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کی طرف تشریف لے گئے۔ خولہؓ فرماتی ہیں کہ میں کھڑی ہوئی اور میں نے گھر میں جھاڑو دینی شروع کی۔ پس میں نے چارپائی کے نیچے جھاڑو دینے کا ارادہ کیا تو مجھے جھاڑو کے نیچے بھاری سی چیز محسوس ہوئی۔ میں نے اس کو نکالا تو وہ کتے کا مردہ بچہ تھا۔ پس میں نے اسے اٹھا کر دیوار کے پیچھے ڈال دیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک کپکپا رہی تھی کیونکہ آپؐ پر وحی آتی تو آپؐ پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے خولہ مجھے کپڑا اوڑھا دو۔ پس اللہ تعالیٰ نے سورۃ "وَالضُّحٰی وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی" نازل فرمائی۔ (رواہ الطبرانی)

ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ اس حدیث کو بطور دلیل پیش نہیں کیا جاسکتا (کیونکہ اس میں ایسے راوی بھی ہیں جو نا قابل اعتماد ہیں)

صحیح بات تو یہ ہے کہ یہ سورۃ نزول قرآن کے ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئی تھی۔ چنانچہ جب وحی کا سلسلہ کچھ دیر منقطع رہا تو مشرکین نے کہنا شروع کر دیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے رب نے چھوڑ دیا ہے تو اس وقت یہ سورہ نازل ہوئی تھی۔

بیہقی نے اپنی کتاب کے سینتالیسویں باب کے آخر میں حضرت معاذ بن جبلؓ سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ: بنی اسرائیل میں ایک لاولد شخص تھا جو آوارہ پھرتا تھا۔ ایک دن اس آدمی نے بنی اسرائیل کے ایک ایسے لڑکے کو دیکھا جس نے زیور پہن رکھا تھا۔ یہ شخص اس لڑکے کو دھوکہ دے کر اپنے گھر لے آیا اور اسے قتل کر کے اپنی کھیتی میں ڈال دیا اور یہ اس کا مشغلہ تھا۔ اسی طرح ایک دن وہ آدمی دو بھائیوں کو ورغلا کر اپنے گھر لے آیا انہوں نے بھی زیور پہن رکھا تھا۔ اس آدمی نے ان کو بھی قتل کر کے اسی کھیتی میں ڈال دیا۔ اس آدمی کی ایک بیوی تھی جو بہت شریف تھی جو اسے سمجھاتی اور اس فعل بد سے باز رکھنے کی کوشش کرتی اور کہتی کہ میں تجھے اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی پکڑ سے ڈراتی ہوں۔ وہ شخص جواب دیتا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے پکڑنا چاہتا تو مجھ پر اسی وقت عذاب بھیج دیتا جس وقت میں نے ایسا کیا تھا (یعنی جس دن پہلا قتل کیا تھا)۔ اس کی بیوی کہتی کہ اللہ تعالیٰ تجھے مہلت دے رہا ہے اور ابھی تیرا پیمانہ ظلم لبریز نہیں ہوا۔ پس جس دن تیرا ظلم انتہا کو پہنچ گیا اسی دن اللہ تعالیٰ تجھے اپنی گرفت میں لے لے گا۔ جس سے تجھے کوئی بھی نہیں بچا سکتا۔ پس جب اس نے دو لڑکوں کو قتل کر دیا تو ان کے والدین نے ان کی تلاش شروع کر دی لیکن ان کے والد کو کوئی سراغ نہ مل سکا۔ پس لڑکوں کا باپ بنی اسرائیل کے موجودہ نبی کے پاس آیا اور ان کے سامنے صورتحال بیان کی۔ بنی اسرائیل کے موجودہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لڑکوں کے والد سے پوچھا کہ وہ لڑکے تنہا تھے یا ان کے ساتھ کوئی اور بھی تھا۔ پس ان لڑکوں کے والد نے کہا کہ ہاں ان کے ساتھ ایک کتے کا بچہ بھی تھا جو واپس آ گیا ہے۔ پس بنی اسرائیل کے نبی نے حکم دیا کہ کتے کے بچے کو لایا جائے۔ پس کتے کے بچے کو لایا گیا تو

انؑ پیغمبر علیہ السلام نے اسی کتے کے بچے کی آنکھوں کے سامنے انگوٹھی رکھ دی اور پھر اسے چھوڑ کر فرمایا کہ یہ کتے کا بچہ جس گھر میں سب سے پہلے داخل ہوگا وہیں اپنے بیٹوں کو تلاش کرو۔ پس یہ کتے کا بچہ اسی گھر میں داخل ہوا جس میں بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کیا گیا تھا۔ پس تمام لوگ بھی اس گھر میں داخل ہوئے تو انہیں کھیتی میں ان دولڑکوں کے علاوہ بہت سے نوجوان لڑکوں کی نعشیں ملیں۔ پس لوگ اس آدمی کو پکڑ کر پیغمبر علیہ السلام کے پاس لے گئے۔ پیغمبر علیہ السلام نے اس شخص کو سولی دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ جب اس آدمی کو سولی پر لٹکا دیا گیا تو عین اسی وقت اس کی بیوی آ گئی اور اس سے مخاطب ہو کر کہنے لگی کہ میں اس دن سے تجھے ڈراتی تھی اور کہا کرتی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچ لیکن تو نے میری بات نہیں سنی اور آج میں تجھے بتاتی ہوں کہ تیرے ظلم کی انتہا ہو چکی ہے اور اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ کتے کے بچے کے متعلق مزید تفصیل انشاء اللہ "باب الکاف" میں آئے گی۔ حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت قریب ہوگی تو:

(۱) لوگ "طیالسہ" (یہودیوں کی ٹوپی) کو بکثرت استعمال کریں گے۔ (۲) تجارت کی کثرت ہوگی۔ (۳) مال کی فراوانی ہو گی۔ (۴) مالدار کی اس کے مال کی وجہ سے عزت کی جائے گی۔ (۵) برائیوں کی کثرت ہوگی۔ (۶) عورتوں کی بہتات ہوگی۔ (۷) بچوں کی امارت ہوگی۔ (۸) بادشاہ ظالم ہوگا۔ (۹) ناپ تول میں کمی کی جائے گی۔ (۱۰) آدمی اپنی اولاد سے زیادہ کتے کے بچہ کو پالنا افضل سمجھے گا۔ (۱۱) نہ بڑوں کی تعظیم کی جائے گی اور نہ چھوٹوں پر رحم کیا جائے گا۔ (۱۲) زنا کی اس قدر کثرت ہوگی کہ لوگ راہ چلتے ہوئے عورت سے زنا کریں گے اور اس پر ان کے برگزیدہ لوگ کہیں گے کہ کاش تم راستے سے الگ ہٹ کر یہ کام کرتے اور وہ بھیڑوں کے لباس میں بھیڑیئے ہوں گے۔ (۱۳) اس زمانے میں سب سے افضل وہ سمجھا جائے گا جو ناجائز امور پر خاموشی اختیار کرے گا۔ (رواہ احمد)

اس حدیث کو طبرانی نے (معجم الاوسط) میں اسی طرح نقل کیا ہے لیکن اس حدیث کی سند میں سیف بن مسکین (راوی حدیث) ضعیف ہیں۔

الجریث

"الجریث" یہ سانپ کے مشابہ ایک قسم کی مچھلی ہوتی ہے۔ اس کی جمع "جراثی" اور "الجری" آتی ہے۔ فارسی میں اس کو "مارماھی" کہا جاتا ہے۔ تحقیق باب الھمزہ میں اس کا تذکرہ گزر چکا ہے کہ اس کا دوسرا نام "الانکلیس" ہے۔ جاحظ نے کہا ہے کہ یہ پانی کا سانپ ہے جو ٹڈیاں کھاتا ہے۔

شرعی حکم امام بغویؒ نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید کی آیت "**اُحِلَّ لَکُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ**" کے تحت "الجریث" بالاتفاق حلال ہے۔ نیز حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کے نزدیک بھی "الجریث" حلال ہے۔ قاضی شریحؒ، حسن اور عطاء کا بھی یہی قول ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا بھی یہی مسلک ہے کہ "الجریث" حلال ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ان سانپوں سے مراد وہ سانپ ہیں جو صرف دریا میں رہتے ہیں مگر وہ سانپ جو خشکی اور دریا دونوں میں رہتے ہوں ان کا کھانا حرام اور ناجائز ہے۔ اس لیے کہ وہ بہت زیادہ زہریلے ہوتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے ''الجریث'' کے متعلق سوال کیا گیا؟ پس حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہود اس کو حرام کہتے ہیں لیکن ہم اس کو حرام قرار نہیں دیتے۔

خواص (۱) ''الجریث'' کا زہر اگر مجنون آدمی یا پاگل گھوڑے کی ناک میں بطور دوا ڈالا جائے تو اس کا دیوانہ پن ختم ہو جائے گا۔

(۲) ''الجریث'' کا گوشت آواز میں عمدگی پیدا کرتا ہے۔

عنقریب انشاء اللہ ''باب الصاد'' میں ''الجریث'' کے متعلق وہ باتیں ذکر کی جائیں گی جو امام بخاریؒ نے ''الجریث'' کے متعلق فرمائی ہیں۔

الجزور

''الجزور'' (اونٹ) جوہریؒ نے کہا ہے نر اور مادہ دونوں پر ''الجزور'' کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس کی جمع ''جزر'' آتی ہے۔ ابن سیدہ کہتے ہیں کہ ''الجزور'' وہ اونٹنی ہے جسے ذبح کیا جائے۔ اس کی جمع ''جزائر'' ''جزر'' اور ''جزرات'' آتی ہے جیسے ''طرق'' کی جمع الجمع ''طرقات'' آتی ہے۔

خرنق بنت ھفان نے کہا ہے کہ ؎

لایبعدن قومی الذین ھم　　　سم العداۃ وآفۃ الجزر

''ہرگز ہرگز میری قوم دور نہ ہو جو دشمنوں کے لیے زہر اور اونٹوں کے لیے باعث عذاب ہے (یعنی کثرت سواری اور اونٹوں کو کثرت سے ذبح کرنے کی وجہ سے)

النازلون بکل معترک　　　والطیبون معاقد الازر

(میری قوم کے لوگ) ہر میدان جنگ میں اترنے والے اور اپنی فطری عادات میں نہایت پاکباز ہیں۔)

''المجزرۃ'' بھی اسی سے ہے یعنی وہ جگہ جس میں اونٹوں کو ذبح کیا جاتا ہو۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ''الجزور'' (اونٹ) ''الجزور من الابل'' سے ماخوذ ہے اور اگر ''الجزور من الضان'' ہوگا تو یہ صرف ''الجزر'' سے ماخوذ مانا جائے گا جس کے معنی کاٹنے کے ہیں۔

اور ''صحیح مسلم میں عبدالرحمٰن بن شماسہ کی حدیث ہے کہ حضرت عمرو بن عاصؓ نے اپنے وصال کے وقت فرمایا تھا کہ جب تم مجھے دفن کر دو تو میری قبر پر پانی چھڑکنا اور میری قبر کے پاس اتنی دیر تک ٹھہرنا جتنی دیر اونٹنی ذبح کی جاتی ہے اور اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے یہاں تک کہ میں تم سے مانوس ہو جاؤں اور میں غور کروں کہ اپنے رب کی طرف سے بھیجے ہوئے (فرشتوں) کو کیا جواب دوں''۔ (رواہ مسلم)

اونٹنی کے ذبح کرنے اور اس کے گوشت کی تقسیم کی مثال اس لیے دی جاتی ہے کہ حضرت عمرو بن عاصؓ ابتداء میں مکہ مکرمہ میں قصاب تھے تو آپ اونٹوں کو ذبح کرنے سے مانوس ہو گئے تھے اس لیے حضرت عمرو بن عاصؓ نے اس کی مثال دی۔ حضرت عمرو بن عاصؓ کا قصاب ہونا ابن قتیبہ نے ''معارف'' میں یقین کے ساتھ بیان کیا ہے اور ابن درید نے ''کتاب الوشاح'' میں اور ابن جوزی

نے "تلقیح" میں اسی قول کونقل کیا ہے اور کہا ہے کہ زبیر بن عوام اور عافہ بن کریز بھی قصاب تھے۔

توحیدی نے ''کتاب بصائر القدماء وسرائر الحکماء'' میں ہر اس شخص کی صنعت وحرفت کو ذکر کیا ہے جو قریش سے حاصل ہوئی ہے۔ پس توحیدی نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کپڑا فروش تھے۔ اسی طرح حضرت عثمانؓ، طلحہؓ اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ بھی کپڑا فروش تھے اور حضرت عمرؓ دلال (یعنی فروخت کنندہ اور خریدار کے درمیان کوشش کرتے) تھے۔ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ''تیرساز'' تھے۔ ولید بن مغیرہ' ابوالعاص اور ابوجہل کا بھائی لوہار تھے۔ عقبہ بن معیط شراب فروش تھے۔ ابوسفیان بن حرب ''زیتون و چمڑا'' فروخت کرتے تھے۔ عبداللہ بن جدعان غلاموں اور جانوروں کی تجارت کرتے تھے۔ نصر بن حارث سارنگی بجانے والے تھے۔ حکم بن ابی العاص بکروں کو خصی کرتے تھے۔ ابن عمرؓ ضحاک بن قیس اور ابن سیرینؒ بھی بکروں کو خصی کرتے تھے۔ عاص بن وائل جانوروں کا علاج کرتے تھے بالخصوص گھوڑوں کے طبیب تھے اور آپ کے بیٹے عمرو بن عاص ''جزار'' اونٹوں کو ذبح کرتے تھے۔ اسی طرح امام ابوحنیفہؒ اور زبیر بن عوام درزی تھے۔ عثمان بن طلحہؓ (جن کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی چابی عنایت فرمائی تھی) وہ اور قیس بن مخرمہ بھی درزی تھے۔ مالک بن دینار کاغذ بنانے والے یا کاغذ فروخت کرنے والے یا کاتب تھے۔ مہلب بن ابی صفرہ مالی تھے۔ قتیبہ بن مسلم جنہوں نے عجمی شہروں کو فتح کیا تھا ''اونٹ چلانے والے'' تھے۔ سفیان بن عیینہ معلم تھے۔ اسی طرح ضحاک بن مزاحم' عطاء بن ابی رباح' کمیت شاعر' حجاج بن یوسف ثقفی' عبدالحمید بن یحییٰ' ابوعبداللہ قاسم بن سلام اور امام کسائی یہ سب کے سب جائز معزز پیشوں سے وابستہ تھے۔

زمانہ جاہلیت میں اہل عرب کے مذاہب قبیلہ غسان' ربیعہ اور قضاعۃ کے لوگ نصرانی تھے اور قبیلہ حمیر' کنانہ' کندہ اور بنی حرث بن کعب یہودی تھے۔ اسی طرح بنوتمیم اور حاجب بن زرارۃ جنہوں نے اپنی کمان کسریٰ کے پاس رہن رکھی تھی یہ مجوسی تھے۔ انہوں نے کسریٰ سے کیے ہوئے اپنے وعدہ کو پورا کیا یہاں تک کہ یہ مثل مشہور ہوگئی۔ ''اوفی من قوس حاجب'' (وہ حاجب کی کمان سے زیادہ وعدہ نبھانے والا ہے) پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک میں اس کو چھڑایا گیا اور وہ کمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کی گئی اور قریش میں بے دینی کا دور دورہ تھا۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ مندرجہ بالا کتاب میں حضرت زبیر بن عوام کے متعلق ذکر کیا گیا ہے کہ وہ درزی تھے اس میں اشکال ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ حضرت زبیر بن عوام قصاب تھے۔ ابن جوزی وغیرہ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے جیسا کہ اس سے قبل گزر چکا ہے کیونکہ حضرت عمرو بن العاصؓ جب مصر کے گورنر تھے اور اونچے لوگوں میں شمار ہوتے تھے تو انہوں نے اپنی چوپاؤں کے جزور سے تشبیہ دی تھی۔ نیز اونٹنی کے ذبح کرنے کو اپنی موت کے ساتھ اور اس کے گوشت کی تقسیم کو اپنے اموال کی تقسیم کے ساتھ تشبیہ دی تھی اور آپ کا ترکہ جو آپ نے وفات کے وقت چھوڑا تھا وہ ''نوار دب سونا'' تھا۔ (ایک اردب سونا تقریباً چوبیس صاع کا ہوتا ہے)۔

فقہی مسئلہ اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنا چاہیے یا نہیں؟ اس کے متعلق تفصیل ''باب الھمزۃ'' میں ''ابل'' کے بیان میں گزر چکی ہے۔ اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنا چاہیے یا نہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں ہی قسم کی روایات مروی ہیں۔ اسی لئے ائمہ کرام میں اختلاف ہوگیا۔ ائمہ کرام میں سے ایک گروہ کا مؤقف یہ ہے کہ اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو نہیں

کرنا چاہیے ان کی دلیل صحیح مسلم کی یہ حدیث ہے کہ "حضرت جابر بن سمرۃؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ہم بکری کا گوشت کھانے کے بعد وضو کریں یا نہیں؟ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاہو تو وضو کرلو اور چاہو تو نہ کرو۔ پس اس آدمی نے پوچھا کہ کیا ہم اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کیا کرو"۔ (رواہ مسلم)

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو سے متعلق سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کیا کرو۔ نیز بکریوں کا گوشت کھانے کے بعد وضو سے متعلق پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بکریوں کا گوشت کھانے کے بعد وضو نہ کیا کرو۔ (رواہ احمد وابوداؤد وغیرھما)

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ مندرجہ بالا دونوں حدیثیں امام نوویؒ نے اپنی کتاب میں نقل کی ہیں اور یہ دلیل کے اعتبار سے اتنی مستحکم ہیں کہ ان کا کوئی معقول جواب نہیں دے سکتا۔ نیز محدثین کی ایک جماعت نے یہی مسلک اختیار کیا ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ سجدہ کی حالت میں تھے کہ عقبہ بن ابی معیط نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر مبارک پر اونٹ کی اوجھڑی (گندگی) ڈال دی جس کے بوجھ کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر سجدہ سے نہ اٹھا سکے۔ یہاں تک کہ حضرت فاطمہؓ تشریف لائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر مبارک سے تمام گندگی کو اتار دیا اور ان لوگوں کے لیے بددعا کی۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان لوگوں کے لیے بددعا کرتے ہوئے فرمایا اے اللہ قریش کی ایک جماعت کو اپنی پکڑ میں لے لے۔ اے اللہ ابوجہل بن ہشام، عقبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، عقبہ بن ابی معیط، امیہ بن ابی خلف یا ابی بن خلف کو اپنی گرفت میں لے لے۔ راوی فرماتے ہیں کہ تحقیق میں نے ان سب کو جنگ بدر کے دن مقتول پایا۔ پس ان سب کو کنویں میں ڈال دیا گیا سوائے امیہ بن ابی خلف یا ابی بن خلف کے کہ اس کے قتل ہونے کے بعد جب اسے کنویں میں ڈالنے کے لیے کھینچا گیا تو بھاری ہونے کی وجہ سے اس کے جوڑ علیحدہ ہو گئے تھے۔

اَلْجَسَّاسَۃُ

"اَلْجَسَّاسَۃُ" (جیم کے فتحہ اور سین اوّل کی تشدید کے ساتھ) ابن سیدہ نے کہا ہے کہ یہ ایک جانور ہے جو سمندری جزیروں میں رہتا ہے۔ نیز یہ جزیروں کی تلاش کرتا رہتا ہے اور دجال اس کو لائے گا۔ ابوداؤد بجستانی نے بھی ایسا ہی کہا ہے کہ اس جانور کو "جساسہ" اس لیے کہا جاتا ہے کہ دجال کے لیے جاسوسی کرے گا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے منقول ہے کہ دجال کی جاسوسی کرنے والا "دابۃ الارض"[1] ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے اور وہ "بحر قلزم" کے جزیرہ میں رہتا ہے۔

احادیث نبویؐ میں "الجساسۃ کا تذکرہ" حضرت فاطمہ بنت قیسؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف

[1] دابۃ الارض کا تذکرہ تفاسیر کی کتابوں میں موجود ہے لیکن علامہ دمیریؒ نے بھی اس کتاب میں "اَلدَّابَّۃُ" کے تحت اس کی تفصیل ذکر کر دی ہے۔ لہٰذا الگ سے دوبارہ وضاحت کرنا طوالت کا باعث ہوگا۔ (مترجم)

لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تمہیں کسی ترغیب یا ترہیب کے لیے جمع نہیں کیا لیکن ایک بات جو تمیم داری نے مجھ تک پہنچائی ہے' کو بتانے کے لیے جمع کیا ہے۔ تمیم داری نے مجھ سے یہ بیان کیا ہے کہ ہم تیس آدمی ایک کشتی میں سوار ہوئے کچھ صحت منداور کچھ کوڑھی تھے۔ پس سخت ہوا نے انہیں ایک جزیرے کی طرف چلنے پر مجبور کر دیا تو اچانک ان کے سامنے ایک جانور آیا تو انہوں نے اس سے دریافت کیا تو کون ہے؟ اس جانور نے کہا میں جساسہ ہوں۔ انہوں نے کہا ہمیں کوئی بات بتاؤ۔ جساسہ نے کہا کہ اگر تم خبر سننا چاہتے ہو تو اس عبادت خانہ میں جاؤ' کیونکہ وہاں تمہیں ایسا آدمی ملے گا جو تمہاری ملاقات کا مشتاق ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم لوگ اس کے پاس گئے۔ پس اس نے ہم سے حدیث ذکر کی۔ (یعنی بات بیان کی)

تمیم داری کا تذکرہ تمیم داری' یہ تمیم داری اوس بن خارجہ بن سوید ابورقیہ ہیں۔ یہ ۹ھ میں اسلام لائے اور نبی اکرم ﷺ سے ان کی اٹھارہ احادیث مروی ہیں۔ امام مسلمؒ نے صحیح مسلم میں ان سے 'الدین النصیحۃ'' (دین خیر خواہی ہے) والی روایت بھی نقل کی ہے۔ تمیم داری کے عظیم مناقب جن میں ان کا کوئی بھی ثانی نہیں وہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمیم داری سے ''جساسہ'' کا قصہ روایت کیا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت ابن عباسؓ 'انسؓ اور ابو ہریرہؓ وغیرہ نے اور تابعینؒ کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔ تمیم داری مدینہ منورہ میں مقیم تھے اور حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد بیت المقدس چلے گئے تھے۔ تمیم داری تہجد گزار تھے۔ حافظ ابونعیم نے کہا ہے کہ تمیم داری سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے لوگوں کے سامنے قصہ گوئی کی اور مسجد میں چراغ جلایا۔ اسی طرح ابوداؤد طیالسی نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے نقل کیا ہے کہ تمیم داری وہ شخصیت ہیں جنہوں نے سب سے پہلے مسجد میں چراغ جلایا۔ تمیم داری کا انتقال ۴۰ھ میں ہوا۔ ابن حیان وغیرہ نے کہا ہے کہ تمیم داری جن کا ذکر صحیح بخاری میں قصہ جام میں ہوا ہے وہ نصرانی تھے۔

الجعار [1]

''الجعار'' بجو کو کہا جاتا ہے۔ نیز اسے ''الضبع'' بھی کہتے ہیں۔ اہل عرب ضرب المثل کے طور پر بولتے ہیں کہ ''اعیث من جعار'' (فلاں شخص بجو سے زیادہ فساد پھیلانے والا ہے) شاعر نے کہا ہے کہ ؎

فقلت لها عيثى جعار وجرى — بلحم امرئ لم يشهد النوم ناظره

''پس میں نے محبوبہ سے کہا کہ میری پریشانیوں ''بعار'' (بجو) سے بڑھ گئی ہیں اور میرے گوشت کو اس طرح نوچ لیا جیسا کہ بجو نوچ لیتا ہے لیکن سونے والی کی آنکھوں نے دیکھا تک نہیں''۔

[1] اردو، بجو۔ بنگالی، بیجی۔ بلوچی، گورپٹ۔ پشتو، گورکچ۔ پنجابی، بجو۔ سندھی، گورپٹ۔ کشمیری، بجو۔ (ہفت زبانی لغت صفحہ ۵۷) انگریزی۔ Hyena-Badger (کتابستان انگلش اردو ڈکشنری صفحہ ۱۰۱)

اَلْجَعُدَۃُ

"اَلْجَعُدَۃُ" بکری کو کہا جاتا ہے۔ عنقریب انشاء اللہ "باب الذال" میں بھیڑیئے کی کیفیت کے بیان میں اس کا تفصیلی ذکر آئے گا۔

اَلْجُعَلُ [1]

"اَلْجُعَلُ" (گبریلا) یہ "صرد" اور "رطب" کے وزن پر ہے۔ اس کی جمع "جُعلَانٌ" (جیم کے کسرہ اور عین ساکن ساتھ) آتی ہے۔ لوگ اس کو "ابوجعران" بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ خشک پاخانہ اکٹھا کر کے اس کو جمع کرتا ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ ایک مشہور و معروف چھوٹا سا جانور ہوتا ہے جو چوپاؤں کی شرمگاہ میں کاٹ کر اڑ جاتا ہے۔ یہ جانور کالے رنگ کے گبریلے جس کے پیٹ میں سرخ رنگ کی ڈوری ہوتی ہے اس سے بڑا ہوتا ہے۔ نر گبریلا کے دو سینگ ہوتے ہیں اور یہ اکثر گائے اور بھینس کی باڑ میں یا گوبر کی جگہ پایا جاتا ہے۔ غالباً اسی سے ہی یہ پیدا ہوتا ہے اور اس کی خاصیت گندگی کو اکٹھا کر کے جمع کرنا ہے۔ یہ جانور گلاب کی خوشبو سے مر جاتا ہے۔ اگر اس کو دوبارہ لید یا گوبر میں ڈال دیا جائے تو زندہ ہو جاتا ہے۔ ابوطیب نے اپنے شعر میں اس حالت کو بیان کیا ہے کہ ؎

"**کما تضرر یاح الورد بالعجل**" "جیسا کہ نقصان پہنچاتی ہے گبریلا کو گلاب کی خوشبو"

گبریلا کے دو پر ہوتے ہیں جو صرف اڑتے وقت ہی ظاہر ہوتے ہیں اور اس کے چھ ہاتھ پاؤں ہوتے ہیں۔ نیز یہ الٹے پاؤں چلتا ہے۔ گبریلا الٹے پاؤں چلنے کے باوجود بھی اپنے سوراخ میں پہنچ جاتا ہے اور جب یہ اپنے پر جھاڑتا ہے تو اسی وقت اس کے پر ظاہر ہوتے ہیں اور یہ اڑ جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص قضائے حاجت کے لیے جاتا ہے تو گبریلا اس کے پیچھے پیچھے ہو لیتا ہے کیونکہ یہ پاخانہ کو پسند کرتا ہے اور یہی اس کی خوراک ہے۔

حدیث شریف میں گبریلا کا تذکرہ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ بنی آدم کے گناہ گبریلا کو اس کے سوراخ میں قتل کر دیتے ہیں۔ (رواہ الطبرانی وابن ابی الدنیا والبیہقی فی شعب الایمان)

ابوالاحوص نے ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے قرآن مجید کی آیت "**وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى**" تلاوت کی اور پھر فرمایا کہ ہوسکتا ہے گبریلا کو بنی آدم کے گناہوں کی وجہ سے اس کے سوراخ میں عذاب دیا جاتا ہو۔ (رواہ الحاکم)

حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد قرار دیا ہے لیکن اس کی تخریج نہیں کی۔ مجاہد نے اللہ تعالیٰ کے فرمان "**وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ**" کی تفسیر کے تحت کہا ہے کہ "**اللّٰعِنُوْنَ**" سے مراد زمین کا جانور گبریلا ہے جس کی غذا نجاست ہے۔ بارش کو گناہوں کی وجہ سے روک دیا جاتا ہے جس کی بنا پر یہ لعنت ملامت کرتا ہے۔

[1] اَلْجُعَلُ: گبریلا کی ایک قسم (مصباح اللغات صفحہ ۱۱۴)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے عیب اور آباؤ اجداد پر فخر کرنے کو دور کر دیا خواہ مومن ہو یا بدبخت فاسق۔ تم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ پس لوگوں کو اس قوم پر فخر کرنا چھوڑ دینا چاہیے جو کہ صرف جہنم کے کوئلہ میں سے ایک کوئلہ ہے یا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس گبریلا سے زیادہ ذلیل ہے جو اپنی ناک سے بدبو ہٹاتا ہے۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے ان آباؤ اجداد پر فخر نہ کرو جو جاہلیت میں مر چکے ہیں۔ پس اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جب گبریلا اپنی ناک سے لڑھکتا ہے تو وہ تمہارے ان آباء سے بہتر ہے جو جاہلیت میں مر چکے ہیں''۔ (رواہ ابوداؤد) حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ تم سب آدمؑ کی اولاد ہو اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے۔ پس لوگوں کو اپنے آباؤ اجداد پر فخر کرنے سے رک جانا چاہیے''۔ یا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک گبریلا سے بھی زیادہ ذلیل ہوگا''۔ (رواہ البزار فی مسندہ) حضرت عامر بن مسعودؓ جو صحابیؓ ہیں وہ گبریلا کے لڑھکنے کو اس کے چھوٹے ہونے کی بنا پر کہتے تھے اور عامر بن مسعودؓ ''**حدیث الصوم فی الشتاء الغنیمة الباردة**'' کے راوی ہیں۔

ریاشی نے اصمعی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہمارے پاس سے ایک اعرابی گزرا' وہ اپنے لڑکے کے بارے میں آواز لگا رہا تھا۔ پس ہم نے اس سے کہا کہ اپنے لڑکے کے اوصاف بیان کرو۔ پس اس اعرابی نے کہا کہ میرا لڑکا گویا چھوٹا سا دینار ہے۔ پس ہم نے اعرابی سے کہا کہ ہم نے اسے نہیں دیکھا۔ پس کچھ دیر بعد وہ اعرابی ایک سیاہ رنگ کا بچہ اٹھا کر لایا گویا کہ وہ گبریلا ہے جس کو اعرابی کی گردن پر لادا گیا ہو۔ پس ہم نے اعرابی سے کہا کہ اگر تو ہم سے اس کے متعلق سوال کرتا تو ہم تجھے ضرور کچھ نہ کچھ معلومات فراہم کرتے کیونکہ وہ پورے دن سے ہمارے قبضہ میں ہے۔ پھر اصمعی نے یہ شعر پڑھا۔

زینها الله فی الفؤاد کما　　　زین فی عین والد ولده

''اللہ تعالیٰ تمام دلوں میں اس کی محبت ایسی پیدا فرمادے جیسا کہ باپ کی نظر میں بیٹے کی محبت جمی ہوئی ہے''۔

شرعی حکم گندگی کی وجہ سے اس (گبریلا) کا کھانا حرام ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں ''**الصق من جعل**'' (فلاں آدمی گبریلا سے زیادہ چپکنے والا ہے) کیونکہ گبریلا انسان کے پاخانہ کے پیچھے لگا رہتا ہے۔ شاعر نے کہا ہے کہ

اذا اَتَیتَ سلیمی شب لی جعل　　　ان الشقی الذی یغری بِهِ الجعل

''جب تو سلیمی کے پاس پہنچے تو اس کو بتانا ہے کہ بدبخت وہ آدمی ہے جسے دیکھ کر گبریلا بھڑک اٹھے''۔

یہ مثال ایسے آدمی کے لیے دی جاتی ہے جو کسی ایسے آدمی سے چپکا رہتا ہو جو اسے ناپسند کرتا ہو اور اس سے بھاگتا ہو۔

خواص گبریلا کو بغیر پکائے اور بغیر نمک ملائے سکھایا جائے تو بغیر کسی دوسری چیز کا اضافہ کیے ہوئے اس کو بچھو کے ڈسے ہوئے آدمی کو پلایا جائے تو وہ آدمی ٹھیک ہو جائے گا۔

تعبیر | گبریلا کی خواب میں تعبیر غصہ والے دشمن سے دی جاتی ہے۔ بعض اوقات گبریلا ایسے مسافر آدمی کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے جو اپنے حرام مال کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں منتقل کر رہا ہو۔ (واللہ اعلم)

الجعول

''الجعول'' ابن سیدہ کہتے ہیں کہ یمنی لغت میں ''الجعول'' سے مراد شتر مرغ کا بچہ ہے۔ انشاء اللہ عنقریب ''باب النون'' میں اسکا تفصیلی ذکر آئے گا۔

اَلْجَفْرُۃ

''اَلْجَفْرُۃُ'' (بکری کا بچہ) اس سے مراد بکری کا چار ماہ کا وہ بچہ ہے جس کا دودھ چھڑا دیا گیا ہو۔ نیز نر کے لیے ''جفر'' کے الفاظ مستعمل ہیں۔ بکری کے چار سالہ بچے کا نام ''جفر'' اس لیے رکھا گیا ہے کہ ''جفر'' کے معنی بڑا ہونا یا کشادہ ہونا کے ہیں۔ چونکہ بکری کے چار ماہ کے بچے کے پہلو کشادہ اور بڑے ہو جاتے ہیں اس لیے اس کو ''الجفرۃ'' کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع ''اجفار'' اور ''جفار'' آتی ہے۔

فائدہ | ابن قتیبہ نے اپنی کتاب ''ادب الکاتب'' میں لکھا ہے کہ امام جعفر بن محمد صادق نے ''کتاب الجفر''[1] میں اس علم کی تمام ضروری چیزیں اہل بیت کے لیے لکھ دی ہیں اور وہ تمام چیزیں جو قیامت تک ہوں گی وہ بھی لکھ دی ہیں۔ ابوالعلاء معری نے اس کی طرف اپنے اس شعر میں اشارہ کیا ہے ۔

لقدعجبو الا ھل البیت لما اتاھم علمھم فی مسک جفر

''تحقیق اہل بیت کے لئے بڑا تعجب کیا گیا جب ان کے پاس یہ علم پہنچا کہ مشک جفر کیا چیز ہے۔''

ومر آۃ المنجم وھی صغریٰ أرتہ کل عامرۃ وقفر

''اور منجم کا آئینہ اگرچہ چھوٹا ہے لیکن اس کے باوجود وہ منجم کو ہر آباد و غیر آباد علاقوں کی خبروں سے آگاہ کرتا ہے''۔

مسک سے مراد ٹکڑہ ہے۔ ابن تومرت[2] جو مہدی کے نام سے معروف ہیں ان کو علم جفر ہی کے مطالعہ سے عروج حاصل ہوا۔ ابن

(۱) علم الجفر: یہ ایک علم ہے جس میں اسرار حروف سے بحث ہوتی ہے اور اس کے ماہرین کا دعویٰ ہے کہ وہ اس کی مدد سے آئندہ حالات و واقعات کا پتہ لگا لیتے ہیں۔ (المنجد صفحہ ۱۵۶)

علم جفر: اس علم میں احوال غیب کا علم معلوم کرنے کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ اس کی بنیاد یونانیوں کے قدیم علم الاعداد پر ہے۔ سب سے پہلے عبرانیوں نے اپنی ابجد کے بائیس حروف کو اعداد میں منتقل کر کے ان سے طرح طرح کی تاویلات اخذ کرنے کا طریقہ رائج کیا ہے لیکن عربوں نے اس ابجد میں چھ حروف کا اضافہ کیا۔ سلفی عقائد کی بحث میں اس قسم کے علوم کو خطرناک شمار کیا جاتا ہے اور موحدین حضرات اس کے قطعی نتائج کے انکاری ہیں۔ (شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا صفحہ ۱۱۵۷-۱۱۵۸)

(۲) ابن تومرت: (المولود ۴۷۰ھ بمطابق ۱۰۷۷ء - المتوفی - ۵۲۴ھ بمطابق ۱۱۳۰ء)

مراکش کا ایک مصلح جو امام مہدی ہونے کا دعویدار تھا۔ اس کے پیروکار ''الموحد'' کہلاتے تھے۔ باپ کا نام عبداللہ تھا جو بربر قبیلے کا ایک سردار تھا۔ ابن خلدون

تومرت نے اس کتاب کے ذریعہ عبدالمومن نامی شخص کے متعلق کچھ علامات وآثار دیکھ کر ایک مدت تک اس کو تلاش کیا۔ یہاں تک کہ اس نے عبدالمومن کو پالیا اور اسے اپنی صحبت میں رکھا۔ ابن تومرت' عبدالمومن کی بہت عزت کرتا تھا۔ یہاں تک کہ جب وہ اس کو دیکھتا تو یہ شعر پڑھتا ؎

تکاملت فیک أوصاف خصصت بها فکلنابک مسرور و مغتبط

''تجھ میں خوبیاں بدرجہ اتم موجود ہیں اور وہ تیرے ہی لیے مخصوص ہیں۔ پس ہم تجھ سے خوش بھی ہیں اور تجھ پر رشک بھی کرتے ہیں''۔

السن ضاحکة والکف مانحة والنفس واسعة والوجه منبسط

''تیرے دانت مسکرانے والے اور ہتھیلیاں سخی ہیں' نیز تو وسیع القلب اور ہنس مکھ ہے''۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ جو مشہور ہے کہ ابن تومرت نے عبدالمومن کو اپنا خلیفہ بنالیا تھا یہ صحیح نہیں ہے۔ البتہ صرف اتنی بات صحیح ہے کہ ابن تومرت کی عزت وعظمت کی وجہ سے اس کے ساتھی عبدالمومن کو ابن تومرت ہی کی جگہ سمجھتے تھے اور عبدالمومن کو ابن تومرت کا درجہ دیتے تھے۔ عبدالمومن انتہائی ۔کار اور دہشت پسند حاکم تھا۔ چھوٹی چھوٹی لغزشوں پر قتل کروادیتا تھا۔ عبدالمومن کی وفات ماہ جمادی الثانی ۵۵۸ھ میں ہوئی اور اسکی مدت حکومت ۳۳ سال چند ماہ ہے۔

الحکم بکری کے بچے کا شرعی حکم ۔ ہے کہ وہ حلال ہے۔ اگر کسی آدمی نے حالت احرام میں چوہے کو ہلاک کردیا تو ''بکری کے بچے'' کو بطور فدیہ دیا جاسکتا ہے۔

خواص بکری کے بچے ے بھی خواص وہی ہیں جو بکری کے ہیں۔ (واللہ اعلم)

جُلکی

''جُلکی'' (جیم اور لام پر پیش ہے) یہ ایک قسم کی مچھلی ہے جو مار ماہی کے مشابہ ہوتی ہے۔ جب اس کو ذبح کیا جائے تو اس سے خون نہیں نکلتا اور اس کی ہڈی بہت نرم ہوتی ہے۔ اگر کوئی عورت اس مچھلی کو کھائے تو وہ بہت جلد طاقتور وفربہ ہوجائے گی۔ یہ مچھلی بہترین غذا ہے۔

کا کہنا ہے کہ یہ خاندان اپنی دینداری کے لئے مشہور تھا۔ ابن تومرت کو بچپن ہی سے تحصیل علم کا شوق تھا۔ مسجدوں میں جا کر بڑے شوق سے موم بتیاں جلانا اس کا مشغلہ تھا۔ بعدازاں وہ مشرق کی طرف سیر یا طلب علم کے لئے نکل کھڑا ہوا۔ اس دور میں مغرب اور اندلس پر المرابطون کا خاندان حکمران تھا۔ امام مالکؒ کی تعلیمات اس علاقے میں رائج تھیں۔ الغزالیؒ کی مخالفت کی جاتی تھی۔ ان حالات میں ابن تومرت نے الغزالیؒ اور ابن حزم کی تعلیمات سے اثر لیا۔ چنانچہ اس نے اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ اپنے سفر کا آغاز اندلس سے کر کے وہ سکندریہ کے راستے دمشق تک پہنچا اور واپسی پر طرابلس میں تبلیغ کا سلسلہ شروع کردیا۔ یہیں اسے عبدالمومن ملا جس نے اس کی تحریک کو پروان چڑھایا۔ اپنی تبلیغ کے اصولوں میں وہ شدت پسند ہوتا گیا۔ بعدازاں اس نے مہدی ہونے کا دعویٰ بھی کردیا۔ اپنے پیروکاروں کو منظم کرنے کے بعد اس نے تینمال شہر پر قبضہ کر کے حکومت قائم کرلی۔ اردگرد کے قبائل اس کے پیروکار بن گئے جو الموحدون کہلائے۔ بعدازاں اس نے المرابطون کے ساتھ بھی جنگ کی جس میں شکست کھائی۔ اس کے انتقال کے بعد عبدالمومن نے اس کی تحریک جاری رکھی۔ مگر اس میں وہ زور وشور نہ رہا جو ابن تومرت جیسے ذہین اور ہوشیار آدمی کا مرہون منت تھا۔ (شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا صفحہ ۷۷)

اَلْجَلاَ لَۃ

''اَلْجلاَ لَۃ'' (نجاست کھانے والی گائے) وہ جانور جو گندگی میں رہتا ہو اور گندگی ہی اس کی غذا ہو اس کو ''الجلالۃ'' کہا جاتا ہے۔ ''الجلۃ'' سے مراد مینگنی چننے والا جانور ہے۔ اسی طرح کہا جاتا ہے ''جَلَّتَ الدَّابۃ الجلّۃ'' (جانور نے مینگنی چنی) اسی سے ''الجلالۃ'' (گندگی کھانے والی گائے) بھی ہے۔

''حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گندگی کھانے والی گائے (الجلالۃ) کی سواری سے منع فرمایا''۔ (رواہ ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''جلالہ'' (گندگی کھانے والی گائے) کے گوشت اور اس کا دودھ پینے سے منع فرمایا۔ نیز اس پر سواری کرنے اور بوجھ لادنے سے بھی منع فرمایا یہاں تک کہ اس کو (یعنی جلالہ) کو گھر میں رکھ کر چالیس دن تک چارہ نہ کھلائیں۔ (رواہ الحاکم)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے سقاوہ میں منہ لگا کر پینے سے اور گندگی کھانے والے جانور (الجلالہ) پر سوار ہونے سے منع فرمایا اور مجثمہ (یعنی پرندہ یا حیوان کو باندھ کر نشانہ لگا کر ہلاک کرنے) سے بھی منع فرمایا۔ (رواہ البیہقی)

اَلْجَلَمُ

''اَلْجَلَمُ'' یہ ایک قسم کا شکاری پرندہ ہے جو باز کے مشابہ ہوتا ہے لیکن اس سے چھوٹا ہوتا ہے۔ عنقریب ''باب الباء'' میں انشاء اللہ اس کا ذکر آئے گا۔

اَلْجَمَلُ

''اَلْجملُ'' اونٹ کو کہتے ہیں۔ فراء کہتے ہیں کہ ''جمل'' اونٹنی کا خاوند ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ سے جب ''جمل'' کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس کے متعلق سوال کرنے والا جاہل ہے کیونکہ اونٹ کو تمام لوگ جانتے ہیں۔ ''جمل'' کی جمع ''جمال'' ''اجمال'' ''جمائل'' اور ''جمالات'' آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے ''كَاَنَّهَا جِمٰلَتٌ صُفْرٌ'' اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ ''جمالات'' جمال کی جمع ہے جیسے رجال کی جمع رجالات آتی ہے۔

فائدہ| جنگ جمل کے دن جس اونٹ پر حضرت عائشہؓ سوار تھیں وہ اونٹ لیلیٰ بن امیہ نے چار سو درہم کا اور ایک قول کے مطابق دو سو درہم کا خریدا تھا۔ ابن اثیرؒ نے کہا ہے کہ مالک بن حرث جو اشتر نخعی کے نام سے معروف ہیں۔ جنگ جمل میں حضرت علیؓ کے زبردست سپہ سالار تھے۔ چنانچہ جنگ جمل میں مالک بن حرث' حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے مقابلہ میں نکلے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ حضرت عائشہؓ کے ساتھ تھے۔ نیز حضرت عبداللہ بن زبیر نہایت دلیر آدمی تھے۔ پس دونوں میں مقابلہ ہوا۔ کبھی عبداللہ بن زبیرؓ' مالک بن حرث کو شکست دے کر ان کے سینہ پر چڑھ کر بیٹھ جاتے تھے اور کبھی مالک بن حرث' عبداللہ بن زبیرؓ کو شکست دے کر بری طرح پچھاڑ

دیتے تھے۔ متعدد بار اسی طرح ہوتا رہا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے زوردار آواز میں پکارا ۔

اُقْتُلُوْنِیْ وَمَالِکًا وَاقْتُلُوْا مَالِکًا مَعِی

''مجھے اور مالک کو قتل کردو بلکہ مالک کو میرے ساتھ قتل کردو''۔

مالک سے مراد اشتر نخعی ہیں۔ ابن زبیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے جنگ جمل کے دن اس حال میں شام کی کہ نیزوں اور تلواروں سے زخمی ہو کر سینتیس افراد موت کے گھاٹ اتر چکے تھے لیکن فریقین میں سے کوئی بھی پیچھے ہٹنے کے لیے تیار نہ تھا۔ چنانچہ اونٹنی کی مہار یکے بعد دیگرے لوگ پکڑتے جاتے تھے اور شہید ہوتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ سینکڑوں آدمی ناقہ کی مہار پر شہید ہو گئے۔ چنانچہ میں نے اونٹنی کی مہار سنبھالی۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا کون؟ میں نے جواب دیا عبداللہ بن زبیرؓ ہوں۔ اتنے میں اشتر نخعی کا گزر ہوا۔ پس میں نے اسے پہچان لیا اور اس پر حملہ کر دیا۔ پس اللہ کی قسم اس نے بھی مجھ پر زبردست جوابی وار کیا تو میں پکار اٹھا ۔

اُقْتُلُوْنِیْ وَمَالِکًا وَاقْتُلُوْا مَالِکًا مَعِی

''مجھے اور مالک کو قتل کردو بلکہ مجھے اور مالک کو ایک ساتھ ہی قتل کردو''

چنانچہ اونٹنی کی مہار میرے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ پھر اشتر نے مجھے اٹھا کر ایک گڑھے میں پھینک دیا اور کہا کہ اگر رسول اللہ ﷺ سے تیرا رشتہ داری کا تعلق نہ ہوتا تو تیرے بدن کا ایک ایک عضو جدا کر دیتا۔

ایک روایت میں ہے کہ جب دونوں طرف سے لوگ جمع ہو گئے تو آپس میں لڑائی شروع ہو گئی اور میرے ہاتھ سے حضرت عائشہؓ کی اونٹنی کی مہار گر پڑی اور میں نے حضرت علیؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اونٹنی کی کانچیں کاٹ دو کیونکہ اگر اس کو قتل کر دیا گیا تو لوگ منتشر ہو جائیں گے اور جنگ میں تخفیف ہو سکتی ہے۔ پس ایک آدمی نے تلوار سے اونٹنی پر حملہ کیا جس کی وجہ سے اونٹنی زمین پر بیٹھ گئی۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ اس حملہ کی بنا پر اونٹنی اتنی زور سے چلائی کہ اتنی بھیانک آواز میں نے زندگی میں کبھی نہیں سنی۔ پھر حضرت علیؓ نے عمار بن یاسرؓ اور محمد بن ابی بکرؓ کو شہیدوں کے درمیان سے کجاوہ اٹھانے کا حکم دیا جس میں حضرت عائشہؓ تشریف فرما تھیں۔ پس محمد بن ابی بکرؓ نے ہودج میں اپنا ہاتھ داخل کر دیا۔

حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ جو بھی اس حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعرض کرے اللہ تعالیٰ اس کو آگ میں جلائے۔ پس محمد بن ابی بکرؓ نے کہا کہ ہمشیرہ محترم اس طرح فرمائیے کہ دنیا کی آگ سے جلا دے پس حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ دنیا کی آگ سے جلا دے۔ حضرت طلحہؓ جو حضرت عائشہؓ کے لشکر میں شامل تھے اس معرکہ میں شہید ہو گئے اور حضرت زبیرؓ لڑائی شروع ہونے سے پہلے ہی لوٹ گئے تھے۔ لیکن عمرو بن جرموز نے ان کو وادی سباع میں نیند کی حالت میں شہید کر دیا اور ان کی تلوار لے کر حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت علیؓ نے اس تلوار کو دیکھ کر فرمایا کہ اے ظالم یہ وہ تلوار ہے جس نے بارہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی ہے اور حضرت عائشہؓ کی حفاظت کی ہے۔ اس کے بعد حضرت علیؓ بصرہ تشریف لائے اور وہاں کے رہنے والوں سے بیعت لی اور عثمان بن حنیف کو چھوڑ دیا۔ حضرت عائشہؓ کے لیے سامان سفر تیار کیا گیا اور انہیں ان کے برادر محترم محمد بن ابی بکرؓ کے ہمراہ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ کر دیا اور حضرت علیؓ کئی میل تک ان کے ساتھ چلے اور حضرت حسنؓ کو ایک منزل آگے تک بھیجا۔ کہا جاتا ہے کہ جنگ جمل کے

مقتولین کی تعداد آٹھ ہزار ہے اور ایک قول کے مطابق سترہ ہزار ہے۔ حضرت علیؓ کے لشکر میں سے تقریباً ایک ہزار افراد شہید ہوئے اور اس روز حضرت عائشہؓ کی اونٹنی کی مہار پر تقریباً اسی ہاتھ کاٹے گئے۔ ان میں سب سے زیادہ معزز بنی ضبہ تھے۔ جب بھی کسی شخص کا ہاتھ کٹ جاتا تو فوراً دوسرا آدمی اونٹنی کی مہار تھام لیتا۔ ضبی نے اسی کے متعلق اشعار ہے ہیں ؎

نحن بنی ضبة اصحاب الجمل ننازل الموت اذالموت نزل

''ہم قبیلہ بنوضبہ کے افراد ہیں اور اونٹوں والے ہیں' ہم موت کا مقابلہ کرتے ہیں جبکہ موت سامنے آ جائے''۔

والموت احلى عندنا من العسل وكانوا قد ألبسوه الادراع الى ان عقر

''اور موت ہمارے لیے شہد سے زیادہ عزیز ہے' اور ہم نے زرہ پہن لی یہاں تک کہ قتل کر دیئے گئے''۔

نحویین کے نزدیک لفظ ''بنی'' مدح و تخصیص کی بنا پر منصوب ہے۔ جنگ جمل بروز جمعرات دس جمادی الاول یا جمادی الثانی ۳۶ھ میں ہوئی۔ بعض اہل علم نے دس کے بجائے پندرہ تاریخ کا قول ذکر کیا ہے۔ جنگ جمل صبح سے شروع ہو کر عصر تک جاری رہی۔ روایت کی گئی ہے کہ اشتر سے مقابلہ کے بعد حضرت ابن زبیرؓ کی سلامتی کی خوشخبری سنانے والے کو حضرت عائشہؓ نے دس ہزار درہم بطور انعام دیئے تھے۔ ابن خلکان وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ جنگ کے بعد اشتر حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا اے اشتر تو وہی ہے جو جنگ جمل میں میرے بھتیجے کو قتل کرنا چاہتا تھا؟ پس اشتر نے یہ اشعار پڑھے ؎

أعائش لولا أنني كنت طاويا ثلاثا لألفيت ابن أختك هالكاً

''اے عائشہؓ! اگر میں پلٹ جانے والا نہ ہوتا تو تم ضرور اپنے بھانجے کو لاش کی صورت میں پاتیں''۔

غداة ينادى والرماح تنوشه بآخر صوت اقتلونى ومالكا

''صبح ہی صبح منادی ہوتی اور نیزے گوشت میں پیوست ہو جاتے اور منادی یہ ہوتی کہ مجھے اور مالک کو قتل کر دو''۔

فنجاه منى أكله وشبابه وخلوة جوف لم يكن متما سكا

''پس اس کو مجھ سے نجات مل گئی اس کی لاش کے کھانے سے بھی اور اس کی جوانی سے بھی اور اگر پیٹ خالی ہو تو کوئی چیز بھی تھامی نہیں جا سکتی''۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ابن زبیرؓ کے سر میں اشتر کے مقابلہ میں اتنا شدید زخم لگا تھا کہ جب تک اس میں ایک شیشی بھر تیل نہ ڈالا جاتا تو وہ بند نہیں ہوتا تھا اور حاکم نے قیس بن ابی حازم کی اور ابن شیبہ نے ''حضرت ابن عباسؓ کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ'' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو مخاطب کر کے فرمایا کہ کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ تم میں سے بال والے اونٹ والی کون ہے؟ جو اس پر سوار ہو کر نکلے گی۔ یہاں تک کہ اس پر ''حواب'' کے کتے بھونکیں گے''۔ (الحدیث)

''حواب'' ایک چشمہ کا نام ہے جو بصرہ کے قریب واقع ہے۔ ''ادیب الاذب'' سے مراد وہ اونٹ ہے جس کی پیشانی پر بال زیادہ ہوں۔ ابن دحیہ نے کہا ہے کہ مجھے ابن العربی پر تعجب ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب ''الغوامص والعواصم'' میں کس طرح اس حدیث کا انکار کر دیا اور یہ کہہ دیا کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں۔ حالانکہ یہ حدیث تو طلوع شمس سے بھی زیادہ مشہور ہے۔ حضرت

عائشہؓ نے جب بصرہ کی جانب خروج کیا اور حواب نامی چشمہ سے گزر ہوا تو کتے بھونکنے لگے۔ پس حضرت عائشہؓ نے فرمایا مجھے واپس لے چلو۔ مجھے واپس لے چلو۔ پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ تم میں سے وہ کون سی عورت ہے جس پر چشمہ حواب کے کتے بھونکیں گے۔ قیس بن ابی حازم نے بھی اس حدیث کا انکار کیا ہے۔ شاعر نے کہا ہے کہ ؎

شکاالی جملی طول السریٰ　　　یا جملی لیس الیٰ المشتکی

''میرے اونٹ کے متعلق بہت دیر تک چلنے کی شکایت کی گئی لیکن اے میرے اونٹ شکایت کا کوئی موقع نہیں ہے''۔

صبراً جمیلاً فکلانا مبتلیٰ ''اس لیے کہ ہم سب ہی مبتلا ہیں تو صبر ہی بہتر ہے''۔

جیسے عمرو بن کلثوم نے کہا ہے کہ ؎

ألالا یجھلن أحد علینا　　　فنجھل فوق جھل الجاھلینا

''خبردار ہم سے کوئی جاہلانہ معاملہ نہ کرے اور اگر ایسا کرے گا پس ہم بھی جاہل بن کر دکھا دیں گے''۔

اور اسی طرح دوسرا شعر بھی ہے ؎

ولی فرس للحلم بالحلم ملجم　　　ولی فرس للجھل بالجھل مسرج

''میرے پاس ایک حلم کا گھوڑا ہے جسے حلم کی باگ ڈالی ہے اور میرے پاس ایک جہالت کا گھوڑا ہے جس پر جہالت کی زین ڈالی گئی ہے''۔

فمن رام تقویمی فانی مقوم　　　ومن رام تعویجی فانی معوج

''پس جو مجھے سیدھا رکھنا چاہے تو میں سیدھا رہتا ہوں اور جو مجھے ٹیڑھا کرنا چاہے تو میں ٹیڑھا ہو کر دکھاتا ہوں''۔

لقد عظم البعیر بغیر لب　　　فلم یستغن بالعظم البعیر

''تحقیق جب اونٹ بغیر عقل کے بڑھ گیا تو اب اونٹ کی بڑائی سے بے نیازی اختیار نہیں کی جا سکتی''۔

سعت ذات سم فی قمیصی فغادرت　　　به أثرا واللہ یشفی من السم

''زہریلے جانور نے مجھے ڈسا اور اپنے زہریلے اثرات چھوڑ گیا' اب اللہ تعالیٰ ہی زہر سے شفا بخشے گا''۔

کست قیصرا ثوب الجمال وتبعا　　　وکسریٰ وعادت وھی عاریة الجسم

''قیصر' تبعہ اور کسریٰ کو شاہی لباس دیا گیا لیکن بالآخر ان سے شاہی لباس اتار لیا گیا اور یہ برہنہ ہی رہ گئے''۔

جمل (اونٹ) کی کنیت ابوایوب اور ابوصفوان ہے۔

حضرت ام زرعؓ کی حدیث ہے وہ فرماتی ہیں کہ میرا شوہر اونٹ کے گوشت کی طرح ہے جیسے کہ کسی بنجر پہاڑ پر خس و خاشاک کا انبار ہو''۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ والے سال بطور ہدیہ اونٹ دیا۔ یہ اونٹ ابوجہل کا تھا

اور اس کے ناک میں چاندی کی نکیل تھی۔ نبی اکرمؐ اپنے اس عمل سے مشرکین کو رنج وغم میں مبتلا کرنا چاہتے تھے۔ (رواہ ابی داؤد)

خطابی کہتے ہیں کہ اس سے ایک مسئلہ یہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ ہدیہ میں نر اونٹ دینا جائز ہے۔ تحقیق ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ نر اونٹ کو بطور ہدی دینا مکروہ سمجھتے تھے۔ ابن عمرؓ کے نزدیک بطور ہدی صرف مادہ اونٹ ہی دینا چاہیے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سواریوں میں تھوڑی مقدار میں چاندی کا استعمال بھی جائز ہے اور مشرکین کو غیظ میں مبتلا کرنے سے مراد یہ ہے کہ عام لوگوں کو اس بات کا علم تھا کہ یہ اونٹ ابوجہل کا ہے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اونٹ کو خرید لیا تھا۔ پس اب ابوجہل اور مشرکین کے لیے یہ بات باعث تکلیف تھی کہ ابوجہل کا اونٹ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثاروں کے ہاتھوں قتل ہو چکا تھا اور اس کا مال ومتاع مجاہدین کے حصہ میں لگ چکا تھا۔

حضرت عرباض بن ساریہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے ایک ایسی تقریر فرمائی جس سے ہماری آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور دل خوفزدہ ہو گئے۔ پس ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ وعظ کافی ہے۔ پس اس کے علاوہ ہمارے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا وصیت ہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق میں تمہیں دن کی طرح روشن رات پر چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ جو شخص بھی میرے بعد اس سے انحراف کرے گا وہ ہلاک ہو جائے گا اور جو شخص تم میں سے زندہ رہے گا وہ میرے بعد بہت سے اختلافات دیکھے گا۔ پس تم پر اس وقت اس چیز کی اتباع ضروری ہے جو تم میری سنت میں دیکھو اور میرے بعد خلفائے راشدین کی سنت میں دیکھو۔ اس پر سختی سے عمل کرنا اور تم محدثات سے اجتناب کرنا کیونکہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور تمہارے لیے ضروری ہے کہ تم اطاعت کو لازم کر لو اگرچہ تم پر حبشی غلام ہی (حکمران) ہو۔ پس مومن نکیل والے اونٹ کی مانند ہے کہ اس کی نکیل کھینچی جائے تو اتباع کرتا ہے۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ)

''کالجمل الانف'' سے مراد وہ اونٹ ہے جس کے نکیل ڈالی گئی ہو جس کی وجہ سے وہ اپنے ہانکنے والے کی نافرمانی نہیں کرتا۔ نیز ''انف'' اس اونٹ کو بھی کہا جاتا ہے جو بآسانی مطیع ہو جائے۔

بعض روایتوں میں ''کالجمل الآنف'' ھمزہ کی مد کے ساتھ آیا ہے۔ اس کے معانی بھی وہی ہیں جو پہلے گزر چکے ہیں۔ نیز ایک روایت میں "ان قیداً نقاد" کے بعد ان الفاظ کا اضافہ ہے۔ "وان أنیخ علی صخرۃ استناخ" (اگر اس کو پتھریلی زمین پر بٹھایا جائے تو بیٹھ جاتا ہے)۔ ''النواجذ'' سے مراد وہ دانت ہیں جو ڈاڑھوں کے قریب ہوتے ہیں۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ سنت پر اس طرح سختی سے عمل کرو جیسے کسی چیز کو سختی سے پکڑنے کی غرض سے دانتوں سے دبایا جاتا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ''انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان ضحکہ حتیٰ بدت نواجذہ'' (کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے) اس حدیث میں ''نواجذ'' سے مراد ''ضواحک'' ہیں اور ''ضواحک'' وہ دانت ہیں جو مسکراہٹ کے وقت ظاہر ہوتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہنسی مسکراہٹ ہی تھی۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اونٹ کی نشست اختیار نہ کرے بلکہ زمین پر دونوں ہاتھ رکھے اور پھر دونوں گھٹنے۔ (رواہ احمد وابوداؤد والنسائی)

خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے وائل بن حجر کی اس حدیث کی تائید ہوتی ہے جس کو چاروں ائمہ کرام نے ان سے نقل کیا ہے۔ ''راوی کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ فرماتے تو ہاتھوں کو رکھنے سے پہلے اپنے گھٹنوں کو زمین پر رکھتے تھے اور جب اٹھتے تھے تو گھٹنوں سے پہلے ہاتھوں کو اٹھاتے تھے''۔ (الحدیث)

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک اونٹ پر سوار تھا۔ پس وہ اونٹ تھک گیا۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کی پشت پر لکڑی چبھوئی اور اس کے حق میں دعا فرمائی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوار ہو جاؤ۔ پس حضرت جابرؓ اس اونٹ پر سوار ہو گئے اور سب سے آگے نکل گئے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ جابر تو نے اپنے اونٹ کو کیسے پایا؟ پس میں نے عرض کیا۔ تحقیق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اسے پہنچ گئی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس اونٹ کو میرے ہاتھ فروخت کرو گے؟ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں شرما گیا اور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب نہیں دے سکا۔ پس میں نے کہا جی ہاں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس اونٹ کی قیمت میں اضافہ کرتے رہے اور یہ فرماتے رہے کہ اللہ تمہاری مغفرت فرمائے۔ یہاں تک کہ میں نے اس اونٹ کو ایک اوقیہ سونے کے عوض نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کر دیا کہ میں مدینہ منورہ تک اس پر سوار ہو کر جاؤں گا۔ پس جب میں مدینہ پہنچ گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ ان (یعنی جابرؓ) کو قیمت دے دو اور کچھ مزید رقم بھی دے دو۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ بھی مجھے واپس کر دیا۔ (رواہ البخاری والترمذی والنسائی)

حضرت ابوزبیرؓ حضرت جابرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''لیلۃ البعیر'' میں میرے لیے پچیس مرتبہ بخشش کی دعا فرمائی۔ (ابن حبان)

بیع میں شرط کے جواز کے متعلق فقہاء نے اسی پہلی حدیث کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔ نیز اس کے متعلق ائمہ کا اختلاف کتب فقہ میں مفصل مذکور ہے۔

سہیلیؒ نے کہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت جابرؓ سے اونٹ خریدنا اور قیمت معینہ سے زائد قیمت دینا اور پھر اونٹ واپس کر دینا اس کی حکمت یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ بتانا چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے باپ کو زندہ فرما دیا ہے اور ان کی روح ان کو واپس عطا فرما دی ہے۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابرؓ سے اونٹ خریدا جس طرح اللہ تعالیٰ نے شہداء کی جان کو جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے اور (مومن) انسان کی جان کو بھی خرید لیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کو مزید ثواب عطا فرماتے ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِیَادَۃٌ'' (نیکی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نیکی کے اجر کے علاوہ مزید اجر بھی عطا فرماتا ہے) پھر اللہ تعالیٰ شہداء کی ارواح کو واپس کر دیتا ہے جو اس نے جنت کے بدلے میں خریدی تھیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ'' (اور اللہ کے راستے میں شہید ہونے والوں کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اور ان کو رزق بھی دیا جاتا ہے)

پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ خرید کر اور قیمت میں اضافہ فرما کر اور پھر اونٹ کو واپس کر کے اس خبر کی اپنے عمل سے

مثال دی جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت میں کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے باغ میں داخل ہوئے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں ایک اونٹ کو پایا۔ پس جب اس اونٹ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو رونا شروع کر دیا۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کوہان پر دست شفقت پھیرا تو وہ اونٹ چپ ہوگیا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ پس ایک انصاری نوجوان آیا اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ میرا اونٹ ہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس چوپائے کے متعلق جس کا تمہیں اللہ تعالیٰ نے مالک بنایا ہے خدا کا خوف نہیں کرتے۔ پس اس اونٹ نے مجھ سے تمہاری شکایت کی ہے کہ تم اس کو بھوکا رکھتے ہو اور مسلسل کام لیتے ہو۔ (رواہ احمد والحاکم)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم غزوہ ذات الرقاع میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے یہاں تک کہ جب ہم بحرہ واقم میں پہنچے تو اچانک ایک اونٹ دوڑتا ہوا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب بڑھا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آ کر بلبلانے لگا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اونٹ مجھ سے اپنے مالک کے خلاف شکایت کر رہا ہے کہ اس کا مالک اس سے بہت دنوں تک کھیتی کا کام لیتا رہا یہاں تک کہ بوڑھا اور لاغر کر دیا اور اب جبکہ اس کی عمر بڑھاپے کو پہنچ گئی ہے تو اس کو ذبح کرنا چاہتا ہے۔ اے جابرؓ! تم اس کے مالک کے پاس جاؤ اور اسے بلا کر میرے پاس لاؤ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا میں تو اس کے مالک سے واقف نہیں ہوں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اونٹ تمہیں اپنے مالک کا راستہ بتائے گا۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ اونٹ میرے آگے آگے تیزی سے چلنے لگا یہاں تک کہ مجھے بنی خطمہ کی مجلس میں پہنچا دیا۔ پس میں نے مجلس میں موجود لوگوں سے دریافت کیا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے۔ پس لوگوں نے کہا کہ فلاں بن فلاں ہے۔ پس میں نے اس کے پاس جا کر کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دو۔ پس وہ شخص میرے ساتھ چل پڑا یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا اونٹ یہ کہتا ہے کہ تم نے ایک عرصہ تک اس سے کھیتی کا کام لیا یہاں تک کہ اس کو بوڑھا اور لاغر کر دیا اور جب یہ بڑھاپے کو پہنچ گیا تو تم نے اسے ذبح کرنے کا فیصلہ کر لیا؟

پس اس آدمی نے عرض کیا کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے یہ (یعنی اونٹ) اسی لیے ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا یہی صالح مملوک کی جزاء ہے۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو اسے بیچنا چاہتا ہے۔ اس آدمی نے عرض کیا جی ہاں۔ پس آپؐ نے اونٹ خرید لیا اور درختوں میں چھوڑ دیا یہاں تک کہ طاقت کے باعث اس کا کوہان موٹا ہوگیا۔ پس جب مہاجرین و انصار اپنے عطیات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے کچھ حصہ اونٹ کے چارہ و پانی کے لیے محفوظ فرما لیتے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک زمانہ تک یہی دستور رہا۔ (رواہ احمد والحاکم)

حکایت قشیری نے اپنے رسالہ میں اور ابن جوزیؒ نے ''مثیر الغرام الساکن'' میں احمد بن عطاء روذباری کا قصہ نقل کیا ہے کہ ''ابن عطاء کہتے ہیں کہ ایک دن میں اونٹ پر سوار تھا کہ اچانک اونٹ کے پاؤں ریت میں دھنسنے لگے تو میں نے ''جل اللہ'' کہا۔ پس اونٹ نے بھی کہا ''جل اللہ'' نیز انہی کا دوسرا واقعہ قشیری نے ''کرامات اولیاء'' کے باب میں نقل کیا ہے کہ ابن عطاء کہتے ہیں کہ مکہ مکرمہ کے

راستے میں ایک شخص نے مجھ سے اپنا واقعہ بیان کیا کہ میں نے اونٹوں کی ایک قطار دیکھی جن پر بوجھ لدا ہوا تھا اور ان کی گردنیں لمبی تھیں۔ پس میں نے کہا پاک ہے اللہ کی ذات جس نے ان کو قوت عطا فرمائی۔ پس میں ایک اونٹ کی جانب متوجہ ہوا تو اس نے کہا تم کہو ''جل اللہ'' پس میں نے کہا ''جل اللہ''۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے بعض ماہر علماء متقدمین کی تحریروں میں پڑھا ہے کہ شہر خراسان میں ایک عائن (نظر بد والا) رہتا تھا۔ پس وہ ایک دن مجلس میں بیٹھا تھا تو اس کے سامنے سے اونٹوں کی ایک قطار گزری۔ پس عائن نے کہا کہ تم کون سے اونٹ کا گوشت کھاؤ گے۔ پس لوگوں نے ایک عمدہ اونٹ کی جانب اشارہ کیا۔ پس عائن نے اس اونٹ کی طرف دیکھا تو وہ اونٹ فوراً گر گیا۔ چنانچہ اونٹ کا مالک عقلمند تھا پس اس نے کہا کہ کس نے میرے اونٹ کو نظر لگائی ہے؟ پس اسے چاہیے کہ وہ یہ کلمات پڑھے تاکہ نظر بد کا اثر زائل ہو جائے۔

''بِسْمِ اللهِ عَظِيْمِ الشَّانِ شَدِيْدِالْبُرْهَانِ مَاشَاءَ اللهُ كَانَ حَبَسَ حَابِسٌ مِنْ حَجَرٍ يَابِسٍ وَشِهَابٍ قَابِسٍ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ رَدَدْتُّ عَيْنَ الْعَائِنِ عَلَيْهِ وَفِىْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيْهِ وَفِىْ كَبِدِهٖ وَكُلَيَتِيْهِ لَحْمٌ رَقِيْقٌ وَعَظْمٌ دَقِيْقٌ فِيْمَا لَهٗ يَلِيْقُ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ''۔

پس کچھ دیر بعد اونٹ کھڑا ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا اسے کچھ ہوا ہی نہیں اور نظر بد دور ہو گئی۔

فائدہ عائن کی نظر بد سے اگر کوئی مر جائے اور عائن اس کا اقرار بھی کرلے تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ نیز عائن پر دیت اور کفارہ بھی واجب نہیں ہوگا اس لیے کہ نظر بد عادتاً موت کا سبب نہیں بنتی۔ عائن کی نظر بد سے متاثر ہونے والے کے لیے ان الفاظ سے برکت کی دعا کرنی چاہیے۔ **''اَللّٰهُمَّ بَارِكْ فِيْهِ وَلَا تَضُرُّهٗ وَاَنْ يَّقُوْلَ مَاشَاءَ اللهُ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ''**۔

قاضی حسین نے بیان کیا ہے کہ ایک نبی علیہ السلام نے اپنی قوم کو بہت سمجھایا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ایک ہی رات میں ایک ہزار افراد کو موت دے دی۔ پس جب صبح ہوئی تو نبی علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اس کی شکایت کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا پس جب تم نے ان کی تعداد کو بہت زیادہ سمجھا تو ان کی حفاظت کیوں نہیں کی؟ پس نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا اے اللہ میں کس طرح ان کی حفاظت کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم یہ کہتے: **''حَصَّنْتُكُمْ بِالْحَيِّ الْقَيُّوْمِ الَّذِىْ لَايَمُوْتُ اَبَدًا وَدَفَعْتُ عَنْكُمُ السُّوْءَ بِلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ''۔**

قاضی حسین فرماتے ہیں کہ ہر اس آدمی کو جس کی جان اور حالات پر سکون ہوں اپنے متعلق یہی کلمات کہنے چاہئیں۔ قاضی حسین صاحب خود بھی جب اپنے شاگردوں کی کثرت دیکھتے تو یہی کلمات پڑھتے تھے۔ امام فخر الدین رازیؒ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ نظر بد انسان کو نقصان نہیں پہنچاتی۔ قاضی حسین نے اس کی تردید کی ہے۔

حکایت قشیری نے اپنے رسالہ میں سعید بن محمد بصری کا یہ قصہ بیان کیا ہے کہ میں نے بصرہ کے راستے میں ایک اعرابی کو اونٹ ہانکتے ہوئے دیکھا۔ پھر تھوڑی دیر بعد میں اونٹ کی طرف متوجہ ہوا تو اونٹ کو مردہ پایا اور اونٹ کا سامان اور پلان وغیرہ زمین پر گرا ہوا

تھا۔ پس میں تھوڑی دیر چلا اور پھر اس کی جانب متوجہ ہوا تو وہ اعرابی کہہ رہا تھا اے مسبب الاسباب! اے ہر ایک کی مراد پوری کرنے والے! میری سواری مجھے لوٹا دے۔ پس تھوڑی دیر بعد اونٹ کھڑا ہو گیا تو اس اعرابی نے اس پر کجاوہ اور پالان وغیرہ رکھ دیا۔

مردوں کو زندہ کرنا کرامت ہے اگرچہ یہ امر عظیم ہے مگر جائز ہے۔ قابل اعتماد اور محققین ائمہ اصول کا پسندیدہ مسلک یہی ہے۔ اس لئے کہ وہ کام جو نبی سے بطور معجزہ ثابت ہو وہ ولی سے بطور کرامت ثابت ہو سکتا ہے بشرطیکہ ولی نبی کی طرح چیلنج نہ کرے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ مردوں کو زندہ کرنے کی کرامت اولیاء کرام سے بے شمار ثابت ہے۔ عنقریب انشاء اللہ اسی کتاب میں بعض جگہ اس قسم کے واقعات آئیں گے۔

فائدہ ہمارے شیخ یافعیؒ فرماتے ہیں کہ کسی ولی سے کرامت کا صدور افضلیت کی دلیل نہیں کیونکہ کرامت کا صدور یقین کامل اور ذات الٰہی کی معرفت کلی طور پر آشکارا ہو جانے سے بھی ہو جاتا ہے۔

قطب العلوم وتاج العارفین ابوالقاسم الجنیدؒ فرماتے ہیں کہ یقین مشہد غیب کے متعلق شک کے دور کرنے کا نام ہے اور یقین اس علم کا نام ہے جس کی تبدیلی ممکن نہ ہو۔

یافعیؒ فرماتے ہیں کہ کرامت کا صدور اکثر و بیشتر محبین اور زاہدین سے ہوتا ہے اور عارفین سے کرامت کا صدور بہت کم ہوتا ہے کیونکہ معرفت محبت سے افضل ہے۔ یہ علماء محققین کے نزدیک راجح و افضل ہے۔ واللہ اعلم۔

علامہ محمد بن ظفر نے اپنی کتاب "خیر البشر بخیر البشر" میں لکھا ہے کہ اسکندریہ کے دروازے پر تانبے کے اونٹ کا مجسمہ بنا ہوا تھا جس پر عربی شکل کا ایک زرہ پوش سوار تھا۔ اس کے سر پر عمامہ اور پاؤں میں جوتے بھی تانبے کے تھے۔ پس اگر اسکندریہ میں دو آدمیوں کے درمیان جھگڑا ہوتا تو وہ باہمی تصفیہ کے لیے اس مجسمہ کے سامنے آتے اور مظلوم ظالم سے کہتا کہ اس گھوڑ سوار کے غائب ہونے سے پہلے پہلے میرا حق ادا کر دو کیونکہ جب یہ غائب ہوگا تو یہ تجھ سے میرا حق پورا پورا وصول کرلے گا اگرچہ تجھے ناپسند ہو۔

اسکندریہ میں یہ مجسمہ حضرت عمرو بن عاصؓ کے مصر فتح کرنے تک باقی رہا پھر غائب ہو گیا۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں اس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کی جانب اشارہ ہے۔

"جمل" کا شرعی حکم اور خواص "جمل" کا شرعی حکم اور خواص "ابل" کے عنوان کے تحت گزر چکے ہیں۔

امثال (۱) اہل عرب کہتے ہیں "**الجمل من جوفه يجتر**" (اونٹ اپنے پیٹ سے نکال کر جگالی کرتا ہے) یہ مثال ایسے شخص کے متعلق دی جاتی ہے جو اپنے جمع شدہ مال سے فائدہ حاصل کرے۔

(۲) اہل عرب کہتے ہیں "**اخلف من بول الجمل**" (فلاں اونٹ کی طرح پیچھے سے پیشاب کرتا ہے) "اخلف" "خلف" سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں پیچھے سے آنا۔ "اخلف من بول الجمل" اس لیے کہا گیا ہے کہ اونٹ پیچھے کی طرف سے پیشاب کرتا ہے۔

اہل عرب اس آدمی کے متعلق جو کسی مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہو مثال دیتے ہوئے کہتے ہیں "**وقع القوم فی سلی جمل**" (قوم جمل کی جھلی میں پھنس گئی) "السلی" اس جھلی کو کہا جاتا ہے جس میں بچہ لپٹا ہوا ہوتا ہے اگر وہ جھلی حاملہ کے پیٹ میں

پھٹ جائے تو بچہ اور ماں دونوں کی موت واقع ہو جاتی ہے۔اسی طرح اہل عرب کہتے ہیں:

"اعزمن الابلق العقوق" (فلاں کام غیر متمکن چیز سے بھی زیادہ سخت ہے)

اسی طرح اہل عرب کہتے ہیں "الثمر فی البئر وعلی ظهر الجمل"

اس ضرب المثل کی اصل یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جب کوئی شخص کسی نتیجہ پر پہنچ جاتا تھا یا اس کو کسی کام میں کامیابی حاصل ہو جاتی تھی تو وہ مدینہ منورہ کے پہاڑوں پر چڑھ کر مندرجہ بالا جملہ کہتا تھا۔ یعنی جو شخص بذریعہ اونٹنی اپنی کھیتی کو کنویں کے پانی سے سیراب کرے تو وہ شخص اپنے سیراب ہونے کا پھل بہت جلدی حاصل کر لے گا۔ اسی کے ہم معنی شاعر نے کہا ہے کہ

اذا أنت لم تزرع وأبصرت حاصدا ندمت على التفريط فى زمن الزرع

"جب تم کھیتی پر محنت نہیں کرتے اور کاٹنے کی تمنائیں بلند رکھتے ہو تو بالآخر تمہیں کھیتی کے مناسب دنوں میں کی جانے والی کوتاہیوں پر شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے گا"۔

تسالنى أم الوليد جملا يمشى رويدا ويكون أولا

"ام ولید مجھ سے اونٹ مانگتی ہے، یہ اونٹ ست رفتار چلنے کے باوجود سب سے آگے رہتا ہے"۔

التعبیر جمل کو خواب میں دیکھنا حج کی علامت ہے۔ اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عربی اونٹ کو خواب میں دیکھنا حج کی علامت ہے۔ (الحدیث)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ" (الآیۃ)

نیز بختی اونٹ عجمی شخص کی علامت ہے۔

اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس پر کسی اونٹ نے حملہ کر دیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے کی کسی احمق آدمی سے لڑائی ہوگی۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ اونٹ کی مہار پکڑ کر مانگ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ شخص کسی گمراہ آدمی کو ہدایت کی طرف لانے کی کوشش کرے گا۔ خواب میں اونٹ کے سر کو کھانے سے مراد کسی سردار کی غیبت ہے۔ اگر کسی نے خواب میں کثیر تعداد میں عربی اونٹ دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے کو عرب قوم کا سردار بنایا جائے گا۔ اگر کسی نے خواب میں دو اونٹوں کو لڑتے ہوئے دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ دو بادشاہوں میں زبردست جنگ ہوگی۔ اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ اونٹ کی نکیل پکڑ کر کھینچے لے جا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس شخص کو اپنے دشمن پر غلبہ حاصل ہوگا۔ اونٹ کی تعبیر جاہل قوم سے بھی دی جاتی ہے۔ اگر کوئی اپنے آپ کو اونٹ پر سے گزرتے ہوئے دیکھے تو فقر و فاقہ میں مبتلا ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ اگر خواب میں اونٹ کسی کے لات مار دے تو یہ مذکورہ شخص کے بیمار ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ اسی طرح خواب میں اونٹوں کی قطار دیکھنے سے مراد بارش ہے کیونکہ بارش کے قطرات یکے بعد دیگرے آتے ہیں۔ نیز اونٹ جس طریقے سے بوجھ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے ہیں اسی طرح بادل بھی پانی کو لے کر چلتے ہیں۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ اونٹ بن گیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والا شخص دوسرے کے بوجھ کو برداشت کر لے گا۔ اگر کسی شخص نے خواب

میں دیکھا کہ وہ بختی اونٹ پر سفر کر رہا ہے تو اس کی یہ تعبیر دی جائے گی کہ وہ بلا مقصد طویل سفر کرے گا۔ کبھی اونٹ سے مراد گھر اور کشتی ہوتی ہے کیونکہ اونٹ خشکی کی کشتی ہے۔

''جمل'' (اونٹ) کی تعبیر موت سے بھی دی جاتی ہے کیونکہ یہ دوستوں کو لے کر دور دراز کا سفر کرتا ہے۔ اسی طرح اونٹ کی تعبیر زوجہ سے بھی دی جاتی ہے اور اونٹ کا خواب میں نظر آنا حسد و کینہ کی علامت بھی ہوتا ہے اور کبھی صابر شخص کی جانب بھی اشارہ ہوتا ہے اور کبھی ان کاموں میں تاخیر کی جانب اشارہ ہوتا ہے جس کو انسان جلدی کرنے کا خواہش مند ہوتا ہے۔ ''جمل'' اونٹ کو خواب میں دیکھنا کبھی خوبصورتی کی جانب بھی اشارہ ہوتا ہے کیونکہ ''جمل'' کے معنی خوبصورتی کے ہیں اور اس سے مراد کبھی سانپ بھی ہوتے ہیں کیونکہ سانپ اونٹ کی کھال سے پیدا کیا گیا ہے۔ اگر اونٹ کا مالک اپنے اونٹ کو خواب میں دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ مالک کو اونٹ سے بہت زیادہ فائدہ حاصل ہوگا۔ ابن المقریؒ نے کہا ہے کہ اونٹ کی تعبیر غریب الوطن مسافر یا بحری و بری علاقوں کے تاجر سے بھی دی جاتی ہے۔ نیز کبھی عجمی و غرباء لوگ بھی مراد ہوتے ہیں۔ اسی طرح اونٹ کی تعبیر کبھی ہلاکت مال اور قید سے بھی دی جاتی ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

جَمَلُ الْبَحْر

''جَمَلُ الْبَحْر''[1] (مچھلی) ابن سیدہ کہتے ہیں کہ یہ اونٹ کے مشابہ مچھلی ہے جس کی لمبائی تین ہاتھ ہوتی ہے۔

جاحظ نے ''کتاب البیان والتبیین'' میں ابو عبیدہؓ کی حدیث نقل کی ہے۔ ابو عبیدہؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''جمل البحر'' (اونٹ کے مشابہ مچھلی) کے کھانے کی اجازت دی ہے۔

جَمَلُ الْمَاء [2]

''جمل الماء'' یہ ایک قسم کا پرندہ ہے جس کی چونچ لمبی ہوتی ہے۔ اس کا اصل نام ''حوصل'' بھی ہے۔ عنقریب انشاء اللہ ''باب الحاء'' میں اس کی تفصیل آئے گی۔

جَمَلُ الْيَهُود

''جَمَلُ الْيَهُود'' اس سے مراد گرگٹ ہے۔ عنقریب انشاء اللہ ''باب الحاء'' میں اس کی تفصیل آئے گی۔

اَلْجَمَعْلِيْلَة

''اَلْجَمَعْلِيْلَة'' (جیم اور میم پر زبر ہے) اس سے مراد بجو ہے۔ عنقریب انشاء اللہ ''باب الضاد'' میں اس کی تفصیل آئے گی۔

جميل وجميل

''جمیل و جمیل'' چھوٹے سے پرندے کو کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع ''جملان'' بروزن ''کعبان'' آتی ہے۔ سیبویہ نے کہا ہے کہ ''جمیل وجمیل'' بلبل کو کہا جاتا ہے۔

---

[1] جَمَلُ الْبَحْر: ویل مچھلی (مصباح اللغات صفحہ ۱۳۳)

[2] ''جمل الماء'' لمبی چونچ والا ایک آبی پرندہ (المنجد صفحہ ۱۶۷)۔ ایک آبی پرندہ جس کی چونچ لمبی ہوتی ہے۔ (مصباح اللغات صفحہ ۱۳۳)

الجنبر

"الجنبر" بروزن "مقعد" یہ سرخاب کے بچے کو کہا جاتا ہے۔

الجندب[1]

"الجندب" یہ ٹڈی کی ایک قسم ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک اس سے مراد نرٹڈی ہے۔ اس کی جمع "جنادب" آتی ہے۔ سیبویہ نے کہا ہے کہ "الجندب" میں نون زائد ہے۔ جاحظ کہتے ہیں کہ "الجندب" اپنے بازو سے زمین کھودتی ہے اور سخت گرمی کی حالت میں اس کھودی ہوئی زمین میں پناہ لیتی ہے۔

حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دعوت دے کر بھیجا ہے اس کی مثال اس طرح ہے گویا کہ کسی نے آگ روشن کی ہو اور اس میں پتنگے اڑ اڑ کر گرتے ہوں۔ (رواہ مسلم والترمذی)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ **"كان يصلى الظهر والجنادب ينفزن من الرمضاء اى تنب من شدة حرارة الارض"** (حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ظہر کی نماز پڑھتے تھے تو پتھریلی زمین کی تپش کی بنا پر پتنگے اڑ اڑ کر ابن مسعودؓ پر گرتے تھے۔)

الجندع

"الجندع" ابن سیدہ فرماتے ہیں کہ "جندع" بروزن "قنفذ" چھوٹی ٹڈی کو کہا جاتا ہے جس کے لمبے لمبے سینگ ہوتے ہیں۔ نیز اس ٹڈی کا کھانا حرام ہے۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ "الجندع" سے مراد چھوٹی ٹڈی ہے۔

الجن[2]

"الجن" یہ ہوائی مخلوق ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مختلف شکل و ہیئت اختیار کرنے کی قدرت سے نوازا ہے اور اس مخلوق کو مشکل سے مشکل کام سرانجام دینے کی قوت عطا فرمائی ہے۔ اس کا واحد انسان کے برخلاف "جنی" آتا ہے۔ "جن" کے معنی پوشیدہ ہونا' دیوانہ ہونا اور پاگل ہونا کے ہیں۔ چونکہ جن بھی نظروں سے پوشیدہ رہتا ہے اس لیے اس کا نام بھی "جن" رکھ دیا گیا ہے۔

احادیث نبویؐ میں جن کا تذکرہ | حضرت ثعلبہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن کی تین قسمیں ہیں۔ پس پہلی قسم وہ ہے جن کے پر ہوتے ہیں اور وہ پروں کے سہارے اڑتے ہیں۔ دوسری قسم سانپ کی قسم ہے اور تیسری قسم میں ادھر ادھر گھومتے والے (جن) ہیں۔ (رواہ الطبرانی)

حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جن کو تین اصناف پر پیدا کیا ہے ایک

(۱) "الجندب" ایک قسم کی ٹڈی۔ عوام اسے قبوط کہتے ہیں۔ (مصباح اللغات صفحہ ۱۲۴)

(۲) اس کا تفصیلی ذکر پیچھے گزر چکا ہے۔ (مترجم) انگریزی۔ Giant (کتابستان انگلش اردو ڈکشنری صفحہ ۲۹۶)

قسم سانپ، بچھو اور حشرات الارض کی صورت میں اور دوسری قسم ہوا کی طرح ہے جو فضا میں رہتے ہیں اور تیسری قسم انسانوں کی طرح ہے۔ یہ حساب و کتاب کے بھی مکلف ہیں"۔ نیز انسانوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے تین اصناف پر پیدا فرمایا ہے۔ ایک قسم چوپائے کی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **"ان هم الا كالانعام بل هم اضل سبيلا. وقال تعالىٰ لهم قلوب لايفقهون بها ولهم اعين لا يبصرون بها ولهم اذان لايسمعون بها اولئک كالانعام بل هم اضل اولئک هم الغٰفِلُوْنَ"**. دوسری قسم وہ ہے جنکے اجسام انسانوں کی طرح اور ان کی روح شیطان کی طرح ہے اور تیسری قسم وہ ہے کہ قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ کے سایہ میں ہونگے کہ جس دن اللہ تعالیٰ کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد)

الحکم مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح انسانوں کی طرف مبعوث کیے گئے ہیں اسی طرح جنات کی طرف بھی مبعوث کیے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"واوحى اِلَيَّ هٰذا القرآن لانذر كم به ومن بلغ"

چنانچہ **"من بلغ"** میں جنات بھی شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **"واذ صرفنااليک نفرامن الجن يستمعون القراٰن"**.

(اور جب ہم نے آپ کی طرف چند ایک جنوں کو پھیر دیا جو قرآن سن رہے تھے۔ سورۃ الاحقاف۔ آیت 29)

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **"تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا"** (وہ بڑی برکت والا ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل کیا تا کہ تمام جہان کے لیے ڈرانے والا ہو۔ الفرقان۔ آیت ۱)

وَقَالَ تَعَالٰی "وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّارَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ" (اور ہم نے تو تمہیں تمام جہان کے لوگوں کے حق میں رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ الانبیاء)

وَقَالَ تَعَالٰی " وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَافَّةً لِلنَّاسِ" (اور ہم نے آپ کو بھیجا ہے تو صرف سب لوگوں کو خوشی اور ڈر سنانے کے لیے۔ السبا۔ آیت ۲۸)

جوہریؒ فرماتے ہیں کہ جن وانس کے لیے **"اَلنَّاس"** کے الفاظ بھی مستعمل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جن وانس کی خطاؤں پر فرمایا **"سَنَفْرُغُ لَکُمْ اَیُّهَا الثَّقَلٰنِ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ"**. (اے جن وانس ہم تمہارے لیے جلدی ہی فارغ ہو جائیں گے۔ الرحمٰن۔ آیت ۳۱)

جن وانس کو "ثقلان" اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ زمین پر بوجھل ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ "ثقلان" کہنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ یہ گناہوں کی وجہ سے بوجھل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **"ولمن خاف مقام ربه جنتان"** (اور اس کے لیے جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے دو باغ ہوں گے۔ الرحمٰن۔ آیت ۴۶)

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ جنات میں بھی ایک جماعت مقربین اور نیکوکاروں کی ہوگی جو جنت میں داخل ہوگی۔ جس طرح انسانوں میں ایسی جماعتیں ہیں۔

جمہور اہل علم کا مسلک یہ ہے کہ جنات میں مومنین کا گروہ جنت میں داخل ہوگا اور انسانوں کی طرح ثواب بھی پائے گا۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام لیثؒ فرماتے ہیں کہ جنات کی جنت تو صرف یہ ہے کہ ان کو نار جہنم سے محفوظ رکھا جائے گا۔ اکثر اہل علم نے امام ابوحنیفہؒ اور امام لیثؒ کے قول کی مخالفت کی ہے یہاں تک کہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے بھی اس قول سے اختلاف کیا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام لیثؒ اللہ تعالیٰ کے اس قول کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ ''**وَيُجِرْكُمْ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ**'' (اور تمہیں دردناک عذاب سے بچالے گا۔ الاحقاف۔ آیت ۳۱)

وقوله تعالیٰ ''فَمَنْ يُّؤْمِنْ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا'' (پھر جو اپنے رب پر ایمان لے آیا تو نہ اسے نقصان کا ڈر رہے گا اور نہ ظلم کا۔ سورۃ الجن۔ آیت ۱۳)

امام ابوحنیفہؒ اور لیثؒ فرماتے ہیں قرآن مجید کی ان دو آیتوں میں ثواب کا ذکر نہیں بلکہ صرف عذاب سے نجات کا تذکرہ ہے۔ جمہور اہل علم نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ ان دونوں آیتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مومنین کو عذاب سے محفوظ رکھا جائے گا۔ دوسری بات کہ جنات جنت میں جائیں گے یا نہیں؟ اس کے متعلق قرآن مجید میں وضاحت ہے۔ اہل علم نے دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ثواب کو جنات پر مخفی رکھا ہو۔ بعض اہل علم کے نزدیک جنات جنت میں داخل ہونے کے بعد انسانوں کے ساتھ نہیں رہیں گے بلکہ جنت کے ایک گوشہ (کونے) میں رہیں گے۔

حدیث میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مخلوق کی چار قسمیں ہیں۔ پس ایک مخلوق تو جنتی ہے اور وہ فرشتے ہیں۔ دوسری مخلوق جہنمی ہے اور وہ شیاطین ہیں۔ تیسری مخلوق وہ ہے جس کے بعض افراد جنتی اور بعض افراد جہنمی ہیں اور وہ انسان اور جنات ہیں ان کے لیے ثواب اور عذاب ہے۔ نیز فرشتے' جنات اور انسانوں کی طرح جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز نہیں ہوں گے۔ (الحدیث)

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مومن جنات کے متعلق سوال کیا گیا کہ وہ جنت میں داخل ہوں گے یا نہیں؟ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنات جنت میں داخل ہوں گے لیکن وہاں نہ وہ کھائیں گے اور نہ پئیں گے بلکہ تسبیح و تقدیس ہی میں ان کو لطف محسوس ہوگا۔ نیز جنات جنت میں انسانوں کی طرح طعام و شراب کی نعمتوں سے لطف اندوز نہیں ہوں گے۔ (رواہ احمد بن مروان المالکی الدینوری فی اوائل الجزء التاسع من المجالسۃ)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے عموم پر بہت سی احادیث ہیں۔ مثلاً امام مسلمؒ نے درج ذیل حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے جامع کلام عطا کیا گیا ہے اور مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔ (رواہ مسلم)

حضرت جابرؓ کی روایت کے یہ الفاظ ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں ہر کالے اور گورے کی جانب مبعوث کیا گیا ہوں''۔
''کتاب خیر البشر بخیر البشر'' میں علامہ محمد بن ظفر نے لکھا ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے مکہ مکرمہ میں اپنے صحابہ کرامؓ سے فرمایا: تم میں سے جو بھی "لیلۃ الجن" میں میرے ساتھ چلنا چاہے وہ چلے۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل دیا یہاں تک کہ ہم مکہ مکرمہ میں ایک بلند مقام پر پہنچے۔ وہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے خط کھینچ کر ایک دائرہ بنا دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے یہاں تک کہ کھڑے ہو کر قرآن کریم کی تلاوت فرمانے لگے۔ پس آپؐ کے پاس ایک جم غفیر جمع ہو گیا اور وہ میرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان حائل ہو گئے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز بند ہو گئی۔ پھر اس کے بعد وہ منتشر ہو کر چلنے لگے جس طرح بادل چلتے وقت ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ وہ تمام چلے گئے یہاں تک کہ ان کی ایک جماعت باقی رہ گئی۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا جنات کی جماعت کہاں ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ فلاں جگہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہڈی اور لید لاؤ۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو ہڈی اور لید دے دی اور ارشاد فرمایا کہ کوئی آدمی ہڈی اور لید سے استنجانہ کرے۔" (خیر البشر بخیر البشر)

حضرت بلال بن حرث فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شام کے وقت ایک منزل پر ٹھہرے۔ پس میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا تو ایک شور اور جھگڑے کی آواز سنی اس سے پہلے میں نے ایسی آواز کبھی نہیں سنی تھی۔ پس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرنے لگا۔ یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا مسلمان جن اور مشرک جن میرے پاس اپنا مقدمہ لے کر آئے تھے اور اپنے مسکن کے متعلق فیصلہ چاہتے تھے۔ پس میں نے مسلمان جنوں کو جلس میں اور مشرکین جنات کو غور میں سکونت اختیار کرنے کا حکم دیا۔ (خیر البشر بخیر البشر وفی اسنادہ ضعف)

"جلس" سے مراد بلند اور اچھی زمین ہے اور "غور" پست اور بنجر زمین کو کہا جاتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کے ہمراہ عکاظ نامی بازار کی جانب تشریف لے گئے اور اس زمانہ میں شیاطین آسمان پر پہنچ کر خبریں نہیں لا سکتے تھے۔ پس جب شیاطین اپنے گروہ میں پہنچے تو ان سے ان کے ساتھیوں نے پوچھا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم آسمانی خبریں نہیں لاتے۔ شیاطین نے کہا کہ ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان مضبوط رکاوٹیں کھڑی کر دی گئی ہیں اور ہم پر شدید انگارے پھینکے جاتے ہیں۔ پس انہوں نے کہا کہ پھر کوئی عظیم واقعہ رونما ہوا ہے۔ پس شیاطین سراغ لگانے کے لیے مشرق و مغرب کی طرف نکلے۔ پس شیاطین کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھا رہے تھے۔ پس جب انہوں نے قرآن کو سنا تو خاموش ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہی وہ کلام ہے جو ہمارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان حائل ہو گیا ہے۔ چنانچہ شیاطین نے اپنی قوم کو آ کر بتایا کہ ہم نے ایک عجیب کلام سنا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جنات کے ساتھ یہ پہلی ملاقات تھی۔ اس سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ البتہ وحی کے ذریعے سے کچھ چیزیں جنات کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچائی گئی تھیں۔ (خیر البشر بخیر البشر)

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک رات نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ پس ہم نے رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غائب پایا تو ہم نے وادیوں اور گھاٹیوں میں تلاش کیا اور جب تلاش کے باوجود نہ پایا تو ہم نے سمجھا کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم

غائب ہو گئے یا رحلت فرما گئے۔ پس ہم نے پریشانی کی حالت میں رات گزاری۔ پس جب صبح ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار حراء کی طرف سے تشریف لائے۔ پس ہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غائب پایا اور باوجود تلاش کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ملے جس کی وجہ سے ہم نے پریشانی کی حالت میں رات گزاری۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے بلانے کے لیے ایک جن آیا تو میں اس کے ساتھ چلا گیا اور ان کو قرآن کریم سنایا۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں لے کر چلے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کے نشانات وغیرہ ہمیں دکھائے۔ اس رات جنات نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی غذا کے متعلق سوال کیا تھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ نے ان کو حکم دیا کہ جس ہڈی پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اسے استعمال کرو وہ تمہارے لیے گوشت سے بہتر ہے۔ نیز مینگنیاں تمہارے چوپاؤں کے لیے چارہ ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ تم ان چیزوں سے استنجا نہ کرو کیونکہ یہ تمہارے بھائیوں (یعنی جنوں) کی غذا ہے۔'' (رواہ مسلم)

حضرت زبیر بن عوامؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں مسجد نبویؐ میں فجر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ رات کو جنوں کے وفد سے ملاقات کے لیے میرے ساتھ کون چلے گا؟ پس تمام لوگ خاموش رہے اور کسی نے بھی جواب نہیں دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ اسی طرح فرمایا۔ پس اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ساتھ لے کر چل دیئے۔ پس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چلنے لگا یہاں تک کہ ہم مدینہ منورہ کے تمام پہاڑوں سے دور نکل کر ایک چٹیل اور کشادہ میدان میں پہنچ گئے تو میں نے لمبے لمبے لوگوں کو دیکھا گویا کہ وہ نیزے ہوں۔ پس جب میں نے انہیں دیکھا تو مجھ پر سخت کپکپی طاری ہوگئی۔ یہاں تک کہ میرے قدم ڈگمگانے لگے۔ پس جب ہم ان کے قریب پہنچے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاؤں مبارک کے انگوٹھے سے میرے لیے خط کھینچ کر ایک دائرہ بنا کر مجھے اس کے وسط میں بیٹھنے کا حکم فرمایا۔

پس جب میں دائرہ میں بیٹھ گیا تو جتنی چیزیں مجھے نظر آ رہی تھیں سب آنکھوں سے اوجھل ہو گئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے تشریف لے گئے اور جنات کے پاس جا کر بآواز بلند قرآن مجید کی تلاوت فرمائی یہاں تک کہ صبح نمودار ہو گئی۔ پھر آپؐ تشریف لائے اور مجھے لے کر روانہ ہو گئے اور مجھے اپنے قریب ہو کر چلنے کا حکم دیا۔ پس ہم تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذرا غور کرو کیا ان میں سے کچھ نظر آ رہا ہے؟ پس میں متوجہ ہوا۔ پس میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بہت بڑی جماعت کو دیکھ رہا ہوں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک کا رخ زمین کی جانب کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہڈی اور لید نظر آئی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہڈی اور لید جنات کی طرف پھینک دیں۔ پھر فرمایا کہ جنات کا وفد مجھ سے اپنی غذا کے متعلق پوچھ رہا تھا۔ پس میں نے ہر ہڈی اور لید کو ان کی غذا قرار دیا ہے۔ حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ کسی آدمی کے لیے حلال (جائز) نہیں ہے کہ وہ ہڈی اور لید سے استنجا کرے۔ (رواہ الطبرانی)

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات مجھے اپنے ہمراہ چلنے کا حکم فرمایا اور فرمایا کہ پندرہ افراد پر مشتمل ایک جنوں کی جماعت آج رات مجھ سے ملاقات کرنے والی ہے۔ پس میں ان پر قرآن کی تلاوت کروں گا۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس مقام کی طرف چل دیا جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے

جا رہے تھے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط کھینچ کر مجھے اس میں بٹھادیا اور فرمایا کہ اس سے باہر نہ نکلنا۔ پس میں رات بھر اسی میں رہا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت اپنے دست مبارک میں ہڈی اور لید وغیرہ لیے ہوئے تشریف لائے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم استنجا کرو تو ان چیزوں میں سے کسی چیز سے استنجا نہ کرو۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب صبح ہوئی تو میں نے سوچا کہ مجھے بھی وہ جگہ دیکھنی چاہیے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تھے۔ پس میں گیا تو میں نے دیکھا کہ وہ جگہ اتنی بڑی ہے کہ اس میں ستر اونٹ بیٹھ سکتے ہیں"۔ (الحدیث)

امام شافعیؒ اور بیہقیؒ نے یہ روایت بیان کی ہے کہ:

ایک انصاری عشاء کی نماز کے لیے گھر سے نکلے تو انہیں کسی جن نے اغوا کرلیا اور کئی سال تک غائب رکھا۔ اسی دوران انصاری کی بیوی نے شادی کرلی۔ پھر وہ انصاری مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت عمرؓ نے ان سے اس سلسلے میں دریافت کیا تو انہوں نے عرض کیا کہ مجھے جن نے اغوا کرلیا تھا۔ پس میں ایک لمبے عرصہ تک ان کے پاس ٹھہرا رہا۔ پس مومن جنات نے جہاد کیا اور دوسرے جنات کو قتل کردیا اور بعض جنات کے ساتھ مجھے بھی گرفتار کرلیا۔ پس انہوں نے کہا کہ یہ مسلمان آدمی ہے لہٰذا اس کو قید کرنا مناسب نہیں ہے۔ پس انہوں نے مجھے اختیار دے دیا چاہے تو ان کے پاس ٹھہروں اور چاہے اپنے اہل وعیال کے پاس چلا جاؤں۔ پس میں نے اپنے اہل کو اختیار کرلیا۔ پس جنات مجھے مدینہ منورہ لے آئے۔ پس حضرت عمرؓ نے انصاری سے پوچھا کہ جنات کیا چیز کھاتے ہیں۔ انصاری نے کہا کہ وہ لوبیا کھاتے ہیں اور ہر وہ چیز کھاتے ہیں جن پر اللہ کا نام نہیں لیا جاتا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا جنات کیا پیتے ہیں۔ انصاری نے جواب دیا کہ تلچھٹ۔ بعض اہل علم کہتے ہیں "الجدف" ایک گھاس ہے جو کھائی جاتی ہے اور یہ بھی کہا کہ "تجدف" یہ ہر اس برتن کو کہتے ہیں جس میں کوئی کھانے پینے کی چیز موجود ہو لیکن اسے ڈھانپا نہ گیا ہو۔ (رواہ البیہقی)

اس بات پر اجماع ہے اور ابن عطیہ وغیرہ نے بھی اس کو نقل کیا ہے کہ جنات شریعت محمدیہؐ کے مطابق عبادت کرتے ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم "ثقلین" (جن وانس) کی طرف مبعوث کیے گئے ہیں۔ (بعض اہل علم نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ) اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنات کی جانب بھی مبعوث کیے گئے ہیں تو شریعت محمدیہؐ کے جملہ احکام بھی جنات پر لازم ہوتے اور جنات ان احکام کو معلوم کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ حالانکہ جنات کا صرف دو مرتبہ مکہ مکرمہ میں آنا منقول ہے جبکہ ان کے آنے کے بعد دین کے بہت سے احکام میں تغیر وتبدل ہوا ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اسکا جواب ہم یہ دیتے ہیں کہ روایت کے عدم سے جنات کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ جنات کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سماعت کرنا اس صورت میں بھی ممکن ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو جنات کو دیکھتے ہوں لیکن صحابہ کرامؓ کو وہ نظر نہ آتے ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جنات کے متعلق فرمایا ہے کہ "جنات تمہیں دیکھتے ہیں لیکن تم انہیں نہیں دیکھ سکتے"۔ (القرآن)

پس ہوسکتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ مخصوص قوت کے ذریعے جنات کو دیکھ لیتے ہوں لیکن اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کو اس قوت سے محروم رکھا ہو۔

علاوہ ازیں بعض صحابہ کرامؓ نے بھی جنات کو دیکھا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے شیطان جن کو دیکھا جو زکوۃ کا مال چوری کرنے کے لیے آیا تھا۔

بخاری و مسلم و نسائی میں مذکور ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گزشتہ شب ایک سرکش جن نے میری نماز توڑنے کی کوشش کی۔ پس میں نے اسے دبوچ لیا اور میں چاہتا تھا کہ اسے مسجد کے ستون سے باندھ دوں لیکن مجھے اپنے بھائی حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آ گئی۔ (حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا تھا اللہ مجھے ایسی وسیع حکمرانی عطا فرما جو میرے بعد کسی کو بھی میسر نہ ہو)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ منورہ کے جن مسلمان ہو گئے ہیں'' (الحدیث)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن وانس میں سے اگر کوئی مؤذن کی آواز سنے گا تو وہ مؤذن کے لیے قیامت کے دن گواہی دیں گے''۔ (الحدیث)

امام مسلمؒ نے سالم بن عبداللہ بن جعدہ کی حدیث نقل کی ہے۔ صحاح ستہ میں سالم بن عبداللہ سے اس کے علاوہ اور کوئی حدیث مروی نہیں ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ جس کے ساتھ شیطان نہ لگا ہوا ہو۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں میرے ساتھ بھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس پر میری مدد فرمائی اور مجھے محفوظ رکھا۔ پس وہ شیطان مجھے بھلائی کے علاوہ کسی چیز کا حکم نہیں دے سکتا''۔ (رواہ مسلم)

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ حدیث شریف میں ''فَاَسْلَمَ'' کی میم پر پیش اور زبر دونوں پڑھے گئے ہیں لیکن خطابی نے میم کے پیش کو صحیح قرار دیا۔ البتہ قاضی عیاضؒ اور امام نوویؒ نے ''فَاَسْلَمَ'' کی میم پر زبر کو ترجیح دی ہے اور قاضی عیاضؒ کا مسلک ہی پسندیدہ ہے۔ امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شیطان کے مکر و فریب سے محفوظ ہیں۔

مندرجہ بالا حدیث سے لوگوں کو نفس کے فتنہ اور وساوس اور اس کے گمراہی کی طرف لے جانے سے تنبیہ مقصود ہے۔ پس اس پر بھی اہل علم کا اجماع ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کبیرہ گناہوں سے محفوظ ہیں۔ البتہ صغائر کے متعلق اختلاف ہے جس کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہے لیکن صحیح بات یہی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کبائر و صغائر دونوں سے مبرا ہیں۔ اسی طرح فرشتے بھی گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔ قاضی عیاضؒ اور دیگر اہل علم کا یہی قول ہے۔

پس جان لے کہ وجود جن اور شیاطین کے متعلق بے شمار احادیث موجود ہیں۔ نیز اہل عرب کے اشعار اور واقعات میں بھی اس کی شہادت ملتی ہے۔ پس اس کے متعلق گفتگو کرنا بدیہی چیز سے روگردانی کے مترادف ہے۔

پھر دوسری بات یہ ہے کہ یہ عقل کے منافی نہیں بلکہ شعور و احساس کے عین مطابق ہے۔ لہٰذا جنات شریعت محمدی کے مکلف ہیں۔

حضرت سعد بن عبادہؓ کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ جب لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دست اقدس پر بیعت کر لی تو سعد بن عبادہؓ دلبرداشتہ ہو کر شام کی جانب چلے گئے اور مقام حوران میں سکونت اختیار کر لی۔ نیز مقام حوران ہی میں ۱۵ھ میں غسل خانہ میں وفات پائی۔ شہر والوں کو ان کی وفات کا علم اس وقت ہوا جب انہوں نے ایک کنوئیں میں یہ آواز سنی

قد قتلنا سیدالخزرج سعد بن عبادۃ

''تحقیق ہم نے قتل کر دیا خزرج قبیلہ کے سردار سعد بن عبادہؓ کو''

فرمیناہ بسھمیھن ولم نخط فؤادہ

''پس ان پر دو رسے تیر چلائے جو ٹھیک ان کے دل پر لگے اور نشانہ خطانہ گیا''۔

اشعار کو سننے کے بعد لوگوں نے تحقیق کی تو واقعی اس روز ان کا انتقال ہوا تھا۔ لیکن صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ حضرت سعد بن عبادہؓ غزوہ بدر میں شہید ہوئے تھے۔ حافظ فتح الدین بن سیدالناس نے کہا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ حضرت سعد بن عبادہؓ غزوہ بدر میں شہید نہیں ہوئے تھے۔

طبرانی نے محمد بن سیرینؒ اور قتادہ سے یہی مسلک نقل کیا ہے۔

حجاج بن علاط سلمی جو نصر بن حجاج کے والدمحترم ہیں انکے بارے میں کہا گیا ہے کہ

هَلْ مِنْ سَبِيْلٍ اِلٰى خَمِيْرٍ فَاشْرِ بِهَا أَمْ مِنْ سَبِيْلٍ اِلٰى نَصْرِبْنِ حَجَّاج

''کیا شراب پینے کا کوئی راستہ ہے یا نصر بن حجاج کی طرف کوئی راستہ ہے''۔

نیز حجاج بن علاط سے یہ واقعہ منقول ہے کہ:

حجاج چند سواروں کے ہمراہ مکہ مکرمہ کے ارادہ سے نکلے اور راستہ میں ایک غیر مانوس اور دہشت ناک مقام پر رات ہوگئی۔ پس قافلہ والوں نے کہا کہ یہیں پر قیام کر لیجیے اور اپنے لئے اور اپنے ساتھیوں کے لیے امان طلب کر لیجیے۔ پس حجاج ساتھیوں کے مشورہ کے مطابق قافلے کے اردگرد چکر لگانے لگے اور یہ شعر پڑھنے لگے

اُعِيْذُ نَفْسِىْ وَ اُعِيْذُ صحبى مِنْ كُلِّ جِنِّىْ بِهٰذَا النَّقَبِ

''میں اپنے لیے اور اپنے ساتھیوں کے لیے اس وادی میں رہنے والے جنات سے پناہ مانگتا ہوں''۔

''حَتّٰى اَعُوْدُ سَالِمًا وَرَكْبِىْ'' ''یہاں تک کہ میں اور میرے ساتھی صحیح وسلامت اس وادی سے گزر جائیں''۔

پس حجاج بن علاط سلمی نے کہنے والے کی آواز سنی کہ وہ کہہ رہا ہے ''يَامَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ''(اے جنوں اور انسانوں کے گروہ اگر تم آسمانوں اور زمین کی حدود سے باہر نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ تم بغیر زور کے نہ نکل سکو گے۔ سورہ رحمٰن۔ آیت ۳۳)

پس جب وہ مکہ پہنچا تو اس نے کفار قریش کو اسکی اطلاع دی۔ پس کفار نے کہا ابوکلاب معلوم ہوتا ہے کہ تو نے مذہب تبدیل کر لیا ہے کیونکہ جو تو بتا رہا ہے اس کے بارے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہتا ہے کہ یہ آیت اس پر نازل کی گئی ہے۔ پس حجاج بن علاط نے کہا

اللہ کی قسم میں نے ان تمام ساتھیوں کے ہمراہ سنا ہے۔ پھر اس کے بعد حجاج بن علاط مسلمان ہو گئے اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اور وہاں ایک مسجد تعمیر کی جو ان کے نام سے مشہور ہے۔

ابن سعد' طبرانی اور حافظ ابو موسیٰ وغیرہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ میں عمرو بن جابر نامی ایک جن تھے۔ پس انہوں نے سند کے طور صفوان بن معطل سلمی کا قصہ نقل کیا ہے کہ صفوان کہتے ہیں کہ ہم شام کی جانب جا رہے تھے کہ اچانک انہیں ایک تڑپتا ہوا سانپ دکھائی دیا جو فوراً ہی مر گیا۔ پس ایک آدمی نے ایک کپڑا لیا اور اس میں مردہ سانپ کو لپیٹا۔ پھر زمین میں ایک گڑھا کھود کر اس کو اس میں دفن کر دیا۔ پھر ہم مکہ مکرمہ پہنچے۔ پس ہم مسجد حرام میں بیٹھے تھے کہ اچانک ایک آدمی آیا اور اس نے پوچھا کہ عمرو بن جابر کو کس نے دفن کیا ہے؟ ہم نے کہا ہمیں اس کا علم نہیں۔ اس آدمی نے کہا کہ سانپ کو کس نے دفن کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ فلاں آدمی نے۔ اس آدمی نے کہا "جزاک اللہ"۔ اور پھر کہا کہ عمرو بن جابر ان نو جنات میں سے آخری شخص تھے جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کریم سنا تھا۔ اس واقعہ کو حاکم نے بھی مستدرک میں صفوان کے حالات میں ذکر کیا ہے۔

ابن ابی الدنیا نے بیان کیا ہے کہ تابعین میں سے ایک آدمی کے خیمے میں ایک سانپ آیا جو شدت پیاس سے تڑپ رہا تھا۔ پس اس آدمی نے سانپ کو پانی پلایا۔ پھر اس کے بعد وہ سانپ مر گیا۔ پس اس آدمی نے سانپ کو دفن کر دیا۔ پس رات میں کسی نے ان کے پاس آ کر سلام کیا اور شکریہ ادا کیا اور کہا کہ جس سانپ کو آپ نے دفن کیا ہے وہ "زوبعۃ" نامی ایک نیک جن تھا۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز امویؒ کے فضائل میں یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جنگل میں تشریف لے جا رہے تھے کہ انہیں ایک مردہ سانپ ملا۔ پس آپ نے اسے کفنا کر دفنا دیا۔ پس ایک کہنے والے نے کہا "اے سرق" کیا تجھے یاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرے متعلق کیا فرمایا کرتے تھے کہ عنقریب ایک جنگل میں تیری موت واقع ہو گی۔ پس تجھے ایک نیک اور صالح آدمی کفن پہنائے گا اور دفن کرے گا۔ پس یہ سن کر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا اللہ تجھ پر رحم کرے تم کون ہو؟ پس اس نے کہا میں ان جنات میں سے ہوں جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کریم سنا تھا اور جنات میں سے میرے اور "سرق" کے علاوہ کوئی بھی باقی نہیں بچا۔ نیز سرق بھی مر گیا ہے۔

کتاب "خیر البشر بخیر البشر" میں ہے کہ عبید کلاب نے ابراہیم سے نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ایک گروہ حج کے ارادے سے نکلا اور میں بھی ان کے ہمراہ تھا۔ یہاں تک کہ جب ہم نے کچھ سفر طے کر لیا تو راستے میں سفید سانپوں کو بل کھاتے ہوئے دیکھا جن سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔ ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ساتھیوں کو سفر جاری رکھنے کا حکم دیا اور اپنے بارے میں خیال کیا کہ اس وقت تک یہاں سے نہیں جاؤں گا جب تک کہ اس راز کا سراغ نہ لگا لوں۔ پس کچھ دیر کے بعد سانپ مر گیا۔ پس میں نے اسے کفن پہنایا اور راستہ سے علیحدہ ہو کر ایک طرف دفن کر دیا۔ پھر اس کے بعد عشاء کے وقت اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا۔ راوی کہتے ہیں اللہ کی قسم ہم بیٹھے ہی تھے کہ اچانک مغرب کی جانب سے چار عورتیں آئیں۔ پس ان میں سے ایک نے کہا کہ عمرو کو کس نے دفن کیا ہے؟ پس ہم نے کہا کون عمرو؟ پس عورت نے کہا کہ سانپ کو کس نے دفن کیا ہے۔ راوی کہتے ہیں میں نے کہا کہ میں نے دفن کیا ہے۔ پس عورت نے کہا اللہ کی قسم تم نے صائم و قائم بالا یمان کو دفن کیا ہے جو اللہ کی نازل کردہ کتاب اور تمہارے نبی اکرمؐ پر

ایمان رکھتا تھا اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان کی بعثت سے چار سو سال قبل آسمان پر سنا تھا۔ ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور حج سے فراغت کے بعد ہم نے اس واقعہ کا ذکر حضرت عمرؓ سے کیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس عورت نے سچ کہا کیونکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا ہے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں امیر المومنین حضرت عثمانؓ کی خدمت میں تھا کہ اچانک ایک آدمی آیا اور اس نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین کیا آپ کو عجیب وغریب واقعہ نہ سناؤں؟ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کیوں نہیں ضرور سناؤ۔ اس آدمی نے کہا کہ میں جنگل میں جا رہا تھا تو میں نے دو سانپوں کو باہم لڑتے ہوئے دیکھا۔ پہلے وہ ایک دوسرے کی جانب بڑھے پھر علیحدہ ہو گئے۔ راوی کہتے ہیں جب میں اس جگہ کے قریب پہنچا جہاں وہ آپس میں لڑ رہے تھے تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایسے سانپ ہیں جو میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ نیز ایک سانپ پتلا زرد رنگ کا تھا جس سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔ پس میں نے خیال کیا کہ یہ خوشبو میرے لیے فائدہ مند ہوگی۔ پس میں نے خوشبو اٹھائی اور اپنے عمامہ میں رکھ لی۔ پھر اس کے بعد میں نے سانپ کو دفن کر دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے سانپ کو دفن کرنے کے بعد چلنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ (غیب سے) آواز لگانے والے نے کہا کہ اللہ تجھے ہدایت دے یہ دونوں سانپ جنات تھے۔ ان دونوں میں سے جو شہید ہوا ہے یہ وہ جن ہے جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کریم سنا تھا۔ (خیر البشر بخیر البشر)

فاطمہ بنت نعمان نجاریہ کہتی ہیں کہ ایک جن مجھ پر فریفتہ ہو گیا تھا۔ پس جب وہ میرے پاس آتا تو فوراً میرے پاس اندر گھر میں آ جاتا تھا۔ پس ایک دن وہ آیا اور دیوار پر کھڑا ہو گیا۔ پس میں نے اس سے کہا کہ تم اندر کیوں نہیں آئے؟ اس نے جواب دیا آج کے دن ایک پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں جو زنا کو حرام کہتے ہیں۔ (خیر البشر بخیر البشر)

حضرت عمار بن یاسرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ انسانوں اور جنوں سے قتال کیا ہے۔ پس آپ سے جنات کے قتال کے متعلق سوال کیا گیا۔ پس حضرت عمارؓ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کنویں سے پانی لینے کے لیے بھیجا تھا۔ پس میں نے وہاں پر شیطان کو اس کی اصلی صورت میں دیکھا۔ پس وہ مجھ سے الجھ گیا تو میں نے اسے پچھاڑ دیا۔ پھر میرے پاس ایک چھڑی تھی یا پتھر میں نے اس کو اس کی ناک میں ٹھونس دیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (میری واپسی سے قبل ہی) اپنے صحابہ کرامؓ کو اطلاع دے دی کہ عمار بن یاسرؓ کی کنویں پر شیطان سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ پس عمارؓ نے اسے قتل کر دیا ہے۔ پس جب میں واپس پہنچا تو صحابہ کرامؓ مجھ سے اس کے متعلق پوچھنے لگے۔ پس میں نے انہیں اس واقعہ کی تفصیل سنائی۔ پس اس کے بعد حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ عمار بن یاسرؓ وہ خوش نصیب شخصیت ہیں جن کو شیطان کے تحفظ کی اطلاع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچی ہے۔ (رواہ البیہقی)

ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ علقمہؓ جب ملک شام پہنچے تو انہوں نے مسجد میں جا کر اپنے لیے دعا مانگی کہ یا اللہ مجھے بہترین ہم نشین عطا فرما۔ پس انہیں ابودرداءؓ کی صحبت مل گئی۔ پس ابودرداءؓ نے پوچھا تو کہاں سے ہے؟ علقمہؓ نے جواب دیا کہ کوفہ سے ہوں۔ حضرت ابودرداءؓ نے فرمایا کیا کوفہ میں وہ شخص نہیں ہے جس کے پاس ایسے راز ظاہر ہوئے ہیں جن کو کوئی نہیں جانتا یعنی حضرت حذیفہؓ۔ علقمہؓ

فرماتے ہیں میں نے کہا کیوں نہیں وہ موجود ہیں۔ حضرت ابودرداءؓ نے فرمایا کیا تمہارے درمیان وہ شخص موجود نہیں ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے شیطان سے پناہ دی یعنی حضرت عمار بن یاسرؓ۔ علقمہؓ کہتے ہیں کیوں نہیں وہ بھی موجود ہیں۔ حضرت ابودرداءؓ نے فرمایا کیا تمہارے درمیان وہ شخص موجود نہیں ہیں جو سفر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسواک اور تکیہ لے کر چلتے تھے۔ حضرت علقمہؓ فرماتے ہیں میں نے کہا کیوں نہیں وہ بھی موجود ہیں۔ پھر حضرت ابودرداؓ نے قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت کی: ''وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى'' (رات کی قسم جبکہ وہ چھا جائے۔سورۃ اللیل۔ آیت ۱) ''وَالذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى'' (اور اس کی قسم جس نے نر اور مادہ کو بنایا۔سورۃ اللیل۔ آیت ۳)

عبداللہ بن حسین المصیصی کہتے ہیں کہ میں طرطوس گیا تو مجھ سے کہا گیا کہ یہاں کوئی عورت ہے جسے ''نہوس'' کہا جاتا ہے اس نے ان جنات کو دیکھا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وفد لے کر آئے تھے۔ پس میں اس عورت کے پاس گیا تو میں نے دیکھا کہ ایک عورت چت لیٹی ہوئی ہے۔ پس میں نے کہا کیا تو نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنے والے جنات کے وفد میں سے کسی جن کو دیکھا ہے۔ اس عورت نے کہا ہاں مجھ سے سمج نے جس کا نام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ رکھا تھا' بیان کیا ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہمارا رب زمین و آسمان کو پیدا کرنے سے پہلے کہاں تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نور کی ایک چمکتی ہوئی مچھلی پر جلوہ فرما تھے۔ وہ عورت کہنے لگی کہ میں نے سمج سے یہ بھی سنا ہے کہ وہ کہتا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ جس مریض کے پاس ''سورہ یٰسین'' کی تلاوت کی جائے اس کی روح آسانی کے ساتھ نکل جائے گی اور اس کی قبر سے سختی دور کر دی جائے گی اور وہ میدان حشر میں خوش رہے گا''۔ (روی ابوبکر فی رباعیۃ والقاضی ابویعلیٰ عن عبداللہ بن حسین المصیصی)

اس سے بھی عجیب وغریب واقعہ یہ ہے جو اس حدیث میں مذکور ہے:

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ مکرمہ کے جنگلات کی طرف نکلا کہ اچانک ایک بوڑھا شخص نمودار ہوا جو اپنی لاٹھی کے سہارے چل رہا تھا۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بوڑھا آدمی اپنی چال اور آواز سے ''جن'' معلوم ہوتا ہے۔ اس جن نے کہا جی ہاں ایسا ہی ہے۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کون سے جن ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں ہامہ بن ہیزم بن اقیس بن ابلیس ہوں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تیرے اور شیطان کے درمیان صرف دو پشتوں کا فاصلہ دیکھ رہا ہوں۔ اس نے جواب دیا جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیری عمر کتنی ہے؟ اس جن نے جواب دیا کہ میں نے دنیا کا اکثر زمانہ دیکھ لیا ہے۔ نیز جس رات قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تھا تو اس وقت میری عمر چند سال کی تھی' میں ٹیلے سے چھلانگ لگا رہا تھا' خوش ہو رہا تھا اور لوگوں کو بھڑکا رہا تھا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو بہت عمل تھا۔ اس جن نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے چھوڑ دیجیے کیونکہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جو حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور میں نے حضرت نوح علیہ السلام کے دست اقدس پر توبہ قبول کر لی تھی۔ نیز میں نے دعوت کے کام میں حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ تعاون کیا تھا اور انہیں راضی کر لیا تھا۔

پس اس کے بعد وہ جن اتنا رویا کہ اس کی وجہ سے ہم بھی رونے لگے۔ اس جن نے کہا اللہ کی قسم میں بہت شرمندہ ہوں اور میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ میں کافر رہوں۔ نیز میں نے حضرت ہود علیہ السلام سے ملاقات کی اور میں ان پر ایمان لایا۔ اسی طرح میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی ملاقات کی ہے اور جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا جا رہا تھا میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ نیز جب حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا گیا تھا تو میں بھی ان کے ساتھ تھا اور حضرت یوسف علیہ السلام سے پہلے ہی اس کنویں میں پہنچ گیا تھا۔ اسی طرح حضرت شعیب علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی میری ملاقات ہوئی ہے۔ اسی طرح میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی ملاقات کی ہے چنانچہ ملاقات کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا تھا کہ جب تیری ملاقات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میرا اسلام عرض کر دینا اور تحقیق میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پیغام آپ ﷺ کو پہنچاتا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہوں۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر سلام ہو اور تجھ پر بھی سلام ہو۔ تیری کیا حاجت ہے اے ہامہ؟ اس جن نے عرض کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مجھے تورات سکھائی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مجھے انجیل سکھائی تھی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے قرآن مجید سکھا دیجیے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جن کو قرآن مجید کی تعلیم دی۔

ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جن کو صرف دس سورتیں سکھائی تھیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت بھی اس "جن" کے متعلق ہمیں نہیں بتلایا اور نہ ہی ہم نے اس "جن" کو دیکھا۔ پس اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ وہ "جن" زندہ ہے یا اس کا انتقال ہو گیا ہے۔ اسی طرح کا ایک قصہ ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک دن حضرت ابن عباسؓ سے فرمایا کہ مجھے کوئی عجیب وغریب بات سناؤ۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مجھ سے ابوخزیم بن فاتک اسدی نے اپنا قصہ بیان کیا تھا کہ زمانہ جاہلیت میں ایک دن وہ اپنے گم شدہ اونٹ کی تلاش میں نکلے اور چلتے چلتے "ابرق غراف" (جنوں کی وادی) میں پہنچ گئے۔ چنانچہ وہاں پہنچ کر انہوں نے اپنی سواری کے پاؤں باندھ دیئے اور اس وادی کے ایک ٹیلے پر سر رکھ کر لیٹ گئے اور یہ کلمات کہنے لگے:

"اَعُوْذُ بِعَظِیْمِ هٰذَا الْمَکَانَ" (میں اس وادی کی عظیم شخصیت کی پناہ مانگتا ہوں)

پس اچانک ایک آواز دینے والے نے آواز دے کر کہا ؎

وَیُحَکَ عَذَّ بِاللهِ ذِی الْجَلَالِ   مُنَزِّلُ الْحَرَامِ وَالْحَلَالِ

"اور تیرے لیے ہلاکت ہو تم اللہ ذوالجلال کی پناہ میں آ جاؤ جو حلال وحرام کو نازل کرنے والا ہے۔"

وَوَحِّدَ اللهِ وَلَا تَبَال   ماهول ذاالجنی من الاهوال

"اور تم خدائے واحد کی توحید کا اعلان کرو اور پھر خوفزدہ نہ ہو اور نہ ہی جنات کو شر وفتن سے ڈر"۔

ابوخزیم کہتے ہیں میں نے آواز دینے والے سے کہا ؎

یَا اَیُّهَا الدَّاعِیُ فَمَا تَخَیَّلَ   اَرُشْدٌ عِنْدَکَ اَمْ تَضْلِیْلٌ

"اے پکارنے والے تیرا کیا ارادہ ہے کیا تیرے پاس بھلائی ہے یا تو ضلالت کی طرف بلا رہا ہے"۔

پس اس نے جواب دیا ؎

هٰذَا رَسُوْلُ اللهِ ذُوْالْخَيْرَاتِ   جَاءَ بِيَاسِيْنَ وَحَامِيْمَاتِ

''یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں بھلائیوں والے جن پر سورہ یٰسین نازل ہوئی اور بہت سی دوسری سورتیں بھی نازل ہوئیں جن کے شروع میں حمٓ ہیں''۔

وَسُوَرٌ بَعْدَ مُفَصَّلَاتٍ   يَدْعُوْا اِلَى الْجَنَّةِ النَّجَاةِ

''اور لمبی اور مختصر دونوں قسم کی سورتیں ان پر نازل ہوئیں اور وہ لوگوں کو جنت اور نجات کی طرف بلاتے ہیں''۔

يَأْمُرُ بِالصَّوْمِ وَ بِالصَّلٰوةِ   وَيَزْجُرُ النَّاسَ عَنِ الْهَنَاتِ

''وہ روزے اور نماز کا حکم دیتے ہیں اور لوگوں کو برائیوں سے منع کرتے ہیں''۔

ابوخزیم کہتے ہیں میں نے آواز دینے والے سے کہا اللہ تم پر رحم کرے تم کون ہو؟ اس نے کہا میں مالک بن مالک ہوں۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''نجد'' کے جنات کے پاس بھیجا ہے۔ ابوخزیم کہتے ہیں میں نے ان سے کہا اگر کوئی میرے اونٹ کی حفاظت کرتا تو میں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوتا۔ پس انہوں نے کہا کہ اگر تمہارا ارادہ اسلام قبول کرنے کا ہے تو میں انشاء اللہ تمہارے اونٹ کو بحفاظت تمہارے گھر پہنچا دوں گا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے اپنی سواری کو مدینہ منورہ کی جانب روانہ کیا۔ پس میں جمعہ کے روز وہاں پہنچا۔ پس اس کے بعد میں مسجد نبویؐ میں حاضر ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے۔ پس میں نے اپنی سواری کو مسجد کے دروازے پر بٹھا دیا۔ اتنے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ سے فارغ [illegible] گئے تو حضرت ابوذرؓ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ رسول اللہؐ کو آپ کے اسلام کی اطلاع مل چکی ہے اور وہ آپ کو خوش آ[illegible] کہتے ہیں۔ پس آپ مسجد میں تشریف لائیں اور لوگوں کے ساتھ نماز ادا کریں۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے غسل کیا اور مسجد میں [illegible] ہوا پس میں نے نماز ادا کی۔ پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ جس بوڑھے کو تم نے اونٹ [illegible] امین بنایا تھا کیا اس نے اونٹ تمہارے گھر پہنچا دیا؟ پس میں نے عرض کیا جی ہاں: اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور [illegible] پر رحم کرے۔ پس نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔ راوی کہتے ہیں اس کے بعد میں نے اسلام قبول کر لیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک صحابیؓ نے ایک ''جن'' سے ملاقات کی۔ پس ان دونوں کی آپس میں مڈ[illegible] ہو گئی۔ پس صحابیؓ نے جن کو پچھاڑ دیا۔ چنانچہ صحابی نے جن سے کہا کہ میں تمہیں دبلا پتلا دیکھ رہا ہوں کیا تمام جنات ایسے ہی [illegible] تے ہیں؟ اس جن نے کہا اللہ کی قسم ایسی بات نہیں ہے آپ دوبارہ مجھ سے کشتی کر کے دیکھ لیں۔ اگر دوسری مرتبہ بھی آپ نے مجھے [illegible] یا تو میں آپ کو نفع بخش بات بتاؤں گا۔ صحابی نے کہا ٹھیک ہے۔ پس وہ جن دوسری مرتبہ بھی زیر ہو گیا پس اس جن نے کہا کہ شا[illegible] آپ ''اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ'' (یعنی آیت الکرسی) پڑھ رہے تھے۔ صحابی نے جواب دیا ہاں میں آیت الکرسی پڑھ رہا تھا۔ پس اس جن نے کہا پس اگر تم آیت الکرسی کو گھر میں پڑھو گے تو اس گھر میں شیطان داخل نہیں ہو گا اور گھر سے نکلتے وقت شیطان کی آواز گدھے کی آواز (کی طرح) ہو گی۔ پھر وہ گھر میں داخل نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ صبح ہو جائے۔ (رواہ الدارمی)

دارمی کہتے ہیں کہ "الضیئل" سے مراد باریک اور "الشخیت" دبلے پتلے اور کمزور آدمی کو کہا جاتا ہے۔ نیز "الضحیع" سے مراد عمدہ پسلیوں والا اور طاقتور آدمی ہے۔ حضرت ابوعبیدہؒ فرماتے ہیں کہ "جیج" سے مراد گدھے کا گندی ہوا خارج کرنا ہے۔ اس کا مفصل بیان "باب الغین" میں آئے گا۔

فقہی مسئلہ اگر کسی جگہ چالیس مرد جمع ہو جائیں چاہے جنات میں سے ہوں یا انسانوں میں سے یا دونوں ہوں تو وہاں جمعہ کا انعقاد صحیح ہے۔

شیخ ابوالحسن محمد بن حسین اپنی کتاب "مناقب شافعی" میں لکھتے ہیں کہ حضرت ربیعؒ نے امام شافعیؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر کسی نیک وصالح شخص نے یہ کہا کہ میں نے جنات کو دیکھا ہے تو اس کی یہ بات قبول نہیں کی جائے گی۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ "اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ" (وہ اور اس کی قوم تمہیں دیکھتی ہے جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھتے۔ الاعراف۔ آیت ۲۷)

چنانچہ صرف انبیاء کرام علیہم السلام ہی جنات کو ان کی اصلی حالت میں دیکھ سکتے ہیں۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ کا قول جنات کی اصلی حالت دیکھنے پر محمول ہوگا۔ یعنی اگر کوئی جنات کی اصلی حالت کو دیکھنے کا دعویٰ کرے تو اس کا دعویٰ ساقط قرار دیا جائے گا کیونکہ عموماً جنات کو اصلی حالت میں نہیں دیکھا جا سکتا۔

علمی بحث علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں: جان لو کہ تمام جنات ابلیس کی اولاد ہیں اور یہ دلیل ہے اس بات کی کہ جنات فرشتوں میں سے نہیں ہیں۔ اس لیے کہ فرشتوں میں ان کے مذکر و مؤنث نہ ہونے کی وجہ سے رشتہ ازدواج نہیں ہوتا۔ بعض اہل علم کے نزدیک جنات ایک جنس ہے اور ابلیس بھی اسی جنس میں سے ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جنات ابلیس کی ذریت ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جنات میں سے جس نے بھی نافرمانی کی اسے شیطان کہا جائے گا"۔

حدیث شریف میں مذکور ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ وہ ابلیس کی اولاد کو پیدا کرے تو اس پر نظر ڈالی جس سے آگ کی چنگاریاں اڑنے لگیں تو ان چنگاریوں میں سے ابلیس کی بیوی کو پیدا کیا۔

ابن خلکان نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ شعبی کہتے ہیں کہ میں ایک دن بیٹھا ہوا تھا کہ ایک بوجھ اٹھانے والا مزدور جس کے پاس ایک بڑا مٹکا تھا میرے پاس آیا اور اس نے مٹکے کو اپنے سامنے رکھ کر پوچھا کہ تم شعبی ہو۔ پس میں نے کہا جی ہاں۔ اس نے کہا مجھے ابلیس کے متعلق بتاؤ کیا اسکی بیوی تھی؟ پس میں نے جواب دیا کہ میں اس کے متعلق نہیں جانتا البتہ مجھے صرف اتنا علم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں فرمایا ہے: "اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗۤ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ" (پھر کیا تم مجھے چھوڑ کر اسے اور اس کی اولاد کو کارساز بناتے ہو۔ الکہف۔ آیت ۵۰) نیز اولاد بغیر عورت کے نہیں ہو سکتی۔ پس وہ مزدور یہ سن کر اپنا مٹکا اٹھا کر چلا گیا۔

نیز یہ بھی مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے فرمایا تھا کہ میں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کے برابر تیری اولاد پیدا کروں گا۔ پس کوئی آدم کا بیٹا پیدا نہیں ہوتا مگر اس کے ساتھ ایک شیطان بھی ضرور پیدا ہوتا ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک شیطان میں مذکر بھی ہیں اور مونث بھی جس سے توالد و تناسل کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو دائیں ران میں ذکر (آلہ تناسل) اور

بائیں ران میں فرج پیدا کی ہے۔ پس جب وہ وطی کرتا ہے تو دس انڈے پیدا ہوتے ہیں اور ہر انڈے میں سے ستر شیطان پیدا ہوتے ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں کہ ابلیس کی اولاد کی کئی اقسام ہیں۔ ایک قسم ''ولھان'' ہے جس کا کام طہارت ونماز میں خلل ڈالنا ہے۔ ایک قسم ''خفان'' ہے جو جنگلوں میں رہتی ہے۔ اسی طرح ایک قسم ''مرۃ'' ہے اور اسی سے ابلیس کی کنیت بھی ہے اور ایک قسم ''زلنبور'' ہے جو بازاروں میں رہتے ہیں اور لغو باتوں وجھوٹی قسموں پر مدح کرتے رہتے ہیں۔

شیطان کی ایک جماعت ''ثبر'' کے نام سے موسوم ہے جو آلام ومصائب والی جماعت ہے۔ اور ایک قسم ''ربیض'' ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام کو بہکانے کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ شیطان کی ایک قسم ''اعور'' ہے جس کا کام زنا کرنا ہے۔ نیز یہ مرد کے آلہ تناسل کے سوراخ میں پھونک مارتے ہیں اور عورت کو عاجز کر دیتے ہیں۔ شیاطین کی ایک جماعت کا نام ''داسم'' ہے۔ یہ وہ جماعت ہے کہ جب مرد اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے تو یہ بھی اسی کے ساتھ گھر میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اگر گھر میں داخل ہوتے وقت مرد نے سلام نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا تو ''داسم'' اس شخص کے ساتھ اس کے گھر میں داخل ہو جاتا ہے اور گھر والوں کے درمیان فساد پھیلاتا ہے۔

پس اگر کسی شخص نے کھانے پر ''بسم اللہ'' نہیں پڑھی تو یہ ''داسم'' گروہ سے تعلق رکھنے والا شیطان اس آدمی کے ساتھ کھانے میں شامل ہو جاتا ہے۔ نیز اگر کوئی شخص بغیر سلام کیے اپنے گھر میں داخل ہوا اور اس نے گھر میں کوئی مکروہ چیز دیکھی تو اسے چاہیے کہ وہ یہ کلمات پڑھے **''داسم داسم اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْہُ''** ''داسم'' شیطان کی ایک قسم ہے جو جھوٹی افواہیں پھیلانے کا کام سرانجام دیتے ہیں۔

شیاطین کی ایک جماعت کا نام ''اقیص'' ہے جس کی ماں ''طرطبہ'' ہے۔ نقاش نے کہا ہے کہ ان کو حیض بھی آتا ہے اور ان کے متعلق مشہور ہے کہ یہ تیس انڈے دیتی ہیں دس انڈے مشرق میں' دس مغرب میں اور دس زمین کے وسط میں اور ہر انڈے سے ایک شیطانی جنس پیدا ہوتی ہے جو غیلان' عقارب' قطارب' جان اور دیگر مختلف ناموں سے معروف ہیں۔ نیز شیاطین کی ان کے علاوہ اور بھی دیگر اقسام ہیں جو تمام بنی آدم کے دشمن ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **''اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّيَّتَهٗۤ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَ هُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ اِلَّا مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ''** (پھر کیا تم مجھے چھوڑ کر اسے اور اس کی اولاد کو کارساز بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں بے انصافوں کو برا بدل ملا۔ الکہف۔ آیت ۵۰)

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ ابلیس کی کنیت ''ابومرہ'' ہے۔ اہل علم کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ ابلیس فرشتوں میں سے ہے یا جنوں میں سے ہے اور ابلیس کے نام کے متعلق بھی علماء کے درمیان اختلافات ہیں کہ ابلیس کا نام عربی ہے یا عجمی؟

حضرت ابن عباسؓ' ابن مسعودؓ' ابن مسیبؒ' قتادہؒ' ابن جریر' زجاج اور ابن الانباری کا قول یہ ہے کہ یہ فرشتوں کے گروہ سے ہے جس کو ''جن'' کہا جاتا ہے اور ابلیس کا نام عبرانی زبان میں عزازیل ہے اور عربی زبان میں ''الحرث'' ہے۔ نیز یہ فرشتوں کا سردار' دنیا میں سب سے بڑا زمین کا بادشاہ اور فرشتوں میں سب سے زیادہ عابد وعالم تھا اور آسمان وزمین میں اس کا کوئی ہمسر نہیں تھا۔ جس کی وجہ سے اس کے اندر تکبر پیدا ہوا اور یہ اپنے آپ کو بڑا سمجھنے لگا۔ اسی تکبر کی وجہ سے اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور اللہ تعالیٰ نے اس کو ''شیطان رجیم'' کہہ کر ہمیشہ کے لیے ملعون قرار دے دیا۔

''نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ خُذْلَانِہٖ وَمَقْتِہٖ وَنَسْاَلُہُ الْعَافِیَۃَ وَالسَّلَامَۃَ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ''۔

اہل علم فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے تو اس سے توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو ترک کر کے صراط مستقیم پر گامزن ہو جائے گا لیکن اگر کسی شخص میں تکبر ہو تو اس سے قطعاً یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ ہدایت کو پالے گا۔

ابلیس کا گروہ ملائکہ سے ہونے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے "کان من الجن" یعنی شیطان کا تعلق فرشتوں کے اس گروہ سے ہے جس کو "جن" کہا جاتا ہے۔

حضرت سعید بن جبیرؒ اور حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ ابلیس گروہ ملائکہ میں سے نہیں ہے کیونکہ اس کی اصل "جن" ہے۔ جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کی اصلیت "انسان" تھی۔ عبدالرحمٰن بن زید اور شہر بن حوشب فرماتے ہیں کہ ابلیس کا فرشتوں کی جنس سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ اس صورت میں قرآن کریم کی آیت "فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اِلَّآ اِبْلِيْسَ" (پھر سب کے سب فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا تکبر کیا اور کافروں میں سے ہوگیا۔ سورۃ ص: آیت ۷۳-۷۴) میں استثناء منقطع ہے۔

شہر بن حوشب نے مزید کہا ہے کہ ابلیس کا تعلق ان جنات سے ہے جنہوں نے فرشتوں میں سب سے زیادہ کامیابی حاصل کی ہے۔

اکثر علماء لغت وتفسیر فرماتے ہیں کہ "شیطان" کا نام "ابلیس" اس لیے ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس اور دور ہو گیا ہے کیونکہ "ابلیس" کے معنیٰ مایوسی کے آتے ہیں۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ صحیح بات وہی ہے جو امام نوویؒ اور دیگر ائمہ نے کہی ہے کہ ابلیس ملائکہ کی جنس ہے اور یہ اس کا عجمی نام ہے۔ اس صورت میں قرآن شریف کی آیت "فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ ...... الخ" میں استثناء متصل ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صرف فرشتوں ہی کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ استثناء فرماتے ہیں کہ تمام فرشتوں نے سجدہ کرلیا لیکن ابلیس نے انکار کردیا تو معلوم ہوا کہ مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہے۔

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ اکثر اہل علم کے نزدیک ابلیس "ابوالجن" ہے۔ جس طرح حضرت آدم علیہ السلام "ابوالبشر" ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ" (ان کے پاس بھی اس معاملہ میں کوئی یقین نہیں ہے محض گمان ہی کی پیروی ہے۔ النساء۔ آیت ۱۵۷) اس آیت میں استثناء غیر جنس سے ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ صحیح بات وہی ہے جو امام نوویؒ اور دیگر اہل علم نے بیان فرمائی ہے۔

محمد بن کعب قرظی فرماتے ہیں کہ جنات مومنین ہیں اور شیاطین کفار ہیں۔

وہب بن منبہ سے جنات کے متعلق سوال کیا گیا کہ کیا جنات کھاتے پیتے ہیں اور نکاح وغیرہ کرتے ہیں۔ وہب بن منبہ نے فرمایا کہ جنات بھی ایک جنس ہے۔ ان میں اصل "جن" تو صرف ہوا میں رہتے ہیں جو نہ کھاتے ہیں اور نہ پیتے ہیں اور نہ ہی نکاح وغیرہ کرتے ہیں۔ نیز جنات کی ایک قسم وہ ہے جو کھاتے اور پیتے ہیں اور نکاح بھی کرتے ہیں۔ ان کے متعلق تفصیلی بیان انشاء اللہ اسی باب میں آئے گا۔

فائدہ قرانی کہتے ہیں کہ ابلیس کی تکفیر پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ واقعہ پیش آنے کی بناء پر۔ پس سجدہ نہ کرنا کفر کا سبب نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ اگر سجدہ نہ کرنا کفر کا سبب ہوتا تو ہر وہ شخص جس کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس کے

سجدہ نہ کرنے کی بناپراس پر کفرلازم آتا ہے۔ حالانکہ ایسی بات ہر گز نہیں ہے اور نہ ہی حضرت آدم علیہ السلام سے حسد کی بناپر شیطان کوکافر قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ پھر تو ہر حاسد کافر ہو جائے گا۔ حالانکہ معاملہ ایسا نہیں ہے اور نہ ہی معصیت وفسق ابلیس کے کفر کی بنیاد بن سکتی ہے۔ اس لیے کہ ہر عاصی و فاسق کافر نہیں ہوتا۔ تحقیق فقہاء متاخرین پر ابلیس کے کافر ہونے کی علت مشتبہ ہوگئی۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے ابلیس کے کفر کا سبب یہ ہو کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی جانب ظلم کی نسبت کی اور یہ بات اس کے کلام سے ظاہر ہوئی۔ **"خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ"** (تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے بنایا۔ الاعراف۔ آیت ۱۲) اس کی تفسیر وہی ہے جو علماء محققین نے کی ہے ابلیس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آگ سے پیدا کیا جس کی فطرت بلندی ہے اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا ہے جس کی فطرت پستی ہے۔ لہٰذا ہر بلند چیز پست چیز کے آگے کیسے جھک سکتی ہے۔ (نعوذ باللہ) شاید یہی ابلیس کے کفر کا سبب ہو۔

اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس نے بھی اللہ تعالیٰ کی جانب ظلم کی نسبت کی وہ ایمان کے دائرہ سے خارج ہو جائے گا۔ البتہ اس بارے میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے کہ ابلیس سے پہلے کسی نے کفر کیا تھا یا نہیں؟

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ ابلیس سے پہلے کسی نے کفر نہیں کیا۔ چنانچہ ابلیس ہی وہ پہلا فرد ہے جس نے کفر کیا ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک ابلیس سے پہلے بھی ایک کفار کی قوم تھی اور یہ وہی ''جنات'' کی جماعت تھی جو زمین میں مقیم تھی جس کے متعلق فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت اشارہ کیا تھا: **"قَالُوْۤا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ"** (فرشتوں نے کہا کیا تو زمین میں ایسے شخص کو نائب بنانا چاہتا ہے جو فساد پھیلائے اور خون بہائے۔ البقرۃ۔ آیت ۳۰)

اہل علم کے درمیان اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ ابلیس کے کفر کی وجہ جہالت ہے یا عناد؟ اہل سنت والجماعت کے اس کے متعلق دو قول ہیں۔ چنانچہ ابلیس کے عالم باللہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے پس اہل علم کی جو جماعت ابلیس کے کفر کے لیے جہالت کو سبب قرار دیتی ہے ان کا قول یہ ہے کہ ابلیس کے کفر کے وقت اس کا علم سلب کر لیا گیا تھا۔ پس اہل علم کا جو گروہ ابلیس کے کفر کے لیے عناد کو سبب قرار دیتا ہے ان کا قول یہ ہے کہ علم کے ہوتے ہوئے اور یہ جانتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم واجب التعمیل ہے۔ پھر سجدہ سے انکار کرنا عناد نہیں تو اور کیا ہے۔

ابن عطیہؒ فرماتے ہیں کہ کفر کی موجودگی میں علم باقی نہیں رہ سکتا۔

حضرت عمر بن ذرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتے کہ اس کی نافرمانی نہ کی جائے تو ابلیس کو پیدا ہی نہ فرماتے۔ (رواہ البیہقی) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کو قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے: **"مَاۤ اَنْتُمْ عَلَیْهِ بِفٰتِنِیْنَ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِیْمِ"**۔ (کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے مگر اسی کو جو خود دوزخ میں جانے والا ہے۔ الصّٰفّٰت۔ آیت ۱۶۲-۱۶۳)

ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا: اے ابوبکر اگر اللہ تعالیٰ چاہتے کہ دنیا میں کوئی نافرمانی نہ کرے تو ابلیس کو پیدا نہ فرماتے۔ (الحدیث)

چنانچہ ایک آدمی نے حسن سے پوچھا اے ابوسعید کیا ابلیس سوتا ہے یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا اگر ابلیس کو نیند آ جائے تو ہمیں راحت مل جائے اور مومن کو ابلیس سے خلاصی نہیں۔ مگر یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے۔

''الاحیاء'' میں مذکور ہے کہ جو آدمی ایک لمحہ کیلئے بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہوا تو شیطان اس کا ہم نشین ہو جائیگا۔ (الاحیاء) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ'' (اور جو اللہ کی یاد سے غافل ہوتا ہے تو ہم اس پر ایک شیطان متعین کرتے ہیں پھر وہ اس کا ساتھی رہتا ہے۔ الزخرف۔ آیت ٣٦)

''نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بیکار نوجوانوں کو (جو اللہ کے ذکر سے غافل ہوں) پسند نہیں فرماتا''۔ (الحدیث)

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ انسان جب اللہ کے ذکر سے غافل ہوگا تو شیطان اس کے دل میں گھر بنا لے گا اور انڈے بچے دینا شروع کر دے گا جس کی بنا پر شیطان کے توالد و تناسل کا سلسلہ بہت تیزی سے جاری ہو جاتا ہے، جس کے ذریعے سے وہ انسان کو اللہ کے راستے سے ہٹانے کی کوشش کرتا ہے۔ چنانچہ شیطان کی فطرت میں آگ ہے اور آگ جب سوکھی گھاس دیکھتی ہے تو اور بھی تیزی سے آگ پکڑ لیتی ہے۔ اسی طرح نوجوان کے اندر شہوت شیطان کے لیے خشک گھاس کی طرح ہے۔

حسین حلاج نے اپنے آپ کو خطاب کر کے کہا کہ اے نفس اگر تو دین کی باتوں میں اپنے وقت کو صرف نہیں کرے گا تو تیرا وقت میری باطل باتوں میں صرف ہوگا۔

فائدہ بعض علماء نے کہا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک آیت کے ذریعے سے اپنی مخلوق کو دو باتوں کا حکم دیا ہے لیکن مخلوق اس سے غافل ہے۔ پس علماء سے کہا گیا کہ وہ کونسی دو باتیں ہیں۔ علماء نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ'' (بے شک شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ سورۃ فاطر۔ آیت ٦) اور دوسری بات یہ کہ تم شیطان کو اپنا دشمن سمجھو۔ پس کسی نے علماء سے پوچھا کہ ہم شیطان کو کیسے اپنا دشمن سمجھیں اور اس سے کیسے محفوظ رہیں؟ پس اہل علم نے فرمایا جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مومن کو سات قلعوں میں محفوظ کر دیا ہے۔ پس پہلا قلعہ جو سونے کا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے۔ اور دوسرا قلعہ چاندی کا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ہے اس کے بعد لوہے کا قلعہ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا ہے اور اس کے بعد پتھر کا قلعہ ہے اور وہ شکر اور اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ اس کے بعد گارے کا قلعہ ہے اور وہ امر بالمعروف ونھی عن المنکر ہے۔ اور اس کے بعد زمرد کی چار دیواری ہے اور وہ صدق و اخلاص ہے۔ اور اس کے بعد موتیوں کا حصار ہے اور وہ ادب نفس ہے۔ پس مومن ان تمام قلعوں اور حصاروں کے اندر ہے اور ابلیس ان قلعوں کے اردگرد کتے کی طرح بھونکتا و چیختا ہے لیکن مومن اس کی پرواہ نہیں کرتا۔ اس لیے کہ وہ ان محفوظ قلعوں اور چار دیواری کے اندر ہے۔ پس مومن کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسی بھی صورت میں ادب نفس کو ترک نہ کرے اور نہ اس کو حقیر و ذلیل سمجھے۔ کیونکہ جس نے ادب نفس کو ترک کر دیا یا اس کو ذلیل و حقیر سمجھا تو اسے شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ابلیس ان مضبوط قلعوں میں داخل ہونے کی کوشش کرتا ہے تا کہ مومن کے ایمان پر ڈاکہ ڈالے اور اس کو اسلام سے کفر کی طرف لوٹا دے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ۔

اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں جن دو باتوں کا حکم فرمایا ہے۔ اس کے متعلق علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ دو باتوں کا تعین کرنا بہت مشکل کام ہے۔ پس بعض حضرات کے نزدیک اس آیت میں صرف ایک ہی فریضہ کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

"فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا" (پس تم اس کو دشمن سمجھو۔ سورہ فاطر۔ آیت ۶) یعنی اللہ تعالیٰ نے بصیغہ امر خطاب فرمایا اور امر وجوب کا متقاضی ہے بشرطیکہ اس کے خلاف کوئی قرینہ موجود نہ ہو۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ امام یافعیؒ سے سوال کیا کہ اس آیت میں دوسرا فریضہ کیا ہے؟ پس انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دو فرائض کا ذکر فرمایا ہے ایک فریضہ علمیہ اور دوسرا فریضہ عملیہ ہے۔ پس فریضہ علمیہ یہ ہے کہ ابلیس کو اپنا دشمن سمجھو اور فریضہ عملیہ یہ ہے کہ ابلیس کے ساتھ دشمنوں جیسا سلوک کرو۔

اور اس سے قبل جو قلعوں اور حصاروں کا ذکر گزرا ہے کہ مومن ان کے اندر محفوظ ہو جاتا اور ابلیس کی وہاں تک رسائی نہیں ہو پاتی۔ چنانچہ بعض دفعہ ابلیس ان میں سے بعض قلعوں پر قابض ہو جاتا ہے جس کی بنا پر انسان فسق و فجور میں مبتلا ہو جاتا ہے اور جہنم کا مستحق ٹھہرتا ہے اور ابلیس بعض مومنین کو فسق پر بھی آمادہ کرنے سے قاصر ہوتا ہے۔ البتہ بعض مومنین کے ایمان میں کمزوری پیدا کر دیتا ہے لیکن ان سب کا دارومدار ایمان پر ہے۔ جس کا ایمان جس قدر قوی ہو گا اتنا ہی وہ شیطان سے محفوظ رہے گا۔ اگر کسی مومن کے اندر معرفت الٰہی اور ایمان ضعیف ہے تو ابلیس کی رسائی اس قلعہ تک ممکن ہے اور وہ اس پر قابض ہو کر گمراہ کر سکتا ہے لیکن معرفت و ایمان کے قلعے میں حسب مراتب فرق پایا جاتا ہے۔ پس صدق و اخلاص کا قلعہ بھی امر و نہی کی طرح نہیں ہے۔ اسی طرح باقی پر بھی قیاس کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اگر ایمان کا قلعہ مضبوط و باقی ہے تو ابلیس اس پر غالب نہیں آ سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ"

(اسے ان لوگوں پر تسلط حاصل نہیں ہوتا جو ایمان لاتے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ النحل۔ آیت ۹۹)

اسی طرح دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ".

(سچے اہل ایمان تو وہ لوگ ہیں جن کے دل اللہ کا ذکر سن کر لرز جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیات ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر اعتماد رکھتے ہیں۔ الانفال۔ آیت ۲)

پس ان قلعوں میں بعض نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔ اگر ان میں سے کسی ایک پر بھی شیطان غالب آ جائے تو وہی کفر کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ پس اگر ایمان میں کمزوری پیدا ہو جائے تو ابلیس اپنا تسلط جما لیتا ہے تو پھر اس کا ٹھکانہ جہنم کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ "نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذَالِكَ نَسْأَلُ اللّٰهَ الْكَرِيْمَ الْهُدٰى والسلامة من الزيغ والردى" پس جان لو کہ معرفت الٰہی انتہائی ضروری ہے۔ استاذ کہتے ہیں کہ سب سے زیادہ ضروری النظر باللہ ہے۔ (یعنی غور وفکر کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی پہچان حاصل کرنا)

ابن فورک اور امام الحرمین فرماتے ہیں پہلی چیز جو عوام الناس کیلئے ضروری ہے وہ القصد والی النظر (یعنی غور وفکر) ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس کے متعلق تفصیلی بحث ہم نے اپنی کتاب "جوہر الفرید فی علم التوحید" کے ساتویں جز میں نقل کر دی ہے۔

اہل علم کا اس بات پر اختلاف ہے کہ کیا جنات میں بھی کسی نبی کو بھیجا گیا یا نہیں؟
ضحاک کہتے ہیں کہ جنات میں بھی پیغمبر ہوئے ہیں اور دلیل کے طور پر قرآن مجید کی یہ آیت پیش کرتے ہیں:
یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ یَاْتِکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ وَیُنْذِرُوْنَکُمْ لِقَآءَ یَوْمِکُمْ ھٰذَا'' (اے گروہ جن وانس کیا تمہارے پاس خود تم میں سے ایسے رسول نہیں آئے تھے جو تم کو میری آیات سناتے اور اس دن کے انجام سے ڈراتے تھے۔ الانعام۔ آیت ۱۳۰)
لیکن علماء محققین نے کہا ہے کہ جنات میں کسی جن کو رسول بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ رسول و نبی تو صرف انسانوں میں بھیجے گئے ہیں۔ البتہ جنات میں ڈرانے والے آئے ہیں لیکن ان کو پیغمبر کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔ پس رہی وہ آیت جس کو ضحاک نے دلیل کے طور پر پیش کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ آیت میں ''منکم'' کا اشارہ (انسانوں اور جنوں) دونوں گروہوں کی جانب ہے لیکن پیغمبری صرف انسان کے حصہ میں ہے۔ اس بات کی وضاحت قرآن کریم کی دوسری آیت بھی کرتی ہے۔
''یَخْرُجُ مِنْھُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ'' (نکلتے ہیں اس سے موتی اور مونگے۔ الرحمن۔ آیت ۲۲)
اس آیت میں ''منھما'' سے مراد دونوں طرح کے پانی لیے گئے ہیں حالانکہ لولو اور مرجان تو صرف کھاری پانی سے نکلتے ہیں۔
منذر بن سعید بلوطی کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جنات میں سے جس نے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی تھی وہ سب رسول تھے۔
مجاہد کہتے ہیں جنات میں صرف ''نذیر'' (ڈرانے والے) ہوئے ہیں۔ پیغمبر صرف انسانوں میں سے ہی ہوئے ہیں۔
پس اس میں کوئی شک نہیں کہ جنات امم سابقہ میں بھی شریعت کے احکام کے مکلف تھے جس طرح اس امت میں احکام شریعت کے مکلف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔
''اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ حَقَّ عَلَیْھِمُ الْقَوْلُ فِیْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِھِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنَّھُمْ کَانُوْا خٰسِرِیْنَ'' (یہ لوگ ہیں جن پر عذاب کا فیصلہ چسپاں ہو چکا ہے۔ ان سے پہلے جنوں اور انسانوں کے جو گروہ (اسی قماش) کے ہو گزرے ہیں انہی میں یہ بھی جا شامل ہوں گے۔ بے شک یہ گھاٹے میں رہ جانے والے لوگ ہیں۔ الاحقاف۔ آیت ۱۸)
اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ''
(اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ الذاریات۔ آیت ۵۶)
بعض اہل علم کے نزدیک ان آیات سے مراد جنات اور انسانوں کے مومنین لوگ مراد ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل اطاعت کو پیدا نہیں کیا مگر صرف اپنی بندگی کیلئے اور بدبختوں کو صرف بدبختی کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ نیز عام مطلب لینے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔
بعض اہل علم یہ کہتے ہیں کہ ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ میں جنات اور انسانوں کو اپنی عبادت کا حکم دیتا ہوں اور انہیں اپنی طرف بلاتا ہوں تاکہ وہ ایک خدا کی عبادت کریں۔ پس اگر کوئی اس آیت پر یہ اعتراض کرے کہ اس آیت میں جنات وانسانوں کو ہی کیوں خاص کیا گیا ہے کیونکہ مخلوق تو اور بھی ہیں۔ مثلاً ملائکہ وغیرہ ان کا تذکرہ کیوں نہیں کیا گیا؟ وہ بھی تو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں

مصروف رہتے ہیں۔ اس اعتراض کا جواب یہ دیا جائے گا کہ جنات وانسانوں میں گناہ گار اور نافرمان لوگوں کی کثرت ہوتی ہے۔ بخلاف فرشتوں کے کیونکہ وہ گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے بھی اس کا ذکر گزر چکا ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت پر دوسرا اعتراض یہ کیا جا سکتا ہے کہ جب انسان اشرف المخلوقات ہے تو اس آیت میں جنات کو کیوں مقدم کیا گیا ہے بلکہ انسان کو مقدم کیا جانا چاہیے تھا۔ پس اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ لفظ ''انسان'' نون خفیفہ کی وجہ سے ''اخف'' ہے اور لفظ ''جن'' اثقل ہے۔ لہٰذا متکلم کی آسانی کے لیے اثقل 'بوجھل'' کو 'اخف'' (ہلکا) پر مقدم کر دیا گیا ہے۔

جزئی مسائل شیخ عماد الدین بن یونسؒ جنات سے اختلاف جنس کی بنا پر نکاح کو جائز نہیں سمجھتے اور اس سے منع فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ کسی انسان کے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ کسی ''جنیہ'' سے نکاح کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''**وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا**'' (اور اللہ نے تمہارے واسطے تمہاری ہی قسم سے عورتیں پیدا کیں اور تمہیں تمہاری عورتوں سے بیٹے اور پوتے دیئے۔ النحل۔ آیت ۷۲)

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''**وَمِنْ اٰيٰتِهٖ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوْا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً**'' (اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ تمہارے لیے تمہیں میں سے بیویاں پیدا کیں تا کہ ان کے پاس چین سے رہو اور تمہارے درمیان محبت اور مہربانی پیدا کر دی۔ الروم۔ آیت ۲۱)

یہاں ''**مَوَدَّةً**'' سے مراد جماع اور ''**رَحْمَةً**'' سے مراد بچہ ہے۔ نیز فقہاء حنابلہ کی ایک جماعت بھی نص شرعی کی بنا پر جنات سے نکاح کو حلال نہیں سمجھتی۔ چنانچہ ''**فَتَاوٰی سَرَاجِیَه**'' میں مذکور ہے کہ اختلاف جنس کی وجہ سے جنات کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے۔

''القنیہ'' میں مذکور ہے کہ حضرت حسن بصریؒ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا۔ پس حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ دو گواہوں کی موجودگی میں انسانوں کا جنات سے نکاح جائز ہے۔

حسن اور قتادہ نے کہا ہے کہ انسانوں کا جنات کے ساتھ نکاح مکروہ ہے۔ حسن اور قتادہ نے دلیل کے طور پر یہ حدیث پیش کی ہے۔ ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''جن'' سے نکاح کرنے کو منع فرمایا ہے۔''

زید سے مروی ہے کہ وہ دعا مانگا کرتے تھے کہ ''یا اللہ! مجھے 'جنیہ'' عطا فرما تا کہ میں اس سے نکاح کروں۔''

ابن عدی نے ''نعیم بن سالم بن قنبر'' کے حالات میں امام طحاویؒ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ مجھ سے یونس بن عبد الاعلیٰ نے بیان کیا کہ ''نعیم بن سالم ہمارے پاس تشریف لائے' میں نے انہیں یہ کہتے ہوئے سنا کہ ''میں ''جن'' عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔''

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''بلقیس کے والدین میں کوئی ایک ''جن'' (Jinn) تھا۔''

شیخ نجم الدین قمولی نے کہا ہے کہ 'انسان کے کسی ''جن'' عورت سے نکاح کو حرام کہنا اس میں اشکال ہے۔ اس لیے کہ جس طرح نکاح کی حرمت انسان کے لیے ہے اسی طرح ''جنات'' کے لیے بھی حرمت نکاح ہونی چاہیے لیکن مجھے ایک نیک و دیندار آدمی نے بتایا کہ ان سے کسی 'جنیہ'' نے شادی کی ہے۔''

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اہلِ علم میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے یکے بعد دیگرے جنات میں سے چار عورتوں سے نکاح کیا تھا لیکن اس سلسلہ میں طلاق' لعان' ایلاء' عدت' نفقہ وکسوہ وغیرہ اور ان چار عورتوں سے نکاح کرنے کے سلسلہ میں مسائل پر غور کرنا پڑے گا اور ہر صورت میں اشکال ہوگا جو عقل مند پر مخفی نہیں ہے۔''

شیخ الاسلام شمس الدین ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ فتح الدین یعمری کی تحریر میں دیکھا' وہ فرماتے ہیں کہ ''مجھ سے عثمان مقاتلی نے بیان کیا' میں نے ابوالفتح قشیری کو کہتے ہوئے سنا وہ کہتے ہیں کہ میں نے شیخ عزیز الدین بن عبدالسلام کو کہتے سنا کہ ابن عربی کے متعلق دریافت کیا گیا تو بتایا گیا کہ وہ جھوٹے تھے اور انہوں نے بیان کیا کہ ہم ایک دن ''جن'' کے ساتھ نکاح کے متعلق بحث کر رہے تھے تو انہوں نے کہا کہ ''جن'' روح لطیف ہے اور انسان جسم کثیف ہے۔ لہٰذا یہ دونوں کیسے جمع ہو سکتے ہیں؟ پھر وہ ایک مدت تک ہم سے غائب رہے اور پھر اس حال میں ہمارے پاس آئے کہ ان کے سر میں زخم تھا۔ پس ان سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے ایک ''جن'' خاتون سے نکاح کیا پھر کسی بات پر جھگڑا ہوا جس کی بناء پر اس نے مجھے زخمی کر دیا۔ شیخ ذہبی اس کے بعد کہتے ہیں کہ مجھے ابن عربی سے عمداً جھوٹ بولنے کی توقع نہیں ہے کیونکہ یہ تو خرافات میں سے ہے۔''

فقہی مسئلہ ابوعبیدہ نے ''کتاب الاموال'' میں اور بیہقی نے زہری سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذبائح ''جن'' سے منع فرمایا ہے۔''

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ **''ذبائح جنّ''** سے مراد یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ اگر کوئی شخص مکان خریدتا تو اس کے لیے ایک پرندہ ذبح کیا جاتا۔ اس کے بعد لوگ یہ خیال کرتے تھے کہ اب یہ گھر جنات سے محفوظ و مامون ہو گیا ہے۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو باطل قرار دیا اور اس فعل سے منع فرمایا۔

اختتامیہ کتاب ''مناقب شیخ عبدالقادر جیلانیؒ'' میں مذکور ہے کہ ایک شخص سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس اس شخص نے عرض کیا کہ ''میری ایک نوجوان لڑکی کو مکان کی چھت سے کوئی اُٹھا کر لے گیا ہے۔'' پس شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا کہ ''تم آج کی رات فلاں قبرستان میں جاؤ اور وہاں پر اپنے گرد حصار کھینچ کر بیٹھ جاؤ۔ پس جب تم حصار کھینچنے لگو تو یہ کلمات پڑھو: **''بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى نِيَّةِ عَبْدِ الْقَادِرِ''** پس جب عشاء کے بعد جنات کی جماعت مختلف شکلوں وصورتوں میں تمہارے سامنے سے گزرے گی تو تم خوفزدہ نہ ہونا پھر اس کے بعد جنات کا بادشاہ وہاں سے گزرے گا تو وہ تم سے پوچھے گا کہ ''تمہیں کیا ضرورت پیش آئی؟'' پس تم کہہ دینا کہ ''مجھے عبدالقادر نے بھیجا ہے اور اپنی بیٹی کے متعلق بھی بتا دینا۔'' وہ آدمی کہتا ہے کہ ''میں قبرستان میں گیا اور میں نے شیخ کے حکم کے مطابق دائرہ کھینچا پھر اس کے بعد جنات کی مختلف ٹولیاں مختلف صورتوں میں میرے سامنے سے گزرنے لگیں لیکن وہ دائرہ سے باہر ہی رہتی تھیں جس میں میں بیٹھا ہوا تھا۔ پس سب سے آخر میں جنات کا بادشاہ آیا' وہ گھوڑے پر سوار تھا اور جنات کی جماعت اس سردار کے اردگرد کھڑی تھی۔ جنات کا سردار دائرے کے سامنے کھڑا ہو گیا' اس نے مجھے کہا کہ ''تمہیں کیا ضرورت پیش آئی ہے؟'' میں نے جواب دیا کہ ''مجھے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے بھیجا ہے۔'' پس وہ جنات کا سردار گھوڑے سے اُتر کر دائرے کے باہر بیٹھ گیا اور اس کے ساتھی بھی اس کے ساتھ بیٹھ گئے پھر اس نے کہا کہ ''تمہاری کیا حاجت ہے؟'' پس میں نے اپنی

لڑکی کا واقعہ بیان کر دیا۔ پس جنات کے سردار نے اپنے پاس کھڑے ہوئے اپنے ساتھی کو حکم دیا کہ ''جس نے یہ کام کیا ہے اس کو حاضر کرو۔'' پس وہ بادشاہ کے پاس لایا گیا اور اس کے ساتھ میری بیٹی بھی تھی۔ پس بادشاہ نے اس ''جن'' سے پوچھا کہ ''تو نے قطب عالم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے علاقے میں ایسی حرکت کیوں کی ہے؟'' پس اس جن نے جواب دیا کہ ''میں اس لڑکی کی محبت میں گرفتار ہو گیا تھا اس لیے اس کو اپنے ساتھ لے آیا۔'' پس جنات کے سردار نے اس جن کی گردن اُڑانے کا حکم دیا۔ پس اس جن کی گردن اُڑا دی گئی اور میری لڑکی مجھے واپس کر دی گئی۔ پس میں نے کہا کہ ''میں نے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے حکم واطاعت کی ایسی مثال نہیں دیکھی۔ جنات کے سردار نے کہا ''ہاں'' یہ اس لیے ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اپنے مکان ہی سے جنات کو ملاحظہ فرماتے ہیں خواہ جن کسی بھی خطہ میں ہو۔ اس لیے تمام ''جنات'' شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے گھبراتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ جب کسی مومن آدمی کو قطبیت کا مرتبہ عطا فرماتا ہے تو جن وانس کو اس کے تابع کر دیتا ہے۔'' (مناقب شیخ عبدالقادر جیلانیؒ)

ابوالقاسم جنید کہتے ہیں کہ سری سقطیؒ فرماتے ہیں کہ ''ایک دن میرا گزر ایک گاؤں سے ہوا۔ پس میں نے تن تنہا ایک پہاڑ کے قریب سکونت اختیار کر لی۔ پس جب آدھی رات ہوئی تو کسی آواز دینے والے نے آواز دی۔ پس وہ کہہ رہا تھا ''**لَا تَدُوْرُ الْقُلُوْبُ فِی الْغُیُوْبِ حَتّٰی تَذُوْبَ النُّفُوْسُ مِنْ مَخَافَةِ فَوْتِ الْمَحْبُوْبِ.**'' (پوشیدہ باتوں میں دل گردش نہیں کرتے یہاں تک کہ محبوب کی جدائی کے خوف سے جانیں نہ پگھل جائیں) پس میں بہت متعجب ہوا۔ پس میں نے کہا ''کیا کوئی جن بول رہا ہے یا انسان؟'' پس بولنے والے نے جواب دیا کہ ''میں ''جن'' ہوں اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہوں اور میرے ساتھ میرے دوسرے بھائی بھی ہیں۔ پس میں نے کہا کہ کیا ان کے پاس بھی ہے جو تیرے پاس ہے (یعنی عمدہ کلام) اس نے کہا جی ہاں۔ پس دوسرے جن نے کہا کہ مستقل غور وفکر اور انہماک سے بدن کی سستی ختم ہو جاتی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں دل ہی دل میں یہ سوچ رہا تھا کہ ان لوگوں کا کلام کتنا عمدہ ہے کہ اسی اثناء میں تیسرے ''جن'' نے آواز لگائی کہ جو شخص تاریکیوں سے مانوس ہوا اس کے لیے اگلے دن نشانات کھولے جائیں گے۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ سن کر مجھ پر غشی طاری ہو گئی۔ پس جب مجھے افاقہ ہوا تو میں نے دیکھا کہ میرے سینے پر نرگس ہے۔ پس میں نے اسے سونگھا تو میری دہشت ختم ہو گئی اور مجھے سکون حاصل ہوا۔ پس میں نے کہا کہ اللہ تم پر رحم فرمائے، مجھے وصیت کیجیے۔ پس جنات نے وصیت کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے منع فرماتا ہے کہ اس کے ذکر کرنے سے کوئی عار محسوس کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے ذکر سے متقین کے دلوں کو مانوس رکھتا ہے۔ پس جو شخص اس کے علاوہ کسی اور چیز کی طمع رکھے تو گویا وہ غیر مقصود چیز کی سعی کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اور تم کو بھی بھلائی کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) راوی کہتے ہیں پھر وہ مجھے چھوڑ کر چلے گئے لیکن میں ان کے کلام کی ٹھنڈک آج تک بھی اپنے دل میں محسوس کرتا ہوں۔ (رواہ ابوالقاسم جنیدؒ)

شیخ یافعیؒ کی کتاب ''کفایۃ المعتقد ونکایۃ المنتقد'' میں مذکور ہے کہ شیخ سریؒ فرماتے ہیں کہ میں اپنے دوست کی تلاش میں ایک عرصہ سے سرگرداں تھا کہ اسی دوران میرا گزر ایک پہاڑ پر ہوا تو میں نے ایک جماعت دیکھی جس میں اندھے اور دوسرے مریض بھی شامل تھے۔ پس میں نے ان سے حالات دریافت کیے۔ انہوں نے کہا کہ یہاں ایک آدمی ہے جو سال میں ایک مرتبہ باہر آتا ہے۔

پس وہ لوگوں کے لیے دعا کرتا ہے تو لوگ شفایاب ہو جاتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے وہیں سکونت اختیار کر لی یہاں تک کہ جب وہ آدمی نکلا تو لوگوں نے اس سے دعا کی درخواست کی۔ پس اس نے لوگوں کے لیے دعا کی تو لوگ فوراً ٹھیک ہوتے چلے گئے۔ پس جب وہ آدمی وہاں سے جانے لگا تو میں بھی ان کے پیچھے پیچھے چلا یہاں تک کہ میں ان سے چمٹ گیا اور عرض کیا کہ میں ایک باطنی بیماری میں مبتلا ہوں' مجھے اس کی دوا بتلا دیجیے۔ پس اس بزرگ نے فرمایا اے سریؒ میرے پاس سے چلا جا' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ بہت زیادہ غیرت مند ہے۔ پس کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تجھ کو اپنے غیر سے ملتا ہوا دیکھ لے اور تو اس کی نظروں سے گر جائے۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر وہ بزرگ مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ (کفایۃ المعتقد ونکایۃ المنتقد)

امام محمد بن ابی بکرؒ کی کتاب ''التوحید'' میں جنیدؒ کے حوالے سے یہ قصہ مذکور ہے۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ سریؒ سے یہ سنا تھا کہ انسان ہیبت اور انس میں اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اگر اس کو تلوار سے بھی قتل کر دیا جائے تو بھی اسے محسوس نہیں ہوتا۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ بات میرے دل میں کھٹکتی رہی یہاں تک کہ میرا شک یقین میں بدل گیا۔ راوی کہتے ہیں کہ ہیبت و انس' قبض اور بسط سے اعلیٰ درجہ کی چیز ہے اور قبض اور بسط خوف اور رجاء سے بلند ہے۔ ہیبت کے لیے غیبت ضروری ہے۔ پس ہر ہائب غیبت کرتا ہے یہاں تک کہ اگر اس کو ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دیا جائے تب بھی وہ اپنی غیبت سے باز نہیں آئے گا یہاں تک کہ اس کی ہیبت ختم ہو جائے۔ اسی طرح ''انس'' کے لیے بیدار مغزی اور افاقہ ضروری ہے۔ علماء کرام انس اور ہیبت کے مراتب کا فرق بیان کرتے ہیں۔ پس انس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اگر اس کو آگ میں ڈال دیا جائے تو انس مکدر نہ ہو کیونکہ اس کی نظر فقط مقصود پر ہوتی ہے اور اس کا مقصود صرف اور صرف اس کا محبوبِ حقیقی ہوتا ہے۔ شیخ سریؒ کے قول میں اسی جانب اشارہ ہے کیونکہ انس منجانب اللہ سرور سے پیدا ہوتا ہے اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ سے انس پیدا ہو جائے تو اسے تمام چیزوں سے نفرت ہونے لگتی ہے۔ پس وہ ہر چیز سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کے لیے جیتا ہے اور نہ وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کچھ دیکھتا ہے اور نہ اس کے علاوہ کسی کے لیے کوئی کام سرانجام دیتا ہے۔ وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور اس کی نظر صرف اپنے رب پر پڑتی ہے اور اس کی آنکھیں صرف اپنے رب کے کاموں اور خلقی کارناموں کا مشاہدہ کرتی ہیں کیونکہ عارف صنعت کو صانع سے پہچانتا ہے۔ صانع کو صنعت سے نہیں پہچانتا۔ اسی لیے وہ اس کے کارناموں کے علاوہ اور کچھ نہیں دیکھتا اور یہی توحید کا اعلیٰ مقام ہے۔

پس جان لو کہ وہ شخص انس باللہ کی حلاوت نہیں پا سکتا یہاں تک کہ وہ اشغال خلائق سے ترک تعلق کر کے باریکیوں کی حقیقت تک نہ پہنچ جائے اس حال میں کہ وہ باریکیوں سے مطلع ہوتا چلا جائے اور یہ بھی جان لے کہ انس اور ہیبت کی حالت ظاہر ہے لیکن اہل حقیقت نے ان کو بندہ کے تغیر کی بناء پر ناقص قرار دیا ہے کیونکہ اہل توحید کے احوال کی ہیئت تغیر سے محفوظ ہے اور ان کا کمال ''محویت فی اللہ'' میں ہے۔ نیز ان کے لیے ہیبت' انس' علم اور احساس کوئی چیز نہیں اور ان کے مقام کی بلندی رحمتِ خداوندی اور اللہ تعالیٰ کے فیض کی وجہ سے ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے' اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر دیتا ہے۔ شیخ سریؒ نے فرمایا ہے کہ میں ابو والد نامی ایک شخص کے ساتھ ایک سال تک رہا لیکن میں نے ان سے کسی مسئلہ کے متعلق سوال نہیں کیا۔ پس میں نے ایک

دن ان سے سوال کیا کہ معرفت الٰہی کا اعلیٰ ترین مرتبہ کونسا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ معرفت کا اعلیٰ ترین درجہ یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو ہر چیز سے محبوب سمجھنے لگو اور تمہارے ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمام اشیاء کی حقیقت معدوم ہو جائے۔ شیخ سریؒ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے سوال کیا کہ یہ حالت و کیفیت کیسے حاصل ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ تمہارے زہد اور تمہاری اللہ تعالیٰ کے ساتھ رغبت کی وجہ سے تمہیں یہ مقام حاصل ہو سکتا ہے۔ شیخ سریؒ فرماتے ہیں کہ ان کا یہ کلام ہی اس معاملہ میں میرے انتفاع کا ذریعہ ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ شیخ سریؒ کا وصال ۶ رمضان المبارک ۲۵۳ھ میں ہوا۔

خواص | جنات اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جہاں پر ''اترج'' موجود ہو۔

امام ابوالحسن علی بن حسن بن حسن بن محمد خلعی شافعی سے مروی ہے (یہ قاضی الجن کے نام سے معروف تھے ان کا مزار قرافہ میں ہے۔ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ ان کے مزار پر مانگی ہوئی دعا قبول ہوتی ہے) وہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس جن آتے تھے اور تعلیم حاصل کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے آنے میں تاخیر کی تو میں نے ان سے تاخیر کے متعلق پوچھا۔ جنات نے جواب دیا کہ اس گھر میں ''اترج'' تھا۔ پس ہم ''اترج'' والے گھر میں داخل نہیں ہوتے۔

حافظ ابوطاہر سلفی کہتے ہیں کہ جب خلعی نے یہ بات سنی تو اس دعا پر مجلس کو ختم کر دیا:

''اَللّٰهُمَّ مَا مَنَنْتَ بِهٖ فَتَمِّمْهُ وَمَا اَنْعَمْتَ بِهٖ فَلَا تَسْلُبْهُ وَمَا سَتَرْتَهٗ فَلَا تَهْتِكْهُ وَمَا عَلِمْتَهٗ فَاغْفِرْهُ۔''

قاضی ابوطاہر سلفی کی وفات ۴۴۸ھ ماہ شوال میں ہوئی۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ جن کی اسی خصلت کی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے مومن کی مثال ''اترج'' سے دی ہے کیونکہ شیطان مومن کے دل سے جو قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے ایسے ہی بھاگتا ہے جیسے کہ اس مکان میں سے جن فرار ہو جاتا ہے جس میں ''اترج'' موجود ہو۔ پس اس کے ذریعہ سے مثال دینا مناسب ہے بخلاف دوسرے پھلوں کے۔

مسلم بن صبیح کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس وقت آپ کے پاس ایک نابینا صحابیؓ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ ان کو ''اترج'' کاٹ کاٹ کر شہد کے ساتھ کھلا رہی تھیں۔ پس حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ یہ ابن مکتومؓ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عتاب نازل فرمایا تھا (المستدرک)

ابی کبشہ بواسطہ والد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ کبوتر اور ''اترج'' کا دیکھنا بھلا معلوم ہوتا تھا۔ (معجم طبرانی)

اس کی تفصیل انشاء اللہ ''باب الفاء'' میں حدیث سلیمان بن موسیٰ کے تحت آئے گی۔ سلیمان بن موسیٰ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جنات ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں آزاد گھوڑے ہوں۔''

التعبیر | جنات کو خواب میں دیکھنا چالاک شخص کی علامت ہے کیونکہ جنات نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے مکر و فریب کا معاملہ کیا تھا اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ کسی جن کے ساتھ کام کر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس شخص کا کسی مکار آدمی کے ساتھ جھگڑا ہوگا اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ جن قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس شخص کو عزت و دولت

حاصل ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

"قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ." (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجیے کہ میری طرف وحی بھیجی گئی ہے کہ جنوں کے ایک گروہ نے (قرآن) غور سے سنا۔ الجن۔ آیت:۱)

خواب میں کبھی جن کی تعبیر ڈاکو سے بھی دی جاتی ہے۔ اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس کے گھر میں جن داخل ہوا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کے گھر میں چوری کا خطرہ ہے۔ پس اسے چاہیے کہ اپنی حفاظت کا انتظام کرے اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ پاگل ہو گیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ مالدار و غنی ہوگا۔ جیسا کہ شاعر نے کہا ہے کہ

جن له الدهر فنال الغنى　　　　یاویحه ان عقل الدهر

زمانے نے اسے مجنون کر دیا ہے جس کے باعث اسے دولت نصیب ہوئی اگر زمانہ کسی کو عقل دیتا ہے تو یہ باعثِ ہلاکت ہے۔

بعض اہل علم کے نزدیک مجنون کی خواب میں تعبیر سود کھانے والے سے بھی دی جاتی ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوْ لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ." (مگر جو لوگ سود کھاتے ہیں ان کا حال اس شخص کا سا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر باؤلا کر دیا ہو۔ البقرۃ آیت:۲۷۵)

اور مجنون کی خواب میں تعبیر کبھی جنت کے دخول کی طرف اشارہ ہوتا ہے اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اَطلعت عَلَى الْجَنَّةِ فَرَاَیْتُ اَكْثَرُ اَهْلُهَا الْبُلْهُ وَ الْمَجَانِیْنَ" اگر کسی عورت نے خواب میں دیکھا کہ وہ پاگل ہو گئی ہے اور اس نے تعویذات کے ذریعہ اپنا علاج کروالیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ حاملہ ہوگی اور اس کے حمل میں جو بچہ ہوگا وہ انتہائی چالاک ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جِنَّانُ الْبُیُوْتِ

"جِنَّانُ الْبُیُوْتِ" (جیم کے کسرہ اور نون مشددہ و مفتوحہ کے ساتھ) اس سے مراد گھریلو سانپ ہے۔ "جنان" جان کی جمع ہے جو چھوٹے، ہلکے سانپ کے معنوں میں مستعمل ہے۔

حضرت ابولبابہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو سانپ کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ علاوہ ان سانپوں کے جن کی دُم کٹی ہوئی ہو اور جس کے اوپر والے حصے پر سفید لکیریں ہوں کیونکہ یہ دونوں قسم کے سانپ قوتِ بینائی کو ختم کر دیتے ہیں اور حمل کو گرا دیتے ہیں۔ (رواہ البخاری و مسلم و ابوداؤد)

"الطفتیان" وہ سانپ جس کی پشت پر دو سفید لکیریں ہوں۔ "الابتر" وہ سانپ ہے جس کی دُم چھوٹی ہو۔ نضر بن شمیل کہتے ہیں "الطفتیان" زرد رنگ کا سانپ ہے جس کی دُم کٹی ہوتی ہے نیز اگر اس سانپ کی طرف حاملہ عورت دیکھ لے تو اس کا حمل گر جاتا ہے۔

"کتاب الحشرات" میں ابن خالویہ نے لکھا ہے کہ میں نے ابن عرفہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ "جان" اس سانپ کو کہا جاتا ہے جو چلتے وقت سر اُٹھا کر چلے۔

شاعر نے کہا ہے ؎

رفعن بالليل اذا ما أسدفا اعناق جنان و هاما رجفا

"جب رات کو تاریکی پھیل گئی تو سانپوں نے اپنی گردنیں بلند کیں"

الجندبادستر

"الجند بادستر" یہ کتے کے مشابہ ایک آبی جانور ہے۔ اسے "قندر" اور "سمور" بھی کہا جاتا ہے۔ یہ شہر قفجاق کے علاوہ کہیں نہیں پایا جاتا۔ اس کی تفصیل "باب القاف" میں آئے گی۔ یہ جانور لومڑی کی طرح سیاہی مائل سرخ ہوتا ہے۔ نیز اس جانور کے ہاتھ نہیں ہوتے البتہ ٹانگیں ہوتی ہیں۔ اس کی دُم لمبی ہوتی ہے اور اس کا سر انسان کے سر کی مانند ہوتا ہے۔ اس جانور کا چہرہ گول ہوتا ہے اور یہ جانور ہاتھ نہ ہونے کی بناء پر سینہ کے بل چلتا ہے۔ تاہم محسوس یہ ہوتا ہے کہ عام چوپاؤں کی مانند چاروں پیروں سے چل رہا ہے۔ اس جانور کے چار خصیئے ہوتے ہیں' دو خصیئے ظاہر اور دو خصیئے پوشیدہ ہوتے ہیں۔ ان خصیوں کی خصوصیت کی بناء پر شکاری اس جانور کا شکار کرتے ہیں۔ چنانچہ جب اس جانور کو معلوم ہوتا ہے کہ شکاری اسے شکار کرنا چاہتا ہے تو یہ فرار ہونے کی کوشش کرتا ہے لیکن جب اس کو یقین ہو جاتا ہے کہ شکاری نے اس کو گھیر لیا ہے اور اب فرار مشکل ہے تو یہ اپنے دونوں ظاہری خصیوں کو کاٹ کر شکاری کی طرف پھینک دیتا ہے اور اپنی جان بچالیتا ہے کیونکہ شکاری کو اس جانور کے ظاہری خصیوں کی ضرورت ہوتی ہے اور اگر شکاری کی نگاہ اس جانور کے کٹے ہوئے خصیوں پر نہیں پڑتی تو یہ اُلٹا لیٹ جاتا ہے یہاں تک کہ شکاری کو یقین آ جاتا ہے کہ اس جانور نے خصیے کاٹ کر پھینک دیئے ہیں تو شکاری اسے چھوڑ دیتے ہیں۔ چنانچہ یہ جانور اپنے ظاہری خصیوں کی جگہ باطنی خصیوں کو لے آتا ہے اس جانور کے کٹے ہوئے خصیہ کا اندرونی حصہ خون کی طرح یا شہد کی طرح ہوتا ہے اگر اس کو خشک کر لیا جائے تو اس کے اندر سے بہت بہترین خوشبو آتی ہے۔ یہ جانور پانی میں داخل ہو کر اپنی سانس کو روک لیتا ہے۔ پھر تھوڑی دیر بعد پانی سے نکل آتا ہے۔ اس جانور کے اندر اتنی قوت ہوتی ہے کہ یہ پانی کے اندر بھی زندگی گزار سکتا ہے اور خشکی پر بھی لیکن عام طور پر یہ جانور پانی میں رہتا ہے اس جانور کی خوراک مچھلی اور کیکڑا ہیں۔

خواص اس جانور کے خصیتین بہت ہی مفید ہیں' شیر کے کاٹنے سے انسانی جسم میں پیدا ہو جانے والے جراثیم کو ختم کرنے کے لیے اس جانور کے خصیوں کا استعمال بہت زیادہ مفید ہے۔ نیز دیگر امراض کے لیے بھی مفید ہے۔ اس جانور کے خصیوں کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ جسمانی اعضاء کو حرارت بخشتا ہے' رطوبت کو خشک کرتا۔ غرض ہر قسم کی بیماری کے لیے مفید ہے اس کے خصیوں کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ انسانی اعضاء کے لیے کسی بھی حالت میں مضر نہیں ہیں۔ اگر اس کے خصیوں کی رطوبت کو بچھو کے ڈسنے کی جگہ ملا جائے تو شفا نصیب ہوگی۔ مرگی کے مریض کے لیے اس جانور کے خصیوں کو تیل میں ملا کر مریض کے سر پر مالش کرنا بہت زیادہ مفید ہے۔ اگر کسی شخص پر فالج کا حملہ ہو یا اس کے اعضاء ڈھیلے پڑ گئے ہوں تو اس جانور کے خصیوں کے استعمال سے شفایاب ہو جائے گا۔ اس جانور کے خصیے ہر قسم کے زہر کے لیے تریاق ہیں۔ اس جانور کے خصیوں کو استعمال کرنے سے افیون سے پیدا شدہ تمام امراض اور

بلغم کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اس جانور کی کھال موئے بالوں والی ہوتی ہے جس سے پوستین تیار کی جاتی ہے۔ مشائخ اس کو استعمال کرتے ہیں اس جانور کا گوشت فالج زدہ اور اصحاب الرطوبت کے لیے مفید ہے۔ اگر کوئی آدمی سیاہ رنگ کے آبی جانور کا شوربہ پی لے تو وہ ایک دن کے بعد ہلاک ہو جائے گا۔

الجنین

''الجنین'' مذبوحہ جانور کے پیٹ سے جو بچہ نکلے اسے ''جنین'' کہا جاتا ہے۔

شرعی حکم اگر جانور کو ذبح کرنے کے بعد اس کے پیٹ سے نکلنے والا بچہ مردہ ہے تو باجماع صحابہ کرامؓ وہ بچہ حلال وطیب ہے اور اس کا کھانا بھی جائز ہے جیسا کہ امام الماوردی نے ''الحاوی'' میں نقل کیا ہے۔ نیز امام مالکؒ اوزاعیؒ ثوریؒ ابو یوسفؒ محمدؒ اسحاقؒ اور امام احمدؒ نے اسی مسلک کو اختیار کیا ہے۔ البتہ امام ابو حنیفہؒ اس مسئلہ میں منفرد ہیں ان کے نزدیک ''الجنین'' حرام ہے۔ امام ابو حنیفہؒ قرآن مجید کی آیت بطور دلیل پیش کرتے ہیں کہ:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ. (البقرۃ) حرام کر دیا گیا تم پر مردار اور خون

اور دوسری دلیل حدیث سے پیش کرتے ہیں کہ: **''بِقَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ السَّمَكُ وَالْجَرَادُ وَالْكَبِدُ وَالطِّحَالُ''**

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ حدیث سے دو مردار مچھلی اور ٹڈی کی حلت معلوم ہوتی ہے۔ پس یہ لوگ تیسرے مردار ''الجنین'' کو اپنی طرف سے کیوں حلال کرتے ہیں۔

جمہور اہل علم کی دلیل قرآن کریم کی یہ آیت ہے: **اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ.** (حلال کر دیئے گئے تمہارے لیے چوپائے۔) حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ''بهيمة الانعام'' ان بچوں کو کہتے ہیں جو ماں کے پیٹ میں مردہ پائے جاتے ہیں۔ لہٰذا ان کی ماؤں کی حلت کی بناء پر ان کا کھانا بھی حلال ہے اس کی تفصیل ''باب الباء'' میں گزر چکی ہے۔

جمہور علماء کی دوسری دلیل مندرجہ ذیل حدیث شریف ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنین کی پاکیزگی کی حلت اس کی ماں کی پاکیزگی وحلت کے سبب ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جنین کی حلت اپنی ماں کے تابع اور اس کے قائم مقام ہے۔ پس اگر کوئی اس پر اعتراض کرے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء تشبیہ بیان کرنا ہے اور حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جنین کی پاکیزگی اس کی ماں کی پاکیزگی کے مشابہ ہے کیونکہ جنین کی پاکیزگی مقدم ہے اس کی ماں کی پاکیزگی پر۔ پس اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا نیابت ذکاۃ بیان کرنا ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذکاۃ ام کو ذکاۃ جنین پر مقدم فرماتے۔

پس الماوردی نے اس اشکال کے تین جواب دیئے ہیں۔ پہلا جواب یہ ہے کہ لفظ ''جنین'' کا اطلاق صرف اس وقت تک ہوتا ہے جب تک بچہ ماں کے پیٹ میں موجود ہے جب ماں کے پیٹ سے جدا ہوتا ہے تو اس کا نام ''ولد'' ہو جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا

ارشاد ہے: "وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّۃٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّھٰتِکُمْ" نیز ماں کے پیٹ میں ہوتے ہوئے بچہ پر قدرت نہیں ہوتی اس سے معلوم ہوا کہ مندرجہ بالا حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد تشبیہ کی بجائے نیابت بیان کرنا ہے۔

دوسرا جواب الماوردی نے یہ دیا ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد تشبیہ بیان کرنا ہے تو ام اور غیر ام برابر ہیں۔ پس ام کے ساتھ خاص طور پر تشبیہ دینے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

تیسرا جواب الماوردی نے یہ دیا ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد تشبیہ بیان کرنا ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لفظ "ذکاۃ ام" کو نصب دیتے اور کاف تشبیہ کو محذوف کرتے حالانکہ یہ حدیث دو طرح پر نقل کی ہوئی ہے۔ دونوں میں نصب کی بجائے رفع ہے۔ پس یہ واضح دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر نیابت ہے تشبیہ نہیں۔ پس اگر کسی کو یہ اشکال ہو کہ ایک روایت میں "ذکاۃ ام" منصوب بھی استعمال ہوا ہے تو اس صورت میں اس کے معنی یہ ہوں گے کہ بچے کا ذبح اس کی ماں کا ذبح ہو جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس روایت میں نصب آیا ہے، وہ صحیح نہیں ہے۔ پس اگر ہم اس روایت کو صحیح تسلیم کر لیں تو "باء" کے حذف کی بناء پر یہ منصوب ہوگی، کاف تشبیہ کی بناء پر نہیں۔ پس اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ "جنین" کا ذبحہ ماں کے ذبحہ ہونے سے ہے اور اگر دونوں احتمال موجود ہیں تو پھر دونوں ہی کو ملحوظ رکھا جائے، جس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اگر بچہ مردہ پیدا ہو تو مرفوع روایت سے کام لے کر نیابت کے پہلو کو ترجیح دی جائے اور اگر بچہ زندہ پیدا ہوا ہو تو نصب والی روایت قوی قرار دے کر تشبیہ کا مفہوم لیا جائے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ہم اونٹ، گائے اور بکری ذبح کرتے ہیں اور ان کے پیٹ میں بچے ہوتے ہیں، کیا ہم ان کو پھینک دیں یا ان کو کھالیں؟ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہاری طبیعت چاہے تو کھالو کیونکہ جنین کی حلت اس کی ماں کی حلت کی وجہ سے ہے۔

شیخ ابومحمدؒ "الجنین" کی حلت پر عقلی دلیل پیش کرتے ہیں کہ اگر جنین کو ماں کے تابع ہو کر حلال تسلیم نہیں کرتے تو ظہور حمل کے بعد ماں کو ذبح کرنا حلال نہیں ہونا چاہیے جیسا کہ حاملہ عورت کو نہ قصاص میں قتل کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس پر حد جاری کر سکتے ہیں تو معلوم ہوا کہ "جنین" ماں کے تابع ہو کر حلال ہوگا اور اس کا کھانا بھی جائز ہوگا۔

جنین کی تین صورتیں ہیں، ایک صورت تو وہ ہے جس کا ذکر گزر چکا ہے، دوسرا صرف خون کا لوتھڑا ہو یہ غیر ماکول ہے کیونکہ خون حرام ہے۔ تیسرا یہ کہ گوشت کا ٹکڑا ہو جس کی ابھی صورت ظاہر نہیں ہوئی، اس کی حلت میں قول کے مختلف ہونے کی بناء پر دو صورتیں ہیں۔

پہلی صورت یہ ہے کہ اگر اس کے اندر روح ڈال دی گئی ہو تو حلال ہے ورنہ حرام۔ اب یہ معلوم کرنا کہ جنین کے اندر روح پھونک دی گئی ہے یا نہیں؟ اس کا ادراک بہت مشکل ہے۔ اگر جنین زندہ پایا گیا تو وہ بغیر ذبح کیے کھانا جائز نہیں ہے اگر بچے کا ابھی سر ہی نمودار ہوا کہ ماں کو ذبح کر دیا گیا تو قاضی اور بغوی کے نزدیک بچہ بغیر ذبح کیے حلال نہیں ہوگا۔ قفال کہتے ہیں کہ جنین کو ذبح کیے بغیر بھی کھایا جا سکتا ہے کیونکہ بچے کے بعض حصے کا ولادت کے وقت نکلنا بالکل ایسا ہی ہے کہ وہ ابھی ظاہر ہی نہ ہوا ہوا۔ الروضہ میں مذکور ہے کہ "قفال" کا قول زیادہ صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔

ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے کہ امام صائن الدین ابوبکر قرطبی اکثر ان اشعار کو پڑھتے تھے ؎

جری قلم القضاء بما یکون فسیان التحرک والسکون

تقدیر کا قلم اس مضمون سے متعلق چل پڑا جو بہر حال پیش آ کر رہے گا۔ پس اس حال میں حرکت وسکون برابر ہیں۔ (یعنی ہم کوشش کریں یا نہ کریں تقدیر الٰہی کے مطابق ہی نتیجہ برآمد ہوگا)

جنون منک أن تسعی لرزق ویرزق فی غشاوته الجنین

''یہ تمہاری حماقت ہے کہ تم یہ سمجھ رہے ہو کہ حصولِ رزق محنت پر موقوف ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ تو جنین کو رحم مادر میں رزق پہنچا رہا ہے اور جنین نے رزق کے لیے کوئی محنت بھی نہیں کی۔''

جھبر [1]

''جھبر'' (بروزن جعفر) اس سے مراد ریچھنی ہے۔ ریچھنی کی خصوصیت یہ ہے کہ جب ریچھنی کی ولادت کا وقت قریب آتا ہے تو یہ ''بنات نعش صغریٰ'' کی طرف رُخ کر لیتی ہے جس کی وجہ سے ولادت میں آسانی ہو جاتی ہے اور جب ریچھنی بچے جن دیتی ہے تو وہ ایک گوشت کا ٹکڑا ہوتے ہیں۔ پس ریچھنی ان بچوں کو چیونٹی سے حفاظت کی غرض سے ادھر ادھر اُٹھائے پھرتی ہے پھر بعض مرتبہ ریچھنی چیونٹی کے خوف کی وجہ سے اپنے بچوں کو بھی بھول جاتی ہے جن کو وہ دودھ پلا کر پالتی ہے۔ اسی وجہ سے ریچھنی بے وقوفی میں ضرب الامثال بن گئی۔

اہل عرب کہتے ہیں ''احمق من جھبر'' (فلاں ریچھنی سے بھی زیادہ احمق ہے)

الجواد

''الجواد'' اس سے مراد تیز رفتار عمدہ گھوڑا ہے۔ ''جواد'' کے معنی عمدہ کے آتے ہیں اس گھوڑے کو ''جواد'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ چلنے میں تیز رفتار ہوتا ہے۔ شاعر کہتا ہے ؎

نعمته جواد لا یباع جنیتها

ایک عمدہ نسل گھوڑا کہ جس کی خوبی کی بناء پر اس کا بچہ فروخت نہیں کیا جا سکتا۔

''الجواد'' کی جمع جود اور جیاد آتی ہے جیسے ثوب اور ثیاب ہے اور اجیاد مکہ میں ایک پہاڑ کا نام ہے چونکہ وہ گھوڑوں کی جگہ ہے اس بناء پر اس نام سے موسوم ہے اس کا دوسرا نام قعقعان بھی ہے۔

احادیث نبویؐ میں ''الجواد'' کا تذکرہ جعفر فریابی نے اپنی کتاب ''فضل الذکر'' میں لکھا ہے حضرت سہلؓ بن سعد ساعدی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نمازِ فجر سے لے کر طلوع شمس تک اللہ کا ذکر کرتا ہوں مجھے یہ عمل زیادہ پسندیدہ ہے اس سے کہ میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں عمدہ ترین گھوڑوں پر سفر کروں۔'' (رواہ الجعفر الفریابی فی کتابہ ''فضل الذکر'')

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نماز پڑھنے کے لیے آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] ''She bear'' (کتابستان انگلش اردو ڈکشنری صفحہ ۳۵۲)

نماز پڑھ رہے تھے۔ پس اس شخص نے پہلی صف میں پہنچ کر یہ دعا مانگی "اے اللہ! مجھے اس میں سے بہترین حصہ عطا فرما جو تو اپنے نیک بندوں کو عطا فرماتا ہے۔" پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل کر لی تو فرمایا کہ کلام کرنے والا کون ہے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ جب تمہارے بہترین گھوڑے قتل کر دیئے جائیں اور تم اللہ کے راستے میں شہید ہو جاؤ۔ (یعنی جہاد کے بعد ہی تم بہترین درجہ کے مستحق ہو گے۔ رواہ النسائی والحاکم وابن السنی والبخاری)

حضرت عمرو بن عبسہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس میں نے عرض کیا "یارسول اللہؐ! کونسا جہاد افضل ہے؟" پس آپ نے فرمایا "(وہ جہاد افضل ہے) جس میں مجاہد کا خون بہایا جائے اور اس کی سواری قتل کر دی جائے۔" (رواہ ابن ماجہ)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لونڈی سے روایت ہے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس لونڈی کو "اے زائدہ تو خوش قسمت ہے" کہہ کر پکارتے تھے) وہ فرماتی ہیں کہ ایک دن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ پس میں نے کہا یارسول اللہؐ! میں نے اپنے گھر والوں کے لیے آٹا گوندھا۔ پس میں پھر ایندھن لینے گئی تو پس میں نے ایک خوبصورت گھڑ سوار دیکھا اس سے پہلے میں نے اتنا حسین وجمیل اور خوشبودار شخص نہیں دیکھا تھا پس وہ میرے پاس آیا اور اس نے مجھے سلام کیا اور کہا "اے زائدہ تو کیسی ہے؟" میں نے کہا "میں خیریت سے ہوں" پھر اس نے کہا کہ "محمدؐ کیسے ہیں؟" میں نے کہا "خیریت سے ہیں اور اللہ کے عذاب سے لوگوں کو ڈراتے ہیں" اس نے کہا "جب تم محمدؐ کے پاس جاؤ تو میرا اسلام کہو اور ان کو خوش خبری دو کہ رضوان خازن جنت نے آپ کو سلام کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ آپ کی بعثت سے سب سے زیادہ خوشی مجھے ہوئی ہے۔" پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی اُمت کو تین گروہوں میں تقسیم فرما دیا ہے ایک گروہ وہ ہے جو بغیر حساب و کتاب جنت میں داخل ہوگا' دوسرا گروہ وہ ہے جس کا حساب آسان کر دیا جائے گا اور اس کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا' تیسرا گروہ وہ ہے جس کی آپؐ سفارش کریں گے اور وہ جنت میں داخل ہوں گے۔ زائدہ فرماتی ہیں پھر وہ شخص رخصت ہونے لگا اور میں اپنا لکڑیوں کا گٹھا اُٹھانے لگی جو بہت بھاری تھا پس وہ شخص متوجہ ہوا اور اس نے کہا "اے زائدہ کیا تجھے لکڑیوں کے گٹھڑے کا بوجھ زیادہ محسوس ہو رہا ہے؟" میں نے کہا "جی ہاں' میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔" پس انہوں نے سرخ شاخ سے جوان کے ہاتھ میں تھی' گٹھڑے کو ٹٹولا اور اس کو اُٹھا کر ایک بڑے پتھر پر رکھ دیا پھر پتھر کو حکم دیا کہ اے پتھر! اس بوجھ کو اُٹھا کر اس کے ساتھ چل پس وہ پتھر میرے آگے آگے اس بوجھ کو اُٹھا کر لایا یہاں تک کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئی۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رضوان خازن جنت کی بشارت سن کر سجدہ ریز ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کی تعریف کی پھر اس کے بعد اپنے صحابہ سے فرمایا "کھڑے ہو جاؤ تا کہ ہم اس پتھر کا معائنہ کریں اور اس کو دیکھیں" (کتاب النصائح)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یمنی شخص کعب احبار کے پاس آیا اور کہا کہ فلاں یہودی عالم نے مجھے آپ کے پاس ایک خط دے کر بھیجا ہے۔ پس حضرت کعبؓ نے اس آدمی سے وہ خط لے لیا۔ پس اس آدمی نے کہا کہ یہودی عالم نے یہ بھی کہا ہے کہ کیا ہمارے درمیان کوئی ایسا شخص نہیں تھا کہ تم اس کی اطاعت کرتے؟ پس کس لیے تم نے اپنا آبائی دین چھوڑ کر محمد کا دین اختیار کر لیا ہے۔ پس حضرت کعبؓ نے اس شخص سے فرمایا "کیا تو مجھے اپنے آبائی دین کی طرف لوٹانا چاہتا ہے؟" اس شخص نے

کہا" جی ہاں!" حضرت کعب نے فرمایا" کہ جب تم اس یہودی عالم کے پاس جاؤ تو اس سے اس ذات کا واسطہ دے کر سوال کرنا جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دریا کو خشک کر دیا اور اس ذات کا واسطہ دے کر سوال کرنا جس نے موسیٰ بن عمران کو تختی دی تھی۔ کیا ان کلمات میں یہ مضمون موجود نہ تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے تین گروہ ہوں گے۔ پہلا گروہ بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل ہو جائے گا' دوسرا گروہ معمولی حساب وکتاب کے بعد جنت میں داخل ہوگا اور تیسرا گروہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے بعد جنت میں داخل ہوگا۔ پس جب تم یہودی عالم سے سوال کرو گے تو وہ اثبات میں جواب دے گا۔ پس تم اس سے کہنا کہ کعبؓ نے کہا ہے کہ مجھے ان تینوں گروہوں میں سے کسی ایک گروہ میں شامل کرا دیجیے۔ (رواہ ابن عمرؓ)

محمد بن ظفر اپنی کتاب "خیر البشر بخیر البشر" میں لکھتے ہیں کہ مرثد بن عبدکلال جنگ سے کامیاب ہو کر واپس ہوئے تو عرب کے شرفاء' شعراء اور علماء اس فتح پر ان کو مبارک باد دینے کے لیے وفد کی شکل میں ان کے پاس گئے۔ پس بادشاہ بہت خوش ہوا اور اس نے وفد کو خوش آمدید کہا اور انہیں انعامات سے نوازا۔ یہاں تک کہ ان سے حجاب بھی دُور کر دیا گیا۔ پس ایک دن بادشاہ نے خواب دیکھا جس کی وجہ سے وہ خوفزدہ ہو کر نیند سے بیدار ہوا پس جب وہ نیند سے بیدار ہوا وہ خواب بھول گیا یہاں تک کہ اسے کچھ بھی یاد نہ رہا جس کی وجہ سے اس کے دل میں ملال پیدا ہوا اور جنگ کی کامیابی کی خوشی غم میں بدل گئی۔ اس پریشانی کی بناء پر اس نے وفد سے کنارہ کشی کر لی یہاں تک کہ وفد کے تمام لوگ بادشاہ سے ناراض ہو گئے پھر اس کے بعد بادشاہ نے کاہنوں کو جمع کیا۔ پس بادشاہ نے ہر ایک کاہن سے خلوت میں ملاقات کی اور ان سے اپنے خواب کے متعلق پوچھا۔ پس کاہنوں نے جواب دیا کہ ہمیں اس کا علم نہیں۔ پس بادشاہ غمگین ہو گیا یہاں تک کہ اس کی راتوں کی نیند اڑ گئی۔

بادشاہ کی والدہ جو کاہنہ تھی' اس نے بادشاہ سے کہا کہ اے بادشاہ سلامت! اللہ تعالیٰ تجھے مستحق لعنت امور سے باز رکھے' کاہنہ عورتوں کو بلا کر ان سے بھی دریافت کر لیجیے کیونکہ ان کے تابع شیاطین بہت زیادہ زیرک اور سمجھ دار ہوتے ہیں۔ پس بادشاہ نے کاہنہ عورتوں کو جمع کرنے کا حکم دیا۔ بادشاہ نے ان عورتوں سے بھی وہی سوال کیا جو کاہن مردوں سے کیا تھا۔ پس ان میں کوئی ایک بھی ایسی نہ تھی جس نے یہ کہا ہو کہ مجھے اس کا علم ہے۔ پس بادشاہ مایوس ہو گیا۔ پھر اس کے بعد ایک دن بادشاہ شکار کھیلنے کے لیے نکلا اور شکار میں اس قدر مشغول ہوا کہ اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گیا اور تنہا رہ گیا۔ پس جب بادشاہ کو جنگل میں شدت کی گرمی محسوس ہوئی تو اس نے گھر واپس آنا چاہا تو اچانک ایک بڑھیا نے بادشاہ کو خوش آمدید کہا اور ہر قسم کی راحت وسہولت کا یقین دلایا۔ پس بادشاہ اپنے عمدہ گھوڑے سے اُترا اور گھر میں داخل ہوا۔ پس جب سورج کی تپش کم ہوئی تو بادشاہ کو قدرے سکون ہوا تو وہ سو گیا۔ پس جب بادشاہ بیدار ہوا تو اس کے سامنے ایک حسین وجمیل دوشیزہ کھڑی تھی۔ پس دوشیزہ نے آداب شاہانہ بجا لانے کے بعد عرض کیا کہ جناب والا! دن بھر کی سیر وتفریح کی وجہ سے آپ کو بھوک محسوس ہو رہی ہوگی لہٰذا کچھ کھا لیجیے۔ پس اجنبی دوشیزہ کی بے تکلفانہ باتوں سے بادشاہ کو خوف محسوس ہونے لگا۔ دوشیزہ نے کہا بادشاہ سلامت! خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں آپ پر اور آپ کے جد امجد پر پوری دنیا قربان ہو' ہم نے آپ سے بہت فیض پایا ہے۔ یہ کہہ کر دوشیزہ نے ثرید (روٹی کے ٹکڑوں کو شوربے میں ڈبو کر بنایا جانے والا کھانا) اور سوکھے گوشت اور کھجور وغیرہ کے ستو بادشاہ کے سامنے رکھ دیئے اور خود مکھیاں اُڑانے لگی۔ یہاں تک کہ بادشاہ کھانے سے فارغ ہو گیا

پھر اس کے بعد لڑکی نے بادشاہ کی خدمت میں عمدہ قسم کا دودھ پیش کیا۔ پس بادشاہ نے حسب خواہش دودھ پیا اور لڑکی کے متعلق غور و فکر کرنے لگا۔ یہاں تک کہ دوشیزہ کی محبت اس کے دل میں پیوست ہوگئی۔ پس بادشاہ نے کہا تمہارا کیا نام ہے؟ اس نے کہا میرا نام عفیراء ہے۔ پس بادشاہ نے کہا اے عفیراء تو نے جس بادشاہ کا نام لیا ہے' وہ کون سا بادشاہ ہے؟ لڑکی نے کہا وہ مرثد بن عبد کلال ہے جو میرے سامنے تشریف فرما ہے اور جس نے ایک پیچیدہ مسئلہ کے حل کے لیے کاہنوں کو بلایا لیکن کاہن اس مسئلہ کو حل کرنے میں ناکام ثابت ہوئے۔ پس بادشاہ نے کہا اے عفیراء کیا تم اس پیچیدہ مسئلہ کو جانتی ہو؟ اس نے کہا ہاں! اے بادشاہ وہ ایک خواب ہے۔ بادشاہ نے کہا اے عفیراء تو نے سچ کہا ہے۔ پس خواب کے متعلق بتلایئے کہ میں نے کیا دیکھا تھا؟ پس لڑکی نے کہا کہ بادشاہ سلامت! آپ نے دیکھا تھا کہ تیز آندھی چل رہی ہے اور ہوا کے بگولے ایک دوسرے کے پیچھے دوڑ رہے ہیں اور قریب میں نہر جاری ہے' وہاں کھڑا ہوا کوئی شخص گھنٹی کی آواز شکل میں کہہ رہا ہے کہ نہر کے قریب گھاٹ میں آ جاؤ۔ پس جس نے نہر سے پانی پی لیا' وہ سیراب ہوگیا اور جس نے پانی پینے سے انکار کر دیا' وہ اس میں غرق ہوگیا۔ بادشاہ نے کہا یہی میرا خواب ہے۔ پس اے عفیراء اس کی تعبیر کیا ہوگی؟ چنانچہ اس لڑکی نے کہا کہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ ہوا کے بگولے سے مراد یمن کے بادشاہ ہیں اور ''نہر'' سے مراد علم ہے اور ''الداعی'' سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ نیز ''الجارع'' (نہر سے پانی لینے والے) سے مراد نیک لوگ ہیں اور ''النکارع'' سے مراد جھگڑالو دشمن ہیں۔ پس بادشاہ نے کہا اے عفیراء یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم باعث سلامتی ہوں گے یا جنگ و جدال برپا کریں گے؟ پس اس لڑکی نے کہا کہ اللہ کی قسم! وہ پیغمبر امن و سلامتی کا پیغام لائیں گے اور دنیا سے خون ریزی اور جھگڑے فساد ختم کریں گے اور لونڈیوں کو آزاد کریں گے۔ بادشاہ نے کہا اے عفیراء وہ لوگوں کو کس چیز کی طرف بلائیں گے؟ اس لڑکی نے کہا نماز اور روزہ کی طرف بلائیں گے' صلہ رحمی کی تلقین کریں گے' بتوں کو توڑیں گے اور تیروں کے ذریعے پانسہ پھینکنے کو لغو قرار دیں گے۔ پس بادشاہ نے کہا اے عفیراء وہ کس قوم میں پیدا ہوں گے؟ اس لڑکی نے جواب دیا کہ مضر بن نزار میں۔ نیز اس قبیلہ کی شہرت کا باعث یہی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ نیز یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خاندانی روایات کو روشن کرنے کا باعث بنیں گے۔ پس بادشاہ نے کہا اے عفیراء جب ان کی قوم حملہ آور ہوگی تو ان کے مددگار کون ہوں گے؟ اس لڑکی نے کہا کہ ان کے مددگار پرندے ہوں گے اور مبارک نفوس جہاد کریں گے اور ان کے ذریعے سے اہل کفر میں کھلبلی مچ جائے گی اور اس پیغمبر کے حلقہ کی بھرپور مدد کی جائے گی۔ پس عفیراء کے جوابات سے متاثر ہو کر بادشاہ نے اس سے نکاح کا ارادہ کیا تو عفیراء نے کہا کہ میں آپ سے نکاح نہیں کرتی اس لیے کہ میرا تابع غیور ہونا چاہیے۔ نیز میرے معاملے میں انتہائی صبر کی ضرورت ہے۔ پس جو بھی مجھ سے نکاح کرے گا' وہ ہلاک ہو جائے گا۔ پس بادشاہ یہ سن کر کھڑا ہوگیا اور اپنی سواری کی طرف چل پڑا۔ پس وہ سوار ہو کر اپنے محل میں آ گیا اور وہاں سے عفیراء کے لیے ہدایا و تحائف سے لدے بھرے سو اونٹ بھجوا دیئے۔

بخت نصر کا واقعہ بھی اسی واقعہ سے مماثلت رکھتا ہے۔ بخت نصر خواب دیکھ کر بھول گیا تھا جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارک کی اطلاع دی گئی تھی۔ بخت نصر نے یہ خواب اس وقت دیکھا تھا جب اس نے بیت المقدس پر حملہ کر کے حضرت دانیال علیہ السلام سمیت بنی اسرائیل کے بہت سے افراد کو گرفتار کر لیا تھا۔ پس گرفتار شدگان میں سے ایک ہزار بچوں کو بخت نصر نے براہ

راست اپنی نگرانی میں رکھا تھا جن میں حضرت دانیال علیہ السلام بھی تھے۔ بخت نصر خواب دیکھ کر بھول گیا پس بخت نصر نے کاہنوں اور نجومیوں سے اس کے متعلق پوچھا۔ پس انہوں نے کہا کہ ہم تو صرف خواب کی تعبیر ہی بتا سکتے ہیں لہٰذا آپ ہمیں اپنا خواب سنائیں۔ پس بخت نصر نے کہا کہ تحقیق میں نے خواب بھلا دیا ہے۔ پس تم نے اگر میرے خواب کے متعلق خبر نہ دی تو میں تمہیں موت کے گھاٹ اُتار دوں گا۔ پس تمام کاہن اور نجومی خوف زدہ ہو کر واپس ہوئے۔ پس انہی میں سے ایک کاہن نے بخت نصر سے کہا ''اے بادشاہ! اگر کوئی تمہارے خواب کی حقیقت بیان کر سکتا ہے تو وہ صرف اسرائیلی لڑکا دانیال ہے۔'' پس بخت نصر نے دانیال علیہ السلام کو حاضر ہونے کا حکم دیا اور ان سے اپنے خواب کے متعلق سوال کیا۔ حضرت دانیال علیہ السلام نے فرمایا میرا ایک رب ہے اس کے پاس اس کا علم ہے۔ پس آپ مجھے تین دن کی مہلت دیجیے تاکہ میں اس کے متعلق اپنے رب سے پوچھ سکوں۔ پس حضرت دانیال علیہ السلام وہاں سے نکلے اور نماز و دعا میں مشغول ہو گئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت دانیال علیہ السلام کو وحی کے ذریعے سے بخت نصر کا خواب اور اس کی تعبیر بتا دی۔ حضرت دانیال علیہ السلام بخت نصر کے پاس آئے اور فرمایا کہ آپ نے یہ خواب دیکھا ہے کہ ایک پتھر کا بت ہے اور اس کے ہاتھ اور پاؤں مٹی سے بنے ہوئے ہیں اور اس کی ران پیتل کی ہے اور اس کا پیٹ چاندی اور سفید سونے کا ہے اور اس بت کی گردن و سر لوہے کا بنا ہوا ہے۔ بخت نصر نے کہا تو نے سچ کہا ہے۔ حضرت دانیال علیہ السلام نے فرمایا کہ ''اے بادشاہ! آپ نے اس بت کو دیکھ کر بہت تعجب کیا اور جب اللہ تعالیٰ نے اس بت پر آسمان سے پتھر برسائے تو وہ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ پس اس کے بعد وہ پتھر اتنا بڑا ہو گیا کہ وہ پوری دنیا میں پھیل گیا ہے۔'' حضرت دانیال علیہ السلام نے فرمایا ''اے بادشاہ! یہ وہ خواب ہے جس کو آپ نے بھلا دیا تھا۔'' بخت نصر نے کہا ''تم نے سچ کہا ہے اب بتلاؤ اس کی تعبیر کیا ہے؟'' حضرت دانیال علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ بت جس کو آپ نے خواب میں دیکھا ہے یہ دنیا کے بادشاہ ہیں۔ پس بعض بادشاہ بہت طاقتور ہوتے ہیں اور بعض بہت کمزور ہوتے ہیں۔ پس بت کے ہاتھ اور پاؤں جو مٹی کے بنے ہوئے تھے یہ کمزور بادشاہ ہیں اور جو پیتل کا حصہ تھا تو یہ طاقتور بادشاہ کی جانب اشارہ ہے۔ نیز بت کا وہ حصہ جو سونے اور چاندی سے بنا ہوا ہے وہ طاقتور اور باعزت بادشاہ کی جانب اشارہ ہے پھر اس کے بعد اس بت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو پتھر آ کر گرا اس سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو تمام دنیا کو بھلائی کی طرف بلائیں گے جس کے نتیجے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین سے تمام دنیا منور ہو جائے گی اور دنیا کا اقتدار اعلیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منتقل ہو جائے گا اور رہتی دنیا تک لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت پر عمل پیرا ہوں گے۔ پس یہ باتیں سن کر بادشاہ بخت نصر بہت متعجب ہوا اور اس کے دل میں حضرت دانیال علیہ السلام کی قدر و منزلت بڑھ گئی۔ چنانچہ بخت نصر نے حضرت دانیال علیہ السلام کو اپنے خاص افراد میں شامل کر لیا۔

ابن خلکان نے ابن قریہ کی سوانح حیات میں لکھا ہے کہ ابن قریہ کا اصلی نام ایوب بن زید بن قریہ تھا اور اعرابی ہونے کے باوجود حجاج کے مقربین میں شامل تھا۔ حجاج نے ابن قریہ کو عبدالرحمٰن بن اشعث بن قیس کندی کے پاس بھیجا۔ جس وقت عبدالرحمٰن بن اشعث نے عبدالملک بن مرواں کے خلاف خروج کیا تھا اور اس کی خلافت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کر رہا تھا۔ چنانچہ جب ابن قریہ عبدالرحمٰن بن اشعث کے پاس پہنچا تو عبدالرحمٰن بن اشعث نے کہا کہ تم عبدالملک بن مروان کے خلاف تقریر کرو

اور اس کی خلافت کا انکار کرو اور حجاج کو قید کرلو۔ بصورتِ دیگر میں تمہاری گردن اُڑا دوں گا۔ پس ابن قریہ نے عبدالرحمٰن بن اشعث کے حکم کو تسلیم کرلیا اور اس کا ہمنوا بن گیا۔ پس جب عبدالرحمٰن بن اشعث حجاج سے مقابلہ کرتا ہوا لڑائی میں قتل کر دیا گیا تو ابن قریہ کو گرفتار کر کے حجاج کے پاس لایا گیا۔ پس حجاج نے ابن قریہ سے چند سوالات کیے۔ پس ابن قریہ نے حجاج کے سوالات کے مختصر جوابات دیئے کہ اہالیانِ عراق حق و باطل کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔ اہلِ حجاز فتنہ وفساد میں جلدی کرتے ہیں اور اس میں انہیں مہارت حاصل ہے۔ اہلِ شام اپنے خلفاء کی اطاعت کرتے ہیں اور اہلِ مصر طاقت کے غلام ہیں۔ اہلِ یمن مطیع و فرمانبردار ہیں' سرزمینِ ہند کے دریا موتی ہیں اور اس کے پہاڑ یاقوت ہیں اور اس کے درخت ''عود'' ہیں اور اس کے پتے عطر ہیں۔ ملک یمن خلاصہ عرب ہے اور اصل النسل ہے اور مکہ معظمہ کے لوگ جید علماء ہیں اور وہاں کی عورتیں بہترین لباس والی ہیں اور مدینہ منورہ علم کا منبع ہے۔ بصرہ کی سردی و گرمی میں شدت ہے اور اس کا پانی نمکین ہے اور اس کی لڑائی صلح ہے۔ کوفہ دریا کی گرمی کی بناء پر مشہور ہے اور ٹھنڈک کی بناء پر بدنام ہے اور ملک شام ''حماۃ'' اور ''کنۃ'' کے درمیان دروازہ ہے۔ حجاج نے ابن قریہ سے پوچھا کہ ''حماۃ'' اور ''کنۃ'' کیا ہے؟ ابن قریہ نے کہا کہ بصرہ اور کوفہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کے حریف ہیں اور ان کے درمیان دجلہ اور فراتؔ دو دریا بہہ رہے ہیں جو خیر کی علامت ہیں۔

ابن قریہ نے اپنا کلام جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ہر اعلیٰ و عمدہ چیز کے مقابلے میں بے کار اور گھٹیا چیز ہے۔ شجاعت کے مقابلے میں بزدلی' حلم کے مقابلے میں غضب ہے۔

حجاج نے کہا کہ اہلِ عرب کا خیال ہے کہ ہر چیز کے لیے آفت و زوال ہے۔ ابن قریہ نے کہا کہ اہلِ عرب نے سچ کہا ہے بردباری کی آفت غضب' عقل کی آفت عجب' شجاعت کی آفت بغاوت' مال کی آفت بری تدبیر اور باکمال کی آفت قحط الرجال ہے اور شریف لوگوں کی آفت کمینے لوگوں کا پڑوس ہے۔ اس کے بعد حجاج نے ابن قریہ سے سوال کیا کہ حجاج کی آفت کیا ہے؟ ابن قریہ نے جواب دیا کہ اس شخص کے لیے کوئی آفت نہیں جس کا حسب و نسب اعلیٰ و ارفع ہو اور جس کی اولاد بھی عمدۃ النسل ہو۔ حجاج نے کہا اب تیرا پیمانہ شقاوت لبریز ہو گیا ہے اور تیرا نفاق ظاہر ہو گیا ہے پس حجاج نے حکم دیا کہ ابن قریہ کی گردن اُڑا دی جائے۔ پس جب حجاج نے ابن قریہ کو مقتول دیکھا تو اپنے فعل پر سخت نادم و پشیمان ہوا۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ابن قریہ کو ۸۴ھ میں قتل کیا گیا اس کا تفصیلی ذکر کتاب ''غایۃ الادب'' میں موجود ہے۔

ایک حکایت ''ابتلاء الاخیار بالنساء الاشرار'' کے مصنف نے ابو مسلم خراسانی کی خدمت میں ایک عمدہ گھوڑا پیش کیا۔ پس مسلم خراسانی نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ یہ عمدہ گھوڑا کس کام آتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ جہاد فی سبیل اللہ میں۔ ابو مسلم خراسانی نے کہا نہیں۔

ابو مسلم کے ساتھیوں نے کہا کہ دشمنوں کو ڈھونڈنے میں مدد دیتا ہے۔ ابو مسلم نے کہا نہیں۔ پس ابو مسلم کے ساتھیوں نے کہا ''اے امیر آپ ہی اس کے بارے میں وضاحت فرمائیے کہ یہ کس کام آتا ہے؟'' ابو مسلم نے کہا کہ یہ گھوڑا اس لیے ہے تاکہ آدمی اس پر سوار ہو۔ نیز یہ فاحشہ عورت اور برے پڑوسی سے بھاگنے کے کام بھی آتا ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ گھوڑوں میں بہترین گھوڑے ''صافنات'' ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی بہترین گھوڑوں کا یہی وصف بیان

فرمایا ہے۔ ''اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصَّافِنَاتِ الْجِيَادِ''

مفسرین نے اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے نماز فوت ہو جانے کی وجہ سے اپنے ایک ہزار گھوڑوں کو ذبح کر دیا تھا جس کے عوض اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس سے بھی بہتر بدلہ عطا فرمایا تھا یعنی ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا تھا جو صبح کے وقت ایک ماہ کی مسافت طے کرتی تھی اور شام کے وقت بھی ایک ماہ کی مسافت طے کرتی تھی۔

حضرت ابوقتادہؓ اور حضرت ابودھماءؒ جو کثرت سے بیت اللہ کی زیارت کے لیے سفر کرتے تھے فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک بدوی آیا اور اس نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے چند باتوں کی تعلیم دی جس میں سے ایک یہ بھی تھی کہ اگر تو اللہ تعالیٰ کے ڈر سے کسی چیز کو چھوڑ دے گا تو اللہ تعالیٰ تجھے اس سے بہتر چیز عطا فرمائے گا۔ (رواہ احمد)

امام نسائی نے اس حدیث کی تخریج کی ہے اور ابودہماء کا نام قرفہ بن بہیس ہے۔ امام بخاریؒ کے علاوہ دوسرے حضرات نے بھی ابودہماء سے حدیث روایت کی ہے۔ ثعلبی کہتے ہیں کہ گھوڑے کا گوشت حلال ہے نیز حضرت سلیمان علیہ السلام نے گھوڑے کو اللہ تعالیٰ کی قربت اور ثواب حاصل کرنے کے لیے ذبح کیا تھا۔

اسی طرح کی ایک اور مثال بھی ہے کہ حضرت ابوطلحہؓ ایک پرندہ کو دیکھنے میں مشغول ہو گئے تھے جس کی وجہ سے نماز میں تاخیر ہو گئی تو حضرت طلحہؓ نے اس کی تلافی کے لیے اپنا باغ صدقہ کر دیا تھا۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ''الصافن'' اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو تین ٹانگوں کے سہارے کھڑا ہو اور چوتھے پاؤں کا کھر صرف زمین پر لگا رہے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے کہ ؎

ألف الصفون فلا یزال کأنه　　　مما یقوم علی الثلاث کسیر

''بہترین قسم کے گھوڑے بندھے ہوئے ہیں اور ان کا تین پاؤں کے سہارے مسلسل کھڑے رہنا ان کے عمدہ نسل ہونے کی نشانی ہے۔''

اہل عرب گھوڑے کو اس کی عظمت کی بناء پر ''الخیر'' کے نام سے بھی پکارتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جن کو عموماً لوگ ''زید الخیل'' کے نام سے پکارتے تھے ''زید الخیر'' کہا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب گھوڑے پر سوار ہوتے تھے تو ان کے دونوں پاؤں زمین کی جانب لٹکے ہوئے ہوتے تھے۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پورا نام زید بن مھلھل بن زید طائی ہے ان کے پاس گھوڑوں کی کثرت تھی۔ حضرت زیدؓ کے پاس ہطال کمیت ورد کامل لاحق دموک کے علاوہ ہر قسم کے گھوڑے موجود تھے۔ حضرت زیدؓ قبیلہ طے کے ساتھ ۹ھ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تھا کہ تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں جن کی بناء پر اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم سے محبت کرتا ہے۔ ایک حیا اور دوسرا حلم۔ حضرت زیدؓ نے عرض کیا کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے ایسی

چیز عطا فرمائی جس کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے محبت فرماتے ہیں۔ ایک موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ سے فرمایا تھا کہ اے زید! بخار تمہاری ہلاکت کا باعث ہوگا۔ پس جب حضرت زیدؓ گھر واپس آئے تو انہیں بخار چڑھا اور اسی حالت میں آپ انتقال فرما گئے۔

حضرت ابن عباسؓ اور زہری فرماتے ہیں کہ **"مَسْحًابالسوق و الاعناق"** سے مراد شفقت اور محبت سے ہاتھ پھیرنا ہے یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام نے گھوڑوں کے ٹخنوں اور گردنوں پر محبت وشفقت کی وجہ سے ہاتھ پھیرا۔

بعض مفسرین کے نزدیک **"مَسْحًا بالسوق و الاعناق"** سے مراد گھوڑوں کو نہلانا ہے۔

امام ثعلبیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا گھوڑوں کے ٹخنوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ گھوڑے جہاد فی سبیل اللہ کے لیے خاص تھے۔ بعض اہل علم کا یہ قول ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے گھوڑوں کو قتل کر دیا تھا یہاں تک کہ ان میں سے صرف سو گھوڑے باقی رہ گئے تھے جن سے آج تک کی نسل چلی آتی ہے۔

علامہ دمیریؒ نے اس قول کی تردید کی ہے اور فرمایا ہے کہ یہ محال ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک کل بیس گھوڑے تھے جن کو شیطان دریا سے نکال لایا تھا اور ان کے پر بھی تھے۔ واللہ اعلم۔

نیز حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ قول کہ "اے اللہ! مجھے ایسی بادشاہت عطا فرما جو تو نے کسی کو عطا نہیں فرمائی" جمہور اہل علم کے نزدیک اس قول کا مطلب یہ ہے کہ انسانوں کے درمیان مجھے منفرد و ممتاز مقام عطا فرما تاکہ یہ میرا معجزہ ہو جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلیمان علیہ السلام جب بیت المقدس کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ مجھے ایسا حکم عطا فرما جو تیرے حکم سے ملتا ہو اور ایسی بادشاہت عطا فرما جو میرے بعد کسی کو نہ ملے اور یہ کہ اس مسجد میں داخل ہونے والے کا مقصد صرف اور صرف نماز ہو تو وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جائے جیسا کہ وہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلیمان علیہ السلام کی پہلی دو دعاؤں کو تو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیا تھا اور تیسری دعا کے متعلق بھی مجھے امید ہے کہ وہ بھی قبول ہوگئی ہوگی۔ (رواہ النسائی وابن ماجہ)

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ایک نبی دعا کر رہا ہے اور دوسرا نبی اس کی قبولیت کی امید کر رہا ہے پھر کیسے اللہ تعالیٰ ان دعاؤں کو قبول نہیں فرمائے گا۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے چھ سو کرسیاں بچھائی جاتی تھیں جن پر آپ جلوہ افروز ہو کر فیصلہ فرمایا کرتے تھے۔ پس سب سے پہلے اشراف انسان کا گروہ ہوتا، وہ آپ کے متصل بیٹھ جاتا پھر اشراف جن کی جماعت آتی وہ آپ کے متصل بیٹھ جاتی پھر پرندے آتے اور ان سب پر سایہ فگن ہو جاتے پھر تیز ہوائیں چلتیں، ان ہواؤں کی تیز رفتاری کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کیا ہے۔ **"غدوھا شھرا و رواحھا شھراً"**

"کہ صبح کے وقت وہ ایک مہینے کی مسافت طے کرتی اور شام کے وقت بھی ایک مہینے کی مسافت طے کرتی"

• چنانچہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے بادشاہت عطا فرمائی تو حضرت سلیمان علیہ السلام

نے ایک کرسی بنوانے کا فیصلہ کیا کہ جس پر آپ جلوہ افروز ہو کر جن وانس اور چرند و پرند کے جھگڑوں کا فیصلہ فرمائیں اور جس کو دیکھ کر باطل پرست اور جھوٹی گواہی دینے والے خوف زدہ ہو جاتے اور صرف سچی گواہی دیتے۔

پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ کرسی کو ہاتھی کے دانت سے بنوایا جائے جو موتی' یاقوت اور زمرد سے مرصع ہو۔ اس کرسی کے چاروں طرف سونے کے چار کھجور کے درخت لگائے جائیں جن کی شاخیں سرخ قیمتی پتھر کی اور سبز زمرد کی ہوں۔ دو درختوں پر سونے کے مور کی تصویر بنائی جائے اور دو کھجور کے درختوں پر سونے کے دو گدھ بنائے جائیں جو ایک دوسرے کے مقابل ہوں۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم کے مطابق کرسی کو تیار کیا گیا اور سونے کے دو شیر حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی کے پہلو میں رکھے گئے جن کے سروں پر سبز زمرد کے ستون نصب کیے گئے اور کھجور کے درختوں پر سونے کی انگور کی بیل لٹکائی گئی جس کے خوشے یاقوت کے تھے اور جس نے کھجور اور کرسی کو اپنے سایہ میں لے لیا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جب کرسی پر جلوہ افروز ہونے کا ارادہ فرماتے اور کرسی کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھتے تو کرسی چکی کی طرح تیزی سے گھومنے لگتی اور پرندے اپنے اپنے پروں کو پھیلا دیتے' شیر اپنے ہاتھوں کو دراز کرتے اور اپنی دُم کو زمین پر رکھتے۔ چنانچہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کرسی پر بیٹھ جاتے تو سونے کے دو گدھ جو کھجور کے درخت پر بنائے گئے تھے' وہ تاج اُٹھا کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے سر پر رکھ دیتے پھر اس کے بعد کرسی چکر کاٹنے لگتی اور اس کے ساتھ گدھ' مور اور شیر بھی گھومنے لگتے پھر حضرت سلیمان علیہ السلام تورات کی تلاوت فرماتے اور اس کے بعد فیصلہ فرماتے۔ نیز حضرت سلیمان علیہ السلام کے دائیں جانب بچھی ہوئی کرسیوں پر بنی اسرائیل کے شرفاء وعلماء تشریف فرما ہوتے۔ یہ کرسیاں سونے کی تھیں اور ان کی تعداد ایک ہزار تھی اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے بائیں جانب چاندی کی کرسیوں پر جنات کے شرفا تشریف فرما ہوتے اور ان کرسیوں کی تعداد بھی ایک ہزار ہی تھی پھر اس کے بعد پرندے تمام لوگوں پر اپنے پروں سے سایہ فگن ہوتے۔ پس لوگ اپنا اپنا مقدمہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے پیش کرتے۔ پس جب حضرت سلیمان علیہ السلام گواہ طلب فرماتے اور گواہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں گواہی دینے کے لیے حاضر ہوتے تو کرسی چکی کی طرح گھومتی اور شیر اپنے ہاتھوں کو پھیلاتے اور اپنی دُم کو زمین پر مارتے۔ نیز مور و گدھ بھی اپنے پروں کو پھیلاتے۔ پس اس کیفیت سے گواہی دینے والا خوف زدہ ہو جاتا۔ پس وہ سچی گواہی دیتا اور اس میں جھوٹ بولنے کی ہمت ہی نہ ہوتی۔ پس جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا وصال ہوا اور بخت نصر نے بیت المقدس کو فتح کر لیا تو وہ کرسی کو اُٹھا کر شہر "انطاکیہ" لے آیا اور اس نے کرسی پر بیٹھنے کا ارادہ کیا لیکن وہ کرسی پر بیٹھ نہ سکا۔ چنانچہ بخت نصر کی وفات کے بعد یہ کرسی بیت المقدس لائی گئی۔ پس کوئی بھی بادشاہ اس کرسی پر بیٹھنے پر قادر نہ ہو سکا۔ بخت نصر کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہ ان چار بادشاہوں میں سے تھا جنہوں نے اپنا پرچم پوری دنیا میں لہرایا۔ طبری کرتے ہیں کہ یہ بات صحیح نہیں ہے۔

مؤرخین اور اصحاب سیر نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد میں بنی اسرائیل کے ایک آدمی کا واقعہ لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک الحق نامی شخص تھا' اس کی ایک چچازاد بہن تھی جو خوبصورتی میں اپنی مثال آپ تھی۔ چنانچہ وہ آدمی اپنی چچازاد بہن کا عاشق ہو گیا اور اس سے شادی کر لی۔ پس کچھ دنوں کے بعد وہ لڑکی مر گئی۔ پس وہ آدمی اس لڑکی کی قبر سے چمٹ گیا اور رونے لگا

یہاں تک کہ ایک مدت گزر گئی۔ پس ایک دن وہاں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر ہوا تو وہ آدمی اس لڑکی کی قبر پر رو رہا تھا۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے فرمایا "اے الحق! کس چیز نے تجھے رُلایا ہے؟" پس اس آدمی نے کہا "اے روح اللہ! میری ایک چچازاد بہن تھی جس سے میں نے شادی کر لی تھی اور میں اس سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا اور وہ ہلاک ہوگئی ہے اور یہ اس کی قبر ہے اور میں اس کی جدائی پر صبر نہیں کر سکتا۔ تحقیق اس کی جدائی نے مجھے قتل کر دیا ہے۔" پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "کیا تو پسند کرتا ہے کہ میں اللہ کے حکم سے اسے زندہ کر دوں؟" اس آدمی نے جواب دیا "جی ہاں! اے روح اللہ!" پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس قبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا "اے صاحب قبر! اللہ کے حکم سے زندہ ہو جا" پس قبر پھٹ گئی اور اس سے ایک حبشی غلام جس کی آنکھ اور منہ سے آگ نکل رہی تھی "لا الہ الا اللہ عیسیٰ روح اللہ و کلمته وعبده ورسوله" کہتا ہوا نکلا۔ پس الحق نے کہا "اے روح اللہ! یہ میری بیوی کی قبر نہیں بلکہ وہ فلاں جگہ ہے" اس نے دوسری قبر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حبشی سے کہا کہ "تم اس طرف لوٹ جاؤ جہاں تم تھے۔" پس وہ مردہ ہو کر گر پڑا۔ پس آپ دوسری قبر پر آئے اور فرمایا کہ "اے صاحب قبر! اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا" پس ایک عورت اپنے بدن سے مٹی جھاڑتی ہوئی کھڑی ہوئی۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "اے الحق کیا یہ تمہاری بیوی ہے؟" اس آدمی نے کہا "جی ہاں! اے روح اللہ!" حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "اس کا ہاتھ پکڑ لے اور اسے لے جا" پس وہ شخص اسے اپنے ساتھ لے گیا۔ پس اس شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ "میں تمہارے فراق میں مسلسل جاگتا رہا ہوں اب میرا جی چاہتا ہے کہ کچھ دیر آرام کر لوں" اس کی بیوی نے کہا کہ "ٹھیک ہے آرام کر لو" پس وہ شخص اس لڑکی کی ران پر سر رکھ کر سو گیا۔ اس آدمی کے سونے کے دوران لڑکی کے پاس سے ابن الملک گزرا جو حسن و جمال میں اپنی مثال آپ تھا۔ پس جب لڑکی نے اس کو دیکھا تو وہ اس پر عاشق ہوگئی اور جب ابن الملک نے لڑکی کو دیکھا تو وہ بھی اس کی محبت میں گرفتار ہو گیا۔ لڑکی نے اس نوجوان سے کہا کہ مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو۔ پس اس نوجوان نے لڑکی کو اپنے بہترین گھوڑے پر سوار کر لیا اور اسے اپنے ساتھ لے گیا۔ پس جب لڑکی کا خاوند الحق بیدار ہوا تو اپنی بیوی کو نہ پا کر بہت پریشان ہو گیا۔ پس اس کی تلاش کے لیے نکلا اور گھوڑے کے آثار قدم دیکھ کر ان کے پیچھے پیچھے چلتا رہا۔ پس الحق نے ان دونوں کو تلاش کر لیا اور ابن الملک سے کہا کہ "تم میری بیوی میرے حوالے کر دو کیونکہ یہ میری بیوی ہی نہیں میرے چچا کی لڑکی بھی ہے" پس لڑکی نے اس کا انکار کیا اور کہا کہ "میں ابن الملک کی لونڈی ہوں" پس الحق نے کہا کہ تو میری بیوی ہے اور میری چچازاد بہن ہے۔" پس لڑکی نے کہا کہ "میں تجھے نہیں جانتی میں نہیں ہوں مگر ابن الملک کی لونڈی" پس ابن الملک نے الحق سے کہا کہ "کیا تو میری لونڈی سے جھگڑنا چاہتا ہے؟" پس الحق نے کہا "اللہ کی قسم! یہ میری بیوی ہے جس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے زندہ کیا ہے۔" پس یہ دونوں فریق آپس میں جھگڑ رہے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا "اے الحق! یہ تیری بیوی وہی ہے جس کو میں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ کیا تھا؟" الحق نے کہا "جی ہاں!" پس اس لڑکی نے کہا "اے روح اللہ! یہ جھوٹا ہے اور میں ابن الملک کی لونڈی ہوں" ابن الملک نے بھی کہا کہ "یہ میری لونڈی ہے" حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لڑکی سے فرمایا "کیا میں نے تجھے اللہ کے حکم سے زندہ نہیں کیا تھا؟" لڑکی نے جواب دیا "اللہ کی قسم! اے روح اللہ! آپ نے مجھے زندہ نہیں کیا" حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لڑکی سے فرمایا کہ "جو میں نے تجھے دیا تھا وہ مجھے لوٹا دے" پس وہ لڑکی مردہ ہو کر گر پڑی۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "جو شخص یہ

چاہے کہ وہ ایسے آدمی کو دیکھے جسے حالت کفر میں موت آئی پھر اللہ نے اس کو زندہ کر کے حالت ایمان میں اُٹھایا ہو تو وہ اس حبشی کو دیکھ لے اور جو اس کو دیکھنا چاہے جسے حالتِ ایمان پر موت نصیب ہوئی پھر اس کو اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا ہو لیکن پھر اس کو حالت کفر میں اُٹھا لیا ہو تو وہ اس لڑکی کو دیکھ لے۔" پس اسحٰق اسرائیلی نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ وہ کبھی بھی شادی نہیں کرے گا۔ اس حکایت میں عقل مندوں کے لیے عبرت ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے ایمان کی سلامتی اور اچھے خاتمہ کا سوال کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ اور ان کی آل کے وسیلہ و جمیلہ سے علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک واقعہ اور ذکر کر دیا جائے۔ بعض علماء عارفین نے کہا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہاڑ پر تشریف لے گئے۔ پس آپ نے وہاں دیکھا کہ ایک راہب عبادت کر رہا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ کثرت عبادت و مجاہدہ کی وجہ سے اس کا بدن لاغر و نحیف ہو چکا تھا۔ پس آپ نے اسے سلام کیا اور فرمایا کہ "تم اس گرجا میں کتنے دنوں سے ہو؟" پس اس راہب نے کہا کہ "میں ستر سال سے اس جگہ عبادت میں مصروف ہوں اور میرے دل میں ایک چیز کی تمنا ہے جو پوری نہیں ہوتی پس آپ میرے لیے دعا فرمائیں تو ممکن ہے میری دیرینہ خواہش پوری ہو جائے۔" پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "تیری کیا حاجت ہے؟" اس راہب نے کہا کہ "میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی محبت کا ایک ذرہ عطا فرما دے" پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ "میں تیرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا" پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رات کو دعا فرمائی۔ پس اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرما کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آگاہ کیا کہ "اے عیسیٰ! میں نے تیری دعا قبول کر لی۔" پس کچھ دنوں کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی جگہ سے گزرے پس آپ نے دیکھا کہ گرجا کھنڈر میں تبدیل ہو گیا ہے اور وہ زمین جس پر عبادت خانہ تھا' وہ شق ہو گئی ہے۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس زمین میں اُترے تو وہی عابد وہاں کھڑا تھا اس حال میں کہ اس کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں اور منہ کھلا ہوا تھا۔ پس آپ نے اسے سلام کیا لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام راہب کی اس حالت کو دیکھ کر متعجب ہوئے۔ پس غیب سے آواز آئی کہ "اے عیسیٰ! اس راہب نے ہم سے ایک ذرہ خالص محبت کا سوال کیا تھا۔ پس ہم جانتے تھے کہ یہ اس کو برداشت کرنے کی قوت نہیں رکھتا لیکن ہم نے آپ کی شفاعت و دعا کی وجہ سے اس کو خالص محبت کے ذرے کا ستر ہزارواں حصہ دیا اور اس کا یہ حال ہو گیا کہ جسے آپ دیکھ رہے ہیں۔ پس اگر ہم اس سے بھی زیادہ عطا فرماتے تو اس کا کیا حال ہوتا۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ خواص کی محبت کا ظہور ایسے ہی واقعات سے ہوتا ہے۔ جان لو کہ فنافی اللہ کے لیے محبت سب سے پہلی سیڑھی ہے اور محبت ہی وہ گھاٹی ہے جس کے ذریعے انسان محویت کی منزل تک پہنچتا ہے۔ تحقیق محققین کے اقوال اس سلسلے میں مختلف ہیں کہ ہر ایک نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق بیان کیا ہے اس مقام پر مختلف اقوال و عبارات کو نقل کر کے ان پر تبصرہ کرنا مناسب نہیں ہے اور نہ ہی اس کی گنجائش ہے۔ تحقیق ہم نے اپنی کتاب "جوہر الفرید" میں اس کے متعلق تفصیلی بحث کی ہے لیکن اس کے باوجود ہم یہاں پر اس کا خلاصہ پیش کرتے ہیں تا کہ قارئین اس سے محظوظ ہو سکیں۔

محبت کیا ہے؟ پس جان لے کہ محبت ہر حال میں چاہے غم ہو یا خوشی' نفع ہو یا نقصان' محبوب کی خواہش کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کا نام ہے۔

اسی مفہوم کو شاعر نے اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے ؎

وقف الھوی بی حیث أنت فلیس لی　　متأخر عنه ولا متقدم

''محبت نے مجھے جما کر کھڑا کر دیا ہے جہاں پر کہ تو ہے۔ پس اب میں نہ آگے بڑھ سکتا ہوں اور نہ پیچھے ہٹ سکتا ہوں۔''

اجدالملامة فی ھواک لذیذة　　حبا لذکرک فیلملنی اللوم

''میں تیرے عشق میں ملامت کو بھی لذیذ پاتا ہوں یہ تیرے ذکر کی محبت کی وجہ سے ہی تو ہے۔ پس اب ملامت کرنے والے جتنی چاہے ملامت کریں''

اشبھت اعدائی فصرت أحبھم　　اذاکان حظی منک حظی منھم

''رقیب میرے دشمن بن گئے پس میں ان کا دوست ہوگیا جب مجھے تم سے فائدہ مل رہا ہوتو وہ بھی تجھ سے فائدہ حاصل کر رہے ہیں''

فاھنتنی فاھنت نفسی صاغرا　　ما من یھون علیک ممن یکرم

''پس تو نے مجھے حقیر جانا تو میں نے اپنے آپ کو حقیر سمجھ لیا اس لیے کہ جسے تو حقیر سمجھے وہ مکرم کیسے ہوسکتا ہے''

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں جان لو کہ غیرت اوصاف محبت سے ہے۔ غیرت کی موجودگی میں عشق کو راز میں رکھنا ناممکن ہے۔ پس جن کی زبان اس مضمون کو بیان کرنے میں دراز ہو اور وہ رازوں کے کشف پر مصر ہو تو اسے محبت کا ذائقہ نصیب نہیں ہے۔ وہ صرف اپنے دل کی آسودگی کے لیے شہرت کر رہا ہے۔ پس اگر اسے حقیقی محبت کا ذائقہ نصیب ہوتا تو وہ تفصیل وتشریح کا محتاج نہ ہوتا اس لیے سچا عشق لفظوں سے نمایاں نہیں کیا جا سکتا بلکہ وہ تو اداؤں سے پکڑا جا سکتا ہے۔ نیز محبت کو محبوب کے علاوہ کوئی بھی نہیں سمجھ سکتا۔ تحقیق شاعر نے کہا ہے کہ ؎

تشیر فأدری ماتقول بطرفھا　　وأطرق طرفی عند ذاک فتفھم

''محبوبہ مجھے اشارہ دیتی ہے تو میں اس کے گوشہ چشم کے اشاروں کو سمجھ لیتا ہوں تو جواباً میں اپنی آنکھ بند کر لیتا ہوں تو محبوبہ میرے جواب کو سمجھ لیتی ہے''

تکلم منا فی الوجوه عیوننا　　فنحن سکوت والھوی یتکلم

''ہماری ملاقات کے وقت زبان کے بجائے آنکھیں گفتگو کرتی ہیں گویا کہ ہم خاموش ہیں اور محبت مصروف گفتگو ہے''

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ رہی عوام کی محبت تو وہ احسانات کی پیداوار ہے۔ نیز دوست کی راہ پر چلنے سے محفوظ ہوتی ہے اور دوست کی متعین کردہ منزل کی جانب بڑھنے سے نشوونما پاتی ہے۔ یہ محبت وساوس کی جڑیں کاٹ دیتی ہے اس میں محبوب کی خدمت سے لذت حاصل ہوتی ہے اور انسان کو مصائب پر صبر کا سلیقہ نصیب ہوتا ہے۔ پس عوام اسے ہی ایمان کی معراج قرار دیتے ہیں۔ پس صوفیاء کے نزدیک بندے سے جو عمل بھی سرزد ہوتا ہے وہ اس کی بندگی کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی میں مصروف رہے اور بندے کا منظور نظر فقط اللہ تعالیٰ ہی ہو اس سلسلہ میں نہ وہ نشان منزل کا طلب گار ہو اور نہ ہی اسے معبود حقیقی کی معرفت کے لیے دلائل کی ضرورت ہو۔

حکایت حضرت ابراہیم خواص فرماتے ہیں کہ میں سفر کر رہا تھا کہ مجھے پیاس محسوس ہوئی یہاں تک کہ پیاس کی شدت کی بناء پر میں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ پس تھوڑی دیر بعد میرے چہرے پر پانی گرا جس کی وجہ سے میں نے ٹھنڈک محسوس کی۔ پس میں نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ ایک خوبصورت نوجوان ہے جو عمدہ گھوڑے پر سوار ہے اس نے سبز رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں اور زرد رنگ کا عمامہ باندھا ہوا ہے اور اس کے ہاتھ میں پانی کا ایک پیالہ ہے۔ پس اس نے مجھے پانی پلایا اور کہا کہ میرے گھوڑے پر میرے پیچھے سوار ہو جائیے۔ پس میں ان کے پیچھے بیٹھ گیا۔ پس اس نے مجھے سلام کیا اور پوچھا کہ کہاں جانا چاہتے ہو؟ میں نے کہا کہ مدینہ منورہ اس نے کہا اُتر یئے یہی مدینہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کرنا کہ رضوان خازن جنت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کیا ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ بہت بڑی کرامت ہے' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے' اپنا فضل فرماتا ہے۔

الجواف

''الجواف'' یہ مچھلی کی ایک قسم ہے۔

الجوذر

''الجوذر'' (ذال کے ضمہ وفتحہ کے ساتھ) یہ جنگلی گائے کے بچے کو کہتے ہیں۔ شاعر نے کہا ہے کہ ؎

ان من يدخل الكنيسة يوما يلق فيها جاذرا وظباء

''جو شخص روزانہ گرجا گھر جائے گا تو ایک دن اسے وہاں پر حسین ہرنیاں اور خوبصورت جنگلی گائیں ملیں گی''

وبيض بالحاظ العيون كأنما هززن سيوفا واستللن خناجراً

''اور حسین وجمیل اور خوفناک آنکھوں والیاں گویا ایسی ہیں کہ انہوں نے اپنی آنکھوں میں تلواریں سونت رکھی ہیں اور اپنی آنکھوں کے خنجر سنبھال رکھے ہیں''

تصدين لی يوماً بمنعرج اللوىٰ فغادرن قلبى بالتصبر غادرا

''ایک دن اچانک وہ میرے سامنے ٹیلہ پر نمایاں ہوئیں پس انہوں نے میرے دل پر ڈاکہ ڈالا اور میری متاع صبر چرالی''

سفرن بدوراً وانتقبن أهلة ومسن غصوناً والتفتن جاذراً

''جب وہ سامنے آئیں تو یوں محسوس ہوتا تھا گویا کہ وہ چودھویں کا چاند ہیں اور جب نظروں سے اوجھل ہوئیں تو یوں محسوس ہوا کہ گویا وہ پہلے دن کا چاند ہیں''

واطلعن فى الاجياد بالدر أنجما جعلن لحبات القلوب ضرائرا

''وہ عمدہ قسم کے گھوڑوں کے ساتھ ظاہر ہوئیں گویا کہ ستاروں میں موتی اور انہوں نے اپنی محبتوں کے پھریرے قلب میں پیوست کردیئے''

الریح تعصف والاغصان تعتنق　　　والمزن باکیة والزھر مغتبق

''ہوائیں چلتی ہیں تو شاخیں ایک دوسرے سے بغل گیر ہوتی ہیں اور بادل رو پڑتے ہیں اور کلیاں کھل پڑتی ہیں''

کانما اللیل جفن والبروق له　　　عین من الشمس تبدو ثم تنطبق

''گویا کہ رات اس کی آنکھوں کا غلاف ہے اور اس کی نگاہوں کی چمک سورج کی شعاعیں ہیں' کبھی ظاہر ہوتی ہیں اور کبھی چھپ جاتی ہیں''

تبدت فھذا البدر من خجل بھا　　　وحقک مثلی فی دجی اللیل حائر

''محبوبہ سامنے آئی تو چودھویں کا چاند بھی شرما گیا اور حقیقت یہ ہے کہ میں تو اندھیروں میں ہی بھٹکتا رہا ہوں''

وماست فشق الغصن غیظاً جیوبه　　　ألست تری أوراقه تتناثر

''اور جب وہ مجھ سے ملی تو اس نے غیظ کی وجہ سے میرا گریبان چاک کر دیا کیا' تو دیکھتی نہیں کہ غیض وغضب کی چنگاریاں بکھر گئی ہیں''

وفاحت فألقی العود فی النار جسمه　　　کذا نقلت عنه الحدیث المجامر

''اور اس کی خوشبو پھیلی گویا عود کی لکڑیوں کی آگ میں ڈال دیا گیا ہو اور اس طرح یہ داستان مشہور ہو گئی''

وقالت فغار الدر واصفر لونه　　　کذالک مازالت تغار الضرائر

''اور جب وہ بولی تو موتی گہرائی میں چلے گئے لیکن ان کا رنگ ظاہر ہو گیا اسی طرح سوکنیں ایک دوسرے پر ہمیشہ غیرت کرتی ہیں''

بادر اذا حاجة فی وقتھا عرضت　　　فللحوائج أوقات وساعات

''جب حاجت درپیش ہو تو اسے پیش کرو کیونکہ ضرورتوں کے اوقات اور متعین ساعتیں ہوتی ہیں''

ان أمکنت فرصة فانھض لھا عجلا　　　ولا تأخر فللتأ خیر آفات

''اگر فرصت مل جائے تو اس سے فائدہ اُٹھانے میں جلدی کرو کیونکہ تاخیر سے بہت سی آفات درپیش ہوتی ہیں''

أماتری الغیث کلما ضحکت　　　کماثم الزھر فی الریاض بکیٰ

''کیا تو نے بادلوں کو نہیں دیکھا کہ جب وہ ہنستے ہیں تو غنچے باغات میں رو پڑتے ہیں''

کالحب یبکی لدیه عاشقه　　　وکلما فاض ومعه ضحکا

''جیسا کہ عاشق سوز عشق میں روتا ہے اور عاشق کے رونے پر عشق اس پر ہنستا ہے''

لحی الله امرا اولاک سرا　　　فبحت به وفض الله فاہ

''اللہ تعالیٰ تجھے مزید نعمتوں کے ساتھ قائم و دائم رکھے کیونکہ تو نے شاعر کی سرگرمیوں کو زندہ رکھا ہے''

لانک بالذی استودعت منه　　　انم من الزجاج بما وعاہ

''کیا تو وہ نہیں ہے کہ جس نے ساغر کو لبریز کیا اور پھر چھلکنے لگا''

ینم بسر مستوعیه سرا　　　کما نم الظلام بسر نار

''تو نے راز کو راز رکھنے کی کوشش کی جیسا کہ تاریکیاں آگ کو ڈھانپ لیتی ہیں''

أنم من النصول علی مشیب ومن صافی الزجاج علی عقار

"تیر اس سے زیادہ کارگر اور خالص شراب کے پیالوں سے زمین کے حق میں بڑھ کر جوادوسخی"

علی بن اسحق شاعر کی وفات ۳۰۱ھ میں ہوئی اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔

الجوزل

"الجوزل" (جیم پر پیش ہے) یہ کبوتری کے بچہ کو کہتے ہیں اس کی جمع "جوازل" آتی ہے اس کا مفصل بیان "لفظ قطاۃ" کے عنوان میں آئے گا۔ شاعر نے کہا ہے کہ ؂

یاابنة عمی لا احب الجوزلا ولا احب فرصک المفلفلا

"اے میرے چچا کی بیٹی میں کبوتر کے بچے کو پسند نہیں کرتا اور تیرے ناز ونخرے کو بھی پسند نہیں کرتا"

وانما احب ظبیا اعبلا وربما سمی الشاب جوزلا

"میں صرف اور صرف چوکڑی بھرنے والی ہرن کو پسند کرتا ہوں اور کبھی کبھی نوجوان کا نام بھی "جوزل" رکھ دیا جاتا ہے"

الجیال

"الجیال" یہ بجو کو کہا جاتا ہے۔

شرعی حکم | اس کا شرعی حکم "باب الضاد" میں آئے گا۔

امثال | اہل عرب کہتے ہیں "أنبش من جیال" (فلاں "بجو" سے بھی زیادہ چور ہے) کیونکہ بجو قبروں میں داخل ہو جاتا ہے اور مردوں کا کفن نکال لیتا ہے۔

ابو جرادة

"ابو جرادة" یہ ایک پرندہ ہے جسے اہل عراق "باذنجان" کہتے ہیں اور اہل شام کے نزدیک اس پرندے کا نام "بصیر" ہے۔

خواص | اس پرندے کا گوشت بواسیر والے مریض کے لیے مفید ہے۔ واللہ اعلم



باب الحاء

حائم

"حائم" کالے رنگ کے کوے کو کہا جاتا ہے۔

مرقش نے کہا ہے کہ ؎

ولقد غدوت و کنت لا　　　أغدو علی واق[1] و حائم [2]

''اور تحقیق میں صبح ہی صبح چلا حالانکہ میں صبح سویرے چلنے کا عادی نہیں تھا اور میں حیران و پریشان گھومتا رہا''

فاذا الا شائم کالا یامن　　　والایامن کاالاشائم

''پس میں نے عجیب منظر دیکھا کہ بدنصیب گویا کہ خوش نصیب ہیں اور خوش نصیب گویا کہ بدنصیب ہیں''

و کذاک لا خیرو لا　　　شرعلی أحد بدائم

''اور میں نے اس سے یہ محسوس کیا کہ خیر اور شر دائمی چیزیں نہیں ہیں''

عنقریب انشاء اللہ ''باب الواؤ'' میں ان اشعار کی تفصیل آئے گی۔ ''الحائم'' سیاہ رنگ کے کوے کو ''غراب البین'' بھی کہا جاتا ہے۔اس کی تفصیل ''باب الغین'' میں آئے گی۔

الحارية

"الحارية" اس سے مراد چتکبرہ سانپ ہے۔ تحقیق اس کا بیان ''باب الھمزۃ'' میں گزر چکا ہے۔

الحباب

"الحباب" سانپ کو کہتے ہیں۔ جوہری کہتے ہیں اصل میں ''الحباب'' شیطان کا نام ہے چونکہ سانپ کو بھی شیطان کہتے ہیں اس لیے اس کا نام ''الحباب'' رکھ دیا گیا ہے۔

حضرت سعید بن مسیبؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک انصاری کا نام تبدیل کیا کیونکہ اس کا نام "الحباب" تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''الحباب'' شیطان کا نام ہے۔ (الحدیث)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے ''باب تغییر الاسم'' میں لکھا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عاص، عزیز، عتلہ، شیطان، حکم، غراب، شہاب اور حباب وغیرہ کے ناموں کو تبدیل فرمایا اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس شخص کا نام تبدیل فرمایا ان میں

---

[1] الواق: کوا۔ اور بقول بعض لٹورا۔ الوتوق۔ ایک قسم کا پرندہ جو اپنے انڈے خود نہیں سیتا بلکہ دوسرے پرندوں کے گھونسلے میں رکھ دیتا ہے۔ اس کی بہت سی قسمیں ہیں۔ (مصباح اللغات صفحہ ۹۲۲)

[2] المنجد صفحہ ۱۸۷ پر ''الحائم'' کی بجائے ''الحاتم'' ہے جس کا معنی کالا کوا کئے گئے ہیں۔ انگریزی۔ ''Crow'' ''Raven'' (کتابستان انگلش ... ڈکشنری صفحہ ۵۰۰)

عبداللہ بن عبداللہ بن ابی سلول ہیں جن کا نام "الحباب" تھا۔ پس نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا نام عبداللہ تجویز کیا اور ان کے والد "ابوالحباب" کی کنیت سے پکارے جانے لگے۔ (رواہ ابوداؤد)

الحبتر

"الحبتر" لومڑی کو کہا جاتا ہے اس کا تفصیلی بیان "باب الثاء" میں گزر چکا ہے۔

الحبث

"الحبث" سانپ کو کہا جاتا ہے۔ یہ سانپ ڈسنے میں بہت ماہر ہوتا ہے اور اس کا زہر بہت مہلک ہوتا ہے۔ عنقریب انشاء اللہ اس کا تفصیلی ذکر اسی باب کے آخر میں آئے گا۔

حباحب

"حباحب" جگنو (بروزن حد احد) یہ مکھی کی طرح کا ایک جانور ہے جس کے دو پر ہوتے ہیں اور رات میں چمکتا ہے۔ گویا کہ وہ آگ کی چنگاری ہے۔

امثال | اہل عرب کہتے ہیں "**اضعف من نار الحباحب**" (فلاں چیز اس روشنی سے بھی کمزور ہے جو جگنوں کے پروں میں ہوتی ہے۔)

جوہریؒ فرماتے ہیں "حباحب" نا قابلِ انتفاع آگ ہے۔ یہ جگنو کے لیے بطورِ استعارہ استعمال کرتے ہیں۔ نیز "حباحب" کو "قطرب" بھی کہا جاتا ہے جیسا کہ ابن بیطار وغیرہ نے تحریر کیا ہے۔ "صحاح" میں ہے کہ "قطرب" ایک پرندہ ہے۔

شرعی حکم | جگنو کا کھانا حرام ہے اس لیے کہ یہ حشرات الارض میں سے ہے۔

اَلْحُبَارٰی [1]

"اَلْحُبَارٰی" یہ ایک مشہور و معروف پرندہ ہے جسے "سرخاب" کہا جاتا ہے۔ "اَلْحُبَارٰی" اسم جنس ہے اس کا اطلاق مذکر و مؤنث پر یکساں ہوتا ہے۔ نیز جمع و واحد کے لیے بھی یہی لفظ مستعمل ہے۔ قیاسی طور پر اس کی جمع "حباریات" بھی ہو سکتی ہے۔

جوہری کہتے ہیں کہ نحوی اعتبار سے "حبارٰی" میں الف نہ تانیث کا ہے اور نہ الحاق کا۔ کیونکہ کلمہ کی اساس اسم پر رکھی گئی ہے اس لیے کلمہ کا جزو بن گیا ہے۔ جوہری کہتے ہیں کہ "حبارٰی" معرفہ و نکرہ دونوں حالتوں میں غیر منصرف ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ جوہری کا یہ کہنا کہ "الحبارٰی" میں الف نہ تانیث کا ہے اور نہ الحاق کا یہ ان کی سخت بھول ہے بلکہ "الحبارٰی" کا الف تانیث کے لیے ہے جیسے "سمانٰی" میں ہے۔ نیز اگر اس کا الف تانیث کے لیے نہ ہوتا تو یہ منصرف پڑھا جاتا۔ اہل مصر "الحبارٰی" کو "جرج" کہتے ہیں۔ یہ اڑنے میں بہت تیز ہوتا ہے اور سنگلاخ علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ "الحبارٰی" کے پر اُکھاڑ لینے سے یا خود بخود گر جانے سے اس کی خوبصورتی میں کمی واقع ہو جاتی ہے اور یہ اسی صدمہ کی وجہ سے ہلاک ہو جاتا ہے۔

[1] انگریزی۔ "Ruddy goose" (کتابستان انگلش اردو ڈکشنری صفحہ ۳۷۹)

سرخاب کی گردن لمبی اور رنگ بہت دلکش ہوتا ہے۔ سرخاب کے پیٹ میں ایک قیمتی موتی ہوتا ہے اگر وہ خارج ہو جائے تو سرخاب اپنے پروں کو اُکھاڑ دیتا ہے۔ جس کے باعث سرخاب کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ شاعر نے کہا ہے کہ ؎

وهم تركوك اسلح من حبارىٰ　　رأت صقرا و أشرد من نعام

''اور انہوں نے مجھے چھوڑ دیا اس حال میں کہ سرخاب سے بھی زیادہ پریشان کہ ایک جانب وہ دیکھ رہا ہے کہ شکرہ اس پر حملہ آور ہے اور دوسری طرف وہ گھبرایا ہوا شتر مرغ ہے''

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں ''سرخاب'' کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ شکار کرتا ہے لیکن خود شکار نہیں ہوتا۔

حدیث شریف میں ''الحباریٰ'' کا تذکرہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کسی آدمی سے سنا کہ ظالم نہیں ہلاک ہوتا مگر اپنے آپ سے۔ پس حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس نے جھوٹ کہا۔ نیز فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے سرخاب بنی آدم کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک ہوتا ہے۔ (رواہ البیہقی)

امام ثعلبی نے سورۂ فاطر کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جب زمین پر گناہوں کی کثرت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ بارش کو روک لیتا ہے جس کی وجہ سے غلہ میں کمی واقع ہو جاتی ہے اور یہ حیوانات کی موت کا سبب بن جاتا ہے۔ شاعر نے کہا ہے کہ ؎

يسقط الطير حيث يلنقط الحب　　وتغشى منازل الكرماء

''پرندہ وہیں گرتا ہے جہاں اسے دانہ نظر آتا ہے اور پھر وہ شریف لوگوں کے مقام کو چھپا لیتا ہے''

سرخاب پرندوں میں سب سے زیادہ حیلہ باز ہوتا ہے اور اپنے رزق کے حصول کے لیے طرح طرح کے مکر وفریب کرتا ہے لیکن اس کے باوجود اس کی موت بھوک کی وجہ سے آتی ہے۔ سرخاب کے بچے کو ''لیل ونہار'' کہا جاتا ہے۔ شاعر نے کہا ہے کہ ؎

ونهاراً رأيت منتصف الليل　　وليلا رَأيتُ وسط النهار

''اور میں نے آدھی رات میں دن دیکھا ہے اور مجھے دن کے نصف حصہ میں رات دکھائی دی''

الحکم سرخاب کا کھانا حلال ہے کیونکہ یہ پاکیزہ جانور ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے غلام یزید بن عمر کہتے ہیں کہ ان کے دادا نے رسول اللہؐ کے ساتھ سرخاب کا گوشت کھایا ہے۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی)

امام ابو عیسیٰ ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں **"اكمدمن الحبارىٰ"** (فلاں شخص سرخاب سے زیادہ غمگین ہے) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ ہر جانور اپنی اولاد سے پیار کرتا ہے یہاں تک کہ سرخاب بھی جس کی حماقت ضرب المثل ہے۔

اہلِ عرب خوف ورنج کے وقت کہتے ہیں ''اصلح من الحباریٰ'' (یعنی سرخاب سے زیادہ بزدل) اور امن کے وقت کہتے ہیں ''اصلح من الدجاج'' اور یہ مثال بھی دیتے ہیں کہ **''الحبارىٰ خالة الكروان''**[1] (سرخاب کروان کی خالہ ہے)

[1] الکرون: ایک پرندہ بھورے رنگ کا۔ لمبی چونچ کا۔ اور کہا جاتا ہے کہ وہ رات کو سوتا نہیں اور اس کا نام ایسا رکھا گیا ہے جو ضد پر دلالت کرتا ہے۔ اس وجہ سے کہ کریٰ کے معنی نیند کے ہیں۔ (مصباح اللغات صفحہ ۷۳۵)

خواص | سرخاب کا گوشت نہ تو مرغ کی طرح زود ہضم اور نہ بطخ کی طرح دیر سے ہضم ہونے والا بلکہ سرخاب کا گوشت معتدل ہوتا ہے اس کی تاثیر گرم وتر ہے اس کا گوشت جس ریح کے لیے مفید اور روجع مفاصل وجع قولنج کے لیے نقصان دہ ہے۔ نیز اس کا گوشت بلغم پیدا کرتا ہے اگر سرخاب کے گوشت میں دارچینی زیتون اور سرکہ شامل کرلیا جائے تو اس کا ضرر ختم ہو جاتا ہے۔ سرخاب کا گوشت سرد مزاج والے آدمی کے لیے مفید ہے بالخصوص سردیوں میں یا سرد علاقوں میں اس کے گوشت کا استعمال بے حد مفید ہے۔

امام قزوینی فرماتے ہیں کہ سرخاب کے پوٹہ میں ایک چھوٹا سا پتھر ہوتا ہے اگر کسی کو کثرت احتلام کی شکایت ہو تو اس پتھر کو اپنے پاس رکھ لے یہ شکایت دور ہو جائے گی اگر اس پتھر کو اسہال والا مریض اپنے پاس رکھے تو شفایاب ہو جائے گا اگر یہ پتھر اس شخص کے دل پر لٹکا دیا جائے جسے نیند زیادہ آتی ہے تو اس کی نیند میں کمی واقع ہو جائے گی۔

ہرمس ارسطاطالیس کہتے ہیں کہ سرخاب کا بیضہ جس میں مذکر کے جراثیم ہوں بالوں پر لگایا جائے تو بالوں کو سیاہ کر دیتا ہے جس کا ایک سال تک رنگ زائل نہیں ہوسکتا اگر اس بیضہ میں مؤنث کے جراثیم موجود ہوں تو یہ بالوں کو سیاہ نہیں کرتا۔ نیز یہ معلوم کرنا کہ بیضہ میں مذکر کے جراثم ہیں یا مؤنث کے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ سوئی کے ذریعے سے دھاگہ انڈے میں داخل کر کے دیکھ لیا جائے اگر دھاگہ کالا ہو گیا تو سمجھ لیجیے کہ بیضہ میں مذکر کے جراثیم ہیں ورنہ نہیں۔

تعبیر | سرخاب کی خواب میں تعبیر سخی مرد سے دی جاتی ہے۔

الحبرج

"الحبرج" نر سرخاب کو کہا جاتا ہے۔ نیز اس کے بچے کو "سحبور" کہا جاتا ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ "سحبور" ایک بحری پرندہ ہے۔

الحبرکی

"الحبرکی" چیچڑی[1] کو کہا جاتا ہے۔ خنساء شاعرہ نے کہا ہے کہ ؎

قلست بموصع تدی حبرکی   أبوهٔ من بنی جشم بن بکر

"پس میں چیچڑی کو دودھ نہیں پلاؤں گی کیونکہ ان کا باپ قبیلہ بنو جشم بن بکر سے ہے"

"الحبرکی" کے مؤنث کے لیے "الحبرکات" کے الفاظ مستعمل ہیں۔ ابوعمرو جرمی کہتے ہیں کہ "الحبرکی" میں الف تانیث کے لیے ہے جس کی وجہ سے اسے غیر منصرف پڑھا جائے گا۔ نیز چھوٹے ہاتھ والے آدمی کو بھی "الحبرکی" سے تشبیہ دیتے ہیں۔

الحبلق

"الحبلق" بکری کے بچے کو "الحبلق" کہا جاتا ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ "الحبلق" سے مراد نحیف ولاغر بدن والی بکریاں ہیں۔

[1] چیچڑی: Tick (کتابستان انگلش اردو ڈکشنری صفحہ ۲۵۱)

حبیش

''حبیش'' جوہری کہتے ہیں کہ یہ بلبل کی مانند ایک پرندہ ہوتا ہے۔

الحجر

''الحجر'' گھوڑی کو کہتے ہیں' یہ اسم لفظ مؤنث کے لیے خاص ہے اس لیے تاء تانیث کو ساتھ نہیں ملایا گیا اس کی جمع ''احجار'' اور ''حجور'' آتی ہے۔ افزائش نسل کے لیے جو گھوڑی ہوتی ہے اس کو ''احجار الخیل'' کہا جاتا ہے۔

''الحجر'' کا حدیث شریف میں تذکرہ حضرت عمرو بن شعیب بواسطہ والد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ گھوڑوں اور خچروں میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ (کامل ابن عدی)

مندرجہ بالا حدیث میں لفظ ''الحجر'' کے بجائے ''حجرۃ'' کا استعمال ہوا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ''الحجر'' کے ساتھ تاء تانیث کو بھی ملایا جا سکتا ہے لیکن مستدرک میں ابوزرعہ اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھوڑوں کے لیے ''فرس'' کا لفظ استعمال فرمایا کرتے تھے۔

''الحجر'' کے طبی فوائد اور شرعی حکم گھوڑی کے خواص اور شرعی حکم گھوڑے کی مانند ہے۔ عنقریب انشاء اللہ ''باب الخاء'' میں اس کا مفصل بیان آئے گا۔

التعبیر گھوڑی کی خواب میں تعبیر نیک وشریف عورت سے دی جاتی ہے اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ گھوڑی پر سوار ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی نیک عورت کے ساتھ شادی کرے گا اور اگر گھوڑی پر زین ولگام لگا ہوا ہو تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ مرد ایسی عورت سے نکاح کرے گا جس کی عصمت محفوظ نہیں ہوگی یا وہ کسی غیر متعلق امور میں ملوث ہوگی۔ سفید گھوڑی کو خواب میں دیکھنا حسب ونسب والی عورت کی علامت ہے' سرخ رنگ کی گھوڑی کو خواب میں دیکھنا حسین وجمیل عورت کی طرف اشارہ ہے' پیلے رنگ والی گھوڑی کو خواب میں دیکھنا مریضہ عورت کی طرف اشارہ ہے۔ اسی طرح کالے رنگ کی گھوڑی کو خواب میں دیکھنا مال دار عورت کی طرف اشارہ ہے' سبز رنگ کی گھوڑی کو خواب میں دیکھنا بھی مال دار عورت کی طرف اشارہ ہے۔ اور کبھی گھوڑی کی تعبیر موسم وسال سے بھی دی جاتی ہے۔ پس موٹی گھوڑی کو خواب میں دیکھنا سرسبز وشادابی کی طرف اشارہ ہے۔ نیز دبلی پتلی لاغر گھوڑی کو خواب میں دیکھنا قحط سالی کی جانب اشارہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الحجروف

''الحجروف'' ابن سیدہ کہتے ہیں کہ یہ ایک جانور ہے جس کی ٹانگیں لمبی اور جسامت میں چیونٹی سے بڑا ہوتا ہے۔

الحجل[1]

''الحجل'' (نر چکور) واحد کے لیے ''حجلۃ'' کے الفاظ مستعمل ہیں اس کی جمع ''حجلی'' بروزن ''فعلی'' آتی ہے۔ یہ دو

[1] الحجل: چکور (مصباح اللغات صفحہ ۱۳۸) اردو، چکور۔ بنگالی، جرکور۔ بلوچی۔ ککو۔ پشتو، زرک۔ پنجابی، چوکور۔ سندھی، چکور۔ کشمیری، ککو۔ (ہفت زبانی لغت صفحہ ۲۵۱)

لفظوں کی جمع ہے ایک "حجلۃ" کی "تحجلی" اور دوسرے "ظربیٰ" کی جمع "ظربان" آتی ہے۔ "ظربان" سے مراد وہ کیڑا ہے جو ہوا میں اُڑتا ہے۔ عنقریب اس کی تفصیل "باب الظاء" میں انشاء اللہ آئے گی۔ "الحجل" کبوتر کے برابر اور "قطاء" کی مانند ایک پرندہ ہے جس کی چونچ سرخ ہوتی ہے اس پرندہ کو "دجاج البر" بھی کہا جاتا ہے۔ اس پرندہ کی دو قسمیں ہیں ایک نجدی دوم تہامی

پس نجدی سبز رنگ کا پرندہ ہے جس کی ٹانگیں سرخ ہوتی ہیں اور تہامی میں سبز و سفید دونوں رنگ پائے جاتے ہیں۔ ان پرندوں کے بچے پروں سمیت معرضِ وجود میں آتے ہیں اس پرندہ کی خاص صفت یہ ہے کہ جب اس کی مادہ حاملہ ہونا چاہتی ہے تو مٹی میں لیٹ جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ حاملہ ہو جاتی ہے۔

بعض حضرات کے نزدیک یہ اپنے نر کی آواز سن کر حاملہ ہو جاتی ہے جس وقت (مادہ) انڈے دے کر فارغ ہو جاتی ہے تو نر انڈوں کو نر جانور سیتا ہے اور مادہ انڈوں کو مادہ سیتی ہے اور بچوں کی پرورش میں بھی یہی انداز اپنایا جاتا ہے۔ توحیدی کہتے ہیں کہ اس قسم کے پرندے کی عمر بیس سال ہوتی ہے۔ نیز یہ پرندے اپنے گھونسلے بھی علیحدہ علیحدہ بناتے ہیں۔ نر کے لیے علیحدہ گھونسلا ہوتا ہے اور مادہ کے لیے علیحدہ گھونسلا ہوتا ہے۔ اس قسم کے پرندے کی عادت یہ ہے کہ یہ پرندہ اپنے ہم شکل پرندوں کے گھونسلوں میں جا کر ان کے انڈے سیتا ہے۔ پس جب بچے پیدا ہو کر اُڑنے کے قابل ہوتے ہیں تو وہ اپنی ماں سے آ کر مل جاتے ہیں۔ یہ پرندہ اُڑنے میں بہت تیز ہوتا ہے یہاں تک کہ انسان بھی اس کا ادراک نہیں کر سکتا۔ حتیٰ کہ گوپھن (جس سے پتھر یا کنکر پھینکے جاتے ہیں) سے بھی نکل جاتا ہے۔ نر جانور مادہ کے سلسلہ میں انتہائی غیور ہوتا ہے۔ پس جب دو نر جمع ہو جائیں تو وہ مادہ کے حصول کیلئے آپس میں لڑ پڑتے ہیں۔ چنانچہ غالب مغلوب کو ہلاک کر دیتا ہے۔ یہ پرندہ اپنے ہم شکل کی آواز سے دھوکہ دیتا ہے۔ اس لئے شکاری اس کو اپنے ساتھ رکھتے ہیں تاکہ اس کی آواز کے ذریعے سے دوسرے پرندوں کا شکار کر سکیں۔ جب اس پرندہ کے پاس انڈے ختم ہو جائیں تو یہ دوسرے پرندوں کے گھونسلوں میں گھس کر ان کے انڈے چرا لیتا ہے اور ان کے انڈے سیتا ہے۔

فائدہ "کتاب النشوان" اور "تاریخ النجار" میں ابو نصر محمد بن مروان جعدی کا یہ واقعہ منقول ہے کہ ابو نصر ایک کردی کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا۔ دستر خوان پر مختلف قسم کے کھانوں میں دو بھنے ہوئے چکور بھی تھے۔ پس کردی نے چکور کو اپنے ایک ہاتھ سے اٹھایا اور ہنسنے لگا۔ پس ابو نصر محمد بن مروان نے ہنسنے کی وجہ پوچھی۔ کردی نے کہا کہ میں جوانی میں چوری کیا کرتا تھا۔ پس ایک دن میں نے اپنا نشانہ ایک تاجر کو بنایا اور اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو تاجر گریہ وزاری کرنے لگا۔ پس مجھے تاجر پر رحم آیا تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔ پس وہ تاجر اچانک دو چکوروں کی جانب متوجہ ہوا جو پہاڑ پر موجود تھیں۔ تاجر نے ان سے کہا کہ تم گواہ رہنا یہ شخص مجھے ظلماً قتل کر رہا ہے۔ پس میں نے اسے قتل کر دیا۔ پس جب اس دستر خوان پر میں نے ان دو چکوروں کو دیکھا تو مجھے تاجر کی حماقت پر ہنسی آ گئی جو دو چکوروں کو اپنے قتل پر گواہ بنا رہا تھا۔ پس ابن مروان نے یہ بات سننے کے بعد کہا اللہ کی قسم! تیرے خلاف راہزنی کے معاملہ میں ہم گواہ ہیں۔ پھر اس کے بعد ابن مروان نے کردی کی گردن اڑانے کا حکم دے دیا۔

چکور کا شرعی حکم: چکور کا کھانا اجماعی طور پر حلال ہے۔

عنقریب انشاء اللہ ''فی النحام فی باب النون'' میں یہ حدیث آئے گی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک بھنا ہوا پرندہ پیش کیا گیا وہ ''حجل'' تھا جس کو ''نحام'' بھی کہا جاتا ہے۔ نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت بھی ''حجلۃ'' کے انڈے کے برابر تھی۔

بیہقی نے ''دلائل النبوۃ'' میں واقدی کے حوالہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب صحابہ کرامؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے متعلق شک میں مبتلا ہو گئے۔ کچھ کہتے کہ آپ کی وفات ہوگئی ہے اور بعض کہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت واقع نہیں ہوئی۔ پس حضرت اسماء بنت عمیسؓ نے اپنا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے درمیان ڈالا۔ پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے جا چکے ہیں۔ تحقیق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے درمیان تھی، اٹھالی گئی ہے۔ پس مہر نبوت کا اٹھایا جانا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی علامت تھی۔ حضرت اسماء بنت عمیسؓ حضرت جعفر بن ابی طالب کی بیوی تھیں۔ حضرت جعفر کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے ان سے نکاح کیا جس سے محمد بن ابی بکرؓ پیدا ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ نے ان سے نکاح کیا اور محمد بن ابوبکرؓ اس وقت چھوٹے تھے اس لئے حضرت علیؓ نے ان کی پرورش کی۔

فائدہ حضرت وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں جتنے بھی انبیاء کرام تشریف لائے ہیں سب کی علامت نبوت داہنے ہاتھ پر تھی سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت دونوں شانوں کے درمیان تھی۔ حضرت علیؓ اہل عراق سے فرمایا کرتے تھے اے احمقو بظاہر تو تم انسان معلوم ہوتے ہو لیکن تمہارے پاس عقل نام کی کوئی چیز نہیں۔ (المستدرک)

بعض اوقات حضرت علیؓ یہ اشعار پڑھتے تھے۔

وأنت الذی حببت کل قصیرۃ　　الی فلا تدرک نداک القصائر

''اور تو وہ شخص ہے جو ہر گناہ کو پسند کرتا ہے اور میرے ساتھ ہر زیادتی کو جائز سمجھتا ہے۔''

عنیت قصیرات الحجال ولم أرد　　قصار الخطا شر النساء البحائر

''میری مراد وہ برائیاں ہیں جو تم میرے ساتھ کر رہے ہو اور نہ کہ وہ برائیاں جو عورتوں میں پائی جاتی ہیں۔''

مہر نبوت کے متعلق تفصیلی بیان انشاء اللہ ''باب الکاف'' میں لفظ ''الکرکی'' کے ضمن میں آئے گا۔

امثال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چکور کو بطور مثال بیان فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''**اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَدْعُوْا قُرَیْشًا وَقَدْ جَعَلُوْا طَعَامِیْ طَعَامَ الْحَجَلِ**''

از ہریؒ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ قریش میری دعوت کو قبول نہیں کرتے اور لوگوں کی بہت قلیل تعداد دین اسلام کو قبول کر رہی ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن بندہ سے سب سے پہلے نماز کے متعلق سوال ہوگا۔ پس جس کی نماز درست ہوگی تو اس کے تمام اعمال درست ہوں گے اور جس کی نماز ناقص و بیکار ہوگی اس کے تمام اعمال

بیکار ہو جائیں گے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز میں کندھوں کو ملا کر کھڑے ہوا کرو کیونکہ شیطان صفوں میں داخل ہو جاتا ہے جس طرح "حجل" چکور داخل ہو جاتی ہے اور داہنی صف بائیں صف سے بہتر ہے۔

(رواہ ابوالقاسم الاصبہانی فی کتاب الترغیب والترہیب)

خواص چکور کا گوشت معتدل، جید اور جلدی ہضم ہونے والا ہوتا ہے۔ چکور کا گوشت گرم ہوتا ہے لیکن گھبراہٹ کو دور کر دیتا ہے۔ چکور کے پتہ کو آنکھوں میں بطور سرمہ استعمال کرنے سے آنکھوں کا دھندلا پن دور ہو جاتا ہے۔ چکور کے پتہ کو ہر ماہ ایک مرتبہ ناک میں ڈالنے سے ذہن میں تیزی پیدا ہوتی ہے اور نسیان کی شکایت ختم ہو جاتی ہے۔ نیز قوت بینائی میں اضافہ ہوتا ہے۔ مختار بن عبدون کہتے ہیں کہ چکور کا انڈا مرغی کے انڈا سے زیادہ لذیذ ہوتا ہے۔ کیونکہ اس سے معتدل غذا بنتی ہے۔ نیز یہ معتدل مزاج کے موافق ہو جاتا ہے۔ چکور کا انڈا مرغی کے انڈا کے مقابلہ میں زود ہضم ہوتا ہے۔ سب سے زیادہ خوش ذائقہ وہ انڈا ہوتا ہے جس کو جوش مارتے ہوئے پانی میں چھوڑ دیا جائے اور اس میں تھوڑا سا سرکہ ملا دیا جائے۔ بھنا ہوا انڈا نقصان دہ ہوتا ہے۔ مثانہ میں پتھری پیدا کرتا ہے اور قولنج کی بیماری پیدا کرتا ہے۔ اس کے برعکس ابلا ہوا انڈا بھنے ہوئے انڈے کے مقابلے میں زود ہضم اور مفید ہوتا ہے۔ اگر چکور کے انڈے کو زیرہ یا نمک یا جنگلی پیاز کے عرق میں ملا کر استعمال کیا جائے تو آنتوں کے مروڑ اور پیٹ کے تمام دردوں سے نجات حاصل ہو جائے گی۔

التعبیر چکور کی خواب میں تعبیر عام طور پر مرد و عورت سے دی جاتی ہے۔ نیز کبھی اس سے مراد اولاد کی محبت ہوتی ہے۔

اَلْحِدَأۃُ [1]

"اَلْحِدَأۃُ" چیل کو "اَلْحِدَأۃُ" کہا جاتا ہے۔

یہ پرندوں میں رذیل ترین پرندہ ہے۔ اس کی کنیت "ابوالخطاف" اور "ابوالصلت" ہے۔ اگر اس کو حاء کے زبر کے ساتھ پڑھا جائے تو اس صورت میں اس کے معنی "دوسروالی کدال" کے ہوں گے اور تحقیق حدیث میں لفظ "حدیا" بروزن "ثریا" اور "حدایاۃ" بغیر ہمزہ کے استعمال ہوا ہے۔ نیز بعض روایات میں ہمزہ کے ساتھ "حدیئۃ" آیا ہے۔ گویا کہ یہ "حداءۃ" کی تصغیر ہے۔

حدیث میں ہے کہ چت کور یہ سانپ اور چیل کو ہلاک کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں "الحداۃ" کی ۃ کو واؤ میں بدل دیا جیسے "الافعی" میں ہوا۔ اصمعی کہتے ہیں کہ "الحداۃ" کی جمع "حدا" ہے۔ ابن قتیبہ نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اس کی جمع کے لئے حدان کے الفاظ مستعمل ہیں۔ جوہریؒ کہتے ہیں کہ اس کی جمع عنب کی طرح ہے اور عنبۃ انگور کے دانہ کو کہتے ہیں۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ جمع بنانے کا یہ طریقہ نادر ہے۔ عام طور پر اس قاعدہ کی روح سے جمع بناتے ہیں جیسے قرد سے جمع قردۃ اور خیل سے خیلۃ وغیرہ۔ واحد کے لئے درج ذیل الفاظ مستعمل ہیں۔ جیسے عنبۃ، التولۃ، الطیبۃ، الخیرۃ، الطیرۃ۔

---

[1] اَلْحِدَأۃُ: چیل۔ عوام خدیۃ کہتے ہیں۔ (مصباح اللغات صفحہ ۱۴۰)
اردو، چیل۔ بنگالی، چیل۔ بلوچی، جِل۔ پشتو، ٹپس۔ پنجابی، اِلّ۔ سندھی، سرن۔ کشمیری، گانٹھ۔ (ہفت زبانی لغت صفحہ ۲۶۴)
انگریزی۔ Kite (کتابستان انگلش اردو ڈکشنری صفحہ ۲۶۷)

چیل کی خصوصیات چیل عام طور پر دو انڈے دیتی ہے لیکن بعض اوقات تین انڈے بھی دیتی ہے۔ چیل کے انڈے سینے کی مدت بیس دن ہے۔ اس کے بعد انڈوں میں سے بچے پیدا ہو جاتے ہیں۔ چیل کا رنگ کالا یا گندمی ہوتا ہے۔ چیل پرندے کا شکار نہیں کرتی۔ بلکہ اس کو اچک لیتی ہے نیز یہ پرندہ بہت کمی کے ساتھ اڑتا ہے۔ چیل کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ یہ اپنے پڑوسی کا بہت خیال رکھتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر اس کا پڑوسی ہلاک ہو جائے تو اس کے بچوں کے ساتھ دشمنی نہیں رکھتی۔ بلکہ ان کی پرورش کرتی ہے۔

ایک عجیب وغریب واقعہ اخبار و آثار کے راویوں نے نقل کیا ہے کہ یہ پرندہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے شکاری پرندوں میں سے تھا اور اس پرندہ کی مونث کی ایک صفت بیان کی جاتی ہے کہ وہ جفتی کے وقت چلاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ چیل کے نر پرندہ نے ایک دفعہ اپنی مادہ کے ساتھ جفتی کی۔ جس سے بچہ پیدا ہوا لیکن اس نے بچے کا انکار کر دیا۔ پس ماں نے یہ مقدمہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی عدالت میں پیش کیا اور کہا کہ اس بچہ کے والد نے میرے ساتھ جفتی کی جس کی وجہ سے یہ پیدا ہوا لیکن وہ اس کا انکار کرتا ہے۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے نر پرندے سے فرمایا کہ تیرا موقف کیا ہے؟ پس اس نے کہا کہ اے اللہ کے نبی یہ جنگلوں میں پھرتی ہے لیکن دوسرے جانوروں سے پرہیز نہیں کرتی۔ پس میں نہیں جانتا۔ یہ بچہ مجھ سے ہے یا کسی اور سے۔ راوی کہتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام نے بچے کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے بچہ کو والد کے مشابہ پایا۔ پس آپؑ نے فرمایا کہ یہ بچہ تیرا ہے اور بچہ اس کے ساتھ کر دیا۔ پھر مادہ کو حکم دیا جب تیرا شوہر تجھ سے جفتی کرے تو اسے اپنے اوپر قدرت نہ دینا۔ یہاں تک کہ دوسرے پرندوں کو گواہ نہ بنالو۔ پس اسی وقت سے اس کی یہ عادت ہوگئی۔ جب نر اپنی مادہ کے ساتھ جفتی کرتا ہے تو مادہ چیختی ہے اور کہتی ہے اے پرندو! تم گواہ رہو۔ یہ میرے ساتھ جفتی کر رہا ہے اور مادہ چیختے وقت قرآن کریم کی آیت کا یہ ٹکڑا پڑھتی ہے۔ "**کُلُّ شَیْءٍ هَالِکٌ اِلَّا وَجْهَهٗ**" چیل کی یہ عادت ہے کہ وہ بائیں طرف سے شکار کرتی ہے۔ یہاں تک کہ بعض آدمی کہتے ہیں کہ چیل ایک طرف سے اندھی ہوتی ہے۔ اسی لئے یہ بائیں طرف سے شکار کرتی ہے۔ امام قزوینیؒ نے کہا ہے کہ چیل ایک سال مذکر ہوتی ہے اور ایک سال مونث۔

حدیث شریف میں "چیل" کا تذکرہ صحیح بخاری میں ہے کہ ایک اعرابیہ جو ازواج مطہرات کی خدمت میں رہتی تھی۔ وہ اکثر یہ اشعار پڑھتی تھی۔

ویوم الوشاح من اعاجیب ربنا — علی انه من ظلمة الکفر نجانی

"اور جس دن ہار گم ہو گیا وہ عجیب وغریب دن تھا کہ اس دن میرے رب نے مجھے کفر کے اندھیروں سے نجات دی۔ (یعنی ایمان کی دولت عطا فرمائی۔"

پس حضرت عائشہؓ نے اس سے پوچھا۔ یہ شعر جو میں نے تجھ سے سنا ہے اس کا کیا مطلب ہے۔ اس عورت نے جواب دیا کہ ایک دن میں اپنے خاندان کی ایک دلہن دیکھنے گئی۔ وہ غسل کرنے کے لئے غسل خانے میں داخل ہوئی۔ پس اس نے زیورات اتار کر رکھ دیئے۔ پس ایک چیل آئی اور زیورات کی سرخی کو دیکھ کر اٹھا کر لے گئی۔ پس جب اہل خانہ نے زیورات کو غائب پایا تو مجھ پر شک و شبہ کرنے لگے۔ پس انہوں نے میری تلاشی لی۔ یہاں تک کہ میری شرمگاہ کو بھی ٹٹولا۔ پس میں نے اللہ سے اپنی برأت کی دعا کی۔ پس وہ چیل آئی اور اس نے زیورات کو ان کے سامنے گرا دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ اعرابیہ کہتی ہے کہ میں نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھا کر "**یاغیاث المستغیثین**" کہا۔ پس ابھی میں نے یہ الفاظ مکمل نہیں کئے تھے کہ چیل آئی اور اس نے زیورات کو گرادیا۔ پس اے ام المومنین! اگر آپ اس وقت میری حالت کو دیکھ لیتی تو ضرور میری رہائی کی کوشش کرتی۔ پس میں نے اس واقعہ کو شعر کی صورت میں یاد کر لیا اور اس کو پڑھ کر اللہ کا شکرادا کرتی ہوں۔

حافظ نسفی نے اپنی کتاب "فضائل الاعمال" میں یہ واقعہ تحریر کیا ہے کہ عاصم بن ابی النجود فرماتے ہیں کہ میں ایک دن فقر و فاقہ و تنگدستی میں مبتلا ہو گیا۔ پس میں اپنے بعض دوستوں کے پاس آیا اور ان کے سامنے اس کا تذکرہ کیا۔ پس میں نے ان کے چہروں پر ناپسندیدگی کے آثار دیکھے جس کا مجھے بہت دکھ ہوا۔ پس میں ان کے ہاں سے نکلا اور صحرا کی طرف نکل گیا۔ پس میں نے صلوٰۃ حاجت پڑھی۔ پھر میں نے سجدہ میں نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ یہ دعا مانگی۔ "**یَا مُسَبِّبَ الْاَسْبَابِ یَا مُفَتِّحَ الْاَبْوَابِ یَاسَامِعَ الْاَصْوَاتِ یَامُجِیْبَ الدَّعْوَاتِ یَا قَاضِیَ الْحَاجَاتِ اِکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ**" عاصم بن ابی النجود کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم ابھی میں نے سجدہ سے سر بھی نہیں اٹھایا تھا کہ کسی چیز کے گرنے کی آواز محسوس ہوئی۔ پس میں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ چیل نے سرخ تھیلی پھینکی ہے۔ پس میں نے اس تھیلی کو اٹھایا تو اس میں اسی (۸۰) دینار اور روئی میں لپٹا ہوا قیمتی پتھر تھا۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں نے قیمتی پتھر ایک کثیر رقم کے عوض فروخت کر دیا اور دینار اپنے پاس رکھ لئے۔ پس میں نے دینار کے ساتھ ضرورت کی دوسری اشیاء خریدیں اور اللہ تعالیٰ کا شکرادا کیا۔ (فضائل الاعمال)

قشیریؒ نے اپنے رسالہ کے آخری باب "کرامات الاولیاء" میں لکھا ہے کہ شبل مروزی نے ایک دن نصف درہم کا گوشت خریدا۔ پس اس کو چیل نے چھین لیا۔ چنانچہ شبل مروزی مسجد میں داخل ہوئے اور نماز کے بعد دعا مانگی۔ پس جب وہ گھر کی طرف لوٹے تو ان کی زوجہ محترمہ نے ان کی خدمت میں گوشت پیش کیا۔ پس انہوں نے اپنی بیوی سے فرمایا کہ یہ گوشت کہاں سے آیا ہے؟ پس ان کی بیوی نے جواب دیا کہ دو چیل آپس میں اس گوشت کی وجہ سے جھگڑ رہی تھیں تو ان سے گر گیا۔ پس شبل نے کہا تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس نے اپنے بندے شبل کو یاد رکھا اگرچہ شبل نے اللہ کے ذکر میں غفلت کی اور اپنے رب کو بھول گیا۔ (کرامات الاولیاء)

حضرت عثمان بن عفانؓ فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے پاس گوشت تھا کہ اچانک ایک چیل آئی اور گوشت چھین کر لے گئی۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے چیل کیلئے بددعا فرمائی۔ پس اس چیل کے حلق میں ہڈی اٹک گئی اور اس کی موت واقع ہو گئی۔ (المجالسۃ للدینوری)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ایک دن اپنے مریدین کو نصیحت فرما رہے تھے اور تند و تیز ہوا چل رہی تھی۔ پس آپ کی مجلس پر سے ایک چیل گزری جو چلا رہی تھی۔ پس حاضرین کو چیل کی چیخ و پکار پر تشویش ہوئی۔ پس شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا اے ہوا اس چیل کی گردن اڑا دے۔ پس اسی وقت چیل کا سر ایک طرف اور جسم دوسری جانب گر پڑا۔ پس حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کرسی سے اٹھے اور چیل کے سر اور جسم کو اپنے ہاتھ میں لیا اور "**بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ**" پڑھی۔ پس وہ چیل زندہ ہو کر اڑ گئی اور یہ کیفیت لوگوں نے اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کی۔

چیل کا شرعی حکم چیل کا گوشت کھانا حرام ہے کیونکہ یہ ان پانچ محرمات میں سے ہے جن کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ خطابی کہتے ہیں اس سے مراد اس کے گوشت کی حرمت ہے۔ عنقریب انشاء اللہ "باب الفاء" میں اس کی تفصیل آئے گی۔

حضرت حفصہؓ اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ ایسے بدترین جانور ہیں جنہیں مقامات حل وحرم دونوں میں قتل کر دیا جائے اور ایک روایت میں ہے کہ (۱) چیل (۲) چتکبرا کوا (۳) بچھو (۴) چوہا (۵) پاگل کتا۔ اگر ان پانچ جانوروں کو حالت احرام میں قتل کر دیا جائے تو قتل کرنے والے پر کوئی کفارہ نہیں ہے۔ (رواہ البخاری ومسلم)

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان پانچ جانوروں کو قتل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہر موذی جانور کو اذیت پہنچانے سے قبل قتل کر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ پس اس صورت میں (۱) چیتا (۲) بھیڑیا (۳) باز (۴) بھڑ (۵) مچھر (۶) کھٹمل (۷) پسو (۸) مکھی (۹) چیونٹی وغیرہ کو قتل کر دینے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

امام رافعیؒ فرماتے ہیں کہ موذی جانوروں میں سانپ، بھیڑیا، شیر، گدھ اور عقاب وغیرہ کو حالت احرام میں قتل کرنا مستحب ہے۔ ان کی تفصیل "باب الصاد" میں آئے گی۔

امثال اہل عرب کسی کو چوکنا ہوشیار کرنے کیلئے یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ "**حَدَاۃٌ حَدَاۃٌ وَرَاءَ کَ بندقه**" (اے چیل، اے چیل! تیرے پیچھے بندوق کی گولی ہے۔) حضرت ابوعبیدہ فرماتے ہیں کہ یہ مثال کسی کو چوکنا کرنے کیلئے استعمال کی جاتی ہے۔ نیز "بندقۃ" سے مراد بندوق کی گولی ہے۔

خواص (۱) چیل کے پتہ کو سایہ میں خشک کر کے شیشہ کے برتن میں بھگو کر کسی بھی زہریلے جانور کے ڈسنے کی جگہ ایک قطرہ ٹپکانے سے اس کے زہریلے اثرات ختم ہو جاتے ہیں۔ اگر اسی پتہ کو پیس کر بطور سرمہ آنکھوں میں استعمال کریں۔ اگر داہنی طرف کاٹا ہو تو تین سلائی بائیں آنکھ میں لگائیں اور اگر بائیں طرف کاٹا ہو تو تین سلائی دائیں آنکھ میں لگائیں۔ انشاء اللہ شفا نصیب ہوگی۔

(۲) اگر چیل کے پتہ کو باریک پیس کر سانپوں کے سوراخوں میں چھڑک دیا جائے تو تمام سانپ ہلاک ہو جائیں گے۔

(۳) ضیق النفس (دمہ) کے مریض کیلئے چیل کے خون کو معمولی سے مشک یا عرق گلاب میں ملا کر استعمال کرنا بہت زیادہ فائدہ مند ہے۔

(۴) اگر چیل کے پتہ کو کسی گھر میں لٹکا دیا جائے تو اس گھر میں سانپ اور بچھو وغیرہ داخل نہیں ہوتے۔

التعبیر چیل کو خواب میں دیکھنا جنگ کی طرف اشارہ ہے۔ چونکہ اہل عرب اس کو بطور ضرب المثل بیان کرتے ہیں کہ "**حداۃ حداۃ وراء ک بندقه**" (اے چیل، اے چیل! تیرے پیچھے بندوق کی گولی) اس ضرب المثل کا پس منظر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ "حداۃ" اور "بندقہ" دو قبیلے تھے۔ ایک موقع پر "حداۃ" قبیلہ نے "بندقہ" پر حملہ کر کے اسے شکست سے دوچار کر دیا تو دوسری مرتبہ "بندقہ" نے "حداۃ" کو شکست دیدی۔

بعض اہل علم کے نزدیک "حداۃ" سے مراد چیل اور "بندقہ" سے مراد شکاری ہے۔ بعض اوقات چیل کو خواب میں دیکھنے سے فاسق شخص یا زانیہ عورت کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ نیز چیلوں کی جماعت دیکھنا چوروں اور راہزنوں کی طرف اشارہ ہے۔

ابن الدقاق کہتے ہیں کہ چیل کو خواب میں دیکھنا کبھی ظالم بادشاہ کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے۔ اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس نے چیل کو پکڑ لیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے شخص کے ہاں بچہ پیدا ہوگا جو بالغ ہونے سے قبل بادشاہ ہوجائے گا۔ نیز اگر اس شخص کے ہاتھ سے چیل اڑ گئی تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ پیدا ہونے والا بچہ فوت ہوجائے گی۔ ارطامیدورس فرماتے ہیں کہ چیل کو خواب میں دیکھنے سے بعض اوقات چور اور راہزن کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

الحذف

''الحذف'' یہ بھیڑ کے چھوٹے بچوں کو کہا جاتا ہے۔ چنانچہ نماز کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''لَا یَتَخَلَّلُکُمُ الشَّیْطَانُ کَاَنَّھَا حَذَفٌ'' وَفِیْ رِوَایَۃٍ کَاَوْلَادِ الْحَذَفِ'' (تمہیں شیطان خلل میں نہ ڈالے گویا کہ وہ بھیڑ کے بچے ہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''اولاد حذف'' سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے مراد بھیڑ کے بچے ہیں۔

اَلْحُرُّ

''اَلْحُرُّ'' یہ لفظ مختلف معنوں میں مستعمل ہے۔ مثلاً اصیل گھوڑا، کبوتر کا بچہ، نر قمری، ہرن کا بچہ، سانپ کا بچہ، شکرہ، باز وغیرہ۔ ابن سیدہ کہتے ہیں کہ ''اَلْحُرُّ'' سیاہ وسفید داغ والا چھوٹا سا جانور ہوتا ہے۔ اس جانور کی دم چھوٹی ہوتی ہے اور اس کے مونڈھے اور سر بڑا ہوتا ہے۔ اس جانور کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ سبزہ میں شکار کرتا ہے۔

اَلْحِرْبَاء

''اَلْحِرْبَاء'' (گرگٹ) اس کی کنیت ''ابوخجادب'' ''ابوزندیق'' ''ابوالشقیق'' اور ''ابوقادم'' ہے۔ اس کو ''جمل الیھود'' بھی کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ پیچھے بیان ہو چکا ہے۔ امام قزوینیؒ نے اپنی کتاب ''عجائب المخلوقات'' میں لکھا ہے کہ گرگٹ پیدائشی طور پر سست رفتار ہوتا ہے اور چونکہ زندہ رہنے کے لئے ہر جاندار کیلئے رزق کا حصول واستعمال ضروری ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو عجیب وغریب انداز پر پیدا فرمایا ہے تاکہ یہ بغیر حرکت کے اپنا رزق حاصل کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے گرگٹ کو یہ صلاحیت عنایت فرمائی ہے کہ گرگٹ بغیر محنت ومشقت کے اپنی آنکھیں چاروں طرف گھما سکتا ہے۔ یہاں تک کہ جس درخت پر ہوتا ہے اسی کا رنگ بدل لیتا ہے کہ شکاری محسوس ہی نہیں کرسکتا کہ اس درخت پر کوئی جانور ہے۔ گرگٹ شکلیں اور رنگ بدلنے میں ضرب المثل ہے۔

چنانچہ گرگٹ جب خطرہ محسوس کرتا ہے تو یہ مختلف رنگ وشکلیں اختیار کرلیتا ہے۔ گرگٹ کے اس تغیر وتبدیل کو دیکھ کر ہلاک کرنے والا شخص خوفزدہ ہوجاتا ہے۔ پس جب گرگٹ کو بھوک محسوس ہوتی ہے تو یہ شکار کے قریب جاکر برق رفتاری سے اس کو اچک لیتا ہے۔ پھر اپنے رنگ اس طرح تبدیل کرلیتا ہے۔ گویا کہ وہ درخت کا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے گرگٹ کی زبان لمبی بنائی ہے جس کی وجہ سے گرگٹ تین بالشت دوری پر واقع چیز کا شکار کرلیتا ہے۔ گرگٹ جسامت کے لحاظ سے چھپکلی سے بڑا ہوتا ہے۔ گرگٹ سورج کے ساتھ گردش کرتا رہتا ہے اور اس کی حرارت سے اپنے رنگ تبدیل کرتا رہتا ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ گرگٹ لال، پیلا، سبز اور

مختلف رنگ اختیار کرلیتا ہے۔ مونث گرگٹ کو ''ام حبین'' کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع ''الحرابی'' اور ''حرباء'' آتی ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کا اپنے بھتیجے سے جھگڑا ہوگیا۔ پس وہ مقدمہ حضرت امیر معاویہؓ کی عدالت میں پہنچا۔ پس اس شخص نے اپنے بھتیجے کے خلاف دلائل پیش کئے۔ پس حضرت امیر معاویہؓ نے اس شخص سے فرمایا کہ تم اس طرح ہو جیسے شاعر نے کہا ہے

انی أتیح له حرباء تنضبة لا یرسل الساق الاممسکا ساقا

''میں اس کے سامنے اس گرگٹ کی طرح آتا ہوں جو درخت کی شاخوں پر اپنے رنگ بدلتا رہتا ہے۔''

(گویا کہ یہ شخص بھی دلیل پر دلیل پیش کررہا ہے جیسے گرگٹ مسلسل رنگ بدلتا ہے)

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ لفظ ''الساق'' سے مراد درخت کی شاخیں ہیں۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ آدمی دلیل پر دلیل پیش کئے جارہا ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ گرگٹ کا دوسرا نام ''حرباء الظهیرة'' ہے۔ گرگٹ ابتداء میں چھپکلی کی طرح گندمی رنگ کا ہوتا ہے۔ پس جب گرگٹ بڑا ہوتا ہے تو اس کا یہ رنگ ختم ہوجاتا ہے۔ گرگٹ ہمیشہ سورج کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے۔ پس جب سورج طلوع ہوتا ہے تو گرگٹ اس کو غور سے دیکھتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ جب سورج بلند ہوجاتا ہے تو گرگٹ کسی بلند چیز یا درخت پر چڑھ کر سورج کو دیکھتا ہے۔ پس جب سورج گرگٹ کے سر کے اوپر آجاتا ہے تو گرگٹ کی کیفیت کچھ اس طرح کی ہوجاتی ہے گویا کہ وہ اندھا ہو۔ نیز اس کیفیت کی بناء پر گرگٹ پاگل ہوجاتا ہے۔ پس گرگٹ اس کے باوجود بھی سورج کی تلاش میں رہتا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد گرگٹ مغرب کی جانب رخ کر کے سورج کو دیکھتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہوجاتا ہے۔ پس جب سورج غروب ہوجاتا ہے تو گرگٹ اپنی خوراک کی تلاش میں نکل جاتا ہے۔ یہاں تک کہ صبح طلوع ہوجاتی ہے۔ ماہرین حیوانات وطبیعات نے گرگٹ کو مجوسی کہا ہے۔ گرگٹ کی زبان جو تین بالشت لمبی ہوتی ہے اور جس کی وجہ سے یہ دور ہی سے شکار کرلیتا ہے اس کے حلق میں لپٹی ہوئی ہوتی ہے۔ مادہ گرگٹ کو ''ام حبین'' کہا جاتا ہے۔ اس کا مفصل بیان انشاء اللہ اس باب کے آخر میں آئے گا۔

تحقیق ابونجم شاعر نے اپنے بعض اشعار میں گرگٹ کو ''شقی'' کے نام سے موسوم کیا ہے۔ حالانکہ کسی بھی لغت میں گرگٹ کا نام ''شقی'' نہیں ہے۔ گرگٹ کو ''شقی'' صرف اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ سورج کا استقبال کرتا ہے۔ گرگٹ انتہائی چالاک جانور ہے۔ گرگٹ سورج کی حرارت سے اپنا رنگ بدلنے کے ساتھ ساتھ شکاری کے قبضہ میں نہیں آتا اور فوراً دوسری شاخ پر پہنچ جاتا ہے۔ گرگٹ بچھڑے کے سر کی مانند مچھلی کے مشابہ ہوتا ہے اور چھپکلی کی طرح اس کی چار ٹانگیں ہوتی ہیں۔ شیخ جمال الدین ابن ہشام فرماتے ہیں کہ گرگٹ کی شکل وصورت اونٹ کے کوہان کی مانند ہوتی ہے اور یہ مختلف رنگ تبدیل کرتا رہتا ہے۔ گرگٹ جس درخت پر رہتا ہے۔ اسی جیسا رنگ اختیار کرلیتا ہے۔ گرگٹ کی کنیت ''ابوقرہ'' ہے۔ پس جب گرگٹ کے قریب کوئی مکھی وغیرہ آتی ہے تو اس کو اچک لیتا ہے۔ تحقیق اس سے قبل امام قزوینیؒ نے اس کا ذکر کردیا ہے۔

الحکم ''الروضة'' میں ہے کہ گرگٹ چھپکلی کی اقسام میں سے ہے۔ اس لئے اس کا کھانا حرام ہے۔ امام جاحظ اور امام جوہریؒ فرماتے ہیں کہ گرگٹ چونکہ ''ام حبین'' کا مذکر ہے اس لئے اس کا کھانا حلال ہے کیونکہ ''ام حبین'' کا کھانا حلال ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ گرگٹ کو اس لئے حرام نہیں کیا گیا کہ یہ چھپکلی کی اقسام میں سے ہے بلکہ گرگٹ کے اندر حرمت کی علت موجود ہے۔ کیونکہ یہ زہریلا جانور ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں "قَالُوْا فُلَانٌ يَتَلَوَّنُ تَلَوُّنَ الْحِرْبَاء" (فلاں شخص مسلسل اس طرح رنگ بدل رہا ہے جیسے گرگٹ رنگ تبدیل کرتا ہے۔)

یہ مثال اس شخص کیلئے استعمال کی جاتی ہے جو ایک حالت پر قائم نہ رہے۔

اسی طرح اہل عرب کہتے ہیں "اَجْوَدُ مِنْ عَيْنِ الْحِرْبَاء" (گرگٹ کی آنکھ سے زیادہ سخی) "وَاَحْزَمُ مِنَ الْحِرْبَاء" (گرگٹ سے زیادہ محتاط) "حزم" کے معنی احتیاط اور کسی بھی کام کرنے سے پہلے غور وفکر کرنے کے لئے آتے ہیں۔

خواص گرگٹ کا خون آنکھوں کی پلکوں کے بال اکھاڑ کر بالوں کی جڑوں میں لگانے سے بال دوبارہ نہیں اگتے۔ اگر کسی شخص کی بینائی کمزور ہو اور آنکھ میں دھندلا پن ہو تو گرگٹ کا پتہ آنکھ میں بطور سرمہ استعمال کرنے سے بینائی کی قوت میں اضافہ ہوتا ہے اور آنکھ کا دھندلا پن ختم ہو جاتا ہے۔ اگر کسی کے سر میں پھوڑے پھنسیاں ہوں تو گرگٹ کی چربی کو لوہے کے برتن میں گرم کر کے خون اور پانی بقدر چربی ملا کر پھوڑے پھنسیوں پر لگانے سے انشاء اللہ شفا نصیب ہوگی۔

التعبیر خواب میں گرگٹ کو دیکھنا ایسے ذہین حکمران کی طرف اشارہ ہے جس کو معزول کرنا ممکن نہ ہو۔ کیونکہ گرگٹ کی عادت یہ ہوتی ہے کہ وہ سورج کے ساتھ ساتھ رہتا ہے اس سے الگ نہیں ہوتا۔ خواب میں گرگٹ کو دیکھنے کی تعبیر کبھی بادشاہ کی خدمت کی طرف اشارہ ہوتا ہے نیز بعض اوقات دین میں فتنہ کی جانب اشارہ ہوتا ہے۔ خواب میں گرگٹ کی تعبیر کبھی مجوسی عورت سے دی جاتی ہے اور کبھی جنگ کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ اسی طرح خواب میں گرگٹ کی تعبیر کبھی میت پر نوحہ خوانی کی علامت ہوتی ہے۔

اَلْحِرْذُوْنَ

"اَلْحِرْذُوْنَ"[1] گوہ کی مانند ایک جانور کو کہا جاتا ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک "حرذون" سے مراد مذکر "گوہ" ہے کیونکہ گوہ کی طرح اس کے بھی دو ذکر (آلۂ تناسل) ہوتے ہیں۔ یہ زہریلا جانور ہے۔ یہ عموماً بند عمارتوں میں پایا جاتا ہے۔ اس جانور کے انسانوں کی طرح ہاتھ ہوتے ہیں لیکن اس کی کھال میں برص نہیں ہوتا۔ جس طرح چھپکلی کی کھال میں برص ہوتا ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہی ہے کہ یہ جانور گوہ نہیں ہے بلکہ گوہ کی مانند ایک جانور ہے۔

الحکم اس جانور کا شرعی حکم یہ ہے کہ یہ جانور زہریلا ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔

خواص اس جانور کے طبی خواص کے متعلق ارسطو نے لکھا ہے کہ اگر کوئی "حرذون" کی چربی اپنے جسم پر مالش کر لے اور پھر مگرمچھ سے مقابلہ کرے تو مگرمچھ اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ جنگلی گدھا اگر اس جانور کی چربی کی بو سونگھ لے تو وہ اس کے قریب نہیں آتا۔ اگر کوئی آدمی اس جانور کی کھال کو جلا کر اپنے جسم پر مالش کر لے تو چوٹ کا درد ختم ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ اس کے بدن کے ٹکڑے

[1] گوہ "Iguana" (کتابستان انگلش اردو ڈکشنری صفحہ ۵۳۲)

ٹکڑے بھی کر دیئے جائیں تب بھی اسے محسوس نہ ہوگا۔ چنانچہ چور اور راہزن اسی طرح کرتے ہیں۔ اس لئے انہیں مار پیٹ کا احساس نہیں ہوتا۔ گوہ کی قسم کا یہ جانور بچھو کو قتل کر دیتا ہے۔ اس جانور کی چربی کو کالے کپڑے میں لپیٹ کر چوتھیا بخار والے آدمی کے گلے میں ڈالنے سے بخار ختم ہو جاتا ہے۔

التعبیر: اس جانور کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر طمع وحرص کی طرف اشارہ ہے۔ نیز کبھی بھول ونسیان کی جانب بھی اشارہ ہوتا ہے۔

الحرشاف یا الحرشوف

"الحرشاف یاالحرشوف" اس سے مراد دبلی پتلی ٹڈیاں ہیں۔ اس کا واحد "حرشافہ" ہے۔ اس ٹڈی کا گوشت کثرت سے کھایا جاتا ہے۔

حضرت خولہ بنت ثعلبہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے اپنے شوہر اوس بن صامت کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میرے شوہر نے مجھے "اَنْتَ کَظَهْرِ اُمِّیْ" (یعنی تو میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے) کہا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی یہ آیت نازل فرمائی "قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُکَ فِیْ زَوْجِهَا وَتَشْتَکِیْٓ اِلَی اللّٰهِ" (اللہ نے سن لی اس عورت کی بات جو اپنے شوہر کے معاملہ میں آپؐ سے تکرار کر رہی ہے اور اللہ سے فریاد کئے جا رہی ہے۔ سورۃ المجادلۃ۔ آیت ۱)

پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اپنے شوہر کو کہنا کہ وہ ایک غلام آزاد کر کے کفارہ ادا کرے۔ خولہ بنت ثعلبہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بخدا وہ اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اسے کہو کہ دو مہینے کے مسلسل روزے رکھ لے۔ انہوں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ اس کی بھی قوت نہیں رکھتے کیونکہ وہ لاغر ٹڈی کی طرح دبلے پتلے ہیں اور ان کی بینائی بھی ختم ہو چکی ہے۔" (الحدیث)

اس حدیث میں اوس بن صامت کو لاغر ٹڈی سے تشبیہ دی گئی ہے۔

الحُرْقُوْص

"الحُرْقُوْص" (حاء اور قاف پر پیش ہے۔) ایک لغت میں صاد کی بجائے سین بھی استعمال ہوا ہے۔ یہ چھوٹے پسو کی مانند ہوتا ہے اور اس کے جسم پر سرخ اور زرد داغ ہوتے ہیں۔ اس کا رنگ سیاہی مائل ہوتا ہے نیز کبھی کبھی اس کے پر بھی اگ آتے ہیں۔ شاعر نے کہا ہے کہ

مالقی البیض من الحرقوص یدخل تحت الحلق المرصوص

"چیت کوریا پسو کو کبھی بھی سفیدی لاحق نہیں ہوتی اور اس کے گلے کے نیچے صرف ایک دھاری ہوتی ہے۔

من مار دلص من اللصوص بمهر لا غال ولا رخیص

"یہ چوروں میں سے ایک چور ہے جسے نہ تو بھاری قیمت پر حاصل کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی کم قیمت پر۔"

وقیل ھی دویبۃ مثل القراد وَاَنشَدُوۡا　　　　مثل الحرا قیص علی حمار

''بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ''حرقوص'' بندر کی طرح کا جانور ہے اور دلیل کے طور پر یہ کہا ہے کہ جس طرح بندر گدھوں کے اوپر ہوں۔

علامہ زمخشری نے اپنی کتاب ''ربیع الابرار'' میں لکھا ہے کہ ''حرقوص'' پسو سے قدرے بڑا ہوتا ہے۔ یہ جانور پسو سے زیادہ سخت کاٹتا ہے۔ نیز یہ جانور عورت کی شرمگاہ میں کاٹنے کو پسند کرتا ہے جس طرح چیونٹی سخت زمین کو پسند کرتی ہے۔ اس جانور کو چیونٹی کی طرح دو پراگ آتے ہیں۔ بعض اہل علم کے نزدیک ''حرقوص'' پسو کو ہی کہتے ہیں۔ یہ حضرات دلیل کے طور پر یہ شعر پیش کرتے ہیں ۔

وَلَوۡ اَنَّ حَرۡقُوۡصًا عَلٰی ظَھۡرِ قُمۡلَۃٍ　　　　یَکر عَلٰی صَفِیۡ تَمِیۡمٍ لَوَلَّتۡ

''اور اگر ''حرقوص'' ایک جوں کی پیٹھ پر سوار ہو کہ قبیلہ تمیم کے صف بستہ لوگوں پر حملہ آور ہو تو لوگ مقابلہ سے ضرور فرار ہو جائیں گے۔''

''حرقوص'' کو ''النھیک'' بھی کہا جاتا ہے۔ ایک اعرابیہ نے کہا ہے کہ ۔

یاایھاالحرقوص مھلا مھلا　　　　أ ابلا أعطیتنی أم نحلا

''اے حرقوص رک جا۔ رک جا۔ کیا تو نے اونٹ دیا ہے یا شہد کی مکھی؟

أم أنت شیء لا تبالی الجھلا

یا تو ایک ایسی چیز ہے جسے جہالت کے کام کی کوئی پرواہ نہیں۔

ابن سیدہ کے نزدیک ''حرقوص'' ایک حرام جانور ہے۔ ''حرقوص'' کے ''بھڑ'' کی طرح ایک ڈنک ہوتا ہے جس سے یہ کوڑے کی نوک کی مانند ڈستا ہے۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ''**لمن ضرب باطراف السیاط**'' (جس کی کوڑے سے پٹائی کی جائے) یہ مثال اس شخص کیلئے بولی جاتی ہے جسے ''حرقوص'' نے ڈس لیا ہو۔

فائدہ | حرقوص سعد تمیمی چھڑی والے جنہوں نے مسجد میں پیشاب کر دیا تھا اور وہ مال غنیمت کی تقسیم کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ رہا تھا کہ انصاف فرمائیے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو ہلاک ہو۔ اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو پھر کون انصاف کرے۔ اگر میں انصاف نہ کرتا تو تم برباد ہو جاتے۔ ایک مرتبہ انہوں نے ایک زمین کے متعلق حضرت زبیرؓ کے خلاف مقدمہ دائر کیا تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ کو حکم دیا تھا کہ ان کا حق ادا کرو۔

ابن اثیرؒ نے ''اسد الغابہ'' میں لکھا ہے کہ ''حرقوص'' ابن زہیر سعدی کو کہتے تھے۔ طبری نے اسی قول کو اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ طبری نے مزید کہا ہے کہ ہرمزان فارسی مرتد ہو گیا تھا اور بغاوت پر اتر آیا تھا۔ چنانچہ اکراد (ایشیاء کی ایک قوم) نے بھی اس کا ساتھ دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس طرح اس کے پاس لوگوں کی کثیر تعداد جمع ہو گئی تھی۔ پس عتبہ بن غزوان نے حضرت عمرؓ کی جانب ایک خط لکھا اور تمام صورتحال سے آگاہ کیا۔ پس حضرت عمرؓ نے عتبہ کو اس کے مقابلہ کا حکم دیا اور ''حرقوص'' کو مسلمانوں کی مدد کیلئے روانہ کیا تھا۔ چنانچہ ''حرقوص'' اور ہرمزان کے درمیان زبردست جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں ہرمزان نے پسپائی اختیار کر لی اور ''حرقوص'' نے ''سوق اھواز'' کو فتح کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔ اس جنگ میں ''حرقوص'' نے نمایاں کردار ادا کیا تھا۔ ''حرقوص'' حضرت علیؓ کے دور خلافت تک زندہ رہا اور آپ کے ساتھ جنگ صفین میں بھی شریک ہوا۔ پھر اس کے بعد یہ خوارج میں شامل ہو گیا اور حضرت علیؓ کا

سخت دشمن ہو گیا تھا۔ پس جب ۳۷ھ میں حضرت علیؓ اور خوارج کے درمیان جنگ ہوئی تو ''حرقوص'' بھی اس میں مارا گیا تھا۔

الحکم | ''حرقوص'' کا شرعی حکم یہ ہے کہ حشرات الارض ہونے کی بناء پر یہ حرام ہے۔

الحریش

''الحریش'' جوہری نے کہا ہے کہ ''الحریش'' چت کوریا سانپ کو کہا جاتا ہے۔ جوہری کے بعد کے لغویین نے کہا ہے کہ ''الحریش'' ایک چوپایہ ہے جس کے پنجے شیر کے پنجوں کی طرح ہوتے ہیں اور پیشانی پر ایک سینگ ہوتا ہے۔ اس جانور کو ''کرکدن'' بھی کہا جاتا ہے۔

ابوحیان توحیدی کہتے ہیں۔ ''الحریش'' بکری کے برابر ایک چوپایہ ہوتا ہے جو طاقت اور تیز رفتار ہونے کے باوجود ست رہتا ہے اور اس کے سر کے درمیان ایک سخت اور سیدھا سینگ ہوتا ہے جس کے ذریعے یہ تمام جانوروں کو مارتا ہے اور غلبہ حاصل کرتا ہے۔ اس جانور کو شکار کرنے کے لئے یہ تدبیر اختیار کی جاتی ہے کہ اس جانور کے سامنے کنواری لڑکی یا بچی پیش کی جاتی ہے۔ چنانچہ جب یہ جانور اسے دیکھتا ہے تو اس کی طرف دودھ پینے کیلئے بڑھتا ہے۔ یہ ایک فطری خواہش ہے جو اس جانور میں اللہ تعالیٰ نے ودیعت فرمائی ہے۔ حالانکہ بعض اوقات لڑکی کے دودھ وغیرہ کچھ بھی نہیں ہوتا لیکن یہ جانور لڑکی کے پستانوں کو چوسنے میں ایک نشہ محسوس کرتا ہے۔ چنانچہ اسی لمحہ شکاری اس جانور پر حملہ کر کے اسے مضبوط رسیوں میں جکڑ لیتا ہے۔ اس جانور کے شکار کی یہی تدبیر ہے۔

الحکم | ''الحریش'' کا شرعی حکم یہ ہے کہ اگر ''حریش'' سانپ کی اقسام میں سے ہو یا حیوانات میں سے اس کا کھانا حرام ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر چیر پھاڑ کر کھانے والے درندہ کو کھانے سے منع فرمایا ہے۔

خواص | ''الحریش'' کے طبی خواص درج ذیل ہیں۔

(۱) اگر ''خناق''[1] کی بیماری میں مبتلا شخص ''الحریش'' کا خون پی لے تو اسے شفا نصیب ہوگی۔

(۲) قولنج کے مریض کیلئے ''الحریش'' کا گوشت بے حد مفید ہے۔

(۳) اگر کسی رگ سے خون بہہ رہا ہو تو اس جگہ پر ''الحریش'' کی پستان لگا دینے سے خون بند ہو جاتا ہے۔

اَلْحَسُبَان

''اَلْحَسُبَان'' اس سے مراد ٹڈی ہے۔ اس کے واحد کیلئے ''حسبانۃ'' کے الفاظ مستعمل ہیں۔

اَلْحَسَاسُ

''اَلْحَسَاسُ'' اس سے مراد چھوٹی مچھلیاں ہیں۔

[1] خناق: لغوی معنی گلا گھٹنا، دم گھٹنا۔ اصطلاح طب میں ایک ورم ہے جو اعضاء حلق میں واقع ہوتا ہے جس کے سبب مریض کو کھانا پینا اور سانس لینا دشوار ہو جاتا ہے۔ (مخزن الجواہر صفحہ ۳۵۱)

اَلْحَسَلُ

"اَلْحَسَلُ" اس سے مراد گوہ کا بچہ ہے۔ اس کی جمع کیلئے "احسال"، "حسول"، "حسلان" اور "حسلة" کے الفاظ مستعمل ہیں۔ جوہریؒ فرماتے ہیں جب گوہ کا بچہ انڈے سے نکلتا ہے تو اس وقت اسے "الحسل" کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اسی لئے گوہ کی کنیت "ابوحسل" ہے۔

الحکم | گوہ کے بچے کا شرعی حکم اپنے باپ گوہ کی طرح ہے۔

امثال | اہل عرب کہتے ہیں کہ تو "حسل" گوہ کے بچے کی عمر حاصل نہیں کرسکتا کیونکہ اس کی عمر بہت لمبی ہوتی ہے۔ چنانچہ عجاج شاعر نے کہا ہے کہ ؎

انک لو عمرت عمر الحسل　　او عمر نوح زمن الفطحل

"اگر تجھے گوہ کے بچے کی عمر کی مانند عمر حاصل ہو جائے یا حضرت نوح علیہ السلام جتنی طویل عمر مل جائے"

والصخر مبتل کطین الوحل　　کنت رهین هرم وقتل

"اور پتھر کیچڑ کی طرح پانی ٹپکانے لگیں تو پھر تو بڑھاپے اور موت کی گرفت میں ہوگا"

"الفطحل" بروزن "ہربز" اس سے مراد وہ زمانہ ہے جب انسان پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ نیز اس وقت پتھر نرم تھے۔

اَلْحَسِیْل

"اَلْحَسِیْل" گھریلو گائے کے بچے کو کہا جاتا ہے۔ نیز واحد اور جمع کیلئے یہی لفظ استعمال ہوتا ہے۔ امام جوہریؒ فرماتے ہیں کہ اس کے مونث کیلئے "الحسیلة" کے الفاظ مستعمل ہیں۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ جوہریؒ کا خیال محض وہم ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ "الحسیل" کے واحد کے لئے "الحسیلة" کے الفاظ مستعمل ہیں۔ کیونکہ اہل عرب سے یہی سنا گیا ہے۔ "کفایة المتحفظ" میں مذکور ہے کہ "الحسیل" کے واحد کیلئے "الحسیلة" اور جمع کیلئے "حسائل" کے الفاظ مستعمل ہیں۔

حَسُّوْن

"حَسُّوْن" یہ ایک ایسا پرندہ ہے جو سرخ، پیلا، سفید، سیاہ نیلگوں اور سبز رنگ کا ہوتا ہے۔ اہل اندلس کے نزدیک اس کا نام "ابوالحسن" ہے اور اہل مصر اس کو "ابوزقایة" کہتے ہیں۔ نیز کبھی زاء کو سین سے بدل کر "ابوسقایة" کہتے ہیں۔ پس یہ پرندہ تعلیم کو قبول کر لیتا ہے۔ مثلاً یہ پرندہ سیکھ لیتا ہے کہ دور کے آدمی کے ہاتھ سے کوئی چیز لے کر اپنے مالک کے پاس لے آتا ہے۔

شرعی حکم | اس پرندے کا شرعی حکم وہی ہے جو عام چڑیوں کا ہے۔ انشاء اللہ اس کا مفصل بیان "باب العین" میں آئے گا۔



الحشرات

"الحشرات" اس سے مراد وہ چھوٹے جانور ہیں جو زمین پر رینگتے ہیں۔اس کا واحد "حشرۃ" آتا ہے۔ابن ابی اشعث کہتے ہیں تمام جانور "ارضی" ہیں کیونکہ یہ جانور زمین سے علیحدہ نہیں ہوتے اور نہ ہی یہ ہوا اور پانی میں جاتے ہیں۔ یہ جانور اپنے بلوں اور زمین کے اندر پناہ لیتے ہیں۔ان جانوروں کو نہ پانی کی ضرورت ہے نہ ہی خوشبو سونگھنے کی۔ان جانوروں میں سانپ، چوہے، یربوع، گوہ، گرگٹ، سیہی، بچھو، گبریلا، چھپکلی، چیونٹی، کیڑے اور دیگر اقسام کے جانور شامل ہیں۔ان جانوروں کے علاوہ دیگر جانوروں کا ذکر انشاء اللہ آگے آئے گا۔

فائدہ | اللہ تعالیٰ کے اس قول "**أولئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللاعنون**" (یہی لوگ ہیں جن پر اللہ کی لعنت ہے اور لعنت کرنے والوں کی بھی لعنت ہے) کے متعلق مجاہد کہتے ہیں کہ "لاعنوان" سے مراد حشرات الارض اور چوپائے ہیں کیونکہ علماء سوء اور علم کو چھپانے والوں کے گناہوں کے سبب یہ حشرات الارض قحط میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ اس لئے یہ تمام جانور علماء سوء کیلئے بددعا کرتے ہیں اور ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اگر اس آیت کے متعلق یہ اعتراض کیا جائے کہ غیر ذوی العقول کیلئے ذوی العقول کی جمع کا صیغہ کیوں استعمال کیا گیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں غیر ذوی العقول کے فعل کی اسناد کی گئی ہے اس لئے ایسا کیا گیا ہے جیسا کہ سورۃ یوسف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "**رأیتھم لی ساجدین**" حالانکہ قاعدہ کے مطابق "ساجدات" آنا چاہئے تھا۔اسی طرح دوسری جگہ فرمایا "**وقالوا لجنودھم لم شھدتم علینا**" حالانکہ یہ بھی قاعدہ کے خلاف ہے۔حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔"**لَاعِنُوْنَ**" سے جنوں اور انسانوں کے علاوہ تمام مخلوقات مراد ہیں۔بعض اہل علم کے نزدیک فرشتوں کے علاوہ تمام مخلوقات مراد ہیں۔

الحکم | حشرات الارض کے شرعی حکم کے متعلق امام احمدؒ، امام ابوحنیفہؒ اور امام داؤدؒ کے نزدیک ان کا کھانا حرام ہے اور ان کی بیع بھی جائز نہیں ہے لیکن امام مالکؒ کے نزدیک حشرات الارض کا کھانا حلال ہے۔امام مالک دلیل کے طور پر یہ آیت پیش کرتے ہیں: "**قُلْ لَا اَجِدُ مَا اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَطْعَمُہٗ اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ مَیْتَۃً**" (کہہ دو کہ میں اس وحی میں جو مجھے پہنچی ہے کسی چیز کو کھانے والے پر حرام نہیں پاتا جو اسے کھائے مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا بہتا ہوا خون ہو یا سور کا گوشت۔الانعام آیت ۱۴۵)۔نیز اس حدیث سے بھی امام مالکؒ استدلال کرتے ہیں۔"قلب بن ربیعہ تمیمیؒ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا لیکن میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حشرات الارض کی تحریم کے متعلق کوئی بات نہیں سنی۔" (رواہ ابوداؤد)

التلب

"التلب" (تا مفتوحہ اور لام مکسورہ کے بعد باء ہے) شعبہ نے اس کو ثاء سے پڑھا ہے اور کبھی ثاء اور تاء کے بین بین پڑھا

ہے۔ "التلب" کی کنیت "ابوالقام" ہے۔ ان کے بیٹے ملقام نے ان سے یہ روایت نقل کی ہے کہ "تلب" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے بخشش کی دعا فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ للقلب و الرحمۃ" یہ الفاظ تین مرتبہ دہرائے۔

امام شافعیؒ اور دیگر اہل علم نے اللہ تعالیٰ کے اس قول "وَیُحَرِّمُ عَلَیْھِمُ الْخَبٰٓئِثَ" سے استدلال کیا ہے۔ اہل عرب حشرات الارض کو خبائث میں شمار کرتے ہیں۔ امام شافعیؒ اور دیگر اصحاب نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جانوروں میں سے پانچ جانور ایسے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک خبیث ہے۔ پس انہیں حل وحرم اور ہر جگہ قتل کیا جاسکتا ہے۔ کوا، چیل، بچھو، چوہا اور باؤلا کتا۔ (رواہ البخاری ومسلم)

حضرت ام شریکؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گبریلوں کے قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ (رواہ البخاری ومسلم)

امام مالکؒ کے استدلال کا امام شافعیؒ اور دوسرے علماء یہ جواب دیتے ہیں کہ "قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْمَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا" کا مطلب یہ ہے کہ جن چیزوں کو تم کھاتے ہو اور حلال سمجھتے ہو، ان میں سے کسی کے متعلق بھی حرمت کا حکم نازل نہیں ہوا۔ امام غزالیؒ نے "الوسیط" میں لکھا ہے کہ حشرات الارض میں سے صرف گوہ کا کھانا حلال ہے۔ اسی طرح "یربوع"، "ابن عدس"، "ام حبین" سیہی وغیرہ کو بھی اسی حکم میں رکھا ہے۔ ان کے متعلق مفصل تبصرہ ان کے ابواب میں ہوگا۔ انشاء اللہ۔

الحشو و الحاشیة

"الحشو و الحاشیة" یہ اونٹ کے چھوٹے بچوں کو کہتے ہیں۔ اسی طرح انسان کے چھوٹے بچوں کیلئے بھی یہی الفاظ مستعمل ہیں۔

اَلْحِصَانُ

"اَلْحِصَانُ" (گھوڑا) اس کی وجہ تسمیہ اہل علم نے یہ بیان کی ہے کہ چونکہ اس کا نطفہ محفوظ ہوتا ہے۔ نیز یہ عمدہ گھوڑی کے علاوہ کسی اور سے جفتی نہیں کرتا۔ اس لئے اس کو "اَلْحِصَانُ" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

حدیث شریف میں "الحصان" کا تذکرہ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی سورہ کہف کی تلاوت کررہا تھا اور اس کی ایک جانب گھوڑا بندھا ہوا تھا۔ پس اچانک ایک بادل سایہ فگن ہوا اور آہستہ آہستہ اس آدمی کے قریب ہونے لگا۔ پس اس آدمی کا گھوڑا بدک گیا۔ پس جب صبح ہوئی تو اس آدمی نے اس کا تذکرہ نبی اکرمؐ سے کیا۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا یہ سکینت تھی جو تلاوت قرآن کرنے پر نازل ہوتی ہے۔ راوی کہتے ہیں۔ تلاوت کرنے والے حضرت اسید بن حضیرؓ تھے۔ (رواہ البخاری ومسلم والترمذی)

بنی اسرائیل کا قصہ تاریخ کی کتابوں میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ فرعون بحر قلزم میں داخل ہونے سے گھبرا رہا تھا اور ادھر گھوڑے پر سوار تھا اور اس کے قافلہ میں کوئی گھوڑی نہیں تھی۔ پس حضرت جبرائیل علیہ السلام جفتی کی گھوڑی پر سوار ہوکر آئے اس حال میں کہ آپ کی شکل وصورت ہامان کی تھی۔ پس آپ گھوڑی سمیت دریا میں کود گئے۔ پس فرعون کے گھوڑے نے بھی اس کی اتباع کی اور وہ بھی

دریا میں کود گیا۔ حضرت میکائیل علیہ السلام اس لشکر کو پیچھے سے سمندر کی طرف دھکیل رہے تھے۔ چنانچہ جب وہ سب کے سب دریا میں داخل ہوگئے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام دریا سے نکل گئے تو دریا اپنی سابقہ حالت پر آ گیا۔ پس دریا نے تمام لشکر کو غرق کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ سات لاکھ ستر ہزار افراد تھے۔ لیکن عمرو بن میمون نے کہا ہے کہ چھ لاکھ افراد تھے۔ نیز بعض حضرات نے چھ لاکھ بیس ہزار کی تعداد بیان کی ہے اور اس تعداد میں بیس سال اور ساٹھ سال کی عمر کے افراد شمار نہیں کئے اور جب حضرت یعقوب علیہ السلام مصر میں داخل ہوئے تو ان کے ہمراہ بہتر ہزار مرد اور عورتیں تھیں۔ پس جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے چلنے کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مقام تیہہ میں ڈال دیا۔ پس انہیں معلوم نہیں تھا کہ وہ کہاں جا رہے ہیں؟ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے عمر رسیدہ افراد کو بلایا اور ان سے ان کے متعلق سوال کیا۔ پس بنی اسرائیل کے مشائخ نے کہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت اپنے بھائیوں سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ مجھے چھوڑ کر مصر سے نہیں جائیں گے۔ پس وہ مصر سے نکلے ہی تھے کہ ان کا راستہ مسدود کر دیا گیا۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے ان سے حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کے متعلق پوچھا کہ وہ کس جگہ واقع ہے۔ پس ان کو اس کے متعلق کچھ علم نہیں تھا۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے منادی کی اللہ تعالیٰ اس شخص سے باز پرس کرے گا جو حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کے بارے میں جانتا ہے لیکن مجھے اس کے متعلق نہیں بتائے گا۔ نیز جو شخص اس کے متعلق نہیں جانتا، وہ میری آواز نہ سنے۔ پس موسیٰ علیہ السلام دو آدمیوں کے پاس سے گزرے لیکن انہوں نے آپ کی آواز نہیں سنی۔ یہاں تک کہ ایک بوڑھی عورت نے سنا جو بنی اسرائیل میں سے تھی۔ پس اس عورت نے کہا کہ اگر میں تمہیں حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کے متعلق بتا دوں تو میں تم سے جس چیز کا سوال کروں گی کیا وہ چیز تم مجھے دے دو گے؟ پس موسیٰ علیہ السلام نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ جب تک میں اپنے رب سے پوچھ نہ لوں تم سے وعدہ نہیں کر سکتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ جس چیز کا بھی سوال کرے اسے دے دو۔ پس اس عورت نے کہا کہ میں بوڑھی ہوں اس لئے میں چلنے کی قوت نہیں رکھتی۔ پس تم مجھے اٹھا کر اس شہر سے باہر پہنچا دو۔ یہ تو دنیا کے متعلق سوال تھا اور دوسرا سوال آخرت کے متعلق ہے وہ یہ ہے کہ آپ جنت کے کسی بھی درجہ میں داخل نہیں ہوں گے یہاں تک کہ میں آپ کے ساتھ چلوں۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس بڑھیا کی شرائط کو تسلیم کر لیا۔ اس بڑھیا نے کہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر دریائے نیل کے درمیان ہے۔ پس آپ دعا کیجئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس جگہ سے پانی کو ہٹا دے۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس جگہ سے پانی ہٹا دیا۔ نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی دعا کی کہ طلوع فجر کو اس وقت تک موقوف کر دیا جائے جب تک حضرت یوسف علیہ السلام کے معاملہ سے فراغت ہو۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے اس جگہ کو کھودا اور وہ صندوق نکالا جس میں حضرت یوسف علیہ السلام کا جسم محفوظ تھا۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے اس کو اپنے ساتھ لا کر ملک شام میں دفن فرمایا۔ پس اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کا راستہ کھول دیا۔ پس وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ وہاں سے چل دیئے اور حضرت ہارون علیہ السلام ان کے آگے آگے تھے۔ ادھر فرعون (جنگ کی) تیاری میں مصروف تھا۔ پس اس نے اپنی قوم کو جمع کیا اور انہیں حکم دیا کہ مرغ کے بولنے کے بعد (یعنی صبح سویرے) بنی اسرائیل کے تعاقب میں نکلا جائے۔ حضرت عمرو بن میمونؒ فرماتے ہیں۔ اللہ کی قسم اس رات مرغ بولا ہی نہیں۔ پس فرعون بنی اسرائیل کو پکڑنے کیلئے کروڑوں کی فوج لے کر نکلا تھا۔ اس کے "مقدمۃ الجیش" کی قیادت ہامان کے سپرد تھی۔ فرعون کے لشکر میں ستر ہزار گھوڑ سوار تھے۔

شیخ التفسیر علامہ محمد بن جریر طبریؒ فرماتے ہیں کہ فرعون کے لشکر میں ایک لاکھ گھوڑے اور ستر ہزار گھوڑ سوار تھے اور فرعون کے آگے ایک لاکھ تیر اندازوں کا دستہ اور ایک لاکھ نیزہ بازوں کا دستہ اور ایک لاکھ عمود والوں کا دستہ تھا۔ نیز دریا کا پانی زیادہ ہونے کی بناء پر جوش مار رہا تھا۔ چنانچہ جب فرعون بنی اسرائیل کے قریب پہنچا تو سورج روشن ہو چکا تھا۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی گھبرا گئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی حکم دیا کہ اپنا عصا سمندر میں مارو۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے سمندر پر عصا مارا تو سمندر میں بارہ راستے بن گئے۔ نیز ہر خاندان کیلئے ایک مستقل راستہ بن گیا تھا اور ہر راستے کے درمیان پانی پہاڑ کی طرح حائل ہو گیا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ہوا اور سورج کے ذریعہ دریا کو خشک کر دیا۔ پس بنی اسرائیل کا ہر خاندان ایک ایک راستہ سے سمندر میں داخل ہو گیا۔ چونکہ ہر راستہ کے درمیان پانی اس طرح حائل ہو گیا تھا کہ ایک خاندان دوسرے کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس لئے ہر خاندان خوفزدہ ہو گیا کہ ہمارے دوسرے بھائی ہلاک ہو گئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے پانی کو حکم دیا کہ پھٹ جائے۔ پس پانی میں کھڑکیاں بن گئیں اور ہر خاندان کو دوسرا خاندان نظر آنے لگا اور وہ ایک دوسرے کی آواز سننے لگے۔ اس طرح سے بنی اسرائیل نے دریا کو صحیح و سالم عبور کر لیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسی واقعہ کو یاد دلاتے ہوئے فرمایا ہے۔ "**فَاَنْجَیْنٰکُمْ وَاَغْرَقْنَا اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ**" (پس ہم نے تمہیں نجات دی اور آل فرعون کو غرق کر دیا اس حال میں کہ تم یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے۔ البقرۃ) جب بنی اسرائیل نے دریا کو عبور کر لیا تو فرعون دریا کے قریب پہنچا تو دریا کو منتشر پایا۔ پس فرعون نے اپنی قوم سے کہا کہ تم دیکھو کہ میری ہیبت سے دریا پھٹ گیا ہے۔ یہاں تک کہ میں نے ان غلاموں کو پا لیا ہے جو بھاگ آئے تھے۔ پس تم دریا میں داخل ہو جاؤ۔ پس فرعون کی قوم دریا میں داخل ہونے سے گھبرا رہی تھی۔ پس فرعون کی قوم نے فرعون سے کہا کہ آپ اب ہیں اس لئے آپ دریا میں داخل ہو جائیں جس طرح موسیٰ علیہ السلام داخل ہوئے۔ چنانچہ فرعون گھوڑے پر سوار تھا اور اس کے لشکر میں کوئی گھوڑی نہیں تھی۔ پس حضرت جبرائیل علیہ السلام جفتی کی خواہشمند گھوڑی پر سوار ہو کر فرعون کے لشکر کے آگے آگے آئے اور دریا میں داخل ہو گئے۔ پس جب فرعون کے گھوڑے نے اس کی بو سونگھی تو اس گھوڑی کے پیچھے دریا میں کود پڑا۔ پس فرعون بے بس و لاچار ہو گیا۔ اس حال میں کہ فرعون کو حضرت جبرائیل علیہ السلام کی گھوڑی نظر نہیں آ رہی تھی۔ پس فرعون کے گھوڑے کے پیچھے ہی پورا لشکر دریا میں کود پڑا۔ پس حضرت میکائیل علیہ السلام گھوڑے پر سوار ہو کر قوم کے پیچھے آئے اور لشکر والوں کو یہ کہہ کر کہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ سب کو دریا میں دھکیل رہے تھے۔ یہاں تک کہ پورے کا پورا لشکر دریا میں داخل ہو گیا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام ان سے پہلے دریا سے نکل گئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم دیا کہ فرعون کو غرق کر دو۔ پس دریا اپنی سابقہ حالت پر واپس آ گیا اور اس نے سب کو غرق کر دیا۔ دریا کے دونوں کناروں کے درمیان کی مسافت چار فرسخ تھی۔ چنانچہ بنی اسرائیل دریا کے کنارے سے فرعون اور اس کے لشکر کی اس حالت کو دیکھ رہے تھے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "**وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ**"۔ کہا جاتا ہے کہ جس دریا میں فرعون اور اس کا لشکر ہلاک ہوا، اس کا نام "بحر قلزم" ہے۔ یہ "بحر فارس" کا ایک کنارہ ہے۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ وہ دریا ہے جو مصر کے قریب واقع ہے۔ اس کو "اساف" بھی کہا جاتا ہے اور یہ بات مُسَلَّمْ ہے کہ فرعون کی موت حالت کفر پر ہوئی ہے لیکن بعض لوگوں نے اس کے برعکس کہا ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ان کی بات قابل توجہ نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

عبدالملک بن مروان کا تذکرہ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ عبدالملک بن مروان نے جب مصعب بن زبیر سے مقابلہ کیلئے خروج کا ارادہ کیا تو اس کی بیوی عاتکہ بنت یزید بن معاویہ نے کہا کہ وہ بذات خود جنگ کیلئے نہ جائیں بلکہ کسی کو نائب بنا کر بھیج دیں اور اس نے اس مسئلہ میں خوب ملامت کی۔ پس جب عبدالملک بن مروان نے اپنی بیوی کی بات نہیں مانی تو وہ رونے لگی۔ چنانچہ اس کے قریب کے لوگ بھی اس کی عظمت کی وجہ سے رونے لگے۔ پس عبدالملک نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کثیر (شاعر) کو ہلاک کرے۔ گویا کہ وہ شعر کہتے ہوئے اس موقف کو دیکھ چکا تھا ؎

اِذَا مَا اَرَادَ الْغَزْوَ لَمْ یَثْنِ هَمَّهٗ　　حِصَانٌ عَلَیْهَا نَظْمٌ ذر یزینها

''جب کوئی جنگ کا ارادہ کرے لیکن اس میں اس کی طاقت نہ ہو اور جنگ کیلئے گھوڑوں کا انتظام بھی نہ کیا گیا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ جنگ سے کنارہ کشی اختیار کرلے۔''

نَهَتْهُ فَلَمَّا لَمْ تَرَ النَّهْیَ عَاقَهٗ　　بَكَتْ فَبَكٰی مِمَّا شُجَاهَا قَطِیْنُهَا

''اور اگر وہ بے انتظامی کے باوجود جنگ کیلئے جائے گا تو پھر اس جنگ کا انجام اسے عرصہ دراز تک رلاتا رہے گا۔''

پھر اس کے بعد عبدالملک نے اپنی بیوی کو قسم دی کہ وہ اپنے اصرار سے باز آجائے اور جنگ کیلئے روانہ ہو گیا۔ اس واقعہ کو ابن خلکان نے عمدہ اور دلچسپ واقعات میں شمار کیا ہے۔ جس طرح مامون الرشید کے اس واقعہ کو بہترین قرار دیا گیا ہے۔

مامون کا تذکرہ مامون جب پہلی رات کو بوران بنت حسن بن سہل کے پاس رات گزارنے کیلئے گیا تو مامون کیلئے سونے سے بنی ہوئی چٹائی بچھائی گئی اور اس کے اوپر بہت سے موتی بکھیر دیئے گئے۔ چنانچہ مامون نے جب مختلف قسم کے موتی چٹائی پر بکھرے دیکھے تو کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ ابونواس کو قتل کرے۔ گویا اس نے اس حالت کو دیکھنے کے بعد یہ شعر کہا ہے جس میں شراب کے مٹکے کی تشبیہ بیان کی ہے۔ ؎

كان كبرى و صغرى من فواقعها　　حصباء در علی ارض من الذهب

''کبریٰ اور صغریٰ گویا کہ وہ سنگریزے ہیں جو زمین پر بکھیر دیئے گئے ہیں۔''

یہ شعر بطور عیب کے ابونواس کی جانب منسوب کیا گیا ہے۔ چنانچہ ابونواس نے معذرت کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس شعر میں لفظ ''من'' کا اضافہ ہے۔ ابوالحسن اخفش نحوی کے نزدیک ضرورت کے باعث کسی کلام میں کسی لفظ کا اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ ابوالحسن اخفش نے دلیل کے طور پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول پیش کیا ہے۔ **"من جبال فیها من برد"** اور کہا کہ اصل میں یہ **"من جبال فیها برد"** تھا۔

اَلْحَصُوْر

''اَلْحَصُوْر'' یہ اس اونٹنی کو کہا جاتا ہے جس کے پیشاب کا سوراخ تنگ ہو۔ نیز اس مرد کیلئے بھی ''الحصور'' کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں جو عورت کے قریب نہیں جاتا۔

فائدہ صاغانی نے ''العباب'' میں ذکر کیا ہے کہ مجھ سے میرے والد نے (اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے) پانچ سو

نوے برس پہلے کی یہ بات معلوم کی اور اس وقت میں جوان تھا اور عیش وعشرت کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ میرے والد محترم مجھے فائدہ مند باتیں اور نادر معلومات سے واقف کراتے رہتے تھے۔ میرے والد محترم بہت شریف انسان تھے۔ پس میرے والد محترم نے مجھے اہل عرب کے اس قول کا مطلب پوچھا۔ **"قد اثر حصیر الحصیر فی حصیر الحصیر"** (تحقیق ترجیح دی گئی حصیر کو حصیر میں)۔ پس میں نے کہا کہ اس کے متعلق میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ پس میرے والد محترم نے فرمایا کہ پہلے حصیر سے مراد "البادیہ" صحرا ہے۔ دوسرے حصیر سے مراد قید اور تیسرے حصیر سے مراد پہلو اور چوتھے حصیر سے مراد بادشاہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بڑی چیز کو چھوڑ کر چھوٹی چیزوں کے پیچھے پڑ گیا۔

حَضَاجِرُ

"حَضَاجِرُ" بجو کو کہا جاتا ہے۔ مذکر اور مونث کیلئے ایک ہی لفظ مستعمل ہے۔ اس کے پیٹ کی کشادگی کی وجہ سے اسے "حضاجر" کہا جاتا ہے۔ نیز یہ لفظ معرفہ ہے۔ شاعر نے کہا ہے ؎

ھلا غضبت لرحل جارک　　　اذ تنبذہ حضاجر

"تمہیں اپنے پڑوسی کے اس عمل پر غصہ کیوں نہیں آیا جبکہ وہ تمہاری طرف "بجو" کو پھینک رہا تھا۔"

ابن سیدہ نے اس شعر کو اسی طرح پڑھا ہے لیکن جوہری نے معمولی سے تغیر کے ساتھ **"ھلا غضبت لجار بیتک"** پڑھا ہے۔ سیرانی کہتے ہیں کہ "بجو" کیلئے "حضاجر" لفظ جمع مبالغہ کیلئے استعمال کیا ہے اور سیبویہ نے کہا ہے کہ ہم نے اہل عرب کو "وطب"، "حضجر"، "اوطب" اور "حضاجر" کہتے ہوئے سنا ہے۔ اس لئے یہ لفظ معرفہ ونکرہ دونوں صورتوں میں غیر منصرف ہوگا کیونکہ یہ لفظ واحد کیلئے استعمال ہوا ہے حالانکہ صیغہ جمع کا ہے۔ علامہ حاجب نے اپنی کتاب "کافیہ" میں لکھا ہے کہ یہ اسم علم اور منقول عن الجمع ہے۔ اس لئے یہ غیر منصرف ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہی توجیہ زیادہ مناسب معلوم ہوتی ہے۔ (واللہ اعلم)

اَلْحَضَبُ

"اَلْحَضَبُ" (اژدھا) بعض اہل علم کے نزدیک چھوٹے اور سفید سانپ کیلئے "اَلْحَضَبُ" کا لفظ مستعمل ہے۔

الحفان

"الحفان" چوپاؤں کے بچوں کو کہا جاتا ہے۔ اس کے واحد کیلئے "حَفَانَۃ" اور مذکر ومونث کیلئے صرف ایک ہی لفظ مستعمل ہے۔ بعض اوقات اونٹ کے بچوں کو بھی "الحفان" کہا جاتا ہے۔

الحقم

"الحقم" ایک ایسا پرندہ جو کبوتر کے مشابہ ہوتا ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک کبوتر کو ہی "الحقم" کہا جاتا ہے۔

الحلزون

"الحلزون" اس سے مراد وہ کیڑے ہیں جو سمندر اور دریاؤں کے کنارے پر واقع چھوٹی چھوٹی نالیوں میں پائے جاتے ہیں۔ یہ کیڑے خوراک کی تلاش میں اپنا آدھا بدن باہر نکال کر دائیں اور بائیں غذا تلاش کرتے ہیں۔ چنانچہ اگر نرم مٹی اور رطوبت محسوس کریں تو اس میں آ کر غذا حاصل کرتے ہیں اور اگر خشکی اور سختی محسوس کریں تو باہر نہیں آتے بلکہ اپنے جسم کے مطابق اپنے رہنے کی جگہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ جیسے جیسے ان کا حجم بڑھتا رہتا ہے تو ان کا مکان بھی اسی کے مطابق بڑھتا رہتا ہے۔

الحکم "الحلزون" کا شرعی حکم یہ ہے کہ یہ خباثت کی وجہ سے حرام ہے نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیپ کے استعمال سے منع فرمایا ہے اور یہ کیڑے بھی سیپ ہی کی طرح ہیں۔ ان میں سے بعض کیڑوں کو "الدنیلس" بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی تفصیل انشاء اللہ "باب الدال" میں آئے گی۔

الحلکۃ و الحکاء و الحلکی

(حاء پر پیش، زبر، زیر تینوں پڑھے جا سکتے ہیں) یہ چھپکلی کی مانند ایک جانور ہے جو ریت میں رینگتا (گھسٹ گھسٹ کر چلتا) ہے۔

الحلم

"الحلم" چیچڑی کو کہا جاتا ہے۔ واحد کیلئے "حلمۃ" کے الفاظ مستعمل ہیں۔ جوہریؒ فرماتے ہیں کہ یہ جوں کی مانند ہوتا ہے۔ اس کا ذکر "القراد" کے عنوان کے تحت کیا جائے گا۔ نیز "الحلم" اس کیڑے کو بھی کہتے ہیں جو بکری کی کھال کے اوپر اور اندر پیدا ہو جاتا ہے اور کھال کو وہاں سے کمزور کر دیتا ہے۔ اہل علم کہتے ہیں "حلم الادیم" نیز ولید بن عقبہ بن ابو معیط کا شعر بھی اسی پر دلالت کرتا ہے ؎

فَاِنَّکَ وَالْکِتَابُ اِلٰی عَلِیٍ   کَدَابِغَۃٍ وَقَدْ حَلِمَ الادیم

"تیری اور کتاب کی کیفیت ایسی ہے گویا کہ چیچڑی چمڑے کو لپٹ گئی ہو۔ (یعنی ہمیشہ مطالعہ میں مصروف رہتا ہے۔)

ابن سکیت کے نزدیک "الحلم" سے مراد دیمک ہے۔

حدیث میں الحلم کا تذکرہ حدیث میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اپنی سواری کے کان سے چیچڑی چھڑانے سے منع فرماتے تھے۔"

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صحابہ کرامؓ کو نماز پڑھائی تو اپنے جوتے اتار کر بائیں طرف رکھ دیئے۔ پس جب لوگوں نے دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے جوتے اتار دیئے۔ پس جب نماز مکمل ہو گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے جوتے کیوں اتار دیئے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اے اللہ کے نبیؐ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جوتے اتارتے ہوئے دیکھا تو ہم نے بھی اپنے جوتے اتار دیئے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تو اپنے جوتے اس لئے اتارے تھے کہ مجھے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے خبر دی تھی کہ جوتوں میں "چیچڑی" کا خون لگا ہوا ہے۔ (رواہ ابوداؤد)

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں "دم" خون سے مراد معمولی خون ہے جو معاف ہے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نعلین کی نجاست سے بچنے کی خاطر انہیں اتار دیا تھا۔

مسئلہ: علماء نے کتے اور خنزیر کے خون کے علاوہ ہر اس خون کو جو معمولی ہو اور بہتا نہ ہو معمولی قرار دیا ہے۔ کتے اور خنزیر کا خون نجس ہے اس لئے اس کو معمولی قرار نہیں دیا۔ نیز جو خون گوشت اور ہڈیوں پر لگا رہ جاتا ہے وہ پاک ہے۔ عموم بلوای کے تحت۔ بہت کم لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اس مسئلہ سے تعرض کیا ہے۔

ابو اسحٰق ثعلبی نے صحابہؓ اور تابعینؒ کی ایک بڑی جماعت سے اس بات کو نقل کیا ہے کہ معمولی خون میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

امام احمدؒ اور دوسرے اصحاب نے مزید وضاحت کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے کہ گوشت اور ہڈی پر لگا ہوا خون کا رنگ اگرچہ گوشت پر بھی غالب آ جائے تب بھی یہ معاف ہے۔

ابو اسحٰقؒ کا بھی یہی مسلک ہے۔ ابو اسحٰقؒ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے۔ **"اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا"** اس آیت میں دم مسفوح کے کھانے سے روکا گیا ہے اور دم مسفوح اس خون کو کہا جاتا ہے جو بہنے والا ہو۔

امام اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ چیچڑی جب چھوٹی ہوتی ہے تو اس کو "قمقامۃ" کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد "حمنانۃ" اور اس کے بعد "قراد" کہا جاتا ہے۔ پھر جب بالکل مکمل ہو جاتی ہے تو اس کو "الحلم" کہا جاتا ہے۔ ابو علی فارسی شاعر نے کہا ہے کہ ۔

وما ذکر فان یکبر فانثی　　شدید الازم لیس له ضروس

"اور نصیحت نہیں پکڑی حالانکہ گوشت کا سخت ٹکڑا دانتوں میں دبا رکھا ہے اس حال میں کہ داڑھ کا نام ونشان بھی نہیں ہے۔"

اکثر اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ "ضرس" کی جمع "اضراس" آتی ہے۔ نیز تمام دانت "اضراس" اور "انیاب" کے علاوہ مونث استعمال ہوتے ہیں۔

الحکم "الحلم" کا شرعی حکم یہ ہے کہ یہ گندا ہونے کی بناء پر حرام ہے۔ اس کی تفصیل "باب القاف" میں انشاء اللہ آئے گی۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں **"قردان فما بال الحلم"** (جب دو چیچڑیاں ہوں تو پھر تحمل کیسے برتا جا سکتا ہے۔)

اور عربوں کا یہ مقولہ بھی اسی معنی میں ہے۔ **"استنت الفصال حتی القرعی"** (اونٹ کا بچہ بھی جوان ہو گیا۔ یہاں تک کہ چیچڑیاں بھی جوان ہو گئیں)

اس کا مطلب یہ ہے چھوٹے اور کمزور بھی مقابلہ پر آ گئے۔

الحمار الاھلی

"الحمار الاھلی" (گھریلو گدھا[1]) اس کی جمع کیلئے "حمیر"، "حمر" اور "احمرۃ" کے الفاظ مستعمل ہیں۔ اس کی تصغیر "حمیر" آتی ہے۔ توبۃ بن حمیر صاحب لیلیٰ کا نام اسی سے ہے۔ گدھے کی کنیت "ابو صابر" اور "ابو زیاد" آتی ہے۔ شاعر نے کہا ہے کہ ۔

زیاد لست أدری من أبوه　　ولکن الحمار أبو زیاد

"زیادہ کے متعلق میں نہیں جانتا کہ اس کا باپ کون ہے لیکن مجھے اس بات کا علم ضرور ہے کہ "گدھا" "ابو زیاد" ہے۔

(۱) گدھا: "Donkey" ۔ "ASS" (کتابستان انگلش اردو ڈکشنری صفحہ ۵۱۹)

گدھی کو "ام محمود"، ام تولب، ام جحش، ام نافع اور ام وھب کہا جاتا ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ کوئی حیوان ایسا نہیں جو اپنے غیر جنس پر جفتی کرتا ہو۔ مگر گدھا اور گھوڑا ایسے جانور ہیں جو ایک دوسرے پر جفتی کرتے ہیں۔ گدھا تیس ماہ کی عمر میں جفتی کرنے کے قابل ہوتا ہے۔ گدھے اور گھوڑی کے باہم ملاپ سے ایک ایسی قسم پیدا ہوتی ہے جس میں بہت زیادہ بوجھ اٹھانے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ اس کو برصغیر میں خچر کہا جاتا ہے۔ گدھے کی ایک عجیب وغریب خاصیت یہ ہے کہ جب گدھا شیر کی بو سونگھ لیتا ہے تو وہ شدت خوف کی وجہ سے پریشان ہوجاتا ہے اور بھاگنا شروع کر دیتا ہے۔ گدھے کی اسی خاصیت کی بناء پر حبیب بن اوس طائی نے عبدالصمد بن معدل کی ہجو میں یہ شعر کہا ہے۔

أقدمت ويحک من هجوی علی خطر — والعير يقدم من خوف علی الاسد

"تیرا ستیاناس ہو گیا تو آ گئی اور تو نے میرے دل پر حملہ کر دیا کیونکہ گدھا شیر پر اس وقت حملہ کرتا ہے جبکہ وہ شیر سے خوفزدہ ہو"

گدھے کی تعریف اور مذمت میں لوگوں کی مختلف رائے اور مختلف اقوال ہیں۔ چنانچہ خالد بن صفوان اور فضل بن عیسیٰ الرقاشی گدھے کی سواری کو ترکی گھوڑوں کی سواری پر ترجیح دیتے تھے۔ خالد بن صفوان ایک مرتبہ گدھے پر سوار ہو کر بصرہ جا رہے تھے کہ راستہ میں بصرہ کے شرفاء سے ملاقات ہوگئی۔ بصرہ کے شرفاء نے کہا اے ابن صفوان یہ کیا ہے؟ پس خالد بن صفوان نے کہا کہ یہ ایک پالتو گدھا ہے جو سستی نسل ہونے کے باوجود میری بار برداری کے کام آتا ہے اور کبھی کبھی میں اس پر سوار ہو کر دشوار گزار گھاٹیوں سے بھی گزرتا ہوں۔ یہ گدھا کم بیمار ہوتا ہے اور اس کے علاج کے اخراجات بھی بہت قلیل ہیں نیز سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ گدھا مجھے ظلم اور فساد سے محفوظ رکھتا ہے۔ اسی طرح فضل بن عیسیٰ سے پوچھا گیا کہ آپ گدھے پر کیوں سواری کرتے ہیں تو فضل بن عیسیٰ نے جواب دیا کہ گدھا سب سے کم قیمت اور سب سے محنتی اور کار آمد جانور ہے۔

پس فضل کے کلام کو اعرابی نے سنا تو اس نے فضل بن عیسیٰ کو کہا کہ گدھے کی سواری بدترین سواری ہے اور گدھے کی سب سے بڑی برائی یہ ہے کہ نہ تو اس پر سوار ہو کر دشمن سے جنگ کی جاسکتی ہے اور نہ ہی اس کو عورت کے مہر میں دیا جاسکتا ہے اور گدھے کی آواز نہایت مکروہ ہوتی ہے۔ علامہ زمخشریؒ فرماتے ہیں کہ عرب میں دستور ہے کہ جب کسی کی برائی یا ہجو کرنا مقصود ہو تو اس کو گدھے کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اہل عرب گدھے کا نام بھی اپنی زبان سے ادا کرنا پسند نہیں کرتے بلکہ ضرورت پڑنے پر گدھے کی کنیت کا ذکر کر دیتے ہیں اور اگر کبھی گدھے کے نام کی اشد ضرورت پیش آ جائے تو بھی نام لینے سے اجتناب کرتے ہیں اور کہتے ہیں "الطّویل الاذنین" (لمبے کانوں والا)۔

تحقیق اہل عرب اس بات کو خلاف ادب سمجھتے ہیں کہ شرفاء کی مجلس میں گدھے کا ذکر آئے۔ اسی لئے اہل عرب گدھے کی سواری کو ناپسند کرتے ہیں۔

علامہ جوہریؒ فرماتے ہیں کہ "المروأة" سے مراد "انسانیت" ہے۔ ابن فارس کے نزدیک "المروأة" سے مراد "مردانگی" ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک "المروأة" سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے آپ کو بری باتوں سے محفوظ رکھے۔ بعض اہل علم کے نزدیک "المروأة" سے مراد وہ آدمی ہے جو اپنے زمانے اور اپنے ملک کے لوگوں کی چال چلے اور ان کی خوبیوں کو اختیار کرے۔ دارمی کہتے

ہیں کہ "المروأة" کا اعتبار پیشہ کے لحاظ سے ہوتا ہے اور بعض حضرات کے نزدیک "المروأة" آداب دین کے متعلق ہے۔ جیسا کہ چلا کر بولنا یا سائل کو جھڑکنا، قدرت ہونے کے باوجود نیک کام سے اجتناب کرنا، کثرت سے ہنسنا اور قہقہہ لگانا وغیرہ۔

احادیث نبویؐ میں "الحمار" کا تذکرہ صحیحین اور احادیث کی دیگر کتب میں مذکور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص امام سے پہلے سجدے سے سر اٹھائے، ڈر ہے کہ اللہ تعالیٰ کہیں اس کی شکل گدھے کی شکل نہ کر دیں یا اس کا سر گدھے کے سر کی طرح ہو جائے۔ (رواہ البخاری ومسلم)

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نمازی کے سر کو (جو امام سے قبل سجدے سے سر اٹھاتا ہے) گدھے کا سر اور اس کے جسم کو گدھے کا جسم بنا دیں گے۔ واللہ اعلم۔

چنانچہ اس حدیث میں مسخ کے جواز اور وقوع کی دلیل پائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ نیز ایسا اسی وقت ممکن ہے جب اللہ تعالیٰ کے غصہ میں شدت پیدا ہو جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَاللّٰهِ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَالطَّاغُوْتَ"

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا حدیث صراحتاً اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نماز میں رکوع وسجود اور دیگر ارکان کو امام سے پہلے ادا کرنا حرام ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم گدھے کی آواز سنو تو تم اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو شیطان سے، کیونکہ گدھا شیطان کو دیکھ کر چلاتا ہے اور جب تم مرغ کی آواز سنو تو تم اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرو۔ اس لئے کہ مرغ فرشتہ کو دیکھ کر بولتا ہے۔" (رواہ البخاری ومسلم وغیرہما)

مرغ کا بیان انشاء اللہ "باب الدال" میں آئے گا۔

ایک عجیب وغریب حکایت علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن ظفر کی "کتاب النصائح" میں پڑھا ہے۔ ابن ظفر لکھتے ہیں کہ میں اندلس کے ایک سرحدی علاقہ میں گیا۔ پس میری ملاقات قرطبہ کے ایک نوجوان فقیہ سے ہوئی۔ پس اس نوجوان کی علمی گفتگو سے میں بے حد متاثر ہوا۔ پھر میں نے ایک دن یہ دعا مانگی "يَامَنْ قَالَ وَاسْأَلُوْا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ" (اے وہ ذات جس نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرو۔) پس اس نوجوان نے کہا کہ کیا میں اس آیت کے متعلق آپ کو عجیب وغریب قصہ نہ سناؤں۔ میں نے کہا کیوں نہیں۔ پس اس نے بیان کیا کہ ہمارے بزرگوں کے حوالے سے یہ قصہ منقول ہے کہ ہمارے یہاں "طلیطلۃ" کے دو راہب جو اپنے شہر میں بہت قابل قدر سمجھے جاتے تھے، وہ تشریف لائے۔ وہ دونوں عربی زبان جانتے تھے اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے۔ نیز وہ دونوں قرآن اور فقہ کے ماہر تھے۔ پس لوگ ان دونوں کے بارے میں بدگمان تھے۔ نوجوان فقیہ کہتا ہے کہ ہمارے بزرگوں میں سے کسی نے ان دونوں کو اپنے ہاں ٹھہرا لیا اور ان کی خوب خاطر مدارت کی۔ وہ دونوں راہب بوڑھے تھے۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد ان میں سے ایک فوت ہو گیا۔ مگر دوسرا کئی عرصہ تک ہمارے یہاں مقیم رہا۔ پھر اس کے بعد وہ بھی بیمار پڑ گیا۔ قرطبہ کا نوجوان کہتا ہے کہ ایک دن میں نے اس راہب سے پوچھا کہ تمہارے مسلمان ہونے کا سبب کیا ہے؟ پس اس

راہب نے میرے سوال پر کراہت کا اظہار کیا۔ پس میں اس کے ساتھ نہایت اخلاق کے ساتھ پیش آیا اور اس سے پھر وہی سوال کیا۔ پس اس راہب نے کہا کہ اہل قرآن یعنی مسلمانوں کا ایک قیدی ایک کلیسہ کی خدمت کیا کرتا تھا اور ہم دونوں اس کلیسہ کی خانقاہ میں سکونت پذیر تھے۔ پس ہم نے اس قیدی کو اپنی خدمت کیلئے مخصوص کر لیا اور وہ قیدی ہمارے پاس طویل عرصہ تک رہا۔ یہاں تک کہ ہم نے اس قیدی سے عربی زبان سیکھ لی اور ہمیں قرآن کریم کی اکثر آیات اس قیدی کی وجہ سے حفظ ہو گئیں کیونکہ وہ قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتا تھا۔ پس ایک دن اس قیدی نے یہ آیت پڑھی "وَاسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ"۔ پس میں نے اپنے ساتھی سے کہا جو مجھ سے زیادہ صاحب الرائے اور عقلمند تھا کہ تم نے سنا یہ آیت کس چیز کی دعوت دے رہی ہے؟ پس میرے ساتھی نے مجھے جھڑک دیا۔ پھر اس قیدی نے ایک دن یہ آیت پڑھی۔ "وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ" (اور فرمایا تیرے رب نے کہ مجھ سے مانگو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا۔) پس میں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ یہ آیت پہلی آیت سے زیادہ بلیغ ہے۔ پس میرے ساتھی نے کہا کہ مجھے وہ بات زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے جو مسلمان کہتے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام نے جس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی تھی وہ مسلمانوں ہی کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

راہب کہتا ہے کہ ایک دن ہم دونوں کھانا کھا رہے تھے اور مسلمان قیدی کھڑا ہوا ہمیں شراب پلا رہا تھا کہ اچانک میرے حلق میں لقمہ اٹک گیا۔ پس میں نے قیدی کے ہاتھ سے پیالہ لے لیا اور مزید شراب پینے سے انکار کر دیا۔ پس میں نے اپنے دل میں کہا کہ اے محمد ﷺ کے رب آپ کا یہ فرمان ہے "وَاسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ" اور تو نے ہی فرمایا ہے "اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ" پس اگر یہ نبی جن کے ذریعے آپ کے یہ پیغام پہنچے ہیں برحق ہیں تو آپ مجھے پانی پلا دیں۔ پس اسی وقت خانقاہ کا ایک پتھر پھٹا اور اس میں سے پانی بہنے لگا۔ پس میں اس پتھر کے قریب پہنچا اور میں نے پانی پیا۔ پس جب میری حاجت پوری ہو گئی تو پانی آنا بند ہو گیا۔ نیز مسلمان قیدی میرے پیچھے کھڑا ہوا۔ یہ حالات دیکھ رہا تھا۔ پس اس کے دل میں اسلام کے متعلق شک پیدا ہو گیا اور میرے دل میں اسلام کیلئے رغبت اور یقین پیدا ہو گیا۔ پس میں نے اس واقعہ کی اطلاع اپنے ساتھی تک پہنچائی۔ پس میں اور میرا ساتھی دونوں مسلمان ہو گئے۔ پس دوسرے دن وہ مسلمان قیدی ہمارے پاس آیا اور ہم سے عیسائی ہونے کی رغبت ظاہر کی۔ پس ہم نے اس کو جھڑک دیا اور اپنی خدمت سے علیحدہ کر دیا۔ پھر اس کے بعد اس نے اپنے دین کو چھوڑ دیا اور عیسائی ہو گیا۔ پس ہم دونوں اپنے معاملے میں پریشان تھے کہ کسی طرح کہیں جا کر خلوص سے ہدایت حاصل کریں اور دین اسلام کو مضبوطی سے اپنے دلوں میں جما لیں۔ بالآخر میرے ساتھی نے جو مجھ سے زیادہ عقلمند تھا۔ سوچ کر کہا کہ ہمیں انہی دعاؤں کے ذریعے اپنا مقصد حاصل کرنا چاہئے۔ پس ہم نے اس خلجان سے نجات کیلئے انہی دو آیتوں کو پڑھ کر دعا مانگی اور ہم دوپہر کے وقت سو گئے۔ پس میں نے خواب دیکھا کہ تین نورانی چہرے والے اشخاص ہماری عبادت گاہ میں داخل ہوئے۔ پس انہوں نے عبادت خانے میں موجود تصویروں کی طرف اشارہ کیا تو وہ تصویریں مٹ گئیں۔ پس انہوں نے ایک تخت لا کر وہاں بچھا دیا۔ پھر انہی کی مثل ایک جماعت وہاں آئی جن کے چہرے اور سر سے نور ٹپک رہا تھا۔ نیز ان کے درمیان ایک آدمی اتنا حسین و جمیل تھا کہ میں نے ان سے زیادہ حسین و جمیل کبھی نہیں دیکھا تھا۔ پس وہ تخت پر جلوہ افروز ہو گئے۔ پس میں ان کے سامنے کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ کیا آپ سید المسیح علیہ السلام ہیں؟ پس انہوں نے فرمایا نہیں بلکہ میں ان کا بھائی احمد ﷺ ہوں۔ پھر انہوں نے مجھے حکم دیا کہ مسلمان ہو جاؤ۔ پس

میں مسلمان ہو گیا۔ پھر اس کے بعد میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم یہاں سے نکل کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ملک میں جانا چاہتے ہیں، اس کی کیا صورت ہوگی؟

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا تھا، فرمایا کہ تم ان کے بادشاہ کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ وہ ان دونوں مسلمانوں کو اس شہر میں جس میں یہ جانا پسند کریں عزت و احترام کے ساتھ پہنچانے کا بندوبست کرے اور اس قیدی کو جو مرتد ہو گیا ہے اس کو بلا کر تاکید کریں کہ وہ اپنے دین پر لوٹ آئے اور اگر وہ انکار کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے" راہب کہتا ہے کہ اس کے بعد میں نیند سے بیدار ہوا۔ نیز میں نے اپنے ساتھی کو جگایا اور اس کو پورا خواب سنایا اور میں نے اس سے پوچھا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ پس اس نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے آسانی پیدا فرما دی ہے۔ کیا تو نے ان تصویروں کی حالت کو نہیں دیکھا؟ راہب کہتا ہے کہ میں نے تصویروں کی طرف دیکھا تو وہ مٹ چکی تھیں۔ پس اس سے میرے ایمان و یقین میں مزید اضافہ ہوا۔ پھر اس کے بعد میرے ساتھی نے کہا کہ چلو بادشاہ کے پاس چلتے ہیں۔ پس ہم بادشاہ کے پاس گئے۔ بادشاہ نے حسب دستور ہماری تعظیم کی لیکن وہ ہمارے آنے کا مقصد نہ سمجھ سکا۔ پس میرے ساتھی نے بادشاہ سے کہا کہ ہمارے متعلق اور اس قیدی کے متعلق جو آپ کو حکم دیا گیا ہے اس کی تعمیل فرمائیے۔ یہ سنتے ہی بادشاہ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور وہ کانپنے لگا۔ جب اسے کچھ افاقہ ہوا تو اس نے قیدی کو بلایا اور پوچھا کہ تو مسلمان ہے یا عیسائی؟ پس قیدی نے جواب دیا کہ عیسائی ہوں۔ پس بادشاہ نے اس قیدی کو حکم دیا کہ تو اپنے دین کی طرف لوٹ جا کیونکہ ہمیں ایسے شخص کی ضرورت نہیں ہے جو اپنے دین کی حفاظت نہ کر سکے۔ پس قیدی نے کہا کہ میں ہرگز اپنے دین کی طرف نہیں لوٹوں گا۔ پس بادشاہ نے اپنی تلوار سے اس کی گردن اڑا دی۔ پھر بادشاہ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر کہا کہ میرے اور تمہارے خواب میں نظر آنے والا شخص تو شیطان تھا لیکن اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟ ہم نے کہا کہ ہم مسلمانوں کے ملک میں جانا چاہتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ میں تمہاری خواہش کے مطابق انتظام کر دوں گا لیکن تم لوگوں سے اس بات کا اظہار کرنا کہ ہم بیت المقدس جا رہے ہیں۔ پس ہم نے کہا کہ ہم ایسا ہی کہیں گے۔ پس بادشاہ نے اپنا وعدہ پورا کیا اور ہم لوگ آپ کے شہر میں آ گئے۔

امام نسائی اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم رات کے وقت کتے کا بھونکنا اور گدھے کا چلانا سنو تو اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو شیطان مردود سے۔ کیونکہ کتے اور گدھے ان بلاؤں کو دیکھ کر بولتے ہیں جنہیں انسان نہیں دیکھ پاتے اور جب رات کا وقت ہو جائے تو اپنے گھروں سے باہر بہت کم نکلو کیونکہ رات میں تکلیف دہ جانور اور کیڑے نکل آتے ہیں۔ (رواہ النسائی والحاکم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو قوم کسی ایسی مجلس سے اٹھتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ ہو تو اس قوم کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کوئی قوم مردار گدھے سے اٹھے اس حال میں کہ اس پر حسرت و ندامت کے آثار نمایاں ہوں۔ (رواہ الحاکم)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدترین گدھا وہ ہے۔ جس کا رنگ سیاہ ہو اور اس کا قد چھوٹا ہو۔ (تاریخ نیشاپور۔ کامل ابن عدی)

علامہ جوہریؒ فرماتے ہیں کہ "تعشیر الحمار" سے مراد گدھے کی وہ دس آوازیں ہیں جو وہ دم گھونٹ گھونٹ کر نکالتا ہے۔ شاعر نے کہا ہے ۔

لعمری لئن عشرت من خیفة الردی   نهاق حمار انی لجزوع

"قسم ہے میری عمر کی اگر میں دس مرتبہ گدھے کی آواز نکالوں موت کے خوف سے تو بلاشبہ یہ میری جانب سے انتہائی بے صبری کا اظہار ہوگا۔"

زمانۂ جاہلیت میں اہل عرب کا یہ دستور تھا کہ جب کبھی وہ کسی ایسے شہر میں داخل ہوتے جہاں کوئی وباء پھیلی ہوئی ہوتو وہ اس شہر میں داخل ہونے سے پہلے دس مرتبہ گدھے کی طرح آواز نکالتے۔ اس لئے کہ اہل عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ ایسا کرنے سے وہ اس وباء سے محفوظ رہیں گے۔

دوسری عجیب وغریب حکایت | مسروق کہتے ہیں کہ کسی گاؤں میں ایک آدمی کے پاس تین جانور گدھا، کتا اور مرغ تھے۔ مرغ اس آدمی کو صبح کی نماز کیلئے جگاتا۔ کتا اس کے گھر کا پہرہ دیتا اور گدھے پر وہ آدمی پانی اور خیمہ وغیرہ لاد کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتا۔ پس ایک دن ایک لومڑی آئی اور اس کے مرغ کو پکڑ کر کھا گئی۔ پس اس آدمی کے اہل خانہ بہت غمگین ہوگئے لیکن وہ آدمی بہت نیک تھا۔ پس اس آدمی نے کہا شاید اس میں ہمارے لئے بہتری ہو۔ پھر اس کے بعد ایک بھیڑیا آیا اور اس نے گدھے کو چیر پھاڑ کر قتل کردیا۔ پس اس آدمی نے کہا کہ شاید اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے لئے بہتری ہو۔ پھر اس کے بعد کتا بھی بیمار ہوکر مر گیا۔ پس اس آدمی نے کہا شاید اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس میں ہمارے لئے کوئی بھلائی ہو۔ ایک دن ایسا ہوا کہ جب صبح سویرے وہ آدمی اور اس کے اہل خانہ بیدار ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کے آس پاس کے تمام پڑوسیوں کو گرفتار کرلیا گیا ہے۔ ان کی گرفتاری کی وجہ یہ تھی کہ ان کے پالتو جانوروں کی آوازوں سے بادشاہ کو تکلیف ہوتی تھی۔

پس اس آدمی نے کہا کہ ان تینوں جانوروں کی ہلاکت میں اللہ تعالیٰ کی یہ مصلحت کارفرما تھی کہ ہم گرفتاری سے بچ گئے۔ پس جو شخص اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم کے اسرار کو سمجھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ہر فعل پر راضی ہوتا ہے۔

فائدہ | "دلائل النبوۃ" میں بیہقیؒ نے ابوسبرۃ نخعی سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص یمن سے آرہا تھا کہ راستہ میں اس کا گدھا مر گیا تو اس نے وضو کیا۔ پھر دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر یہ دعا مانگی **"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ جِئْتُ مُجَاهِدًا فِیْ سَبِیْلِکَ ابْتِغَاءِ مَرْضَاتِکَ وَاَنَا اَشْهَدُ أَنَّکَ تُحْیِ الْمَوْتٰی وَتُبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ لَا تَجْعَلْ لِاَحَدٍ عَلَی الْیَوْمِ مِنَّةً أَسْئَلُکَ اَنْ تَبْعَثَ لِیْ حِمَارِیْ"** (اے اللہ میں اس لئے آیا تھا کہ تیرے راستے میں جہاد کروں اور اس سے میرا ارادہ تیری رضا حاصل کرنے کا تھا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تو مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے اور تو اہل قبور کو ایک دن زندہ کرکے اٹھائے گا۔ آج تو مجھے کسی کا احسان مند نہ بنا۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو میرے گدھے کو زندہ فرمادے۔"

پس اس کا گدھا کھڑا ہوگیا۔ اس حال میں کہ گدھا اپنے کان ہلا رہا تھا۔ بیہقیؒ کہتے ہیں کہ اس قصہ کی سند صحیح ہے۔ (رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ)

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ مردوں کا زندہ کرنا صاحب شریعت کیلئے ایک معجزہ ہے جیسا کہ ہم نے اس کا پہلے بھی تذکرہ کیا ہے کہ امت محمدیہؐ میں ایسے نفوس قدسیہ بھی موجود ہیں جن کی دعاؤں سے مردے بھی زندہ ہوجاتے ہیں۔ نیز گدھے کے مالک کا نام "**نباته بن یزید نخعی**" ہے۔

امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس گدھے کو بازار میں بکتے ہوئے دیکھا ہے۔ پس گدھے کے مالک سے کہا گیا کہ تم ایسے گدھے کو فروخت کرنا چاہتے ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے زندہ کر دیا تھا۔ گدھے کے مالک نے کہا کہ اگر اس کو فروخت نہ کروں تو کیا کروں۔ پس ایک آدمی نے اس پر تین اشعار کہے ہیں جن میں سے ایک شعر میں نے یاد کر لیا تھا ۔

وَمِنَّا الَّذِیْ اُحْیَا اَلَا لَهٗ حِمَارَهٗ ۔۔۔ وَقَدْ مَاتَ مِنْهُ کُلَّ عُضْوٍ وَّ مَفْصَلٍ

''اور ہم میں سے کچھ ایسے افراد بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے گدھے میں ایسی جان ڈال دی جیسا کہ ایک نبی کے گدھے میں جان ڈال دی گئی تھی۔ حالانکہ اس گدھے کے ایک ایک عضو سے جان نکل چکی تھی۔''

دوسرا فائدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَاِذْقَالَ اِبْرٰهِیْمُ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی" (اور جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا کہ ''میرے مالک'' مجھے دکھا دے تو مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے۔ البقرۃ- آیت ۲۶۰)

حسنؒ، قتادہؒ، عطاء خراسانیؒ، ضحاکؒ اور ابن جریجؒ کا قول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس سوال کا سبب یہ ہے کہ آپ کا گزر ایک مردہ جانور پر ہوا۔ ابن جریجؒ فرماتے ہیں کہ وہ ایک گدھے کی لاش تھی جو دریا کے کنارے پڑی ہوئی تھی۔ عطاءؒ فرماتے ہیں کہ اس دریا کا نام ''بحر طبریہ'' (THELAKE OF TIBERIAS) ہے۔ (حسنؒ، قتادہؒ، عطاء خراسانیؒ، ضحاکؒ اور ابن جریجؒ فرماتے ہیں کہ) لاش کو خشکی و تری کے جانوروں نے آپس میں تقسیم کر لیا تھا۔ چنانچہ جب دریا موج مارتا تو مچھلیاں اور دوسرے جانور اس کو کھاتے اور جب دریا سمٹ جاتا تو خشکی کے درندے اس سے اپنی خوراک حاصل کرتے۔ پس جب درندے چلے جاتے تو پرندے آتے اور اس لاش سے اپنی غذا حاصل کرتے۔ پس جو بچ جاتا وہ ہوا میں اڑ جاتا۔ پس جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ منظر دیکھا تو بہت متعجب ہوئے اور عرض کیا اے میرے رب! میں جانتا ہوں کہ تو اس لاش کے تمام اجزاء کو خشکی کے درندوں، پانی کے جانوروں اور پرندوں کے پوٹوں سے نکال کر پھر جمع فرما دے گا۔ پس مجھے دکھلا دے کہ تو مردوں کو کیسے زندہ فرماتا ہے تاکہ میں اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں تاکہ میرا علم عین الیقین میں بدل جائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس خواہش پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ کیا تو مجھ پر ایمان نہیں رکھتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کیوں نہیں؟ اے میرے رب میں آپ پر یقین اور ایمان رکھتا ہوں لیکن میری خواہش کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ میرا دل مطمئن ہو جائے اور میرا یقین عین الیقین میں بدل جائے۔ بعض شعراء نے اپنے اشعار میں اس مفہوم کو بڑے احسن انداز میں بیان کیا ہے ۔

لَئِنْ کَلَّمْتُ بِالتَّفْرِیْقِ قَلْبِیْ ۔۔۔ فَاَنْتَ بِخَاطِرِیْ اَبَدًا مُقِیْمٌ

''اگر میرے دل میں تجھ سے جدائی کا کوئی خیال بھی آئے تو کیا ہے کیونکہ تو ہمیشہ سے میرے دل میں بسا ہوا ہے''

وَلٰکِنَّ لِلْعَیَانِ لَطِیْفٌ مَعْنًی ۔۔۔ لَهٗ سَاَلَ الْمُعَایَنَةَ الْکَلِیْمُ

''لیکن آنکھیں تیرے دل میں رہنے کے باوجود دیدار کا مطالبہ کرتی ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی آواز سننے کے بعد اللہ تعالیٰ سے رویت کی درخواست کی تھی۔''

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس سوال کا سبب یہ تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود سے مناظرہ کے وقت یہ دلیل پیش کی تھی کہ "میرا رب وہ ہے جو زندگی بھی دیتا ہے اور موت بھی دیتا ہے۔" پس نمرود نے کہا میں بھی زندگی دیتا ہوں اور موت دیتا ہوں۔ پس نمرود نے قید خانہ سے دو قیدیوں کو بلا کر ایک کو قتل کر دیا اور دوسرے کو رہا کر دیا اور کہنے لگا کہ دیکھو ایک کو میں نے قتل کر دیا اور ایک کو میں نے زندگی عطا کر دی ہے۔ پس ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا رب تو جسد مردہ کو زندگی بخشتا ہے اور تو نے تو زندہ کو چھوڑ دیا ہے۔ پس نمرود نے کہا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کا جواب دینے پر قادر نہ تھے۔ پس دوسری حجت کی طرف منتقل ہو گئے اور نمرود کو لاجواب کر دیا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے مردوں کو زندہ کرنے کا منظر دکھانے کا سوال کیا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تو مجھ پر ایمان نہیں رکھتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کیوں نہیں بلکہ میں اس لئے یہ منظر دیکھنا چاہتا ہوں تاکہ میرا دل میری دلیل کی مضبوطی پر مطمئن ہو جائے اور جب نمرود مجھ سے سوال کرے کہ تو نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے تو میں اسے جواب دے سکوں کہ ہاں میں نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنالیا تو ملک الموت نے اپنے رب سے اجازت طلب کی کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ خوشخبری سنا آؤں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو اجازت دے دی۔ پس ملک الموت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام گھر میں موجود نہیں تھے۔ پس ملک الموت گھر میں داخل ہو گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام انتہائی غیور تھے۔ پس جب وہ گھر تشریف لائے تو ایک اجنبی شخص کو وہاں موجود پایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کو پکڑنے کیلئے دوڑے۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے فرمایا تو کون ہے اور کس نے تجھے میرے گھر میں میری اجازت کے بغیر داخل ہونے کی اجازت دی ہے؟ پس ملک الموت نے کہا کہ مجھے اس گھر کے مالک نے اجازت دی ہے۔ پس ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ تو نے سچ کہا ہے۔ نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ کوئی فرشتہ ہے۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ تو کون ہے۔ پس اس فرشتے نے جواب دیا کہ میں "ملک الموت" ہوں اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کو یہ خوشخبری سنانے آیا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا خلیل بنالیا ہے۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے بعد اللہ کا شکر ادا کیا پھر فرمایا کہ اس کی علامت کیا ہے۔ ملک الموت نے جواب دیا کہ اس کی نشانی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمالی ہے اور آپ کے سوال کے مطابق مردہ کو زندہ فرما دیں گے۔ پس اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا **"رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی"** (اے رب مجھے دکھلا دے کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے۔ البقرہ) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو مجھ پر ایمان نہیں رکھتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کیوں نہیں، میں آپ پر ایمان رکھتا ہوں لیکن میں دل کا اطمینان چاہتا ہوں۔ بے شک آپ نے مجھے اپنا خلیل بنالیا ہے اور جب میں دعا کرتا ہوں تو آپ میری دعا کو قبول فرماتے ہیں۔ امام بخاریؒ نے کتاب بخاری میں یہ حدیث نقل کی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ شک میں مبتلا

ہوسکتے ہیں جبکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تھا کہ اے اللہ مجھے دکھا دیجئے کہ آپ مردوں کو کیسے زندہ کرتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تو مجھ پر ایمان نہیں رکھتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا میں ایمان تو رکھتا ہوں لیکن دل کا اطمینان چاہتا ہوں۔ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) کہ اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے جب انہوں نے حالات کی شدت سے تنگ ہو کر ایک مضبوط سہارے کی تمنا کی تھی۔ نیز اگر میں بھی (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اتنا عرصہ قید میں گزارتا جتنا طویل عرصہ حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانے میں گزارا تو البتہ میں شاہی فرستادہ کی دعوت کو بلا تامل قبول کر لیتا ہے۔ (رواہ البخاری)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول "**نَحْنُ اَحَقُّ بِالشَّکِّ**" کے متعلق مزنی کہتے ہیں کہ اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس بارے میں شک کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرنے کی قدرت نہیں رکھتا بلکہ شک سے مراد یہ ہے کہ اگر ہم اللہ تعالیٰ سے مردے کو زندہ کرنے کی دعا مانگیں تو وہ بھی قبول ہوگی یا نہیں؟

خطابی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ذات خاص پر شک کا اعتراف ہے نہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر۔ لیکن دونوں کی جانب سے نفی شک کرنا بھی مقصود ہے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ جب میں اللہ تعالیٰ کی مردوں کو زندہ کرنے کی قدرت پر شک نہیں کرتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام تو بدرجہ اولی اللہ تعالیٰ کی مردوں کو زندہ کرنے کی قدرت پر شک نہیں کرتے تھے۔ نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول محض تواضع و کسر نفسی کی بناء پر تھا اور یہی کسر نفسی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں کارفرما ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق فرمایا تھا۔

اس حدیث سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ خبر دینا چاہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سوال شک کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ زیادۃ فی الیقین حاصل کرنے کی غرض سے اس کی ضرورت پیش آئی کیونکہ جو معرفت اور طمانیت مشاہدہ سے حاصل ہوتی ہے وہ استدلال سے حاصل نہیں ہوتی۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو کچھ مسلمان کہنے لگے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شک کیا مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شک نہیں کیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تواضع کے طور پر یہ فرمایا "**نَحْنُ اَحَقُّ بِالشَّکِّ**"۔

اس آیت کے متعلق مزید تفصیل انشاء اللہ "باب الطاء" میں آئے گی۔

فائدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "**اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَۃٍ وَّھِیَ خَاوِیَۃٌ عَلٰی عُرُوْشِھَا قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ ھٰذِہِ اللّٰہُ بَعْدَ مَوْتِھَا فَاَمَاتَہُ اللّٰہُ مِائَۃَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَہٗ قَالَ کَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَۃَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِکَ وَشَرَابِکَ لَمْ یَتَسَنَّہْ وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِکَ وَلِنَجْعَلَکَ**"

(یا پھر مثال کے طور پر اس شخص کو دیکھو، جس کا گزر ایک ایسی بستی پر ہوا، جو اپنی چھتوں پر اوندھی گری پڑی تھی۔ اس نے کہا "یہ آبادی جو ہلاک ہو چکی ہے، اسے اللہ تعالیٰ کس طرح دوبارہ زندگی بخشے گا؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے اس کی روح قبض کر لی اور وہ سو برس تک مردہ

پڑا رہا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے دوبارہ زندگی بخشی اور اس سے پوچھا، بتاؤ تم کتنی مدت پڑے رہے ہو؟ اس نے کہا ایک دن یا چند گھنٹے رہا ہوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم پر سو برس اسی حالت میں گزر چکے ہیں۔ اب ذرا اپنے کھانے اور پانی کو دیکھو کہ اس میں ذرا تغیر نہیں آیا ہے۔ دوسری طرف ذرا اپنے گدھے کو بھی دیکھو (کہ اس کا پنجر تک بوسیدہ ہو رہا ہے) اور یہ ہم نے اس لئے کیا ہے کہ ہم تمہیں لوگوں کے لئے ایک نشانی بنا دینا چاہتے ہیں۔ البقرۃ: آیت ۲۵۹)

اس آیت کا عطف ماقبل والی آیت پر ہے۔ مفسرین اور اہل سیر کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ "مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ" بستی سے گزرنے والا شخص کون تھا؟ پس وہب بن منبہ فرماتے ہیں وہ حضرت ارمیاء بن حلقیا تھے جو حضرت ہارون علیہ السلام کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت قتادہ، عکرمہ اور ضحاک فرماتے ہیں کہ وہ حضرت عزیر بن شرخیا تھے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہی قول زیادہ صحیح ہے کہ بستی سے گزرنے والے حضرت عزیر بن شرخیا تھے۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ بستی سے گزرنے والا کوئی کافر شخص تھا جو قیامت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کے متعلق شک میں مبتلا تھا۔ نیز بستی کے متعلق بھی اہل علم کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ پس حضرت وہب، عکرمہ اور قتادہ فرماتے ہیں کہ وہ بستی بیت المقدس ہے۔ ضحاک فرماتے ہیں کہ وہ "ارض مقدس" ہے۔ کلبی کہتے ہیں وہ بستی "دیرسابرآباذ" ہے۔ سدی نے کہا ہے کہ وہ بستی "سلماباذ" ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک وہ بستی "دیر ہرقل" ہے۔ بعض اہل علم کے اقوال کے مطابق یہ وہ بستی تھی جس میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ہلاک کیا جو اپنے گھروں سے نکلے تھے اس حال میں کہ وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ بعض اہل علم کے نزدیک وہ بستی "قریۃ العنب" ہے جو بیت المقدس سے دو فرسخ کے فاصلے پر واقع تھی اور وہ اس وقت ویران تھی۔

چنانچہ جن لوگوں نے بستی سے گزرنے والا شخص حضرت ارمیاء کو تسلیم کیا ہے اور بستی سے مراد بیت المقدس لیا ہے ان کے نزدیک اس بستی کے "خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا" ہونے کے اسباب وہی ہیں جو محمد بن اسحٰق صاحب السیرۃ نے ذکر کئے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ارمیاء علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے بادشاہ ناشیہ بن انوص کی جانب بھیجا تھا تاکہ وہ اس کی اصلاح فرمائیں اور اللہ کے احکام ان تک پہنچائیں۔ حضرت ارمیاء علیہ السلام کو بنی اسرائیل پر بطور منتظم بھیجا گیا تھا تاکہ ان کو بادشاہ وقت کی اور بادشاہ کو نبی وقت کی اطاعت کی ترغیب دیتے رہیں۔ پس حضرت ارمیاء علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی ملنے والے احکامات بادشاہ تک پہنچاتے اور حکومت میں اس کو مناسب مشورہ اور ہدایت فرماتے۔ پس جب بنی اسرائیل بدعات میں ملوث ہو گئے اور گناہوں میں آگے نکل گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ارمیاء کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی قوم بنی اسرائیل کو نصیحت کریں اور اللہ تعالیٰ نے ان پر جو انعامات کئے ہیں وہ ان کو یاد دلائیں۔ پس حضرت ارمیاء بنی اسرائیل کے پاس تشریف لے گئے اور ایک عظیم الشان خطبہ دیا جس کو اللہ تعالیٰ نے بطور الہام آپ کے دل میں اتار دیا تھا۔ اس خطبہ میں اطاعت پر ثواب کی بشارت اور گناہوں پر عذاب کا وعدہ اور وعید تھی اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ اعلان تھا کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم اگر تم گناہوں سے باز نہیں آؤ گے تو میں تمہیں ایسی سخت مصیبت میں مبتلا کروں گا کہ بڑے بڑے حکماء بھی اس پر حیران و پریشان ہو جائیں گے اور تم پر ایک ظالم و جابر حاکم مسلط کر دوں گا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی رحم نہیں ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ارمیاء علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ میں یافث میں رہنے والے

اسرائیلیوں کو ہلاک کرنے والا ہوں۔ یافث سے مراد اہل بابل ہیں اور یہ تمام یافث بن نوح کی اولاد میں سے ہیں۔ پس جب حضرت ارمیاء نے یہ سنا تو وہ رونے اور چلانے لگے اور اپنے کپڑے پھاڑ کر سر پر خاک ڈالنے لگے۔ پس اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ اے ارمیاء کیا میری طرف سے بھیجی جانے والی وحی تم پر شاق گزری ہے؟ حضرت ارمیاء نے عرض کیا جی ہاں! اے میرے رب بنی اسرائیل کی ہلاکت سے پہلے مجھے موت دے دے کیونکہ بنی اسرائیل کی تباہی مجھے پسند نہیں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت ارمیاء کی طرف وحی بھیجی کہ مجھے اپنی عزت کی قسم میں بنی اسرائیل کو اس وقت تک ہلاک نہیں کروں گا جب تک کہ تم خود ان کی ہلاکت کی استدعا نہ کرو۔ پس اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو سن کر حضرت ارمیاء علیہ السلام بہت مسرور ہوئے۔ نیز حضرت ارمیاء علیہ السلام نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی برحق بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ میں کبھی بھی بنی اسرائیل کی ہلاکت پر راضی نہیں ہوسکتا۔ پھر اس کے بعد حضرت ارمیاء علیہ السلام بادشاہ وقت کے پاس جو ایک صالح مرد تھا، تشریف لے گئے اور اس کو یہ خوشخبری سنائی۔ پس بادشاہ بھی اس بشارت سے خوش ہوا۔ نیز بادشاہ نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں عذاب دے تو یہ ہمارے گناہوں کی سزا ہے اور اگر وہ ہمیں معاف فرمادے تو یہ اس کی رحمت ہے۔ پھر اس کے بعد تین سال گزر گئے مگر بنی اسرائیل کی اصلاح نہیں ہوئی اور ان کی نافرمانیوں میں اضافہ ہوتا رہا۔ بادشاہ وقت نے بار بار کوشش کی کہ بنی اسرائیل توبہ کرلیں۔ مگر چونکہ بنی اسرائیل کی ہلاکت کا وقت قریب آرہا تھا اس لئے انہوں نے بادشاہ کی نصیحت کو پس پشت ڈال دیا اور مزید گناہوں میں ملوث ہوگئے۔ پس وحی کے سلسلہ میں بھی کمی واقع ہوگئی۔ پس اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر بخت نصر شاہ بابل کو مسلط کردیا۔ پس بخت نصر ساٹھ لاکھ فوج کے ساتھ بیت المقدس پر حملہ آور ہوا۔ پس جب اس حملے کی خبر بادشاہ کو ملی تو اس نے حضرت ارمیاء سے کہا کہ آپ کا وہ دعویٰ کہاں گیا جو آپ نے مجھ سے کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے بنی اسرائیل کو ہلاک نہ کرنے کا عہد کیا ہے۔ حضرت ارمیاء علیہ السلام نے فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ نیز مجھے اس وعدے کی سچائی پر پورا یقین ہے۔ پس جب بخت نصر کے حملہ کا وقت قریب آ گیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک فرشتہ بنی اسرائیل کے ایک آدمی کی صورت میں حضرت ارمیاء علیہ السلام کے پاس بھیجا۔ پس حضرت ارمیاء نے اس سے دریافت کیا کہ تو کون ہے؟ پس اس فرشتے نے جواب دیا کہ میں بنی اسرائیل کا ایک آدمی ہوں اور آپ سے اپنے خاندان کے متعلق فتویٰ پوچھنے کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ میں اپنے خاندان والوں کے ساتھ نہایت نرمی اور اکرام سے پیش آتا ہوں لیکن وہ مجھ سے غلط برتاؤ کرتے ہیں اور میری نیکی کا بدلہ بدی سے دیتے ہیں۔ پس آپ اس بارے میں فتویٰ دیں؟ پس حضرت ارمیاء علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اپنے خاندان والوں کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ کرتے رہو کیونکہ اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔ پس فرشتہ یہ سن کر چلا گیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد وہی فرشتہ اسرائیلی آدمی کی شکل میں آپ کے پاس حاضر ہوا۔ پس وہ آپ کے پاس بیٹھ گیا۔ پس حضرت ارمیاء نے فرمایا تو کون ہے؟ اس فرشتے نے جواب دیا کہ میں اپنے خاندان والوں کے متعلق فتویٰ پوچھنے آیا ہوں۔ حضرت ارمیاء نے جواب دیا کہ کیا تیرے خاندان والوں نے ابھی تک تمہارے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ فرشتے نے جواب دیا کہ نہیں۔ حضرت ارمیاء علیہ السلام نے فرمایا کہ واپس جاؤ اور اپنے خاندان والوں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ پس وہ فرشتہ واپس چلا گیا۔ چنانچہ کچھ دنوں کے بعد بخت نصر نے بیت المقدس کا محاصرہ کرلیا۔ پس اس صورتحال پر بنی اسرائیل پریشان ہوگئے۔ بادشاہ نے حضرت ارمیاء علیہ السلام سے کہا کہ تمہارے رب

کا وعدہ کہاں گیا؟ پس حضرت ارمیاء علیہ السلام نے جواب دیا کہ مجھے اپنے رب کے وعدہ کی سچائی پر پختہ یقین ہے۔ یہ سن کر بادشاہ واپس چلا گیا۔ پھر اس کے بعد فرشتہ تیسری مرتبہ حضرت ارمیاء کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت حضرت ارمیاء علیہ السلام بیت المقدس کی دیوار پر بیٹھے ہوئے نصرت الٰہی کا انتظار کر رہے تھے اور مسکرا رہے تھے اور خوش ہو رہے تھے۔ پس حضرت ارمیاء علیہ السلام نے فرشتہ کو دیکھ کر پوچھا کہ تو کون ہے؟ فرشتہ نے جواب دیا کہ میں وہی اسرائیلی ہوں اور اس سے قبل بھی میں آپ کے پاس دو مرتبہ آ چکا ہوں۔ چنانچہ میں نے اب تک اپنے خاندان والوں کی بدسلوکیاں برداشت کیں مگر اب برداشت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اب میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔ آج میں نے ان کو ایسی حرکات کرتے دیکھا ہے جن پر اللہ تعالیٰ خوش نہیں ہوتا۔ پس حضرت ارمیاء علیہ السلام نے فرمایا کہ تو نے ان کا کونسا عمل دیکھا ہے؟ فرشتہ نے کہا ایک بہت بڑا کام جس میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے۔ پس مجھے اپنے خاندان والوں پر سخت غصہ آیا۔ اس لئے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کے واسطہ سے آپ سے سوال کرتا ہوں جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے۔ میں آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ آپ ان کی ہلاکت کی دعا کر دیجئے۔ پس حضرت ارمیاء علیہ السلام نے دعا فرمائی کہ اے ارض وسماء کے مالک اگر یہ لوگ حق پر ہوں تو ان کو زندہ رکھ اور اگر وہ تیری مرضی کے خلاف کام کر رہے ہوں تو ان کو ہلاک کر دے۔ پس جب یہ دعا ختم ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس پر آسمان سے بجلی گرائی جس سے بیت المقدس کے آس پاس کے مکانات منہدم ہو گئے اور بیت المقدس کے سات دروازے زمین میں دھنس گئے۔ پس جب حضرت ارمیاء علیہ السلام نے یہ منظر دیکھا تو اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے آسمانوں اور زمین کے مالک تیرا وعدہ جو تو نے مجھ سے کیا تھا، کہاں گیا؟ پس آسمان سے آواز آئی کہ اللہ کی طرف سے جو کچھ ہوا ہے وہ آپ کی دعا کی بدولت ہوا ہے۔ پس حضرت ارمیاء علیہ السلام نے جان لیا کہ یہ سارا معاملہ میری بددعا کی وجہ سے ہوا ہے اور یہ کہ وہ سائل جو بار بار میرے پاس آتا تھا، وہ انسان نہیں بلکہ اللہ کا بھیجا ہوا فرشتہ تھا۔

پس اس کے بعد حضرت ارمیاء علیہ السلام نے اس بستی کو چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ جنگلی جانوروں کے ساتھ بود و باش اختیار کر لی۔ اس کے بعد بخت نصر بیت المقدس میں داخل ہو گیا اور اس نے ملک شام کو نیست و نابود کر کے بنی اسرائیل کو قتل کر ڈالا اور بیت المقدس کو اجاڑ ڈالا اور اپنے لشکر کو حکم دیا کہ ہر ایک سپاہی اپنی اپنی ڈھال میں مٹی بھر کر بیت المقدس پر ڈال دیں۔ پس انہوں نے ایسا ہی کیا۔ یہاں تک کہ بیت المقدس کو مٹی سے بھر دیا۔ پھر بخت نصر نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ بیت المقدس کے دوسرے شہروں میں جس قدر آدمی (بوڑھے، جوان، بچے) ہوں سب کو اکٹھا کر کے لاؤ۔ پس بخت نصر نے ستر ہزار بچوں کو منتخب کر لیا۔ پس ان کو بادشاہوں کے درمیان تقسیم کر دیا جو اس کے مددگار تھے۔ پس ہر بادشاہ کے حصہ میں چار غلام آئے۔ چنانچہ ان غلاموں میں حضرت دانیال علیہ السلام اور حنانیا بھی تھے۔ پس بخت نصر نے بنی اسرائیل کے باقی ماندہ قیدیوں کے تین حصے کئے۔ ایک حصہ کو قتل کروا دیا۔ ایک حصہ کو غلام بنا لیا اور تیسرے حصہ کو ملک شام میں آباد کر دیا۔ پس یہ پہلا حادثہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر ان کے گناہوں کی وجہ سے نازل کیا تھا۔ پس جب بخت نصر بابل کی طرف واپس ہوا تو اس کے ہمراہ بنی اسرائیل کے قیدی بھی تھے۔ چنانچہ حضرت ارمیاء علیہ السلام اپنے گدھے پر سوار ہو کر چلے اور ایک مشکیزہ انگور کے عرق کا اور ایک انجیر کی ٹوکری اپنے ساتھ لے لی۔ یہاں تک کہ آپ شہر ایلیا پہنچ

گئے۔ پس جب آپ وہاں پر ٹھہرے تو شہر کی ویرانی پر متعجب ہوئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بستی کو اس کی ویرانی کے بعد کیسے زندہ کرے گا۔ پھر حضرت ارمیاء علیہ السلام اپنے گدھے کو ایک نئی رسی سے باندھ کر لیٹ گئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند طاری فرما دی۔ پس جب آپ سو گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح سو سال تک کیلئے قبض کر لی۔ نیز آپ کا گدھا بھی مر گیا لیکن آپ کے انجیر اور انگور کا پانی اسی طرح تروتازہ رہا۔ اس میں کسی قسم کی بدبو وغیرہ پیدا نہیں ہوئی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تمام آنے جانے والوں کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تھا۔ پس کوئی ایک بھی آپ کو نہیں دیکھ سکا۔ نیز اللہ تعالیٰ نے درندوں اور پرندوں کو گدھے کا گوشت کھانے سے روک دیا تھا۔ پس جب آپ کی موت کو ستر سال گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے ملک فارس کے ایک بادشاہ کو جس کو نوشک کہا جاتا ہے بیت المقدس کی طرف بھیجا تاکہ وہ اس کو آباد کرے۔ پس نوشک بادشاہ ایک ہزار منتظم لے کر آیا اور ہر منتظم کی زیر نگرانی ایک ایک ہزار مسلمان تھے۔

چنانچہ تعمیر شروع ہوگئی اور تیس سال کے عرصہ میں بیت المقدس آباد ہوگیا۔ نیز اللہ تعالیٰ نے بخت نصر کو مچھر کے ذریعہ ہلاک کر دیا جو اس کی ناک میں گھس کر اس کے دماغ تک پہنچ گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے قیدیوں کو نجات دی اور ان کو بیت المقدس کی طرف لوٹا دیا۔ یہاں تک کہ بنی اسرائیل کی تعداد میں اضافہ ہوگیا اور ان کی مالی حیثیت مستحکم ہوگئی۔ پس جب سو سال گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے حضرت ارمیاء علیہ السلام کی آنکھیں کھولیں اور باقی جسم بے حس رکھا۔ پھر اس کے بعد باقی جسم میں بھی جان ڈال دی۔ اس حال میں کہ حضرت ارمیاء اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ پھر اس کے بعد حضرت ارمیاء علیہ السلام نے اپنے گدھے کو دیکھا تو اس کی حالت یہ تھی کہ اس کے تمام اعضاء گل سڑ گئے تھے اور کھوکھلی ہڈیوں پر سفیدی چھا گئی تھی۔ پس حضرت ارمیاء علیہ السلام نے آسمان سے آنے والی آواز سنی کہ اے کھوکھلی ہڈیو! اللہ تعالیٰ تمہیں جمع ہونے کا حکم دیتا ہے۔ پس وہ ہڈیاں جمع ہوگئیں۔ پھر آواز آئی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ اپنے اوپر گوشت چڑھا لو۔ پس ایسا ہی ہوگیا۔ پھر تیسری آواز پر گدھے کے جسم میں جان پڑ گئی۔ پس اللہ تعالیٰ کے حکم سے گدھا زندہ ہو کر کھڑا ہوگیا اور بولنے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ارمیاء علیہ السلام کو حیات جاوید عطا فرمائی ہے۔ نیز جنگلوں اور ویرانوں میں جو لوگوں کو نظر آتے ہیں وہ آپ ہی ہیں۔ حضرت قتادہ، عکرمہ اور ضحاک فرماتے ہیں کہ جب بخت نصر نے بیت المقدس کو ویران کر دیا اور وہ بنی اسرائیل کے قیدیوں کو لے کر بابل چلا گیا تو ان قیدیوں میں حضرت عزیر علیہ السلام اور حضرت دانیال علیہ السلام بھی تھے۔ پس جب حضرت عزیر علیہ السلام کو بخت نصر کے ملک بابل کی قید سے نجات حاصل ہوئی تو آپ اپنے گدھے پر سوار ہوئے یہاں تک کہ ''دیر ہرقل'' میں دریائے دجلہ کے کنارے قیام فرمایا۔ پس آپ نے بستی کا چکر لگایا لیکن کوئی ایک فرد بھی نظر نہیں آیا۔ آپ نے دیکھا کہ درخت پھلوں سے لدے پڑے ہیں۔ پس آپ نے پھل کھائے اور انگوروں کو نچوڑ کر ان کا عرق پیا اور سفر کیلئے کچھ پھل توڑ لئے اور ایک مشکیزہ میں انگور کا عرق بھر لیا۔ پس جب آپ بستی کی ویرانی کی طرف متوجہ ہوئے تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بستی کو اس کی ویرانی کے بعد کیسے زندہ کرے گا۔ حضرت قتادہ اور عکرمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عزیر علیہ السلام نے مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کے معاملہ میں شک نہیں کیا۔ سدی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام پر (سو برس تک موت کی کیفیت طاری کرنے کے بعد) زندہ کیا۔

پھر فرمایا۔ دیکھ اپنے گدھے کی طرف تحقیق وہ ہلاک ہو چکا ہے اور اس کی ہڈیاں بکھر چکی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ہوا کو گدھے کی ہڈیاں جمع کرنے کا حکم دیا۔ پس ہڈیاں جمع ہو گئیں اور ایک دوسری کے ساتھ جڑ گئیں۔ حضرت عزیر علیہ السلام اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے گدھے میں جان ڈال دی۔ پس گدھا اللہ کے حکم سے زندہ ہو گیا۔ یہ قول حضرت قتادہ، ضحاک اور دیگر اہل علم کا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام کو سو برس کے بعد زندہ کیا تو آپ اپنے گدھے پر سوار ہو کر بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ آپ اپنی بستی میں پہنچ گئے۔ پس لوگوں نے آپ کو نہیں پہچانا اور نہ ہی لوگوں کو آپ کے گھر کا پتہ معلوم تھا۔ پس آپ اندازے پر چلے۔ یہاں تک کہ اپنے گھر کے دروازے پر آ کر کھڑے ہو گئے۔ پس وہاں پر ایک اندھی اور لنگڑی بڑھیا جس کی عمر ایک سو بیس برس تھی، بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ بڑھیا آپ کی لونڈی تھی۔ حضرت عزیر علیہ السلام جب گھر سے نکلے تھے تو اس وقت اس لونڈی کی عمر بیس سال تھی اور اس زمانہ میں وہ آپ سے بہت مانوس تھی۔ پس حضرت عزیر علیہ السلام نے بڑھیا سے پوچھا کیا یہ عزیر کا گھر ہے۔ اس بڑھیا نے کہا جی ہاں! یہ عزیر علیہ السلام کا گھر ہے اور وہ بڑھیا رونے لگی اور کہنے لگی کہ کافی عرصہ گزر گیا ہے میں نے کسی سے عزیر علیہ السلام کا نام نہیں سنا۔ حضرت عزیر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں عزیر ہی ہوں۔ بڑھیا نے کہا ''سبحان اللہ'' حضرت عزیر علیہ السلام کو مفقود ہوئے۔ سو برس گزر گئے اور آج تک ہم نے ان کے متعلق کوئی خبر نہیں سنی۔ حضرت عزیر علیہ السلام نے فرمایا میں ہی عزیر ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے سو برس تک مردہ رکھ کر دوبارہ زندہ کیا ہے۔ بڑھیا نے کہا عزیر علیہ السلام تو مستجاب الدعوات تھے۔ وہ جب کسی بیمار یا مصیبت زدہ کیلئے دعا کرتے تھے تو ان کو شفا نصیب ہوتی تھی۔ پس آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ میری آنکھوں کی بینائی واپس آ جائے تاکہ میں آپ کو دیکھ سکوں۔ پس اگر تم ہی عزیر ہوئے تو میں تمہیں پہچان لوں گی۔ پس حضرت عزیر علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اور اپنا ہاتھ بڑھیا کی آنکھوں پر پھیرا۔ پس بڑھیا کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ پھر آپ نے بڑھیا کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑی ہو جا۔ پس اللہ تعالیٰ نے بڑھیا کی ٹانگیں ٹھیک کر دیں اور وہ بغیر کسی عذر کے کھڑی ہو گئی۔ پس بڑھیا نے حضرت عزیر علیہ السلام کو دیکھا تو پکار اٹھی کہ میں اس بات کی شہادت دیتی ہوں کہ آپ ہی عزیر علیہ السلام ہیں۔ پس وہ بڑھیا بنی اسرائیل کی مجالس میں گئی۔ وہاں حضرت عزیر علیہ السلام کے ایک معمر صاحبزادے اور پوتے اور دیگر رشتہ دار موجود تھے۔ پس اس بڑھیا نے پکار کر کہا کہ حضرت عزیر علیہ السلام آ گئے ہیں۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے ان کو دوبارہ تمہارے پاس بھیج دیا ہے۔

پس لوگوں نے بڑھیا کو جھٹلا دیا۔ پس بڑھیا نے کہا کہ میں تمہاری وہی معذور اور اندھی لونڈی ہوں۔ پس میرے لئے حضرت عزیر علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی تو میری بصارت مجھے واپس مل گئی اور میں تمہارے پاس اپنے پاؤں کے ساتھ چل کر آئی ہوں۔ لوگوں نے سوچا کہ حضرت عزیر علیہ السلام تو مر چکے تھے مگر سو برس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو پھر زندہ کر دیا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ بڑھیا کے ساتھ گھر پہنچے۔ پس حضرت عزیر علیہ السلام کے صاحبزادے نے کہا کہ میرے باپ کی ایک خاص علامت یہ ہے کہ ان کے دونوں شانوں کے درمیان ہلالی شکل کا ایک سیاہ تل تھا۔ پس حضرت عزیر علیہ السلام نے اپنے کندھوں کو کھولا۔ پس جب لوگوں نے دیکھا تو اسی طرح پایا جس طرح ان کے صاحبزادے نے کہا تھا۔ سدی اور کلبی فرماتے ہیں کہ جب

حضرت عزیر علیہ السلام اپنی بستی کی طرف لوٹے تو دیکھا کہ ان لوگوں کے پاس کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جس سے شرعی احکام معلوم ہوسکیں کیونکہ بخت نصر نے تورات کو جلا دیا تھا۔ پس اس کیفیت کو دیکھ کر حضرت عزیر علیہ السلام رونے لگے۔ پس اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ایک برتن میں پانی لے کر آیا اور وہ پانی اس نے حضرت عزیر علیہ السلام کو پلا دیا۔ پس (پانی پیتے ہی) تورات آپ کے سینے میں اتر تی چلی گئی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت سے سرفراز فرمایا اور آپ بنی اسرائیل کے پاس آئے۔ پس آپ نے فرمایا میں عزیر ہوں لیکن بنی اسرائیل نے اس کی تصدیق نہیں کی۔ پس آپ نے فرمایا میں عزیر ہوں اور مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف اس لئے بھیجا ہے تا کہ میں تمہیں از سر نو تورات سکھلا دوں۔ لوگوں نے کہا آپ ہمیں تورات لکھوا دیجئے۔ پس آپ نے لوگوں کو اپنے سینے میں محفوظ تورات لکھوا دی۔ پس لوگوں نے کہا کہ جب سے تورات مفقود ہوئی ہے تب سے اب تک اللہ تعالیٰ نے کسی کے قلب میں اسے القاء نہیں کیا۔ لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ (نعوذ باللہ)۔ حضرت عزیر علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے پاک اور برتر ہے کہ اس کے بیوی اور بیٹے ہوں۔ حضرت عزیر علیہ السلام کے بیٹے اور پوتے جو اس وقت موجود تھے (یعنی سو برس سے پہلے) وہ اب بوڑھے ہو چکے تھے مگر حضرت عزیر علیہ السلام جوان تھے۔ آپ کی ڈاڑھی اور مونچھیں سیاہ تھیں۔ پس پاک ہے وہ ذات جو ہر چیز پر قادر ہے۔

فائدہ ابن خلکان اور دوسرے مورخین نے لکھا ہے کہ روم کے بادشاہ قیصر نے حضرت عمر بن خطابؓ کی خدمت میں ایک خط لکھا۔ جس کی تحریر یہ تھی کہ میرے سفیر جو آپ کے پاس سے واپس لوٹے ہیں۔ انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ آپ کے یہاں ایک درخت ہے کہ جب وہ زمین سے نکلنا شروع ہوتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے گدھے کے دو کان ہوں۔ پھر اس کے بعد جب وہ ذرا پھیلتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے مروارید کے دانے ہوں۔ پھر اس کے بعد اس کی کیفیت سبز زمرد اور زبرجد کی طرح ہو جاتی ہے۔ پھر جب اس درخت کے پھولوں پر سرخی آجاتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے گویا کہ سرخ یاقوت کے دانے لٹکے ہوئے ہوں اور جب وہ پک کر تیار ہو جاتا ہے تو کھانے میں ایسا معلوم ہوتا ہے گویا کہ ایک عمدہ قسم کا فالودہ ہے اور جب وہ درخت خشک ہو جاتا ہے تو مقیم کیلئے ذخیرہ اور مسافر کیلئے زاد راہ کا کام دیتا ہے۔ پس اگر میرے قاصد نے سچی خبر دی ہے تو میرے خیال کے مطابق یہ کوئی جنتی درخت ہے۔ پس حضرت عمرؓ نے اس خط کے جواب میں روم کے بادشاہ قیصر کو لکھا کہ آپ کے قاصد نے آپ کو سچی خبر پہنچائی ہے۔ بے شک ہمارے یہاں ایسا درخت موجود ہے اور یہ وہی درخت ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت حضرت مریم علیہا السلام کیلئے اگایا تھا۔ پس (اے قیصر) تم اللہ سے ڈرو اور اللہ کو چھوڑ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معبود مت بناؤ۔ اس کے بعد یہ آیت نقل کی۔

"اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ" (بے شک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت آدم علیہ السلام کی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا پھر اس سے کہا ہو جا، پس وہ ہو گیا۔ سچی بات تیرے رب ہی کی ہے۔ پس تو شک کرنے والوں میں سے مت ہو۔)

قیصر کا تذکرہ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ قیصر افریقی لفظ ہے، جس کے معنی "چیر کر نکالنا" ہیں۔ مورخین نے قیصر کی وجہ تسمیہ یہ

بیان کی ہے کہ قیصر کی ماں کا انتقال دردزہ میں ہوگیا تھا تو قیصر کو فوراً اس کی ماں کا پیٹ چیر کر نکالا گیا تھا۔ پس اسی وقت سے اس کا لقب قیصر پڑ گیا۔ چنانچہ قیصر اپنے ہم عصر بادشاہوں میں فخریہ طور پر یہ کہتا تھا کہ میں تمہاری طرح فرج سے نہیں نکلا۔ قیصر کا اصل نام ''اغطس'' تھا۔ اسی کے عہد سلطنت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تھی۔ پھر اس کے بعد روم کے ہر بادشاہ کے لئے قیصر کا لقب استعمال کیا جانے لگا۔ جیسے ملک ترک کا لقب خاقان اور ملک فارس کا لقب کسریٰ اور ملک شام کا لقب ہرقل اور ملک قبط کا لقب فرعون اور ملک حبشہ کا لقب نجاشی ہے اور ملک فرغانہ کا لقب جمشید اور ملک مصر کا اسلام میں سلطان لقب ہے۔ ابن خلکان کہتے ہیں کہ یہاں ایک نکتہ قابل غور ہے کہ اہل عرب رومیوں کو بنو اصغر کیوں کہتے ہیں؟ پس کہا جاتا ہے کہ قدیم زمانے میں ایک مرتبہ روم میں آگ لگ گئی تھی جس کی وجہ سے شاہی خاندان کے تمام افراد جل گئے تھے۔ پس ان میں سے صرف ایک عورت زندہ بچی تھی۔ پس بادشاہ کے متعلق لوگوں میں تنازع پیدا ہوگیا۔ یہاں تک کہ آپس میں فیصلہ ہوا کہ صبح کو جو شخص سب سے پہلے شہر میں داخل ہوگا، اسے بادشاہ بنایا جائے گا۔ پس مشاورت کیلئے ایک مجلس کا اہتمام کیا گیا۔ پس اہل یمن کا ایک آدمی جس کے ہمراہ حبشی غلام بھی تھا۔ روم کی طرف آرہے تھے۔ پس غلام اپنے آقا سے پہلے شہر کے دروازے پر پہنچ گیا۔ چنانچہ اہل مجلس نے کہا کہ تم کتنے خوش نصیب ہو۔ پس اس غلام کو بادشاہ بنادیا گیا اور باقی بچنے والی عورت سے اس کا نکاح کروادیا گیا۔ پس اس کے بعد ان کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام اصغر رکھ دیا گیا۔ بچے کا نام اصغر اس لئے رکھا گیا کہ کالے اور گورے نطفوں کے اختلاط سے بچے کا رنگ زرد تھا۔ پھر اس کے بعد ان سے جو نسل چلی وہ سب بنی اصغر کہلانے لگی۔ پس کچھ عرصہ بعد اس غلام کا آقا بھی وہاں آ گیا اور اس سے حکومت کے متعلق جھگڑنے لگا اور کہنے لگا کہ یہ میرا وہ غلام ہے جو فرار ہوگیا تھا۔ پس غلام نے کہا کہ اس نے سچ کہا ہے، میں اس کا غلام ہوں۔

پس غلام نے اپنے آقا کو کچھ رقم دے کر راضی کرلیا۔ ابن ظفر کی ''کتاب النصائح'' میں مذکور ہے کہ جب خلیفہ ہارون الرشید طوس پہنچا تو اس کی بیماری بڑھ گئی تو اس نے طوس کے فارسی النسل طبیب کو بلایا اور حکم دیا کہ اس کا قارورہ طبیب کے سامنے اس طرح پیش کیا جائے کہ کچھ تندرست اور مریض لوگوں کے قارورے بھی اسی کے ساتھ رکھے ہوئے ہوں۔ پس ہارون الرشید کے حکم کے مطابق عمل کیا گیا۔ پس طبیب نے خلیفہ کے قارورہ کی شیشی پہچان کر نکال لی اور اس کو دیکھ کر کہا کہ اس قارورہ والے مریض سے کہہ دیا جائے کہ وہ اپنی آخری وصیت کردے کیونکہ اس مریض کے قوی کمزور ہو چکے ہیں اور اس کا بدن ڈھل چکا ہے۔ اس کے بعد خلیفہ کے حکم سے طبیب کو رخصت کردیا گیا۔ طبیب کی اس پیش گوئی کے بعد خلیفہ ہارون الرشید اپنی زندگی سے بالکل مایوس ہوگئے اور اسی حالت میں یہ اشعار پڑھے ؂

اِنَّ الطَّبِیْبَ بِطِبِّہٖ وَدَوَائِہٖ   لَا یَسْتَطِیْعُ دِفَاعَ نَحْبٍ قَدْ اَتیٰ

''بلاشبہ حکیم اپنی طب اور بہترین دواؤں کے باوجود آنے والی موت کو دور نہیں کرسکتا۔''

مَا لِلطَّبِیْبِ یَمُوْتُ بِالدَّاءِ الَّذِیْ   قَدْ کَانَ یُبْرِیْ مِثْلَہٗ فِیْ مَا مَضٰی

''طبیب کی موت اسی بیماری کے سبب واقع ہوتی ہے جس کے علاج میں اس کی شہرت ہو۔ اگرچہ سینکڑوں مریضوں کو اس کی وجہ سے اس بیماری سے شفا نصیب ہوئی ہو۔''

پھر ہارون الرشید کو معلوم ہوا کہ لوگوں نے اس کی موت کی خبر پھیلا دی ہے تو اس نے ایک گدھا طلب کیا اور حکم دیا کہ مجھے اس گدھے پر سوار کرا دیا جائے۔ پس ہارون الرشید کو گدھے پر سوار کرا دیا گیا۔ پس گدھے پر سوار ہوتے ہی ہارون الرشید کی ٹانگوں میں استرخا (ڈھیلا پن) پیدا ہو گیا تو اس نے حکم دیا کہ مجھے گدھے سے اتار لیا جائے۔ پس اسے گدھے سے اتار لیا گیا۔ پھر اس کے بعد ہارون الرشید نے کپڑا طلب کر کے اپنے کفن کیلئے کپڑا منتخب کیا۔ پھر اس کے بعد ہارون الرشید نے اپنے بستر کے سامنے ہی قبر کھودنے کا حکم دیا۔ چنانچہ جب قبر کھود لی گئی تو ہارون الرشید نے قبر میں جھانک کر دیکھا اور قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی "مَا اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَهْ هَلَکَ عَنِّیْ سُلْطَانِیَهْ" (آج میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا۔ میرا سارا اقتدار ختم ہو گیا۔ الحاقۃ آیت: ۲۸-۲۹)

پس اسی دن ہارون الرشید کا انتقال ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔

منصور حلاج کا تذکرہ تاریخ ابن خلکان میں مذکور ہے کہ حلاج کے بعض ساتھی کہتے ہیں کہ جس دن منصور حلاج کو قتل کیا گیا۔ اسی دن ان کو کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ ایک گدھے پر سوار ہو کر "نہروان" کی سڑک پر جا رہے ہیں۔ منصور حلاج نے لوگوں سے کہا کہ تم لوگ سمجھتے ہو کہ میں مضروب و مقتول ہوں۔ پس منصور حلاج کے قتل کی وجہ یہ تھی کہ خلیفہ مقتدر باللہ کے وزیر حامد بن عباس کی مجلس میں ان کی زبان سے کوئی ایسا کلمہ نکلا جو بظاہر خلاف شرع تھا۔ چنانچہ قضاۃ اور علماء نے منصور حلاج کے قتل کا فتویٰ دے دیا۔ خلیفہ مقتدر نے محمد بن عبدالصمد کو حکم دیا کہ منصور حلاج کو گرفتار کر لیا جائے۔ محمد بن عبدالصمد نے منصور حلاج کو رات کے وقت گرفتار کیا، اس لئے کہ کہیں لوگ ہنگامہ کر کے اس کو چھڑا نہ لیں۔ چنانچہ جب منصور حلاج کو ۲۴ ذیقعدہ ۳۰۹ھ بروز منگل کو "باب الطاق" میں لے جایا گیا تو ایک ہجوم اکٹھا ہو گیا۔ چنانچہ سب سے پہلے منصور حلاج کو جلاد نے ایک ہزار کوڑے لگائے لیکن انہوں نے صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا۔ پھر آپ کے چاروں ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے۔ اس پر بھی آپ خاموش رہے۔ پھر اس کے بعد آپ کا سر تن سے جدا کر دیا گیا اور آپ کی لاش کو جلا کر اس کی راکھ دریائے دجلہ میں بہا دی گئی اور آپ کا سر بغداد کی دیوار پر نصب کر دیا گیا اور پھر اس کو شہر کی ہر گلی اور ہر بازار میں گھمایا گیا۔ چنانچہ منصور حلاج کے ساتھی اپنے آپ کو یہ کہہ کر تسلی دیتے کہ آپ چالیس دن بعد واپس آ جائیں گے۔ اتفاقاً اسی سال دریائے دجلہ میں زبردست طغیانی آئی جس کو کچھ لوگوں نے اسی بات سے منسوب کیا کہ یہ طغیانی آپ کی راکھ کی وجہ سے آئی ہے جو کہ آپ کو جلانے کے بعد دریا میں بہا دی گئی تھی۔ منصور حلاج کے بعض ساتھیوں کا یہ خیال تھا کہ منصور حلاج قتل نہیں ہوئے بلکہ منصور حلاج کے قتل کے وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کے کسی دشمن کو آپ کی شکل و صورت میں منتقل کر دیا اور وہی دشمن اس وقت قتل ہوا اور آپ بچ گئے۔ چنانچہ جب منصور کو قتل کرنے کیلئے لے جانے لگے تو آپ یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

طلبت المستقر بکل أرض | فلم أرلی بارض مستقرا

"میں نے زمین کے ہر حصے پر سکون کی تلاش کی لیکن مجھے کہیں بھی سکون نصیب نہیں ہوا۔"

أطعت مطامعی فاستعبدتنی | ولو أنی قنعت لکنت حرا

"میں لالچ میں مبتلا ہو گیا تو لالچ میرا حاکم بن گیا اور اگر میں قناعت اختیار کرتا تو آزاد رہتا۔"

بعض اہل علم کے نزدیک منصور حلاج کو جب قتل کیا جانے لگا تو وہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

لم أسلم النفس للاسقام تتلفها الا لعلمی بان الموت یشفیها

''میں اپنے آپ کو ہلاکت خیز بیماریوں کے سپرد نہیں کرسکتا مگر یہ کہ میرے علم کے مطابق میرے لئے موت ہی میں شفا ہے۔

وَنظرۃ مِنکَ یَا سُؤءَ لِیْ وَیَا أملِی اَشھٰیٓ اِلَیَّ مِنَ الدُّنیا وَ مَافِیھَا

''اور اے وہ ذات جو میری حاجت روا ہے اور جو میری امیدوں کا مرکز ومحور ہے تیری ایک نظر مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔''

نفس المحب عَلَی الآلاَمِ صَابِرَۃٌ لَعَلَّ مُتلَفِیھَا یَومًا یُدَا وِیھَا

''عاشق کی جان تکالیف پر صبر کا مظاہرہ کرتی ہے۔ شاید کہ اس کا تلف کرنے والا ایک دن اس کا معالج بن جائے۔''

منصور حلاج شیخ جنید بغدادیؒ کی صحبت میں رہے اور ان کا شبلی اور دیگر مشائخ صوفیاء سے بھی تعلق رہا ہے۔ شیخ الامام عزالدین بن عبدالسلام مقدسی نے ''مفاتیح الکنوز'' میں لکھا ہے کہ جب منصور کو پھانسی دینے کیلئے لایا گیا تو آپ نے تختہ اور میخوں کو دیکھ کر قہقہہ لگایا اور خوب ہنسے۔ پھر مجمع پر نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ شبلی بھی موجود ہیں۔ پس منصور حلاج نے کہا اے ابا بکر! کیا آپ کے پاس ''مُصلّٰی'' ہے۔ شبلی نے کہا ہاں۔ منصور حلاج نے فرمایا کہ ''مُصلّٰی'' میرے لئے بچھاؤ۔ پس شبلی نے ''مُصلّٰی'' بچھایا۔ پس منصور آئے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ پہلی رکعت میں ''الحمد شریف'' کے بعد یہ آیت پڑھی ''وَلَنَبلُوَنَّکُم بِشَیءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ'' اور دوسری رکعت میں ''الحمد شریف'' کے بعد یہ آیت پڑھی ''کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ'' پھر اس کے بعد طویل وظیفہ پڑھا۔ چنانچہ جب منصور حلاج نماز سے فارغ ہوئے تو ابوالحرث سیاف آئے اور انہوں نے ایک طمانچہ اتنے زور سے مارا کہ اس سے آپ کی ناک اور چہرہ شدید زخمی ہوگئے۔

یہ کیفیت دیکھ کر شبلی پر وجد طاری ہوگیا اور اس نے اپنے کپڑے پھاڑ دیئے اور خوف سے چیخنے چلانے لگا۔ نیز ابوالحسن واسطی اور دیگر مشائخ پر بھی غشی طاری ہوگئی۔ منصور حلاج نے (قتل ہونے سے قبل) کہا کہ تحقیق تمہارے لئے میرا خون مباح ہوگیا ہے۔ پس مجھے قتل کردو۔ آج مسلمانوں کے لئے میرے قتل سے اہم کوئی اور کام نہیں اور میرا قتل حدود اللہ کے قیام اور شریعت کے مطابق ہے نیز جو حدود اللہ سے تجاوز کرے، اس پر حد جاری ہونی چاہئے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ منصور حلاج کے متعلق لوگوں کے درمیان سخت اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک منصور حلاج ایک عظیم آدمی ہیں اور بعض منصور حلاج کو کافر قرار دیتے ہیں۔ حجۃ الاسلام امام قطب الدین نے اپنی کتاب ''مشکوٰۃ الانوار و مصفاۃ الاسرار'' میں منصور حلاج کے متعلق ایک طویل فصل لکھی ہے اور منصور کے اقوال ''اَنَا الْحَقُّ'' وَمَا فِی الْجُبَّۃِ اِلَّا اللہ'' کی تاویل کر کے ان سے اچھے معانی مراد لئے ہیں اور فرمایا ہے کہ منصور حلاج کے یہ اقوال فرط محبت اور شدت وجد کی وجہ سے صادر ہوئے ہیں۔ نیز ان کے اقوال کی مثال کہنے والے کے اس قول کی طرح ہے ۔

انا من أھوی ومن أھوی انا فاذا أبصرتہ أبصرتنا

''میں وہ ہوں جسے میں پسند کرتا ہوں اور جسے میں پسند کرتا ہوں وہ میں ہی ہوں۔ پس جب تو نے میرے محبوب کو دیکھ لیا تو گویا تو نے مجھے ہی دیکھا ہے۔''

حجۃ الاسلام شیخ قطب الدین کی بیان کردہ تاویل منصور کی مدح اور برأت کیلئے کافی ہے۔ چنانچہ امام شریح سے جب منصور حلاج کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ منصور حلاج مخفی الحال شخص تھے۔ یہ قول بالکل ایسا ہی ہے جیسے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا تھا جبکہ آپ سے حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے متعلق پوچھا گیا؟ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہماری تلواروں کو ان کے خون سے پاک وصاف رکھا تو ہم اپنی زبانوں کو ان کے بارے میں کلام کرنے سے کیوں نہ پاک وصاف رکھیں۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ خوف خدا رکھنے والے شخص کیلئے اتنے دلائل کسی کو کافر قرار دینے سے روکنے کیلئے کافی ہیں۔ کسی ایسے قول کی بناء پر جس میں تاویل کا احتمال ہو۔ پس اسلام سے کسی کو خارج کرنا ایک بہت اہم مسئلہ ہے اس لئے اس میں جلد بازی نہیں کرتا مگر کوئی جاہل۔

شیخ العارفین قطب الزمان عبدالقادر جیلانیؒ نے منصور کی برأت کرتے ہوئے فرمایا کہ منصور حلاج کو ہلاک کر دیا ہے اور کسی نے اس کی مدد نہیں کی۔ پس اگر میں منصور حلاج کا زمانہ پاتا تو میں ضرور اس کی مدد کرتا۔ سید عبدالقادر جیلانیؒ کا یہ قول اور امام غزالیؒ کا گزشتہ قول منصور حلاج کے متعلق ان افراد کیلئے کافی ہے جو ادنیٰ فہم وبصیرت رکھتے ہیں۔

حلاج کی وجہ تسمیہ منصور کا لقب حلاج اس وجہ سے پڑ گیا تھا کہ ایک دن منصور کسی نداف (روئی دھننے والا) کی دکان پر بیٹھے ہوئے اس سے کوئی کام کرنے کیلئے کہہ رہے تھے۔ پس نداف نے منصور سے کہا کہ میں روئی دھننے میں مصروف ہوں۔ پس منصور نے نداف سے کہا کہ تم میری حاجت پوری کر دو، میں تمہارا کام (یعنی روئی دھنا) کر دوں گا۔ چنانچہ نداف راضی ہو گیا اور منصور کے کام سے چلا گیا۔ پس جب وہ واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ جتنی روئی اس کے یہاں موجود تھی وہ سب دھنکی ہوئی ہے۔ حالانکہ وہ اتنی زیادہ تھی کہ اگر دس آدمی بھی اس کو کئی دن تک دھنتے رہتے تو وہ ختم نہ ہوتی۔ پس اسی دن سے منصور کا لقب حلاج پڑ گیا۔ حلاج کے معنی روئی دھننے والے کے ہیں۔ بعض لوگوں نے حلاج کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی ہے کہ منصور تصوف کے اسرار اور صوفیاء کے نکات بیان کرتے تھے اس لئے آپ کو حلاج کہا جانے لگا۔ منصور ملک فارس کے شہر بیضاء کے رہنے والے تھے اور ان کا اصل نام حسین بن منصور تھا۔ واللہ اعلم۔

محمد بن ابی بکر کا تذکرہ ابن خلکان و دیگر مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے دور خلافت میں مصر کا والی محمد بن ابی بکر کو مقرر کیا تھا۔ چنانچہ ۳۷ھ میں محمد بن ابی بکر مصر میں داخل ہوئے اور اس وقت تک وہاں مقیم رہے۔ یہاں تک کہ حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو شامی لشکر کا سپہ سالار بنا کر مصر بھیجا۔ اس لشکر کے ساتھ معاویہ بن خدیج اور ان کے رفقاء بھی تھے۔ (اکثر علماء نے حدیج کو حدیج بالحاء پڑھا ہے۔ اگرچہ ابن خلکان کی تاریخ کے بعض نسخوں میں خدیج بالخاء بھی مذکور ہے لیکن اس کو غلط قرار دیا گیا ہے۔) چنانچہ طرفین میں لڑائی شروع ہوئی اور بالآخر محمد بن ابی بکر کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور وہ بھاگ کر ایک مجنونہ کے گھر روپوش ہو گئے۔ پس معاویہ بن حدیج اور ان کے ساتھی مجنونہ کے گھر گئے اور اس مجنونہ کا ایک بھائی قید خانہ میں قیدی کی زندگی گزار رہا تھا۔ مجنونہ نے معاویہ بن حدیج سے کہا کہ کیا تم میرے بھائی کو قتل کرنا چاہتے ہو؟ معاویہ بن حدیج نے کہا کہ نہیں ہم تیرے بھائی کو قتل نہیں کریں گے۔ مجنونہ نے کہا یہ محمد بن ابی بکر ہیں جو میرے گھر میں روپوش ہیں۔ پس معاویہ نے اپنے ساتھیوں کو محمد بن ابی بکر کی گرفتاری کا حکم دیا۔ پس معاویہ کے ساتھی گھر میں داخل ہوئے اور محمد بن ابی بکر کو رسیوں سے جکڑ کر گھسیٹتے ہوئے معاویہ کے سامنے

لائے۔ پس محمد بن ابی بکر نے حضرت ابوبکرؓ کا واسطہ دے کر اپنی جان بخشی کی درخواست کی۔ پس معاویہ نے کہا کہ تو وہ شخص ہے جس نے حضرت عثمانؓ کی شہادت کے سلسلہ میں میرے خاندان کے اسی (۸۰) افراد کو قتل کیا۔ بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں تمہیں چھوڑ دوں۔ اللہ کی قسم میں تجھے ہرگز معاف نہیں کروں گا۔ پس ماہ صفر ۳۸ھ میں محمد بن ابی بکر کو قتل کر دیا گیا۔ نیز معاویہ بن حدیج نے حکم دیا کہ محمد بن ابی بکر کی لاش کو راستوں پر گھسیٹا جائے اور حضرت عمرو بن عاصؓ کے گھر کے سامنے سے گزارا جائے کیونکہ وہ محمد بن ابی بکر کے قتل کو ناپسند کرتے تھے۔ نیز معاویہ بن حدیج نے حکم دیا کہ محمد بن ابی بکر کی لاش کو مردہ گدھے کے جسم کے ساتھ جلا دیا جائے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ محمد بن ابی بکر کی لاش کو نہیں جلایا گیا بلکہ محمد بن ابی بکر کو زندہ ہی گدھے کے جسم کے ساتھ رکھ کر جلا دیا گیا تھا۔

محمد بن ابی بکر کے قتل کا سبب حضرت عائشہؓ کی وہ بددعا تھی جو آپ نے جنگ جمل کے دن محمد بن ابی بکر کیلئے کی تھی۔ چنانچہ جنگ جمل میں جب محمد بن ابی بکر نے حضرت عائشہؓ کے ہودج میں ہاتھ ڈالا تو آپ نے غصہ میں فرمایا کہ "یہ کون ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم سے تعرض کرتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اس کو آگ میں جلا دے۔ پس محمد بن ابی بکر نے کہا اے میری بہن! یہ مت کہو بلکہ یوں کہو دنیا کی آگ سے۔ پس آپ نے فرمایا" دنیا کی آگ سے" پس اس بددعا کا ظہور اس وقت ہوا۔ (تحقیق باب الجیم میں اس واقعہ کی تفصیل گزر چکی ہے۔) محمد بن ابی بکر کو جہاں قتل کیا گیا تھا، اسی جگہ دفن کر دیا گیا۔ پس جب ایک سال کے بعد محمد بن ابی بکر کے غلام نے آپ کی قبر کو کھودا تو اس میں سے سر اور کھوپڑی کے علاوہ کچھ نہ نکلا۔ پس غلام نے اس کھوپڑی کو مسجد کے مینار کے نیچے دفن کر دیا۔

کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے اپنے بھائی حضرت عبدالرحمٰن کو حضرت عمرو بن عاصؓ کے پاس اپنے بھائی محمد بن ابی بکر کے معاملہ میں بھیجا۔ پس حضرت عمرو بن عاصؓ نے جواب دیا کہ ان کا معاملہ معاویہ بن حدیج کے ہاتھ میں ہے۔ پس جب محمد بن ابی بکر کو قتل کر دیا گیا تو آپ کا غلام سالم آپ کی قمیص لے کر مدینہ منورہ آپ کے گھر پہنچا تو تمام مرد اور عورتیں جمع ہوگئیں۔ پس ام المومنین ام حبیبہؓ بنت ابی سفیان نے ایک مینڈھا بھنوا کر حضرت عائشہؓ کی خدمت میں بھیجا اور کہا کہ آپ کے بھائی محمد بن ابی بکر کو بھی اسی طرح بھونا گیا ہے۔ پس اس کے بعد حضرت عائشہؓ نے بھنا ہوا گوشت نہیں کھایا۔ یہاں تک کہ آپ کا انتقال ہوگیا۔ نیز ہندہ بنت شمر خصومیہ کہتی ہیں کہ میں نے نائلہ زوجہ حضرت عثمان غنیؓ کو دیکھا کہ وہ معاویہ بن حدیج کے پاؤں چوم رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ مجھے تمہارے ذریعہ سے انتقام ملا ہے۔ چنانچہ جب محمد بن ابی بکر کی والدہ اسماء بنت عمیس کو محمد بن ابی بکر کے قتل کی خبر پہنچی تو غصہ کی وجہ سے ان کی چھاتیوں سے خون ٹپکنے لگا۔ محمد بن ابی بکر کے قتل پر حضرت علیؓ بھی بہت غمزدہ ہوئے۔ نیز حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں نے محمد بن ابی بکر کی پرورش کی تھی اور میں اس کو اپنا بیٹا اور بھتیجا سمجھتا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات کے بعد محمد بن ابی بکر کی والدہ اسماء بنت عمیس حضرت علیؓ کے نکاح میں آ گئیں تھیں۔ اسی وجہ سے محمد بن ابی بکر حضرت علیؓ کی پرورش میں رہے تھے۔ امام وعلامہ ماوردی نے کہا ہے کہ ایک مرتبہ سفیان ثوریؒ نے خلاف عادت کچھ زیادہ کھانا کھا لیا تو فرمانے لگے کہ جب گدھے کو چارہ زیادہ دیا جاتا ہے تو اس سے کام بھی زیادہ لیا جاتا ہے۔ پھر نماز کیلئے کھڑے ہوگئے۔ یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔

سفیان ثوری کا تذکرہ سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سفیان ثوری نے ہمیں رات کے کھانے پر مدعو کیا۔ پس ہمارے سامنے کھجور اور گرم دودھ رکھا۔ پس جب ہم نے آدھا کھانا کھا لیا تو سفیان ثوریؒ نے فرمایا کہ اٹھو تا کہ دو رکعت شکرانہ ادا کرلیں۔ پس

ابن وکیع نے کہا (جو اس وقت کھانے پر موجود تھے) کہ اگر آپ ہمارے لئے بادام کا حلوہ پیش کرتے تو پھر ہمیں نماز تراویح پڑھنے کا حکم دیتے۔ پس سفیان ثوریؒ اس بات پر مسکرانے لگے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت سفیان ثوریؒ خلیفہ مہدی کے پاس تشریف لے گئے تو حضرت سفیان ثوریؒ نے خلیفہ مہدی کو معمولی طرز سے سلام کیا اور خلیفہ کیلئے مخصوص سلام نہیں کیا۔ پس مہدی غصہ سے سفیان ثوریؒ سے مخاطب ہوا اور کہا کہ اے سفیان تم ہم سے راہ فرار تلاش کرتے ہو اور یہ سمجھتے ہو کہ اگر ہم تمہارے ساتھ برا سلوک کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے۔ حالانکہ ہم ایسا کرنے پر اسی وقت قادر ہیں۔ کیا تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ ہم اسی وقت تمہاری ذلت دخواری کا حکم دے سکتے ہیں۔ پس حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا اگر تم میرے لئے اسی وقت کوئی حکم دے سکتے ہو تو وہ بادشاہ عادل وقادر جو حق و باطل میں فرق کر سکتا ہے وہ آپ کیلئے بھی کوئی حکم دے سکتا ہے۔ پس ربیع (مہدی کے وزیر) نے کہا اے امیر المومنین آپ اس جاہل سے کیوں بحث کر رہے ہیں۔ آپ مجھے حکم دیں تو میں اس کی گردن اڑا دوں۔ پس مہدی نے وزیر سے کہا تم خاموش رہو۔ کیا ہم سفیان کے ساتھیوں کی خواہش کے مطابق سفیان کو قتل کر کے شقی بن جائیں اور سفیان ہمارے ذریعہ سے مرتبہ شہادت پر فائز ہو کر سعید بن جائیں۔ نیز خلیفہ مہدی نے وزیر کو حکم دیا کہ سفیان ثوریؒ کے نام کوفہ کے عہدہ قضاء کا پروانہ لکھ دو اور اس میں یہ الفاظ زائد لکھ دو کہ سفیان ثوریؒ کے فیصلہ پر کسی کو اعتراض کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ پس وزیر نے پروانہ لکھ کر سفیان ثوریؒ کو دے دیا۔ پس آپ نے پروانہ لے لیا اور خلیفہ مہدی کے دربار سے نکلے اور پروانہ کو دریائے جلہ میں پھینک دیا اور بغداد سے فرار ہو گئے۔ پس اس کے بعد خلیفہ مہدی نے تمام ممالک میں حضرت سفیانؒ کو تلاش کیا لیکن آپ کے متعلق کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ چنانچہ بحالت روپوشی ۱۶۱ھ میں بصرہ میں آپ کا انتقال ہوا۔ حضرت سفیان ثوریؒ ائمہ مجتہدین میں سے ایک بڑے ثقہ دیندار، پرہیز گار شخص تھے۔ تمام لوگوں کا آپ کے اوصاف پر اجماع ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اہل علم سے مروی ہے کہ ابوالقاسم جنیدؒ امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کے مطابق فتویٰ دیا کرتے ہیں لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ صحیح یہ ہے کہ ابوالقاسم جنیدؒ امام شافعیؒ کے مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ شیخ الاسلام تقی الدین سبکی نے انہیں اپنے ساتھیوں میں شمار کیا ہے اور اسی طرح دوسرے اصحاب نے بھی کہا ہے۔ امام سفیان ثوریؒ کوفہ کے رہنے والے تھے۔ پس حضرت سفیان ثوریؒ سے سوال کیا گیا کہ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ میں سے کون افضل ہے؟ پس آپ نے فرمایا کہ اہل بصرہ حضرت عثمانؓ کی فضیلت کے قائل ہیں اور اہل کوفہ کے نزدیک حضرت علیؓ مرتبہ میں حضرت عثمانؓ سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ پس آپ سے کہا گیا کہ آپ کا موقف کیا ہے؟ حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا کہ میں کوفی آدمی ہوں یعنی میں حضرت علیؓ کی فضیلت کا قائل ہوں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق حکایت

''کتاب ابتلاء الاخبار'' میں مذکور ہے کہ ایک دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ملاقات ابلیس سے ہوئی۔ ابلیس پانچ گدھوں کو جن پر بوجھ لدا ہوا تھا، ہانکے لئے جا رہا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ یہ کیا لئے جا رہے ہو؟ ابلیس نے کہا کہ یہ مال تجارت ہے اس کے لئے خریداروں کی تلاش میں جا رہا ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مال تجارت میں کون کونسی چیزیں ہیں؟ ابلیس نے کہا کہ (۱) اس میں ظلم ہے جسے میں بادشاہوں کو فروخت کروں گا۔ (۲) ابلیس نے کہا کہ اس مال تجارت میں کبر ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا اسے کون خریدے گا۔ ابلیس نے کہا کہ سوداگر اور

جوہری اس کے خریدار ہیں۔ (۳) ابلیس نے کہا کہ اس مال تجارت میں تیسری چیز حسد ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا اس کا خریدار کون ہے؟ ابلیس نے کہا کہ علماء۔ (۴) ابلیس نے کہا کہ مال مال تجارت میں چوتھی چیز خیانت ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا اس کا خریدار کون ہے۔ ابلیس نے کہا کہ اس کے خریدار تاجروں کے کارندے ہیں۔ (۵) ابلیس نے کہا کہ اس مال تجارت کی پانچویں چیز مکروفریب ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ اس کے خریدار کون ہیں؟ ابلیس نے کہا کہ عورتیں۔

عورتوں کی مکاری کے متعلق حکایت

جعفر صادق بن محمد باقر سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک دیندار آدمی تھا جس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا تھا اور اس کی ایک بیوی تھی جو نہایت حسین وجمیل تھی۔ اس آدمی کو کسی وجہ سے اس پر بدگمانی ہوگئی تھی۔ چنانچہ جب کبھی یہ آدمی باہر کسی کام سے جاتا تو اپنے گھر کے دروازہ کو باہر سے تالا لگا دیتا تھا۔ پس ایک دن اس کی بیوی نے ایک نوجوان مرد کو دیکھا اور اس کی محبت میں گرفتار ہوگئی اور وہ نوجوان مرد بھی اس عورت کا گرویدہ ہوگیا۔ پس عورت نے کسی طرح باہر کے تالے کی ایک چابی بنوالی اور اس نوجوان کو بھجوادی۔ پس وہ نوجوان دن اور رات میں جب بھی چاہتا، اس عورت کے پاس آجاتا اور اس سے ہم صحبت رہتا۔ چنانچہ اس عورت کا شوہر عرصہ دراز تک اس آمدورفت سے بے خبر رہا۔ پس اس عورت کا شوہر ایک عابد وزاہد شخص تھا اس لئے اس نے محسوس کیا کہ اس کی عورت اس سے کنارہ کشی اختیار کررہی ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی بیوی سے اس کا اظہار کیا اور اس سے کہا کہ میں تبھی مطمئن ہوسکتا ہوں کہ تم اپنی عفت وعصمت پر قسم اٹھاؤ۔ پس عورت نے کہا کہ جب بھی آپ مناسب سمجھیں مجھ سے حلف لے لیں۔ چنانچہ جس شہر کا یہ واقعہ ہے اس کے باہر ایک پہاڑ تھا اور اس کے قریب ایک نہر بہتی تھی وہاں جاکر بنی اسرائیل قسم اٹھایا کرتے تھے اور جو شخص وہاں پر جھوٹی قسم اٹھاتا تو وہ فوراً ہلاک ہوجاتا۔ پس جب وہ عابد وزاہد آدمی اپنے کسی کام سے باہر نکلا تو اس کی بیوی کے پاس وہ نوجوان آدمی آیا۔ پس اس عورت نے اپنے آشنا کو اس واقعہ کی خبر دی کہ میرا شوہر مجھ سے قسم کا مطالبہ کرتا ہے۔ پس نوجوان آدمی پریشان ہوگیا اور اس نے کہا کہ اب تم کیا کروگی؟ پس عورت نے کہا کہ فلاں دن فلاں وقت میں اپنے شوہر کے ساتھ قسم کھانے کے لئے اس پہاڑ پر جاؤں گی۔ لہٰذا تم بھیس بدل کر اور سواری کا ایک گدھا لے کر شہر کے باہر پھاٹک پر کھڑے ہوجاؤ اور جب تم ہمیں دیکھو تو گدھے کو لے کر ہمارے قریب آجانا۔ پس جب میں تمہارے گدھے پر پہاڑ تک جانے کے لئے سوار ہونے کا ارادہ کروں تو تم جلدی سے مجھے اٹھا کر گدھے پر سوار کرادینا؟ پس جب اس عورت کا شوہر آیا تو اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ چلو اس پہاڑ پر تاکہ تم وعدے کے مطابق قسم اٹھا کر مجھے مطمئن کرسکو۔ پس اس عورت نے کہا میں پیدل پہاڑ تک جانے کی استطاعت نہیں رکھتی۔ پس اس دیندار آدمی نے کہا کہ تم نکلو اگر شہر کے پھاٹک پر کوئی گدھے والا کھڑا ہوگا تو اس کا گدھا کرایہ پر لے لیں گے۔ پس وہ عورت کھڑی ہوئی اور اس نے لباس بھی تبدیل نہیں کیا۔ پس جب وہ دیندار آدمی اور اس کی بیوی گھر سے باہر نکلے تو اس عورت نے نوجوان مرد کو دیکھ لیا جو اس کا انتظار کررہا تھا۔ پس اس عورت نے اس نوجوان کو آواز دی کہ او گدھے والے ہم تجھے نصف درہم دیں گے کیا تو ہمیں اس پہاڑ تک پہنچادے گا۔ اس نے کہا جی ہاں۔ پھر وہ گدھا لے کر آیا اور عورت کو اپنے ہاتھوں کا سہارا دے کر گدھے پر بٹھادیا۔ پس وہ روانہ ہوگئے یہاں تک کہ پہاڑ کے قریب پہنچ گئے۔ پس عورت نے اس نوجوان مرد سے کہا کہ مجھے گدھے سے اتارو۔ پس جب وہ نوجوان آدمی اس کے قریب پہنچا تو اس عورت نے اپنے آپ کو زمین پر گرادیا۔ یہاں تک کہ اس کی

شرمگاہ ظاہر ہوگئی۔ پس وہ عورت اس نوجوان کو گالیاں دینے لگی۔ پس اس نوجوان نے کہا اللہ کی قسم میرا اس میں قصور نہیں ہے۔ پھر اس نوجوان نے اس عورت کو ہاتھوں سے اٹھا کر کھڑا کر دیا۔ پھر اس کے بعد وہ پہاڑ پر چڑھے اور جب اس مقام پر پہنچے جہاں قسم کھائی جاتی تھی تو عورت نے اپنے ہاتھ سے پہاڑ کو پکڑ لیا اور شوہر کی جانب مخاطب ہو کر قسم کھا کر کہنے لگی کہ جب سے میں اور تم رشتہ زوجیت میں منسلک ہوئے ہیں تب سے آج تک مجھے سوائے آپ کے اور اس گدھے والے کے کسی نے ہاتھ نہیں لگایا اور نہ ہی کوئی میری طرف متوجہ ہوا۔ پس وہ پہاڑ زور زور سے ہلنے لگا یہاں تک کہ پہاڑ زمین میں دھنس گیا اور بنی اسرائیل اس واقعہ کو بھول گئے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ" (اگرچہ ان کافرین ومشرکین کی چالیس ایسی تھیں جن سے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہل جاتے۔)

اسی طرح کا ایک واقعہ وہب بن منبہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد نبوت میں ایک آدمی تھا جس کا نام شمشون تھا اور اس کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا۔ نیز روم کے کسی شہر کا رہنے والا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کو ہدایت عطا فرمائی تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گروہ میں شامل ہوگیا حالانکہ اس کے گھر والے بتوں کی پوجا کرتے تھے اور اسی شہر میں مقیم تھے۔ پس شمشون نے بستی سے دور ایک مکان میں سکونت اختیار کر لی اور موقع بموقع آپ شہر والوں سے قتال کرتے اور انہیں قید کر لیتے اور ان سے مال غنیمت حاصل کرتے۔ بسا اوقات آپ بغیر کچھ کھائے پئے کئی کئی دن تک جہاد کرتے اور جب پیاس محسوس ہوتی تو بستی کے پتھروں سے پانی نکلنا شروع ہو جاتا تو آپ خوب سیر ہو کر پانی پیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ (یعنی شمشون) کو پیاس پر گرفت عطا فرمائی تھی۔ اس لئے شہر کے رہنے والے ان سے پریشان تھے اور ان کا کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ پس شہر والوں نے ایک دن آپس میں مشاورت کی کہ شمشون کا مقابلہ کیسے کیا جائے۔ پس مشاورتی کونسل کے بعض افراد نے یہ رائے پیش کی کہ جب تک ہم شمشون کی اہلیہ سے ساز باز نہیں کریں گے تب تک ان پر قابو پانا مشکل ہے۔ پس وہ لوگ حضرت شمشون کی زوجہ کے پاس پہنچے اور اس سے کہا کہ اگر تم اپنے شوہر سے غداری کر کے اسے بندھوا دو گی تو ہم تمہیں ڈھیروں مال پیش کریں گے۔ پس وہ عورت مال کی وجہ سے اپنے شوہر سے غداری کرنے پر راضی ہوگئی اور ان سے عہد کر لیا کہ میں ضرور تمہاری مدد کروں گی۔ پس ان لوگوں نے اس عورت کو مضبوط رسیاں دے دیں اور اس سے کہا کہ جب شمشون سو جائیں تو یہ رسیاں آپ کے ہاتھوں میں ڈال کر گردن سے جکڑ دینا۔ پھر وہ لوگ واپس چلے گئے۔ پس جب شمشون گھر تشریف لائے اور اپنے بستر پر سو گئے۔ پس وہ عورت کھڑی ہوئی اور اس نے آپ کے شانوں میں رسیاں ڈال کر آپ کے ہاتھ گردن سے جکڑ کر خوب مضبوط باندھ دیئے اور صبح کے انتظار میں لیٹ گئی۔ پس جب حضرت شمشون نیند سے بیدار ہوئے اور آپ نے اپنے ہاتھ پھیلائے تو وہ رسیاں ٹوٹ گئیں اور آپ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ پس حضرت شمشون نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم نے ایسا کیوں کیا ہے۔ بیوی نے کہا کہ یہ میں نے اس لئے کیا ہے تاکہ میں آپ کی قوت کا اندازہ کر سکوں۔ پھر اس عورت نے شہر والوں کی طرف پیغام بھیجا کہ میں نے حضرت شمشون کو رسیوں سے باندھ دیا تھا لیکن وہ رسیاں ان کی طاقت کے سامنے موم بن گئیں۔ پس اس کے بعد شہر والوں نے اس عورت کے پاس لوہے کا طوق اور زنجیر بھجوا دی اور کہا کہ جب حضرت شمشون سو جائیں تو یہ ان کی گردن میں ڈال دینا۔ پس جب حضرت شمشون سو گئے تو ان کی بیوی نے لوہے کا طوق اور زنجیر ان کے گلے میں ڈال دی۔ پس جب حضرت شمشون بیدار ہوئے تو یہ طوق اور زنجیر آپ کے گلے سے ٹوٹ کر نکل

گئی۔ پس حضرت شمشون نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تم نے ایسا کیوں کیا ہے؟ اس عورت نے جواب دیا کہ میں نے آپ کی طاقت آزمانے کیلئے ایسا کیا ہے۔ چنانچہ اس عورت نے حضرت شمشون سے کہا کہ اے شمشون کیا زمین میں کوئی ایسی چیز بھی ہے جس سے تم مغلوب ہوجاؤ۔ حضرت شمشون نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی مجھے مغلوب کرسکتا ہے اور پھر ایک اور چیز بھی ہے جو مجھے مغلوب کرسکتی ہے۔ اس عورت نے پوچھا کہ وہ کونسی چیز ہے؟ حضرت شمشون نے فرمایا کہ میں تمہیں اس کی خبر نہیں دے سکتا۔ پس اس عورت نے حضرت شمشون کو پھسلانا شروع کیا۔ یہاں تک کہ وہ ترکیب جاننے کیلئے اصرار کرتی رہی۔ حضرت شمشون کے بال بہت لمبے اور گھنے تھے۔ حضرت شمشون نے فرمایا کہ میری ماں میرے لئے ایک خوفناک چیز چھوڑ گئی ہے اور وہ میرے سر کے بال ہیں لہٰذا اگر کوئی مجھے میرے بالوں سے باندھ دے گا تو میں مجبور ہوجاؤں گا۔ کیونکہ ان پر میرا بس نہیں چلتا۔ پس اس عورت نے آپ کو اسی حالت میں چھوڑ دیا یہاں تک کہ حضرت شمشون سو گئے۔ پھر اس کے بعد وہ عورت کھڑی ہوئی تو اس نے حضرت شمشون کو ان کے بالوں سے باندھ دیا اور شہر والوں کو اس کی اطلاع دے دی۔ پس شہر کے لوگ آئے اور حضرت شمشون کو گرفتار کرکے لے گئے۔ پس شہر والوں نے حضرت شمشون کے کان اور ناک کاٹ دیئے اور ان کی آنکھیں نکلوا کر شہر کے درمیان میں لوگوں کے تماشا کے لئے کھڑا کردیا۔ اس شہر میں جگہ جگہ ستون بنائے گئے تھے جن پر بیٹھ کر لوگ حضرت شمشون کو دیکھ رہے تھے اور ان سے استہزاء کررہے تھے۔ پس شہر کا بادشاہ بھی نکلا تا کہ وہ حضرت شمشون کی حالت کا مشاہدہ کرسکے۔ پس جب حضرت شمشون کا مثلہ کیا جانے لگا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ یا اللہ تو مجھے ان پر مسلط فرمادے۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت شمشون کی دعا قبول فرمائی اور انہیں صحیح وسالم کردیا اور حکم دیا کہ شہر کا وہ مینارہ جس پر بادشاہ اور دوسرے لوگ بیٹھے تماشا دیکھ رہے ہیں اس کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دے۔ پس حضرت شمشون نے ایسا ہی کیا۔ پس شہر کے تمام لوگ ہلاک ہوگئے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت شمشون کی مکار بیوی پر بجلی گرادی۔ پس بجلی نے اسے جلا کر خاکستر کردیا۔ نیز اللہ تعالیٰ نے حضرت شمشون کو اس غدار بیوی سے نجات دے دی۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ کتاب ''نزھۃ الابصار فی اخبار ملوک الاحصار'' جو ایک عظیم تصنیف ہے۔ اس کے مصنف کا نام مجھے معلوم نہیں ہے۔ اس کتاب میں مذکور ہے کہ کسی بادشاہ نے ایک لڑکے کو گزرتے ہوئے دیکھا جو ایک سست رفتار گدھے کو ہانک رہا تھا اور بار بار اس کو ڈانٹ ڈپٹ کرکے ہانکتا تھا۔ پس بادشاہ نے کہا اے لڑکے اس گدھے سے نرمی کا معاملہ کر۔ پس لڑکے نے کہا اے بادشاہ گدھے کے ساتھ نرمی اس کے لئے نقصان دہ ہے۔ بادشاہ نے کہا وہ کیسے۔ لڑکے نے کہا کہ اگر میں گدھے کے ساتھ نرمی کا معاملہ کروں تو یہ راستہ دیر میں طے کرے گا تو اس کو بھوک زیادہ لگے گی اور بوجھ زیادہ دیر تک اس پر لدا رہے گا اور اگر یہ گدھا جلدی پہنچ جائے گا تو اسے بوجھ سے جلدی چھٹکارا مل جائے گا اور چارہ بھی دیر تک کھائے گا۔ پس بادشاہ لڑکے کی گفتگو سے متعجب ہوا اور اس نے لڑکے کو ایک ہزار درہم انعام دیا۔ پس لڑکے نے کہا کہ یہ رزق اللہ تعالیٰ نے میرے لئے لکھ دیا تھا۔ پس میں اس پر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اس کے بعد آپ کا ممنون ہوں۔ پس بادشاہ نے کہا کہ آج سے ہم نے تیرا نام اپنے دوستوں میں لکھ لیا ہے۔ لڑکے نے جواب دیا کہ یہ میرے لئے باعث فخر بھی ہے اور باعث پریشانی بھی۔ پس بادشاہ نے لڑکے سے کہا کہ مجھے کچھ نصیحت کرو۔ اس لئے کہ تم مجھے عقلمند معلوم ہوتے ہو۔ پس لڑکے نے کہا اے بادشاہ جب آپ اپنے آپ کو صحیح وسالم محسوس کریں تو ہلاکت کا خیال کریں اور جب آپ خوشی محسوس کریں تو مصیبت کو یاد کریں اور جب امن وامان میں ہوں تو خوف کا خیال کریں اور جب کسی کام کو پورا کرلیں تو موت کو

یاد کریں اور اگر آپ کو اپنا نفس محبوب ہے تو اسے برائی میں مبتلا نہ ہونے دیں۔ پس بادشاہ لڑکے کی گفتگو سے متعجب ہوا اور کہنے لگا کہ اگر تو کمسن نہ ہوتا تو میں ضرور تجھے اپنا وزیر بنالیتا۔ پس لڑکے نے کہا کہ بزرگی عقل سے ہے، عمر سے نہیں ہے۔

بادشاہ نے کہا کہ کیا تمہارے اندر وزارت کی صلاحیت ہے؟ لڑکے نے جواب دیا کہ برے اور بھلے کا اندازہ تجربے کے بعد ہی ہوتا ہے۔ نیز کسی انسان کی صلاحیت یا عدم صلاحیت اس وقت تک معلوم نہیں ہوسکتی جب تک کہ اسے آزمانہ لیا جائے۔ پس بادشاہ نے اس لڑکے کو اپنا وزیر مقرر کرلیا اور اس کو اس منصب کی انجام دہی میں صائب الرائے اور صحیح فیصلوں کا حامل پایا۔

ایک بوڑھے کی حکایت علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ''کتاب نزھۃ الابصار'' میں چند مزاحیہ حکایات بھی موجود ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔ ایک مرتبہ خلیفہ ہارون الرشید شکار کرنے کے لئے نکلے۔ پس خلیفہ شکار کرتے ہوئے اپنے لشکر سے بچھڑ گئے اور فضل بن ربیع بھی خلیفہ ہارون الرشید کے ہمراہ تھے۔ پس خلیفہ اور وزیر نے دیکھا کہ ایک بوڑھا گدھے پر سوار ہو کر آرہا ہے۔ نیز اس بوڑھے کی آنکھوں میں رطوبت بھری ہوئی تھی۔ پس خلیفہ نے بوڑھے کو دیکھتے ہی فضل بن ربیع کی جانب آنکھ سے اشارہ کیا۔ پس فضل نے بوڑھے سے کہا کہ آپ کا کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ بوڑھے نے جواب دیا کہ میں اپنے باغ کی طرف جا رہا ہوں۔

فضل بن ربیع نے کہا کہ کیا میں آپ کو ایسی دوا نہ بتلا دوں جس سے آپ کی آنکھوں کی رطوبت ختم ہو جائے۔ بوڑھے نے کہا کہ مجھے ایسی دوا کی سخت ضرورت ہے۔ فضل بن ربیع نے کہا کہ آپ ہوا کی لکڑیاں اور پانی کا غبار لیں اور کماۃ کے ورق (یعنی سانپ کی چھتری) لیں۔ پھر ان تمام اشیاء کو اخروٹ کے چھلکے میں رکھ کر اس کا سرمہ آنکھ میں لگائیں اس سے آپ کی آنکھوں کی رطوبت ختم ہو جائے گی۔ پس بوڑھے آدمی نے اپنے گدھے کی زین کو دیوار سے ٹیک لگا کر اور اپنے سرین ابھار کو زور سے گوز مارا۔ (ریح خارج کی) اور کہا کہ یہ آپ کی دوا کا انعام ہے۔ نیز اگر دوا سے ہمیں شفا نصیب ہوئی تو مزید انعام دے کر آپ کو خوش کر دیں گے۔ پس خلیفہ ہارون الرشید ہنس پڑے یہاں تک کہ قریب تھا کہ خلیفہ اپنی سواری سے گر پڑیں۔

ایک درزی کی حکایت ایک درزی کسی امیر کے یہاں قباء کیلئے کپڑا ناپنے آیا۔ پس وہ درزی جب کپڑا کاٹ رہا تھا تو امیر اسے دیکھ رہا تھا جس کی بناء پر درزی کو کپڑا چوری کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ پس درزی نے زوردار گوز مارا (یعنی ریح خارج کی)۔ پس امیر آدمی ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو گیا۔ یہاں تک کہ درزی نے جلدی سے اپنی ضرورت کے مطابق کپڑا کاٹ کر چھپا لیا۔ پس درزی قباء لے کر جانے لگا تو امیر آدمی سامنے بیٹھا تھا۔ پس امیر آدمی نے درزی سے کہا کہ ایک دفعہ پھر ایسا ہی کیجئے۔ پس درزی نے جواب دیا کہ اب میں ایسا نہیں کروں گا کیونکہ اگر اب میں نے ایسا کیا تو آپ کی قباء تنگ ہو جائے گی۔

ذوالنون بن موسیٰ کی حکایت کتاب ''نشوان المحاضرۃ'' میں ذوالنون بن موسیٰ کی یہ حکایت مذکور ہے۔ ذوالنون بن موسیٰ کہتے ہیں کہ میں کم عمر تھا اور اتفاق سے خلیفہ معتضد باللہ ہواز کی سڑک کے موڑ پر موجود تھے۔ پس میں ایک دن قصبہ سانطف کی طرف جانے کے لئے نکلا اور میرے ساتھ دو گدھے بھی تھے۔ ایک پر میں سوار تھا اور دوسرے گدھے پر خربوزے لدے ہوئے تھے۔ پس میں خلیفہ کے لشکر کے پاس سے گزرا اور میں نہیں جانتا تھا کہ یہ لشکر کس کا ہے؟ پس اس لشکر میں سے ایک سپاہی آیا اور اس نے تین خربوزے یا چار خربوزے گدھے کے بورے میں سے نکال لئے۔ پس میں نے اس خوف سے کہ خربوزے تعداد کے لحاظ سے کم ہو جائیں گے اور

مالک مجھ پر چوری کا الزام لگائے گا۔ پس میں نے رونا اور چلانا شروع کر دیا۔ گدھا اور میں سڑک کے درمیان سے گزر رہے تھے کہ اچانک میرے سامنے گھوڑ سواروں کی ایک جماعت آ گئی جس کے آگے آگے ایک آدمی چل رہا تھا۔ پس وہ آدمی ٹھہر گیا۔ اس آدمی نے کہا اے لڑکے تم کیوں رو رہے ہو؟ پس میں نے رونے کی وجہ بیان کر دی۔ پس وہ آدمی ٹھہر گیا اور پھر لشکر کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے کہا کہ جس نے یہ حرکت کی ہے اس کو فوراً میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ چند سپاہیوں نے اس سپاہی کو پکڑ کر اس آدمی کے سامنے کر دیا۔ پس اس آدمی نے کہا کہ اے لڑکے کیا یہ وہی شخص ہے جس نے تمہارے خربوزے چوری کئے ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں۔ پس اس آدمی نے سپاہی کو کوڑے لگانے کا حکم دیا۔ پس اس سپاہی کے کوڑے لگائے جا رہے تھے اور میں گدھے پر سوار ہو کر اس منظر کو دیکھ رہا تھا اور وہ شخص اس سپاہی سے کہہ رہا تھا اے کتے کیا تیرے پاس ان خربوزوں کیلئے مال نہیں تھا جن سے تو ان کو خرید لیتا۔ کیا یہ تیرے باپ کا مال تھا جسے تو نے چھین لیا ہے۔ کیا ان خربوزوں کے مالک نے ان کو بغیر محنت کے پیدا کیا ہے؟ کیا ان خربوزوں کے مالک نے سرکاری محصول یعنی ٹیکس ادا نہیں کیا تھا۔ چنانچہ جب اس سپاہی کو سو کوڑے لگ چکے تو اس کو چھوڑ دیا گیا اور اس کے بعد اس شخص نے مجھے ان خربوزوں کے ہرجانے کے طور پر چار دینار دیئے اور پھر وہ شخص روانہ ہو گیا۔ پھر اس کے بعد اس کے پیچھے لشکر مجھے گالیاں دیتے ہوئے گزرنے لگا۔ نیز لشکر کے لوگ یہ کہتے ہوئے گزر رہے تھے کہ فلاں شخص کے سبب اس سپاہی کو سو کوڑے لگائے گئے ہیں۔ پس میں نے اس لشکر میں ایک آدمی سے پوچھا کہ یہ کوڑے لگانے کا حکم دینے والا کون تھا؟ پس اس نے جواب دیا کہ یہ امیر المومنین معتضد باللہ تھے۔

ایک بچہ کی حکایت ابن الجوزی کی ''کتاب الاذکیا'' میں جاحظ سے یہ روایت منقول ہے کہ ثمامہ بن اشرس نے بیان کیا کہ میں اپنے ایک دوست کی عیادت کیلئے اس کے گھر گیا اور اپنا گدھا دروازہ پر چھوڑ کر اندر داخل ہو گیا اور میرے پاس کوئی غلام نہیں تھا جو میرے گدھے کی حفاظت کرتا۔ پس جب میں گھر سے باہر نکلا تو دیکھا کہ بچہ میرے گدھے پر سوار ہو کر اس کی حفاظت کر رہا ہے۔ پس میں نے اس سے کہا کہ تم میرے گدھے پر میری اجازت کے بغیر کیوں سوار ہوئے ہو؟ پس اس بچے نے کہا کہ میں آپ کے گدھے پر اس لئے سوار ہوا ہوں کہ کہیں یہ بھاگ نہ جائے۔ پس میں نے آپ کے لئے اس کی حفاظت کی ہے۔ میں نے کہا کہ میرے نزدیک اس کا بھاگ جانا یہاں کھڑا رہنے سے زیادہ بہتر تھا۔ پس بچے نے کہا کہ اگر گدھے کے متعلق آپ کی یہ رائے ہے تو اس گدھے کو مجھے ہبہ کر دیجئے اور میرے شکریہ کے مستحق ہو جائیے۔ ثمامہ کہتے ہیں کہ بچے نے مجھے لاجواب کر دیا اور میری سمجھ میں نہ آیا کہ میں بچہ کو کیا جواب دوں۔

ابن خاقان کی حکایت بچہ کی ذہانت کے متعلق ایک قصہ ابن الجوزی نے بھی لکھا ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ معتصم باللہ گھوڑے پر سوار ہو کر خاقان کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے۔ اس وقت فتح خاقان بالکل بچہ تھا۔ پس معتصم نے اس سے کہا کہ کیا امیر المومنین کا گھر اچھا ہے یا تیرے باپ کا۔ اس نے جواب دیا کہ جب امیر المومنین میرے باپ کے گھر میں ہو تو میرے باپ کا گھر بہتر ہے۔ پس معتصم نے اس بچے کو انگشتری کا نگینہ دکھایا اور کہا کہ اے فتح بن خاقان کیا تو نے اس سے بہتر کوئی چیز دیکھی ہے؟ فتح نے جواب دیا کہ ہاں اس سے بہتر وہ انگلی ہے جس میں یہ انگشتری پہنی ہوئی ہے۔

ایک نوجوان کی حکایت ابن الجوزی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک نوجوان لڑکا خلیفہ منصور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ خلیفہ نے اس سے اس کے والد کی وفات کے متعلق سوال کیا۔ پس لڑکے نے کہا کہ ان کا فلاں دن انتقال ہو گیا ہے۔ ''رحمہ اللہ'' اور فلاں دن سے

بیمار ہوئے تھے" رحمہ اللہ" اورانہوں نے اتنی عمر پائی" رحمہ اللہ"۔ پس ربیع کو اس لڑکے کی گفتگو ناپسند معلوم ہوئی تو ربیع نے کہا کیا تمہیں امیر المومنین کے سامنے بار بار" رحمہ اللہ" کے الفاظ کہتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ پس اس نوجوان لڑکے نے کہا کہ میں تمہاری ڈانٹ ڈپٹ کا برا نہیں مانوں گا کیونکہ آپ والدین کے لطف وکرم سے ناآشنا ہیں۔ نیز ربیع کا باپ نامعلوم تھا اور ربیع بہت چھوٹی عمر میں زمین پر پڑا ہوا ملا تھا۔ پس خلیفہ منصور اس بات کو جانتا تھا اس لئے وہ نوجوان کی گفتگو سن کر اتنا ہنسا کہ اس سے قبل کبھی ان کو اتنا ہنستے ہوئے نہیں دیکھا گیا تھا۔

حاکم عبیدی کی حکایت تاریخ ابن خلکان میں حاکم عبیدی کے حالات میں مذکور ہے کہ حاکم بامراللہ کے پاس ایک طاقتور گدھا تھا جس کو اشہب (سفید مائل بہ سیاہی) کہا جاتا تھا۔ حاکم نے اس کا نام "قمر" رکھا تھا۔ حاکم اسی گدھے پر سوار ہو کر نکلتا تھا اور ہمیشہ تنہا سوار ہوتا تھا۔ پس حاکم ایک رات سوموار کے دن ۱۷ شوال ۴۱۱ھ کو شہر میں گشت کیلئے نکلا اور ساری رات گھومتا رہا۔ یہاں تک کہ صبح کے وقت شرق حلوان کی جانب چل دیا۔ حاکم کے ساتھ دوران گشت دو سوار بھی تھے ان کو حاکم نے واپس کر دیا۔ چنانچہ جب دونوں سوار واپس آ گئے تو لوگ حاکم بامراللہ کے لوٹنے کا انتظار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ جب حاکم بامراللہ واپس نہیں آیا تو لوگوں نے شوال کے اخیر تک اس کو تلاش کیا لیکن اس کے متعلق کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ پھر ۲ ذیقعدہ کو ایک بڑا گروہ حاکم بامراللہ کی تلاش میں نکلا اور وہ تلاش کرتے کرتے ایک پہاڑ پر پہنچے۔ پس انہوں نے دیکھا کہ پہاڑ کی چوٹی پر حاکم کا گدھا پڑا ہوا ہے اور تلوار سے اس کے اگلے پاؤں کٹے ہوئے ہیں۔ پس یہ لوگ خون کے نشانات دیکھتے ہوئے آگے بڑھے۔ یہاں تک کہ وہ شرق حلوان کے ایک کنویں پر پہنچ گئے۔ پس ایک آدمی اس کنواں میں اترا تو اس کنواں سے سات عدد بٹن خون لگے ہوئے ملے جو خلیفہ حاکم اپنے کپڑوں میں لگایا کرتے تھے لیکن خلیفہ کی لاش کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہ ہو سکا اور ان بٹنوں سے یقین ہو گیا کہ خلیفہ کو قتل کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ اس وقت بعض احمقوں کا خیال تھا کہ خلیفہ زندہ ہیں اور ضرور کسی وقت ظاہر ہوں گے۔ بعض لوگوں کا کہنا تھا کہ خلیفہ کو اس کی بہن نے قتل کروا دیا ہے۔

حاکم بامراللہ سخی بھی تھا اور سفاک بھی۔ حاکم بامراللہ کی عادت عجیب وغریب قسم کی تھی۔ حاکم بامراللہ ہر روز عوام پر ایک نیا حکم نافذ کرتا اور لوگوں کو اس حکم کی تعمیل کیلئے مجبور کرتا تھا۔ پس حاکم بامراللہ نے ۳۹۵ھ میں ایک حکم جاری کیا کہ مسجدوں کی دیواروں اور بازاروں اور تمام شہروں میں صحابہ کرامؓ کی شان میں گستاخی کی جائے۔ چنانچہ پھر دو سال بعد اس حکم کو منسوخ کر کے یہ حکم نافذ کیا کہ جو شخص بھی صحابہ کرامؓ کو گالیاں دے اور ان کی شان میں گستاخی کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے۔ نیز حاکم نے یہ حکم بھی نافذ کیا کہ کتوں کو قتل کر دیا جائے۔ پس گلی کوچوں اور بازاروں میں جو بھی کتا نظر آتا، اسے قتل کر دیا جاتا۔ اسی طرح حاکم نے شراب اور بدمزہ گوشت کی خرید وفروخت پر پابندی لگادی اور کشمش کی خرید وفروخت پر پابندی لگادی اور ملک میں موجود کشمش کو اکٹھا کر کے جلوا دیا اور اس کے جلوانے پر پانچ سو دینار کے اخراجات ہوئے۔ پھر اس کے بعد انگور کی خرید وفروخت پر پابندی لگادی۔ پھر اس کے بعد حاکم نے یہودیوں اور عیسائیوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے اور مسلمانوں کے لباس میں امتیاز رکھیں۔ نیز حاکم نے یہود ونصاریٰ کیلئے الگ الگ حمام بنوائے۔ نیز یہودیوں اور عیسائیوں کو حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کی کشتیوں پر سوار نہ ہوں بلکہ اپنے لئے کشتیوں کا علیحدہ انتظام کریں۔ نیز

کسی مسلمان کو بطور خدمتگار نہ رکھیں اور نہ ہی کسی مسلمان مکاری (کرایہ پر گدھے چلانے والے) کے گدھے پر سوار ہوں۔ حاکم بامراللہ نے ۴۰۸ھ کو تمامہ اور مصر کے تمام گرجوں کو منہدم کرنے کا حکم جاری کر دیا جب ان گرجوں کو منہدم کر دیا گیا تو ان کا تمام سازوسامان مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ چنانچہ پھر کچھ عرصہ کے بعد حاکم نے نجومیوں کو شہر بدر کر دیا اور علم نجوم کے متعلق گفتگو پر پابندی لگا دی۔ نیز گانے بجانے والوں کو جلاوطن کر دیا۔ اسی طرح حاکم نے عورتوں کا رات اور دن کے وقت سڑکوں پر نکلنا ممنوع قرار دے دیا۔ نیز حاکم نے موچیوں کو حکم دیا کہ وہ عورتوں کیلئے موزے نہ بنائیں۔

ایک اور حکایت رسالہ قشیری کے باب ''کرامات الاولیاء'' میں مذکور ہے کہ ابوحاتم بجستانی نے ابونصر سراج سے اور ابونصر نے حسین بن احمد رازی سے اور انہوں نے ابوسلیمان خواص سے سنا کہ وہ ایک مرتبہ گدھے پر سوار ہو کر جا رہے تھے اور مکھیاں گدھے کو پریشان کر رہی تھیں جس کی بناء گدھا بار بار اپنے سر کو ہلاتا تھا۔ چنانچہ میں گدھے کو لکڑی سے مارتا تھا۔ پس بار بار مارنے کی وجہ سے گدھے نے میری طرف سر اٹھایا اور کہنے لگا کہ مجھے بلاوجہ مارتے ہو، آپ کے سر پر بھی اسی طرح مار پڑے گی۔ حسین کہتے ہیں کہ میں نے کہا اے ابوسلیمان ! کیا واقعی گدھے نے آپ سے گفتگو کی تھی۔ ابوسلیمان خواص نے جواب دیا، ہاں اور کہا کہ میں نے گدھے کی گفتگو اسی طرح سنی تھی جس طرح تم میری گفتگو سن رہے ہو۔

تذنیب بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ ابن مسعودؓ نے فرمایا۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام گدھے پر سواری کرتے تھے اور اون کا لباس پہنتے تھے اور بکریوں کا دودھ خود اپنے ہاتھ سے دوہتے تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک گدھا تھا جس کا نام ''عفیر'' تھا۔ (بعض اہل علم نے ''عفیر'' کی بجائے ''غفیر'' کے الفاظ نقل کئے ہیں۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے) نیز یہ گدھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقوقس (شاہ مصر) نے ہدیہ میں پیش کیا تھا۔ نیز ایک گدھا فروہ بن عمرو جزامی نے بھی بطور ہدیہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ اس گدھے کو ''یعفور'' کہا جاتا تھا۔ ''عفیر'' اور ''یعفور''، ''عفرۃ'' سے مشتق ہیں جس کے معنی ہیں خاکستری رنگ۔

سہیلی کہتے ہیں کہ جس دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا اس دن ''یعفور'' (گدھے) نے اپنے آپ کو ایک کنویں میں گرا کر ہلاک کر لیا تھا۔

ابن عساکر نے اپنی تاریخ کی کتاب میں ابومنصور کی سند سے لکھا ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر فتح کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ (یعنی مال غنیمت میں) ایک سیاہ رنگ کا گدھا آیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گدھے سے کلام کیا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے؟ اس گدھے نے جواب دیا کہ میرا نام یزید بن شہاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے دادا کی نسل سے ساٹھ گدھے پیدا کئے اور ان پر نبی کے علاوہ کسی نے سواری نہیں کی۔ نیز اب اس نسل میں سے میرے علاوہ کوئی باقی نہیں رہا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی نبی رہا اور تحقیق مجھے توقع تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر سوار ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل میں ایک یہودی کے پاس تھا جب وہ میری پشت پر سوار ہوتا تو میں قصداً اس کو لے کر گر پڑتا تھا۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ کیا تو ''یعفور'' ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے یعفور کیا تجھے

مادہ کی خواہش ہوتی ہے؟ اس گدھے نے کہا نہیں۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس گدھے پر سوار ہوتے تھے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی صحابی کو طلب فرماتے تو اس گدھے کو بھیج دیتے۔

پس یہ گدھا جاتا اور مطلوب صحابی کا دروازہ اپنے سر سے کھٹکھٹاتا۔ پس جب گھر والا باہر آتا تو گدھا اپنے سر سے اشارہ کرتا۔ پس وہ صحابی سمجھ جاتے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گدھے کو میری طرف بھیجا ہے۔ پس وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ پس جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو یہ گدھا ابی الہیثم بن تیہان کے کنویں کے پاس آیا۔ پس اس گدھے نے اپنے آپ کو گرا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غم میں خودکشی کرلی۔ پس وہ کنواں اس گدھے کی قبر بن گیا۔

امام حافظ ابوموسیٰ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے اور اس کا متن اور اسناد ضعیف ہیں۔ پس کسی آدمی کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس حدیث کو میرے تبصرے کے بغیر ذکر کرے۔ اور تحقیق امام سہیلی نے اپنی کتاب ''التعریف والا علام فی الکلام'' میں اللہ تعالیٰ کے قول ''وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً'' کی تفسیر میں اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

کامل ابن عدی نے احمد بن بشیر کے حالات میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت جابرؓ کی روایت نقل کی ہے۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کا ایک آدمی اپنی خانقاہ میں عبادت کرتا تھا۔ پس جب آسمان سے بارش ہوئی اور زمین پر سبزہ ہی سبزہ ہوگیا تو اس آدمی نے اپنے گدھے کو دیکھا کہ وہ زمین پر چر رہا ہے۔ پس اس آدمی نے کہا اے اللہ! اگر تیرے لئے گدھا ہوتا تو میں ضرور اس کو اپنے گدھے کے ساتھ چراتا۔ پس اس آدمی کی یہ بات بنی اسرائیل کے کسی نبی کو پہنچی۔ پس اس نبی نے اس آدمی کے حق میں بددعا کرنے کا ارادہ کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی جانب وحی فرمائی کہ ہم اپنے بندوں کو ان کی عقلوں کے مطابق بدلہ دیتے ہیں۔

یہ حدیث ابونعیم کی کتاب ''الحلیۃ'' میں زید بن اسلم کے حالات میں بھی اسی طرح منقول ہے۔

ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب میں اور امام احمد نے سلیمان بن مغیرہ سے ثابت کی یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کسی نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! اگر آپ کوئی گدھا لے لیتے تا کہ آپ اپنی حاجت کیلئے اس پر سواری کریں تو کیا اچھا ہوتا۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ایسی چیز سے اجتناب کرتا ہوں جو مجھے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل کردے۔

الحکم گدھے کا شرعی حکم یہ ہے کہ اکثر اہل علم کے نزدیک اس کا کھانا حرام ہے۔ لیکن حضرت ابن عباسؓ سے گدھے کا گوشت کھانے کے متعلق رخصت منقول ہے۔ امام ابوداؤد نے ابن عباسؓ کے قول کو اپنی سنن میں نقل کیا ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ پندرہ صحابہ کرامؓ سے اس کا (یعنی گدھے کے گوشت کا) مکروہ ہونا منقول ہے۔

ابن عبدالبر نے گدھے کی حرمت پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ غالب بن ابجر سے روایت منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک سال ہم مصیبت میں گرفتار ہوگئے۔ پس ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی۔ پس میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس گدھے کے علاوہ اہل وعیال کو کھلانے کیلئے کچھ بھی نہیں ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گدھے کا گوشت حرام قرار دے دیا ہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے اہل وعیال کو پالتو گدھے کا گوشت کھلاؤ کیونکہ

میں نے تو ان گدھوں کا گوشت حرام قرار دیا ہے جن سے بار برداری کا کام لیا جاتا ہے۔ (الحدیث)

غالب بن ابجر سے اس کے علاوہ اور کوئی روایت منقول نہیں ہے۔

حضرت جابرؓ اور دوسرے صحابہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گدھے کا گوشت کھانے سے منع فرمایا اور گھوڑوں کا گوشت کھانے کی اجازت دی۔ (رواہ البخاری ومسلم)

غالب بن ابجر کی حدیث کو ابوداؤد نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے۔ چنانچہ تمام حفاظ حدیث نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ پس اگر اس حدیث کو صحیح مان لیا جائے تو یہ حالت اضطرار پر محمول ہوگی۔ نیز اس حدیث میں عموم نہیں ہے اور نہ ہی اس میں کوئی حجت ہے۔ اہل علم کا اس کی حرمت کی علت کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض اہل علم نے اس کی علت اہل عرب کے طبائع میں گدھے کے متعلق پائی جانے والی کراہت کو قرار دیا ہے اور بعض اہل علم نے اس کی علت نص کو قرار دیا ہے لیکن رویانی نے دونوں یعنی نص اور کراہت کا ذکر کیا ہے۔ حافظ منذری نے کہا ہے کہ گدھے کی حرمت بھی دومرتبہ منسوخ ہوئی ہے اور قبلہ بھی دومرتبہ منسوخ ہوا ہے۔ اسی طرح نکاح متعہ بھی دومرتبہ منسوخ ہوا ہے۔ چنانچہ گدھی کے دودھ کے متعلق اہل علم کے درمیان اختلاف ہے۔ اکثر اہل علم نے گدھی کے دودھ کو حرام قرار دیا ہے لیکن عطاء، طاؤس اور زہری نے گدھی کے دودھ میں رخصت دی ہے لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے اس لئے کہ دودھ کا حکم گوشت کے تابع ہوتا ہے۔ نیز بلاضرورت گدھے اور اسی طرح کے حرام جانور کو قتل کرنا بالاتفاق حرام ہے۔

امام بخاریؒ نے کتاب بخاری میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک ایسے گدھے پر ہوا جس کے چہرے کو داغا گیا تھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی لعنت ہو اس شخص پر جس نے ایسا کام کیا ہے (یعنی گدھے کے چہرے کو داغا ہے)۔ (رواہ البخاری)۔

ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہو جس نے (گدھے کو) داغا ہے۔

ضرب الامثال اہل عرب کہتے ہیں "عَشَّرَ تَعْشِيْرُ الْحِمَارِ" علامہ جوہریؒ کہتے ہیں کہ "تَعْشِيْرُ الْحِمَارِ" سے مراد وہ آواز ہے جو گدھا گلا گھونٹ کر نکالتا ہے اور اہل عرب یہ مثال اس وقت دیتے ہیں جب کوئی کسی مصیبت کے ڈر سے گدھے کی آواز نکالے۔ نیز اہل عرب کا اس کے متعلق یہ عقیدہ ہے کہ گدھے جیسی آواز نکالنے سے انہیں فائدہ حاصل ہوگا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا" (ان لوگوں کی مثال جنہیں تورات اٹھوائی گئی پھر انہوں نے اسے نہ اٹھایا گدھے کی سی مثال ہے جو کتابیں (یعنی بوجھ) اٹھاتا ہے۔ سورۃ الجمعہ آیت ۵)

حدیث شریف میں بھی گدھے سے مثال دی گئی ہے۔

"قیامت کے دن ایک آدمی لایا جائے گا اور اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا تو اس کے پیٹ کے اندرونی اعضاء اس طرح چکر کھائیں گے جیسا کہ گدھا چکر کھاتا ہے۔ پس اہل جہنم اس آدمی سے کہیں گے کہ تمہارا کونسا ایسا جرم تھا جس کی یہ سزا دی جارہی ہے۔ پس وہ آدمی کہے گا کہ میں لوگوں کو بھلائی کی تلقین کرتا تھا لیکن خود وہ کام نہیں کرتا تھا اور لوگوں کو برائی سے روکتا تھا لیکن خود برائی سے اجتناب نہیں کرتا تھا۔" (الحدیث)

اہل عرب کثرت سے نکاح کرنے والے کیلئے یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

"هُمْ يَتَهَارَجُوْنَ لَهَارَجَ الْحُمُرُ" اسی طرح اہل عرب کہتے ہیں۔

"يُهَرَّ جُهَا لَيْلَةً جَمِيْعًا"

حافظ ابونعیم ابوزاہریہ سے نقل کرتے ہیں کہ کعب احبار کہتے ہیں کہ لوگ یاجوج وماجوج کے فتنہ کے بعد دس سال بڑے راحت و آرام سے گزاریں گے۔ یہاں تک کہ ایک انار اور ایک خوشہ انگور کو اٹھانے کے لئے دو دو آدمی درکار ہوں گے۔ اسی حالت میں دس سال کا عرصہ گزر جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک خوشبودار ہوا بھیجیں گے۔ جس سے ہر مومن مرد اور مومن عورت پر موت طاری ہو جائے گی۔ پھر بقیہ لوگ ایسی زندگی بسر کریں گے جیسا کہ گدھا چراگاہ میں جدھر منہ اٹھاتا ہے، چل دیتا ہے۔ یہاں تک کہ قیامت آ جائے گی۔ (رواہ حافظ ابونعیم)

کسی ناپسندیدہ کام پر اگر کوئی قوم تعاون کرتی ہے تو اہل عرب اس قوم کی مثال دیتے ہوئے کہتے ہیں "بَالَ الْحِمَارُ فَاسْتَبَالَ اُحْمِرَةَ اَیْ حَمَلَهُنَّ عَلَى الْبَوْلِ" یعنی ایک گدھا پیشاب کرتا ہے تو اس کی دیکھا دیکھی دوسرے گدھے بھی پیشاب کرنے لگتے ہیں۔ یہ مثال اس وقت دی جاتی ہے جب لوگ حق اور ناحق میں فرق کئے بغیر کسی کی مدد کیلئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

اہل عرب کہتے ہیں "اِتَّخَذَ فُلاَنٌ حَمَارُ الْحَاجَاتِ" (فلاں شخص ضرورتوں کے گدھے پر سوار ہو گیا) نیز اہل عرب یہ مثال بھی دیتے ہیں۔ "تركته جوف حمار" اہل عرب یہ مثال اس وقت دیتے ہیں جب کسی چیز میں بھلائی نہ پائی جاتی ہو اور اہل عرب یہ بھی کہتے ہیں۔ "اَصْبَرُ مِنْ حِمَارٍ" (فلاں شخص گدھے سے بھی زیادہ صابر ہے) شاعر نے کہا ہے کہ ؎

غدو ناغدوة سحرا بليل عشاء بعد ما انتصف النهار

"ہم صبح سویرے چلے اور مسلسل چلتے رہے یہاں تک کہ نصف دن گزر گیا"

قَصَدْ نَاهَا حِمَارًا ذَا قُرُوْنٍ اَكَلْنَا اللَّحْمَ وَانْفَلَتِ الْحِمَارِ

"پھر اس کے بعد ہم نے ایک سینگ والے گدھے کا ارادہ کیا، ہم نے اس کا گوشت تو کھا لیا لیکن گدھا اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔"

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس شعر سے شاعر کی مراد یہ ہے کہ ہم نے گدھے کا گوشت کھا لیا یہاں تک کہ کچھ بھی باقی نہ بچا۔ نیز "قرن" سے مراد یہ ہے کہ گدھے کی عمر پختہ تھی وہ بچہ نہیں تھا۔ شاعر نے کہا ہے کہ ؎

وَمَا يُقِيْمُ بِدَارِ الذُّلِّ يَعْرِفُهَا اِلَّا الاذلاَنِ عِيْرَ الْحَيِّ وَالْوَتَدُ

"اور نہیں کوئی ٹھہرتا ایسی جگہ میں جہاں ذلت ہی ذلت ہو۔"

هٰذَا عَلَى الْخَسْفِ مَرْبُوْطٌ بِرُمَّتِهِ وَذَا يُشَجُّ فَلاَ يَرْثِىْ لَهُ اَحَدٌ

"اور ذلت کی جگہ پر دو ہی چیزیں ٹھہرتی ہیں ایک گدھا اور دوسری میخیں۔ گدھا تو پاؤں میں رسی ڈال کر باندھ دیا جاتا ہے اور میخوں کو نیچے اتارنے کیلئے ان کے سر پر ضرب لگائی جاتی ہے لیکن اس ظلم پر کوئی ایک بھی آنسو نہیں بہاتا۔

خواص گدھے کے طبی فوائد درج ذیل ہیں۔

(۱) اگر کوئی آدمی گدھے کے کان کی رطوبت شراب یا کسی اور چیز میں ملا کر نوش کر لے تو اس کو ایسی بے ہوشی کی نیند آئے گی کہ اسے کسی چیز کی خبر نہ رہے گی۔

(۲) اگر کوئی شخص گدھے کے جفتی کرتے وقت اس کی دم کا بال اکھاڑ کر اپنی ران میں باندھ لے تو اس شخص کی قوت باہ تیز تر ہو جائے گی نیز اگر گدھے کی دم میں پتھر باندھ دیا جائے یا گدھے کی سرین پر تیل مل دیا جائے تو وہ چیخنا چلانا بند کر دیتا ہے۔

(۳) امام رازی اور صاحب حاوی فرماتے ہیں کہ اگر گدھے کے گوشت کو ابال کر اس میں ٹیٹنس کے مریض کو بٹھا دیا جائے تو اس مریض کو بے حد فائدہ ہوگا۔ نیز اگر گدھے کے کھر کی انگوٹھی بنا کر مرگی والے مریض کو پہنا دی جائے تو اس کی مرگی ختم ہو جائے گی۔

(۴) گھوڑے اور گدھے کی لید سیلان خون کو فوراً بند کر دیتی ہے۔

(۵) اگر گدھے کی پیشانی کی کھال کو بچوں کے گلے میں ڈالا جائے تو بچوں کی گھبراہٹ ختم ہو جاتی ہے۔ نیز بچے کا نیند میں ڈرنا بند ہو جاتا ہے اور اگر گدھے کی لید میں سرکہ ڈال کر سونگھ لیا جائے تو نکسیر کیلئے مفید ہے۔

(۶) صاحب الفلاحہ نے کہا ہے کہ اگر بچھو کے ڈسے ہوئے کو گدھے پر سوار کرا کر پیٹھ کی جانب اس کا چہرہ کیا جائے تو اس کی تکلیف گدھے میں منتقل ہو جائے گی اور سوار ٹھیک ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی کو بچھو نے کاٹ لیا ہو تو وہ گدھے کے پاس آ کر اس کے کان میں کہہ دے کہ میرے جسم کے فلاں حصہ کو جسم نے ڈس لیا ہے تو بھی اس کی تکلیف گدھے میں منتقل ہو جائے گی اور وہ تندرست ہو جائے گا لیکن پہلا عمل یعنی دم کی طرف منہ کر کے بیٹھنا زیادہ مفید اور مجرب ہے۔

(۷) گدھے کی ہڈی کا گودا تیل میں ملا کر سر پر مالش کرنے سے بال لمبے اور سیاہ ہو جاتے ہیں۔

(۸) اگر گدھے کا جگر بھون کر سرکہ میں ملا کر نہار منہ کھایا جائے تو مرگی کیلئے مفید ہے۔ نیز اگر تندرست آدمی اس کو کھا لے تو وہ مرگی سے محفوظ رہے گی۔

(۹) آلہ تناسل (عضو مخصوص) پر گدھی کا دودھ ملنا قوت باہ کیلئے فائدہ مند ہے۔

(۱۰) گدھے کے چیخنے سے کتے کو تکلیف ہوتی ہے اور بعض اوقات کتا تکلیف کی شدت سے رونے لگتا ہے۔

التعبیر خواب میں گدھے کا نظر آنا خوش بختی اور کامیابی کی دلیل ہے اور بعض اوقات گدھے کا خواب میں نظر آنا غلام یا لڑکا یا مال کی علامت ہوتا ہے اور بعض اوقات سفر اور علم کی جانب بھی اشارہ ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "**كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا**" اور کبھی کبھی معیشت کی جانب اشارہ ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "**وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ**" اور کبھی اس کی تعبیر یہودی عالم سے دی جاتی ہے اور بعض اوقات مصائب و پریشانی سے نجات کی علامت ہوتا ہے یا کسی بڑے مرتبے پر فائز ہونے کی علامت ہوتا ہے اور کبھی گدھے پر سوار ہونے سے زینت یا بیٹے سے بھی تعبیر دی جاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "**وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً**"۔ گدھے پر سواری کی تعبیر غموں سے نجات سے بھی دی جاتی ہے۔ خواب میں گدھے کی موت یا کمزوری کی تعبیر مالک کے فقر و فاقہ سے دی جاتی ہے اور بعض معبرین گدھے کی موت کی تعبیر مالک کی موت سے دیتے ہیں۔ گدھے کی پیٹھ سے خواب

میں گر جانا یا خواب میں گدھے کو بیچنے کی تعبیر غربت وافلاس سے دی جاتی ہے۔ خواب میں گدھے کو ذبح کر کے کھانا کاروبار میں فراخی کی علامت ہے اور کسی دوسرے کیلئے ذبح کرنا کاروبار کی تباہی کی علامت ہے۔ اگر کوئی شخص خواب میں اپنے گدھے کی دم لمبی دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کا مال ودولت عرصہ دراز تک قائم رہے گا اور اس کی عزت میں اضافے کا باعث ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص زین سمیت گدھے کو خواب میں دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا یا اسے عزت حاصل ہوگی۔ اگر کوئی شخص خواب میں گدھے پر سوار ہونے کو ناپسند کرے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے وہ چیز ملے گی جس کا وہ اہل نہیں ہے۔ نیز بعض اوقات فربہ اور کمزور دونوں قسم کے گدھے کی تعبیر مال کی کثرت سے دی جاتی ہے۔ اسی طرح خواب میں گدھی کی تعبیر ایسی حسین وجمیل اور حسب ونسب والی عورت سے دی جاتی ہے جو معیشت میں مددگار ثابت ہوگی۔ اگر کوئی شخص خواب میں گدھی پر سوار ہو اور وہ دیکھے کہ پیچھے اس گدھی کا بچہ بھی آ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ شخص کسی بچے والی عورت سے نکاح کرے گا۔ اسی طرح خواب میں گدھے کا چلانا شر کی جانب اشارہ ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے "اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ" (بے شک سب سے بری آواز گدھے کی ہے) یا کسی بیماری کی جانب اشارہ ہوتا ہے۔ اس لئے کہ گدھا شیطان کو دیکھ کر چیختا و چلاتا ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ گدھے کی آواز سنو تو تعوذ پڑھو۔ اسی طرح اگر کوئی شخص خواب میں لدے ہوئے گدھے کو اپنے گھر میں داخل ہوتا ہوا دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اس بوجھ کے بقدر اسے بھلائی عطا فرمائیں گے۔ گدھی کے دودھ کو خواب میں دیکھنا سرسبزی وشادابی کی جانب اشارہ ہوتا ہے۔ نیز کبھی خواب میں گدھی کا دودھ پینے کی تعبیر دودھ پینے والے کی بیماری سے دی جاتی ہے جو شخص خواب میں گدھے کا گوشت کھائے تو اس کو مال حاصل ہوگا۔ اگر خواب میں کسی عورت نے گدھا دیکھا تو اس سے مراد اس کا شوہر ہے۔ اگر عورت نے دیکھا کہ اس کا گدھا مر گیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس عورت کا شوہر اسے طلاق دے دے گا یا اس کے شوہر کا انتقال ہو جائے گا۔ اگر کوئی شخص خواب میں گدھے سے کشتی کر رہا ہو تو اس کی تعبیر اس کے بعض رشتہ داروں کی موت سے دی جائے گی۔ اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس کا گدھا گھوڑا ہو گیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ مذکورہ شخص کو بادشاہ کی جانب سے مال حاصل ہوگا۔ نیز اگر خواب میں یہ دیکھے کہ اس کا گدھا خچر بن گیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس شخص کو سفر سے مال حاصل ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے گدھے پر سوار ہو گیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے بے پناہ مال ودولت حاصل ہوگا۔ اگر کسی نے خواب میں گدھے کے کھر دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے بے پناہ دولت حاصل ہوگی۔ نیز اگر کسی نے خواب میں گدھے کے کھروں یا کسی بھی چوپایہ کے کھروں کی آواز سنی اور ان کو دیکھا نہیں تو اس سے بارش کی جانب اشارہ ہوتا ہے۔ اسی طرح بعض اوقات گدھے کی تعبیر جاہل آدمی سے دی جاتی ہے اور کبھی کبھی گدھے کی تعبیر ولد زنا (حرامی) سے بھی جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ آسمان سے گدھے نے اتر کر اپنا عضو تناسل اس کی سرین میں داخل کر دیا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کو بے پناہ مال حاصل ہوگا، بالخصوص اگر خواب دیکھنے والا بادشاہ ہو اور گدھے کا رنگ سرخی مائل بہ سیاہ ہو۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)



اَلْحِمَارُ الْوَحْشِیُ

"اَلْحِمَارُ الْوَحْشِیُ" (گورخر،جنگلی گدھا) اس کو "حمار وحش" بھی کہا جاتا ہے۔

گورخر انتہائی غیرت مند ہوتا ہے۔ اسی لئے ہر وقت اپنی مونث کی حفاظت کرتا رہتا ہے۔ نیز اس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ جب اس کی مادہ کوئی مذکر بچہ جنتی ہے تو وہ بالکل خون کا لوتھڑا ہوتا ہے۔ چنانچہ مادہ بچہ سے بھاگنے کی کوشش کرتی ہے لیکن نر اس کو بھاگنے نہیں دیتا اور اس کو بھاگنے سے روکنے کے لئے اس کی ٹانگ توڑ دیتا ہے تاکہ وہ فرار نہ ہو سکے اور بچہ کو مسلسل دودھ پلاتی رہے۔ اس مضمون کو علامہ حریری نے مقامات حریری کے تیرہویں "مقامۃ" کے اشعار میں بیان کیا ہے ؎

یا رازق النعاب فی عشه و جابر العظم الکثیر المهیض

"اے وہ ذات جو چوزے کو اس کے گھونسلے میں رزق مہیا کرتا ہے اور ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑ دیتا ہے"

أتح لنا اللهم من عرضه من دنس الذم نقی رحیض

"اے اللہ ہماری آبرو کی حفاظت فرما اور کسی کو ہماری عزت سے کھیلنے کا موقع نہ دے"

کہا جاتا ہے کہ گورخر سو سال تک زندہ رہ سکتا ہے۔ مؤرخ ابن خلکان نے یزید بن زیاد کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ ایک لشکری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم مقام جرود میں پہنچے۔ پس ہم نے وہاں بہت سے جنگلی گدھوں کا شکار کیا اور ان میں سے ایک گدھے کو ہم نے ذبح کر کے پکنے کیلئے چڑھا دیا۔ پس ہم نے گدھے کے گوشت کو خوب پکایا لیکن وہ گلا نہیں۔ پس اس کے بعد ہم نے اس کے نیچے آگ کا اضافہ کیا یہاں تک کہ پورے ایک دن تک اس کو پکایا مگر پھر بھی وہ نہیں گلا۔ پس ہم میں سے ایک سپاہی اٹھا اور اس گدھے کے سر کو الٹ پلٹ کرنے لگا۔ پس اچانک اس سپاہی نے دیکھا کہ گدھے کے کان پر کچھ لکھا ہوا ہے۔ پس اس نے پڑھا تو اسے معلوم ہوا کہ گدھے کے کان پر "بہرام گور" کے الفاظ کوفی رسم الخط میں لکھے ہوئے ہیں۔ ابن خلکان کہتے ہیں کہ لوگوں نے گدھے کا سر اٹھایا اور میرے پاس لے آئے۔ پس میں نے گدھے کے سر پر یہ نام صاف طور پر لکھا ہوا دیکھا "بہرام گور" ملک فارس کا ایک بادشاہ تھا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل ہی فوت ہو گیا تھا۔ چنانچہ اس بادشاہ کی عادت تھی کہ وہ گورخر کا شکار کرتا تھا۔ پس اس وجہ سے اس بادشاہ کا لقب "گور" پڑ گیا۔ پس اس بادشاہ کی یہ عادت تھی کہ وہ جب کسی جانور کا شکار کرتا تو اس پر اپنا نام لکھ کر چھوڑ دیتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ہی اس بات کو جانتا ہے کہ گورخر کے کان پر "بہرام گور" کا نام کندہ کرنے سے پہلے گورخر کی عمر کتنی تھی مگر اس کے ذبح ہونے کے وقت کے اعتبار سے کہا جا سکتا ہے کہ "گورخر" دو سو سال سے زائد عرصہ تک زندہ رہا۔ "جرود" دمشق کے کسی شہر کا نام ہے نیز اس "جرود" نامی شہر میں گورخر بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اس شہر میں ایک جبل المدخن (یعنی جوالامکھی) نامی ایک پہاڑ بھی ہے جس سے دھواں نکلتا رہتا ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک گورخر کی عمر آٹھ سو سال سے بھی زائد ہوتی ہے اور اس کے رنگ مختلف ہوتے ہیں۔ "گورخر" کی اقسام میں سے زیادہ دراز عمر اور خوبصورت "اخدری" قسم کا گورخر ہوتا ہے جو "اخدر" کی جانب منسوب

ہے جو کسریٰ اردشیر کا ایک گدھا سانڈ تھا جو بھاگ کر جنگلی جانوروں میں چلا گیا تھا۔ پس اس سانڈ سے جنگل میں جو افزائش نسل ہوئی اس کو ''اخدری'' کہا جاتا ہے۔

جاحظ نے کہا ہے کہ جنگلی گدھوں کی عمریں گھریلو گدھوں کی بہ نسبت زیادہ ہوتی ہیں لیکن ہمارے علم کے مطابق گھریلو گدھوں میں ''ابو سیارہ'' کے گدھے سے کسی گدھے کی عمر زیادہ نہیں ہوئی۔ ابو سیارہ کا پورا نام عمیلہ بن خالد عدوانی تھا۔ ابو سیارہ کے پاس کالے رنگ کا گدھا تھا جس کو انہوں نے چالیس برس تک مزدلفہ سے منیٰ تک کرائے پر چلایا ہے۔ نیز ابو سیارہ یہ اشعار پڑھتا تھا

لا هم مالی فی الحمار الاسود　　اصبحت بین العالمین احسد

''میرا مال صرف کالے رنگ کا گدھا ہی نہیں ہے بلکہ میرے پاس اس کے علاوہ بھی بہت سامال و دولت ہے جس کی بنا پر لوگ مجھ سے حسد کرنے لگے ہیں''

هلا یکاد ذوالحمار الجلعد　　فق أباسیارة المحسد

''اے کاش کہ تیرے پاس ایسا گدھا ہوتا جو تجھے حاسدوں کے حسد سے بچاتا''

من شر کل حاسد اذاحسد　　ومن اذاة النافثات فی العقد

''اللہ تعالیٰ ہر حاسد کے حسد سے بچائے اوران جادوگرنیوں سے بھی بچائے جو گرہوں پر پھونک پھونک کردم کرتی ہیں''

ابو سیارہ کے متعلق کسی شاعر نے کہا ہے کہ

خلوا الطریق عن أبی سیا رة　　وعن موالیه بین فزارة حتی بجیز سالما حما ره

''راستہ چھوڑ دو ابو سیارہ اور اس کے قرابتداروں کیلئے یہاں تک کہ ابو سیارہ کا گدھا صحیح وسلامت قبلہ کی جانب پہنچ جائے''

مستقبل القبلة یدعوا جاره　　فقد اجار الله من اجاره

''اہل قبلہ اس کے لئے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو جو ابو سیارہ کو پناہ دے اپنی حفاظت میں رکھے''

اسی طرح اہل عرب میں یہ مثال مشہور ہے کہ'' اصح من حمار ابی سیارة (ابو سیارہ کے گدھے سے زیادہ تندرست)

ابن ابی شیبہ اور ابن عبدالبر ابو فاطمہ لیثی سے یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کون ہے جو صحتمند رہنا پسند کرتا ہو اس حال میں کہ وہ کبھی بیمار نہ ہو؟ پس ہم میں سے ہر ایک نے آگے بڑھ کر یہ عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم ہمیشہ صحت مند رہنا پسند کرتے ہیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم گمشدہ گدھا بننا چاہتے ہو؟ ہم نے عرض کیا نہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تم مصیبت سے راہ فرار کیوں اختیار کرتے ہو' پس مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں ابو القاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی مومن کو مصیبت میں مبتلا کرتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا اس بندہ مومن پر احسان ہوتا ہے کیونکہ اس مصیبت کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اس کا مرتبہ بلند کرنا چاہتے ہیں مگر اس کے پاس نیک عمل نہ ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے مصیبت میں مبتلا کردیتے ہیں اور یہی مصیبتیں مومن کے درجات کی بلندی کا باعث بن جاتی ہیں۔ (الحدیث)

امام بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں اس حدیث کو نقل کر کے فرمایا ہے کہ میں نے بعض اہل ادب سے ''حمر ضالۃ'' کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ اس سے مراد ''گورخر'' ہے۔ ابن اثیرؒ کہتے ہیں کہ احمد عسکری نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول ''اَتُحِبُّوْنَ اَنْ تَکُوْنُوْا کَالْحمرو الصالۃ'' میں ''صالۃ'' کی بجائے ''ضالۃ'' (بالضاد) پڑھا ہے حالانکہ یہ غلط ہے۔ نیز شدت صوت اور قوت و دانائی کی بناء پر ''گورخر'' کو ''صال'' اور ''صلصال'' بھی کہا جاتا ہے۔

الحکم گورخر کا شرعی حکم: احادیث صحیحہ کی روشنی میں یہ ہے کہ اس کا کھانا بالاتفاق جائز ہے۔ صحیحین میں مذکور ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہم نے احرام کی بناء پر ''گورخر'' کو چھوڑ دیا۔ (رواہ البخاری و مسلم)

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر پالتو گدھا آبادی سے نکل کر جنگلوں میں مقیم ہو جائے تو پھر اس کا کھانا حرام ہے اور اسی طرح اگر وحشی جانور آبادیوں میں آ جائے اور مستقل سکونت اختیار کر لے تو اس کا کھانا حرام نہیں رہے گا۔

چنانچہ مطرف سے یہ روایت منقول ہے کہ اگر یہ انسانوں سے مانوس ہو جائے اور پالتو جانوروں کا چارہ استعمال کرنے لگے تو پھر اس کا حکم وہی ہوگا جو پالتو جانوروں کا ہے۔ چنانچہ تمام اہل علم نے مطرف کے اس قول کو ناقابل قبول قرار دیا ہے۔ گدھے اور گورخر کے ملاپ سے پیدا ہونے والا بچہ حرام ہے۔ اس لئے کہ بچہ کھانے کے معاملہ میں اپنے ابوین میں سے بہتر کے تابع ہوتا ہے یہاں تک کہ ہم ابوین میں سے ایک کو ایسا فرض کر لیں جس کا گوشت حرام ہو تو بچہ نجاست کے معاملہ میں ''ابوین'' میں سے بدتر کے تابع ہوگا۔

پس اگر وہ بچہ کسی چیز میں منہ ڈال دے گا تو اس برتن کا دھونا واجب ہوگا اور اس کے تمام اعضاء درندے کے حکم میں ہوں گے جبکہ بچہ کتے اور بھیڑیئے کے ملاپ سے پیدا ہوا ہو۔ یہی مسئلہ نکاح کے سلسلہ میں بھی ہے پس اگر کوئی لڑکی پیدا ہوئی اور اس کا باپ آسمانی دین پر ایمان رکھتا تھا یا اس کے برعکس صورت ہو تو اس لڑکی کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں لیکن اس اصول کو جزیہ کے مسائل میں ترک کر دیا گیا ہے پس جزیہ اس بچے پر بھی لاگو کیا جائے گا جس کی پیدائش کتابی مرد اور کافرہ عورت کے ملاپ سے ہوئی ہے۔ اسی طرح اس اصول کو دیت کے مسائل میں بھی ترک کر دیا گیا ہے اور اس بچہ کو جو ایسی صورت میں پیدا ہوا ہے اس جانب میں لگایا جائے گا جس پر دیت زیادہ ملتی ہو۔ صحیح قول یہی ہے۔ اگرچہ بعض اہل علم نے بچہ کو اس جانب ملحق کیا ہے جس پر دیت کم آتی ہو اور بعض اہل علم کے نزدیک بچہ ہر حال میں اپنے باپ کے تابع ہوگا۔ یہ جملہ اقوال امام رافعیؒ نے نقل کئے ہیں اور مسئلہ حج میں اس بچہ کو والدین میں سے اس کے تابع کیا گیا ہے جس پر احکام شرعیہ بقوت نافذ کئے گئے ہوں۔ پس اگر ایسے بچہ کو ہلاک کر دیا جو ہرن اور بکری کے ملاپ سے پیدا ہوا تھا تو اس پر جزاء واجب کی گئی ہے۔ البتہ ذبح کے مسئلہ میں اس کے برعکس احکام ہیں۔ پس اگر پالتو اور غیر پالتو جانور کے ملاپ سے کوئی بچہ پیدا ہوا ہو تو اس کے لئے شرعی ذبح ضروری نہیں اور اگر بچہ کے پیدا ہونے کی صورت یوں ہے کہ ملاپ گائے اور بھینسہ کا تھا تو اس میں قیل و قال کی گئی ہے۔ پس دین میں بچہ کو ابوین میں سے اس کے تابع کیا گیا ہے جو دینی اعتبار سے اچھا تھا مثلاً ماں باپ میں کوئی ایک استقرار حمل کے وقت مسلمان تھا اگرچہ پیدائش کے وقت ماں اور باپ کافر ہو گئے ہوں تاہم استقرار حمل میں مسلمان والدین کے تابع کرتے ہوئے بچہ کو مسلمان قرار دیا گیا ہے اور اگر باپ نے اس بچہ کے بالغ ہونے سے پہلے

اسلام قبول کرلیا تو بچہ بھی مسلمان شمار ہوگا۔ البتہ غلامی اور آزادی کے معاملہ میں بچہ ماں کے تابع ہوگا جب تک کہ یہ ماں کے پیٹ میں ہے اور نسب کے سلسلہ میں بچہ ہر حال میں باپ کی طرف منسوب ہوگا۔ اس لئے کہ نسب میں آباؤاجداد کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ ننھیالی رشتوں کا۔ البتہ اس قاعدہ سے صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دختری اولاد مستثنیٰ ہے۔ چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دختری اولاد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہوکر سادات شمار ہوگی لیکن اپنے آباؤاجداد کی طرف منسوب نہیں ہوگی گویا کہ یہ مسئلہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے۔ اسی طرح حرامی بچہ کا نسب کسی سے ثابت نہیں کیا جائے گا لیکن اگر کسی کے باپ نے اپنے بچہ کا انکار کیا اور کہا کہ میرا بچہ نہیں ہے تو اگرچہ اس کی صورت حرامی بچہ کی ہی کیوں نہ ہو فقہاء کرام اس قسم کے بچہ پر ولد الزنا (حرامی) کے احکام نافذ نہیں کرتے۔

پس مسئلہ تابعیت قربانی وعقیقہ کے مسائل میں زیر بحث نہیں آیا مگر اس میں احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ جس جانور کی عمر زیادہ ہوگی اس کا لحاظ کریں گے۔ چنانچہ اگر بچہ بھیڑ اور بھیڑنی کے ملاپ سے پیدا ہوا تو قربانی کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ بچہ تیسرے سال میں داخل ہوجائے۔ چونکہ ہم ابوین میں سے زیادہ عمر والے کا اعتبار کررہے ہیں اور یہاں وہ مذکر بھیڑ ہے نہ کہ مادہ بھیڑ' نیز فقہاء نے اس تابعیت کو سود کے مسائل میں بھی لانے کی کوشش نہیں کی حالانکہ دیکھنا یہ ہے کہ اگر دو گوشت ایک دوسرے کے عوض فروخت ہورہے ہیں تو کمی بیشی ملحوظ رہے گی یا نہیں۔ یہ غور طلب مسئلہ ہے ورنہ تو سود کا اندیشہ رہے گا۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ احتیاط کے پیش نظر برابر برابر فروخت کئے جائیں اس میں کمی بیشی نہ کی جائے کیونکہ سود کے مسائل میں بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ اسی طرح مسائل شرکت وکالت اور قرض لینے دینے کے سلسلے میں بھی تابعیت کے اصول کو سامنے نہیں رکھا گیا۔

اس لئے کہ یہ مسائل بہت کم پیش آتے ہیں جبکہ فقہاء بکثرت آنے والی صورتوں سے بحث کرتے ہیں اور لوگوں کے لئے ان احکام کا علم ضروری ہوتا ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں" اَکْفَرُ مِنْ حِمَارٍ "(فلاں "حمار" سے زیادہ کافر ہے) اس مثال کی اصل یہ ہے کہ قوم عاد میں ایک شخص تھا جسے حمار بن مویلع اور حمار بن مالک بن نصر ازدی کہا جاتا تھا۔ یہ آدمی مسلمان تھا اور اس کی ملکیت میں ایک وسیع و عریض وادی تھی جس کی لمبائی ایک دن کی مسافت کے برابر اور چوڑائی ۴ فرسخ تھی۔ یہ وادی جزیرہ عرب کی تمام وادیوں سے زیادہ سرسبز وشاداب تھی اور اس میں ہر قسم کے پھلوں کے درخت تھے۔ پس ایک دن اس آدمی کے لڑکے اس وادی میں شکار کھیلنے گئے تو ان پر وہاں آسمانی بجلی گرگئی اور وہ سب کے سب ہلاک ہوگئے۔ پس وہ آدمی کافر ہوگیا' پس وہ شخص کہنے لگا کہ میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس نے میری اولاد کے ساتھ ایسا سلوک کیا ہے اور اس آدمی نے اپنی قوم کو بھی کفر کی دعوت دی۔ پس اس کی قوم کے جس فرد نے بھی اس کی دعوت کو ٹھکرایا تو اس آدمی نے اسے قتل کردیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کو ہلاک کردیا اور اس کی وادی کو تباہ وبرباد اور بنجر کردیا۔ پس عرب اس وقت سے کسی کو شدید کفر سے منسوب کرنے کے لئے یہ مثال دینے لگے۔ شاعر نے کہا ہے کہ ؎

اَلَمْ تَرَانَّ حَارِثَةَ بْنَ بَدَرٍ يُصَلِّيْ وَهُوَ أُكْفَرُ مِنْ حِمَارِ

''کیا تم نے حارث بن بدر کو نہیں دیکھا کہ وہ نماز پڑھتا ہے حالانکہ کفر میں ''حمار'' نامی شخص سے بھی زیادہ سخت ہے''

الخواص (۱) گورخر کے طبی خواص کے متعلق ابن وحشیہ اور ابن سویدی نے کہا ہے کہ گورخر کی آنکھوں کو دیکھنے سے آنکھیں صحت مند رہتی ہیں اور آنکھوں سے پانی بہنا بند ہو جاتا ہے۔

(۲) گورخر کے پتہ کا سرمہ استعمال کرنے سے بینائی میں اضافہ ہوتا ہے اور آنکھوں کی بے نوری ختم ہو جاتی ہے۔ نیز آنکھیں موتیابند سے محفوظ رہتی ہیں۔

(۳) گورخر کا گوشت گنٹھیا کے مریض کے لئے مفید ہے' نیز گورخر کا گوشت پاؤں کی انگلیوں کے درد میں بھی مفید ہے۔

(۴) اگر برص کا مریض گورخر کی چربی کی مالش کرے تو تندرست ہو جائے گا۔

(۵) بال گرنے کی بیماری میں ''گورخر'' کے پتہ کی مالش کرنا بالوں کے لئے مفید ہے۔ نیز اگر بستر پر پیشاب کرنے والا مریض ''گورخر'' کے پتہ کو کھالے تو اس کی بیماری دور ہو جائے گی۔

(۶) اگر ''گورخر'' کا گودا چنبیلی کے تیل میں ملا کر سفید داغ والا مالش کرے تو اس کے سفید داغ ختم ہو جائیں گے۔

التعبیر گورخر کا خواب میں دیکھنا عورت یا لڑکے کی جانب اشارہ ہوتا ہے۔ نیز خواب میں گورخر پر سواری کرنا مصیبت کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص خواب میں یہ دیکھے کہ وہ ''گورخر'' پر سوار ہو کر گر پڑا ہے تو اسے مصیبت کے تاوان سے ڈرنا چاہیے اور اگر کوئی شخص خواب میں گورخر کا کچھ گوشت حاصل کر لے یا گورخر کا مالک بن جائے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس آدمی کو مال و دولت اور عزت ملے گی۔ نیز جو شخص خواب میں گورخر کا دودھ پی لے تو اس کو دین کی فقاہت عطا ہوگی اگر خواب میں گورخر بدک کر فرار ہو جائے تو نقصان اور شر کی جانب اشارہ ہے اور اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ گورخر اس سے مانوس ہو گیا ہے تو یہ نفع اور بھلائی کی طرف اشارہ ہے۔

حمار قبان

حمار قبان (ایک چھوٹا سا دابہ) امام نوویؒ نے فرمایا ہے کہ ''قبان'' بروزن ''فعلان'' ہے اور ''قَبَّ يَقُبُّ'' سے ماخوذ ہے۔ نیز یہ معرفہ اور نکرہ دونوں حالت میں غیر منصرف ہے۔

جوہری فرماتے ہیں کہ ''حمار قبان'' سے مراد ایک چھوٹا سا دابہ ہے اور ''قبان'' فعلان کے وزن پر ''قب'' سے ماخوذ ہے کیونکہ اہل عرب اسے غیر منصرف پڑھتے ہیں اس لئے کہ ان کے نزدیک یہ معرفہ ہے اور اگر یہ ''فعال'' کے وزن پر ''قبن'' سے ماخوذ ہوتا ہے تو اہل عرب اسے منصرف پڑھتے۔ حالانکہ وہ اسے غیر منصرف ہی پڑھتے ہیں چنانچہ اہل عرب کہتے ہیں کہ ''رَأَيْتُ قَطِيْعًا مِنْ حُمُرِ قُبَّانِ'' (میں نے ''حمار قبان'' کی ایک ٹکڑی دیکھی)

شاعر نے کہا ہے کہ ؎

یا عجبا لقد رأیت عجبا حمار قبان یسوق ارنبا

''تحقیق میں نے ایک عجیب وغریب منظر دیکھا کہ ایک ''حمار قبان'' خرگوش کو ہانک رہا ہے''

خَاطَبَهَا يَمْنَعُهَا اَنْ تَذْهَبَا فَقَالَتْ اَرْدِفْنِي فَقَالَ مَرْحَبًا

''حمار قبان'' نے خرگوش سے کہا کہ تم میری اجازت کے بغیر نہیں جا سکتے' پس خرگوش کہنے لگا کہ تم مجھے اپنے ساتھ سوار کرلو' پس ''حمار قبان'' نے کہا کہ خوش آمدید''۔

ابن مالک اور دیگر صرفین کہتے ہیں کہ ہروہ اسم جس کے آخر میں الف کے بعد نون اور الف اور فاء کلمہ کے درمیان کوئی حرف مشدد ہوتو اس میں نون کے اصلی ہونے اور زائد ہونے کا احتمال رہتا ہے اور اس کی مثال میں ''حَسَّانٌ'' ،''دُکَّانٌ''، تَبَّانٌ'' ،رِیَانٌ'' '' وغیرہ کے الفاظ پیش کئے جاتے ہیں۔

پس اہل علم کہتے ہیں کہ اگر ''حَسَّان'' '' کو ''حُسْنٌ'' '' سے ماخوذ مانا جائے تو اس صورت میں ایک سین کا اضافہ ہوگا اور اگر اس کو حِسْنٌ'' سے ماخوذ تسلیم کیا جائے تو اس میں نون زائد الف کے ساتھ آئے گا اور اس کا وزن پہلی صورت میں ''فَعَّال'' '' کے وزن پر اور دوسری صورت میں ''فَعْلَان'' '' کے وزن پر ہوگا۔ نیز یہ پہلی صورت میں منصرف اور دوسری صورت میں غیر منصرف ہوگا۔

اسی طرح اگر ''تبَّان '' کو ''تَبٌ'' '' سے ماخوذ مانا جائے تو اس میں الف' نون زائد ہوگا اور غیر منصرف پڑھا جائے گا اور اگر اس کو ''تَبَنٌ'' '' سے ماخوذ مانا جائے تو اس میں نون اصلی ہوگا۔ ابن مالک اور دیگر صرفین مزید فرماتے ہیں کہ جب آپ نے یہ قاعدہ سمجھ لیا تو اب سمجھئے کہ ''قُبَّان'' '' ''قَبٌّ'' '' سے بھی ماخوذ ہوسکتا ہے۔ اور '' قُبٌّ'' '' سے مراد'' پتلے پیٹ والا'' ہے اور ''اَقَبٌّ '' کے معنی بھی پتلے پیٹ والا کے آتے ہیں۔ نیز جوہریؒ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ اسی طرح کہا جاتا ہے کہ ''اَلْخَیْلُ الْقُبُّ ''(پتلے پیٹ والے گھوڑے) تحقیق جاحظ نے عورتوں کی صفات بیان کرتے ہوئے یہ شعر کہا ہے

یَمْشِیْنَ مَشْیَ قَطَا الْبِطَاحِ تَاَوُّدًا قُبَّ الْبُطُوْنِ رواجح الاکفال

''وہ (عورتیں) اس طرح چلتی ہیں جس طرح پتلے پیٹ والے گھوڑے اپنے سرین کو حرکت دیتے ہوئے چلتے ہیں''

پس ممکن ہے کہ ''حمار قبان'' چھریرے پیٹ کا ہونے کی بناء پر ''قُبٌّ'' '' سے ماخوذ ہو کیونکہ یہ دینار کے بقدر گول سا جانور ہوتا ہے اور اس کا پیٹ چھریرا ہوتا ہے۔ یہ جانور نرم و نازک زمین میں پیدا ہوتا ہے اور اس کی پیٹھ ابھری ہوئی ہوتی ہے۔ نیز اس جانور کی کمر پتلی ہوتی ہے چنانچہ جب یہ جانور چلتا ہے تو اس کی ٹانگوں اور سر کے علاوہ جسم کا کوئی حصہ نظر نہیں آتا۔ یہاں تک کہ اس کو پلٹ دیا جائے کیونکہ اس جانور کی پیشانی کے سامنے ایک گول سی آڑ (روک) ہوتی ہے۔ یہ جانور گبریلے سے کچھ کم سیاہ ہوتا ہے اور اس سے چھوٹا ہوتا ہے۔ اس جانور کے چھ پاؤں ہوتے ہیں اور یہ کھاری اور ریتلی زمین میں رہنا پسند کرتا ہے نیز ''قبان'' قبن ،یقبن'' '' سے بھی ماخوذ ہوسکتا ہے اس کے معنی تیز چلنے کے ہیں۔ صاحب مفردات نے کہا ہے کہ ''حمار قبان'' وہ جانور ہے جس کو ''ہدیہ'' کہا جاتا ہے۔ یہ جانور بہت سے پاؤں رکھتا ہے اور اگر اس کو چھویا جائے تو یہ کنڈلی مار لیتا ہے۔ چنانچہ ''حمار قبان'' کی ایک قسم چھریرے پیٹ والی ہوتی ہے جو کنڈلی نہیں مارتی اور لوگ اسے ''ابو شحمہ'' کہتے ہیں۔ یہ بھی نرم زمین کو پسند کرتا ہے

بعض اہل علم کے نزدیک یہ کوئی الگ قسم نہیں بلکہ چھوٹے ''حمار قبان'' ہی ہیں۔ اہل یمن کے نزدیک ''حمار قبان'' وہ جانور ہے جو ٹڈی سے بڑا ہوتا ہے اور گندمی رنگ کا ہوتا ہے حالانکہ اشتقاق اس کی گنجائش نہیں رکھتا۔ نیز یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا اشتقاق ''قبن المتاع'' سے ہو تو اس وقت اسے منصرف پڑھا جائے گا کیونکہ اس میں نون اصلی ہوگا۔ چنانچہ ''قبان'' وہ چیز ہے جس سے وزن کیا جائے اور صحیح بات یہ ہے کہ ''قبان'' ''قب'' سے ماخوذ ہے اسی لئے اہل عرب اسے غیر منصرف پڑھتے ہیں۔

الحکم ''حمار قبان'' کا شرعی حکم یہ ہے کہ یہ جانور اپنی نجاست (ناپاکی) کی بناء پر حرام ہے۔

خواص ''حمار قبان'' کے طبی خواص درج ذیل ہیں۔

(۱) ''حمار قبان'' کا جھوٹا پانی پینے سے عسر البول اور یرقان کی بیماری ختم ہو جاتی ہے۔

(۲) بعض اہل علم کے نزدیک اگر ''حمار قبان'' کو کسی کپڑے میں لپیٹ کر تیسرے دن چڑھنے والے بخار کے مریض کے گلے میں ڈال دیا جائے تو مریض کو شفا نصیب ہوگی۔

تعبیر اگر کسی نے خواب میں ''حمار قبان'' کو دیکھا تو اس کی تعبیر ارادہ کی پستی اور کمین لوگوں سے اختلاط اور ان کے غلبہ کی صورت میں ظاہر ہوگی۔

اَلْحَمَامُ [۱]

''اَلْحَمَامُ'' (کبوتر) جوہری کہتے ہیں کہ ''حمام'' سے مراد اہل عرب کے نزدیک وہ پرندے ہیں جن کے گلے میں قدرتی طور پر کنٹھی ہو مثلاً فاختہ، قمری، ساق حر (نر قمری) قطاء، ورشان (قمری کی ایک قسم) وغیرہ۔ پس لفظ ''حمام'' کا اطلاق مذکر و مونث دونوں پر ہوتا ہے۔ نیز ''الحمامۃ'' کی ''تاء'' جنس کے لئے ہے تانیث کے لئے نہیں چنانچہ جوہری کے علاوہ تمام علماء کے نزدیک ''حمام'' کا اطلاق صرف مذکر پر ہوتا ہے اور واحد کے لئے ''حمامۃ'' کے الفاظ مستعمل ہیں۔ حمید بن ثور ہلالی نے کہا ہے کہ

وَمَا هَاجَ هٰذَا الشَّوْقَ اِلَّا حَمَامَةٌ دَعَتْ سَاقَ حَرِبرهة فترنما

''اور نہیں بھڑکایا میرے شوق کو مگر قمری نے اور اس نے شاخ کو ہلتے ہوئے چھوڑ دیا، پس دونوں گانے میں مصروف ہو گئے''

اس شعر میں ''حمامۃ'' سے مراد قمری ہے۔ چنانچہ اصمعی نے نابغہ کے قول میں یہ شعر کہا ہے کہ

وَاحْكُمْ كَحُكْمِ فَتَاة الحى اِذَا نظرت اِلٰى حَمَامِ شراعٍ وَارِدَ الثمد

''اور میں اس طرح حکم دیتا ہوں جس طرح قبیلہ کی نوجوان لڑکی نے حکم دیا تھا جب کہ اس نے دیکھا کہ کبوتر پانی پینے کے لئے گھاٹ پر اتر رہے ہیں''

---

[۱] الحمام: کبوتر واحد (حمامۃ) کہا گیا ہے کہ حمامۃ کا اطلاق نر و مادہ دونوں پر ہوتا ہے۔ (مصباح اللغات صفحہ ۱۷۴) اردو کبوتر، بنگالی کوبوتور، بلوچی کپودر، پشتو کونترہ، پنجابی کبوتر، سندھی کبوتر، کشمیری کوتر (ہفت زبانی لغت صفحہ ۵۱۳) انگریزی: Pigeon (کتابستان اردو انگلش ڈکشنری صفحہ ۴۷۹)

قَالَتْ اَ لَا لَیْتَمَا هٰذَاالحمام لَنَا   اِلٰی حَمَامتنا او نِصْفُهٗ فَقَد

''وہ کہنے لگی کاش کہ تم دیکھتے کہ یہ وہ کبوتر ہیں جو ہمارے کبوتروں میں آملے ہیں۔''

فَحَسِبُوْهُ فَالقوه کَمَا زَعَمَتْ   تِسعًا وَّ تِسْعِیْنَ لَمْ یَنْقُصْ وَلَمْ یَزِد

''پس انہوں نے تمام کبوتروں کو شمار کیا تو ننانوے ہوئے نہ اس میں سے کچھ کم ہوا اور نہ اس میں اضافہ ہوا''

''زرقاء'' شہر یمامہ کی ایک لڑکی تھی جس نے تنگ پہاڑیوں میں ''قطاۃ'' جانور کو دیکھ کر کہا تھا کہ کاش یہ جانور میرے پاس ہوتا اور کہا تھا کہ اگر اس جانور کو پکڑ لیا جائے تو ہمارے جانوروں کی تعداد سو ہو جائے گی۔ پس اس لڑکی کے حکم پر اس جانور کا پیچھا کیا گیا لیکن جب ان کو شمار کیا گیا تو ان کی تعداد چھیاسٹھ تک ہی پہنچ سکی۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ اس جانور کو لڑکی نے تین دن کی مسافت کے فاصلہ سے دیکھ لیا تھا اور اس کو دیکھ کر اس نے ''قطاۃ'' کا ارادہ کیا تھا حالانکہ وہ کبوتر تھے۔ اموی نے کہا ہے کہ ''حمام'' کا اطلاق صرف پالتو کبوتروں پر ہوتا ہے جو گھروں میں رہتے ہیں۔

عجاج نے کہا ہے کہ ؎

اِنِّیْ وَ رَبِّ الْبَلَدِ المحرم   وَالْقَاطِنَاتِ الْبَیْتِ عند زمزم قواطنامکة من ورق الحمم

''رب کعبہ کی قسم اور ان کبوتروں کی قسم جو زمزم کے گرد جمع رہتے ہیں اور جنہوں نے اس کو اپنی کثرت کی بناء پر چھپا رکھا ہے''

مذکورہ شعر میں شاعر نے ''حمام'' (یعنی کبوتر) ہی مراد لیا ہے۔ نیز ''حمامة'' کی جمع ''حمائم'' اور ''حمامات'' آتی ہے اور کبھی کبھی مفرد پر بھی ''حمام'' کا اطلاق ہوتا ہے۔ شاعر نے کہا ہے کہ ؎

وَذَکَّرَنِیْ الصِّبَا بَعْدَ التَّنَائِیْ   حَمَامَةٌ اَیْکَة تَدْعُوْا حَمَامًا

''اور ٹیلہ کے اس کبوتر نے جو دوسرے کبوتر کو بلا رہا تھا میرے بچپن کی یاد تازہ کر دی حالانکہ میں لڑکپن سے بہت دور ہو چکا تھا''

ابو حاتم نے ''کتاب الطیر الکبیر'' میں اصمعی سے حکایت نقل کی ہے کہ ''یمام'' سے مراد خشکی کا کبوتر ہے اس کا واحد ''یمامة'' آتا ہے نیز اس کی کئی اقسام ہیں۔ پس ''یمام'' اور ''حمام'' میں فرق یہ ہے کہ حمام کی پشت کے متصل دم کے نیچے سفیدی ہوتی ہے جبکہ ''یمامہ'' کی دم کے نیچے سفیدی نہیں ہوتی ہے۔ امام نوویؒ نے ''کتاب التحریر'' میں اصمعی سے نقل کیا ہے کہ جس جانور کی کنٹھی ہو وہ ''حمام'' ہے اور کنٹھی سے مراد وہ سرخی یا سیاہی کی دھاری ہے جو ان کی گردن کو گھیرے ہوئے ہوتی ہے۔ امام کسائیؒ فرماتے ہیں کہ ''حمام'' سے مراد خشکی کا کبوتر ہے اور ''یمام'' سے مراد گھروں میں رہنے والے یعنی پالتو کبوتر ہیں لیکن صحیح بات وہی ہے جو امام اصمعیؒ نے کہی ہے۔ ازہری نے امام شافعیؒ سے نقل کیا ہے کہ ''حمام'' وہ ہے جو بغیر سانس لئے پانی پئے اور بغیر فصل کے آواز بلند کرے۔ ابن سیدہ کہتے ہیں کہ یہ کبوتر کی خاصیت نہیں بلکہ تمام پرندوں کے لئے ''عب'' (بغیر سانس لئے پانی پینا) کے الفاظ ہی مستعمل ہیں۔ رافعی اور اشبہ کے نزدیک ''حدر'' (بغیر فصل کے آواز بلند کرنا) کے بجائے صرف ''عب'' کے الفاظ سے بھی ''حمام'' کی تفسیر کی جاسکتی ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ امام شافعیؒ نے ''عیون المسائل'' میں فرمایا ہے کہ جو پرندہ سانس لئے بغیر مسلسل پانی پیتا رہے وہ ''حمام'' ہے اور وہ پرندہ جو قطرہ قطرہ پانی پئے جیسے مرغی تو وہ ''حمام'' کے زمرے میں شامل نہیں ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں

کہ امام رافعیؒ کے قول میں اشکال ہے۔ اس لئے کہ "عب" کے الفاظ "ھدر" کو مستلزم نہیں ہیں۔ شاعر نے کہا ہے کہ

اذا فترت فترة يعب و حمرات شر بهن عب   علىٰ حو يضى نغر مكب

"میں نے اپنے حوض کے کنارے کبوتروں کی غرغوں سنی اور یہ دیکھا کہ کبوتر ایک ہی سانس میں پانی پی رہے ہیں"

اس شعر میں "نغو" کو "عبُ" سے موصوف کیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ "ھدر" نہیں کرتا کیونکہ اگر وہ "ھدر" کرتا تو "حمام" میں شامل ہوتا۔ نیز "نغر" ایک چڑیا کو بھی کہا جاتا ہے اس کا ذکر عنقریب انشاء اللہ "باب النون" میں آئے گا۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس طویل بحث کے سمجھانے کے بعد اب میں آپ کے سامنے امام شافعیؒ اور اہل لغت کا یہ قول پیش کرتا ہوں کہ "حمام" کا اطلاق صرف پالتو پرندوں پر ہوتا ہے جو گھروں میں رہتے ہیں اور وہیں بچے پیدا کرتے ہیں جیسے جنگلی کبوتر وغیرہ۔ اسی طرح قمری، ساق حر، فاختہ، دبسی قطاء، ورش، کوا اور وردانی پرندوں پر بھی "حمام" کا اطلاق ہوتا ہے چنانچہ ان میں سے ہر ایک پرندے کا بیان ان سے متعلق باب میں آئے گا۔ پس اب کلام گھر میں رہنے والے "حمام" کے بارے میں ہوگا۔ "حمام" کی دو قسمیں ہیں (۱) بری (۲) اھلی۔

(۱) بری: یہ وہ "حمام" ہے جو "برج" وغیرہ میں رہتا ہے اور اس میں بہت تیزی پائی جاتی ہے۔ اسی لئے اسے "بری" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

(۲) اھلی: اس کی کئی اقسام ہیں اور یہ مختلف شکلوں میں پایا جاتا ہے مثلاً رواعب، مراعیش، عداد، سداد، مضرب، قلاب، منسوب وغیرہ اس کی اقسام ہیں جیسے گھوڑوں میں عناق، براذین وغیرہ مختلف اقسام ہیں۔

جاحظ کہتے ہیں کہ قفیع کبوتر لوگوں کی "صقلاب" نسل کے مشابہ ہوتا ہے اور اس کا رنگ بالکل سید ہوتا ہے۔ ("صقلاب" قسطنطنیہ میں بسنے والی قوم تھی جو بعد میں یورپ وغیرہ میں پھیل گئی)

احادیث نبویؐ میں "حمام" کا تذکرہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ کبوتر کے پیچھے پھر رہا ہے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان، شیطانہ کے پیچھے پھر رہا ہے۔

نیز ایک روایت میں ہے کہ شیطان، شیطان کے پیچھے پھر رہا ہے۔ (رواہ ابوداؤد والطبرانی وابن ماجہ وابن حبان، باسناد جید)

بیہقی فرماتے ہیں کہ بعض اہل علم نے اس حدیث کا مصداق کبوتر بازوں کو قرار دیا ہے کیونکہ اکثر یہ کبوتر باز، کبوتر اڑانے اور کبوتر پکڑنے کے لئے مکانوں کی چھتوں پر چڑھ جاتے ہیں جس سے پڑوسیوں کے گھروں کی بے پردگی ہوتی ہے اور اسی وجہ سے اس کو حرام قرار دیا گیا ہے نیز اس پر تفصیلی بحث انشاء اللہ کبوتر کے شرعی حکم میں آئے گی۔ چنانچہ بیہقی نے اسامہ بن زیدؓ کا یہ قول نقل کیا ہے۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے یہاں پہنچا تو آپ نے اڑنے والے کبوتروں کے متعلق حکم دیا کہ انہیں ذبح کیا جائے اور پر قینچ کبوتروں کے متعلق حکم دیا کہ انہیں چھوڑ دیا جائے۔

اسی طرح ابن قانع اور طبرانی نے حبیب بن عبداللہ بن ابی کبشہ سے انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اترج اور سرخ کبوتر کا دیکھنا بھلا معلوم ہوتا تھا" (رواہ ابن قانع والطبرانی)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سبزی' اترج اور سرخ کبوتر کی طرف دیکھنا بھلا معلوم ہوتا تھا۔ (رواہ الحاکم فی تاریخ نیشاپور)

ابن قانع اور حافظ ابوموسیٰ کہتے ہیں کہ ہلال بن علاء کے نزدیک "الحمام الاحمر" سے مراد سیب ہیں۔ ابوموسیٰ کہتے ہیں کہ "الحمام الاحمر" کے متعلق یہ تفسیر ہلال کے علاوہ کسی اور سے سننے میں نہیں آئی۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارک میں سرخ کبوتر تھے جنہیں "وردان" کہا جاتا تھا۔

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وحشت کی شکایت کی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ کبوتر کا جوڑا پال لو جب وہ بولا کرے تو تم اللہ کا ذکر کیا کرو۔ (رواہ ابن السنی فی عمل الیوم واللیلۃ)

اس حدیث کو حافظ ابن عساکر نے بھی روایت کیا ہے کہ یہ حدیث نہایت غریب ہے اور اس حدیث کی سند بھی ضعیف ہے۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وحشت کی شکایت کی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کبوتر کا جوڑا پال لو کیونکہ ان سے انس بھی ہوگا' ان کے بچے بھی ہوں گے اور یہ اپنی آواز سے تجھے نماز کے لئے بیدار کریں گے یا ایک مرغا پال لو کیونکہ اس سے بھی دل بہلے گا اور مرغ اپنی آواز سے تجھے نماز کے لئے بیدار کرے گا۔ (رواہ ابن عدی فی کاملہ فی ترجمہ میمون بن موسیٰ)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پر قینچ کبوتر اپنے گھر میں رکھو کیونکہ وہ جنات کے اثر سے تمہارے بچوں کو محفوظ رکھیں گے۔ (رواہ محمد بن زیاد الطحان بن میمون بن مہران)

حضرت عبادہ بن صامت فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وحشت کی شکایت کی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کبوتر پال لو۔ (الحدیث) اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے مگر اس میں راوی صلت بن جراح ہیں جو کہ غیر معروف ہیں نیز باقی راوی صحیحین کے رجال ہیں۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کعبۃ اللہ نے اللہ تعالیٰ سے شکایت کی کہ میری زیارت کرنے والوں کی تعداد بہت کم ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں ایک ایسی قوم کو بھیج رہا ہوں جو تجھ سے ایسی محبت رکھیں گے جیسا کہ کبوتروں کو اپنے بچوں سے محبت ہوتی ہے۔ (رواہ کامل ابن عدی فی ترجمۃ سھل بن فرید)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخری زمانہ (یعنی قرب قیامت) میں ایسے لوگ ہوں گے جو اپنے سر اور ڈاڑھیوں کو ایسا خضاب لگائیں گے جیسے کبوتر کے پوٹے میں سیاہی ہوتی ہے۔ یہ لوگ جنت کی ہوا تک نہیں پائیں گے۔ (رواہ ابوداؤد والنسائی)

کبوتر کی عادات وخصائل کبوتر کی خاص عادت یہ ہے کہ اگر اسے ایک ہزار میل کے فاصلہ سے بھی چھوڑا جائے تو یہ اڑ کر اپنے گھر پہنچ جاتا ہے۔ نیز دور دراز کے علاقوں سے خبریں لاتا اور لے جاتا ہے چنانچہ بعض کبوتر ایسے بھی ہیں جو ایک دن میں تین تین ہزار فرسخ کا فاصلہ طے کر لیتے ہیں اور یہ بھی مشاہدہ میں آیا ہے کہ اگر کبھی کسی کا پالتو کبوتر کہیں اور جگہ کسی وجہ سے پکڑا گیا اور تین سال یا اس

سے زائد اپنے گھر سے غائب رہا مگر اس کے باوجود بھی وہ کبوتر اپنے گھر کو نہیں بھول پاتا اور اپنی قوت حافظہ اور عقل اور کشش وطن پر برابر قائم رہتا ہے یہاں تک کہ جب اسے موقع ملتا ہے تو اڑ کر واپس اپنے وطن (یعنی گھر) آ جاتا ہے۔

شکار کرنے والے پرندے کبوتر کی گھات میں رہتے ہیں مگر جس قدر کبوتر باز سے ڈرتا ہے اتنا کسی دوسرے پرندے سے نہیں ڈرتا حالانکہ کبوتر کی پرواز باز سے بہت تیز ہوتی ہے لیکن باز کے خوف کی بناء پر کبوتر کے بازو ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور یہ اس طرح مرعوب ہو جاتا ہے جیسے گدھا شیر کے سامنے' بکری بھیڑیئے کے سامنے اور چوہا بلی کے سامنے مرعوب ہو جاتا ہے۔

کبوتر کی ایک عجیب عادت یہ ہے جو کہ ابن قتیبہ نے ''عیون الاخبار'' میں مثنیٰ بن زہیر سے نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے مرد اور عورت میں کوئی ایسی خصلت نہیں دیکھی جو کبوتروں میں موجود نہ ہو' پس میں نے کبوتری کو دیکھا کہ وہ اپنے جوڑے کے نر کے علاوہ کسی دوسرے نر کو جفتی کی قدرت نہیں دیتی اور نہ ہی نر کسی دوسری کبوتری کی طرف مائل ہوتا ہے۔ البتہ اگر جوڑے میں سے کوئی ایک مر جائے یا بچھڑ جائے تو پھر معاملہ اسکے برعکس بھی ہو جاتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے کبوتر میں ایک خاص بات یہ بھی دیکھی ہے کہ جب کبوتر اپنی مادہ سے جفتی کا ارادہ کرتا ہے تو کبوتری فوراً بن سنور جاتی ہے۔ لیکن بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کبوتری اپنے نر کی موجودگی میں بھی کسی دوسرے نر کو اپنے اوپر جفتی کرنے کی قدرت دے دیتی ہے لیکن کہا جاتا ہے کہ اس طرح جفتی کرنے سے انڈے تو پیدا ہوتے ہیں لیکن ان انڈوں سے بچے نہیں نکلتے۔

بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ نر کبوتر نر پر اور مادہ کبوتر مادہ پر جفتی کے لئے چڑھ جاتے ہیں۔ نیز ایک عجیب وغریب بات جو کبوتر اور انسان کے علاوہ کسی اور جاندار میں نہیں پائی جاتی وہ یہ ہے کہ کبوتر انسان کی طرح جفتی سے پہلے بوسہ لیتا ہے اس کے علاوہ جفتی کی خواہش نہ ہونے پر بھی یہ آپس میں بوس وکنار کرتے رہتے ہیں۔ کبوتر چھ ماہ تک جفتی کرتا ہے اور کبوتری چودہ دن حاملہ رہتی ہے۔ پہلے اور دوسرے انڈے کے درمیان ایک دن اور ایک رات کا فاصلہ ہوتا ہے۔ ایک انڈے سے نر اور ایک انڈے سے مادہ بچہ پیدا ہوتا ہے۔ نیز دن کے کچھ حصہ میں نر انڈوں پر بیٹھتا ہے اور باقی حصہ میں مادہ انڈوں کو سیتی ہے اور انڈے دینے کے بعد اگر کبوتری اپنے خانہ میں نہیں جاتی تو کبوتر مار مار کر اسے خانہ میں جانے پر مجبور کر دیتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے کبوتر کو یہ صلاحیت بھی عطا فرمائی ہے کہ جب بچہ نکل آتا ہے تو کبوتر کھاری مٹی چبا کر ان کو کھلاتا ہے تا کہ ان کے کھانے کا راستہ صاف ہو جائے۔ پس پاک وہ ہے ذات جو لطیف اور باخبر ہے جس نے ہر جاندار کو مناسب وضروری ہدایت دی ہے۔

ارسطو نے کہا ہے کہ کبوتر کی عمر آٹھ سال ہوتی ہے۔ ثعلبی نے وہب بن منبہ سے قرآن پاک کی اس آیت ''**وَ رَبُّکَ یَخْلُقُ مَا یَشَاءُ وَ یَخْتَارُ**'' (اور تیرا رب جسے چاہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہے منتخب کرتا ہے) کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چوپاؤں میں سے بکری اور پرندوں میں سے کبوتر کو اختیار کیا ہے۔

مسترشد باللہ کا تذکرہ مؤرخین لکھتے ہیں کہ امیر المومنین مسترشد باللہ بن مستظہر باللہ نے موت سے کچھ دن قبل یہ خواب دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں ایک گنڈے دار کبوتر ہے۔ پس خواب ہی میں ایک آنے والا آیا اور اس نے خلیفہ سے کہا کہ تمہاری نجات اسی میں ہے' پس جب صبح ہوئی تو خلیفہ نے یہ خواب امام ابن سکینہ کو سنایا۔ امام ابن سکینہ نے کہا اے امیر المومنین آپ خود اس خواب کی کیا تعبیر

کرتے ہیں؟ پس امیر المومنین نے فرمایا کہ میں تو ابوتمام کے اس شعر سے اس خواب کی تعبیر لیتا ہوں ؎

"هُنَّ الْحَمَامُ فَاِنْ كَسَرْتَ عِيَافَةً مِنْ حَائِهِنَّ فَاِنَّهُنَّ حِمَامٌ"

"یہ کبوتر ہیں اگر تو فال لینے کی غرض سے ان کی "ح" کو کسرہ (زیر) دے دے تو "حمام" یعنی موت ہو جائیں گے"

خلیفہ نے شعر پڑھنے کے بعد کہا کہ میری نجات میری موت میں پوشیدہ ہے۔ پس کچھ دنوں کے بعد ۵۲۹ھ میں خلیفہ مسترشد باللہ کو قتل کر دیا گیا۔ چنانچہ خلیفہ مسترشد باللہ تیرہ سال آٹھ ماہ اور چند دن تک مسند خلافت پر فائز رہے۔

کبوتر کے متعلق مختلف واقعات بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے کہ ابن سیرین کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک کبوتر نے ایک موتی نگل لیا اور پھر وہ موتی اس کے پیٹ سے بڑا ہو کر نکلا اور اس کے بعد میں نے ایک دوسرا کبوتر دیکھا اس نے بھی ایک موتی نگل لیا لیکن اس کے پیٹ سے نکلنے والے موتی کا سائز چھوٹا تھا۔ پس اس کے بعد ایک اور کبوتر دیکھا اس نے بھی موتی نگل لیا اور پھر وہ موتی اس کے پیٹ سے نکلا اس حال میں کہ وہ اسی طرح تھا جس طرح پہلے تھا۔ پس امام سیرینؒ نے اس خواب کی تعبیر یہ بیان کی کہ وہ موتی جو کبوتر کے پیٹ سے بڑا ہو کر نکلا ہے اس سے مراد امام حسنؒ بصری ہیں۔ پس حضرت حسن بصریؒ حدیث سنیں گے اور اپنی زبان میں اس میں جدت پیدا کریں گے اور اپنے مواعظ کے ذریعے اس میں تسلسل پیدا کر کے اس میں اپنی نصائح بھی شامل کر لیتے ہیں اور دوسرے موتی سے مراد ابن سیرین ہیں جو حدیث کو سن کر مختصر کر دیتے ہیں یعنی جو بات سنتے ہیں اس کو مختصر بیان کرتے ہیں اور تیسرے موتی سے مراد حضرت قتادہ ہیں جو حافظ الحدیث ہیں۔

ابن خلکان نے امام ابن سیرینؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک آدمی آپ کے پاس خواب کی تعبیر معلوم کرنے کے لئے آیا۔ پس اس نے کہا کہ میں نے خواب میں اپنے پڑوسی کی کبوتری پکڑی اور اس کے بازو توڑ دیئے۔ پس امام سیرین کا رنگ متغیر ہو گیا اور فرمانے لگے کہ مزید بیان کرو۔ اس آدمی نے کہا کہ اس کے بعد ایک سیاہ کوا آیا اور میرے مکان کی پشت پر بیٹھ گیا اور پھر اس کوے نے مکان میں نقب لگائی اور اس میں گھس گیا۔ پس امام سیرینؒ نے فرمایا کہ کس قدر جلد تیرے رب نے تجھے تنبیہ فرما دی۔ پس اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ تیرے اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ ناجائز تعلقات ہیں اور کالے کوے سے مراد ایک حبشی غلام ہے جس کے تیری بیوی کے ساتھ ناجائز تعلقات ہیں۔ (رواہ ابن خلکان)

ابن خلکان کہتے ہیں کہ امام ابن سیرینؒ بزاز (کپڑا بیچنے والا) تھے اور خادم النبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انسؓ کے آزاد کردہ غلام تھے نیز امام ابن سیرین کو کسی قرض کی وجہ سے قید کر دیا گیا تھا۔ امام ابن سیرین فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے اس گناہ کو جانتا ہوں جس کی وجہ سے میں نے قید کاٹی ہے۔ آپ سے کہا گیا کہ وہ کونسا گناہ ہے؟ امام ابن سیرین نے فرمایا کہ میں ایک مفلس شخص کو چالیس سال تک "اے مفلس" کہہ کر پکارتا رہا۔

امام ابن سیرین مشہور تابعین میں سے ہیں' آپ کو خواب کی تعبیر کی مہارت حاصل تھی۔ روایت کی گئی ہے کہ ایک عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی' آپ اس وقت صبح کا ناشتہ کر رہے تھے' پس اس عورت نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ چاند ثریا میں داخل ہو گیا ہے اور ایک منادی نے میرے پیچھے سے پکار کر کہا ہے کہ ابن سیرین کے پاس جاؤ اور انہیں یہ قصہ سناؤ۔ راوی کہتے ہیں کہ امام

ابن سیرین کا چہرہ متغیر ہو گیا اور آپ اپنا پیٹ پکڑ کر کھڑے ہو گئے۔ پس آپ کی بہن نے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے؟ امام ابن سیرینؒ نے فرمایا کہ میرے خیال میں اس عورت کے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ سات دن بعد میری موت واقع ہو جائے گی۔ پس امام ابن سیرین سات دن کے بعد ۱۱۰ھ میں وفات پا گئے۔ نیز امام ابن سیرینؒ کی وفات حسن بصریؒ کی وفات کے سو دن بعد ہوئی۔ (رواہ ابن خلکان)

حضرت سفیان ثوری سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کبوتر بازی حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا شغل تھا۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

امام ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ کبوتر باز (یعنی جو شرط پر کبوتر اڑائے اور ہار جیت پر کچھ معاوضہ لے یا دے) کی موت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کہ وہ فقر و فاقہ کی تکلیف کا سامنا نہ کرے۔

بزار نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مکڑی نے غار ثور کے منہ پر جالا تن دیا اور جنگلی کبوتر کا ایک جوڑا آیا اور غار کے منہ پر بیٹھ گیا اور یہ وہ واقعہ ہے جب اللہ تعالیٰ نے ہجرت مدینہ کے موقع پر غار ثور میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مشرکین سے حفاظت فرمائی تھی۔ پس بیت اللہ شریف کے تمام کبوتر اسی غار ثور کے جوڑے کی نسل سے ہیں۔

ابن وہب سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن کبوتروں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کر لیا تھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے برکت کی دعا فرمائی تھی۔ (رواہ ابن وھب)

حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت یہ آیت تلاوت فرماتے تھے'' **وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَهٗ مَخْرَجًا .... فَهُوَ حَسْبُهٗ** ''

(اور جو اللہ سے ڈرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی پریشانی کو دور فرما دے گا اور اسے وہاں سے رزق عطا فرمائے گا جہاں سے اسے رزق ملنے کا تصور تک نہیں ہوگا اور جو اللہ پر بھروسہ کرے گا تو اس کے لئے اللہ ہی کافی ہے)

راوی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار تلاوت فرما رہے تھے یہاں تک کہ مجھے نیند آ گئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر! اس وقت کیا کرو گے جب تمہیں مدینہ سے نکال دیا جائے گا۔ میں نے عرض کیا کہ میں حرم کعبہ میں چلا جاؤں گا اور وہاں ایسا گوشہ نشین ہو جاؤں گا جیسا کہ وہاں کے کبوتر۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہیں مکہ مکرمہ سے بھی نکال دیا گیا تو کیا کرو گے؟ میں نے عرض کیا کہ شام اور بیت المقدس کی طرف جاؤں گا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہیں وہاں سے بھی نکال دیا گیا تو پھر کیا کرو گے؟ پس میں نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق پر معبوث فرمایا ہے اگر میرے ساتھ یہی معاملہ رہا تو میں مقابلہ کے لئے تلوار اٹھاؤں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوذر کیا میں تمہیں اس سے اچھی بات نہ بتلاؤں؟ پس تم تلوار کبھی نہ اٹھانا اور امیر وقت کی اطاعت کرنا اگر چہ حبشی غلام ہی تمہارا امیر کیوں نہ ہو۔ (رواہ الطبرانی باسناد صحیح)

بخاری شریف میں اس پوری روایت کا ایک ٹکڑا آیا ہے اور ابن ماجہ میں اس روایت کا صرف ابتدائی حصہ مذکور ہے۔

ہارون الرشید کے متعلق حکایت تاریخ ابن خلکان میں مذکور ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید کو کبوتر اور کبوتر بازی کا شوق تھا۔ پس ہارون الرشید کو کسی نے بطور ہدیہ کبوتر پیش کئے تو اس وقت خلیفہ کے پاس قاضی ابوالبختری بھی بیٹھے تھے۔ پس قاضی ابوالبختری نے یہ حدیث

بیان کی کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بازی (یعنی ہار جیت) صرف ان جانوروں میں ہے جس کے خف (گدی) حافر (سم) یا جناح (بازو' پر وغیرہ) ہوں۔ (یعنی گھوڑے' اونٹ اور کبوتر وغیرہ) اور دوسرے جانوروں میں بازی جائز نہیں ہے۔ (رواہ ابو ہریرہؓ)

قاضی ابوالبختری نے ہارون الرشید کو خوش کرنے کے لئے اس حدیث میں ''اَوْ جَنَاحٍ'' کا اپنی طرف سے اضافہ کر دیا۔ پس اس پر ہارون الرشید نے قاضی ابوالبختری کو کافی انعام دیا۔ پس جب ابوالبختری چلا گیا تو ہارون الرشید نے کہا کہ اللہ کی قسم تحقیق مجھے معلوم ہے کہ اس ظالم ابوالبختری نے کبوتر کا تذکرہ کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنے کی جسارت کی ہے۔

نیز اس کے بعد ہارون الرشید نے کبوتروں کو ذبح کرنے کا حکم دے دیا۔ پس ہارون الرشید سے کہا گیا کہ ان کبوتروں نے کیا جرم کیا تھا کہ ان کو ذبح کرنے کا حکم دے دیا گیا ہے؟ خلیفہ ہارون الرشید نے کہا کہ کبوتروں کی وجہ سے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھا گیا ہے پس اس کے بعد اہل علم نے ابوالبختری کی روایت کردہ تمام احادیث کو ترک کر دیا۔ ابوالبختری مدینہ منورہ کے قاضی تھے۔ ابوالبختری کو بکار بن عبداللہ الزبیری کے بعد قاضی بنایا گیا تھا۔ پھر امام ابو یوسفؒ کے انتقال کے بعد ابوالبختری کو بغداد کا قاضی بنا دیا گیا تھا۔ قاضی ابوالبختری کا انتقال مامون الرشید کے دور خلافت میں ۲۰۰ھ میں ہوا۔ بختری' بختر ہ سے ماخوذ ہے جس کے معنی تکبر اور غرور کے ہیں۔ چنانچہ بہت سے لوگوں نے بختری کو ''ابوالبختری'' کی بجائے ''ابوالحتری'' (یعنی خاء کے بجائے حاء کے ساتھ) لکھ دیا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ''ابوالبحتری'' (حاء کے ساتھ) ایک مشہور شاعر کا نام ہے۔

ابن ابی خیثمہ اور شیخ تقی الدین قشیری ''اقتراح'' میں لکھتے ہیں کہ حدیث ابو ہریرہؓ میں ''حمام'' (کبوتر) کے الفاظ وضع کرنے والا ''ابوالبختری'' نہیں بلکہ غیاث بن ابراہیم تھا جس نے حدیث میں یہ الفاظ خلیفہ مہدی کے لئے وضع کیے تھے نہ کہ ہارون الرشید کے لئے۔ ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ ابوالبختری کو وہب بن وہب بن وہب کہا جاتا تھا۔ یہ نام تین پشتوں تک برابر چلتا رہا ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اسماء کی یہی ترتیب دوسرے معنوں میں بھی موجود ہے مثلاً شاہان فارس میں بہرام بن بہرام بن بہرام' تابعین میں حسن بن حسن بن حسن اور غسان میں اس کی مثال حرث الاصغر بن حرث الاعرج بن حرث الاکبر اور متاخرین میں اس کی مثال الغزالی محمد بن محمد بن محمد ہے جو امام غزالیؒ کا نام ہے۔

شیخ ابوالحسن شاذلیؒ کی حکایت شیخ عارف باللہ ابوالحسن شاذلیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے امام غزالی کے متعلق مفاخرت کر رہے ہیں پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا آپ دونوں کی امت میں غزالی جیسا عالم ہوا ہے؟ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں۔ (رواہ الشیخ ابوالحسن الشاذلی)

شیخ الامام عارف باللہ استاذ رکن الشریعت والحقیقت ابو العباس مرسی نے امام غزالیؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ کے لئے صدیقیت عظمیٰ کی شہادت دی ہے۔ اسی طرح شیخ جمال الدین الاسنوی نے اپنی کتاب ''المھمات'' میں امام غزالیؒ کے متعلق لکھا ہے کہ:

'' آپ ہر موجود کے لئے قطب الوجود وخلاصہ اہل الایمان و بطریف کے روح رواں تھے جو ان کو رضائے رحمٰن تک پہنچاتی تھی۔ امام غزالیؒ کے وسیلہ سے ہر صدیق اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتا تھا۔ آپ سے بغض نہیں رکھتا مگر ملحد یا زندیق۔ آپ اپنے زمانے کے مشاہیر میں منفرد شخصیت تھے اور کوئی شخص بھی آپ کا ہم پلہ نہیں تھا۔ (کتاب المبہمات)

حجۃ الاسلام زین الدین محمد الغزالی بغداد میں مدرسہ نظامیہ میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد شام چلے گئے اور دمشق کی بزاویۃ الجامع (جامع مسجد) میں قیام فرمایا۔ پھر وہاں سے بیت المقدس تشریف لے گئے' پھر اس کے بعد مصر کا قصد کر کے اسکندریہ میں ایک عرصہ تک مقیم رہے پھر اس کے بعد اپنے وطن طوس پہنچ گئے۔ پھر طوس سے نیشا پور پہنچے اور وہاں کے مدرسہ نظامیہ میں تدریس کا سلسلہ شروع کیا پھر اس کے بعد تدریس کو ترک کر کے دوبارہ طوس تشریف لائے اور صوفیاء کے لئے ایک خانقاہ تعمیر کی اور اس میں آپ تلاوت قرآن مجید' وظائف الخیرات اور صحبت صالحین اور عبادت میں وقت گزارتے تھے۔ اس طرح آپ نے دنیا سے مکمل کنارہ کشی اختیار کر لی۔ امام غزالیؒ معتبر عالم تھے' امام غزالیؒ کی تصانیف بہت مفید ہیں۔ خصوصاً ''احیاء العلوم الدین'' سے کوئی طالب آخرت بے نیاز نہیں رہ سکتا۔ امام غزالیؒ کی وفات جمادی الثانی ۵۰۵ھ میں طوس میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

ابن خلکان نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ شرف الدین بن عنین امام فخر الدین رازیؒ کے درس میں حاضر ہوئے کہ اچانک ایک کبوتری آپ کے پاس آ کر گری اور اس کبوتری کا پیچھا کوئی درندہ صفت پرندہ کر رہا تھا' پس جب کبوتری گر گئی تو وہ پرندہ واپس چلا گیا لیکن اس پرندہ کے خوف سے کبوتری میں اڑنے کی طاقت نہیں تھی۔ پس جب امام فخر الدین رازیؒ درس سے فارغ ہوئے تو آپ اس کبوتری کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے اور اس پر ترس کھانے لگے۔ نیز آپ نے کبوتری کو ہاتھ میں اٹھالیا پس اس پر ابن عنین نے چند اشعار کہے جن میں کچھ اشعار یہ ہیں ۔

مَن نباء الوَرُقَاء ان مجلسکم حَرَم'' وَ اِنَّکَ مَلْجَاءَ لِلْخَائِفِ

''کبوتری کا واقعہ یہ ہے کہ آپ کی مجلس کبوتری کیلئے حرم ثابت ہوئی اور آپ خوفزدہ چیزوں کے لئے جائے پناہ ثابت ہوئے''

وَقَدَتْ عَلَيْکَ وَقَدْ ترانی حَتْفَهَا فَحَبُوْتِهَا بِبَقَائِهَا الْمُسْتَانِفِ

''اور یہ کبوتری آپ کے پاس پناہ کی تلاش میں آئی اس حال میں کہ وہ قریب المرگ تھی' پس آپ کے ہاتھ میں لینے سے اسے نئی زندگی مل گئی''

لَوْ اَنَّهَا تُحْيِی بِمَالٍ لانثنتْ مِنْ رَاحَتَيْکَ بِنَائِلٍ مُتَضَاعِفِ

''اگر تو زندگی کی بجائے مال کا تحفہ دیتا تو وہ تیرے دونوں ہاتھوں سے دوگنا عطیہ لے کر لوٹتی''

چنانچہ شرف الدین بن عنین اور حاکم دمشق ملک معظم عیسیٰ بن ملک عادل ابو بکر بن ایوب کے درمیان دوستانہ تعلقات تھے اور ان دونوں کے درمیان بہت سے ایسے معاملات بھی ہوتے رہتے تھے جو ملک معظم کے حسن سلوک کی علامت تھے۔ ان معاملات میں سے ایک یہ ہے کہ ایک مرتبہ ابن عنین کو تیز بخار ہو گیا تو اس نے ملک معظم کو لکھا کہ ۔

اُنْظُرْ اِلَیَّ بِعَیْنِ مَوْلٰی لَمْ یَزَلْ — یولی النَدٰی وَ تَلاف قَبْلَ تَلَافِیْ

''تم دیکھو مجھے اس آنکھ سے جس سے آقا اپنے غلام کو دیکھتا ہے اور میری ہلاکت سے قبل مجھے اپنی سخاوت کی بارشوں سے تر کیجئے''

اَنَا کَالَّذِیْ اَحتَاجَ مَا یَحْتَاجُهٗ — فَاَغْنِمْ ثَنَائِیْ وَالثَّوَاب الوافِی

''میں بھی آپ کی طرح محتاج ہوں لیکن ہماری ضروریات میں فرق ہے پس آپ تعریف کے محتاج ہیں اور میں تعریف کے بدلہ کا محتاج ہوں''

پس ملک معظم خود ابن عنین کی عیادت کے لئے آئے اور ان کو تین سو دینار دیئے اور کہا کہ یہ تو صلہ ہے لیکن میں بار بار عطا کرنے والا ہوں۔ ملک معظم کے اس قول ''**هذه الصلة و انا العائد**'' کی کئی تاویلیں کی گئی ہیں۔ ایک تاویل یہ ہے اسم موصول ''صلہ'' اور ضمیر ''عائد'' کو چاہتا ہے۔ پس لفظ ''صلہ'' یہاں وہ مال ہے جو ''ابن عنین'' کو ملا اور لفظ ''عائد'' میں دو معنوں کا احتمال ہے ایک یہ کہ میں تیرے پاس بار بار صلہ لے کر آؤں گا کہ تو راضی ہو جائے گا اور دوسرا یہ کہ ''عائد'' عاد یَعُوْدُ سے مشتق ہے۔

ملک معظم نہایت عقلمند، فاضل اور بہادر آدمی تھے۔ نیز ملک معظم حنفی المسلک تھے۔ ملک معظم کو فن ادب سے خاص دلچسپی تھی، یہاں تک کہ ملک معظم نے یہ اعلان کرا دیا تھا کہ جو شخص بھی زمخشری کی کتاب ''مفصل'' کو مکمل حفظ کرلے گا تو میں اس کو سو دینار بطور انعام دوں گا اور اس کے علاوہ اس شخص کو ایک قیمتی جوڑا بھی دیا جائے گا۔ پس انعام کے لالچ میں بہت سے لوگوں نے اس کتاب کو حفظ کرلیا۔ ملک معظم کی وفات ۶۲۴ھ کو ہوئی اور امام فخر الدین رازیؒ کی وفات ۶۰۶ھ میں عید الفطر کے دن ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں پر رحم فرمائے۔

فائدہ بعض حکماء فرماتے ہیں کہ ہر انسان اپنے ہم شکل کی طرف راغب ہوتا ہے، جس طرح ہر پرندہ اپنے ہم جنس کی طرف راغب ہوتا ہے۔ مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ دس آدمیوں میں دو آدمی ضرور ایسے ہوں گے کہ اگر ایک میں کوئی وصف ہوگا تو دوسرے میں وہ نہیں ہوگا کیونکہ لوگوں کی شکلوں میں وہ اختلاف موجود ہے جو پرندوں میں جنس سے ہوتا ہے۔ اگر پرندوں کی دو قسموں میں اڑان میں اتفاق ہو بھی جائے تو ان دونوں میں کوئی نہ کوئی مناسبت ضرور پائی جاتی ہے۔ چنانچہ مالک بن دینارؒ نے ایک دن ایک کبوتر کو ایک کوے کے ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھا تو آپ بہت متعجب ہوئے کیونکہ ان کی شکلیں مختلف تھیں لیکن وہ لنگڑاتے ہوئے چلتے تھے۔ پس مالک بن دینارؒ نے فرمایا کہ کبوتر اور کوے کو لنگڑاپن نے یکجا کر دیا ہے۔

ہر انسان اپنے ہم شکل سے مانوس ہوتا ہے، اگر بالفرض دو آدمی جن میں کسی قسم کی مناسبت نہ ہو کچھ دیر کے لئے اکٹھے بیٹھ جائیں تو وہ ضرور ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے۔ جیسا کہ شاعر نے کہا ہے کہ

وَ قَائِلٍ '' کَیْفَ تَفَرَّقْتُمَا — فَقُلْتُ قَوْلًا فِیْهِ اِنْصَاف

''اور کسی کہنے والے نے کہا کہ تم دونوں کیسے جدا ہو گئے تو میں نے کہا کہ میں انصاف کی بات کرتا ہوں''

لَمْ یَکُ مِنْ شَکْلِیْ فَفَارَقْتُهٗ — وَالنَّاسُ اشکال و اُلاف

''میری شکل اس سے جدا تھی پس وہ مجھ سے جدا ہو گیا اور لوگ ہزاروں کی تعداد میں مختلف شکلوں کے ہوتے ہیں''

یزید بن میسرہ سے روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھیوں سے فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم استطاعت رکھتے ہو کہ تم اللہ کی محبت میں کبوتر کی طرح مست ہو جاؤ۔ پس تم ضرور ایسا کرو۔ (رواہ احمد فی الزھد)

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ کبوتر سے زیادہ بے دقوف یا مست کوئی دوسرا حیوان نہیں ہے۔ اس لئے کہ کبوتر کی آنکھوں کے سامنے اس کے بچے اس کے گھونسلے سے پکڑ کر ذبح کر دیئے جاتے ہیں لیکن پھر بھی کبوتر اسی جگہ آ کر انڈے دیتا ہے اور بچے نکالتا ہے۔

الحکم کبوتر کا شرعی حکم یہ ہے کہ کبوتر بالاتفاق حلال ہے۔ کیونکہ یہ طیبات میں سے ہے اور اس لئے بھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کی حالت میں کبوتر کے قتل پر بکری کا ضمان واجب کیا ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں پہلی صورت یہ ہے کہ کبوتر اور انسان گھر دوست بھی ہیں اور انسان دوست بھی' کبوتر کی حلت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کی حالت میں قتل کرنے پر بکری کا ضمان واجب کیا ہے۔ امام نوویؒ نے ''الروضۃ'' میں اس مسئلہ کو خارج کر دیا ہے اور کہا ہے کہ اس سلسلہ میں لفظی اختلاف ہے اور اس اختلاف میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ چنانچہ کبوتر اور ہر اس جانور کے انڈے جس کا شکار محرم کے لئے حرام ہو وہ حرام ہے۔ پس اگر محرم کسی ایسے جانور کے انڈے ضائع کر دے تو اس پر ضمان واجب ہوگا۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب (یعنی شوافع) اور امام احمدؒ کا یہی مسلک ہے۔

مزنی اور بعض اصحاب داؤد کا مسلک یہ ہے کہ انڈوں میں کوئی ضمان نہیں۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ انڈے کا ضمان جانور کی قیمت کا دسواں حصہ ہے۔ ابن المنذر رفرماتے ہیں کہ کبوتر کے انڈے کے متعلق علماء کرام کا اختلاف ہے۔ پس حضرت علیؓ اور عطاء کے نزدیک دو انڈوں کا ضمان ایک درہم ہے۔ امام زہریؒ اور امام شافعیؒ اور ابوثور رفرماتے ہیں کہ انڈے میں جانور کی قیمت واجب ہے۔ (عنقریب انشاء اللہ ''بیض النعام'' کے عنوان سے اس کی تفصیل آئے گی)

کبوتر کے شکار کا حکم یہ ہے کہ اگر کبوتروں کے ساتھ کوئی خاص علاقہ کا کبوتر شریک ہو گیا تو اس کبوتر کا شکار صرف اس علاقہ میں جائز ہوگا اور اگر برج میں رہنے والے کبوتروں کے ساتھ کسی دوسرے علاقے کے کبوتر بھی شریک ہو گئے تو اب اس کے شکار کرنے اور نہ کرنے کے متعلق دو قول ہیں لیکن صحیح قول یہ ہے کہ شکار کیا جا سکتا ہے۔ برج کے کبوتر کی بیع (خرید و فروخت) کا حکم حوض میں مچھلی کی بیع کے مانند ہے۔ مچھلی کا بیان انشاء اللہ ''باب السین'' میں آئے گا۔ اگر کسی نے ایسا کبوتر فروخت کر دیا جو فضا میں اڑ رہا ہو اور گمان یہ ہو کہ کبوتر واپس آ جائے گا تو اس بارے میں دو رائیں ہیں' ان میں زیادہ صحیح رائے امام شافعیؒ کی ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک یہ بیع جائز ہے۔ امام شافعیؒ اس کو اس غلام پر قیاس کرتے ہیں جس کو آقا کسی کام کے لئے کہیں بھیج دے' البتہ جمہور اہل علم کے نزدیک یہ بیع جائز نہیں ہے جیسا کہ مراوزہ کا قول ہے عراق کے اہل علم کبوتر کی ہر جنس کو ایک مستقل جنس شمار کرتے ہیں۔ علماء عراق کے نزدیک کبوتر ایک جنس ہے' اسی طرح قمری اور فاختہ کی جنس بھی جدا جدا ہے۔ انڈوں اور بچوں کے لئے کبوتر پالنا' اسی طرح انسیت یا پیغام رسانی کے لئے کبوتر پالنا بلا کراہت جائز ہے۔ کبوتروں سے کھیلنا اور ان کو اڑانا اور [illegible] بازی کرانا بعض اہل علم کے نزدیک یہ بلا کراہت جائز ہے کیونکہ جنگ وغیرہ میں پیغام رسانی کے لئے اس کی ضرورت پڑتی ہے لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے کیونکہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی روایت میں مذکور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبوتر باز کو دیکھ کر فرمایا کہ شیطان' شیطانہ کے پیچھے بھاگ رہا ہے۔ ابن

حبان اس روایت کونقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ کبوتر باز کو شیطان کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کام میں مشغول ہوئے کے بعد انسان لغویات اور معصیت سے محفوظ نہیں رہتا اور عاصی (نافرمان) پر شیطان کا اطلاق بہت سی جگہ پر ہوا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد بھی ہے"شَیَاطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ" پس کبوتر پر شیطان کا اطلاق صرف اس وجہ سے ہے کہ یہ موجب گمراہی بن رہا ہے۔ محض کبوتر سے کھیلنے کی وجہ سے کسی شخص کو مردود الشہادت قرار نہیں دیا جا سکتا البتہ امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کبوتر سے کھیلنے والا آدمی مردود الشہادت ہو جائے گا۔

حضرت مالک بن انسؒ کا واقعہ ابومحمد رامہر مزی نے اپنی کتاب "المحدث الفاصل بین الراوی والواعی" میں مصعب زبیری سے نقل کیا ہے کہ میں نے مالک بن انسؒ سے سنا ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم دونوں اس شان کو یعنی حدیث کو پسند کرتے ہو اور طلب کرتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا جی ہاں۔ حضرت انسؒ نے فرمایا کہ اگر تم حدیث کو پسند کرتے ہو تو تمہیں نفع پہنچے اور اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعے سے لوگوں کو نفع پہنچائیں۔ پس تم حدیث کی روایت کم کیا کرو اور اسے سمجھنے کی کوشش کیا کرو۔ راوی کہتے ہیں کہ ابن مالک ایک مرتبہ چھت سے نیچے اتر رہے تھے اور ان کے ہاتھ میں ایک کبوتر تھا جسے وہ چھپانے کی کوشش کر رہے تھے لیکن لوگوں نے کبوتر کو دیکھ لیا پس جب ابن مالک کو اس بات کا علم ہوا کہ لوگوں نے کبوتر کو دیکھ لیا ہے تو فرمانے لگے کہ ادب صرف اللہ کا ہے نہ کہ والدین کا اور بھلائی صرف اللہ تعالیٰ کی ہے نہ کہ والدین کی۔ مصعب زبیری ہی سے منقول ہے کہ یحییٰ بن مالک بن انس آتے جاتے رہتے تھے لیکن ہمارے ساتھ اپنے والد کے پاس نہیں بیٹھتے تھے۔ پس ایک دن ان کے والد نے ان کو دیکھا اور اپنے پاس بلا لیا اور فرمایا کہ مجھے یہ طریقہ بہت پسند ہے جو وراثت میں نہیں ملتا۔ پھر فرمایا کہ عبدالرحمٰن بن قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیقؓ کے علاوہ کسی نے اپنے والد کا مقام نہیں سنبھالا۔ پس عبدالرحمٰن اپنے زمانے میں سب سے افضل انسان تھے اور ان کے والد اپنے زمانے میں اور ان کے والد اپنے زمانے میں افضل ترین انسان تھے۔

امام بخاریؒ نے "مناسک" میں فرمایا ہے کہ ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا اور علی کہتے ہیں کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا اور سفیان کہتے ہیں کہ ہم سے عبدالرحمٰن بن قاسم نے بیان کیا جو اپنے زمانے کے سب سے افضل انسان تھے اور انہوں نے اپنے والد سے سنا جو اپنے زمانے کے افضل انسان تھے وہ فرماتے ہیں کہ "حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دونوں ہاتھوں سے خوشبو لگائی ہے"

حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم کی عظمت' امامت' تقویٰ' زہد اور کثرت علم پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم کی ولادت حضرت عائشہؓ کی زندگی میں ہوئی اور وفات ۱۲۶ھ میں ہوئی۔

امیر المومنین منصور کا واقعہ روایت کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ منصور نے حضرت عبدالرحمٰن سے کہا کہ آپ مجھے نصیحت فرمائیں۔ حضرت عبدالرحمٰن نے فرمایا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جب فوت ہوئے تو ان کے ورثاء میں گیارہ لڑکے اور ترکہ میں سترہ دینار تھے جن میں سے پانچ دینار کا کفن کے لئے کپڑا خریدا گیا اور دو دینار سے قبر کے لئے زمین خریدی گئی اور بقیہ دینار لڑکوں میں تقسیم کر دیئے گئے۔ پس ہر لڑکے کے حصہ میں انیس درہم آئے۔ اسی طرح جب ہشام بن عبدالملک نے بھی بوقت وفات گیارہ لڑکے

چھوڑے۔ چنانچہ ہر لڑکے کو باپ کے ترکہ میں سے دس دس لاکھ درہم ملے۔ پس میں نے اس کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی اولاد میں سے ایک کو دیکھا کہ اس نے جہاد فی سبیل اللہ میں سو گھوڑے بھیجے جبکہ ہشام کی اولاد میں سے ایک کو بھیک مانگتے ہوئے دیکھا۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ باعث حیرت نہیں ہے کیونکہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنی اولاد کو اللہ کے سپرد کر دیا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ ان کے لئے کافی ہو گئے اور ان کو غنی کر دیا۔ نیز ہشام نے اس کے برعکس اپنے بیٹوں کو دنیا کے سپرد کر دیا تھا پس اللہ تعالیٰ نے ان کو حقیر کر دیا۔

کبوتر کے متعلق فقہی مسائل علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ کبوتر کی بیٹ اور ماکول وغیر ماکول چوپاؤں کی لید و گوبر وغیرہ کی خرید و فروخت باطل ہے اور اس سے حاصل ہونے والی قیمت حرام ہے۔ امام شافعیؒ کا یہی مذہب ہے لیکن امام ابوحنیفہؒ گوبر وغیرہ کی بیع کو جائز قرار دیتے ہیں کیونکہ ہر زمانہ میں ہر جگہ کے لوگ بغیر کسی انکار کے اس کی بیع پر متفق ہیں نیز کبوتر کی بیٹ اور ماکول وغیر ماکول جانوروں کی لید و گوبر کی بیع اس لئے بھی جائز ہے کہ اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ اس لئے دوسری چیزوں کی طرح اس کی خرید و فروخت بھی جائز ہونی چاہیے۔ امام شافعیؒ حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم پر کوئی چیز حرام فرماتا ہے تو اس کی قیمت بھی حرام قرار دے دیتا ہے۔ (رواہ ابوداؤد باسناد صحیح)

یہ حدیث تمام اشیاء کو عام ہے سوائے ان اشیاء کے جو کسی دلیل کی بناء پر اس حدیث کے حکم سے خارج ہو گئی ہوں مثلاً گدھا وغیرہ۔ امام شافعیؒ دوسری دلیل یہ پیش فرماتے ہیں کہ کبوتر کی بیٹ اور لید و گوبر نجس العین ہے اس لئے پاخانہ کی طرح اس کی خرید و فروخت بھی ناجائز ہے کیونکہ باوجود انتفاع کے پاخانہ کی بیع کے ناجائز ہونے پر تمام اہل علم متفق ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے استدلال کا جواب دیتے ہوئے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ گوبر اور لید وغیرہ کی خرید و فروخت جاہل اور ذلیل قسم کے لوگ کرتے ہیں اور ان کا فعل دین اسلام میں حجت تسلیم نہیں کیا جا سکتا نیز یہ جو کہا جاتا ہے کہ گوبر اور لید سے انتفاع کی وجہ سے اس کا حکم دوسری اشیاء کے مثل ہو گیا تو ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ گوبر نجس ہے اور دیگر اشیاء سے انتفاع جائز ہے۔

امثال اہل عرب امن و امان کی مثال دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ "**امن من حمام الحرم**" (حرم کے کبوتر سے زیادہ مامون) اور کسی سے محبت کے لئے کہتے ہیں "**آلف من حمام مَكَّةَ**" (مکہ کے کبوتروں سے زیادہ محبت کرنے والا) اہل عرب کسی کی بری خصلت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں "**اَتَقَلَّدَهَا طَوْقَ الْحَمَامَةَ**" (اس نے بری عادت کو اس طرح اپنے اندر پیوست کر لیا ہے کہ وہ اب اس سے جدا نہیں ہو گی جیسے حمامہ (کبوتر) کے گلے سے اس کا دائرہ ختم نہیں ہو سکتا) اس کی مثل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "**وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِیْ عُنُقِهٖ**" (ہر انسان کا اعمال نامہ اس کی گردن میں لٹکایا جائے گا جو اس سے جدا نہیں ہو گا) علامہ زمخشریؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اس آیت میں "حَسِیْباً" کیوں فرمایا گیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ انسان اس وقت بمنزلہ شاہد و امین ہو گا کیونکہ یہ ایسے امور ہیں جو عام طور پر لوگوں کو سونپے جاتے ہیں۔ پس اس آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ اپنے نفس کیلئے سب سے بہترین حساب کرنے والا خود وہی نفس ہے۔ حضرت حسن بصریؒ جب اس آیت کی تلاوت

کرتے تو فرماتے کہ اے ابن آدم اپنے نفس کے ساتھ انصاف کر۔ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو تیرے ہی نفس کا حساب لینے والا بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ" (عنقریب ان کے اعمال ان پر اس طرح چپکا دیئے جائیں گے جیسے طوق گردن میں) کہا جاتا ہے کہ "طوق فلان عمله طوق الحمامه" (یعنی اس کے اعمال کا بدلہ ضروری ہے)

امام احمدؒ نے "زھد" میں مطرف سے یہ مثال نقل کی ہے کہ "جب میں مرجاؤں تو مجھے کسی حیثیت میں شمار نہ کرنا بلکہ لوگوں کو جمع کر لینا تو میں ان سے ایسا لپٹ جاؤں گا جیسا کہ طوق (دائرہ) کبوتر کی گردن میں لپٹا ہوتا ہے) انہی معنوں میں سفیان کے لئے عبداللہ بن جحش کے یہ اشعار ہیں ؎

اَبْلَغَ اَبَا سُفْيَانَ عَنْ اَمْرٍ عَوَاقِبِهٖ نَدَامَةٌ

"ابوسفیان تک یہ بات پہنچا دو کہ اس کے معاملات کا انجام ندامت ہے"

دَارِ ابْنِ عَمِّکَ بِعْتَهَا تَقْضِیْ بِهَا عَنْکَ الْغَرَامَةَ

"تیرے چچا کے بیٹے کا گھر میں نے بیچ دیا ہے جس سے قرض خواہوں کا قرض ادا کیا جائے گا"

وَحَلِيْفُكُمْ بِاللهِ رَبِّ النَّاسِ مُجْتَهِدُ الْقَسَامَةِ

"اور اللہ تمہارا مددگار ہے جو لوگوں کا پروردگار اور وارثین میں تقسیم کا ذمہ دار ہے"

اِذْهَبْ بِهَا اِذْهَبْ بِهَا طَوَّقْتَهَا طَوْقَ الْحَمَامَةِ

"گھر کو بیچنے کا فیصلہ میں نے ایسے قطعی انداز میں کر دیا ہے جیسا کہ کبوتر کی گردن میں طوق یعنی اب اس میں تبدیلی کی گنجائش نہیں ہے"

امام ابوعبدالرحمٰن سہیلی فرماتے ہیں کہ یہ مثال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے لی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی کی ایک بالشت برابر زمین بھی ہڑپ کر لی تو قیامت کے دن اس کی گردن میں ساتوں زمین طوق کی طرح ڈال دی جائیں گی۔ (الحدیث) خطابی نے بھی اپنے ایک قول میں اس تاویل کو اختیار کیا ہے۔ حالانکہ بخاری شریف اور مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ روایت منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ایک بالشت برابر زمین غصب کر لی تو اس کی گردن میں ساتوں زمین ہنسلی کی طرح پہنا دی جائیں گی۔ (الحدیث) اسی طرح اہل عرب کہتے ہیں "اخرق من حمامة" (یعنی کبوتر سے بھی زیادہ نحیف) اہل عرب یہ مثال اس لئے دیتے ہیں کہ کبوتر اپنے گھونسلہ کو مضبوط نہیں بناتا' بعض اوقات کبوتر کا گھونسلہ درخت کی ایسی شاخ پر ہوتا ہے جہاں سے ہوا کے ذریعے گھونسلہ گر جاتا ہے اور کبوتر کے انڈے ضائع ہو جاتے ہیں۔ اسی کے ہم مثل شاعر عبید بن ابرص کے یہ شعر ہیں ؎

عَيُوا بِاَمْرِهِمْ كَمَا عَيَّتْ بِبَيْضَتِهَا الْحَمَامَةُ

"وہ اپنے امور میں اس طرح عاجز ہو گئے جیسے کبوتر اپنے انڈوں کی حفاظت میں عاجز ہو جاتا ہے"

جَعَلَتْ لَهَا عُوْدَيْنِ مِنْ بَشَمٍ وَ آخَرَ مِنْ ثُمَامِهِ

"کبوتر اپنا گھونسلہ چند تنکوں سے بناتا ہے اور وہ تنکے بھی بہت کمزور ہوتے ہیں"

خواص | کبوتر کے طبی فوائد درج ذیل ہیں۔(۱) اگر کسی آدمی کے اعضاء شل ہو جائیں یا لقوہ، فالج کا اثر ہو جائے تو ایسے شخص کا کبوتروں کے قریب رہنا فائدہ مند ہے۔ نیز ایسے شخص کے لئے کبوتر کا خون اور گوشت بھی مفید ہے۔(۲) کبوتر کا گرم خون آنکھوں میں بطور سرمہ استعمال کرنا آنکھوں میں پائے جانے والے زخموں اور دھند لکے کو دور کرتا ہے۔

(۳) کبوتر کا خون نکسیر کو بند کر دیتا ہے' نیز کبوتر کے خون کو زیتون کے تیل میں ملا کر جلے ہوئے زخموں پر لگانے سے بہت جلد آرام ہو جاتا ہے۔(۴) کبوتر کی بیٹ گرم ہوتی ہے' خاص طور پر جنگلی کبوتر کی بیٹ تو بہت ہی گرم ہوتی ہے۔(۵) کبوتر کی بیٹ کی عجیب و غریب تاثیر یہ ہے کہ اگر اس کو پانی میں گھول کر عسر بول کا مریض اس پانی میں بیٹھ جائے تو اسے شفا نصیب ہوگی۔

فائدہ | عسر بول کے مریض کے لئے یہ عمل بہت آزمودہ اور مجرب ہے۔ اگر کسی پاک و صاف برتن پر مندرجہ ذیل آیت لکھ کر اور پانی سے دھو کر مریض کو پلائیں تو انشاء اللہ اسے شفا نصیب ہوگی:

''اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَاءُ وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِہٖ سُبْحَانَہٗ وَ تَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ'' رمص نفح و شفوا بفضل اللہ عزوجل۔

پس اگر کبوتر کی بیٹ سرکہ میں ملا کر اس شخص کے پیٹ پر لیپ کر دیا جائے جو درد استسقاء میں مبتلا ہو تو انشاء اللہ اس کو فوراً فائدہ ہوگا نیز اگر سرخ کبوتر کی بیٹ دو درہم کے بقدر لے کر تین درہم دارچینی میں ملا کر پانی میں حل کر کے پی لی جائے تو پتھری والے مریض کے لئے مفید ہے۔ کبوتر کا گوشت تولید منی و خون میں اعانت کرتا ہے اگر زندہ کبوتر کا پیٹ چاک کر کے گرم گرم بچھو کے کاٹے پر رکھ دیا جائے تو انشاء اللہ ضرور فائدہ ہوگا۔ اگر دردزہ میں مبتلا عورت کو کبوتر کی بیٹ کی دھونی دی جائے تو ولادت میں جلدی اور آسانی ہو جائے گی۔

التعبیر | خواب میں کبوتر کی تعبیر امین' قاصد' سچے دوست اور باوفا محبوب سے دی جاتی ہے نیز خواب میں کبوتر کی تعبیر بعض اوقات نوحہ سے بھی دی جاتی ہے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے کہ ؎

صَبٌّ یَنُوْحُ اِذَا الْحَمَامُ یَنُوْحُ

''جب کبوتر نوحہ کرتا ہے تو اس کے ساتھ عاشق بھی نوحہ کرتا ہے''

بسا اوقات خواب میں کبوتر کا نظر آنا ایسی عربی النسل' بابرکت اور حسین و جمیل عورت کی طرف اشارہ ہوتا ہے جو کہ اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور کی خواہش مند نہ ہو۔ اگر خواب میں کبوتر کسی مریض کے سر پر بیٹھا ہوا دکھائی دے تو اس کی تعبیر مریض کی موت سے دی جائے گی۔ جیسے کہ شاعر نے کہا ہے کہ ؎

هُنَّ الْحَمَامُ فَاِنْ كَسَرْتُ عَيَافَةً   من حائهن فانهن حمام''

یہ کبوتر ہیں اگر تو فال لینے کی غرض سے ان کی ''ح'' کو زیر دے دے تو ''حمام'' یعنی تیری موت پر دلالت کریں گے''

اگر کسی نے ''بروج حمام'' (وہ جگہ یا گنبد جہاں کبوتر رہتے ہیں) کو دیکھا تو اس کی تعبیر عورتوں' بچوں اور لڑکوں سے دی جائے

گی۔ پس اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ کبوتروں کو دانہ ڈال رہا ہے اور ان کو اپنی طرف بلا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ مذکورہ شخص قوم کی قیادت کرے گا۔ پس اگر کوئی آدمی خواب میں کبوتر اور کوے کو ایک جگہ جمع کر لے یا ان کو ایک جگہ دیکھے تو اس کی تعبیر بھی یہی ہوگی کہ وہ قوم کی قیادت کرے گا کیونکہ ہر وہ چیز جو خواب میں اپنے غیر جنس کے ساتھ جمع ہو تو اس کی تعبیر قیادت سے دیتے ہیں۔ خصوصاً کوؤں کے سلسلہ میں کہ کوؤں کا شمار فاسقین میں ہوتا ہے۔ خواب میں کبوتر کی آواز کلام باطل کی علامت ہے۔ پس اگر کسی نے خواب میں کبوتر کی آواز سنی تو اس سے مراد شوہر سے جھگڑنے والی عورت ہے۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ کبوتر اس کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا ہے تو اس کی تعبیر خط ہے جو عنقریب اسے موصول ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس کی کبوتری اڑ گئی اور واپس نہیں آئی تو مذکورہ شخص اپنی بیوی کو طلاق دے گا' یا اس کی بیوی کی موت واقع ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس نے اپنی کبوتری کے پر کاٹ دیئے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ آدمی اپنی بیوی کو باہر نکلنے یا بچہ جننے یا حاملہ ہونے سے روکے گا۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ کبوتر اسے راستہ دکھا رہا ہے تو خواب دیکھنے والے شخص کو عنقریب دور دراز سے کوئی اچھی خبر موصول ہوگی۔ اسی طرح کبوتر کو خواب میں دیکھنا دوستی اور شرکت والے کے لئے خیر کی علامت ہے۔ جاماسب کہتے ہیں کہ اگر کسی نے خواب میں کبوتر کا شکار کیا تو اس کی یہ تعبیر ہوگی کہ اسے اپنے دشمنوں سے مال و دولت حاصل ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس کی کبوتری کی آنکھ میں نقص ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کی بیوی کے دین اور اخلاص میں کمی ہے۔ ابن المقری کہتے ہیں کہ خواب میں ایسے جانور کو دیکھنا جو کبوتر کی شکل میں ہو تو یہ شریف النسب کی علامت ہے۔ بسا اوقات خواب میں کبوتر کا دیکھنا کھیل کود' مسرت اور دشمن پر غلبہ کی علامت ہوتا ہے۔ نیز بعض اوقات اس سے مراد پاک دامن' رازدار اور بچوں پر مہربان بیوی ہوتی ہے اور کبھی اس سے مراد عورت یا ایسا کثیر النسل مرد ہوتا ہے جو اہل بیت پر مہربان ہو۔

اَلْحُمْدُ

''اَلْحُمْدُ'' (قطاط کے بچے) اہل عرب کہتے ہیں'' **حَمْدُ قَطَاةٍ يُسَمَّى الارْنَبِ ان يَصِدَهَا** '' اہل عرب یہ مثال اس پرندے سے اس وقت دیتے ہیں جب کوئی کمزور آدمی کسی طاقتور آدمی سے لڑنے پر آمادہ ہو جائے۔ میدانی کہتے ہیں کہ میں نے کسی بھی کتاب میں اس کا ذکر نہیں دیکھا۔

اَلْحُمَّرُ

''اَلْحُمَّرُ'' (ایک پرندہ) اس سے مراد عصفور یا گوریا قسم کی ایک چڑیا ہے چنانچہ ابوالمھوش شاعر نے کہا ہے کہ ؎

قَدْ كُنْتُ اَحْسِبُكُمْ اَسْوَدَ حَمِيَّةٍ   **فَاِذَا لَصَافِ'' تبيض فِيْهِ الْحُمَّرِ**

''تحقیق میں نے انہیں سیاہ کوئلے سمجھ رکھا تھا لیکن دیکھنے پر معلوم ہوا کہ ان کا رنگ سفید ہے اور ان سے سرخ رنگ کے انڈے نکلتے ہیں''

''لصاف'' ایک پہاڑ کا نام ہے اور ''حمر'' کا واحد ''حمرة'' آتا ہے۔ راجز نے کہا ہے کہ ؎

وحمرات شُرْ بِهِنَّ عِبٌ'' اِذَا غَفَلْتُ غَفْلَة'' تَعِبُ

''اور سرخ رنگ کی شراب پینا ایک عیب ہے جبکہ وہ غافل کرے''

بسا اوقات اس کو میم کی تخفیف کے ساتھ ''حمرۃ'' بھی پڑھا جاتا ہے۔

ابن لسان کا تذکرہ ابن لسان الحمرہ عرب کا ایک مشہور خطیب تھا۔ یہ قبیلہ بنی تیم اللات بن ثعلبہ سے تعلق رکھتا تھا اور اس کا شمار اپنے دور کے بڑے علماء میں ہوتا تھا۔ نیز فصاحت اور طویل عمر ہونے کی وجہ سے لوگ ان کا نام ضرب المثل کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ ابن لسان کا اصلی نام ورقاء بن اشعر تھا اور کنیت ابو کلاب تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہؓ نے ابن لسان سے چند سوالات پوچھے۔ پس ابن لسان نے ان سوالات کے ٹھیک ٹھیک جوابات دیئے۔ پس امیر معاویہؓ نے کہا کہ تم نے علم کس ذریعہ سے حاصل کیا ہے۔ ابن لسان نے جواب دیا کہ سوال کرنے والی زبان اور عاقل دل سے مجھے یہ علم حاصل ہوا ہے۔ پھر ابن لسان نے کہا کہ اے امیر المومنین بے شک علم کے لئے آفت اضاعت اور استجاعت ہے۔ پس علم کی آفت اس کو بھلا دینا ہے اور اس کی اضاعت یہ ہے کہ علم کو کسی نااہل کے سامنے بیان کیا جائے اور اس کی نکد (یعنی نقص) یہ ہے کہ اس میں جھوٹ کی آمیزش کی جائے اور علم کی استجاعت (بھوک) یہ ہے کہ علم کا حاصل کرنے والا (یعنی طالب علم) کبھی سیر نہیں ہوتا۔

الحکم ''حمر'' کا شرعی حکم یہ ہے کہ اس کا کھانا بالاتفاق حلال ہے کیونکہ یہ ''عصافیر'' کی ایک قسم ہے۔ عبادی کہتے ہیں کہ بعض اہل علم کے نزدیک ''حمر'' کا گوشت حرام ہے لیکن یہ قول شاذ اور مردود ہے۔

احادیث نبویؐ میں ''الحمر'' کا تذکرہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے پس ایک آدمی ایک گھونسلہ لئے ہوئے آیا۔ پس اس آدمی نے اس گھونسلہ سے ''حمرۃ'' کا انڈہ نکالا۔ پس ''حمرۃ'' جانور بھی آ گیا اور آپ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے سروں پر منڈلانے لگا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ اس پرندے کو کس نے اذیت دی ہے؟ پس اس آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے اس پرندے کے انڈے نکال لئے ہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پرندے پر رحم کرتے ہوئے اس کے انڈے (یا بچے) واپس کرو واپس کردو۔ (رواہ ابوداؤد والحاکم)

حضرت عامر دارمی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت ایک گھونسلہ لے کر آئی پس انہوں نے ایک پرندے کے بچے کو پکڑ رکھا تھا۔ پس وہ پرندہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آ کر منڈلانے لگا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کس نے اس پرندے کے بچے کو قید کرلیا ہے؟ پس اس آدمی نے عرض کیا میں نے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اسے چھوڑ دو۔ پس اسے چھوڑ دیا گیا۔ (رواہ الترمذی وابن ماجہ)

عامر دارمی کی روایت جو ابوداؤدؒ نے کتاب الجنائز کے شروع میں نقل کی ہے وہ روایت انشاء اللہ ''باب الفاء'' میں آئے گی۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو انڈے اور بچے لوٹانے کا جو حکم فرمایا تھا اس کی دو حکمتیں ہوسکتی ہیں۔ پہلی حکمت یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ حالت احرام میں ہوں گے۔ دوسری حکمت یہ ہوسکتی ہے کہ اس پرندے نے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر رحم آ گیا تو اس صورت میں ان کا چھوڑنا ضروری تھا۔

امثال | اہل عرب کسی کی لمبی عمر کی مثال دیتے ہوئے کہتے ہیں

''اَعْمَرُ مِنْ لِسَانِ الْحُمَرَۃِ''(وہ ابن لسان حمرہ سے بھی زیادہ لمبی عمر والا ہے۔)

اسی طرح کسی کے عالی نسب کے بیان میں اہل عرب کہتے ہیں کہ''اَنْسَبُ مِنْ ابن لِسَانِ الْحُمَرَۃَ ''(وہ ابن لسان حمرہ سے زیادہ عالی نسب ہے)ابن لسان الحمرہ عرب کا ایک اونچے خاندان کا فرد تھا اور بہت زیادہ متکبر تھا۔

اَلْحَمْسَۃُ

''اَلْحَمْسَۃ''(سمندری جانور)بعض اہل علم کے نزدیک''حَمْسَۃ''سے مراد مینڈک ہے نیز''حمسۃ''کی جمع''حمس''آتی ہے۔

اَلْحِمَاط

''الحماط''اس سے مراد سبزی کا کیڑا ہے۔

اَلْحَمَکُ

''اَلْحَمَکُ''اس سے مراد ہر قسم کے جانوروں کے چھوٹے بچے ہیں۔''اَلْحَمَکُ''کے الفاظ''جوں''کے معنوں میں بھی مستعمل ہیں۔نیز''اَلْحَمَکُ''قطاء اور شتر مرغ کے بچوں کو بھی کہتے ہیں۔اسی طرح صغار ناس کے لئے بھی''اَلْحَمَکُ''کا استعمال ہوتا ہے۔راجز نے کہا ہے کہ

''لا تعذ لینی بر ذالات الحمک''

''اے محبوبہ تو مجھے ملامت نہ کر اور مجھے ذلیل وخوار لوگوں میں شمار نہ کر''

اَلْحَمَل

''اَلْحَمل''(بکری کا چھ ماہ کا بچہ)بعض اہل علم کے نزدیک''حمل''سے مراد دنبہ ہے۔''حمل''کی جمع کے لئے''حملان''اور ''احمال''کے الفاظ مستعمل ہیں۔

احادیث نبویؐ میں''حمل''کا تذکرہ | ''حضرت ابو یزید انصاریؓ''سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے مکان کے قریب سے گزرے۔پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت بھننے کی خوشبو محسوس کی۔پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے وہ جس کے گھر میں یہ ذبح ہوا ہے؟ پس ایک انصاری باہر نکلے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے نماز (عید) سے پہلے ذبح کیا ہے تاکہ میرے اہل وعیال گوشت کھائیں۔پس آپؐ نے اس صحابی کو دوبارہ قربانی کرنے کا حکم دیا۔پس اس صحابی نے عرض کیا کہ اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں میرے پاس بھیڑ کے بچے کے علاوہ کوئی جانور نہیں ہے۔پس آپؐ نے فرمایا کہ اسی بچہ کی قربانی کرو اور تمہارے بعد اور کسی کو بھیڑ کے بچے کی قربانی کرنے کی اجازت نہیں ہے۔''(رواہ ابن ماجہ)

ایک حکایت ابو طالب مکی نے اپنی کتاب ''قوت القلوب'' کے پانچویں باب کے شروع میں اپنے دوستوں کی حکایت نقل کی ہے کہ ہمارے پاس ایک فقیر آیا۔ پس ہم نے ایک پڑوسی سے بکری کا بھنا ہوا بچہ خریدا اور اس فقیر کو اپنے ساتھ کھانے پر مدعو کیا۔ پس جب کھانا شروع ہوا اور اس بزرگ نے بھنے ہوئے بکری کے بچے کا ایک لقمہ اپنے منہ میں رکھا تو اسے فوراً اگل دیا اور کہنے لگے کہ تم کھاؤ اس لئے کہ مجھے ایک حادثہ نے اس کے کھانے سے روک دیا ہے۔ پس ہم نے کہا کہ اگر آپ ہمارے ساتھ نہیں کھائیں گے تو ہم بھی نہیں کھائیں گے۔ پس اس بزرگ نے کہا کہ میں نہیں کھاؤں گا اور یہ کہہ کر چلے گئے۔ پس ہم بھی کھانے سے رک گئے اور آپس میں بات چیت کرنے لگے کہ بزرگ کے بکری کا گوشت نہ کھانے کی وجہ کیا ہے؟ پس ہم نے پڑوسی کو بلایا اور اس سے اس گوشت کے متعلق پوچھا؟ اس پڑوسی نے ٹال مٹول سے کام لیا۔ آخر کار ہم نے سختی کی یہاں تک کہ اس پڑوسی نے اقرار کرلیا کہ یہ مردہ بکری کا بچہ تھا اور میں نے مال کی حرص میں بکری کے مردہ بچے کو بھون کر آپ کو فروخت کردیا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر ہم نے وہ گوشت کتوں کو کھلا دیا۔ پھر اس کے بعد ہم اس بزرگ سے ملے اور ان سے پوچھا آپ کو کونسا حادثہ پیش آیا تھا جس نے آپ کو بکری کے بچے کا بھنا ہوا گوشت کھانے سے روک دیا تھا۔ پس اس بزرگ نے فرمایا کہ تقریباً بیس سال سے مجھے گوشت سے بالکل رغبت نہیں ہے' پس جب تم نے میرے سامنے یہ گوشت رکھا تو میرے دل میں گوشت کھانے کی شدید خواہش پیدا ہوئی حالانکہ اس سے قبل گوشت کی اتنی شدید خواہش نہیں تھی' پس میں نے جان لیا کہ اس گوشت میں ضرور کوئی نہ کوئی خرابی ہے۔ پس میں نے کھانے سے انکار کردیا۔

ایک عجیب وغریب حکایت معجم ابن قانع اور طبرانی نے کردم بن سائب انصاری کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ ابن سائب انصاری فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد محترم کے ساتھ مدینہ منورہ جارہا تھا اور یہ وہ زمانہ تھا جب مکہ مکرمہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہرت شروع ہوئی تھی۔ پس جب راستے میں رات ہوگئی تو ہم رات گزارنے کے لئے ایک چرواہے کے پاس ٹھہر گئے' پس جب نصف رات گزر گئی تو ایک بھیڑیا آیا۔ پس اس بھیڑیئے نے ریوڑ میں سے ایک بکری کا بچہ اٹھایا اور فرار ہوگیا۔ پس چرواہا جلدی سے بیدار ہوا اور اس نے کہا ''**یَا عَامِرَ الْوَادِیْ أو ذی جارکَ**'' (اے اس میدان کے جنوں کے سردار اپنے پڑوسی کی خبر لے) پس ایک منادی کرنے والے نے کہا کہ ''**یاسر حان ارسله**'' (اے بھیڑیئے اسے چھوڑ دے) پس اس کے بعد وہ بچہ دوڑتا ہوا واپس آگیا یہاں تک کہ بکریوں کے ریوڑ میں شامل ہوگیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی ''**وَاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا**'' (اور کچھ آدمی جنوں کے مردوں سے پناہ لیا کرتے تھے سوانہوں نے ان کی سرکشی اور بڑھادی۔ سورۃ الجن آیت ۶)

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ حکایت ''المیزان'' میں اسحٰق بن حرث کے حالات میں مذکور ہے اور یہ روایت ضعیف ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا قصہ قاضی عیاضؒ نے اپنی کتاب ''الشفاء'' میں لکھا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق میں مبتلا ہونے کا سبب یہ تھا کہ ایک دن باپ اور بیٹا دونوں ایک دستر خوان پر بیٹھے ہوئے ''حلوان'' کا بھنا ہوا گوشت کھا رہے تھے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے مکان کے ساتھ ایک یتیم بچے کا مکان تھا۔ پس جب

اس یتیم بچے کو بھنے ہوئے گوشت کی خوشبو پہنچی تو اس کا دل بھی اس بھنے ہوئے گوشت کی طرف راغب ہوا لیکن غربت وافلاس کی وجہ سے وہ رونے لگا اور اس کے ساتھ بڑھیا دادی بھی رونے لگی لیکن حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت یوسفؑ تک اس واقعہ کی خبر نہیں پہنچی۔ پس حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کے فراق میں مبتلا کر دیئے گئے۔ پس حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کے فراق میں اس قدر روئے کہ آپ کی آنکھیں سفید ہوگئیں۔ چنانچہ اس کے بعد جب حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ نے یہ قاعدہ مقرر کر لیا کہ کھانا کھانے سے پہلے چھت پر چڑھ کر یہ اعلان کراتے تھے کہ جو کوئی بھوکا ہو وہ یعقوب علیہ السلام کے گھر آ کر کھانا کھائے اور جو روزہ دار ہو وہ روزہ افطار کرلے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ روایت ٹھیک نہیں ہے اور میں حیران ہوں کہ قاضی عیاضؒ جیسی شخصیت نے ایسی روایت کو اپنی کتاب میں کیسے نقل کر دیا۔ نیز میں نے اس واقعہ کو اپنی کتاب میں اس لئے نقل کیا ہے تاکہ میں آگاہ کر دوں کہ میں اس واقعہ کو درست تسلیم نہیں کرتا۔ اگرچہ طبرانی نے اپنی کتاب ''معجم الاوسط والصغیر'' میں حضرت انسؓ کی طویل روایت بیان کی ہے جس میں یہ بھی شامل ہے کہ اس واقعہ کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام جب بھی کھانا کھانے کا ارادہ فرماتے تو آواز لگاتے کہ جو شخص کھانا کھانا چاہتا ہو وہ میرے ساتھ کھانا کھالے اور جب حضرت یعقوب علیہ السلام روزہ رکھتے تو افطار کے وقت اعلان فرماتے کہ جو شخص روزہ دار ہو وہ میرے ساتھ آ کر افطار کرے۔ (رواہ الطبرانی) اس روایت کو طبرانی نے اپنے شیخ محمد بن احمد باہلی بصری سے نقل کیا ہے جو کہ نہایت ضعیف راوی ہیں۔ بیہقی نے بھی ''شعب الایمان'' کے بائیسویں باب میں اس روایت کو نقل کیا ہے۔ واحدی نے سورہ یوسف کی اس آیت ''**اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیحَ یُوسُفَ**'' (بے شک میں یوسف کی خوشبو محسوس کرتا ہوں) کی تفسیر میں لکھا ہے کہ بادصبا نے اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کی کہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس خوشخبری پہنچنے سے قبل حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کی خوشبو پہنچا دوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے بادصبا کو اجازت دے دی اور پھر بادصبا نے حضرت یعقوب علیہ السلام تک آپ کے فرزند یوسف علیہ السلام کی خوشبو اس قدر دراز مقام سے آپ کے دماغ تک پہنچا دی۔ اسی لئے ہر غمگین آدمی بادصبا سے راحت وسکون پاتا ہے۔ یہ بادصبا مشرق کی طرف سے چلتی ہے۔ شاعر نے کہا ہے کہ ؎

اَیَا جَبَلَیْ نَعْمَانَ بِاللّٰہِ خَلِّیَا　　نَسِیْمُ الصَّبَا یَسْرِیْ اِلَی نَسِیْمِھَا

''اے نعمان کے پہاڑ اللہ کے واسطے تمہیں صبح کی تازہ ہوا کے جھونکے آتے ہیں اور صبح کی تازہ ہوا کے جھونکے غمزدہ افراد کے غموں کو دور کر دیتے ہیں''

فَاِنَّ الصَّبَا رِیْحٌ اِذَا مَا تَنَسَّمَتْ　　عَلٰی نَفْسِ مَھْمُوْمٍ تَجَلَّتْ ھُمُوْمُھَا

''پس جب نسیم سحر کے جھونکے آتے ہیں تو غمزدہ لوگوں کے غموں کو دور کرتے ہوئے نکل جاتے ہیں''

اَلْحُمْنَانُ

''اَلْحُمْنَانُ'' یہ چھوٹی چڑیوں کو کہا جاتا ہے۔ اس کا واحد ''حُمْنَانَةٌ'' اور ''حمنة'' آتا ہے۔

اَلْحَمُوْلَةُ

''اَلْحَمُوْلَةُ'' امام جوہری کہتے ہیں کہ حاء کے فتحہ کے ساتھ ہے۔ اس سے مراد وہ اونٹ ہے جس سے بار برداری کا کام لیا جاتا ہے۔ اسی طرح ''اَلْحَمُوْلَةُ'' ہر اس جانور کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جس سے بار برداری کا کام لیا جاتا ہے جیسے گدھا وغیرہ' چاہے ان پر سامان لدا ہوا ہو یا نہ ہو۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ علم الصرف کے کلیہ کے مطابق جب ''فعول'' پر ''لا'' داخل ہوتی ہے تو وہ ''مفعول بہ'' کے معنی دینے لگتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''**وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَ فَرْشًا**'' (اور جانوروں میں سے بعض بار برداری کا کام کرتے ہیں اور بعض دوسرا کام کرتے ہیں)

پس ''فرشاً'' کی تفصیل انشاء اللہ عنقریب ''باب الفاء'' میں آئے گی۔

اَلْحَمِیْقُ

''اَلْحَمِیْقُ'' ابن سیدہ کہتے ہیں کہ یہ ایک پرندہ ہے جو قطاء اور ٹڈیوں وغیرہ کا شکار کرتا ہے اور میں (یعنی علامہ دمیریؒ) نے بعض اہل علم سے سنا ہے کہ ''اَلْحَمِیْقُ'' سے مراد ''باز'' ہے۔ نیز تاریخ مکہ میں مذکور ابو الولید کے قول سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ عطاء سے ابن جریج نے پوچھا کہ کیا میں حالت احرام میں ''عقاب'' کا شکار کر سکتا ہوں۔ پس عطاء نے جواب دیا کہ ہاں۔ ابن جریج نے کہا کہ کیا میں ''صقر'' شکرا اور ''حمیق'' (ایک پرندہ) کو بھی قتل کر سکتا ہوں کیونکہ یہ دونوں مسلمانوں کے کبوتروں کو پکڑ لیتے ہیں۔ پس عطاء نے کہا کہ ہاں ان کو بھی قتل کر سکتے ہو اور ان کے علاوہ مکھی' مچھر اور بھیڑیئے کو بھی قتل کر سکتے ہو کیونکہ یہ انسان کے دشمن ہیں۔

حُمِیْل حُرْ

''حُمِیْل حُرْ'' (حاء پر ضمہ اور کسرہ دونوں آسکتے ہیں) یہ ایک مشہور و معروف پرندہ ہے۔

اَلْحَنَشُ

''اَلْحَنَشُ'' (حاء اور نون پر زبر ہے) اس سے مراد سانپ ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک اس سے مراد چت کوریا سانپ ہے۔ اس کی جمع ''احناش'' آتی ہے۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ ''احناش'' کے الفاظ گوہ' قنفذ اور یربوع وغیرہ کے لئے وضع کئے گئے تھے لیکن بعد میں یہ الفاظ صرف سانپ کے لئے خاص کر دیئے گئے۔ ذوالرمۃ شاعر نے کہا ہے کہ ؎

وکم حنش ذغف اللعاب کانہ　　علی الشرک العادی نصف عصام

''اور بہت سے کیڑے مکوڑے ایسے ہیں خصوصاً سانپ جو انسان کو موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں''

''حنش'' ایک آدمی کا نام بھی تھا۔ بعض اہل علم کے نزدیک ''حنش'' اژدھے یا اس سے بھی بڑے سفید سانپ کو کہا جاتا ہے۔ جبکہ بعض اہل علم کے نزدیک سب سے کالے سانپ کو ''حنش'' کہا جاتا ہے اور بعض اہل علم کہتے ہیں کہ پرندوں اور ہوام میں سے جو چیز شکار کی جائے اسے ''حنش'' کہا جاتا ہے۔ ''کتاب العین'' میں مذکور ہے کہ ''حنش'' سے مراد چھپکلی اور ہر وہ جانور ہے جس کا سر سانپ کے سر کے مشابہ ہو۔

احادیث نبویؐ میں ''الحنش'' کا تذکرہ قتل دجال کے متعلق حدیث میں مذکور ہے کہ'' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (فتنہ دجال کے ظہور کا دور) ایسا ہوگا جس میں کینہ پروری اور بغض و عناد کا خاتمہ ہو جائے گا اور زہریلے جانوروں کا زہر ختم ہو جائے گا یہاں تک کہ بچہ اژدہے کے منہ میں ہاتھ ڈال دے گا لیکن اژدھا اس کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ (الحدیث)

حضرت خزیمہ بن جزءؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس زمینی جانوروں میں سے لومڑی کے متعلق سوال کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ایسا بھی ہے جو لومڑی کھاتا ہو؟ پس میں نے عرض کی آپ بھیڑیا کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا کوئی آدمی بھیڑیا بھی کھاتا ہے (یعنی دونوں جانور حرام ہیں) (رواہ ابوداؤد والترمذی)

اَلْحُنْظَبُ

''الحنظبُ'' نڈی کو کہتے ہیں، خلیل کہتے ہیں کہ ''حناظب'' بچھو کو کہا جاتا ہے۔ حضرت حمزہ اصفہانی کہتے ہیں ''حنظب'' سے مراد جنگلی بلا اور لومڑی کے درمیان پیدا ہونے والا جانور ہے اور حضرت حمزہ اصفہانیؒ نے حضرت حسان بن ثابتؓ کے اشعار کو اپنی دلیل قرار دیا ہے۔ حضرت حسانؓ فرماتے ہیں کہ

أَبُوْكَ أَبُوْكَ وَ أَنْتَ ابْنُهٗ   فَبِئْسَ البَنِیُّ وَ بِئْسَ الْاَبُ

''تیرا باپ تیرا باپ ہے اور تو اس کا بیٹا ہے پس باپ بھی بدتر ہے اور بیٹا بھی بدتر ہے۔''

وَ اُمُّكَ سَوْدَاءُ نُوْبِیَةٌ   كَاَنَّ اَنَامِلَهَا الْحُنْظَبُ

''اور تیری ماں سیاہ حبشیہ ہے جس کی انگلیاں نڈی کے مشابہ ہیں''

یَبِیْتُ اَبُوْكَ لَهَا سَافِدًا   كَمَا سَفَدَ الْهِرَّةُ الثَّعْلَبُ

''تیرا باپ تیری والدہ سے اس طرح جفتی کرتا ہے جیسے بلا لومڑی کے ساتھ جفتی کرتا ہے''

أعددت للذئب وليل الحارس مصدراً أتلع مثل الفارس

''میں نے بھیڑیئے سے بچاؤ کے لئے اور رات کو پہرہ دینے کے لئے کتا پالا ہے''

يستقبل الريح بأنف خانس   فی مثل جلد الحنظباء اليابس

''یہ کتا شہسوار سے بھی زیادہ دلیر ہے اور اس کی ناک کے نتھنوں سے ایسی خشک ہوا نکلتی ہے جیسے نڈی کی خشک چمڑی سے ہوا نکلتی ہے۔''

اَلْحِوَارُ

"اَلْحِوَارُ "اونٹنی کا بچہ جب تک اپنی ماں کے ساتھ رہے تو اس وقت تک "اَلْحِوَارُ" کہلاتا ہے اور جب ماں سے الگ ہو جائے تو اسے "فصیل" کہا جاتا ہے۔ تین تک کے لئے اس کی جمع "احورۃ" اور تین سے زائد کے لئے "حیران" اور "حوران" کے لفاظ مستعمل ہیں۔ جوہری کہتے ہیں کہ ابن ہشام وغیرہ نے عبداللہ بن انیس کے سفر میں خالد بن نبیح کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ اس نے اس سلسلہ میں چند اشعار کہے ہیں۔ نیز یہ سفر ۳ھ ماہ محرم میں ہوا تھا۔ اشعار یہ ہیں ۔

تَرَكْتُ اِبْنَ ثَوْرٍ كَالْحِوَارِ وَ حَوْلَهُ   نَوَائِح تُفْرِیْ كُلَّ جیب مُقَدَّدٍ

"میں نے ابن ثور کو ایسا بے چین چھوڑ دیا جیسے اونٹنی کا بچہ اپنی ماں سے جدائی میں تڑپتا ہے' اب اس کے گرد ایسی رونے والیاں ہیں جو شدت غم سے اپنے گریبان پھاڑ رہی ہیں"۔

(اشعار خمسہ کی تفصیل عنقریب انشاء اللہ "باب العین" میں آئے گی)

مثال اہل عرب کہتے ہیں "**یا یسار کل لحم الحوار واشرب لبن العشار و ایاک وبنات الاحرار**" (اونٹ کے بچے کا گوشت کھاؤ' گابھن اونٹنی کا دودھ پیو اور آزاد لڑکیوں سے خود کو بچاؤ) اس مثال کے پس منظر میں ایک مشہور قصہ ہے۔ شاعر نے کہا ہے ۔

وَ اِنِّیْ لَاَ خْشٰی اِنْ خَطَبْتُ اِلَیْهِمْ   عَلَیْکَ الَّذِیْ لاقی یَسَارِ الْکَوَاعِب

"اور میں انہیں پیغام دیتے ہوئے بھی ڈرتا ہوں کہ کہیں مجھے ان سے وہ پریشانیاں نہ اٹھانی پڑیں جو ان جیسوں سے اٹھائی جاتی ہیں۔"

اہل علم بے فائدہ چیز کے لئے کہتے ہیں "**امسخ من لحم الحوار**" شاعر نے کہا ہے کہ ۔

وَقَدْ عَلِمَ الْغُثْرُ وَ الطَّارِقُوْنَ   بِاَنَّکَ لِلضَّیْفِ جُوْع وَ قَرٍ

"اور تحقیق مہمانوں کو تیرے متعلق معلوم ہو گیا کہ تیرے مہمان بھوکے تڑپتے ہیں"

مَسِیْخ" مَلِیْخ" کَلَحْمِ الْحِوَارِ   فَلا اَنْتَ حُلُوٌ وَلَا اَنْتَ مُرٌ"

"تو ایسا ہی ہے جیسے اونٹ کے بچے کا سڑا ہوا گوشت' پس نہ تو اب میٹھا ہی ہے اور نہ کڑوا"

"**المسیخ والملیخ**" سے مراد وہ گوشت ہے جس کا ذائقہ نہ ہو۔

اہل عرب کہتے ہیں "کَسُوْرِ الْعَبْدِ مِنْ لَحْمِ الْحِوَارِ" اہل عرب یہ مثال اس وقت بولتے ہیں جب انہیں کسی چیز میں سے کچھ بھی نفع حاصل نہ ہو۔ اس مثال کا پس منظر یہ ہے کہ ایک غلام نے اونٹنی کا بچہ ذبح کیا اور سارے کا سارا گوشت خود ہی کھا لیا اور اپنے آقا کے لئے کچھ بھی نہ چھوڑا۔ تب ہی سے اہل عرب نے اس چیز کے لئے جو تمام کی تمام فوت ہو جائے یہ مثال بنالی۔

اَلْحُوْتُ [1]

''اَلْحُوْتُ'' (مچھلی) اس کی جمع کے لئے ''احوات''، ''حوتہ'' اور ''حیتان'' کے الفاظ مستعمل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے'' اِذْتَاْتِیْهِمْ حِیْتَانُهُمْ یَوْمَ سَبْتِهِمْ ''(جب ان کا ہفتہ کا دن ہوتا تھا تو ان کے پاس مچھلیاں بکثرت آتی تھیں)

پس اب اشکال پیدا ہوتا ہے کہ مچھلیوں کو ہفتے کے دن کا علم کیسے ہوتا تھا۔ علامہ دمیریؒ نے اس کی مختلف توجیہات بیان کی ہیں۔

(۱) ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ بادلوں کی قسم کی کوئی چیز ایسی بھیج دیتے ہوں جس سے مچھلیوں کو ہفتہ کے دن کا علم ہو جاتا ہو۔

(۲) اللہ تعالیٰ مچھلیوں کی طرف وحی کرتا ہو جیسے شہد کی مکھیوں کی طرف اللہ تعالیٰ نے وحی کی۔

(۳) ممکن ہے کہ مچھلیوں کو ہفتے کے دن کا علم اس طرح ہو جاتا ہو جیسے ''دواب الارض'' (زمین کے چوپائے) کو اس بارے علم ہو جاتا ہے کہ قیامت جمعہ کے دن قائم ہوگی۔

اس کی تائید نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے ہوتی ہے۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی جانور ایسا نہیں کہ جس کا جمعہ کے دن دل گھبرایا ہوا نہ رہتا ہو اس خطرے کے پیش نظر کہ آج قیامت قائم نہ ہو جائے۔ (الحدیث)

(۴) ممکن ہے کہ مچھلیوں کو حرم کعبہ کے کبوتروں کی طرح ہفتے کے دن سلامتی کا شعور ہو جاتا تھا کیونکہ حرم کے کبوتر حاجیوں کے مجمع کے باوجود آزادی کے ساتھ پھرتے ہیں۔ چنانچہ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ ہفتہ کے دن مچھلیاں کثیر تعداد میں اتنی قریب ہو جاتی تھیں کہ ان کو ہاتھ سے آسانی کے ساتھ پکڑا جا سکتا تھا لیکن جب اتوار کا دن ہوتا تو فوراً غائب ہو جاتی تھیں۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ اکثر مچھلیاں غائب ہو جاتی تھیں اور دریا میں بہت کم مچھلیاں رہ جاتی تھیں۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں صحیح سند کے ساتھ حضرت سعید بن جبیرؓ سے یہ خبر پہنچی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو اس وقت زمین پر گدھ اور سمندر میں مچھلی کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ پس گدھ رات کے وقت مچھلی کے پاس آکر رہتا تھا۔

پس جب گدھ نے حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا تو مچھلی کے پاس آکر کہنے لگا کہ اے مچھلی تحقیق آج کے دن زمین پر ایسی چیز اتری ہے جو اپنے پاؤں سے چلتا ہے اور اپنے ہاتھوں سے پکڑتا ہے۔ پس مچھلی نے کہا اگر تو نے سچ کہا ہے تو پھر دریا میں مجھے اس سے نجات ملنے والی نہیں اور نہ خشکی میں تجھ کو اس سے نجات حاصل ہوگی۔

امثال شاعر نے کہا ہے کہ ؎

كَالْحُوْتِ لَا يُلْهِيْهِ شَىْ يُلْهِمُهٗ ۔۔۔ يَصْبَحُ ظَمْآنَ وَفِىْ الْبَحْرِ فَمُهٗ

---

[1] اردو مچھلی، بنگالی ماچھ، بلوچی ماہی، پشتو کب، پنجابی مچھی، سندھی مچھی، کشمیری گاڈ (ہفت زبانی لغت ۶۳۲)

انگریزی Fish (کتابستان اردو انگلش ڈکشنری صفحہ ۵۷ء)

''مچھلی کی طرح کہ جسے کوئی چیز غافل نہیں کرتی' عجیب بات ہے کہ مچھلی سمندر میں رہتی ہے لیکن پھر بھی پیاسی ہے''

احادیث نبویؐ میں مچھلی کا تذکرہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ اس امت کے علماء دو آدمیوں کی طرح ہوں گے ایک آدمی وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا۔ پس اس نے اس علم کو لوگوں میں تقسیم کیا اور اس کے عوض نہ تو معاوضہ طلب کیا اور نہ علم فروشی کو ذریعہ بنایا۔ پس یہی وہ آدمی ہے جس کے لئے آسمان کے پرندے' پانی کی مچھلیاں' زمین پر چلنے والے جانور اور کراماً کاتبین (لکھنے والے فرشتے) دعائے رحمت کرتے ہیں۔ یہ علم والا آدمی اللہ تعالیٰ کے دربار میں عوام کے سردار کی حیثیت سے پہنچے گا اور یہ رسولوں اور انبیاء کی رفاقت میں رہے گا اور دوسرا آدمی وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اس کو علم دیا لیکن اس نے اس علم کو اللہ تعالیٰ کے بندوں پر خرچ کرنے میں بخل کیا اور اس کے عوض میں اس نے دنیا کمائی اور معمولی قیمت لے کر مسائل میں تبدیلیاں کرتا رہا۔ یہ عالم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے اس حال میں حاضر ہوگا کہ اس کے منہ میں آتشیں لگام ہوگا اور منادی کرنے والا حاضرین کی موجودگی میں اعلان کرے گا کہ یہ فلاں بن فلاں ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے علم کی دولت سے نوازا لیکن اس نے اس علم کی اشاعت میں بخل سے کام لیا اور اگر اشاعت بھی کی تو اس پر معاوضہ لیا پھر اس عالم کو عذاب دیا جائے گا یہاں تک کہ لوگ حساب و کتاب سے فارغ نہ ہو جائیں۔ (رواہ الطبرانی فی معجم الاوسط)

حضرت یونس علیہ السلام کا تذکرہ مچھلی کی فضیلت کے لئے اتنی بات ہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو اپنے نبی حضرت یونسؑ کا مسکن بنایا۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں پہنچا دیا تو مچھلی کو حکم دیا کہ میں یونسؑ علیہ السلام کو تیرے لئے رزق نہیں بنا رہا ہوں بلکہ تیرے پیٹ کو یونس علیہ السلام کی پناہ گاہ اور قید بنا رہا ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کچھ مدت کے بعد حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے نکال لیا تھا' مچھلی کے پیٹ میں حضرت یونس علیہ السلام کے مدت قیام کے متعلق اہل علم کے درمیان اختلاف ہے۔ پس مقاتل بن حیان فرماتے ہیں کہ حضرت یونسؑ تین دن تک مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ سات دن' ضحاک فرماتے ہیں کہ بیس دن اور سدی' کلبی اور مقاتل بن سلیمان کے نزدیک چالیس دن تک حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ مچھلی نے حضرت یونس علیہ السلام کو صبح کے وقت نگلا تھا اور شام کے وقت اپنے پیٹ سے باہر نکال دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے'' وَ اَنۡۢبَتۡنَا عَلَیۡهِ شَجَرَةً مِّنۡ یَّقۡطِیۡنٍ ''(اور ہم نے اگا دیا اس پر ایک بیل دار درخت) پس ''یقطین'' سے مراد ''کدو'' ہے۔

تمام مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ ہر وہ درخت جو زمین پر پھیلتا اور لمبا ہو جاتا ہے اور اس میں تنا نہ ہو تو وہ ''یقطین'' کہلاتا ہے۔ پس ککڑی' کھیرہ' خربوزہ اور تربوز بھی ''یقطین'' کے حکم میں داخل ہیں۔

فائدہ امام الحرمین سے سوال کیا گیا کہ کیا باری تعالیٰ کسی سمت میں ہے؟ امام الحرمین نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس سے بلند و برتر ہے۔ پس کہا گیا کہ اس کی کیا دلیل ہے؟ امام الحرمین نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول کہ ''لَا تُفَضِّلُوۡنِیۡ عَلٰی یُوۡنُسَ بۡنِ مَتّٰی ''(کہ تم مجھے یونس بن متیٰ پر فضیلت نہ دینا اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسر نفسی سے یہ کہہ رہے ہیں کہ یونس علیہ السلام مجھ سے فضیلت والے ہیں)

پس امام الحرمین سے کہا گیا کہ اس کی کیا وجہ ہے۔امام الحرمین نے کہا کہ میں اس کا جواب اس وقت تک نہیں دوں گا جب تک میرا مہمان ایک ہزار دینار حاصل کر کے اپنا قرض ادا نہ کر لے۔ پس دو آدمی کھڑے ہوگئے اور انہوں نے امام الحرمین کے مہمان کو ایک ہزار دینار ادا کر دیئے۔ پس امام الحرمین نے فرمایا کہ جب حضرت یونس علیہ السلام دریا میں کود پڑے تو آپ کو مچھلی نے نگل لیا اور دریا کی تہہ میں پہنچ کر آپ پر تین قسم کی تاریکیاں چھا گئیں (ایک دریا کی تاریکی' دوسری رات کی تاریکی اور تیسری مچھلی کے پیٹ کی تاریکی) اس پر حضرت یونس علیہ السلام نے پکارا ''لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ '' (نہیں ہے کوئی معبود مگر تو ہی، تو پاک ہے' میں اپنی جان پر خود ہی ظلم کرنے والا ہوں)

چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں ''رف رف'' پر سوار ہو کر اس مقام پر پہنچے جہاں پر قلموں کے چلنے کی آوازیں آرہی تھیں اور آپؐ نے وہاں اپنے رب سے راز و نیاز کی باتیں کیں تو اس حالت میں ہونے کے باوجود حضرت یونس علیہ السلام کو سمندر کی گہرائیوں میں جو قرب خداوندی نصیب تھا وہ قرب خداوندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں نصیب نہیں ہوا۔

(عنقریب ''باب النون'' میں انشاء اللہ شاہ روم کے اس خط کا جواب حضرت ابن عباسؓ کی جانب سے نقل کیا جائے گا جس میں حضرت معاویہؓ سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ وہ کون سی قبر ہے جو اپنے مردے کو لئے ہوئے چلتی ہے۔)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ پس ایک منزل پر ہمارا قیام ہوا۔ پس جب ہم وادی میں پہنچے تو ایک آدمی کی آواز سنائی دی جو کہہ رہا ہے کہ اے اللہ مجھے بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مرحومہ میں شامل فرما۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں اس آدمی کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ اس کا قد تین سو ہاتھ تھا۔

پس اس آدمی نے مجھ سے کہا کہ تو کون ہے؟ میں نے کہا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم انس بن مالک ہوں۔ پس اس آدمی نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ یہیں قریب میں ہیں اور انہوں نے آپ کی گفتگو سماعت فرمائی ہے۔ اس آدمی نے کہا کہ آپ جا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی الیاس علیہ السلام آپ کو سلام کہہ رہے ہیں۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو یہ خبر ان تک پہنچا دی۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت الیاس علیہ السلام کے پاس آئے یہاں تک کہ ان سے معانقہ کیا اور بیٹھ کر آپس میں گفتگو کرتے رہے۔ پس حضرت الیاس علیہ السلام نے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سال میں صرف ایک مرتبہ کھانا کھاتا ہوں اور آج میرے افطار کا دن ہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی میرے ساتھ کھانا تناول فرمائیں۔ پس آسمان سے ان دونوں پر ایک دستر خوان اترا جس میں روٹی' مچھلی اور کرفس (ساگ) وغیرہ تھے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ان دونوں حضرات نے کھانا تناول فرمایا اور مجھے بھی کھلایا اور دونوں حضرات نے عصر کی نماز ادا کی۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چل دیئے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت الیاسؑ ایک بادل پر سوار ہو کر آسمان کی جانب پرواز کر رہے ہیں (رواہ الحاکم فی المستدرک)

حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد قرار دیا ہے۔ شیخ الاسلام علامہ شمس الدین ذہبیؒ نے ''المیزان'' میں لکھا ہے کہ کیا حاکم کو اس جیسی حدیث کو صحیح الاسناد کہتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے شرم نہیں آئی۔ چنانچہ شیخ الاسلام نے اپنی کتاب ''تلخیص المستدرک'' میں حاکم کے

اس قول کے آخر میں ''ھذا صحیح'' (یہ صحیح ہے) کے بعد لکھ دیا ہے کہ میری رائے یہ ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اور جس شخص نے اس حدیث کو وضع کیا ہے اللہ تعالیٰ اس کا برا کرے۔ نیز مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ حاکم اس حدیث کو صحیح الاسناد قرار دینے کی جہالت کا ارتکاب کر سکتے ہیں۔

فائدہ قشیری کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے رب سے درخواست کی کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں ایک دن تمام حیوانات کی دعوت کروں۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو اجازت دے دی۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک طویل عرصہ تک دعوت کا سامان جمع کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے سمندر سے صرف ایک مچھلی دعوت کھانے کے لئے بھیجی۔ پس اس مچھلی نے وہ تمام سامان جو حضرت سلیمان علیہ السلام نے جمع کیا تھا صرف ایک ہی دفعہ میں کھا لیا اور جب اس کا پیٹ نہ بھرا تو اس مچھلی نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے اور کھانا طلب کیا۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے مچھلی سے پوچھا کیا تو ہر روز اتنا ہی کھانا کھاتی ہے۔ پس مچھلی نے کہا کہ میری روزانہ کی خوراک اس سے تین گنا ہے لیکن آج اللہ تعالیٰ مجھے اس کے علاوہ اور کچھ کھانے کو نہیں دیں گے۔ پس آپ کو دعوت نہیں کرنی چاہیے تھی' پس اب میں آپ کی ضیافت کی وجہ سے باقی دن بھوکی رہوں گی۔ (رواہ القشیری)

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس حکایت میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کمالات اور اس کی بادشاہت کی عظمت اور اس کے خزانوں کی وسعت کی جانب اشارہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جیسا جلیل القدر بادشاہ اور پیغمبر اپنی وسیع بادشاہت اور عظیم سلطنت کے باوجود اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے صرف ایک مچھلی کا پیٹ نہیں بھر سکے۔ پس پاک ہے وہ ذات جو اپنی بے شمار مخلوق کے رزق کی حفاظت فرماتا ہے۔

یہاں ایک بات اور بھی قابل توجہ ہے کہ کھانے اور پینے سے شکم سیر ہونا دانہ اور پانی کا فعل نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ایک عادت ہے کہ بندہ کھانے سے شکم سیر اور پینے سے آسودہ ہو جاتا ہے۔ اہل حق کا یہی مذہب ہے' پس جو لوگ اس کے برعکس عقیدہ رکھتے ہیں وہ ناقابل توجہ ہے۔ مچھلی کا شرعی حکم' خواص اور تعبیر ''باب السین'' میں لفظ ''السمک'' کے تحت آئیں گی۔

حُوتُ الحَیضْ

''حُوتُ الحَیض'' (مچھلی کی ایک قسم) ابن زہر کہتے ہیں کہ مجھے اس شخص نے خبر دی جس نے اس مچھلی کو دیکھا ہے کہ ''حوت الحیض'' سمندر کی ایک بڑی مچھلی ہے۔ یہ مچھلی بڑی سے بڑی کشتی کو سمندر میں چلنے سے روک دیتی ہے۔ پس جب کشتی کے لوگ مصیبت میں پھنس جاتے ہیں تو ''حُوتُ الحَیض'' کی طرف حیض کے خون میں آلودہ کپڑے کا ٹکڑا پھینک دیتے ہیں تو یہ ان کپڑوں کے ٹکڑوں سے بھاگ جاتی ہے اور کشتی کے قریب نہیں آتی۔ اس مچھلی کا نام فاطوس ہے۔ (باب الفاء میں عنقریب انشاء اللہ اس کا تفصیلی ذکر آئے گا) چنانچہ یہ ایک عجیب بات ہے کہ جس کشتی میں حائضہ عورت سوار ہو یہ مچھلی اس کشتی کے نزدیک نہیں آتی۔

الحکم اس مچھلی کا شرعی حکم بھی دوسری مچھلیوں کی طرح ہے نیز اس مچھلی کے خون کے بارے میں دو قول ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ اس مچھلی کا خون بھی تمام خونوں کی طرح ناپاک ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس مچھلی کا خون پاک ہے۔ اس لئے کہ یہ خون خشک ہونے

کے بعد سفید ہو جاتا ہے برخلاف دوسرے خونوں کے کہ وہ خشک ہونے کے بعد سیاہ ہو جاتے ہیں۔ امام قرطبیؒ نے بعض علماء احناف سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

خواص ''حوت الحیض'' کے طبی فوائد درج ذیل ہیں۔(۱) امام رازیؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس مچھلی کے پتہ کو گیہوں کے دانہ کے بقدر اگر کسی مرگی والے شخص کی ناک میں پھونک دیا جائے تو اسے مرگی سے شفا نصیب ہوگی اور یہ نسخہ انتہائی مجرب ہے۔(۲) اگر اس مچھلی کے جگر کو خشک کر کے پیسنے کے بعد بہتے ہوئے خون پر چھڑک دیا جائے یا زخم پر رکھ دیا جائے تو خون بہنا فوراً بند ہو جائے گا اور زخم خواہ کتنا ہی گہرا کیوں نہ ہو بھر جائے گا۔(۳) اس مچھلی کی پشت کا گوشت قوت باہ کے لئے مفید ہے۔

تعبیر خواب میں حیض کی تعبیر نکاح حرام سے دی جاتی ہے۔ پس اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ وہ حائض ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ حرام کا ارتکاب کرے گا اور اگر عورت نے اپنے آپ کو خواب میں حائضہ دیکھا تو معاملہ مخفی ہے اور اگر وہ خواب میں غسل کرے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس عورت کی پریشانی دور ہو جائے گی۔ اگر ایسی عورت جس کے حیض کا سلسلہ منقطع نہ ہوا ہو وہ خواب میں یہ دیکھے کہ اس کو استحاضہ کا خون آرہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس عورت کے گناہ بہت زیادہ ہیں۔ یہ عورت توبہ کرنے کے بعد اس پر قائم نہیں رہتی۔ اسی طرح اگر مرد خواب میں اپنے آپ کو حائض دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ جھوٹا ہے اور اگر اپنی عورت کو حائضہ دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس عورت کا معاملہ پوشیدہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یوشع علیہ السلام کی مچھلی ابو حامد اندلسی کہتے ہیں کہ میں نے ''شہر سبتہ'' کے قریب اس نسل کی ایک مچھلی دیکھی ہے، جس کا کچھ حصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یوشع علیہ السلام نے کھایا تھا اور بقیہ نصف حصہ کو اللہ تعالیٰ نے زندہ فرما دیا تھا اور وہ مچھلی بن کر سمندر میں داخل ہوگئی تھی اور وہ سرنگ بناتی ہوئی چلی تھی۔ نیز اس مچھلی کی نسل اب تک دریا میں موجود ہے۔ اس مچھلی کی لمبائی ایک گز اور چوڑائی ایک بالشت ہے۔ اس مچھلی کی ہڈیاں اور جلد بہت باریک ہوتی ہیں۔ اس مچھلی کی ایک آنکھ اور آدھا سر ہوتا ہے۔ پس جو شخص بھی اس کو اس جانب سے دیکھتا ہے تو اسے مردہ سمجھ کر چھوڑ دیتا ہے حالانکہ وہ زندہ ہوتی ہے۔ چنانچہ لوگ اس مچھلی کو متبرک سمجھ کر دور دراز کے مقامات پر بطور ہدیہ لے جاتے ہیں۔ ابن عطیہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے بھی اس مچھلی کو اسی طرح دیکھا ہے جیسے ابو حامد اندلسی نے اس کی صفات کا ذکر کیا ہے۔ اس مچھلی کے متعلق امام بخاریؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے مروی روایت نقل کی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مچھلی کے زندہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اس جگہ پر آب حیات کا چشمہ موجود تھا اور اس کا پانی مچھلی سے مس ہو گیا تھا کیونکہ اس پانی کی یہ خاصیت تھی کہ جو مردہ اس پانی سے مس ہو جاتا وہ زندہ ہو جاتا تھا۔(رواہ البخاری)

کلبی کہتے ہیں کہ حضرت یوشع علیہ السلام نے آب حیات سے وضو فرمایا تھا اور وضو کا بچا ہوا پانی آپ نے مچھلی پر چھڑک دیا تھا اور مچھلی کسی توشہ دان میں تلی ہوئی رکھی تھی۔ پس وہ مچھلی زندہ ہوگئی اور دم مارنے لگی لیکن اس کی دم پانی کے بجائے خشکی پر پڑ رہی تھی حالانکہ پانی جاری تھا لیکن جب مچھلی دم مارتی تو پانی خشک ہو جاتا تھا۔ بعض مفسرین نے اس سے بھی زیادہ عجیب و غریب توجیہ کی ہے کہ جس جگہ سے یہ مچھلی گزری تھی وہاں خشک راستہ بن گیا اور موسیٰ علیہ السلام مچھلی کے پیچھے پیچھے چلے یہاں تک کہ اس راستہ کے ذریعے ایک جزیرہ تک پہنچ گئے اور اس جزیرہ پر آپ نے حضرت خضر علیہ السلام کو پایا اور ان سے ملاقات کی۔

اشارہ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ پانی کے جس مبارک قطرے سے اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو زندہ فرما دیا تھا۔ وہ ایک وضو کرنے والے کے چہرے کا بچا ہوا پانی تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے عبادات میں تاثیرات بھی رکھی ہیں لہٰذا اس کے ذریعہ سے ایک مچھلی زندہ ہوگئی۔ چنانچہ ضابطہ یہ ہے کہ نیک عمل سے دل کو زندگی ملتی ہے اور وضو بھی ایک عمل ہے۔ اس لئے اس نیک عمل کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یوشع علیہ السلام کی پریشانی بھی دور ہوگئی۔

پس جب مچھلی زندہ ہوگئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یوشع علیہ السلام بھی اپنی منزل کا راستہ پانے میں کامیاب ہوگئے۔ پس اسی طرح جوارح اور انسانی اعضاء بھی خوف وحیرت سے دوچار رہتے ہیں لیکن جب اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دل میں جان پڑتی ہے تو جملہ اعضاء میں امن وسکون پیدا ہو جاتا ہے۔ جان لو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کی طلب وجستجو میں بہت مشقت اٹھائی یہاں تک کہ حضرت خضر علیہ السلام کو پالیا۔ اسی طرح ہر طالب دین ودنیا کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ کوشش کرتا رہے اور سخت محنت سے جان نہ بچائے۔ اس لئے کہ مسلسل کوشش اور محنت کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر کامیاب ہوگیا تو غنیمت کا حق دار ہوگا اور اگر قتل ہوگیا تو شہادت کی سعادت نصیب ہوگی جیسا کہ حسین حلاج وغیرہ کے ساتھ ہو چکا ہے جس کا ذکر گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔

حضرت ابی ابن کعبؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مچھلی کی گزرگاہ سے پانی ہٹ گیا تھا اور ایک کھڑکی سی بن گئی تھی۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام مچھلی کے نشانات کے پیچھے پیچھے چلے تو حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی۔ (الحدیث)

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ جتنی دیر تک مچھلی چلی تھی وہاں کا پانی جامد ہوگیا تھا اور خشک راستہ بن گیا تھا' پس جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھوک محسوس ہوئی تو انہوں نے حضرت یوشع علیہ السلام سے فرمایا (کہ ہمارے پاس ہمارا ناشتہ لاؤ کیونکہ اس سفر میں بڑی تھکن محسوس ہو رہی ہے۔ القرآن)

ابن عطیہ فرماتے ہیں کہ جوہری اپنے وعظ میں فرمایا کرتے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کی رضا کے لئے چالیس دن تک سفر کیا لیکن آپ کو بھوک محسوس نہیں ہوئی۔ پس جب ایک بشر کی تلاش میں نکلے تو ایک ہی دن میں بھوک محسوس ہونے لگی۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس میں اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ یہ دونوں طالب علم تھے اور طالب علم کی پریشانی یہ ہے کہ وہ ہر مشقت کو برداشت کرے اور سردی وگرمی کی پرواہ نہ کرے اور نہ ہی اسے بھوک اور ذلت کا احساس ہو' کیونکہ مطلوب کی قدر وقیمت اس کا طالب ہی جانتا ہے اور جسے مطلوب کی قدر وقیمت معلوم ہو جائے اس کے لئے تمام مصائب کا مقابلہ کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ نیز مطلوب جس قدر عظیم ہو طلب وجستجو بھی اسی کے بقدر درکار ہوتی ہے۔ (اس سلسلہ میں مقاتل کی روایت سے ایک طویل قصہ ہے عنقریب انشاء اللہ ''باب الصاد'' میں اس کا ذکر آئے گا)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مچھلی ''مجمع البحرین'' (دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ) پر زندہ ہوئی تھی۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ ''مجمع البحرین'' بحر فارس اور بحر روم کے جانب مشرق میں ہے۔ اسی جگہ یہ دو دریا اکٹھے مل جاتے ہیں۔ بعض اہل علم کے نزدیک مچھلی کے زندہ ہونے کا واقعہ بحر اردن اور بحر قلزم کا ہے جبکہ بعض اہل علم کے نزدیک "مجمع البحرین" سے مراد بحر مغرب اور بحر زقاق

ہے۔ پس ''مجمع البحرین'' پر حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات میں یہ حکمت تھی کہ یہ دونوں علم کے سمندر ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام شریعت کے سمندر ہیں اور حضرت خضر علیہ السلام باطنی علوم کے سمندر ہیں۔ پس ان دو علمی دریاؤں کے دو آبی دریاؤں کے پاس ملنے میں مناسبت پیدا ہوگئی۔

اشارہ جان لو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے مرتبہ میں فائز ہونے کے باوجود حضرت خضر علیہ السلام کو نہ پا سکے یہاں تک کہ ان سے کنارہ کشی کرلی۔ یہی حال اس بندے کا ہے جو طالب حق ہو مگر اپنے مولیٰ کا قرب اور اس کی محبت اس وقت تک حاصل نہیں کرسکتا جب تک کہ وہ غیر اللہ سے تنہائی اور کنارہ کشی اختیار نہ کرے۔ پس شیخ شبلیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی تنہائی اختیار کرو جس سے غیر اللہ سے تنہائی ہو جائے اور جس طرح اللہ تعالیٰ واحد اور یکتا ہے اسی طرح انسان کو بھی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر واحد اور یکتا ہو جانا چاہیے۔

امام تاج الدین سکندری فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے موجودہ وقت میں آئندہ کے لئے مجرد ہو گیا یعنی اس نے آج کا کام کل پر چھوڑ دیا تو اس نے اپنے مقصود کو گم کر دیا اور جس نے کل کا کام آج ہی کرلیا تو وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا۔ شاعر نے کہا ہے کہ ؎

لَا كُنْتُ اِنْ كُنْتُ اَدْرِی ۔۔۔ كَيْفَ الطَّرِيْقُ اِلَيْكَا

''میں جانتے ہوئے بھی اس سے انجان ہوگیا کہ تیری طرف جانے کا کون سا راستہ ہے''

اَفْنَيْتَنِیْ عَنْ جَمِيْعِیْ ۔۔۔ فَكُنْتُ سَلْمَ يَدَيْكَا

''تو نے میرا سکون قلب تباہ کر دیا ہے اور اب میں تیرے ہاتھ میں مقید ہوگیا ہوں''

حضرت شیخ جنیدؒ سے کسی نے پوچھا کہ بندہ منفرد اور ممتاز کب ہوتا ہے؟ حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ جب بندہ اپنے اعضاء کو جملہ مخالفات سے روک لے اور اپنی خواہشات کو فنا کر دے تو وہ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں ممتاز ہو جاتا ہے اور اس طرح اسے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور چیز کی تمیز اور پہچان نہیں رہتی۔ کسی شاعر نے اسی مفہوم میں کیا خوب اشعار کہے ہیں ؎

آب حیات کے متعلق! زندگی دینے والا پانی جس کے بارے میں مشہور ہے کہ اس کے پینے سے انسان امر ہو جاتا ہے۔ تمیثی روایات کے مطابق حضرت خضرؑ ایک ایسے چشمے کے نگران ہیں جس کا پانی پی کر انسان ابدی زندگی پالیتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ چشمہ ایک نہایت گھنے اور تاریک جنگل میں تھا جس میں دن کے وقت بھی گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا رہتا تھا۔ اسی لئے وہ عام انسانوں کی دسترس سے باہر تھا۔ اس چشمے کے متعلق بہت سے فرضی قصے مشہور ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ یونانی بادشاہ سکندر اعظم حضرت خضرؑ کی رہنمائی میں اس چشمے تک پہنچا مگر کسی وجہ سے وہ اس کا پانی نہ پی سکا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت خضرؑ خود یہ پانی پی کر امر ہو گئے۔ قرآن اور حدیث سے اس قصے کی تائید قطعاً نہیں ہوتی اور نہ کہیں آب حیات کا ذکر ہے۔ آب حیات کا یہ قصہ عام طور پر فارسی ادب میں چلتا ہے۔ وہیں سے اردو ادب میں تلمیح کی صورت میں رونما ہوا۔ اردو اور فارسی میں اس کے لئے دوسرے مترادفات بھی استعمال کئے جاتے ہیں۔ مثلاً آب حیوان' آب بقا' آب خضر' چشمہ حیوان' چشمہ خضر' چشمہ زندگی' ظلمات سو وغیرہ (شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا صفحہ ۲۱)۔

آب حیات کے متعلق بہت سے فرضی قصے مشہور ہیں۔ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور یہ قرآن و سنت کی قطعی نصوص کے خلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ'' (ہر نفس موت کا ذائقہ چکھے گا) پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی پانی کے پینے سے موت واقع نہ ہو۔ مترجم۔

وَعَنْ فَنَائِیْ فَنٰی فَنَائِیْ وَفِیْ فَنَائِیْ وَجَدْتُ أَنْتَا

''میں تو فنا ہو گیا اور میرے ساتھ میرا نام اور میری ذات بھی فنا ہو گئے لیکن فنا ہونے کے بعد میں نے تجھے پالیا ہے''

فِیْ مَحْوَا سِمِیْ و وسم جِسْمِیْ سَأَلْتَ عَنِّیْ فَقُلْتُ أَنْتَا

''اور جب میں نے اپنے متعلق دریافت کیا تو جواب تیرے ہی متعلق موصول ہوا''

أَشَارَ سِرِّیْ اِلَیْکَ حَتّٰی فَنِیْ فَنَائِیْ وَ دُمْتَ أَنْتَا

''میرا مطلوب ومحبوب ہمیشہ سے تو ہی رہا یہاں تک کہ میں فنا ہو گیا اور تیری ذات باقی رہی''

أَنْتَ حَیَاتِیْ وَ سِرُّ قَلْبِیْ فَحَیْثُ مَا کُنْتُ کُنْتَ أَنْتَا

''تو ہی میری زندگی اور میرے دل کا راز ہے پس جہاں میں ہوتا ہوں وہاں تو بھی موجود ہوتا ہے''

حضرت خضر علیہ السلام کا تذکرہ حضرت خضر علیہ السلام کے نام کے متعلق شدید اختلاف ہے۔ پس بعض اہل علم کے نزدیک حضرت خضر علیہ السلام کا نام بلیا بن ملکان بن فالغ بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام ہے اور یہ وہب بن منبہ کا قول ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک حضرت خضر علیہ السلام کا نام ایلیا بن عامیل بن شمالخسین بن ارما بن علقما بن عیصو بن اسحٰق بن ابراہیم علیہما السلام ہے لیکن ابن ثعلبی کہتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام کا نام ارمیا بن حلقیا ہے۔ نیز حضرت خضر علیہ السلام کا تعلق حضرت ہارون علیہ السلام سے ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام کا صحیح نام وہی ہے جس کو عام اہل سیر نے نقل کیا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے جیسا کہ امام بغویؒ نے فرمایا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کا نام ''بلیا بن ملکان'' ہے۔ بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا۔ بعض مؤرخین کے نزدیک آپ ''ابناء الملوک'' (شہزادگان) میں سے تھے اور آپ کی کنیت ابوالعباس تھی۔ سہیلی فرماتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام کے والد بادشاہ تھے اور آپ کی والدہ کا نام ''اَلْھَا'' تھا اور انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو ایک غار میں جنا تھا۔ پس اس غار میں ایک دیہاتی کے ریوڑ کی بکری روزانہ حضرت خضر علیہ السلام کو دودھ پلاتی تھی کیونکہ حضرت خضر علیہ السلام کو ان کی والدہ نے غار میں تنہا چھوڑ دیا تھا پس جب اس دیہاتی کو معلوم ہوا تو وہ حضرت خضر علیہ السلام کو اپنے گھر لے آیا اور آپ کی پرورش کی۔ پس جب آپ جوان ہو گئے تو بادشاہ (یعنی حضرت خضر علیہ السلام کے والد محترم) کو حضرت شیث علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں کو نقل کرانے کے لئے ایک کاتب کی ضرورت پیش آئی۔ پس بہت سے اہل علم اور اہل قلم بادشاہ کے پاس جمع ہوئے تا کہ صحیفوں کو لکھنے کی سعادت حاصل کریں پس ان اہل قلم میں حضرت خضر علیہ السلام بھی شامل تھے لیکن بادشاہ کو آپ کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں تھا۔ پس جب بادشاہ کو حضرت خضر علیہ السلام کی تحریر پسند آئی تو اس نے آپ کے حسب ونسب کی تحقیق کا حکم دیا۔ چنانچہ جب بادشاہ کو معلوم ہوا کہ حضرت خضر علیہ السلام تو اسی کے بیٹے ہیں تو اس نے آپ کو سینے سے لگا لیا اور بہت خوش ہوا۔ پھر بادشاہ نے حضرت خضر علیہ السلام کو رعایا کے امور کا والی مقرر کر دیا۔ پھر حضرت خضر علیہ السلام بادشاہ کے پاس سے فرار ہو گئے اور صحرا میں گھومتے رہے یہاں تک کہ آب حیات[1] کے چشمہ پر پہنچ گئے اور اس کا پانی پی لیا۔ پس حضرت

خضر علیہ السلام اب تک زندہ ہیں اور دجال کے ظہور تک زندہ رہیں گے۔ حضرت خضر علیہ السلام ہی کو دجال ٹکڑے ٹکڑے کر کے قتل کرے گا۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ آپ کو زندگی عطا فرمائیں گے۔ (عنقریب انشاء اللہ "باب السین" میں صاحب ابتلاء الاخیار کا یہ بیان نقل کریں گے کہ حضرت خضر علیہ السلام حضرت ذوالقرنین کے خالہ زاد بھائی تھے۔) حضرت خضر علیہ السلام کو خضر کا لقب کیوں ملا اس کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ پس اکثر علماء کا یہ قول ہے کہ آپ کو خضر اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ آپ جس زمین پر تشریف فرما ہوتے وہ سرسبز ہو جاتی تھی اور بعض اہل علم کے نزدیک آپ کو خضر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جب آپ نماز پڑھتے تو آپ کے اردگرد ہریالی (یعنی سبزہ) پیدا ہو جاتا تھا۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ چنانچہ حضرت خضر علیہ السلام کی حیات کے بارے میں بھی اہل علم کے درمیان اختلاف ہے۔ امام محی الدین نووی اور جمہور اہل علم کا یہ قول ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام اب تک زندہ اور موجود ہیں۔ تمام علماء، صوفیا اور اہل معرفت کا یہی قول ہے۔ پس اہل علم کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات اور ان سے سوالات اور مقامات مقدسہ میں آپ کی موجودگی کی روایات اور اقوال بہت زیادہ مشہور ہیں۔ شیخ ابو عمرو بن صلاح فرماتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں اور عام علماء اور صلحاء کے ساتھ رہتے ہیں۔ اکثر اہل علم کا یہی مسلک ہے لیکن بعض محدثین نے حضرت خضر علیہ السلام کی حیات کا انکار کیا ہے۔

امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام کی وفات ہو گئی ہے۔ ابن المنادی کہتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام کی حیات کسی بھی حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ امام ابوبکر بن عربی فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک کی صدی کے اختتام سے پہلے ہی حضرت خضر علیہ السلام کی وفات ہو گئی تھی۔

امام محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ سے کسی نے پوچھا کہ کیا حضرت الیاس علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں؟ پس امام بخاریؒ نے فرمایا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو اس وقت سطح زمین پر موجود ہے وہ دوسری صدی کے ظہور کے وقت باقی نہیں رہے گا۔" (رواہ البخاری)

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ صحیح قول یہی ہے کہ حضرت خضرؑ زندہ ہیں۔ چنانچہ بعض اہل علم کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت خضر علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا جارہا تھا تو حضرت خضر علیہ السلام نے اہل بیت سے تعزیت فرمائی تھی۔

امام الحدیث ابن عبدالبر کی "کتاب التمہید" میں مذکور ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا جارہا تھا اور کفن پہنایا جارہا تھا تو صحابہ کرامؓ نے کسی کہنے والے کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ

"اے گھر والو! تم پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی ہو' بے شک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر فنا ہونے والے کا کوئی جانشین ہے اور ہر ضائع شدہ چیز کا اللہ تعالیٰ ہی معاوضہ دیتا ہے اور مصیبت و غم کو صرف وہی دور کر سکتا ہے' پس تم صبر کرو اور صبر سے اجر حاصل کرو۔"

چنانچہ اس کے بعد حضرت خضر علیہ السلام نے اہل بیت کے لئے دعا کی۔ پس صحابہ کرامؓ نے کہنے والے کی آواز سنی لیکن وہ نظر نہیں آئے۔ پس تمام صحابہ کرامؓ اور اہل بیت نے سمجھا کہ یہ حضرت خضر علیہ السلام ہی تھے۔ سہیلی کہتے ہیں کہ بعض لوگوں کے نزدیک

حضرت خضر علیہ السلام سے مراد ارمیاء علیہ السلام ہیں جن کا ذکر پہلے گزر چکا ہے لیکن امام ابن جریر طبری نے اس کو غلط قرار دیا ہے اور اس بطلان پر بہت سے دلائل پیش کئے ہیں جن کا ذکر طوالت سے خالی نہیں اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام حضرت الیاس علیہ السلام کے ساتھی "یسع" ہیں اور اس سلسلہ میں سب سے عجیب قول نقاش کا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے فرعون کے بیٹے ہیں۔

پس حضرت خضر علیہ السلا کی نبوت کے متعلق بھی اہل علم کا اختلاف ہے۔ امام قشیری اور اکثر اہل علم کے نزدیک حضرت خضر علیہ السلام ولی ہیں۔ بعض اہل علم کے نزدیک حضرت خضر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ امام نوویؒ نے دوسرے قول کو راجح قرار دیا ہے۔ البتہ ماوردی نے اپنی تفسیر میں اس کے متعلق تین اقوال نقل کئے ہیں اول یہ کہ آپ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ دوسرا یہ کہ آپ ولی (اللہ تعالیٰ کے دوست) ہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کا تعلق فرشتوں کے گروہ سے تھا۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ماوردی کا تیسرا قول عجیب وغریب اور باطل ہے۔ مازری کہتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق اہل علم کا اس بات میں اختلاف ہے کہ آیا حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے یا ولی تھے؟ پس اکثر اہل علم کا قول یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور قرآن پاک کی اس آیت کو اہل علم نے بطور دلیل پیش کیا ہے "وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِیْ" (اور میں نے یہ کام از خود نہیں کیا۔ سورہ کہف) پس یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں اور جو کام بھی آپ نے کیا وہ بذریعہ وحی الہی کیا اور اس آیت سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضرت خضر علیہ السلام پر وحی آتی تھی اور حضرت خضر کے نبی ہونے کی دوسری دلیل اہل علم نے یہ دی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کا علم حضرت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ تھا اور یہ بات بعید از قیاس ہے کہ ولی کا علم نبی کے علم سے زیادہ ہو۔ چنانچہ جو لوگ حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت کا انکار کرتے ہیں اور ان کو ولی تسلیم کرتے ہیں وہ اس دلیل کا یہ جواب دیتے ہیں کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے نبی کو یہ حکم دیا ہو کہ حضرت خضر علیہ السلام سے کہہ دو کہ وہ ایسا کریں۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ان کے علاوہ اور کوئی نبی نہیں تھا تو یہ جواب پھر یہ صحیح ہو سکتا ہے۔ پس اگر یہ کہا جائے کہ حضرت یوشع علیہ السلام اس زمانے میں نبی تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت یوشع علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات سے پہلے نبوت نہیں ملی تھی۔ نیز حضرت یوشع علیہ السلام بھی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھے اور انہوں نے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مچھلی کے دریا میں گھس جانے کی اطلاع دی تھی۔ پس آپ کے رسول ہونے میں بھی اختلاف ہے۔ ثعلبی کہتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں، پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت شعیب علیہ السلام کے بعد مبعوث فرمایا اور آپ زندہ ہیں لیکن اکثر لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کی وفات آخری زمانے میں اس وقت ہوگی جب قرآن کو دنیا سے اٹھا لیا جائے گا۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کشتی، غلام اور قریہ کے متعلق قصہ بہت مشہور ہے لیکن طوالت کے باعث ہم نے یہاں نقل نہیں کیا۔

فائدہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی جدائی کا وقت قریب آ گیا تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا اے موسیٰ اگر آپ صبر کرتے تو ایک ہزار عجیب وغریب نادر واقعات آپ پر ایسے منکشف ہوتے جو ان واقعات سے (جن کا آپ نے

مشاہدہ کیا ہے) بھی عجیب وغریب ہوتے ۔ پس موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام کی جدائی پر رونے لگے ۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے فرمایا کہ اے اللہ کے نبی مجھے وصیت کیجئے ۔ پس حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا اے موسیٰ اپنی آخرت کی فکر کریں اور لا یعنی باتوں کی جستجو میں نہ پڑیں اور امن وامان کے وقت خوف کو نہ بھولیں اور خوف کے وقت امن سے مایوس نہ ہوں اور اعلانیہ باتوں میں فہم وفراست سے کام لیں اور قدرت ہوتے ہوئے احسان کرنا نہ چھوڑیں۔

پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے اللہ کے نبی مزید نصیحت کیجئے ۔ پس حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا اے موسیٰ لجاجت نہ برتیں اور بلا ضرورت سفر نہ کریں اور جب تک کوئی انتہائی تعجب خیز بات نہ سنیں تب تک نہ ہنسئے اور خطا وار لوگوں کو خطا سے توبہ کر لینے کے بعد ان کی خطاؤں پر غیرت نہ دلائیں اور اے ابن عمران جب آپ سے کوئی غلطی ہو جائے تو اس پر ندامت کے آنسو بہالیں ۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی نعمتیں تمام کرے اور آپ کی عمر کو اپنی اطاعت میں تمام کرے اور دشمن سے آپ کی حفاظت فرمائے ۔ پس خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ آپ بھی مجھے نصیحت کریں ۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ غصہ سے اجتناب کریں اور اگر کسی پر غصہ کرنا بھی چاہیں تو اللہ تعالیٰ کے احکام کے نفاذ میں غصہ کریں اور اس میں کسی کی رعایت نہ کریں اور کسی سے سوائے اللہ کے بارے میں راضی نہ ہوں ۔ نیز دنیا سے محبت نہ کرنا اور نہ دنیا سے بغض رکھنا کیونکہ ایسا کرنے سے انسان کا ایمان خارج ہو جاتا ہے اور انسان کفر میں داخل ہو جاتا ہے ۔ پس حضرت خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت میں آپ کی مدد فرمائے اور آپ کو آپ کے جملہ امور میں خوشی عطا فرمائے اور مخلوق کے دلوں میں آپ کی الفت پیدا فرمائے اور آپ کو اپنے فضل سے نوازے ۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے اس پر کہا آمین ۔ (رواہ السہیلی)

علامہ بغوی فرماتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے علیحدگی کا ارادہ فرمایا تو ان سے کہا کہ مجھے نصیحت فرمائیے ۔ پس حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا اے موسیٰ علم کو صرف لوگوں کے سامنے بیان کرنے کے لئے حاصل نہ کرو بلکہ علم کو عمل کرنے کے لئے حاصل کرو۔

اختتامیہ ابو بکر بن ابی الدنیا کی کتاب ''الھواتف'' میں مذکور ہے کہ حضرت علیؓ سے حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات ہوئی تو حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت علیؓ کو یہ دعا سکھائی اور فرمایا کہ اس دعا میں بہت بڑا اجر وثواب ہے اور جو آدمی ہر نماز کے بعد اس کو پڑھے گا اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے دعا یہ ہے'' **يَامَنْ لَا يُشْغِلُهُ سَمْعٌ'' عَنْ سَمْعٍ وَ يَامَنْ لَا تُغَلِّطُهُ الْمَسَائِلُ وَ يَامَنْ لَا يُبْرِمُهُ اِلْحَاحُ الْمُلِحِّيْنَ اَذِقْنِيْ بَرْدَ عَفْوِكَ وَ حَلَاوَةَ رَحْمَتِكَ**''

ایک عجیب وغریب حکایت حافظ ابو بکر خطیب بغدادی نے اپنی کتاب ''الحفق والحفر ق'' میں اسامہ بن زید تنوخی کے حالات میں لکھا ہے کہ اسامہ بن زید خلیفہ خالد بن ولید بن عبد الملک اور اس کے بعد خلیفہ ہشام بن عبد الملک کی جانب سے مصر کے گورنر تھے اور اس کا بھائی سلیمان وہ ہے جس نے مصر کے جزیرہ فسطاط میں ''مقاس النیل العتیق'' کی تعمیر کی تھی اور ابن یونس نے اس کا ذکر اپنی تاریخ میں کیا ہے ۔ خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ اسکندریہ میں ایک شراحیل نامی بت تھا' یہ بت سمندر کے کنارے لگا ہوا تھا اور اس بت کی ایک انگلی قسطنطنیہ کی طرف اشارہ کر رہی تھی ۔ اس بت کے متعلق یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے کا بت

تھایا سکندر اعظم کے زمانے کا بت تھا۔اس بت کے اردگرد مچھلیاں بہت زیادہ جمع رہتی تھیں اور لوگ ان کا شکار کرتے تھے۔اس بت کا قد اتنا لمبا تھا کہ اگر آدمی سیدھا کھڑا ہو کر اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے تو پھر اس کے برابر ہوسکتا تھا۔پس ولید بن عبدالملک کے گورنر مصر اسامہ بن زید نے ولید کو لکھا کہ اے امیر المومنین ہمارے پاس اسکندریہ میں ایک بت سمندر کے کنارے کھڑا ہے جس کو''شراحیل'' کہا جاتا ہے۔یہ بت تانبے کا ہے اور ہمارے پاس سکوں (پیسوں) کی کمی ہے۔پس اگر امیر المومنین حکم دیں تو ہم اس بت کو اتار کر اس کے سکہ تیار کرلیں پس جیسی بھی آپ کی رائے ہو ہمیں اس سے آگاہ فرمائیں۔پس ولید نے جواب میں لکھا کہ تم اس بت کو اس وقت تک نہ اتارنا جب تک کہ میں تمہارے پاس ایک مشاہدہ کرنے والے کو نہ بھیج دوں۔پس ولید نے چند مشاہدہ کرنے والوں کو بھیجا پس انہوں نے اس بت کو سمندر کے کنارہ سے اٹھایا۔پس اس بت کی آنکھیں قیمتی یاقوت کی نکلیں اور یہ دونوں یاقوت بہت زیادہ قیمتی تھے پس حضرت اسامہ بن زید نے بت کو ڈھلوا کر اس کے سکے تیار کروالئے۔پس جب اس بت کو سمندر کے کنارے سے ہٹالیا گیا تو وہاں سے مچھلیاں بھاگ گئیں۔چنانچہ اس کے بعد اس جگہ مچھلیاں نظر نہیں آئیں ورنہ مچھلیاں اتنی زیادہ ہوتی تھیں کہ وہ ہاتھوں سے پکڑی جاتی تھیں۔(رواہ الحافظ ابوبکر فی الحقق والمتفرق)

اَلْحُوْشِیُ

''اَلْحُوْشِیُ ''(وحشی اونٹ) کہا جاتا ہے کہ وحشی اونٹ''حوش'' کی جانب منسوب ہیں اور''حوش'' سے مراد جنات کا سانڈ ہے۔اہل علم کا گمان ہے کہ اس سانڈ نے بعض اونٹنیوں سے جفتی کرلی تھی پس یہ نسل اسی سانڈ کی جانب منسوب ہے۔

اَلْحُوْصَلُ

''اَلْحُوْصَلُ ''(ایک پرندہ) اس پرندہ کا پوٹا کافی بڑا ہوتا ہے اور اس کے پروں سے پوستین بنائی جاتی ہے۔اس کی جمع''حواصل'' آتی ہے۔ابن بیطار کہتے ہیں کہ یہ پرندہ مصر میں بکثرت پایا جاتا ہے اور''جمع'' اور''جمل الماء'' اور کئی دوسرے ناموں سے معروف ہے۔اس پرندے کی دو قسمیں ہیں۔(۱) سفید (۲) سیاہ۔پس سیاہ رنگ کے پرندہ کا گوشت انتہائی بدبودار اور ناقابل استعمال ہوتا ہے لیکن سفید رنگ کے پرندے کا گوشت عمدہ ہوتا ہے۔اس میں حرارت کم اور رطوبت زیادہ ہوتی ہے نیز اس کی عمر بھی بہت کم ہوتی ہے۔

اس پرندے کا گوشت گرم مزاج لوگوں کے لئے مفید ہے اور ان کے لئے بھی مفید ہے جن پر صفراء کا غلبہ ہو۔اسی طرح نوجوانوں کے لئے بھی اس پرندے کا گوشت مفید ہے۔بعض اہل علم کے نزدیک اس پرندے کا گوشت بہت گرم ہوتا ہے نیز اس پرندے کے گوشت میں بھیڑ اور لومڑی سے بھی زیادہ حرارت ہوتی ہے اور اس کا پوٹا انسان کے معدہ کی طرح ہوتا ہے۔

الحکم حوصل کا شرعی حکم یہ ہے کہ''حوصل'' حلال ہے۔امام رافعی وغیرہ نے اسی بات کو نقل کیا ہے پس اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اس پرندے کے متعلق''طیر الماء''(پانی کے پرندے) کی صورت کیوں نہیں اختیار کی گئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ صورت ان پرندوں کیلئے ہے جو ہمیشہ پانی میں رہتے ہیں کیونکہ یہ پرندہ پانی میں تو جاتا ہے لیکن پھر پانی سے علیحدہ ہوجاتا ہے یعنی یہ پرندہ گھریلو بطخ کی مثل ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس پرندہ کو مدینہ طیبہ میں دیکھا ہے۔ نیز ان پرندوں میں سے ایک پرندہ کئی سال تک مدینہ منورہ میں رہا اور مدینہ منورہ کی نالیوں میں پھرتا رہا۔

اَلْحُلانُ

''اَلْحُلانُ '' (بکری کے پیٹ میں پایا جانے والا بچہ) اصمعی کہتے ہیں کہ '' حلانُ '' سے مراد چھوٹی بکریاں ہیں۔ ابن سکیت کہتے ہیں کہ ''حلان'' سے مراد بکری کا وہ بچہ ہے جو قربانی میں ذبح کیا جاسکے۔

حدیث میں ''حُلانُ '' کا تذکرہ حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس بکری کے متعلق جو گابھن تھی اور جسے ایک محرم نے قتل کردیا تھا فیصلہ فرمایا کہ اسکے ضمان میں اسی قسم کی بکری دی جائے۔ (الحدیث)

دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت عثمانؓ کو اس طرح ذبح (یعنی شہید) کیا گیا جس طرح نہایت بے دردی سے بکری کے پیٹ میں موجود بچہ کو ذبح کردیا جاتا ہے یعنی حضرت عثمانؓ کا خون بکری کے بچے کے خون سے بھی زیادہ ارزاں سمجھا گیا۔ (''الحلان'' کا شرعی حکم انشاء اللہ آگے آئے گا)

حَیْدَرَۃ

''حَیْدَرَۃ '' شیر کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

احادیث نبویؐ میں ''الحیدرۃ'' کا تذکرہ حضرت سلمہ بن اکوعؓ سے روایت ہے کہ مجھے غزوہ خیبر کے دن رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کے پاس بھیجا اور حضرت علیؓ اس وقت آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کل میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول کا محبوب ہے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ حضرت سلمہؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت علیؓ کی خدمت میں پہنچا تو حضرت علیؓ کی آنکھوں میں تکلیف تھی یہاں تک کہ حضرت علیؓ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن حضرت علیؓ کی آنکھوں پر لگایا جس سے فوراً ہی ان کی بیماری ختم ہوگئی اور پھر اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا حضرت علیؓ کو دے دیا۔

راوی کہتے ہیں کہ یہودیوں کی طرف سے حضرت علیؓ کے مقابلہ کے لئے مرحب یہ اشعار پڑھتا ہوا آیا۔

قَدْ عَلِمَتْ خَیْبَرُ اِنِّیْ مَرْحَبٌ شَاکِیَ السِّلَاحِ بَطَلٌ مُحَرَّبٌ

''تحقیق اہل خیبر اس بات سے واقف ہیں کہ میں مرحب ہوں اور ہتھیار بند اور جنگ کرنا جانتا ہوں''

راوی کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ مرحب کے جواب میں یہ اشعار پڑھتے ہوئے آگے بڑھے۔

اَنَا الَّذِیْ سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَیْدَرَۃ کَلَیْثِ غَابَاتٍ کَرِیْہُ الْمَنْظَرَۃ

'' میں وہ ہوں کہ جس کی ماں نے اس کا نام ''حیدرۃ'' رکھا تھا اور میں جھاڑی کے اس شیر کی مانند ہوں کہ لوگ جس کی طرف دیکھتے ہوئے کانپتے ہیں''

''أَكِيْلُهُمْ بِالسَّيْفِ كَيْل السندره''

''اور میں تلوار سونت کر بجلی کی طرح دشمن پر ٹوٹ پڑتا ہوں''

پس حضرت علیؓ نے مرحب پر وار کیا اور اس کا سر تن سے جدا کر دیا اور خیبر فتح ہو گیا۔ (رواہ البخاری و مسلم)

سہیلی فرماتے ہیں کہ قاسم بن ثابت نے ''حیدرۃ'' کی وجہ تسمیہ کے متعلق تین اقوال نقل کئے ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ کتب قدیمہ میں حضرت علیؓ کا نام اسد مذکور تھا۔ نیز ''اسد'' اور ''حیدر'' کے الفاظ شیر کے لئے مستعمل ہیں اس لئے ''حیدرۃ'' کہا گیا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت علیؓ کی والدہ محترمہ حضرت فاطمہ بنت اسد نے حضرت علیؓ کی ولادت کے وقت آپ کا نام اپنے باپ کے نام کی طرف منسوب کرتے ہوئے ''اسد'' رکھ دیا کیونکہ حضرت علیؓ کے والد حضرت ابو طالب اس وقت موجود نہیں تھے۔ پس جب حضرت ابو طالب تشریف لائے تو انہوں نے آپ کا نام علیؓ رکھ دیا۔

تیسرا قول یہ ہے کہ بچپن میں حضرت علیؓ کا لقب ''حیدرۃ'' تھا چنانچہ آپ کا جسم مبارک شیر کی طرح پُر گوشت اور شکم بڑا تھا اس لئے آپ کو بھی ''حیدرۃ'' کہا جانے لگا۔

اسی لئے ایک چور نے حضرت علیؓ کی ''نافع نامی'' جیل سے بھاگتے ہوئے یہ کہا تھا ؎

وَلَوْ اِنِّیْ مَكَثْتُ لَهُمْ قَلِيْلًا   لَجَرُّوْنِیْ لِحَيْدَرَةِ الْبَطِيْنِ

''اور اگر میں ان کی قید میں کچھ عرصہ اور ٹھہرتا تو وہ ضرور مجھے کھینچ کر بڑے شکم والے کے سامنے ڈال دیتے''

پس مرحب نے جنگ خیبر سے قبل خواب میں دیکھا تھا کہ اسے ایک شیر نے پھاڑ دیا ہے۔ پس جب حضرت علیؓ نے جنگ خیبر میں مرحب کے مقابلہ میں جاتے وقت یہ اشعار پڑھے تو مرحب کو اپنا خواب یاد آ گیا اور وہ خوفزدہ ہو کر کانپنے لگا۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے ایک شرعی مسئلہ نکلتا ہے کہ جنگ میں اس طریقہ پر بازی لگانا جائز ہے کہ بازی لگانے والا اگر قتل کر دیا جائے تو عام مسلمانوں کو اس سے نقصان نہ پہنچے۔ پس اگر کوئی کافر مقابلہ کی دعوت دے تو کسی مسلمان کو اس کے مقابلہ کے لئے نکلنا مستحب ہے۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ غزوہ بدر کے دن مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے سب سے پہلے عتبہ اور اس کے بیٹے اور بھائی میدان جنگ میں اترے اور مقابلہ کی دعوت دی۔ پس ان کیلئے تین انصاری نوجوان میدان جنگ میں اترے۔ پس عتبہ نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ پس انہوں نے اپنا تعارف کرایا۔ پس عتبہ نے کہا ہمیں تم سے کوئی حاجت نہیں ہم تو صرف اپنے قریشی رشتہ داروں سے لڑنا چاہتے ہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حمزہ کھڑے ہو جاؤ۔ اے علیؓ کھڑے ہو جاؤ' اے عبیدہ بن حرث کھڑے ہو جاؤ' پس حضرت حمزہؓ عتبہ کے اور حضرت علیؓ اس کے بھائی شیبہ کے اور حضرت عبیدہؓ ولید بن عتبہ کے مقابلہ میں آ کھڑے ہوئے۔ پس حضرت عبیدہؓ اور ولید کے درمیان صرف دو دو ہاتھ چلنے پائے تھے کہ دونوں زخمی ہو گئے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ شیبہ اور عتبہ کو قتل کرنے کے بعد ہم دونوں (یعنی حضرت علیؓ اور حضرت حمزہؓ) نے ولید کو قتل

کر دیا اور حضرت عبیدہؓ کو اٹھا کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر آئے اس حال میں کہ حضرت عبیدہؓ کے زخموں سے خون بہہ رہا تھا۔

پس حضرت ابوعبیدہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا مجھے شہادت کی موت نصیب ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں' حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا کہ کاش آج ابوطالب زندہ ہوتے تا کہ انہیں ہمارے حق پر ہونے کا یقین آ جاتا۔ (رواہ ابوداؤد باسناد صحیح)

حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت ابوطالب کا شعر پڑھا کہ ؎

وَلَا نُسَلِّمُهُ حَتّٰى نُصَرَّعُ حَوْلَهُ وَنُذْهِلُ عَنْ اَبْنَائِنَا وَ الْحَلَائِلِ

''اور ہم ان کو (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو کبھی تمہارے سپرد نہیں کریں گے' یہاں تک کہ ہماری لاشیں گر جائیں اور ہم اپنی اولاد اور بیویوں سے جدا ہو جائیں۔''

اس کے بعد حضرت ابوعبیدہؓ نے یہ اشعار پڑھے ؎

فَاِنْ تقطعوا رِجْلِیْ فَاِنِّیْ مُسْلِمٌ اَرْجِیْ بِمَا عَيْشًا مِنَ اللّٰهِ عَالِيًا

''پس اگر چہ دشمنوں نے میرا پاؤں کاٹ ڈالا لیکن میں بے پرواہ ہوں کیونکہ میں مسلمان ہوں اور اسی کی بدولت مجھے اللہ تعالیٰ سے بلند پایہ زندگی کی امید (یعنی شہادت کی امید) ہے''۔

وَ اَلْبَسَنِی الرَّحْمٰنُ فضلا ومنة لِبَاسًا مِنَ الْاِسْلَامِ غَطّٰى الْمَسَاوِيَا

''اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و احسان سے مجھے اسلام کا ایسا لباس پہنا دیا ہے جس نے میری برائیوں کو ڈھانپ دیا ہے''

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ غزوہ خندق میں عمرو بن عبدود[1] جنگ کی دعوت دیتے ہوئے میدان میں اترا اور وہ سر سے پاؤں تک لوہے سے ڈھکا ہوا تھا۔ پس اس کی پکار پر حضرت علیؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوں اس کے مقابلے کے لئے' پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ عمرو ہے' بیٹھ جاؤ۔ پس عمرو نے آواز دی کہ کیا تمہارے درمیان کوئی مرد نہیں جو میرا مقابلہ کرے اور عمرو کہنے لگا کہ اے مسلمانو! تمہاری جنت کہاں گئی جس کے بارے میں تمہارا دعویٰ تھا کہ تم میں سے جو بھی مارا جائے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اب تم میں سے کوئی میرے مقابلہ کے لئے کیوں نہیں نکلتا؟ پس حضرت علیؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کا مقابلہ کروں گا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ عمرو ہے' بیٹھ جاؤ۔ پس تیسری مرتبہ پھر عمرو نے دعوت جنگ دی اور رجز یہ اشعار پڑھے۔ پس حضرت علیؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کا مقابلہ کروں گا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ عمرو ہے۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا اگر یہ عمرو ہے تو آپ اس کی کچھ پرواہ نہ کریں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو اجازت دے دی۔ پس حضرت علیؓ آگے بڑھے یہاں تک کہ عمرو کے سامنے پہنچ گئے۔ پس عمرو نے علیؓ سے کہا تم کون ہو؟ پس حضرت علیؓ نے فرمایا میں علی بن ابی طالب ہوں۔ عمرو نے کہا بھتیجے مجھے تیری ضرورت نہیں' میں تو تیرے رشتہ

---

[1] عمرو بن عبدود: عربوں کے ایک بہت بڑے بت کا نام تھا۔ اس کے نام پر مشرکین اکثر اپنے نام رکھ لیا کرتے تھے' عمرو بن عبدود مشرکین کا ایک شہ زور پہلوان اور سردار تھا اسے حضرت علیؓ نے جنگ میں اپنی تلوار سے موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ (شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا صفحہ ۱۱۷۷)

داروں میں سے کسی سے لڑنا چاہتا ہوں جو عمر میں تجھ سے زیادہ ہو' پس میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ میں تیرا خون بہاؤ۔ پس حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم مجھے تو تیرا خون بہانا برا معلوم نہیں ہوتا۔ پس عمرو غصہ سے سرخ ہو گیا اور گھوڑے سے اترا اور اس نے تلوار سونت لی جو آگ کے شعلے کی طرح چمک رہی تھی۔

پھر غصہ کی حالت میں حضرت علیؓ کی طرف متوجہ ہوا اور تلوار کا وار کیا۔ پس حضرت علیؓ نے اس کو اپنی ڈھال پر روکا لیکن وار اس قدر شدید تھا کہ تلوار ڈھال کے اندر گھس گئی اور حضرت علیؓ کے سر مبارک کو بھی زخمی کر دیا۔ پس حضرت علیؓ نے عمرو پر حملہ کیا تو وہ مردہ ہو کر زمین پر گر پڑا۔ پس فضا غبار آلود تھی اس لئے جنگ کا منظر کسی کو دکھائی نہیں دیا۔ چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کی آواز سنی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جان لیا کہ تحقیق علیؓ نے عمرو کو قتل کر دیا ہے۔ (رواہ الشافعی)

چنانچہ بعض روایات میں مذکور ہے کہ جب حضرت علیؓ اور عمرو کا مقابلہ ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج ایمان (بصورت علیؓ) کفر و شرک (بصورت عمرو) سے صف آراء ہے۔''

حضرت علیؓ کی تلوار کا نام ذوالفقار تھا۔ حضرت علیؓ کی تلوار کو ذوالفقار اس لئے کہا جاتا تھا کہ اس کے وسط میں نشانات تھے اور یہ تلوار منبہ بن حجاج کی تھی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوہ بدر میں اس کے سامان میں سے ملی تھی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تلوار حضرت علیؓ کو دے دی تھی۔ نیز یہ تلوار خانہ کعبہ کے قریب پائے جانے والے دفینے کے لوہے سے تیار کی گئی تھی جو جرہم یا کسی اور کے دفینہ کے ساتھ برآمد ہوا تھا۔ عمرو بن معدیکرب کی تلوار بھی اسی لوہے سے تیار کی گئی تھی۔

تتمہ سپہ سالار کے لئے ضروری ہے کہ وہ مندرجہ ذیل حیوانی صفات سے متصف ہو۔ (۱) قوت قلب میں شیر کی طرح ہو جو نہ ہمت ہارتا ہے اور نہ فرار ہوتا ہے۔ (۲) کبر میں چیتے کی طرح ہو کیونکہ چیتا دشمن کے سامنے سرنگوں نہیں ہوتا۔ (۳) شجاعت میں ریچھ کی مانند ہو کیونکہ ریچھ اپنے تمام اعضاء سے دشمن کو قتل کرتا ہے۔ (۴) حملہ کرنے میں خنزیر (سؤر) کی طرح ہو کیونکہ یہ حملہ کرنے کے بعد پیٹھ نہیں پھیرتا۔ (۵) غارت گری میں بھیڑیے کی طرح ہو کیونکہ بھیڑیا اگر ایک سمت سے ناکام ہوتا ہے تو فوراً دوسری طرف سے حملہ آور ہو جاتا ہے۔ (۶) ہتھیاروں کا بوجھ اٹھانے میں چیونٹی کی طرح ہو جو اپنے وزن سے کئی گنا زیادہ وزن اٹھا لیتی ہے۔ (۷) ثابت قدمی میں پتھر کی مانند ہو جو اپنی جگہ سے نہیں ہٹتا۔ (۸) وفاداری میں کتے کی مثل ہو جو اپنے مالک کی اتباع میں آگ میں داخل ہونے سے بھی گریز نہیں کرتا۔ (۹) صبر میں گدھے کی مانند ہو۔ (۱۰) موقع شناسی میں مرغ کی مثل ہو جو کبھی موقع ضائع نہیں کرتا۔ (۱۱) حفاظت میں سارس کی مانند ہو۔ (۱۲) محنت و مشقت میں بھڑ کی طرح ہو۔ نیز بھڑ ایک چھوٹا سا جانور ہے جو خراسان میں پایا جاتا ہے۔

اَلْحَيْرَمَة

''اَلْحَيْرَمَة'' اس سے مراد گائے ہے' اس کی جمع کے لئے ''حیرم'' کے الفاظ مستعمل ہیں' ابن احمر نے کہا ہے کہ

تَبَدَّلَ اَدْمًا مِنْ ظِبَاءٍ وَ حَيْرَمَا

''ہرن کا چمڑا گائے کے چمڑے میں تبدیل ہو جاتا ہے''

اَلْحَيَّةُ [1]

''اَلْحَيَّةُ'' (سانپ) یہ اسم جنس ہے۔ اس کا اطلاق مذکر اور مونث دونوں پر ہوتا ہے۔ پس اگر مذکر اور مونث میں تمیز کرنا مقصود ہو تو اس طرح استعمال کرتے ہیں۔ ''هٰذَا حَيَّةٌ ذَكَرٌ وَ هٰذَا حَيَّةٌ أُنْثٰى'' (یہ مذکر سانپ ہے اور یہ مونث سانپ ہے) مبرد نحوی نے اپنی کتاب ''الکامل'' میں لکھا ہے کہ ''حَيَّةٌ'' میں تاء جنس کے لئے ہے جیسے دَجَاجَةٌ اور بَطَّةٌ میں تائے جنس ہے۔ بعض اہل عرب سے اس طرح بھی مروی ہے ''رَأَيْتُ حَيًّا عَلٰى حَيَّةٍ'' (میں نے ایک سانپ کو سانپنی کے اوپر دیکھا) اور ''حَيَّةٌ'' کی طرف نسبت کا استعمال ''حیوی'' ہوتا ہے۔ اسی طرح ''حیات'' کے مذکر کیلئے ''حیوت'' کے الفاظ بھی مستعمل ہیں۔ اصمعی نے کہا ہے۔

وَيَأْكُلُ الْحَيَّةَ وَالْحَيُّوْتَا وَ يَخْنِقُ الْعَجُوْزَ اَوْ تَمُوْتَا

''اور سانپ مچھلیوں کو تو کھا جاتا ہے لیکن بوڑھیوں کو چیر پھاڑ دیتا ہے''

ابن خالویہ کہتے ہیں کہ سانپ کے ایک سو کے قریب نام ہیں۔ سہیلی سے مسعودی نے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب سانپ کو

---

[1] دنیا میں پائے جانے والے بے شمار انواع و اقسام کے جانوروں میں سے سانپ اپنی منفرد جسمانی ساخت اور پر اسرار عادات و خصائل کی وجہ سے دنیا کے ہر خطے اور ہر زمانے کے لوگوں کے لئے ڈر اور خوف کی علامت بنا رہا ہے۔ موجودہ ترقی یافتہ دور میں جہاں علم کی دوسری شاخوں میں بے انداز ترقی ہوئی ہے وہاں جانوروں کے مطالعہ نے ایک باقاعدہ سائنس کی صورت اختیار کرلی ہے۔ جانوروں کے علوم کے ماہرین جانوروں کی عادات و خصائل' رہن سہن اور جسمانی بناوٹ پر دن رات کام کررہے ہیں۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق برصغیر میں تقریباً ۳۰۰ انواع کے بری اور ۳۱ انواع کے بحری سانپ شامل ہیں جو دنیا میں پائے جانے والی تقریباً ہر قبیل سے تعلق رکھتے ہیں۔

سانپ ارتقاء' جسمانی بناوٹ' عادات و خصائل: سانپ اپنے جسم کی بناوٹ اور عادات و خصائل کی وجہ سے منفرد جانور ہے۔ سانپ کو یہ جسمانی انفرادیت کیسے عطا ہوئی' حتمی طور پر کوئی نہیں بتا سکتا البتہ سائنس دانوں نے بعض شواہد کی بنا پر کچھ اندازے لگائے ہیں جن کے مطابق سانپ کے ارتقاء کی کہانی کچھ یوں بنتی ہے۔ لپارنٹوفس ڈفرینیائی (LAPPARENTOPHISDEFRENNEI) سائنسدانوں کے مطابق قدیم ترین سانپ ہے۔ یہ سانپ ۱۳ لاکھ سال قبل شمالی افریقہ میں پایا جاتا تھا جہاں سے اس کے چند متحجر (FOSSILIZED) مہرے ملے ہیں۔ یہ سانپ چھپکلی زیادہ سانپ کم تھا۔ اس کا جسم لمبا اور ٹانگیں باریک اور چھوٹی تھیں جو آہستہ آہستہ معدوم ہو رہی تھیں۔ یہ سانپ اپنے جسم کا بوجھ ٹانگوں پر برداشت نہیں کرسکتا تھا اور زمین پر گھسٹتا جاتا تھا اور چلتے وقت زیادہ تر جسم کی بل دار لہریں اسے حرکت کرنے میں مدد دیتی تھیں۔ آنکھوں کے پپوٹے آپس میں مل گئے تھے اور شفاف تھے۔ کان کا سوراخ بہت چھوٹا یا بند ہو چکا تھا۔ آج سے ۱۰،۱۲ لاکھ سال قبل جب یہ چھپکلی نما سانپ ارتقاء پذیر تھے' اسی زمانہ میں چھوٹے چھوٹے ممالیا کی بے شمار انواع پائی جاتی تھیں جو جگہ جگہ زیر زمین بلوں میں رہتے تھے۔ چنانچہ ان چھپکلی نما سانپوں کے ماحول میں یہ ممالیا کثرت سے شامل تھے۔ ان گرم جسم ممالیا کا شکار اکثر رات کے وقت اندھیرے میں کرنا پڑتا تھا۔ چنانچہ سانپ خصوصی حسی آلات کے ذریعہ گرم خون جانوروں کا اندھیرے میں پتہ چلاتے' اکثر انہیں اس سلسلہ میں زیر زمین تنگ بلوں میں جانا پڑتا' جہاں ان کی ٹانگیں رکاوٹ بنتی' کان اور آنکھیں مٹی سے بھر جاتے۔ ان دقتوں کے خلاف سانپ کے جسم میں تبدیلیوں کا ایک سلسلہ شروع ہوا۔ چنانچہ لاکھوں سال کے دوران آہستہ آہستہ تبدیلیوں کے باعث چھپکلی کا سا جسم ایک لمبے جسم میں تبدیل ہوگیا۔ آنکھ کے پپوٹے آپس میں مل کر شفاف ہوگئے' کان بند ہوگئے اور زمین میں پیدا ہونے والی دھمک سے آشنا ہوئے۔ سانپ کی زبان لمبی' دوشاخہ اور نہ صرف چکھنے کا عمل کرنے کے قابل بلکہ سونگھنے کی حس بھی اس میں منتقل ہوگئی اور اسی طرح سانپ اپنی تمام تر منفرد خصوصیات کے ساتھ معرض وجود میں آیا۔ چنانچہ ان جسمانی تبدیلیوں کی وجہ سے سانپ اب زیادہ تر زیر زمین زندگی گزارنے کے قابل تھا جہاں اسے نہ صرف خوراک مہیا ہوتی تھی بلکہ اپنے دشمنوں سے حفاظت بھی ملتی تھی۔

زمین پر اتارا تو سب سے پہلے اس کو "سجستان" میں اتارا۔ پس دیگر ممالک کی بہ نسبت "سجستان" میں سانپ بکثرت پائے جاتے ہیں

زہر: سانپ کا زہر سنہرا' بے مزہ' بے بو' کسی قدر کثیف اور شفاف مادہ ہے۔ تازہ زہر میں چھوٹے چھوٹے ذرات تیرتے ہیں جو کچھ دیر بعد زہر کے پیندے میں بیٹھ جاتے ہیں۔ زہر ۳۵ درجہ سینٹی گریڈ کچھ دیر رکھنے پر سوکھ کر بھورے رنگ کی قلموں میں تبدیل ہوجاتی ہیں جو نمکین پانی میں بخوبی حل ہوجاتا ہے۔ زہر کچھ تیزابی اثر دکھاتا ہے۔ ۹۰ درجہ سے ۱۰۲ درجہ سنٹی گریڈ پر اس کا زہریلا پن ختم ہوجاتا ہے۔ اسی طرح ہاضم خامرے' الٹراوائلٹ (ULTRA VIOLET) روشنی اور ایکس ریز (X-RAYS) اسے غیر مؤثر کردیتی ہیں۔ زہر ایک پیچیدہ کیمیائی مرکب ہے جس میں بہت سی کیمیاتی خامرے' نمکیات اور کسی قدر پانی بھی شامل ہوتا ہے۔ یہ زہریلے خامرے ہاضم خامروں کی طرح شکار کے جسم کے خلیات اور بافتوں کو توڑ پھوڑ کر انہیں تباہ وبرباد کردیتے ہیں' جس سے شکار فوری طور پر ہلاک ہوجاتا ہے۔ چنانچہ شکار کو ہضم کرنے کے لئے سانپ کے نظام انہضام کو زیادہ محنت نہیں کرنا پڑتی۔ اکثر غیر زہریلے سانپوں کی تھوک میں زہریلا پن پایا جاتا ہے۔ چنانچہ ان کے کاٹنے سے بھی مارگزیدہ فوری طور پر بے حس اور مفلوج ہوجاتا ہے۔ سانپ ایک وقت میں اپنا سارا بنا ہوا زہر خرچ نہیں کرتا۔ ہر نوع کا سانپ ایک خاص مقدار خرچ کرتا ہے جس کا تعلق عام طور پر شکار کی نوع اور اس کے جسم کے ڈیل ڈول سے ہوتا ہے۔ ڈسنے کے عمل کی کئی صورتیں ہوتی ہیں۔ سانپ ڈسنے کے دوران زہر کا استعمال نہیں کرتا' مارگزیدہ کو صرف زخم کی تکلیف ہوتی ہے' زہر کے اثرات ظاہر نہیں ہوتے۔ اس قسم کے ڈسنے کو ڈرائی بائیٹ (DRY-BITE) کہا جاتا ہے۔ بعض دفعہ زخم میں تھوڑا زہر داخل کیا جاتا ہے' اس صورت میں کچھ اثرات ظاہر ہوتے ہیں جو جلد ہی ختم ہوجاتے ہیں اور مارگزیدہ جلد صحت یاب ہوجاتا ہے لیکن جب سانپ غصے میں ہو' یا زیادہ زچ کیا گیا ہو' یا سخت بھوکا ہو' اس وقت زہر کا بھرپور استعمال کرتا ہے اور بھرپور اثرات ظاہر ہوتے ہیں جو طبی امداد کا فوری انتظام نہ ہوسکنے کی صورت میں جان لیوا ثابت ہوسکتے ہیں' بعض دفعہ سانپ بار بار حملہ کرنے کے دوران اپنا منہ بند رکھتا ہے جس کا مقصد زچ کرنے والے کو ڈرانا ہوتا ہے۔ اس قسم کے حملہ کو موک سٹرائیک(MOCK -STRIKE) کہا جاتا ہے۔

مارگزیدگی اور علاج: عام طور پر مارگزیدگی کا حادثہ جان لیوا ثابت نہیں ہوتا۔ یہ کہنا کہ مارگزیدگی واقعی مہلک ثابت ہوگی بہت مشکل ہے کیونکہ خطرے کا انحصار زہر کی مقدار پر ہے جو زخم میں داخل کیا گیا ہے۔ بہرحال ہر قسم کے حادثہ سے بچنے کی خاطر' ہر مارگزیدگی کے واقعہ کو خطرناک سمجھنا چاہیے اور پوری توجہ اور کوشش سے مناسب علاج کا انتظام کرنا چاہیے۔ خوش قسمتی سے نیشنل ہیلتھ لیبارٹیز اسلام آباد پاکستان میں پائے جانے والے خطرناک سانپوں کے زہر کے خلاف انٹی وین (تریاق) تیار کررہی ہیں جو ملک کے بڑے بڑے ہسپتالوں میں مہیا کی جارہی ہیں۔ مارگزیدگی سے متعلق درج ذیل امور کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(۱) خود پرسکون رہیے اور مریض کو پرسکون رکھئے اردگرد اکٹھے ہونے والے لوگوں کو وہاں سے ہٹا دیجئے۔

(۲) مریض کو سکون سے لٹا دیجئے' اس کی ہمت بندھائیے' کوئی دعا پڑھنے کی تلقین کیجئے' کوئی دعا پڑھ کر زخم پر پھونکئے' جس سے مریض کو قدرے سکون حاصل ہوگا۔ عام طور پر مارگزیدہ' نفسیاتی صدمہ کی حالت میں ہوتا ہے۔

(۳) زخم کو گیلے کپڑے سے صاف کیجئے اور زخم پر صاف کپڑا ڈال دیجئے تاکہ مٹی یا مکھیوں سے بچاؤ ہو۔

(۴) فوری طور پر پٹی کا انتظام کیجئے' اس کے لئے آپ رومال' رسی کا ٹکڑا یا گھاس استعمال کرسکتے ہیں' زخم سے چھ انچ اوپر ڈھیلی پٹی باندھ دیں' پھر پہلی پٹی سے ایک فٹ کے فاصلے پر دوسری پٹی باندھ دیں۔ ایک لکڑی کے ٹکڑے کو پٹی میں ڈال کر گھمائیے تاکہ پٹی جسم کے ساتھ کس جائے۔ اسی طرح دوسری پٹی کے ساتھ کیجئے' ان پٹیوں کو ٹارنیک کہا جاتا ہے۔ انہیں ہر پانچ منٹ پر ڈھیلا کردیں اور پھر کس دیں۔ ان پٹیوں کی وجہ سے خون کا بہاؤ دل کی طرف کم ہوجائے گا۔ یاد رکھئے اگر آپ ٹارنیک کو ڈھیلا نہیں کریں گے تو خون کے دباؤ سے ٹانگ کے پٹھوں کو زہر سے زیادہ نقصان پہنچ سکتا ہے۔

(۵) مریض کو اسپرین کی گولی دیں یا کوئی مشروب دے دیں' مریض کو یہی بتائیں کہ یہ دوائی ہے جس سے وہ شفایاب ہوجائے گا۔

(۶) یاد رکھئے مارگزیدگی کا مریض سخت صدمے میں ہوتا ہے اور یہ صدمہ جان لیوا بھی ثابت ہوسکتا ہے' کوشش کیجئے اس سے باتوں باتوں میں سانپ کے رنگ' اس کے ڈسنے کے عمل اور دوسری تفصیلات معلوم کریں جس سے سانپ کی نوع کو متعین کیا جاسکے۔

اور اگر ''عربد'' (سانپ کی ایک قسم) جو سانپوں کو کھا جاتا ہے نہ ہوتا تو سانپوں کی کثرت کی وجہ سے ''اہل بجستان'' نقل مکانی کر جاتے۔ کعب احبار فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سانپ کو اصفہان میں، ابلیس کو جدہ میں، حضرت حواؑ کو عرفات میں اور حضرت آدم علیہ السلام کو ''جبل سراندیپ'' میں اتارا''۔

سراندیپ[1] یہ بحر ہند میں مملکت چین کا ایک جزیرہ ہے۔ اس کا پہاڑ اتنا بلند ہے کہ جہاز سے سفر کرنے والے اس پہاڑ کو کئی دن کی مسافت کی دوری سے دیکھ لیتے ہیں اور اس پہاڑ کے ایک پتھر پر حضرت آدم علیہ السلام کے قدم مبارک کا نشان بنا ہوا ہے۔ روایت کی گئی ہے کہ ہر روز رات کے وقت اس نشان پر ضرور بجلی جیسی چمک (روشنی) نظر آتی ہے حالانکہ اس وقت آسمان پر بادلوں کا نام ونشان بھی نہیں ہوتا اور ہر روز اس نشان پر ضرور بارش ہوتی ہے جو اس نشان کو دھو دیتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سرخ یاقوت[2] اور الماس اسی پہاڑ پر پایا جاتا ہے۔ پس جب بارش ہوتی ہے تو یہ پانی کے بہاؤ کے ساتھ اوپر سے نیچے آجاتا ہے۔ (سری لنکا کو بھی سراندیپ کہتے ہیں)

امام قزوینیؒ فرماتے ہیں کہ اس جگہ پر عود ہندی کافی تعداد میں پائی جاتی ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ''جبل سراندیپ'' ''ساحید ما'' کے قریب ہے۔ ''ساحید ما'' ایک جزیرہ ہے جو بحر ہند اور بحر قلزم کے ساتھ واقع ہے۔ ''ساحید ما'' ''خون ریزی کرنے'' کے معنوں میں مستعمل ہے۔ ''ساحید ما'' کو ''ساحید ما'' اس لئے کہا جاتا ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں جاتا کہ وہاں پر خونریزی نہ ہوتی ہو۔ البکری نے اپنی کتاب ''معجم'' میں اور جوہری نے سیبویہ سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ قیصر روم اور کسریٰ فارس کے درمیان جنگ ہوئی۔ قیصر روم کسریٰ کی مملکت میں داخل ہو گیا لیکن کسریٰ نے جوابی حملہ کر کے قیصر کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا اور فوج لے کر قیصر کے تعاقب میں نکلا اور جزیرہ ''ساحید ما'' کے مقام پر قیصر کو گھیر لیا۔ پس قیصر کی فوج کے سپاہی مرعوب ہو کر بھاگ گئے۔ پس کسریٰ کی فوجوں نے قیصر کے سپاہیوں کا تعاقب کر کے انہیں کتوں کی طرح قتل کر دیا لیکن قیصر فرار ہو گیا اور گرفتار نہ

---

(۷) مریض کو قریب ترین ہسپتال میں پہنچانے کے لئے مناسب سواری کا انتظام فوری طور پر کریں۔ مریض کو زور بالکل نہ لگانے دیں' اسے آرام سے لیٹنے کی تلقین کریں اور اس پر چادر ڈال دیں۔

(۸) اگر مریض قے وغیرہ کرے تو اسے ایک پہلو پر کر دیں تاکہ قے اس کے نظام تنفس میں نہ چلی جائے اور خطرے کا سبب نہ بن سکے۔

(۹) مریض کے ساتھ آنے والے اس کے رشتہ داروں کو خاموشی سے تلقین کریں۔ انہیں ایسی باتیں کرنے سے روکیں جس سے مایوسی پیدا ہو' شاید مریض کے علاج کے لئے ڈاکٹر کو خون کی ضرورت پڑے۔ خون دینے کے لئے مریض کے رشتہ داروں کو تیار کریں۔

(۱۰) کوشش کریں کہ مارگزیدگی میں ملوث سانپ مل جائے' اسے مار کر ضرور اپنے ساتھ ہسپتال لے جائیں۔ (سرزمین پاکستان کے سانپ مطبوعہ اردو سائنس بورڈ لاہور صفحہ ۱۴۸) نیز مزید تفصیل کے لئے اسی کتاب اور سانپ کے متعلق دوسری کتب سے بھی استفادہ کیا جا سکتا ہے۔)

[1] سراندیپ سری لنکا کو کہا جاتا ہے۔ کسی زمانے میں یہ چین کا ایک جزیرہ تھا۔ سری لنکا میں ہی سراندیپ کے نام سے ایک پہاڑ بھی موجود ہے۔

[2] یاقوت: انگریزی زبان میں اسے (RUBY) اور ہندی میں مانک کہتے ہیں۔ اپنی پرکشش رنگت' ندرت اور خوش وضعی کے اعتبار سے دوسرے جواہرات سے زیادہ ممتاز سمجھا جاتا ہے۔ اس کا شمار نہایت قیمتی معدنیات میں ہوتا ہے۔ پاکستان اس معدنی دولت سے مالا مال ہے۔ پاکستان میں بہترین قسم کا یاقوت ہنزہ اور چترال سے نکلتا ہے۔

یاقوت درجہ اوّل کے جواہرات میں نہایت نمایاں ہے۔ یاقوت زمانہ قدیم ہی سے بہت مقبول ومعروف رہا ہے اور ہر زمانے اور ہر دور میں اس کی بے پناہ قدر ومنزلت قائم رہی ہے۔ قیمت کے لحاظ سے ہیرے سے بھی زیادہ قیمتی ہے اور دیگر جواہرات کی بہ نسبت یہ زیادہ فوائد بہم پہنچاتا ہے اور کوئی دوسرا پتھر ان

ہوسکا۔ اسی کے متعلق شاعر نے کہا ہے کہ ؎

لَمَّا رَأَتْ سَاتِیْدُمَا استعبَرَتْ لِلّٰہِ دُرُّ الْیَوْم من لَا مَھَا

''محبوبہ نے میرے خونی آنسو دیکھ کر آنسو بھی نہیں بہائے۔ اگر اس کی اس سخت دلی پر کوئی اسے ملامت کرے تو یہ بالکل درست ہی ہے۔''

کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ لوگوں کی یہ رائے غلط ہے کہ جواہرات کا سرتاج ''ہیرا'' ہے حقیقت میں یاقوت جواہرات کا بادشاہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر قرآن پاک میں اس کا ذکر کیا ہے اور جوں جوں سائنس ترقی کرے گی انسانی عقل وشعور بڑھے گا اور اس پتھر کے خواص نمایاں ہوں گے۔ شاید آپ کو معلوم نہ ہو کہ امریکہ کا دفاعی نظام لیزر بیم (LASER BEAM) شعاعوں کا محتاج ہے اور یہ شعاعیں یاقوت کی مرہون منت ہیں۔ پکھراج، نیلم اور زمرد سب یاقوت کی ہی اقسام ہیں۔ انہیں یاقوت سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ لیزر بیم شعاعیں یاقوت، نیلم اور زمرد کے امتزاج ہی سے بنتی ہیں۔ یاقوت سے ایک عجیب وغریب چمک نکلتی ہے اس کی سرخی کو شاعر محبوب کے ہونٹوں سے تشبیہ دیتے ہیں۔ ارسطو کہتے ہیں کہ یاقوت شریف اور نفیس پتھر ہے۔ یاقوت مزاج میں سرد وخشک معتدل ہے۔ یہ دنیا کا نادر ترین جواہر ہے۔

یاقوت کی اقسام: ماہرین جواہر یاقوت کی چار اقسام بتاتے ہیں۔ (۱) مشرقی یاقوت (۲) سپائنل روبی، اسے لعل ربانی بھی کہا جاتا ہے (۳) بیلس روبی (۴) روبی سیل۔

اہل عرب اور فارس کے نزدیک یاقوت کی دو اقسام ہیں۔ (۱) یاقوت (۲) لعل۔

دو جدید کے مطابق ماہرین جواہر یاقوت کی مندرجہ ذیل اقسام بیان کرتے ہیں۔

(۱) چولادن (نہایت سرخ) (۲) بتوسی (سیاہی مائل سرخ اور یہ نسبتاً گھٹیا ہوتا ہے)

(۳) تاجادت (جس میں شگاف ہوتے ہیں اور یہ بھی گھٹیا اقسام میں شمار ہوتا ہے)

(۴) گلگوں (زردی مائل) (۵) اطلسی (۶) آتشی (۷) کھیرا (جس کی رنگت کتھ کی طرح ہوتی ہے)

سرخ رنگ کے یاقوت کی اقسام درج ذیل ہیں۔ (۱) سرخ حمری (۲) سرخ اودی (۳) سرخ نارنجی (۴) سرخ نیموی

یاقوت کی شناخت کا طریقہ: یاقوت خریدتے وقت ہمیشہ اس بات کی احتیاط کرنی چاہیے کہ یہ واقعی خالص ہے کیونکہ پلک، لعل رومانی اور گلابی پکھراج بھی یاقوت سے حیرت انگیز مماثلت رکھتا ہے اور انہیں یاقوت کا نام دے کر فروخت کردیا جاتا ہے۔ یاقوت کی شناخت کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آپ دوربین کی مدد سے اسے چیک کریں، دوربین کے سوا اور کسی چیز سے اس کا فرق معلوم نہیں ہوسکتا۔ ماہرین جواہر کے مطابق اگر یاقوت ایک سفید کاغذ پر رکھ کر اسی کاغذ پر کبوتر کے خون کا تازہ قطرہ ڈالا جائے تو یاقوت اور خون کے قطرہ کا رنگ یکساں ہوگا اور وہ یاقوت بالکل خالص ہوگا اور دیگر جواہر کی نسبت عمدہ بھی، اصلی یاقوت صرف ہیرے سے کٹ سکتا ہے اگر کوئی کم قیمت جواہر اسے کاٹ دے تو وہ اصل یاقوت نہ ہوگا۔

یاقوت کے طبی خواص: یاقوت مقوی اعضاء رئیسہ مفرح ومقوی قلب ہے۔ حابس الدم ہونے کے ساتھ ساتھ معتدل خون بھی ہے۔ خون کو اس کی اصلی حالت پر لے آتا ہے اور اسی لئے اسے بلڈ پریشر کی بہترین دوا گردانا جاتا ہے۔ قدیم دور میں حکماء اسے امراض قلب، دورۂ مرگی، دماغی امراض، خوف اور وحشت کو دور کرنے کیلئے استعمال کراتے تھے۔ اسے سرمہ کی طرح پیس کر آنکھوں میں ڈالا جائے تو بینائی کبھی کمزور نہیں پڑتی۔ حکمائے عرب کی تحقیق کے مطابق یاقوت پہننے والے کو کبھی معدہ ودماغ کا مرض لاحق نہیں ہوتا۔ اس کی ایک درہم خوراک مرگی، جنون، ہیضہ، طاعون اور اجزائے خون کو شفا بخشتی ہے۔ یہ خون کو باقاعدہ متحرک رکھتا ہے۔ زہر افعی (سانپ) اور دشمن کے زہر کو روکتا ہے۔ ہوا کو ہیضہ سے خراب ومہلک ہونے سے بچاتا ہے۔ خون کو صاف کرتا ہے، نبض کی مہلک رفتار کو اصلی حالت میں لاتا ہے۔ روح کی طاقت کو بڑھاتا ہے۔ دل کو استقلال بخشتا ہے غرضیکہ جسمانی حالت کیلئے نہایت شفا بخش جوہر ہے۔

یاقوت کے سحری خواص: یاقوت کے پہننے سے انسان کی قدر ومنزلت میں اضافہ ہوتا ہے۔ کھوئی ہوئی خود اعتمادی بحال ہوتی ہے۔ کاروبار دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرتا ہے۔ یاقوت پہننے والا وبائی امراض اور مرگی کے دوروں سے محفوظ رہتا ہے۔ یہ پتھر فراخ دلی اور زندہ دلی پیدا کرتا ہے، محبت بڑھاتا ہے، پیچیدہ

سانپ کی مختلف اقسام ہیں۔ ان اقسام میں سے ''الرقشا'' وہ سانپ ہے جس کے بدن پر سفید اور سیاہ نقطے ہوں۔ اس کو ''الرقطا'' بھی کہا جاتا ہے۔ نیز اس قسم کا سانپ چت کوریا سانپوں میں سے سب سے زیادہ خبیث ہوتا ہے۔ نابغہ نے سلیم کے وصف

مسائل اور حل نہ ہونے والے تنازعات کو حل کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ یہ پتھر چہرے کی جھریوں کو دور کرنے کے لئے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اگر چہرے پر اس کا مساج کیا جائے تو جھریاں دور ہو جاتی ہیں۔ یاقوت شیطان کو دل میں شورش برپا کرنے سے روکتا ہے۔ بجلی سے محفوظ رکھتا ہے' اس کا گہرا سرخ رنگ باعث عزت ورفعت ہوتا ہے۔ انسان کو ہوشیاری عطا کرتا ہے' پرانے زخم دور کرتا ہے' آنے والی مشکلات کا مقابلہ کرنے کی ہمت پیدا کرتا ہے' یہ ایک قیمتی پتھر ہے' اوسط درجے کا آدمی اسے حاصل نہیں کرسکتا۔ اس سے طاقتور برقی شعاعیں خارج ہوتی ہیں۔

مشہور ومعروف یاقوت: دنیا کے چند مشہور ومعروف یاقوت درج ذیل ہیں

(۱) بلیک پرنس روبی: یہ یاقوت برطانیہ کی ملکیت ہے' بلیک پرنس انگلستان کے بادشاہ ایڈورڈ سوئم کا بیٹا تھا' اور یہ یاقوت اسی کی مناسبت سے ''بلیک پرنس روبی'' کہلاتا ہے۔ اس کا رنگ سرخ ہے' لمبائی ۲ انچ ہے اور یہ مشرق سے دریافت ہوا تھا۔

(۲) تیمور یہ یاقوت: یہ تاج برطانیہ میں لگا ہوا ہے' یہ بھی گہرے سرخ رنگ کا یاقوت ہے' یہ یاقوت ملکہ وکٹوریہ کو ۱۸۵۱ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے بطور تحفہ بھیجا تھا۔ اس یاقوت کا تعلق نامور حکمران ''تیمور لنگ'' سے ہے۔ کسی زمانے میں یہ تیمور لنگ کی ملکیت تھا۔ اس کا نام بھی اس یاقوت پر کندہ ہے' اس کا وزن ۳۶۱ قیراط ہے اور یہ دنیا کے مشہور ومعروف جواہرات میں شمار کیا جاتا ہے۔

(۳) برما اسٹار روبی: نایاب قسم کا یہ یاقوت امریکہ کے عجائب گھر کی زینت بنا ہوا ہے۔ اس کا وزن تقریباً ۱۰۰ قیراط ہے۔ دنیا کے چند مشہور جواہرات میں شمار ہوتا ہے۔

(۴) روزر یوز روبی: اس کا وزن ۱۳۸.۷ قیراط ہے۔ یہ یاقوت سمتھ سونین انسٹی ٹیوٹ واشنگٹن میں موجود ہے۔ دنیا کا سب سے بڑا اور عمدہ سٹار روبی ہے

(۵) ڈی لونگ روبی: اس کا وزن بھی ۱۰۰ قیراط ہے اور یہ امریکہ کے قومی گھر کی زینت ہے۔ دنیا کا سب سے بڑا اور اسٹار روبی میں شمار ہوتا ہے۔

الماس: اسے پنجابی میں ہیرا اور انگریزی میں (DIAMOND) کہا جاتا ہے۔ اس کا شمار بیش قیمت معدنیات میں ہوتا ہے۔ انسان اس گوہر نایاب سے عرصہ دراز تک ناآشنا رہا ہے اور یہ راز ہزار ہا سال تک پوشیدہ ہی رہا ہے۔ آج بھی صحیح طور پر اس بات کا علم نہیں ہوسکا کہ سب سے پہلے ہیرا کس نے اور کب دریافت کیا۔ البتہ یہ بات درست ہے کہ اس شاہکار پتھر کو سب سے پہلے دنیا سے روشناس کرانے کا سہرا ہندوستان کے سر ہے۔ انسان اس قیمتی پتھر سے زمانہ قبل مسیح سے ہی واقف ہو چکا تھا اور اس پتھر کو بطور قیمتی زیور کے استعمال کیا جاتا تھا نیز کچھ اور قدیم کتابوں کے مطالعہ سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ ہندوستان میں ایسے کاریگر موجود تھے جو ہیرے پر نقش ونگار کرتے تھے۔

ہیرے کہاں سے آتے ہیں: ہیرے تخلیق کیسے ہوتے ہیں' ان کی بناوٹ میں کون سے عوامل کارفرما ہوتے ہیں یہ حقیقت ابھی تک اسرار کے پردوں میں چھپی ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ سائنسدان بھی اس بارے میں یقین سے کوئی بات نہیں بتا سکتے' تاہم یہ بات طے شدہ ہے کہ تمام جواہرات میں ہیرا اپنی بناوٹ میں سب سے سخت اور اپنی ساخت میں سب سے سادہ ہے۔ یہ خالص کاربن ہے۔ بالکل اس سکے کی طرح جو عام پنسل میں استعمال ہوتا ہے لیکن یہ کاربن کی بلوری شکل ہے۔ ہیرا زمین کی اندرونی تہوں میں پایا جاتا ہے لیکن یہ وہاں کس طرح بنتا ہے یہ بات دنیا کے نامور ترین سائنسدانوں کی سمجھ سے بھی بالاتر ہے۔

ہیرے کی اقسام: ماہرین الماس (ڈائمنڈ) ہیرے کی مندرجہ ذیل اقسام بیان کرتے ہیں۔

(۱) گلابی' گلاب جیسا سرخ (۲) پستی' سبز رنگ (۳) نیل' بحر نیلگوں (۴) بسنتی' زرد رنگ (۵) گرج' نہایت کڑا جس پر داغ ہوں اسے چنن جال یا ابرق کہتے ہیں (۶) کشمی' سفید (۷) بھورا خاکی رنگ (۸) پیلا' زرد (۹) کالا سیاہ رنگ (۱۰) کف۔

برصغیر میں الماس کی مندرجہ ذیل چار اقسام ہیں۔ (۱) شربتی ہلکا سرخ (۲) نیلا (۳) سفید (۴) سیاہ۔ ہندو قوم سیاہ ہیرے کو عیب دار اور منحوس سمجھتی ہے۔ عرب و فارس کے الماس کی درج ذیل اقسام ہیں۔ (۱) نوشادری' نوشادر کی طرح رنگدار (۲) کیراہی' نقرائی رنگ (۳) کدورتی' سفید (۴) حدیدی' آہنی رنگ۔

یونانی ماہرین جواہر کی درج ذیل اقسام بیان کرتے ہیں۔ (۱) شفاف فرعونی (۲) زرد تیجے (۳) بلوری' آسمانی (۴) سبز زبرجدی (۵) اہل یورپ دوسرے درجے کے الماس کی تین اقسام بیان کرتے ہیں۔

میں یہ اشعار کہے ہیں ؎

فَبِتُّ كَاَنِّيْ سَاوَرَتْنِيْ ضَئِيْلَةٌ مِنَ الرُّقْشِ فِيْ اَنْيَابِهَا السَّمِّ نَاقِعٌ

''میں نے اس پریشانی میں رات گزاری گویا کہ میں سانپ کی گرفت میں ہوں اور سانپ کا دہانہ زہر سے لبریز ہو''

(۱) بورٹ (۲) کاربونیڈو (۳) بورن ۔ دنیا کے مشہور ہیرے درج ذیل ہیں ۔

(۱) کوہ نور: یہ دنیا کا سب سے مشہور ہیرا ہے ۔ اس ہیرے کی پوری تاریخ اٹھا کر دیکھیں تو اس میں نحوست کا غلبہ نمایاں ہوگا ۔ یہ کسی کو راس نہیں آیا ۔ تاج برطانیہ کے بیش قیمت جواہرات کا جو ذخیرہ اس وقت ٹاور آف لندن میں رکھا ہے اس میں بڑا تابناک ہیرا ہے جس کی چمک دمک دیکھ کر سیاحوں کی نگاہیں چکا چوند ہو جاتی ہیں اور یہ دنیا کا مشہور و معروف ہیرا کوہ نور ہی ہے جو اس وقت حکومت برطانیہ کی ملکیت ہے ۔ کوہ نور کی مکمل تاریخ سے کوئی واقف نہیں لیکن اس کے متعلق جو قصے مشہور ہیں ان میں بتایا گیا ہے کہ یہ مشہور ہیرا آٹھ سو سال پہلے دکن کے ایک دربار سے ملا تھا ۔ ہندوؤں کی نظم میں بھارت میں بھی ہیرے کا ذکر موجود ہے ممکن ہے کہ یہ کوہ نور ہی ہو' کہا جاتا ہے کہ کوہ نور ۱۳۰۲ء میں مالوے کے حکمرانوں کے قبضے میں تھا ۔ ان کے پاس سے وہ دلی کے حکمران سلطان علاؤ الدین خلجی کے ہاتھ آیا جو اس کی خوبصورتی کے لحاظ سے اسے بہت عزیز رکھتا تھا ۔ سلطان علاؤ الدین خلجی کے بعد یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ بیش قیمت ہیرا ۱۵۲۶ء کی پانی پت کی لڑائی تک کس کے پاس رہا ۔ پانی پت کی لڑائی کے بعد میدان جنگ میں مارے جانے والے ایک امیر کی بیوہ نے اپنی حفاظت کی خاطر اسے فاتح مغل شہنشاہ بابر کے بیٹے ہمایوں کے حوالے کر دیا ۔ ۱۷۲۹ء میں جب نادر شاہ کی فوجوں نے دہلی فتح کیا تو نادر شاہ نے اس ہیرے کی افادیت کے پیش نظر اس پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا ۔ ہمایوں نے یہ انمول ہیرا اپنے والد کی نذر کرنا چاہا لیکن بابر نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا ۔ اس کے بعد کوہ نور برسوں تک مغلیہ خزانے کی زینت بنا رہا' پھر اسے تخت طاؤس کی آنکھ میں جڑ دیا گیا ۔ تخت طاؤس اپنے بے شمار قیمتی ہیروں اور انوکھی وضع کے سبب ساری دنیا میں مشہور تھا ۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس ہیرے کی شہرت پورے برصغیر میں پھیل گئی اور لوگ اسے طلسم سمجھنے لگے ۔ ان کا خیال تھا کہ جس کے پاس کوہ نور ہوگا وہ ہندوستان کے تخت و تاج کا وارث ہوگا ۔ گویا اب وہ محض ایک ہیرا نہیں بلکہ اقتدار اور بلند اقبالی کی علامت بن چکا تھا ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جن دو صدیوں تک یہ ہیرا مغلوں کے پاس رہا ہندوستان پر مسلمہ طور پر ان کی حکومت رہی ۔ نیز کوہ نور کے متعلق اور بھی بہت سی کہانیاں ہیں جو طوالت کے خوف سے نقل کرنے سے گریز کیا جا رہا ہے ۔

(۲) کولینن: اس وقت دنیا کا سب سے بڑا ہیرا ہے ۔ یہ ۱۹۰۵ء میں جنوبی افریقہ کی ایک کان سے دریافت ہوا' دریافت کے وقت اس کا وزن ۳۱۰۶ قیراط تھا ۔ ۱۹۰۷ء میں یہ ہیرا برطانوی شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کو پیش کیا گیا ۔ شاہ کے حکم پر اس ہیرے سے نو ہیرے تراشے گئے' نو میں سے سب سے بڑے ہیرے کو ''کولینن اوّل'' کا نام دیا گیا ۔ یہ ناشپاتی کی شکل میں تراشا گیا ۔ یہ ہیرا برطانوی شہنشاہ کے شاہی عصا میں نصب کیا گیا ہے ۔ یہ عصا ہیرے سمیت ٹاور آف لندن میوزیم میں محفوظ ہے ۔

(۳) ریجنٹ: یہ ہیرا برصغیر میں دریافت ہوا اور پراسرار طور پر یورپ پہنچ گیا ۔ اسے برطانیہ میں تراشا گیا' اوپٹ ڈائمنڈ کا نام دیا گیا ۔ ۱۷۱۷ء میں تھامس پٹ نے اسے ڈیوک آف آرلینڈ فلپ کے ہاتھ فروخت کر دیا جو فرانس کے ولی عہد تھے ۔ اس وقت سے اس کا نام ''دی ریجنٹ'' پڑ گیا' یہ ہیرا صناعی اور مہارت کا بہترین نمونہ ہے ۔ انقلاب فرانس میں یہ ہیرا کنگ لوئی کی تباہی کا باعث بنا ۔ اس وقت یہ ہیرا فرانس کے لوور میوزیم میں رکھا ہوا ہے ۔

(۴) دی اورلوف: ہیرے کی یہ قیمتی قسم بھی برصغیر سے ہی دریافت ہوئی ۔ برصغیر کے ایک مندر میں ایک بت کی آنکھوں میں نصب تھا کہ اٹھارہویں صدی عیسوی میں ایک فرانسیسی سپاہی نے اسے وہاں سے چرا لیا ۔ کسی طرح یہ ہیرا ایک ایرانی تاجر کے ہاتھ لگ گیا' اس نے یہ ہیرا نہایت گراں قیمت پر جارج اودرلوف کے ہاتھ فروخت کر دیا ۔ موصوف نے یہ ہیرا اپنی سابقہ محبوبہ کیتھرائن کو دیا جو روس کی شہزادی تھی ۔ اودرلوف کو امید تھی کہ یہ قیمتی تحفہ پا کر شہزادی اسے دوبارہ اپنے محبوب کے طور پر قبول کرلے گی لیکن شہزادی نے اس کی امید کو خاک میں ملا دیا اور اس نے کبھی بھی یہ ہیرا استعمال نہیں کیا ۔ بعد میں اسے روس کے شاہی عصا میں نصب کر دیا گیا جو اب بھی وہیں ہے اور ماسکو کے ہیروں کے خزانے میں محفوظ ہے ۔

(۵) دی ہوپ: یہ مشہور ہیرا جس کا رنگ نیلا ہے کوہ نور کی طرح اپنے مالکان کے لئے بدبختی کی علامت رہا ہے ۔ ہوپ تاج فرانس کا سب سے عظیم ہیرا تھا ۔ اب یہ ہیرا ''اسمتھ سونین انسٹی ٹیوٹ'' واشنگٹن ہی میں ہے ۔

تَبَادَرَهَا الرَّاقُوْنَ مِنْ شَرِّ سَمِّهَا — فَتُطْلِقَهُ يَوْمًا وَ يَوْمًا تُرَاجِعُ

''سانپ کے ڈسنے کے بعد منتر کرنے والے زہر سے بچاؤ کیلئے منتر پڑھنے لگے پس یہ منتر کبھی کامیاب ہوتا اور کبھی ناکام ہوجاتا''

تَسْهَدُ مِنْ لَيْلِ التَّمَامِ سَلِيْمَهَا — كَحُلِّيِّ نِسَاءٍ فِيْ يَدَيْهِ قَعَاقِعُ

''سانپ کا ڈسا ہوا بیداری کے عالم میں رات گزارتا ہے گویا کہ عورتوں کے ہاتھوں میں گھنگھرو والے زیور ہوں''

ایک دوسرے شاعر نے کہا ہے ۔

هُمْ اَيْقَظُوْ رقط الافاعی و نبهوا — عقارب لَيْل نام عنها حواتها

''وہ بیدار ہے جیسے سانپ کا ڈسا ہوا بیدار رہتا ہے اور راتوں کو بچھو ادھر ادھر پھرتے ہیں لیکن سونے والے سور ہے ہیں''

وَهُمْ نقلوا عَنِّی الذی لم أفه به — وما آفة الاخبار اِلَّا رواتُها

اور لوگوں نے محبوب کے متعلق میری طرف سے منسوب کر کے وہ باتیں کیں جو میرے وہم و خیال میں بھی نہیں تھیں اور درحقیقت بہت سی مصیبتیں غلط خبریں پھیلانے کی بناء پر کھڑی ہوتی ہیں۔''

اہل عرب کا خیال ہے کہ ''چت کوریا'' سانپ گونگا ہوتا ہے اور اسی لئے شتر مرغ بھی گونگا ہوتا ہے۔

علی بن نصر جہضمی کا تذکرہ علی بن نصر جہضمی فرماتے ہیں کہ میں متوکل کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ متوکل ''رفق'' کی تعریف کررہا

(۱) شاہ ہیرا: تاریخی اہمیت کا حامل شاہ ہیرا ایک غیر معمولی ہیرا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی بناوٹ عجیب وغریب ہے اور اس وجہ سے بھی کہ دنیا میں پائے جانے والے ان چند ہیروں میں سے ہے جن کے اوپر تحریر کندہ ہے۔ یہ ہیرا ماسکو میں رکھا ہوا ہے' اس ہیرے پر اکبر شاہ' نظام شاہ اور فتح علی شاہ کے نام کندہ ہیں۔ اس ہیرے کا تاریخ ایران سے گہرا تعلق ہے۔ یہ ہیرا شہزادہ خسرو نے زار نکولاس کو روسی سفیر کے تہران میں قتل ہوجانے کے عوض پیش کیا تھا۔
چند رنگدار ہیرے درج ذیل ہیں (۱) کونڈے (۲) لفینی (۳) ڈریسڈن (۴) ڈیلیس باخ۔
ہیرا عموماً شیشے کی مانند شفاف ہوتا ہے لیکن دنیا میں چند ہیرے ایسے بھی ہیں جو رنگ دار ہیں اور چونکہ عام طور پر ہیرا رنگ دار نہیں ہوتا اس لئے یہ رنگین ہیرے بھی نوادرات میں شمار ہونے لگے ہیں۔
ہیرے کے طبی خواص: چھوٹے درجے کے ہیرے سرد وخشک ہیں۔ انہیں حکماء دل کی تقویت اور اعضاء رئیسہ کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ لقوہ' فالج' پرانے بخار اور دیگر امراض میں مفید بتاتے ہیں۔ ذیابیطس کے لئے بھی بہترین دوا ہے لیکن اس کا استعمال کرانا ہر شخص کا کام نہیں ہے۔ قابل طبیب ہی اسے بہترین مصرف بنا سکتا ہے۔ ہیرا خوف اور وحشت کو دور کرتا ہے بشرطیکہ وہ ہیرا دس قیراط سے زیادہ وزن کا نہ ہو۔ ہیرے کا کشتہ کئی جسمانی بیماریوں مثلاً لقوہ' فالج' مرگی' مراق' تبخیر معدہ اور دق وغیرہ کے لئے اکسیر ہے۔ ذیابیطس میں اکسیر اعظم کا درجہ رکھتا ہے اس کے کشتے کے استعمال سے بانجھ پن بھی دور ہوسکتا ہے لیکن اس کا استعمال ڈاکٹر یا حکیم کے مشورہ کے بغیر نہیں کرنا چاہیے اور یہ بھی تسلی کر لینی چاہیے کہ کشتہ مدبر و مکمل ہے۔
ہیرے کے سحری خواص: ہیرا پہننے سے جسم صحت مند ہوتا ہے' اگر کوئی عورت دردِ زہ میں مبتلا ہے تو کمر سے لگانے پر دردِ زہ ختم ہوجاتا ہے اگر اسے بازو پر باندھا جائے تو دشمنوں سے چھٹکارا حاصل ہوتا ہے۔ بیوی اور خاوند کی محبت کو بڑھاتا ہے' سورج کا خاص اثر اس پر پڑتا ہے۔ یہ چہرہ وقار وعزت میں اضافہ کا موجب بن سکتا ہے' قوت ارادی کو بلند کرتا ہے' طبیعت میں تیزی اور عقل بڑھاتا ہے۔ ذہانت تیز کرتا ہے' قوت مردانگی کے لئے فائدہ مند ہے' دولت مندی کی علامت ہے' عورت کو ایام ماہواری میں جملہ شکایتوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ آسیب کو دور کرتا ہے' غرض اس کا استعمال بہت سی مشکلات وحوادث کا تدارک کرتا ہے۔ (پتھروں کے خواص اور اثرات مطبوعہ مکتبہ امتیاز لاہور صفحہ ۳۲تا۳۵)

ہے' پس میں نے کہا کہ اے امیر المومنین! اصمعی نے مجھے یہ اشعار سنائے ہیں ۔

لَمْ أَرَ مِثْلَ الرِّفْقِ فِيْ لِيْنِهٖ   اَخْرَجَ لِلْعَذْرَاءِ مِنْ خِدْرِهَا

''میں نے نرمی میں اس سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا اور یہ نرمی ہی ہے جو دوشیزہ کو اس کے محفوظ مکان سے نکال لائی ہے''۔

مَنْ يَّسْتَعِنْ بِالرِّفْقِ فِيْ أَمْرِهٖ   يَسْتَخْرِجُ الْحَيَّةَ مِنْ جُحْرِهَا

''اور جو بھی اپنے کاموں میں نرمی کا سلوک کرے گا وہ کامیاب ہوگا' اسی طرح سپیرا نرم رویہ کے باعث سانپ کو اس کے بل سے باہر نکالتا ہے۔''

پس متوکل نے کہا اے غلام کاغذ اور قلم لاؤ' پس کاغذ اور قلم دونوں چیزیں لائی گئیں' پس متوکل نے ان اشعار کو لکھ لیا اور مجھے انعام دینے کا حکم دیا۔ ابوبکر بن ابی داؤد کہتے ہیں کہ مستعین باللہ نے نصر بن علی کے پاس ایک پروانہ بھیجا جس میں لکھا کہ آپ کو عہدہ قضاء کے لئے منتخب کیا جاتا ہے۔ پس نصر بن علی' امیر بصرہ عبدالملک کے پاس آئے اور انہیں اس بارے میں بتایا۔ پس عبدالملک نے کہا کہ جاؤ اور استخارہ کرو۔ پس نصر بن علی اپنے گھر آئے اور دو رکعت نماز پڑھ کر یہ دعا مانگی ''اے اللہ اگر میرے نزدیک کوئی بھلائی ہے تو مجھے موت دے دے' پس نصر بن علی اس کے بعد سو گئے' چنانچہ جب لوگوں نے ان کو جگایا تو وہ مر چکے تھے' یہ واقعہ ربیع الثانی ۲۵۰ھ کا ہے۔ سانپ کی اقسام میں سے ایک قسم ''ازعر'' بھی ہے اس قسم کے سانپ بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اسی ''ازعر'' کی ایک قسم ''ازب'' ہے یہ بالوں والے سانپ ہیں اور سانپ کی ایک قسم کا نام ''ذات القرون'' ہے۔ اس قسم کے سانپ کے سینگ ہوتے ہیں لیکن ارسطو نے اس قسم کے وجود کا انکار کیا ہے۔ راجز نے کہا ہے کہ ۔

وَذَاتَ قَرْنَيْنِ طُعُوْنُ الضِّرْسِ   تَنْهِسُ لَوْ تَمَكَّنَتْ مِنْ نَهْسِ

''اور وہ سانپ سینگوں والے اور ڈاڑھ والے ہیں اور اگر وہ اپنے دانت گھسا دیں تو گھس کر ہی رہ جائیں''

تُدِيْرُ عَيْنًا كَشِهَابِ الْقَبَسِ. ان سانپوں کے آنکھوں سے زہر کے شعلے نکلتے ہیں۔

سانپ کی ایک قسم ''شجاع'' بھی ہے جس کا ذکر عنقریب ''باب الشین'' میں آئے گا۔ سانپ کی ایک قسم کا نام ''عربد'' ہے۔ اس قسم کے سانپ بہت بڑے بڑے ہوتے ہیں اور دوسرے سانپوں کو کھا جاتے ہیں۔ سانپ کی ایک قسم ''اصلہ'' بھی ہے' یہ بہت بڑا سانپ ہوتا ہے جس کی شکل انسانوں سے ملتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب اس سانپ کی عمر ہزار سال تک پہنچ جاتی ہے تو یہ انسانوں جیسا ہو جاتا ہے۔ اس قسم کے سانپ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ انسان کو اپنی نظر سے ہلاک کر دیتا ہے۔ سانپ کی ایک قسم ''صل'' ہے اس کو ''مکللۃ'' بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس کے سر پر تاج ہوتا ہے۔ اس قسم کا سانپ بہت زیادہ زہریلا ہوتا ہے۔ یہ سانپ جس جگہ سے گزرتا ہے اس کو جلا دیتا ہے اور اس کے بل کے آس پاس کسی قسم کی ہریالی وغیرہ پیدا نہیں ہوتی اور اگر کوئی پرندہ اس کے بل کے آس پاس سے گزرتا ہے تو وہیں گر کر ہلاک ہو جاتا ہے۔ نیز اگر کوئی حیوان اس قسم کے سانپ کے بل کے قریب سے گزرتا ہے تو اس کی موت واقع ہو جاتی ہے اور اگر کوئی شکاری اس قسم کے سانپ پر تیر سے حملہ کرتا ہے تو یہ سانپ وہیں سے سوار کو اور اس کی سواری کو ہلاک کر دیتا ہے۔ اس لئے یہ تاثیر اس سانپ کی پھنکار اور آواز میں ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک گھوڑ سوار نے اس قسم کے سانپ کو

نیزے سے مارا تو گھوڑا اور سوار دونوں ہلاک ہو گئے۔ یہ سانپ ترکستان میں بکثرت پایا جاتا ہے۔ سانپوں کی ایک قسم "ابتر" (دم کٹا) ہے۔ ان دونوں سانپوں کے متعلق صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان دونوں قسم کے سانپوں کو قتل کردو کیونکہ ان کے دیکھنے سے بینائی ختم ہو جاتی ہے اور حاملہ کا حمل گر جاتا ہے (رواہ البخاری و مسلم)۔ زہری کہتے ہیں کہ ہم نے اس قسم کے سانپ کا زہر دیکھا ہے' عنقریب اس قسم کے سانپ کی مزید تفصیل انشاء اللہ "باب الطاء" میں آئے گی۔ سانپ کی ایک قسم "ناظرۃ" ہے جب انسان اس کی آواز سنتا ہے تو وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ علامہ دمیریؒ نے ان تمام سانپوں کی اقسام کے نام تحریر کئے ہیں (۱) اَلْعِیْمُ (۲) اَلْعَیْنُ (۳) اَلصُّمُّ (۴) اَلْاَزْعَرُ (۵) اَلْاَبْتَرُ (۶) اَلْاَیْنُ (۷) اَلْاَرْقَمُ (۸) اَلنَّاشِرُ (۹) اَلْاَصَلَۃُ (۱۰) اَلْجَانُّ (۱۱) اَلثُّعْبَانُ (۱۲) اَلشُّجَاعُ (۱۳) اَلْاَزَبُّ (۱۴) اَلْاَرْبُ (۱۵) اَلْعُفْوَانُ (۱۶) اَلْاَرْقَشُ (۱۷) اُرْقَط (۱۸) اَلصَّل (۱۹) ذوالطفتیں (۲۰) عَوْبَذ۔ ابن اثیر فرماتے ہیں کہ سانپ کو ابوالبختری' ابوالربیع' ابوعثمان' ابو العاص' ابو مذعور' ابو وثاب' ابو یقظان' ام طبق' ام عافیہ' ام عثمان' ام الفتح' ام محبوب' بنات طبق اور حیۃ الصماء بھی کہا جاتا ہے۔ "حیۃ الصماء" انتہائی شریر سانپ ہوتا ہے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے فرمایا ہے کہ

اِذَا تَخَازَرْتُ وَمَا بِیْ مِنْ خَزْرٍ ثُمَّ کَسَرْتُ الطرف مِنْ غَیْرِ خُوْرٍ

"جب میں تڑپا اور بظاہر مجھے کوئی تکلیف نہیں تھی' پھر میں نے کسی دشواری کے بغیر بندھن توڑ ڈالے"

اَلْفَیْتِنِیْ الوی بَعِیْدُ الْمُسْتَمِرِّ اَحْمِلُ مَا حَمَلْتُ مِنْ خَیْرٍ وَ شَرٍّ

"تم نے مجھے دیکھا کہ میں دور دراز جگہ پر بل کھا رہا ہوں اور بھلائی اور برائی کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں"

کَالْحَیَّۃِ الصَّمَاءِ فِیْ اَصْلِ الشَّجَرِ. "جیسے نر سانپ درخت کی جڑ میں لپٹا ہوا ہو"

مذکر سانپ کو "الصمۃ" کہا جاتا ہے' اس کی جمع کیلئے "صمم" کے الفاظ مستعمل ہیں۔ اسی سے درید بن صمۃ کے والد کا نام ہے۔

ماہرین حیوانات کا خیال ہے کہ سانپ کی عمر عموماً ایک ہزار سال تک ہوتی ہے' اور ہر سال یہ اپنی جلد اتار دیتا ہے۔ نیز سانپ ایک سال میں ایک مرتبہ انڈے دیتا ہے اور انڈوں کی تعداد اس کے بدن کی ہڈیوں کے برابر ہوتی ہے لیکن سانپ کے اکثر انڈوں پر چیونٹیاں جمع ہو جاتی ہیں جن کی وجہ سے انڈے خراب ہو جاتے ہیں' تھوڑے سے انڈوں سے سانپ کے بچے نکلتے ہیں۔ اگر بچھو' سانپ کو ڈنک مار دے تو سانپ مر جاتا ہے' سانپ کی ایک قسم "الحریش" بھی ہے جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ یہ قسم چت کوریا سانپ کی طرح انتہائی شریر ہوتی ہے۔ اس قسم کے سانپ ریتلے علاقے میں رہتے ہیں۔ سانپ کے انڈے لمبوترے اور مختلف رنگوں کے ہوتے ہیں۔ بعض انڈے مٹیالے' بعض سبز' کالے اور بعض چتکبرے ہوتے ہیں۔ نیز بعض انڈوں میں پانی جیسا ایک رقیق مادہ ہوتا ہے جو انڈے کے جوف میں ایک لمبے خط کی طرح چپکا ہوا ہوتا ہے۔ سانپ عام طریقہ سے جفتی نہیں کرتا بلکہ سانپ کے جفتی کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ نر اور مادہ آپس میں کنڈلی مار کر بیٹھ جاتے ہیں۔ سانپ کی زبان درمیان سے چری ہوئی ہوتی ہے۔ اس لئے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ سانپ کی دو زبانیں ہیں' سانپ انتہائی حریص اور شریر ہوتا ہے۔ پس سانپ جب مرغی وغیرہ کے بچوں کو پکڑ لیتا ہے تو شیر کی طرح بغیر چبائے نگل جاتا ہے اور جب کبھی یہ سخت چیز کو نگل جاتا ہے تو کسی سخت

درخت یا اس کی مثل کسی سخت چیز سے سختی سے لپٹ جاتا ہے اور خوب زور لگاتا ہے یہاں تک کہ وہ چیز اس کے پیٹ میں ٹوٹ جاتی ہے۔ سانپ کی عادت یہ ہے کہ جب وہ کسی کو کاٹ لیتا ہے تو الٹا ہو جاتا ہے پس بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ سانپ الٹا ہو کر اپنا پورا زہر انڈیلتا ہے لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے۔ سانپ کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ جب اسے کھانے کے لئے کوئی چیز نہیں ملتی تو وہ ہوا پر قناعت کر لیتا ہے۔ چنانچہ جب سانپ بوڑھا ہو جاتا ہے تو اس کا جسم سکڑ کر چھوٹا ہو جاتا ہے اور اس عمر میں سانپ صرف ہوا پر ہی گزارا کرتا ہے۔ سانپ کی ایک عجیب وغریب فطرت یہ بھی ہے کہ اسے پانی کی خواہش نہیں ہوتی لیکن جب کبھی سانپ پانی پر پہنچ جاتا ہے تو پھر خوب پانی پیتا ہے۔ سانپ کو دودھ پینے کا شوق ہوتا ہے اس لئے بعض اوقات سانپ اس قدر دودھ پی لیتا ہے کہ اس پر نشہ طاری ہو جاتا ہے اور یہ نشہ بعض اوقات سانپ کی ہلاکت کا باعث بن جاتا ہے۔ نر سانپ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ مستقل اپنی رہائش کی جگہ کو تبدیل کرتا رہتا ہے۔ البتہ مادہ سانپ ایک مستقل جگہ پر اس وقت تک رہتی ہے جب تک اس کے انڈوں سے بچے نہ نکل آئیں۔ سانپ کی آنکھیں اس کے سر میں نہیں گھومتی بلکہ یوں محسوس ہوتا ہے گویا کہ اس کی آنکھوں کو ایک جگہ کیل کی طرح ٹھونک دیا گیا ہو۔ نیز ٹڈی کی آنکھوں کی بھی یہی کیفیت ہوتی ہے۔ اگر سانپ کی آنکھ نکال دی جائے تو وہ دوبارہ پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اگر سانپ کے دانت توڑ دیئے جائیں یا اس کی دم کاٹ دی جائے تو وہ دوبارہ نکل آتے ہیں۔ سانپ کی ایک عجیب وغریب عادت یہ ہے کہ وہ برہنہ مرد سے بھاگتا ہے اور آگ سے سانپ کو فرحت محسوس ہوتی ہے اور اگر سانپ کو گھوڑے کے پسینہ سے تر کیا ہوا کوڑا مارا جائے تو سانپ فوراً ہلاک ہو جاتا ہے لیکن اگر سانپ کو ذبح کر کے چھوڑ دیا جائے تو یہ عرصہ دراز تک زندہ رہتا ہے۔ اس کی موت واقع نہیں ہوتی، تحقیق یہ پہلے بھی گزر چکا ہے کہ جب سانپ اندھا ہو جاتا ہے یا زمین کے نیچے سے نکلتا ہے تو اس کو دکھائی نہیں دیتا۔ اس لئے سانپ سونف کو ڈھونڈ کر اس کے پتوں سے اپنی آنکھوں کو مس کرتا ہے تو اس کی بینائی واپس آجاتی ہے۔ پس پاک ہے وہ جو آزماتا بھی ہے اور ہدایت بھی دیتا ہے۔ زمین پر کوئی حیوان ایسا نہیں ہے جس کا جسم سانپ کے جسم کی طرح مضبوط ہو۔ چنانچہ جب سانپ کسی سوراخ میں یا بل میں اپنا سینہ داخل کر دے تو طاقتور سے طاقتور انسان بھی اس کو سوراخ سے نہیں نکال سکتا۔ بلکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ سانپ درمیان سے ٹوٹ جاتا ہے لیکن باہر نہیں نکلتا۔ حالانکہ نہ تو سانپ کے ناخن ہوتے ہیں اور نہ ہی پاؤں جن سے یہ مدد حاصل کر سکے۔ سانپ کی کمر کی یہ قوت اس کی پسلیوں کی وجہ سے ہے، سانپ کی تیس پسلیاں ہوتی ہیں۔ چنانچہ جب سانپ چلتا ہے تو اس کے جوڑ ایک دوسرے میں ایسے پیوست ہو جاتے ہیں کہ پھر اس کی مرضی کے بغیر الگ نہیں ہو سکتے چاہے کتنا ہی کوئی زور کیوں نہ لگائے، سانپ طبعاً واصلاً آبی جانور ہے لیکن خشکی میں پیدا ہونے والا سانپ پانی میں بھی رہ سکتا ہے اور اسی طرح پانی میں پیدا ہونے والا سانپ خشکی میں بھی رہ سکتا ہے۔ جاحظ کہتے ہیں کہ زہر کے اعتبار سے سانپ کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی قسم کے سانپ ثعبان، افعی اور ہندی ہیں جن کے کاٹنے پر کوئی تریاق اور دوا فائدہ نہیں دیتی۔ دوسری قسم ان سانپوں کی ہے جس کے کاٹنے پر تریاق وغیرہ سے فائدہ ہو جاتا ہے اور ان دو اقسام کے علاوہ جتنے بھی سانپ ہیں ان کا ڈسا ہوا انسان صرف دہشت سے مرتا ہے جیسا کہ اکثر مشاہدہ کیا گیا ہے۔ کیونکہ

---

[1] مسامات، مسام کی جمع، چھوٹے چھوٹے سوراخ جن سے پسینہ نکلتا ہے (اظہر اللغات اردو صفحہ ۱۰۲۳)

دہشت کی وجہ سے انسانی بدن کے تمام مسامات کھل جاتے ہیں جس کی وجہ سے زہر آسانی کے ساتھ جسم کے اندر سرایت کر جاتا ہے۔ چنانچہ ایک قصہ مشہور ہے کہ کوئی آدمی درخت کے نیچے سو رہا تھا۔ پس درخت کی ایک شاخ پر سانپ تھا اس نے لٹک کر اس آدمی کے سر میں کاٹ لیا جس سے اس شخص کا چہرہ سرخ ہوگیا اور وہ بیدار ہوگیا' پس اس نے ادھر ادھر دیکھا لیکن کوئی چیز نظر نہ آئی پس وہ سر کھجاتا ہوا پھر سو گیا پس کچھ دیر بعد بیدار ہوا لیکن اس کو زہر کا کوئی اثر نہ ہوا۔ پس اس شخص کو کسی نے دیکھ لیا تھا کہ سانپ اس کو کاٹ رہا ہے لیکن دیکھنے والے نے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد اس دیکھنے والے آدمی نے سونے والے آدمی سے کہا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم فلاں دن اس درخت کے نیچے سو رہے تھے تو تمہیں کسی چیز نے کاٹ لیا تھا۔ اس شخص نے کہا نہیں اللہ کی قسم مجھے اس کا کوئی علم نہیں۔ پس دیکھنے والے آدمی نے کہا کہ اس دن ایک سانپ نے درخت کی شاخ سے لٹک کر تمہارے سر میں ڈس لیا تھا۔ بس اس شخص پر خوف طاری ہوگیا اور اس کی موت واقع ہوگئی۔

فائدہ ابن ظفر کی کتاب ''النصائح'' میں مذکور ہے کہ جب اہل حیرہ اپنے ''قصر ابیض'' میں محصور ہوگئے تو حضرت خالد بن ولید نے نجف میں قیام فرمایا اور اہل نجف کو پیغام بھیجا کہ اپنے سرداروں میں سے کسی سردار کو میرے پاس مصالحت کے لئے بھیج دو۔ پس انہوں نے عبدالمسیح بن عمرو بن قیس بن حیان بن نفیلہ عنانی کو بھیجا۔ یہ سردار بہت بوڑھا تھا اور اس کی عمر ساڑھے تین سو سال تھی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اس بوڑھے سے گفتگو فرمائی جو بہت مشہور ہے۔ چنانچہ اس بوڑھے کے ہاتھ میں ایک شیشی تھی جس کی طرف بوڑھا بار بار دیکھتا تھا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے فرمایا کہ تم بار بار اس شیشی کی طرف کیوں دیکھتے ہو' بوڑھے نے کہا ہے کہ اس شیشی میں ایسا زہر ہے جو کھانے والے کو ایک ساعت میں ہلاک کر دیتا ہے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے فرمایا کہ اس کا کیا کرو گے؟ اس بوڑھے نے کہا کہ اگر آپ کی اس گفتگو کا نتیجہ میری قوم کے حق میں فائدہ مند نکلا تو میں اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کروں گا اور میں آپ کی شرائط کو قبول کرلوں گا اور اگر نتیجہ اس کے برعکس ہوا تو اس زہر کے ذریعے خودکشی کرلوں گا۔ کیونکہ میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ میں اپنی قوم کے پاس بری خبر لے کر جاؤں۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے فرمایا کہ یہ شیشی مجھے دے دو' پس اس نے شیشی دے دی۔ پس حضرت خالد بن ولیدؓ نے شیشی سے زہر نکال کر اپنی ہتھیلی پر رکھ لیا اور یہ دعا پڑھ کر ''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ، بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ'' فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ''اس زہر کو کھا لیا۔ کہا جاتا ہے کہ پھر حضرت خالد بن ولیدؓ نے پانی پیا اور اپنی ٹھوڑی کو اپنے سینہ پر مارا جس سے آپ کو بہت زیادہ پسینہ آیا اور زہر کا اثر زائل ہوگیا۔ پس عبدالمسیح اپنی قوم کی طرف گیا (اور وہ نسطوریہ فرقہ کے عیسائی تھے) اور کہا کہ میں ایسے شخص کے پاس سے آرہا ہوں جس نے ''سم ساعت'' پی لیا لیکن اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ پس تم اسے دے دو جس کا وہ تم سے سوال کرتا ہے اور اس کو اپنی زمین سے خوش کر کے واپس بھیجو کیونکہ یہ قوم ایسی ہے جس میں صلاحیت کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی ہے اور عنقریب اس قوم کی شان بلند ہوگی۔ چنانچہ ''اہل حیرہ'' نے چاندی کے دس ہزار دراہم کے بدلے مسلمانوں سے صلح کر لی۔ بعض ماہرین حیوانات کہتے ہیں کہ ''سم ساعت'' صرف ہندی سانپ ہوتا ہے اور اس کے زہریلے اثر کو نہ کوئی تریاق ختم کر سکتا ہے اور نہ کوئی دوا اس کے اثر کو دور کر سکتی ہے۔

حضرت ابودرداءؓ کا قصہ ''کتاب النصائح'' میں مذکور ہے کہ حضرت ابوالدرداءؓ کی ایک لونڈی تھی' اس لونڈی نے ایک دن حضرت ابودرداءؓ سے کہا کہ آپ کس جنس سے ہیں؟ حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا کہ میں تمہاری طرح ایک انسان ہوں۔ اس لونڈی نے کہا آپ کیسے آدمی ہیں کہ میں نے آپ کو چالیس دن تک زہر کھلایا لیکن آپ کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا' پس حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا کیا تو نہیں جانتی کہ اللہ کا ذکر کرنے والوں کو کوئی چیز بھی نقصان نہیں پہنچا سکتی اور میں تو اسم اعظم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہوں' اس لونڈی نے کہا کہ وہ اسم اعظم کیا ہے؟ حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا کہ وہ یہ ہے ''بِسْمِ اللهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ'' پھر اس کے بعد حضرت ابوالدرداءؓ نے کہا کہ تو نے مجھے زہر کیوں کھلایا تھا؟ اس باندی نے کہا کہ آپ سے بغض رکھنے کی وجہ سے' حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا کہ تو لوجہ اللہ آزاد ہے اور تو نے جو بدسلوکی کا رویہ اختیار کیا تھا وہ بھی میں نے معاف کر دیا۔

عجیب وغریب حکایت امام قرطبیؒ نے سورہ غافر کی تفسیر میں ثور بن یزید سے انہوں نے خالد بن معدان سے اور انہوں نے کعب احبار سے یہ روایت کی ہے۔ کعب احبار فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے عرش کو پیدا کیا تو عرش کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے بڑی کوئی چیز پیدا نہیں کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے عرش کو سانپ کا طوق پہنا دیا جس کے ستر ہزار بازو تھے اور ہر بازو میں ستر ہزار پر تھے اور ہر پر میں ستر ہزار چہرے تھے اور ہر چہرے میں ستر ہزار منہ تھے اور ہر منہ میں ستر ہزار زبانیں تھیں اور ہر روز اس سانپ کے منہ سے اتنی بار ''سبحان اللہ'' نکلتا تھا جو تعداد میں بارش کے قطروں' درختوں کے پتوں' زمین کے سنگریزوں' ریت کے ذروں' ایام دنیا اور فرشتوں کی تعداد کے برابر ہوتا تھا۔ پس سانپ عرش کے گرد لپٹ گیا۔ پس عرش' سانپ کے نصف جسم تک آیا۔ پس عرش اس سانپ کو دیکھ کر شرمندہ ہو گیا' پس عرش نے تواضع اختیار کر لی۔

ہارون الرشید کا قصہ مروی ہے کہ ایک دفعہ خلیفہ ہارون الرشید رات کے وقت سو رہے تھے تو انہوں نے یہ آواز سنی ۔

یَارَاقِدَ اللَّیْلِ انتبه　　　اِنَّ الْخَطُوْبَ لَهَا سَرٰی

''اے رات کو سونے والے اٹھ' کیونکہ مصیبتیں آگے بڑھ رہی ہیں''

ثقة الفتٰی من نفسه　　　ثِقَةُ محللة العرا

''نوجوان کے لئے خود اعتمادی ضروری ہے کیونکہ خود اعتمادی مشکلات کو حل کر دیتی ہے''

پس خلیفہ بیدار ہوا' پس اس نے چراغ کو بجھا ہوا پایا۔ پس خلیفہ نے شمع جلانے کا حکم دیا۔ پس جب روشنی ہوئی تو خلیفہ نے دیکھا کہ ایک سانپ اس کے پلنگ کے قریب بیٹھا ہوا ہے۔ پس خلیفہ نے اسے قتل کر دیا۔

عجیب حکایت امام الفرج بن الجوزی نے اپنی کتاب ''الاذکیا'' میں بشر بن فضل سے نقل کیا ہے۔ بشر بن فضل فرماتے ہیں کہ ہم حج کے لئے نکلے' پس ہم عرب کے ایک چشمہ سے گزرے۔ پس لوگوں نے ہمیں بتایا کہ یہاں قریب میں تین لڑکیاں ہیں جو بے حد حسین وجمیل اور آپس میں ہمشیرہ ہیں۔ نیز یہ تینوں بہنیں حکیم ہیں۔ پس ہم نے پسند کیا کہ ہم ان کی زیارت کریں' پس ہم نے جنگل کی ایک لکڑی سے اپنے ایک ساتھی کی پنڈلی پر ضرب لگائی جس سے وہ زخمی ہو گیا' پھر ہم اس ساتھی کو لے کر ان

لڑکیوں کے پاس پہنچے' پس ہم نے کہا ہمارے اس ساتھی کو سانپ نے ڈس لیا ہے' پس کیا کوئی سانپ کے ڈسے ہوئے کا جھاڑ پھونک کرنے والا ہے۔ پس ایک لڑکی باہر آئی جو سب سے چھوٹی تھی' پس وہ ایک ایسی لونڈی تھی گویا کہ سورج طلوع ہو رہا ہو۔ پس وہ آئی یہاں تک کہ اس زخمی کے پاس کھڑی ہوگئی اور اسے غور سے دیکھنے لگی' پس اس لڑکی نے کہا کہ اس کو کسی سانپ نے نہیں کاٹا۔ ہم نے کہا آپ کو یہ کیسے معلوم ہوگیا۔ اس لڑکی نے کہا کہ جس چیز سے اس کو یہ خراش لگی ہے اس پر کسی نر سانپ نے پ کر دیا ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب سورج طلوع ہوگا تو اس شخص کی موت واقع ہو جائے گی۔ بشر بن فضل فرماتے ہیں کہ جب سورج طلوع ہوا تو ہمارے ساتھی کی موت واقع ہوگئی' پس ہم اس واقعہ سے بہت متعجب ہوئے اور ہم واپس آ گئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ ''کتاب الاذکیا'' کے آخر میں مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر ایک منتر کرنے والے پر ہوا جو سانپ کو پکڑنے کی کوشش میں مصروف تھا۔ پس اس سانپ نے کہا اے روح اللہ! آپ اس آدمی سے فرما دیجئے کہ اگر یہ شخص مجھ سے دور نہ ہوا تو میں اسے سخت ترین اذیت پہنچاؤں گا اور اسے ڈس لوں گا۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام آگے چلے گئے۔ پھر واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ سانپ سپیرے کی جھولی میں ہے۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سانپ سے فرمایا کہ اے سانپ ابھی تو مجھ سے سپیرے کے متعلق شکایت کر رہا تھا اور اب اس کی جھولی میں ہے یہ کیسے ہوا؟ پس سانپ نے کہا اے روح اللہ تحقیق سپیرے نے قسم کھائی تھی اور اب یہ میرے ساتھ دھوکہ کر رہا ہے' پس اس کے دھوکے کا زہر اس کے لئے میرے زہر سے زیادہ نقصان دہ ہے۔

نوشیرواں کا قصہ علامہ قزوینی نے ''عجائب المخلوقات'' میں لکھا ہے کہ'' ریحان فارسی[1] '' پہلے ملک فارس میں نہیں تھا بلکہ ایک سانپ نے اس کا بیج نوشیرواں کو لا کر دیا تھا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ نوشیرواں کے زمانے کے ایک سانپ کے بھائی کو ایک بچھو نے ڈس لیا جس سے اس کی موت واقع ہوگئی۔ پس مرنے والے سانپ کا بھائی یعنی ایک دوسرا سانپ نوشیرواں کے پاس فریاد لے کر آیا تو جوں ہی سانپ نوشیروان کے قریب پہنچا تو اس کے پہرہ دار سانپ کو قتل کرنے کے لئے دوڑے۔ نوشیرواں نے اپنے مصاحبوں کو روکا اور فرمایا کہ ابھی اس کو قتل نہ کرو کیونکہ یہ کسی خاص مقصد کے لئے یہاں آیا ہے۔ پس وہ سانپ چل کر نوشیروان کے قریب آ گیا اور کچھ اس قسم کے اشارے کئے جس سے نوشیروان سمجھ گیا کہ سانپ مظلوم ہے اور یہ مجھ سے دادرسی کا خواہشمند ہے پس نوشیروان نے سانپ کے ساتھ اپنا ایک سپاہی بھیج دیا۔ پس وہ سانپ اس سپاہی کو اپنے ساتھ ایک کنوئیں پر لے گیا۔ پس سپاہی نے کنویں میں جھانک کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ کنویں میں ایک مردہ سانپ ہے جس کی پیٹھ پر ایک بچھو سوار ہے' پس سپاہی نے اپنے برچھے سے بچھو کو قتل کر دیا' پس سپاہی واپس آیا اور اس نے سانپ کی حالت نوشیرواں کو بتائی۔ پس سانپ نے اس احسان کے بدلہ میں بادشاہ کو ریحان کا بیج دیا' بادشاہ نے اس بیج کو بونے کا حکم دیا۔ پس اس بیج سے ریحان کا پودا گا اور چونکہ نوشیروان زکام اور دیگر دماغی امراض میں مبتلا تھا تو اس نے ان امراض کے لئے اس کو استعمال کیا تو بہت مفید پایا۔

---

[1] ریحان اسم مذکر تلسی کی قسم کا ایک خوشبودار پودا' نازبو' بالنگو' تخم ریحان' ایک خوشبودار گھاس کا نام' گلاب کے سوا باقی تمام پھول' ایک خاص طرح کے خط کو بھی کہتے ہیں۔(اظہر اللغات اردو ڈکشنری صفحہ ۵۲۸)

دوسرا فائدہ علامہ ابونعیم نے ''حلیۃ الاولیاء'' میں لکھا ہے کہ یحییٰ بن عبدالحمید نقل کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ سفیان بن عیینہ کی مجلس میں تھا اور تحقیق اس مجلس میں کم وبیش ایک ہزار آدمی جمع تھے' پس ابن عیینہ ایک آدمی سے جو اس کی داہنی طرف آخر میں بیٹھا ہوا تھا کہا کہ کھڑا ہو جا اور لوگوں کو وہ سانپ کا قصہ سناؤ۔ پس اس آدمی نے کہا کہ مجھے کمر ٹیکنے کے لئے تکیہ عنایت کیجئے' پس ایک آدمی نے ان کی کمر کے پیچھے ایک بڑا تکیہ رکھ دیا۔ پس اس کے بعد اس آدمی نے کہا کہ میرے والد نے میرے دادا سے سنا تھا کہ ان کے زمانے میں ایک آدمی تھا جو ''ابن حمیر'' کے نام سے معروف تھا اور بہت متقی آدمی تھا' اکثر دن کے روزے رکھتا اور رات کو نوافل پڑھتا تھا۔ اس آدمی کو شکار کا بہت شوق تھا' پس وہ آدمی ایک دن شکار کے لئے جنگل کی طرف گیا اور شکار کو تلاش کرنے لگا کہ اچانک اس کے سامنے ایک سانپ آ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اے محمد بن حمیر مجھے پناہ دو اللہ تعالیٰ تمہیں پناہ دے گا۔ پس اس آدمی نے کہا کہ تمہارا دشمن کہاں ہے؟ اس سانپ نے کہا کہ دشمن میرے پیچھے ہے۔ ابن حمیر نے کہا تمہارا تعلق کس امت سے ہے؟ سانپ نے کہا کہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے' ابن حمیر نے سانپ کے لئے اپنی چادر کھول دی اور سانپ سے کہا کہ اس میں چھپ جاؤ۔ سانپ نے کہا کہ اس میں تو میرا دشمن مجھے دیکھ لے گا' پھر اس کے بعد ابن حمیر نے اپنی دوسری چادر کھول دی اور کہا کہ اس کے اندر آ جاؤ اور اس پوستین اور میرے سینہ کے درمیان چھپ جاؤ۔ پس سانپ نے کہا میرا دشمن یہاں بھی مجھے دیکھ لے گا۔ ابن حمیر کہتے ہیں پھر میں نے اس سے کہا کہ آخر میں تمہیں کس جگہ چھپاؤں۔ پس سانپ نے کہا اگر تم میرے ساتھ بھلائی کرنا چاہتے ہو تو اپنا منہ کھول دو۔ میں اس میں گھس جاؤں گا۔ ابن حمیر نے کہا مجھے ڈر ہے کہ تم مجھے قتل کر دو گے۔ پس سانپ نے کہا کہ اللہ کی قسم میں تمہیں قتل نہیں کروں گا' میں اس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں' فرشتوں اور حاملین عرش اور آسمانوں پر رہنے والے کو گواہ بناتا ہوں کہ میں تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا اور دشمن کے جانے کے بعد فوراً باہر آ جاؤں گا۔ ابن حمیر نے منہ کھول دیا اور سانپ اس کے منہ میں داخل ہو گیا اور ابن حمیر اس کو لے کر آگے بڑھ گئے' چنانچہ ابھی چند قدم آگے چلے تھے کہ ایک شخص ہاتھ میں تلوار لئے ہوئے دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ کیا تو نے میرے دشمن کو دیکھا ہے۔ ابن حمیر نے کہا کہ کیسا دشمن؟ اس آدمی نے کہا کہ وہ ایک سانپ ہے۔ ابن حمیر نے کہا کہ میں نے اس کو نہیں دیکھا اور پھر اس جھوٹی بات پر فوراً سو مرتبہ استغفار پڑھی اور اس شخص کو چھوڑ کر آگے بڑھ گیا۔ پھر تھوڑی دیر چلنے کے بعد سانپ نے اپنا سر نکالا اور کہا کہ دیکھ کیا میرا دشمن چلا گیا ہے؟ پس میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہاں کوئی بھی نظر نہیں آیا۔ ابن حمیر کہتے ہیں کہ میں نے سانپ سے کہا کہ تمہارا دشمن چلا گیا اور اب تم باہر آ جاؤ' پس سانپ نے کہا اے ابن حمیر اب تم اپنے لئے دو باتوں میں ایک بات کو پسند کر لو۔ پس میں نے کہا کہ وہ کیا' پس سانپ نے کہا میں دو جگہ ڈسنا پسند کرتا ہوں ایک جگر کو اور دوسرا دل کو' لہٰذا اب تمہیں اختیار ہے کہ اگر تم کہو تو میں تمہارے جگر کو پھاڑ دوں یا تمہارے دل کو جھلس دوں تا کہ تمہارا جسم بغیر روح کے رہ جائے۔

ابن حمیر نے کہا کہ سبحان اللہ' تمہارا وعدہ کہاں گیا جو تم نے مجھ سے کیا تھا اور قسم کہاں گئی جو تم نے اٹھائی تھی کیا تم مجھ سے کئے گئے وعدے بھول گئے۔ پس سانپ نے کہا کہ اے ابن حمیر میں نے تم سے زیادہ بے وقوف آدمی نہیں دیکھا۔ کیا تم وہ دشمنی بھول گئے ہو جو میرے اور تمہارے باپ (آدم علیہ السلام) کے درمیان تھی' اور جس کی وجہ سے میں نے ان کو جنت سے نکلوا دیا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں

آیا کہ تم نے کس وجہ سے میرے ساتھ نیکی کی ہے۔ پس ابن حمیر نے کہا کیا تو نے مجھے قتل کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا ہے۔ سانپ نے کہا کہ ہاں میں نے تیرے قتل کا پختہ ارادہ کرلیا ہے۔ پس ابن حمیر نے کہا کہ مجھے مہلت دو یہاں تک کہ میں اس پہاڑ تک پہنچ جاؤں اور اپنے مرنے کی جگہ تجویز کرلوں۔ سانپ نے کہا کہ تمہیں اس کی اجازت ہے۔ ابن حمیر کہتے ہیں کہ میں اپنی زندگی سے مایوس ہوکر پہاڑ کی طرف چل دیا اور آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگنے لگا "يَا لَطِيْفُ يَا لَطِيْفُ يَا لَطِيْفُ الطف بی بِلُطْفِکَ الْخَفِيِّ يَالَطِيْفُ يَا قَدِيْرُ اَسْئَالُکَ بِالْقُدْرَةِ الَّتِىْ اِسْتَوَيْتَ بِهَا عَلَى الْعَرْشِ فَلَمْ يَعْلَمِ الْعَرْشُ اَيْنَ مُسْتَقَرُّکَ مِنْهُ يَا حَلِيْمُ يَا عَلِيْمُ يَا عَلِيُّ يَا عَظِيْمُ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ يَا اَللّٰهُ اِلَّا مَا كَفَيْتَنِىْ شَرَّ هٰذِهِ الْحَيَّةِ" پھر میں چل پڑا۔ پس اچانک میں نے دیکھا کہ ایک بے حد حسین وجمیل آدمی جو خوش پوشاک اور خوشبو سے معطر تھا میرے سامنے آیا اور کہا "السلام علیک" میں نے کہا "وعلیک السلام یا اخی" پس اس نے کہا کیا ہے تیرے لئے، تحقیق میں تجھے دیکھ رہا ہوں کہ تیرے چہرے کا رنگ بدلا ہوا ہے اور تو پریشان دکھائی دیتا ہے۔ پس ابن حمیر کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ ایک دشمن نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔ اس نے کہا کہ تمہارا دشمن کہاں ہے؟ میں نے کہا میرے پیٹ میں۔ اس آدمی نے کہا کہ اپنا منہ کھولو' پس میں نے منہ کھول دیا۔ پس اس آدمی نے ایک بڑا سا پتہ جو برگ زیتون کے مشابہ تھا میرے منہ میں رکھ دیا اور کہا کہ اس کو چبا کر نگل جاؤ۔ پس میں نے پتہ چبا کر نگلا ہی تھا کہ میرے پیٹ میں مروڑ شروع ہوگئے اور وہ سانپ میرے پیٹ میں گردش کرنے لگا' اس کے بعد میں نے سانپ کو نیچے کی طرف ٹکڑوں کی شکل میں نکال دیا اور اس کے نکلتے ہی میرا خوف زائل ہوگیا' پس میں نے اس شخص سے پوچھا اے میرے بھائی آپ کون ہیں کیونکہ آپ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان فرمایا ہے اور مجھے اس موذی سے نجات عطا فرمائی ہے۔ پس وہ آدمی مسکرایا پھر کہنے لگا کیا تم مجھے نہیں پہچانتے' میں نے کہا اللہ کی قسم نہیں' اس آدمی نے کہا اے ابن حمیر جب تمہارے اور سانپ کے درمیان گفتگو ہو چکی اور پھر تم نے اس سے مہلت مانگ کر آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دعا مانگنا شروع کی تو ساتوں آسمانوں کے فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھے میری عزت وجلال کی قسم میں دیکھ رہا ہوں جو اس سانپ نے میرے بندے کے ساتھ کیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ جنت سے شجر طوبیٰ کا ایک پتہ توڑ کر لاؤ اور اسے لے کر میرے بندے ابن حمیر تک پہنچ جاؤ۔ پس میں نے جنت سے شجر طوبیٰ کا پتہ لیا اور لا کر آپ کو کھلا دیا۔ نیز مجھے معروف کہا جاتا ہے اور میں چوتھے آسمان کا فرشتہ ہوں' پھر فرشتے نے کہا کہ اے محمد بن حمیر تم نیکی کو اختیار کرلو کیونکہ نیکی بدی کے حملوں سے بچاتی ہے۔ اگرچہ وہ آدمی جس کے ساتھ نیکی کی گئی ہے اس کی ناقدری کرکے اس کو ضائع کردے لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں نیکی ضائع نہیں ہوتی۔

فائدہ ابو الیسرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگتے تھے "اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْهَدَمِ وَالتَّرَدِّىْ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْحَرَقِ وَالْغَرَقِ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنْ اَنْ يَّتَخَبَّطَنِىَ الشَّيْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنْ اَنْ اَمُوْتَ فِىْ سَبِيْلِکَ مُدْبِرًا وَ اَعُوْذُبِکَ اَنْ اَمُوْتَ لَدِيْغًا" (اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں گرنے اور تباہ ہونے سے اور پناہ مانگتا ہوں جلنے اور ڈوبنے سے اور پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ شیطان مجھے موت کے وقت گمراہ کردے اور پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میدان جہاد سے فرار اختیار کروں اور پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میری موت ڈسنے کی وجہ سے ہو)

جاحظ کہتے ہیں کہ علماء کے نزدیک اس دعا کی تاویل یہ ہے کہ شیطان اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا دشمن ہے اس لئے وہ بندہ مومن کو موت کے وقت بہکاتا ہے تا کہ مومن کا خاتمہ بالخیر نہ ہو سکے' اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان کے شر سے پناہ مانگی ہے۔

فائدہ | سانپ اور بچھو کے ڈسے ہوئے کو ملسوع اور ملدوغ کہا جاتا ہے' بعض علمائے مقتدین نے کہا ہے کہ جو شخص رات کے اول حصہ میں اور دن کے اول حصہ میں یہ الفاظ پڑھ لے۔

''اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ''

تو وہ شخص سانپ اور بچھو کی زبان اور چور کے ہاتھ سے مامون رہے گا

بچھو کے ڈسے ہوئے کو جھاڑنے کا عمل اور یہ عمل بھی مجرب اور آزمودہ ہے۔ جھاڑنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ سب سے پہلے اس آدمی سے جس کو بچھو یا سانپ وغیرہ نے ڈس لیا ہے پوچھے کہ درد کہاں تک پہنچا ہے پھر اس جگہ پر جہاں تک درد پہنچا ہے لوہے کی ایک سلاخ رکھے اور جھاڑ کی دعا پڑھے اور بار بار پڑھتا رہے اور درد کی جگہ اس سلاخ سے دباتا رہے۔ یہاں تک کہ درد سمٹ کر زخم پر پہنچ جائے پھر اس جگہ کو چوسنا شروع کر دے اور جب تک درد بالکل ختم نہ ہو جائے اس جگہ کو برابر چوستا رہے۔ دعا یہ ہے

''سَلَام'' عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعَالَمِیْنَ وَ عَلٰی مُحَمَّدٍ فِی الْمُرْسَلِیْنَ مِنْ حَامِلَاتِ السَّمِ اَجْمَعِیْنَ لَا دَابَّۃَ بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا وَ رَبِّیْ اٰخِذٌ'' بِنَا صِیَتِھَا اَجْمَعِیْنَ کَذٰلِکَ یُجْزِیْ عِبَادِہِ الْمُحْسِنِیْنَ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ نُوح نوح نوح قَالَ لَکُمْ نُوْح'' مَنْ ذَکَرَنِیْ فَلَا تَلْدَ غُوْہُ اِنَّ رَبِّیْ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْم'' وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ''

سانپ کے ڈسنے یا باؤلے کتے کے کاٹنے یا زہر پی لینے والے کیلئے مجرب جھاڑ | علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے بعض علمائے محققین کے قلم کا لکھا ہوا یہ منتر دیکھا ہے کہ اگر سانپ کے کاٹے ہوئے یا کتے کے کاٹے ہوئے کو یا زہر پی لینے والے کو یا اس کے پیغام رساں (یعنی وہ شخص جو جھاڑنے والے کو بلانے آئے) کو سیدھا کھڑا کیا جائے اور اس کے دونوں قدموں کے گرد ایک دائرہ اس طرح کھینچا جائے کہ داہنے پاؤں کے انگوٹھے سے دائرہ شروع ہو کر پھر اسی جگہ لوٹ آئے۔ پھر فولاد کی ایک نئی چھری سے دونوں قدموں کے درمیان ایک دوسرا خط کھینچا جائے۔ اس کے بعد داہنے پاؤں کے تلوے اور بائیں پاؤں کے ٹخنے کے نیچے سے مٹی اٹھا کر ایک پاک برتن میں ڈال دی جائے اور پھر اس مٹی پر پانی چھڑک دیا جائے۔ پھر چھری لے کر ایک دوسرے برتن میں کھڑی کی جائے۔ اس طریقہ پر کہ چھری کی نوک اوپر کی طرف ہو۔ اس کے بعد وہ پانی جو پہلے برتن میں ہے (جس میں قدموں کی مٹی بھی ہے) اس چھری پر جو دوسرے برتن میں کھڑی ہے بہایا جائے اور بہاتے وقت منتر پڑھا جائے اس طرح پانی بہایا جائے کہ آپ کے منتر کے ختم ہوتے ہی پانی بھی ختم ہو جائے۔ پھر چھری کو اٹھا کر پہلے برتن میں جو خالی ہوا ہے اس طرح کھڑا کیا جائے اور وہی عمل دہرایا جائے۔ پھر اس پانی کو سانپ یا باؤلے کے کتے کے کاٹے ہوئے کو یا زہر پینے والے کو پلا دیا جائے۔ انشاء اللہ فوراً شفا نصیب ہوگی۔ منتر یہ ہے

'' سَارَا سَارَا فِی سَارَا عَاتِیْ نُوْرْ'' نُوْرْ'' نُوْرْ'' اناوارمیاہ فاہ یا طُوَا کاطوا برملس اوزانا و صنانیما کاما یوقا بانیا ساتیا کاطوط اصباوتا ابریلس توتی تنا اوس''

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ منتر نہایت مجرب اور آزمودہ ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب مثال دی ہے ۔

قَالُوْا حَبِیْبُکَ مَلْسُوْع'' فَقُلْتُ لَھُمْ مِنْ عَقرب الصدغ أومن حیۃ الشعر

''لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تیرے محبوب کو کسی زہریلے کیڑے نے ڈس لیا ہے' پس میں نے ان سے کہا کہ کنپٹی کے بچھو نے اسے ڈس لیا ہے یا اس کی زلفوں کی ناگن نے اسے ڈس لیا ہے''

قَالُوْ بَلٰی مِنْ اِفَاعِیْ الْاَرْضِ قُلْتُ لَھُمْ وَ کَیْفَ تَسْعِیْ افاعی الْاَرْضُ لِلْقَمرِ

''وہ کہنے لگے کیوں نہیں بلکہ زمین کے سانپوں میں سے کسی سانپ نے اسے ڈس لیا ہے' میں نے ان سے کہا کہ زمینی سانپ چاند تک کیسے پہنچ سکتا ہے؟

جمال الملک بن افلح نے کہا ہے کہ ۔

وَقَالُوْا یَصِیْرُ الشعر فِیْ الْمَاءِ حَیَّۃً'' اِذَا الشَّمْسَ حَاذَتْہٗ فَمَاخِلْتَہٗ صِدْقًا

''اور لوگ کہتے ہیں بال پانی میں سانپ کی شکل اختیار کر لیتے ہیں جبکہ سورج کی روشنی ان پر پڑ رہی ہو پس مجھے ان کی یہ بات سچی معلوم نہیں ہوتی''

فَلَمَّا الْتَوٰی صُدْغَاہُ فِیْ مَاءِ وَجْھَہٗ'' وَقَدْ لَسعَا قَلْبِیْ تَیقنتہٗ حقًا

''پس جب محبوبہ نے اپنے چہرے پر پانی ڈالا اور اس کی زلفوں نے سانپ کی طرح بل کھا کر میرے دل کو ڈس لیا تو مجھے یقین آگیا کہ لوگوں کی بات سچی تھی''

عجیب حکایت مسعودی نے زبیر بن بکار سے نقل کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں دو بھائی سفر کے لئے نکلے' پس وہ دونوں راستہ میں ایک درخت کے سایہ میں جو سڑک کے کنارے تھا رک گئے' پس جب کچھ دیر کے بعد انہوں نے چلنے کا ارادہ کیا تو درخت کے پاس پڑے ہوئے پتھر کے نیچے سے ایک سانپ ایک دینار لئے ہوئے نکلا اور اس نے وہ دینار ان دونوں بھائیوں کے سامنے ڈال دیا۔ پس ان دونوں بھائیوں نے کہا کہ یہاں کوئی خزانہ مدفون ہے۔ پس ان بھائیوں نے تین دن تک وہاں قیام کیا اور وہ سانپ ہر روز ان کے لئے ایک دینار لا کر ان کے سامنے ڈال دیتا۔ پس ان بھائیوں میں سے ایک نے کہا کہ ہم کب تک اس سانپ کا انتظار کرتے رہیں گے لہٰذا کیوں نہ اس سانپ کو قتل کر کے خزانہ نکال لیا جائے۔ پس دوسرے بھائی نے اس کو منع کیا اور کہا کہ اگر خزانہ نہ ملا تو تمہاری محنت ضائع ہو جائے گی۔ پس اس نے اپنے بھائی کی بات نہیں مانی اور ایک کلہاڑی لے کر سانپ کے انتظار میں بیٹھ گیا اور جوں ہی سانپ نے پتھر سے سر باہر نکالا اس نے کلہاڑی سے اس پر حملہ کیا لیکن پوری طرح کامیاب نہ ہو سکا۔ پس سانپ زخمی ہو گیا لیکن اس کی موت واقع نہیں ہوئی' پس سانپ نے تیزی سے پلٹ کر جوابی حملہ کیا اور اس حملہ آور کو ڈس لیا جس سے اس کی موت واقع

ہوگئی۔ پھراس کے بعد سانپ پتھر میں گھس گیا۔ پس دوسرے بھائی نے اپنے مقتول بھائی کو دفن کیا اور وہیں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ جب دوسرے دن سانپ دوبارہ نکلا تو اس کے منہ میں کوئی دینار نہیں تھا اور اس کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ پس سانپ اس کی طرف لپکا' پس اس نے کہا کہ تجھے معلوم ہے کہ میں نے اپنے بھائی کو اس اقدام سے روکا تھا اور میں تیرے قتل پر راضی نہیں تھا لیکن اس بدبخت نے میری بات نہیں مانی اور تم پر حملہ آور ہوا جس کے نتیجے میں وہ اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا۔ پس کیا یہ ممکن نہیں کہ تم مجھے کوئی نقصان نہ پہنچاؤ اور میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا اور تم اسی طرح مجھ پر مہربان ہو جاؤ جیسے پہلے دن مہربانی کی تھی۔ پس سانپ نے کہا نہیں۔ سانپ نے کہا کہ اچھی طرح جانتا ہوں کہ تیرا دل میرے متعلق کبھی صاف نہیں ہوگا کیونکہ میں نے تیرے بھائی کو قتل کیا ہے اور تو اس کی قبر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اور میرا دل بھی تیرے متعلق صاف نہیں ہوسکتا کیونکہ میرے سر کا زخم مجھے اس صدمہ کی یاد دلاتا رہے گا جو تیرے بھائی کے ہاتھوں مجھے پہنچا ہے۔ پھر اس سانپ نے (جو دراصل جن تھا) نابغہ جعدی کا یہ شعر پڑھا

وَمَا لَقِیْتُ ذَاتَ الصَّفَا حَلِیْفَهَا وَکَانَتْ تُرِیْهِ الْمَالُ رَبًّا وَ ظاهره

''اور میں اپنے دشمن سے کوئی نیک معاملہ نہیں دیکھ سکا حالانکہ میرا مال اس کی پرورش کرتا تھا اور اس کے ظاہر کا خبر گیر تھا''

ایک انوکھی حکایت رحلہ بن صلاح اور تاریخ ابن نجار میں یوسف بن علی بن محمد زنجانی فقیہ شافعی مسلک کے ترجمہ میں مذکور ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ شیخ ابو اسحٰق شیرازیؒ نے قاضی امام ابوطیب سے بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں بغداد کی جامع منصور میں بہت سے اہل علم کے ساتھ موجود تھا کہ ایک خراسانی آیا اور اس نے ''مسئلہ مصراۃ'' پر دلیل طلب کی۔ پس کسی دلیل دینے والے نے حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کو حجت قرار دیا جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مذکور ہے۔ اس نوجوان نے کہا کہ ابو ہریرہؓ کی روایت قابل قبول نہیں ہے۔ قاضی فرماتے ہیں کہ وہ نوجوان ابھی اپنی بات بھی پوری نہیں کرسکا تھا کہ اس کے پاس ایک بڑا سانپ چھت سے آ کر گرا۔ پس لوگ بھاگ گئے' پس وہ سانپ اس خراسانی نوجوان پر حملہ آور ہوا اور اس کے پیچھے لگ گیا' پس اس نوجوان سے کہا گیا کہ توبہ کرو' توبہ کرو' پس اس نوجوان نے کہا کہ میں توبہ کرتا ہوں۔ پس اس کے بعد سانپ غائب ہوگیا اور اس کا نام ونشان بھی باقی نہ رہا۔ ابن صلاح کہتے ہیں کہ یہ واقعہ مستند ہے اور اس کو قاضی ابوطیب' طبری، ابو اسحٰق اور ابو القاسم زنجانی نے نقل کیا ہے۔

دوسرا واقعہ اسی واقعہ سے ملتا جلتا ایک اور واقعہ بھی ہے جسے ابوالیمین کندی نے نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو منصور قزاز نے اور ان سے ابوبکر محمد بن قاسم نحوی نے ان سے کریمی نے اور ان سے یزید بن قرۃ الدرع نے اور انہوں نے عمر بن حبیب سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔ ابن حبیب فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ ہارون الرشید کی مجلس میں حاضر ہوا تو وہاں ''مسئلته المصراۃ'' پر بحث ہونے لگی۔ بعض حضرات نے حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کو بطور دلیل پیش کیا۔ دوسرے فریق نے کہا کہ ابو ہریرہؓ ''مقبول الروایت'' نہیں ہیں۔ پس ہارون الرشید نے بھی ان کی تائید کی۔ پس میں آگے بڑھا اور میں نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور حضرت ابو ہریرہؓ ثقہ راوی ہیں۔ پس ہارون الرشید نے میری طرف غصہ بھری نظروں سے دیکھا۔ پس میں مجلس سے اٹھ کر اپنے گھر آ گیا۔ پس ابھی میں بیٹھا ہی نہ تھا کہ دروازے پر سپاہی آ گیا اور کہنے لگا کہ امیر المومنین نے حاضر ہونے

کا حکم دیا ہے۔ پس آپ ابھی میرے ساتھ تشریف لایئے۔ پس میں نے دل ہی دل میں کہا کہ اے اللہ تو خوب جانتا ہے کہ میں نے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کی مدافعت کی ہے اور تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ پر طعن کو جرم قرار دیا ہے پس اے پروردگار ہارون الرشید سے میری حفاظت فرما۔ پس میں ہارون الرشید کے دربار میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ہارون الرشید سونے کی کرسی پر آستین چڑھائے ہوئے ہاتھ میں تلوار لئے بیٹھا ہے اور اس کے سامنے وہ چمڑا بچھا ہوا ہے جو مجرم کے قتل کے لئے بچھایا جاتا ہے۔ پس ہارون الرشید نے مجھے دیکھ کر کہا کہ اے ابن حبیب آج تک کسی کو ہمت نہیں ہوئی کہ وہ میری بات کی تردید کرے جس طرح تو نے تردید کی ہے۔ پس میں نے کہا اے امیر المومنین جو آپ نے کہا تھا اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے احکامات پر عیب لگتا ہے۔ پس ہارون الرشید نے کہا کہ وہ کیسے؟ پس میں نے کہا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو جھوٹا قرار دیا جائے تو پوری شریعت باطل ہو جائے گی اور تمام فرائض نماز' روزہ' حج نکاح' طلاق اور حدود وغیرہ کے احکام غلط اور باطل ہو جائیں گے کیونکہ یہ سب کچھ صحابہؓ کے ذریعے سے ہم تک پہنچا ہے اور صحابہ کرامؓ کے علاوہ معرفت دین کے لئے ہمارے پاس کوئی اور ذریعہ نہیں ہے۔ پس ہارون الرشید نے اپنے دل ہی دل میں غور کیا اور کہا اے ابن حبیب تو نے تو مجھے نئی زندگی بخشی ہے۔ اللہ تعالیٰ تجھے بھی زندگی عطا فرمائے' پھر اس کے بعد ہارون الرشید نے میرے لئے دس ہزار درہم بطور انعام دیئے جانے کا حکم دیا (اسی واقعہ کے مثل ایک اور واقعہ بھی ہے جو عنقریب انشاء اللہ ''باب القاف'' میں ''قرد'' کے بیان میں اس آدمی سے متعلق آئے گا جو حضرت معاویہ بن سفیانؓ پر اعتراض کیا کرتا تھا اور حضرت معاویہؓ منبر پر تشریف فرما ہوتے تھے۔)

اختتامیہ طارق ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ حضرت عمر خطابؓ نے میراث کے بہت سے مقدموں میں دادا کو بھائیوں کے مثل قرار دے کر فیصلے کئے۔ پھر حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ کو جمع کیا اور ایک لوہے کا ٹکڑا لیا تا کہ اس میں یہ تحریر لکھ دیں اور صحابہ کرامؓ یہ سمجھ رہے تھے کہ حضرت عمرؓ میراث کے سلسلے میں دادا کو باپ کے مثل قرار دے دیں گے۔ پس اچانک ایک سانپ نکل آیا۔ پس صحابہ کرامؓ منتشر ہو گئے۔ پس حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر اللہ کی مشیت یہ ہوئی کہ میں اس فیصلہ کو نافذ کر دوں تو میں ضرور اس کو نافذ کروں گا۔ پھر اس کے بعد حضرت عمرؓ حضرت زید بن ثابتؓ کے گھر تشریف لائے۔ پس اجازت طلب کی اور گھر میں داخل ہوئے اور حضرت زید بن ثابتؓ اس وقت ایک باندی سے سر میں تیل لگوا رہے تھے۔ پس حضرت زیدؓ نے باندی کو ہٹ جانے کا حکم دیا۔ پس حضرت زیدؓ نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ آپ قاصد بھیج دیتے میں خود حاضر ہو جاتا۔ پس حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے حاجت تھی اس لئے میں خود آپ کے پاس آیا ہوں اور میرا ارادہ یہ ہے کہ میں دادا کی میراث کے سلسلہ میں دادا کو باپ کے قائم مقام قرار دے دوں۔ حضرت زیدؓ نے فرمایا کہ میں آپ کی رائے سے اتفاق نہیں کرتا۔ پس حضرت عمرؓ غصہ کی حالت میں گھر سے نکل گئے۔ پھر حضرت عمرؓ نے حضرت زیدؓ کے پاس پیغام بھیجا۔ پس حضرت زیدؓ نے دادا کی میراث کے متعلق اپنی رائے ایک لکڑی کے ٹکڑے پر لکھ کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں بھیج دی اور ایک درخت کی مثال سے مسئلہ کی وضاحت کی کہ اگر کوئی درخت ایک تنے پر اگے اور پھر اس سے ایک شاخ نکلے اور پھر اس شاخ سے ایک اور شاخ نکلے تو یہ تنا تمام شاخوں کو سیراب کرتا ہے۔ پس اگر پہلی شاخ کو کاٹ دیا جائے تو پانی دوسری

شاخ کی جانب لوٹ جاتا ہے اور اگر دوسری شاخ کو بھی کاٹ دیا جائے تو پانی پھر پہلی شاخ کی جانب لوٹ آتا ہے۔ پس جب حضرت عمرؓ کے پاس حضرت زیدؓ کا مراسلہ پہنچا تو حضرت عمرؓ نے لوگوں سے خطاب فرمایا۔ پھر حضرت زیدؓ کا مراسلہ پڑھ کر سنایا اور فرمایا حضرت زیدؓ کا دادا کی وراثت کے مسئلہ میں یہ قول ہے اور میں اس کو نافذ کرتا ہوں۔

تذنیب امام حافظ ابوعمر ابن عبدالبر وغیرہ سے مروی ہے کہ ابو ہراش ہذلی (جن کا نام خویلد بن مرقعات تھا) کی وفات حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں سانپ کے ڈسنے کی وجہ سے ہوئی۔ ابوعمر کہتے ہیں کہ ابوخراش اس قدر تیز دوڑتے تھے کہ بعض اوقات وہ گھوڑوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیتے تھے۔ ابوخراش کا ایک شعر یہ ہے ۔

رَقُوْنِیْ وَقَالُوْا یَا خُوَیْلَدُ لَا تَرُعْ   فَقُلْتُ وَأَنْكَرْتُ الْوُجُوْهُ هُمْ هُمْ

''مجھے جھاڑنے والوں نے سانپ کے کاٹے سے جھاڑا اور کہنے لگے کہ اے خویلد مت ڈرو، پس میں نے کہا کہ میں چہروں کو نہیں پہچانتا اور نیند کی وجہ سے میرا سر نیچے کو جھک رہا ہے''

ابوخراش مسلمان ہوگئے تھے اور وہ اسلامی احکامات پر سختی سے کاربند تھے۔ ابوخراش کی موت کا سبب یہ ہوا تھا کہ ایک مرتبہ کچھ یمنی لوگ جو کہ حج کو جارہے تھے آپ کے ہاں مقیم ہوگئے اور پانی آپ کے گھر سے دور تھا اور آپ کے گھر میں پانی ختم ہو چکا تھا' پس آپ نے یمنی مہمانوں سے کہا کہ آج کی رات گھر میں اتفاق سے پانی ختم ہوگیا ہے لہٰذا یہ رسی' مشک اور ایک بکری ہے۔ آپ فلاں جگہ سے پانی لے کر اس بکری کو ذبح کر کے پکا لینا اور جب یہاں سے رخصت ہوں تو یہ رسی اور مشک کنویں پر ہی چھوڑ جانا۔ صبح کو یہاں سے جا کر کوئی لے آئے گا۔ پس مہمانوں نے کہا اللہ کی قسم آج کی رات ہم بالکل سفر نہیں کریں گے یہاں تک کہ پانی بھی نہیں لائیں گے۔ پس جب ابوخراش نے مہمانوں کی حالت دیکھی تو خود ہی رسی اور مشک لے کر کنویں کی طرف دوڑے تاکہ مہمانوں کے لئے پانی لے آئیں۔ پس کنویں پر پہنچ کر پانی بھر کر گھر واپس ہوئے تو راستے میں ایک سانپ نے آپ کو ڈس لیا۔ پس آپ جلدی سے گھر پہنچے اور مہمانوں کو پانی دے کر کہا کہ بکری ذبح کرو اور کھاؤ اور مہمانوں کو اس بات کی خبر نہیں دی کہ مجھے سانپ نے ڈس لیا ہے۔ پس مہمانوں نے بکری ذبح کر کے پکائی اور خوب سیر ہو کر کھائی یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور ابوخراش نے صبح اس حالت میں کی کہ آپ کی موت واقع ہو چکی تھی۔ پس مہمان تدفین وغیرہ میں شریک ہو کر واپس روانہ ہوگئے۔ پس جب ابوخراش کی وفات کی خبر حضرت عمرؓ کو ملی کہ ابوخراش کی وفات یمنی مہمانوں کی وجہ سے ہوئی ہے تو حضرت عمرؓ کو سخت غصہ آیا اور فرمانے لگے کہ اگر مہمان نوازی سنت نہ ہوتی تو میں حکم دے دیتا کہ آئندہ کسی یمنی کو ہرگز مہمان نہ رکھا جائے اور اس حکم کو تمام ممالک اسلامیہ میں شائع کرا دیتا۔ پھر حضرت عمرؓ نے اپنے عامل یمن کے نام ایک حکم نامہ ارسال فرمایا کہ جب یہ مہمان حج کرنے کے بعد واپس آئیں تو ان سے ابوخراشؓ کی دیت وصول کی جائے اور تادیباً ان کو سزا بھی دی جائے۔

ایک عجیب وغریب واقعہ قاضی امام شمس الدین احمد بن خلکان نے ''وفیات الاعیان'' میں عمادالدولہ ابوالحسن علی بن بویہ کے حالات میں لکھا ہے کہ ان کے والد مچھلی کا شکار کرتے تھے اور ان کا ذریعہ معاش ہی شکار تھا۔ ان کے تین لڑکے تھے' سب سے بڑے عمادالدولہ' ان سے چھوٹے رکن الدولہ اور سب سے چھوٹے معزالدولہ تھے۔ یہ تینوں لڑکے بادشاہ ہوئے ہیں اور عمادالدولہ ان

دونوں کی خوشحالی اور شہرت کا سبب بنے۔ عماد الدولہ کی مملکت میں عراق' عرب وعجم اور اھواز اور فارس وغیرہ شامل تھے۔ عماد الدولہ کو ایک عجیب اتفاق پیش آیا کہ جب شیراز ان کے قبضہ میں آیا تو ان کے رفقاء ان کے پاس آ کر جمع ہوئے اور ان سے مال طلب کیا۔

عماد الدولہ کے پاس اس وقت اتنا مال نہیں تھا کہ اس کو دے کر ان کو راضی کر لیتے چنانچہ اس فکر کی وجہ سے عماد الدولہ کی ہمت پست ہوگئی چنانچہ عماد الدولہ فکر میں مبتلا اٹھ کر ایک دوسرے کمرے میں چلے گئے اور کوئی تدبیر سوچنے لگے لیکن جب کوئی تدبیر ان کے ذہن میں نہیں آئی تو پھر واپس مصاحبوں کے پاس آ گئے۔ چنانچہ اسی طرح کئی دن گزر گئے لیکن رفقاء مال کے لئے تقاضا کرنے لگے۔ پس عماد الدولہ پھر اسی کمرے میں آ کر لیٹ گئے اور کوئی تدبیر سوچنے لگے ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ اچانک عماد الدولہ کو ایک سانپ نظر آیا جو کمرے کی چھت کے ایک شگاف سے نکلا اور دوسرے شگاف میں داخل ہوگیا۔ پس عماد الدولہ خوفزدہ ہوگئے کہ کہیں یہ سانپ مجھ پر نہ گر پڑے۔ پس عماد الدولہ نے فراشوں کو بلایا اور انہیں سیڑھی لانے کا حکم دیا اور انہیں حکم دیا کہ سانپ کو دیکھو وہ کہاں فرار ہوگیا ہے؟ پس جب فراشوں نے چھان بین شروع کی تو معلوم ہوا کہ اس چھت اور دوسری چھت جو اس سے ملحق تھی کے درمیان ایک کھڑکی لگی ہوئی ہے۔ پس فراشوں نے عماد الدولہ کو اس کی خبر دی۔ پس عماد الدولہ نے اس کھڑکی کو کھولنے کا حکم دیا۔ چنانچہ جب اس کھڑکی کو کھولا گیا تو اس کے اندر صندوق رکھے ہوئے تھے۔ پس عماد الدولہ نے صندوقوں کو کھولنے کا حکم دیا چنانچہ جب ان صندوقوں کو کھولا گیا تو ان کے اندر سے پانچ لاکھ دینار کی رقم برآمد ہوئی جو عماد الدولہ کے سامنے پیش کی گئی۔ پس عماد الدولہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے یہ رقم اپنے رفقاء میں تقسیم کر دی۔ پس اللہ تعالیٰ نے عماد الدولہ کے بگڑے کام کو پھر بنا دیا۔ ان صندوقوں میں ان دیناروں کے علاوہ عمدہ قسم کے کافی تعداد میں کپڑوں کے تھان بھی بھرے ہوئے تھے۔ پھر اس کے بعد عماد الدولہ نے ان کپڑے کے تھانوں کو جو صندوقوں سے برآمد ہوئے تھے پہننے کے کپڑے سلوانے کے لئے ایک ماہر درزی کی تلاش شروع کی۔ پس لوگوں نے کہا کہ جو درزی سابق بادشاہ کے کپڑے سیتا تھا اس سے اچھا اور کوئی درزی یہاں نہیں ہے۔ پس عماد الدولہ نے درزی کو حاضر کرنے کا حکم دیا جو کہ شہر میں کہیں مقیم تھا۔ پس یہ درزی بہرہ تھا اور اس کے پاس سابق بادشاہ کی کچھ امانت بھی موجود تھی۔ پس جب عماد الدولہ نے درزی کو بلایا تو درزی نے سمجھا کہ شاید کسی چغل خور نے عماد الدولہ کو شکایت کر دی ہے اور اسے سابق بادشاہ کی امانت کا علم ہوگیا ہے۔ پس جب درزی کو عماد الدولہ کے پاس حاضر کیا گیا تو عماد الدولہ نے درزی کو کپڑے ناپنے کا حکم دیا۔ پس درزی بہرہ ہونے کی وجہ سے عماد الدولہ کی بات سمجھ نہ سکا اور اس نے فوراً کہا کہ خدا کی قسم! میرے پاس بارہ صندوقوں کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہے اور مجھے معلوم نہیں ہے کہ ان صندوقوں میں کیا چیزیں ہیں۔ پس عماد الدولہ درزی کے جواب سے متعجب ہوئے اور عماد الدولہ نے اپنے چند آدمیوں کو درزی کے ساتھ بھیجا اور کہا کہ وہ صندوق اٹھا لاؤ۔ پس درزی نے گھر جا کر صندوقوں کو ان آدمیوں کے حوالے کر دیا اور ان آدمیوں نے وہ صندوق عماد الدولہ کے پاس لا کر رکھ دیئے۔ پس عماد الدولہ نے ان صندوقوں کو کھولنے کا حکم دیا۔ پس جب صندوقوں کو کھولا گیا تو ان میں قسم قسم کے قیمتی کپڑے تھے۔ پس یہ عماد الدولہ کے سعادت مند ہونے کی علامت ہے۔ عماد الدولہ کی وفات ۳۳۸ھ میں ہوئی ہے۔

الحکم: سانپ ضرر کی وجہ سے حرام ہے۔ اسی طرح وہ تریاق جو سانپ کے گوشت سے تیار کیا جاتا ہے اس کا کھانا مکروہ تحریمی ہے

البتہ دریا میں پائی جانے والی مچھلی جو سانپ کے مشابہ ہوتی ہے وہ حلال ہے۔ امام شافعیؒ کا یہی مسلک ہے نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سانپ کو قتل کرنے کا جو حکم دیا ہے وہ استحباب پر محمول ہوگا۔

احادیث نبویؐ میں سانپ کا تذکرہ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقام منیٰ کے ایک غار میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت سورہ مرسلات نازل ہوئی۔ پس ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اس سورت کو رغبت سے سن رہے تھے کہ اچانک ایک سانپ نمودار ہوا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو قتل کردو۔ پس ہم اس کی طرف دوڑے تا کہ اسے قتل کریں لیکن وہ ہم سے بچ کر فرار ہوگیا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے تمہارے شر سے بچالیا جیسے تمہیں اس کے شر سے محفوظ رکھا تھا۔'' (رواہ البخاری ومسلم ونسائی)

حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب سے ہماری ان سانپوں سے عداوت ہوئی ہم ان سے محفوظ نہیں رہے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جو سانپ کو قتل نہ کرے بلکہ چھوڑ دے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جس شخص نے سانپ اس ڈر سے بغیر قتل کئے چھوڑ دیا کہ وہ ہم سے بدلہ لے گا تو اس آدمی پر اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سانپ' بچھو' چوہا اور کوا فاسق یعنی اللہ تعالیٰ کے نافرمان ہیں۔ (رواہ البیہقی)

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے سانپ کو قتل کیا تو اس نے گویا مشرک آدمی کو قتل کرڈالا اور جس نے سانپ کو اس خوف سے چھوڑ دیا کہ وہ ہم سے بدلہ لے گا تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (رواہ الامام احمد فی مسندہ)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ سانپ ممسوخ ہیں جیسا کہ بنی اسرائیل بندروں کی صورت میں مسخ کردیئے گئے تھے۔

ابن حبان اور طبرانی نے روایت نقل کی ہے کہ گھروں میں نکلنے والے سانپوں کو دیکھتے ہی قتل نہ کیا جائے بلکہ تین دن تک ان کو تنبیہ کی جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ منورہ میں کچھ جن (JINN) مسلمان ہوگئے تھے۔ پس جب تم گھر میں سانپ دیکھو تو اسے تین دن کی مہلت دو۔ بعض اہل علم نے اس حدیث کو صرف مدینہ منورہ کے لئے محدود کر رکھا ہے لیکن علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ حکم عام ہے اور ہر شہر میں اس پر عمل ہوسکتا ہے۔

ہشام بن زہرہ کے مولیٰ ابوسائب سے روایت ہے کہ میں حضرت ابوسعید خدریؓ کے گھر داخل ہوا۔ پس میں نے ان کو نماز کی حالت میں پایا' پس میں بیٹھ گیا اور نماز سے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگا' پس میں نے ایک چارپائی کے نیچے جو مکان کے ایک کونے میں بچھی ہوئی تھی کسی چیز کی سرسراہٹ سنی' پس میں اس طرف متوجہ ہوا تو دیکھا کہ ایک سانپ ہے۔ پس میں اٹھا تا کہ اسے قتل کردوں' پس حضرت ابوسعیدؓ نے نماز کی حالت ہی میں انگلی کے اشارے سے بیٹھنے کے لئے کہا۔ پس میں بیٹھ گیا' پس جب حضرت ابو سعید خدریؓ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے گھر کے ایک کمرے کی طرف اشارہ کیا۔ پس حضرت ابوسعید نے فرمایا کہ کیا تو نے اس گھر کو دیکھا ہے' میں نے کہا ہاں' حضرت ابوسعیدؓ نے فرمایا کہ اس گھر میں ایک نوجوان جس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی رہائش پذیر تھا'

پس ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ خندق میں شرکت کے لئے گئے اور وہ نوجوان بھی ہمارے ساتھ تھا۔ وہ نوجوان نصف النہار (دوپہر) کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر گھر آجاتا اور پھر لوٹ جاتا۔ پس ایک دن اس نوجوان نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جاؤ تو اپنے ساتھ ہتھیار بھی لے کر جایا کرو کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں بنی قریظہ تمہیں نقصان نہ پہنچائیں۔ پس اس نوجوان نے اپنا نیزہ اپنے ساتھ لے لیا' پھر وہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ آیا۔ پس اس نے اپنی بیوی کو دروازے پر کھڑی ہوئی پایا۔ پس یہ منظر دیکھ کر اسے غیرت آئی اور اس نے بیوی کو مارنے کے لئے نیزہ سیدھا کر لیا' پس اس کی بیوی نے کہا کہ اپنے نیزے کو روک لو اور گھر میں چلو یہاں تک کہ تم دیکھ لو کہ میرے باہر نکلنے کی وجہ کیا ہے۔ پس وہ اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ ایک بڑا سانپ کنڈلی مارے ہوئے بستر پر براجمان ہے۔ نوجوان نے سانپ کو نیزہ مارا۔ پس سانپ نے نوجوان کو ڈس لیا جس سے نوجوان کی موت واقع ہوگئی۔ پس سانپ بھی مر گیا لیکن یہ معلوم نہیں کہ پہلے کس کی موت واقع ہوئی؟ سانپ کی یا نوجوان کی۔

راوی کہتے ہیں کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس واقعہ کی خبر دی اور عرض کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ اس نوجوان کو زندگی عطا فرما دے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے ساتھی کے لئے استغفار کرو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ منورہ میں کچھ جنات ہیں جنہوں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ پس جب تم کسی سانپ کو گھر میں دیکھو تو اسے قتل کرنے سے پہلے تین دن تک تنبیہ کرو۔ پس اگر اس کے بعد وہ تمہارے سامنے آئے تو اسے قتل کردو کیونکہ وہ شیطان ہے۔ (رواہ مسلم' ورواہ الامام مالک فی الموطا)

اہل علم کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ سانپ کو تین مرتبہ تنبیہ کرنا ہے یا تین دن تک تنبیہ کرنا ہے۔ جمہور کے نزدیک زیادہ صحیح بات یہی ہے کہ تین دن تک سانپ کو تنبیہ کی جائے بصورت دیگر اسے قتل کر دیا جائے۔ نیز سانپ کو تنبیہ کرنے کے لئے درج ذیل کلمات کہے" اَنْشُدُکُنَّ بِالْعَهْدِ الَّذِیْ اَخَذَهٗ عَلَیْکُنَّ نُوْح" وَ سُلَیْمَانُ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ اَنْ لَّا تُبْدُوْ وَلَا تُؤْذُوْ نَا" (میں تمہیں وہ وعدہ یاد دلاتا ہوں جو حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے تم سے لیا تھا کہ تم ہمارے سامنے نہ آؤ اور ہمیں اذیت نہ پہنچاؤ)

''اسد الغابۃ'' میں عبدالرحمن بن ابی یعلیٰ سے یہ روایت مروی ہے۔ عبدالرحمن بن ابی یعلیٰ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہیں سانپ گھر میں دکھائی دے۔ پس تم اس سے کہو کہ ہم تجھے حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام سے کیا ہوا وعدہ یاد دلاتے ہیں کہ تم ہمیں اذیت نہ پہنچاؤ۔ پس اگر اس کے بعد وہ دوبارہ نظر آئے تو اسے قتل کر ڈالو۔ (رواہ عبدالرحمن بن ابی یعلیٰ)

حافظ ابوعمر عبدالبر سے روایت ہے کہ عقبہ بن عامر بن نافع بن عبد قیس فہری نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک میں پیدا ہوئے اور یہ عمرو بن العاصؓ کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ جب عقبہ بن عامر نے افریقہ کو فتح کیا تو آپ ''قیروان'' نامی جگہ (جہاں سانپ بہت زیادہ تھے) پر کھڑے ہوگئے اور بلند آواز سے اعلان کیا کہ اے اہل وادی ہم انشاء اللہ یہاں قیام کریں گے لہٰذا یہ علاقہ خالی کردو تین مرتبہ فرمایا۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ ہر پتھر اور درخت کی جڑ سے سانپ نکلتے اور وادی کو چھوڑ کر دوسرے علاقے میں

جاتے تھے۔ پس جب پورا علاقہ سانپوں سے خالی ہوگیا تو حضرت عقبہ بن عامرؓ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ اب اللہ کا نام لے کر قیام کرو۔

حضرت عقبہ بن عامر مستجاب الدعوات تھے۔ علماء احناف کے نزدیک سفید سانپ کو مارنا ممنوع ہے کیونکہ یہ جن (JINN) ہوتا ہے۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ تمام سانپوں کو قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن افضل واولیٰ یہی ہے کہ قتل کرنے سے پہلے ان کو تنبیہ کرلی جائے۔

ایک آزمودہ عمل علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میرے بعض مشائخ سے مجھے اس مجرب عمل کے متعلق خبر پہنچی ہے کہ کاغذ کے چار ٹکڑوں پر مندرجہ ذیل حروف لکھ کر گھر کے چاروں کونوں میں ایک ایک کاغذ پر رکھ دیں۔ پس اس عمل سے سانپ بھاگ جائیں گے اور انشاء اللہ کوئی بھی سانپ گھر میں داخل نہیں ہوگا۔ حروف یہ ہیں۔

۱۱۶۱۱۱۸۷۱رح۵۵۷۱۱۵۱۱وو۷

وو۱۵رو۱۱م۱۱ح۱۱۱ط۵ھ۸

ایک فقہی مسئلہ ''کتاب الاحیاء'' میں آداب سفر کے باب میں مذکور ہے کہ جب کوئی شخص سفر یا حضر میں موزہ پہنے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ اس کو پہننے سے پہلے جھاڑ لے تاکہ سانپ اور بچھو کے کاٹنے کے ممکنہ خطرہ سے محفوظ رہے۔ اس مسئلہ کی دلیل ابوامامہ باہلی کی حدیث ہے جو ہم انشاء اللہ ''باب الغین'' میں ''لفظ غراب'' کے تحت ذکر کریں گے۔

فتاویٰ امام نوویؒ میں اس مسئلہ کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ اگر کوئی سپیرا سانپ پکڑ لے جیسا کہ ان کی عادت ہے اور سانپ اس کو ڈس لے جس سے سپیرا کی موت واقع ہوجائے تو اس صورت میں سپیرا گنہگار ہوگا یا نہیں؟ پس اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اگر سپیرا نے سانپ کو اس نیت کے ساتھ پکڑا ہے کہ لوگ اس کے فن پر اعتماد کرنے لگیں اور وہ اس فن میں مہارت بھی رکھتا ہو تو غالب گمان کے مطابق وہ سانپ سے محفوظ و مامون رہے گا۔ البتہ اگر اس کے باوجود سانپ کے ڈسنے کی وجہ سے اس کی موت واقع ہوجائے تو سپیرا گنہگار نہیں ہوگا اور اگر سپیرے سے کوئی سانپ فرار ہوکر کسی کو نقصان پہنچادے تو سپیرے سے کوئی ضمان نہیں لیا جائے گا۔ (فتاویٰ امام نوویؒ)

امام احمدؒ نے ''زہد'' میں لکھا ہے کہ ایک سپیرا جس کے پاس پٹارے میں چند سانپ تھے یمن میں کسی کے یہاں مہمان ہوا۔ پس رات کے وقت ایک سانپ پٹارے سے نکلا اور گھر کے کسی فرد کو ڈس لیا جس سے اس کی موت واقع ہوگئی۔ پس یمن کے گورنر نے اس واقعہ کے متعلق حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو خط لکھا۔ پس حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ سپیرے پر کوئی ضمان نہیں ہے البتہ سپیروں کو تاکید کردی جائے کہ اگر آئندہ وہ کسی کے گھر میں بطور مہمان قیام کریں تو اہل خانہ کو اس بات کی بھی اطلاع دے دیں کہ میرے ساتھ سانپ بھی ہیں۔ (رواہ الامام احمد فی الزہد)

حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے پیچھے سے میری دستار کا شملہ پکڑ کر فرمایا اے عمران بے شک اللہ تعالیٰ اپنی راہ میں مال خرچ کرنے والے سے محبت رکھتا ہے اور بخل کرنے والے سے بغض رکھتا ہے۔ پس تم کھاؤ بھی اور کھلاؤ بھی اور اگر تم نے ہاتھ روک لیا تو اللہ تعالیٰ رزق کے دروازے بند کردے گا۔ پس جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ کو بصیرت پر مبنی فیصلے بہت پسند

ہیں اور جب مصائب گھیر لیں تو عقل کی رہنمائی اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے اور سخاوت بھی اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے اگر چہ کھجوریں ہی دی جائیں نیز دلیری بھی اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے اگر چہ ایک سانپ ہی قتل کیا جائے۔ (کتاب الاربعین علی مذہب المحققین من الصوفیۃ)

امثال اہل عرب چستی و چالاکی کی مثال دیتے ہوئے کہتے ہیں "فُلَانٌ اَسْمَعُ مِنْ حَيَّةٍ وَاَعْدىٰ مِنْ حَيَّةٍ" لفظ اعدیٰ عدو سے ماخوذ ہے جس کے معنی دوڑنے کے ہیں کیونکہ سانپ جب خطرہ محسوس کرتا ہے تو انتہائی تیزی کے ساتھ اپنے بل میں گھس جاتا ہے۔ احادیث نبویؐ میں بھی اس کی مثال دی گئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان مدینہ میں سمٹ کر رہ جائے گا جیسے سانپ اپنے بل میں سمٹ کر رہ جاتا ہے۔ (رواہ البخاری و مسلم)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی ابتداء اجنبی ماحول میں ہوئی اور عنقریب یہ پھر اجنبی ہو جائے گا جیسے اس کی ابتداء ہوئی تھی پس غرباء (یعنی اجنبی لوگوں) کے لئے خوشخبری ہے۔ (رواہ الترمذی)

حدیث شریف میں ''مسجدین'' سے مراد مسجد حرام اور مسجد نبویؐ ہے اور ''یارز'' ملنے کے معنوں میں مستعمل ہے۔ پس اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آخر وقت میں مومن کا ایمان اور اس کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و الفت اسے مدینہ منورہ کی طرف کھینچ لائے گی اور اس کا یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ مدینہ منورہ دجال کے فتنہ سے محفوظ و مامون رہے گا اور اسلام مدینہ میں شان و شوکت کے ساتھ باقی رہے گا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے لوگوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی جانب رجوع مراد ہو۔ نیز یہ بھی احتمال ممکن ہے کہ علم دین اس وقت صرف مدینہ منورہ کے علماء سے ہی حاصل کیا جائے گا۔ انشاء اللہ عنقریب ''باب المیم'' میں امام ترمذیؒ کی یہ حدیث نقل کریں گے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ لوگ علم حاصل کرنے کے لئے دور دراز کا سفر کریں گے لیکن مدینہ کے عالم کے سوا انہیں کوئی عالم نہیں ملے گا۔ (رواہ الترمذی)

اہل عرب کسی چیز کی کراہت کو بیان کرنے کے لئے کہتے ہیں ''مِنْ رِيْحِ السذاب اِلَى الحيات'' (گندھک کی بدبو سانپ کو ناگوار محسوس ہوتی ہے)

جب کسی کمزور کا کسی طاقتور سے مقابلہ ہو تو اہل عرب یوں کہتے ہیں ''اَلْحَيَّةُ مِنَ الْحَيَّةِ'' اور کبھی اس طرح بھی کہتے ہیں کہ ''الحیوت من الحیۃ''۔

خواص سانپ کے طبی فوائد درج ذیل ہیں۔ عیسیٰ بن علی کہتے ہیں کہ اگر زندہ سانپ کے دانت اکھاڑ کر کسی ایسے شخص کے گلے میں ڈال دیئے جائیں جس کو چوتھیا بخار ہوتا ہو تو انشاء اللہ اس کو شفا نصیب ہوگی۔ نیز اگر دانت کے درد کے لئے سانپ کے دانت کو گلے میں ڈال لیا جائے تو بہت مفید ہے۔ سانپ کا گوشت حواس کی حفاظت کرتا ہے اور اس کے گوشت کا شوربہ بینائی میں اضافہ کرتا ہے۔ سانپ کا گوشت سخت اور گرم ہوتا ہے اور خون صاف کرتا ہے اور بہت سی بیماریوں کے لئے فائدہ مند ہے۔ سانپ کی کھال اگر اونی کپڑوں کے ساتھ رکھ دی جائے تو کپڑے خراب نہیں ہوتے اور کیڑے وغیرہ سے محفوظ رہتے ہیں۔ نیز اگر سانپ کی کھال کو جلانے

کے بعد زیتون کے تیل میں ملا کر درد والے دانت یا داڑھ پر لگایا جائے تو فوراً فائدہ ہوگا۔ اسی طرح سانپ کی کھال پیس کر سرکے میں ملا کر گنجے آدمی کے سر پر لیپ کیا جائے تو نئے اور صحت مند بال اگ آئیں گے۔ سانپ کی کھال اور بھنے ہوئے باز کی دھونی بواسیر کے لئے مفید ہے۔ سانپ کے انڈے کو پیس کر سرکہ میں حل کر کے اگر ایسے شخص کو لیپ کیا جائے جو تازہ تازہ برص کے مرض میں مبتلا ہوا ہو تو اس کا برص ختم ہو جائے گا۔ سانپ کی کھال کو تین کھجوروں کے ساتھ ملا کر ایسے شخص کو کھلایا جائے جو پھوڑے پھنسیوں کا مریض ہو تو انشاء اللہ اسے شفا نصیب ہوگی اور اگر صحت منداس کو کھالے تو پھوڑے پھنسیوں کے مرض سے محفوظ رہے گا۔ اگر سانپ کا دل چوتھیا بخار والے مریض کے گلے میں ڈالا جائے تو اسے فائدہ ہوگا۔

فائدہ ابن ابی شیبہ وغیرہ سے مروی ہے کہ ایک بوڑھا آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کی آنکھیں سفید اور بے نور ہو چکی تھیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ پس اس بوڑھے نے عرض کیا کہ میرا پاؤں لاعلمی میں ایک مرتبہ ایک سانپ کے انڈے پر رکھا گیا جس کی وجہ سے میری بینائی ختم ہوگئی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی آنکھوں پر اپنا لعاب مبارک لگا دیا۔ پس اس کی آنکھوں میں روشنی آگئی اور اس قدر بینائی تیز ہوگئی کہ ۸۰ سال کی عمر میں جبکہ ان کی آنکھیں سفید ہو چکی تھیں وہ سوئی میں دھاگہ داخل کر (پرو) لیتا تھا۔

التعبیر خواب میں سانپ کی تعبیر بہت سی چیزوں سے دی جاتی ہے۔ مثلاً دشمنی، دولت، زندگی، سیلاب، عورت اور اولاد وغیرہ، پس اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ وہ سانپ سے لڑ رہا ہے اور سانپ اس کو ڈسنے کی کوشش کر رہا ہے تو اس کی تعبیر دشمن سے دی جائے گی جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اِهْبِطُوْ مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ" (تم اترو اس سے یعنی جنت سے سب کے سب اور تم میں سے بعض، بعض کے دشمن ہیں) اگر کسی آدمی نے خواب میں دیکھا کہ اس نے سانپ کو پکڑ لیا ہے اور وہ سانپ پر غالب آگیا ہے اور جس طرح چاہتا ہے وہ سانپ کو بے بس کر دیتا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے دولت اور فتح و کامرانی نصیب ہوگی کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سانپ کے ذریعے فرعون کو شکست سے دو چار کیا تھا۔ اگر کوئی خواب میں یہ دیکھے کہ اس کے منہ سے سانپ نکل رہا ہے اور خواب دیکھنے والا کسی مرض میں مبتلا ہو تو اس کی تعبیر اس کی موت سے دی جائے گی کیونکہ "حَيَّة" (سانپ) اور "حَيَات" (زندگی) ایک ہی مادہ سے ہیں اور اگر کسی آدمی کو خواب میں درختوں اور کھیتوں میں سانپ گھومتے ہوئے نظر آئیں تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کی بیوی کی موت واقع ہو جائے گی۔

اگر کوئی شخص خواب میں اپنی حاملہ بیوی کو سانپ جنتے ہوئے دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کی اولاد نافرمان ہوگی۔ اسی طرح اگر کوئی آدمی خواب میں سانپ کو مردہ حالت میں دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس کے دشمن سے نجات دے دی ہے اور جس آدمی کو خواب میں سانپ ڈس لے اور ڈسنے کی جگہ پر ورم آجائے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے عنقریب مال حاصل ہونے والا ہے۔ اگر کوئی شخص خواب میں یہ دیکھے کہ وہ سانپ کا گوشت کھا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ خواب دیکھنے والے کو اپنے دشمن کے مال و دولت پر تصرف حاصل ہوگا اور اگر اس نے یہ دیکھا کہ وہ سانپ کا کچا گوشت کھا رہا ہے تو اس کی تعبیر اس کا دشمن ہے جو روپوش ہو جائے گا۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس کی چھت سے کوئی سانپ گرا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کے گھر کا کوئی معزز فرد،

انتقال کر جائے گا۔ اگر کسی نے خواب میں یہ دیکھا کہ اس نے سانپ کو نگل لیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ عنقریب اس کو سلطنت حاصل ہوگی۔ اگر کسی نے خواب میں اپنے آپ کو سانپوں کے ساتھ دیکھا اور اسے سانپوں نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا تو اس کی تعبیر اس کے دشمن کی صورت میں دی جائے گی جس سے یہ شخص مامون رہے گا۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ کسی کے گھر سے سانپ غائب ہو گیا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس گھر میں بہت سی اموات وباء کی وجہ سے ہوں گی کیونکہ سانپ سے مراد زندگی ہوتی ہے۔ اگر قیدی نے خواب میں دیکھا کہ وہ سانپوں میں گھرا ہوا ہے لیکن سانپوں نے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا تو اس کی تعبیر قیدی کی رہائی کی صورت میں دی جائے گی۔

اگر کسی نے خواب میں سانپوں کو کسی راستہ میں اس حالت میں دیکھا کہ وہ اپنی پھنکاروں کے ذریعے لوگوں کو روک رہے ہیں تو اس کی تعبیر بادشاہ کے ظلم سے دی جائے گی۔

اگر کوئی آدمی خواب میں یہ دیکھے کہ وہ سانپ سے گفتگو کر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس آدمی کو خوشی و مسرت حاصل ہوگی۔ اگر کسی نے خواب میں سیاہ رنگ کا سانپ دیکھا تو اس کی تعبیر طاقتور دشمن سے دی جائے گی۔ اگر کسی آدمی نے خواب میں دیکھا کہ اس نے سیاہ سانپ کو اپنے قبضہ میں کر لیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ آدمی سلطنت اور ولایت حاصل کرلے گا۔

اگر کسی آدمی نے خواب میں سفید رنگ کے سانپ دیکھے تو اس کی تعبیر کمزور دشمن سے دی جائے گی۔

اگر کسی شخص نے خواب میں اژدھا دیکھا تو اس کی تعبیر اہل و عیال اور بیوی کی عداوت سے دی جائے گی۔ نیز کبھی اژدہے سے حاسد پڑوسی کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ اگر کسی نے ''تنین'' قسم کے سانپ کو خواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر خطرناک اور ظالم حکمران سے دی جائے گی اور بعض اوقات اس کی تعبیر آگ سے دی جاتی ہے نیز ''اصلہ'' سانپ کو خواب میں دیکھنا حسب و نسب والی عورت کی طرف اشارہ ہے۔

اسی طرح ''شجاع'' سانپ سے فضول خرچ عورت اور بدبخت لڑکے کی جانب اشارہ ہے۔ ''افعی'' سانپ کی تعبیر مالدار قوم سے دی جاتی ہے اسی طرح کثرت زہر کی وجہ سے گھریلو سانپ کی تعبیر راہزن سے دی جاتی ہے۔ پانی کے سانپ کی تعبیر مال ہے اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس نے پانی کے سانپ کو پکڑ لیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے عنقریب مال حاصل ہوگا۔ اگر کسی کو خواب میں پیٹ کے اندر سانپ معلوم ہو یا سانپ پیٹ کے اندر دکھائی دے تو اس کی تعبیر خاندانی دشمنی سے دی جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

الحیوت

''الحیوت'' بروزن ''سفود'' اس سے مراد مذکر سانپ ہے۔

الحیدوان

''الحیدوان ''اس سے مراد'' قمری[1] ہے۔ عنقریب انشاء اللہ اس کا تفصیلی ذکر'' باب الواؤ'' میں آئے گا۔

[1] قمری: Purple-dove Ringdove'' (کتابستان اردو انگلش ڈکشنری صفحہ ۳۶۹)

الحیقطان

''الحیقطان'' (قاف پر پیش ہے) اس سے مراد مرغ ہے۔

اَلْحَیَوَانُ

''اَلْحَیَوَانُ'' اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جس میں زندگی اور حرکت پائی جاتی ہے۔

حیوان جنت کے پانی کا نام بھی ہے جیسا کہ ابن سیدہ نے کہا ہے نیز حیوان نامی چوتھے آسمان پر ایک نہر بھی ہے اور ہر روز اس نہر میں ایک فرشتہ غوطہ لگاتا ہے اور پھر اس نہر سے نکل کر اپنے پروں کو جھاڑتا ہے جس سے ستر ہزار پانی کے قطرے گرتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ پانی کے ہر قطرے سے ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے۔ پھر اس کے بعد ان فرشتوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ بیت المعمور کا طواف کریں۔ پس جب وہ ایک مرتبہ بیت المعمور کا طواف کر لیتے ہیں تو پھر دوبارہ ان کی باری نہیں آتی۔ پھر وہ آسمان اور زمین کے درمیان ٹھہرتے ہیں اور قیامت تک اللہ تعالیٰ کی تسبیح میں مصروف رہیں گے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک عالم شیطان پر ایک ہزار عابدوں سے بھاری ہے۔ (رواہ الترمذی وابن ماجہ)

علامہ زمخشری نے اللہ تعالیٰ کے قول ''وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ لَھِیَ الْحَیَوَانَ'' کی تفسیر میں لکھا ہے کہ آخرت کی زندگی دائمی ہے اور (آخرت میں) موت نام کی کوئی چیز نہیں ہوگی۔ ''حیوان''، ''حیی'' کا مصدر ہے اور اس کی اصل ''حییان'' ہے۔ پس یاء ثانی کو واؤ سے بدل دیا گیا ہے جیسا کہ عرب میں بعض لوگوں کا نام ''حیوۃ'' تھا۔ انہی معنی کے اعتبار سے ہر اس چیز کو جس میں حیات ہو حیوان کہا جاتا ہے۔ پس لفظ حیوان میں بمقابلہ لفظ حیات کے معنی کی زیادتی پائی جاتی ہے جو اس کے وزن ''فعلان'' کا خاصہ ہے۔ حیات کے معنیٰ حرکت کے ہیں اور موت کے معنی سکون کے ہیں۔ پس ''فعلان'' کا وزن معنی میں زیادتی پیدا کرنے کیلئے لایا گیا ہے۔

ابن عطیہ کہتے ہیں کہ ''حیوۃ'' اور ''حیوان'' کے معنوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ خلیل اور سیبویہ کے نزدیک حیوان مصدر ہے جیسے ''ھیمان'' وغیرہ اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ آخرت میں موت نہیں ہوگی۔ مجاہدؒ کا بھی یہی قول ہے اور یہی قول سب سے بہتر ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک ''حیوان'' کی اصل 'حییان' تھی۔ اجتماع یاء کے ثقل کی بناء پر ایک یاء کو واؤ سے بدل دیا گیا ہے، جاحظ نے کہا ہے کہ حیوان کی چار قسمیں ہیں (۱) زمین پر چلنے والے (۲) اڑنے والے (۳) تیرنے والے (۴) گھسٹنے والے۔

پس ہر وہ جانور جو اڑتا ہے وہ چلنے پر بھی قادر ہوتا ہے لیکن جو جانور چلتا ہے وہ اڑنے پر قادر نہیں ہوتا۔ پس جو حیوان چلتے ہیں ان کی تین اقسام ہیں (۱) انسان (۲) مویشی (۳) درندے۔

چنانچہ اڑنے والے پرندوں کی بھی چار اقسام ہیں۔

(۱) گوشت خور پرندے (۲) زمین پر چلنے والے پرندے (۳) ادنیٰ طبقہ کے پرندے (۴) حشرات الارض۔

اڑنے والے پرندوں کی پہلی قسم (گوشت خور) میں شکاری پرندے مثلاً باز، شاہین، چیل، کوا، گدھ وغیرہ شامل ہیں اور دوسری

قسم میں کبوتر اور فاختہ وغیرہ ہیں اور تیسری قسم میں بھیڑیں، مکھیاں، شہد کی مکھیاں، تتلیاں اور ٹڈیاں وغیرہ شامل ہیں اور چوتھی قسم میں چیونٹے، چیونٹیاں اور دیمک وغیرہ شامل ہیں جو موسم برسات میں پر نکال کر اڑنے لگتے ہیں۔ پس تیسری اور چوتھی قسم کے جانور اگرچہ اڑنے والے ہیں لیکن ان کا شمار پرندوں میں نہیں ہوتا اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ ہر وہ جانور جس کے بازو یعنی پر ہوں وہ "طائر" کہلائے مثلاً فرشتے یا جنات وغیرہ ان کے بازو ہیں جن سے یہ اڑتے ہیں لیکن یہ "طیور" نہیں کہلاتے۔ حضرت جعفر طیارؓ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جنت کے باغات میں اڑتے پھرتے ہیں لیکن آپ کا شمار پرندوں میں نہیں ہے بلکہ انسانوں میں ہے۔

احادیث نبویؐ میں حیوان کا تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو کسی جانور کا مثلہ کرے۔ (رواہ البخاری ومسلم)

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو کسی ذی روح کو نشانہ بنائے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی جانور کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اسے تیروں کا نشانہ بنانے سے منع فرمایا ہے۔

علماء نے حدیث میں مذکور "نہی" سے مراد تحریم لی ہے کیونکہ حدیث شریف میں لعنت کے الفاظ موجود ہیں اور یہ لعنت اس وجہ سے ہوتی ہے کہ اس فعل میں جاندار کو دکھ دینا، اس کی جان کو تلف کرنا اور اس کی مالیت کو ضائع کرنا ہے۔ پس اگر وہ جانور حلال ہے تو اس کی حلت کا ضیاع ہے اور اگر حلال نہیں ہے تو اس کی منفعت کا ضیاع ہے۔

اختتامیہ شیخ تاج الدین عطاء اللہ اسکندری نے "کتاب التنویر فی اسقاط التدبیر" میں لکھا ہے کہ دیگر موجودات کے برعکس اللہ تعالیٰ نے حیوان (یعنی انسان) کو خاص طور پر غذا کا محتاج بنایا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات میں سے وہ صفات اسے عطا فرمائی ہیں کہ اگر اس کو غذا سے مستغنی چھوڑ دیا جاتا تو ممکن تھا کہ وہ ربوبیت کا دعویٰ کر بیٹھتا یا اپنے اندر ربوبیت کا وجود محسوس کرنے لگتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے (جو حکیم بھی ہے اور خبیر بھی ہے) انسان کو ماکولات و مشروبات، ملبوسات اور دیگر ضروریات کا محتاج بنا دیا ہے تاکہ اس کی یہ تمام حاجات اس کے دعویٰ کو باطل کرتی رہیں۔

الحکم حیوان کا شرعی حکم درج ذیل ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک حیوان میں بیع سلم جائز ہے کیونکہ یہ قیمت کی حیثیت سے مشتری کے ذمہ عائد ہوتا ہے۔ نیز دیت اور نکاح میں بھی یہی حکم ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حیوانات میں بیع سلم کی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے بیع سلم کو ناجائز قرار دیا ہے۔ اس لئے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے اس کو مکروہ کہا ہے نیز یہ کہ حیوان کے اوصاف بھی منضبط نہیں کیے جا سکتے۔ امام شافعیؒ کی دلیل یہ روایت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں ایک اونٹ دو اونٹ کے عوض لے لوں اور ادائیگی کی مدت بھی متعین کر دوں۔ (رواہ ابوداؤد والحاکم)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنا "عصفور" نامی اونٹ بیس اونٹوں کے بدلے ایک خاص مدت تک کے لئے فروخت کیا اور ابن عمرؓ نے اپنی سواری چار اونٹوں کے بدلے میں اس شرط پر فروخت کر دی کہ اونٹوں کا مالک یہ چاروں اونٹ مقام زبدہ میں ان کو (یعنی ابن عمرؓ کو) دے گا۔ (رواہ البیہقی)

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل درج ذیل حدیث ہے۔

حضرت سمرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حیوان کو حیوان کے عوض فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔(رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ)

امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے اور حضرت حسنؒ کا حضرت سمرہؓ سے سماع بھی ثابت ہے جیسا کہ علی بن مدینی نے بھی کہا ہے اور اس حدیث پر بہت سے صحابہ کرامؓ اور تابعین کرامؒ کا عمل ہے کہ حیوان کو حیوان کے عوض فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ سفیان ثوریؒ، اہل کوفہ اور امام احمدؒ کا بھی یہی مسلک ہے۔ اگرچہ بعض اہل علم نے حیوان کو حیوان کے عوض ادھار فروخت کرنے کی رخصت دی ہے۔ امام شافعیؒ اور امام اسحٰقؒ بھی حیوان کو حیوان کے عوض ادھار فروخت کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔

خطابی فرماتے ہیں کہ سمرہ کی حدیث کو اس صورت پر محمول کیا جائے گا جبکہ دونوں طرف ادھار ہو یعنی یہ بیع قرض بعوض قرض کے حکم میں ہو جائے گی۔ خطابی نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کی حدیث کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جب حیوانات کی اجناس مختلف ہوں تو حیوان کو حیوان کے بدلے ادھار فروخت کرنا جائز ہے اور اگر جنس مختلف نہ ہو تو پھر ادھار فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ ''الاحیاء'' میں مذکور ہے کہ حیوان کی حیوان کے بدلے ادھار خرید و فروخت مکروہ ہے کیونکہ مشتری پسند نہیں کرتا اس میں موت کو جو بحکم خداوندی ضرور واقع ہوگی۔ کہا جاتا ہے کہ حیوان کو فروخت کرو اور دو موتیں خرید لو۔

تمام جانوروں میں اتلاف (یعنی نقصان ہو جانے کی صورت میں) کا ضمان قیمت کے ذریعے وصول کیا جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی غلام میں کسی کا حصہ تھا اور اس نے اپنا حصہ آزاد کر دیا اور اس کے پاس اتنے پیسے بھی ہیں کہ جو غلام کی قیمت کے برابر ہیں تو پھر قیمت لگائی جائے گی اور اس کے حصہ کی رقم وصول کر کے باقی قیمت حصہ دار کو دی جائے گی اور یہ غلام صرف پہلے آزاد کرنے والے کی طرف سے آزاد تصور کیا جائے گا۔ (رواہ البخاری ومسلم)

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ غلام میں آزادی کے ذریعہ پیدا کی گئی خرابی کے ضمان میں قیمت واجب ہوگی کیونکہ اگر مثل واجب کیا جائے تو ایک ہی جنس میں قیمت کے تفاوت اور اختلاف کے باعث یہ ناممکن ہے۔ پس ایفائے عہد کے لئے قیمت ہی زیادہ مناسب ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک تمام اعضاء حیوان میں اس نقص کی وجہ سے جانور کی جتنی قیمت کم ہوگی اتنا ہی ضمان دلایا جائے گا اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اونٹ، گائے اور گھوڑے وغیرہ میں چوتھائی قیمت واجب ہوگی۔ (عنقریب انشاء اللہ ''باب الفاء'' میں لفظ ''فعل'' کے بیان میں عروۃ البارقی کی حدیث نقل کی جائے گی جو اس کے ثبوت کی دلیل ہے)

امام مالکؒ گدھے اور خچر کی دم کاٹنے کی صورت میں پوری قیمت کو واجب فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ وہ چیز جس کو نقصان پہنچایا گیا ہے نقصان کرنے والے کو دے دی جائے گی۔

خواص حیوان کے طبی فوائد درج ذیل ہیں۔ (۱) خصی حیوان غیر خصی حیوان کی بہ نسبت ٹھنڈا ہوتا ہے نیز فربہ اور چربی دار حیوان لذیذ اور عمدہ ہوتا ہے لیکن دیر سے ہضم ہوتا ہے اور اگر کمزور جانور ہو تو اس کا گوشت اس کے برعکس اثرات رکھتا ہے لیکن جلدی ہضم ہو جاتا ہے۔ (۲) جانوروں میں سب سے عمدہ گوشت بکری کی ران کا ہوتا ہے اور ساتھ ساتھ جلدی ہضم ہونے والا بھی ہوتا ہے لیکن

بکری کا گوشت معدہ کو ڈھیلا کر دیتا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ ایسے پھلوں کا شربت پیا جائے جو قابض ہوں۔ (۳) جانوروں میں سب سے خوش ذائقہ گوشت جوان بھیڑ' کمسن گائے اور خصی بکرے کا ہوتا ہے۔

تعبیر اگر کوئی آدمی خواب میں چوپایہ یا پرندے سے گفتگو کرے اور یہ گفتگو اس آدمی کی سمجھ میں آ جائے تو اس کی تعبیر وہی ہے جو کچھ اس چوپایہ یا پرندے نے اس سے کہا ہے اور کبھی اس کی تعبیر یہ دی جاتی ہے کہ خواب دیکھنے والے سے کوئی عجیب وغریب کام سرزد ہوگا۔ پس اگر خواب میں چوپایہ یا پرندے کی گفتگو سمجھ میں نہ آئے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے کا مال ضائع ہو جائے گا کیونکہ حیوان کھائی جانے والی چیز ہے اور اکثر ایسا خواب لغو ہوتا ہے لہٰذا اس کی تفتیش میں نہیں پڑنا چاہئے۔ تمام حیوانات کی کھال کو خواب میں دیکھنا حصول میراث یا حصول مکان کی علامت ہے کیونکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے" وَ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا" (اور ہم نے چوپاؤں کی کھالوں کو تمہارے لئے گھر بنا دیا) اگر کوئی آدمی خواب میں سمور (نیولے کے مشابہ ایک جانور) سنجاب (لومڑی کی طرح کا جانور) لومڑی' خرگوش اور چیتے کی کھال پہن لے تو اس کی تعبیر نعمت' اموال کثیرہ اور علو شان سے دی جائے گی۔ اگر کوئی مریض خواب میں یہ دیکھے کہ اس کی کھال کھینچی جارہی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ یا تو اس کی موت واقع ہو جائے گی یا اسے فقر اور رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

چنانچہ خواب میں اونٹ کی کھال سے طبلہ' بھیڑ کی کھال سے کتابت' بکری کی کھال سے فرش' گائے کی کھال سے ڈول اور تسمہ وغیرہ' گدھے اور خچر کی کھال سے ڈول وغیرہ کی تعبیر دی جائے گی۔ اسی طرح حیوانات کے بال اور اون وغیرہ کی تعبیر مال و دولت اور لباس کا بغیر وراثت کے دستیاب ہونا ہے۔ اسی طرح سینگ کی تعبیر ہتھیار' مال و دولت اور عزت و جاہ سے دی جاتی ہے۔ ہاتھی کے دانت کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر بادشاہ کے ترکہ کی دستیابی کی جانب اشارہ ہوتا ہے۔ حیوانوں کے کھروں کی تعبیر بیوی اور شوہر کے درمیان اتفاق اور دوڑ دھوپ کی طرف اشارہ ہے اور حیوانوں کے قدموں کی تعبیر کبھی دشمن کے ارد گرد گھومنے اور کبھی مرض سے دی جاتی ہے۔ حیوانوں کی دموں کی تعبیر اس جانور کی ہی کی تعبیر ہوتی ہے جس کی وہ دم ہے۔ اسی طرح بعض اوقات دم کی تعبیر خطرہ ٹلنے اور معاونت سے بھی دی جاتی ہے۔ حیوانوں کی آوازوں کی تعبیر الگ الگ ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے بکری کی آواز سے عورت یا دوست کی طرف سے مہربانی یا کسی شریف آدمی کی جانب سے احسان کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور بکری کے بچہ کی آواز سے مسرت اور شادمانی مراد ہوتی ہے گھوڑے کی ہنہناہٹ سے کسی شریف آدمی کی جانب سے ہیبت مراد ہوتی ہے اور گدھے کی آواز کو خواب میں سننا کسی بے وقوف کی طرف اشارہ ہے۔ اسی طرح خچر کی آواز تنگی کی علامت ہے۔ بچھڑے' بیل اور گائے کی آواز کی تعبیر کسی فتنہ میں ملوث ہو جانے کی علامت ہے۔ اونٹ کی آواز کی تعبیر لمبے سفر حج یا جہاد وغیرہ سے دی جاتی ہے۔ شیر کی چنگھاڑ کی تعبیر کسی ظالم بادشاہ کی ہیبت اور خوف کی علامت ہے جو خواب دیکھنے والے کو لاحق ہوگا۔ اگر کوئی خادم جو چور ہو یا کوئی فاجر وفاسق آدمی خواب میں بلی کی آواز سنے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس آدمی کی بہت شہرت ہوگی۔ خواب میں چوہے کی آواز کی تعبیر کسی ڈاکو یا چور کی جانب سے نقصان کی علامت ہے۔ خواب میں ہرن کی آواز سننا کسی نیک دل عورت سے فائدہ پہنچنے کی طرف اشارہ ہے۔ کتے کی آواز کا خواب میں سننا کسی ظالم کی پشیمانی کی طرف اشارہ ہے۔ بھیڑیئے کی آواز سے کسی ظالم کے ظلم کی جانب اشارہ ہے۔

لومڑی کی آواز کی تعبیر جھوٹے مرد یا عورت کے مکروہ وفریب سے دی جاتی ہے۔گیدڑ کی آواز کی تعبیر عورتوں کی یا مایوس قیدیوں کی چیخ و پکار سے دی جاتی ہے۔

خواب میں خنزیر کی آواز سننے کی تعبیر کسی بے وقوف دشمن پر فتح سے دی جاتی ہے۔خواب میں چیتے کی آواز سننے کی تعبیر یہ ہوگی کہ کسی حریص اور غیر معتبر انسان کے چیلنج کا مقابلہ کرنا پڑے گا اور اس آواز کا سننے والا اس پر غالب ہوگا۔خواب میں مینڈک کی آواز کی تعبیر یہ ہوگی کہ کسی عالم یا بادشاہ کے کاموں جیسا کوئی کام کرنا مراد ہوگا۔بعض اہل علم نے اس کی تعبیر ناپسندیدہ باتوں سے دی ہے۔سانپ کی آواز کی تعبیر ایسے دشمن کی آواز سے دی جاتی ہے جو اپنی دشمنی کو ظاہر کرتا ہے نیز سانپ کی آواز سننے والا اپنے دشمن پر غالب ہوگا۔

اگر خواب میں سانپ کسی سے کوئی اچھی بات کہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے کے دشمن کو شکست ہوگی اور لوگ اس امر سے حیران ہو جائیں گے۔

اُمّ حُبَیْن

''اُمّ حُبَیْن '' یہ گرگٹ جیسا ایک جانور ہے۔''اُمّ حُبَیْن ''اسم جنس معرفہ ہے۔کبھی کبھی اس پر الف لام بھی داخل ہوتا ہے لیکن الف لام کے حذف سے یہ نکرہ نہیں ہوتا۔

اس جانور کا نام ''حُبن ''(پیٹ کا سوجنا) سے لیا گیا ہے۔جیسے کہا جاتا ہے کہ ''فُلان'' بِہٖ حبن ''(کہ فلاں کا پیٹ سوجا ہوا ہے) چنانچہ اس جانور کا پیٹ بڑا ہوتا ہے اس لئے اس کو ''اُمّ حُبَیْن '' کہا جاتا ہے۔اس جانور کے سینہ کے علاوہ تمام اعضاء گرگٹ کے مشابہ ہوتے ہیں۔نیز مونث تثنیہ اور جمع وغیرہ کے لئے اس کا استعمال یوں ہوتا ہے۔''**ھی انثی الحرابی و ھما ام حبین و ھن امھات حبین** ''ابومنصور نے کہا ہے کہ یہ جانور ہتھیلی کے بقدر بڑا اور گوہ کے مشابہ ہوتا ہے۔صاحب کفایہ کہتے ہیں کہ یہ جانور گرگٹ کا مونث ہے۔

ابن سکیت کہتے ہیں کہ یہ جانور چھپکلی سے قدرے چوڑا ہوتا ہے اور اس کے سر میں ایک نشان ہوتا ہے۔ابو زید کہتے ہیں کہ ''اُمّ حُبَیْن '' سے مراد چور ہے۔اس جانور کے چار پاؤں ہوتے ہیں اور یہ چھوٹی مینڈک کے بقدر بڑا ہوتا ہے۔شکاری اس کا پیچھا کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ؎

اُمّ حُبَیْن اِنْشِرِیْ بَرْدَیْکَ اِنَّ الْاَمِیْرَ نَاظِر اِلَیْکَ

''اے ''اُمّ حُبَیْن '' کیا ہم تیری چادر کو خرید لیں اس لئے کہ امیر تیری طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتا ہے''

وَ ضَارِب '' بِسَوْطِہٖ جَنْبَیْکِ

''اور امیر عنقریب تیرے پہلو میں کوڑے برسائے گا''

شکاری یہ کہ کر اس کا پیچھا کرتے ہیں اور اس کو پا لیتے ہیں تو یہ اپنے پاؤں پر کھڑی ہو کر پروں کو پھیلا دیتی ہے۔اس کے پر نیلے رنگ کے ہوتے ہیں۔چنانچہ جب شکاری اس کا مزید پیچھا کرتے ہیں تو یہ اپنے پروں کے نچلے حصے کو پھیلا دیتی ہے۔اس

جانور کے پروں کے نچلے حصے کی ملی جلی سرخی، زردی اور سفیدی بہت خوبصورت ہوتی ہے۔ پس اس کے بعد شکاری اس کا تعاقب کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ علی بن حمزہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ یہ صفت مادہ ٹڈی کی ہے۔ ام عویف (مادہ ٹڈی) کا تفصیلی بیان انشاء اللہ باب العین میں آئے گا۔ ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ "ام حبین" سورج کی طرف منہ کر کے بیٹھتی ہے۔ پس جدھر سورج گھومتا ہے اس کے ساتھ ساتھ یہ اپنا چہرہ بھی گھماتی رہتی ہے۔ نیز یہی وصف "گرگٹ" میں بھی پایا جاتا ہے "مرصع" میں مذکور ہے کہ "ام حبین" کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ پس بعض اہل علم کے نزدیک "اُمّ حُبین" "عضاۃ" کی ایک قسم ہے اور یہ "عضاۃ" سے قدرے بڑی ہوتی ہے۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ یہ چھپکلی کی ایک قسم ہے۔ پس اس میں اشکال ہے کیونکہ "الوزغ" سے مراد چھپکلی ہے جیسا کہ اہل لغت نے ذکر کیا ہے۔ پس "اُمّ حُبین" کو "حبینۃ" بھی کہا جاتا ہے۔ یہ الف لام کے بغیر معرفہ ہے۔ اس کا اطلاق واحد اور جمع دونوں پر ہوتا ہے۔ نیز بعض اوقات اس کی جمع کے لئے "ام حبینات" اور "امہات حبین" کے الفاظ بھی استعمال کئے جاتے ہیں۔

حضرت عقبہؓ کی حدیث میں ہے کہ "اَتِمُّوْا صَلَاتَکُمْ وَلَا تُصَلُّوْا صَلَاۃَ اُمِّ حبین" (تم اپنی نماز پوری کرو اور "اُمّ حُبین" کی طرح نماز نہ پڑھو۔)

علماء نے اس حدیث کی تفسیر یوں کی ہے کہ "اُمّ حُبین" جب چلتی ہے تو اپنے شکم کے بڑے ہونے کی وجہ سے اپنا سر کبھی اوپر اور کبھی نیچے کر کے چلتی ہے۔ پس نمازی کو اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ وہ حالت سجدہ میں اپنا سر اونچا نیچا نہ کیا کرے۔

حدیث میں ام حبین کا تذکرہ ایک مرتبہ نبی اکرمؐ نے حضرت بلالؓ کو دیکھا کہ ان کا پیٹ نکلا ہوا تھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذاق کے طور پر حضرت بلالؓ کو "اُمّ حُبین" کہہ کر پکارا۔ (الحدیث)

جاحظ کہتے ہیں کہ ابو زید نحوی نے کہا ہے کہ میں نے ایک اعرابی سے "اُمّ حُبین" کو "حبینۃ" کہتے ہوئے سنا ہے اور "اُمّ حُبین" "احبن" کی تصغیر ہے۔ "احبن" اس کو کہا جاتا ہے جو چت لیٹے اور اس کا پیٹ پھول جائے۔

الحکم ام حبین کے شرعی حکم کے متعلق امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حلال ہے۔ اس لئے یہ پاکیزہ جانوروں میں سے ہے۔ پس اگر کوئی محرم اس کو قتل کر دے یا حرم میں "اُمّ حُبین" کو ہلاک کر دے تو اس کو فدیہ دینا پڑے گا۔ امام شافعیؒ کے اصول کے مطابق فدیہ اسی جانور کا دیا جاتا ہے جو خشکی کا جانور ہو اور "ماکول اللحم" (یعنی اس کا گوشت کھایا جاتا ہو) ماوردی سے اس سلسلہ میں دو روایتیں منقول ہیں کہ امام شافعیؒ کے نزدیک "اُمّ حُبین" حلال ہے۔ ابن اثیر نے مرصع میں لکھا ہے کہ یہ حرام ہے۔ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب "التمہید" میں ایک بڑی جماعت سے یہ بات نقل کی ہے کہ ایک شہری نے کسی اعرابی سے سوال کیا کہ کیا تم لوگ "الضب" کا گوشت کھاتے ہو، اس نے جواب دیا کہ ہاں۔ پھر پوچھا کیا "یربوع" کا گوشت کھاتے ہو۔ اس نے کہا ہاں۔ پھر پوچھا کیا "قنفذ" کا گوشت کھاتے ہو۔ اس نے کہا ہاں۔ پھر پوچھا کیا "الورل" کا گوشت کھاتے ہو اس نے کہا ہاں، پھر پوچھا کیا تم "اُمّ حُبین" کا گوشت کھاتے ہو اس نے کہا نہیں۔ پس شہری نے کہا کہ پھر تو "اُمّ حُبین" اس عافیت سے بہت خوش ہوگا۔

اُمِّ حَسان

''اُمّ حَسان '' یہ انسان کی ہتھیلی کے بقدر ایک چوپایہ ہے۔

اُمِّ حُسیس

''اُمّ حُسیس ''(حاء پر پیش ہے) یہ پانی کا ایک جانور ہے جس کا رنگ سیاہ اور پاؤں بہت زیادہ ہوتے ہیں۔

اُمِّ حَفُصَة

''اُمّ حَفُصَة''اس سے مراد گھریلو مرغی ہے۔

اُمِّ حمارس

''اُمّ حمارس ''(حاء پر زبر ہے) ابن اثیر کہتے ہیں کہ''اُمّ حمارس ''ہرن کو کہا جاتا ہے۔واللہ الموفق للصواب۔



باب الخاء

الخاز باز

الخاز باز: مکھی[1] اس میں ایک لغت ''الخرباز'' بھی ہے۔ جوہری فرماتے ہیں کہ یہ دو الگ الگ اسم ہیں۔ ''خاز اور باز'' دو اسموں سے مرکب ہو کر ایک لفظ بن گیا ہے جس کے معنی مکھی کے ہیں۔ یہ کسرہ پرمبنی ہے جو رفع' نصب اور جر تینوں حالتوں میں یکساں رہتا ہے۔ ابن حمر نے کہا ہے ؎

تفقأ فوقه القلع السواری — **وجن الخاز بازبه جُنُونًا**

''اس کے اوپر چھاگلوں کے گھنگھرو اس طرح چھا گئے جیسا کہ مکھیاں بھنبھناہٹ کے ساتھ ہجوم کر کے آئیں''

علامہ جوہریؒ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ لفظ ''جن'' ''جن الذباب'' سے ہو' کیونکہ جب مکھی کی آواز بڑھ جاتی ہے تو اس کے لئے ''جن الذباب'' کے (یعنی مکھیاں بھنبھنا رہی ہیں) کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں اور یہ بھی امکان ہے کہ لفظ ''جن'' ''جن النبت جنونا'' سے ہو کیونکہ جب گھاس لمبی ہو جاتی ہے تو اس کے لئے ''جن النبت جنونا'' کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ متنبی شاعر نے اپنے اشعار میں ''جن الخاذ باز'' کا معنی مکھیوں کی بھنبھناہٹ ہی لیا ہے ؎

کلما جادت الظنون بوعد — **عنک جادت یداک بالانجاز**

''اے ممدوح جب تیرے ایفاء وعدہ کے متعلق لوگوں کے گمان اچھے ہو جاتے ہیں تو تیرے ہاتھ اس وعدہ کو پورا کر دیتے ہیں''

ملک منشد القریض لدیه — **یضع الثوب فی یدی بزاز**

''وہ ایسا بادشاہ ہے کہ اس کے سامنے شعر پڑھنے والا اس طرح ہے گویا کہ کوئی شخص کپڑے کو بزاز کے ہاتھ میں رکھ دے۔''

وَلَنَا الْقَوْلُ وَهُوَ ادری بفحوا — **و اُهدٰی فِیه اِلَیٰ الاعجاز**

''اور ہم تو صرف اشعار کہتے ہیں لیکن وہ ان کا مفہوم سمجھ لیتا ہے اور ان اشعار کی گہرائیوں تک پہنچ جاتا ہے۔''

و من الناس من تجوز علیه — **شعراء کانها الخاز باز**

''اور لوگوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں کہ شاعران کے اوپر ایسے ٹوٹ پڑتے ہیں جیسا کہ مکھیاں''

و یری انه البصیر بهذا — **وهو فی العمی ضائع العکاز**

''اور ان کے متعلق یہ گمان کیا جاتا ہے کہ وہ شعر کے مفہوم کو جاننے والے ہیں حالانکہ ان کی مثال یوں ہے۔''

اصمعی کہتے ہیں کہ ''خاز باز'' مکھی کی آواز کی نقل ہے لیکن بعد میں ''خاز باز'' کے الفاظ مکھی کیلئے استعمال کیے جاتے ہیں۔ ابن الاعرابی کہتے ہیں کہ ''الخاز باز'' سے مراد ایک قسم کی گھاس ہے۔ پس ابن نصیر نے ابن اعرابی کے قول کی تائید میں یہ اشعار پڑھے ہیں ؎

---

[1] الخاز باز: مکھی Fly (کتابستان اردو انگلش ڈکشنری صفحہ ۶۰۴)

رعیتها اکرم عود عودا　　　الصل والصفصل والیغصیدا

''میں نے اس کی رعایت کی جیسا کہ بہترین لکڑی کی حفاظت کی جاتی ہے جس سے اعلیٰ قسم کے تیر، نیزے اور دست پناہ بنائے جاتے ہیں''

والخاز بازالسنم النجودا　　　بحیث یدعوا عامر مسعودا

''اور مکھیاں اکٹھی ہو رہی ہیں اور عامر اور مسعود نامی چرواہوں کو بلا رہی ہیں''

بعض اہل علم کے نزدیک ''الخاز باز'' سے مراد ''بلی'' ہے۔ پس عنقریب انشاء اللہ اس کا شرعی حکم آگے آئے گا۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں ''الخاز باز اخصب'' (یعنی مکھیاں چوسنے والی ہیں)

میدانی کہتے ہیں کہ ''الخاز باز'' سے مراد ایک مکھی ہے جو موسم ربیع میں اڑتی ہے اور یہ مکھی سال کی خوشحالی پر دلالت کرتی ہے۔ (واللہ اعلم)

خاطف ظله

''خاطف ظله'' اس سے مراد ایک قسم کی چڑیا ہے۔ کمیت بن زید نے کہا ہے کہ

و ریطة فتیان کخاطف ظله　　　جعلت لهم منها خباء ممدداء

''اور نوجوانوں کی زلفیں ایسی باریک ہیں گویا کہ اڑتی ہوئی چڑیاں ہیں، میں نے ان سے لمبے لمبے سلسلے والے خیمے تیار کیے ہیں۔''

ابن سلمہ کہتے ہیں کہ ''خاطف ظلہ'' ایک پرندہ ہے جسے ''الرفراف'' بھی کہا جاتا ہے۔ پس جب یہ پرندہ پانی میں اپنے سائے کو دیکھتا ہے تو اسے پکڑنے کے لئے جھپٹتا ہے اور ''ملاعب'' (ایک بدکنے والا آبی پرندہ) کی بھی یہی خصوصیت ہے، عنقریب انشاء اللہ اس کا تذکرہ ''باب المیم'' میں آئے گا۔

الخاطف

''الخاطف'' اس سے مراد بھیڑیا ہے۔ اس کا ذکر انشاء اللہ ''باب الذال'' میں آئے گا۔

الخبهقعی

''الخبهقعی'' (خاء اور باء پر فتحہ عین مقصورہ وممدودہ دونوں پڑھا جاتا ہے)

یہ ایسے کتے کا بچہ ہے جس نے مادہ بھیڑیئے سے جفتی کی ہو اور اس مادہ بھیڑیئے سے یہ بچہ پیدا ہوا ہو۔ نیز بنی تمیم کے ایک دیہاتی کا نام بھی ''الخبهقعی'' تھا۔

الخَنَق

''الخَنَق'' (خاء اور ثاء پر زبر ہے) ارسطا طالیس نے ''النعوت'' میں لکھا ہے کہ ''الخَنَق'' ایک بڑا پرندہ ہے جو چین اور بابل

کے شہروں میں پایا جاتا ہے اور آج تک کسی نے بھی اس پرندہ کو زندہ نہیں دیکھا۔ پس اس پرندہ کی یہ خصوصیت ہے کہ جب یہ کسی زہر کو سونگھتا ہے تو بے ہوش ہو جاتا ہے اور اس وقت اس کو تیزی سے پسینہ آتا ہے اور اس کے بعد اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ یہ پرندہ موسم سرما اور موسم گرما میں جس راستے سے گزرتا ہے اس پر کافی مقدار میں زہر پڑا ہوا ہوتا ہے۔ پس جب یہ پرندہ زہر کی بو سونگھتا ہے تو بے ہوش ہو کر گر جاتا ہے اور اسی حالت میں اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ پس لوگ اس پرندہ کے مردہ جسم کو اٹھا لیتے ہیں اور اس سے برتن' چھری اور چاقو وغیرہ کے دستے بناتے ہیں۔ اس پرندہ کی موت کے بعد بھی اس کی ہڈی میں یہ تاثیر رہتی ہے کہ اگر اس کی ہڈی کو زہر کے نزدیک لایا جائے تو اس سے پسینہ ٹپکنے لگتا ہے اور اکثر لوگ شبہ ہونے پر زہر آلود کھانے کو اسی ہڈی سے تجربہ کرتے ہیں۔ اس پرندے کی ہڈی کا مغز تمام جانداروں کے لئے زہر قاتل ہے۔ نیز سانپ اس پرندہ کی ہڈی سے ایسا بھاگتا ہے کہ دوبارہ اس جگہ نہیں آتا جہاں اس پرندہ کی ہڈی پڑی ہو۔

اَلْخُدَارِیَةُ

''اَلْخُدَارِیَةُ'' (خاء پر پیش ہے) اس سے مراد عقاب ہے۔ نیز عقاب کو ''اَلْخُدَارِیَةُ'' سیاہ رنگ کی وجہ سے کہا جاتا ہے کیونکہ ''اَلْخُدَارِیَةُ'' سے مراد سیاہی ہے۔ پس اہل عرب کہتے ہیں کہ ''بعیر خداری'' (یعنی سیاہ اونٹ) اسی طرح کہتے ہیں ''لون خداری''۔ میدانی نے اپنی کتاب مجمع الامثال کے خطبہ میں لفظ ''خداری'' سیاہی کے معنی میں استعمال کیا ہے چنانچہ میدانی کہتے ہیں کہ ''بہترین لوگ اپنی جدوجہد کو کبھی ترک نہیں کرتے اسی لئے ان کے زندہ کارنامے فنا نہیں ہوتے یہاں تک کہ زمانہ خود ہی فنا ہو جائے اور میں اس کتاب کے قاری سے معذرت چاہتا ہوں کہ اگر کتاب میں کوئی غلطی نظر آئے یا میری کسی تعبیر سے کسی کو اختلاف ہو کیونکہ ہم سب اپنی کیفیات کا انکار کرتے ہیں جو نفس پر طاری ہوتی ہیں حالانکہ زمانہ اس کی سیاہی کے درمیان حائل ہو گیا ہے اور پرندے اپنے آشیانوں سے اڑ گئے' شباب جاتا رہا' ضعف کا پنجہ قوی پر غالب آ گیا اور صحرائے محبت میں تفریح بازی کا دور ختم ہو گیا۔ پس اسی معنی میں ایک شاعر نے کہا ہے کہ ؎

وھت عزماتک عند المشیب　　　وما کان من حقھا ان تھی

''اور (اے محبوبہ) تیرے ارادوں نے مجھے بڑھاپے میں کمزور کر دیا ہے حالانکہ بڑھاپے کی عمر ان باتوں کے لئے نہیں ہے''

وانکرت نفسک لما کبرت　　　فلاھی انت ولا انت ھی

''اور اب تو اجنبی محسوس ہوتی ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جو تیری سابقہ کیفیت تھی اب نہیں ہے۔''

وان ذکرت شھوات النفوس　　　فما تشتھی غیر ان تشتھی

''اور اگر اب دورِ محبت کو یاد کیا جائے تو لاحاصل ہے کیونکہ تیری کیفیت پہلے جیسی نہیں ہے اور نہ ہی میری کیفیت وہ ہے جو ماضی میں تھی''

الخدرنق

''الخدرنق'' اس سے مرد مکڑی[1] ہے۔ درۃ الخواص میں ہے کہ ''الخدرنق'' ''دال اور ذال'' دونوں کے ساتھ لکھا جاتا تھا۔

الخراطین[2]

''الخراطین'' کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد کینچوے ہیں جن کا ذکر ''باب الالف'' میں گزر چکا ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ''الخراطین'' سے مراد سانپ کی چھتری ہے۔ عنقریب انشاء اللہ اس کی تفصیل ''باب الشین'' میں آئے گی۔ بعض اہل علم کے نزدیک ''الخراطین'' سے مراد ایک بڑی جونک ہے جو مرطوب مقامات میں پائی جاتی ہے۔

خواص اگر ''الخراطین'' (کینچوے) کو تیل میں تل کر باریک پیس لیا جائے اور پھر بواسیر پر لگایا جائے تو یہ بواسیر کے لئے بہت زیادہ مفید ہے۔ نیز اگر ''الخراطین'' کو تیل میں ڈال کر وہ برتن زمین کے نیچے دفن کر دیا جائے اور سات دن کے بعد اس برتن کو نکال کر اس میں سے ''الخراطین'' کو نکال کر باہر پھینک دیا جائے تا کہ ان کی بو ختم ہو جائے۔ پھر اس تیل کو ایک شیشی میں بند کر کے اس میں ''گل لالہ'' تیل کے وزن سے نصف ملا کر پھر اس شیشی کو سات دن تک زمین میں دفن کر دیا جائے۔ پھر اس تیل کو نکال کر بطور خضاب بالوں میں استعمال کیا جائے تو بال بالکل سیاہ ہو جائیں گے اور پھر بڑھاپے تک بال سفید نہیں ہوں گے۔

الخرب

''الخرب'' (خائے معجمہ اور راء مہملہ پر زبر اور بائے موحدہ) یہ نر سرخاب کو کہتے ہیں۔ نیز ''الخرب'' کی جمع ''خراب''، ''اخراب'' اور ''خربان'' آتی ہے۔

ایک واقعہ ابوجعفر احمد بن جعفر بلخی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ خلیفہ ہارون الرشید نے ابوالحسن کسائی اور ابومحمد یزیدی کو مناظرہ کے لئے جمع کیا۔ پس یزیدی نے کسائی سے شاعر کے درج ذیل شعر صحیح اعراب کے متعلق سوال کیا۔

ما رأینا قط خربا　　　نقرعنه البیض صقر

''ہم نے کبھی نر سرخاب ایسا نہیں دیکھا کہ اس کے انڈوں میں شکرا ٹھونگ مارتا ہو یعنی نر سرخاب کے انڈوں سے شکرا کا بچہ نکلتا ہوا نہیں دیکھا''

لا یکون العیر مهرا　　　لا یکون المهر مهرا

''گدھا کبھی بچھیرا نہیں ہوسکتا، نہیں ہوسکتا گدھا بچھیرا، یعنی بچھیرا گھوڑے کا ہی بچہ ہوتا ہے گدھے کا نہیں۔''

پس کسائی نے جواب دیا کہ دوسرے شعر کے دوسرے مصرع میں لفظ ''مهر'' منصوب ہونا چاہیے تھا۔ یعنی مُهر'' کے بجائے

---

[1] مکڑی Spider (کتابستان اردو انگلش ڈکشنری صفحہ ۶۰۳)
[2] کینچوا Intestinal, worn, Easthworn (کتابستان اردو انگلش صفحہ ۵۱۴)

مُضْمَراً ہونا چاہیے تھا کیونکہ یہ کَانَ کی خبر ہے۔ پس شعر میں ایک قسم کا نقص آ گیا ہے پس یزیدی نے کہا کہ شعر تو بالکل صحیح ہے کیونکہ کلام ''لَا یَکُوْنُ'' پر ختم ہوگیا ہے پھر اس کے بعد از سر نو کلام شروع ہوا ہے۔ پس یزیدی نے یہ کہہ کر اپنی ٹوپی زمین پر ماری اور بطور فخر کہا کہ میں ابو محمد ہوں۔ پس یحییٰ بن ابن خالد نے کہا کہ تم امیر المومنین کے سامنے اپنی کنیت بیان کر کے امیر المومنین کی توہین کرتے ہو۔ پس ہارون الرشید نے کہا کہ اللہ کی قسم کسائی نے شعر کے اعراب میں غلطی کی لیکن حسن ادب کو ملحوظ رکھا۔ اس لئے یہ میرے نزدیک تجھ سے زیادہ محبوب ہے کیونکہ تو نے شعر کی تصحیح کی لیکن آداب کو پس پشت ڈال دیا اور بے ادبی کا مرتکب ہوا۔ پس یزیدی نے کہا اے امیر المومنین کامیابی کی حلاوت نے مجھے بے خود کر دیا تھا جس کی وجہ سے میں آداب کا خیال نہ رکھ سکا۔ پس خلیفہ نے یزیدی کو دربار سے باہر نکالنے کا حکم دیا۔

ایک مرتبہ خلیفہ ہارون الرشید کی مجلس میں امام کسائی اور امام محمد بن حسن حنفی جمع ہوئے۔ پس امام کسائی نے کہا کہ کون ہے جو تمام علوم میں مہارت رکھتا ہے۔ پس امام محمدؒ نے امام کسائی سے پوچھا کہ آپ کا کیا خیال ہے اس شخص کے بارے میں جو نماز میں سجدہ سہو کرنا بھول جائے اور کیا وہ سجدہ سہو کو دوسری مرتبہ (دوسری نماز میں) ادا کر سکتا ہے۔ امام کسائی نے کہا کہ نہیں۔ امام محمد بن حسنؒ نے کہا کہ کیوں؟ امام کسائیؒ نے جواب دیا کہ علماء نحو کہتے ہیں کہ اسم تصغیر کی دوبارہ تصغیر نہیں ہو سکتی۔ امام محمدؒ نے کہا کہ آپ کی کیا رائے ہے اس بارے میں کہ اگر کوئی شخص عتق (غلام کی آزادی) کو ملک پر معلق کر دے؟۔

امام کسائیؒ نے کہا کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ امام محمدؒ نے پوچھا کہ کیوں صحیح نہیں ہے؟ امام کسائی نے جواب دیا کہ اس لئے صحیح نہیں ہے کہ سیلاب بارش سے پہلے نہیں آ سکتا۔ امام کسائی نے نحو کا علم بڑھاپے کی عمر میں حاصل کیا اور اس کا محرک یہ واقعہ ہوا کہ ایک دن کسائی پیدل چلتے چلتے تھک کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے ''قد عییت'' (کہ میں تھک گیا ہوں) پس امام کسائیؒ کو کسی سننے والے نے کہا کہ تحقیق آپ نے غلطی کی ہے۔ امام کسائیؒ نے پوچھا کیسے' اعتراض کرنے والے نے کہا کہ اگر آپ کا مقصد تھکاوٹ کا اظہار تھا تو آپ ''اعییت'' کے الفاظ استعمال کرتے اور اگر آپ کا ارادہ انقطاع حیلہ کے اظہار کا تھا تو آپ ''عییت'' کے الفاظ کہتے۔ پس امام کسائی اس بات پر بہت شرمندہ ہوئے اور پھر اس کے بعد علم نحو سیکھنے میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ اس علم میں ماہر ہو گئے اور اپنے دور میں علم النحو کے امام کہلائے۔ امام کسائیؒ خلیفہ ہارون الرشید کے بیٹوں امین اور مامون کے اتالیق (یعنی استاد) تھے۔ پس خلیفہ ہارون الرشید اور ان کے دونوں بیٹوں کے نزدیک امام کسائی کا بڑا مرتبہ تھا۔ امام کسائیؒ اور امام محمد بن حسن حنفی کی وفات ایک ہی دن ۱۸۹ھ میں ہوئی اور ان دونوں کو ایک ہی جگہ دفن کیا گیا۔ پس خلیفہ ہارون الرشید نے ان دونوں کے مدفن پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ آج اس جگہ علم اور ادب دفن ہو گئے ہیں۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں ''ما راینا صقرا یرصدہ خرب'' (ہم نے کسی شکرے کو نہیں دیکھا اس حال میں کہ اس کی گھات میں کوئی سرخاب بیٹھا ہو۔)

اہل عرب یہ مثال اس وقت استعمال کرتے ہیں جب کسی شریف آدمی پر کوئی کمینہ آدمی غالب آ جائے۔

الخرشة

''الخرشة ''مکھی کو کہا جاتا ہے۔ جوہری کہتے ہیں کہ''الخرشة '' سے مختلف اشخاص کے نام رکھے گئے ہیں مثلاً (۱) سماک بن خرشۃ الاحباری اوراسی طرح سماک کی ماں کا نام بھی اسی''الخرشة ''مکھی کے نام پر''خرشة ''رکھا گیا۔(۲) ابوخراشۃ السلمی۔ نیز عباس بن مرداس کے شعر میں بھی ابوخراشۃ اسلمی کا نام مذکور ہے۔

ابا خراشة اما انت ذانفر　　　فان قومی لم تاکلهم الضبع

''اے ابوخراشہ کیا تو قابل نفرت نہیں ہے پس میری قوم ایسی ہے کہ اسے قحط سالی تنگ نہیں کرتی ''

اور''الخرشة ''مکھی کے نام پر خرشۃ بن حرفزاری کوفی کا نام ہے جن کی وفات ۷۴ھ میں ہوئی اور یہ یتیم تھے' ان کی پرورش حضرت عمر بن خطابؓ نے کی تھی۔

الخرشقلا

''الخرشقلا '' یہ بلطی مچھلی کو کہتے ہیں' حدیث میں ہے کہ''اگر بلطی مچھلی نہ ہوتی تو تم جنت کے پتوں کو دریائے نیل کے پانی میں پاتے''(الحدیث)۔

الخرشنة

''الخرشنة ''کبوتر سے بڑا ایک پرندہ ہے۔عنقریب اس کا ذکر انشاء اللہ''باب الکاف''میں آئے گا۔

الخُرُق

''الخُرُق ''(خاء اور راء پر پیش ہے اور آخر میں قاف ہے) یہ ایک قسم کی چڑیا ہے۔ جاحظ نے بھی اس کی مثل بیان کیا ہے۔

اَلْخِرْنَقُ

''اَلْخِرْنَقُ ''(خائے معجمہ کے نیچے زیر ہے) یہ خرگوش کے بچے کو کہتے ہیں''اَلْخِرْنَقُ ''ایک شاعر کا نام بھی تھا جو کہ تابعین کے زمانہ میں تھا اور اسی سے''ارض مخرنقۃ'' بھی ہے یعنی ایسی زمین جہاں خرگوش بکثرت رہتے ہوں۔ اہل عرب کہتے ہیں''الین من خرنق ''(وہ خرگوش سے زیادہ نرم ہے) اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زرہ کا نام بھی''خرنق ''تھا کیونکہ وہ نرم و ملائم تھی کیونکہ اہل عرب جب کسی چیز کی نرمی کو بیان کرنا چاہتے تو اسے'خِرْنَقْ '' سے تشبیہ دیتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری زرہ بھی تھی جس کو''البتیرا'' کہا جاتا تھا۔ اس لئے کہ یہ چھوٹی تھی نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک تیسری زرہ بھی تھی جس کو''ذات الفضول'' کہتے تھے کیونکہ یہ لمبائی میں دوسری زرہوں سے بڑی تھی۔ یہ وہ زرہ ہے جو حضرت سعد بن عبادہؓ نے جنگ بدر کے موقع پر

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی تھی اور یہی وہ زرہ تھی جس کو بوقت وصال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی کے پاس رہن رکھا تھا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس کو چھڑایا تھا نیز اس کے علاوہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور زرہیں بھی تھیں جو ''ذات الوشاح''۔ ''ذات الحواشی''۔ ''فضۃ'' اور ''السغدیہ'' کے نام سے معروف تھیں۔

حافظ دمیاطی نے کہا ہے کہ ''السغدیہ'' نامی زرہ حضرت داؤد علیہ السلام کی زرہ تھی جس کو پہن کر آپ نے جالوت کو قتل کیا تھا اور یہ زرہ حضرت داؤد علیہ السلام نے خود اپنے ہاتھوں سے بنائی تھی۔ کلبیؒ وغیرہ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول ''وَ عَلَّمَهٗ مِمَّا یَشَآءُ'' کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس سے مراد حضرت داؤد علیہ السلام کا زرہیں وغیرہ بنانا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام زرہیں بناتے تھے اور انہیں فروخت کرتے تھے۔ نیز حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی کی روٹی کھاتے تھے۔ بعض مفسرین نے اس آیت سے پرندوں اور دیگر جانوروں کی بولی کا سمجھنا مراد لیا ہے اور بعض مفسرین نے اس سے خوش الحانی (اچھی آواز) مراد لی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام جیسی آواز اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی عطا نہیں فرمائی تھی۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام جب اللہ تعالیٰ کی کتاب زبور کی تلاوت کرتے تھے تو جنگلی جانور آپ کے اس قدر قریب آجاتے کہ آپ ان کی گردنیں پکڑ لیتے تھے اور پرندے آپ کے گرد اکٹھے ہو جاتے اور آپ پر اپنے پروں کا سایہ کر لیتے تھے اور بہتا ہوا پانی اور چلتی ہوئی ہوائیں بھی آپ کی آواز سن کر رک جاتی تھیں۔ ضحاکؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو ایک زنجیر عطا فرمائی تھی جو آمد و رفت کے راستہ پر لٹکی ہوئی تھی اور اس کا ایک سرا آپ کے عبادت خانہ سے لگا ہوا تھا۔ اس زنجیر میں لوہے کی قوت رکھی گئی تھی اور اس کا رنگ آگ کے رنگ کی طرح تھا۔ اس زنجیر کے حلقے گول تھے اور ہر دو حلقوں کے درمیان جواہرات جڑے ہوئے تھے اور ان کے اردگرد موتیوں کی لڑیاں لٹکی ہوئی تھیں۔ پس جب ہوا میں حرکت پیدا ہوتی تو زنجیر بھی اس حرکت کی وجہ سے ہلنے لگتی تھی جس کی وجہ سے حضرت داؤد علیہ السلام کو ہر ایک حادثہ کا علم ہو جاتا تھا۔ پس جو بھی مریض یا مصیبت زدہ اس زنجیر کو چھو لیتا تھا وہ فوراً ٹھیک ہو جاتا تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات کے بعد بنی اسرائیل اس زنجیر کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے تھے۔ پس جب بنی اسرائیل میں سے کوئی شخص کسی دوسرے پر ظلم کرتا یا کوئی کسی کا حق سلب کر لیتا تو مدعی اس زنجیر کو آکر پکڑ لیتا۔ پس اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہوتا تو زنجیر اس کے ہاتھ میں آجاتی اور اگر وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہوتا تو زنجیر اس کے ہاتھ میں نہ آتی اور یہ سلسلہ بنی اسرائیل میں اس وقت تک چلتا رہا جب تک وہ مکر و فریب سے اجتناب کرتے رہے۔ پس مختلف ذرائع سے یہ روایت ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک کسان نے کسی آدمی کے پاس ایک قیمتی گوہر بطور امانت رکھا پھر کچھ عرصہ بعد اس نے اپنا گوہر طلب کیا پس اس آدمی نے انکار کر دیا۔ پس اس آدمی نے جھگڑا شروع کر دیا اور اپنی خیانت چھپانے کے لئے یہ ترکیب کی کہ ایک لاٹھی لے کر اس میں سوراخ کر کے وہ قیمتی گوہر اس میں چھپا دیا۔ پس جب وہ دونوں زنجیر کے پاس آئے۔ پس زمیندار نے کہا کہ میری امانت واپس کرو۔ پس اس شخص نے کہا کہ میں تمہاری امانت کے بارے میں نہیں جانتا۔ پس اگر تو سچا ہے تو اس زنجیر کو پکڑ لے۔ پس زمیندار زنجیر کے پاس آیا تو زنجیر اس کے ہاتھ میں آگئی۔ پس امانت کا انکار کرنے والے سے کہا گیا کہ اب تم اٹھو اور زنجیر پکڑو۔ پس اس شخص نے زمیندار سے کہا کہ میری لاٹھی پکڑ لو تاکہ میں زنجیر پکڑ سکوں۔ پھر اس کے بعد وہ شخص زنجیر کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ اے اللہ تو جانتا ہے کہ

جوامانت میرے پاس رکھی گئی تھی وہ میرے پاس نہیں ہے بلکہ خود اس کے مالک (یعنی زمیندار) کے پاس ہی ہے۔ پس تو زنجیر کو میرے قریب کردے۔ پس اس شخص نے زنجیر کی طرف ہاتھ بڑھایا تو زنجیر اس کے ہاتھ میں آگئی۔ (چونکہ وہ اس وقت اپنے قول میں سچا تھا کیونکہ وہ گوہر اس وقت اس کی لاٹھی کے اندر تھا اور وہ لاٹھی اس مکار نے زمیندار کو پکڑا دی تھی اس لئے زنجیر اس کے ہاتھ میں آگئی) پس لوگ متعجب ہوئے اور ان کے دلوں میں زنجیر کے متعلق شکوک وشبہات پیدا ہوگئے (کیونکہ وہ زمیندار کی سچائی سے واقف تھے) پس جب اگلی صبح لوگ بیدار ہوئے تو زنجیر کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھالیا تھا۔

ضحاکؒ اور کلبی نے کہا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کرنے کے بعد ستر سال تک حکومت کی۔ نیز بنی اسرائیل حضرت داؤد علیہ السلام کے علاوہ کسی بھی بادشاہ کی بادشاہت پر اکٹھے نہیں ہوئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے بادشاہت اور نبوت کو جمع کردیا تھا۔ نیز یہ دونوں چیزیں یعنی بادشاہت اور نبوت حضرت داؤد علیہ السلام سے پہلے کسی کو نہیں ملی تھیں کیونکہ حضرت داؤد علیہ السلام سے پہلے یہ قاعدہ تھا کہ ایک خاندان میں نبوت اور دوسرے خاندان میں بادشاہت ہوتی تھی۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو موت دی تو اس وقت آپ کی عمر سو سال تھی۔

حافظ دمیاطیؒ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دو زرہیں بنی قینقاع کے مال غنیمت سے حاصل ہوئی تھیں اور ان دو زرہوں سمیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہوں کی تعداد (۹) تک پہنچ گئی تھی نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد میں ''فضۃ'' اور ''ذات الفضول'' اور جنگ حنین میں ''ذات الفضول'' اور ''السغدیۃ'' زرہیں پہنی تھیں۔ واللہ اعلم۔

الخروف

''الخروف'' مشہور قول یہ ہے کہ اس سے مراد بکری کا بچہ ہے لیکن اصمعی کہتے ہیں کہ ''الخروف'' سے مراد بھیڑ کا بچہ یا گھوڑی کا بچہ ہے جبکہ وہ چھ مہینے کا ہوجائے۔

ابن لہیعہ نے موسیٰ بن وردان سے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ ایک بھیڑ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزری۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ وہ ہے جس میں برکت رکھی گئی ہے۔ (الحدیث) ابوحاتم کہتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں ''کَالْخُرُوْفِ یَتَقَلَّبُ عَلَی الصُّوْفِ'' (خروف اون پر لوٹ پوٹ ہوتا ہے) یہ مثال اس شخص کے لئے استعمال کی جاتی ہے جس نے کسی کی ذمہ داری لے رکھی ہو۔

التعبیر

بکری کے بچہ کو خواب میں دیکھنا' ایسے لڑکے کی طرف اشارہ ہے جو والدین کا مطیع وفرمانبردار ہو۔ پس اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس کو کسی نے بکری کا بچہ ہبہ کیا ہے اور اس کی بیوی حاملہ ہو تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا۔

خواب میں حیوانوں کے چھوٹے بچے پریشانی کی علامت ہیں کیونکہ چھوٹے بچوں کی پرورش میں بڑی تکالیف اٹھانی پڑتی ہیں۔

اگر کسی آدمی نے خواب میں بکری کے بچہ کو دیکھا اور وہ آدمی کسی کام کے لئے کوشاں تھا تو یہ بھلائی کی علامت ہے کیونکہ بکری کے بچے انسان سے جلد مانوس ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اگر کسی نے خواب میں بلاضرورت بکری کا بچہ ذبح کیا تو یہ اس کے لڑکے کی موت کی علامت ہے۔ خواب میں بکری کا موٹا بھنا ہوا بچہ دیکھنا مال کثیر کی علامت ہے اور بکری کا لاغر و کمزور بچہ دیکھنا مال قلیل کی علامت ہے۔ پس اگر کسی آدمی نے خواب میں بکری کے بچے کے بھنے ہوئے گوشت کا کچھ حصہ کھایا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ مذکورہ شخص اپنے لڑکے کی کمائی سے فائدہ اٹھائے گا۔ واللہ اعلم۔

اَلْخُزَزُ

''اَلْخُزَزُ'' (خاء پر پیش اور پہلی ''ز'' پر زبر ہے) یہ نر خرگوش کو کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع کے لئے ''خزان'' کے الفاظ مستعمل ہیں جیسے ''صرد'' کی جمع ''صردان'' آتی ہے۔

اَلْخَشاش

''اَلْخَشاش'' (خاء پر زبر ہے)۔ اس سے مراد کیڑے مکوڑے[1] ہیں۔ قاضی عیاض نے خاء پر تینوں اعراب نقل کئے ہیں اور ابو علی فارسی نے کہا ہے کہ خاء پر پیش ہے جبکہ زبیدی کے نزدیک خاء پر زبر ہے۔ نیز زبیدی نے خاء پر پیش کو فحش غلطی شمار کیا ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ خاء پر زبر ہے اور مشہور و معروف قول بھی یہی ہے۔ ''الخشاش'' کے واحد کے لئے ''خشاشۃ'' کے الفاظ مستعمل ہیں۔

لفظ ''الخشاش'' کے معانی میں مختلف اقوال ہیں۔

(۱) ''الخشاش'' سے مراد زمین کے کیڑے مکوڑے ہیں۔

(۲) ''الخشاش'' سے مراد وہ کیڑا ہے جس کے بدن پر سفید و سیاہ نقطے ہوتے ہیں اور یہ سانپوں کے ساتھ ان کے بلوں میں رہتا ہے۔

(۳) بعض اہل علم کے نزدیک ''الخشاش'' سے مراد بڑا سانپ ہے اور بعض اہل علم کے نزدیک ''الخشاش'' سے مراد ''الارقم'' ہے جسے چتکوریا سانپ بھی کہا جاتا ہے نیز بعض اہل علم نے ''الخشاش'' سے ایک چھوٹے سر کا سانپ مراد لیا ہے۔

حدیث میں ''الخشاش'' کا تذکرہ

حدیث صحیح میں مذکور ہے کہ ''ایک عورت اس وجہ سے جہنم میں داخل ہوئی کہ اس نے ایک بلی کو باندھ لیا تھا۔ پس نہ تو اس عورت نے اس بلی کو کچھ کھانے کے لئے دیا اور نہ ہی اس کو چھوڑا تاکہ وہ کیڑے مکوڑوں سے اپنا پیٹ بھرتی''۔ (الحدیث)

اس حدیث میں ''خشاش الارض'' سے مراد حشرات الارض ہیں۔

حسن بن عبداللہ بن سعد عسکری نے ''کتاب التحریف والتصحیف'' میں ''الخشاش'' کے متعلق لکھا ہے کہ ''الخشاش'' (خاء

[1] ''Insect'' (کتابستان اردو انگلش ڈکشنری صفحہ ۵۱۴)

کے زبر کے ساتھ) ہر چیز کے چھوٹے حصہ کو کہتے ہیں مثلاً پرندوں میں مردار خور پرندہ یا وہ پرندے جن کا شکار نہیں کیا جاتا ''الخشاش'' کہلاتے ہیں۔ نیز اسی معنی کی تائید میں حسن بن عبداللہ کا یہ شعر بھی ہے

خَشَاشُ الْاَرْضِ اَکْثَرُ هَا فَرَاخًا وَأم الصَّقرِ مُقْلَاة نَزُوْرُ

''خشاش الارض'' کثیر اولاد ہوتے ہیں لیکن ''ام قصر'' تیز نگاہ والی اور کم بچے جنتی ہے۔''

ابن ابی الدنیا نے اپنی کتاب ''مکاید الشیطان'' میں حضرت ابودرداءؓ سے ایک حدیث نقل کی ہے حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جن کو تین قسموں میں پیدا فرمایا ہے۔ پہلی قسم سانپ' بچھو اور کیڑوں مکوڑوں کی شکل میں ہے۔ دوسری قسم ہوا میں اڑنے والے جنات کی ہے اور تیسری قسم وہ ہے جن پر حساب و کتاب اور عذاب وثواب ہوگا۔ نیز اللہ تعالیٰ نے انسان کو بھی تین قسموں میں پیدا فرمایا ہے۔ پہلی قسم وہ ہے جو بالکل جانوروں کی طرح ہیں اور ان کے دل ہیں مگر وہ سمجھتے نہیں' ان کی آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں۔ دوسری قسم وہ ہے جن کے جسم تو آدمیوں جیسے ہیں مگر ان کی روحیں شیاطین کی روحوں جیسی ہیں۔ اور تیسری قسم وہ ہے جو فرشتوں کی مثل ہے پس یہ وہ لوگ ہیں جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سائے میں ہونگے جس دن کہ اللہ تعالیٰ کے سائے کے علاوہ کوئی اور سایہ نہیں ہوگا۔'' (رواہ ابن ابی الدنیا فی مکاید الشیطان)

وہب بن الورد سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ابلیس صورت بدل کر حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس ابلیس نے کہا کہ کیا میں آپ کو کچھ نصیحت نہ کروں؟ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا میں تمہاری نصیحت کا ارادہ نہیں رکھتا البتہ یہ بتاؤ کہ بنی آدم کے متعلق تم کیا کہتے ہو؟ پس ابلیس نے کہا کہ ہمارے نزدیک بنی آدم کی تین اقسام ہیں پہلی قسم میں وہ لوگ ہیں جو ہمارے لئے بہت سخت ہیں کیونکہ ہم کافی محنت کے بعد انہیں بہلا پھسلا کر اپنے قابو میں کر لیتے ہیں اور ان کو دین کے راستے سے روک دیتے ہیں لیکن اس قسم کے لوگ فوراً توبہ واستغفار کر لیتے ہیں جس کی وجہ سے ہماری محنت ضائع ہوجاتی ہے۔ پس ہم دوبارہ جا کر ان کو اپنا ہم خیال بنانے میں کامیاب ہوجاتے ہیں لیکن وہ پھر توبہ واستغفار کر لیتے ہیں پس ہم اس قسم کے افراد سے مایوس ہوجاتے ہیں۔ اس لئے ہم ان سے اپنی کوئی حاجت روائی نہیں کر سکتے۔ پس ہم اس قسم کے لوگوں کی جانب سے مشقت میں پڑ جاتے ہیں۔ اسی طرح بنی آدم کی دوسری قسم میں وہ لوگ ہیں جو آسانی سے ہمارے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ پس وہ ہمارے ہاتھوں میں اس طرح رہتے ہیں جیسے بچوں کے ہاتھوں میں گیند کہ جس طرف کو چاہا پھینک دیا۔ تحقیق اس قسم کے لوگوں کے ذریعے ہماری محنت نفع بخش ہوجاتی ہے۔ اسی طرح بنی آدم کی تیسری قسم میں آپ جیسے (یعنی یحییٰ علیہ السلام جیسے) لوگ ہیں جو گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں اور ایسے افراد پر ہم قدرت نہیں رکھتے۔

الخشاف

''الخشاف'' اس سے مراد چمگادڑ[1] ہے۔ اس کی تفصیل انشاء اللہ لفظ ''خفاش'' کے تحت آئے گی۔

[1] چمگادڑ-Bat (کتابستان اردو انگلش ڈکشنری صفحہ ۲۵۷)

الخشرم

''الخشرم'' اس سے مراد بھڑوں کا گروہ ہے۔ اصمعی کہتے ہیں کہ ''الخشرم'' کا کوئی واحد نہیں آتا۔

الخُشَف

''الخُشَف'' (خاء پر پیش اور شین پر زبر ہے) اس سے مراد سبز مکھی ہے نیز اگر ''الخِشْف'' (خاء کے کسرہ اور شین کے سکون کے ساتھ) ہو تو اس سے مراد ہرن کا بچہ ہے۔ اس کی جمع کے لئے ''خشفة'' کے الفاظ مستعمل ہیں۔

ایک قصہ ابن سیدہ نے کہا ہے کہ جریر نے لیث سے روایت کی ہے کہ ایک آدمی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور اس نے عرض کیا اے اللہ کے نبی کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں؟ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کو اجازت مرحمت فرمائی۔ پس ایک دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے اس ساتھی کو ساتھ لے کر باہر نکلے یہاں تک کہ نہر کے کنارے پہنچ گئے۔ پس دونوں بیٹھ گئے اور کھانا کھایا۔ نیز ان کے پاس صرف تین روٹیاں تھیں۔ پس دو روٹیاں تو انہوں نے کھا لیں اور ایک روٹی باقی بچ گئی۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے اور نہر کی طرف تشریف لے گئے۔ پس آپ نے نہر سے پانی پیا اور پھر واپس تشریف لائے تو بچی ہوئی روٹی غائب پائی۔ پس آپ نے اس آدمی سے فرمایا کہ تیسری روٹی کون لے گیا ہے۔ پس اس آدمی نے جواب دیا کہ مجھے اس کے متعلق کوئی علم نہیں۔ پس آپ وہاں سے چل دیئے اور آپ کے ساتھ آپ کا ساتھی بھی تھا۔ پس آپ نے راستہ میں ایک ہرنی کو دیکھا کہ اس کے ساتھ اس کے دو بچے بھی ہیں پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہرنی کے دو بچوں میں سے ایک کو اپنے پاس بلایا۔ پس وہ آ گیا' پس آپ نے اس کو ذبح کیا اور اس کا گوشت پکایا اور پھر آپ نے اور آپ کے ساتھی نے ہرن کے بچے کا گوشت کھایا چنانچہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کا رفیق گوشت کھا چکے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہرن کے بچے کو فرمایا اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا۔ پس وہ ہرن کا بچہ زندہ ہو گیا اور دوڑتا ہوا اپنی ماں کے پاس چلا گیا۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھی سے فرمایا کہ میں اس ذات کی قسم دے کر جس نے تمہیں یہ معجزہ دکھلایا ہے یہ سوال کرتا ہوں کہ تیسری روٹی کون لے گیا ہے؟ پس اس آدمی نے کہا کہ میں اس کے متعلق نہیں جانتا؟ پس اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے رفیق چلے' یہاں تک کہ نہر کے پاس پہنچ گئے۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے جوتے اتارے اور پانی پر چلنا شروع کر دیا۔ پس پھر واپس آئے اور اس آدمی سے کہا کہ میں تم سے اس ذات کی قسم دے کر جس نے تمہیں یہ معجزہ دکھلایا ہے یہ پوچھتا ہوں کہ تیسری روٹی کون لے گیا؟ پس اس آدمی نے جواب دیا کہ میں اس کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھی کے ہمراہ چل پڑے۔ یہاں تک کہ ایک میدان میں پہنچ گئے۔ پس وہ دونوں وہاں بیٹھ گئے۔

پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے میدان سے مٹی اور ریت اٹھائی اور ان کو حکم دیا کہ اللہ کے حکم سے سونا بن جاؤ۔ پس مٹی اور ریت نے سونا کی شکل اختیار کر لی۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سونے کو تین حصوں میں تقسیم کیا اور اپنے ساتھی سے فرمایا کہ ایک حصہ میرا

ہے اور ایک حصہ تمہارا ہے اور ایک حصہ اس شخص کے لئے جس نے تیسری روٹی لی ہے۔ پس اس آدمی نے کہا کہ میں نے ہی تیسری روٹی لی تھی۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ سارا سونا تمہارے ہی لئے ہے۔ پھر اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس آدمی سے علیحدہ ہو گئے۔ پس وہ آدمی اکیلا ہی اس مال کی نگرانی کرتا رہا۔ پس کچھ دیر کے بعد دو آدمی اس کی طرف آئے۔ پس ان دو آدمیوں نے اس آدمی کو قتل کر کے سونا چھیننے کا ارادہ کیا۔ پس اس آدمی نے کہا کہ تم اپنے ارادہ سے رک جاؤ اور اس سونے کے تین حصے کرلو۔ پھر اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفیق نے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک آدمی بازار جا کر کھانا خرید لائے۔ پس ایک آدمی کھانا لانے کے لئے بازار کی طرف گیا۔ پس اس نے راستہ میں سوچا کہ کیوں نہ میں کھانا میں زہر ملا دوں تو یہ دونوں مر جائیں گے اور سونا میری ملکیت میں آجائے گا۔ پس اس آدمی نے کھانے میں زہر ملا دیا' پس یہ دونوں شخص کھانا لانے والے کی غیر موجودگی میں یہ فیصلہ کر چکے تھے کہ جوں ہی کھانا لانے والا کھانا لے کر آئے تو اس کو قتل کر دیا جائے تا کہ ہم دونوں سونا آپس میں بانٹ لیں۔ پس جب تیسرا آدمی کھانا لے کر پہنچا تو ان دونوں نے اسے قتل کر دیا اور پھر مطمئن ہو کر کھانا کھانے لگے۔ پس کھانا زہر آلود ہونے کی وجہ سے ان دونوں کی موت واقع ہوگئی اور مال اسی میدان میں پڑا رہا۔ چنانچہ مال کی حرص نے ان تینوں کو قتل کر دیا۔ پس ایک دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس جگہ کے قریب سے گزرے تو آپ نے یہ حالت دیکھی تو اپنے ساتھیوں سے فرمایا یہ دنیا ہے یہ اپنے رہنے والوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتی ہے پس تم اس سے اجتناب کرو۔

الخضرم

''**الخضرم**'' گوہ کے بچے کو کہا جاتا ہے۔

الخضیراء

''**الخضیراء**'' اہل عرب کے نزدیک ''**الخضیراء**'' ایک معروف پرندہ کو کہا جاتا ہے۔

الخطاف

''**الخطاف**'' (خاء پر پیش ہے) اس کی جمع کے لئے ''**خطاطیف**'' کے الفاظ مستعمل ہیں نیز اس کو ''**زوار الھند**'' بھی کہا جاتا ہے اور یہ ایسا پرندہ ہے جو تمام علاقوں سے ترک سکونت کر کے انسانی آبادی کے قریب سکونت اختیار کرتا ہے کیونکہ یہ انسانوں کی قربت کو پسند کرتا ہے۔ چنانچہ یہ پرندہ ایسے بلند مقامات پر اپنا گھونسلہ بناتا ہے کہ جہاں کوئی آسانی سے پہنچ نہ سکے۔ اس پرندہ کو عرف عام میں جنت کی چڑیا بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ انسانی غذا سے رغبت نہیں رکھتا۔ پس اس پرندے کی غذا مکھیاں اور مچھر وغیرہ ہیں۔

''ابن ماجہ'' میں ایک حدیث ہے۔ حضرت سہل بن ساعدی فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس اس نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایسا عمل بتائیں کہ جب میں وہ عمل کروں تو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندے مجھ

سے محبت کرنے لگیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا سے بے رغبت ہوجا تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور جو لوگوں کی ملکیت ہے اس سے بھی بے رغبت ہوجا تو لوگ تجھ سے محبت کرنے لگیں گے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ دنیا سے غنی ہوجانا اللہ کی محبت کا سبب اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتے ہیں جو اس کا مطیع ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے بغض رکھتے ہیں جو اس کی نافرمانی کرے۔ پس اللہ تعالیٰ کی اطاعت دنیا کی محبت کے ساتھ اکٹھی نہیں ہوسکتی۔ نیز لوگوں کی ملکیت سے غنی ہوجانے سے ان کی محبت کا سبب اس لئے ہے کہ دنیا دار لوگ دنیا کے مفادات میں اس طرح مصروف ہیں جیسا کہ کتا مردار کھانے میں مصروف ہوتا ہے۔ پس جو آدمی دنیا داروں سے اس معاملہ میں الجھتا ہے تو وہ اس کے دشمن بن جاتے ہیں اور اگر وہ ان سے کنارہ کشی اختیار کرے گا تو وہ اس سے محبت کرنے لگیں گے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں ؎

وما هي الا جيفة مستحية — عليها كلاب همهن اجتذابها

''اور نہیں ہے دنیا مگر ایک مردار جس کو دنیا نے حلال تصور کر رکھا ہے اور دنیا داروں کی مثال کتوں کی سی ہے جو مردار کو کھانے میں لگے ہوئے ہیں۔''

فان تجتنبها كنت سلما لا هلها — وان تجتذبها نازعتک کلابها

''پس اگر تو اس مردار سے اجتناب کرے گا تو دنیا والوں کے لئے محبوب بن جائے گا اور اگر تو اس کے کھانے کا خواہش مند ہوگا تو دنیا کے کتے تجھ سے الجھ پڑیں گے۔''

چنانچہ خطاف کے مدح میں بھی کسی نے بہت عمدہ اشعار کہے ہیں ؎

کن زاهد فيما حوته يدالوری — تضحی الی کل الانام حبيبا

''تم اہل دنیا اور ان کے مال سے بے رغبتی اختیار کرلو تو دنیا والے تمہیں اپنا محبوب بنالیں گے''

أو ماتری الخطاف حرم زادهم — أضحی مقيما فی البيوت ربيبا

''یا تم ابابیل کی طرف دیکھو کہ اس نے تمام انسانوں کا رزق اپنے اوپر حرام کرلیا ہے اسی لئے لوگوں کے گھروں میں رہنے کے باوجود لوگ اسے تنگ نہیں کرتے۔''

''الخطاف ''نامی پرندہ کو ''ربیب'' بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ پرندہ غیر آباد علاقوں کی بہ نسبت آباد شدہ مکانات سے محبت رکھتا ہے اور لوگوں کی قربت کو پسند کرتا ہے۔

''ابابیل'' کی ایک عجیب وغریب خصوصیت یہ ہے کہ اگر اس کی آنکھ نکل جائے تو دوبارہ پیدا ہوجاتی ہے۔ نیز کسی نے بھی ''ابابیل'' کو کسی ایسی چیز پر ٹھہرا ہوا نہیں دیکھا جس کو وہ ہمیشہ اپنی غذا بناتا ہو اور نہ کسی نے ''ابابیل'' (نر) کو اپنی مادہ سے جفتی کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ چمگادڑ ابابیل کے ساتھ بہت زیادہ عداوت رکھتا ہے۔ پس چمگادڑ اکثر ابابیل کے بچوں کو پکڑنے کی جدوجہد کرتا رہتا ہے۔ اس لئے ''ابابیل'' جب بچے نکالتی ہے تو اپنے گھونسلے میں اجوائن کے پودے کی لکڑیاں رکھ دیتی ہے۔ پس ان لکڑیوں کی خوشبو سے چمگادڑ اس کے گھونسلے کے نزدیک نہیں آتی اور ابابیل کے بچوں کو تکلیف نہیں پہنچاتی۔ ابابیل پرانے گھونسلہ میں اس وقت

تک بچے نہیں نکالتی جب تک کہ اس گھونسلہ کو مٹی سے مرمت نہ کر لے نیز ابابیل بڑے عجیب وغریب طریقہ سے اپنا اس وقت تک گھونسلہ بناتی ہے۔ پس ابابیل پہلے مٹی میں تنکے ملا لیتی ہے اور اگر اس کو تنکے ملی ہوئی مٹی نہ ملے تو یہ پانی میں غوطہ لگاتی ہے اور پھر زمین پر لیٹ جاتی ہے اور جب اس کے جسم اور بازو مٹی سے لپٹ جاتے ہیں تو یہ اپنے پروں کی مٹی سے گھونسلہ تیار کرتی ہے اور سب سے بڑی عجیب وغریب بات یہ ہے کہ ابابیل اپنے گھونسلہ میں بیٹ کرنے کے بجائے گھونسلہ سے باہر بیٹ کرنے کو ترجیح دیتی ہے اور جب ابابیل کے بچے بڑے ہو جاتے ہیں تو یہ ان کو بھی یہی عادات سکھاتی ہے۔

ابابیل کے بچے جب یرقان کے مرض میں مبتلا ہوتے ہیں تو ابابیل ہندوستان آتی ہے اور ایک پتھری لے جاتی ہے اور اس پتھری کو اپنے بچوں کے جسم کے اوپر رکھ دیتی ہے جس سے اس کے بچوں کو یرقان کی بیماری سے شفا نصیب ہوتی ہے۔ پس جب انسانوں میں کسی کو یرقان کا مرض لاحق ہوتا ہے تو وہ اس پتھری کو تلاش کرتے ہوئے ابابیل کے گھونسلے تک پہنچ جاتے ہیں یہاں تک کہ ابابیل کے گھونسلے سے اس کے بچوں کو نکال لیتے ہیں اور ان کو زعفران سے رنگتے ہیں اور پھر انہیں گھونسلہ میں بٹھا دیتے ہیں۔ پس جب ابابیل اپنے بچوں پر زردی کے اثرات دیکھتی ہے تو اسے یوں محسوس ہوتا ہے کہ گرمی کی شدت کے باعث اس کے بچے یرقان کے مرض میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ پس ابابیل ہندوستان سے اس پتھری کو لے جاتی ہے اور اپنے بچوں کے جسم پر رکھ دیتی ہے۔ چنانچہ انسان اس پتھری کو ابابیل کے بچوں کے جسم کے اوپر سے اٹھا لیتا ہے۔ یہ ایک چھوٹی سی پتھری ہے جس پر سرخ سیاہی مائل لکیریں ہوتی ہیں اس پتھری کو ''حجر السنونو'' (ابابیل کا پتھر) کہا جاتا ہے۔ پس لوگ اس پتھری کو حاصل کرنے کے بعد اسے یرقان کے علاج کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ اس پتھری کی خصوصیت یہ ہے کہ اگر یرقان کا مریض اس پتھری کو اپنے گلے میں لٹکا لے یا اس کو پانی میں حل کر کے پی لے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسے یرقان سے شفا نصیب ہوگی۔ ابابیل جب آسمانی بجلی کی کڑک سن لیتی ہے تو خوفزدہ ہو کر قریب المرگ ہو جاتی ہے۔ حکیم ارسطو نے اپنی کتاب ''النعوت الخطاطیف'' میں لکھا ہے کہ جب ابابیل اپنی آنکھوں کی روشنی کھو دیتی ہے تو یہ ایک درخت کا پتہ کھا لیتی ہے جسے ''عین الشمس'' کہا جاتا ہے۔ پس جب یہ اس درخت کا پتہ کھا لیتی ہے تو اس کی آنکھوں کی روشنی واپس آ جاتی ہے۔ ''عین الشمس'' کا درخت آنکھوں کے لئے مفید ہے چنانچہ رسالہ قشیری کے باب المحبۃ کے آخر میں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ ابابیل حضرت سلیمان علیہ السلام کے محل پر اپنی مادہ سے جفتی کا ارادہ کر رہا تھا لیکن اس کی مادہ اس پر آمادہ نہیں ہوئی۔ پس ابابیل نے کہا کہ کیا تو مجھے جفتی کرنے سے روکتی ہے حالانکہ میں اتنی طاقت رکھتا ہوں کہ اگر میں چاہوں تو محل کو حضرت سلیمان علیہ السلام پر گرا دوں۔

پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی گفتگو سن لی۔ پس آپ نے نر ابابیل کو بلایا پس جب نر ابابیل حاضر ہوا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ تو نے میرے متعلق ایسی بات کیوں کی ہے؟ پس اس نے جواب دیا کہ اے اللہ کے نبی عاشقوں کی باتیں قابل مواخذہ نہیں ہوتی۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ تو نے سچ کہا ہے۔

فائدہ ثعلبی وغیرہ نے سورۂ نمل کی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے نکالا گیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے وحشت کی شکایت کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو ابابیل کے ساتھ مانوس کر دیا۔ پس اسی وجہ سے ابابیل بنی آدم کے ساتھ مانوس

ہے اوران کے گھروں سے علیحدہ نہیں ہوتی۔ ثعلبی کہتے ہیں کہ ابابیل کو قرآن کریم کی سورہ حشر کی چار آیتیں یاد ہیں (۱) لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ اِلٰى اٰخِرِالسورة ۔ پس جب ابابیل "العزیز الحکیم" پر پہنچتی ہے تو اپنی آواز کو بلند کرلیتی ہے۔

ابابیل کی قسمیں ابابیل کی چار اقسام مشہور ہیں۔ (۱) پہلی قسم وہ ابابیل ہے جو ساحل سمندر پر رہتی ہے اور زمین کھود کر اپنا گھونسلہ تیار کرتی ہے۔ یہ ابابیل "صغیر الجثۃ" اور "عصفور الجنۃ" سے چھوٹی ہوتی ہے۔ اس ابابیل کی رنگت خاکستری ہوتی ہے اور یہ "السنونو" کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا تفصیلی ذکر انشاء اللہ "باب السین" میں آئے گا۔

(۲) یہ وہ ابابیل ہے جس کی رنگت سبز اور پشت پر سرخی نمایاں ہوتی ہے۔ اہل مصر اس کے سبزی مائل ہونے کی وجہ سے اسے "خضیری" کہتے ہیں نیز اس ابابیل کی خوراک مکھیاں اور پروانے وغیرہ ہیں۔

(۳) یہ وہ ابابیل ہے جس کے لمبے اور باریک بازو ہوتے ہیں۔ یہ پہاڑوں میں اپنا مسکن بناتی ہے اور اس کی خوراک چیونٹیاں وغیرہ ہوتی ہیں۔ اس قسم کی ابابیل کو "سائم" کہا جاتا ہے اس کے مفرد کے لئے "سامۃ" کے الفاظ مستعمل ہیں۔

(۴) یہ وہ ابابیل ہے جس کو "السونو" کہا جاتا ہے اس کے واحد کے لئے "سنونوۃ" کے الفاظ مستعمل ہیں۔ اس قسم کے ابابیل کا مسکن مسجد حرام میں باب ابراہیم اور باب بنی شیبہ کے مقامات ہیں۔ بعض لوگ "السونو" کو ہی وہ ابابیل شمار کرتے ہیں جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ابرہہ اور اس کے لشکر کو تباہی سے دوچار کیا تھا۔

حدیث میں ابابیل کا تذکرہ حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ہاں داخل ہوئے تو آپ کے پاس چند لڑکے موجود تھے اور وہ حسن و جمال میں چاند یا دینار معلوم ہوتے تھے۔ پس ہم ان کے حسن و جمال پر متعجب ہوئے۔ پس حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تم ان لڑکوں کے حسن و جمال پر رشک کر رہے ہو۔ پس ہم نے جواب دیا اللہ کی قسم ایک مسلمان آدمی کو ان جیسے لڑکوں سے ضرور رشک ہوتا ہے۔ پس حضرت ابن مسعودؓ نے سر اٹھا کر اپنے حجرہ کی چھت کی طرف دیکھا جس میں "ابابیل" نے گھونسلہ بنا رکھا تھا۔ پس حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر میں ان لڑکوں کو زمین میں دفن کرنے کے بعد اپنے ہاتھوں سے ان کی قبروں کی مٹی جھاڑنے لگوں تو یہ مجھے اس چیز سے زیادہ محبوب ہے کہ ان ابابیلوں کے گھونسلے جو اس چھت میں لگے ہوئے ہیں ویران ہو جائیں اور ان کے انڈے ٹوٹ جائیں۔ (رواہ نعیم بن حماد) ابن مبارک فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ الفاظ اس لئے فرمائے تھے تاکہ لڑکے نظر سے محفوظ رہیں۔ ابو اسحٰق صابی نے ابابیل کے متعلق اشعار کہتے ہوئے کہا ہے کہ

وهندية الاوطان زنجية الخلق مسودة الالوان محمرة الحدق

"اور اس کا وطن ہندوستان ہے اور پیدائش کے اعتبار سے وہ (ابابیل) زنگی ہے اور اس کا رنگ سیاہ ہے اور اس کی آنکھ میں سرخی ہے"

اذا صرصرت صرت باخر صوتها حدا دافاذرت من مدامعها العلق

"جب وہ بولتی ہے تو آخر میں آواز کو بلند کردیتی ہے اور اس کے آنسوؤں سے خوف ٹپکنے لگتا ہے"

کان بھا حزنا وقد لبست له　　　کما صر ملوی العود بالوتر الحزق

''گویا کہ وہ غمزدہ ہے اور تحقیق میں اس کو دیکھنے کیلئے رک گیا اور اس کی آواز میں ایسی چیخ تھی جیسے رسی کھولتے وقت کمان کی لکڑی چیختی ہے''

تصیف لدینا ثم تشتو بأرضھا　　　ففی کل عام نلتقی ثم تفترق

''ابابیل گرمی کے موسم میں ہمارے پاس سکونت اختیار کرتی ہے اور موسم سرما میں اپنے وطن میں مقیم ہو جاتی ہے' پس ہر سال ہماری اس سے ملاقات بھی ہوتی ہے اور پھر جدائی بھی ہو جاتی ہے''

ابابیل کا شرعی حکم ابابیل کا گوشت حرام ہے۔ اس لئے کہ ابوالحویرث عبدالرحمٰن معاویہ جو تابعین سے ہیں روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''ابابیل'' کو قتل کرنے سے منع فرمایا نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان پناہ حاصل کرنے والوں کو قتل نہ کرو اس لئے کہ یہ دوسروں سے بچ کر تمہاری پناہ میں آئی ہے۔ (رواہ البیہقی وقال انہ منقطع)

عباد بن اسحٰق اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاطیف (ابابیل) کو قتل کرنے سے منع فرمایا جو کہ گھروں میں پناہ حاصل کرتے ہیں۔ (رواہُ ابراہیم بن طھمان)

امام ابوداؤدؒ نے بھی اس کو نقل کیا ہے۔ امام بیہقیؒ کے نزدیک یہ روایت ضعیف ہے لیکن ایک صحیح روایت جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے میں ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مینڈک کو قتل نہ کرو اس لئے کہ یہ اللہ کی تسبیح کرتی ہے اور ''خطاف'' (ابابیل) کو بھی قتل نہ کرو کیونکہ جب بیت المقدس کو تباہ و برباد کیا گیا تھا تو اس وقت ابابیل نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تھی کہ اے میرے رب مجھے سمندر پر مسلط فرما دے یہاں تک کہ میں بیت المقدس کو اجاڑنے والوں کو سمندر میں غرق کر دوں۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ عنقریب انشاء اللہ ''باب الضاد'' میں مزید تفصیل آئے گی۔ حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''جلالہ'' (غلاظت خور جانور) المجثمۃ (وہ جانور جس کو باندھ کر دور سے مارا گیا ہو) اور الخطفۃ (اچک لیا جانے والا جانور) کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔ حدیث میں ''الخطفۃ'' کا لفظ ''طاء'' کے سکون کے ساتھ ہے۔ اہل علم کے نزدیک اس لفظ کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ ''الخطفۃ'' اس جانور کو کہا جاتا ہے جسے کسی پرندے نے اچک لیا ہو اور پھر اسے ہلاک کر دیا ہو۔ پس اس مردہ جانور کا گوشت کھانا حرام ہے۔ ابن قتیبہ کے نزدیک ''الخطفۃ'' کا دوسرا معنی یہ ہے کہ اس سے مراد ہر وہ جانور ہے جو تیزی سے کوئی چیز اچک کر لے جائے۔ پس ابابیل میں بھی یہی خصوصیت پائی جاتی ہے کہ وہ تیزی سے کوئی چیز اچک کر لے جاتی ہے اس لئے اس کا گوشت بھی حرام ہے۔ ابن جریر طبریؒ نے فرمایا ہے کہ وہ جانور جن کی غذا حرام ہے ان کا گوشت بھی حرام ہے۔ ماوردی کہتے ہیں کہ ہر ناپاک جانور جیسے ابابیل اور چمگادڑ وغیرہ ان کا گوشت حرام ہے محمد بن حسنؒ فرماتے ہیں کہ ابابیل حلال ہے کیونکہ یہ حلال غذا کھاتی ہے۔ ابو عاصم عبادی کہتے ہیں کہ ابابیل کے حلال ہونے کا احتمال ہے اور یہی اکثر ائمہ شوافع کا مذہب بھی ہے اور اس کو ''شرح المھذب'' میں بیان کیا گیا ہے۔

ابابیل کے خواص

(۱) ارسطو کہتے ہیں کہ اگر ابابیل کی آنکھ ایک کپڑے میں لپیٹ کر کسی چارپائی میں باندھ دی جائے تو جو آدمی بھی اس چارپائی پر

سونے کے لئے لیٹے گا اس کو نیند نہیں آئے گی اور اگر ابابیل کی آنکھ کو خشک کر کے کسی اچھی قسم کے تیل میں حل کر کے یہ تیل کسی عورت کو پلا دیا جائے تو وہ عورت تیل پلانے والے سے بے حد محبت کرنے لگے گی اور اگر ابابیل کی آنکھ کو خشک کر کے چنبیلی کے تیل میں حل کر کے حاملہ عورت کی ناف پر ملا جائے تو حاملہ عورت کی تکلیف دور ہو جائے گی۔

(۲) اگر ابابیل کے دل کو خشک کر کے پانی میں حل کر کے پی لیا جائے تو یہ قوت باہ کے لئے بے حد مفید ہے۔

(۳) اگر کسی عورت کو لاعلمی میں ابابیل کے خون کے چند قطرے پلا دیئے جائیں تو اس عورت کی شہوت ختم ہو جائے گی اور اگر ابابیل کے خون کا سر پر لیپ کیا جائے تو سر کا درد جو فساد اختلافات کی وجہ سے ہوا ہو ختم ہو جائے گا اور یہ اکثر نومولود بچوں کو ہوتا ہے۔

(۴) اگر ابابیل کی بیٹ کو زخم پر لگایا جائے تو زخم بہت جلد بھر جاتے ہیں خصوصاً وہ زخم جن میں سوراخ ہوں۔

(۵) ابابیل کا پتہ پینے سے بالوں کی سفیدی ختم ہو جاتی ہے اور سفید بال کالے ہو جاتے ہیں لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ ابابیل کا پتہ پینے سے قبل تھوڑی سی چھاچھ یا دودھ منہ میں بھر لے تاکہ دانتوں پر سیاہی کے نشانات نہ پڑ جائیں۔

(۶) ابابیل کا گوشت بے خوابی کے مرض میں مبتلا کر دیتا ہے۔

(۷) ابابیل کے سر میں ایک پتھری ہوتی ہے جس کے بہت سے فوائد ہیں' ہر ابابیل اس پتھری کو نگل لیتی ہے پس جس کو یہ پتھری مل جائے اور وہ اس کو اپنے پاس رکھے تو یہ ہر قسم کے شر سے محفوظ رہے گا اور پتھری رکھنے والا شخص جس سے بھی محبت کرے گا وہ اس کی محبت کو رد نہیں کر سکے گا۔

(۸) اسکندر نے کہا ہے کہ جب ابابیل پہلی مرتبہ انڈے دیتی ہے تو اس کے گھونسلہ میں دو پتھریاں ظاہر ہوتی ہیں جن کا رنگ یا تو سفید ہوتا ہے یا ایک پتھری سفید اور دوسری پتھری کا رنگ سرخ ہوتا ہے۔ پس اگر سفید پتھری کسی مرگی والے مریض پر رکھ دی جائے تو اس کے مرض میں افاقہ ہو جاتا ہے۔ نیز اگر گونگا شخص اس پتھری کو اپنے پاس رکھے تو اس کی زبان کی گرہ کھل جاتی ہے اور اسے گفتگو کرنے پر قدرت حاصل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح سرخ پتھری کو اگر عسر بول کا مریض اپنی گردن میں ڈال لے تو وہ شفایاب ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات یہ دونوں پتھریاں مختلف صورتوں میں پائی جاتی ہیں ایک لمبی ہوتی ہے اور دوسری گول' اگر یہ دونوں پتھریاں گائے کے بچھڑے کی کھال میں سی کر ایسے آدمی کی گردن میں ڈال دیں جو خیالات اور وساوس کی وجہ سے پریشان ہو تو اس کو بہت فائدہ حاصل ہوگا۔

یہ پتھریاں صرف ان گھونسلوں میں پائی جاتی ہیں جن کا رخ مشرق کی جانب ہو اور ان پتھریوں کے خواص آزمودہ اور مجرب ہیں۔ ابن الدقاق کہتے ہیں کہ اگر ابابیل کے گھونسلہ کی مٹی پانی میں حل کر کے پی لی جائے تو سلسل البول کے لئے بے حد مفید ہے۔

تعبیر ابابیل کی خواب میں تعبیر مرد یا عورت سے دی جاتی ہے اور کبھی اس کی تعبیر مال اور ایسے بچے سے دی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھنے والا ہو اور ابابیل کی خواب میں تعبیر کبھی چھینے ہوئے مال سے بھی کی جاتی ہے۔ پس جس نے خواب میں دیکھا کہ اس نے ابابیل کو پکڑا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے کو حرام مال حاصل ہوگا کیونکہ ابابیل کے معنی اچکنے والے کے ہیں۔ پس اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ اس کے گھر میں بہت سے ابابیل داخل ہو گئے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے کو حلال مال حاصل ہوگا۔ بعض اہل علم کے نزدیک ابابیل کو خواب میں دیکھنا ایک محبت کرنے والے متقی آدمی کی طرف اشارہ ہے۔ عیسائیوں نے کہا

ہے کہ جو شخص خواب میں ابابیل کا گوشت کھائے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والا کسی بڑے جھگڑے میں ملوث ہوگا۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس کے گھر سے ''ابابیل'' نکل رہے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کے قرابت دار سفر کی وجہ سے اس سے جدا ہوں گے۔ نیز ابابیل کی خواب میں تعبیر بسا اوقات کام کی مشغولیت سے دی جاتی ہے۔ نیز خواب میں ابابیل کی آواز سننا نیک کام کی طرف رغبت ہے کیونکہ ابابیل کی آواز تسبیح کی طرف ہے اور کبھی کبھی اس کی تعبیر امانتدار عورت سے بھی دی جاتی ہے جاماسب نے کہا ہے کہ اگر کسی نے خواب میں ابابیل کا شکار کیا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے کے گھر میں چور داخل ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اَلْخَطَّافُ

''اَلْخَطَّافُ'' (خاء پر زبر اور طاء پر تشدید ہے) اس سے مراد سمندری مچھلی ہے جس کی پشت پر دو سیاہ رنگ کے پر ہوتے ہیں اور یہ مچھلی پانی سے نکل کر ہوا میں پرواز کرتی ہے اور پھر دوبارہ پانی میں لوٹ آتی ہے۔ ابو حامد اندلسی نے اس مچھلی کے متعلق یہی کہا ہے۔

اَلْخُفَّاشُ

''اَلْخُفَّاشُ'' (خاء پر پیش اور فا پر تشدید) اس کی جمع کے لئے ''الخفافیش'' کا لفظ مستعمل ہے۔ ''اَلْخُفَّاشُ'' وہ پرندہ ہے جو رات کو پرواز کرتا ہے اور اس کی عجیب وغریب شکل وصورت ہوتی ہے۔

چمگادڑ کو ''اَلْخُفَّاشُ'' اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ لفظ ''الخفش'' سے مشتق ہے جس کے معنی ''ضعف البصر'' یعنی کمزور نگاہ کے ہیں۔

فائدہ ''اخفش'' سے مراد وہ شخص ہے جس کی پیدائشی طور پر نگاہ کمزور ہو یا پیدائش کے بعد کسی وجہ سے اس کی نگاہ کمزور ہوگئی ہو۔ پس عربی لغت میں ''اخفش'' اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کو رات میں تو دکھائی دیتا ہے لیکن دن کی روشنی میں کچھ بھی نظر نہیں آتا یا جس دن آسمان پر بادل چھائے ہوں اس دن تو دکھائی دے لیکن سورج کی روشنی میں کچھ بھی دکھائی نہ دے۔

اختتامیہ ہر آنکھ کو پھوڑ دینے کی دیت نصف ہوگی اگر کسی بھینگے کی آنکھ پھوڑی ہوگی یا چوندھے کی یا کانے کی یا اندھے کی' کیونکہ ان تمام عیوب کے باوجود ان کی بینائی کچھ نہ کچھ نفع بخش تھی۔ پس نفع کی مقدار کیا ہے اس سے بحث نہیں کی جائے گی کیونکہ پکڑنے والے کی قوت گرفت اور چلنے والے کی سستی وتیز رفتاری سے بھی فیصلے نہیں کیے جاتے۔ پس اگر کسی کی آنکھ میں سفیدی ہو بشرطیکہ اس سفیدی کی وجہ سے کوئی رکاوٹ نہ پیدا ہوتی ہو تو یہ اسی طرح ہے جیسا کہ کسی کے جسم پر مسہ یا تل ہو۔ پس اگر سفیدی پپوٹے میں ہو یا پتلی میں ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے لیکن اگر قوت بینائی پر سفیدی ہے اور اتنی ہلکی ہے کہ بینائی میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی تو ایسی آنکھ کو پھوڑ دینے پر نصف دیت واجب ہوگی۔ امام شافعیؒ اور دیگر ائمہ کا یہی قول ہے۔ پس ان حضرات کے نزدیک بینائی کا یہ نقصان کسی مرض کی وجہ سے پیدا ہوا یا کسی کے ایذاء پہنچانے سے تو اس میں کوئی فرق نہیں۔ پس اگر آنکھ کی سفیدی قلیل ہے اور اتنی کم ہے کہ ہم اسے ناپ سکیں تو اسی مقدار میں دیت میں کمی وزیادتی ہوگی لیکن اگر نقصان کا اندازہ مشکل ہو تو پھر عقل مند لوگوں سے فیصلہ کرایا جائے گا۔

چوندھے پن میں پیدائشی روشنی کم ہوجاتی ہے۔ پس چوندھا پن پیدائشی ہے یا کسی مرض کی وجہ سے اس کا فرق اس وقت سمجھ میں

آئے گا جب چوندھا پن اپنے کسی تساہل کی وجہ سے لاحق ہوا ہو اور قدرتی چوندھا پن کی علامات اس سے مختلف ہیں۔ پس اگر کسی نے کانے کی آنکھ کو نقصان پہنچایا تو اس کی نصف دیت واجب ہوگی۔ ابن منذر کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ سے مروی ہے کہ کانے کی آنکھ کو نقصان پہنچانے پر پوری دیت واجب ہے۔

نیز عبدالملک بن مروان ٗ زہریؒ ٗ قتادہؒ ٗ مالکؒ ٗ لیثؒ ٗ امام احمدؒ اور اسحٰق بن راہویہؒ بھی اسی مسلک پر عمل پیرا ہیں۔

چمگادڑ کے متعلق مزید تفصیل بطلیموسی نے کہا ہے کہ خفاش کے لئے چار نام ہیں۔

خفاش ٗ خشاف ٗ خطاف ٗ وطواط۔ پس خفاش کا احتمال ہے کہ یہ ''اخفش'' سے مشتق ہے جس کے معنی کمزور نگاہ کے ہیں۔ اخفش کا اطلاق لغت میں دو طرح کے اشخاص پر ہوتا ہے۔ پہلا شخص وہ ہے کہ جو پیدائشی طور پر کمزور نگاہ والا ہو اسے بھی اخفش کہا جاتا ہے اور دوسرا وہ آدمی ہے جسے رات میں تو دکھائی دیتا ہے لیکن دن کی روشنی میں کچھ نظر نہ آئے یا جس دن آسمان پر بادل چھائے ہوں اس دن تو دکھائی دے لیکن سورج کی روشنی میں کچھ نظر نہ آئے ایسے آدمی پر بھی ''اخفش'' کا اطلاق ہوتا ہے۔ جاحظ کہتے ہیں کہ ''خفاش'' رات کے تمام پرندوں کو کہا جاتا ہے اور ''وطواط'' سے مراد ''خفاش'' ہی ہے نیز ابن قتیبہ اور ابو حاتم نے ''بڑے پرندے کے عنوان'' سے اس کا تذکرہ کیا ہے چنانچہ بطلیموسی نے ''خفاش'' کو ''خطاف'' بھی کہا ہے۔ پس صاحب کتاب کو (یعنی علامہ دمیریؒ) کو اس میں اختلاف ہے۔ اس لئے کہ صحیح بات یہ ہے کہ ''خفاش'' اور ''خطاف'' دو الگ الگ قسمیں ہیں ٗ بعض حضرات کے نزدیک ''خفاش'' سے مراد چھوٹا پرندہ ہے اور ''وطواط'' سے مراد بڑا پرندہ ہے اور یہ دونوں پرندے نہ تو چاند کی روشنی میں دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی دن کی روشنی میں انہیں کچھ دکھائی دیتا ہے۔ جیسا کہ شاعر نے کہا ہے کہ ؎

مِثْلُ النَّهَارِ يَزِيْدُ اَبْصَارُ الْوَرٰى نُوْرًا وَ يُعْمِى اَعْيُنَ الْخُفَّاشِ

''دوپہر کے وقت مخلوق کی بینائی میں اضافہ ہو جاتا ہے لیکن چمگادڑ کی آنکھیں اس وقت اندھی ہو جاتی ہیں''

اس لئے چمگادڑ دن کی روشنی میں دیکھ نہیں سکتی ٗ پس وہ باہر نکلنے کے لئے ایسے وقت کی تلاش میں رہتی ہے جس میں نہ اندھیرا ہو اور نہ روشنی ٗ پس چمگادڑ غروب آفتاب کے قریب نکلتی ہے اور چمگادڑ کی غذا کا بھی یہی وقت ہے کیونکہ مچھر اسی وقت نکلتے ہیں تاکہ وہ حیوان اور انسان کا خون چوس کر اپنے لئے غذا حاصل کریں۔ پس چمگادڑ مچھروں کی جستجو میں اور مچھر انسانی اور حیوانی خون کی جستجو میں بیک وقت نکلتے ہیں پس ایک رزق کا متلاشی دوسرے رزق کے متلاشی کی غذا بن جاتا ہے۔ پس پاک ہے وہ ذات جو حکیم و دانا ہے ٗ چمگادڑ پرندوں کی جنس میں سے نہیں ہے ٗ بلکہ وہ ایک اڑنے والا جانور ہے جس کے دو کان ٗ دانت اور دو خصیے ہوتے ہیں اور چمگادڑ کی مادہ کو حیض آتا ہے اور وہ حیض سے پاک بھی ہوتی ہے۔ نیز وہ اس طرح ہنستی ہے جیسے انسان ہنستا ہے اور اس طرح پیشاب کرتی ہے جیسے چوپائے پیشاب کرتے ہیں اور وہ بچے جنتی ہے چمگادڑ اپنے بچوں کو دودھ بھی پلاتی ہے اور اس کے جسم پر بال وغیرہ نہیں ہوتے۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ چمگادڑ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے تخلیق کیا تھا اس لئے یہ اللہ تعالیٰ کی دیگر مخلوق سے مختلف ہے اور اسی بناء پر تمام پرندے چمگادڑ سے بغض رکھتے ہیں اور اسے ناپسند کرتے ہیں پس جو پرندے گوشت کھانے والے ہیں وہ چمگادڑ کو کھا جاتے ہیں اور جو پرندے گوشت نہیں کھاتے وہ اس کو قتل کر دیتے ہیں پس اس لئے چمگادڑ رات کو پرواز کرتی ہے۔ وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ

جب تک لوگوں کی نظر چمگادڑ پر رہتی ہے تو وہ پرواز کرتی رہتی ہے اور جب یہ جانور لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہوجاتا ہے تو گر جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کی موت واقع ہوجاتی ہے یہ اس لئے ہے تاکہ مخلوق کے فعل سے خالق کا فعل ممتاز ہوجائے اور یہ معلوم ہوجائے کہ کمال صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ اہل علم کہتے ہیں کہ چمگادڑ بہت زیادہ اڑنے کی طاقت رکھتی ہے اور دوران پرواز جس طرف چاہتی ہے تیزی سے مڑ جاتی ہے۔ چمگادڑ کی غذا مچھر، مکھیاں اور بعض پھل وغیرہ ہیں۔ چمگادڑ طویل عمر کی مالک ہوتی ہے۔ پس کہا جاتا ہے کہ چمگادڑ، گدھ اور گورخر سے بھی زیادہ لمبی عمر والی ہوتی ہے۔ چمگادڑ کی مادہ تین سے سات تک بچے جنتی ہے اور یہ ہوا میں پرواز کے دوران بھی جفتی کر لیتے ہیں چنانچہ چمگادڑ، بندر اور انسان کے علاوہ کوئی حیوان ایسا نہیں جو اپنے بچوں کو اٹھائے پھرتا ہو۔ چمگادڑ اپنے بچوں کو پروں کے نیچے رکھتی ہے اور بعض اوقات منہ میں دبا کر اڑتی رہتی ہے اور بسا اوقات دوران پرواز ہی اپنے بچوں کو دودھ پلا دیتی ہے۔ چمگادڑ کی خاصیت یہ ہے کہ اگر اس کے جسم کے ساتھ چنار کے درخت کا پتا (Leaf) یا شاخ (Branch) وغیرہ مس ہوجائے تو یہ ہلاک ہوجاتی ہے اگر چمگادڑ کو ''اطرق کری'' کہا جائے تو یہ زمین کے ساتھ چمٹ جاتی ہے۔

چمگادڑ کا شرعی حکم چمگادڑ کا گوشت کھانا حرام ہے اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چمگادڑ کو قتل کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ جب بیت المقدس کو ویران کیا گیا تو چمگادڑ نے دعا مانگی کہ اے رب سمندر کو میرے قبضہ میں دے دے یہاں تک کہ میں بیت المقدس کے ویران کرنے والوں کو سمندر میں غرق کر دوں۔ امام احمدؒ سے چمگادڑ کے متعلق سوال کیا گیا؟ پس امام احمدؒ نے فرمایا چمگادڑ کو کون کھاتا ہے، امام نخعی نے فرمایا کہ تمام پرندے حلال ہیں مگر چمگادڑ حرام ہے چنانچہ ''روضہ'' کی عبارت سے اس کی حرمت معلوم ہوتی ہے۔ کتاب الحج میں مذکور ہے کہ اگر کسی محرم نے چمگادڑ کو ہلاک کر دیا تو اس پر جزا ہے اور پوری قیمت ادا کرنا واجب ہے حالانکہ اس بات کی صراحت موجود ہے کہ جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا ان کو قتل کر دینے سے محرم پر کوئی جزا نہیں۔ محاملی نے لکھا ہے کہ جنگلی چوہے کا گوشت حرام ہے اور اس میں فدیہ بھی ہے۔

اختتامیہ امام شافعیؒ نے ''کتاب الام'' میں لکھا ہے کہ وطواط کی جسامت چڑیا سے بڑی اور ہدہد سے چھوٹی ہوتی ہے۔ نیز اس کا گوشت بھی کھاتے ہیں اگر کوئی آدمی احرام کی حالت میں اس کو قتل کر دے تو اس پر اس کی قیمت واجب ہے عطا کہتے ہیں کہ تین درہم واجب ہیں۔ پس اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام شافعیؒ نے صرف یہ لکھا ہے کہ اگر کوئی آدمی وطواط کا گوشت کھاتا ہے تو اس پر جزا واجب ہے۔ عطا کہتے ہیں کہ ایسی صورت میں تین درہم واجب ہوں گے۔ اصمعیؒ کہتے ہیں کہ وطواط چمگادڑ کو ہی کہتے ہیں۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک ''خطاف'' کا گوشت حرام ہے۔

چمگادڑ کے طبی فوائد اگر چمگادڑ کا سر تکیہ کے اندر رکھ دیا جائے تو جو شخص اس تکیہ پر اپنے سر کو رکھے گا تو اس کی نیند ختم ہوجائے گی۔ اگر چمگادڑ کے سر کو چنبیلی کے تیل میں ڈال کر کسی تانبے یا لوہے کے برتن میں پکایا جائے اور تیل کو بار بار ہلاتے رہیں یہاں تک کہ چمگادڑ کا سر کوئلے کی طرح ہوجائے پھر اس تیل کو فالج کا مریض اور نقرس کا مریض یا وہ آدمی جس کو رعشہ ہو مالش کے طور پر استعمال کرے تو یہ اس کے لئے نفع بخش ہے۔

یہ نسخہ عجیب وغریب اور مجرب ہے۔ اگر چمگادڑ کو گھر میں ذبح کیا جائے اور اس کے دل کو جلا کر اس سے گھر میں دھونی دے دی جائے تو اس گھر میں سانپ اور بچھو کبھی بھی داخل نہیں ہوں گے۔ اگر چمگادڑ کا دل شہوت کے غلبہ کے وقت کوئی آدمی اپنے بدن پر لٹکا لے تو اس سے مردانہ قوت میں اضافہ ہوتا ہے اور اگر چمگادڑ کی گردن کوئی آدمی باندھ لے تو وہ بچھو سے مامون ومحفوظ رہے گا۔ اگر چمگادڑ کا پتہ دردزہ میں مبتلا عورت کی شرمگاہ میں مل دیا جائے تو شفا نصیب ہوگی اگر کوئی عورت خون کو روکنے کے لئے چمگادڑ کی چربی استعمال کرے تو خون بند ہو جائے گا اگر چمگادڑ کو پکایا جائے یہاں تک کہ وہ جل جائے اور پھر ایسے شخص کے آلہ تناسل کے سوراخ میں مل دیا جائے جو قطرہ قطرہ پیشاب کرنے کے مرض میں مبتلا ہو تو شفا نصیب ہوگی۔ اگر چمگادڑ کا شوربہ کسی بڑے برتن میں ڈال کر اس میں فالج کے مریض کو بٹھا دیا جائے تو اس کا مرض ختم ہو جائے گا۔ اگر چمگادڑ کی بیٹ داد (پھنسیوں کے وہ چھتے جو فساد خون کے باعث جسم پر ظاہر ہو جاتے ہیں اور ان میں کھجلی ہوتی ہے) پر مل دی جائے تو شفا نصیب ہوتی ہے اگر کوئی آدمی بغل کے بال اکھاڑ کر چمگادڑ کے خون میں ہم وزن دودھ ملا کر بغل میں مل لے تو پھر بال نہیں اگیں گے اور اگر بچوں کے زیر ناف چمگادڑ کا خون مل دیا جائے تو اس جگہ بال نہیں اگیں گے۔

تعبیر چمگادڑ کی خواب میں تعبیر عبادت گزار مرد سے دی جاتی ہے۔ ''ارطیا میدروس'' نے کہا ہے کہ اگر کسی نے خواب میں چمگادڑ کو دیکھا تو یہ بہادری اور خوف کے ختم ہونے کی دلیل ہے کیونکہ چمگادڑ رات کے پرندوں میں سے ایک پرندہ ہے جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا۔ اگر حاملہ عورت خواب میں چمگادڑ کو دیکھے تو یہ ولادت میں آسانی کی علامت ہے اگر کوئی مسافر خواہ وہ خشکی کا سفر کرنے والا ہو یا بحری سفر کرنے والا ہو چمگادڑ کو خواب میں دیکھے تو اس کیلئے نحوست کی جانب اشارہ ہے۔ اگر کسی نے چمگادڑ کو گھر میں داخل ہوتے دیکھا تو اس کی تعبیر گھر کی ویرانی سے دی جائے گی۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ خواب میں چمگادڑ کو دیکھنا جادوگر عورت کی طرف اشارہ ہے۔

الخنان[1]

الخنان چھپکلی کو کہتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے ایک فیصلہ کیا جس پر بعض آزاد لوگوں نے اعتراض کیا۔ پس حضرت علیؓ نے فرمایا اے خنان (یعنی چھپکلی کی زبان والے) خاموش ہو جا۔ (ذکرہ الهروی وغیرہ)

الخلنبوص

''الخلنبوص'' (خاء اور لام پر زبر، نون پر سکون اور باء پر پیش ہے) ایک پرندہ کا نام ہے جو چڑیا سے چھوٹا ہوتا ہے لیکن اس کی شکل اور رنگ چڑیا کی طرح ہوتا ہے۔

اَلْخُلد

''الخُلد''[2] چھچھوندر کو کہتے ہیں (خاء پر پیش ہے) لیکن ''کفایہ'' میں خلیل بن احمد نے کہا ہے کہ خاء پر زبر و زیر ہے جاحظ کہتے

[1] چھپکلی Lizard (کتابستان اردو انگلش ڈکشنری صفحہ ۲۶۳)

[2] چھچھوندر ''Musk Rat'' (کتابستان اردو انگلش ڈکشنری صفحہ ۲۶۴)

ہیں کہ چھچھوندر ایک جانور ہے جو اندھا' بہرا اور جسامت میں چھوٹا ہوتا ہے۔ نیز وہ اپنے سامنے کی چیزوں کو سونگھنے سے ہی پہچان لیتا ہے حالانکہ چھچھوندر اندھی ہوتی ہے۔ پس جب چھچھوندر اپنے بل (Hole) سے باہر آتی ہے تو منہ کھول کر باہر بیٹھ جاتی ہے پس مکھیاں (Flies) آتی ہیں اور اس کے منہ کے ارد گرد بیٹھ جاتی ہیں پس چھچھوندر ان مکھیوں پر اس وقت حملہ (Attack) کرتی ہے جب وہ کثیر تعداد میں جمع ہو جائیں اور ان کو شکار کر کے ہڑپ کر جاتی ہے بعض اہل علم کہتے ہیں کہ چھچھوندر اندھے چوہے کو کہتے ہیں جو صرف سونگھنے سے چیزوں کو پہچانتا ہے۔ ارسطو اپنی کتاب ''کتاب النعوت'' میں لکھتے ہیں کہ تمام حیوانات کی دو آنکھیں ہوتی ہیں مگر چھچھوندر کی آنکھیں نہیں ہوتیں۔ چنانچہ چھچھوندر کو اندھا پیدا کرنے کی حکمت یہ ہے کہ یہ زمین میں رہنے والا جانور ہے اور اللہ تعالیٰ نے جس طرح مچھلی کے لئے پانی کو پیدا کیا ہے اسی طرح زمین کو چھچھوندر کیلئے جائے قرار بنایا ہے نیز اس کی غذا اللہ تعالیٰ نے زمین کے اندر رکھ دی ہے۔ اس لئے اس کو زمین پر چلنے کی قوت حاصل نہیں ہے اور نہ ہی عیش و عشرت ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے بصارت کے بدلے میں چھچھوندر کو قوت سماعت اور قوت شامہ عطا فرمائی ہے۔ پس یہ ہلکی سی آہٹ کو دور سے سن لیتی ہے پس جب اسے شکاری کے قدموں کی آہٹ محسوس ہوتی ہے تو وہ فوراً زمین کے اندر گھس جاتی ہے۔ ''ارسطو'' کہتے ہیں کہ چھچھوندر کو پکڑنے کا حیلہ یہ ہے کہ اس کے بل کے باہر کچھ جوئیں رکھ دی جائیں۔ پس جب وہ ان کی بو (Smell) محسوس کرے گی تو اپنے سوراخ سے باہر آئے گی تا کہ ان کا شکار کر سکے۔ کہا گیا ہے کہ چھچھوندر کی قوت سماعت کی مقدار دوسرے جانوروں کی قوت بصارت کے برابر ہے۔ چھچھوندر کی طبیعت میں خوشبو سے کراہت اور بدبو سے رغبت پائی جاتی ہے چنانچہ وہ خوشبودار چیزوں کی خوشبو محسوس کرتے ہی بھاگ جاتی ہے اور گندنا' پیاز وغیرہ کی خوشبو کو پسند کرتی ہے۔ بعض اوقات انہیں دو چیزوں کے ذریعے سے اس کا شکار کیا جاتا ہے۔ پس جب وہ ان دو چیزوں کی مہک محسوس کرتی ہے تو اپنے سوراخ سے نکل کر ان کی طرف لپکتی ہے چنانچہ جب چھچھوندر کو بھوک محسوس ہوتی ہے تو یہ اپنا منہ کھول لیتی ہے پس اللہ تعالیٰ اس کیلئے مچھر کو بھیج دیتا ہے۔ پس چھچھوندر مچھر پر حملہ آور ہوتی ہے اور اسے اپنی خوراک بنا لیتی ہے بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ ''سید مارب'' کے شہر کو چھچھوندر نے برباد کیا تھا۔ قوم سبا کے دائیں اور بائیں دو باغ تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا تھا کہ تم اپنے رب کے عطا کردہ رزق میں سے کھاؤ اور اس کا شکر کرو۔ قوم سبا کا شہر بہت صاف ستھرا تھا یہاں تک کہ اس شہر میں مچھر' پسو' سانپ بچھو اور دوسرے موذی جانور نہیں تھے۔ اگر کوئی شخص اس شہر میں داخل ہوتا اور اس کے کپڑوں میں جوئیں وغیرہ ہوتیں تو اس شہر کے اندر پہنچتے ہی وہ سب مر جاتیں۔ پس اگر کوئی انسان قوم سبا کے باغات میں داخل ہوتا اور اس کے سر پر خالی ٹوکرا ہوتا تو واپسی پر اس کا ٹوکرا مختلف قسم کے پھلوں سے بھرا ہوتا اور یہ وہ پھل ہوتے جو پکنے کی وجہ سے درختوں کے نیچے گر جاتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے قوم سبا کی طرف تیرہ انبیاء کرام کو معبوث فرمایا۔ پس انبیاء علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور ان کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلائیں اور اس کے عذاب سے ڈرایا۔ پس اس قوم نے اعراض کیا اور کہنے لگے ہم نہیں جانتے کہ اللہ نے ہمیں کوئی نعمت عطا کی ہے۔ قوم سبا کے شہر میں ایک ڈیم تھا جو ملکہ بلقیس نے اپنے دور حکومت میں تعمیر کروایا تھا اور اس ڈیم سے بارہ نہریں نکلتی تھیں اور ان نہروں کے ذریعے سے لوگوں تک پانی پہنچتا تھا۔ پس جب بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور ایمان کی دولت سے مستفیض ہوئی تو قوم سبا مدتوں تک صراط مستقیم پر چلتی رہی۔ پھر اس کے بعد انہوں نے سرکشی کی اور بغاوت کر کے کفر کو اپنے لئے اختیار کر لیا۔

پس اللہ تعالیٰ نے قوم سبا پر ایک اندھے چھچھوندر کو مسلط کر دیا۔ پس اس چھچھوندر نے قوم سبا کے ڈیم میں نقب لگائی اور ان کے بند کو نیچے سے کھود کر سوراخ کر دیئے جس کی وجہ سے ان کے باغات ویران ہو گئے اور ان کی زمینیں بنجر (Barrans) ہو گئیں۔ چنانچہ قوم سبا کو اپنے علم کے ذریعے سے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ ان کے ڈیم کو ایک چوہا تباہ و برباد (Destroy) کر دے گا اس لئے ڈیم کی تعمیر کے وقت انہوں نے ہر دو پتھر کے درمیان بلی کو باندھنے کے لئے ایک سوراخ (Hole) بنایا تھا۔ پس جب قوم سبا نے کفر کو اپنے لئے پسند کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا عذاب اس صورت میں بھیجا کہ ایک سرخ چوہا نمودار ہوا اور اس نے بلی پر حملہ کیا پس وہ بلی چوہے کو پکڑنے کے لئے اپنی جگہ سے کچھ ہٹ گئی۔ پس وہ چوہا اس سوراخ میں گھس گیا اور بند کو کھودتا رہا یہاں تک کہ اس میں سوراخ ہی سوراخ ہو گئے پس جب ڈیم میں پانی کا اضافہ ہوا تو چوہے کے بنائے ہوئے سوراخوں سے پانی نکلنے لگا یہاں تک کہ ڈیم ٹوٹ گیا اور سیلاب (Flood) کی وجہ سے قوم سبا کے گھر تباہ و برباد ہو گئے۔

حضرت ابن عباسؓ اور وہب وغیرہ سے مروی ہے کہ اس ڈیم کو ملکہ بلقیس نے تعمیر (Construct) کروایا کیونکہ قوم سبا پانی کی وجہ سے ایک دوسرے کو قتل کر دیتے تھے۔ پس ملکہ بلقیس نے سب وادیوں کے پانی کے بہاؤ کو روکنے کے لئے دو پہاڑوں کے درمیان بڑے بڑے پتھروں کے ذریعے ایک دیوار تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ پس پتھروں کو تاروں سے پیوست کر کے ایک دیوار بنا دی گئی اور اس ڈیم کے تین دروازے تھے اور ان سے پانی کے اخراج کے لئے بارہ نہریں بنائی گئی تھیں۔ پس جب پانی کی ضرورت پڑتی تو ان بارہ نہروں کو کھول دیا جاتا۔ امام ابوالفرج جوزی نے ضحاک سے نقل کیا ہے کہ قوم سبا میں سے سب سے پہلے عمرو بن عامر ازدی کو ڈیم کی تباہی کا علم ہوا چنانچہ اس نے رات کو خواب میں دیکھا کہ ڈیم میں سوراخ ہو گئے ہیں اور وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اس پر گر پڑا ہے اور وادی میں سیلاب آ گیا ہے۔ پس جب صبح ہوئی تو وہ اس خواب (Dream) کی وجہ سے بہت پریشان ہوا اور وہ فوراً ڈیم کی طرف گیا۔ پس اس نے دیکھا کہ ایک بڑا چوہا جس کے دانت لوہے کی طرح مضبوط ہیں ڈیم کو کھود رہا ہے پس وہ آدمی فوراً اپنے گھر کی طرف لوٹا پس اس نے اپنی بیوی کو اس واقعہ سے آگاہ کیا اور بیوی کو موقع محل دیکھنے کے لئے اپنے بیٹوں کے ہمراہ بھیجا۔ پس انہوں نے ڈیم کی موجودہ صورتحال کا جائزہ لیا پس جب وہ لوٹے تو سردار نے کہا کہ کیا جو کچھ میں نے دیکھا تھا وہ تم نے دیکھ لیا۔ انہوں نے کہا "ہاں" پس سردار نے کہا یہ ایسا معاملہ ہے جس کو درست کرنے کا ہمارے پاس کوئی راستہ نہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے قوم سبا کو تباہ و برباد کرنے کا ارادہ فرما لیا ہے۔ پس سردار نے ایک بلی کو پکڑا اور اسے ڈیم کو کھودنے والے چوہے پر چھوڑ دیا لیکن چوہا بلا خوف ڈیم کو کھودنے میں مصروف رہا اور بالآخر بلی وہاں سے فرار ہو گئی۔ پس امر نے اپنی اولاد سے کہا کہ تباہی سے بچنے کا کوئی حیلہ کرو۔ پس انہوں نے کہا کہ اے ہمارے باپ ہم کیا حیلہ بنائیں پس امر نے کہا کہ میں تمہیں ایک حیلہ بتاتا ہوں۔ پس اس کے بیٹوں نے کہا کہ آپ ہمیں حیلہ بتائیں ہم اس کو اختیار کریں گے۔ پس امر نے اپنے چھوٹے بیٹے کو بلایا اور کہا کہ جب میں مجلس میں بیٹھ جاؤں اور لوگ حسب معمول جمع ہو جائیں (کیونکہ اہل عرب کی یہ عادت تھی کہ وہ مشورہ کرنے کے لئے اپنے سردار کے پاس جمع ہوتے تھے اور اس کی رائے پر عمل کرتے تھے) تو میں تجھے کسی کام کا حکم دوں گا پس تو میرے حکم کو نظر انداز کر دینا پس میں اس پر تجھے برا بھلا کہوں گا تو تو میرے سامنے کھڑا ہو جانا اور مجھے ایک تھپڑ مار دینا پھر اس کے بعد امر نے اپنے دوسرے لڑکوں سے کہا

کہ تم اپنے چھوٹے بھائی کے اس فعل پر خاموشی اختیار کرنا اور اسے ڈانٹ ڈپٹ نہ کرنا۔ پس جب اہل مجلس یہ معاملہ دیکھیں تو ان میں سے کسی کو اپنے بھائی کے متعلق کلام کرنے پر آمادہ نہ کرنا۔ پس اس کے بعد میں ایسی قسم اٹھاؤں گا جس کا کوئی کفارہ نہیں ہوگا اور اس کے بعد میں کہوں گا کہ میں ایسی قوم میں کیسے رہ سکتا ہوں جس کا ایک چھوٹا لڑکا اپنے ہی قصور پر اپنے باپ کے منہ پر تھپڑ مارے اور لوگ اور دوسرے بیٹے غیرت کا اظہار نہ کریں پس لڑکوں نے کہا کہ ہم ایسا ہی کریں گے پس جب امر اپنی کرسی پر بیٹھے اور لوگ جمع ہوگئے تو اس نے اپنے چھوٹے بیٹے کو کسی کام کا حکم دیا۔ پس اس نے باپ کے حکم کو نظر انداز کر دیا جس پر باپ نے اسے ڈانٹا تو لڑکا کھڑا ہوگیا اور اس نے اپنے باپ کو تھپڑ مار دیا پس قوم کے لوگ بیٹے کی اس جرأت پر متعجب ہوئے اور خاموش بیٹھے رہے اور امر کے دوسرے بیٹے بھی خاموش بیٹھے رہے پس امر کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے کہ مجھے میرے بیٹے نے تھپڑ مارا ہے اور تم خاموش بیٹھے ہوئے ہو پھر اس کے بعد امر نے ایسی قسم اٹھائی جس کا کوئی کفارہ نہیں ہے کہ میں ایسی قوم میں ہرگز نہیں رہوں گا کہ جس کا بیٹا اپنے باپ کو تھپڑ مارے اور قوم کا کوئی فرد اس نافرمان بیٹے سے پوچھ گچھ نہ کرے۔ پس قوم کے لوگ کھڑے ہوگئے اور اپنے سردار سے معذرت کرنے لگے کہ ہمیں اس بات کا علم نہیں تھا کہ آپ کی اولاد اس قدر نافرمان ہوگئی ہے۔ پس آئندہ ہم ان کو ایسے کام سے منع کریں گے۔ پس عمرو بن عامر نے کہا کہ جو میرے ساتھ سلوک ہونا تھا وہ ہو چکا اب تو میں یہاں ہرگز نہیں رہوں گا کیونکہ میں قسم کھا چکا ہوں۔ پس اس کے بعد عمرو بن عامر نے اپنا مال فروخت کرنا شروع کر دیا۔ پس لوگوں نے جو اپنے سردار کی دولت پر حسد رکھتے تھے اس کو خرید لیا۔ پس عمرو بن عامر ضروری سامان اور اپنے بچوں کے ہمراہ وہاں سے چل دیا۔ پس عمرو بن عامر کے جانے کے بعد ایک رات جب لوگ نیند کے مزے لے رہے تھے دفعتاً ڈیم ٹوٹ گیا اور سیلاب کی وجہ سے قوم کا مال واسباب تباہ و برباد ہوگیا اور وہ بستی دیکھتے ہی دیکھتے ویران ہوگئی۔ پس اللہ تعالیٰ کے فرمان "فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ سیل العرم" (پس ہم نے ان پر بند کا سیلاب بھیجا) کا یہی مفہوم ہے۔

لفظ عرم کی تحقیق لفظ عرم کے بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ قتادہ فرماتے ہیں کہ عرم ڈیم کو کہتے ہیں۔ سہیلی نے کہا ہے کہ عرم اس وادی کو کہتے ہیں جس میں ڈیم بنایا گیا ہو۔ بعض اہل علم کے نزدیک عرم اس وادی کو کہتے ہیں جس نے ڈیم قطع کیا تھا اور بعض اہل علم کے نزدیک عرم سے مراد سیلاب ہے۔

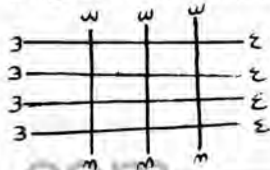
لفظ مارب کی تحقیق لفظ مارب کے معنی میں اختلاف ہے بعض اہل علم کے نزدیک مارب سے مراد اہل سبا کا شاہی محل ہے مسعودی کہتے ہیں کہ مارب قوم سبا کے ہر بادشاہ کا لقب تھا جیسا کہ یمن کے ہر حکمران کا بھی ایک لقب ہوتا تھا۔ سہیلی کہتے ہیں کہ اس ڈیم کو سبا بن یشجب نے بنوایا تھا اور اس نے ستر (Seventy) وادیوں کا پانی اس بند (DAM) میں منتقل کر دیا تھا لیکن ڈیم کی تعمیر (Construction) مکمل ہونے سے پہلے ہی اس کا انتقال ہوگیا تھا۔ پس اس کے بعد حمیر کے بادشاہوں نے ڈیم کی تعمیر مکمل کی۔ سبا کا نام عبدالشمس بن یشجب بن یعرب بن قحطان تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ قوم سبا کا پہلا فرد ہے جس نے ضرب لگانے کی سزا مقرر کی اسی وجہ سے اس کا نام سبا پڑ گیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یمن کے بادشاہوں میں یہ پہلا بادشاہ تھا جس نے سر پر تاج پہنا۔ مسعودی نے کہا ہے کہ اس ڈیم کو لقمان بن عاد نے بنوایا تھا اور اس نے ہر میل کے رقبہ میں پانی کی نکاسی کے لئے ایک نہر بنائی تھی اور اس طرح تیس میل (Thirty Miles) کے رقبہ میں تیس نہریں تعمیر کروائی تھیں جن سے تمام وادیوں کو علیحدہ علیحدہ پانی مہیا کیا جاتا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ

نے بند کا سیلاب (Flood) بھیجا یہاں تک کہ ایک وادی دوسری وادی سے علیحدہ ہوگئی چنانچہ اسی وقت سے یہ ضرب المثل بن گئی "تفرقوا ایدی الناس" یعنی ان میں تفریق ہوگئی۔ شعبی کہتے ہیں کہ سیلاب کی وجہ سے جب قوم سبا کے تمام شہر غرق ہوگئے تو باقی ماندہ لوگ ادھر ادھر فرار ہوگئے۔ پس قبیلہ غسان کے لوگ ملک شام میں چلے گئے اور "ازدعمان" میں مقیم ہوگئے۔ نیز خزاعہ اور تہامہ نے عراق کی طرف راہ فرار اختیار کی لیکن قبیلہ اوس اور خزرج نے یثرب (مدینہ منورہ) میں سکونت اختیار کرلی۔ پس قوم سبا کا پہلا فرد جس نے یثرب (مدینہ منورہ) میں سکونت اختیار کی وہ عمرو بن عامر تھا اور عمرو بن عامر قبیلۂ اوس وخزرج کا جداعلیٰ ہے۔

ایک روایت ابوسبرہ نخعی نے فروہ بن مسیک قطیفی سے روایت کی ہے کہ ایک آدمی نے کہا کہ یا رسول اللہؐ مجھے سبا کے متعلق خبر دیجئے کہ وہ مرد تھا یا عورت یا سبا کسی زمین کا نام ہے؟ پس رسول اللہؐ نے فرمایا کہ سبا عرب کے ایک آدمی کا نام تھا اور اس کے دس لڑکے تھے۔ ان میں سے چھ خوش بخت اور چار بد بخت ہوئے۔ پس جو خوش نصیب ہوئے ان میں کندہ' اشعریون' ازد' مذحج' انمار اور حمیر ہیں۔ سائل نے دریافت کیا کہ انمار سے کون مراد ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان سے مراد خثعم اور بجیلہ ہیں۔ پس وہ اولاد جو بدنصیب ہوئی ان میں لخم' جذام' عاملہ اور غسان شامل ہیں۔

مجرب فوائد "خلد" کی بیماری کے لئے یہ تعویذ لکھ کر جانور کے بائیں کان میں لٹکانے سے جانور شفایاب ہوجاتا ہے۔ "خلد" سے مراد وہ بیماری ہے جو جانوروں کو ہوتی ہے اور خصوصاً گھوڑے اس بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں۔ تعویذ یہ ہے۔

یا خلد سلیمان بن داؤد ذکر عزرایل علی وسطک و ذکر جبرائیل علی رأسک و ذکر اسرافیل علی ظهرک و ذکر میکائیل علی بطنک لا تدب ولا تسعی الا أیبس کما یبس لبن الدجاج وقرن الحمار بقدرة العزیز القهار هذا قول عزرائیل و جبرائیل و اسرافیل و میکائیل و ملائکة الله المقربین الذین لا یاکلون ولا یشربون الا بذکر الله هم یعیشون اصبا و تاآل شدای ایبس ایها الخلد من دابة فلان ابن فلانة اومن هذه الدابة بقدرة من یری ولا یری و یسأ لونک عن الجبال فقل ینسفهاربی نسفا فیذرها قاعا صفصفاً لا تری فیها عوجا ولا أمتاالم ترالی الذین خرجوامن دیارهم وهم الوف حذرالموت فقال لهم الله موتو افما تو اکذلک یموت الخلد من دابة فلان ابن فلانة أومن هذه الدابة (فلاں ابن فلانہ کی جگہ جانور کے مالک اور اس کی والدہ کا نام تحریر کیا جائے اگر نام معلوم نہ ہو تو صرف "هذه الدابة" کے الفاظ لکھ دیں) اس کے بعد یہ نقش تحریر کریں۔



" ا ٨ ا ا ٧ ا ل ططا ا ٧ ا ا ٢ د ا ٢ ا ا ب ر گ ا

''خلد'' کی بیماری والے جانور کے لئے یہ تعویذ بھی مفید ہے اس عمل کو لکھ کر جانور کے گلے میں ڈال دیں۔

طلعواستة و ستين ملكا الى جبال القدس لقوا ثلاث شجرات الواحدة قطعت والثانية يبست والثالثة احترقت انقطع ايها الخلد ببركة سيهوم ديهوم دهوم بألف لاحول ولا قوة الا بالله العلى العظيم ج و ج و ج وار تفع ارتفع ارتفع ا ه اه اه ل ط ا س ل ط اس ل ط ا س ل ط اس ل ط اس ل ط اس اللهاللهاللهاللهاللهاللهاللهاللهالله حم حم حم حم حم حم حم حم حم حم حم تو كلت ل ادهى ع ل اا على الله اللهم احفظ حامله ودابة بحرمة الرب العظيم والقرآن العظيم ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم.

الحکم چھچھوندر کا گوشت حرام ہے اس لئے کہ یہ چوہے کی ایک قسم ہے لیکن امام مالکؒ کے نزدیک چھچھوندر اور سانپ کا گوشت کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں جبکہ اسے اچھی طرح ذبح کیا گیا ہو یہ کتاب الذبائح کا پہلا مسئلہ ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں کہ '' **اسمع من خلدوأ فسد من خلد** ''(فلاں آدمی چھچھوندر سے زیادہ سننے والا اور چھچھوندر سے زیادہ مفسد ہے)۔

خواص چھچھوندر کے خون کا سرمہ آنکھوں کے لئے فائدہ مند ہے اور اگر اس کی دم کا خون کنٹھ مالا پر لیپ کر دیا جائے تو شفا نصیب ہوگی۔ اگر اس کے اوپر والا ہونٹ موسمی بخار والے مریض کے گلے میں لٹکایا جائے تو اسے بخار سے نجات حاصل ہوگی۔ اگر چھچھوندر کا گوشت سورج نکلنے سے پہلے بھون کر کھا لیا جائے تو گوشت کھانے والے کی قوت حس میں اضافہ ہو جائے گا۔ اگر چھچھوندر کے گوشت کو گلاب کے تیل میں ملا کر داد' کھجلی اور امراض جلدیہ میں لگایا جائے تو نہایت مفید ہے۔ جاحظ نے کہا ہے کہ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ مٹی جو چھچھوندر اپنے بل سے نکالتی ہے اسے نقرس پر ملا جائے تو نقرس کا مریض شفایاب ہو جائے گا۔ ارسطو نے کہا ہے کہ اگر چھچھوندر کو تین رطل پانی میں ڈبو دیا جائے پھر اس پانی کو کوئی انسان پی لی تو وہ پاگلوں کی طرح چالیس دن تک گفتگو کرتا رہے گا۔

یحیٰی بن زکریا نے کہا ہے کہ اگر چھچھوندر کو تین رطل پانی میں ڈبو دیا جائے یہاں تک کہ وہ پھول کر پھٹ جائے پھر اس کو پانی سے نکال لیا جائے اور پانی کو تانبے کے برتن میں پکا کر اس میں چار درہم اور ان کے ہم وزن افیون' گندھک' نوشادر اور چار رطل شہد ملا لیا جائے پھر اس کو اس قدر پکایا جائے کہ طلاء کی طرح ہو جائے پھر اس کو کسی برتن میں ڈال دیا جائے اور جب سورج برج حمل میں ہو اور برج حمل سے برج اسد میں داخل ہونے تک اگر کوئی شخص اس نسخہ کو استعمال کرے اور اس کے ساتھ کوئی اور چیز نہ کھائے یعنی بظاہر روزہ دار نظر آئے تو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے اس کو بہت سا علم عطا فرما دیں گے۔

تعبیر چھچھوندر کو خواب میں دیکھنا اندھے پن' حیرانی' پریشانی' پوشیدگی اور راستہ کی تنگی کی علامت ہے اگر کوئی کان کے مرض میں مبتلا شخص چھچھوندر کو خواب میں دیکھے تو یہ قوت سماعت میں زیادتی کی دلیل ہے نیز اگر خواب میں چھچھوندر کو میت کے ساتھ دیکھا تو اس میت کے جہنمی ہونے کی دلیل ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے'' **وَ ذُوقُوا عَذَابَ الخُلدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْن** ''

نیز میت کے جنتی ہونے کی بھی نشانی ہو سکتی ہے کیونکہ ''جنۃ الخلد'' کے الفاظ بھی قرآن کریم میں مذکور ہیں۔ واللہ اعلم۔

الخلفة

"الخلفة" حاملہ اونٹنی کو کہا جاتا ہے اس کی جمع خلفات آتی ہے۔

حدیث میں خلفہ کا تذکرہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ جب وہ اپنے گھر کی طرف لوٹ کر جائے تو تین بڑی بڑی اور موٹی گابھن اونٹنیاں اپنے گھر میں بندھی ہوئی پائے۔ ہم نے کہا جی ہاں پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن کریم کی تین آیات جو نماز میں پڑھتا ہے وہ اس کے لئے تین بڑی بڑی اور فربہ گابھن اونٹنیوں سے بہتر ہے۔ (رواہ مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام میں سے ایک نبی نے جہاد کا ارادہ فرمایا پس انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ وہ آدمی میرے ساتھ جہاد میں شریک نہ ہوں جو کسی عورت کی شرمگاہ کا مالک ہو اور اس سے ہمبستری کی خواہش رکھتا ہو اور جو ابھی تک پوری نہ ہو سکی ہو۔ دوسرا وہ شخص جس نے کوئی عمارت بنائی لیکن ابھی اس کی چھت تیار نہیں ہوئی اور تیسرا وہ شخص جس نے گابھن بکریاں یا اونٹنیاں خریدیں اور وہ ان سے اولاد حاصل کرنے کا منتظر ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر وہ نبی جہاد کے لئے روانہ ہو گئے اور جب اس شہر میں پہنچے جہاں جہاد کرنا تھا تو عصر کی نماز کا وقت ہو گیا یا قریب آ گیا پس اللہ کے نبی نے سورج سے فرمایا تو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے اور میں بھی مامور ہوں' اے اللہ اس سورج کو میرے لئے غروب ہونے سے روک دے۔ پس وہ سورج ٹھہرا رہا یہاں تک کہ اللہ کے نبی نے اس شہر کو فتح کر لیا اور جہاد کرنے والے نبی کا نام یوشع بن نون علیہ السلام تھا۔

فائدہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی سورج دو مرتبہ غروب ہونے سے روک دیا گیا۔ پہلی مرتبہ غزوہ خندق کے موقع پر جب کہ جہاد میں مشغولیت کی وجہ سے عصر کی نماز میں تاخیر ہو گئی تھی یہاں تک کہ سورج کے غروب ہونے کا وقت قریب ہو گیا تھا۔ (اس روایت کو طحاوی وغیرہ نے نقل کیا ہے) اور دوسری مرتبہ معراج کی صبح کو سورج غروب ہونے سے روک دیا گیا جبکہ معراج سے واپسی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو سورج نکلتے ہی ایک قافلہ کے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی اطلاع دی تھی اور وہ قافلہ اس وقت تک مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہوا تھا پس اللہ تعالیٰ نے سورج کو لوٹا دیا تھا۔ (طحاوی) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر سات فربہ گابھن اونٹنیاں دوزخ میں ڈال دی جائیں تو ان کو دوزخ کی گہرائی تک پہنچنے میں ستر سال (Seventy Years) درکار ہوں گے۔ (رواہ مستدرک) امام ذہبی کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے اور اس میں سات اونٹنیوں سے مثال دینے کی حکمت یہ ہے کہ دوزخ کے سات دروازے ہیں۔

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو غلطی سے قتل کر دیا گیا ہو کوڑوں کے ذریعے یا کسی کے ذریعے سے تو اس کی دیت سو اونٹ ہیں جن میں سے چالیس اونٹنیاں ایسی ہونی چاہئیں جو گابھن ہوں۔ (رواہ النسائی و ابن ماجہ) اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

شیخ الاسلام امام نووی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ایک خاص بات یہ ہے کہ جب خلفہ سے مراد وہ اونٹنی ہے جسکے پیٹ میں بچہ ہو تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول "ان کے پیٹ میں بچے ہوں" کی کیا حکمت ہے۔ پس امام نووی نے اس کا جواب چار صورتوں میں دیا ہے (۱) اس سے مراد صرف تاکید وضاحت ہے (۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول دراصل لفظ خلفہ کی تفسیر ہے۔ (۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے اس وہم کی نفی کرنا مقصود ہے کہ دیت میں صرف ایسی اونٹنی کا دینا کافی ہے جو کبھی حاملہ ہوئی ہو۔ (۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی حکمت یہ ہے تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ اونٹنی حمل کے ساتھ مشروط ہے اور اونٹنی کے حاملہ ہونے میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہونا چاہیے۔ امام رافعی نے فرمایا ہے کہ خلفہ سے مراد وہ اونٹنی ہے جس نے بچہ جنا ہو اور وہ اس کے پیچھے پیچھے بھاگ رہا ہو۔

فائدہ خطامحض سے مراد یہ ہے کہ ہلاک کرنے کا ارادہ کسی دوسری چیز کا ہو لیکن اس کی جگہ کسی انسان کا قتل ہو جائے تو اس میں قصاص نہیں ہے بلکہ ہلکی دیت قاتل کے رشتہ داروں پر واجب ہے جو کہ تین سال میں ادا کی جائے گی اور اس کے مال کی تمام اقسام میں کفارہ واجب ہے۔

شبہ عمد قتل کی یہ قسم ایسی ہے کہ کسی آدمی نے کسی ایسی چیز سے مارنے کا ارادہ کیا جس سے عموماً انسان نہ مرتے ہوں جیسے کسی نے لاٹھی سے ہلکی سی ضرب لگائی یا چھوٹے پتھر سے مارا اور اس سے انسان مر گیا تو اس میں بھی قصاص نہیں ہے بلکہ قاتل کے رشتے داروں پر بھاری دیت واجب ہے جس کو تین سال کی مدت میں ادا کرنا ضروری ہے۔

قتل عمد محض یہ قتل کی وہ قسم ہے کہ انسان کے قتل کا ارادہ کسی ایسی چیز سے کیا جائے جس سے انسان کی موت واقع ہو جاتی ہے جیسے تلوار، چھری وغیرہ۔ پس اس میں کفو کے پائے جانے کی صورت میں قصاص واجب ہوگا یا پھر دیت مغلظہ واجب ہوگی جو کہ قاتل کے مال سے اسی وقت ادا کی جائے گی۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قتل عمد میں کفارہ نہیں ہے اس لئے کہ قتل عمد کبیرہ گناہ ہے اور کبیرہ گناہ میں کفارہ واجب نہیں ہوتا۔ پس آزاد مسلمان کی دیت سو اونٹ ہے۔ پس اگر دیت قتل عمد محض میں ہو یا شبہ عمد میں تو وہ سالوں سے مغلظہ کہلائے گی۔ پس تین حقہ (چار سالہ اونٹ) اور تیس جزعہ (پانچ سالہ اونٹ) اور چالیس خلفہ (جن اونٹنیوں کے پیٹ میں بچے ہوں) بطور دیت دینی پڑیں گی۔ یہ قول عمرو بن زید بن ثابتؓ کا ہے۔ عطاء کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کی گزشتہ حدیث کی بناء پر امام شافعیؒ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ نیز اہل علم کی ایک جماعت کے نزدیک دیت مغلظہ چار حصوں پر مشتمل ہوگی۔ (۱) پچیس بنت مخاض (دو سالہ اونٹنی) (۲) پچیس بنت لبون (تین سالہ اونٹنی) (۳) پچیس حقہ (چار سالہ اونٹ) (۴) پچیس جذعہ (پانچ سالہ اونٹ)

زہریؒ اور ربیعہؒ کا یہی قول ہے نیز امام مالکؒ، امام احمدؒ، اور امام ابوحنیفہؒ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ تمام اہل علم کے نزدیک قتل خطا کی دیت جو کہ دیت مخففہ (ہلکی دیت) ہے پانچ حصوں پر مشتمل ہوگی۔ (۱) بیس بنت مخاض (۲) بیس بنت لبون (۳) بیس ابن لبون (۴) بیس حقہ (۵) بیس جزعہ۔ عمر بن عبدالعزیزؒ، سلیمان بن یسارؒ اور ربیعہؒ کا یہی قول ہے اور امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ نے ابن لبون کی بجائے ابن مخاض کہا ہے اور ابن مسعودؓ نے اسی طرح روایت کیا ہے۔ پس قتل خطا اور شبہ عمد میں دیت قاتل کے رشتہ داروں پر واجب ہوگی کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دیت رشتہ داروں پر واجب ہے۔ پس اگر اونٹ میسر نہ ہوں تو

دراہم یا دنانیر سے دیت ادا کرنی ہوگی۔ نیز ایک دوسرے قول کے مطابق ایک ہزار دینار یا بارہ ہزار درہم واجب ہوں گے۔ اس لئے کہ حضرت عمرؓ نے سونے والوں پر ایک ہزار دینار اور چاندی والوں پہ بارہ ہزار درہم (بطور دیت) مقرر کئے تھے۔ امام مالکؒ عروہ بن زبیرؒ اور حسن بصریؒ کا بھی یہی قول ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ دیت سو اونٹ ہیں یا ایک ہزار دینار یا دس ہزار درہم۔ سفیان ثوریؒ کا بھی یہی قول ہے۔

مسئلہ : عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے۔ اسی طرح ذمی اور عہد والے کی دیت مسلمانوں کی دیت کا ایک تہائی حصہ ہے۔ پس اگر ذمی یا عہد والے کتابی یا مجوسی ہوں تو پھر ثلث کا پانچواں حصہ دیت ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہودی اور نصرانی کی دیت چار ہزار درہم اور مجوسی کی دیت آٹھ ہزار درہم ہے۔ ابن مسیبؒ اور حسن بصریؒ نے بھی یہی کہا ہے۔ امام شافعیؒ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ اہل علم کی ایک جماعت کے نزدیک ذمی اور عہد والے کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور سفیان ثوریؒ کا یہی قول ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا ہے کہ ذمی کی دیت مسلمان کی دیت کا آدھا حصہ ہے۔ امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا بھی یہی قول ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ کتب فقہ میں دیت کے مسائل کی تفصیل موجود ہے۔

تذنیب قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے'' وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا '' (اور جو قتل کردے کسی مومن کو جان بوجھ کر تو اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا)

مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت مقیس بن صبابہ کے متعلق نازل ہوئی تھی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ جب مقیس کا بھائی ہشام بن صبابہ بنی نجار میں قتل ہوگیا تو اس کے قتل کا سراغ نہ مل سکا تو بنی نجار نے مقیس کو اس کے بھائی کی دیت میں سو اونٹ دیئے۔ پس دیت وصول کرنے کے بعد مقیس اور قبیلہ نجار کا فہری نامی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوئے۔ پس شیطان مقیس کے پاس آیا اور اس کے دل میں وسوسہ ڈالا اور کہا کہ تو نے اپنے بھائی کی دیت قبول کر کے اپنے آپ کو معیوب اور مطعون ٹھہرالیا ہے۔ پس تو اس آدمی کو قتل کردے جو تیرے ساتھ ہے۔ پس اس طرح تو ایک جان کے عوض دوسری جان کو قتل کرے گا اور تجھے دیت بھی مل جائے گی۔ پس جب فہری غافل ہوا تو مقیس نے ایک پتھر اٹھا کر فہری کے سر پر زور سے دے مارا۔ پس فہری کا سر ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا پھر اس کے بعد مقیس دیت کے اونٹوں کو ہانکتا ہوا مکہ مکرمہ کی طرف چل دیا اور مقیس کافر ہو چکا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی (جو اوپر نقل کردی گئی ہے) مقیس وہ شخص ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن امن دینے والوں سے مستثنیٰ قرار دیا تھا۔ پس مقیس کو اس حالت میں قتل کیا گیا کہ اس نے کعبۃ اللہ کا غلاف پکڑا ہوا تھا۔ تحقیق اس آیت کے حکم کے متعلق اہل علم کے درمیان اختلاف ہے۔ پس بغویؒ وغیرہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کو جان بوجھ کر قتل کرنے والے کے لئے توبہ نہیں ہے۔ حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ جب سورۂ فرقان کی یہ آیت'' وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخَرَ '' نازل ہوئی تو ہم اس آیت کی نرمی پر متعجب ہوئے۔ پس ہم نے سات مہینے ہی گزارے تھے کہ سخت احکام والی آیت نازل ہوئی۔ پس سخت احکام والی آیت نے نرم احکام والی آیت کو منسوخ کردیا۔ پس سخت احکام والی آیت سورۂ نساء کی آیت ہے اور نرم احکام والی آیت سورۂ فرقان والی آیت ہے۔ حضرت ابن عباسؓ

فرماتے ہیں کہ سورۂ فرقان کی آیت مکی ہے اور سورۂ نساء والی آیت مدنی ہے اور اس کو کسی آیت نے منسوخ نہیں کیا۔ جمہور مفسرین اور اہل سنت والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرنے والے کی توبہ قبول ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے" ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر مادون ذلک لمن یشاء "(بے شک اللہ تعالیٰ نہیں معاف کرتا اس کو جو اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے اور معاف کر دیتا ہے اس کے علاوہ جسے وہ چاہے۔)

نیز حضرت ابن عباسؓ سے اس کے متعلق جو مروی ہے وہ قتل سے زجر و تنبیہ پر سختی و مبالغہ ہے جیسا کہ سفیان بن عیینہ سے مروی ہے کہ مومن جب تک قتل نہ کرے تو اس سے کہا جائے گا کہ تیرے لئے توبہ نہیں ہے اور اگر مومن قتل کر دے تو اس سے کہا جائے گا کہ تیری توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے بھی اس کی مثل منقول ہے۔ پس یہ آیت ان لوگوں کے لئے دلیل نہیں بن سکتی جو مومن کے قتل عمد پر تخلید فی النار (جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہنا) کا حکم لگاتے ہیں اس لئے کہ یہ آیت مقیس بن صبابہ کے متعلق نازل ہوئی تھی جو کافر تھا نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت اس شخص کے متعلق وعید کے طور پر نازل ہوئی ہے جو مومن کے قتل کو اس کے ایمان کی بناء پر حلال سمجھے۔ پس ایسا شخص کافر ہے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

چنانچہ عمرو بن عبید سے مروی ہے کہ انہوں نے ابوعمرو بن علاء سے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے برعکس معاملہ فرمائیں گے؟ پس ابوعمرو نے کہا کہ نہیں۔ پس عمرو بن عبید نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ" وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۤؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا "پس ابوعمرو نے عمرو بن عبید سے کہا کہ کیا تو عجمی ہے؟ اے ابوعثمان کیا تجھے معلوم نہیں کہ اہل عرب وعید میں خلاف کو خلاف اور برا شمار نہیں کرتے۔ البتہ وعدہ میں خلاف کو برا سمجھتے ہیں نیز ابوعمرو نے یہ شعر پڑھا۔

و انی و ان اوعدتہ أو وعدتہ ۔۔۔ لمخلف ایعادی و منجز موعدی

"اور میں نے اس کے ساتھ وعدہ کیا اور اس سے عہد لیا تو اس نے مجھ سے لیا ہوا عہد تو پورا کرایا لیکن اپنا عہد نہ نبھا سکا"

اور اس قول کی دلیل کہ شرک کے علاوہ کوئی گناہ دوزخ میں ہمیشگی کو واجب نہیں کرتا، بخاریؒ کی یہ روایت ہے جس کو حضرت عبادہ بن صامتؓ نے روایت کیا ہے جو غزوہ بدر میں شریک تھے اور عقبہ کی رات سرداروں میں سے ایک سردار تھے۔ حضرت عبادہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (جبکہ آپ ﷺ کے اردگرد صحابہ کرامؓ بیٹھے ہوئے تھے) مجھ سے اس پر بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ گے، زنا نہیں کرو گے، چوری نہیں کرو گے، اولاد کو قتل نہیں کرو گے، بہتان نہیں باندھو گے اور نہ ہی کسی اچھے کام میں نافرمانی کرو گے۔ پس تم میں سے جس نے اس عہد کو پورا کیا تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور جو ان چیزوں میں سے کسی چیز کا مرتکب ہوا تو وہ دنیا کی سزا میں مبتلا ہو گیا اور یہ سزا اس کے لئے کفارہ ہے اور جو ان کاموں کا مرتکب ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے عیوب کو چھپا لیا تو اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے چاہے تو اپنے بندے کو معاف فرما دے اور چاہے تو اس کو عذاب میں مبتلا کر دے۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان امور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔) (رواہ البخاری)

اسی طرح ایک اور صحیح حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی اس حالت میں فوت ہوا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

الخمل

''الخمل ''ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد مچھلی کی ایک قسم ہے۔

الخنتعه

''الخنتعه ''ازہری نے کہا ہے کہ ''الخنتعہ'' مادہ لومڑی کو کہتے ہیں۔

الخندع

''الخندع ''(بروزن جندب) اس سے مراد چھوٹی ٹڈی ہے نیز بعض لغات میں ''الخندع'' چمگادڑ کو بھی کہا گیا ہے۔

الخنزیر البری

''الخنزیر البری'' (خاء کے نیچے زیر ہے) اس سے مراد خشکی کا سور' خنزیر[1] ہے۔ اس کی جمع کے لئے ''خنازیر'' کا لفظ مستعمل ہے۔ نیز اکثر لغویین کے نزدیک یہ رباعی ہے۔ ابن سیدہ بعض اہل لغت سے نقل کرتے ہیں کہ ''الخنزیر البری'' ''خزر العین'' سے مشتق ہے جس کے معنی تنکھیوں سے دیکھنا ہے۔ خنزیر کے لئے اس مشابہت کی حکمت یہ ہے کہ خنزیر بھی اسی طرح دیکھتا ہے۔ پس اس قول کے اعتبار سے یہ ثلاثی ہوگا۔ کہا جاتا ہے ''تخازر الرجل'' یعنی جب آدمی پلکوں کو سمیٹتا ہے تاکہ قوت بصارت میں اضافہ ہو جیسا کہ لفظ ''تعامی'' اور لفظ ''تجاھل'' ہیں۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے جنگ صفین کے دن فرمایا تھا اِذَا تَخَازَرْتُ وَمَابِی مِنْ خَزَرٍ ثُمَّ کَسَرْتُ الطَّرْفَ مِنْ غَیْرِ خَوَرٍ جب جنگ ہوئی تو میں نے ریشم نہیں پہنا ہوا تھا پھر میں نے بغیر کسی محنت کے دشمنوں کے لوہے کی ٹوپیاں توڑ دیں۔

اَلْفَیْتَنِیْ الوی بَعِیْدُ الْمُسْتَمِر   کَالْحَیَّةِ الصَّمَاءِ فِیْ اَصْلِ الشَّجَرِ

''تو نے مجھے اس حال میں چھوڑ دیا کہ میں محبت میں تڑپ رہا تھا جیسے سانپ درخت کی جڑ میں بل کھاتا ہے''

اَحْمَلُ مَا حَمَلْتَ مِنْ خَیْرٍ وَ شَرٍّ

''اور اب میں اس محبت میں بھلائی اور برائی کا بوجھ اٹھا رہا ہوں''

خنزیر کی کنیت کے لئے ابوجہم' ابوزرعہ' ابودلف' ابوعتبہ' ابوعلیہ اور ابوقادم کے الفاظ مستعمل ہیں۔ خنزیر درندہ اور چوپایہ دونوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ پس چوپایہ میں خنزیر کا شمار اس لئے کیا جاتا ہے کہ چوپایہ کی طرح اس کے پاؤں میں کھریاں ہیں اور یہ گھاس بھی کھاتا ہے۔ پس درندوں میں اس کا شمار اس لئے کیا جاتا ہے کہ اس کے منہ میں درندوں کی طرح وہ دانت ہیں جن سے وہ شکار کو چیرتا اور پھاڑتا

[1] خنزیر ''Pig'' ''Hog'' (کتابستان اردو انگلش ڈکشنری صفحہ ۲۹۱)

ہے۔ خشکی کے خنزیر میں شہوت کا غلبہ ہوتا ہے اسی لئے یہ چرنے کی حالت میں اپنی مادہ پر جفتی کرنے کے لئے چڑھ جاتا ہے نیز بعض اوقات ایسا بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ خنزیر کی مادہ چرتے چرتے میلوں کا سفر طے کر لیتی ہے لیکن یہ مادہ سے جفتی کرنے میں مصروف رہتا ہے۔ چنانچہ دور سے ایسے دکھائی دیتا ہے کہ یہ نر اور مادہ چھ پاؤں کا ایک ہی جانور ہے۔ خنزیر کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ اپنے علاوہ کسی اور کو اپنی مادہ کے قریب نہیں آنے دیتا یہاں تک کہ ایک نر خنزیر دوسرے نر کو اس لئے ہلاک کر دیتا ہے کہ اس نے اس کی مادہ کے ساتھ جفتی کرنے کی کوشش کی تھی اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ تمام خنزیر آپس میں لڑتے ہیں اور ایک دوسرے کو قتل کر دیتے ہیں۔ پس جب خنزیر میں شہوت کا غلبہ ہوتا ہے تو یہ اپنے سر کو جھکا لیتا ہے اور اپنی دم کو زور زور سے ہلاتا ہے اور اس کی آواز بھی تبدیل ہو جاتی ہے۔

نر خنزیر آٹھ ماہ میں جفتی کرنے کے قابل ہوتا ہے جبکہ مادہ خنزیر چھ ماہ سے پہلے بالغ نہیں ہوتی۔ بعض ممالک میں نر خنزیر جب چار ماہ کا ہو جائے تو وہ جفتی کرنے کے قابل ہو جاتا ہے اور مادہ خنزیر چھ یا سات سال کی عمر سے پہلے بچہ جننے کے قابل نہیں ہوتی۔ چنانچہ جب مادہ خنزیر کی عمر پندرہ سال ہو جاتی ہے تو اس کے بچے ہونا بند ہو جاتے ہیں۔

حیوانات میں یہ جنس بہت ہی نسل کو بڑھانے والی ہوتی ہے اور اس کے مذکر میں شہوت کا غلبہ ہوتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ دانتوں اور دم والے جانوروں میں سے کوئی جانور ایسا نہیں ہے جس کے دانتوں کی قوت خنزیر کے دانتوں کی قوت سے زیادہ ہو' یہاں تک کہ خنزیر اپنے سامنے والے دانتوں کی مدد سے شمشیر اور نیزہ باز کو بھی ہلاک کر دیتا ہے۔ پس خنزیر کے دانت اتنے مضبوط ہوتے ہیں کہ وہ اپنے دشمن کے جسم کی ہڈیاں اور گوشت وغیرہ کاٹ دیتے ہیں۔ بعض اوقات خنزیر کے سامنے والے دو دانت بڑھ کر ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں جس کی وجہ سے خنزیر کوئی چیز بھی کھانے کی استطاعت نہیں رکھتا اور اس وجہ سے اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ پس اگر خنزیر کتے کو کاٹ لے تو کتے کے تمام بال جھڑ جاتے ہیں اور اگر جنگلی خنزیر کو پکڑ کر گھر میں لایا جائے اور اسے سکھانے کی کوشش کی جائے تو وہ تادیب کو رد کر دیتا ہے اور اپنی اصلی حالت میں قائم رہتا ہے۔ خنزیر سانپ کو کھاتا ہے اور سانپ کا زہر خنزیر پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ نیز خنزیر' لومڑی سے بھی زیادہ مکار ہوتا ہے۔ پس جب خنزیر کو تین دن تک بھوکا رکھا جائے اور پھر اسے کھلایا جائے تو یہ دو دن میں ہی فربہ ہو جاتا ہے۔ پس روم کے رہنے والے نصاریٰ خنزیر کے ساتھ ایسا ہی کرتے کہ اس کو تین دن تک بھوکا رکھتے پھر اس کو کھلاتے تو وہ دو دن میں فربہ ہو جاتا تو نصاریٰ اس کو مارنے کے بعد اپنی خوراک بنا لیتے۔ پس جب خنزیر کسی مرض میں مبتلا ہو جاتا تو یہ کیکڑے کو شکار کر کے کھا لیتا ہے جس کی وجہ سے خنزیر شفایاب ہو جاتا ہے۔ پس جب خنزیر کو گدھے کے ساتھ باندھ دیا جائے پھر گدھا پیشاب کرے تو خنزیر کی اسی وقت موت واقع ہو جاتی ہے۔

عجیب و غریب بات اگر خنزیر کی آنکھ ضائع ہو جائے یا نکال دی جائے تو اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ خنزیر اور انسان میں مشابہت یہ ہے کہ انسان کی طرح خنزیر کی کھال گوشت سے الگ نہیں ہو سکتی۔

حدیث شریف میں خنزیر کا تذکرہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے عنقریب تمہارے درمیان ابن مریم علیہ السلام عادل حکمران بن کر نازل ہوں گے۔ پس وہ صلیب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے اور خنزیر کو قتل کر دیں گے اور جزیہ لیں گے نیز مال اس قدر عام ہو جائے گا کہ صدقات کو قبول کرنے کے لئے

کوئی بھی تیار نہیں ہوگا۔ (رواہ البخاری و مسلم) ایک دوسری روایت میں ہے کہ ابن مریم علیہ السلام کے دور مبارک میں تمام ادیان مٹ جائیں گے اور صرف دین اسلام ہی باقی رہے گا۔ پس جب دجال ہلاک ہوجائے گا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے بعد چالیس سال تک زندہ رہیں گے پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ آپ کو موت دے دیں گے' پس مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔ (رواہ ابوداؤد)

خطابی کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خنزیر کو قتل کردیں گے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خنزیر کو قتل کرنا واجب ہے اور خنزیر نجس العین ہے۔ خطابی نے مزید کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول آخری زمانہ میں ہوگا اور اس وقت اسلام کے علاوہ کوئی دین نہیں ہوگا۔ خطابی کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کہ "حضرت عیسیٰ علیہ السلام جزیہ کو ساقط کریں گے" سے مراد یہ ہے کہ آپ یہود و نصاریٰ کے جزیہ کو ساقط کردیں گے اور ان کو اسلام کی طرف راغب کریں گے۔ پس اس وقت اسلام کے علاوہ کسی دین کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ موطا کے آخر میں حضرت یحییٰ بن سعید سے مروی ہے کہ حضرت یحییٰ بن مریم علیہ السلام کی ملاقات راستے میں ایک خنزیر سے ہوئی۔ پس آپ نے فرمایا کہ سلامتی کے ساتھ چلے جاؤ۔ پس آپ سے کہا گیا کیا آپ خنزیر سے مخاطب ہیں؟ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کہیں میری زبان بری گفتگو کی عادی نہ ہوجائے۔ (رواہ الموطا)

فائدہ | مفسرین اور مورخین لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہود کی ایک قوم کے پاس سے گزرے پس جب یہودیوں نے ان کو دیکھا تو کہنے لگے کہ تحقیق جادوگرنی کا بیٹا جادوگر آیا ہے اور اس طرح یہودیوں نے آپ پر اور آپ کی والدہ محترمہ پر بہتان باندھا۔ پس جب عیسیٰ علیہ السلام نے یہ الفاظ سنے تو یہود کے لئے بددعا کی اور ان پر لعنت فرمائی۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی صورتیں خنزیر کی مانند کردیں۔ پس جب یہودیوں کے سردار یہوذا نے یہ صورتحال دیکھی تو وہ خوفزدہ ہوگیا اور اس نے سوچا کہ کہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے لئے بھی بددعا نہ فرمادیں۔ پس اس نے یہودیوں کو جمع کیا اور ان سے اس معاملہ میں مشورہ کیا۔

پس تمام یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل پر مجتمع ہوگئے۔ چنانچہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کے لئے خفیہ طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نگرانی شروع کردی اور آپ کے لئے صلیب نصب کردی تاکہ حضرت عیسیٰ کو سولی پر چڑھایا جائے۔ پس اس کے بعد زمین پر اندھیرا ہی اندھیرا ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بھیجا۔ پس وہ فرشتے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور یہودیوں کے درمیان حائل ہوگئے۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس رات اپنے حواریین (ساتھیوں) کو جمع کیا اور ان کو وصیت کی پھر فرمایا تم میں سے ایک آدمی مرغ کی اذان سے پہلے میرے ساتھ کفر کرے گا اور چند درہم کے عوض مجھے فروخت کرے گا چنانچہ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریین واپس چلے گئے۔ پھر ان میں سے ایک شخص اس راستے کی طرف گیا جدھر یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کے لئے تلاش کررہے تھے۔ پس اس آدمی نے کہا اگر میں تمہیں عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں خبر دوں تو تم مجھے کیا بدلہ دو گے۔ پس یہودیوں نے اس شخص کو تیس درہم دیئے۔ پس اس شخص نے وہ درہم لے لئے اور ان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ٹھکانہ بتا دیا۔ پس جب وہ حواری (یعنی وہ شخص جس نے حضرت عیسیٰ سے غداری کی

تھی) گھر میں داخل ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا۔ پس جب یہود آپ کے گھر میں داخل ہوئے تو انہوں نے اس حواری کو گرفتار کرلیا کیونکہ ان کے خیال میں یہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ پس اس آدمی نے یہودیوں سے کہا کہ میں تو وہ شخص ہوں جس نے ابھی تمہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق خبر دی تھی لہٰذا مجھے چھوڑ دو لیکن یہودی اس آدمی کی باتوں کی طرف متوجہ نہیں ہوئے اور انہوں نے اس کو قتل کردیا اور اسے سولی پر چڑھادیا اور ان کا خیال یہ تھا کہ مذکورہ شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ بعض اہل علم کے نزدیک جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ کردیا تھا وہ یہودی تھا' اور اس کا نام تطبانوس تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریین سے فرمایا تم میں سے کون میرے لئے اپنی جان کی قربانی دے گا پس حواریین میں سے ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے نبی میں اس کے لئے اپنے آپ کو پیش کرتا ہوں پس یہ شخص قتل کردیا گیا اور سولی پر چڑھادیا گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے آسمان پر اٹھالیا نیز اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پر لگادیئے اور نورانی لباس پہنادیا اور کھانے پینے کی خواہشات کو آپ سے دور کردیا۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام مقربین فرشتوں کے ساتھ عرش کے آس پاس اڑتے پھرتے تھے۔ مؤرخین کہتے ہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام جب حاملہ ہوئیں تو اس وقت ان کی عمر ۱۳ سال تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بیت اللحم میں بابل کے مقابل پر سکندر کے حملہ سے ۶۵ سال بعد ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے جب وحی کا آغاز فرمایا تو اس وقت آپ کی عمر ۳۰ سال تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رمضان کے مہینے میں لیلۃ القدر کو بیت المقدس سے آسمان پر اٹھایا گیا تو اس وقت آپ کی عمر ۳۳ سال تھی۔ حضرت مریم علیہا السلام کی وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے ۶ سال بعد ہوئی۔

ابن ابی الدنیا نے ذکر کیا ہے کہ سعید بن عبدالعزیز سے مروی ہے کہ اسید فزاری سے کسی نے کہا ہے کہ آپ رزق کہاں سے حاصل کرتے ہیں پس اسید نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی اور اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ کتے اور خنزیر کو رزق دیتا ہے تو کیا وہ ابو اسید کو رزق نہیں دے گا۔ (ابن ابی الدنیا)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور علم کو ان لوگوں کے سپرد کرنا جو اس کے اہل نہ ہوں خنزیر کو جواہرات موتی اور سونا پہنانے کی طرح ہے۔ (رواہ ابن ماجہ)

کتاب الاحیاء میں مذکور ہے کہ ایک شخص امام ابن سیرین کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں خنزیروں کو موتیوں کا ہار پہنا رہا ہوں پس امام ابن سیرین نے اس کی یہ تعبیر بیان فرمائی کہ تو ایسے شخص کو علم سکھا رہا ہے جو اس کا اہل نہیں ہے۔ اسی طرح کتاب الاحیاء کے چھٹے باب میں یہ واقعہ بھی مذکور ہے کہ ایک شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خادم تھا۔ پس وہ لوگوں سے کہتا کہ ''حَدَّثَنِي مُوسٰى صَفِيُّ اللهِ'' (مجھے موسیٰ صفی اللہ نے خبر دی) اسی طرح کہتا کہ مجھ سے موسیٰ نجی اللہ نے یہ بیان کیا اور یہ بھی کہتا کہ مجھے موسیٰ کلیم اللہ نے یہ خبر دی اور اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ اس کے ذریعے سے مال حاصل کرے۔ پس وہ شخص مالدار ہوگیا اور اچانک روپوش ہوگیا چنانچہ جب وہ شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر نہ ہوا تو انہوں نے اس کو تلاش کیا اور لوگوں سے اس کے متعلق پوچھ گچھ کی لیکن اس کا کچھ پتہ نہ چلا یہاں تک کہ ایک دن ایک آدمی حضرت موسیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا جس

کے ہاتھ میں خنزیر تھا اور خنزیر کی گردن میں ایک سیاہ رسی تھی پس اس شخص نے کہا اے موسیٰ کیا آپ فلاں شخص کو پہچانتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہاں پس وہ شخص کہنے لگا کہ یہ خنزیر وہی شخص ہے جس کو آپ تلاش کر رہے ہیں۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے میرے رب میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو اس شخص کو اس کی پہلی حالت پہ لوٹا دے یہاں تک کہ میں اس سے سوال کروں کہ اس کی یہ حالت کیسے ہوگئی۔ پس اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ ہم آپ کی اس دعا کو قبول نہیں کر سکتے البتہ آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ ہم نے اس شخص کی صورت اس لئے تبدیل کی کہ یہ دین کے ذریعے دنیا کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ (کتاب الاحیاء)

حضرت ابو امامہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس امت میں ایک جماعت ایسی ہوگی جو کھانے شراب اور کھیل کود میں رات گزارے گی لیکن جب اس قوم کے لوگ صبح کو بیدار ہوں گے تو ان کی صورتیں خنزیر کی صورتوں میں تبدیل ہو چکی ہوں گی اور اللہ تعالیٰ اس قوم کے کچھ خاندانوں کو اور کچھ گھروں کو زمین میں دھنسا دیں گے یہاں تک کہ لوگ جب صبح کو بیدار ہوں گے تو کہیں گے کہ رات فلاں شخص کا گھر دھنس گیا اور اللہ تعالیٰ ان پر پتھر برسائیں گے جیسے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر پتھر برسائے گئے تھے اور اللہ تعالیٰ ان پر ان کے شراب پینے سود کھانے اور گانے والی عورتوں کو رکھنے اور قطع رحمی کرنے کی بناء پر ایک تند و تیز ہوا بھیجیں گے۔ (رواہ امام ابو طالب فی قوت القلوب' رواۃ المستدرک)

خنزیر کا شرعی حکم خنزیر حرام ہے اور اس کی خرید و فروخت بھی جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے شراب اور اس کی قیمت کو حرام قرار دیا ہے اسی طرح مردار اور اس کی قیمت اور خنزیر اور اس کی قیمت کو بھی حرام ٹھہرایا ہے۔ (رواہ ابوداؤد)

خنزیر سے نفع اٹھانے کے متعلق اہل علم کے درمیان اختلاف ہے کیونکہ اہل علم کی ایک جماعت نے خنزیر سے نفع اٹھانے کو مکروہ قرار دیا ہے' ابن سیرین' حکم' حماد' شافعی' احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے اہل علم کی ایک جماعت نے خنزیر سے نفع اٹھانے کی رخصت دی ہے' حسن' اوزاعی اور اصحاب رائے (یعنی احناف) کا یہی قول ہے۔

خنزیر کتے کی طرح نجس العین ہے۔ اس لئے اس چیز کو جو خنزیر کے ساتھ لگ جائے وہ ناپاک ہونے کی بناء پر سات مرتبہ دھوئی جائے گی اور ان سات مرتبہ دھونے میں ایک مرتبہ مٹی سے دھونا بھی شامل ہے۔

خنزیر کا کھانا حرام ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے

" **قُلْ لَا اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ** " "(اے نبیؐ! ان سے کہو کہ جو وحی میرے پاس آئی ہے اس میں تو میں کوئی چیز ایسی نہیں پاتا جو کسی کھانے والے پر حرام ہو مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا بہایا ہوا خون ہو یا سور کا گوشت ہو کہ وہ ناپاک ہے۔ الانعام- آیت ۱۴۵)

علامہ قاضی الماوردی نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان "فَاِنَّهٗ رِجْسٌ" میں ضمیر خنزیر کی طرف لوٹ رہی ہے کیونکہ وہ اقرب ہے اور اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے" وَاشْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ "لیکن شیخ ابو حیانؒ نے اس میں اختلاف

کرتے ہوئے کہا ہے کہ ''فَاِنَّهُ رِجْسٌ'' میں ضمیر ''لَحْمَ'' یعنی گوشت کی طرف لوٹ رہی ہے اس لئے کہ جب کلام میں مضاف اور مضاف الیہ دونوں ہوں تو ضمیر مضاف الیہ کے بجائے مضاف کی طرف لوٹتی ہے۔ پس مضاف وہ ہے جس کے متعلق گفتگو ہو رہی ہے اور مضاف الیہ کا تذکرہ عرض کے طریق پر ہوتا ہے اور یہ اس لئے ہوتا ہے تا کہ مضاف معروف ہو جائے اور اس کی تخصیص ہو جائے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ ''السبکیؒ'' نے فرمایا ہے کہ علامہ ماوردی کا قول معنوی اعتبار سے اولیٰ و افضل ہے کیونکہ گوشت کی حرمت تو اللہ تعالیٰ کے قول ''اولحم خنزیر'' سے واضح ہو رہی ہے پس اگر ضمیر کو گوشت کی طرف لوٹایا جائے تو یہ بات لازم آئے گی کہ کلام بنیادی طور پر غیر مقید ہے۔ پس ضمیر کا خنزیر کی طرف لوٹانا واجب ہے اور اس سے گوشت، جگر، تلی اور اس کے تمام اجزاء کی حرمت بھی معلوم ہوتی ہے۔ قرطبی نے سورۂ بقرہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس بات میں اہل علم کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کہ خنزیر اپنے بالوں کے علاوہ پورے کا پورا حرام ہے۔ بالوں کو حلال قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ بالوں سے چمڑا وغیرہ سینا جائز ہے۔ ابن منذر نے خنزیر کی نجاست پر اہل علم کا اجماع نقل کیا ہے لیکن ابن منذر کے دعویٰ میں اشکال ہے اس لئے کہ امام مالکؒ نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ البتہ خنزیر کتے سے بدتر ہے کیونکہ اس کا قتل کرنا مستحب ہے اور خنزیر سے کسی قسم کا فائدہ حاصل کرنا کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے۔ شیخ الاسلام امام نوویؒ نے فرمایا ہے کہ ہمارے پاس خنزیر کے نجس ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ ہمارا مسلک اس کی پاکی کا مقتضی ہے جیسے شیر، بھیڑیا اور چوہا وغیرہ۔ تحقیق روایت کی گئی ہے کہ ''کسی آدمی نے نبی اکرم ﷺ سے خنزیر کے بالوں سے چمڑا وغیرہ سینے کے متعلق سوال کیا۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں (رواہ ابن خویز منداذؒ)''۔ ابن خویز منداذؒ فرماتے ہیں کہ خنزیر کے بالوں سے چمڑا سینے کا رواج نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں تھا اور آپ ﷺ کے بعد بھی ظاہر ہے یہ رواج موجود ہوگا لیکن اس بارے میں ہمیں کوئی علم نہیں کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا تھا یا نہیں اور نہ ہی آپؐ کے بعد کسی امام سے اس پر نکیر ثابت ہے۔ شیخ نصر المقدسی نے فرمایا ہے کہ ایسے موزہ پر مسح کرنا جائز نہیں ہے جس کی سلائی خنزیر کے بالوں سے کی گئی ہو اور اس موزہ کو سات مرتبہ اس طرح دھویا گیا ہو کہ اس میں ایک مرتبہ مٹی سے بھی دھونا شامل ہو۔

نیز ایسا موزہ پہن کر نماز پڑھنا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ مٹی اور پانی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا جہاں پر خنزیر کے ناپاک بالوں سے موزے کی سلائی کی گئی ہے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس کا تذکرہ شیخ ابوالفتح نصر سے بھی کیا گیا تھا۔ قفال نے ''شرح تلخیص'' میں نقل کیا ہے کہ میں نے شیخ ابوزید سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ جب معاملہ تنگ ہو جائے تو جواز کی گنجائش ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کا سخت ضرورت کی بنا پر ان موزوں میں نماز پڑھنا جائز ہے جن کی سلائی خنزیر کے بالوں سے کی گئی ہو۔ اسی طرح کا قول ''الشرح والروضۃ'' میں بھی موجود ہے۔

خنزیر کا جمع کرنا جائز نہیں خواہ لوگوں پر حملہ آور ہو یا لوگوں پر حملہ آور نہ ہو۔ پس اگر خنزیر لوگوں پر حملہ آور ہو تو اس کا قتل کرنا قطعی پر وجوب کا درجہ رکھتا ہے۔ نیز اگر صورتحال اس کے برعکس ہو تو پھر دو صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ کہ خنزیر واجب القتل ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ خنزیر کو قتل کرنا بھی جائز ہے اور اس کو چھوڑ دینا بھی جائز ہے۔ امام شافعیؒ نے اس کی یہی تشریح کی ہے۔ پس خنزیر کے

واجب القتل ہونے کی دو صورتیں ہیں نیز خنزیر کا جمع کرنا تو ہر حال میں ناجائز ہے جیسا کہ ''شرح المھذب'' وغیرہ میں منقول ہے۔

''حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی بغیر سترہ کے نماز پڑھتا ہے تو اس کی نماز کو کتا، گدھا، خنزیر، یہودی، مجوسی اور حائضہ عورت توڑ دیتی ہے اور (اس کی نماز کو توڑنے کے لئے) کافی ہوگا کہ اگر وہ نماز کے سامنے سے ایک پتھر کے کنارے سے گزریں۔ (رواہ ابوداؤد)

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو آدمی شراب کی خرید و فروخت کرتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ خنزیر کا گوشت کاٹ کر تقسیم کرے۔ (رواہ ابوداؤد)

خطابی کہتے ہیں کہ خنزیر کا گوشت کاٹ کر تقسیم کرنے کا معنی یہ ہے کہ وہ خنزیر کے گوشت کو بھی حلال سمجھے۔ ''نہایہ'' میں اس کا معنی یہ بیان کیا گیا ہے کہ مذکورہ شخص کو چاہیے کہ وہ خنزیر کے گوشت کو کاٹے اور اس کے اعضاء کو الگ الگ کرے جیسا کہ بکری کے گوشت کو بیچنے کے لئے اس کے اعضاء کو کاٹ کر الگ الگ کیا جاتا ہے۔ پس اس کا معنی یہ ہے کہ جو شراب کی خرید و فروخت کو حلال سمجھتا ہے تو اسے خنزیر کی خرید و فروخت کو بھی حلال سمجھنا چاہیے کیونکہ شراب اور خنزیر دونوں کی خرید و فروخت حرام ہے۔ اس حدیث میں لفظ ''تو'' امر کا استعمال ہوا ہے لیکن اس کا معنی نہی کا ہے یعنی جس نے شراب کی خرید و فروخت کی تو اس کو خنزیر کا گوشت بھی فروخت کرنا چاہیے۔ علامہ زمخشری نے شعبی کے کلام کے ذیل میں اس کی تفصیل ذکر کی ہے۔

امثال اہل عرب بطور ضرب المثل کہتے ہیں ''اَطْیَشُ مِنْ غفَرٍ'' (وہ خنزیر کے بچہ سے زیادہ بے وقوف ہے) ''غفر'' سے مراد خنزیر کا بچہ ہے اور یہ شیطان کے معنوں میں بھی مستعمل ہے نیز 'غفر' ''بچھو کو بھی کہا جاتا ہے۔ اسی طرح اہل عرب کہتے ہیں ''اَقْبَحُ مِنْ خِنْزِیْرٍ'' (خنزیر سے زیادہ بدتر) نیز اسی طرح اہل عرب کہتے ہیں ''اکرھه کراھة الخنازیر الماء الموغو'' (خنزیر کے لئے گرم کئے ہوئے پانی سے بھی زیادہ مکروہ) اس ضرب المثل کی اصل یہ ہے کہ نصرانی جب خنزیر کا گوشت کھانے کا ارادہ کرتے ہیں تو پانی کو ابال کر اس میں زندہ خنزیر کو ڈال کر بھونتے ہیں۔ پس اس کو ''ایغار'' بھی کہا جاتا ہے۔ ابوعبیدہ نے بھی اسی طرح کہا ہے اور شاعر کا قول ہے کہ ؎

ولقد رأیت مکانهم فکرهتهم ککراهة الخنزیر للایغار

''اور تحقیق میں نے ان کی قیام گاہ دیکھی تو مجھے کراہت محسوس ہوئی جیسا کہ خنزیر اس کو کھولتے ہوئے پانی سے کراہت محسوس کرتا ہے جس میں اسے زندہ ڈال دیا جاتا ہے۔'' ابن درید نے کہا ہے کہ ''ایغار'' سے مراد وہ ابلنے والا پانی ہے جس میں خنزیر کو بھونا جائے۔

ابن درید کے متعلق وضاحت ابن درید کا پورا نام محمد بن حسن بن درید ابوبکر ازدی بصری ہے۔ آپ اپنے زمانے کے لغت، ادب و شعر کے امام تھے۔ آپ کا سب سے عمدہ شعر مقصورہ ہے جس کی مدح شاہ بن میکال کے بیٹے اسمٰعیل نے کی تھی۔ نیز اس مقصورہ کی شرح بہت سے علماء نے بھی کی تھی۔ بعض علماء کے نزدیک ابن درید ''اعلم الشعراء اور'' ''اشعر العلماء'' تھے اور عمر کے آخری حصہ میں ان کو فالج ہو گیا تھا پس جب کوئی ان کی عیادت کے لئے آتا تو یہ آنے والے کو دیکھ کر شور مچاتے تھے اور غمگین ہو جاتے تھے۔ پس ابن درید کو تریاق پلایا گیا تو آپ شفایاب ہو گئے اور پھر اپنے شاگردوں کو پڑھانے لگے۔ چنانچہ ایک سال بعد پھر آپ پر فالج کا حملہ ہوا جس کی وجہ سے آپ کا سارا جسم معطل

ہوگیا۔ پس صرف ہاتھوں میں تھوڑی سی حرکت باقی رہی۔ ابن درید کے شاگرد ابوعلی کہتے ہیں کہ میں اپنے استاد کی حالت کو دیکھ کر اپنے دل میں کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے شیخ کے افکار کی وجہ سے ان کو یہ سزا دی ہے جن کا ذکر انہوں نے اپنے مقصورہ کے اس شعر میں زمانے کے متعلق کیا تھا۔

مارست من لوهوت الا فلاک من　　　　جوانب الجو عليه ماشكا

''میں نے اتنی محنت و مشقت کی کہ آسمان جھکنے کے باوجود اس محنت کے برابر نہیں پہنچ سکا''

ابن درید کا آخری شعر یہ ہے۔

فواحز نی ان لا حياة لذيذة　　　　ولا عمل يرضى به الله صالح

''پس افسوس ہے کہ مجھ پر کہ میری زندگی پر لطف نہیں ہے اور میرے پاس کوئی اچھا عمل نہیں ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوجائے۔''

اس شعر کو پڑھنے کے بعد ابن درید کا انتقال ہوگیا۔ ابن درید کہتے ہیں کہ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی میرے کمرے کے دروازہ کے دونوں تختوں کو پکڑے ہوئے کھڑا ہے اور مجھے کہہ رہا ہے کہ ابن درید شراب کے متعلق اپنا عمدہ شعر مجھے سناؤ' بس میں نے کہا کہ ابونواس نے سب کچھ واضح کردیا ہے یعنی ابونواس نے شراب پر عمدہ شعر کہا ہے پس اس آدمی نے کہا کہ میں ابونواس سے بڑا شاعر ہوں۔ میں نے کہا تم کون ہو؟ اس آدمی نے کہا کہ میں ابوناجیہ ہوں اور شام کا رہنے والا ہوں پھر اس نے مجھے یہ شعر سنائے۔

وحمراء قبل المزج صفراء بعده　　　　اتت بين ثوبى نرجس و شقائق

''شراب کا رنگ ملاوٹ سے پہلے سرخی مائل تھا اور جب ملاوٹ کی گئی تو شراب کا رنگ زرد ہوگیا وہ میرے پاس اس حال میں آئی کہ اس نے زرد اور سرخ رنگ کے پوشاک پہنے ہوئے تھے۔''

حكت و جنة المعشوق صرفا فسلطوا　　　　عليها مزاجا فاكتست لون عاشق

''محبوب کے رخسار کا ذکر ہوا تو اس میں عاشق کے دکھوں کی آمیزش بھی تھی' پس محبوب کے رخسار جو انگارے کی طرح سرخ تھے یکایک عاشق کے رنگ میں تبدیل ہوگئے''

پس میں نے یہ شعر سن کر اس آدمی سے کہا کہ تم نے غلطی کی ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے کیا کہا ہے؟ ابن درید کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ تم نے ''حمراء'' کا لفظ کہہ کر سرخی کو مقدم کردیا ہے اور اس کے بعد ''بین ثوبی نرجس وشقائق'' کے الفاظ استعمال کر کے زردی کو مقدم کردیا ہے۔ پس اس آدمی نے کہا کہ اے بغض رکھنے والے یہ وقت استقصاء (پوری کوشش کرنے) کا نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ابن درید شراب پیتا تھا یہاں تک کہ اس کی عمر نوے سال ہوچکی تھی۔ پس جب ابن درید فالج کے مرض میں گرفتار ہوا تو اس کی عقل اور اس کا ذہن بالکل صحیح تھا۔ وہ سوال کرنے والے کو بالکل صحیح جواب دیتا تھا۔ ابن درید کا انتقال ۳۲۱ھ ماہ شعبان میں بغداد میں ہوا۔ لفظ ''درید'' ادرد کی تصغیر ہے اور ادرد سے مراد وہ آدمی ہے جس کے دانت نہ ہوں۔ ابن خلکان اور دوسرے اہل علم کا یہی قول ہے۔

خواص خنزیر کی کلیجی اگر کسی آدمی کو کھلا دی جائے یا پلا دی جائے تو وہ شخص حشرات الارض خصوصاً سانپ اور اژدھا وغیرہ سے

محفوظ رہے گا اور اگر اس کلیجی کو خشک کر کے کولنج یا فالج کے مریض کو پلا دی جائے تو وہ شفایاب ہو جائے گا۔ اگر کسی شخص کے دونوں نتھنے بند ہو گئے ہوں تو خنزیر کے پتے کے تین تین قطرے نتھنوں میں ٹپکا دے تو فوراً راحت محسوس ہوگی۔ اگر کسی خنزیر کی ہڈی کو جلا کر پیس لیا جائے اور کسی بواسیر کے مرض میں مبتلا شخص کو پلا دی جائے تو اسے شفا نصیب ہوگی اگر خنزیر کی ہڈی چوتھیا بخار والے مریض کے جسم پر لٹکا دی جائے تو وہ شفایاب ہو جائے گا اور اگر ہڈی کی راکھ کو کسی کے ناسور میں بھر دیا جائے تو ناسور فوراً ٹھیک ہو جائے گا۔ یوحنا کہتے ہیں کہ قدیم حکماء کا قول ہے کہ ہڈی کو کپڑے میں لپیٹ کر لٹکانا چاہیے اگر خنزیر کے پتے کو خشک کر کے بواسیر کی جگہ لگایا جائے تو بواسیر زائل ہو جائے گی۔ اگر خنزیر کا پاخانہ ایسے انار کے درخت کی جڑ میں لگایا جائے جس کے پھل ترش ہوں تو اس کے پھل کا ذائقہ اچھا ہو جائے گا۔ اگر کوئی آدمی ہچکی میں مبتلا ہو تو وہ خنزیر کا فضلہ اپنے پاس رکھے تو اسے بے حد فائدہ ہوگا اگر اس کے فضلہ کو ایک مثقال کے برابر نوش کر لیا جائے تو مثانہ کی پتھری ریزہ ریزہ ہو جائے گی اور اگر ایک مثقال شہد کے ساتھ پی لیا جائے تو یہ پیچش' دردسدہ اور آنتوں کے مروڑ کیلئے بے حد مفید ہے۔

تعبیر خنزیر کو خواب میں دیکھنا شر' غربت وافلاس اور حرام مال کی علامت ہے۔ خنزیر کی مادہ کو خواب دیکھنے کی تعبیر کثرت نسل سے دی جاتی ہے۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اسے خنزیر نے نقصان پہنچایا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے کو کوئی نصرانی نقصان پہنچائے گا۔

کہا جاتا ہے کہ خنزیر کا خواب میں دیکھنا طاقتور دشمن اور غدار دوست کی علامت ہے اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ خنزیر پر سوار ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کو دولت حاصل ہوگی اور اسے دشمن پر غلبہ حاصل ہوگا۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ خنزیر کا گوشت کھا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے کو ناجائز مال حاصل ہوگا اور اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس کی صورت خنزیر کی صورت جیسی ہوگئی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کو ذلت کے ساتھ دولت ملے گی اور اس کے دین میں کمی واقع ہو جائے گی۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ خنزیر کی طرح چل رہا ہے تو اس کی تعبیر خوشی سے دی جائے گی اگر ایسے شخص نے خواب دیکھا جو خنزیر کے بچوں کا مالک ہے تو اس کی تعبیر خواب دیکھنے والے کے لئے غم اور مصیبت سے دی جائے گی۔ پالتو خنزیر کو خواب میں دیکھنا خوشحالی کی علامت ہے۔ بشرطیکہ خواب دیکھنے والے نے اسے اپنے گھر میں دیکھا ہو۔ ہر وہ حیوان جو جلدی جوان ہوتا ہے اور جلدی مانوس ہو جاتا ہے۔ اس کو خواب میں دیکھنا خوشحالی یا حاجت کے پورا ہونے کی دلیل ہے۔ جنگلی خنزیر کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر مسافر کے لئے بارش یا اولوں سے دی جاتی ہے۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ خنزیروں کو چرا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ یہودیوں یا نصرانیوں کی جماعت میں شامل ہوگا۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس کی بیوی کی شکل وصورت خنزیر جیسی ہوگئی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والا شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دے گا کیونکہ خنزیر حرام ہے اور اس کے گوشت کا خواب میں دیکھنا تمام لوگوں کے لئے نفع بخش ہے کیونکہ خنزیر کا فائدہ اس کے مرنے کے بعد ہی ہوتا ہے اور یہ مال حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "انما حرم علیکم المیتة والدم و لحم الخنزیر" اس آیت مبارکہ میں خنزیر کی حرمت کی طرف اشارہ ہے۔ (واللہ اعلم)

الخنزیر البحری

''الخنزیر البحری '' یہ دریائی سور کو کہا جاتا ہے امام مالکؒ سے کسی نے دریائی سور کے متعلق پوچھا؟ پس امام مالکؒ نے فرمایا کہ کیا تم خنزیر بھی کسی جانور کا نام پکارتے ہو کیونکہ اہل عرب کے نزدیک خنزیر نامی کوئی دریائی جانور نہیں ہے۔ البتہ اہل عرب کے نزدیک ''دلفین '' نامی دریائی جانور ہے جس کا ذکر انشاء اللہ ''باب الدال'' میں آئے گا۔ ربیع کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ سے دریائی خنزیر کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کا گوشت کھایا جاتا ہے۔ روایت کی گئی ہے جب امام شافعیؒ عراق تشریف لے گئے تو آپ نے خنزیر بحری کے متعلق حلال ہونے کا فتویٰ دیا۔ امام ابوحنیفہؒ نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔ ابن ابی لیلیٰ کے نزدیک خنزیر بحری حلال ہے نیز حضرت عمرؓ عثمانؓ ابن عباسؓ ابوایوب انصاریؓ اور ابو ہریرہؓ کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت حسن بصریؒ، اوزاعیؒ، لیثؒ اور ابو مالکؒ فرماتے ہیں کہ خنزیر البحری کے شرعی حکم میں کلام ہے لیکن ان حضرات کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے اجتناب ہی کیا جائے۔ ابن ابی ہریرہؒ نے ابن خیران سے روایت نقل کی ہے کہ اکار نے خنزیر بحری کا شکار کیا اور پھر اسے پکایا اور پھر اسے کھایا اور یہ کہا کہ خنزیر بحری کا ذائقہ مچھلی کی طرح ہے۔ ابن وہب کہتے ہیں کہ میں نے لیث بن سعد سے اس کے متعلق سوال کیا۔ پس انہوں نے فرمایا کہ لوگ جس جانور کو خنزیر کے نام سے پکارتے ہیں تو اس کا گوشت کھایا نہیں جاسکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خنزیر کو حرام قرار دیا ہے۔

الخنفساء

''الخنفساء '' اس سے مراد گبریلا ہے۔ یہ مشہور جانور ہے حق تو یہ تھا کہ اس جانور کا ذکر پہلے کیا جاتا کیونکہ اس میں نون زائد ہے اور ''فاء'' پر زبر ہے۔ نیز اس کے مونث کیلئے ''خنفساۃ'' کا لفظ مستعمل ہے۔ ابن سیدہ کہتے ہیں کہ ''خنفساء'' سے مراد ایک سیاہ رنگ کا بدبودار کیڑا ہے جو ''جعل'' سے چھوٹا ہوتا ہے اور اس کی پیدائش زمین کی گندگی سے ہوتی ہے نیز اس کے مونث کے لئے ''خنفسہ'' اور ''خنفساۃ'' کے الفاظ مستعمل ہیں اور ایک لغت میں فا پر پیش ہے۔ ''الخنفس'' اسم ہے اور کثرت کے لئے ''الخنافس'' کا لفظ مستعمل ہے۔ اصمعی نے کہا ہے کہ ''خنفساۃ'' کو ''ہاء'' کے ساتھ نہیں استعمال کیا جاتا۔ اس کی کنیت کے لئے ''ام الفسو'، ام الاسود' ام مخرج ام اللجاج اور ام النتن کے الفاظ مستعمل ہیں۔ ''خنفساء کی یہ خصوصیت ہے کہ زمین کی گندگی سے پیدا ہوتا ہے اور یہ پانی پئے بغیر طویل عرصہ تک زندہ رہ سکتا ہے۔ اس میں اور بچھو میں رفاقت ہے اسی لئے اہل مدینہ اسے ''جاریۃ العقرب'' (بچھو کا پڑوسی) کہتے ہیں۔ اس کی اقسام میں جعل، حمار قبان، وردان اور حطب وغیرہ شامل ہیں۔

نیز ''الحطب'' (خنافس) کا مذکر ہے اور گبریلا غلاظت کی کثرت کی وجہ سے معروف ہے جیسا کہ ''ظربان'' (بلی کی مثل ایک جانور) گندا جانور ہے۔ اسی لئے اہل عرب کہتے ہیں ''اذا تحرکت الخنفساء فست'' (جب گبریلا حرکت کرتا ہے تو بدبو پھیلاتا ہے) جنین بن اسحٰق طریق نے کہا ہے کہ گبریلا ایسی جگہ سے بھاگ جاتا ہے جہاں اجوائن پڑی ہوئی ہو۔ حدیث شریف میں مذکور

ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کو چاہیے کہ وہ جاہلیت میں فخر کرنا ترک کر دیں ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک گبریلا جانور سے بھی زیادہ مبغوض ہو جائیں گے۔(رواہ ابن عدی فی کاملہ)

ایک عجیب وغریب قصہ علامہ قزوینیؒ نے ایک حکایت یوں نقل کی ہے کہ ایک آدمی نے گبریلا دیکھا۔ پس اس آدمی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کس لئے پیدا کیا ہے۔ کیا اس کی خوبصورتی یا اس کی خوشبو اس کو تخلیق کرنے (یعنی گبریلا کو پیدا کرنے) کی وجہ ہے؟ پس اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو ایک زخم میں مبتلا کر دیا جو اس قدر شدید تھا کہ اطباء اس زخم کے علاج سے عاجز آ گئے یہاں تک کہ اس شخص نے زخم کا علاج چھوڑ دیا۔ پس ایک دن اس شخص نے ایک طبیب کی آواز سنی جو گلیوں اور سڑکوں پر آواز لگاتا تھا اور لوگوں کا علاج کرتا تھا۔ پس اس آدمی نے اپنے گھر والوں کو حکم دیا کہ اس طبیب کو بلاؤ اور میرا زخم دکھاؤ۔ پس گھر والوں نے کہا کہ تم نے ماہر سے ماہر طبیب سے علاج کروایا لیکن تمہیں شفا نہیں ملی۔ بھلا یہ سڑکوں پر آواز لگانے والا طبیب تمہارے لئے کیسے مفید ثابت ہوگا۔

پس اس آدمی نے کہا کہ اگر طبیب مجھے ایک نظر دیکھ لے تو اس میں تمہارا کیا نقصان ہے؟ پس گھر والوں نے طبیب کو بلایا اور ان کا زخم دکھلایا۔ پس جب طبیب نے زخم دیکھا تو اس نے گھر والوں کو حکم دیا کہ ایک گبریلا لاؤ۔ پس طبیب کی اس بات پر تمام گھر والے ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ ہم نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ یہ طبیب اس زخم کا علاج نہیں کر سکتا۔ پس مریض کو گبریلا کا نام سنتے ہی اپنا وہ قول یاد آ گیا جو اس نے گبریلے کے متعلق کہا تھا۔ پس اس نے اپنے گھر والوں کو حکم دیا کہ طبیب صاحب جس چیز کا مطالبہ کریں وہ ضرور لائی جائے۔ پس گھر والوں نے ایک گبریلا لاکر طبیب صاحب کے سامنے پیش کر دیا۔

پس حکیم صاحب نے گبریلا کو جلایا اور اس کی راکھ مریض کے زخم پر چھڑک دی۔ پس اللہ تعالیٰ کے حکم سے مریض شفایاب ہو گیا۔ پس مریض نے حاضرین سے کہا کہ اللہ تعالیٰ اس آزمائش کے ذریعے مجھے یہ بتلانا چاہتے تھے کہ اس کی حقیر سے حقیر مخلوق بھی بڑی سے بڑی دوا کے طور پر کام آ سکتی ہے۔

حکایت ابن خلکان نے جعفر بن یحییٰ بن خالد بن برمک البرمکی کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ جعفر کے پاس ابو عبیدہ ثقفی بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک گبریلا ادھر آ ٹپکا۔ پس جعفر نے حکم دیا کہ اس کو یہاں سے ہٹایا جائے۔ پس ابو عبیدہ نے کہا کہ اس کو چھوڑ دو ہو سکتا ہے کہ یہ خیر کا باعث ہو کیونکہ اہل عرب گبریلا کے نکلنے کو خیر کی علامت قرار دیتے تھے۔ پس جعفر نے ابو عبیدہ کو ایک ہزار دینار دینے کا حکم دیا۔ پس گبریلا ابو عبیدہ کی طرف بڑھنے لگا پس جعفر نے مزید ایک ہزار دینار ابو عبیدہ کو بطور انعام دینے کا حکم دیا۔

الحکم گبریلا کا شرعی حکم یہ ہے کہ گبریلا گندگی کی وجہ سے حرام ہے۔ اصحاب نے کہا ہے کہ وہ جانور جن میں نفع ونقصان ظاہر نہ ہو جیسے گبریلا، کیڑے، بعلان، کیکڑے، بغاث، گدھ اور ان جیسے دیگر جانور کا قتل کرنا محرم (احرام باندھنے والے) کے لئے اور غیر محرم کیلئے مکروہ ہے۔

امام الحرمین نے کہا ہے کہ ایک شاذ حکم یہ بھی ہے کہ پرندوں اور حشرات الارض کا قتل کرنا بھی احرام باندھنے والے کے لئے مکروہ ہے اور کراہت کی دلیل یہ ہے کہ ان جانوروں کو قتل کرنا بغیر کسی حاجت کے ایک فضول کام ہوگا۔ صحیح مسلم میں مسلم بن شداد بن اوسؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کو فرض کیا ہے۔ پس جب تم کسی کو قتل کرو تو

اس کو اچھے طریقے سے قتل کرو اور یہ احسان نہیں ہے کہ کسی چیز کو بلا ضرورت قتل کر دو۔ (رواہ مسلم) بیہقی نے ایک صحابی قطبؓ سے روایت نقل کی ہے کہ وہ نقصان نہ پہنچانے والے جانوروں کو قتل کرنا مکروہ سمجھتے تھے۔

الامثال اہل عرب بطور ضرب المثل یہ کہتے ہیں ''افسی من الخنفساء'' یعنی وہ گبریلا سے بھی زیادہ گوز کرنے والا ہے۔ اسی طرح اہل عرب کہتے ہیں ''الخنفسا اذا مست نتنت'' یعنی گبریلا جب بھی آتا ہے تو اپنے ساتھ گندگی ہی لاتا ہے۔ یہ مثال اس وقت دیتے ہیں جب کوئی آدمی کسی برے آدمی کا تذکرہ کرنا چاہتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ برے آدمیوں کا تذکرہ نہ کرو کیونکہ ان کے تذکرے میں برائیوں کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ احمر النحوی نے عتبی کی ہجو کرتے ہوئے کہا ہے کہ ؎

لَنا صَاحِبُ مولع بِالخِلَافِ ۔۔۔ کَثِیرُ الْخَطَاءِ قَلِیلُ الصَّوَابِ

''ہمارے یہاں ایسا آدمی ہے جو اختلاف کا شوقین ہے حالانکہ اکثر غلطیاں کرتا رہتا ہے اور بہت کم غلطیوں کو درست کرنے کی کوشش کرتا ہے''

أَلَجُ لَجَاجَا مِنَ الخنفساء ۔۔۔ و أدهى اِذَا مَا مَشى من غراب

''وہ گبریلا سے بھی زیادہ ضدی ہے اور چلتے ہوئے کوئے سے بھی زیادہ اکڑتا ہے''

خواص گبریلا کے طبی خواص درج ذیل ہیں۔ (۱) اگر گبریلوں کے سروں کو کاٹ کر کسی برج میں رکھ دیئے جائیں تو وہاں کبوتر جمع ہو جائیں گے۔ (۲) اگر گبریلا کے پیٹ کی رطوبت بطور سرمہ استعمال کی جائے تو بینائی تیز ہو جاتی ہے اور آنکھوں کی سفیدی ختم ہو جاتی ہے اور بالخصوص آنکھوں سے بہنے والا پانی بھی ختم ہو جاتا ہے۔ (۳) اگر کسی کے گھر میں بہت زیادہ گبریلا جمع ہو جائیں تو وہاں چنار کے پتوں کی دھونی دینے سے تمام گبریلے بھاگ جائیں گے۔ (۴) اگر گبریلا کو تل کے تیل میں پکایا جائے اور پھر تیل کو صاف کر کے کان میں ڈالا جائے تو یہ کان کے پردے کے دردوں میں بے حد مفید ہے اور اگر اس کو جلا کر اس کی راکھ زخم میں بھر دی جائے تو زخم جلدی ٹھیک ہو جائے گا۔ (۶) اگر کوئی شخص لاعلمی میں گبریلا کو زندہ نگل لے تو وہ فوراً ہلاک ہو جائے گا۔

تعبیر گبریلے کو خواب میں دیکھنا نفاس والی عورت کی موت کی علامت ہے اور گبریلا کے مذکر کو خواب میں دیکھنا ایسے شخص کی طرف اشارہ ہے جو شریر لوگوں کا خادم ہو۔ گبریلا کی خواب میں تعبیر اکثر مبغوض دشمن سے دی جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

الخِنّوص

''الخِنّوص'' (خاء کے کسرہ اور نون مشدد کے ساتھ) اس سے مراد خنزیر کا بچہ ہے اس کی جمع کے لئے ''خنانیص'' کا لفظ مستعمل ہے۔ اخطل نے بشر بن مروان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ہے کہ ؎

اکلت الدجاج فأفنیتها ۔۔۔ فهل فی الخنانیص مغمز

''تو نے مرغی کا گوشت کھالیا اور کچھ بھی نہ چھوڑا پس کیا اب خنزیر کے بچوں کو بھی ہڑپ کرے گا''

خنوص کا شرعی حکم اور تعبیر اس کا شرعی حکم اور تعبیر خنزیر کی طرح ہے۔

خواص | خنوص کے طبی فوائد درج ذیل ہیں ۔(۱) خنزیر کے بچے کا پتہ اورام یابسہ کو تحلیل کرتا ہے اور اگر اس کو شہد میں حل کر کے احلیل پر ملا جائے تو قوت باہ میں اضافہ ہوتا ہے ۔(۲) اگر خنزیر کے بچے کی چربی کا لیپ کسی ترش انار کے درخت کی جڑ میں کیا جائے تو انار کے پھلوں کی ترشی ختم ہو جائے گی۔

الخيتعور

''الخیتعور'' اس سے مراد بھیڑیا ہے۔ نیز اس سے بھوت بھی مراد لیا جاتا ہے۔ اس میں ''یا'' زائد ہے۔ حدیث میں ''ذاک أزب العقبة يقال له الخيعور'' سے مراد شیطان کا وسوسہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا ہے کہ شیطان کو ''خیعور'' بھی کہا جاتا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہر وہ چیز جو کمزور ہو اور ایک کیفیت پر نہ رہے ''الخیتعور'' کہلاتی ہے ''الخیتعور'' بھیڑیئے کو بھی کہتے ہیں۔ شاعر نے کہا ہے کہ ۔

کل أنثى و ان بدالک منها آية الحب حبها خيتعور

''ہر عورت جس کی محبت کا تم جائزہ لو گے تو اس کا اظہار محبت بھیڑیئے جیسا دھوکہ ہے''

کہا گیا ہے کہ ''الخیتعور'' ایک چھوٹا سا جانور ہے جو پانی کے اوپر رہتا ہے اور کسی ایک جگہ سکونت اختیار نہیں کرتا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''الخیتعور'' سے مراد وہ چیز ہے جو دھاگے کی طرح سفید ہے اور فضا میں اڑتی رہتی ہے یا اس سے مراد مکڑی کے جالے کی طرح کی چیز ہے نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''الخیتعور'' سے مراد فنا ہونے والی دنیا ہے۔

الخيدع

''الخیدع'' اس سے مراد بلی ہے۔ اس کا ذکر عنقریب انشاء اللہ ''باب السین'' میں آئے گا۔

الاخيل

''الاخیل'' یہ ایک سبز پرندہ ہے۔ جس کے بازوؤں پر اس رنگ کے علاوہ بھی رنگ نظر آتا ہے جو بہت بھلا معلوم ہوتا ہے لیکن اگر قریب سے دیکھا جائے تو اس کے بازوؤں کا رنگ بھی سبز ہوتا ہے۔ اس پرندہ کو ''الاخیل'' کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ''اخیل'' ایسے آدمی کو کہا جاتا ہے جس کے جسم پر تل ہو اور اس پرندہ کی چمک بھی تل کی طرح ہوتی ہے اس لئے اس کا نام ''الاخیل'' رکھ دیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ''الاخیل'' ایک منحوس پرندہ ہے۔ جس کی نحوست کبھی نہ کبھی ضرور ظاہر ہوتی ہے۔ اگر لفظ ''الاخیل'' حالت نکرہ میں کسی کا نام رکھ دیا جائے تو یہ منصرف پڑھا جائے گا لیکن بعض نحویین معرفہ و نکرہ دونوں حالتوں میں غیر منصرف پڑھتے ہیں کیونکہ یہ ''الاخیل'' کو ''التخیل'' کی صفت قرار دیتے ہیں اور دلیل کے طور پر حضرت حسان کے شعر کو پیش کرتے ہیں۔

ذريني و علمي بالامور وشيمتي فما طائري فيها عليک بأخيلا

''مجھے اور میرے علم کو چھوڑ دو اور میری عادت کو بھی کیونکہ کوئی ایسا پرندہ نہیں ہے کہ جو مختلف رنگ رکھتا ہو''

الخیل

''الخیل ''اس سے مراد گھوڑا ہے۔اس کا لفظی طور پر کوئی واحد نہیں ہے جیسے لفظ قوم اور ''الرھط'' کا کوئی واحد نہیں ہے۔کہا جاتا ہے کہ اس کا مفرد'' خائل'' ہے۔ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ''الخیل''مونث ہے اور اس کی جمع ''خیول'' آتی ہے۔ بجستانی نے کہا ہے کہ اس کی تصغیر''خییل'' آتی ہے اور''الخیل'' کے معنی اکڑ کر چلنے کے ہیں۔ پس گھوڑے کی چال میں بھی اکڑپن موجود ہوتا ہے اسی لئے گھوڑے کو''الخیل'' کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔سیبویہ کے نزدیک ''الخیل''اسم جمع ہے اور ابوالحسن کے نزدیک ''الخیل''جمع ہے۔

گھوڑوں کی عظمت گھوڑوں کی عظمت کے لئے صرف یہی دلیل کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں اس کی قسم کھائی ہے۔پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا''وَالْعَادِیَاتِ ضَبْحًا''(قسم ہے ان گھوڑوں کی جو پھنکارے مارتے ہوئے دوڑتے ہیں) ان سے مراد وہ گھوڑے ہیں جو میدان جہاد میں پھنکارے مارتے ہوئے دوڑتے ہیں۔

حدیث شریف میں گھوڑے کا تذکرہ حضرت جریر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلیاں اپنے گھوڑے کی پیشانی کے بالوں میں پھیر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں کی پیشانی میں خیر کو قیامت تک گرہ دے کر باندھ دیا ہے۔(رواہ البخاری) ''الناصیۃ'' سے مراد وہ بال ہیں جو گھوڑوں کی پیشانی پر لٹکے رہتے ہیں۔ خطابی نے کہا ہے کہ''الناصیۃ'' سے مراد گھوڑے کی پوری ذات ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں آدمی مبارک پیشانی والا ہے یعنی بابرکت ذات والا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان میں تشریف لے گئے۔پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''**اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِیْنَ وَ اِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ** ''(تم پر سلامتی ہو اے مومنین اور ہم بھی انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ ہم اپنے بھائیوں کو دیکھتے صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم آپؐ کے بھائی نہیں ہیں؟ آپؐ نے فرمایا تم تو میرے اصحاب ہو' ہمارے بھائی وہ لوگ ہیں جو ابھی تک نہیں آئے۔پس صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ان لوگوں کو جو ابھی تک دنیا میں نہیں آئے کیسے پہچانیں گے کہ یہ آپ کے امتی ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم دیکھتے نہیں کہ ایک آدمی کے پاس گھوڑے ہوں اور ان پر سفیدی کا کوئی نشان بھی نہ ہو اور وہ بہت سے گھوڑوں میں کھڑے ہوں تو کیا گھوڑوں کا مالک اپنے گھوڑوں کو نہیں پہچانے گا۔صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور وہ انہیں پہچان لے گا پھر اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ قیامت کے دن میری امت کے لوگ آئیں گے اور ان کی پیشانیاں وضو اور سجدہ کے اثر سے چمکتی ہوں گی اور میں حوض کوثر پران کا پیش رو ہوں گا۔(رواہ المسلم)

بیہقی کی روایت کے الفاظ کچھ یوں ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت قیامت کے دن اس حال میں آئے گی کہ ان کے اعضاء سجود سفید ہوں گے اور اعضاء وضو چمکتے ہوں گے اور یہ کیفیت کسی اور امت کی نہیں ہوگی۔(رواہ البیہقی) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گھوڑوں کے اندر شکال ناپسند تھا۔(مسلم' نسائی' ابن ماجہ' ابوداؤد)

شکال سے مراد گھوڑے کے داہنے پچھلے پاؤں کی سفیدی اور اگلے پیروں کے بائیں میں سفیدی ہے یا داہنے اگلے پاؤں میں اور بائیں پچھلے پاؤں کی سفیدی ہے۔ شکال کے متعلق اہل علم کے مختلف اقوال ہیں۔ ابوعبیدہ اور جمہور اہل لغت کا قول یہ ہے کہ شکال سے مراد یہ ہے کہ گھوڑے کے تین پاؤں سفید ہوں اور چوتھا پاؤں سفید نہ ہو۔ ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ شکال کا معنیٰ یہ ہے کہ گھوڑے کے تین پاؤں مطلق ہوں اور ایک پاؤں سفید ہو۔ ابن درید کے نزدیک شکال یہ ہے کہ گھوڑے کے ایک ہاتھ اور ایک پاؤں میں سفیدی ہو اور اگر اس کے برعکس ہو تو یہ شکال مخالف ہو جائے گا۔ بعض اہل علم کے نزدیک شکال دونوں ہاتھوں (یعنی اگلے پاؤں) کی سفیدی کو کہتے ہیں جبکہ بعض اہل علم کا قول یہ ہے کہ شکال دونوں پاؤں کی سفیدی کو کہتے ہیں۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اگر گھوڑے کے ہاتھ' پاؤں کی سفیدی کے ساتھ پیشانی پر بھی سفیدی ہو تو پھر کراہت ختم ہو جاتی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صرف شکال کو ناپسند کیا ہے اور شکال ہاتھ یا پاؤں کی سفیدی کو کہا جاتا ہے۔

ابن رشیق نے اپنی کتاب عمدہ میں باب "منافع الشعر ومضارہ" میں لکھا ہے کہ ابوطیب متنبی جب بلاد فارس کی طرف گیا اور اس نے عضد الدولہ بن بویہ دیلمی کی تعریف میں قصیدہ پڑھا تو عضد الدولہ سے بہت سا انعام حاصل کر کے بغداد کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس سفر میں اس کے ہمراہ لوگوں کی ایک جماعت بھی تھی۔ پس یہ قافلہ جب بغداد کے قریب پہنچا تو ڈاکوؤں نے ان پر حملہ کر دیا۔ پس جب متنبی نے دیکھا کہ ڈاکوؤں کو غلبہ حاصل ہو رہا ہے تو وہ فرار ہو گیا۔ پس متنبی کے غلام نے کہا کہ اگر آپ نے راہ فرار اختیار کی تو لوگ ہمیشہ کے لئے آپ کو بزدل کے لقب سے نوازیں گے اور آپ کا راہ فرار اختیار کرنا آپ کے اس قول کے منافی ہوگا جس میں آپ نے اپنے آپ کو بہادر قرار دیا ہے۔

"الخيل والليل والبيداء تعرفني والحرب والضرب والقرطاس والقلم" "گھوڑے' رات کی تاریکیاں اور لق ودق صحرا مجھ سے واقف ہیں اور جنگ' شمشیر و نیزہ اور کاغذ و قلم بھی مجھے اچھی طرح جانتے ہیں۔

پس متنبی غلام کی بات سن کر واپس ہوئے اور ڈاکوؤں کے ساتھ لڑائی کی یہاں تک کہ قتل کر دیئے گئے۔ پس متنبی کے قتل کا سبب اس کا یہی شعر ہوا۔ متنبی رمضان ۳۴۵ھ کو قتل کیے گئے تھے۔ ابوسلیمان خطابی نے گوشہ نشینی کی مدح میں کیا خوب کہا ہے حالانکہ ابو سلیمان کو ان اوصاف سے دور کی بھی مناسبت نہیں تھی۔

أنست بوحدتي ولزمت بيتي فدام الانس لي ونما السرور

میں مانوس ہو گیا تنہائی سے اور میں نے لازم پکڑ لیا اپنے گھر کو' پس میں ہمیشہ کیلئے انس کا خوگر ہو گیا اور مجھ میں سرور نمودار ہونے لگا۔

وَاَدَّبَنِي الزَمَانُ فَلا اُبَالِي هَجَرْتُ فَلَمَّا اُزَ ارَ وَلَا اَزُوْرُ

"اور میرے لئے زمانہ بہترین معلم ثابت ہوا پس مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ کوئی مجھ سے ملاقات کرے یا میں کسی کی زیارت کروں"

وَلَسْتُ بِسَائِلٍ مَادُمْتُ حَيًّا اَسَارَ الْخَيْلُ اَمْ رَكِبَ الْاَمِيْرُ

"اور میں کسی سے سوال نہیں کروں گا' جب تک میری زندگی باقی ہے خواہ میرے سامنے مصیبتوں کے لشکر گزریں یا امیر سوار ہو کر ہی کیوں نہ نکلے"

فائدہ

ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے کہ کسی آدمی نے متنبّی سے اس کے شعر کے متعلق سوال کیا "بادرھوا کَ صبرت اَمْ لَمْ تَصْبِرا" (تو اپنی خواہش کو جلدی سے پورا کر خواہ تو صبر کر یا صبر نہ کر) کہ شعر کے اس مصرعہ میں لفظ "تصبرا" میں الف کیوں باقی رہا حالانکہ اس سے پہلے "لم" جازمہ موجود ہے حق تو یہ تھا کہ آپ یوں کہتے "لم تصبر" پس ابوطیب متنبّی نے اس کے جواب میں کہا کہ اگر ابوالفتح بن جنی یہاں موجود ہوتا تو وہ تجھے اس سوال کا جواب دیتا لیکن اب اس کا جواب میں ہی دیتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ "تصبرا" میں جو الف آیا ہے وہ نون ساکن کے بدلے میں ہے کیونکہ "لم تصبرا" اصل میں "لم تصبرن" تھا اور قاعدہ یہ ہے کہ اگر کوئی انسان نون تاکید خفیفہ کو وقف دینا چاہے تو اسکو الف سے بدل دے۔ اعشٰی نے کہا ہے کہ "ولا تعبد الشیطان واللہ فاعْبُدا" (تم شیطان کی عبادت نہ کرو بلکہ اللہ ہی عبادت کے لائق ہے) اعشٰی کے اس قول میں "فاعْبُدا" اصل میں "فاعْبُدَن" تھا لیکن وقف کی وجہ سے ن کو الف سے بدل دیا گیا ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ابوالفتح سے متنبّی کی مراد عثمان بن جنی موصلی ہے جو علم النحو کے مشہور امام ہیں۔ ابن جنی نے ابوعلی فارسی سے علم حاصل کیا تھا اور اس کے بعد موصل تشریف لائے اور پڑھانے کا سلسلہ شروع کیا۔ پس ایک دن ابن جنی سبق پڑھا رہے تھے کہ اچانک ان کے استاد ابوعلی فارسی کا ادھر سے گزر ہوا۔ پس ابوعلی نے ابن جنی کو دیکھ کر فرمایا کہ تیری ڈاڑھی لمبی ہوگئی اور تو بخیل ہوگیا یعنی تو بڑا ہوگیا اور تو نے ہم سے ملنا ترک کردیا۔ پس ابن جنی نے اپنا درس چھوڑ دیا اور استاد کے پیچھے پیچھے چل دیئے اور اس کے بعد ہمیشہ ابوعلی فارسی کے درس میں حاضری دیتے رہے یہاں تک کہ علم نحو میں مہارت حاصل کرلی۔ ابن جنی کے والد ایک رومی غلام تھے۔ ابن جنی کے تمام اشعار بہت عمدہ ہیں اور ابن جنی کی ایک آنکھ کی روشنی ختم ہوچکی تھی پس اسی کے متعلق ابن جنی کے اشعار درج ذیل ہیں۔

صدودکَ عَنِّی وَلَا ذَنب لی — یَدُلُّ عَلٰی نِیَّۃ فَاسِدَۃ

"تیرا مجھ سے کنارہ کشی اختیار کرنا حالانکہ میرا کوئی جرم بھی نہیں اس بات کی دلیل ہے کہ تیری نیت میں فساد پیدا ہوگیا ہے"

فَقَد وَ حَیَاتِکَ مِمَّا بکیت — خَشِیْتُ عَلٰی عَیْنِی الْوَاحِدہ

"پس تحقیق تیری زندگی کی قسم تیرے فراق میں رونے کی وجہ سے مجھے ڈر ہے کہ میری ایک آنکھ کی روشنی ختم نہ ہوجائے"

وَلَوْلَا مَخَافَۃُ اَنْ لَا اَرَاکَ — لَمَّا کَانَ فِی تَرکِھَا فَائِدَۃٌ

"اور اگر میں تجھے دیکھنے کی تمنا نہ رکھتا تو مجھے اس ایک آنکھ رکھنے کی بھی کوئی خواہش نہیں تھی"

ابن جنی نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں جن میں دیوان متنبّی کی شرح بھی ہے اسی لئے متنبّی نے اعتراض کرنے والے کو ابن جنی کا حوالہ دیا تھا۔ ابن جنی کا انتقال ماہ صفر ۳۹۲ھ کو بغداد میں ہوا۔

سنن نسائی میں سلمہؓ بن نفیل اسکونی کی ایک روایت مذکور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "ازالۃ الخیل" سے منع فرمایا ہے پس "ازالۃ الخیل" سے مراد یہ ہے کہ گھوڑوں سے بار برداری کا کام لیا جائے اور یہ گھوڑوں کو ذلیل کرنا ہے۔ چنانچہ ابوعمر بن عبدالبر نے چند اشعار حضرت ابن عباسؓ کی تمہید میں کہے ہیں۔

أَحِبُّوْ الْخَيْلَ وَاصْطَبِرُوْا عَلَيْهَا　　فَاِنَّ الْعِزَّ فِيْهَا وَالْجَمَالَا

''تم گھوڑوں سے محبت رکھو اور تم اس محبت پر ڈٹے رہو کیونکہ گھوڑے کے پالنے میں عزت اور جمال ہے''

اِذَا مَاالْخَيْلُ ضَيعها اُنَاسٌ　　رَبَطْنَا هَا فَاَشْرَكَتِ الْعِيَالَا

''جب لوگوں نے گھوڑوں کو (بار برداری میں استعمال کر کے) ضائع کر دیا تو ہم نے ان کو باندھ کر کھڑا کر دیا اور ان کی اپنی اولاد کی طرح دیکھ بھال کی''۔

نُقَاسِمُهَا الْمَعِيْشَةَ كُلَّ يَوْمٍ　　وَ نكسرها الْبُرَاقِع وَالْجِلَالَا

''ہم ہر روز ان کو گھاس وغیرہ کھلاتے ہیں اور ان کو منہ کی جالی اور جھولیں بھی پہناتے ہیں''

فائدہ | علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حاکم ابوعبداللہ کی تاریخ نیشاپور میں ابوجعفر حسن بن محمد بن جعفر کے حالات زندگی میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ بن ابی طالب سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ وہ گھوڑے کو پیدا فرمائے تو اللہ تعالیٰ نے جنوب کی طرف سے چلنے والی ہوا سے فرمایا کہ میں پیدا کرنے والا ہوں تجھ سے ایسی مخلوق جو میرے دوستوں کے لئے باعث عزت اور میرے دشمنوں کے لئے باعث ذلت ثابت ہو اور میرے مطیع کے لئے باعث جمال ہو۔ پس ہوا نے عرض کیا اے میرے پروردگار آپ ضرور ایسی مخلوق کو پیدا کریں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ہوا میں ایک مٹھی لی اور اس سے گھوڑے کو پیدا کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے گھوڑے سے فرمایا کہ میں نے تجھے عربی النسل بنایا اور بھلائی کو تیری پیشانی میں رکھ دیا ہے۔ لوگ تیری پیٹھ پر اموال غنیمت لاد کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جائیں گے اور میں تجھے وسیع رزق عطا فرماؤں گا اور زمین پر چلنے والے دوسرے جانوروں کے مقابلہ میں تیری نصرت کروں گا۔ تیرے مالک کو اپنی حاجت روائی اور دشمنوں سے قتال کے لئے تیری ضرورت پیش آئے گی اور میں عنقریب تیری پیٹھ پر ایسے لوگوں کو سوار کراؤں گا جو میری تسبیح، تحمید اور تہلیل وتکبیر کریں گے۔ پھر اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح، تہلیل اور تکبیر کرتا ہے تو فرشتے اس کو سن کر اسی کی مثل اس کا جواب دیتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا کہ جب فرشتوں نے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے گھوڑے کو پیدا فرمایا ہے تو انہوں نے عرض کیا اے پروردگار ہم تیرے فرشتے تیری تسبیح وتحمید تہلیل وتکبیر کرتے رہتے ہیں پس ہمارے لئے کیا (انعام وکرام) ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے لئے ایسے گھوڑے پیدا کئے جن کی گردنیں بختی اونٹوں کی گردنوں کی طرح تھیں۔ نیز ان کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء ورسل میں سے جس کی چاہے گا مدد فرمائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب گھوڑے کے قدم زمین پر جم گئے تو اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا کہ میں تیری ہنہناہٹ سے مشرکین کو ذلیل کروں گا اور ان کے کانوں کو اس سے بھر دوں گا اور اس کے ذریعے ان کی گردنوں کو پست کروں گا اور ان کے دلوں کو مرعوب کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے اپنی وہ مخلوق جو جانوروں کی صورت میں ہے کو پیش کرنے کا حکم دیا تو حضرت آدم علیہ السلام کو حکم دیا کہ میری اس مخلوق میں جس کو چاہو اختیار کر لو۔ پس حضرت آدم علیہ السلام نے گھوڑے کو اختیار کیا۔ پس حضرت آدم علیہ السلام سے کہا گیا کہ آپ نے اپنے اور اپنی اولاد کے لئے ہمیشہ کے لئے عزت کو اختیار کیا ہے اور جب تک وہ زندہ رہیں گے عزت بھی ہمیشہ ہمیشہ رہے گی۔ (تاریخ نیشاپور)

حضرت ابن عباسؓ سے یہی حدیث دوسرے الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ وہ گھوڑے کو پیدا کرے تو اس نے جنوب کی ہوا کو وحی بھیجی کہ میں تجھ سے ایک مخلوق پیدا کرنے والا ہوں' پس تو اس کیلئے جمع ہو جا۔ پس ہوا جمع ہوگئی' پھر اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے۔ پس انہوں نے ہوا میں سے ایک مٹھی بھرلی' پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا کہ میری مٹھی ہے اور پھر اس کے بعد اس سے ایک کمیت گھوڑا پیدا کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تجھے گھوڑا بنایا ہے اور عربی النسل بنایا ہے اور تجھے تمام چوپایوں پر فراخی رزق میں فضیلت دی ہے۔

تیری پیٹھ پر مال غنیمت لاد کر لے جایا جائے گا اور تیری پیشانی میں بھلائی ہوگی پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کو بھیجا۔ پس وہ ہنہنایا۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے کمیت میں تیری ہنہناہٹ سے مشرکین کو خوفزدہ کروں گا اور ان کے کانوں کو بھر دوں گا اور ان کے قدموں کو متزلزل کر دوں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کمیت کی پیشانی اور پاؤں کو سفید بنایا۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو فرمایا اے آدم ان چوپاؤں میں سے جو تمہیں پسند ہے اسے اپنے لئے اختیار کر لو یعنی گھوڑے اور براق میں سے' براق کی شکل خچر کے مشابہ ہے نہ وہ مذکر ہے اور نہ ہی مونث' پس آدم علیہ السلام نے کہا اے جبرائیل میں نے ان دونوں میں سے حسین وجمیل چہرے والے کو اپنے لئے اختیار کیا اور وہ گھوڑا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم علیہ السلام تو نے اپنے اور اپنی اولاد کے لئے عزت کو اختیار کیا ہے اور وہ ان میں اس وقت تک باقی رہے گی جب تک وہ زندہ رہیں گے۔ (شفاء الصدور)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک جنت میں ایک درخت ہے کہ جس کے اوپر اور نیچے کے حصہ سے گھوڑے نکلتے ہیں اور گھوڑوں کے لگام یاقوت ومروارید کے ہوں گے نہ وہ لید کریں گے نہ پیشاب۔ ان گھوڑوں کے بازو ہوں گے اور ان کے قدم وہاں پڑیں گے جہاں تک نگاہ پڑتی ہے۔ اہل جنت ان پر سوار ہوں گے اور جہاں چاہیں گے اڑتے پھریں گے۔ پس جنتیوں کی یہ کیفیت دیکھ کر ان کے نچلے طبقہ کے لوگ کہیں گے اے ہمارے پروردگار تیرے یہ بندے اس مرتبہ تک کیسے پہنچ گئے۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ یہ لوگ رات کو قیام کرتے تھے اور تم سوتے تھے یہ لوگ دن کو روزہ رکھتے تھے اور تم کھانا کھاتے تھے۔ یہ لوگ (اللہ کے راستے میں) مال خرچ کرتے تھے اور تم بخل کرتے تھے۔ یہ لوگ (اللہ کے راستے میں) قتال کرتے تھے اور تم بزدلی کا اظہار کرتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کے (یعنی جنتیوں کے) دلوں میں اپنی رضا مندی ڈال دیں گے پس وہ راضی ہو جائیں گے اور ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔ (شفاء الصدور)

فائدہ: گھوڑے پر سب سے پہلے سوار ہونے والے شخص حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ اسی لئے گھوڑے کو ''عراب'' بھی کہا جاتا ہے۔ اس سے قبل گھوڑا دوسرے جانوروں کی طرح وحشی تھا۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بیت اللہ کی بنیادیں اٹھانے کا حکم دیا تو یہ بھی فرمایا کہ بے شک میں تمہیں ایسا خزانہ عطا کروں گا جو میں نے تمہارے لئے خاص کر رکھا ہے۔

پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بذریعہ وحی حکم دیا کہ باہر نکلو اور اس خزانہ کے حصول کے لئے دعا کرو۔ پس حضرت اسماعیل علیہ السلام ''اجیاد'' (مکہ مکرمہ کا ایک پہاڑ) پر تشریف لے گئے اور آپ یہ نہیں جانتے تھے کہ کیا دعا

مانگیں اور آپ اس خزانے کے متعلق بھی نہیں جانتے تھے جس کے عطا کرنے کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے بذریعہ الہام حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دعا کے کلمات سکھائے۔ پس جب حضرت اسماعیل علیہ السلام نے دعا مانگی تو سرزمین عرب کے تمام وحشی گھوڑے آپ کے پاس جمع ہو گئے۔ پس ان تمام نے اپنی گردنیں حضرت اسماعیلؑ کے سامنے جھکا دیں۔ اسی لئے ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا تھا کہ تم گھوڑے پر سوار ہوا کرو کیونکہ یہ تمہارے باپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی میراث ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ازواج مطہرات کے بعد سب سے زیادہ محبت گھوڑوں سے تھی۔ (رواہ النسائی) علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند جید ہے۔ ثعلبی نے اپنی سند کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی گھوڑا ایسا نہیں ہے جس کو ہر صبح یہ دعا مانگنے کی اجازت نہ دی گئی ہو کہ اے اللہ بنی آدم میں سے جس کو تو نے میرا مالک بنایا ہے اور مجھے اس کا مملوک بنایا ہے پس تو مجھے اس کے نزدیک اسکے اہل و مال سے زیادہ محبوب بنا دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (اجر کے اعتبار سے) گھوڑوں کی تین اقسام ہیں' ایک وہ گھوڑا جو رحمٰن کے لئے ہے دوسرا وہ گھوڑا جو انسان کے لئے ہے اور تیسرا وہ گھوڑا جو شیطان کیلئے ہے۔ پس رحمٰن کے لئے وہ گھوڑا ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے اس کے دشمنوں سے لڑنے کے لئے پالا جائے۔

انسان کے لئے وہ گھوڑا ہے جس پر سواری کی جائے اور شیطان کے لئے وہ گھوڑا ہے جس پر شرط لگائی جائے۔

طبقات ابن سعد میں عریب المُلیکیؒ سے روایت نقل کی گئی ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متعلق ''اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِاللَّیْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ'' (وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال دن اور رات پوشیدہ اور اعلانیہ' پس ان کیلئے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے اور نہ ان پر خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے) سوال کیا گیا کہ وہ کون لوگ ہیں جس کا ذکر اس آیت میں ہوا ہے۔ پس نبی اکرم ﷺ نے فرمایا یہ اصحاب خیل یعنی گھوڑے والے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک گھوڑے پر خرچ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جس کے ہاتھ صدقہ کے لئے ہر وقت کھلے رہیں۔ ایک لمحہ کے لئے بھی بند نہ ہوں۔ نیز قیامت کے دن گھوڑوں کی لید اور پیشاب سے مشک جیسی خوشبو آئے گی۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے پہلے چھریرے بدن والے گھوڑوں کی دوڑ کرائی اور انہیں حفیاء سے ثنیۃ الوداع تک دوڑایا پھر اس کے بعد ان گھوڑوں کی دوڑ کرائی جو دبلے نہیں تھے اور ان کو ثنیۃ الوداع سے مسجد بنی زریق تک دوڑایا۔ نیز حضرت ابن عمرؓ بھی اس دوڑ میں موجود تھے۔ شیخ الاسلام حافظ ذہبیؒ نے طبقات الحفاظ میں اپنے شیخ شرف الدین دمیاطیؒ سے بسند حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے کسی کھیل میں شریک نہیں ہوتے مگر تین کھیل میں (شریک ہوتے ہیں)۔ ایک مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنا دوسرا گھوڑے دوڑانا اور تیسرا تیر بازی کرنا۔ (طبقات الحفاظ)

حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں گھوڑوں سے محبت رکھتا ہوں پس کیا جنت میں بھی گھوڑے ہوں گے؟ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو جنت میں داخل

ہوا تو وہاں پر تجھے دار یاقوت کے گھوڑے ملیں گے پس تو ان پر سوار ہو کر جنت میں جہاں چاہے اڑتا پھرے گا۔

(رواہ الترمذی فی صفۃ اھل الجنۃ باسناد ضعیف)

معجم ابن قانع میں مذکور ہے کہ اس اعرابی کا نام عبدالرحمٰن بن ساعدۃ انصاری ہے۔ دینوری نے بھی ''کتاب المجالسۃ'' کے اوائل میں اس کا ذکر کیا ہے۔ ابن عدیؒ نے اسی اسناد ضعیف کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت سفید اور شریف النسل اونٹنیوں پر جو یاقوت کی مثل ہوں گی سوار ہو کر ایک دوسرے کو ملنے کے لئے جائیں گے اور جنت میں اونٹوں اور پرندوں کے علاوہ کوئی جانور نہیں ہوگا۔

فائدہ ''خیل السباق'' وہ گھوڑے جو گھوڑ دوڑ کے لئے استعمال ہوں ان کی تعداد دس ہے۔ رافعی وغیرہ نے بھی ان دس اقسام کا ذکر کیا ہے۔ ''خیل السباق'' (گھوڑ دوڑ کے گھوڑے) درج ذیل ہیں۔ (۱) مجلی (۲) مصلی (۳) تال (۴) بارع (۵) مرتاح (۶) حظی (۷) عاطف (۸) مؤمل (۹) سکیت (۱۰) فسکل۔

درج ذیل اشعار میں گھوڑوں کی انہی اقسام کی طرف اشارہ ہے ۔

مهمة خيل السباق عشرة	في الشرح دون الروضة المعتبرة
وهي مجل و مصل تالي	والبارع المرتاح بالتوالي
ثم حظي عاطف مؤمل	ثم السكيت والا خير الفسكل

فائدہ سہیلیؒ نے ''التعریف والاعلام'' میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑوں کے درج ذیل نام نقل کئے ہیں۔

(۱) السکب: اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ گھوڑا پانی کی طرح تیز دوڑتا ہے اور ''السکب'' گل لالہ کو بھی کہا جاتا ہے۔

(۲) المرتجز: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس گھوڑے کا نام ''المرتجز'' اس کے خوش آواز ہونے کی وجہ سے رکھا گیا تھا۔

(۳) اللحیف: اس کے معنی لپیٹنے اور ڈھانکنے کے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ گھوڑا اتنا تیز رفتار تھا کہ یہ اپنی تیزی کے سبب راستہ کو لپیٹتا جاتا تھا۔ بعض اہل علم نے اس کو اللخیف کی بجائے اللخیف خائے معجمہ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

(۴) امام بخاریؒ نے اپنی جامع میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک گھوڑے کا نام ''اللزاز'' ذکر کیا ہے۔

(۵) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک گھوڑے کا نام ''ملاح'' بھی تھا۔

(۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ''الضرس'' نامی ایک گھوڑا بھی تھا۔

(۷) ''الورد'' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ گھوڑا حضرت عمر بن خطابؓ کو ہبہ فرما دیا تھا اور حضرت عمرؓ اس گھوڑے پر بوقت جہاد سوار ہوتے تھے اور یہ وہ گھوڑا ہے جو بہت سستی قیمت میں خریدا گیا تھا۔

فائدہ ابن سنی اور ابوالقاسم طبرانی نے ابان بن ابی عیاش سے اور مستغفری نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ عبدالملک بن مروان نے اپنے عامل عراق حجاج بن یوسف کو لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت انس بن مالکؓ کا خیال رکھا کرو اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ اور ان کی مجلس میں حاضر ہوا کرو اور انہیں انعام و اکرام بھی عطا کرو۔ حضرت انسؓ

فرماتے ہیں کہ میں حجاج کے پاس گیا۔پس حجاج نے مجھ سے کہا اے حمزہؓ میں ارادہ رکھتا ہوں کہ آپ کے سامنے اپنا گھوڑا پیش کروں۔ پس آپ مجھے بتلائیں کہ میرا گھوڑا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے سے کتنا مشابہ ہے۔پس حجاج نے گھوڑا میرے سامنے لا کر کھڑا کر دیا۔پس میں نے کہا کہ اس گھوڑے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے میں بہت زیادہ فرق ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے کا چارہ' لید اور پیشاب تک اجر کا ذریعہ تھا اور تمہارا گھوڑا تو فقط ریاکاری اور نمود و نمائش کے لئے ہے۔حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ یہ جواب سن کر حجاج نے کہا کہ اگر امیر المومنین کا خط آپ کے متعلق میرے پاس نہ آیا ہوتا تو میں آپ کے چہرے پر ایسی ضربیں لگاتا کہ آپ کی آنکھیں نکل پڑتیں۔پس میں نے کہا کہ تو ایسا کرنے پر قادر ہی نہیں ہے۔حجاج نے کہا کیوں؟ میں نے کہا کہ یہ اس لئے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے ایسی دعا سکھائی ہے کہ جب میں اسے پڑھ لیتا ہوں تو میں شیطان' سلطان اور ہر قسم کے درندہ سے بے خوف ہو جاتا ہوں۔پس حجاج نے کہا اے ابوحمزہؓ آپ یہ دعا اپنے برادر نسبتی یعنی میرے بیٹے محمد بن حجاج کو سکھا دیں۔پس میں نے انکار کر دیا' پس حجاج نے اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ تم بعد میں اپنے چچا حضرت انسؓ کے پاس جانا اور وہ دعا آپؓ سے سیکھ لینا۔حضرت ابانؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت انسؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپؓ نے مجھے بلایا۔پس حضرت انسؓ نے فرمایا اے ابواحمر! آج تمہارا میرے پاس آنا آخری ہے اور تحقیق تمہاری حرمت مجھ پر واجب ہے اور میں تمہیں وہ دعا سکھاتا ہوں جو مجھے رسول اللہ ﷺ نے سکھائی تھی۔پس تم یہ دعا کسی ایسے شخص کو نہ سکھانا جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف نہ ہو۔وہ مبارک دعا یہ ہے۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى نَفْسِىْ وَ دِيْنِىْ بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى اَهْلِىْ وَ مَالِىْ بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ اَعْطَانِيْهِ رَبِّىْ بِسْمِ اللّٰهِ خَيْرِ الْاَسْمَاءِ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِىْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ دَاءٌ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِىْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَىْءٌ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ بِسْمِ اللّٰهِ افْتَتَحْتُ وَ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّىْ لَا اُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا اَسْأَلُكَ اَللّٰهُمَّ بِخَيْرِكَ مِنْ خَيْرِكَ الَّذِىْ لَا يُعْطِيْهِ اَحَدٌ غَيْرُكَ عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ اجْعَلْنِىْ فِىْ عِبَادِكَ وَاحْفَظْنِىْ مِنْ شَرِّ كُلِّ ذِىْ شَرٍّ خَلَقْتَهٗ وَ اَحْتَرِزُ بِكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَحْتَرِسُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ ذِىْ شَرٍّ خَلَقْتَهٗ وَ اَحْتَرِزُ بِكَ مِنْهُمْ وَ اُقَدِّمُ بَيْنَ يَدَىَّ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ وَ مِنْ خَلْفِىْ مِثْلَ ذٰلِكَ وَ عَنْ يَمِيْنِىْ مِثْلَ ذٰلِكَ وَعَنْ يَسَارِىْ مِثْلَ ذٰلِكَ وَ مِنْ فَوْقِىْ مِثْلَ ذٰلِكَ وَ مِنْ تَحْتِىْ مِثْلَ ذٰلِكَ

مسئلہ : شیخ الاسلام تقی الدین سبکیؒ نے فرمایا ہے کہ گھوڑوں کے متعلق چند سوالات پیدا ہو سکتے ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا یا گھوڑے کو؟

(۲) اللہ تعالیٰ نے پہلے گھوڑے کو پیدا کیا یا اس کی مادہ (گھوڑی) کو؟

(۳) اللہ تعالیٰ نے پہلے عربی گھوڑے پیدا کئے یا غیر عربی گھوڑے؟

کیا ان سوالات کے متعلق نص کے طور پر کوئی حدیث یا اثر موجود ہے یا محض سیر اور اخبار کو دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

جواب (۱) اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو دن پہلے گھوڑے کو پیدا کیا۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے گھوڑے کو اس کی مادہ (گھوڑی) سے پہلے پیدا کیا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے عربی گھوڑوں کو غیر عربی گھوڑوں سے پہلے پیدا کیا۔

پس ہمارا یہ قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے گھوڑے کو پیدا کیا۔ پس ہم اس پر قرآنی آیت کو بطور دلیل ذکر کریں گے اور اس کے علاوہ عقلی دلیل بھی ہے۔ (۱) عقلی دلائل عام طور پر دستور یہ ہے کہ جب کوئی معزز آدمی کسی کے یہاں آنے کا ارادہ کرتا ہے یا اس کو مدعو کیا جاتا ہے تو اس کی آمد سے قبل اس کی ضرورت کی چیزوں کا انتظام کیا جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی دنیا میں تشریف آوری کے سلسلہ میں یہی اہتمام کیا جو کہ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے'' خَلَقَ لَكُمْ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا '' (اور وہی تو ہے جس نے زمین کی تمام چیزیں تمہارے لئے ہی پیدا کی ہیں) پس زمین اور زمین کی تمام اشیاء حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کے لئے اللہ تعالیٰ نے بطور اکرام پیدا کر رکھی تھیں اور کمال اکرام کا تقاضا یہی تھا کہ جس کا اکرام مطلوب ہے اس کی ضروریات کی تمام اشیاء پہلے سے موجود ہوں۔

(۲) پس حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کی بزرگی کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام کا ظہور تمام مخلوقات (یعنی زمین اور جو کچھ زمین میں ہے) کے بعد ہوا جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام انبیاء کے سردار ہیں کا ظہور تمام انبیاء سے آخر میں ہوا۔

(۳) پس حضرت آدم علیہ السلام کی بزرگی کی وجہ سے زمین اور جو کچھ زمین میں ہے کی تخلیق ہوئی اور اس میں حیوانات نباتات، جمادات وغیرہ سب شامل ہیں۔ پس نباتات و جمادات سے افضل حیوانات ہیں اور حیوانات میں انسان کے علاوہ سب سے افضل و اعلیٰ گھوڑا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے افضل مہمان کے لئے افضل چیز کو سب سے پہلے پیدا کیا۔ چنانچہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے قبل گھوڑے کو پیدا کیا گیا تھا۔

نقلی دلائل ہمارا یہ قول کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو دن قبل اللہ تعالیٰ نے گھوڑے کو پیدا کیا۔ چنانچہ حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن پیدا کیا گیا پس قرآن کریم کی آیات سے بھی ہم دلائل پیش کریں گے۔

پہلی دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے'' **هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ** '' (وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں پھر اوپر کی طرف توجہ فرمائی اور سات آسمان استوار کیے۔ البقرہ آیت ۲۹)

قرآن کریم کی اس آیت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ رحمٰن نے تخلیق آسمان سے قبل زمین کی ساری اشیاء کو پیدا کیا اور زمین کی اشیاء میں ایک شے گھوڑا بھی ہے۔ پس گھوڑا تخلیق آسمان سے پہلے پیدا کیا گیا اور اس کے بعد ''تسویۃ السماء'' (آسمان کی تخلیق) کا کام پایہ تکمیل کو پہنچا اور پھر حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔ اس لئے کہ ''تسویۃ السماء'' کا مرحلہ چھ دنوں میں مکمل ہوا۔ جیسا کہ اس آیت سے یہ بات واضح ہوتی ہے'' رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا '' (اس کی چھت خوب اونچی اٹھائی پھر اس کا توازن قائم

کیا۔سورۃ النازعات آیت ۲۸) اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد" وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِکَ دَحٰهَا" (اور اس کے بعد زمین کو اس نے بچھایا۔ النازعات آیت ۳۰)

حدیث شریف میں مذکور ہے کہ "حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش جمعہ کے دن تمام مخلوقات کی تخلیق کے بعد ہوئی" پس ہفتے کے سات دنوں میں سے جمعہ آخری دن ہے اور اگر ہم یہ کہیں کہ مخلوق کی ابتداء اتوار کو ہوئی جیسے مؤرخین اور اہل کتاب نے کہا ہے اور اکثر لوگوں میں یہی قول مشہور ہے تو یہی قول صحیح قرار پائے گا۔پس یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے قبل اللہ تعالیٰ نے گھوڑے کو پیدا کیا نیز تخلیق آدم ان چھ دنوں کے علاوہ کسی اور دن میں ہوئی۔

دوسری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے " وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ قَالَ یٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ " (اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ساری چیزوں کے نام سکھائے پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا اگر تمہارا خیال صحیح ہے تو ذرا ان چیزوں کے نام بتاؤ' انہوں نے عرض کیا نقص سے پاک تو آپ ہی کی ذات ہے' ہم تو بس اتنا ہی علم رکھتے ہیں جتنا آپ نے ہم کو دے دیا ہے' حقیقت میں سب کچھ جاننے والا آپ کے سوا کوئی نہیں پھر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو فرمایا: تم انہیں ان چیزوں کے نام بتاؤ۔ جب اس نے ان کو ان سب کے نام بتا دیئے تو اللہ نے فرمایا میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی وہ ساری حقیقتیں جانتا ہوں جو تم سے مخفی ہیں جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو وہ بھی مجھے معلوم ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اسے بھی میں جانتا ہوں۔البقرۃ آیت ۳۱۔۳۲۔۳۳)

اس آیت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ "الاسماء" سے یا تو نفس اسماء مراد ہیں یا مسمیات کی صفات اور ان کے منافع مراد ہیں۔پس دونوں صورتوں میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مسمیات کا وجود اس وقت ضرور تھا۔اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے "هٰؤُلَاءِ" سے اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور جملہ مسمیات میں سے ایک گھوڑا بھی ہے تو اس کا وجود بھی اس وقت ضرور ہوگا نیز الاسماء الف اور لام کے ساتھ عام ہے اور اس سے مراد تمام اسماء ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کے قول "كُلَّهَا" سے بھی عمومیت کا معنی معلوم ہوتا ہے نیز اللہ تعالیٰ کا قول "عَرَضَهُمْ" اور "بِاَسْمَآئِهِمْ" بھی عمومیت کی قطعی دلیل ہے اور اسماء کی عمومیت گھوڑے کی شمولیت کو ظاہر کرتی ہے۔

تیسری دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ" (وہ اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور ان ساری چیزوں کو جو ان کے درمیان ہیں چھ دنوں میں پیدا کیا پھر اس کے بعد عرش پر جلوہ فرما ہوا۔سورۃ السجدۃ آیت ۴)

اس آیت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ زمین و آسمان کے درمیان جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ نے چھ دن میں پیدا کیا ہے اور تحقیق ہم نے یہ بات پہلے بھی ذکر کی ہے کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش یا تو چھ دنوں سے خارج ہو یعنی چھ دنوں کے بعد ہو یا پھر چھ دنوں کے آخر میں ہو۔

چوتھی دلیل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ" (اور تحقیق ہم نے زمین اور آسمان کو اور ان کے درمیان ساری چیزوں کو چھ دنوں میں پیدا کر دیا اور ہمیں کوئی تکان لاحق نہ ہوئی۔ سورۃ ق آیت ۳۸)

یہ آیت اور اس سے قبل تین آیات یعنی کل چار آیات قرآنی ہم نے بطور دلیل نقلی پیش کر دی ہیں اور ان چار آیات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے گھوڑے کو پیدا فرمایا۔

وہب ابن منبہ نے ایک روایت نقل کی ہے (جو اسرائیلیات میں سے ہے) کہ جب گھوڑا جنوبی ہوا سے پیدا کیا گیا تو وہب ابن منبہ کی یہ روایت بھی ہمارے قول کے منافی نہیں ہے اور نہ ہی ہم پر اس روایت کی صحت کا التزام ہے کیونکہ ہم اسی بات کو صحیح قرار دیں گے جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح قرار دیا ہو۔ تحقیق حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ گھوڑے وحشی تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے لئے مسخر کر دیا تھا۔ یہ روایت بھی ہمارے قول کے منافی نہیں ہے۔ پس تحقیق گھوڑے کو آدم علیہ السلام کی پیدائش سے قبل پیدا کیا گیا تھا اور اس کے بعد گھوڑا حضرت اسماعیل علیہ السلام کے زمانہ تک وحشی رہا ہوگا یا کسی وقت اس پر سواری کی گئی ہوگی اور پھر بعد میں وحشی ہو گیا ہوگا اور پھر اللہ تعالیٰ نے گھوڑے کو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے لئے مسخر کر دیا ہوگا۔ پس یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں ہے لہٰذا ہم اس پر اعتماد نہیں کرتے۔ پس جو کچھ اوپر ہم نے بیان کیا ہے وہ قابل اعتماد ہے کیونکہ اس کے لئے قرآن کریم سے دلائل پیش کئے گئے ہیں۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے گھوڑے پر سواری کرنے کا اعزاز حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حاصل ہے۔ یہ بات بہت مشہور ہے لیکن اس کی اسناد صحیح نہیں ہے اور ہم پر اس کی صحت کا التزام نہیں ہے۔ تحقیق ہم تو اسی بات پر اعتماد کریں گے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح قرار دی ہو۔

تفسیر قرطبی میں ترمذی کی یہ روایت مذکور ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بیت اللہ کی بنیادیں اٹھانے کا حکم دیا تو فرمایا کہ بے شک میں تمہیں ایسا خزانہ عطا فرماؤں گا جو میں نے صرف تمہارے لئے خاص کیا ہے۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اجیاد (مکہ مکرمہ کا ایک پہاڑ) کی طرف نکلو اور دعا مانگو تو خزانہ آپ کو مل جائے گا۔ پس حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اجیاد کی طرف تشریف لے گئے لیکن آپ دعا کے الفاظ اور خزانے کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے دعا کے الفاظ الہام کئے۔ پس جب حضرت اسماعیل علیہ السلام دعا مانگ چکے تو عرب کی سرزمین کے تمام وحشی گھوڑے آپ کے پاس آ کر جمع ہو گئے اور سب نے آپ کے سامنے اپنی گردنیں جھکا دیں اور اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے گھوڑے کو مسخر کر دیا۔ تحقیق ہم اس روایت کو گھوڑے کی خصوصیات کے تحت بھی ذکر کر چکے ہیں۔ پس ہمارا یہ قول کہ اللہ تعالیٰ نے مذکر گھوڑے کو اس کی مادہ گھوڑی سے پہلے پیدا کیا ہے۔ گھوڑے کو گھوڑی سے قبل پیدا کیوں کیا گیا اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ مذکر شرافت و عظمت کے لحاظ سے مؤنث پر غالب ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مذکر کی

حرارت مؤنث سے زیادہ ہے کیونکہ اگر دو چیزیں ایک ہی جنس سے اور ایک ہی مزاج سے ہوں تو ان میں سے ایک کی حرارت دوسرے سے زیادہ ہوگی۔ پس اللہ تعالیٰ کا ضابطہ یہ ہے کہ زیادہ حرارت والے کو پہلے پیدا کیا جاتا ہے۔ پس مذکر کی حرارت مونث سے قوی ہے پس یہ مناسب تھا کہ اس کا وجود بھی پہلے ہو اسی لئے حضرت آدم علیہ السلام کو حضرت حواء علیہا السلام سے پہلے پیدا کیا گیا اور گھوڑے کو پہلے پیدا کرنے کا مقصد یہ بھی ہے کہ گھوڑا جہاد فی سبیل اللہ میں کام آتا ہے اور مذکر گھوڑا جہاد میں مؤنث (گھوڑی) سے بہتر ہے کیونکہ گھوڑا زیادہ طاقتور اور تیز رفتار ہوتا ہے نیز گھوڑی سے زیادہ بہادر بھی ہوتا ہے اور اپنے سوار کے ساتھ گھوڑی کے مقابلہ میں زیادہ قتال بھی کرسکتا ہے جبکہ گھوڑی ہر لحاظ سے گھوڑے کے مقابلے میں کم تر ہے۔

ہمارا یہ قول کہ عربی گھوڑوں کو غیر عربی گھوڑوں سے پہلے پیدا کیا گیا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ عربی گھوڑا غیر عربی گھوڑے سے افضل اور اصل ہے کیونکہ گھوڑے کا عربی النسل نہ ہونا کسی عارض یا کسی علت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ وہ عارض یا تو اس گھوڑے کے باپ میں پایا جاتا ہے یا اس کی ماں میں یا خود اس گھوڑے میں پایا جاتا ہے اور عربی گھوڑے کے افضل ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ گزشتہ زمانے میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصص میں کہیں بھی غیر عربی گھوڑوں کا تذکرہ نہیں ملتا۔ غیر عربی گھوڑے دراصل گھوڑوں کی خراب نسل ہے۔ یہاں تک کہ علماء کرام کے درمیان غیر عربی گھوڑوں کے سہام (حصہ) کو متعین کرنے کے متعلق اختلافات پایا جاتا ہے۔ ایک مرسل حدیث میں مذکور ہے کہ عربی گھوڑے کے لئے دو حصے ہیں اور غیر عربی گھوڑے کے لئے (مال غنیمت میں سے) ایک حصہ ہے۔ پس یہ روایت اس بات کی متقاضی ہے کہ غیر عربی گھوڑے خراب نسل سے تعلق رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی یہ شیت نہیں ہے کہ وہ عمدہ نسل سے خراب نسل کو پیدا کرے۔ احادیث نبویؐ اور آثار صحیحہ میں گھوڑوں کی فضیلت' گھڑ دوڑ کا ذکر' گھوڑوں کو پالنے کی فضیلت' گھوڑوں کی برکات' گھوڑوں پر مال خرچ کرنے کی فضیلت اور ان کی خدمت' گھوڑوں کی پیشانی پر الفت و محبت سے ہاتھ پھیرنا' عمدہ نسل کے گھوڑوں کی تلاش' عمدہ نسل کی نگہداشت وغیرہ کی ہدایات بکثرت ملتی ہیں نیز حدیث شریف میں گھوڑوں کو خصی کرانے اور ان کی پیشانی و دموں کے بالوں کو کاٹنے سے منع کیا گیا ہے۔ گھوڑے اور ان کے مالکوں کو مال غنیمت میں سے کتنا حصہ ملے گا اس کے متعلق علماء کرام کا اختلاف ہے اس کے علاوہ گھوڑوں پر زکوۃ واجب ہوگی یا نہیں اس قسم کی مباحث کے متعلق بھی احادیث میں اشارات ہیں لیکن ہم نے اختصار کی وجہ سے انہیں ترک کردیا ہے۔ یہ مختصری باتیں ہیں جو گھوڑوں کے متعلق جلدی میں لکھ دی گئی ہیں ورنہ گھوڑوں کے عنوان پر مستقل کتاب لکھی جاسکتی ہے۔

الحکم گھوڑے کا شرعی حکم انشاء اللہ لفظ "فرس" کے تحت ذکر کیا جائے گا۔ الصمیری نے شرح کفایہ میں لکھا ہے کہ گھوڑوں کو دشمن اسلام کے ہاتھ بیچنا جائز نہیں ہے (کیونکہ یہ جنگ میں بطور ہتھیار کے استعمال ہوتے ہیں) جیسے دشمن اسلام کو ہتھیار فروخت کرنا جائز نہیں ہے نیز گھوڑوں کے گلے میں کمان ڈالنا مکروہ ہے۔ بخاری و مسلم اور ابوداؤد میں ابی بشیر انصاریؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں کے گلے میں کمان ڈالنے سے منع فرمایا ہے۔ خطابی نے کہا ہے کہ گھوڑوں کے گلے میں اگر قلادہ موجود ہو تو اسے کاٹنے کا حکم فرمایا ہے۔ مالکؒ نے کہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں کے گلے میں باندھے ہوئے قلادہ کو کاٹنے کا حکم اس لئے دیا کہ ان قلادوں میں گھنٹیاں لٹکائی جاتی تھیں۔ بعض اہل علم کے نزدیک قلادہ کی ممانعت اس لئے ہے کہ کہیں تیز دوڑتے

وقت یہ قلادے گلا گھٹنے کے باعث گھوڑے کی موت کا سبب نہ بن جائیں۔ بعض اہل علم کا یہ قول ہے کہ ممکن ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعین طور پر قلادوں کی ممانعت کی ہو اور اس کے علاوہ خوبصورتی کے لئے گھوڑے کے گلے میں دوسری اشیاء لٹکانے کی ممانعت نہ ہو۔ بعض اہل علم کا یہ قول ہے کہ زمانہ جاہلیت میں عربوں کا یہ طریقہ تھا کہ بعض جھگڑوں کی صورتوں میں گھوڑوں پر کمانیں لی جاتی تھیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ گھڑ دوڑ میں کسی گھوڑے کے سبقت لے جانے کا فیصلہ اس کی گردن کے آگے ہونے سے ہوتا ہے اور اونٹوں میں دوڑ میں فتح اور شکست کا فیصلہ گردن پر موقوف نہیں ہے کیونکہ اونٹ دوڑتے وقت گردن بند رکھتا ہے۔ پس اس کی گردن کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا اور اس کے برعکس گھڑ دوڑ میں گھوڑے کی گردن آگے بڑھنے سے مراد گردن کا اونچائی کے مقابلہ میں لمبائی میں آگے بڑھنا ہے لیکن ایسی صورت میں یہ ضروری ہے کہ مقابلے کے لئے دوڑنے والے دونوں گھوڑوں کی گردنوں کی لمبائی چوڑائی اور ان کی بلندی وغیرہ برابر برابر ہو چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی شان ہے کہ میں اور قیامت دونوں اس طرح قریب ہیں جیسے دوڑتے ہوئے گھوڑے کہ ان میں فیصلہ نہیں ہوتا کہ کون ان میں سے سبقت لے جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ایک گھوڑا دو گھوڑوں کے درمیان داخل کر دیا حالانکہ وہ اس بات سے مطمئن نہیں ہے کہ وہ مقابلہ میں آگے بڑھ جائے گا تو یہ قمار نہیں ہے اور جس نے دو گھوڑوں کے درمیان ایک گھوڑا داخل کیا اور وہ اس بات سے مطمئن بھی ہے کہ اس کا گھوڑا سبقت لے جائے گا تو یہ قمار ہے۔ (المستدرک، ابن ماجہ، ابی داؤد، مسند احمد)

صحیح بات یہ ہے کہ ذمی لوگوں کو گھوڑے کی سواری سے منع کیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ" (اور تیار بندھے گھوڑے ان کے مقابلہ کے لئے مہیا رکھو تا کہ اس کے ذریعہ سے اللہ اور اپنے دشمنوں کو اور دوسرے اعداء کو خوفزدہ کرو۔ الانفال آیت ۶۰) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں کو اپنے دشمنوں سے قتال کے لئے گھوڑوں کی تیاری کا حکم دیا ہے اور ذمی اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں۔ ذمی لوگوں کو گھوڑے کی سواری سے منع کرنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ گھوڑوں کی پشت ان کی عزت ہے اور ذمی لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے ذلت مسلط کی گئی ہے۔ اس لئے اگر ذمیوں کو گھوڑوں کی سواری کی اجازت دی گئی تو گویا ان کو عزت دی گئی اور جو ذلت ان پر مسلط کی گئی تھی وہ ختم کر دی گئی۔ امام ابو حنیفہؒ کا ایک قول یہ ہے کہ ذمیوں کو گھوڑے کی سواری سے نہ روکا جائے۔ شیخ ابو محمد جوینی نے کہا ہے کہ ذمیوں کو عمدہ گھوڑوں کی سواری سے منع کیا جائے گا اور خراب نسل گھوڑوں کی سواری سے نہیں روکا جائے گا۔ امام غزالیؒ کے نزدیک عمدہ گھوڑوں میں عمدہ خچر بھی شامل ہیں۔

ائمہ جمہور کے نزدیک گھوڑوں میں زکوۃ نہیں ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمان، اس کے غلام اور اس کے گھوڑے پر صدقہ (یعنی زکوۃ) نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے گھوڑوں پر زکوٰۃ کو واجب قرار دیا ہے اور ان گھوڑیوں پر بھی زکوٰۃ کو واجب قرار دیا ہے جن کے ساتھ گھوڑے ہوں۔ نیز امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مالک کو اختیار ہے کہ خواہ یہ گھوڑے کی طرف سے ایک دینار زکوٰۃ ادا کرے یا گھوڑے کی قیمت لگا کر ہر دوسو درہموں پر پانچ درہم زکوٰۃ ادا کرے۔ پس اگر کسی کے پاس صرف گھوڑے ہوں تو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

امثال اہل عرب کہتے ہیں "الخیل میامین" (گھوڑے بابرکت ہیں) اسی طرح اہل عرب کہتے ہیں "اَلْخَيْلُ اَعْلَمُ بِفُرْسَانِهَا" (گھوڑا اپنے سوار کو اچھی طرح پہچانتا ہے) یہ مثال ایسے آدمی کیلئے مستعمل ہے جسے لوگ مالدار سمجھیں لیکن درحقیقت وہ مالدار نہ ہو۔

نبی اکرمؐ نے جنگ حنین کے موقع پر فرمایا تھا "یَا خَیْلُ اللّٰہِ ارکَبِی" (اے اللہ کے گھوڑ وسوار ہو جاؤ) امام مسلمؒ نے اس حدیث

کو مسلم شریف میں نقل کیا ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں مضاف محذوف مانا جائے گا کیونکہ گھوڑے تو سوار نہیں ہوتے بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ یہی تھا کہ "یا فرسان خیل اللہ ارکبی" (اے سوار واللہ کے گھوڑوں پر سوار ہو جاؤ) یعنی اصل مخاطب گھوڑوں کے سوار تھے نیز کلام عرب میں حذف مضاف اکثر ہوتا ہے لیکن جاحظ نے "کتاب البیان والتبیین" میں اس حدیث کو کلامی غلطی کی بناء پر رد کر دیا ہے اور اس حدیث کو حدیث تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے لیکن یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو سب سے زیادہ فصیح و بلیغ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سب سے اعلیٰ ہے۔

الخواص گھوڑا سرخ ہڑتال (زرنیخ احمر) کو پی لے تو اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ گھوڑے کے طبی خواص "باب الفاء" میں "الفرس" کے بیان میں انشاء اللہ آئیں گے۔

تعبیر خواب میں گھوڑا قوت' عزت اور زینت کی علامت ہے۔ اس لئے کہ یہ سواریوں میں سب سے عمدہ سواری ہے۔ پس جس نے جس قدر گھوڑے کو خواب میں دیکھا اس کو اسی کے بقدر عزت وقوت حاصل ہوگی۔ اکثر گھوڑے کی تعبیر وسعت دولت ورزق اور دشمن پر غلبہ سے دی جاتی ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے " زُيِّنَ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِيْنِ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ"۔

اور بعض اوقات گھوڑے کی تعبیر دشمن کے مقابلے میں کامیابی سے دی جاتی ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ" (اور تیار بندھے گھوڑے ان کے مقابلہ کے لئے مہیا رکھو تا کہ اس کے ذریعہ سے اللہ اور اپنے دشمنوں کو اور دوسرے اعداء کو خوفزدہ کرو۔ الانفال ٦٠) اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ گھوڑا ہوا میں اڑ رہا ہے تو اس کی تعبیر فتنہ سے دی جائے گی اور اگر کسی نے خواب میں گھوڑے کی سواری غیر محل میں دیکھی جیسا کہ چھت یا دیوار پر اپنے گھوڑے پر سوار دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس خواب کی تعبیر میں کوئی خیر نہیں ہے۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ ڈاک کے گھوڑے پر سوار ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ گھوڑے پر سوار ہونے والے کی موت واقع ہو جائے گی۔ عنقریب انشاء اللہ تعبیر سے متعلق تفصیل باب الفاء میں لفظ فرس کے بیان میں آئے گی۔

مجربات گھوڑے اور دوسرے جانوروں کے درد شکم کیلئے ان کے چاروں کھروں پر یہ کلمات لکھیں (انشاء اللہ درد ختم ہو جائے گا)

"**بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فاصا بھا اعصار فیه نار فاحترقت عجفون عجفون عجفون شاشیک شاشیک شاشیک**"

گھوڑے کی سرخی (ایک مرض) اور دوسرے جانوروں کی سرخی کیلئے یہ کلمات لکھ کر ان کے گلے میں لٹکا دیں' یہ دونوں عمل آزمودہ ہیں۔

"**ولا طلهه هو هو هو رهست هر هر هر هرهر هر و هو هو هو هو هو ہ ہ ہ ہ ہ ہ امها هیا لو لوس در رو بر حفرب وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ**"

أم خنور

"ام خنور" بروزن تنور۔ اس سے مراد بجو ہے اس کا بیان انشاء اللہ عنقریب باب الضاد میں آئے گا۔